بسم اللہ الرحمن الرحیم

نعمۃ الباری

فی

شرح صحیح البخاری

علامہ غلام رسول سعیدی

الجزء الثانی

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم: ۳۴)

نِعمۃُ الباری فی شرح صحیح البخاری

جِلد دوئم

الاحادیث: ۹۴۱ —— ۳۴۹

کتاب الصلوٰۃ، کتاب مواقیت الصلوٰۃ، کتاب الاذان، کتاب الجمعۃ

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث، دارالعلوم نعیمیہ، کراچی-۳۸

ناشر

فرید بک سٹال ۳۸-اُردو بازار لاہور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فہرست مضامین

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری (جلد دوئم)

۞ ۞ ۞ ۞ ۞

خطبة الكتاب

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین' الذی جعلنا من المسلمین' ووصفنا بخیر امة من الامم الماضین' وانعم علینا بتنزیل القرآن الکریم وهدانا به الی الصراط المستقیم. والصلوة والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین قائد الغرالمحجلین' الذی شرح الفرقان باحادیثه وبیانه القویم' وکشف عن اسراره وغوامضه لهدایة الناس اجمعین' وانقذنا بحسن سیرته من الظلمات والضلال المبین. وعلی اله الطیبین واصحابه الطاهرین الذین قاموا باشاعة الدین المتین مع کمال الخلوص والجهد العظیم' وعلی ازواجه الطاهرات امهات المومنین' وعلی جمیع الائمة التابعین من المفسرین والمحدثین المخلصین الکاملین الی یوم الدین.

وبعد فیقول العبد الفقیر الی مولاه القدیر غلام رسول السعیدی دائم الاحتیاج الی کرم ربه السرمدی انی بعد الفراغ من التفسیر قد شرعت فی شرح الصحیح للامام البخاری (علیه نعمة الباری) توکلا علی رحمة الله وفضله العمیم. ولا یکون تحریره وتقریره وتکمیله الا نعمته العظمی. فلذا سمیته بنعمة الباری فی شرح صحیح البخاری. (تقبله الله بلطفه وتغمدنی بغفرانه بمحض فضله)

اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریك له واشهد ان سیدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله. اعوذ بالله من شرور نفسی ومن سیئات اعمالی. من یهده الله فلا مضل له ومن یضلل' فلا هادی له. اللهم ارنی الحق حقًا وارزقنی اتباعه. اللهم ارنی الباطل باطلًا وارزقنی اجتنابه. اللهم اجعلنی فی تصنیف هذا الکتاب علی صراط مستقیم واجعله موافقًا باسمه واحفظه من شرور الاشرار والحاسدین. اللهم اجعله خالصا لوجهك الکریم ومقبولًا عندك وعند رسولك الرؤف الرحیم واجعله شائعًا ومستفیضًا ومفیضًا مرغوبًا فی اطراف العالمین الی یوم الدین واجعله لی ولجمیع من انتسب الی من المسلمین صدقة جاریة الی یوم القیامة وارزقنی زیارة النبی الکریم ﷺ فی الدنیا وشفاعته فی الاخرة واحینی علی الاسلام بالسلامة وامتنی علی الایمان بالکرامة. اللهم انت ربی لا اله الا انت خلقتنی وانا عبدك وانا علی عهدك ووعدك ما استطعت. اعوذ بك من شر ما صنعت ابوء لك بنعمتك علی وابوء لك بذنبی فاغفرلی فانه لا یغفر الذنوب الا انت. رب اوزعنی ان اشکر نعمتك التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحًا ترضه. آمین یا رب العالمین بجاه سید المرسلین ﷺ.

خطبۃ الکتاب

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے مخصوص ہیں' جس نے ہمیں مسلمان بنایا اور سب سے بہترین امت کا لقب عطا فرمایا' قرآن مجید نازل فرما کر ہم پر احسان کیا اور اس کتاب کے ذریعہ ہمیں سیدھی راہ دکھائی۔ حمد کے بعد سب سے افضل اور بلند رتبہ پیغمبر آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام ہو' جو سفید رو اور سفید ہاتھ پیروں والوں کے قائد ہیں' جنہوں نے اپنی احادیث اور مستحکم بیان سے قرآن مجید کی تشریح فرمائی اور تمام لوگوں کی ہدایت کے لیے اس کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھایا اور ہمیں اپنا بہترین نمونہ عمل عطا کر کے ظلمت و گمراہی سے نجات بخشی۔ آپ کے بعد آپ کی اولادِ پاک اور صحابہ کرام پر رحمتوں کا نزول ہو' جو پورے اخلاص اور محنت کے ساتھ اشاعت دین میں مصروف رہے' اور آپ کی ازواجِ مطہرات پر رحمتوں کا نزول ہو' جو مسلمانوں کی مائیں ہیں اور ان سب کے بعد تا قیامِ قیامت آنے والے مخلص اور باکمال ائمہ مفسرین اور محدثین پر رحمتیں نازل ہوں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد رب کائنات کے دائمی کرم کا بندۂ محتاج غلام رسول سعیدی غفرلہٗ عرض پرداز ہے کہ میں ''تفسیر تبیان القرآن'' سے فارغ ہونے کے بعد اللہ عزوجل کی رحمت اور اس کی عنایت پر بھروسا کرتے ہوئے ''صحیح بخاری'' کی شرح کا آغاز کر چکا ہوں۔ چونکہ ظاہری قُویٰ اس عظیم کام کے متحمل نہیں ہیں' اس لیے تصنیف کے جملہ مراحل سے گزر کر پایۂ تکمیل کو پہنچنے تک اس شرح کا مکمل دارومدار صرف اور صرف اللہ عزوجل کی خصوصی نعمت اور احسان پر ہے۔ اسی لیے میں نے اس شرح کا نام ''نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری'' رکھا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنے لطف و عنایت سے اس تصنیف کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اپنی بخشش میں ڈھانپ لے۔)

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بداعمالیوں سے اللہ عزوجل کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے' اس کو کوئی راہِ راست پر نہیں لا سکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح فرما اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور باطل کو مجھ پر منکشف فرما اور اس سے بچنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اے اللہ! مجھے اس شرح کی تصنیف میں صراطِ مستقیم پر گامزن فرما اور اس شرح کو اسم بہ مسمّٰی کر دے اور اسے شریروں کے شر اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ فرما۔ اے اللہ! اس تصنیف میں صرف اپنی رضا مقدر فرما دے اور اس کو اپنی اور اپنے مہربان رسول (سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کی بارگاہ میں مقبول بنا دے' اور صبح قیامت تک اس کو اکناف عالم میں مشہور و مقبول' مرغوب و محبوب اور اثر آفرین بنا دے' اس کو میرے لیے اور میرے جملہ مسلمان متعلقین کے لیے قیامت تک صدقۂ جاریہ بنا۔ مجھے دنیا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرما۔ مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندگی اور عزت کے ساتھ ایمان پر خاتمہ نصیب فرما۔ اے اللہ! تو میرا رب ہے' تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تجھ سے کیے ہوئے وعدہ اور عہد پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں' تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں' ان کا میں اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میری بخشش فرما' کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ پروردگار! تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو انعامات فرمائے ہیں' اُن پر مجھے ہمیشہ شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور مجھے ایسے نیک اعمال کی توفیق دے جو تجھے محبوب اور پسند ہوں۔ آمین یارب العلمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۸- كِتَابُ الصَّلٰوةِ
نماز کا بیان

یہ کتاب نماز کے احکام کے بیان میں ہے' طہارت نماز کی شرط ہے اور نماز مشروط ہے' امام بخاری جب شرط کے متعلق احادیث روایت کرنے سے فارغ ہو گئے تو پھر انہوں نے مشروط کے متعلق احادیث کی روایت کا آغاز کیا۔

''صلوٰۃ'' کا غالب معنی لغت میں دعا ہے' قرآن مجید میں ہے:

صَلِّ عَلَيْهِمْ . (التوبہ:۱۰۳) آپ ان کے حق میں دعا کیجئے۔

اور ''صلوٰۃ'' کا معنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رحمت طلب کرنا ہے یعنی آپ پر درود پڑھنا' قرآن مجید میں ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ. (الاحزاب:۵۶) اے ایمان والو! نبی پر درود پڑھو۔

دعا اور درود نماز کے اجزاء میں سے ہیں' سو کل کا نام اشرف اجزاء پر رکھ دیا گیا۔ عرب کا مقولہ ہے:

صليت العود على النار. میں نے ٹیڑھی لکڑی کو سیدھا کرنے کے لیے آگ پر رکھا۔

جس طرح ٹیڑھی لکڑی کو آگ کی حرارت سے سیدھا کیا جاتا ہے' اسی طرح نماز میں خوف الٰہی کی حرارت سے نفس کی کجی کو سیدھا کیا جاتا ہے۔

۱- بَابُ كَيْفَ فُرِضَتِ الصَّلَوَاتُ فِي الْإِسْرَاءِ
شبِ معراج میں نمازوں کو فرض کیے جانے کی کیفیت

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شبِ معراج میں نمازوں کو کس کیفیت سے فرض کیا گیا۔

جمہور سلف صالحین اس پر متفق ہیں کہ آپ کو آپ کے بدن اور آپ کی روح کے ساتھ معراج ہوئی ہے' مکہ سے بیت المقدس تک معراج نص قرآن سے ثابت ہے اور بیت المقدس سے پہلے آسمان تک اور پہلے آسمان سے سدرۃ المنتہٰی تک احادیث مشہورہ سے ثابت ہے' معراج کب ہوئی' اس میں بھی اختلاف ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے موسیٰ بن عقبہ سے روایت کی ہے کہ ہجرت سے ایک سال پہلے معراج ہوئی' سُدی سے روایت ہے کہ ہجرت سے سولہ ماہ پہلے معراج ہوئی' سدی کے قول کے مطابق ذوالقعدۃ میں معراج ہوئی اور زہری کے قول کے مطابق ربیع الاول میں معراج ہوئی اور ایک قول یہ ہے کہ رجب کی ستائیسویں شب میں معراج ہوئی' حافظ عبدالغنی بن سرور المقدسی کا یہی مختار ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۵۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری فرماتے ہیں:

وقال ابْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنِي اَبُوْ سُفْيَانَ فِيْ حَدِيْثِ هِرَقْلَ فَقَالَ يَأْمُرُنَا يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. بِالصَّلٰوةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: مجھے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے ہرقل کی حدیث میں بیان کیا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھنے' سچ بولنے اور پاک دامن رہنے کا حکم دیتے ہیں۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۷ کی مفصل روایت ہے' امام بخاری نے اس تعلیق کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ نمازوں کو فرض کیے جانے کی کیفیت کی معرفت سے پہلے نفسِ نماز کی معرفت ہو جائے۔

۳۴۹- **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ' عَنْ يُوْنُسَ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ اَبُوْ ذَرٍّ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُرِجَ عَنْ سَقْفِ بَيْتِيْ وَاَنَا بِمَكَّةَ' فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ' فَفَرَجَ صَدْرِيْ' ثُمَّ غَسَلَهٗ بِمَاءِ زَمْزَمَ' ثُمَّ جَآءَ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِيءٍ حِكْمَةً وَاِيْمَانًا' فَاَفْرَغَهٗ فِيْ صَدْرِيْ' ثُمَّ اَطْبَقَهٗ' ثُمَّ اَخَذَ بِيَدِيْ فَعَرَجَ بِيْ اِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا' فَلَمَّا جِئْتُ اِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا' قَالَ جِبْرِيْلُ لِخَازِنِ السَّمَاءِ اِفْتَحْ' قَالَ مَنْ هٰذَا؟ قَالَ جِبْرِيْلُ' قَالَ هَلْ مَعَكَ اَحَدٌ؟ قَالَ نَعَمْ' مَعِيَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَقَالَ اُرْسِلَ اِلَيْهِ؟ قَالَ نَعَمْ' فَلَمَّا فَتَحَ عَلَوْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا' فَاِذَا رَجُلٌ قَاعِدٌ' عَلٰى يَمِيْنِهٖ اَسْوِدَةٌ' وَعَلٰى يَسَارِهٖ اَسْوِدَةٌ' اِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِيْنِهٖ ضَحِكَ' وَاِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَسَارِهٖ بَكٰى' فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاِبْنِ الصَّالِحِ' قُلْتُ لِجِبْرِيْلَ' مَنْ هٰذَا؟ قَالَ هٰذَا اٰدَمُ' وَهٰذِهِ الْاَسْوِدَةُ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَ شِمَالِهٖ نَسَمُ بَنِيْهِ' فَاَهْلُ الْيَمِيْنِ مِنْهُمْ اَهْلُ الْجَنَّةِ' وَالْاَسْوِدَةُ الَّتِيْ عَنْ شِمَالِهٖ اَهْلُ النَّارِ' فَاِذَا نَظَرَ عَنْ يَمِيْنِهٖ ضَحِكَ' وَاِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهٖ بَكٰى' حَتّٰى عَرَجَ بِيْ اِلَى السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ' فَقَالَ لِخَازِنِهَا اِفْتَحْ' فَقَالَ لَهٗ خَازِنُهَا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُ' فَفَتَحَ. قَالَ اَنَسٌ فَذَكَرَ اَنَّهٗ وَجَدَ فِي السَّمٰوٰتِ اٰدَمَ' وَاِدْرِيْسَ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے گھر کی چھت میں شگاف کیا گیا اور میں اس وقت مکہ میں تھا' پھر حضرت جبریل نازل ہوئے' پس میرے سینہ کو شق کیا' پھر انہوں نے اس کو زمزم کے پانی سے دھویا' پھر وہ سونے کا طشت لے کر آئے' جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا' پس اس کو میرے سینہ میں انڈیل دیا' پھر اس کو بند کر دیا' پھر مجھے آسمانِ دنیا کی طرف چڑھایا' پس جب میں آسمانِ دنیا کی طرف آیا تو حضرت جبریل نے آسمان کے محافظ سے کہا: کھولو! اس نے کہا: کون ہے؟ انہوں نے کہا: جبریل ہے' اس نے کہا: کیا آپ کے ساتھ کوئی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! میرے ساتھ (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' اس نے کہا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! پس جب اس نے آسمان کو کھولا تو ہم آسمان دنیا کے اوپر گئے' وہاں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا' اس کی دائیں طرف بھی کچھ لوگ تھے اور بائیں طرف بھی کچھ لوگ تھے جب وہ دائیں طرف دیکھتے تو ہنستے اور جب بائیں طرف دیکھتے تو روتے' پس انہوں نے کہا: نیک نبی اور نیک بیٹے کو خوش آمدید ہو' میں نے حضرت جبریل سے کہا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ آدم (علیہ السلام) ہیں' اور یہ لوگ جو ان کی دائیں طرف اور بائیں طرف ہیں' یہ ان کی اولاد کی روحیں ہیں' سو ان میں سے جو دائیں طرف والے ہیں وہ اہل جنت ہیں اور جو لوگ بائیں طرف والے ہیں وہ

وَمُوْسٰی ، وَعِیْسٰی ، وَاِبْرَاهِیْمَ ، صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَیْهِمْ ، وَلَمْ یُثْبِتْ كَیْفَ مَنَازِلُهُمْ ، غَیْرَ اَنَّهٗ ذَكَرَ اَنَّهٗ وَجَدَ اٰدَمَ فِی السَّمَاءِ الدُّنْیَا ، وَاِبْرَاهِیْمَ فِی السَّمَاءِ السَّادِسَةِ ، قَالَ اَنَسٌ فَلَمَّا مَرَّ جِبْرِیْلُ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِاِدْرِیْسَ ، قَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِیِّ الصَّالِحِ وَالْاَخِ الصَّالِحِ . فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا؟ قَالَ هٰذَا اِدْرِیْسُ ، ثُمَّ مَرَرْتُ بِمُوْسٰی ، فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِیِّ الصَّالِحِ وَالْاَخِ الصَّالِحِ ، قُلْتُ مَنْ هٰذَا؟ قَالَ هٰذَا مُوْسٰی ، ثُمَّ مَرَرْتُ بِعِیْسٰی ، فَقَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِیِّ الصَّالِحِ ، قُلْتُ مَنْ هٰذَا؟ قَالَ هٰذَا عِیْسٰی ، ثُمَّ مَرَرْتُ بِاِبْرَاهِیْمَ ، فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِیِّ الصَّالِحِ وَالْاِبْنِ الصَّالِحِ ، قُلْتُ مَنْ هٰذَا؟ قَالَ هٰذَا اِبْرَاهِیْمُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ . قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَاَخْبَرَنِی ابْنُ حَزْمٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَاَبَا حَبَّةَ الْاَنْصَارِیَّ كَانَا یَقُوْلَانِ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عُرِجَ بِی حَتّٰی ظَهَرْتُ لِمُسْتَوًی اَسْمَعُ فِیْهِ صَرِیْفَ الْاَقْلَامِ. قَالَ ابْنُ حَزْمٍ وَاَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَفَرَضَ اللّٰهُ عَلٰی اُمَّتِی خَمْسِیْنَ صَلٰوةً ، فَرَجَعْتُ بِذٰلِكَ ، حَتّٰی مَرَرْتُ عَلٰی مُوْسٰی ، فَقَالَ مَا فَرَضَ اللّٰهُ لَكَ عَلٰی اُمَّتِكَ ؟ قُلْتُ فَرَضَ خَمْسِیْنَ صَلٰوةً ، قَالَ فَارْجِعْ اِلٰی رَبِّكَ ، فَاِنَّ اُمَّتَكَ لَا تُطِیْقُ ذٰلِكَ ، فَرَاجَعَنِیْ فَوَضَعَ شَطْرَهَا ، فَرَجَعْتُ اِلٰی مُوْسٰی ، قُلْتُ وَضَعَ شَطْرَهَا ، فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ ، فَاِنَّ اُمَّتَكَ لَا تُطِیْقُ ، فَرَاجَعْتُ فَوَضَعَ شَطْرَهَا ، فَرَجَعْتُ اِلَیْهِ ، فَقَالَ ارْجِعْ اِلٰی رَبِّكَ ، فَاِنَّ اُمَّتَكَ لَا تُطِیْقُ ذٰلِكَ ، فَرَاجَعْتُهٗ ، فَقَالَ هِیَ خَمْسٌ ، وَهِیَ خَمْسُوْنَ ، لَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ ، فَرَجَعْتُ اِلٰی مُوْسٰی ، فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ ، فَقُلْتُ اسْتَحْیَیْتُ مِنْ رَبِّی ، ثُمَّ انْطَلَقَ بِی حَتّٰی انْتَهٰی بِیْ اِلٰی سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی ، وَغَشِیَهَا اَلْوَانٌ لَا اَدْرِیْ مَا

اہل دوزخ ہیں، پس جب وہ دائیں طرف دیکھتے ہیں تو ہنستے ہیں اور جب وہ بائیں طرف دیکھتے ہیں تو روتے ہیں، حتیٰ کہ حضرت جبریل نے مجھے دوسرے آسمان کی طرف چڑھایا، پھر اس کے محافظ سے کہا: کھولو! اس کے محافظ نے ان سے اسی طرح کلام کیا جس طرح پہلے آسمان کے محافظ نے کلام کیا تھا، پھر اس نے (آسمان کا دروازہ) کھول دیا، حضرت انس رضی اللہ نے بیان کیا: آپ نے آسمانوں میں حضرت آدم، حضرت ادریس، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت ابراہیم صلوات اللہ علیہم سے ملاقات کی اور یہ نہیں بیان کیا کہ وہ کن آسمانوں میں تھے، البتہ انہوں نے یہ بیان کیا کہ آپ نے آسمان دنیا میں حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات کی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے چھٹے آسمان میں ملاقات کی۔ حضرت انس رضی اللہ نے کہا: جب حضرت جبریل نبی ﷺ کے ساتھ حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو انہوں نے کہا: نیک نبی اور نیک بھائی کو خوش آمدید ہو، میں نے کہا: یہ کون ہیں؟ تو حضرت جبریل نے کہا: یہ حضرت ادریس علیہ السلام ہیں، پھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انہوں نے کہا: نیک نبی اور نیک بھائی کو خوش آمدید ہو، میں نے کہا: یہ کون ہیں؟ تو حضرت جبریل نے کہا: یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں، پھر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انہوں نے کہا: نیک بھائی اور نیک نبی کو خوش آمدید ہو، میں نے کہا: یہ کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا: یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، پھر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انہوں نے کہا: نیک نبی اور نیک بیٹے کو خوش آمدید ہو، میں نے کہا: یہ کون ہیں، تو حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ ابن شہاب الزہری نے کہا: مجھے ابن حزم نے خبر دی کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابوحبہ انصاری دونوں یہ کہتے تھے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: پھر مجھے اور اوپر چڑھایا گیا، حتیٰ کہ میں مقام استویٰ پر چڑھا، جہاں میں نے قلموں کے چلنے کی آواز سنی۔ ابن حزم اور حضرت انس رضی اللہ نے بیان کیا، نبی ﷺ نے فرمایا: پس اللہ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کر دیں، میں ان نمازوں کو لے کر لوٹا، حتیٰ کہ میں حضرت

هِيَ، ثُمَّ أُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ، فَإِذَا فِيهَا حَبَايِلُ اللُّؤْلُؤِ، وَإِذَا تُرَابُهَا الْمِسْكُ. [اطراف الحدیث: ١٦٣٦-٣٣٤٢]

(صحیح مسلم: ١٦٣-الرقم المسلسل: ٤٠٨، السنن الکبریٰ للنسائی: ٣١٤، سنن نسائی: ٤٤٨-١٣٩٩، جامع المسانید لابن الجوزی: ٢٩٢، مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ، جامع المسانید لابن الجوزی: ١٢٨٥، مکتبۃ الرشد ١٤٢٦ھ)

موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا' انہوں نے کہا: آپ کے لیے آپ کی امت پر اللہ تعالیٰ نے کیا فرض کیا؟ میں نے کہا: پچاس نمازیں فرض کی ہیں' انہوں نے کہا: آپ اپنے رب کے پاس واپس جائیں کیونکہ آپ کی امت ان کی طاقت نہیں رکھتی' انہوں نے مجھے واپس کر دیا' پس اللہ نے آدھی نمازیں کم کر دیں' میں حضرت موسیٰ کی طرف گیا اور میں نے کہا: اللہ نے آدھی نمازیں کم کر دیں' انہوں نے پھر کہا: آپ اپنے رب کے پاس جائیں' کیونکہ آپ کی امت ان کی طاقت نہیں رکھتی' میں پھر اللہ تعالیٰ کے پاس گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ (فرض) پانچ نمازیں ہیں اور (اجر میں) پچاس ہیں' میرا قول میرے نزدیک تبدیل نہیں کیا جاتا' میں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا' انہوں نے کہا: آپ پھر اپنے رب کے پاس جائیے' میں نے کہا: (اب) مجھے اپنے رب سے حیا آتی ہے' پھر حضرت جبریل مجھے لے گئے' حتیٰ کہ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے اور اس کو مختلف رنگوں نے ڈھانپ رکھا تھا' میں از خود نہیں جانتا کہ وہ کیا ہیں' پھر مجھے جنت میں داخل کیا گیا' اچانک میں نے جنت میں موتی کی لڑیاں دیکھیں اور جنت کی مٹی مشک تھی۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں نماز فرض کیے جانے کی کیفیت کو بیان کیا گیا ہے۔

اس حدیث کے چھ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف پہلے کیا جا چکا ہے۔

اس کی توجیہ کہ آپ نے حضرت ام ھانی کے گھر کو اپنا گھر فرمایا اور اس کی حکمت کہ فرشتے دروازہ سے آنے کے بجائے چھت میں شگاف کر کے آئے

اس حدیث میں مذکور ہے: میرے گھر کی چھت میں شگاف کیا گیا اور میں اس وقت مکہ میں تھا۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ شب معراج' آپ حضرت ام ھانی رضی اللہ عنہا کے گھر تھے' تو آپ نے یہ کیسے فرمایا کہ میرے گھر کی چھت میں شگاف کیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تھوڑی سی مناسبت کی وجہ سے بھی اپنی طرف اضافت کر دی جاتی ہے' حضرت ام ھانی آپ کی چچا زاد بہن تھیں' اس لیے آپ نے ان کے گھر کو اپنا گھر فرمایا' پھر اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بعض روایات میں ہے کہ آپ اس رات حطیم کعبہ میں تھے تو اس سے مطابقت کس طرح ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ زمزم سے سینہ دھونے کے بعد آپ حضرت ام ھانی کے گھر چلے گئے تھے' پھر وہاں سے آپ کو معراج کرائی گئی' فرشتے گھر کے دروازہ سے نہیں آئے' بلکہ چھت میں شگاف کر کے چھت کے وسط سے آئے' اس میں یہ حکمت تھی کہ فرشتوں نے آنے کے لیے معمول کے خلاف راستہ اختیار کیا' تا کہ یہ اس پر دلیل ہو کہ واقعہ معراج خلافِ معمول اور خلافِ عادت اُمور پر مشتمل ہے' نیز اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اس سفر میں بالآخر اوپر کی طرف جانا ہے۔

شق صدر کی تعداد اور اس کی حکمت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ میرے سینہ کو شق کیا گیا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مسند احمد میں روایت ہے کہ آپ کا سینہ اس وقت چاک کیا گیا تھا' جب آپ بچپن میں بنوسعد میں حضرت حلیمہ سعدیہ کے پاس تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا سینہ دو بار چاک کیا گیا' اور شق صدر میں حکمت یہ تھی کہ آپ کے سینہ سے خون کا وہ لوتھڑا نکال دیا جائے' جس کے متعلق فرشتوں نے کہا تھا: یہ آپ میں شیطان کا حصہ تھا' اور دوسری بار شق صدر اس لیے کیا گیا کہ شب معراج میں جن حقائق کو آپ نے دیکھنا تھا' ان کی صلاحیت آپ کے سینہ میں رکھ دی جائے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی روایت ہے کہ ایک بار اور آپ کا شق صدر ہوا تھا' جب غارِ حراء میں حضرت جبریل آپ کے پاس وحی لے کر آئے تھے' اور اس میں حکمت یہ تھی کہ آپ کے سینہ میں وحی قبول کرنے کی صلاحیت رکھ دی جائے۔

سونے کے طشت کی توجیہ اور حکمت کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: پھر انہوں نے اس قلب کو زمزم کے پانی سے دھویا' پھر وہ سونے کا طشت لے کر آئے' جو ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا تھا۔

زمزم کے پانی سے دھونے کی حکمت یہ ہے کہ زمزم کو آپ کے قلب کے ساتھ مس ہونے کا شرف حاصل ہو جائے اور طشت کا معنی تھال ہے' سونے کے طشت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ سونے کا استعمال مردوں پر حرام ہے' پھر آپ کے قلب کو سونے کے طشت میں کیوں رکھا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سونے کے برتنوں کا استعمال کرنا ہم پر حرام ہے' فرشتوں پر حرام نہیں ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ سونے اور چاندی کے برتنوں کے استعمال کی ممانعت سے پہلے کا ہے اور اصل اشیاء میں اباحت ہے' اور ان کے استعمال کی ممانعت مدینہ میں ہجرت کے بعد ہوئی تھی اور یہ واقعہ ہجرت سے پہلے کا ہے اور سونے کے طشت کی حکمت یہ ہے کہ سونے کے برتن جنت میں ہوں گے اور سونا سب سے قیمتی دھات ہے اور سونے کے خواص میں سے یہ ہے کہ اس کو آگ نہیں کھاتی' نہ اس کو مٹی کھاتی ہے' نہ اس کو مٹی متغیر کرتی ہے اور سونا ہر دھات سے زیادہ صاف ہوتا ہے۔

اس حدیث میں حکمت کا ذکر ہے' حکمت کا معنی علم ہے' اس کی تعریف ہے: وہ علم جس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی معرفت اور احکام شرعیہ کے ساتھ ہو اور اس کا حامل خواہش نفس کی اتباع سے مجتنب ہو' اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ کا شرح صدر لیلۃ المعراج میں ہوا تھا' تا کہ اس رات آپ کو جو عظیم نشانیاں دکھائی جانی تھیں' آپ کے دل میں ان کی طمانیت حاصل ہو۔

''نسم'' کا معنی اور اس اعتراض کا جواب کہ کفار کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے' پھر حضرت آدم نے اپنی بائیں جانب کفار کی روحوں کو کیسے دیکھا؟

اس حدیث میں ''نسم بنیہ'' کے الفاظ ہیں۔ ''النسم''، ''نسمۃ'' کی جمع ہے' ''نسمۃ'' کا معنی روح ہے اور اس سے مراد اولادِ آدم کی ارواح ہیں۔ قاضی عیاض نے کہا: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اہل نار کی روحیں بھی آسمان میں ہیں اور احادیث میں یہ وارد ہے کہ کفار کی روحیں سجین میں ہیں اور مؤمنین کی روحیں جنت کی نعمتوں میں ہیں' پھر آسمان میں یہ روحیں کیسے جمع ہو گئیں' پھر انہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ یہ روحیں بعض اوقات حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے پیش کی جاتی ہیں' سو جس وقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے گزر ہونا تھا' اس وقت بھی روحیں حضرت آدم کے سامنے پیش کی گئیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں یہ تصریح ہے کہ کفار کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے' پھر حضرت

آدم علیہ السلام کی بائیں جانب کفار کی روحیں کیسے آ گئیں' اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے جنت حضرت آدم علیہ السلام کی دائیں جانب ہو اور دوزخ حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں جانب ہو اور جنت میں مؤمنین کی روحوں اور دوزخ میں کفار کی روحوں کو آپ کے لیے منکشف کر دیا گیا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان روحوں سے مراد وہ روحیں ہوں' جو ابھی تک اجسام میں داخل نہیں ہوئی تھیں اور روحیں اجسام سے پہلے پیدا کی گئی ہیں اور جن روحوں نے اجسام میں داخل ہونے کے بعد ایمان سے متصف ہونا تھا' وہ حضرت آدم کی دائیں طرف رکھی گئی ہوں اور جن روحوں نے کفر کے ساتھ متصف ہونا تھا' ان کو حضرت آدم کی بائیں طرف رکھا گیا ہو۔

ایک روایت میں ہے: حضرت ابراہیم چھٹے آسمان پر تھے' دوسری روایت میں ہے: وہ ساتویں آسمان پر تھے' اس تعارض کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چھٹے آسمان میں دیکھا اور دوسری روایت میں ہے: آپ نے حضرت ابراہیم کو ساتویں آسمان میں دیکھا' اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے حضرت ابراہیم چھٹے آسمان میں تھے' بعد میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوپر ساتویں آسمان پر گئے تو وہ بھی آپ کے ساتھ ساتویں آسمان پر چلے گئے۔

ابن شہاب' ابن حزم اور ابو حبہ کا تعارف

اس حدیث میں ابن شہاب' ابن حزم اور ابو حبہ کا ذکر ہے' ابن شہاب سے مراد محمد بن مسلم بن شہاب الزہری ہیں اور ابن حزم' ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم الانصاری البخاری المدنی ہیں' ان کے والد کا نام محمد تھا' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں پیدا ہوئے' وہ فقیہ اور فاضل تھے' ان کو یوم حرہ میں قتل کر دیا گیا' اس وقت ان کی عمر تریپن سال تھی' وہ تابعی تھے' لیکن علامہ ابن الاثیر نے ان کا صحابہ میں ذکر کیا ہے' الزہری نے ان سے سماع نہیں کیا کیونکہ وہ ان سے پہلے فوت ہو چکے تھے۔

ابو حبہ کے نام میں اختلاف ہے' ابو زرعہ نے کہا: ان کا نام عامر ہے' ایک قول ہے کہ عمر ہے' دوسرا قول ہے: ثابت ہے' الواقدی نے کہا: مالک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۶۱)

''المستوی'' اور ''صریف الاقلام'' کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: حتیٰ کہ میں مستوی پر چڑھا' جہاں میں نے قلموں کے چلنے کی آواز سنی۔

''مستوی'' کا معنی ہے: چڑھنے کی جگہ' عزت والی جگہ۔

''صریف الاقلام'' کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کے فیصلوں اور اس کی وحی کو فرشتے قلموں سے جو لکھتے ہیں اس کی آواز اور لوح محفوظ سے دیکھ کر جو لکھتے ہیں اور جو کچھ اللہ چاہتا ہے' اس کو لکھنے کی آواز اور وہ جو احکام نافذ کرتا ہے اور مخلوق کی جو تدبیر کرتا ہے' فرشتے اس کو لکھتے ہیں' اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے' وہ کسی چیز کو لکھنے یا لکھانے سے مستغنی ہے' اس نے اپنی کسی حکمت سے فرشتوں کے لکھنے کا انتظام کیا ہوا ہے۔

نمازوں میں تخفیف کی تفصیل

اس حدیث میں مذکور ہے: پس اللہ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کر دیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سفارش سے ان میں سے آدھی کم کر دیں اور مالک بن صعصعہ کی روایت میں ہے: ان میں سے دس کم کر دیں اور ثابت کی روایت میں ہے: پانچ کم کر دیں' اس باب کی روایت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کے پاس گئے' پہلی مرتبہ آدھی نمازیں کم کیں' دوسری مرتبہ تیرہ

نمازیں کم کیں' تیسری مرتبہ سات نمازیں کم کیں اور چوتھی مرتبہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کر دیں اور ان کا اجر پچاس نمازیں کر دیا۔

''السدرة المنتهیٰ'' کا معنی

''السدرة'' کا معنی ہے: بیر کا درخت' یہ درخت ساتویں آسمان پر ہے اور اس کا سایا ساتوں آسمانوں پر ہے' ایک روایت میں ہے: یہ درخت چھٹے آسمان پر ہے' ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ اس کی جڑ چھٹے آسمان میں ہے اور اس کا تنا ساتویں آسمان میں ہے۔ اس کو منتہیٰ اس لیے کہتے ہیں کہ ہر مقرب فرشتے اور ہر نبی مرسل کے علم کی اس پر انتہاء ہو جاتی ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: یہ درخت عرش کے نیچے ہے' کوئی فرشتہ اس سے تجاوز نہیں کر سکتا' نہ کوئی نبی اس سے تجاوز کر سکتا ہے' زمین سے جو چیزیں اوپر چڑھتی ہیں' اس درخت پر ان کی انتہا ہو جاتی ہے' ایک قول ہے: شہداء کی روحوں کی اس پر انتہا ہو جاتی ہے' ایک قول ہے: مومن کی روح کی اس پر انتہا ہو جاتی ہے اور ملائکہ مقربین اس کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔

پانچ نمازوں کی فرضیت اور اس سے پہلے کتنی نمازیں فرض تھیں

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ پانچ نمازیں شب معراج میں فرض کی گئیں ہیں' امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ پھر جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے وادی کی ایک جانب میں ایڑی ماری تو وہاں پر پانی کا چشمہ جاری ہو گیا' پھر حضرت جبریل نے اس چشمہ سے وضوء کیا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو دیکھ رہے تھے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ پکڑ کر وہاں آئے اور آپ نے اس چشمہ سے اسی طرح وضوء کیا' جس طرح حضرت جبریل نے وضوء کیا تھا' پھر آپ نے اور حضرت خدیجہ نے دو رکعت نماز پڑھی' جس طرح حضرت جبریل نے دو رکعت نماز پڑھی تھی' ایک جماعت نے کہا ہے: اس سے پہلے کوئی نماز فرض نہیں تھی' سوا اس کے کہ آپ کو رات میں قیام کا حکم دیا گیا تھا' جس میں رکعات کی کوئی تحدید نہیں تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے دو تہائی حصہ میں یا ایک تہائی حصہ میں قیام فرماتے تھے' آپ کے ساتھ صحابہ بھی قیام کرتے تھے۔

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد الحصکفی المتوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

اہل سیر کا اس پر اجماع ہے کہ وضوء اور غسل مکہ میں نماز کے ساتھ جبریل علیہ السلام کی تعلیم سے فرض ہوئے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی نماز بغیر وضوء کے نہیں پڑھی۔

علامہ سید محمد امین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

آیت وضوء مدنی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانچ نمازوں کی فرضیت سے پہلے بھی نماز پڑھتے تھے اور آپ کے اصحاب بھی' اس میں اختلاف ہے کہ پانچ نمازوں کی فرضیت سے پہلے کوئی نماز فرض تھی یا نہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس سے پہلے فجر اور عصر کی نمازیں فرض تھیں' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا. (طٰہٰ: ۱۳۰)

اور آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے' طلوع آفتاب سے پہلے اور اس کے غروب سے پہلے۔

(درمختار و ردالمختار ج ۱ ص ۱۸۱۔ ۱۸۰' دار احیاء التراث العربی بیروت)

اور سورۃ المزمل سے ثابت ہے کہ رات کی نماز بھی فرض تھی۔

تمام نبیوں میں سے صرف حضرت موسیٰ نے آپ کی امت کے لیے نمازوں میں تخفیف کی سفارش کی' اس کی وجہ

ایک سوال یہ ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تمام نبیوں میں سے صرف سیدنا محمد ﷺ کی امت کے لیے نمازوں میں تخفیف کی سفارش کی' اس کا جواب یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دیکھا کہ آپ کی امت اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت مکرم ہے اور آپ نے یہ دعا کی تھی کہ اے اللہ! مجھے سیدنا محمد ﷺ کی امت میں سے بنا دے۔ (کتاب السنہ ج ۱ ص ۳۰۵' تاریخ دمشق ج ۶۴ ص ۹۰' درمنثور ج ۳ ص ۴۸۸) اس وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کی امت کے لیے نمازوں میں تخفیف کی سفارش کی اور چونکہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی یہ دعا منقول نہیں ہے' اس لیے انہوں نے یہ سفارش نہیں کی۔

انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں ہیں' پھر آپ نے ان کو آسمانوں پر کیسے دیکھا؟

ایک سوال یہ ہے کہ نبی ﷺ نے انبیاء علیہم السلام کو آسمانوں پر کیسے دیکھا' جب کہ انبیاء علیہم السلام زمین پر اپنی اپنی قبر میں آرام فرما ہیں' علامہ ابن عقیل اور علامہ ابن التین نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو ان کے جسموں کی صورتوں میں متشکل کر دیا تھا اور انہوں نے کہا: حشر کے دن جب لوگوں کو اٹھایا جائے گا' اس دن ان کی روحیں ان کے جسموں میں لوٹائی جائیں گی' ماسوا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کیونکہ وہ زندہ ہیں' اور وہ زمین کی طرف نازل ہوں گے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور ہمارے نبی ﷺ نے انبیاء علیہم السلام کو حقیقۃً دیکھا ہے اور صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے کہ نبی ﷺ' حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے' اس وقت وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور پھر آپ نے حضرت موسیٰ کو چھٹے آسمان میں بھی دیکھا' یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام جسم مثالی کے ساتھ آسمانوں پر گئے ہوں۔

ہمارے نبی ﷺ نے آسمانوں پر جن نبیوں سے ملاقات کی' ان کی وجہ ترجیح

ہمارے نبی ﷺ نے جن انبیاء علیہم السلام کو آسمانوں پر دیکھا' ان کی آپ کے ساتھ خاص مناسبت تھی' حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ آپ کی یہ مناسبت تھی کہ جس طرح حضرت آدم کا دشمن ابلیس تھا اور اس کی دشمنی کی وجہ سے ان کو جنت چھوڑ کر زمین پر آنا پڑا' اسی طرح ہمارے نبی ﷺ کا دشمن ابوجہل تھا اور دیگر صنادید قریش تھے' جن کی وجہ سے آپ کو مکہ چھوڑ کر مدینہ آنا پڑا۔

حضرت ادریس علیہ السلام کے ساتھ مناسبت یہ تھی کہ وہ پہلے نبی ہیں' جنہوں نے قلم کے ساتھ لکھا' پھر قلم سے لکھنے کا طریقہ تمام دنیا میں رائج ہو گیا' اسی طرح ہمارے نبی ﷺ نے دنیا کے اہم بادشاہوں کی طرف تبلیغی مکاتیب بھیجے' جس کی وجہ سے تمام دنیا میں اسلام پھیل گیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہمارے نبی ﷺ نے اس حال میں دیکھا کہ انہوں نے البیت المعمور کی طرف اپنی کمر کی ٹیک لگائی ہوئی تھی' اسی طرح ہمارے نبی ﷺ نے آخری عمر میں بیت اللہ کے ساتھ ٹیک لگائی ہوئی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ظالم اور جابر بادشاہ کے قہر کی وجہ سے اپنی سرزمین چھوڑ کر مدین جانا پڑا' اسی طرح ہمارے نبی ﷺ کو بھی مکہ سے مدینہ ہجرت کرنی پڑی۔

رہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو یہود نے ان کو قتل کرنے کا قصد کیا تھا' اسی طرح ہمارے نبی ﷺ کو بھی یہود نے قتل کرنے کا قصد کیا تھا' جب انہوں نے بکری کے گوشت میں زہر ملا کر آپ کو کھلایا۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے یہود کے بہت مظالم برداشت کیے' حتیٰ کہ انہوں نے آپ کو ذبح کر دیا' اسی طرح ہمارے نبی ﷺ

نے قریش سے بہت صدمات اٹھائے' لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے شر سے محفوظ رکھا۔

رہے حضرت یوسف علیہ السلام تو انہوں نے اپنے بھائیوں کے کیے ہوئے مظالم کو معاف فرما دیا اور فرمایا:

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ. (یوسف:۹۲) میں آج تمہیں کوئی ملامت نہیں کرتا۔

اسی طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فتح مکہ کے دن قریش کے تمام مظالم کو معاف فرما دیا اور فرمایا: میں تمہیں ملامت نہیں کرتا۔

رہے حضرت ہارون علیہ السلام تو وہ بنی اسرائیل کے نزدیک محبوب تھے' حتیٰ کہ وہ ان کو حضرت موسیٰ پر ترجیح دیتے تھے' اسی طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم امت کے نزدیک محبوب ہیں حتیٰ کہ وہ آپ کو اپنی جان' اپنے والدین' اپنی اولاد اور اپنے مال پر ترجیح دیتے ہیں۔

رات کے وقت میں معراج کرانے کی وجوہ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو معراج رات میں کرائی گئی ہے نہ کہ دن میں' جیسا کہ قرآن مجید میں اس کی تصریح ہے' اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) رات کے وقت میں خلوت ہوتی ہے اور یہ وقت بادشاہوں کے ساتھ مجالست کا اور ان سے مناجات کا ہوتا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے متعدد انبیاء علیہم السلام کو رات کے وقت میں کرامات سے نوازا ہے' حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا. (الانعام:۷۶) جب ان پر رات کی تاریکی چھا گئی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا۔

حضرت لوط علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ. (ھود:۸۱) آپ اپنے گھر والوں کو لے کر رات کے ایک حصہ میں نکل جائیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا:۔

اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا. (طٰہٰ:۱۰) جب موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا: تم ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے۔

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ. (الاعراف:۱۴۲) اور جب ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا اور مزید دس راتوں کا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں رات کے ذکر کو دن پر مقدم فرمایا ہے:

وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ. (بنی اسرائیل:۱۲) اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنا دیا۔

وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ. (یٰس:۴۰) اور نہ رات دن پر سبقت کرنے والی ہے۔

(۴) رات اصل ہے اور چاند کی تاریخ کی ابتداء رات سے ہوتی ہے۔

(۵) ہر رات کے ساتھ دن ہوتا ہے اور کبھی صرف دن ہوگا اور رات نہیں ہوگی جیسے قیامت کا دن۔

(۶) رات کے وقت میں دعا قبول ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت اور عطا کا نزول ہوتا ہے۔

(۷) نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اکثر رات میں سفر کرتے تھے۔

(۸) رات کا وقت عبادت میں کوشش کرنے کا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رات کو اتنا زیادہ قیام کرتے تھے کہ آپ کے پاؤں مبارک سوج جاتے

تھے۔

(۹) آپ رات میں بہت زیادہ عبادت کرتے تھے' اللہ عزوجل نے خود اس میں کمی کرنے کا حکم دیا' فرمایا:

يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ O قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا O اے چادر اوڑھنے والے! O رات کو قیام کیجئے مگر تھوڑا O

(المزمل: ۲۔۱)

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ. (بنی اسرائیل: ۷۹) رات کے ایک حصہ میں آپ تہجد پڑھیے۔

سو جب آپ کی زیادہ عبادت رات میں ہوتی تھی تو آپ کو معراج بھی رات میں کرائی گئی۔

(۱۰) جب معراج رات میں ہوئی تو یہ واقعہ لوگوں کی نظر سے غائب تھا' پھر جنہوں نے اس واقعہ کی تصدیق کی' ان کا اجر بہت زیادہ ہو گیا۔

آپ کو معراج کرانے کی حکمت

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنے کے لیے معراج کرائی گئی' اسی وجہ سے یہ معراج اچانک کرائی گئی اور یہ بہت عظیم اور دل میں جاگزین ہونے والی ہے' حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہم کلامی کا وعدہ کیا گیا تھا' پھر آپ کو شرف کلام سے نوازا اور دونوں میں بہت فرق ہے' وہ چالیس راتوں تک اس کا انتظار کرتے رہے اور آپ کو بغیر انتظار کی مشقت میں ڈالے بلا لیا گیا' اور ان دونوں کے مقام میں بہت فرق ہے' ایک کو پہاڑ طور پر بلایا گیا اور دوسرے کو البیت المعمور کے اوپر بلایا گیا' حضرت سلیمان کی ایک ماہ کی مسافت کے لیے ہوا کو مسخر کیا گیا اور آپ کو ایک ساعت میں فرش سے عرش پر لے جایا گیا اور سب سے بڑی حکمت یہ ہے کہ آپ کو اپنے رب کا دیدار کرایا گیا' سب نبیوں نے اللہ کی بن دیکھے گواہی دی' تنہا آپ نے اللہ کو دیکھ کر اس کے واحد ہونے کی گواہی دی۔

سدرۃ کو مختلف رنگوں کا ڈھانپنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ سدرۃ کو مختلف رنگوں نے ڈھانپ رکھا تھا' میں از خود نہیں جانتا کہ وہ کیا ہیں۔

ایک قول ہے کہ وہ سونے کے پروانے تھے' دوسرا قول ہے: وہ متعدد انوار تھے' جو سدرہ سے نکل رہے تھے اور اس سے اس طرح گر رہے تھے' جس طرح پروانے گرتے ہیں' وہ پروانے سونے کے تھے کیونکہ سونا بہت صاف اور چمک دار ہوتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح کا سب سے زیادہ قوی ہونا

سوال ہوتا ہے کہ آسمانوں اور اس کے اوپر چڑھنا جسم انسانی کے لیے کس طرح متصور ہو سکتا ہے جب کہ انسانی جسم بہت کثیف ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ارواح چار قسم کی ہیں: (۱) وہ ارواح جو صفاتِ بشریہ سے مکدر ہیں' یہ عوام کی ارواح ہیں' جن پر قوتِ حیوانیہ کا غلبہ ہوتا ہے' وہ عروج کی بالکل صلاحیت نہیں رکھتیں (۲) وہ ارواح جن میں کامل قوتِ نظریہ ہوتی ہے اور وہ علوم کو حاصل کر لیتی ہیں' یہ علماء کی ارواح ہیں (۳) وہ ارواح جو اخلاقِ حمیدہ کے ساتھ متصف ہونے کی وجہ سے کامل قوتِ مدبرہ کی حامل ہوتی ہیں' یہ ریاضت اور مجاہدہ کرنے والوں کی ارواح ہیں (۴) وہ ارواح جن کو قوتِ نظریہ اور قوتِ عملیہ دونوں میں کمال حاصل ہوتا ہے اور یہ انبیاء اور صدیقین کی ارواح ہیں' جیسے جیسے ان کی ارواح کی قوت زیادہ ہوتی ہے' ان میں زمین سے اوپر اٹھنے کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے اور جب انبیاء علیہم السلام کی ارواح بہت قوی ہوتی ہیں تو وہ آسمان کی طرف عروج کر سکتی ہیں اور چونکہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحانی قوت سب سے زیادہ تھی' اس لیے آپ نے ''قاب قوسین او ادنیٰ'' کی طرف عروج کیا۔

(معراج کے یہ تمام اسرار اور نکات عمدۃ القاری ج ۴ ص ۷۷۔۶۴ سے ماخوذ ہیں)

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

حدیث مذکور شرح صحیح مسلم ج ا ص ۶۷۵ 'نمبر ۳۲۳ پر مذکور ہے اور اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) معراج کا لغوی معنی (۲) معراج کا اصطلاحی معنی (۳) شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھنے میں علماء امت کا بیان (۴) سورۂ بنی اسرائیل میں معراج کا ذکر اور اس کے فوائد اور نکات (۵) لفظ ''سبحان'' کے اسرار (۶) لفظ ''عبدہ'' کے اسرار (۷) لفظ ''اسریٰ'' کے اسرار (۸) معراج کے متعلق سورہ والنجم کی آیات (۹) ''والنجم اذا ھوی'' کے اسرار (۱۰) ''ثم دنا فتدلی'' کے اسرار (۱۱) ''فکان قاب قوسین'' کے اسرار (۱۲) حضرت جبریل کا دو مرتبہ حضور کو اپنی صورت دکھانا (۱۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے موجب فضیلت اللہ کا قرب اور اس کا دیدار ہے نہ کہ حضرت جبریل کا قرب اور ان کا دیدار (۱۴) شب معراج دیدار الٰہی کے بیان میں احادیث اور آثار (۱۵) شب معراج دیدارِ الٰہی کے متعلق علماء مالکیہ کا نظریہ (۱۶) شب معراج دیدارِ الٰہی کے متعلق علماء حنبلیہ کا نظریہ (۱۷) شب معراج دیدارِ الٰہی کے متعلق علماء شافعیہ کا نظریہ (۱۸) شب معراج دیدارِ الٰہی کے متعلق علماء احناف کا نظریہ (۱۹) واقعۂ معراج کی تاریخ (۲۰) واقعۂ معراج کی ابتداء کی جگہ (۲۱) معراج کی احادیث میں تعارض کی توجیہ (۲۲) کتب احادیث کے مختلف اقتباسات سے واقعۂ معراج کا مربوط بیان (۲۳) رات میں معراج کرانے کے اسرار (۲۴) معراج کی ابتداء کی جگہ کے متعلق مختلف روایات میں تطبیق (۲۵) حضرت ام ہانی کے گھر کی چھت شق کر کے فرشتے کے آنے کے اسرار (۲۶) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر سے سفر معراج شروع نہ ہونے کے اسرار (۲۷) شق صدر کے متعلق احادیث کی تخریج اور تحقیق (۲۸) تین بار شق صدر کرنے کے اسرار (۲۹) ''ھٰذا حظك من الشیطان'' کے اسرار (۳۰) قلب اطہر کو سونے کے طشت میں رکھنے کے اسرار (۳۱) شق صدر کے اسرار کا تتمہ (۳۲) براق پر سواری کے اسرار (۳۳) قبر میں حضرت موسیٰ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے کے اسرار (۳۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کی تحقیق (۳۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبر انور میں سلام کا جواب دینا (۳۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس قبر انور میں درود پیش کیا جانا (۳۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبر انور میں نماز پڑھنا (۳۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس قبر انور میں امت کے اعمال کو پیش کیا جانا (۳۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام کائنات کو ملاحظہ فرمانا (۴۰) صالحین امت کا نیند اور بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرنا (۴۱) اجسادِ مثالیہ کا تعدد (۴۲) انبیاء اور اولیاء کا آن واحد میں متعدد جگہ موجود ہونا (۴۳) شب معراج عالم برزخ دکھائے جانے کے اسرار (۴۴) مسجد اقصیٰ میں انبیاء علیہم السلام کی امامت کرانے کے اسرار (۴۵) آسمانوں پر جانے کے اسرار (۴۶) سدرۃ المنتہیٰ سے آگے جانے کے اسرار (۴۷) ''قف یا محمد فان ربك یصلی'' کے اسرار (۴۸) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شفاعت سے نمازوں میں کمی کے اسرار (۴۹) ''الصلوٰۃ معراج المؤمنین'' کے اسرار (۵۰) کفار قریش کو دیئے ہوئے جوابات کے اسرار (۵۱) شب معراج دیدار الٰہی کے اسرار۔

معراج کی یہ تفصیل شرح صحیح مسلم میں ص ۶۷۱-۷۷۲ تک پھیلی ہوئی ہے اور اس قدر جامع تفصیل قارئین کو اور کسی کتاب میں نہیں ملے گی۔ وذالك فضل اللّٰه یوتیه من یشاء.

* اور تبیان القرآن' سورۂ بنی اسرائیل: ۱' ج ۶ ص ۶۴۳-۷۱۶ میں بھی معراج کا تفصیلی بیان ہے۔

۳۵۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَیْسَانَ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَیْرِ، عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ قَالَتْ فَرَضَ اللّٰهُ الصَّلٰوةَ حِیْنَ فَرَضَهَا، رَكْعَتَیْنِ رَكْعَتَیْنِ، فِی الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از صالح بن کیسان از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ اللہ نے نماز فرض کی' جب نماز کو فرض کیا تو دو دو

فَأُقِرَّتْ صَلٰوةُ السَّفَرِ، وَزِيْدَ فِيْ صَلٰوةِ الْحَضَرِ. ‏[اطراف الحدیث: ۱۰۹۰۔ ۳۹۳۵]

رکعت فرض کیں حضر میں اور سفر میں پھر سفر کی نماز برقرار رہی اور حضر میں نماز زیادہ کر دی گئی۔

(صحیح مسلم: ۶۸۵' الرقم المسلسل: ۱۵۴۲' سنن ابوداؤد: ۱۱۹۸' سنن نسائی: ۴۵۳' موطأ امام مالک۔ کتاب قصر الصلوٰۃ: ۸' شرح معانی الآثار: ۲۴۴۸' صحیح ابن حبان: ۲۷۳۶' المعجم الاوسط: ۷۸۹۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۵۱' سنن دارمی: ۱۵۰۹' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۴۳' سنن کبریٰ للنسائی: ۳۱۷' مسند احمد ج ۶ ص ۲۷۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۳۳۸۔ ج ۴۳ ص ۳۵۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' جن کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے: جب نماز کو فرض کیا گیا۔

علامہ ابن بطال مالکی کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض کہ انہوں نے وتر کو فرض کہہ کر چھ فرائض بنا دیئے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فرض نماز کے عدد پر امت کا اجماع ہے کہ وہ پانچ نمازیں ہیں اور نمازوں کے رکوع اور سجود کے عدد پر بھی امت کا اجماع ہے' سوائے امام ابوحنیفہ کے' ان کا شاذ قول ہے' انہوں نے فرائض میں وتر کو زیادہ کیا ہے اور معراج کی حدیث میں وتر کا ذکر نہیں ہے۔
(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطال کے اعتراض کا جواب

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے وتر کو فرض نہیں کہا' بلکہ وتر کو واجب کہا اور وجوب کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وتر فوت ہونے کی صورت میں اس کی قضا کرنے کا حکم دیا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص وتر سے سو گیا یا اس کو بھول گیا تو اس کو جب یاد آئے تو وتر پڑھ لے یا جب بیدار ہو تو پڑھ لے۔ (سنن ترمذی: ۴۶۵' سنن ابوداؤد: ۱۴۳۱' سنن ابن ماجہ: ۱۱۸۸' مسند احمد ج ۳ ص ۳۱)

ائمہ ثلاثہ وتر کو سنت یا نفل کہتے ہیں اور یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے کیونکہ سنت یا نفل فوت ہو جائے تو اس کی قضاء نہیں ہوتی' اور فرائض میں وتر داخل نہیں ہے' جیسا کہ حدیث معراج میں تصریح ہے کہ فرض صرف پانچ نمازیں ہیں' پس لامحالہ وتر کو واجب قرار دینا ہوگا۔

رہا یہ کہ علامہ ابن بطال نے یہ کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے وتر کو فرض قرار دیا ہے تو بہ ظاہر یہ امام ابوحنیفہ پر افتراء ہے' فقہاء احناف کی تمام کتابوں میں یہ لکھا ہوا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک وتر واجب ہے اور علامہ ابن بطال نے جو اس کو فرض سے تعبیر کیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ فرض اور واجب میں فرق نہیں کرتے اور اسی طرح حرام اور مکروہ تحریمی میں فرق نہیں کرتے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان میں فرق ہے' فرض وہ ہے جس کے فعل کا لزوم ایسی دلیل سے ثابت ہو جس کا ثبوت بھی قطعی ہو اور اس کی لزوم پر دلالت بھی قطعی ہو اور اگر ان میں سے کوئی ایک چیز ظنی ہو تو پھر وہ واجب ہوگا' مثلاً نماز پڑھنے کا قرآن مجید میں حکم ہے' اس کا ثبوت بھی قطعی ہے اور اس کی لزوم پر دلالت بھی قطعی ہے' لہٰذا نماز فرض ہے اور وتر کی قضاء کرنے کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے' اس کی لزوم پر دلالت تو قطعی ہے' لیکن اس کا ثبوت قطعی نہیں کیونکہ اس کا ثبوت خبر واحد سے ہے اور وہ ظنی ہے' اس لیے وتر واجب ہے' فرض نہیں ہے' اور چونکہ ائمہ ثلاثہ اور ان کے متبعین فرض اور واجب میں فرق نہیں کرتے' اس لیے علامہ ابن بطال نے لکھ دیا کہ امام ابوحنیفہ وتر کو فرض کہتے ہیں' حالانکہ امام ابوحنیفہ وتر کو فرض نہیں کہتے' واجب کہتے ہیں اور یہ امام ابوحنیفہ کی دقت نظر ہے' جس سے یہ ظاہر بین لوگ عاری

ہیں اور اپنی لاعلمی کی وجہ سے امام ابوحنیفہ پر اعتراض کرتے ہیں۔ حیرت ہے کہ علامہ عینی نے ابن بطال کا یہ اعتراض دیکھا نہیں' ورنہ وہ اس کا جواب ضرور لکھتے۔

حافظ ابن حجر شافعی کا سفر میں نماز کے قصر کے وجوب اور عزیمت کی نفی کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضر (شہر) کی نمازوں میں دو رکعت کا اضافہ مدینہ منورہ میں کیا گیا ہے' جیسا کہ حسب ذیل حدیث میں اس کی تصریح ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مکہ میں دو دو رکعت نماز فرض کی گئی' پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو آپ نے ہر دو رکعت نماز کے ساتھ دو رکعت بڑھا دیں' ماسوا مغرب کے کیونکہ وہ دن کے وتر ہیں اور ماسوا فجر کی نماز کے کیونکہ اس میں طویل قراءت ہوتی ہے (اور جب آپ سفر کرتے تو پہلے طریقہ سے نماز پڑھتے)۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۳۰۵۔۹۴۴' صحیح ابن حبان: ۲۷۳۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۳۴۱' مسند احمد ج ۶ ص ۲۴۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۰۴۲۔ ج ۴۳ ص ۱۶۷' مؤسسة الرسالة بیروت)

اس حدیث کے ظاہر سے فقہاء احناف نے استدلال کیا ہے اور کہا ہے کہ سفر میں نماز کو قصر کرنا عزیمت ہے (یعنی واجب ہے) رخصت نہیں ہے' اور ان کے مخالفین (ائمہ ثلاثہ) نے قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کیا ہے:

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَكُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا. (النساء: ۱۰۱)

اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر نمازوں کے قصر کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے' اگر تم کو یہ خوف ہو کہ کفار تم کو فتنہ میں مبتلا کر دیں گے (یعنی تم پر حملہ کریں گے)۔

اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ قصر کرنے سے تم کو گناہ نہیں ہوگا' سو یہ آیت قصر کی عزیمت اور وجوب پر دلالت نہیں کرتی بلکہ قصر کی رخصت پر دلالت کرتی ہے اور قصر کے رخصت ہونے پر یہ حدیث بھی دلیل ہے:

حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ یہ بتائیں کہ لوگ نماز قصر کرتے ہیں' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تم کو کفار کے حملہ کا خوف ہو تو نماز قصر کرو' اور اب کفار کے حملہ کا خوف نہیں ہے' حضرت عمر نے فرمایا: جس طرح تم کو اس پر تعجب ہوا' مجھے بھی اس پر تعجب ہوا تھا تو میں نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: یہ صدقہ ہے' اللہ نے تم پر صدقہ کیا ہے' تم اس کے صدقہ کو قبول کرو۔

(صحیح مسلم: ۶۸۶' سنن ابوداؤد: ۱۱۹۹' سنن ترمذی: ۳۰۳۴' سنن نسائی: ۱۴۳۳' سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۵' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۴۱' مسند احمد ج ۱ ص ۲۵)

صحیح بخاری: ۳۵۰' میں یہ دلیل ہے کہ سفر کی نماز دو رکعت ہی ہے' اس کا ائمہ ثلاثہ یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نہیں ہے اور حضرت عائشہ نے وہ زمانہ نہیں پایا' جب نمازیں فرض ہوئی تھیں۔ ائمہ ثلاثہ کی طرف سے جواب دو وجہ سے کمزور ہے' اولاً اس لیے کہ یہ بات اپنی رائے سے نہیں کہی جاسکتی' اس لیے حضرت عائشہ کا قول حکماً مرفوع ہے۔ ثانیاً اس لیے کہ اگر حضرت عائشہ اس وقت موجود نہیں تھیں تو انہوں نے یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یا کسی اور صحابی سے سنی ہوگی' سو یہ حدیث مرسل صحابی ہے' امام الحرمین نے یہ کہا ہے کہ اگر یہ حدیث ثابت ہوتی تو اس کو تواتر سے منقول ہونا چاہیے تھا' یہ جواب بھی کمزور ہے کیونکہ اس کی مثل میں تواتر لازم نہیں ہے' ائمہ ثلاثہ نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ کی حدیث کے یہ حدیث معارض ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کی زبان سے حضر (شہر) میں چار رکعت نماز فرض کی ہیں اور سفر میں دو رکعت اور خوف کی حالت میں ایک رکعت۔ (صحیح مسلم: ۶۸۷۔ الرقم المسلسل: ۱۵۴۶' سنن ابوداؤد: ۱۲۴۷' سنن نسائی: ۴۵۵' سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۸)

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس کی حدیث کا یہ محمل ہے کہ اضافہ کے بعد حضر میں نماز چار رکعت ہوگئی لہٰذا یہ حضرت عائشہ کی حدیث کے معارض نہیں ہے۔انہوں نے ایک دلیل یہ قائم کی ہے کہ فقہاء احناف کا قاعدہ ہے کہ جب راوی کی روایت اور اس کی رائے میں تعارض ہو تو اس کی رائے کا اعتبار کیا جاتا ہے' نہ کہ اس کی روایت کا اور حضرت عائشہ کی روایت اگرچہ یہ ہے کہ سفر میں دو رکعت نماز ہے' لیکن حضرت عائشہ کی رائے یہ ہے کہ سفر میں پوری نماز پڑھنی چاہیے' اس لیے ان کی روایت غیر ثابت ہے' اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ عروہ حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عائشہ سے سوال کیا گیا کہ سفر میں پوری نماز کیوں پڑھتی ہیں؟ تو انہوں نے وہی تاویل کی جو حضرت عثمان نے تاویل کی تھی۔(صحیح البخاری:۱۰۹۰' سنن ابوداؤد:۱۲۰۰) (کہ انہوں نے مکہ میں بھی اپنا گھر بنالیا تھا) لہٰذا حضرت عائشہ کی روایت اور ان کی رائے میں کوئی تعارض نہیں ہے' پس ان کی روایت صحیح ہے اور ان کی رائے ان کی تاویل پر مبنی ہے۔

جو چیز مجھ پر منکشف ہوئی ہے وہ اس کے مطابق ہے' جو اس حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مکہ میں دو' دو رکعت نماز فرض کی گئی' پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو آپ نے ہر دو رکعت نماز کے ساتھ دو رکعت بڑھا دیں' ماسوا مغرب کے کیونکہ وہ دن کے وتر ہیں اور ماسوا فجر کی نماز کے کیونکہ اس میں طویل قراءت ہوتی ہے۔(صحیح ابن خزیمہ:۳۰۵-۹۴۴' صحیح ابن حبان:۲۷۳۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۱۳۴' مسند احمد ج ۶ ص ۲۴۱)

پھر جب فرض کی چار رکعت نماز مستحکم ہوگئی تو النساء:۱۰۱ کے نازل ہونے کے بعد سفر کے اندر نماز میں تخفیف کر دی گئی اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ علامہ ابن الاثیر نے شرح المسند میں ذکر کیا ہے کہ ۴ھ میں نماز قصر کی گئی ہے اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی ذکر کیا ہے کہ ۴ھ میں نماز قصر کی گئی ہے' البتہ الدولابی نے یہ ذکر کیا ہے کہ ۲ھ میں نماز کو قصر کیا گیا ہے اور سہیلی نے ذکر کیا ہے کہ ہجرت کے ایک سال بعد نماز کو قصر کیا گیا ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ہجرت کے چالیس دن بعد نماز کو قصر کیا گیا ہے' اس لحاظ سے حضرت عائشہ نے جو فرمایا ہے کہ سفر میں نماز دو رکعت برقرار رکھی گئی' اس کا معنی ہے: سفر میں تخفیف کی وجہ سے دو رکعت نماز کر دی گئی' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ شروع سے دو رکعت پر برقرار رہی' اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قصر عزیمت ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۳۲' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

سفر میں وجوبِ قصر پر مصنف کے پیش کردہ دلائل اور حافظ ابن حجر کے اعتراض کے جوابات

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ سفر میں نماز کو قصر کرنا عزیمت نہیں ہے رخصت ہے' بلکہ سفر میں نماز کو قصر کرنا واجب ہے کیونکہ خود حافظ ابن حجر نے سنن ابوداؤد اور دیگر کتب حدیث کے حوالہ سے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ جب حضرت عمر نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ عرض کیا کہ سفر میں نماز کو اس وقت قصر کیا جائے' جب کفار کے حملہ کا خوف ہو اور اب ان کے حملہ کا خوف نہیں ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ صدقہ ہے' اللہ نے تم پر صدقہ کیا ہے' تم اس کے صدقہ کو قبول کرو۔(صحیح مسلم:۶۸۶)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قصر کرنے کا امر کیا ہے اور امر پر عمل کرنا واجب ہے' لہٰذا سفر میں نماز کو قصر کرنا واجب ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی طرف سے یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے النساء:۱۰۱ میں فرمایا ہے: جب تم زمین میں سفر کرو تو نماز کو قصر کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں نماز کو قصر کرنا مباح ہے نہ کہ نماز کو قصر کرنا واجب ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ قصر کرنا مباح تب ہوتا جب اس آیت میں یوں فرمایا جاتا: جب تم زمین میں سفر کرو تو نماز کو قصر نہ کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اور جب یوں فرمایا ہے کہ نماز کو قصر کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے تو یہ قصر کے وجوب کے منافی نہیں ہے' اس کی نظیر یہ حدیث

ہے:

عروہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ سوال کیا کہ یہ بتایئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا. (البقرہ:۱۵۸) بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں' سو جس نے بیت اللہ کا حج کیا یا عمرہ کیا' اس پر ان کا طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عروہ نے کہا: پس اللہ کی قسم! اگر کوئی شخص صفا اور مروہ کا طواف نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے' (یعنی ان کی سعی واجب نہیں ہے) حضرت عائشہ نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! تم نے بُری بات کہی ہے' اگر ایسا ہوتا جس طرح تم نے اس آیت کی تاویل کی ہے تو اللہ تعالیٰ اس طرح فرماتا: جو شخص صفا اور مروہ کا طواف نہ کرے اس پر کوئی گناہ نہیں ہے' لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ آیت انصار کے لیے نازل فرمائی ہے' وہ اسلام لانے سے پہلے مناۃ کے لیے احرام باندھتے تھے اور مُشلّل کے پاس اس کی عبادت کرتے تھے اور صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرنے میں حرج سمجھتے تھے' جب وہ اسلام لے آئے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم پہلے صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرنے میں حرج سمجھتے تھے' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں' سو جس نے بیت اللہ کا حج کیا یا عمرہ کیا' اس پر ان کا طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (البقرہ:۱۵۸)

حضرت عائشہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرنا ثابت ہے' پس کسی شخص کے لیے ان کے درمیان طواف کو ترک کرنا جائز نہیں ہے۔ (صحیح البخاری:۱۶۴۳' صحیح مسلم:۱۲۷۷' سنن ترمذی:۲۹۷۶' سنن نسائی:۲۹۶۵' سنن ابن ماجہ:۲۹۸۶' مسند احمد ج ۶ ص ۱۴۴' جامع المسانید لابن الجوزی:۷۳۶۷' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اسلوب پر ہم کہتے ہیں کہ النساء:۱۰۱ میں فرمایا ہے: ''جب تم زمین میں سفر کرو تو نماز کو قصر کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے''۔ یہ آیت قصر کے وجوب کے منافی نہیں ہے' یہ آیت قصر کے وجوب کے اس وقت منافی ہوتی جب اس آیت میں اس طرح ہوتا: ''جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر نماز کو قصر نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے''۔ باقی رہا یہ کہ اس اسلوب سے کیوں فرمایا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان دائماً حضر میں چار رکعت نماز پڑھتے تھے' جب انہیں سفر میں دو رکعت نماز پڑھنے کے لیے کہا گیا تو ان کو یہ وہم ہو سکتا تھا کہ چار رکعت کی بجائے دو رکعت نماز پڑھنے کی وجہ سے ان کی عبادت میں کوئی کمی ہو گئی ہے یا شاید اس میں کوئی گناہ یا حرج ہو تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تسلی کے لیے یہ آیت نازل فرمائی کہ جب تم زمین میں سفر کرو تو نماز کو قصر کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔ (النساء:۱۰۱)

النساء:۱۰۱ سے جو ائمہ ثلاثہ کا استدلال تھا' اس کا ایک جواب ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اسلوب سے دیا ہے اور اس استدلال کا دوسرا جواب ہم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے پیش کر رہے ہیں:

امیہ بن عبداللہ بن خالد بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: ہم قرآن مجید میں صلوٰۃ الحضر اور صلوٰۃ الخوف کا ذکر پڑھتے ہیں اور ہمیں اس میں صلوٰۃ السفر کا ذکر نہیں ملا' حضرت عبداللہ بن عمر نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا' ہم اور کچھ نہیں جانتے ہم صرف وہی کرتے ہیں جو ہم نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کرتے ہوئے دیکھا ہے (یعنی آپ سفر میں قصر کرتے تھے' سو ہم سفر میں قصر کرتے ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ)۔ (سنن ابن ماجہ:۱۰۶۶' سنن نسائی:۴۵۴)

قصر کے وجوب پر اس حدیث سے بھی اعتراض کیا جاتا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں نماز کو قصر بھی کرتے تھے اور پوری نماز بھی پڑھتے تھے اور روزہ چھوڑتے بھی تھے اور روزہ رکھتے بھی تھے۔ امام دار قطنی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(سنن دار قطنی: ۲۲۶۶' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۲ھ' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۴۱' ملتان)

اس حدیث کی سند متعدد وجوہ سے ضعیف ہے' جن وجوہ کو ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۷۹ میں بیان کیا ہے' بر سبیل تنزل اس کا جواب یہ ہے کہ قوی حدیث اس حدیث کے معارض ہے:

عیسیٰ بن حفص بن عاصم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں مکہ کے راستہ میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا' انہوں نے ہمیں ظہر کی نماز دو رکعت پڑھائی' پھر وہ آگے چلے' ہم بھی ان کے ساتھ تھے' وہ اپنی قیام گاہ پر آئے اور بیٹھ گئے' ہم بھی ان کے ساتھ بیٹھ گئے' پھر ان کی لوگوں پر نظر پڑی' جو نماز پڑھ رہے تھے' انہوں نے پوچھا: یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ میں نے کہا: یہ لوگ نفل پڑھ رہے ہیں' حضرت ابن عمر نے کہا: اگر میں نفل نماز پڑھوں تو میں فرض نماز پوری نہ پڑھ لوں! اے میرے بھتیجے! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر میں رہا ہوں' آپ نے کبھی سفر میں دو رکعت سے زیادہ نماز نہیں پڑھی' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح کو قبض کر لیا' اور میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا ہوں' انہوں نے کبھی سفر میں دو رکعت سے زیادہ نماز نہیں پڑھی' حتیٰ کہ اللہ نے ان کی روح کو قبض کر لیا' اور میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا ہوں' انہوں نے کبھی سفر میں دو رکعت سے زیادہ نماز نہیں پڑھی' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روح کو قبض کر لیا اور تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. البتہ تحقیق تمہارے لیے رسول اللہ میں حسین نمونہ ہے۔

(الاحزاب: ۲۱)

(صحیح البخاری: ۱۱۰۲-۱۱۰۱' سنن ابوداؤد: ۱۲۲۲' سنن نسائی: ۱۴۵۷' سنن ابن ماجہ: ۱۰۷۱)

اس حدیث سے آفتاب سے زیادہ روشن طریقہ سے واضح ہو گیا کہ سفر میں نماز کو قصر کرنا واجب ہے۔

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۴۶۷- ج ۲ ص ۳۵۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

(۱) وجوب قصر میں مذاہب (۲) ائمہ ثلاثہ کے دلائل اور ان کے جوابات (۳) منیٰ میں حضرت عثمان کے قصر نہ کرنے کی وجہ (۴) دیگر دلائل کا جواب (۵) وطن کی اقسام اور احکام (۶) سفر معصیت کے احکام (۷) سنن کا حکم (۸) کیا ہوائی جہاز سے کم وقت میں بغیر مشقت کے سفر کرنا رخصت قصر کے منافی ہے؟

۲ - بَابُ وُجُوْبِ الصَّلٰوةِ فِي الثِّيَابِ کپڑے پہن کر نماز پڑھنے کا وجوب

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کپڑے پہن کر نماز پڑھنا واجب ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ شرم گاہ کو چھپانا واجب ہے' واضح رہے کہ مرد کی شرم گاہ ناف سے لے کر گھٹنے تک ہے اور عورت کی شرم گاہ اس کا پورا جسم ہے' ماسوا اس کے چہرے' اس کے ہاتھ اور اس کے پیروں کے۔

شرم گاہ کو چھپانے کے حکم میں مذاہب فقہاء

امام مالک کے نزدیک نماز میں شرم گاہ کو چھپانا نماز کی صحت کی شرط نہیں ہے' بلکہ یہ نماز کی سنت ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایسے پانی کے پاس رہتے تھے' جو لوگوں کے گزرنے کی جگہ پر تھا' ہمارے پاس

سے سوار گزرتے تھے' ہم ان سے پوچھتے تھے کہ لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ اور یہ شخص کون ہے؟ وہ کہتے تھے: اس شخص کا یہ زعم ہے کہ اللہ نے اس کو رسول بنایا ہے' اور اس کی طرف وحی نازل کی ہے یا اللہ نے اس کی طرف یہ وحی کی ہے' پس میں اس کلام کو حفظ کر لیتا تھا' اور گویا کہ وہ کلام میرے سینہ میں محفوظ تھا' اور لوگ فتح مکہ تک لوگوں کو اسلام لانے پر ملامت کرتے تھے اور کہتے تھے: ابھی اس شخص کو اور اس کی قوم کو چھوڑے رکھو' اگر وہ ان پر غالب آ گیا تو وہ سچا نبی ہوگا' پھر جب مکہ فتح ہو گیا تو تمام لوگوں نے اسلام لانے میں سبقت کی اور میرے والد نے بھی اپنی قوم کے ساتھ اسلام لانے میں سبقت کی' پھر جب میرے والد واپس آئے تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں برحق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے آیا ہوں اور انہوں نے فرمایا ہے: تم فلاں فلاں وقت میں نماز پڑھو اور تم میں سے ایک شخص اذان دے اور تم میں سے جس شخص کو سب سے زیادہ قرآن یاد ہو' وہ نماز پڑھائے' پھر انہوں نے تلاش کیا تو مجھ سے زیادہ کسی کو قرآن یاد نہیں تھا' کیونکہ میں سواروں سے قرآن سنتا رہتا تھا' پس انہوں نے مجھے آگے بڑھا کر امام بنا دیا' اس وقت میری عمر چھ یا سات سال تھی اور میرا صرف ایک تہ بند تھا' جب میں سجدہ کرتا تھا تو وہ سمٹ کر یا سکڑ کر اوپر اٹھ جاتا تھا' تو قبیلہ کی ایک عورت نے کہا: تم اپنے قاری کی مقعد کو ہم سے چھپاتے کیوں نہیں! پھر لوگوں نے میرے لیے قمیص خریدی' سو مجھے کسی چیز سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی اس قمیص سے خوشی ہوئی تھی۔ (صحیح البخاری: ۴۳۰۲' سنن ابوداؤد: ۵۸۵' سنن نسائی: ۷۸۸-۷۶۶-۶۳۵' مسند احمد ج ۵ ص ۳۰' صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۱۲' المعجم الکبیر: ۶۳۵۱' المنتقیٰ: ۳۰۹' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۴۲' المستدرک ج ۳ ص ۴۷' سنن بیہقی ج ۳ ص ۹۱)

قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی قرطبی اندلسی متوفی ۵۹۵ ھ لکھتے ہیں:

امام مالک کا ظاہر مذہب یہ ہے کہ شرم گاہ کو چھپانا نماز کی سنتوں میں سے ہے' اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ شرم گاہ کو چھپانا نماز کے فرائض میں سے ہے' اس اختلاف کی وجہ درج ذیل آیت کی تفسیر میں اختلاف ہے:

یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ خُذُوۡا زِیۡنَتَکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ. اے اولادِ آدم! تم مسجد میں ہر بار حاضر ہونے کے وقت لباس پہن لیا کرو۔ (الاعراف: ۳۱)

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ اس آیت میں امر وجوب کے لیے ہے یا استحباب کے لیے ہے' پس جو کہتے ہیں: اس آیت میں امر وجوب کے لیے ہے' وہ کہتے ہیں کہ نماز میں شرم گاہ کو چھپانا واجب ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ پہلے عورتیں بیت اللہ کا برہنہ طواف کرتی تھیں' تب یہ آیت نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ کوئی بیت اللہ کا برہنہ طواف کرے گا' اور جن فقہاء نے یہ کہا کہ اس آیت میں لباس پہننے کا حکم استحباب کے لیے ہے' وہ کہتے ہیں کہ شرم گاہ کو چھپانا سنت ہے' اور لباس سے مراد چادر اور تہبند وغیرہ ہے۔ (بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۸۳-۸۲' مکتبہ علمیہ' لاہور' ۱۳۹۶ ھ)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ لکھتے ہیں:

مردوں پر واجب ہے کہ وہ ناف سے لے کر گھٹنوں تک اپنے جسم کو چھپائیں اور یہ نماز کی صحت کے لیے شرط ہے' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے' امام مالک کے نزدیک یہ نماز کی صحت کی شرط نہیں ہے' ہماری دلیل یہ احادیث ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بالغہ (لڑکی) کی نماز بغیر دوپٹہ کے قبول نہیں فرماتا۔ (سنن ابوداؤد: ۶۴۱' سنن ترمذی: ۳۷۷' سنن ابن ماجہ: ۶۵۵' مسند احمد ج ۶ ص ۱۵۰)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں گرمیوں میں ہوتا ہوں تو آیا میں صرف ایک قمیص میں نماز پڑھ لوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور کانٹے سے اس (کے گریبان) کو بند کر لو۔

(سنن ابوداؤد: ۴۱۳۲ سنن ترمذی: ۳۳۹ سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۲۹)

مرد کی شرم گاہ کی حد ناف سے گھٹنے تک ہے امام احمد نے اس کی تصریح کی ہے امام مالک امام شافعی امام ابوحنیفہ اور اکثر فقہاء کا یہی قول ہے دوسری روایت یہ ہے کہ صرف ذکر اور دبر شرم گاہ ہیں امام احمد سے پوچھا گیا: شرم گاہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: فرج اور دبر کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ خیبر کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی ران سے کپڑا ہٹایا۔ (صحیح البخاری: ۳۷۱ صحیح مسلم: ۱۳۶۵) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گھر میں اپنی ران سے کپڑا ہٹائے ہوئے تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو آنے کی اجازت دی اور آپ اسی حال پر رہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنے کی اجازت طلب کی اور آپ اسی حال پر رہے۔ (صحیح مسلم الرقم المسلسل: ۶۱۲۲ مسند احمد ج ۱ ص ۷۱)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ران شرم گاہ نہیں ہے۔

اور امام احمد نے جرھد سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو اس حال میں دیکھا کہ ان کی ران کھلی ہوئی تھی تو آپ نے فرمایا: اپنی ران کو چھپاؤ کیونکہ ران شرم گاہ ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۴۰۱۴ سنن ترمذی: ۲۷۹۸ مسند احمد ج ۳ ص ۴۷۹۔ ۴۷۸ سنن الدار قطنی ج ۱ ص ۲۲۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا: اپنی ران کو نہ کھولنا اور کسی زندہ یا مردہ کی ران کو نہ دیکھنا۔

(سنن ابوداؤد: ۴۰۱۵ سنن ابن ماجہ: ۱۴۶۰ سنن الدار قطنی ج ۱ ص ۲۲۵ دار قطنی کی سند ضعیف ہے)

اس حدیث میں صریح دلالت ہے کہ مرد کی ران بھی شرم گاہ ہے اور اس کو چھپانا واجب ہے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ناف کے نیچے اور گھٹنوں کے اوپر کا حصہ شرم گاہ ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۷) (المغنی ج ۲ ص ۱۳۲ ملخصاً دار الحدیث قاہرہ ۱۴۲۵ھ)

نیز علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

اگر آزاد عورت کا چہرے کے سوا کوئی عضو کھلا ہوا ہو تو وہ نماز دہرائے گی اس پر اتفاق ہے کہ عورت کے لیے نماز میں اپنے چہرہ کو کھولنا جائز ہے اور چہرے اور ہتھیلیوں کے سوا اور کسی عضو کو کھولنا جائز نہیں ہے اور اس پر اہل علم کا اجماع ہے کہ عورت نماز میں اپنے پورے سر کو ڈھانپے گی امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ عورت کے دونوں قدم عورت نہیں ہیں کیونکہ وہ بالعموم ظاہر ہوتے ہیں اور ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ عورت مجسم واجب الستر ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: عورت (مجسم) شرم گاہ ہے جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاڑتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۱۷۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئیں اور ان کے اوپر باریک کپڑے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے اعراض فرمایا اور فرمایا: اے اسماء! جب عورت بالغہ ہو جاتی ہے تو اس کا صرف یہ اور یہ دکھائی دینا جائز ہے اور آپ نے چہرے اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۱۰۴)

نماز میں عورت کے پیروں کو ڈھانپنے کے متعلق یہ حدیث بھی ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سوال کیا: کیا عورت قمیص اور دوپٹے کے ساتھ نماز پڑھ سکتی ہے اس کے اوپر تہبند نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: جب کہ اس کی قمیص اتنی لمبی ہو جو اس کے پیروں کی پشت کو چھپا لے۔

(سنن ابوداؤد: ۶۴۰۔۶۳۹)

اور نماز میں عورت کے سر ڈھانپنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ بالغہ عورت کی نماز بغیر دوپٹے کے قبول نہیں فرماتا۔

(سنن ابوداؤد: ۶۴۱' سنن ترمذی: ۳۷۷' سنن ابن ماجہ: ۶۵۵)

اور ہتھیلیوں کے متعلق دو روایتیں ہیں' ایک یہ ہے کہ ان کا ستر واجب نہیں ہے کیونکہ چیز لینے دینے کے لیے ہاتھوں کو کھولنے کی ضرورت پڑتی ہے اور دوسری روایت ہے کہ ان کا ستر واجب ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عورت مجسم واجب الستر ہے۔

(المغنی ج ۲ ص ۱۵۶۔۱۵۵' دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے عموم سے چہرہ اور ہتھیلیاں خارج ہیں' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ان دونوں کا استثناء فرمایا ہے' جیسا کہ سنن ابوداؤد: ۴۱۰۴ میں تصریح ہے۔

امام بخاری فرماتے ہیں:

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ (الاعراف: ۳۱). فَنَزَلَتْ ﴿خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ﴾.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم مسجد میں ہر بار حاضر ہونے کے وقت لباس پہن لیا کرو۔ (الاعراف: ۳۱)

اس آیت میں ''زینت'' کا لفظ ہے' اس سے مراد وہ لباس ہے جو شرم گاہ کو چھپائے اور اس آیت میں مسجد سے مراد نماز ہے' یعنی نماز پڑھتے وقت اتنا لباس پہننا ضروری ہے' جس سے تمہاری شرم گاہ چھپ جائے۔ اس کے بعد امام بخاری فرماتے ہیں:

وَيُذْكَرُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَزُرُّهُ وَلَوْ بِشَوْكَةٍ. فِيْ اِسْنَادِهٖ نَظَرٌ.

اور حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا جاتا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اور کانٹے سے اس کو بند کر لو۔ اس کی سند پر اعتراض ہے۔

اس تعلیق کی اصل سنن ابوداؤد: ۶۳۲ میں ہے' ہم اس حدیث کو مفصل حوالہ جات کے ساتھ ''شرم گاہ کو چھپانے کے حکم میں مذاہب فقہاء'' کے تحت بیان کر چکے ہیں۔

امام بخاری نے کہا ہے کہ اس کی سند پر اعتراض ہے' اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ اس کی سند میں موسیٰ بن ابراہیم ہے۔ ابن القطان نے کہا: وہ موسیٰ بن محمد بن ابراہیم بن الحارث التیمی ہے اور وہ منکر الحدیث ہے اور چونکہ اس کی سند پر اعتراض ہے' اس لیے امام بخاری نے اس تعلیق کا صیغہ تمریض کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں: لیکن امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں موسیٰ بن ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت سلمہ سے سنا ہے کہ میں نے صرف ایک قمیص پہنی ہوئی تھی یا صرف ایک جبہ پہنا ہوا تھا تو میں نے پوچھا: میں اس کو بند کرلوں' تو آپ نے فرمایا: ہاں! خواہ ایک کانٹے سے' اس کو امام ابن حبان نے بھی اپنی سند کے ساتھ موسیٰ بن ابراہیم سے روایت کیا ہے' حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں شکار میں ہوتا ہوں اور میں نے صرف ایک قمیص پہنی ہوئی ہوتی ہے' آپ نے فرمایا: اس کو بند کرلو' خواہ ایک کانٹے سے۔ اس کو امام حاکم نے بھی اپنی مستدرک میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث مدنی صحیح ہے' ان احادیث سے ظاہر ہو گیا کہ ان احادیث کی سندوں میں جس موسیٰ کا ذکر ہے' یہ وہ نہیں ہے' جس کو ابن القطان نے گمان کیا ہے اور اس میں ضعف بھی ہے۔ جس راوی میں ضعف ہے' وہ موسیٰ بن ابراہیم التیمی ہے اور جس راوی کی حدیث صحیح ہے' وہ

موسیٰ بن ابراہیم المخزومی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۸۲-۸۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ)

اس کے بعد امام بخاری نے یہ تعلیق ذکر کی ہے:

وَمَنْ صَلّٰى فِي الثَّوْبِ الَّذِي يُجَامِعُ فِيهِ مَا لَمْ يَرَ فِيهِ أَذًى.

اور جس شخص نے اس کپڑے میں نماز پڑھی جس میں اس نے جماع کیا تھا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بہن حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے کپڑے میں نماز پڑھتے تھے جس میں آپ جماع کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں! جب آپ اس میں نجاست نہیں دیکھتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۶۶ سنن نسائی: ۲۹۳ سنن ابن ماجہ: ۵۴۰)

اس کے بعد امام بخاری نے درج ذیل تعلیق ذکر کی ہے:

وَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَّا يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ کوئی شخص بیت اللہ کا برہنہ طواف نہیں کرے گا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس حج میں یوم نحر کو منیٰ میں اعلان کرنے والوں میں بھیجا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ کوئی بیت اللہ میں برہنہ طواف کرے گا۔ (صحیح البخاری: ۳۶۹)

۳۵۱ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ أُمِرْنَا أَنْ نُخْرِجَ الْحُيَّضَ يَوْمَ الْعِيْدَيْنِ، وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ، فَيَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَدَعْوَتَهُمْ، وَيَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ عَنْ مُصَلَّاهُنَّ، قَالَتِ امْرَأَةٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِحْدَانَا لَيْسَ لَهَا جِلْبَابٌ؟ قَالَ لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا. وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِيْنَ حَدَّثَتْنَا أُمُّ عَطِيَّةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از محمد از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ ہم حیض والی عورتوں کو اور پردہ دار عورتوں کو عیدین کے دن گھروں سے نکالیں پس وہ مسلمانوں کی جماعت میں اور ان کی دعا میں حاضر ہوں اور حیض والی عورتیں ان کی نماز کی جگہوں سے الگ بیٹھیں ایک عورت نے کہا: یارسول اللہ! ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو تو؟ آپ نے فرمایا: وہ اپنی سہیلی کی چادر پہن لے اور عبداللہ بن رجاء نے کہا: ہمیں عمران نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن سیرین نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح صحیح البخاری: ۳۲۴ میں گزر چکی ہے وہاں اس حدیث کو اس باب کے تحت ذکر کیا تھا: ''حائض کا عیدین میں اور مسلمانوں کی دعا میں حاضر ہونا اور نماز کی جگہ سے الگ بیٹھنا'' اور یہاں اس حدیث کو اس باب کے تحت ذکر کیا ہے: ''نماز میں کپڑے پہننے کا وجوب'' اور اس حدیث میں حائض کے عیدین میں جانے کا بھی ذکر ہے اور یہ بھی ذکر ہے کہ اگر اس کے

پاس چادر نہ ہو تو وہ اپنی بغل سے چادر لے کر جائے' اس طرح یہ حدیث دونوں بابوں کے موافق ہے۔

۴ - بَابُ عَقْدِ الْإِزَارِ عَلَى الْقَفَا فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں گدی پر تہبند میں گرہ لگانا

یہ باب اس بیان میں ہے کہ جو شخص نماز میں داخل ہو وہ اپنی گدی پر تہبند میں گرہ لگائے' اس باب کی اور اس سے پہلے والے باب کی اور اس کے بعد کے پندرہ ابواب کی باہمی مناسبت یہ ہے کہ ان سب کا تعلق کپڑوں کے ساتھ ہے' البتہ درمیان میں پانچ ابواب ایسے ہیں' جن کا تعلق کپڑوں کے ساتھ نہیں ہے' وہ یہ ہیں: (۱) ران کے متعلق جو ذکر کیا جاتا ہے (۲) منبر' چھت اور لکڑی پر نماز (۳) چٹائی پر نماز (۴) مصلّی پر نماز (۵) بستر پر نماز۔ ان کی مناسبت ان ابواب میں بیان کی جائے گی۔

امام بخاری فرماتے ہیں:

وَقَالَ اَبُوْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلٍ صَلَّوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَاقِدِيْ اُزْرِهِمْ عَلٰى عَوَاتِقِهِمْ.

اور ابو حازم نے حضرت سہل سے روایت کی ہے کہ صحابہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس حال میں نماز پڑھی کہ انہوں نے اپنے کندھوں پر اپنی چادروں میں گرہ لگائی ہوئی تھی۔

اس تعلیق کی اصل اس حدیث میں ہے:

حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس حال میں نماز پڑھ رہے تھے کہ انہوں نے اپنی چادریں اپنے کندھوں پر اس طرح باندھی ہوئی تھی' جیسے بچوں کی چادریں بندھی ہوتی ہیں اور آپ نے عورتوں سے فرمایا: تم اپنے سروں کو اس وقت تک نہ اٹھانا حتیٰ کہ مرد سیدھے ہو کر بیٹھ جائیں۔ (صحیح البخاری: ۳۶۲)

۳۵۲ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ وَاقِدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، قَالَ صَلّٰى جَابِرٌ فِيْ اِزَارٍ قَدْ عَقَدَهٗ مِنْ قِبَلِ قَفَاهُ، وَثِيَابُهٗ مَوْضُوْعَةٌ عَلَى الْمِشْجَبِ، قَالَ لَهٗ قَائِلٌ تُصَلِّيْ فِيْ اِزَارٍ وَّاحِدٍ؟ فَقَالَ اِنَّمَا صَنَعْتُ ذٰلِكَ لِيَرَانِيْ اَحْمَقُ مِثْلُكَ، وَاَيُّنَا كَانَ لَهٗ ثَوْبَانِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟

[اطراف الحدیث: ۳۵۳-۳۶۱-۳۷۰] (جامع المسانید لابن الجوزی: ۸۶۸' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے واقد بن محمد نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر نے تہبند پہنے ہوئے نماز پڑھی' جس کی گرہ انہوں نے اپنی گدی کی طرف سے لگائی ہوئی تھی' اور ان کے (دیگر) کپڑے کھونٹی پر ٹنگے ہوئے تھے' کسی کہنے والے نے ان سے کہا: آپ ایک تہبند پہنے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں' انہوں نے کہا: میں صرف اس لیے یہ کر رہا ہوں تاکہ تم جیسا احمق مجھے دیکھ لے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہم میں سے کس کے پاس دو کپڑے ہوتے تھے؟

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) احمد بن یونس' ان کا پورا نام احمد بن عبد اللہ بن یونس التمیمی الیربوعی الکوفی ہے' یہ اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں' یہ ۹۴ سال کی عمر میں کوفہ میں ربیع الاوّل ۲۲۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عاصم بن محمد بن زید بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب ہیں (۳) واقد بن محمد' القرشی العدوی العمری المدنی' یہ عاصم بن محمد کے بھائی ہیں (۴) محمد بن المنکدر' یہ مشہور تابعی ہیں' ان کا تعارف ہو چکا ہے

(۵) حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما' یہ مشہور صحابی ہیں' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۸۵)

حدیث مذکور کے مسائل

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت جابر نے فرمایا: میں نے یہ اس لیے کیا ہے تا کہ تم جیسا احمق مجھے دیکھ لے' حضرت جابر نے اس کو اس لیے سختی سے ڈانٹا کہ اس نے حضرت جابر کے فعل پر اعتراض کیا تھا اور احمق کا معنی جاہل ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کے پاس زیادہ کپڑے ہوں' پھر بھی وہ ایک کپڑے کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے تا کہ عام لوگوں کو یہ مسئلہ معلوم ہو جائے کہ ایک کپڑے کے ساتھ بھی نماز ہو جاتی ہے۔

نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ عالم اپنے شاگرد کو کسی غلطی پر احمق اور جاہل وغیرہ کہہ کر ڈانٹ سکتا ہے۔

۳۵۳ - حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ اَبُوْ مُصْعَبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِي الْمَوَالِيْ ' عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ رَاَيْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ ' وَقَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مطرف ابو مصعب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمٰن بن ابی الموالی نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کو ایک کپڑا پہنے ہوئے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا' آپ ایک کپڑا پہنے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۵۲ میں کر دی گئی ہے' اس حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے یہ بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی صرف ایک تہبند کے ساتھ نماز پڑھی ہے' تا کہ معلوم ہو جائے کہ صرف ایک تہبند باندھ کر بھی نماز پڑھنا جائز ہے اور کبھی آپ کے کسی امتی کو صرف ایک کپڑا میسر ہو تو وہ بھی آپ کی سنت کو پا لے اور صرف تہبند باندھ کر نماز پڑھ لے' غیر مقلدین ٹوپی اتار کر ننگے سر نماز پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت جابر نے جب صرف ایک کپڑے کے ساتھ نماز پڑھی تو ان کے سر پر ٹوپی یا عمامہ نہیں تھا' لیکن جب وہ لوگ قمیص' شلوار اور بنیان وغیرہ پہنے ہوئے ہوتے ہیں تو صرف ٹوپی یا عمامہ اتارنے سے حضرت جابر کی سنت کیسے ادا ہو جاتی ہے' اس کو سمجھنے سے ہم قاصر ہیں۔

٤ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ مُلْتَحِفًا بِهٖ

ایک کپڑے کو اپنے گرد لپیٹ کر نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بتایا گیا ہے کہ ایک کپڑے کو اپنے گرد لپیٹ کر نماز پڑھنا جائز ہے' امام بخاری فرماتے ہیں:

قَالَ الزُّهْرِيُّ فِيْ حَدِيْثِهٖ اَلْمُلْتَحِفُ الْمُتَوَشِّحُ ' وَهُوَ الْمُخَالِفُ بَيْنَ طَرَفَيْهِ عَلٰى عَاتِقَيْهِ ' وَهُوَ الْاِشْتِمَالُ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ . قَالَ قَالَتْ اُمُّ هَانِيءٍ اِلْتَحَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَوْبٍ ' وَخَالَفَ بَيْنَ طَرَفَيْهِ عَلٰى عَاتِقَيْهِ. (جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۵۷۸)

الزہری نے اپنی حدیث میں بیان کیا ہے کہ "ملتحف" کا معنی "متوشح" ہے' اور "متوشح" وہ شخص ہے جو چادر کے دونوں سروں کے پلّے اپنے کندھوں پر ڈال کر (گرہ لگا دے) اور یہی کندھوں پر چادر لپیٹنے کا معنی ہے۔ حضرت ام ھانی رضی اللہ عنہا نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چادر کے دو مخالف سروں کو اپنے کندھوں پر ڈال لیا۔

۳۵٤ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عُمَرَ ابْنِ اَبِيْ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ، قَدْ خَالَفَ بَيْنَ طَرَفَيْهِ.

[اطراف الحدیث:۳۵۵-۳۵۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑا پہنے ہوئے نماز پڑھی' اس کے دونوں سرے مخالف رکھے (دایاں سرا بائیں کندھے پر ڈال لیا اور بایاں سرا دائیں کندھے پر ڈال دیا اور باہم گرہ لگا دی)۔

(صحیح مسلم:۵۱۷' الرقم المسلسل:۱۱۳۲' سنن ترمذی:۳۳۹' سنن نسائی:۷۶۳' سنن ابن ماجہ:۱۰۴۹' صحیح ابن خزیمہ:۷۶۱' المعجم الکبیر:۸۲۷۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۳۱۴' صحیح ابن حبان:۲۲۹۲' مصنف عبد الرزاق:۱۳۶۵' الاحاد والمثانی:۶۸۳' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۳۷' مسند احمد ج ۴ ص ۲۶ طبع قدیم' مسند احمد:۱۶۳۲۹۔ ج ۲۶ ص ۲۴۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:۵۸۰۷' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبید اللہ بن موسیٰ بن باذام العبسی الکوفی' امام بخاری نے کہا: یہ ۲۱۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ہشام بن عروہ (۳) عروہ بن الزبیر بن العوام (۴) حضرت عمر بن ابی سلمہ' ابو سلمہ کا نام ہے: عبد اللہ المخزومی ابوحفص' حضرت عمر بن ابی سلمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لے پالک ہیں' یہ ۲ھ میں حبشہ میں پیدا ہوئے تھے اور ۸۳ھ میں عبد الملک بن مروان کے زمانہ میں فوت ہوئے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۸۸)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑا پہنے ہوئے نماز پڑھی اور اس کے دونوں سرے مخالف رکھے۔

صرف تہبند باندھ کر نماز پڑھنے کی تحقیق

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث: ۳۵۲-۳۵۳ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب دیگر کپڑے موجود ہوں' پھر بھی ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے' لیکن حضرت ابن عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے اس کی مذمت کی ہے' حضرت ابن عمر نے نافع کو ایک کپڑے کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو کہا: کیا تمہارے پاس دو کپڑے نہیں ہیں؟ اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ تم اپنے آپ کو اس کے لیے مزین کرو' حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے انہوں نے روایت کی: تم میں سے کوئی شخص نماز میں اپنے گرد اس طرح کپڑا نہ لپیٹے جس طرح یہود کپڑا لپیٹتے ہیں' اور جس کے پاس دو کپڑے ہوں' وہ ایک کپڑے کو اوپر پہن لے اور دوسرے کپڑے کا تہبند باندھ لے۔ اس حدیث کو موسیٰ بن عقبہ نے از نافع از حضرت ابن عمر از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' بغیر کسی شک کے روایت کیا ہے۔

امام طحاوی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نافع کو دو کپڑے پہنائے' پھر نافع ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھ رہے تھے تو حضرت ابن عمر نے ان کی مذمت کی اور فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ تم اس کے لیے زینت اختیار کرو اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ذکر کیا ہے نہ حضرت عمر کا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے کے متعلق صحابہ کی ایک جماعت نے احادیث روایت کی ہیں' ان کے اسماء یہ ہیں:

حضرت جابر' حضرت ابو ہریرہ' حضرت عمر بن ابی سلمہ اور حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہم' اور یہ احادیث حضرت ابن عمر کے اس

قول کے خلاف ہیں' جس میں انہوں نے صرف ایک تہبند باندھ کر نماز پڑھنے سے منع کیا ہے اور فقہاء نے دیگر صحابہ کے قول پر عمل کیا ہے اور حضرت ابن عمر کے قول پر کسی نے عمل نہیں کیا۔ اس مسئلہ کی زیادہ تحقیق ان شاء اللہ صحیح البخاری: ۳۵۸ میں آئے گی۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۴۔ ۱۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۳۵۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ ' عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِيْ سَلَمَةَ اَنَّهُ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ' فِيْ بَيْتِ اُمِّ سَلَمَةَ ' قَدْ اَلْقٰى طَرَفَيْهِ عَلٰى عَاتِقَيْهِ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۸۰۷' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا' آپ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک کپڑا پہنے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور اس کپڑے کے دونوں مخالف سرے اپنے کندھوں پر رکھے ہوئے تھے (دایاں سرا بائیں کندھے پر ڈال لیا اور بایاں سرا دائیں کندھے پر ڈال لیا' پھر ان میں گرہ لگا دی)۔

اس حدیث کی شرح' گزشتہ حدیث: ۳۵۴ کے تحت کر دی گئی ہے' البتہ اس حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ اس میں جگہ کی تعیین ہے کہ آپ نے ایک کپڑا پہن کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں نماز پڑھی تھی۔

۳۵٦ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ ' عَنْ هِشَامٍ ' عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ اَبِيْ سَلَمَةَ اَخْبَرَهُ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ ' مُشْتَمِلًا بِهٖ ' فِيْ بَيْتِ اُمِّ سَلَمَةَ ' وَاضِعًا طَرَفَيْهِ عَلٰى عَاتِقَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود کہ ان کو حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک کپڑا پہنے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے' جس کو آپ نے اپنے گرد لپیٹا ہوا تھا' اور اس کپڑے کے دونوں سروں کو اپنے دونوں کندھوں پر ڈالا ہوا تھا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۳۵۴ میں کر دی گئی ہے۔

۳۵۷ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اَبِيْ اُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ' عَنْ اَبِي النَّضْرِ ' مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ اَنَّ اَبَا مُرَّةَ مَوْلٰى اُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ اَبِيْ طَالِبٍ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَمِعَ اُمَّ هَانِئٍ بِنْتَ اَبِيْ طَالِبٍ تَقُوْلُ ذَهَبْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ ' فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ' وَفَاطِمَةُ ابْنَتُهُ تَسْتُرُهُ' قَالَتْ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ' فَقَالَ مَنْ هٰذِهٖ؟ فَقُلْتُ اَنَا اُمُّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک بن انس نے حدیث بیان کی از ابی النضر مولیٰ عمر بن عبید اللہ کہ ابومرہ مولیٰ ام ھانی بنت ابی طالب نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے حضرت ام ھانیء بنت ابی طالب سے سنا کہ میں فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئی' اس وقت آپ غسل کر رہے تھے اور آپ کی صاحب زادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ پر پردہ کر رہی تھیں' وہ بیان کرتی ہیں

هَانِيءٍ بِنْتُ أَبِي طَالِبٍ، فَقَالَ مَرْحَبًا بِأُمِّ هَانِيءٍ. فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهِ، قَامَ فَصَلَّى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ، مُلْتَحِفًا فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، فَلَمَّا انْصَرَفَ، قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، زَعَمَ ابْنُ أُمِّي أَنَّهُ قَاتِلٌ رَجُلًا قَدْ أَجَرْتُهُ، فُلَانَ بْنَ هُبَيْرَةَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَجَرْنَا مَنْ أَجَرْتِ يَا أُمَّ هَانِيءٍ، قَالَتْ أُمُّ هَانِيءٍ، وَذَاكَ ضُحًى.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۸۵۷۸، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ
اس حدیث کی مفصل تخریج صحیح البخاری: ۲۸۰ میں کردی گئی ہے۔)

کہ میں نے آپ کو سلام کیا' آپ نے فرمایا: یہ کون ہے؟ میں نے کہا: میں ام ھانی بنت ابی طالب ہوں' آپ نے فرمایا: خوش آمدید! ام ھانیء جب آپ غسل سے فارغ ہو گئے تو آپ نے ایک کپڑا اپنے گرد لپیٹ کر آٹھ رکعات نماز پڑھی' جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری ماں کا بیٹا یہ کہتا ہے کہ وہ اس شخص کو قتل کرے گا جس کو میں پناہ دے چکی ہوں وہ فلاں بن ھبیرہ ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ام ھانیء جس کو تم نے پناہ دی ہے' اس کو ہم نے پناہ دی' حضرت ام ھانی نے کہا: وہ چاشت کا وقت تھا۔

بھائی کے بجائے ماں کا بیٹا کہنے کی توجیہ اور حضرت ام ھانیء کا تعارف

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت ام ھانیء بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا نے کہا: میری ماں کا بیٹا یہ کہتا ہے کہ وہ اس شخص کو قتل کرے گا' جس کو میں پناہ دے چکی ہوں۔

حضرت ام ھانیء کی اس سے مراد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں' انہوں نے اپنے بھائی کو ''میری ماں کا بیٹا'' اس طرح کہا' جس طرح حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا:

يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي. (طٰہٰ: ۹۴) اے میری ماں کے بیٹے! میری ڈاڑھی نہ پکڑیے۔

بھائی کے بجائے ماں کا بیٹا کہنے میں ان کی شفقت کو زیادہ متوجہ کرنا ہے۔

حضرت ام ھانیء کا نام فاختہ ہے' ھانی ان کے بیٹے کا نام ہے' وہ اس کنیت سے مشہور ہوگئیں۔ حضرت ام ھانی فتح مکہ کے سال اسلام لائی تھیں۔

فلان بن ھبیرہ کے مصداق کا تعین

اس حدیث میں مذکور ہے: فلان بن ھبیرہ۔ حضرت ام ھانیء کے خاوند کا نام ھبیرہ بن ابی وہب بن عمر المخزومی ہے' حضرت ام ھانیء سے ھبیرہ کی یہ اولاد تھی: عمر' ھانیء' یوسف اور جعدہ' اور فلان ابن ھبیرہ کی تفسیر میں کافی اختلاف ہے۔ امام طبرانی متوفی ۳۶۰ھ نے حضرت ام ھانیء سے روایت کیا ہے: فتح مکہ کے دن میرے پاس میرے دو مشرک دیور آئے' میں نے ان کو پناہ دے دی' پھر حضرت علی آئے' وہ ان کو قتل کرنا چاہتے تھے' پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی' اس وقت آپ مکہ کے بالائی حصہ میں ایک خیمہ میں تھے' الحدیث۔ اس حدیث میں مذکور ہے: ہم نے اس کو پناہ دے دی جس کو تم نے پناہ دے دی' اور ہم نے اس کو امن میں رکھا جس کو تم نے امن میں رکھا۔ (المعجم الکبیر: ۱۰۱۳۔ ج ۲۴' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حضرت ام ھانیء کی مراد ان کا ھبیرہ سے ایک بیٹا اور ایک لے پالک تھا' علامہ عینی نے کہا ہے:

حضرت ام ھانیء کی اس سے مراد ھبیرہ کا وہ بیٹا ہے' جو حضرت ام ھانیء کے علاوہ اس کی دوسری بیوی سے تھا' راوی اس کا نام بھول گیا اور اس کو فلان بن ھبیرہ سے تعبیر کیا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ معجم طبرانی میں ام ھانیء کے دو دیوروں کو پناہ دینے کا ذکر ہے اور امام

بخاری نے جو ابوالنضر کی روایت ذکر کی ہے اس میں ایک بیٹے کا ذکر ہے؟ علامہ عینی فرماتے ہیں: اس میں کوئی حرج نہیں' ابوالنضر دوسرے کا ذکر کرنا بھول گیا' جیسا کہ وہ اس ایک کا نام بھول گیا اور فلان سے تعبیر کیا۔

حدیث مذکور کے دیگر مسائل

اس حدیث میں ذکر ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل فرما رہے تھے اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کا پردہ کر رہی تھیں' اس سے معلوم ہوا کہ مردوں پر عورتوں کا پردہ کرنا جائز ہے' پھر آپ نے حضرت ام ھانیء کو مرحباء کہا' اس سے معلوم ہوا جو شخص زیارت اور ملاقات کے لیے آئے' اس کو مرحبا اور خوش آمدید کہنا چاہیے' نیز اس حدیث میں چاشت کی آٹھ رکعات پڑھنے کا ذکر ہے' اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ آزاد مسلمان خواہ مرد ہو یا عورت کسی مشرک کو پناہ دے سکتا ہے' خواہ مشرک ایک ہو یا متعدد ہوں' پھر جس کو اس نے پناہ دے دی ہو' اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے الا یہ کہ اس کو قتل نہ کرنے میں کوئی خرابی ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۹۵۔ ۹۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۵۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ سَائِلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ الصَّلٰوةِ فِىْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَلِكُلِّكُمْ ثَوْبَانِ؟ [طرف الحدیث: ۳۶۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں؟

(صحیح مسلم: ۵۱۵' الرقم المسلسل: ۱۱۲۸' سنن ابوداؤد: ۶۸۵' سنن نسائی: ۷۶۳' سنن ابن ماجہ: ۱۰۴۷' مسند الحمیدی: ۹۳۷' مسند ابویعلیٰ: ۵۸۸۳' المنتقیٰ: ۱۷۰' صحیح ابن خزیمہ: ۷۵۸' صحیح ابن حبان: ۲۲۹۶' شرح السنۃ: ۵۱۱' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۳۷۔ ۲۳۶' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۱۵۱۔ ج ۱۲ ص ۹۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید: ۷۶۵۴' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: کیا تم میں سے ہر ایک کے پاس دو کپڑے ہیں؟ اس کا مفاد یہ ہے کہ ایک کپڑے میں بھی نماز ہو جاتی ہے۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان سب کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے کا جواز اور ایک سے زیادہ کپڑے پہن کر نماز پڑھنے کا استحباب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے' حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کا اس میں اختلاف ہے۔

امام عبدالرزاق نے از ابن عیینہ از عمرو از حسن بصری روایت کی ہے کہ حضرت ابی بن کعب اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا اس میں اختلاف ہوا کہ ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ حضرت ابی بن کعب نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھی ہے' لہٰذا آج بھی ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے' حضرت ابن مسعود نے کہا: یہ اس وقت جائز تھا' جب لوگوں کے پاس زیادہ کپڑے نہیں تھے' لیکن اب جب کہ لوگوں کو زیادہ کپڑے میسر ہیں تو دو کپڑوں میں نماز پڑھی جائے گی' پھر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: صحیح بات وہ ہے جو حضرت ابی بن کعب نے کہی ہے اور حضرت ابن مسعود نے بھی اپنے اجتہاد میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔

امام طحاوی نے کہا: احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کپڑے کو اپنے گرد لپیٹ کر نماز پڑھی ہے جب کہ دوسرا کپڑا بھی موجود تھا' کیونکہ جب کسی شخص نے سوال کیا کہ آیا ایک کپڑے کے ساتھ نماز ہو جاتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: کیا تم میں سے ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں؟ اور یہ جواب اس پر دلالت کرتا ہے کہ جس کے پاس دو کپڑے ہوں' اس کا بھی ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کا وہی حکم ہے' جس کو صرف ایک کپڑا میسر ہو۔

اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ کیا تم میں سے ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں' اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ایک سے زیادہ کپڑے پہن کر نماز پڑھنا مستحب ہے' کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صحیح تو وہ ہے جو حضرت ابی بن کعب نے کہا ہے' لیکن حضرت ابن مسعود نے بھی اپنے اجتہاد میں کوئی کوتاہی نہیں کی' اور حضرت عمر کا یہ قول حضرت ابن عمر کے اس قول سے اولیٰ ہے' جو ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کو ناجائز کہتے ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۵ - بَابُ اِذَا صَلّٰی فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَلْيَجْعَلْ عَلٰى عَاتِقَيْهِ
جب ایک کپڑے میں نماز پڑھے تو اس (کے سروں) کو اپنے کندھوں پر ڈال لے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص صرف ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھے تو وہ اپنے تہبند کے سروں کو اپنے کندھوں پر مخالف جانب سے ڈال لے' دایاں سرا بائیں کندھے پر اور بایاں سرا دائیں کندھے پر' پھر ان میں گرہ لگالے' جیسا کہ ابواب سابقہ میں گزر چکا ہے۔

۳۵۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ ' عَنْ مَالِكٍ' عَنْ اَبِی الزِّنَادِ' عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ' عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّیْ اَحَدُكُمْ فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ' لَيْسَ عَلٰى عَاتِقَيْهِ شَیْءٌ.

[طرف الحدیث: ۳۶۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں' ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابی الزناد از عبد الرحمان الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہ پڑھے کہ اس کے کندھوں پر کوئی چیز نہ ہو۔

(صحیح مسلم: ۵۱۵' الرقم المسلسل: ۵۱۵' سنن ابوداؤد: ۶۲۶' سنن ترمذی: ۳۳۹' سنن نسائی: ۷۶۳' سنن ابن ماجہ: ۱۰۴۹' السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۵۶' مسند الحمیدی: ۹۶۴' سنن دارمی: ۱۳۷۸' صحیح ابن خزیمہ: ۷۶۵' مصنف عبد الرزاق: ۱۳۷۵' مسند ابویعلیٰ: ۶۲۹۲' شرح السنۃ: ۵۱۵' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۳۸' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۳۰۲۔ ج ۱۲ ص ۲۵۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۷۶۵۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تم میں سے کوئی شخص ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہ پڑھے کہ اس کے کندھوں پر کوئی چیز نہ ہو۔

تہبند کے سروں کو کندھوں پر ڈال کر باندھنے کے حکم کی وجہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے والے کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے تہبند کے سروں کو اپنے کندھوں پر ڈال لے' اس کی

وجہ یہ ہے کہ اگر وہ اپنے تہبند کے سروں کو اپنے کندھوں پر مخالف جانبوں سے نہیں باندھے گا تو یہ خطرہ ہوگا کہ اس کو نماز میں اپنی شرم گاہ دکھائی دے۔

ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے سے متعلق تمام احادیث شرح صحیح مسلم: ۱۰۶۲۔ ۱۰۵۰۔ ج ۱ ص ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۱ پر مذکور ہیں اور ان کی شرح کا یہ عنوان ہے: عمامہ یا ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھنے کے استحباب پر دلائل

۳۶۰ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ سَمِعْتُهُ، اَوْ كُنْتُ سَاَلْتُهُ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ صَلّٰى فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ فَلْيُخَالِفْ بَيْنَ طَرَفَيْهِ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۸۷۴ مکتبۃ الرشد ۱۴۲۶ھ جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۵۷۴ ریاض)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی کثیر از عکرمہ انہوں نے کہا: میں نے یحییٰ سے سنا یا یحییٰ سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے ایک کپڑے میں نماز پڑھی وہ اس کے دونوں سروں کو ایک دوسرے کی مخالف جانب رکھے (یعنی دایاں سرا بائیں کندھے پر اور بایاں سرا دائیں کندھے پر رکھ کر ان میں گرہ لگا دے)۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۵۹ میں کردی گئی ہے۔

٦ - بَابُ إِذَا كَانَ الثَّوْبُ ضَيِّقًا

جب کپڑا تنگ ہو

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی شخص کے پاس صرف ایک کپڑا ہو اور وہ تنگ ہو یعنی کھلا نہ ہو تو وہ اس کپڑے کو کس طرح پہن کر نماز پڑھے۔

۳۶۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ سَاَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ الصَّلٰوةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ، فَقَالَ خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهِ، فَجِئْتُ لَيْلَةً لِبَعْضِ اَمْرِيْ، فَوَجَدْتُهُ يُصَلِّيْ، وَعَلَيَّ ثَوْبٌ وَاحِدٌ، فَاشْتَمَلْتُ بِهِ، وَصَلَّيْتُ اِلٰى جَانِبِهِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ مَا السُّرٰى يَا جَابِرُ؟ فَاَخْبَرْتُهُ بِحَاجَتِيْ، فَلَمَّا فَرَغْتُ قَالَ مَا هٰذَا الْاِشْتِمَالُ الَّذِيْ رَاَيْتُ؟. قُلْتُ كَانَ ثَوْبًا، يَعْنِيْ ضَاقَ، قَالَ فَاِنْ كَانَ وَاسِعًا فَالْتَحِفْ بِهِ، وَاِنْ كَانَ ضَيِّقًا فَاتَّزِرْ بِهِ.

(صحیح مسلم: ۵۱۸، الرقم المسلسل: ۱۱۳۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۱۳، صحیح ابن خزیمہ: ۷۶۲، مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۰ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۴۲۰۳۔ ج ۲۲ ص ۱۱۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۸۶۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن صالح نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: ہمیں فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی از سعید بن الحارث وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: میں کسی سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گیا پھر میں اپنے کسی کام سے رات کے وقت آپ کے پاس آیا تو میں نے آپ کو نماز پڑھتے ہوئے پایا اور مجھ پر اس وقت (صرف) ایک کپڑا تھا میں نے اس کو اپنے گرد لپیٹ لیا اور آپ کی ایک جانب نماز پڑھنے لگا جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا: اے جابر! رات کو کس لیے آئے ہو؟ تو میں نے آپ کو اپنی حاجت کی خبر دی پس جب میں فارغ ہو گیا تو آپ نے فرمایا: میں تمہارے اوپر یہ کیسا کپڑا لپٹا ہوا دیکھ رہا ہوں؟ میں نے کہا: یہ کپڑا تنگ تھا آپ نے فرمایا: اگر کپڑا وسیع ہو تو اس کو لپیٹ لیا کرو اور اگر تنگ ہو تو اس کا تہبند باندھ لیا کرو۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ نے فرمایا: اگر کپڑا وسیع ہو تو اس کو لپیٹ لیا کرو اور اگر تنگ ہو تو اس کا تہبند باندھ لیا کرو۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) یحییٰ بن صالح ابوزکریا الوحاظی الحمصی' یہ حافظ اور فقیہ ہیں' ۲۲۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) فلیح بن سلیمان' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) سعید بن الحارث' یہ مدینہ کے قاضی تھے (۴) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۰۰)

حدیث: ۳۶۱ کے حدیث: ۳۵۹ سے تعارض کا جواب' نماز میں کسی کا ستر دیکھنے سے خود کو محفوظ رکھنا اور حکام کے پاس رات کو جانا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث (۳۶۱) حضرت ابوہریرہ کی اس حدیث کی تفسیر کرتی ہے' جس میں آپ کا ارشاد ہے: "تم میں سے کوئی شخص ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہ پڑھے کہ اس کے کندھوں پر کچھ نہ ہو" (حدیث: ۳۵۹) آپ نے اس ایک کپڑے سے یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ اتنا وسیع کپڑا ہو کہ اس کو لپیٹنا ممکن ہو اور اگر وہ اتنا وسیع کپڑا نہ ہو' جس کو لپیٹا جا سکے تو اس کا تہبند باندھ لیا جائے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ بہ ظاہر اس باب کی حدیث (۳۶۱) کے وہ حدیث معارض ہے' جس میں آپ نے فرمایا ہے: "تم میں سے کوئی شخص ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہ پڑھے کہ اس کے کندھوں پر کچھ نہ ہو" (حدیث: ۳۵۹) اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ ممانعت اس صورت میں ہے کہ اس کے دوسروں کو وہ اپنے کندھوں پر نہ ڈال سکے تو اس کپڑے میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے' وہ اس کپڑے کو تہبند کی طرح باندھ لے' اس طرح ان دونوں حدیثوں کا تعارض دور ہو جائے گا اور ان میں تطبیق ہو جائے گی۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: امام طحاوی کے قول کی صحت کی دلیل یہ ہے کہ وہ لوگ اپنی چادروں کی اپنے کندھوں پر گرہ لگاتے تھے' جن کے پاس ایک کے سوا دوسری چادر نہیں ہوتی تھی' کیونکہ اگر ان کے پاس دوسری چادر بھی ہوتی تو وہ اس کو ضرور نماز میں پہنتے اور پھر عورتوں سے یہ فرمانے کی ضرورت نہ پیش آتی کہ تم اس وقت تک سجدہ سے اپنے سروں کو نہ اٹھانا حتیٰ کہ مرد سیدھے ہو کر بیٹھ جائیں' اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ اپنے قبیلہ کے لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے اور ان کا تہبند چھوٹا تھا اور سجدہ میں وہ سمٹ کر ان کی پشت پر آ جاتا تھا' جس سے ان کی مقعد برہنہ ہو جاتی تھی' پھر جب ان کو بڑی قمیص لا کر دی گئی تو انہوں نے کہا: مجھے جتنی خوشی اس قمیص سے ہوئی' اتنی خوشی کسی اور چیز سے نہیں ہوئی' اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ تہبند چھوٹا ہونے کی وجہ سے یا ہوا کے اڑانے کی وجہ سے امام کا ستر کھل جائے اور وہ فوراً اس کو درست کر لے تو اس سے اس کی نماز نہیں ٹوٹتی اور جب اس صورت میں امام کی نماز نہیں ٹوٹتی تو مقتدی کی نماز بھی نہیں ٹوٹے گی اور کسی کی شرم گاہ پر اچانک نظر پڑ جائے تو فوراً نظر ہٹا لی جائے' اس میں کوئی گناہ نہیں' گناہ کبیرہ یہ ہے کہ کسی اجنبی کی شرم گاہ کو قصداً دیکھا جائے' اس پر توبہ کرنا لازم ہے' اسی وجہ سے نماز میں عورتوں کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ اس وقت تک سجدہ سے اپنے سروں کو نہ اٹھائیں' حتیٰ کہ مرد سیدھے ہو کر بیٹھ جائیں' مبادا کسی مرد کا سجدہ میں ستر کھل جائے اور

اس پر عورت کی نظر پڑ جائے۔

نبی ﷺ نے حضرت جابر سے پوچھا: تم رات کو کیسے آئے' کیونکہ بغیر کسی ضرورت کے رات کو آپ کے پاس کوئی نہیں آتا تھا' اور جب آپ نے سوال کیا تو حضرت جابر نے اپنی ضرورت بتائی اور آپ نے ان کی ضرورت پوری کی' اس سے معلوم ہوا کہ اپنی ضرورت کی وجہ سے رات کو حکام کے پاس جانا جائز ہے' کیونکہ وہ تخلیہ کا وقت ہوتا ہے اور وہ تسلی سے اپنی بات سنا سکتے ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۰-۱۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٣٦٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى ، عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ حَازِمٍ ، عَنْ سَهْلٍ قَالَ كَانَ رِجَالٌ يُصَلُّوْنَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، عَاقِدِيْ اُزُرِهِمْ عَلٰى اَعْنَاقِهِمْ ، كَهَيْئَةِ الصِّبْيَانِ ، وَقَالَ لِلنِّسَاءِ ، لَا تَرْفَعْنَ رُؤُوْسَكُنَّ حَتّٰى يَسْتَوِيَ الرِّجَالُ جُلُوْسًا . [اطراف الحدیث: ۸۱۴-۱۲۱۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان' انہوں نے کہا: مجھے ابوحازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل رضی اللہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ کے ساتھ مرد اس طرح نماز پڑھتے تھے کہ ان کا تہبند بچوں کی طرح ان کی گردنوں پر بندھا ہوتا تھا' اور نبی ﷺ نے عورتوں سے فرمایا: تم اپنے سروں کو سجدہ سے اس وقت تک نہ اٹھاؤ حتیٰ کہ مرد سیدھے ہو کر بیٹھ جائیں۔

(صحیح مسلم: ۴۴۱' الرقم المسلسل: ۹۷۰' سنن ابوداؤد: ۶۳۰' سنن نسائی: ۷۶۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۴-۵۳' السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۲' صحیح ابن خزیمہ: ۷۶۳' صحیح ابن حبان: ۲۳۰۱' المعجم الکبیر: ۵۹۶۴' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۴۱' مسند ابویعلیٰ: ۷۵۴۲-۷۵۴۱' مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۵۶۲- ج ۲۴ ص ۳۳۴' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب چادر اتنی بڑی ہو کہ اس کو اپنے کندھوں پر لپیٹا جا سکتا ہو تو وہ اس کا تہبند باندھنے سے افضل ہے' اس حدیث میں عورتوں کو منع فرمایا ہے کہ وہ مردوں کے سیدھا بیٹھنے سے پہلے سجدہ سے سر نہ اٹھائیں' مبادا ان کی نظر مردوں کے ستر پر پڑ جائے' '' مسند احمد'' اور '' سنن ابوداؤد'' میں حضرت اسماء بنت ابی بکر سے صراحتہً یہ حدیث مروی ہے کہ عورت اپنے سر کو نہ اٹھائے' حتیٰ کہ مرد اپنے سروں کو اٹھالیں' اس کو ناپسند کرتے ہوئے کہ عورتوں کی نظر مردوں کی شرم گاہ پر پڑ جائے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۳۹' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے جس حدیث کو نقل کیا ہے' اس کا مکمل متن اس طرح ہے:

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے جو عورتیں اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہیں' وہ (سجدے سے) اپنے سروں کو نہ اٹھائیں حتیٰ کہ ہم اپنے سروں کو نہ اٹھالیں' اس کو ناپسند کرتے ہوئے کہ مردوں کے تہبند چھوٹے ہونے کی وجہ سے عورتوں کی نظر مردوں کی شرم گاہ پر پڑ جائے' اس زمانہ میں مرد چھوٹے تہبند باندھا کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۸۵۱' مصنف عبد الرزاق: ۵۱۰۹' المعجم الکبیر: ۲۶۰- ج ۲۴' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۴۱' مسند الحمیدی: ۳۲۷' تاریخ بغداد ج ۹ ص ۲۱۷' مسند احمد ج ۶ ص ۳۴۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۹۴۷- ج ۴۴ ص ۵۱۱' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے شواہد حسب ذیل ہیں' یعنی یہ حدیث درج ذیل صحابہ سے بھی مروی ہے:

(۱) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ' مسند احمد: ۱۰۹۹۴' موسسۃ الرسالۃ' بیروت

(۲) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ' مسند احمد: ۱۴۱۲۳' موسسۃ الرسالۃ' بیروت

(۳) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ' مسند احمد: ۱۵۵۶۲' مؤسسة الرسالة' بیروت
واضح رہے کہ حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو اختصار اور روایت بالمعنی کے اعتبار سے نقل کیا ہے۔
* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۸۹۰۔ ج ا ص ۱۳۳۴ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۷ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِي الْجُبَّةِ الشَّامِيَّةِ جبہ شامیہ پہن کر نماز پڑھنا

جبہ کا معنی ہے: لمبا کوٹ' یہ کندھوں سے لے کر ٹخنوں تک کا لباس ہے' یہ درمیان سے کوٹ اور شیروانی کی طرح کھلا ہوا ہوتا ہے اور اس میں بٹن لگے ہوئے ہوتے ہیں' شامیہ کا معنی ہے: شام کا بنا ہوا۔ علامہ عینی نے لکھا ہے: اس سے مراد وہ جبہ ہے' جس کو کفار نے بُنا ہو' یہ جبہ غزوۂ تبوک میں حاصل ہوا تھا اور شام میں اس وقت کفار کی حکومت تھی' اور یہ اس وقت تک فتح نہیں ہوا تھا۔ اس تاویل سے ہمارا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ امام بخاری نے یہ عنوان اس لیے قائم کیا ہے کہ کفار کے بنائے ہوئے کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے' جب تک کہ اس کے اوپر کوئی نجاست دکھائی نہ دے۔

امام بخاری فرماتے ہیں:

وَقَالَ الْحَسَنُ فِي الثِّيَابِ يَنْسُجُهَا الْمَجُوْسُ لَمْ يَرَ بِهَا بَأْسًا.
حسن (بصری) نے کہا: جن کپڑوں کو مجوس نے بُنا ہو' ان میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث کو نعیم بن حماد نے از معتمر از ہشام روایت کیا ہے' اس کے الفاظ یہ ہیں: اس کپڑے کو دھونے سے پہلے پہن کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے' جس کو مجوس نے بُنا ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۰۳) اس کے بعد دوسری تعلیق ہے:

وَقَالَ مَعْمَرٌ رَأَيْتُ الزُّهْرِيَّ يَلْبَسُ مِنْ ثِيَابِ الْيَمَنِ مَا صُبِغَ بِالْبَوْلِ.
اور معمر نے کہا: میں نے زہری کو دیکھا وہ یمن کے ان کپڑوں کو پہنتے تھے' جن کو پیشاب سے رنگا جاتا تھا۔

یہ حدیث مصنف عبد الرزاق: ۱۴۹۸ میں مذکور ہے۔

وَصَلّٰى عَلِيٌّ فِي ثَوْبٍ غَيْرِ مَقْصُوْرٍ.
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بغیر دھلے ہوئے کپڑے میں نماز پڑھی۔

اس حدیث کو امام ابن سعد نے از عطاء بن محمد روایت کیا ہے' انہوں نے کہا: میں نے دیکھا حضرت علی رضی اللہ عنہ بغیر دھلی ہوئی سوتی قمیص پہن کر نماز پڑھ رہے تھے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ فرماتے ہیں: ان تینوں آثار میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کفار کے بُنے ہوئے کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے اور دھونے کے بعد ان کپڑوں کو بھی پہننا جائز ہے' جن کو پیشاب سے رنگا جاتا ہے اور نئے کپڑوں کو دھونے سے پہلے پہننا جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۰۴)

کفار کے بُنے ہوئے کپڑوں میں مذاہب ائمہ

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

کفار کے بنائے ہوئے کپڑوں میں نماز پڑھنے کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ کفار کے بُنے ہوئے کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ تاہم امام مالک نے ان کے بُنے ہوئے کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھنے کو مکروہ کہا ہے' انہوں نے کہا: جس شخص نے ان کے بُنے ہوئے کپڑے پہن کر نماز پڑھی ہے' وہ نماز کو اس کے وقت میں دہرائے' اور فقہاء احناف اور امام شافعی نے کہا ہے کہ ان کے بنائے ہوئے لباس کے پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے' خواہ ان کو نہ دھویا

جائے جب تک کہ اس میں نجاست ظاہر نہ ہو مگر امام ابوحنیفہ نے کہا ہے: میں کہتا ہوں کہ مسلمان ان کی بنائی ہوئی شلوار اور تہبند کو بغیر دھوئے ہوئے پہنے تو میرے نزدیک وہ مکروہ ہے اور اسحاق نے کہا: ان کے تمام کپڑوں کو پاک کیا جائے گا اور جبہ شامیہ کی حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے پہننے سے پہلے اس کو دھویا تھا یا نہیں' اس لیے اس حدیث میں کسی کے حق میں کوئی دلیل نہیں ہے اور الزہری نے جو پیشاب سے رنگے ہوئے کپڑے کو پہن کر نماز پڑھی تو یہ معلوم ہے کہ انہوں نے اس کپڑے کو دھوئے بغیر اس میں نماز نہیں پڑھی اور مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ان کے بُنے ہوئے کپڑے کو دھوئے تا کہ اس کپڑے کی طہارت کا یقین ہو جائے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٣٦٣ - حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ ' عَنِ الْاَعْمَشِ' عَنْ مُسْلِمٍ ' عَنْ مَسْرُوْقٍ' عَنْ مُغِيْرَةَ ابْنِ شُعْبَةَ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ 'فَقَالَ يَا مُغِيْرَةُ' خُذِ الْإِدَاوَةَ. فَاَخَذْتُهَا' فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تَوَارٰى عَنِّيْ ' فَقَضٰى حَاجَتَهُ ' وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَّةٌ ' فَذَهَبَ لِيُخْرِجَ يَدَهُ مِنْ كُمِّهَا فَضَاقَتْ ' فَاَخْرَجَ يَدَهُ مِنْ اَسْفَلِهَا ' فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ' فَتَوَضَّاَ وُضُوْءَهُ لِلصَّلٰوةِ' وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ' ثُمَّ صَلّٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابومعاویہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از مسلم از مسروق از حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا' میں نبی ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا' آپ نے فرمایا: اے مغیرہ! (پانی کا) برتن اٹھا لو میں نے برتن لے لیا' پھر رسول اللہ ﷺ چلے گئے حتیٰ کہ مجھ سے چھپ گئے' پھر آپ نے قضاء حاجت کی اور آپ کے اوپر شامی جُبہ تھا' آپ اس آستین سے اپنا ہاتھ نکالنے لگے' وہ تنگ تھی' پس آپ نے اپنا ہاتھ آستین کے نیچے سے نکال لیا' میں نے آپ کے اوپر پانی ڈالا تو آپ نے نماز کا وضوء کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا' پھر آپ نے نماز پڑھی۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۰۰۲' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۲ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: ایک شخص اپنے صاحب کو وضوء کرائے' اور یہاں اس کا عنوان ہے: شامی جبہ پہن کر نماز پڑھنا۔

اس حدیث کے اہم فوائد اور مسائل حسب ذیل ہیں:

(۱) سفر میں عالم اور استاذ کی خدمت کرنا اور اگر ضرورت ہو تو آستین کے نیچے سے ہاتھ نکالنا

(۲) تنگ آستین والے جبہ کو پہننے کا جواز

(۳) کفار کے بنائے ہوئے کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھنے کا جواز (اس کی تفصیل تعلیقات کی شرح میں گزر چکی ہے۔)

٨ - بَابُ كَرَاهِيَةِ التَّعَرِّيْ فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں برہنہ ہونے کی کراہت

یہ باب اس امر کے بیان میں ہے کہ نماز یا غیر نماز میں برہنہ ہونا مکروہ تحریمی ہے۔

٣٦٤ - حَدَّثَنَا مَطَرُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ إِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' كَانَ يَنْقُلُ مَعَهُمُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مطر بن الفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زکریا بن اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں

الْحِجَارَةَ لِلْكَعْبَةِ، وَعَلَيْهِ إِزَارُهُ، فَقَالَ لَهُ الْعَبَّاسُ عَمُّهُ يَا ابْنَ أَخِي، لَوْ حَلَلْتَ إِزَارَكَ، فَجَعَلْتَ عَلَى مَنْكِبَيْكَ دُونَ الْحِجَارَةِ، قَالَ فَحَلَّهُ فَجَعَلَهُ عَلَى مَنْكِبَيْهِ، فَسَقَطَ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ، فَمَا رُئِيَ بَعْدَ ذٰلِكَ عُرْيَانًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [اطراف الحدیث: ۱۵۸۲۔ ۳۸۲۹] (صحیح مسلم: ۳۴۰، الرقم المسلسل: ۷۵۶، مصنف عبد الرزاق: ۱۱۰۳، صحیح ابن حبان: ۱۶۰۳، مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۵ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۴۱۴۰۔ ج ۲۲ ص ۳۵ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

نے سنا حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کی تعمیر کے لیے لوگوں کے ساتھ پتھر اٹھا کر لا رہے تھے اور آپ نے تہبند باندھا ہوا تھا' آپ سے آپ کے چچا عباس نے کہا: اے میرے بھتیجے! اگر تم اپنے تہبند کو اتار دو اور اس کو اپنے کندھوں کے اوپر پتھر کے نیچے رکھ دو' حضرت جابر نے کہا: پھر انہوں نے آپ کا تہبند اتار کر آپ کے کندھوں پر رکھ دیا' سو آپ بے ہوش ہو کر گر گئے' اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی برہنہ نہیں دیکھا گیا۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں: (۱) مطہر بن الفضل المروزی (۲) روح بن عبادہ القیسی (۳) زکریا ء بن اسحاق المکی (۴) عمرو بن دینار الجمحی (۵) حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اس کے بعد آپ کو برہنہ نہیں دیکھا گیا' یہ نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد کے احوال کو شامل ہے' اور عام ازیں کہ نماز ہو یا غیر نماز۔

تعمیر کعبہ اور آپ کے تہبند اتارنے کے واقعہ کی تاریخ

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

بعثت سے کافی پہلے کعبہ کی تعمیر ہوئی' اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نابالغ تھے اور آپ کی عمر اس وقت پندرہ سال تھی' اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر اپنی مخلوق کی طرف بھیجا اور آپ کو ان تمام چیزوں کا علم دیا جن کو آپ پہلے نہیں جانتے تھے' اور آپ پر قرآن نازل کیا جس نے آپ کو اس پر برانگیختہ کیا کہ آپ یہ حکم دیں کہ بیت اللہ میں کوئی برہنہ طواف نہیں کرے گا' اور آپ کے اس حکم نے جاہلیت کی ان عادات کو منسوخ کر دیا کہ وہ ایک دوسرے کی شرم گاہوں کو دیکھتے تھے' اللہ تعالیٰ نے آپ کو پاکیزہ اخلاق اور شریفانہ خصال پر پیدا کیا تھا' کیا تم نے نہیں دیکھا جب آپ کے چچا عباس نے آپ کا تہبند اتارا تو آپ بے ہوش ہو کر گر گئے اور اس کے بعد کسی نے آپ کو برہنہ نہیں دیکھا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کم عمری میں آپ کو قبیح کاموں سے محفوظ رکھا' اور اخلاقِ جاہلیت سے آپ کی حفاظت کی' اس پر پہلے کلام گزر چکا ہے کہ آپ اعلانِ نبوت سے پہلے کفر اور گناہوں سے معصوم تھے' اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ آپ کی شرم گاہ لوگوں پر منکشف ہو گئی تھی' کیونکہ تہبند اتارتے ہی آپ زمین پر بے ہوش ہو کر گر گئے تھے اور یہ کسی کی آپ پر نظر پڑنے سے پہلے ہوا' اور اس کی تاکید اس سے ہوتی ہے کہ ایک اور حدیث میں مذکور ہے: آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک میری تکریم یہ ہے کہ میں ختنہ کیا ہوا پیدا ہوا اور کوئی شخص میری شرم گاہ پر مطلع نہیں ہوا۔ (تحفۃ المودود فی احکام المولود ص ۱۵۹)

بعض روایات میں مذکور ہے کہ ایک فرشتہ نازل ہوا اور اس نے میرا تہبند باندھ دیا۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۱۹۱۔ ۱۹۰' دار الوفا' ۱۴۱۹ ھ)

علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المتوفی ۶۵۶ ھ لکھتے ہیں:

جب نبی ﷺ کا تہبند آپ کے کندھے پر رکھا گیا تو آپ زمین پر گر گئے' اس میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بچپن میں آپ کی حفاظت کی اور اللہ تعالیٰ نے خود آپ کو ادب سکھایا اور کسی اور کو آپ کی تادیب پر مامور نہیں کیا' اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کی نگرانی کرتا رہا' حتیٰ کہ افعال جاہلیت کو آپ کے نزدیک مکروہ بنا دیا اور آپ کو ان افعال سے محفوظ رکھا' حتیٰ کہ ان میں سے کوئی چیز آپ پر جاری نہیں ہوئی اور یہ سب اللہ تعالیٰ کا آپ پر لطف و کرم تھا اور آپ میں محاسن کو جمع کرنا تھا۔

(المفہم ج ٦ ص ١١٨' دار ابن کثیر' بیروت' ١٤٢٠ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث مرسل الصحابی ہے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ اس قصہ کے وقت موجود نہیں تھے' ہوسکتا ہے انہوں نے اس قصہ کو نبی ﷺ سے سنا ہو یا کسی اور صحابی سے سنا ہو' جو اس قصہ کے وقت موجود تھے' اور امام طبرانی نے اور ابونعیم نے ''دلائل النبوۃ'' میں از ابن لھیعہ از ابوالزبیر روایت کی ہے' وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت جابر رضی اللہ سے پوچھا: کیا کوئی شخص برہنہ کھڑا ہوسکتا ہے' انہوں نے کہا: مجھے نبی ﷺ نے یہ خبر دی ہے کہ جب کعبہ منہدم ہو گیا تو اس کی تعمیر نو کے لیے قریش کا ہر خاندان پتھر لا رہا تھا اور نبی ﷺ عباس کے ساتھ پتھر لا رہے تھے اور انہوں نے اپنے کپڑے اپنے کندھوں کے اوپر رکھے ہوئے تھے اور اس سے پتھر اٹھانے کی طاقت حاصل کر رہے تھے' پس نبی ﷺ نے فرمایا: پس میرا پیر مڑ گیا اور میں گر پڑا اور میرا کپڑا گر گیا' میں نے عباس سے کہا: میرا کپڑا لائیں' اس کے بعد میں کبھی برہنہ نہیں ہوا ماسوا غسل کرنے کے' لیکن ابن لھیعہ ضعیف راوی ہے' البتہ عبدالعزیز بن سلیمان نے اس کی ابوالزبیر سے متابعت کی ہے' جس کا ابونعیم نے ذکر کیا ہے' پس اگر یہ روایت محفوظ ہے تو فبہا ورنہ اس موقع پر صحابہ میں سے حضرت عباس موجود تھے' جیسا کہ اس باب کی حدیث میں ہے' پس ہوسکتا ہے کہ حضرت جابر نے ان سے اس حدیث کو سنا ہو۔

ابونعیم نے ''المعرفۃ'' میں اور ''دلائل'' میں از سماک بن حرب از عکرمہ از حضرت ابن عباس روایت کیا ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے والد عباس بن عبدالمطلب نے یہ حدیث بیان کی کہ جب قریش نے کعبہ کی تعمیر کی تو دو دو آدمی پتھر اٹھا کر لا رہے تھے' پس میں نے اور میرے بھتیجے نے اپنے اپنے تہبند اپنے کندھوں کے نیچے رکھ لیے اور ہم ان پر پتھر رکھ رہے تھے' پس جب ہم لوگوں کے قریب پہنچتے تو ہم اپنے تہبند باندھ لیتے' پس جس وقت وہ میرے آگے چل رہے تھے تو وہ گر گئے' میں دوڑا تو ان کی نظر آسمان کی طرف تھی' میں نے پوچھا: کیا ہوا؟ تو انہوں نے کہا: مجھے برہنہ چلنے سے منع کیا گیا ہے' حضرت عباس نے کہا: میں نے اس بات کو چھپا لیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نبوت کو ظاہر کر دیا' اس حدیث کی سند میں بھی ضعیف راوی ہیں۔

اسی طرح امام ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ تھا اور ہم نے اپنے اپنے تہبند اپنے کندھوں کے اوپر رکھے ہوئے تھے کیونکہ ہم پتھروں کو اٹھا کر لا رہے تھے کہ اچانک کسی نے زور سے مجھے مکا مارا' پھر کہا: اپنا تہبند باندھ لو' یہ ایک اور قصہ ہے۔ ازرقی نے اس سے دھوکا کھایا ہے اور کہا ہے: جب کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی تو نبی ﷺ نو عمر لڑکے تھے۔ (میرے نزدیک یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

امام عبدالرزاق اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے کہ جب نبی ﷺ اجیاد سے پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے تو آپ پر ایک چادر تھی' وہ چادر تنگ ہو گئی تو آپ نے اس کو اٹھا کر اپنے کندھے پر رکھ لیا' اس چادر کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے آپ کی شرم گاہ ظاہر ہو گئی' پس ندا کی گئی: اے محمد! اپنی شرم گاہ ڈھانپئے' پھر اس کے بعد آپ کو برہنہ نہیں دیکھا گیا' اس واقعہ اور آپ کی بعثت کے درمیان پانچ سال کا عرصہ تھا' اس وقت آپ کی عمر پینتیس سال تھی۔ (فتح الباری ج ٣ ص ١٥١۔ ١٥٠ ملخصاً' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

الزہری نے کہا ہے کہ جب قریش نے کعبہ کی تعمیر کی تھی' اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم بالغ نہیں ہوئے تھے' ابن بطال اور ابن التین نے کہا ہے: اس وقت آپ کی عمر پندرہ سال تھی' اور ہشام نے کہا ہے کہ کعبہ کی تعمیر اور آپ کی بعثت میں پانچ سال کا عرصہ تھا' ایک قول یہ ہے کہ کعبہ کی تعمیر اس وقت ہوئی' جب آپ کی عمر چھتیس سال تھی' امام بیہقی نے یہ ذکر کیا ہے کہ کعبہ کی تعمیر اس وقت ہوئی' جب ابھی آپ نے حضرت خدیجہ سے نکاح نہیں کیا تھا' اور مشہور یہ ہے کہ قریش نے کعبہ کی تعمیر اس وقت کی' جب حضرت خدیجہ سے آپ کے نکاح پر دس سال کا عرصہ گزر چکا تھا اور اس وقت آپ کی عمر پینتیس سال تھی اور یہی وہ قول ہے جس کی تصریح امام محمد بن اسحاق نے کی ہے اور موسیٰ بن عقبہ نے کہا ہے کہ کعبہ کی تعمیر بعثت سے پندرہ سال پہلے ہوئی' یعنی اس وقت آپ کی عمر پچیس سال تھی' امام ابن اسحاق کی سیرت میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے بچپن میں آپ کو کس طرح محفوظ رکھا' آپ نے بتایا کہ میں قریش کے لڑکوں کے ساتھ پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہا تھا' جن سے لڑکے کھیل رہے تھے' ہم سب نے اپنا اپنا تہبند اپنے اپنے کندھے پر رکھا ہوا تھا' ہم اس پر پتھر رکھ رہے تھے' ہم سب برہنہ ہو گئے تھے' میں اسی طرح آگے جا رہا تھا کہ کسی نے مجھے زور سے مکا مارا' پھر کہا: اپنا تہبند باندھو پھر میں نے اپنا تہبند باندھ لیا' پھر میں تہبند باندھے ہوئے اپنے کندھے پر پتھر رکھ کر لا رہا تھا' سہیلی نے کہا ہے: اگر یہ روایت صحیح ہے تو پھر آپ کی برہنگی کا واقعہ دو بار ہوا ہے' آپ کے بچپن میں اور تعمیر کعبہ کے وقت۔ (میرے نزدیک یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۰۷۔۱۰۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مصنف کے نزدیک آپ کے تہبند اتارنے کے واقعہ کی تحقیق

میں کہتا ہوں کہ کعبہ کی تعمیر کے وقت میں کافی اضطراب ہے' الزہری نے کہا ہے: کعبہ کی تعمیر اس وقت ہوئی تھی' جب آپ بالغ نہیں ہوئے تھے۔ قاضی عیاض اور علامہ قرطبی نے اسی قول کو اختیار کیا ہے اور یہی قرین قیاس ہے کیونکہ کسی نابالغ لڑکے سے تو اس کا چچا شفقت سے یہ کہہ سکتا ہے کہ اپنا تہبند اتار کر اپنے کندھے کے اوپر رکھ لو تاکہ تمہیں پتھر نہ چبھیں اور مشہور قول کے مطابق کعبہ کی تعمیر اس وقت ہوئی تھی' جب آپ کی عمر پینتیس سال تھی اور پینتیس سال کے مرد سے یہ کہنا متصور نہیں ہے کہ آپ اپنا تہبند اتار کر اپنے کندھے کے اوپر رکھ لیں اور نہ ہی اس مرد کا تہبند اتارنا متصور ہو سکتا ہے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں آپ کے تہبند اتارنے کا واقعہ حضرت جابر سے روایت کیا گیا ہے' اگر یہ آپ کے بچپن کا واقعہ ہو تو پھر اس روایت کے صحیح ہونے کی ایک وجہ ہے جیسا کہ امام ابن شہاب زہری' قاضی عیاض اور علامہ قرطبی نے کہا ہے اور اگر کعبہ کی تعمیر اس وقت ہوئی تھی جب آپ کی عمر پینتیس سال تھی' جیسا کہ مشہور قول ہے تو پھر ہمارے نزدیک آپ کے تہبند اتارنے کا واقعہ درایۃً صحیح نہیں ہے۔ ہم نے تبیان القرآن' سورۃ الاعراف: ۲۸ کی تفسیر میں ج ۴ ص ۱۰۴۔۱۰۲ میں اس کو تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔

اجنبی لوگوں کے سامنے برہنہ ہونے کی ممانعت کے متعلق احادیث

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک بھاری پتھر اٹھایا' جب میں اس کو اٹھا کر چل رہا تھا تو میرا تہبند گر گیا تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنا کپڑا اٹھاؤ اور برہنہ نہ چلو۔ (صحیح مسلم: ۳۴۱' سنن ابوداؤد: ۴۰۱۶)

بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہم اپنی شرم گاہیں کس کے سامنے ظاہر کریں اور کس سے چھپائیں؟ آپ نے فرمایا: اپنی بیوی اور اپنی باندی کے سوا سب سے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرو' میں نے کہا: جب لوگ ایک دوسرے کے ساتھ مخلوط ہوں؟ آپ نے فرمایا: جب تم اس کی طاقت رکھتے ہو کہ تمہاری شرم

گاہ کو کوئی نہ دیکھے تو کوئی نہ دیکھے' میں نے کہا: یارسول اللہ! جب ہم میں سے کوئی شخص اکیلا ہو؟ آپ نے فرمایا: لوگوں کی بہ نسبت اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے حیاء کی جائے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۰۱۷' سنن ترمذی: ۲۷۹۴)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی مرد دوسرے مرد کی برہنگی نہ دیکھے اور کوئی عورت دوسری عورت کی برہنگی نہ دیکھے۔ الحدیث (صحیح مسلم: ۷۴' ۱۴۳' سنن ابوداؤد: ۴۰۱۸' سنن ترمذی: ۲۷۹۳' سنن ابن ماجہ: ۶۶۱)

شرم گاہ کو چھپانے میں فقہاء کی تصریحات

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

کسی شخص کا اس طرح برہنہ ہونا جائز نہیں ہے کہ دیکھنے والے کو اس کی شرم گاہ نظر آئے اور نہ اس کا برہنہ ہو کر چلنا جائز ہے کہ اس کی شرم گاہ اجنبی لوگوں سے محفوظ نہ ہو اور اس کا خلوت میں بھی برہنہ ہونا جائز نہیں ہے' ماسوا اس کے غسل کے وقت یا اس کی بیوی کے سامنے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: جب کوئی شخص اپنی شرم گاہ کو کھولتا ہے تو فرشتہ اس سے اعراض کرتا ہے' حضرت ابوموسیٰ اشعری نے کہا: میں اندھیری جگہ بیٹھ کر غسل کرتا ہوں اور اپنے رب سے حیاء کی وجہ سے سیدھا کھڑا نہیں ہوتا' لیکن یہ استحباب پر محمول ہے وجوب پر نہیں' توضیح میں مذکور ہے کہ جب ہم نے خلوت میں بھی ستر کو واجب کیا ہے تو آیا دریا اور چشمہ میں بغیر تہبند کے غسل کرنے کے لیے اترنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں دو قول ہیں: ایک یہ کہ نہیں' دوسرا یہ کہ ہاں' کیونکہ دریا اور چشمہ کا پانی شرم گاہ کو چھپانے میں تہبند کے قائم مقام ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۰۷' دارالکتب العربیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* اس باب کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۸۰۔ ج ۱ ص ۱۰۳۳' پر مذکور ہے' وہاں اس کی مفصل شرح نہیں کی گئی' صرف ایک فائدہ بیان کیا گیا ہے۔

۹ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِي الْقَمِيْصِ وَالسَّرَاوِيْلِ وَالتُّبَّانِ وَالْقَبَاءِ

قمیص' شلوار' جانگیہ اور شیروانی میں نماز پڑھنے کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان کپڑوں میں نماز پڑھنے کا شرعی حکم کیا ہے' قمیص' شلوار' جانگیہ اور شیروانی یا اچکن لباس کے معروف نام ہیں۔

۳۶۵ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَامَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَاَلَهُ عَنِ الصَّلٰوةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ؟ فَقَالَ اَوَكُلُّكُمْ يَجِدُ ثَوْبَيْنِ؟. ثُمَّ سَاَلَ رَجُلٌ عُمَرَ، فَقَالَ اِذَا وَسَّعَ اللّٰهُ فَاَوْسِعُوْا، جَمَعَ رَجُلٌ عَلَيْهِ ثِيَابَهُ، صَلّٰى رَجُلٌ فِيْ اِزَارٍ وَرِدَاءٍ، فِيْ اِزَارٍ وَقَمِيْصٍ، فِيْ اِزَارٍ وَقَبَاءٍ، فِيْ سَرَاوِيْلَ وَرِدَاءٍ، فِيْ سَرَاوِيْلَ وَقَمِيْصٍ، فِيْ سَرَاوِيْلَ وَقَبَاءٍ، فِيْ تُبَّانٍ وَقَبَاءٍ، فِيْ تُبَّانٍ وَقَمِيْصٍ، قَالَ وَاَحْسِبُهُ قَالَ فِيْ تُبَّانٍ وَرِدَاءٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کھڑا ہوا اور اس نے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: کیا تم میں سے ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں' پھر ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں وسعت دی ہے تو تم وسعت کو اختیار کرو' ایک شخص نے اپنے اوپر اپنے کپڑے جمع کیے اور نماز پڑھی اور ایک شخص نے تہبند اور چادر میں نماز پڑھی' اور ایک شخص نے تہبند اور قمیص میں نماز پڑھی' اور ایک شخص نے

(جامع المسانيد لابن الجوزی:٦٦٢٦ ٣ مکتبۃ الرشد ٢٦ ١٤ھ) شیروانی اور چادر میں نماز پڑھی اور ایک شخص نے شلوار اور قمیص میں نماز پڑھی' اور ایک شخص نے شلوار اور شیروانی میں نماز پڑھی' اور ایک شخص نے جانگیہ اور قمیص میں نماز پڑھی اور میرا گمان ہے انہوں نے کہا: جانگیہ اور چادر میں نماز پڑھی۔

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے لیکن جب کسی شخص کے پاس زیادہ کپڑے ہوں تو ایک سے زیادہ کپڑوں میں نماز پڑھنا مستحب ہے' اس کی تفصیل دیکھنے کے لیے صحیح البخاری: ٣٥٨ کا مطالعہ کیجئے۔

٣٦٦ - حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَاَلَ رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ؟ فَقَالَ لَا يَلْبَسُ الْقَمِيصَ، وَلَا السَّرَاوِيلَ، وَلَا الْبُرْنُسَ، وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ الزَّعْفَرَانُ، وَلَا وَرْسٌ، فَمَنْ لَّمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ، وَلْيَقْطَعْهُمَا حَتّٰى يَكُوْنَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ. وَعَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ. (جامع المسانید لابن الجوزی:٣٣٥٠ مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عاصم بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از الزہری از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ محرم کیا پہنے؟ آپ نے فرمایا: وہ قمیص نہ پہنے اور شلوار نہ پہنے اور ٹوپی نہ پہنے اور زعفران اور خوشبودار گھاس سے رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے اور جس کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزے پہن لے اور موزوں کو نیچے سے کاٹ لے حتیٰ کہ وہ ٹخنوں سے نیچے ہو جائیں' اور از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث کی مثل مروی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٣٤ میں کردی گئی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: ''جس نے سائل کے سوال سے زیادہ جوابات دیئے'' اور یہاں متعدد کپڑوں میں نماز پڑھنے کے بیان میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس حدیث میں دونوں باتیں ہیں۔

١٠ - بَابُ مَا يَسْتُرُ مِنَ الْعَوْرَةِ — جس شرم گاہ کو چھپایا جائے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شرم گاہ کو چھپانا واجب ہے' شرم گاہ سے مراد وہ اعضاء ہیں' جن کو دکھانے سے انسان کو حیاء آتی ہے اور جن کو ظاہر کرنا عرف میں معیوب سمجھا جاتا ہے۔

٣٦٧ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ، وَاَنْ يَّحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ لَيْسَ عَلٰى فَرْجِهٖ مِنْهُ شَيْءٌ.

[اطراف الحدیث: ١٩٩١_٢١٤٤_٢١٤٧_٥٨٢٠_٥٨٢٢_٦٢٨٤]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشتمال صماء سے اور ایک کپڑے میں بہ طور احتباء بیٹھنے سے منع فرمایا کہ شرم گاہ پر کپڑے کا کوئی حصہ نہ ہو۔

(جامع المسانید لابن الجوزی:٢٠٤٢ مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ' سنن نسائی:٥٣٥٥' مسند احمد ج ٣ ص ٩_٦)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اس کی شرم گاہ پر کپڑے کا کوئی حصہ نہ ہو۔

صماء اور احتباء کا معنی

صماء لباس کی اس قسم کو کہتے ہیں کہ مثلاً انسان تہبند باندھے اور آگے سے یا پیچھے سے تہبند اٹھا کر اپنے کندھوں پر رکھ لے' جس سے اس کی اگلی یا پچھلی شرم گاہ کھل جائے۔

اور احتباء لباس کی اس قسم کو کہتے ہیں کہ مثلاً انسان نے صرف تہبند باندھا ہوا ہو اور وہ اپنی مقعد زمین پر ٹکا کر دونوں گھٹنے کھڑے کر کے بیٹھ جائے' اس طرح بیٹھنے میں یہ خطرہ ہے کہ اس کی شرم گاہ کھل جائے گی اور دکھائی دے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۱۲)

۳۶۸ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ' عَنْ اَبِي الزِّنَادِ ' عَنِ الْاَعْرَجِ ' عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعَتَيْنِ عَنِ اللِّمَاسِ وَالنِّبَاذِ ' وَاَنْ يَشْتَمِلَ الصَّمَّاءَ ' وَاَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ. [اطراف الحدیث: ۵۸۴-۵۸۸-۱۹۹۳-۲۱۴۵-۲۱۴۶-۵۸۱۹-۵۸۲۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ بن عقبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو قسم کی بیع سے منع کیا: الملماس اور النباذ اور اشتمال الصماء سے منع کیا اور ایک کپڑے میں بہ طور احتباء بیٹھنے سے۔

(صحیح مسلم: ۱۵۱۲' سنن ابوداؤد: ۳۳۷۷' سنن ابن ماجہ: ۲۱۷۰' ۳۵۵۹' سنن ترمذی: ۱۳۱۰' مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۹' جامع المسانید ابن الجوزی: ۴۳۵۰)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت صماء اور احتباء کی ممانعت میں ہے' کیونکہ لباس کی اس قسم سے شرم گاہ کھل جاتی ہے اور باب کا عنوان ہے: شرم گاہ کو چھپانا۔

بیع لماس کا معنی

''لماس'' اور ''ملامسہ'' کا معنی ہے: ایک دوسرے کو چھونا اور اس کی حسب ذیل تین تاویلات ہیں:

(۱) بائع (بیچنے والا) ایک پیکٹ میں خریدار کو کپڑا دے یا اندھیرے میں دے اور اس سے کہے: میں نے اتنے روپے میں تم کو یہ کپڑا فروخت کیا' بہ شرطیکہ تم اس کو چھو کر دیکھ لو اور تمہارا چھونا تمہارے دیکھنے کے قائم مقام ہوگا اور پھر دیکھنے کے بعد تم کو اسے واپس کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہوگا۔

(۲) بائع صرف چھونے کو بیع قرار دے کہ جس نے اس چیز کو چھو لیا اس کی بیع ہو گئی اور اسے وہ چیز خریدنی ہوگی۔

(۳) بائع یہ کہے کہ جب تم نے اس چیز کو چھو لیا تو بیع ہو گئی اور پھر تمہارے لیے خیار مجلس نہیں ہوگا۔

''بیع النباذ'' اور ''منابذہ'' کا معنی

''منابذہ'' کا معنی ہے: کسی چیز کو پھینکنا اور اس کی بھی حسب ذیل تاویلات ہیں:

(۱) بائع صرف پھینکنے کو بیع قرار دے اور یہ کہے کہ جب میں نے تمہاری طرف اس چیز کو پھینک دیا تو تمہیں رد کرنے کا اختیار نہیں رہے گا۔

(۲) یا اس سے مراد ہے: کنکری پھینکنا اور اس کی بھی تین تاویلات ہیں:

(۱) بائع یہ کہے کہ میں جس کپڑے یا جس چیز پر کنکری پھینک دوں گا' اس چیز کا خریدنا تم پر واجب ہوگا اور تمہارا اختیار منقطع ہو جائے گا۔

(۲) بائع یہ کہے کہ جب تک میں کنکری پھینکتا ہوں' تمہیں اختیار ہے اور جب میں نے کنکری پھینک دی تو تمہارا اختیار نہیں رہے گا۔

(۳) وہ صرف کنکری پھینکنے کو بیع قرار دے اور کہے کہ میں نے جس چیز پر کنکر پھینک دیا' اس کی اتنے روپے کے عوض بیع ہو گئی۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۱۴۔ ۱۱۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۶۹- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَمِّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَنِي أَبُو بَكْرٍ فِي تِلْكَ الْحَجَّةِ، فِي مُؤَذِّنِينَ يَوْمَ النَّحْرِ، نُؤَذِّنُ بِمِنًى أَنْ لَّا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ، وَلَا يَطُوفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ. قَالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ثُمَّ أَرْدَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا فَأَمَرَهُ أَنْ يُؤَذِّنَ بِبَرَاءَةٍ. قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَأَذَّنَ مَعَنَا عَلِيٌّ فِي أَهْلِ مِنًى يَوْمَ النَّحْرِ لَايَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ، وَلَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ. [اطراف الحدیث: ۱۶۲۲۔ ۳۱۷۷۔ ۴۳۶۳۔ ۴۶۵۵۔ ۴۶۵۶۔ ۴۶۵۷]

(صحیح مسلم: ۱۳۴۷' الرقم المسلسل: ۳۲۲۹' سنن نسائی: ۲۹۵۷' سنن ابوداؤد: ۱۹۴۶' صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۰۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب کے بھتیجے نے حدیث بیان کی از عم خود' انہوں نے کہا: مجھے حمید بن عبدالرحمان بن عوف نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے بیان کیا کہ مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ نے اس حج میں یوم النحر کو اعلان کرنے والوں میں بھیجا کہ ہم منٰی میں یہ اعلان کریں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ کوئی بیت اللہ کا برہنہ طواف کرے گا۔ حمید بن عبد الرحمان نے کہا: پھر ان کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کو بھیجا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ براءت کا اعلان کریں' حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ پھر ہمارے ساتھ حضرت علی نے یوم النحر (قربانی کے دن) کو اہل منٰی میں یہ اعلان کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ کوئی بیت اللہ کا برہنہ طواف کرے گا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) اسحاق بن ابراہیم' صحیح بخاری کے اکثر نسخوں میں صرف اسحاق کا ذکر ہے اور نسبت کا ذکر نہیں ہے' اسی وجہ سے حفاظ نے اس میں تردد کیا ہے' بعض نے کہا: یہ اسحاق بن منصور ہے' بعض نے کہا: اسحاق بن ابراہیم ہے' اور مشہور اسحاق بن راھویہ ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک یعقوب بن ابراہیم سے روایت کرتا ہے اور جس نسخہ میں اسحاق بن ابراہیم ہے' وہ زیادہ صحیح ہے (۲) یعقوب بن ابراہیم بن سعد' یہ عبدالرحمان بن عوف کے نواسے ہیں (۳) ابن شہاب کے بھتیجے' وہ محمد بن عبداللہ الزہری کے بھتیجے ہیں' اور الزہری محمد بن مسلم بن شہاب ہیں (۴) ان کے چچا اور وہ الزہری ہیں (۵) حمید بن عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ (۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۱۵۔ ۱۱۴)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ''کوئی شخص بیت اللہ کا برہنہ طواف نہ کرے''۔ یہ جملہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ شرم گاہ کو چھپانا واجب ہے اور یہی باب کا عنوان ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ کو کس سال میں حج کا امیر بنایا گیا تھا؟

اس حدیث میں مذکور ہے: ''اس حج میں''۔ اس سے مراد وہ حج ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ کو حج کا امیر بنایا تھا' یہ حجۃ الوداع سے ایک سال پہلے تھا' اور یہ نو ہجری کا سال تھا۔

اعلانِ براءت کا قرآن مجید میں ذکر

اس حدیث میں مذکور ہے: ''اعلان کرنے والوں میں'' وہ جماعت جو قربانی کے دن منیٰ میں اعلان کر رہی تھی کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا' اور کوئی شخص کعبہ کا برہنہ طواف نہیں کرے گا' قرآن مجید میں ہے:

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهٗ. (التوبہ: ۳) اور اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے حج اکبر کے دن اعلان عام ہے کہ اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے بیزار ہیں۔

سنن ابوداؤد میں ہے: ''یوم الحج الاکبر'' قربانی کا دن ہے' مشہور یہ ہے کہ ''الحج الاکبر'' حج ہے اور ''حج اصغر'' عمرہ ہے اور بعض روایات سے ثابت ہے کہ جو حج جمعہ کے دن ہو' وہ حج اکبر ہے اور اس حج میں ستر حج کا ثواب ہوتا ہے۔ شرح صحیح مسلم (ج ۳ ص ۶۹۲ ۔ ۶۸۸) میں' میں نے اس کی کافی تحقیق کی ہے۔ ۱۹۹۴ء میں جب میں نے حج کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی حج اکبر عطا کیا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اعلانِ براءت کے لیے بھیجنے کی حکمت

پھر حضرت ابوبکر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو بھیجا' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی کو بھیجا' حضرت ابوبکر کے روانہ ہونے کے بعد سورۂ توبہ کا ابتدائی حصہ نازل ہوا' پس کہا گیا: یارسول اللہ! اگر آپ حضرت ابوبکر کو بھیج دیتے کہ وہ لوگوں کے سامنے حج کے موقع پر مشرکین سے براءت کی آیات پڑھتے' تو آپ نے فرمایا: مشرکین سے براءت کی آیات کو وہی شخص پڑھ سکتا ہے جو میرا قریبی رشتہ دار ہو' پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا: تم جاؤ اور قربانی کے دن منیٰ میں لوگوں کے سامنے سورۂ توبہ کی ابتدائی آیات پڑھنا جن میں مشرکین سے براءت کا اعلان کیا گیا ہے' پھر حضرت علی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی العضباء پر سوار ہوئے' حتیٰ کہ ذوالحلیفہ کے مقام پر حضرت ابوبکر سے مل گئے' حضرت ابوبکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی کی آواز سنی' دیکھا تو وہ حضرت علی تھے' حضرت ابوبکر نے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو حج کا امیر بنا دیا ہے؟ حضرت علی نے فرمایا: نہیں! لیکن مجھے اس لیے بھیجا ہے کہ لوگوں کے سامنے اعلانِ براءت میں کروں' حضرت ابوبکر نے پھر پوچھا کہ آپ امیر ہیں یا مامور ہیں؟ حضرت علی نے کہا: بلکہ میں مامور ہوں' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مشرکین سے اعلانِ براءت صرف وہ شخص کر سکتا ہے' جو آپ کے اہل بیت سے ہو۔

بعض روایات میں ہے کہ حضرت ابوبکر واپس گئے اور پوچھا: یارسول اللہ! کیا میرے متعلق کوئی حکم نازل ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! لیکن جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے اور انہوں نے کہا: آپ کی طرف سے یا آپ خود معاہدہ فسخ کریں گے یا آپ کا قریبی رشتہ دار' اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اعلانِ براءت کرانے میں کیا حکمت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اعلانِ براءت معاہدہ توڑنے کے اعلان کو متضمن ہے اور عرب میں یہ دستور تھا کہ معاہدہ باقی رکھنے یا توڑنے کا اعلان یا تو صاحب معاہدہ خود کرتا تھا یا اس کا قریبی رشتہ دار' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ چاہا کہ مشرکین کے ساتھ صلح کا جو حدیبیہ میں معاہدہ کیا گیا تھا' اس کو توڑنے کا اعلان آپ کا قریبی رشتہ دار کرے' تاکہ اس میں کسی کو اعتراض کی گنجائش نہ رہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ میں برہنہ طواف کو باطل کر دیا اور اس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ شرم گاہ کو چھپانا واجب ہے اور یہی اس باب کا عنوان ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۱۶۔۱۱۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۱۸۳۔ ج ۳ ص ۶۷۷ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:
(۱) معاہدہ حدیبیہ کو توڑنے کا سبب (۲) ۹ھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے التواء کا سبب (۳) حضرت ابوبکر کی امارت کے باوجود حضرت علی سے اعلانِ براءت کرانے کا سبب (۴) حضرت ابوبکر کو احکامِ حج کا امیر بنانے اور حضرت علی سے اعلانِ براءت کرانے میں حکمت (۵) کافر کے مسجد میں داخل ہونے کے بارے میں مالکیہ کا نظریہ (۶) کافر کے مسجد میں داخل ہونے کے بارے میں حنابلہ کا نظریہ (۷) کافر کے مسجد میں داخل ہونے کے بارے میں شوافع کا نظریہ (۸) کافر کے مسجد میں داخل ہونے کے بارے میں احناف کا نظریہ (۹) مؤقف احناف پر احادیث سے دلائل (۱۰) ائمہ ثلاثہ کی دلیل کے جوابات (۱۱) یوم حج اکبر کی تعیین میں مختلف اقوال (۱۲) یوم حج اکبر کے متعلق احادیث (۱۳) جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہوا اس سال حج اکبر ہونے کی تحقیق (۱۴) حج اکبر کے متعلق مختلف روایات میں تطبیق (۱۵) جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہوا اس سال حج اکبر ہونے کے ثبوت میں روایات (۱۶) جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہوا اس سال حج اکبر ہونے کا ثبوت از روئے درایت۔

* یہ بحث شرح صحیح مسلم میں ص ۶۷۷ سے ۶۹۲ تک پھیلی ہوئی ہے۔

۱۱ - بَابُ الصَّلٰوةِ بِغَيْرِ رِدَاءٍ

بغیر چادر کے نماز پڑھنا

۳۷۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ اَبِي الْمَوَالِيْ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، وَهُوَ يُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ مُلْتَحِفًا بِهٖ، وَرِدَاؤُهٗ مَوْضُوْعٌ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْنَا يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ، تُصَلِّيْ وَرِدَاؤُكَ مَوْضُوْعٌ؟ قَالَ نَعَمْ اَحْبَبْتُ اَنْ يَرَانِي الْجُهَّالُ مِثْلُكُمْ، رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ هٰكَذَا.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۸۶۸، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی الموالی نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، اس وقت وہ ایک کپڑے کو اپنے گرد لپیٹ کر نماز پڑھ رہے تھے اور ان کی چادر رکھی ہوئی تھی، جب وہ نماز سے فارغ ہوگئے تو ہم نے کہا: اے ابو عبد اللہ! آپ نماز پڑھ رہے ہیں اور آپ کی چادر رکھی ہوئی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! میں نے یہ پسند کیا کہ تم ایسے جاہل مجھ کو دیکھ لیں، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۵۲ میں کر دی گئی ہے، وہاں اس کا عنوان تھا: ''نماز میں تہبند کو گدی پر باندھنا'' اور یہاں اس کا عنوان ہے: ''بغیر چادر کے نماز پڑھنا'' اور یہ دونوں امر اس حدیث میں موجود ہیں۔

۱۲ - بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الْفَخِذِ

ران کے متعلق جو احادیث ذکر کی جاتی ہیں

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیا ران شرم گاہ ہے یا نہیں؟ اور اس باب کی ابواب سابقہ سے یہ مناسبت ہے کہ سابقہ ابواب میں نماز میں کندھوں پر کپڑا باندھنے کا ذکر تھا اور اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیا ران کو کپڑے سے ڈھانپنا چاہیے یا نہیں۔ اس کے بعد امام بخاری نے یہ تعلیق ذکر کی ہے:

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَيُرْوٰى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَجَرْهَدٍ، وَمُحَمَّدِ بْنِ جَحْشٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

امام ابو عبد اللہ نے کہا از حضرت ابن عباس و حضرت جرھد و حضرت محمد بن جحش رضی اللہ عنہم از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کی گئی ہے کہ ران

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْفَخِذُ عَوْرَةٌ. شرم گاہ ہے۔

تعلیقات مذکورہ ذیل سے امام بخاری کا یہ ثابت کرنا کہ ران شرم گاہ ہے

اس تعلیق کی اصل یہ احادیث ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ران شرم گاہ ہے۔ (سنن ترمذی:۲۷۹۶ مسند احمد ج۱ص ۲۷۵)

حضرت جرھد بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں جرھد کے پاس سے گزرے اس وقت حضرت جرھد کی ران کھلی ہوئی تھی تو آپ نے فرمایا: ران شرم گاہ ہے۔ (سنن ترمذی:۲۷۹۵ مسند احمد ج ۳ص ۴۷۸)

عبداللہ بن جرھد اسلمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ران شرم گاہ ہے۔ (سنن ترمذی:۲۷۹۷)

امام ترمذی نے کہا: اس باب میں عبداللہ بن جحش سے بھی روایت کی گئی ہے (وہ حسب ذیل ہے:)

حضرت محمد بن جحش رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا' آپ کا معمر پر گزر ہوا اس وقت ان کی رانیں کھلی ہوئی تھیں' تو آپ نے فرمایا: اے معمر! اپنی رانوں کو ڈھکو کیونکہ ران شرم گاہ ہے۔

(المعجم الکبیر:۵۵۵۔ ۵۵۴۔ ۵۵۳۔ ۵۵۲۔ ۵۵۱۔ ج۱۹ص ۲۴۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

تعلیقات مذکورہ ذیل سے یہ ثابت کرنا کہ ران شرم گاہ نہیں ہے

وَقَالَ اَنَسٌ حَسَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَخِذِهٖ. اور امام بخاری نے کہا: حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ران سے کپڑا ہٹایا۔

اس تعلیق کو خود امام بخاری حدیث:۳۷۱ میں سند موصول سے روایت کر رہے ہیں۔

وَحَدِيْثُ اَنَسٍ اَسْنَدُ، وَحَدِيْثُ جَرْهَدٍ اَحْوَطُ حَتّٰى نَخْرُجَ مِنِ اخْتِلَافِهِمْ. حضرت انس کی حدیث کی سند زیادہ قوی ہے اور حضرت جرھد کی حدیث میں احتیاط ہے' حتیٰ کہ ہم ان کے اختلاف سے نکل جائیں۔

امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ ران کے شرم گاہ ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف ہے اور احتیاط اس میں ہے کہ ران کو شرم گاہ قرار دیا جائے۔

وَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى غَطَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُكْبَتَيْهِ حِيْنَ دَخَلَ عُثْمَانُ. اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: جب حضرت عثمان داخل ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے گھٹنوں کو ڈھانپ لیا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے حجرے میں لیٹے ہوئے تھے' آپ نے اپنی رانوں یا پنڈلیوں کو کھولا ہوا تھا' پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو اجازت دے دی' اور آپ اسی حالت میں تھے' پس ان سے باتیں کرتے رہے' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی' آپ نے ان کو اجازت دے دی اور آپ اسی حالت میں تھے' پس ان سے باتیں کرتے رہے' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے درست کر لیے' پھر حضرت عثمان داخل ہوئے' پس آپ نے ان سے باتیں کیں' جب وہ چلے گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: حضرت ابوبکر آئے تو آپ نے ان کی کوئی پرواہ نہیں کی' پھر حضرت عمر آئے تو آپ نے ان کی کوئی پرواہ نہیں کی اور کوئی اہتمام نہیں کیا' پھر جب

حضرت عثمان آئے تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور آپ نے اپنے کپڑے درست کر لیے؟ آپ نے فرمایا: میں اس شخص سے حیاء کیوں نہ کروں جس سے فرشتے (بھی) حیاء کرتے ہیں۔ (صحیح مسلم: ۲۴۰۱ 'الرقم المسلسل: ۶۰۹۲)

حضرت ابوموسیٰ کی حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھٹنوں کو کھولا ہوا تھا اور حضرت عثمان کے آنے پر گھٹنوں کو ڈھانپ لیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے: آپ نے رانوں کو کھولا ہوا تھا اور حضرت عثمان کے آنے پر ان کو ڈھانپ لیا' ان تعلیقوں سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ رانوں کے شرم گاہ ہونے یا نہ ہونے میں احادیث مختلف ہیں اور حضرت جرھد رضی اللہ عنہ کی حدیث پر عمل کرنے میں احتیاط ہے۔

جب ران شرم گاہ نہیں ہے تو پھر حضرت جرھد کی حدیث میں اس کو شرم گاہ کہنے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

مہلب نے کہا ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث سے اس پر استدلال کیا ہے کہ ران شرم گاہ نہیں ہے' ورنہ حضرت ابوبکر اور عمر کے آنے پر ران کو کھلا نہ رکھتے' اس سے معلوم ہوا کہ ران کا شرم گاہ ہونا اس قدر قوی نہیں ہے جتنا کسی چیز کے شرم گاہ ہونے کے لیے قوی الثبوت ہونا چاہیے' اس کے باوجود ران کو ڈھانپنے کا حکم دیا جاتا ہے۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: ران کو ڈھانپنے کا اس لیے حکم دیا جاتا ہے کہ ران کا کھلا ہونا کہیں اصل شرم گاہ کے کھلے ہونے کا ذریعہ نہ بن جائے' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ران شرم گاہ ہے' چونکہ ران شرم گاہ کے قریب اور اس کے جوار میں ہے' اس لیے اس کو بھی شرم گاہ فرمایا' اس لیے اس پر اجماع ہے کہ جس نے اس طرح نماز پڑھی کہ اس کا آلہ اور اس کی مقعد کھلی ہوئی تھی تو اس پر اس نماز کا اعادہ واجب ہے اور جس نے اس حال میں نماز پڑھی کہ اس کی ران کھلی ہوئی تھی تو اس نماز کا اعادہ کرنے میں اختلاف ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب ران کا شرم گاہ ہونا قطعی اور حتمی نہیں ہے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان کے آنے پر اپنی رانوں کو کیوں ڈھانپ لیا؟ اس کا جواب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود دیا ہے کہ میں اس سے حیاء کیوں نہ کروں جس سے آسمان کے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب میں سے ہر ایک کی خصوصی فضیلت بیان فرماتے تھے' اگرچہ نفس حیاء تمام اصحاب میں تھی' لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں حیاء کا عنصر بہت غالب تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۶-۳۵ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حضرت ابوموسیٰ کی تعلیق میں گھٹنے کا ذکر ہے' گھٹنا شرم گاہ نہیں ہے اور حضرت عثمان کے آنے پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گھٹنے کو ڈھانپنا بہ طور استحباب تھا اور ران کے ادب اور احترام کی وجہ سے تھا۔ اس کے بعد امام بخاری نے اس باب کی آخری تعلیق ذکر کی:

وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَخِذُهٗ عَلٰى فَخِذِيْ ' فَثَقُلَتْ عَلَيَّ ' حَتّٰى خِفْتُ اَنْ تَرُضَّ فَخِذِيْ.

اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن نازل کیا اور آپ کی ران میری ران کے اوپر تھی' وہ مجھ پر اتنی وزنی اور بھاری ہوگئی کہ مجھے خطرہ تھا کہ میری ران ٹوٹ جائے گی۔

امام بخاری نے اس تعلیق کو النساء: ۹۵ کی تفسیر میں موصولاً روایت کیا ہے۔

(صحیح البخاری: ۴۵۹۲' سنن ترمذی: ۳۰۳۳' سنن نسائی: ۳۰۹۷' مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۴)

تعلیق مذکور کو امام بخاری کا بے مقصد وارد کرنا

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ران شرم گاہ ہے اور نہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ ران شرم گاہ نہیں ہے' اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اور حضرت زید بن ثابت دونوں کی رانوں پر کپڑا نہ ہوتا اور دونوں کی رانیں برہنہ ہوتیں اور آپ کی ران حضرت زید بن ثابت کی ران پر ہوتی' پھر اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا کہ ران شرم گاہ نہیں ہے' لیکن اس حدیث میں اس طرح مذکور نہیں ہے' پھر امام بخاری نے اس تعلیق کو کس مقصد سے ذکر کیا ہے' یہ واضح نہیں ہے۔

علامہ اسماعیلی کا امام بخاری پر اعتراض اور حافظ ابن حجر کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ اسماعیلی نے اس تعلیق پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث سے امام بخاری نے اس پر استدلال کیا ہے کہ ران شرم گاہ نہیں ہے اور یہ اس وقت ثابت ہوتا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ران اور حضرت زید بن ثابت کی ران کے درمیان کپڑا حائل نہ ہوتا اور اس حدیث میں اس طرح مذکور نہیں ہے' بلکہ معروف یہ ہے کہ دونوں کی رانوں پر کپڑا تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ امام بخاری نے اصل سے استدلال کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۴۴' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر کے جواب پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کا یہ جواب بالکل درست نہیں ہے' حافظ ابن حجر نے جو یہ کہا ہے کہ امام بخاری نے اصل سے استدلال کیا ہے' کیا اس سے ان کی یہ مراد ہے کہ اصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ دونوں کی رانیں برہنہ تھیں' العیاذ باللہ' تب ہی یہ ثابت ہوگا کہ ران شرم گاہ نہیں ہے اور یہ معنی بداھۃً باطل ہے اور اگر اصل سے یہ مراد ہے کہ دونوں کی رانوں پر کپڑا تھا تو اس سے امام بخاری کا مقصود ثابت نہیں ہوتا کہ ران شرم گاہ نہیں ہے اور علامہ اسماعیلی کا اعتراض لوٹ آتا ہے' سو حافظ ابن حجر کا امام بخاری کی طرف سے جواب نہ بن سکا۔

۳۷۱ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا خَيْبَرَ، فَصَلَّيْنَا عِنْدَهَا صَلٰوةَ الْغَدَاةِ بِغَلَسٍ، فَرَكِبَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَكِبَ أَبُو طَلْحَةَ، وَأَنَا رَدِيفُ أَبِي طَلْحَةَ، فَأَجْرٰى نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي زُقَاقِ خَيْبَرَ، وَإِنَّ رُكْبَتِي لَتَمَسُّ فَخِذَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ حَسَرَ الْإِزَارَ عَنْ فَخِذِهِ، حَتّٰى إِنِّي أَنْظُرُ إِلٰى بَيَاضِ فَخِذِ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا دَخَلَ الْقَرْيَةَ قَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ، خَرِبَتْ خَيْبَرُ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ. قَالَهَا ثَلَاثًا، قَالَ وَخَرَجَ الْقَوْمُ إِلٰى أَعْمَالِهِمْ، فَقَالُوا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن علیہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن صہیب نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں جہاد کیا' ہم نے خیبر کے پاس منہ اندھیرے صبح کی نماز پڑھی' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے' اور حضرت ابوطلحہ سوار ہوئے' اور میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی گلیوں میں گھوڑے کو دوڑایا' اور بے شک میرا گھٹنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ران کو چھو رہا تھا' پھر آپ نے اپنی ران سے تہبند ہٹایا حتیٰ کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ران کی سفیدی کو دیکھ رہا تھا' پس جب آپ بستی میں داخل ہوئے تو آپ نے فرمایا: اللہ اکبر! خیبر ویران ہو گیا' بے شک ہم جن لوگوں کی بستی میں پہنچتے ہیں تو ان لوگوں کی صبح کیسی بُری ہوتی ہے جن کو ڈرایا گیا ہے' آپ نے یہ کلمات تین

مُحَمَّدٌ. قَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ وَقَالَ بَعْضُ أَصْحَابِنَا وَالْخَمِيْسُ يَعْنِي الْجَيْشَ. قَالَ فَأَصَبْنَاهَا عَنْوَةً، فَجُمِعَ السَّبْيُ، فَجَاءَ دِحْيَةُ، فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، أَعْطِنِي جَارِيَةً مِّنَ السَّبْيِ، قَالَ اذْهَبْ فَخُذْ جَارِيَةً. فَأَخَذَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ، فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، أَعْطَيْتَ دِحْيَةَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ، سَيِّدَةَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيْرِ؟ لَا تَصْلُحُ إِلَّا لَكَ. قَالَ ادْعُوْهُ بِهَا. فَجَاءَ بِهَا فَلَمَّا نَظَرَ إِلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خُذْ جَارِيَةً مِّنَ السَّبْيِ غَيْرَهَا. قَالَ فَأَعْتَقَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَزَوَّجَهَا. فَقَالَ لَهُ ثَابِتٌ يَا أَبَا حَمْزَةَ، مَا أَصْدَقَهَا؟ قَالَ نَفْسَهَا، أَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا، حَتّٰى إِذَا كَانَ بِالطَّرِيْقِ، جَهَّزَتْهَا لَهُ أُمُّ سُلَيْمٍ، فَأَهْدَتْهَا لَهُ مِنَ اللَّيْلِ، فَأَصْبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرُوْسًا، فَقَالَ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ شَيْءٌ فَلْيَجِئْ بِهِ. وَبَسَطَ نِطَعًا، فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيْءُ بِالتَّمْرِ، وَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيْءُ بِالسَّمْنِ. قَالَ وَأَحْسِبُهُ قَدْ ذَكَرَ السَّوِيْقَ، قَالَ فَحَاسُوْا حَيْسًا، فَكَانَتْ وَلِيْمَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

مرتبہ فرمائے، خیبر کے لوگ اپنے کام کے لیے نکلے تو انہوں نے کہا: محمد (راوی) عبدالعزیز نے بیان کیا اور ہمارے بعض اصحاب نے کہا اور خمیس یعنی لشکر، پھر ہم نے جنگ سے خیبر کو فتح کر لیا، پھر قیدیوں کو جمع کیا گیا، پس حضرت دحیہ آئے اور کہا: یا رسول اللہ! مجھے قیدیوں میں سے ایک باندی دے دیں، آپ نے فرمایا: جاؤ! ایک باندی لے لو، انہوں نے صفیہ بنت حُیی کو لے لیا، ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا: یا نبی اللہ! آپ نے حضرت دحیہ کو صفیہ بنت حُیی عطا کر دی، جو بنو قریظہ اور بنو نضیر کی سردار ہے، وہ صرف آپ کے لائق ہے، آپ نے فرمایا: دحیہ کو اس کے ساتھ بلاؤ، حضرت دحیہ اس کے ساتھ آئے، پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا تو آپ نے فرمایا: تم اس کے سوا قیدیوں میں سے کوئی اور باندی لے لو، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا، حضرت انس سے ثابت نے کہا: اے ابو حمزہ! حضرت صفیہ کا مہر کیا تھا؟ انہوں نے کہا: وہ خود تھیں، آپ نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا (ان کے آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دیا) حتیٰ کہ جب آپ راستے میں تھے تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ان کو تیار کیا (دلہن بنایا)، پھر رات کو انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور دولہا کے صبح کی، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس (کھانے کی) کوئی چیز ہے وہ لے کر آئے اور چمڑے کا دستر خوان بچھا دیا، پھر کوئی شخص کھجوریں لے کر آیا اور کوئی شخص گھی لے کر آیا اور میرا گمان ہے ستو کا ذکر کیا، پھر انہوں نے حیس (ایک قسم کا حلوہ) بنا لیا اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولیمہ تھا۔

[اطراف الحدیث: ۶۱۰-۹۴۷-۲۲۳۵-۲۲۲۸-۲۸۸۹-۲۸۹۳-۲۹۴۳-۲۹۴۴-۲۹۴۵-۲۹۹۱-۳۰۸۵-۳۰۸۶-۳۳۶۷-۳۶۴۷-۴۰۸۳-۴۰۸۴-۴۱۹۷-۴۱۹۸-۴۲۰۰-۴۲۰۱-۴۲۱۱-۴۲۱۲-۵۱۵۹-۵۱۶۹-۵۳۸۷-۵۴۲۵-۶۳۶۳-۶۳۶۹] (صحیح مسلم: ۱۸۰۲، الرقم المسلسل: ۵۸۴۳، سنن نسائی: ۳۳۸۰، سنن ابوداؤد: ۲۹۹۸، السنن الکبریٰ للنسائی: ۶۵۹۹، صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۳۳، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۱۲۷، صحیح ابن حبان: ۶۵۲۱، مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۲ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۱۹۹۲، ج ۱۹ ص ۵۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۰۴، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے چار رجال ہیں: (۱) یعقوب بن ابراہیم الدورقی (۲) اسماعیل بن عُلَیہ (۳) عبدالعزیز بن صہیب البنانی البصری الاعمی (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر آپ نے اپنی ران سے تہبند ہٹایا' حتیٰ کہ میں نے نبی ﷺ کی ران کی سفیدی دیکھی۔

خیبر کا معنی اور اس کا محل وقوع

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر میں جہاد کیا' یعنی آپ نے اس شہر میں جہاد کیا جس کا نام خیبر ہے' یہود کی لغت میں خیبر کا معنی ہے: قلعہ' سب سے پہلے بنی اسرائیل کا جو شخص اس قلعہ میں رہا تھا' اس کا نام خیبر تھا' اسی کے نام پر اس قلعہ کا نام خیبر رکھ دیا گیا' یہ شہر مدینہ منورہ سے شمال مشرق میں چھ مرحلہ کی مسافت پر ہے' یہاں پر کھجور کے باغات بہ کثرت ہیں' اسلام کی ابتداء میں یہاں بنوقریظہ اور بنونضیر رہتے تھے' امام ابن سعد نے کہا: غزوۂ خیبر جمادی الاولیٰ ۷ ھ میں ہوا تھا' امام ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ ﷺ حدیبیہ سے لوٹنے کے بعد ذوالحجہ' محرم اور باقی عرصہ مدینہ میں رہے' پھر خیبر کے لیے روانہ ہوئے اور ۶ ھ میں ایک ماہ اور چند ایام باقی رہتے تھے۔ مشہور قول امام ابن سعد کا ہے۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت ابوطلحہ کے سوار ہونے کا ذکر ہے' حضرت ابوطلحہ کا نام زید بن سہل انصاری ہے' یہ عقبہ میں اور تمام مشاہد میں حاضر رہے ہیں' یہ نقباء میں سے ایک ہیں' ان سے ۹۲' احادیث مروی ہیں' امام بخاری نے ان کی تین حدیثوں کو روایت کیا ہے' یہ مدینہ میں یا شام میں ۳۲ ھ یا ۳۴ ھ میں فوت ہو گئے تھے' حضرت انس رضی اللہ عنہ ان کے لے پالک تھے۔

آیا آپ نے اپنی ران سے تہبند قصداً ہٹایا تھا یا سہواً؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ پھر آپ نے اپنی ران سے تہبند ہٹایا' حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس جملہ کی شرح میں لکھا ہے:
نبی ﷺ نے قصداً اپنا تہبند ران سے نہیں ہٹایا تھا' جس سے یہ استدلال ہو کہ ران شرم گاہ نہیں ہے کیونکہ اگر ران شرم گاہ ہوتی تو آپ اس کی برہنگی پر برقرار نہ رہتے' کیونکہ آپ اس سے معصوم ہیں' اگر یہ فرض کیا جائے کہ ران شرم گاہ نہیں ہے' پھر بھی مختار اس کو ڈھانپنا ہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ آپ نے بیان جواز کے لیے غیر مختار پر عمل کیا ہو' لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ پھر آپ پر لازم تھا کہ آپ بیان کر دیتے کہ یہ سہواً ہوا ہے' جیسے جب آپ سے نماز میں سہو ہوا تو آپ نے بعد میں بیان فرما دیا کہ میں نماز میں بھول گیا تھا اور حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس کیفیت پر برقرار رہے تھے' کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ کی ران کی سفیدی دیکھ رہا تھا۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۳۶' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ ھ)

علامہ بدر الدین عینی نے اس کی شرح میں لکھا ہے: جب حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی ران کھلی ہوئی دیکھی تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ آپ نے ران خود کھولی ہے' اس لیے انہوں نے کہا: آپ نے ران سے کپڑا ہٹایا حالانکہ واقع میں اس طرح نہیں تھا' رش کی وجہ سے یا گھوڑا دوڑانے کی وجہ سے آپ کی ران سے کپڑا ہٹ گیا تھا' اور آپ کے حال کریم کے یہی مناسب ہے کہ آپ نے قصداً ران سے کپڑا نہیں ہٹایا تھا جب کہ آپ فرما چکے ہیں کہ ران شرم گاہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۲۵)

درج ذیل جملہ آیا آپ کی دعا تھی یا نیک شگون؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: بے شک ہم جن لوگوں کی بستی میں پہنچتے ہیں تو ان لوگوں کی صبح کیسی خراب ہوتی ہے' جن کو ڈرایا گیا ہے۔

یہ یہودیوں کے خلاف نبی ﷺ کا دعائیہ جملہ ہے یا آپ نے نیک شگون کے طور پر ایسا فرمایا یا آپ نے یہودیوں کی شکست کی پیشگی خبر دی ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ آپ نے مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے حضرت دحیہ کو باندی کیسے عطا کی؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت دحیہ رضی اللہ سے فرمایا: جاؤ! کوئی باندی لے لو۔
اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے نبی ﷺ کے لیے حضرت دحیہ کو باندی عطا کرنا کیسے جائز ہو گیا۔
اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) نبی ﷺ نے حضرت دحیہ کو اس لیے اجازت دی تھی کہ بعد میں آپ کے حصہ کا جو خمس ہوگا' اس میں سے اس باندی کو محسوب کر لیا جائے گا۔

(۲) نبی ﷺ نے حضرت دحیہ کو حضرت صفیہ کے بدلے میں سات نفوس عطا کیے تھے اور انہوں نے خوشی سے حضرت صفیہ کو واپس کیا تھا' اس لیے اس میں کراہت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

(۳) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے حضرت دحیہ کو اس لیے اجازت دی ہو کہ بعد میں اس باندی کی قیمت لگا کر اس قیمت کو حضرت دحیہ کے حصہ سے وضع کر لیا جائے۔

(۴) اگرچہ بہ ظاہر تقسیم سے پہلے اس مالِ غنیمت میں تمام مسلمانوں کا حق تھا' لیکن حقیقت میں نبی ﷺ تمام مسلمانوں کی جانوں اور مالوں پر خود ان مسلمانوں سے زیادہ تصرف کرنے کے مالک ہیں' قرآن مجید میں ہے:
اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ . (الاحزاب:٦) نبی مؤمنین کی جانوں پر تصرف کرنے کے زیادہ مستحق ہیں۔

حضرت صفیہ بنت حیی ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا تذکرہ

ان کا پورا نام ہے: صفیہ بنت حیی بن اخطب بن سعیہ' یہ حضرت ہارون علیہ السلام کی بیٹیوں میں سے ہیں' ان کی والدہ کا نام برہ بنت سموئل ہے' الواقدی نے کہا ہے: یہ حضرت معاویہ کی خلافت میں ۵۰ ھ میں فوت ہو گئی تھیں اور ان کو البقیع میں دفن کیا گیا تھا' پہلے کنانہ بن ابی الحقیق کے نکاح میں تھیں' جو جنگ خیبر میں قتل کر دیا گیا تھا۔

صحیح مسلم: ۱۳۶۵' کی ایک روایت میں ہے: نبی ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو حضرت دحیہ سے سات باندیوں کے عوض خرید لیا تھا' لیکن اس پر خریدنے کا اطلاق مجازاً ہے' نبی ﷺ نے ان کی تکریم اور ان کی فضیلت ظاہر کرنے کے لیے ان کے بدلہ میں ان کو سات باندیاں یا سات غلام عطا کیے تھے اور آپ نے ان کو اس لیے لیا تھا کہ وہ خاندانِ نبوت سے تھیں کیونکہ آپ نے فرمایا تھا: وہ میرے بھائی حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی اولاد میں سے ہیں اور ایک سردار کی صاحب زادی ہیں' علاوہ ازیں وہ بہت حسین و جمیل تھیں' جو ان سے کثرتِ نکاح کی خواہش کا باعث تھا' تاکہ ان سے جو اولاد ہو' وہ بھی حسین و جمیل ہو' سو ان وجوہ سے نبی ﷺ نے ان سے نکاح کیا تھا نہ کہ شہوتِ نفسانیہ کی وجہ سے کیونکہ نبی ﷺ اس سے معصوم ہیں۔

اس اعتراض کا جواب کہ نبی ﷺ نے حضرت دحیہ کو حضرت صفیہ ہبہ کر کے واپس لے لیں حالانکہ کسی کو کوئی چیز ہبہ کر کے واپس لینا مکروہ ہے

اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) نبی ﷺ نے حضرت دحیہ کو خصوصیت کے ساتھ حضرت صفیہ ہبہ نہیں کی تھیں' بلکہ آپ کا مطلب یہ تھا کہ باندیوں میں سے کوئی

باندی لے لو آپ کا یہ مطلب نہیں تھا کہ ان باندیوں میں سے جو سب سے اعلیٰ اور افضل باندی ہو اس کو لے لو۔

(۲) اگر ہبہ برقرار رکھنے میں خطرہ ہو تو اس ہبہ سے رجوع کرنا بلا کراہت جائز ہے اور یہاں ایسا ہی تھا کیونکہ مسلمانوں کو یہ گوارا نہیں تھا کہ حضرت دحیہ کے پاس حضرت صفیہ رہیں' جو صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شایانِ شان تھیں۔

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت دحیہ کے بہ منزلہ والد ہیں اور والد اپنی اولاد کو ہبہ کر کے بلا کراہت واپس لے سکتا ہے۔

(۴) جس کو ہبہ کیا ہے اس کی رضا سے ہبہ کی ہوئی چیز واپس لی جائے تو پھر کوئی کراہت نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت دحیہ کی رضا سے حضرت صفیہ کو واپس لیا تھا۔

(۵) جس کو ہبہ کیا گیا ہے' اگر اس کو ہبہ کی ہوئی چیز کا کوئی عوض یا بدلہ دے دیا جائے تو پھر اس سے ہبہ شدہ چیز کو واپس لینے میں کوئی کراہت نہیں ہے اور علامہ واقدی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت دحیہ کو کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق کی بہن عطا کر دی تھی اور انہوں نے خوش دلی سے حضرت صفیہ کو واپس کر دیا تھا۔

(۶) قاضی عیاض نے کہا ہے کہ میرے نزدیک حضرت صفیہ اموال فئی میں سے تھیں' کیونکہ وہ کنانہ بن الربیع کی بیوی تھیں اور وہ اور ان کے اہل بنو الحقیق میں سے تھے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شرط پر صلح کر لی تھی کہ وہ کوئی خزانہ نہیں چھپائیں گے اور اگر انہوں نے کچھ چھپایا تو پھر ان کی حفاظت کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے' اور آپ نے ان سے حیی بن اخطب کے خزانے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے اس کو چھپا لیا' پھر آپ ان کے پاس اس خزانے پر مطلع ہو گئے تو انہوں نے اپنا عہد توڑ دیا' پھر آپ نے ان کو قید کر لیا اور حضرت صفیہ بھی ان قیدیوں میں سے تھیں' پس وہ مال فئے میں سے تھیں نہ کہ خمس میں سے تھیں اور مال فئے میں امام جس طرح چاہے تصرف کر سکتا ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: قاضی عیاض نے یہ جواب اپنے مذہب کے مطابق دیا ہے کہ فئے میں سے خمس نہیں نکالا جا سکتا اور دوسروں کا مذہب یہ ہے کہ مال فئے میں سے بھی خمس نکالا جا سکتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۲۸۔۱۲۷' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

(۷) میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کو جو دے کر واپس لیا تھا' اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے کیونکہ آپ تمام مسلمانوں کی جانوں اور مالوں کے مالک ہیں اور ان کی جانوں اور مالوں پر تصرف کرنے کے ان سے زیادہ مستحق ہیں۔

دورانِ جنگ نعرۂ تکبیر لگانا اور حضرت صفیہ کے آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دینے کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کے دوران تین بار فرمایا: اللہ اکبر۔ اس سے معلوم ہوا کہ میدانِ جنگ میں اللہ اکبر کہنا چاہیے اور دوسرے اذکار بھی کرنے چاہئیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا اور ان کے آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دیا' امام شافعی' امام احمد اور امام ابو یوسف کے نزدیک آزاد کرنے کو مہر قرار دیا جا سکتا ہے اور امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے' مہر کے لیے مال متقوم ہونا ضروری ہے' وہ کہتے ہیں کہ یہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ تھا کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے یہ جائز قرار دیا ہے کہ آپ بغیر مہر کے نکاح کر لیں تو آپ کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ آپ اپنی کنیز کو آزاد کر کے اس کے آزاد کرنے کو اس کا مہر قرار دے دیں' آپ کی خصوصیت کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ قَدْ

اور کوئی مسلمان عورت اپنے آپ کو نبی پر ہبہ کر دے' اگر نبی اس سے نکاح کرنے کا ارادہ کریں تو یہ صرف آپ کے لیے حلال

عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا○(الاحزاب:۵۰)

ہے نہ کہ عام مسلمانوں کے لیے' ہمیں معلوم ہے ہم نے مسلمانوں کی بیویوں اور ان کی کنیزوں کے متعلق جو کچھ فرض کیا ہے (آپ کے لیے بغیر مہر کے نکاح اس لیے حلال کیا ہے) تاکہ آپ پر کوئی تنگی نہ رہے' اور اللہ بے حد بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے○

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ آپ بغیر مہر کے تقرر کے نکاح کر سکتے ہیں' لہٰذا آپ کا حضرت صفیہ سے نکاح بغیر مہر کے تھا اور آپ کا انہیں آزاد کرنا محض آپ کا ان پر فضل اور احسان تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ولیمہ کی خصوصیت

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شبِ زفاف کے بعد ولیمہ کرنا سنت ہے' اور مسلمانوں نے اپنے کھانے پینے کی چیزیں جمع کر کے آپ کا ولیمہ کیا۔ اس حدیث میں مذکور ہے' آپ نے فرمایا: جس کے پاس (کھانے کی) کوئی چیز ہے وہ لے کر آئے' اس سے بھی یہ معلوم ہوا کہ آپ مسلمانوں کے اموال کے مالک ہیں' آپ نے ان کے کھانے کی چیزوں سے اپنا ولیمہ کیا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کھانے کی کسی بھی چیز سے ولیمہ کیا جا سکتا ہے۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۵۵۰۔ ج ۵ ص ۵۸۵۔ ۵۸۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) خیبر کا لغوی معنی' جغرافیائی محل وقوع' تاریخ اور غزوۂ خیبر کے اہم واقعات (۲) ران کے شرم گاہ ہونے کی تحقیق (۳) خیبر کا تمام علاقہ صلح سے فتح ہوا تھا یا بعض (۴) اللہ تعالیٰ کے لیے ''میں فدا ہوں'' کہنے کی توجیہ۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا واقعہ صحیح مسلم کی کتاب النکاح میں اور باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۳۹۳۔ ج ۳ ص ۸۴۰ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) ران کے شرم گاہ ہونے میں مذاہب (۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت دحیہ کو باندی ہبہ کر کے کیوں واپس لی تھی (۳) لونڈی کو آزاد کرنے کو مہر قرار دینے میں مذاہب۔

۱۳ - بَابُ فِيْ كَمْ تُصَلِّي الْمَرْاَةُ مِنَ الثِّيَابِ؟

عورت کتنے کپڑے پہن کر نماز پڑھ سکتی ہے؟

امام بخاری اس تعلیق کو ذکر کرتے ہیں:

وَقَالَ عِكْرِمَةُ لَوْ وَارَتْ جَسَدَهَا فِيْ ثَوْبٍ لَاَجْزَتْهُ.

اور عکرمہ نے کہا: اگر عورت اپنے پورے جسم کو ایک کپڑے میں چھپا لے تو یہ اس کے لیے کافی ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت عکرمہ کا اثر اور دیگر آثار حسب ذیل ہیں:

امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عکرمہ سے روایت کیا' اگر عورت ایک کپڑے کو سر پر اوڑھ لے حتیٰ کہ اس کا کوئی بال دکھائی نہ دے تو یہ اس کے لیے دوپٹہ سے کافی ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۵۰۴۷۔ ج ۳ ص ۴۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

محمد بن ابی بکر نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھے؟ انہوں نے فرمایا: دوپٹہ میں اور اتنی لمبی قمیص میں جو اس کے پیروں کی پشت کو چھپا لے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۵۰۴۲۔ ج ۳ ص ۴۴)

مکحول بیان کرتے ہیں' انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھے' انہوں نے فرمایا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کرو پھر مجھے آ کر بتاؤ' انہوں نے کیا جواب دیا ہے' پھر انہوں نے حضرت علی سے سوال کیا' انہوں نے فرمایا: دوپٹے میں اور لمبی قمیص میں' پھر انہوں نے حضرت عائشہ کو آ کر بتایا تو انہوں نے فرمایا: انہوں نے سچ کہا۔

(مصنف عبدالرزاق: ۵۰۴۳)

عطاء نے کہا: عورت قمیص میں اور دوپٹہ میں اور تہبند میں نماز پڑھے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۵۰۵۰)

۳۷۲- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي عُرْوَةُ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ لَقَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْفَجْرَ، فَيَشْهَدُ مَعَهُ نِسَاءٌ مِّنَ الْمُؤْمِنَاتِ، مُتَلَفِّعَاتٍ فِي مُرُوْطِهِنَّ، ثُمَّ يَرْجِعْنَ اِلٰى بُيُوْتِهِنَّ، مَا يَعْرِفُهُنَّ اَحَدٌ۔ [اطراف الحدیث: ۵۷۸-۸۶۷-۸۷۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھاتے' آپ کے ساتھ مسلمان عورتیں بھی نماز پڑھتیں جو اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی ہوتی تھیں' پھر وہ اپنے گھروں کو لوٹتیں' ان کو کوئی بھی نہیں پہچانتا تھا۔

(صحیح مسلم: ۶۴۵' الرقم المسلسل: ۱۴۳۰' سنن نسائی: ۵۴۶' سنن ابن ماجہ: ۶۶۹' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۴۴۳' مسند الحمیدی: ۱۷۴' سنن دارمی: ۱۲۱۹' صحیح ابن خزیمہ: ۳۵۰' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۴۵۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۲۰' مسند ابویعلیٰ: ۴۴۱۵' صحیح ابن حبان: ۱۴۹۹-۱۵۰۰' المعجم الاوسط: ۸۷۵۴' سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۵۴' مسند احمد ج ۶ ص ۳۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۰۵۱- ج ۶ ص ۵۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے: مسلمان عورتیں بھی نماز پڑھتیں جو اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی ہوتی تھیں' اور یہ صرف ایک چادر ہوتی تھی' لیکن ظاہر یہ ہے کہ وہ یہ چادر' قمیص اور دوپٹہ کے اوپر اوڑھتی تھیں اور یہ چادر برقع کے قائم مقام ہوتی تھی۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

''متلفعات'' اور ''مروط'' کا معنی اور ان عورتوں کو نہ پہچاننے کا سبب

اس حدیث میں ''متلفعات'' کا لفظ ہے' ''التلفع'' کا معنی یہ ہے کہ سر پر کپڑا ڈالا جائے' پھر اس کو اپنے جسم پر لپیٹ لیا جائے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ موٹی چادر ہوتی تھی۔

''مروط'' یہ ''مرط'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: اون کی یا سوت کی موٹی چادر' جس کو بہ طور تہبند باندھ لیا جائے' سیاہ یا سبز چادر کو بھی ''مرط'' کہتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ انہیں کوئی نہیں پہچانتا تھا' ان کو نہ پہچاننا یا تو چادر میں لپٹی ہونے کی وجہ سے تھا یا اندھیرے کی وجہ سے' دور سے ان کا صرف جسم دکھائی دیتا تھا اور یہ نہیں پتا چلتا تھا کہ یہ کون ہیں۔ صحیح مسلم میں یہ اضافہ ہے: اندھیرے کی وجہ سے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت اگر ایک کپڑے میں لپٹ کر نماز پڑھ لے تو جائز ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس چادر کے نیچے عورتوں نے دوپٹہ' قمیص اور تہبند باندھا ہوا ہوتا ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ باب کی حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے' اور اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

نماز میں عورت کے ضروری کپڑوں میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

عورت کے لیے نماز میں کتنے کپڑے پہننا ضروری ہے اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن' حضرت ابن عباس' امام مالک' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ وہ لمبی قمیص پہن کر اور دوپٹہ اوڑھ کر نماز پڑھے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' عبیدہ اور عطاء نے یہ کہا ہے کہ وہ قمیص' دوپٹہ اور تہبند کے ساتھ نماز پڑھے' مجاہد اور ابن سیرین نے یہ کہا ہے کہ وہ چار کپڑوں کے ساتھ نماز پڑھے' قمیص' دوپٹہ' تہبند اور اس کے اوپر ایک بڑی چادر ہو۔

علامہ ابن المنذر نے کہا: عورت پر لازم ہے کہ اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کے سوا اپنے تمام بدن کو چھپائے' خواہ ایک کپڑے کے ساتھ چھپائے یا زیادہ کپڑوں کے ساتھ' متقدمین نے تین یا چار کپڑوں کا جو حکم دیا ہے' وہ صرف استحباب کے طور پر ہے۔

امام احمد بن حنبل نے کہا: عورت کا پورا جسم واجب الستر ہے' حتیٰ کہ اس کے ناخن بھی' امام مالک اور امام شافعی نے کہا: عورت کے قدم بھی واجب الستر ہیں' اگر اس نے نماز پڑھی اور اس کے قدم کھلے ہوئے تھے وہ وقت میں نماز دہرائے گی' اسی طرح اگر اس نے نماز پڑھی اور اس کے بال کھلے ہوئے تھے' تب بھی وہ نماز وقت میں دہرائے گی اور امام شافعی کے نزدیک وہ ہمیشہ نماز دہرائے گی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک عورت کے قدم واجب الستر نہیں ہیں' اگر اس نے نماز پڑھی اور اس کے قدم کھلے ہوئے تھے تو اس کی نماز درست ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۸۔ ۳۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ لکھتے ہیں:

جب آزاد عورت کا چہرے کے سوا نماز میں کوئی عضو کھلا ہوا ہو تو وہ نماز دہرائے گی' اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ عورت نماز میں اپنا چہرہ کھول سکتی ہے اور چہرے اور ہتھیلیوں کے سوا اور کسی عضو کا کھولنا جائز نہیں ہے اور ہتھیلیوں کے متعلق دو قول ہیں' اور مستحب یہ ہے کہ عورت اتنی لمبی قمیص میں نماز پڑھے جو اس کے پیروں کو ڈھانپ لے اور دوپٹہ اوڑھ کر نماز پڑھے جو اس کے سر اور گردن کو ڈھانپ لے اور قمیص کے اوپر ایک بڑی چادر اوڑھے' حضرت عمر' حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے' امام شافعی کا بھی یہی قول ہے' امام احمد فرماتے ہیں: اس کے لیے دوپٹہ اوڑھنا اور اتنی لمبی قمیص پہننا ضروری ہے' جو اس کے قدموں کو چھپا لے۔ (المغنی ج ۲ ص ۱۵۷۔ ۱۵۵' ملتقطا وملخصا' دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

فجر کے مستحب وقت میں مذاہب فقہاء

ہم نے بیان کیا ہے کہ صحیح مسلم: ۶۴۵ میں مذکور ہے کہ اندھیرے کی وجہ سے عورتوں کو کوئی نہیں پہچانتا تھا' اس وجہ سے امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ فجر کی نماز بالکل اول وقت میں پڑھی جائے' جب اندھیرا پھیلا ہوا ہو' اور امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ فجر کی نماز ذرا تاخیر سے پڑھی جائے' جب روشنی ہو جائے' ہماری دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ صبح کی نماز روشن وقت میں پڑھو کیونکہ اس میں زیادہ اجر ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۵۴' سنن ابوداؤد: ۴۲۴' سنن ابن ماجہ: ۶۷۲' مسند احمد ج ۳ ص ۴۶۵۔ ج ۴ ص ۱۴۰)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۵۷۔ ج ۲ ص ۲۷۰ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: فجر کے مستحب وقت میں مذاہب ائمہ۔

۱۴ - بَابُ إِذَا صَلَّى فِي ثَوْبٍ لَهُ أَعْلَامٌ وَنَظَرَ إِلَى عَلَمِهَا
جب کسی شخص نے ایسے کپڑے میں نماز پڑھی' جس میں نقش و نگار تھے اور ان نقوش پر نظر ڈالی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے: جب کسی شخص نے ایسے کپڑے میں نماز پڑھی' جس میں نقش و نگار تھے اور اس نے نماز میں ان

نقوش کی طرف دیکھا تو آیا اس کی نماز مکروہ ہے یا نہیں۔

۳۷۳ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي خَمِيصَةٍ لَهَا اَعْلَامٌ، فَنَظَرَ اِلَى اَعْلَامِهَا نَظْرَةً، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اذْهَبُوْا بِخَمِيصَتِي هٰذِهِ اِلَى اَبِي جَهْمٍ، وَائْتُوْنِي بِاَنْبِجَانِيَّةِ اَبِي جَهْمٍ، فَاِنَّهَا اَلْهَتْنِي اٰنِفًا عَنْ صَلٰوتِي. وَقَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنْتُ اَنْظُرُ اِلَى عَلَمِهَا وَاَنَا فِي الصَّلٰوةِ، فَاَخَافُ اَنْ تَفْتِنَنِي.

[اطراف الحدیث: ۷۵۲۔ ۵۸۱۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چادر میں نماز پڑھی جس میں نقش و نگار تھے آپ نے اس کے نقش و نگار کی طرف نظر ڈالی پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: میری اس چادر کو ابو جہم کے پاس لے جاؤ اور مجھے ابو جہم کی سادہ چادر لا دو کیونکہ اس چادر نے ابھی مجھے نماز میں غافل کر دیا تھا اور ہشام بن عروہ نے کہا از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نماز میں اس کے نقش و نگار کی طرف دیکھ رہا تھا پس مجھے خوف ہوا کہ یہ چادر مجھے آزمائش میں ڈال دے گی۔

(صحیح مسلم: ۵۵۶ الرقم المسلسل: ۱۲۱۶ سنن ابوداؤد: ۹۱۴۔ ۴۰۵۳ سنن نسائی: ۷۷۰ سنن ابن ماجہ: ۳۵۵۰ مسند الحمیدی: ۱۷۲ مسند اسحاق بن راہویہ: ۶۲۱ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۷ صحیح ابن خزیمہ: ۹۲۸ مسند ابویعلیٰ: ۴۴۱۴ صحیح ابن حبان: ۲۳۳۷ سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۲۳ شرح السنۃ ج ۱ ص ۵۲۳ مسند احمد ج ۶ ص ۳۷ طبع قدیم مسند احمد: ۲۴۰۸۷۔ ج ۴۰ ص ۱۰۵ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۵۰۳ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

''خَمِيْصَة'' اور ''اَنْبِجَانِيَة'' کا معنی اور حضرت ابو جہم رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

''خمیصة'' سیاہ رنگ کی اونی یا سوتی موٹی چادر جس پر نقش و نگار بنے ہوئے ہوں۔

''انبجانیة'' موٹی اور سادہ چادر جس پر نقش و نگار نہ ہوں۔

اس حدیث میں حضرت ابو جہم کا ذکر ہے ان کا نام عامر بن حذیفہ العدوی ہے یہ قرشی مدنی صحابی ہیں کہا گیا ہے کہ ان کا نام عبید ہے یہ فتح مکہ کے دن اسلام لائے تھے یہ قریش کے نزدیک بہت عظیم تھے اور نسب کے عالم تھے یہ دو مرتبہ کعبہ کی تعمیر کے موقع پر حاضر تھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اخیر میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۳۸۔ ۱۳۷)

نماز میں کسی چیز کی طرف معمولی توجہ کی جائے تو وہ نماز میں فساد کی موجب نہیں تاہم اس سے اعراض کرنا افضل ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نماز میں کسی چیز کو دیکھنے سے اگر نماز کے رکوع اور سجود میں خلل نہ ہو تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی تاہم جس چیز کو دیکھنے سے نمازی اپنی نماز سے یا اس کے خشوع سے غافل ہو جائے تو وہ مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ ہے اسی لیے جب اس چادر کے نقش و نگار نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے خشوع میں کچھ خلل ڈالا تو آپ نے اس چادر کو ناپسند کیا اور اس کو واپس کر دیا۔

سفیان بن عیینہ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چادر حضرت ابو جہم کی طرف اس لیے واپس کی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے

غافل کرنے کا سبب تھی' جیسا کہ جب لیلۃ التعریس کے موقع پر ایک وادی میں آپ کی اور مسلمانوں کی نماز فجر فوت ہوگئی تو آپ نے فرمایا: اس وادی سے نکلو' اس میں شیطان کا اثر ہے (موطأ امام مالک: ۲۶' تنویر الحوالک ص ۳۵' صحیح مسلم: ۳۰۹) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وسوسوں کو دفع کرنے میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ قوی ہیں' لیکن آپ نے اس چادر کو اس لیے ناپسند کیا کہ وہ بہر حال نماز کے خشوع سے توجہ ہٹانے کی موجب ہے' اسی وجہ سے آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا: تم اپنا پردہ ہمارے سامنے سے ہٹا دو' کیونکہ اس کی تصاویر مسلسل میری نماز میں مجھے دکھائی دیتی رہیں۔ (صحیح البخاری: ۳۷۴)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوجہم کو نقش و نگار والی چادر جو واپس کی تھی' اس میں ان کو یہ تنبیہ تھی کہ وہ اس چادر کو نماز کے وقت استعمال نہ کریں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہ نسبت حضرت ابوجہم اس کے زیادہ لائق تھے کہ وہ اس چیز سے اجتناب کریں' جو نماز کے خشوع سے غافل کرنے کی سبب ہے اور آپ کی یہ مراد نہیں تھی کہ وہ اس چادر کو نماز کے علاوہ دیگر اوقات میں بھی استعمال نہ کریں' اور اس کی نظیر یہ حدیث ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سیراء (ایک قسم کا ریشم) کا ایک حلّہ مسجد کے دروازے پر فروخت ہوتے ہوئے دیکھا' حضرت عمر نے کہا: یا رسول اللہ! اگر آپ اس حلّہ کو خرید لیں اور جمعہ کے دن اس کو پہنا کریں اور اس دن جب آپ کے پاس کوئی وفد آئے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو وہ شخص پہنتا ہے' جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سیراء کے کچھ حلّے آئے' آپ نے ان میں سے ایک حلّہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو بھی دیا' تو حضرت عمر نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے مجھے یہ حلّہ پہنایا ہے حالانکہ آپ نے عطارد کے حلّے کے متعلق وہ فرمایا جو فرمایا تھا' آپ نے فرمایا: میں نے تم کو یہ حلّہ اس لیے نہیں دیا کہ تم خود اس کو پہنو۔ (صحیح البخاری: ۸۸۶' صحیح مسلم: ۲۰۶۸' سنن ابوداؤد: ۱۰۷۶' سنن نسائی: ۱۳۸۱)

زیر بحث حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ جس کو کوئی چیز ہبہ کی جائے' جب وہ از خود ہبہ کرنے والے کو وہ چیز واپس کر دے تو اس کے قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس پر کوئی ملامت نہیں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوجہم سے دوسری سادہ چادر اس لیے منگائی تھی کہ حضرت ابوجہم کی دل شکنی نہ ہو اور وہ یہ جان لیں کہ ان کی چادر ان کے ہدیہ کو ناپسند کرنے کی وجہ سے اور ان کے استخفاف کی وجہ سے واپس نہیں کی بلکہ شرعی عذر کی وجہ سے واپس کی ہے' اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ استاد اپنے شاگرد کے نام کے بجائے اس کی کنیت ذکر کر سکتا ہے' جس طرح آپ نے حضرت ابوجہم کے نام کے بجائے ان کی کنیت کو ذکر کیا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۴۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نقش و نگار والے کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھنے کا جواز' تاہم اس کا خلافِ اولیٰ ہونا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نقش و نگار والی چادر کو قبول کیا اور اس کو پہن کر نماز پڑھی' اس سے معلوم ہوا کہ نقش و نگار والی چادر کو پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے' پھر چونکہ اس کے نقش و نگار سے آپ کی نماز کے خشوع میں فرق آیا اور آپ نے اس چادر کو واپس کر دیا تو اس سے معلوم ہوا کہ ایسی چادر اوڑھ کر نماز پڑھنا خلاف اولیٰ ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر نماز میں کسی چیز کی طرف تھوڑی سی توجہ کی جائے تو وہ نماز میں موجب طعن نہیں ہے اور یہ کہ جو چیز نماز میں غفلت کا سبب ہو' اس سے اعراض کرنا چاہیے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۳۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۱۴۰۔ ج ۲ ص ۱۲۵ پر ہے' اس کی شرح کے عنوان ہیں: (۱) اشیاء زینت کا حکم (۲) ایک

اشکال کا جواب۔

۱۵ - بَابٌ إِنْ صَلَّى فِيْ ثَوْبٍ مُصَلَّبٍ أَوْ تَصَاوِيْرَ هَلْ تَفْسُدُ صَلٰوتُهٗ ؟ وَمَا يُنْهٰى مِنْ ذٰلِكَ

صلیب یا تصویر والے کپڑے پہن کر آیا نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اور اس کی ممانعت میں احادیث

امام بخاری نے اپنی طرف سے کوئی حکم نہیں لگایا کہ ایسے کپڑے کو پہن کر آیا نماز پڑھنا حرام ہے یا نہیں؟ کیونکہ اس میں اختلاف ہے کہ ایسے کپڑے کو پہن کر نماز پڑھنا حرام ہے یا مکروہ ہے' اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں ایسے کپڑے کے ساتھ نماز پڑھنے کا ذکر تھا' جس میں نماز پڑھنا خلاف اولیٰ ہے اور اس باب میں اس کپڑے میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے' جس کے ساتھ نماز پڑھنا حرام یا مکروہ ہے۔

۳۷۴ - حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ ' عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ ابْنُ صُهَيْبٍ' عَنْ أَنَسٍ كَانَ قِرَامٌ لِعَائِشَةَ ' سَتَرَتْ بِهٖ جَانِبَ بَيْتِهَا ' فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمِيْطِيْ عَنَّا قِرَامَكِ هٰذَا' فَإِنَّهٗ لَا تَزَالُ تَصَاوِيْرُهٗ تَعْرِضُ فِيْ صَلٰوتِيْ. [طرف الحدیث:۵۹۵۹] (مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۱ طبع قدیم' مسند احمد:۱۲۵۳۱' ج ۲۰ ص ۱۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:۲۸۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر عبد اللہ بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن صہیب نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک پردہ تھا' جس کو انہوں نے گھر کی ایک جانب میں لٹکایا ہوا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے اس پردہ کو ہمارے سامنے سے ہٹا دو کیونکہ اس کی تصاویر مسلسل میری نماز میں سامنے رہی ہیں۔

اس حدیث کے چار رجال ہیں' ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویر والے پردہ کے متعلق فرمایا: اس کو ہمارے سامنے سے ہٹا دو۔

''قرام'' کا معنی

اس حدیث میں ''قرام'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: اون کا باریک پردہ' اس کی جمع ''قروم'' ہے۔

تصویر کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ہر قسم کی تصاویر ممنوع ہیں خواہ مجسم ہوں یا غیر مجسم' خواہ وہ کسی پردہ میں ہو' چادر پر ہو یا دیوار پر ہو۔

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے کہ جس لباس میں تصاویر ہوں' ان میں نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے اور جس نے تصویر والے کپڑے میں نماز پڑھی یا نماز میں تصویر کی طرف دیکھا تو علماء کے نزدیک اس کی نماز جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز نہیں دہرائی۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۴۰)

مصنف کے نزدیک علامہ ابن بطال کا اس حدیث سے تصویر والے کپڑے کو پہن کر نماز کے جواز پر استدلال کرنا درست نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے تصویر والے کپڑے میں نماز پڑھی' البتہ اس میں یہ مذکور ہے کہ نماز میں آپ کے سامنے تصویریں تھیں۔

المہلب نے کہا ہے کہ نماز میں تصویروں کو سامنے رکھنے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ اس سے نماز کے خشوع میں کمی آتی ہے' اور آپ نماز سے غفلت کے اسباب کو منقطع کرنا چاہتے تھے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اگر نمازی کے سامنے پردہ میں تصاویر نہ ہوں تو پھر پردہ میں تصاویر کا منقوش یا مطبوع ہونا جائز ہے۔

ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

بسر بن سعید بیان کرتے ہیں کہ ان کو حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ حدیث سنائی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس گھر میں تصویر ہو اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے' بسر نے کہا: پھر حضرت زید بن خالد بیمار ہو گئے تو ہم نے ان کی عیادت کی' وہ جس گھر میں تھے اس میں ایک پردہ میں تصاویر تھیں' تو میں نے عبید اللہ الخولانی سے کہا: کیا حضرت زید بن خالد نے ہمیں تصاویر (کی ممانعت) کے متعلق حدیث نہیں بیان کی تھی؟ عبید اللہ خولانی نے کہا: ہاں! حضرت زید نے کہا تھا' مگر وہ تصویر جو کپڑے میں چھپی ہوئی ہو' کیا تم نے حضرت زید سے یہ نہیں سنا تھا؟ میں نے کہا: نہیں' عبید اللہ نے کہا: کیوں نہیں! انہوں نے اس کا ذکر کیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۳۲۲۶)

سنن نسائی: ۵۳۶۴ میں یہ اضافہ ہے: عبید اللہ نے کہا: کیوں نہیں! یہ میرے لیے زیادہ خوش گوار ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: ہمارے اصحاب نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ وہ صورتیں جو کپڑے میں چھپی ہوئی ہوں اور ان کو فرش پر بچھا دیا جائے اور اہانت سے رکھا جائے' وہ اس باب کی ممانعت سے مستثنیٰ ہیں' سفیان ثوری' ابراہیم نخعی' امام مالک اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔

علامہ ابن عبد البر نے کہا: ابو القاسم نے بیان کیا ہے کہ امام مالک کے نزدیک مجسمے مکروہ ہیں اور چادروں' تکیوں اور کپڑوں پر تصویروں میں کوئی حرج نہیں ہے اور ان کے نزدیک مجسمے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے' اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب گھروں میں مجسموں کے رکھنے کو مکروہ قرار دیتے ہیں اور جن کپڑوں میں تصویریں ہوں اور ان کو بچھایا جائے تو وہ ان کو مکروہ نہیں کہتے اور اس میں ان کا اختلاف نہیں ہے کہ جو پردے لٹکے ہوئے ہوں' ان کی تصاویر مکروہ ہیں اور رہے فقہاء شافعیہ تو انہوں نے تصاویر کو مطلقاً مکروہ کہا ہے' خواہ وہ کپڑوں میں چھپی ہوئی ہوں یا بستر پر بچھی ہوئی ہوں اور ان کا استدلال ان احادیث سے ہے جن میں تصاویر کی ممانعت ہے اور انہوں نے کپڑے میں چھپی ہوئی اور مجسم تصویر میں کوئی فرق نہیں کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۴۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ زین الدین عبد الرحمان بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ جو تصاویر نصب ہوں' ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں نصاریٰ اور بت پرستوں کی مشابہت ہے' اور جس کپڑے میں تصاویر چھپی ہوئی ہوں' اس میں علماء کے دو قول ہیں' آیا ان کپڑوں کو پہننا جائز ہے یا نہیں' ایک روایت کے مطابق امام احمد نے ان کے پہننے کی اجازت دی ہے اور انہوں نے حضرت زید بن خالد کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے' جس میں مذکور ہے: مگر وہ تصویر جو کپڑے میں چھپی ہوئی ہو۔

(صحیح البخاری: ۳۲۲۶۔۵۹۵۸' سنن ترمذی: ۱۷۵۰' سنن نسائی: ۵۳۶۴' مسند احمد ج ۳ ص ۴۸۶)

اور بہت سے متقدمین ایسی انگوٹھی پہنتے تھے' جس کے نگینہ میں کسی حیوان کی تصویر ہوتی تھی' اور امام مالک' ثوری اور ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ یہ مکروہ ہے۔

اس باب کی حدیث میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی تصاویر میری نماز میں مسلسل میرے سامنے رہیں۔ (حدیث:۳۷۴) اور یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ گھر میں تصاویر ایسی جگہ پر ہوں جہاں نماز میں نظر نہ پڑے' اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ وہ انگوٹھی نہ پہنی جائے' جس میں مجسم تصویر ہو اور نہ اس میں نماز پڑھی جائے اور وہ کپڑا پہنا جا سکتا ہے جس میں تصاویر ہوں' اور جس چادر میں تصاویر ہوں' اس پر نماز پڑھنے کی اکثر علماء نے اجازت دی ہے اور کم علماء نے اس سے منع کیا ہے۔

امام ابن ابی عاصم نے کتاب اللباس میں ایک عنوان قائم کیا ہے: جس نے کہا کہ جب چادر میں تصویریں ہوں تو اس پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے' اور اس میں اپنی سند کے ساتھ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسے مصلی پر نماز پڑھتے تھے جس میں تصاویر تھیں۔ (فتح الباری لابن رجب ج ۲ ص ۲۱۲۔ ۲۱۰' دار ابن الجوزیہ' ریاض' ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابن رجب حنبلی نے یہ نہیں لکھا کہ ابن ابی عاصم کی کس کتاب میں یہ حدیث ہے اور برتقدیر ثبوت یہ حدیث بے جان چیزوں کی تصاویر پر محمول ہے۔

ہمارے نزدیک دینی اور معاشی ضرورت کے لیے پاسپورٹ سائز کی تصویر کھنچوانا جائز ہے' دینی ضرورت مثلاً حج اور عمرہ کے لیے اور معاشی ضرورت مثلاً غیر ممالک میں ملازمت کے حصول کے لیے یا ڈرائیونگ لائسنس حاصل کرنے کے لیے' اس کے علاوہ شوقیہ تصاویر کھنچوانے سے احتراز کرنا چاہیے۔

١٦ - بَابُ مَنْ صَلَّى فِي فَرُّوْجِ حَرِيْرٍ ثُمَّ نَزَعَهُ

جس نے ریشم کی اچکن میں نماز پڑھی پھر اس کو اتار دیا

اس باب کے عنوان میں ''فروج'' کا لفظ ہے' ''فروج'' اس اچکن کو کہتے ہیں جس کے بیچ میں شگاف ہو' پرانے زمانے میں اس قسم کی اچکن بنائی جاتی تھی' علامہ قرطبی نے کہا ہے: قباء اور فروج دونوں کی آستینیں تنگ ہوتی تھیں اور اس کے پیچھے درمیان میں شگاف ہوتا تھا' جنگ اور سفر میں ان کو استعمال کیا جاتا تھا اور اس عنوان میں ''حریر'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ریشم ہے۔

٣٧٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيْدَ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ أُهْدِيَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُّوْجُ حَرِيْرٍ، فَلَبِسَهُ فَصَلَّى فِيْهِ، ثُمَّ انْصَرَفَ، فَنَزَعَهُ نَزْعًا شَدِيْدًا، كَالْكَارِهِ لَهُ، وَقَالَ لَا يَنْبَغِيْ هٰذَا لِلْمُتَّقِيْنَ.

[طرف الحدیث:۵۸۰۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابی الخیر از حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ریشم کی اچکن ہدیہ کی گئی' آپ نے اس کو پہن کر نماز پڑھی' پھر جب آپ فارغ ہو گئے تو آپ نے اس کو بہت سختی سے اتارا' جیسے اس سے نفرت کرنے والے ہوں اور آپ نے فرمایا: یہ متقین کے لائق نہیں ہے۔

(صحیح مسلم:۲۰۷۵' الرقم المسلسل:۵۳۲۸' سنن نسائی:۷۷۰' السنن الکبریٰ للنسائی:۷۵۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۳۴۸' المعجم الکبیر: ۷۰۔ ج ۱۷' مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۳ طبع قدیم' مسند احمد ج ۲۸ ص ۵۲۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۳۴۸' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ آپ نے ریشمی اچکن کو اتار دیا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبداللہ بن یوسف التنیسی' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) اللیث بن سعد' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ منصور نے ان کو مصر کی ولایت کی پیش کش کی تھی' انہوں نے مسترد کر دی' علامہ عینی نے کہا: یہ تھوڑی سی مدت کے لیے حاکم رہے تھے اور یہ امام ابوحنیفہ کے مذہب پر تھے (۳) یزید بن حبیب' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) ابوجعفر مرثد (۵) حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ' ان سے ۵۵ احادیث مروی ہیں' امام بخاری نے ان میں سے آٹھ روایت کی ہیں' یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں مصر کے حاکم تھے۔ ۵۸ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۴۴)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ریشم کی اچکن کا ہدیہ کس نے دیا تھا؟

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ریشم کی ایک اچکن ہدیہ کی گئی۔ یہ اچکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دومۃ الجندل کے امیر اکیدر بن عبدالملک نے ہدیہ کی تھی' امام ابونعیم نے لکھا ہے کہ وہ مسلمان ہو گیا اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سیراء کا حلہ ہدیہ کیا' اور علامہ ابن الاثیر نے لکھا ہے: اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدیہ کیا اور آپ سے صلح کی اور مسلمان نہیں ہوا' یہ اہل سیرت کے درمیان اختلاف ہے اور جس نے کہا ہے کہ وہ مسلمان ہو گیا تھا' اس نے ظاہر خطا کی' وہ نصرانی تھا' اور جب اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صلح کی تو وہ اپنے قلعہ کی طرف لوٹ گیا اور وہیں رہا' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے دومۃ الجندل کا محاصرہ کیا تو اس کو قتل کر دیا' اس وقت وہ مشرک نصرانی تھا اور دومۃ الجندل قلعہ کا نام ہے' اصحاب لغت اس لفظ کو" دُومـــة" پڑھتے ہیں اور اصحاب الحدیث اس کو" دَومـــة" پڑھتے ہیں' یہ جگہ شام اور عراق کے درمیان حد فاصل ہے' دمشق سے یہ سات مراحل کے فاصلہ پر ہے اور مدینہ سے تیرہ مراحل کے فاصلہ پر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۴۴)

متقین کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: یہ متقین کے لائق نہیں ہے' متقین سے مراد ہیں: مومنین صالحین' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ متقی عورتیں بھی متقین میں داخل ہیں حالانکہ ان کے لیے ریشم حلال ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جمع مذکر سالم میں عورتیں داخل نہیں ہوتیں' دوسرا جواب یہ ہے کہ عورتوں کے لیے ریشم کے حلال ہونے کے اور دلائل ہیں۔

ریشم کی ممانعت کے متعلق احادیث

مردوں کے لیے ریشم پہننا حرام ہے اور عورتوں کے لیے حلال ہے اور جنگ اور خارش کی حالت میں مردوں کے لیے ریشم پہننا جائز ہے اور اس کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ریشم کا لباس اور سونا میری امت کے مردوں پر حرام کر دیا گیا ہے اور ان کی عورتوں کے لیے حلال ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۷۲۰' مسند احمد ج ۴ ص ۳۹۴)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جابیہ میں خطبہ دیا اور فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ریشم پہننے سے منع فرمادیا ہے مگر دو یا تین یا چار انگل کی مقدار۔

(صحیح البخاری: ۵۸۲۸' صحیح مسلم: ۲۰۶۹' سنن ابوداؤد: ۴۰۴۲' سنن نسائی: ۵۳۱۰' سنن ابن ماجہ: ۳۵۹۳' سنن ترمذی: ۱۷۲۱' مسند احمد ج ۱ ص ۵۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ دونوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی غزوہ میں جوؤں کی شکایت کی تو آپ نے ان دونوں کو ریشم کی قمیص پہننے کی اجازت دی اور میں نے ان دونوں پر

وہ قمیص دیکھی۔

(صحیح البخاری: ۲۹۲۰' صحیح مسلم: ۲۰۷۶' سنن ابوداؤد: ۴۰۵۶' سنن ترمذی: ۱۷۲۲' سنن نسائی: ۵۳۱۰' سنن ابن ماجہ: ۳۵۹۲' مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۲)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلے ریشم مردوں پر بھی حلال تھا' جب ہی نبی ﷺ نے ریشمی اچکن میں نماز پڑھی تھی' بعد میں مردوں کے لیے اس کی حلت منسوخ ہوگئی۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵۳۱۳۔ ج ۶ ص ۳۴۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں حسب ذیل مسائل ہیں:
(۱) مردوں پر ریشم حرام ہونے کی تفصیل اور دیگر مسائل (۲) سونے چاندی کے بٹن اور گھڑی کے چین کا حکم

۱۷ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِي الثَّوْبِ الْاَحْمَرِ سرخ کپڑے میں نماز پڑھنا

اس باب میں سرخ لباس پہن کر نماز پڑھنے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کا فقہاء احناف پر اعتراض کہ وہ سنت سے ثابت سرخ لباس پہننے کو مکروہ کہتے ہیں

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس عنوان سے سرخ لباس پہننے کے جواز کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس میں احناف کے ساتھ اختلاف ہے' انہوں نے کہا ہے: سرخ لباس پہننا مکروہ ہے اور انہوں نے اس باب کی حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ نبی ﷺ نے جن چادروں کا حلّہ پہنا ہوا تھا' وہ سرخ دھاری دار چادریں تھیں' احناف نے سرخ لباس کی کراہت پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس سے دو آدمی سرخ لباس پہنے ہوئے گزرے' انہوں نے آپ کو سلام کیا' آپ نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۰۶۹)

اور یہ حدیث ضعیف الاسناد ہے' اگرچہ سنن ترمذی کے بعض نسخوں میں یہ لکھا ہوا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے' اور اگر یہ حدیث حسن بھی ہو تو اس کے معارض اس سے زیادہ قوی صحیح بخاری کی حدیث موجود ہے' اور ہو سکتا ہے کہ آپ کے سلام کا جواب نہ دینے کا کوئی اور سبب ہو' اور امام بیہقی نے اس حدیث کو اس پر محمول کیا ہے کہ اس کپڑے کو بننے کے بعد سرخ رنگ میں رنگا گیا تھا اور جس کپڑے کو بننے سے پہلے سرخ رنگ میں رنگا گیا ہو' اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۴۹' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ عینی کا حافظ ابن حجر کے اعتراض کو ردّ کرنا

علامہ بدر الدین عینی حنفی' حافظ ابن حجر عسقلانی کا ردّ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

سرخ لباس پہننے کے جواز میں فقہاء احناف کا کوئی اختلاف نہیں' اگر یہ قائل مذہب احناف کو جانتا ہوتا تو یہ بات نہ کہتا اور اس نے جو احناف کی طرف سے اس باب کی حدیث کی تاویل ذکر کی ہے' وہ بھی بے فائدہ ہے کیونکہ جب فقہاء احناف سرخ لباس پہننے سے منع ہی نہیں کرتے تو انہیں اس حدیث کی تاویل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۴۷-۱۴۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

فقہاء احناف کا سرخ رنگ کے لباس پہننے کو مستحب قرار دینا

میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف نے تصریح کی ہے کہ اگر کسی نجس چیز کو ملا کر کپڑے کو سرخ رنگ دیا جائے تو وہ مکروہ ہے' اور اگر کسی نجس چیز کی آمیزش کے بغیر کپڑے کو سرخ رنگ دیا جائے تو پھر جائز ہے' بلکہ وہ سرخ لباس پہننے کو مستحب قرار دیتے ہیں۔

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ نے سرخ رنگ کے کپڑے پہننے کے جواز میں ایک رسالہ لکھا ہے' اس میں مذکور ہے: ہم نے

سرخ رنگ کی حرمت میں کوئی نص قطعی نہیں پائی' اگر کوئی شخص عورتوں کی مشابہت یا عجمیوں کی مشابہت کے قصد سے یا تکبر کی نیت سے سرخ رنگ کے کپڑے پہنے تو پھر مکروہ ہے ورنہ نہیں' اگر کسی نجس چیز کے ساتھ کپڑے کو سرخ رنگ میں رنگا جائے' پھر بھی مکروہ ہے اور کپڑے کو دھونے سے یہ کراہت زائل ہو جاتی ہے اور سرخ رنگ کے جواز میں ہمیں امام اعظم کی نص صریح اور اباحت پر دلیل قطعی ملی ہے اور وہ یہ ہے کہ انہوں نے لباس کو مزین کرنے کا مطلقاً حکم دیا ہے اور صحیح البخاری:۳۵۵۱' اور صحیح مسلم:۲۳۳۷ میں حضرت البراء رضی اللہ کی حدیث ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ رنگ کے حلّے میں دیکھا' یہ حدیث سرخ رنگ کے کپڑے پہننے کے جواز کا تقاضا کرتی ہے اور اس حدیث سے حرمت اور کراہت کی نفی ہو جاتی ہے' بلکہ اس حدیث سے سرخ رنگ کے کپڑے پہننے کا استحباب ثابت ہوتا ہے تا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کی جائے' اور جو شخص اس موضوع پر زیادہ دلائل چاہتا ہو' وہ اس رسالہ کا مطالعہ کرے۔ (ردالمحتار ج ۹ ص ۴۳۶' ۴۳۳' مفصلاً ملخصاً' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

۳۷۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قُبَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ أَدَمٍ، وَرَأَيْتُ بِلَالًا أَخَذَ وَضُوءَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَأَيْتُ النَّاسَ يَبْتَدِرُونَ ذَاكَ الْوَضُوءَ، فَمَنْ أَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحَ بِهِ، وَمَنْ لَمْ يُصِبْ مِنْهُ شَيْئًا أَخَذَ مِنْ بَلَلِ يَدِ صَاحِبِهِ، ثُمَّ رَأَيْتُ بِلَالًا أَخَذَ عَنَزَةً فَرَكَزَهَا، وَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مُشَمِّرًا، صَلَّى إِلَى الْعَنَزَةِ بِالنَّاسِ رَكْعَتَيْنِ، وَرَأَيْتُ النَّاسَ وَالدَّوَابَّ يَمُرُّونَ مِنْ بَيْنِ يَدَيِ الْعَنَزَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: مجھے عمر بن ابی زائدہ نے حدیث بیان کی از عون بن ابی جحیفہ' از والد خود رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ چمڑے کے خیمہ میں دیکھا اور میں نے دیکھا کہ حضرت بلال رضی اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بچے ہوئے پانی کو لیا اور میں نے دیکھا کہ لوگ اس پانی پر جھپٹ رہے تھے' جس کو اس پانی میں سے کچھ پانی مل جاتا وہ اس کو اپنے بدن پر لگاتا اور جس کو اس پانی میں سے کچھ بھی نہ ملتا' وہ اپنے ساتھی کے ہاتھ کی تری کو لے لیتا' پھر میں نے حضرت بلال کو دیکھا' انہوں نے ایک نیزہ کو زمین میں گاڑ دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سرخ حلّہ پہنے ہوئے نکلے' آپ نے اپنے تہبند کو پنڈلیوں سے اونچا کیا ہوا تھا' آپ نے نیزہ کے سامنے لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائی اور میں نے دیکھا لوگ اور مویشی نیزے کے پار سے گزر رہے تھے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری:۱۸۷ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کے باب کا عنوان تھا: وضوء کے بچے ہوئے پانی کو استعمال کرنا' سو اس حدیث میں اس کا ذکر ہے' البتہ حدیث:۱۸۷ میں یہ ذکر نہیں تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ رنگ کا حلّہ پہنا ہوا تھا۔

حلّہ کا معنی ہے: ایک رنگ اور ایک قسم کے کپڑے کی دو چادریں' ایک چادر اوپر اوڑھ لی جائے اور ایک چادر کو تہبند بنا لیا جائے' اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ رنگ کی دو چادریں پہنی ہوئی تھیں اور نصف پنڈلیوں تک تہبند باندھا ہوا تھا۔

سرخ لباس پہننے کے متعلق دیگر احادیث

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ حلّہ پہنا ہوا تھا' اس کا ذکر باب مذکور کی حدیث میں ہے' اس کے علاوہ یہ حدیث بھی ہے:

حضرت البراء رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم درمیانی قامت کے تھے' میں نے آپ کو سرخ رنگ کے حلّے میں دیکھا اور میں نے آپ سے زیادہ حسین شخص کوئی نہیں دیکھا۔

(صحیح البخاری: ۵۸۴۸۔ ۳۵۵۱، صحیح مسلم: ۲۳۳۷، سنن ابوداؤد: ۴۱۸۳۔ ۴۰۷۲، سنن ترمذی: ۲۸۱۱، سنن نسائی: ۵۳۲۴۔ ۵۲۳۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عید کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرخ چادر پہنتے تھے۔ (المعجم الاوسط: ۷۶۰۹)

سرخ لباس پہننے کے متعلق مذاہب فقہاء اور حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ سرخ لباس پہننا جائز ہے اور اس شخص کا رد ہے جو سرخ لباس پہننے کو مکروہ کہتا ہے اور یہ کہ دیندار اور زاہد سردار کے لیے رنگ دار لباس پہننا جائز ہے اور سب سے مشہور رنگ سرخ ہے اور دنیا کی سب سے حسین زینت بھی سرخ رنگ میں ہے قرآن مجید میں ہے:

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ. (القصص: ۷۹) پس قارون اپنے زینت والے لباس میں اپنی قوم کے پاس آیا۔

قارون سرخ لباس پہن کر آیا تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے زینت قرار دیا۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ. (الاعراف: ۳۲) آپ کہیے کہ اللہ کی زینت کو کس نے حرام قرار دیا ہے۔

لہٰذا اس آیت میں ہر زینت داخل ہے اور سرخ لباس بھی زینت ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۴۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

حافظ زین الدین عبدالرحمان بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو سرخ حلہ پہنا تھا اس کا معنی یہ ہے کہ وہ مکمل سرخ نہیں تھا حضرت البراء بن عازب نے جو آپ کو سرخ حلہ میں دیکھا تھا اس سے مراد بھی یہی ہے کہ وہ سرخ دھاری دار حلہ تھا۔

طاؤس مجاہد اور عطاء نے سرخ کپڑوں کے پہننے کو مکروہ کہا ہے حسن بصری اور ابن سیرین نے کہا: یہ آل قارون کی زینت ہے امام احمد بن حنبل نے اسی کی تصریح کی ہے وہ مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے سرخ لباس کو مکروہ کہتے ہیں۔

(فتح الباری لابن رجب ج ۲ ص ۲۲۰۔ ۲۱۸ ملتقطاً دار ابن الجوزی ریاض ۱۴۱۷ھ)

یہ دراصل فقہاء حنبلیہ کا مسلک ہے جس کو حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں فقہاء احناف کی طرف منسوب کر کے انہیں حدیث اور سنت کی مخالفت کا مرتکب قرار دیا ہے حالانکہ فقہاء احناف اس الزام سے بری ہیں جیسا کہ ہم نے فقہاء احناف کے حوالہ جات سے واضح کر دیا ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں سرخ لباس پہننے اور سرخ لباس پہن کر نماز پڑھنے کا جواز ہے اور اس میں آثار صالحین سے تبرک حاصل کرنے کا جواز ہے اور اس میں صحراء میں نمازی کے آگے نیزہ سے سترہ قائم کرنے کا ثبوت ہے اور اس حدیث میں سفر میں نماز قائم کرنے کا ثبوت ہے اور ہمارے نزدیک سفر میں نماز کو قصر کرنا واجب ہے اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ سترہ کے پار نمازیوں کے آگے سے لوگ گزر سکتے ہیں اور اس میں یہ دلیل ہے کہ وضوء کا مستعمل پانی پاک ہوتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضوء سے بچے ہوئے پانی کو صحابہ اپنے جسم پر مل رہے تھے اور آپ کے وضوء کا بچا ہوا پانی تو ہر طاہر سے بڑھ کر طاہر اور طیب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۴۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۸ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِي السُّطُوْحِ وَالْمِنْبَرِ وَالْخَشَبِ

چھت منبر اور لکڑی پر نماز پڑھنا

جب مقتدی نماز میں امام سے بلند جگہ پر ہو تو اس کی نماز کے جواز میں اختلاف ہے' بعض تابعین اور فقہاء مالکیہ اس کی نماز کو ناجائز کہتے ہیں' اس لیے امام بخاری نے اس مسئلہ میں اپنے موقف کے اظہار کے لیے یہ عنوان قائم کیا' امام بخاری لکھتے ہیں:

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَلَمْ يَرَ الْحَسَنُ بَاْسًا اَنْ يُصَلِّي عَلَى الْجَمْدِ وَالْقَنَاطِرِ وَاِنْ جَرٰى تَحْتَهَا بَوْلٌ' اَوْ فَوْقَهَا' اَوْ اَمَامَهَا' اِذَا كَانَ بَيْنَهُمَا سُتْرَةٌ.

ابوعبد اللہ (امام بخاری) نے کہا: حسن بصری اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ برف پر نماز پڑھی جائے یا پل پر خواہ اس کے نیچے سے پیشاب بہہ رہا ہو یا اس کے اوپر یا اس کے سامنے بہ شرطیکہ نمازی اور پیشاب کے درمیان سترہ اور حجاب ہو۔

امام بخاری نے یہ معین نہیں کیا کہ نمازی اور نجاست کے درمیان کتنا فاصلہ ہو' بعض مالکیہ نے کہا ہے کہ اس کو نجاست سے زیادہ فاصلہ پر ہونا چاہیے ورنہ نماز نہیں ہوگی۔

وَصَلّٰى اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَلٰى ظَهْرِ الْمَسْجِدِ بِصَلٰوةِ الْاِمَامِ.

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مسجد کی چھت پر امام کی اقتداء میں نماز پڑھی۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیثیں ہیں:

صالح مولی التوءمۃ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کے اوپر امام کی اقتداء میں نماز پڑھی اور امام نیچے تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۱۵۸۔ ج ۲ ص ۳۵' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ)

سعید بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ میں نے سالم بن عبد اللہ بن عمر کو دیکھا' انہوں نے ایک شخص کے ساتھ مسجد کی چھت پر مغرب کی نماز پڑھی اور وہ امام کی اقتداء کر رہے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۱۶۰)

وَصَلّٰى ابْنُ عُمَرَ عَلَى الثَّلْجِ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے برف پر نماز پڑھی۔

۳۷۷ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ حَازِمٍ قَالَ سَاَلُوْا سَهْلَ ابْنَ سَعْدٍ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ الْمِنْبَرُ؟ فَقَالَ مَا بَقِيَ بِالنَّاسِ اَعْلَمُ مِنِّيْ' هُوَ مِنْ اَثْلِ الْغَابَةِ' عَمِلَهُ فُلَانٌ مَوْلٰى فُلَانَةَ' لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' وَقَامَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ عُمِلَ وَوُضِعَ' فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ' كَبَّرَ وَقَامَ النَّاسُ خَلْفَهُ' فَقَرَاَ وَرَكَعَ' وَرَكَعَ النَّاسُ خَلْفَهُ' ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهُ ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرٰى فَسَجَدَ عَلَى الْاَرْضِ ثُمَّ عَادَ اِلَى الْمِنْبَرِ ثُمَّ قَرَاَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهُ ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرٰى' حَتّٰى سَجَدَ بِالْاَرْضِ' فَهٰذَا شَاْنُهُ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ سَاَلَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ فَاِنَّمَا اَرَدْتُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوحازم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: لوگوں نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ منبر کس چیز سے بنا تھا؟ انہوں نے کہا: اب لوگوں میں اس کو مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی باقی نہیں ہے' یہ مقام غابہ میں جھاؤ کے درخت کی لکڑی سے بنا ہوا ہے' فلاں عورت کا جو آزاد کردہ فلاں غلام تھا' اس نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بنایا تھا' جب یہ بنا کر رکھا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر کھڑے ہوئے' پس آپ نے قبلہ کی طرف منہ کر کے اللہ اکبر کہا اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے' آپ نے قراءت کی اور رکوع کیا' اور لوگوں نے آپ کے پیچھے رکوع کیا' پھر آپ نے سر اٹھایا' پھر آپ الٹے پیر واپس مڑے' پھر آپ نے زمین پر سجدہ کیا' پھر آپ منبر کی طرف لوٹے' پھر آپ نے قراءت

وَسَلَّمَ كَانَ اَعْلٰى مِنَ النَّاسِ، فَلَا بَأْسَ اَنْ يَّكُوْنَ الْاِمَامُ اَعْلٰى مِنَ النَّاسِ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ. قَالَ فَقُلْتُ اِنَّ سُفْيَانَ بْنَ عُيَيْنَةَ، كَانَ يُسْاَلُ عَنْ هٰذَا كَثِيْرًا، فَلَمْ تَسْمَعْهُ مِنْهُ؟ قَالَ لَا.

[اطراف الحدیث: ۴۴۸-۹۱۷-۲۰۹۴-۲۵۶۹]

کی، پھر رکوع کیا، پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا، پھر آپ الٹے پیر واپس مڑے، حتیٰ کہ آپ نے زمین پر سجدہ کیا، پس یہی آپ کا طریقہ تھا۔ امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: علی بن عبداللہ نے کہا: مجھ سے امام احمد بن حنبل نے اس حدیث کے متعلق سوال کیا، انہوں نے کہا: میں نے صرف یہ ارادہ کیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے بلند تھے، پس اس حدیث کی بناء پر اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ امام لوگوں سے بلند ہو، علی بن عبداللہ نے امام احمد بن حنبل سے کہا: سفیان بن عیینہ سے اس حدیث کے متعلق بہت سوال کیا جاتا تھا، آپ نے اس حدیث کو ان سے نہیں سنا؟ انہوں نے کہا: نہیں۔

(صحیح مسلم: ۵۴۴، الرقم المسلسل: ۱۱۹۶، سنن ابن ماجہ: ۱۴۱۶، مسند الحمیدی: ۹۲۶، صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۲۲، سنن دارمی: ۱۲۵۸، المنتقیٰ: ۳۱۲، المعجم الکبیر: ۵۸۸۱، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۰۸، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۵۵۴، مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۹ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۲۸۷۱۔ ج ۳۷ ص ۵۱۲، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۴۱۹، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) علی بن عبداللہ ابن المدینی (۲) سفیان بن عیینہ (۳) ابوحازم سلمۃ بن دینار (۴) حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ یہ آخری صحابی ہیں جو مدینہ میں فوت ہوئے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۵۲)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مناسبت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر نماز پڑھائی، آپ اونچی جگہ پر کھڑے تھے اور مقتدی آپ سے نیچے تھے۔

''اثل الغابۃ'' کا معنی اور منبر بنانے والے کا نام

اس حدیث میں ''اثل الغابۃ'' کا ذکر ہے، ''اثل'' ایک درخت ہے، جس کے پتے نہیں ہوتے، اس میں پھلیاں ہوتی ہیں جن میں دانے ہوتے ہیں، یہ اشنان کے درخت کی مثل ہوتا ہے، اُردو میں اس کو جھاؤ کا درخت کہتے ہیں، اور ''الغابۃ'' مدینہ منورہ سے نو میل دور ایک جگہ ہے، جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیوں کو چرانے کے لیے رکھا جاتا تھا۔

جس شخص نے اس منبر کو بنایا تھا، اس کا نام قبیصہ المخزومی تھا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا نام میمون یا صلاح تھا اور وہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا غلام تھا، ایک قول یہ ہے کہ وہ انصار کی ایک عورت کا آزاد کردہ غلام تھا۔

امام کے مقتدیوں سے بلند جگہ پر نماز پڑھانے میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ امام مقتدیوں سے بلند ہو تو اس کا کیا حکم ہے، امام شافعی نے کہا ہے کہ یہ جائز ہے اور اس حدیث سے استدلال کیا ہے، نیز امام شافعی نے کہا ہے کہ امام اپنے پیچھے مقتدیوں کو تعلیم دینے کا ارادہ کرے اور زمین پر سجدہ کرے، اور اس حدیث میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! میں نے یہ اس لیے کیا تھا کہ تم میری اقتداء کرو اور میری نماز کے طریقہ کو جان لو۔ امام بخاری نے اس کو نمازِ جمعہ میں ذکر کیا ہے، امام ابوحنیفہ نے ایسا کرنے کو

مکروہ کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ ان کی نماز مکمل ہے۔

جس منبر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی' اس کی تین سیڑھیاں تھیں' یہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور امام مالک نے کہا ہے کہ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ امام مسجد کی چھت پر نماز پڑھائے اور لوگ اس سے نیچے ہوں یا اپنے نمازیوں سے بلند جگہ پر نماز پڑھائے' اگر امام نے ایسا کیا تو مقتدی ہمیشہ نماز کا اعادہ کریں گے' کیونکہ وہ عبث کام کر رہے ہیں' سوا اس صورت کے کہ امام کا بلند ہونا معمولی سا ہو تو پھر ان کی نماز جائز ہے۔

ابن عباد نے کہا کہ امام مالک نے اس کو اس لیے مکروہ کہا ہے کہ بنو امیہ تکبر کی وجہ سے بلند جگہ پر کھڑے ہو کر نماز پڑھاتے تھے' اس وجہ سے امام مالک نے اس فعل کو عبث اور موجب فساد نماز قرار دیا' اور یہ صرف اس صورت میں جائز ہے' جب امام لوگوں کو نماز کی تعلیم دینے کا قصد کرے' جیسا کہ اس باب کی حدیث میں ہے' علقمہ نے بیان کیا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے بھائی عتبہ بن مسعود کی عیادت کرنے گئے' انہوں نے دیکھا کہ وہ ایک لکڑی پر نماز پڑھ رہے تھے' انہوں نے اس لکڑی کو پھینک دیا اور کہا: یہ شیطانی کام ہے' اپنا چہرہ زمین پر رکھو اور اگر تم اس کی طاقت نہیں رکھتے تو اشارہ سے نماز پڑھو' حسن بصری اور ابن سیرین نے اس کو مکروہ کہا ہے اور ائمہ فتویٰ ایسی نماز کو جائز کہتے ہیں اور ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مچان پر نماز پڑھی اور منبر پر بھی۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۴۸۔۴۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

امام کے مقتدیوں سے بلند جگہ پر نماز پڑھانے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

حافظ عبد الرحمان بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے تحت تین مسائل ہیں' پہلا مسئلہ درج ذیل ہے:

جو چیز زمین سے دائماً بلند ہو یا عارضی طور پر بلند ہو' اکثر علماء کے نزدیک اس پر نماز پڑھنا جائز ہے۔

ابو طالب نے کہا: میں نے امام احمد سے تخت پر نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا' خواہ فرض ہو یا نفل' انہوں نے کہا: اگر اس پر سطح زمین کی طرح نماز پڑھنا ممکن ہو تو پھر اس پر نماز پڑھنا جائز ہے' اور اس میں علماء کا اختلاف نہیں ہے' مگر شاذ اختلاف قدیم ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ جو چیز زمین پر بنائی گئی ہو' جیسے مسجد کی گیلری یا مسجد کی چھت کے اوپر تو اس کی ہر صورت جائز ہے اور اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

اگر مقتدی امام کی نماز کے ساتھ چھت پر نماز پڑھے اور امام مسجد کے نیچے ہو تو یہ جائز ہے جیسا کہ امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور سفیان نے از یونس بن عبید از عبد ربہ روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا' انہوں نے بصرہ میں جمعہ کی نماز مچان (گیلری) میں امام کے پیچھے پڑھی' امام احمد نے اس اثر سے استدلال کیا ہے۔

تیسرا مسئلہ ایسی چیز پر نماز پڑھنے کا ہے' جو اپنے حال پر باقی نہ رہے' حسن بصری نے اس پر نماز کو جائز کہا ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ اگر دریا میں پانی جم جائے تو اس کے اوپر نماز پڑھنا جائز ہے۔

(فتح الباری لابن رجب ج ۲ ص ۲۳۱۔۲۲۵ ملتقطاً' دار ابن الجوزیہ' ریاض' ۱۴۱۷ھ)

امام کے مقتدیوں سے بلند جگہ پر نماز پڑھانے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ابن دقیق العید نے کہا ہے کہ جو شخص بلند جگہ پر نماز پڑھائے اور اس کا قصد نماز کی تعلیم دینا نہ ہو تو یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس

حدیث میں یہ صورت شامل نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۵۱۱ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

امام کے مقتدیوں سے بلند جگہ پر نماز پڑھانے میں فقہاء احناف کا نظریہ

اس حدیث میں امام کے بلند جگہ پر نماز پڑھانے کی دلیل ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلند جگہ پر نماز پڑھائی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی یہ دلیل بیان فرمائی ہے تاکہ لوگوں کو نماز پڑھنے کے طریقہ کی تعلیم دی جائے پس اگر امام کسی سبب سے بلند جگہ پر نماز پڑھائے جیسے اس حدیث میں ہے تو یہ مستحب ہے ورنہ مکروہ ہے امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے اور امام شافعی اور امام احمد نے ایک قول میں منع بھی کیا ہے اور ابن حزم نے امام ابوحنیفہ سے بھی ایک منع کا قول نقل کیا ہے لیکن وہ صحیح نہیں ہے صحیح یہ ہے کہ ان کے نزدیک یہ کراہت (تنزیہی) کے ساتھ جائز ہے اور ہمارے اصحاب سے منقول ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ جائز ہے جب کہ امام ایک آدمی کی قامت کے برابر بلند ہو اور امام مالک کے نزدیک اگر تھوڑا سا بلند ہو تو پھر جائز ہے۔

نماز میں ایک دو قدم چلنے کا جواز اور دیگر مسائل

اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ اگر نمازی نماز میں تھوڑا سا چلے تو یہ جائز ہے محیط میں مذکور ہے: ایک قدم چلنے سے نماز باطل نہیں ہوتی اور دو قدم یا زیادہ چلنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے اس قول کی بناء پر چاہیے تھا کہ یہ نماز فاسد ہو جاتی لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر کسی مصلحت کی بناء پر دو قدم یا زیادہ چلے تو پھر نماز کو فاسد نہیں ہونا چاہیے اور مکروہ بھی نہیں ہونا چاہیے جیسے جو آدمی اکیلا صف کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اگلی صف سے ایک آدمی کو اپنی طرف کھینچ لے اور دو صفیں بن جائیں اور جس کو کھینچا گیا ہے اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی خواہ وہ ایک یا دو قدم چلے علامہ خطابی نے کہا ہے کہ تھوڑا سا کام کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ منبر کی تین سیڑھیاں تھیں آپ دوسری سیڑھی پر کھڑے تھے اور دوسری سیڑھی سے زمین پر آنے میں دو قدم کے برابر چلنا پڑتا ہے۔

اس حدیث میں منبر بنانے کا جواز ہے اور یہ کہ خطیب کو بلند جگہ پر بیٹھنا چاہیے۔

اس حدیث میں نماز میں نمازیوں کو نماز کی تعلیم دینے کا ثبوت ہے اور یہ عبادت میں شرک کرنا نہیں ہے بلکہ یہ ایسا ہے جیسا کہ نمازیوں کو سنانے کے لیے بلند آواز کے ساتھ تکبیر کہی جاتی ہے۔

اور اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ جب عالم کسی چیز کے علم کے ساتھ منفرد ہو تو وہ یہ بتائے کہ اس چیز کا صرف مجھے علم ہے اور کسی کو اس کا علم نہیں ہے جیسے حضرت سہل بن سعد نے کہا: صرف مجھے یہ علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منبر کس چیز سے بنا تھا وہ مقام غابہ کی جھاؤ کی لکڑی سے بنا تھا۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۱۱۸۔ ج ۲ ص ۱۱۴ پر مذکور ہے وہاں اس حدیث کی شرح کا عنوان ہے: استن حنانہ۔

۳۷۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ اَخْبَرَنَا حُمَيْدُ الطَّوِيلُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَقَطَ عَنْ فَرَسِهِ فَجُحِشَتْ سَاقُهُ اَوْ كَتِفُهُ وَاٰلَى مِنْ نِسَائِهِ شَهْرًا فَجَلَسَ فِي مَشْرُبَةٍ لَهُ دَرَجَتُهَا مِنْ جُذُوعٍ فَاَتَاهُ اَصْحَابُهُ يَعُودُونَهُ فَصَلَّى بِهِمْ جَالِسًا وَهُمْ قِيَامٌ فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد الرحیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ہارون نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حمید الطویل نے خبر دی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی گھوڑی سے گر گئے پس آپ کی پنڈلی یا آپ کا کندھا زخمی ہو گیا اور آپ نے اپنی ازواج کے پاس ایک ماہ تک نہ جانے کی قسم کھائی تھی پس آپ اپنے مچان (گیلری) میں بیٹھ گئے جس کی سیڑھیاں کھجور کے درخت کی بنی

بِهٖ، فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا، وَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا، وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا، وَاِنْ صَلّٰى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا. وَنَزَلَ لِتِسْعٍ وَّعِشْرِيْنَ، فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّكَ اٰلَيْتَ شَهْرًا؟ فَقَالَ اِنَّ الشَّهْرَ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ.

[اطراف الحدیث:۶۸۹۔۷۳۲۔۷۳۳۔۸۰۵۔۱۱۱۴۔۱۹۱۱۔۲۴۶۹۔۵۲۰۱۔۵۲۸۹۔۶۶۸۴]

ہوئی تھیں، پس آپ کے اصحاب آپ کی عیادت کرنے کے لیے آئے، آپ نے ان کو بیٹھ کر نماز پڑھائی اور وہ کھڑے ہوئے تھے جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے، پس جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو اور اگر وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور آپ انتیس دن بعد مچان (گیلری) سے اتر آئے، صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے تو ایک ماہ کی قسم کھائی تھی؟ آپ نے فرمایا: مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم:۴۱۱، الرقم المسلسل:۸۹۶، سنن ابوداؤد:۶۰۱، سنن ترمذی:۳۶۱، سنن نسائی:۸۳۲، سنن ابن ماجہ:۱۲۳۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۲۵، مسند الحمیدی:۱۱۸۹، مسند ابویعلیٰ:۳۵۵۸، المنتقیٰ:۲۲۹، صحیح ابن خزیمہ:۹۷۷، صحیح ابن حبان:۲۱۰۲، سنن بیہقی ج ۳ ص ۷۸، شرح السنۃ:۸۵۰، مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۰ طبع قدیم، مسند احمد:۱۲۰۷۴۔ج ۱۹ ص ۱۲۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی:۲۴۱۹، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے چار رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کا عنوان تھا: چھت، منبر اور لکڑی پر نماز پڑھنا، اور اس حدیث میں مچان (گیلری) پر نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور وہ مچان بھی لکڑی کا تھا۔

اگر کسی عذر کی وجہ سے امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی کھڑے ہو کر نماز پڑھیں

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اگر امام کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔ اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔ امام احمد، ابن حزم اور غیر مقلدین کا یہی موقف ہے کہ اگر امام کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدی بھی بیٹھ کر نماز پڑھیں، خواہ ان کو کوئی عذر نہ ہو، اور امام مالک نے کہا ہے کہ جو شخص قیام پر قادر ہو، وہ بیٹھنے والے امام کے پیچھے نماز نہ پڑھے، کھڑے ہو کر نہ بیٹھ کر، اور امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور جمہور سلف نے یہ کہا ہے کہ جو شخص قیام پر قادر ہو وہ بیٹھنے والے امام کے پیچھے کھڑے ہو کر ہی نماز پڑھے گا، اس میں فرض اور نفل دونوں برابر ہیں، کیونکہ قیام فرض ہے، امام سے یہ فرض اس کے عذر کی وجہ سے ساقط ہو گیا اور مقتدی کے لیے بغیر عذر کے فرض کو ترک کرنا جائز نہیں ہے، اور باب مذکور کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ:

یہ حدیث منسوخ ہے اور اس کی ناسخ وہ حدیث ہے، جس میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے مرض الموت میں بیٹھ کر نماز پڑھی اور آپ کے پیچھے صحابہ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور حضرت ابوبکر کھڑے ہو کر مسلمانوں کو نبی ﷺ کی نماز کے افعال کی خبر دے رہے تھے، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ گھوڑے پر سوار ہوئے، پس آپ اس گھوڑے سے گر گئے اور آپ کا دایاں پہلو چھل گیا، پھر نبی ﷺ نے کئی نمازیں بیٹھ کر پڑھیں، سو ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے، پس جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم

کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔

امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: الحمیدی نے کہا کہ آپ نے جو فرمایا ہے: جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو' یہ آپ نے اپنے پہلے مرض میں فرمایا تھا' پھر اس کے بعد نبی ﷺ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور صحابہ نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی' آپ نے ان کو بیٹھنے کا حکم نہیں دیا اور جو آخری بات ہو اس پر عمل کیا جاتا ہے اور آخری بات نبی ﷺ کا یہ فعل ہے۔

(صحیح البخاری:۶۸۹' جامع المسانید:۵۹۴' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

چھت اور لکڑی پر نماز پڑھنے کی دلیل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے مچان میں نماز پڑھی اور صحابہ نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔

حدیث کے اس جملہ میں چھت پر اور لکڑی پر نماز پڑھنے کی دلیل ہے کیونکہ مچان اپنی نچلی جگہ کے اعتبار سے چھت کے حکم میں ہے اور اس پر نماز پڑھنا چھت پر نماز پڑھنے کی مثل ہے اور چونکہ مچان لکڑی کا بنا ہوا تھا' اس لیے یہ لکڑی پر نماز پڑھنے کی بھی دلیل ہے۔

ایلاء کا لغوی اور شرعی معنی

اس حدیث میں ایلاء کا ذکر ہے' ایلاء کا لغوی معنی ہے: قسم کھانا' یعنی اپنی بیوی کے قریب نہ جانے کی قسم کھانا' اصطلاحی ایلاء یہ ہے کہ کوئی شخص یہ قسم کھائے کہ وہ چار ماہ تک اپنی بیوی کے قریب نہیں جائے گا' پھر اگر اس نے قسم پوری کر لی تو اس کی بیوی اس سے بائن ہو جائے گی اور اگر وہ چار ماہ سے پہلے اپنی بیوی کے قریب چلا گیا تو اس کو قسم توڑنے کا کفارہ دینا ہوگا اور اگر اس نے چار ماہ سے کم کی قسم کھائی' جیسے رسول اللہ ﷺ نے قسم کھائی تھی کہ آپ ایک ماہ تک اپنی ازواج کے قریب نہیں جائیں گے تو یہ لغوی ایلاء ہے' قسم پوری کرنے سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

۱۹ - بَابٌ اِذَا اَصَابَ ثَوْبُ الْمُصَلِّي امْرَاَتَهٗ اِذَا سَجَدَ

جب نمازی کا کپڑا سجدہ میں اس کی بیوی پر پڑ جائے

اس باب کا مقصد یہ ہے کہ جب نمازی کا کپڑا سجدہ میں اس کی بیوی پر لگ جائے تو آیا اس کی نماز فاسد ہو گی یا نہیں؟ اور ظاہر حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی نماز فاسد نہیں ہو گی۔

۳۷۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ' عَنْ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ' عَنْ مَيْمُوْنَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَاَنَا حِذَاءَهٗ' وَاَنَا حَائِضٌ' وَرُبَّمَا اَصَابَنِيْ ثَوْبُهٗ اِذَا سَجَدَ. قَالَتْ وَكَانَ يُصَلِّيْ عَلَى الْخُمْرَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی از خالد' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن شیبانی نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن شداد از حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے بالمقابل تھی' اس وقت میں حائض تھی' بعض مرتبہ جب آپ سجدہ کرتے تو آپ کا کپڑا مجھ پر پڑ جاتا اور آپ مصلّٰی (جانماز) پر نماز پڑھ رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۳ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا کوئی عنوان قائم نہیں کیا تھا۔

۲۰ - بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى الْحَصِيْرِ

چٹائی پر نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ چٹائی پر نماز پڑھنا جائز ہے۔

کشتی میں نماز پڑھنے کی تحقیق

وَصَلّٰی جَابِرٌ وَّاَبُوْ سَعِیْدٍ فِی السَّفِیْنَةِ قَائِمًا. اور حضرت جابر اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہما نے کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

حمید بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کشتی میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا گیا تو حضرت انس کے آزاد کردہ غلام عبداللہ بن ابی عتبہ نے بیان کیا' وہ اس وقت ہمارے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید الخدری' حضرت ابو الدرداء اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ سفر کیا' حمید نے کہا: انہوں نے اور بھی کچھ لوگوں کے اسماء ذکر کیے' پس ہمارے امام کشتی میں کھڑے ہوئے ہم کو نماز پڑھا رہے تھے اور ہم ان کے پیچھے کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور اگر ہم چاہتے تو کشتی کو ساحل پر لگا کر کشتی سے باہر آ سکتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۵۶۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

اس اثر کو چٹائی پر نماز پڑھنے کے باب میں ذکر کیا ہے کیونکہ دونوں میں یہ مناسبت ہے کہ چٹائی پر نماز پڑھنے والا بھی زمین سے منفصل ہے اور کشتی پر نماز پڑھنے والا بھی زمین سے منفصل ہے۔

کشتی میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس اثر سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کشتی پر نماز پڑھنا اس وقت جائز ہے' جب نمازی کھڑا ہوا ہو۔

امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ کشتی میں کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر دونوں طرح نماز پڑھنا جائز ہے' خواہ عذر ہو یا نہ ہو' حسن بن مالک' ابوقلابہ اور طاؤس کا بھی یہی قول ہے' اور کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کے متعلق حسب ذیل آثار ہیں:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ ہم جنادہ بن ابی امیہ کے ساتھ سمندر کے راستہ جہاد کرتے تھے اور کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۵۵۹- ج ۲ ص ۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

ابن سیرین بیان کرتے ہیں: ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ بنی سیرین کی طرف بڑے جہاز میں بیٹھ کر گئے' انہوں نے ہماری امامت کی اور بیٹھ کر ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی' پھر ہمیں دو رکعت اور پڑھائیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۵۶۰)

خالد بیان کرتے ہیں کہ ابوقلابہ کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۵۶۱)

اور اس لیے کہ کشتی میں سفر کرنے سے عموماً سر چکراتا ہے اور گویا کہ یہ عذر محقق ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ اگر کشتی سے باہر آ کر نماز پڑھ سکتا ہے تو باہر آ کر نماز پڑھ لے۔

امام ابویوسف اور امام محمد نے کہا ہے کہ کشتی میں بغیر عذر کے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے' کیونکہ قیام نماز کا رکن ہے اور اس کو بغیر عذر کے ترک کرنا جائز نہیں ہے' اور یہ اختلاف اس کشتی میں ہے جو کنارے پر بندھی ہوئی نہ ہو اور اگر کشتی کنارے پر بندھی ہو تو اس میں بیٹھ کر نماز پڑھنا اجماعاً جائز نہیں ہے' ایک قول یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک کشتی خواہ چل رہی ہو خواہ لنگر انداز ہو' اس میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے اور اس پر لازم ہے کہ نماز شروع کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ کرے کیونکہ اس کے لیے کشتی گھر کے حکم میں ہے' حتیٰ کہ جب وہ رکوع اور سجود کرنے پر قادر ہو تو وہ اس میں اشاروں سے نماز نہیں پڑھے گا' بہ خلاف اس شخص کے جو سواری پر سوار ہو' امام بخاری دوسری تعلیق ذکر کرتے ہیں:

وَقَالَ الْحَسَنُ يُصَلِّي قَائِمًا مَا لَمْ تَشُقَّ عَلٰى أَصْحَابِكَ، تَدُوْرُ مَعَهَا، وَإِلَّا فَقَاعِدًا.

اور حسن بصری نے کہا: کھڑے ہو کر نماز پڑھے جب تک کہ تمہارے اصحاب پر دشوار نہ ہو، تم کشتی کے ساتھ گھومتے رہو ورنہ بیٹھ کر نماز پڑھو۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل احادیث ہیں:

عاصم بیان کرتے ہیں کہ شعبی، حسن بصری اور ابن سیرین نے کہا: کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھو، حسن بصری نے کہا: تمہارے اصحاب پر دشوار نہ ہو تو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٥٦٥)

ابن سیرین نے کہا: تم چاہو تو کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور تم چاہو تو بیٹھ کر نماز پڑھو اور کھڑے ہونا افضل ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٥٦٦)

حسن بصری اور ابن سیرین نے کہا: کشتی میں کھڑے ہو کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھو اور جب کشتی قبلہ سے گھوم جائے تو تم بھی اس کے ساتھ گھوم جاؤ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٥٧٧)

علامہ عینی نے کہا ہے کہ اگر تم پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا دشوار ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھو کیونکہ حرج کو دور کیا گیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٤ ص ١٦٢، دار الکتب العلمیہ بیروت، ١٤٢١ھ)

چلتی ٹرین میں نماز پڑھنے کی تحقیق

اگر کوئی ٹرین ڈیڑھ، دو گھنٹہ تک مسلسل تیز رفتاری سے دوڑتی رہے اور درمیان میں بالکل نہ رکے اور اس دوران نماز کا وقت آ کر نکل جائے تو چلتی ٹرین میں نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ اس حالت میں زمین پر اتر کر نماز پڑھنا ممکن نہیں ہے، اگر اس نے زمین پر اتر کر نماز پڑھنے کی کوشش کی تو اس کی ہلاکت کا یقینی خطرہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَا تُلْقُوْا بِأَيْدِيْكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ. (البقرہ: ١٩٥) اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا أَنْفُسَكُمْ. (النساء: ٢٩) اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو۔

اور جب میدان جہاد میں دشمن سے قتال کے دوران نماز کا وقت آ جائے اور معمول کے مطابق سواری سے اتر کر زمین پر نماز پڑھنے میں جان کی ہلاکت کا خطرہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے کہ چلتے ہوئے نماز پڑھ لی جائے یا سواری پر نماز پڑھ لی جائے، قرآن مجید میں ہے:

فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا. (البقرہ: ٢٣٩) اگر تم کو جان کا خوف ہو تو چلتے ہوئے نماز پڑھو یا سواری پر۔

اور اگر سفر کے دوران ٹرین اتنے وقت کے لیے ٹھہرتی ہے کہ اس میں نماز پڑھی جا سکتی ہے، پس جب ٹرین رک جائے تو اس میں نماز پڑھے، بہر حال کسی صورت میں نماز کو ترک نہ کرے، اس مسئلہ کو زیادہ دلائل اور حوالہ جات کے ساتھ ہم شرح صحیح مسلم میں لکھ چکے ہیں، دیکھئے شرح صحیح مسلم: ١٥١٨۔ ج ٢ ص ٤٠٧۔ ٣٩٧۔

٣٨٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ جَدَّتَهُ مُلَيْكَةَ، دَعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ لَهُ، فَأَكَلَ مِنْهُ، ثُمَّ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ ان کی دادی حضرت ملیکہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کھانے کی دعوت دی

قُوْمُوْا فَلِاُصَلِّیَ لَكُمْ. قَالَ اَنَسٌ فَقُمْتُ اِلٰی حَصِيْرٍ لَنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُوْلِ مَا لُبِسَ، فَنَضَحْتُهٗ بِمَاءٍ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَفَفْتُ وَالْيَتِيْمُ وَرَاءَهٗ وَالْعَجُوْزُ مِنْ وَّرَائِنَا، فَصَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ.

[اطراف الحدیث:۷۲۷-۸۶۰-۸۷۱-۸۷۴-۱۱۶۴]

جو انہوں نے آپ کے لیے تیار کیا تھا' آپ نے اس کو کھایا' پھر فرمایا: کھڑے ہو میں تم کو نماز پڑھاؤں' حضرت انس نے کہا: میں اس چٹائی کی طرف کھڑا ہوا' جو لمبے عرصہ سے استعمال کی وجہ سے میلی ہو چکی تھی' میں نے اس کو پانی سے دھویا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور میں نے اور یتیم نے آپ کے پیچھے صف بنائی اور بڑھیا ہمارے پیچھے کھڑی ہوئی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی' پھر آپ چلے گئے۔

(صحیح مسلم:۶۵۸' الرقم المسلسل:۱۴۷۱' سنن ابوداؤد:۶۱۲' سنن ترمذی:۲۳۴-۲۵۴' سنن نسائی:۸۰۱' سنن ابن ماجہ:۷۵۶' السنن الکبریٰ للنسائی:۸۷۲' صحیح ابن حبان:۲۲۰۵' شرح السنۃ:۸۲۸' مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۱ طبع قدیم' مسند احمد:۱۲۳۴۰۔ ج ۱۹ ص ۲۴۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:۱۶۶' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن یوسف التنیسی (۲) امام مالک بن انس (۳) اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ' ان کو اسحاق بن ابی طلحہ بھی کہا جاتا ہے (۴) زید بن سہل الانصاری البخاری' امام مالک حدیث میں اسحاق کے اوپر کسی کو مقدم نہیں کرتے تھے' یہ ۱۳۲ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (۶) ان کی دادی حضرت ملیکہ۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۶۳)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں چٹائی پر نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور سے مستنبط مسائل

☆ اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت انس کی دادی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کی دعوت دی تو آپ نے اس کو قبول فرما لیا' اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی عذر نہ ہو تو کھانے کی دعوت کو قبول کر لینا چاہیے۔

☆ کھانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو نماز پڑھائی' اس میں گھر میں نوافل کی جماعت کا ثبوت ہے۔

☆ افضل یہ ہے کہ نوافل گھر میں پڑھے جائیں کیونکہ مساجد کو فرائض کی ادائیگی کے لیے بنایا گیا ہے۔

☆ دعوت دینے والے کے گھر کو برکت پہنچانے کے لیے کھانے کے بعد وہاں نفل نماز پڑھنی چاہیے۔

☆ ہو سکتا ہے کہ آپ کا قصد یہ ہو کہ عورت کو نماز کی تعلیم دی جائے کیونکہ عورتیں نماز میں کم حاضر ہوتی تھیں۔

☆ جانماز کو میل کچیل سے صاف رکھنا چاہیے اور مہمان کی تکریم کے لیے جانماز کو دھو کر صاف کرنا چاہیے۔

☆ بچہ کو مرد کے ساتھ ایک صف میں کھڑا کرنا چاہیے اور عورتوں کو مردوں سے مؤخر کھڑا کرنا چاہیے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۶۵-۱۶۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' فتح الباری ج ۲ ص ۵۴' دار المعرفہ' بیروت)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:۱۳۹۸۔ ج ۲ ص ۲۹۳ پر مذکور ہے' وہاں کسی عنوان کے بغیر اس کی شرح کی گئی ہے۔

۲۱ - بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى الْخُمْرَةِ

مصلّٰی (جانماز) پر نماز پڑھنا

۳۸۱ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے

عَنْ مَيْمُوْنَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ عَلَى الْخُمْرَةِ.

کہا: ہمیں سلیمان الشیبانی نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن شداد از حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خمرہ (جانماز) پر نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۳ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا کوئی عنوان نہیں تھا۔

۲۲ - بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى الْفِرَاشِ بستر پر نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بستر پر نماز پڑھنا جائز ہے اور دونوں بابوں میں مناسبت یہ ہے کہ چٹائی پر نماز پڑھی جائے یا بستر پر' دونوں زمین سے منفصل ہیں۔ امام بخاری لکھتے ہیں:

وَصَلّٰى اَنَسٌ عَلٰى فِرَاشِهٖ. اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنے بستر پر نماز پڑھی۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حمید بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے بستر پر نماز پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۱۰۔ ج ۱ ص ۴۴۴)

وَقَالَ اَنَسٌ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَيَسْجُدُ اَحَدُنَا عَلٰى ثَوْبِهٖ.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو ہم میں سے ایک شخص اپنے کپڑے پر سجدہ کرتا تھا۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۳۸۵ میں عنقریب آ رہی ہے۔

اس اثر کی مناسبت باب کے عنوان سے اس طرح ہے کہ کپڑے پر سجدہ اس وقت ہوگا' جب وہ بچھایا ہوا ہو اور بستر بھی بچھایا ہوا ہوتا ہے۔

۳۸۲ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ' عَنْ اَبِي النَّضْرِ' مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ' عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ' عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا قَالَتْ كُنْتُ اَنَامُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَايَ فِيْ قِبْلَتِهٖ' فَاِذَا سَجَدَ غَمَزَنِيْ فَقَبَضْتُ رِجْلَيَّ' فَاِذَا قَامَ بَسَطْتُهُمَا' قَالَتْ وَالْبُيُوْتُ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيْهَا مَصَابِيْحُ.

[اطراف الحدیث: ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۵۰۸۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۹۔ ۹۹۷۔ ۱۲۰۹۔ ۶۲۷۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ابی النضر جو عمر بن عبید اللہ کے آزاد کردہ غلام ہیں' از ابی سلمہ بن عبدالرحمان از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سوتی تھی اور میرے دونوں پیر آپ کے قبلہ کی جانب ہوتے تھے' سو جب آپ سجدہ کرتے تو مجھے ہاتھ سے اشارہ کرتے تو میں اپنے پیر کھینچ لیتی' پھر جب آپ کھڑے ہوتے تو میں اپنے پیروں کو پھر پھیلا لیتی اور گھروں میں ان دنوں چراغ نہیں ہوتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۵۱۲' الرقم المسلسل: ۱۱۲۵' سنن ابوداؤد: ۷۱۳' سنن نسائی: ۱۶۶' سنن ابن ماجہ: ۹۵۶' مسند الحمیدی: ۱۷۱' صحیح ابن خزیمہ: ۸۲۲' صحیح ابن حبان: ۲۳۴۳' مسند احمد ج ۶ ص ۴۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۱۶۹۔ ج ۴۰ ص ۱۹۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سوتی تھی کیونکہ عموماً سونا بستر پر ہوتا تھا اور عنوان میں بستر کا ذکر ہے' تاہم اس حدیث میں یہ ثبوت نہیں ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ کے بستر پر نماز پڑھی تھی۔

عورت‘ کتے اور گدھے کے نمازی کے آگے سے گزرنے سے نماز کے ٹوٹ جانے کی حدیث کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سوتی تھی۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مرد کا اپنی بیوی کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے اور عورت کے سامنے ہونے سے مرد کی نماز نہیں ٹوٹتی‘ بعض فقہاء نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دیگر کے لیے اس کو مکروہ کہا ہے کیونکہ وہ اس کی طرف دیکھے گا اور دل اس میں مشغول رہے گا اور اس میں فتنہ کا خوف ہے‘ اور رہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ ان تمام چیزوں سے منزہ ہیں‘ علاوہ ازیں یہ رات کا وقت تھا اور گھر میں چراغ نہیں تھا۔

جو شخص عورت کے سامنے نماز پڑھے‘ اس کی نماز باطل نہیں ہوتی اور نہ اس کی جس کے سامنے سے عورت گزرے‘ یہ متقدمین اور متاخرین جمہور فقہاء کا موقف ہے‘ امام ابوحنیفہ‘ امام مالک اور امام شافعی ان میں شامل ہیں‘ اور یہ معلوم ہے کہ عورت کا نمازی کے سامنے لیٹے ہوئے ہونا‘ اس کے سامنے گزرنے سے زیادہ شدید ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت‘ گدھے اور کتے کے سامنے سے گزرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۹ طبع قدیم‘ مسند احمد: ۷۹۸۳۔ ج ۳ ص ۳۶۱‘ سنن ابن ماجہ: ۹۵۰‘ المعجم الکبیر: ۳۱۶۱)

امام احمد نے کہا ہے کہ سیاہ کتا نماز توڑ دیتا ہے اور میرے دل میں گدھے اور کتے کے متعلق بھی کچھ ہے‘ اور جس حدیث میں ہے کہ ان کے گزرنے سے نماز منقطع ہو جاتی ہے‘ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے گزرنے سے نماز ناقص ہو جاتی ہے کیونکہ دل ان چیزوں کے ساتھ مشغول ہو جاتا ہے اور اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ ان کے گزرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے‘ کیونکہ عورت کو دیکھنے سے وسوسے آتے ہیں اور گدھا مکروہ آواز نکالتا ہے اور کتا فتنہ میں ڈالتا ہے اور مضطرب کرتا ہے اور چونکہ یہ چیزیں نماز منقطع کرنے کا سبب بنتی ہیں‘ اس لیے ان پر نماز قطع کرنے کا اطلاق کر دیا گیا۔

اس حدیث کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مذکور ذیل حدیث سے منسوخ ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی (اور نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو) تم اپنی پوری طاقت سے دفع کرو‘ وہ شیطان ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۷۱۹)

اور شارع علیہ السلام کے اور قبلہ کے درمیان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں‘ نیز حدیث میں ہے کہ گدھی نمازیوں کے آگے چر رہی تھی اور اس پر کسی نے انکار نہیں کیا۔ (صحیح البخاری: ۴۹۳‘ صحیح مسلم: ۵۰۴‘ سنن ابوداؤد: ۷۱۵‘ سنن ترمذی: ۳۳۷‘ سنن نسائی: ۷۵۱‘ سنن ابن ماجہ: ۹۴۷)

حضرت ابن عباس اور عطاء نے یہ کہا ہے کہ جو عورت نماز منقطع کرتی ہے‘ اس سے مراد حائض عورت ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۸۳۲‘ صحیح ابن حبان: ۲۳۱۲) علامہ عینی فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں یہ تصریح ہے کہ شعبہ نے کہا: میرا گمان ہے کہ جس حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ آپ کے سامنے لیٹی ہوئی تھیں‘ حضرت عائشہ نے فرمایا: میں اس وقت حائض تھی‘ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بعض احادیث میں ہے کہ کتا‘ خنزیر‘ یہودی اور نصرانی نماز کو منقطع کر دیتا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۳۵۳۔ ۲۳۵۲) اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۷۰۔ ۱۶۹‘ مفصلاً و مخرجاً‘ دارالکتب العلمیہ بیروت‘ ۱۴۲۱ھ)

سوئے ہوئے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کے جواز کی تحقیق

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص سویا ہوا ہو‘ اس کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے اور بعض علماء نے اس کو مکروہ کہا ہے اور ان کا استدلال حسب ذیل حدیث سے ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سویا ہوا ہو یا باتیں کر رہا ہو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔
(سنن ابوداؤد: ۶۹۴ سنن ابن ماجہ: ۹۵۹)

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث محمد بن کعب سے مروی ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔
باب مذکور کی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز میں عمل قلیل کرنا جائز ہے۔

عورت کے جسم کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا' اس پر فقہاء احناف کا استدلال اور اس پر حافظ ابن حجر کا ردّ کرنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب آپ سجدہ کرتے تو مجھے ہاتھ سے اشارہ کرتے۔
حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ عورت کے جسم کو چھونے سے وضوء ٹوٹتا ہے نہ نماز ٹوٹتی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ حضرت عائشہ کے پیروں کو لگایا تھا' لیکن یہ استدلال اس لیے مردود ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عائشہ کے پیروں پر کپڑا ہو یا یہ آپ کی خصوصیت ہو' سو یہ ثابت نہ ہوا کہ عورت کے جسم کو چھونے سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۵۵' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر کے جواب کو ردّ کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس جواب کا ردّ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اصل یہ ہے کہ پیر کے اوپر عرفاً کوئی کپڑا نہیں ہوتا نہ ہاتھ کے اوپر ہوتا ہے اور یہ بہت بعید ہے کہ آپ نے ان کے کپڑے کے اوپر سے ان کو ہاتھ لگا کر اشارہ کیا تھا' جیسا کہ امام شافعی کا قول ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۱)
حافظ ابن حجر نے دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ ہو سکتا ہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہو' یہ جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مقام پر مقام تشریع میں تھے' یہ آپ کی خصوصیت کا مقام نہیں تھا' کیونکہ یہ معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اقوال اور افعال کو معصوم رکھا ہے اور بغیر دلیل کے خصوصیت کا دعویٰ باطل ہے' کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو آپ ہمارے لیے کسی حدیث میں یہ دلیل قائم کرتے کہ آپ کے حق میں عورت کے جسم کو چھونا وضوء ٹوٹنے کا سبب نہیں ہے' جیسا کہ آپ نے نیند کے متعلق فرمادیا کہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل جاگتا رہتا ہے اور نیند سے آپ کا وضوء نہیں ٹوٹتا اور اس کا انکار کرنا عناد اور مکابرہ ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۰۴۷۔ ج ا ص ۱۳۲۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں ص ۱۳۳۰ پر صراط مستقیم (مصنفہ: شیخ اسماعیل دہلوی) کی ایک توہین آمیز عبارت پر بحث کی گئی ہے۔

۳۸۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي، وَهِيَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ، عَلَى فِرَاشِ أَهْلِهِ، اِعْتِرَاضَ الْجَنَازَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی کہ ان کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت عائشہ آپ کے اور قبلہ کے درمیان آپ کے اہل کے بستر کے اوپر جنازہ کی طرح لیٹی ہوئی تھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۸۲ میں گزر چکی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۸۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ، عَنْ عِرَاكٍ، عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي، وَعَائِشَةُ مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ، عَلَى الْفِرَاشِ الَّذِي يَنَامَانِ عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یزید از عراک از عروہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے اور قبلہ کے درمیان اس بستر پر لیٹی ہوئی تھیں جس پر وہ دونوں سوتے تھے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۳۸۲ میں گزر چکی ہے۔

۲۳ - بَابُ السُّجُودِ عَلَى الثَّوْبِ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ

شدید گرمی میں کپڑے پر سجدہ کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ شدید گرمی میں نمازی اپنے کپڑے کی مثلاً آستین یا دامن پر سجدہ کر سکتا ہے۔ باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ اس میں بستر پر نماز پڑھنے کا ذکر تھا اور اس میں کپڑے پر سجدہ کرنے کا ذکر ہے اور دونوں بابوں میں یہ بات مشترک ہے زمین پر سجدہ نہیں کیا گیا بلکہ زمین اور سجدہ کے درمیان بستر یا کپڑا حائل تھا۔

وقال الْحَسَنُ كَانَ الْقَوْمُ يَسْجُدُونَ عَلَى الْعِمَامَةِ وَالْقَلَنْسُوَةِ، وَيَدَاهُ فِي كُمِّهِ.

اور حسن بصری نے کہا: لوگ عمامہ پر سجدہ کرتے تھے اور ٹوپی پر اور ان کے ہاتھ اپنی آستین میں ہوتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیثیں ہیں:

اشعث بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ آدمی کپڑے پر سجدہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۷۵)

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سخت سردی میں لوگوں کو جمعہ کی نماز پڑھائی' پھر اپنے کپڑے کے ایک پلو کو زمین پر رکھ کر اس پر سجدہ کیا' پھر فرمایا: اے لوگو! جب تم میں سے کسی کو شدید گرمی یا سردی لگے تو وہ کپڑے کے پلو پر سجدہ کر لیا کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۶۷۔ ج ۱ ص ۲۴۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شدید گرمی میں نماز پڑھتے تھے اور جب ہم میں سے کسی شخص کے لیے زمین پر چہرہ رکھنا ممکن نہ ہوتا تو وہ زمین پر کپڑا بچھا کر اس پر سجدہ کرتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۶۹)

۳۸۵ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ، قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنِي غَالِبٌ الْقَطَّانُ، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَضَعُ أَحَدُنَا طَرَفَ الثَّوْبِ، مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ، فِي مَكَانِ السُّجُودِ. [اطراف الحدیث: ۵۴۲۔ ۱۲۰۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید ہشام بن عبدالملک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے بشر بن المفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے غالب القطان نے حدیث بیان کی از بکر بن عبداللہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے' پھر ہم میں سے کوئی شخص گرمی کی شدت کی وجہ سے اپنے کپڑے کا پلو سجدہ کی جگہ پر رکھتا۔

(صحیح مسلم: ۶۲۰' الرقم المسلسل: ۱۳۸۱' سنن ابوداؤد: ۶۶۰' سنن ترمذی: ۵۸۴' سنن نسائی: ۱۱۱۶' سنن ابن ماجہ: ۱۰۲۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱

ص ۲۶۹' سنن دارمی: ۱۳۳۷' مسند ابویعلیٰ: ۴۱۵۲' صحیح ابن خزیمہ: ۶۷۵' صحیح ابن حبان: ۲۳۵۴' سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۰۵' شرح السنۃ: ۳۵۷' مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۹۷۰- ج ۱۹ ص ۳۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۳۴۴' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے' اس کی سند کے دوسرے راوی ہیں: بشر بن المفضل الرقاشی العثمانی' یہ ہر روز چار سو رکعت نماز پڑھتے تھے' اور تیسرے راوی غالب القطان ہیں' ان کا نام ہے: غالب بن خطاف۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر ہم میں سے کوئی شخص گرمی کی شدت کی وجہ سے اپنے کپڑے کا پلو سجدہ کی جگہ پر رکھتا۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نماز میں تھوڑا سا عمل معاف ہے کیونکہ سجدہ کی جگہ پر کپڑا رکھنا بھی ایک عمل ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۰۷- ج ۲ ص ۲۴۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: نمازی کا اپنے فاضل کپڑے پر سجدہ کرنا۔

۲۴ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِي النِّعَالِ — جوتے پہنے ہوئے نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جوتے پہن کر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے' باب سابق میں چہرے کو کپڑے سے ڈھانپ کر نماز پڑھنے کا حکم بیان کیا تھا اور اس باب میں پیروں کو جوتوں سے ڈھانپ کر نماز پڑھنے کا حکم بیان کیا ہے۔

۳۸۶ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِي اِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ مَسْلَمَةَ سَعِيْدُ بْنُ يَزِيْدَ الْاَزْدِيُّ ' قَالَ سَاَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ اَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ نَعْلَيْهِ ؟ قَالَ نَعَمْ. [طرف الحدیث: ۵۸۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ابومسلمہ سعید بن یزید الازدی نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جوتے پہنے ہوئے نماز پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں!

(صحیح مسلم: ۵۵۵' الرقم المسلسل: ۱۲۱۴' سنن ترمذی: ۴۰۰' سنن نسائی: ۷۷۵' سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۱۶' سنن دارمی: ۱۳۷۷' المنتقیٰ: ۱۷۴' مسند ابویعلیٰ: ۴۲۲۳- ۳۶۶۷' صحیح ابن خزیمہ: ۱۰۱۰' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۳۱' شرح السنۃ: ۵۳۲' مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۹۷۶- ج ۱۹ ص ۳۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے چار راوی ہیں' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جب حضرت انس سے پوچھا گیا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جوتے پہنے ہوئے نماز پڑھتے تھے تو انہوں نے کہا: ہاں! یعنی آپ جوتے پہنے ہوئے نماز پڑھتے تھے اور یہی باب کا عنوان ہے۔

جوتے پہن کر نماز پڑھنے کے متعلق دیگر احادیث

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے تو اچانک آپ نے اپنے جوتے اتار دیئے اور ان کو بائیں طرف رکھ دیا' جب صحابہ نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے جوتے اتار دیئے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھ لی تو آپ نے پوچھا: تمہیں اپنے جوتے اتارنے پر کس چیز نے برانگیختہ کیا؟ انہوں نے کہا: ہم نے آپ کو جوتے اتارتے دیکھا تو ہم نے بھی جوتے اتار دیئے' آپ نے فرمایا: بے شک مجھے جبریل نے آ کر خبر دی تھی کہ آپ کے جوتوں میں کوئی گھناؤنی چیز یا نجاست ہے تو میں نے ان جوتوں کو اتار دیا' پس جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں آئے تو دیکھ لے پس اگر اس کے

جوتوں میں کوئی گھناؤنی چیز یا نجاست ہو تو اس کو رگڑ کر صاف کر لے پھر ان کو پہن کر نماز پڑھے۔

(سنن ابوداؤد: ۶۵۰ 'سنۃ ابی عاصم ج ۲ ص ۹۲ 'سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۰۲ 'مشکوٰۃ: ۷۶۶)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہود کی مخالفت کرو وہ جوتے اور موزے پہن کر نماز نہیں پڑھتے۔ (سنن ابوداؤد: ۶۵۲)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد (عبداللہ بن عمرو بن العاص) سے اور وہ اپنے دادا (حضرت عمرو بن العاص) رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ننگے پیر اور جوتے پہن کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۶۵۳ 'سنن ابن ماجہ: ۱۰۳۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے جوتے اتارے تو ان جوتوں سے کسی کو ایذاء نہ پہنچائے اور ان جوتوں کو اپنے دونوں پیروں کے درمیان رکھے یا جوتے پہن کر نماز پڑھے۔

(سنن ابوداؤد: ۶۵۵)

امام غزالی اور حافظ عینی کے نزدیک جوتے پہن کر نماز پڑھنا افضل ہے

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ننگے پیر بھی نماز پڑھی ہے' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کے قصد سے ننگے پیر نماز پڑھنی چاہیے' علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جوتے پہن کر نماز پڑھنے اور یہود کی مخالفت کرنے کا حکم دیا ہے' اس لیے یہود کی مخالفت کے قصد سے جوتے پہن کر نماز پڑھنا مستحب ہے اور یہ سنت مقصودہ بالذات نہیں ہے اور آپ نے چونکہ ننگے پیر بھی نماز پڑھی ہے' اس لیے ننگے پیر نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے اور امام غزالی نے احیاء العلوم میں بعض فقہاء سے نقل کیا ہے کہ جوتے پہن کر نماز پڑھنا افضل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۷۷ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر کے نزدیک جوتے پہن کر نماز پڑھنے کے بجائے جوتے اتار کر نماز پڑھنا افضل ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن دقیق العید نے کہا ہے کہ جوتے پہن کر نماز پڑھنے کی رخصت ہے' یہ مستحب نہیں ہے کیونکہ جوتے پہن کر نماز پڑھنا نماز کی سنت مقصودہ نہیں ہے' قرآن مجید میں ہے: تم ہر نماز میں اپنی زینت پہنو (الاعراف: ۳۱) ہر چند کہ جوتے پہننا لباس کی زینت میں داخل ہے لیکن اس کے خلاف یہ ہے کہ انسان جوتے پہن کر زمین پر چلتا ہے اور زمین پر اکثر نجاستیں پڑی ہوتی ہیں (ہمارے شہروں میں گٹر سے اُبلا ہوا نجس پانی سڑکوں پر پڑا ہوتا ہے' جن کی نجاست سے جوتے آلودہ ہو جاتے ہیں۔ سعیدی) اس وجہ سے نماز میں جوتوں کی زینت ساقط ہو جاتی ہے اور جن جوتوں کی زینت اور ازالہ نجاست میں تعارض ہو تو ازالہ نجاست کو ترجیح دی جائے گی اور جوتوں کو اتار کر نماز پڑھنا راجح ہوگا کیونکہ وہ نجاست سے آلودہ ہوتے ہیں اور جوتوں کی زینت مرجوح ہوگی اور جب مفاسد کو دفع کرنے اور مصالح کے حصول میں تعارض ہو تو مفاسد کے دفع کرنے کو ترجیح دی جاتی ہے' لہٰذا نماز میں جوتے پہننے کی زینت اور جوتے اتار کر ان کی نجاست کے ازالہ میں جب تعارض ہوگا تو جوتے اتار کر نماز پڑھنے کو ترجیح دی جائے گی۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۵۷۰ 'موضحاً ومفصلاً' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو اصولی بحث کی ہے' اس کا تقاضا یہ ہے کہ جوتے اتار کر نماز پڑھنا افضل ہے جب کہ جوتے اتار کر

نماز پڑھنا بھی رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے' لہٰذا آپ کی سنت کے قصد سے جوتے اتار کر نماز پڑھنی چاہیے۔

جوتوں پر لگی ہوئی نجاست کے ازالہ میں مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

جب جوتوں میں نجاست نہ ہو تو جوتے پہن کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر جوتوں میں نجاست ہو تو ان کو رگڑ رگڑ کر صاف کر لیا جائے' پھر ان کو پہن کر نماز پڑھی جائے۔

اوزاعی اور ابوثور وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ جب جوتوں پر تر نجاست ہو تو ان کو مٹی میں رگڑ لیا جائے تو وہ پاک ہو جاتے ہیں اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ تر نجاست سے اس وقت تک جوتے پاک نہیں ہوں گے' جب تک کہ ان کو پانی سے دھویا نہ جائے اور اگر خشک نجاست ہو تو اس کو رگڑ کر صاف کرنے سے جوتے پاک ہو جائیں گے اور امام محمد اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ نجاست تر ہو یا خشک' جب تک جوتوں کو پانی سے دھویا نہیں جائے گا' وہ پاک نہیں ہوں گے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۵۔۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

ہمارے دور میں اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں کہ جوتے اتار کر نماز پڑھی جائے

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ ھ نے کہا ہے کہ جس چیز پر ایسی نجاست لگی ہو جو دکھائی دیتی ہو' اس کو زائل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو اتنی بار دھویا جائے کہ دھونے والے کو ظن غالب ہو کہ وہ نجاست زائل ہو گئی ہے اور جو نجاست دکھائی نہ دیتی ہو (جیسے جانوروں کا پیشاب اور گٹر کا پانی) اس کو پاک کرنے کے لیے اس کو تین مرتبہ دھونا ضروری ہے اور تین مرتبہ دھونے کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو پانی میں اس وقت تک اپنا ہاتھ نہ ڈالے جب تک کہ اس کو تین مرتبہ دھو نہ لے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری ہے۔ (سنن نسائی: ۱۶۱۔ ج ۱ ص ۱۰۷' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۱۲ھ)

اور ظاہر الروایۃ میں ہے کہ تین دفعہ دھونے میں ہر بار نچوڑنا ضروری ہے۔ (ہدایہ اولین ص ۷۸' مکتبہ شرکۃ علمیہ ملتان)

اور جس چیز کو نچوڑا نہ جا سکے جیسے چمڑا' ریگزین اور پلاسٹک وغیرہ اس کو ہر بار دھونے کے بعد خشک کیا جائے اور یہ خشک کرنا نچوڑنے کے قائم مقام ہے' ہمارے شہر کی سڑکوں اور گلیوں میں بالعموم گھوڑوں' گدھوں' کتوں اور بلیوں کا پیشاب اور اُبلے ہوئے گٹروں کا پانی پڑا ہوا ہوتا ہے' جس سے جوتوں کے تلے نجس ہو جاتے ہیں اور اس نجاست کو زائل کرنے کے لیے ان کو اس طرح تین بار دھونا ضروری ہے کہ ان کو ہر بار دھو کر خشک کیا جائے کیونکہ ان کو نچوڑا نہیں جا سکتا' اس کے بغیر جوتے پاک نہیں ہوں گے اور ناپاک جوتوں کے ساتھ کسی کے نزدیک بھی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے' اور اس پُر مشقت عمل میں اتنا وقت صرف ہوگا کہ نماز کا وقت نکل جائے گا' اس لیے ہمارے دور میں اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ جوتے اتار کر ننگے پیر نماز پڑھی جائے اور چونکہ رسول اللہ ﷺ نے ننگے پیر بھی نماز پڑھی ہے' اس لیے اس میں حصولِ سنت کا قصد کر لیا جائے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۱۳۸۔ ج ۲ ص ۱۲۴ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
① جوتیوں کے ساتھ نماز پڑھنا ② جوتیوں کی طہارت ③ چمڑے اور پلاسٹک کی طہارت

۲۵ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِي الْخِفَافِ موزے پہن کر نماز پڑھنا

اس سے پہلے باب میں جوتے پہن کرنماز پڑھنے کا حکم بیان کیا گیا تھا اور اس باب میں موزے پہن کرنماز پڑھنے کا حکم بیان کیا گیا ہے اور جوتوں اور موزوں میں یہ مناسبت ہے کہ دونوں پیروں کوڈھانپ لیتے ہیں۔

۳۸۷ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ اِبْرَاهِيْمَ يُحَدِّثُ عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ رَاَيْتُ جَرِيْرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بَالَ ثُمَّ تَوَضَّاَ، وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ، ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى، فَسُئِلَ فَقَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ مِثْلَ هٰذَا. قَالَ اِبْرَاهِيْمُ فَكَانَ يُعْجِبُهُمْ، لِاَنَّ جَرِيْرًا كَانَ مِنْ اٰخِرِ مَنْ اَسْلَمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاعمش انہوں نے کہا: میں نے ابراہیم سے سنا وہ ھمام بن الحارث سے حدیث بیان کرتے ہیں انہوں نے کہا: میں نے حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے پیشاب کیا پھر وضوء کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا پھر انہوں نے کھڑے ہوکرنماز پڑھی پس ان سے سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: میں نے دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا تھا ابراہیم نے کہا: محدثین کو یہ حدیث اس لیے پسند تھی کہ حضرت جریر آخر میں اسلام لائے تھے۔

۳۸۸ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ وَضَّاْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ وَصَلّٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از مسلم از مسروق از حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وضوء کرایا' پھر آپ نے موزوں پر مسح کیا اور نماز پڑھی۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۴۰۲ 'مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

ان دونوں حدیثوں کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۲ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: ایک شخص اپنے صاحب کو وضوء کرائے' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت المغیرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وضوء کرایا اور آپ نے موزوں پر مسح کیا' اور موزوں پر مسح کرنے کی پوری تفصیل وہاں بیان کی جا چکی ہے۔

۲۶ - بَابُ اِذَا لَمْ يُتِمَّ السُّجُوْدَ
جب کوئی شخص مکمل سجدہ نہ کرے

اس باب میں بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص مکمل سجدہ نہ کرے تو اس پر وعید شدید ہے' اس باب کی اس سے پہلے مذکور اس باب کے ساتھ مناسبت ہے' جس میں کپڑے پر سجدہ کرنے کا جواز بیان کیا گیا تھا' ان دونوں بابوں سے سجدہ کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

۳۸۹ - اَخْبَرَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا مَهْدِيٌّ، عَنْ وَاصِلٍ، عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّهُ رَاٰى رَجُلًا لَا يُتِمُّ رُكُوْعَهُ وَلَا سُجُوْدَهُ، فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهُ، قَالَ لَهُ حُذَيْفَةُ مَا صَلَّيْتَ. قَالَ وَاَحْسِبُهُ قَالَ. لَوْ مُتَّ مُتَّ عَلٰى غَيْرِ سُنَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [اطراف الحدیث: ۷۹۱-۸۰۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الصلت بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں مہدی نے خبر دی از واصل از ابی وائل از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا وہ پورا رکوع اور پورا سجدہ نہیں کر رہا تھا' جب اس شخص نے نماز پڑھ لی تو حضرت حذیفہ نے اس سے کہا: تم نے نماز نہیں پڑھی اور میرا گمان ہے انہوں نے کہا: اگر تم (اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے) مر گئے تو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے غیر پر مرو گے۔

(سنن نسائی: ۱۳۱۱' مصنف عبد الرزاق: ۳۷۳۲-۳۷۳۳' مسند البزار: ۲۸۱۹' صحیح ابن حبان: ۱۸۹۴' شرح السنۃ: ۶۱۶' سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۸۶' السنن الکبریٰ للنسائی: ۶۰۸-۱۲۲۳' مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۳۲۵۸- ج ۳۸ ص ۲۹۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ جو شخص جلدی جلدی نماز پڑھے اور کامل سجدہ نہ کرے' اس کو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ وعید سنائی ہے کہ اگر وہ اسی طرح نماز پڑھتا رہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر نہیں مرے گا۔

حدیث مذکور کے رجال

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں: (۱) الصلت بن محمد بن عبد الرحمان الخارکی البصری' ان کی نسبت الخارک کی طرف ہے' یہ جگہ بصرہ کے سواحل میں سے ہے (۲) مہدی بن میمون ابو یحییٰ الازدی' یہ ۱۷۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) واصل بن حبان' یہ کبڑے تھے (۴) ابو وائل شقیق بن سلمہ (۵) حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۸۱)

رکوع اور سجود کو طمانیت کے ساتھ ادا کرنے میں مذاہب ائمہ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے کہا: تم نے نماز نہیں پڑھی' اس کا معنی یہ ہے کہ تم نے کامل نماز نہیں پڑھی' کیونکہ نفس رکوع اور نفس سجدہ نماز میں فرض ہے اور رکوع اور سجدہ میں طمانیت امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک سنت ہے اور امام شافعی اور امام ابو یوسف کے نزدیک رکوع اور سجود میں طمانیت فرض ہے' ان کے نزدیک ایسی نماز حقیقۃً نہیں ہوتی اور اس نماز کو دوبارہ پڑھنا فرض ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۸۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

تعدیل ارکان کا امام ابوحنیفہ کے نزدیک واجب ہونا

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

قاضی الصدر نے اپنی شرح میں تعدیل ارکان میں بہت تشدید کی ہے' انہوں نے کہا: امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک ہر رکن کو مکمل کرنا واجب ہے اور امام ابو یوسف اور امام شافعی کے نزدیک فرض ہے' لہٰذا رکوع' سجود اور قومہ کے درمیان اتنی دیر ٹھہرے کہ ہر عضو مطمئن ہو جائے اور یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک واجب ہے' حتیٰ کہ اس کو ترک کیا یا اس میں سے کچھ کو ترک کیا تو اس پر سجدہ سہو کرنا لازم ہے اور اگر عمداً ترک کیا تو بہت شدید مکروہ ہے' اور اس پر لازم ہے کہ وہ نماز دوبارہ پڑھے اور یہ ترتیب کے ساقط ہونے میں بھی معتبر ہے' (یعنی جس نے پانچ نمازیں ایسی پڑھیں وہ صاحب ترتیب نہیں رہے گا) جیسے کسی شخص نے حالت جنابت میں طواف کیا تو اس پر اس طواف کا اعادہ لازم ہے' اور معتبر پہلا قول ہے۔ (یعنی تخریج جرجانی کے اعتبار سے امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک تعدیل ارکان سنت ہے اور تخریج کرخی کے اعتبار سے واجب ہے' حتیٰ کہ تعدیل کو ترک کرنے سے سہو کے دو سجدے لازم آئیں گے' اسی طرح ہدایہ میں ہے اور دوسرے قول پر کنز' الوقایہ اور ملتقیٰ میں جزم کیا ہے اور دلائل کا تقاضا بھی یہی ہے' البحر الرائق میں مذکور ہے کہ اس سے جرجانی کا قول ضعیف ہو جاتا ہے' اسی طرح قومہ یعنی رکوع سے اٹھنے میں اور جلسہ یعنی دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے میں بھی تعدیل یعنی طمانیت واجب ہے' یہی علامہ ابن ہمام کا مختار ہے' البحر الرائق میں کہا ہے کہ چاروں میں طمانیت واجب ہے یعنی رکوع' سجود' قومہ اور جلسہ میں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر مواظبت (دوام) کی ہے' اور جس اعرابی نے جلدی جلدی نماز پڑھی تھی' آپ نے اسے نماز دہرانے کا حکم دیا تھا اور اس لیے کہ قاضی خان نے کہا ہے کہ جس نے سہواً قومہ کو ترک کر دیا تو اس پر سجدہ سہو لازم ہے اور اسی طرح المحیط میں ہے اور دو سجدوں کے درمیان جلسہ کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ سب میں کلام واحد ہے اور ان سب میں طمانیت کو واجب قرار دینا یہ محقق ابن ہمام کا قول ہے اور ان کے شاگرد ابن امیر حاج کا قول ہے' حتیٰ کہ انہوں نے کہا: یہی قول صحیح ہے)۔

خلاصہ یہ ہے کہ روایت اور درایت کے اعتبار سے زیادہ صحیح تعدیل ارکان کا وجوب ہے اور رہا قومہ اور جلسہ تو مشہور یہ ہے کہ ان میں تعدیل سنت ہے اور وجوب کی بھی روایت ہے اور یہی دلائل کے موافق ہے اور یہی علامہ ابن ہمام اور ان کے بعد متاخرین کا قول ہے اور تم جان چکے ہو کہ ان کے شاگرد نے کہا: یہی صحیح ہے اور امام ابو یوسف نے ان تمام میں تعدیل کو فرض کہا ہے اور المجمع میں اور العینی نے اسی کو اختیار کیا ہے اور امام طحاوی نے ہمارے تینوں اماموں سے اسی کو روایت کیا ہے' اور الفیض میں مذکور ہے کہ اسی میں زیادہ احتیاط ہے اور یہی امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کا مذہب ہے اور علامہ البرکلی نے ایک رسالہ لکھا ہے: ''معدل الصلاۃ'' اس میں اس مسئلہ کو بہت وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے اور اس میں وجوب کے دلائل بہت تفصیل سے بیان کیے ہیں اور ذکر کیا ہے کہ اس کو ترک کرنے سے تیس آفات لازم آتی ہیں اور ایک دن اور ایک رات کی نمازوں میں جو اس کے ترک سے مکروہات لازم آتے ہیں' ان کی تعداد تین سو پچاس ہے' اس رسالہ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۱۳۹' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

مصنف کے نزدیک بھی راجح یہی ہے کہ رکوع' سجود قومہ اور جلسہ کو اطمینان سے ادا کرنا واجب ہے' اول اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ہمیشہ اطمینان سے ادا کیا ہے اور مواظبت اور دوام دلیل وجوب ہے اور ثانی اس لیے کہ جس اعرابی نے ان میں طمانیت کو ترک کیا تھا' آپ نے اس کو دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا اور فرمایا تھا: نماز پڑھو' تم نے نماز نہیں پڑھی۔ (صحیح البخاری: ۷۹۳) اور ثالث اس لیے کہ اس طرح نماز پڑھنے والے کو حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے وعید سنائی کہ اگر تم اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے مر گئے تو تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ کے خلاف پر مرو گے۔

۲۷ - بَابٌ يُبْدِيْ ضَبْعَيْهِ وَيُجَافِيْ فِي السُّجُوْدِ

بغلوں کو ظاہر کرے اور بازوؤں کو سجدہ میں پہلوؤں سے دور رکھے

اس سے پہلے باب میں طمانیت سے سجدہ کرنے کا ذکر تھا اور اس باب میں سجدہ میں بازوؤں کو پہلوؤں سے دور رکھنے کا ذکر ہے اور ان دونوں چیزوں کا تعلق سجدہ کے احکام سے ہے۔

۳۹۰ - اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ' عَنْ جَعْفَرٍ' عَنِ ابْنِ هُرْمُزَ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَالِكِ بْنِ بُحَيْنَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا صَلّٰى فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ' حَتّٰى يَبْدُوَ بَيَاضُ اِبْطَيْهِ. وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ نَحْوَهُ.

[اطراف الحدیث: ۸۰۷ - ۳۵۶۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں' ہمیں یحییٰ بن بکیر نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں بکر بن مضر نے حدیث بیان کی از جعفر از ابن ہرمز از عبد اللہ بن مالک ابن بحینہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھتے تو اپنے دونوں بازوؤں کو کشادہ رکھتے حتیٰ کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی (کی جگہ) ظاہر ہوتی' اور لیث نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے اس کی مثل حدیث بیان کی۔

(صحیح مسلم: ۴۹۵' الرقم المسلسل: ۱۰۸۵' سنن نسائی: ۱۱۰۲' المعجم الاوسط: ۸۶۷۰' مسند احمد ج ۵ ص ۳۴۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۹۲۳ - ج ۳۸ ص ۱۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) یحییٰ بن بکیر' (۲) بکر بن مضر' ابو عبید نے کہا: مضر کا نام مضر بن نزار بن معد بن عدنان ہے (۳) جعفر کا نام جعفر بن ربیعہ بن شرحبیل المصری ہے' یہ ۱۳۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) ابن ہرمز' ان کا نام عبد الرحمان الاعرج ہے' یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بروایت کرتے ہیں (۵) عبد اللہ بن مالک ابن بحینہ رضی اللہ عنہ' بحینہ عبد اللہ کی ماں کا نام ہے' یہ اپنے والدین کی طرف منسوب ہیں' یہ

قدیم الاسلام ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں' یہ بہت عبادت گزار اور فاضل تھے' ہمیشہ روزے سے رہتے تھے' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۸۲)

ابن کے الف لکھنے اور نہ لکھنے کا قاعدہ

علامہ نووی نے کہا ہے کہ عبد اللہ بن مالک میں مالک پر تنوین پڑھی جائے اور ابن بحسینہ میں ابن کو الف کے ساتھ لکھا جائے کیونکہ ابن بحسینہ مالک کی صفت نہیں ہے بلکہ عبد اللہ کی صفت ہے' ان کے والد کا نام مالک ہے اور ان کی ماں کا نام بحسینہ ہے' پس بحسینہ مالک کی بیوی ہیں اور عبد اللہ کی ماں ہیں پس یہ ابن دو متناسل علموں (ناموں) کے درمیان واقع نہیں ہے' ابن کا الف اس وقت نہیں لکھا جاتا جب وہ دو متناسل علموں کے درمیان واقع ہو جیسے عبد اللہ بن عمر بن الخطاب اور جب ایسا نہ ہو تو دوسرے ابن سے پہلے الف کو لکھا جاتا ہے' جیسے عبد اللہ بن مالک ابن بحسینہ یا عبد اللہ بن ابی ابن سلول' سلول عبد اللہ کی ماں کا نام ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۸۲)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ عنوان میں سجدہ میں بازوؤں کو پہلوؤں سے دور رکھنے کا ذکر ہے اور حدیث میں نماز میں بازوؤں کو پہلوؤں سے دور رکھنے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں نماز سے مراد سجدہ ہے اور کل کا اطلاق جز پر ہے۔

عورتوں اور مردوں کی نماز کے طریقہ کا فرق

اس حدیث میں مذکور ہے: جب آپ نماز پڑھتے تو دونوں بازوؤں کو پہلوؤں سے دور رکھتے' یہ مردوں کے نماز پڑھنے کا طریقہ ہے اور عورتیں اور ہیجڑے اپنے بازوؤں کو اپنے پہلوؤں سے ملا کر رکھیں کیونکہ ان کے حق میں ستر مطلوب ہے اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ ان کے حق میں سنت چار زانو بیٹھنا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ان کو بازو کھلے رکھنے اور بازو ملا کر رکھنے کا اختیار ہے۔

یزید بن ابی حبیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو عورتوں کے پاس سے گزرے' جو نماز پڑھ رہی تھیں' آپ نے فرمایا: جب تم نماز پڑھا کرو تو اپنے جسم کے بعض حصے کو زمین سے لگایا کرو کیونکہ اس میں عورتیں مردوں کی طرح نہیں ہیں۔

(مراسیل ابوداؤد ص ۸' مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران دوسری ران پر رکھ لے اور جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں کے ساتھ چمٹائے' یہ اس کے لیے زیادہ ستر کی مثل ہے۔ (کنز العمال ج ۷ ص ۵۴۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۰۰۷۔ ج ۱ ص ۱۳۰۴ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۲۸ - بَابُ فَضْلِ اِسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ — قبلہ کی طرف منہ کرنے کی فضیلت

پہلے امام بخاری نے ستر عورت (شرم گاہ چھپانے) اور اس سے متعلق ابواب بیان کیے اور یہ نماز کی پہلی شرط ہے' اس کے بعد انہوں نے قبلہ کی طرف منہ کرنے کے ابواب کو شروع کیا اور یہ نماز کی دوسری شرط ہے۔ سو امام بخاری نے کہا:

یَسْتَقْبِلُ بِاَطْرَافِ رِجْلَیْهِ، قَالَهُ اَبُوْ حُمَیْدٍ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ (سجدہ میں) پیروں کی انگلیوں کے سروں کو قبلہ کی طرف رکھتے تھے۔

امام بخاری نے ''باب یستقبل القبلة باطراف رجلیه'' میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے' اور صحیح البخاری: ۸۲۸ میں اس مکمل

حدیث کو پوری سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حضرت ابوحمید کا نام عبدالرحمٰن بن سعد الساعدی الانصاری المدنی ہے' ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام المنذر ہے' ان پر ان کی کنیت کا غلبہ تھا' یہ حضرت معاویہ کے زمانے میں فوت ہو گئے تھے' ان سے ۲۶' احادیث مروی ہیں' تین احادیث کی روایت پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور ان میں سے ہر ایک' ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہے۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ۳ ص ۲۳۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

حدیث کے اس قطعہ کی باب کے عنوان سے اس طرح مناسبت ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کرنے کی فضیلت یہ ہے کہ پورے جسم کو قبلہ کی طرف متوجہ کیا جائے' حتیٰ کہ جب سجدہ کرے' تب بھی انگلیوں کے سروں کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے اور یہ عمل سنت یا مستحب ہے' درمختار میں زاہدی معتزلی کی اتباع میں اس کو فرض لکھا ہوا ہے' یہ صحیح نہیں ہے' فرض وہ ہوتا ہے جس کے کرنے کا لزوم ایسی دلیل سے ثابت ہو جو قطعی الثبوت بھی ہو اور قطعی الدلالۃ بھی ہو' اور فرض صرف سجدہ ہے اور سجدہ کی تعریف ہے: پیشانی کو زمین پر رکھنا اور جن اعضاء پر سجدہ موقوف ہے' وہ ہاتھ اور گھٹنے ہیں' پیروں پر سجدہ کرنا موقوف نہیں ہے' لہٰذا پیروں کا زمین پر رکھنا بھی فرض نہیں ہے' چہ جائیکہ پیروں کی انگلیوں کے سروں کا قبلہ کی طرف متوجہ کرنا فرض ہو' درمختار کے علاوہ اور فقہاء احناف کی کسی کتاب میں اس کو فرض نہیں لکھا' سب نے اس کو سنت یا مستحب لکھا ہے' اس کی پوری تفصیل اور مکمل تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم: ۹۹۸۔ ج ۱ ص ۱۲۹۹۔ ۱۲۹۱ میں کر دی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۹۱ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمَهْدِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ مَيْمُونِ بْنِ سِيَاهٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا، وَأَكَلَ ذَبِيحَتَنَا، فَذٰلِكَ الْمُسْلِمُ، الَّذِي لَهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُولِهِ، فَلَا تُخْفِرُوا اللّٰهَ فِي ذِمَّتِهِ.

[اطراف الحدیث: ۳۹۲۔ ۳۹۳] (سنن نسائی: ۵۰۱۳۔ ۴۹۷۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عباس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن مہدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں منصور بن سعد نے حدیث بیان کی' از میمون بن سیاہ' از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہماری (طرح) نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہمارے ذبیحہ کو کھایا' پس یہ وہ مسلمان ہے جس کے لیے اللہ کا ذمہ ہے اور اس کے رسول کا ذمہ ہے' پس تم اللہ کے ذمہ کو پامال نہ کرو۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں قبلہ کی طرف منہ کرنے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عمرو بن عباس الاھوازی البصری' یہ ۲۳۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبدالرحمان بن مہدی بن حسان' ابوسعید البصری اللؤلؤی (۳) منصور بن سعد' یہ اللؤلؤی البصری کے صاحب تھے (۴) میمون بن سیاہ' سیاہ فارسی کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کالا' اس کو منصرف اور غیر منصرف دونوں طرح پڑھنا جائز ہے (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۸۵)

"خفر" کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: "فلا تخفروا"' "خفر" کا معنی ہے: عہد شکنی کرنا۔

جو شخص توحید و رسالت کا اقرار نہ کرے اور فرائض اسلام میں سے کسی فرض کا انکار کرے وہ کافر حربی ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی بعض سندوں میں یہ عبارت ہے: مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ یہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ (سنن نسائی: ۵۰۱۳) اور اس باب کی حدیث نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت فرمائی تھی' جب بت پرست اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار نہیں کرتے تھے اور جب ان سے کہا جاتا: ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' کہو تو وہ تکبر کرتے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو وحدانیت کا اقرار کرنے اور بت پرستی کو ترک کرنے کی دعوت دی' پس ان میں سے جس نے اس کا اقرار کر لیا' وہ اسلام کے رنگ میں داخل ہو گیا اور آپ نے دوسرے ان کافروں سے قتال کیا' جو اللہ کی توحید کو مانتے تھے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا انکار کرتے تھے اور تب آپ نے فرمایا: مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا ہے حتیٰ کہ وہ یہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں' اور جس نے توحید اور رسالت کا اقرار کیا اور فرائض میں سے کسی چیز کا بھی انکار کیا' اس کا خون حلال ہے اور وہ حربی کافر ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۰-۵۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

جو شخص توحید و رسالت کا معتقد ہو لیکن کسی کفریہ عقیدہ کا حامل ہو یا توہین رسالت کا مرتکب ہو وہ بھی کافر ہے

جو لوگ توحید اور رسالت کا اقرار کرتے ہوں' لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی اور شخص کو بھی نبی مانتے ہوں تو وہ بھی کافر ہیں کیونکہ وہ ختم نبوت کے منکر ہیں' اسی طرح جو لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے کا انکار کریں' یا یہ کہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد صرف چھ مسلمان رہ گئے تھے باقی سب مرتد ہو گئے تھے' یا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائیں یا جو قرآن مجید میں تحریف کا عقیدہ رکھیں وہ سب کافر ہیں' اسی طرح جس نے آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد کسی اور نبی کے مبعوث ہونے کو جائز قرار دیا' یا جس نے آپ کے علم کو شیطان اور ملک الموت کے علم سے کم کہا یا جس نے آپ کے علم غیب کو بچوں' پاگلوں اور جانوروں کے علم سے تشبیہ دی یا جس نے نماز میں آپ کے خیال کو گدھے اور بیل کے تصور میں ڈوب جانے سے زیادہ بُرا کہا' یہ سب لوگ کافر ہیں اور جو شخص ان کی کفریہ عبارات پر مطلع ہو کر اور وجہ کفر کو سمجھ کر ان کو مسلمان سمجھے اور ان کی تعظیم بجالائے وہ بھی کافر ہے' خواہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کو مانتا ہو اور ہماری طرح نماز پڑھتا ہو اور نماز میں ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرتا ہو' یہ اجمالی عبارت ہے۔ اس کی تفصیل اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہٗ کی ان کتابوں میں ہے:

(۱) قہر الدیان علی مرتد بقادیان (۲) الجزاز الدیانی علی المرتد القادیانی (۳) رد الرفضۃ (۴) تمہید ایمان (۵) حسام الحرمین (۶) الکوکب الشہابیہ۔

واضح رہے کہ ان لوگوں کے رد میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کی یہ کتابیں سال ہا سال سے چھپ رہی ہیں اور ان کی تبلیغ تام ہو چکی ہے اور ان لوگوں پر حجت تمام ہو چکی ہے اور جو لوگ ان کفریہ عبارات کے قائل اور معتقد نہیں ہیں' ان پر فتویٰ تکفیر نہیں ہے' خواہ وہ اپنے آپ کو شیعہ' دیوبندی یا وہابی کہتے ہوں۔

اکابر علماء دیوبند کا اہل سنت و جماعت کے علماء اور عوام پر فتویٰ تکفیر نہیں ہے

بارہ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ/ گیارہ اپریل ۲۰۰۶ء کو عید میلاد النبی کے دن نشتر پارک میں بم دھما کا کیا گیا' جس کے نتیجہ میں سٹیج پر بیٹھے ہوئے تقریباً ساٹھ سے زیادہ علماء اہل سنت شہید ہو گئے' اس المناک موقع پر ممتاز دیوبندی عالم شیخ سلیم اللہ خان کا درج ذیل بیان روزنامہ جنگ میں شائع ہوا' جس سے اس موضوع پر روشنی پڑتی ہے:

جلاؤ گھیراؤ کے بجائے صبر وضبط سے کام لیا جائے' مولانا سلیم اللہ

کراچی (اسٹاف رپورٹر) صدر اتحاد تنظیمات المدارس دینیہ پاکستان' صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ فاروقیہ' کراچی مولانا سلیم اللہ خان نے ۱۲ ربیع الاوّل کو نشتر پارک میں دہشت گردی کے واقعہ کی مذمت کرتے ہوئے امت مسلمہ کے نام ایک پیغام میں کہا ہے کہ سانحہ نشتر پارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں نذرانہ عقیدت و محبت پیش کرنے والے ۶۰ سے زائد شہید اور بہت سے زخمی ہوئے' یہ صرف بنیاد پرست' کلمہ گو' نمازی' چہروں پر ڈاڑھی' سروں پر عمامے اور شرعی لباس میں ملبوس تھے' ان کا قصور اسلام و ایمان پر جمے رہنا' اسلام کو اپنی شناخت بنالینا' خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عقیدت کے اظہار میں جذباتی انداز اختیار کرنا تھا۔ وہ مسلمان تھے' ان کے نقطہ نظر کے بعض حصوں سے اختلاف رکھنے کے باوجود ہمیں ان کے اس بربریت اور ظلم کے ساتھ شہید اور زخمی کیے جانے کا بے حد افسوس ہے' ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ درجات عطا فرمائے' پس ماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے اور ان کی بہترین کفالت فرمائے۔ انہوں نے مزید کہا کہ جلاؤ گھیراؤ کے بجائے صبر وضبط سے کام لیا جائے اور اتحاد کی فضاء قائم رکھی جائے۔ مولانا سلیم اللہ نے کہا کہ مولانا رشید احمد گنگوہی' مولانا محمد قاسم نانوتوی' مولانا خلیل احمد سہارنپوری' مولانا اشرف علی تھانوی وغیرہ اکابرین وعلماء دیوبند کا بریلوی مکتب فکر سے اختلاف کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں لیکن انہوں نے کبھی ان کی تکفیر نہیں کی' ان کے بعض نظریات و اعمال سے اختلاف کیا ہے اور ایسا اختلاف ایمان و کفر کا اختلاف نہیں ہوتا' بلکہ علماء محققین کے نزدیک تو جتنے فرقے اپنی نسبت اسلام کی طرف کرتے ہیں خواہ قدریہ ہوں یا جبریہ' معتزلہ ہوں یا خوارج' مرجئہ ہوں یا جہمیہ وغیرہ اسلام سے خارج نہیں ہیں' ان کا مسلک یقیناً غلط ہے اور ان سے استدلال میں غلطی ہوئی ہے۔ انہوں نے اسلام ہی کو اپنا دین سمجھا ہے' اس سے بیزاری کا اظہار کبھی نہیں کیا' لہٰذا جب تاویل کی گنجائش رہتی ہے تو ان کو اسلام سے خارج قرار نہیں دیا جا سکتا۔ مسلم شریف کتاب الایمان میں صفحہ ۱۰۳۔۱۰۲ میں' بخاری شریف کی کتاب التوحید والرد علی الجہمیہ ج ۲ ص ۱۱۰۸۔۱۱۰۷ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی مفصل روایت ہے۔

(روزنامہ جنگ کراچی' جمعرات ۱۴ ربیع الاوّل ۱۴۲۷ھ/ ۱۳ اپریل ۲۰۰۶ء)

۳۹۲ - حَدَّثَنَا نُعَيْمٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ، حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَإِذَا قَالُوهَا وَصَلَّوْا صَلَاتَنَا، وَاسْتَقْبَلُوا قِبْلَتَنَا، وَذَبَحُوا ذَبِيحَتَنَا، فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْنَا دِمَاؤُهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۱۲' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں نُعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن المبارک نے حدیث بیان کی از حمید الطویل از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں حتیٰ کہ وہ کہیں لا الٰہ الا اللہ' پس جب وہ یہ کلمہ پڑھ لیں اور ہماری (طرح) نماز پڑھیں اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کریں اور ہماری طرح ذبح کریں تو ان کی جانیں اور ان کے اموال ہم پر حرام ہو جائیں گے' ماسوا اس جان اور مال کے جس پر کسی کا حق ہو اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔

اس حدیث کی اہم شرح اور تخریج' صحیح البخاری: ۳۹۱ میں کردی گئی ہے' دیگر زائد شرح یہاں بیان کی جا رہی ہے۔

لوگوں کے معاملات ظاہر پر محمول ہیں نہ کہ باطن پر

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لوگوں کے معاملات ظاہر پر محمول کیے جاتے ہیں نہ کہ باطن پر' سو جس شخص نے شعائر دین پر عمل کیا' اس پر اسلام کے احکام نافذ کیے جائیں گے' جب تک اس کے خلاف کوئی چیز ظاہر نہ ہو' لہٰذا جب کوئی اجنبی شخص مسلمانوں کے شہر میں داخل ہو اور اس کی ظاہری وضع قطع مسلمانوں جیسی ہو تو اس کو مسلمان ہی قرار دیا جائے' خواہ اس کا عقیدہ کچھ بھی ہو' جب تک کہ اس شخص سے اسلام کے خلاف کوئی چیز ظاہر نہ ہو۔

اس حدیث میں صرف لا الٰہ الا اللہ کا ذکر ہے اور اس سے مراد پورا کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے اور یہ اسلام کی پہلی علامت ہے' اس کے بعد ہماری طرح نماز پڑھنے اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور نماز اہم ترین عبادت ہے' حتیٰ کہ جس نے عمداً نماز کو ترک کیا' اس نے کافروں کا سا کام کیا اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تارکِ نماز کو قتل کر دیا جائے گا اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کو قید کر لیا جائے گا حتیٰ کہ وہ نمازی بن جائے' اور جس نے قبلہ کو عمداً ترک کیا' اس کی نماز نہیں ہوگی اور جو نماز نہ پڑھے وہ دین دار نہیں ہے' اور کلمہ پڑھنا' پانچ وقت کی نماز پڑھنا اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرنا یہ وہ ظاہری اُمور ہیں جن پر کسی شخص کا مسلمان ہونا موقوف ہے۔

اہل مکہ پر نماز میں عین کعبہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے اور دیگر شہر والوں پر سمت کعبہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے

جو شخص مکہ مکرمہ میں رہتا ہو' اس پر عین کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا ضروری ہے' خواہ اس کے اور کعبہ کے درمیان کوئی دیوار یا مکان حائل ہو یا نہ ہو' اگر اس نے غور و فکر کر کے کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی' پھر بعد میں معلوم ہوا کہ اس سے خطاء ہوئی ہے تو اس پر اس نماز کا لوٹانا واجب نہیں ہے کیونکہ اس شخص پر جو فرض تھا' وہ اس نے ادا کر دیا۔ ابوالبقاء نے ذکر کیا ہے کہ حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسجد نبوی کی محراب کعبہ کی سمت پر قائم کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کو دیکھ لیا تھا اور اسی سمت پر مسجد نبوی کا قبلہ ہے' اور جو شخص کعبہ سے غائب ہو' اس پر عین کعبہ کی طرف منہ کرنا فرض نہیں ہے بلکہ اس پر سمت کعبہ کی طرف منہ کرنا فرض ہے' یہ کرخی' ابوبکر رازی اور عامۃ مشائخ الحنفیہ کا قول ہے اور ابوعبداللہ الجرجانی کا قول ہے کہ حاضر اور غائب سب پر عین کعبہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔ امام بیہقی نے معرفۃ الآثار میں لکھا ہے کہ حدیث مرفوع میں ہے: جو لوگ مسجد حرام میں نماز پڑھتے ہیں' ان کا قبلہ عین کعبہ ہے اور اہل مکہ کا قبلہ مسجد حرام ہے' اور دیگر شہروں کا قبلہ مکہ مکرمہ ہے' لیکن اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور اس سے استدلال صحیح نہیں ہے۔

کسی شخص کے مسلمان ہونے کے جملہ قرائن اور شواہد میں سے یہ بھی ہے کہ وہ مسلمانوں کا ذبیحہ کھاتا ہو' کیونکہ دیگر مذاہب کے لوگ اور بت پرست مسلمانوں کا ذبیحہ کھانے میں تنگی محسوس کرتے ہیں۔

اس حدیث کے آخر میں ہے: اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔ اس کی شرح صحیح البخاری: ۲۵ میں کر دی گئی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۸۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث کی روایت کے بعد امام بخاری نے حسب ذیل تعلیق ذکر کی ہے:

وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ سَأَلَ مَيْمُوْنُ بْنُ

اور علی بن عبد اللہ نے کہا: ہمیں خالد بن الحارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے

سِیَاهٍ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ يَا اَبَا حَمْزَةَ ، مَا يُحَرِّمُ دَمَ الْعَبْدِ وَمَالَهُ؟ فَقَالَ مَنْ شَهِدَ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا ، وَصَلَّى صَلَاتَنَا ، وَاَكَلَ ذَبِيْحَتَنَا ، فَهُوَ الْمُسْلِمُ ، لَهُ مَا لِلْمُسْلِمِ ، وَعَلَيْهِ مَا عَلَى الْمُسْلِمِ.

کہا: میمون بن سیاہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سوال کیا اور کہا: اے ابوحمزة! بندہ کی جان اور مال کو کیا چیز حرام کرتی ہے؟ تو انہوں نے کہا: جس نے لا الہ الا اللہ کی شہادت دی اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہماری (طرح) نماز پڑھی اور ہمارا ذبیحہ کھایا پس وہ مسلمان ہے اس کے وہ حقوق ہیں جو مسلمان کے حقوق ہیں اور اس پر وہ احکام فرض ہیں جو مسلمان پر فرض ہیں۔

اس تعلیق کی سند میں علی بن عبد اللہ سے مراد علی بن المدینی ہیں اور ابوحمزہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے اس تعلیق کے بعد امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ ایک اور حدیث روایت کی ہے:

٣٩٣ - قَالَ ابْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ اَخْبَرَنَا یَحْیٰی قَالَ حَدَّثَنَا حُمَیْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ابن ابی مریم نے کہا: ہمیں یحییٰ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔

یہ حدیث بھی معلق ہے اور یہ وہی حدیث ہے جس کی میمون بن سیاہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی تھی اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٣٩١ میں کر دی گئی ہے۔

٢٩ - بَابُ قِبْلَةِ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ، وَاَهْلِ الشَّامِ ، وَالْمَشْرِقِ لَيْسَ فِي الْمَشْرِقِ وَلَا فِي الْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ

اہل مدینہ اہل شام اور مشرق کا قبلہ اور مشرق اور مغرب میں کوئی قبلہ نہیں ہے

اہل مدینہ اور اہل شام کے بعد اہل مشرق کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ اہل اسلام کے اکثر شہر مشرق میں ہیں عنوان میں جو کہا ہے کہ اہل مدینہ اہل شام اور مشرق کا قبلہ یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر یہ ہے: مشرق اور مغرب میں قبلہ نہیں ہے اور مشرق اور مغرب میں قبلہ نہ ہونا یہ تمام شہروں کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ صرف مدینہ منورہ اور ان شہروں کے اعتبار سے ہے جن کا قبلہ مدینہ منورہ کے موافق ہے اور مدینہ منورہ کا قبلہ مدینہ منورہ کے شمال میں ہے۔ اس کے بعد امام بخاری نے یہ تعلیق ذکر کی:

لِقَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ اَوْ بَوْلٍ ، وَلٰكِنْ شَرِّقُوْا اَوْ غَرِّبُوْا.

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: پاخانہ یا پیشاب کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کرو لیکن مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرو۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پاخانہ یا پیشاب کرتے وقت تم نہ قبلہ کی طرف منہ کرو نہ قبلہ کی طرف پیٹھ کرو لیکن مشرق کی طرف منہ کرو یا مغرب کی طرف منہ کرو۔

(سنن نسائی: ٢١ صحیح البخاری: ١٤٤ صحیح مسلم: ٢٦٤ سنن ابوداؤد: ٩ سنن ترمذی: ٨ سنن ابن ماجہ: ١٨ مسند احمد ج ٥ ص ٤٢١)

اس حدیث کی مکمل شرح صحیح البخاری: ١٤٤ میں گزر چکی ہے۔

٣٩٤ - حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِیُّ ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ ، عَنْ اَبِیْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی

اَيُّوبَ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْهَا وَلٰكِنْ شَرِّقُوْا اَوْ غَرِّبُوْا. قَالَ اَبُوْ اَيُّوْبَ فَقَدِمْنَا الشَّامَ فَوَجَدْنَا مَرَاحِيْضَ بُنِيَتْ قِبَلَ الْقِبْلَةِ فَنَنْحَرِفُ وَنَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ تَعَالٰى. وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا اَيُّوْبَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ.

انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از عطاء بن یزید از حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم قضاء حاجت کے لیے جاؤ تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرو نہ قبلہ کی طرف پیٹھ کرو لیکن مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرو۔ حضرت ابوایوب نے کہا: پس ہم شام میں گئے وہاں ہم نے دیکھا بیت الخلاء قبلہ کی جانب بنے ہوئے تھے تو ہم قبلہ سے منحرف ہو کر بیٹھتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے تھے اور از الزہری از عطاء انہوں نے کہا: میں نے اس حدیث کی مثل ابوایوب سے سنی از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف مطلقاً منہ یا پیٹھ نہ کرنے کا ثبوت

اس حدیث کی مکمل اور مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۴۴ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: پاخانہ یا پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کیا جائے' مگر جب کسی عمارت میں قضاء حاجت کی جائے۔ مگر وہاں اس حدیث کے آخر میں حضرت ایوب انصاری کے اس قول کا اضافہ نہیں تھا کہ جب ہم شام میں گئے تو وہاں جو بیت الخلاء بنے ہوئے تھے' وہ قبلہ کی جانب تھے' ہم قبلہ سے منحرف ہو کر بیٹھتے تھے اور کسی تقصیر پر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے تھے۔ حضرت ابوایوب انصاری کے اس قول سے امام شافعی اور امام بخاری کے اس نظریہ کا رد ہو جاتا ہے کہ جب بیت الخلاء یا دیوار کی آڑ میں قضاء حاجت کی جائے تو پھر قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کی جا سکتی ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اس نظریہ کی تائید ہوتی ہے کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا مطلقاً ممنوع ہے خواہ کھلے میدان میں قضاء حاجت کی جائے یا بیت الخلاء میں اور یہی نظریہ صریح حدیث کے بھی مطابق ہے اور قبلہ کی تعظیم کے بھی مناسب ہے اور اس باب کی حدیث اس باب کے عنوان کے بھی مطابق ہے کہ اہل مدینہ اور اہل شام کے مشرق اور مغرب میں قبلہ نہیں ہے۔

۳۰ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى﴾ (البقرہ:۱۲۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ''مقام ابراہیم کو مصلّٰی بنالو'' (البقرہ:۱۲۵)

مقام ابراہیم کا مصداق اور اس کی جگہ کا تعین

السُّدی نے کہا ہے: مقام سے مراد وہ پتھر ہے جس کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زوجہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم کے نیچے رکھا تھا' پھر انہوں نے آپ کا سر دھویا' اس قول کی علامہ قرطبی نے روایت کی ہے اور اس قول کو ضعیف قرار دیا ہے' اور دوسروں نے اس قول کو راجح قرار دیا ہے' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مقام ابراہیم سے مراد پورا حرم ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حج میں طواف کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: یہ ہمارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں' حضرت عمر نے کہا: ہم اس کو مصلّٰی نہ بنالیں؟ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور تم مقام ابراہیم کو مصلّٰی (نماز پڑھنے کی جگہ) بنالو۔(البقرہ:۱۲۵)

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۹۳' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام ازرقی نے اخبار مکہ میں اسانید صحیحہ کے ساتھ روایت کی ہے کہ مقام ابراہیم وہی ہے' جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیر کا

نشان ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دور میں یہ پتھر اسی جگہ رکھا ہوا تھا' جس جگہ اب رکھا ہوا ہے' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں سیلاب آیا' جو اس پتھر کو بہا کر لے گیا' حتیٰ کہ یہ مکہ کے نشیب میں پہنچ گیا' پھر اس کو وہاں سے اٹھا کر لایا گیا اور پہلے کی جگہ پر رکھ دیا گیا' جہاں پر وہ اب موجود ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۶۱' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۳۹۵ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ' عَنْ رَجُلٍ طَافَ بِالْبَيْتِ الْعُمْرَةَ' وَلَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ' أَيَأْتِي امْرَأَتَهُ؟ فَقَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا' وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ' وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ' وَ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب:۲۱).

[اطراف الحدیث: ۱۶۲۳-۱۶۲۷-۱۶۴۵-۱۶۴۷-۱۷۹۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس شخص کے متعلق سوال کیا' جو شخص عمرہ کے لیے بیت اللہ کا طواف کرے اور الصفا اور المروہ کے درمیان سعی نہ کرے' کیا وہ اپنی بیوی سے مباشرت کر سکتا ہے؟ حضرت ابن عمر نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور آپ نے بیت اللہ کے گرد سات طواف کیے' پھر مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اور الصفا اور المروۃ کے درمیان سعی کی اور تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عمدہ نمونہ ہے (الاحزاب:۲۱)۔

(صحیح مسلم: ۱۲۳۴' سنن نسائی: ۲۹۶۶-۲۹۶۰-۲۹۳۰' سنن ابن ماجہ: ۲۹۵۹' السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۹۵۲-۳۹۱۱' مسند الحمیدی: ۶۶۸' مسند ابویعلیٰ: ۵۶۳۴' صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۶۰' سنن بیہقی ج ۵ ص ۹۷' مسند احمد ج ۲ ص ۱۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۶۴۱-ج ۸ ص ۲۶۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

۳۹۶ - وَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ لَا يَقْرَبَنَّهَا حَتَّى يَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

[اطراف الحدیث: ۱۶۲۴-۱۶۴۶-۱۷۹۴] (صحیح مسلم: ۱۲۳۴' الرقم المسلسل: ۲۹۴۷' اس کی تخریج بھی مذکور الصدر ہے)

اور ہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: (عمرہ کرنے والا) اس وقت تک اپنی بیوی سے مقاربت نہ کرے جب تک کہ الصفاء اور المروۃ کے درمیان سعی نہ کر لے۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام ابراہیم میں نماز پڑھی۔

عمرہ میں سعی کا واجب ہونا

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ عمرہ میں الصفا اور المروۃ کے درمیان سعی کرنا (دوڑنا) واجب ہے' یہ تمام فقہاء کا مذہب ہے' تاہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے کہ جس شخص نے بیت اللہ کا طواف کر لیا' وہ اپنی بیوی سے مباشرت کر سکتا ہے خواہ اس نے سعی نہ کی ہو' لیکن یہ قول ضعیف ہے اور سنت کے مخالف ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ طواف میں سات چکر لگانا ضروری ہیں' اور مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھنے میں دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ سنت ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ واجب ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اگر طواف سنت ہو تو یہ نماز سنت ہے اور اگر طواف واجب ہو تو یہ نماز واجب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۹۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۸۹۵۔ ج ۳ ص ۴۶۳ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۳۹۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى ، عَنْ سَيْفٍ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا قَالَ أُتِيَ ابْنُ عُمَرَ ، فَقِيلَ لَهُ هٰذَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ فَأَقْبَلْتُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ خَرَجَ ، وَأَجِدُ بِلَالًا قَائِمًا بَيْنَ الْبَابَيْنِ ، فَسَأَلْتُ بِلَالًا فَقُلْتُ أَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْكَعْبَةِ ؟ قَالَ نَعَمْ ، رَكْعَتَيْنِ ، بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ اللَّتَيْنِ عَلٰى يَسَارِهِ إِذَا دَخَلْتَ ، ثُمَّ خَرَجَ ، فَصَلّٰى فِي وَجْهِ الْكَعْبَةِ رَكْعَتَيْنِ.

[اطراف الحدیث: ۴۶۸- ۵۰۴- ۵۰۵- ۵۰۶- ۱۱۶۷- ۱۵۹۸- ۱۵۹۹- ۲۹۸۸- ۴۲۸۹- ۴۴۰۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سیف انہوں نے کہا: میں نے مجاہد سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما آئے ان سے کہا گیا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو کعبہ میں داخل ہو گئے تو حضرت ابن عمر نے کہا: میں آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ سے باہر نکل آئے میں نے دیکھا حضرت بلال رضی اللہ عنہ دو دروازوں کے درمیان کھڑے ہوئے تھے میں نے حضرت بلال سے سوال کیا اور کہا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا: جب آپ کعبہ میں داخل ہوئے تو آپ کی بائیں جانب جو دو ستون ہیں ان کے درمیان آپ نے دو رکعت نماز پڑھی ہے پھر آپ باہر نکلے اور کعبہ کے سامنے دو رکعت نماز پڑھی۔

(صحیح مسلم: ۱۳۲۹ الرقم المسلسل: ۳۱۷۲ سنن ابوداؤد: ۲۰۲۵- ۲۰۲۳ سنن نسائی: ۲۹۰۳- ۲۹۰۲ مسند الحمیدی: ۶۹۲- ۱۴۹ مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۸۳۹- ۱۱۱۵ المعجم الکبیر: ۱۳۵۱۰ صحیح ابن حبان: ۳۲۰۴- ۳۲۰۳- ۳۲۰۲ شرح السنۃ: ۴۴۷ سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۲۶ مسند احمد ج ۲ ص ۳ طبع قدیم مسند احمد: ۴۴۶۴- ج ۸ ص ۳۵ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۳۵۸ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) مسدد بن مسرہد (۲) یحییٰ القطان (۳) سیف بن سلیمان المخزومی المکی یہ بہت زیادہ سچے تھے ۱۵۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) امام مجاہد (۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۹۵)

حطیم کعبہ میں نماز پڑھنا کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے حکم میں ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے اندر داخل ہو گئے اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ کعبہ کے اندر داخل ہونا نہ صرف جائز ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

آج کل کعبہ کا دروازہ بند رہتا ہے اور مسلم ممالک کے سربراہوں کے لیے کھولا جاتا ہے اور صرف وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت پر عمل کر سکتے ہیں تاہم حطیم بھی کعبہ میں داخل ہے اور اس کا جز ہے اور یہ کھلا ہوا ہوتا ہے اور عام مسلمان اس میں داخل ہو کر اس میں نماز پڑھتے ہیں اس طرح عام مسلمانوں کو بھی کعبہ میں داخل ہو کر نماز پڑھنے کا شرف اور سعادت حاصل ہو جاتی ہے اور جب وہ حطیم میں داخل ہوں تو ننگے پیر داخل ہوں اور احترام سے داخل ہوں اور اس میں دو رکعت نماز پڑھیں کیونکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں داخل ہو کر دو رکعت نماز پڑھی تھی۔

دو متعارض حدیثوں میں تطبیق

علامہ نووی متوفی ۶۷۶ھ نے کہا ہے کہ تمام ائمہ حدیث کا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی حدیث پر اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں دو رکعت نماز پڑھی ہے کیونکہ یہ روایت مثبت ہے اور اس میں زیادہ علم کا ثبوت ہے اس لیے اس کی ترجیح واجب ہے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے کہا ہے: آپ نے کعبہ میں نماز نہیں پڑھی تھی۔ (صحیح مسلم: ۱۳۳۰) اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

نے بھی کہا ہے کہ آپ نے کعبہ میں نماز نہیں پڑھی تھی۔ (صحیح مسلم:۱۳۳۱) یہ دونوں حدیثیں کعبہ میں آپ کے نماز پڑھنے کی نفی کرتی ہیں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی حدیث آپ کے نماز پڑھنے کو ثابت کرتی ہیں اور جب نفی اور اثبات کی خبروں میں تعارض آ جائے تو اثبات کی خبر کو ترجیح دی جاتی ہے اس لیے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی روایت راجح ہے جس میں یہ ثبوت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھی تھی اور اس کا سبب یہ ہے کہ جب حضرت بلال' حضرت اسامہ اور حضرت عثمان بن طلحہ کعبہ میں داخل ہوئے تو کعبہ کا دروازہ بند کر دیا اور وہ سب دعا میں مشغول ہو گئے اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا میں مشغول ہیں تو وہ بھی دعا میں مشغول ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسری جانب تھے اور حضرت بلال آپ کے قریب تھے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھی' جس کو حضرت بلال نے آپ کے قریب ہونے کی وجہ سے دیکھ لیا اور آپ نے بہت تخفیف سے نماز پڑھی تھی اور حضرت اسامہ آپ سے دور تھے اور بہ دستور دعا میں مشغول تھے' اس لیے وہ نہیں دیکھ سکے' اس لیے انہوں نے اپنے گمان کے مطابق آپ کے کعبہ میں نماز پڑھنے کی نفی کر دی۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۶ ص ۳۵۸۸-۳۵۸۷' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال متوفی ۴۴۹ھ نے لکھا ہے کہ مہلب نے کہا: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو مرتبہ کعبہ کے اندر داخل ہوئے ہوں' ایک مرتبہ آپ نے اس میں نماز پڑھی ہو' جیسے حضرت بلال کی روایت ہے اور ایک مرتبہ آپ نے نماز نہ پڑھی ہو' جیسے حضرت اسامہ اور حضرت ابن عباس کی روایت ہے' پس دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۱۲۶- ج ۳ ص ۵۸۷ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) کعبہ میں نماز پڑھنے کے متعلق حضرت اسامہ اور حضرت ابن عباس کی روایات میں تطبیق (۲) کعبہ میں نماز پڑھنے کے حکم میں مذاہب ائمہ۔

۳۹۸- حدثنا إسحاق بن نصر قال حدثنا عبد الرزاق قال أخبرنا ابن جريج' عن عطاء قال سمعت ابن عباس قال لما دخل النبي صلى الله عليه وسلم البيت' دعا في نواحيه كلها' ولم يصل حتى خرج منه' فلما خرج ركع ركعتين في قبل الكعبة' وقال هذه القبلة.

[اطراف الحدیث: ۱۶۰۱-۳۳۵۱-۳۳۵۲-۴۲۸۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی از عطاء' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بیان کیا: جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ میں داخل ہوئے تو آپ نے اس کی تمام اطراف میں دعا کی اور نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ آپ اس سے باہر نکل آئے' پھر جب آپ باہر آئے تو آپ نے کعبہ کے سامنے دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا: یہ قبلہ ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۳۳۰' الرقم المسلسل: ۳۱۷۹' سنن نسائی: ۲۹۱۶' السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۸۹۲' مصنف عبد الرزاق: ۹۰۵۶' صحیح ابن خزیمہ: ۳۰۰۲' شرح السنۃ: ۴۴۸' صحیح ابن حبان: ۳۲۰۸' المستدرک ج ۱ ص ۴۷۹' سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۲۸' مسند احمد ج ۵ ص ۲۰۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۷۵۴- ج ۳۶ ص ۸۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) اسحاق بن نصر' اسماء رجال الصحیحین میں ذکر کیا گیا ہے کہ ان کا نام اسحاق بن ابراہیم بن نصر ابراہیم السعدی ہے' یہ مدینہ

میں رہتے تھے امام بخاری نے اپنی کتاب میں ان سے متعدد روایات کی ہیں' کہیں کہا: ہمیں اسحاق بن ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی' کہیں کہا: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' اور ان کے دادا کی طرف نسبت کی (۲) امام عبد الرزاق بن ھمام الصنعانی متوفی ۲۱۱ھ (۳) عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج (۴) عطاء بن ابی رباح (۵) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۹۹)

یہ حدیث' اس سے پہلی حدیث سے متعارض ہے اور صحیح البخاری: ۳۹۷ کی شرح میں ان کی تطبیق بیان کر دی گئی ہے۔

۳۱ - بَابُ التَّوَجُّهِ نَحْوَ الْقِبْلَةِ حَيْثُ كَانَ قبلہ کی طرف توجہ کی جائے' انسان جہاں کہیں بھی ہو

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ انسان خواہ سفر میں ہو یا حضر میں' فرض پڑھ رہا ہو یا نفل' اس پر لازم ہے کہ وہ قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ. اور تم جہاں کہیں بھی ہو تو اپنا چہرہ قبلہ کی طرف پھیرا کرو۔

(البقرہ: ۱۴۴)

باب سابق میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ مقام ابراہیم کو مصلّٰی بنالو اور اس باب میں یہ بیان فرمایا ہے: قبلہ کی طرف توجہ کی جائے اور دونوں بابوں کا تعلق بیت اللہ سے ہے۔ اس کے بعد درج ذیل تعلیق ہے:

وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَكَبِّرْ.

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبلہ کی طرف منہ کرو اور تکبیر پڑھو۔

یہ حدیث صحیح البخاری: ۶۲۵۱ کا ایک قطعہ ہے۔

۳۹۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ' عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ' عَنِ الْبَرَاءِ ابْنِ عَازِبٍ' رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا' قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' صَلَّى نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ' سِتَّةَ عَشَرَ أَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا' وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ أَنْ يُوَجَّهَ إِلَى الْكَعْبَةِ' فَأَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ﴾ (البقرۃ: ۱۴٤) فَتَوَجَّهَ نَحْوَ الْكَعْبَةِ. وَقَالَ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ' وَهُمُ الْيَهُوْدُ ﴿مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا قُلْ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ (البقرۃ: ۱٤۲) فَصَلّٰى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ ثُمَّ خَرَجَ بَعْدَ مَا صَلّٰى' فَمَرَّ عَلٰى قَوْمٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فِيْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ' نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ' فَقَالَ هُوَ يَشْهَدُ أَنَّهُ صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن رجاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی' از ابو اسحاق از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے سولہ یا سترہ مہینے نماز پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ پسند کرتے تھے کہ آپ کو کعبہ کی طرف متوجہ کر دیا جائے' تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: ہم آپ کے چہرہ کا بار بار آسمان کی طرف پھرنا دیکھ رہے ہیں۔ (البقرہ: ۱۴۴) پھر آپ کو کعبہ کی طرف متوجہ کر دیا گیا اور لوگوں میں سے جہلاء نے کہا اور وہ یہود تھے: ان کو ان کے اس قبلہ سے کس نے پھیر دیا' جس پر یہ پہلے تھے؟ آپ کہیے: مشرق اور مغرب اللہ ہی کے لیے ہیں' وہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دیتا ہے' (البقرہ: ۱۴۲) پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک شخص نے نماز پڑھی' وہ نماز پڑھنے کے بعد باہر نکلا اور انصار کے لوگوں کے پاس سے گزرا وہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز عصر

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَاَنَّهُ تَوَجَّهَ نَحْوَ الْكَعْبَةِ ، فَتَحَرَّفَ الْقَوْمُ ، حَتّٰى تَوَجَّهُوْا نَحْوَ الْكَعْبَةِ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۴۴ 'مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

پڑھ رہے تھے پس ان نے کہا: وہ گواہی دیتا ہے کہ اس نے (ابھی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور آپ کعبہ کی طرف منہ کیے ہوئے تھے پھر وہ لوگ مڑ گئے اور انہوں نے کعبہ کی طرف منہ کرلیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۰ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: نماز امور ایمان سے ہے' اور یہاں اس کا عنوان ہے: قبلہ کی طرف توجہ کی جائے انسان جہاں کہیں بھی ہو' اور اس حدیث میں دونوں چیزوں کا ذکر ہے۔

بیت المقدس سے کعبہ کی طرف تحویل کا باعث اور محرک

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام طبری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور وہاں کے رہنے والے اکثر یہود تھے' جو اپنی نماز میں بیت المقدس کی طرف منہ کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نماز میں بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا' پس یہود اس سے خوش ہوئے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے تھے کہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قبلہ کی طرف منہ کریں' پس آپ اس کی دعا کرتے تھے اور آسمان کی طرف دیکھتے تھے' تب یہ آیت نازل ہوئی: ہم آپ کے چہرہ کا بار بار آسمان کی طرف پھرنا دیکھ رہے ہیں۔ (البقرہ: ۱۴۴) اور امام طبری نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ آپ یہ پسند کرتے تھے کہ آپ کو کعبہ کی طرف پھیر دیا جائے' کیونکہ یہود یہ کہتے تھے کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہماری مخالفت کرتے ہیں اور ہمارے ہی قبلہ کی پیروی کرتے ہیں' تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۲۷-۲۶) حضرت ابن عباس کی اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بیت المقدس کی طرف منہ کرنا ہجرت کے بعد واقع ہوا ہے' لیکن ایک اور سند سے حضرت ابن عباس نے روایت کی ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور کعبہ آپ کے سامنے ہوتا تھا' اور ان دونوں حدیثوں کو جمع کرنا ممکن ہے' بایں طور کہ جب آپ نے ہجرت کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ بیت المقدس کی طرف ہی منہ کر کے نماز پڑھتے رہیں' اور امام طبرانی نے ابن جریج کی سند سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی' پھر آپ کو بیت المقدس کی طرف پھیر دیا گیا اور اس وقت آپ مکہ میں ہی تھے' سو آپ نے تین سال تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی' پھر آپ نے ہجرت کی اور مدینہ آنے کے بعد سولہ مہینے تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی' پھر اللہ نے آپ کو کعبہ کی طرف متوجہ کر دیا۔

حضرت ابن عباس کی پہلی حدیث میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا' اس سے ان لوگوں کا رد ہو جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ آپ نے اپنے اجتہاد سے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی تھی۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۶۳ 'دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے بعض اہم مسائل

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احکام میں نسخ ہوتا رہتا ہے' اور جمہور کے نزدیک اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو حکم سنت سے ثابت ہو' وہ قرآن سے منسوخ ہو جاتا ہے' امام شافعی کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں' اور اس حدیث میں خبر واحد کے قبول کرنے پر دلیل ہے' اور اس میں یہ تصریح ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا واجب ہے اور یہ کہ اب قبلہ کعبہ ہے' اور اس میں یہ ذکر ہے کہ ایک

نماز دو جہتوں کی طرف منہ کر کے پڑھی گئی۔

۴۰۰ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ ، فَإِذَا أَرَادَ الْفَرِيضَةَ ، نَزَلَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ.

[اطراف الحدیث: ۱۰۹۴-۱۰۹۹-۴۱۴۰]

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۰۵۰، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی از محمد بن عبد الرحمان از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر نماز پڑھتے تھے جس طرف بھی سواری کا منہ ہو پس جب آپ فرض پڑھنے کا ارادہ کرتے تو سواری سے اترتے اور قبلہ کی طرف منہ کرتے۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پس جب آپ فرض پڑھنے کا ارادہ کرتے تو سواری سے اترتے اور قبلہ کی طرف منہ کرتے۔

فرض نماز کو سواری پر پڑھنے کے اعذار

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ فرض نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنے کو ترک نہیں کیا جائے گا اور اس پر تمام فقہاء کا اجماع ہے لیکن شدید خوف میں اس کو ترک کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور خلاصۃ الفتاویٰ میں مذکور ہے کہ عذر کی حالت میں سواری پر نماز پڑھنا جائز ہے ان اعذار میں سے ایک عذر بارش ہے امام محمد سے منقول ہے کہ جب کوئی شخص سفر میں ہو اور بارش ہو جائے اور اس کو سواری سے اتر کر نماز پڑھنے کے لیے کوئی خشک جگہ نہ ملے تو وہ قبلہ کی طرف منہ کر کے سواری پر بیٹھا رہے اور اشاروں سے نماز پڑھے اور اگر اس کے لیے یہ ممکن نہ ہو تو وہ قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے بھی نماز پڑھ سکتا ہے یہ اس صورت میں ہے کہ وہاں اتنی کیچڑ ہو جس میں اس کا منہ چھپ جائے لیکن اگر وہاں اتنی کیچڑ نہ ہو لیکن زمین گیلی ہو تو وہ گیلی زمین پر نماز پڑھ لے۔

دیگر اعذار میں سے یہ ہے کہ وہ سواری سرکش ہو اگر وہ سواری سے اتر جائے تو اس کے لیے خود سوار ہونا ممکن نہ ہو اور ان اعذار میں سے چور اور بیماری کا خطرہ ہے اور اس کا بہت بوڑھا ہونا ہے اور وہاں کوئی ایسا شخص میسر نہ ہو جو اس کو سواری پر سوار کرا سکے اسی طرح درندے کا خطرہ بھی ہے۔ المحیط میں مذکور ہے کہ ان صورتوں میں وہ سواری پر فرض نماز پڑھ سکتا ہے اور عذر زائل ہونے کے بعد اس پر اس نماز کا اعادہ لازم نہیں ہے اور یہ اس وقت ہے جب وہ شہر سے باہر ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۰۳، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

چلتی ٹرین میں نماز پڑھنا اعذار مذکورہ سے بڑا عذر ہے

فقہاء احناف نے ان صورتوں میں سواری پر فرض نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے جب راستہ میں کیچڑ ہو جب سواری سرکش ہو جب سواری سے اتر کر نماز پڑھنے میں مرض کا یا سامان چوری ہونے کا خطرہ ہو جب بارش ہو جب سوار بہت بوڑھا ہو اور ان سب سے بڑا خطرہ چلتی ہوئی تیز رفتار ٹرین سے اتر کر نماز پڑھنے میں ہے کیونکہ اس میں اس کی جان یا اس کے اعضاء کی ہلاکت کا یقینی خطرہ ہے تو جب ان کم خطرات میں سواری پر فرض پڑھنا جائز ہے تو اس سے زیادہ خطرہ میں بہ طریق اولیٰ چلتی ٹرین میں نماز پڑھنا جائز ہونا

چاہیے اور بعد میں اس کا اعادہ لازم نہیں ہوگا۔

المحیط کی اصل عبارت

علامہ عینی نے اپنی عبارت میں المحیط کا حوالہ دیا ہے ہم چاہتے ہیں کہ المحیط کی اصل عبارت پیش کر دیں۔

علامہ برہان الدین ابوالمعالی محمود بن صدر الشریعۃ ابن مازہ البخاری المتوفی ۶۱۶ ھ لکھتے ہیں:

مسافر بغیر ضرورت کے سواری پر فرض نماز نہ پڑھے اور ضرورت کے وقت اس کے لیے سواری پر فرض نماز اور وتر پڑھنا جائز ہے کیونکہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ تھے کہ بارش ہوگئی' آپ نے منادی کو حکم دیا کہ وہ نداء کرے کہ تم اپنی سواریوں پر نماز پڑھو۔ (سنن نسائی: ۷۶۴' مسند احمد: ۱۴۸۸۶' مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۶)

ان اعذار میں سے یہ ہیں کہ اگر وہ سواری سے اترا تو اس کو اپنی جان پر یا اپنی سواری پر چور یا درندہ کا خطرہ ہو یا راستہ میں کیچڑ ہو اور اس کو زمین پر خشک جگہ نہ ملے یا اس کی سواری سرکش ہو' اگر وہ اس سے اتر گیا تو وہ بغیر کسی کی مدد کے اس پر سوار نہیں ہو سکے گا یا وہ بہت بوڑھا ہو اور بغیر کسی کی مدد کے وہ از خود سواری پر سوار نہیں ہو سکے گا' اور اس کو سوار کرنے والا میسر نہ ہو' ان تمام حالتوں میں سواری پر فرض نماز پڑھنا جائز ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا. (البقرہ: ۲۳۹) اگر تم کو جان کا خطرہ ہو تو تم پیدل چلتے ہوئے نماز پڑھو یا سواری پر۔

اور ہم نے جو اعذار بیان کیے ہیں' ان ہی پر یہ قیاس ہے کہ جو شخص جنگل میں یا قافلہ میں سفر کر رہا ہو تو اس کے لیے سواری پر فرض نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ اگر وہ سواری سے اترا تو اس کو اپنی جان اور اپنے سامان کا خطرہ ہوگا کیونکہ قافلہ اس کا انتظار نہیں کرے گا۔

اور حسن نے امام ابوحنیفہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فجر کی دو سنتوں کو بھی فرض کے ساتھ لاحق کیا ہے اور عذر کی حالت میں ان سنتوں کو بھی سواری پر پڑھے۔ (المحیط البرہانی ج ۲ ص ۴۲۶' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۲۶ ھ)

۴۰۱ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لَا اَدْرِيْ زَادَ اَوْ نَقَصَ، فَلَمَّا سَلَّمَ قِيْلَ لَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَحَدَثَ فِي الصَّلٰوةِ شَيْءٌ؟ قَالَ وَمَا ذَاكَ؟ قَالُوْا صَلَّيْتَ كَذَا وَكَذَا، فَثَنٰى رِجْلَيْهِ، وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ. فَلَمَّا اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ قَالَ اِنَّهٗ لَوْ حَدَثَ فِي الصَّلٰوةِ شَيْءٌ لَنَبَّاْتُكُمْ بِهٖ، وَلٰكِنْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ، اَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ، فَاِذَا نَسِيْتُ فَذَكِّرُوْنِيْ، وَاِذَا شَكَّ اَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ فَلْيَتَحَرَّى الصَّوَابَ فَلْيُتِمَّ عَلَيْهِ، ثُمَّ لِيُسَلِّمْ، ثُمَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم از علقمہ' انہوں نے کہا: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی' ابراہیم نے کہا: مجھے پتا نہیں اس نماز میں آپ نے کچھ زیادتی کی یا کچھ کمی کی' پس جب آپ نے سلام پھیرا تو آپ سے کہا گیا: یارسول اللہ! کیا نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوا ہے؟ آپ نے پوچھا: اس کا کیا سبب ہے؟ صحابہ نے کہا: آپ نے اس طرح اور اس طرح نماز پڑھی ہے' آپ نے اپنے پیر موڑے اور قبلہ کی طرف منہ کیا اور دو سجدے کیے' پھر سلام پھیرا' پھر ہماری طرف منہ کر کے فرمایا: اگر نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوتا تو میں تمہیں اس کی خبر دیتا' لیکن میں صرف تمہاری

يَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ.

[اطراف الحدیث: ۴۰۴-۱۲۲۶-۶۶۷۱-۷۲۴۹]

مثل بشر ہوں' میں اس طرح بھولتا ہوں جس طرح تم بھولتے ہو' پس جب میں بھول جاؤں تو تم مجھے یاد دلایا کرو اور جب تم میں سے کسی کو نماز میں شک ہو جائے تو اسے غور کر کے صحیح بات معلوم کرنی چاہیے' پھر اپنی نماز پوری کرنی چاہیے' پھر سلام پھیر کر دو سجدے کرنے چاہئیں۔

(صحیح مسلم: ۵۷۲' الرقم المسلسل: ۱۲۵۱' سنن ابوداؤد: ۱۰۲۰' سنن نسائی: ۱۲۴۲' سنن ابن ماجہ: ۱۲۱۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۴۶' السنن الکبریٰ: ۶۲۰' المنتقیٰ: ۱۹۶' صحیح ابن خزیمہ: ۵۹۵' سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۹' مسند احمد ج ۱ ص ۴۳۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۱۷۶' جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۱۹۰' مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عثمان بن ابی شیبہ (۲) جریر بن عبد الحمید (۳) منصور بن المعتمر (۴) ابراہیم بن یزید النخعی (۵) علقمہ بن قیس النخعی (۶) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۰۴)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ نے دونوں پیر موڑے اور قبلہ کی طرف منہ کیا' کیونکہ آپ نے سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کیے تھے۔

آپ کا ہماری مثل بشریت میں حصر کس اعتبار سے ہے اور آپ کس چیز میں ہماری مثل ہیں

اس حدیث میں مذکورہ ہے: لیکن میں صرف تمہاری مثل بشر ہوں۔ ''انما'' کا کلمہ حصر کے لیے ہے' لیکن کبھی یہ حصر مطلق کے لیے ہوتا ہے اور کبھی حصر مخصوص کے لیے ہوتا ہے' جو قرائن اور سیاق کلام سے سمجھ میں آتا ہے' اس ارشاد کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں اور کچھ نہیں ہوں' صرف بشر ہوں' کیونکہ آپ کی بہت صفات ہیں' آپ نبی اور رسول ہیں' بلکہ قائد المرسلین ہیں' سید آدم و بنی آدم ہیں' رحمۃ للعالمین ہیں' شفیع المذنبین ہیں' اللہ تعالیٰ کے نائب مطلق ہیں' اس لیے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ میں تمہاری مثل بشر ہوں' فرشتہ نہیں ہوں یا خدا نہیں ہوں کہ میرے لیے بھولنا محال ہو۔

ایک غور طلب چیز یہ ہے کہ آپ کس چیز میں ہماری مثل ہیں؟ آپ کی کوئی صفت ہماری کسی صفت کی مثل نہیں ہے' آپ کا دیکھنا ہمارے دیکھنے کی مثل نہیں ہے' آپ آگے پیچھے' دائیں بائیں' اوپر نیچے یکساں دیکھتے تھے' آپ کے لیے شش جہات ایک جہت کے حکم میں تھیں' آپ جنات اور فرشتوں کو دیکھتے تھے حتیٰ کہ آپ نے اللہ عزوجل کو دیکھا' اسی طرح آپ حیوانات کی باتیں سنتے تھے' جنات اور فرشتوں کی باتیں سنتے تھے' خود اللہ عزوجل کا کلام سنتے تھے' اس لیے آپ کا سننا' آپ کا دیکھنا' آپ کا کسی چیز کو چکھنا اور چھونا کوئی وصف ہمارے کسی وصف کی مثل نہیں ہے' بعض لوگوں نے کہا: آپ نفس بشریت میں ہماری مثل ہیں' میں کہتا ہوں: مجرد نفس بشریت خارج میں متحقق نہیں ہے' خارج میں جو بشریت ہے وہ بشریت مخصوصہ ہے اور آپ کسی مخصوص بشر کی مثل نہیں ہیں' پھر آپ کس چیز میں ہماری مثل ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ خدا نہ ہونے میں ہماری مثل ہیں' جس طرح ہم خدا نہیں ہیں' آپ بھی خدا نہیں ہیں' کسی وجودی صفت میں آپ ہماری مثل نہیں ہیں بلکہ عدمی صفت میں ہماری مثل ہیں' یعنی عدم الوہیت میں آپ ہماری مثل ہیں۔

آپ کے بھولنے اور ہمارے بھولنے کا فرق

اس حدیث میں ہے: میں اس طرح بھولتا ہوں' جس طرح تم بھولتے ہو۔ لغت میں ''نسیان'' حفظ اور یاد رکھنے کی ضد ہے' اور

اصطلاح میں "نسیان" کا معنی ہے: دل کا کسی چیز سے غافل ہونا یعنی دل کا ایک چیز سے غافل ہو کر دوسری چیز میں مشغول ہونا بلکہ ایک چیز میں شدت اشتغال کی وجہ سے دوسری چیز سے غافل ہو جانا۔ ہمارا نماز میں بھولنا یہ ہے کہ ہم دنیا کی کسی چیز میں شدت اشتغال کی وجہ سے نماز کے کسی رکن کو بھول جاتے ہیں اور آپ کا بھولنا یہ ہے کہ حسن الوہیت کے جلووں میں شدت اشتغال کی وجہ سے نماز کے کسی رکن کو بھول جاتے ہیں' سو ہمارا بھولنا نقص ہے اور آپ کا بھولنا عین کمال ہے۔

آپ نے فرمایا: پس تم مجھے یاد دلا دیا کرو' یعنی میں جب سلام پھیرنے کے قریب پہنچ جاؤں تو مجھے سبحان اللہ کہہ کر یاد دلا دیا کرو۔

اُمورِ تبلیغیہ میں آپ کا بھولنا ممکن نہیں اور احکام کے منسوخ ہونے کا ثبوت

آپ سے کہا گیا: یا رسول اللہ! کیا نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوا ہے؟ اس میں یہ دلیل ہے کہ اسلام میں احکام منسوخ بھی ہوتے رہتے تھے' کیونکہ آپ نے فرمایا: اگر نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوتا تو میں تم کو اس کی خبر دیتا۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ آپ کے بعض افعال میں سہو اور نسیان واقع ہو جاتا تھا لیکن آپ اس پر برقرار نہیں رہتے تھے' لیکن اُمورِ تبلیغیہ میں اور کسی چیز کی خبر دینے میں آپ سے سہو اور نسیان نہیں ہوتا تھا اور یہ ممکن نہیں ہے کہ انبیاء علیہم السلام کسی چیز کی واقع کے خلاف خبر دیں عمداً نہ سہواً' صحت میں نہ مرض میں' رضا میں نہ غضب میں۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۵۱۴' ملخصاً' دار الوفاء ۱۴۱۹ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۱۷۶- ج ۲ ص ۱۴۱ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
(۱) خصائص مصطفیٰ (۲) بشریت (۳) مثلیت (۴) آپ کا نسیان (۵) پانچ رکعات کی تصحیح۔

۳۲ - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقِبْلَةِ، وَمَنْ لَا يَرَى الْإِعَادَةَ عَلَى مَنْ سَهَا، فَصَلَّى إِلَى غَيْرِ الْقِبْلَةِ

قبلہ کے متعلق احادیث اور جس کا یہ نظریہ ہے کہ جس نے سہواً غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے

اس باب میں اور باب سابق میں یہ فرق ہے کہ باب سابق میں یہ بیان کیا تھا کہ قبلہ کی طرف توجہ کی جائے اور اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ جس نے سہواً غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی' اس پر اعادہ نہیں ہے۔

سہواً غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

امام ابوحنیفہ' ان کے اصحاب' امام مالک اور امام بخاری کا یہ مسلک ہے کہ جس نے سہواً غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی' اس پر نماز کا اعادہ کرنا لازم نہیں ہے' تاہم اگر اس نے وقت کے اندر نماز کو دہرا لیا تو یہ مستحسن ہے' ابن المنذر' حسن بصری اور الزہری نے کہا ہے: وہ ہمیشہ نماز کو دہرائے گا' اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اگر نماز پڑھنے کے بعد اس پر یہ منکشف ہوا کہ اس نے غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہے تو وہ نماز دوبارہ پڑھے اور اگر بغیر غور و فکر کے اس پر یہ منکشف نہ ہو تو اس پر اعادہ نہیں ہے اور التوضیح میں مذکور ہے: امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اگر اس کو خطاء کا یقین نہ ہو تو اس پر اعادہ نہیں ہے ورنہ اس پر اعادہ لازم ہے' امام ابوحنیفہ کے مسلک پر دلیل یہ حدیث ہے:

عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ اپنے والد سے یہ روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں اندھیری رات میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے ہم کو پتا نہیں چلا کہ قبلہ کس طرف ہے' پس ہم میں سے ہر شخص نے اپنے اجتہاد سے نماز پڑھ لی' پس جب صبح ہوئی تو ہم نے اس بات کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا' تو یہ آیت نازل ہوئی:

فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ. (البقرہ:۱۱۵) پس تم جس طرف بھی منہ کرو وہیں اللہ کی ذات ہے۔

(سنن ترمذی:۳۴۵ سنن ابن ماجہ:۱۰۲۰)

اس حدیث کے بعد بیان مذاہب میں امام ترمذی لکھتے ہیں:

اکثر اہل علم کا یہی مذہب ہے انہوں نے کہا: جب کوئی شخص ابر آلود موسم میں غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ لے پھر نماز پڑھنے کے بعد اس پر منکشف ہو کہ اس نے غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہے تو اس کی نماز جائز ہے سفیان ثوری ابن المبارک امام احمد اور اسحاق کا یہی مذہب ہے۔ (سنن ترمذی ص ۱۰۷ دارالمعرفۃ بیروت ۱۴۲۳ھ)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے لیکن امام ترمذی نے امام اعظم سے تعصب کی وجہ سے ان کے مذہب کا ذکر نہیں کیا۔

وَقَدْ سَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَكْعَتَيِ الظُّهْرِ، وَأَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ بِوَجْهِهِ، ثُمَّ أَتَمَّ مَا بَقِيَ. اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی دو رکعت میں سلام پھیر دیا اور لوگوں کی طرف اپنا چہرہ کر لیا پھر آپ نے باقی نماز کو پورا کیا۔

یہ تعلیق حدیث مذکور ذیل کا ایک قطعہ ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ظہر یا عصر کی نمازوں میں سے کوئی ایک نماز پڑھائی پھر دو رکعت میں سلام پھیر دیا پھر مسجد کے قبلہ کی جانب ایک لکڑی کے ستون سے ٹیک لگا کر بہ انداز غضب کھڑے ہو گئے اور لوگوں میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے وہ آپ سے بات کرنے سے ڈرے اور لوگ جلدی سے باہر نکلنے لگے حضرت ذوالیدین نے کھڑے ہو کر کہا: یارسول اللہ! آیا نماز کم کر دی گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دائیں بائیں دیکھ کر فرمایا: ذوالیدین کیا کہہ رہے ہیں؟ لوگوں نے کہا: ذوالیدین سچ کہہ رہے ہیں آپ نے صرف دو رکعت نماز پڑھائی ہے پس آپ نے دو رکعت نماز اور پڑھی اور سلام پھیر دیا پھر اللہ اکبر پڑھا اور سجدہ (سہو) کیا پھر اللہ اکبر پڑھا پھر اٹھے پھر اللہ اکبر پڑھا اور (دوسرا) سجدہ (سہو) کیا پھر اللہ اکبر پڑھا اور (سجدہ سے) اٹھے۔ (صحیح مسلم:۵۷۳)

نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کو علم تھا کہ احکام شرعیہ میں نسخ واقع ہوتا رہتا ہے تبھی حضرت ذوالیدین نے پوچھا: آیا نماز کم کر دی گئی ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبلہ سے پیٹھ پھیر کر کھڑے ہو گئے حضرت ذوالیدین نے آپ سے بات کی آپ نے ان سے بات کی اور دوسرے صحابہ سے بات کی پھر آپ نے قبلہ کی طرف منہ کر کے دو رکعت نماز اور پڑھا دی اور سلام پھیر کر سہو کے دو سجدے کیے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ قبلہ سے پیٹھ پھیر لیں آپ کسی سے بات کر لیں کوئی آپ سے بات کر لے آپ کی نماز قائم رہتی ہے اور آپ جس سے بات کریں اور جو آپ سے بات کرے اس کی نماز بھی قائم رہتی ہے اس کے برخلاف کوئی اور مسلمان قبلہ سے عمداً پیٹھ پھیر لے یا کسی اور شخص سے بات کر لے تو اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے اور یہ حدیث امام بخاری کے مقصد پر بھی دلالت کرتی ہے کیونکہ آپ نے سہواً قبلہ سے پیٹھ پھیری تھی تاہم ان کے مقصود پر مکمل دلالت نہیں کرتی کیونکہ ان کا مقصود تھا کہ جو شخص سہواً غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھے اس کی نماز جائز ہے اور اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ آپ نے سہواً قبلہ سے پیٹھ پھیری یہ مذکور نہیں ہے کہ آپ نے سہواً غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی۔

۴۰۲- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ وَافَقْتُ رَبِّي فِي ثَلَاثٍ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَوِ اتَّخَذْنَا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى، فَنَزَلَتْ ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾ (البقرۃ:۱۲۵)، وَآيَةُ الْحِجَابِ، قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، لَوْ أَمَرْتَ نِسَاءَكَ أَنْ يَحْتَجِبْنَ، فَإِنَّهُ يُكَلِّمُهُنَّ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ، فَنَزَلَتْ آيَةُ الْحِجَابِ، وَاجْتَمَعَ نِسَاءُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغَيْرَةِ عَلَيْهِ، فَقُلْتُ لَهُنَّ ﴿عَسٰى رَبُّهٗ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبْدِلَهٗ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ﴾ (التحریم:۵). فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ھشیم نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اپنے رب کی تین چیزوں میں موافقت کی ہے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کاش! ہم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لیں تو یہ آیت نازل ہوگئی: اورتم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لو۔(البقرہ:۱۲۵) اور پردہ کی آیت میں' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کاش! آپ اپنی ازواج کو پردہ کرنے کا حکم دیں کیونکہ ان سے نیکوکار اور بدکار (ہر طرح کا آدمی) بات کرتا ہے' تو پردہ کی آیت نازل ہوگئی' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج آپ کے خلاف غیرت میں اکٹھی ہوگئیں تو میں نے آپ کی ازواج سے کہا: اگر آپ نے تم سب کو طلاق دے دی تو عنقریب آپ کا رب آپ کو (تمہارے) بدلے میں تم سے بہتر ازواج عطا کر دے گا۔(التحریم: ۵) تو یہی آیت نازل ہوگئی۔

قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِيْ حُمَيْدٌ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا بِهٰذَا.

امام ابوعبد اللہ (بخاری) نے کہا: ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ایوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھ سے حمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سنی ہے۔

[اطراف الحدیث: ۴۴۸۳-۴۷۹۰-۴۹۱۶]

(سنن ترمذی:۲۹۶۰' سنن ابن ماجہ:۱۰۰۹' السنن الکبریٰ للنسائی:۱۱۶۱۱' سنن دارمی:۱۸۴۹' مسند البزار:۲۲۰' صحیح ابن حبان:۶۸۹۶' المعجم الصغیر: ۸۶۸' شرح السنۃ:۳۸۸۷' سنن بیہقی ج ۷ ص ۸۸' مسند ابوداؤد الطیالسی:۴۱' مسند احمد ج ۱ ص ۲۴ طبع قدیم' مسند احمد :۱۵۷-ج ۱ ص ۲۹۷' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اورتم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالو۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عمرو بن میمون ابوعثمان الواسطی البزاز' یہ بصرہ میں رہتے تھے اور ۲۲۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ھشیم بن بشیر (۳) حمید الطویل (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (۵) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۱۴)

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عمر نے یہ کیوں کہا کہ میں نے اپنے رب کی موافقت کی' جب کہ ان کی موافقت میں آیات نازل ہوئیں

اس حدیث میں مذکور ہے: میں نے اپنے رب کی موافقت کی' یہ باب مفاعلہ سے ہے' جس کا خاصہ ہے: مشارکت' یعنی ہر ایک

نے دوسرے کی موافقت کی' واقع میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر کی موافقت کی تھی' کیونکہ جس طرح حضرت عمر نے کہا اسی طرح آیت نازل ہوگئی' لیکن حضرت عمر رضی اللہ نے ادبا کہا: میں نے اپنے رب کی موافقت کی۔

حضرت عمر کی موافقت میں نازل ہونے والی آیات کی تعداد

اس حدیث میں تین چیزوں میں موافقت کا ذکر ہے' حالانکہ حضرت عمر نے تین سے زیادہ چیزوں میں موافقت کی ہے' جو حسب ذیل ہیں:

(۱) بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینے کے متعلق حضرت عمر کی رائے یہ تھی کہ ان سے فدیہ نہ لیا جائے' بلکہ ان کو قتل کر دیا جائے' اس کے موافق یہ آیت نازل ہوگئی:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ أَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ. (الانفال:۶۷) نبی کے لیے قیدی بنانا جائز نہیں ہے حتیٰ کہ ان کا زمین میں اچھی طرح خون بہا دے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ستر کافروں کو قتل کرنے کے بعد کافروں کو قید کیا تھا' اس لیے آپ کا عمل اس آیت کے خلاف نہیں۔

(۲) حضرت عمر کی رائے یہ تھی کہ آپ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور اسی کے موافق یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ أَبَدًا. (التوبہ:۸۴) اور ان میں سے کوئی مر جائے تو آپ کبھی بھی اس کی نمازِ جنازہ نہ پڑھیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن ابی کی نمازِ جنازہ پڑھا دی' اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی' اس لیے آپ کے نماز پڑھانے پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور آپ کے نماز پڑھانے کی یہ حکمت تھی کہ جب اس کی قوم نے آپ کا حسن خلق دیکھا کہ آپ نے اپنے کٹر مخالف کی درخواست کو رد نہیں کیا تو اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہو گئے۔

امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے روایت کی ہے' ہمیں یہ حدیث بیان کی گئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری قمیص یا میری نماز جنازہ اس سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتی اور بے شک مجھے یہ امید ہے کہ اس سبب سے اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام لے آئیں گے۔ (جامع البیان ج۱۰ ص ۲۳۲' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

(۳) شراب کی تحریم کی آیات' حضرت عمر رضی اللہ کی رائے کے موافق نازل ہوئیں۔

(۴) جب یہ آیات نازل ہوئیں:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ○ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ○ (المؤمنون: ۱۳-۱۲) اور بے شک ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا○ پھر اس کو نطفہ بنا کر مضبوط جگہ میں رکھا○

تو حضرت عمر نے بے ساختہ کہا:

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ○ (المؤمنون:۱۴) پس اللہ بہت برکتوں والا ہے' جو سب سے بہترین پیدا کرنے والا ہے○

تو یہ آیت اسی طرح نازل ہوگئی۔

(۵) جب حضرت عائشہ رضی اللہ پر تہمت لگائی گئی تو حضرت عمر نے پوچھا: یا رسول اللہ! ان سے آپ کا نکاح کس نے کیا تھا؟ آپ نے فرمایا: اللہ نے' حضرت عمر نے کہا: کیا آپ کی یہ رائے ہے کہ اللہ نے آپ سے ان کا عیب چھپا لیا تھا!

سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ○ (النور:١٦) اے اللہ! تو پاک ہے یہ بہت بڑا بہتان ہے ○

پھر یہ آیت اسی طرح نازل ہوگئی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ نے حق کو عمر کی زبان اور دل میں رکھ دیا ہے اور حضرت ابن عمر نے کہا: جب بھی لوگوں پر کوئی امر پیش آیا' پس لوگوں نے اس کے متعلق کوئی بات کہی اور حضرت عمر نے بھی اس کے متعلق کوئی بات کہی تو قرآن حضرت عمر کی کہی ہوئی بات کے مطابق نازل ہو جاتا۔ (سنن ترمذی: ٣٦٨٢' مسند احمد ج ٢ ص ٥٣)

ہم نے مقالاتِ سعیدی ص ۱۷۵ میں سولہ ایسی آیات کا باحوالہ ذکر کیا ہے' جو حضرت عمر کی رائے کے موافق نازل ہوئی ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پھر حضرت عمر نے یہ کیوں کہا ہے کہ میں نے اپنے رب کی تین آیات میں موافقت کی ہے' اس کا ایک جواب یہ ہے کہ کسی عدد کے ساتھ تخصیص اس کے ماسوا کی نفی نہیں کرتی' دوسرا جواب یہ ہے کہ ان آیات کی شہرت کی وجہ سے حضرت عمر نے ان تین آیات کا ذکر کیا۔

اس حدیث میں آیت حجاب کا ذکر ہے' وہ یہ آیت ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ. (الاحزاب:٥٩) اے نبی! اپنی ازواج سے کہیے اور اپنی بیٹیوں اور مومنین کی بیویوں سے کہ اپنے اوپر چادریں ڈال لیا کریں۔

غیرت کا معنی اور جو ازواج غیرت میں اکٹھی ہوئی تھیں' ان کا بیان

اس حدیث میں ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ازواج غیرت میں اکٹھی ہوگئیں۔

غیرت کا معنی ہے: اپنے محبوب سے شدید محبت کی وجہ سے محبوب میں کسی کی شرکت کا ناگوار ہونا' حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے شدید محبت تھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم' حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا کے پاس شہد پینے کی وجہ سے زیادہ ٹھہرتے تھے تو یہ ان کو ناگوار ہوتا اور انہوں نے آپ کو ان کے پاس ٹھہرنے سے روکنے کے لیے یہ حیلہ کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہا: آپ نے مغافیر کھایا ہے' عرفط نام کے ایک درخت پر گوند لگتا تھا' جس کی بو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ناپسند تھی' اس گوند کو مغافیر کہتے ہیں۔

اس واقعہ کی تفصیل درج ذیل حدیثوں میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم' حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس ٹھہرتے تھے اور ان کے پاس شہد پیتے تھے' پس میں نے اور حضرتِ حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہ مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آئیں' وہ آپ سے یہ کہے کہ مجھے آپ سے مغافیر کی بو آ رہی ہے' کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ پھر ان میں سے کسی ایک کے پاس آپ گئے تو اس نے یہ کہا' آپ نے فرمایا: نہیں! میں نے زینب بنت جحش کے پاس شہد پیا ہے اور اب میں اس کو کبھی نہیں پیوں گا' تب یہ آیتیں نازل ہوئیں:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ. (التحریم:١) اے نبی! آپ اپنے آپ کو اس چیز سے کیوں روکتے ہیں جس کو اللہ نے آپ کے لیے حلال کر دیا ہے۔

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا. (التحریم:٣) اور جب نبی نے اپنی کسی بیوی کو راز کی بات بتائی۔

(صحیح بخاری: ٥٢٦٧' صحیح مسلم: ١٤٧٤' الرقم المسلسل: ٣٦١٤' سنن ابوداؤد: ٣٧١٤' سنن نسائی: ٣٧٩٥-٣٤٢١' السنن الکبریٰ للنسائی: ٥٦١٤' مسند احمد ج ٦ ص ٦٠-٥٩)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شہد اور مٹھاس کو پسند کرتے تھے اور آپ جب عصر کی نماز سے فارغ

ہوتے تو اپنی ازواج کے پاس جاتے' پس ان میں سے کسی ایک کے قریب جاتے' پس آپ حضرت حفصہ بنت عمر کے پاس گئے اور ان کے پاس معمول سے زیادہ ٹھہرے' پس مجھے ان پر غیرت آئی (یعنی ان کے پاس زیادہ ٹھہرنا مجھے ناگوار گزرا)' میں نے اس کے متعلق سوال کیا تو مجھے بتایا گیا کہ آپ کے خاندان کی ایک عورت نے آپ کو شہد کا ڈبا پیش کیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے شہد پیش کیا' تب میں نے دل میں کہا: اللہ کی قسم! ہم ضرور اس کے لیے کوئی حیلہ کر لیں گے' پس میں نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے کہا: عنقریب آپ کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئیں گے' جب وہ آپ کے قریب آئیں تو آپ ان سے کہیں: آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ وہ آپ سے کہیں گے: نہیں' پھر آپ ان سے کہیں: تب یہ آپ کے پاس سے بو کیسی آ رہی ہے؟ آپ کہیں گے: مجھے حفصہ نے شہد پلایا تھا' تو آپ ان سے کہیں: شہد کی مکھی نے عرفط درخت کی پتیوں کو چوس لیا ہوگا اور عنقریب میں بھی یہی کہوں گی' اور اے صفیہ! تم بھی یہی کہنا' حضرت سودہ کہتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دروازے پر کھڑے ہوئے تو میں نے تمہارے ڈر سے ارادہ کیا کہ میں وہی کہوں جو تم نے کہا تھا' پھر جب آپ حضرت سودہ کے پاس گئے تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں' حضرت سودہ نے کہا: پھر آپ سے یہ بو کیسی آ رہی ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے حفصہ نے شہد پلایا ہے' حضرت سودہ نے کہا: شہد کی مکھی نے عرفط درخت کی پتیوں کو چوس لیا ہوگا' پھر جب آپ میرے پاس آئے تو میں نے بھی یہی کہا' پھر جب آپ حضرت صفیہ کے پاس گئے تو انہوں نے بھی یہی کہا' پھر جب آپ حضرت حفصہ کے پاس گئے تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کو اس سے شہد پلاؤں' آپ نے فرمایا: مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے' حضرت سودہ کہتی تھیں: اللہ کی قسم! ہم نے آپ کو شہد سے روک دیا' تو میں نے ان سے کہا: چپ رہو۔ (صحیح البخاری: ۵۲۶۸' صحیح مسلم: ۱۴۷۴' الرقم المسلسل: ۳۶۱۵)

اس اعتراض کا جواب کہ بخاری اور مسلم کی ان دو حدیثوں میں تعارض ہے

ان حدیثوں پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ عبید بن عمیر کی روایت میں ہے: حضرت زینب بنت جحش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہد پلایا تھا اور ہشام بن عروہ کی روایت میں حضرت حفصہ نے آپ کو شہد پلایا تھا' بہ ظاہر یہ تعارض ہے؟

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس تعارض کے جواب میں لکھا ہے کہ یہ متعدد واقعات ہیں۔ پہلے حضرت حفصہ کے شہد پلانے کا واقعہ ہے اور پھر حضرت زینب بنت جحش کے شہد پلانے کا واقعہ ہے' اس لیے ان میں تعارض نہیں ہے۔

اور ترجیح کے طریقہ سے عبید بن عمیر کی حدیث راجح ہے' کیونکہ مفسرین نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شہد کو روکنے والی حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما تھیں۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ ہشام بن عروہ کی روایت درایۃً صحیح نہیں ہے کیونکہ اس روایت کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ایک دوسری کی مدد کرنے والی تین ازواج تھیں: حضرت عائشہ' حضرت سودہ اور حضرت صفیہ' اور قرآن مجید میں تصریح ہے کہ یہ دو بیویاں تھیں کیونکہ قرآن مجید میں تثنیہ کا صیغہ ہے: "وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ" (التحریم: ۴) اور اگر تم نبی کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو گی۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ دو بیویاں حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما تھیں۔ اس لیے عبید بن عمیر کی روایت صحیح ہے' جس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت زینب بنت جحش' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہد پلاتی تھیں اور اس کے خلاف حیلہ کرنے کا حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ نے مشورہ کیا۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۵۲' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ ازواجِ مطہرات نے مغافیر کی بو کا کہہ کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جھوٹ بولا

اگر اس حدیث پر یہ اعتراض کیا جائے کہ پھر لازم آئے گا کہ ازواجِ مطہرات نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جھوٹ بولا' اس کا جواب یہ

ہے کہ جھوٹ تب ہوتا جب وہ آپ کو یہ خبر دیتیں کہ آپ نے مغافیر کھایا ہے' جب کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا تھا: کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ یہ آپ کے منہ سے کیسی بو آ رہی ہے؟ انہوں نے یہ بات سوالیہ انداز میں کہی اور حرف استفہام کو ذکر نہیں کیا' اور اس کو انہوں نے حیلہ سے تعبیر کیا' یعنی یہ آپ کو شہد پینے سے یا حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس زیادہ ٹھہرنے سے روکنے کی خفیہ تدبیر تھی اور حیلہ کرنا جائز ہے' جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو اپنے پاس روکنے کے لیے حیلہ کیا تھا' اسی طرح حضرت عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما نے یہ تدبیر اس لیے اختیار کی تا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زیادہ دیر اپنے پاس ٹھہرا سکیں۔

یہ بحث مصنف کے خصائص میں سے ہے اور کسی شرح میں یہ تفصیل نہیں ہے۔

دوسرے نبیوں کی شریعت پر عمل کرنا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی کا موجب ہے' پھر حضرت عمر نے مقام ابراہیم کو مصلّٰی بنانے کی درخواست کیوں کی؟

اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوال کا ذکر ہے کہ مقام ابراہیم کو مصلّٰی بنالیا جائے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت عمر کو یہ علم تھا کہ دوسری ملت کی پیروی کرنے سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہوتے ہیں کیونکہ جب حضرت عمر' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے تورات پڑھ رہے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہوئے اور آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے! اگر تمہارے سامنے حضرت موسیٰ ظاہر ہوتے اور تم ان کی پیروی کرتے اور مجھے چھوڑ دیتے تو تم سیدھے راستے سے گم راہ ہو جاتے اور اگر وہ زندہ ہوتے اور میری نبوت کو پالیتے تو میری پیروی کرتے۔ (سنن دارمی: ۴۳۵) تو پھر حضرت عمر نے یہ سوال کیوں کیا کہ مقامِ ابراہیم کو مصلّٰی بنالیا جائے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کی چند آیات پڑھ کر حضرت عمر کو علم ہوا کہ ہماری شریعت میں حضرت ابراہیم کی ملت کی پیروی کرنا پسندیدہ ہے' اس لیے انہوں نے یہ سوال کیا اور وہ آیات یہ ہیں' جن میں حضرت ابراہیم کے متعلق فرمایا ہے:

اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا. (البقرہ: ۱۲۴) بے شک میں آپ کو تمام لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔

ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا. (النحل: ۱۲۳) پھر ہم نے آپ کی طرف یہ وحی کی کہ آپ ابراہیم کی ملت کی پیروی کیجئے جو ادیانِ باطلہ سے اعراض کرنے والے ہیں۔

فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا. (آل عمران: ۹۵) سو (اے مسلمانو!) تم ابراہیم کی ملت کی پیروی کرو جو ادیانِ باطلہ سے اعراض کرنے والے ہیں۔

مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا. (الحج: ۷۸) (یہ) تمہارے باپ ابراہیم کی ملت ہے' اس نے اس سے پہلے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اور اس (قرآن) میں (بھی)۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی ان کا ذکر سنا:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے کہا: یارسول اللہ! یہ قربانیاں کیسی ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۱۲۷' مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۸)

اور انہوں نے دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے افعال کی حج میں اتباع کی جاتی ہے اور ان کی سنت کے مطابق ختنہ کیا جاتا ہے اور بیت اللہ کے بنانے کی بھی ان کی طرف نسبت ہے اور مقام میں ان کے قدم کا نقش قائم ہے جیسے کسی عمارت کے بنانے والے کا نام اس عمارت پر کندہ ہوتا ہے' جس طرح آج کل بھی سنگ بنیاد رکھنے کا رواج ہے' جس سے بنانے والے کی یادگار قائم رہتی ہے تو

حضرت عمر نے سوچا کہ کعبہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار کے طور پر اس پتھر کو مصلّی بنالیا جائے' جس پر ان کے پیر کا نقش اب تک قائم ہے' تا کہ مسلمانوں کے دلوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یاد قائم رہے اور کعبہ میں نماز پڑھتے وقت اور حج کرتے وقت یہ ذہنوں میں رہے کہ ہمارے پہلے مقتدیٰ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدامجد اور اس کعبہ کے بانی حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ ''مقام'' کا معنی ہے: کھڑے ہونے کی جگہ' یعنی یہ پتھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کھڑے ہونے کی جگہ تھا' جس پر آپ کے پیر کا نشان ثبت تھا' اس کی حضرت عمر کے نزدیک یہ عظمت تھی کہ انہوں نے درخواست کی کہ اس کو مصلّی بنالیا جائے' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس چیز کی کسی نبی کی طرف نسبت ہو' اس کو یادگار بنانا حضرت عمر کے نزدیک جائز تھا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک اور آپ کے دیگر تبرکات کو جو بہ طور یادگار محفوظ رکھے جاتے ہیں اور ان کی زیارت کی جاتی ہے اور آپ کا میلاد منایا جاتا ہے' اس کی اصل بھی یہی آیت اور یہی حدیث ہے' نیز مقام ابراہیم کو مصلّی بنانا' حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کے مقبول ہونے کا اظہار ہے:

وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ O (الشعراء:۸۴) اور میرا ذکرِ خیر بعد کے لوگوں میں باقی رکھنا O

ازواجِ مطہرات کے حجاب کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اور میں نے پردہ کی آیت میں اللہ تعالیٰ کی موافقت کی۔

پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرب کے رواج کے مطابق ازواجِ مطہرات کو پردہ میں نہیں رکھتے تھے اور آپ پر یہ مخفی نہیں تھا کہ آپ کی ازواج کا پردہ میں رہنا بہتر ہے' لیکن آپ اس معاملہ میں وحی کا انتظار فرما رہے تھے' ازواجِ مطہرات کے حجاب کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے:

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ. (الاحزاب:۵۳) اور جب تم نبی کی ازواج سے کسی چیز کا سوال کرو تو ان سے پردہ کی اوٹ سے سوال کرو۔

یہ آیت سورۃ الاحزاب کی ہے اور جمہور ارباب سیر و مغازی کا اتفاق ہے کہ غزوۃ الاحزاب ۵ ہجری میں ہوا ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۳۹۳' لاہور' ۱۴۲۶ھ)

ازواجِ مطہرات کے حجاب کا ذکر اس حدیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں تمام لوگوں سے زیادہ حجاب کے متعلق جاننے والا ہوں' اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بھی مجھ سے اس کے متعلق سوال کرتے تھے' حضرت انس نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب کے ساتھ شبِ زفاف کی صبح کی' آپ نے ان کے ساتھ مدینہ میں نکاح کیا تھا' پھر آپ نے دن چڑھنے کے بعد لوگوں کو ولیمہ کے لیے بلایا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ گئے اور لوگوں کے اٹھنے کے بعد کچھ لوگ آپ کے ساتھ بیٹھے رہے' حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو گئے' پھر آپ چلے گئے اور میں بھی آپ کے ساتھ چلا گیا حتیٰ کہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے دروازہ پر پہنچ گئے' پھر آپ نے گمان کیا کہ شاید اب وہ لوگ حجرہ سے باہر نکل گئے ہوں گے' سو آپ لوٹ آئے اور میں بھی آپ کے ساتھ لوٹ آیا' جب کہ وہ لوگ اپنی جگہوں پر اسی طرح بیٹھے ہوئے تھے' آپ پھر لوٹ کر گئے اور میں بھی آپ کے ساتھ لوٹ گیا' حتیٰ کہ آپ حضرت عائشہ کے حجرہ تک پہنچے' پھر آپ لوٹ آئے اور میں بھی لوٹ آیا' اس وقت وہ لوگ کھڑے ہو گئے' پھر آپ نے میرے اور اپنے گھر کے درمیان پردہ ڈال دیا اور اللہ تعالیٰ نے حجاب کی آیت نازل کر دی۔

(صحیح البخاری:۵۴۶۶' صحیح مسلم:۱۴۲۸' الرقم المسلسل:۳۴۴۳' السنن الکبریٰ للنسائی:۶۶۱۶)

اور وہ یہ آیت ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ وَ لٰكِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَ لَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْكُمْ وَ اللّٰهُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْــٴَـلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ. (الاحزاب: ۵۳)

اے ایمان والو! نبی کے گھر میں داخل نہ ہو سوا اس کے کہ تمہیں کھانے کے لیے بلایا جائے' کھانا پکنے کا انتظار نہ کرتے رہو بلکہ جب تمہیں بلایا جائے اس وقت جاؤ' پھر جب کھانا کھا چکو تو فوراً چلے جاؤ اور (وہاں) باتوں میں دل نہ لگاؤ' بے شک تمہارے اس عمل سے نبی کو تکلیف پہنچتی ہے' سو وہ تم سے حیا کرتے ہیں' اور اللہ حق بات کہنے سے نہیں رکتا' اور جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی چیز مانگو تو پردہ کے پیچھے سے مانگو' یہ تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے لیے نہایت پاکیزگی کا باعث ہے۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی متوفی ۷۷۴ھ نے لکھا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ساتھ غزوہ بنو قریظہ کے بعد ذوالقعدہ پانچ ہجری میں ہوا اور اسی تاریخ کو حجاب کے احکام نازل ہوئے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۴۰۵' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات پر جو حجاب فرض ہے' وہ عام مسلم خواتین کی بہ نسبت زیادہ سخت اور مؤکد ہے' عام مسلم خواتین تو گواہی یا علاج کی ضرورت کی وجہ سے اجنبی مردوں کے سامنے چہرے اور ہاتھوں کو کھول سکتی ہیں اور ازواجِ مطہرات کو اس کی بھی اجازت نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۷۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج تمام دنیا کی عورتوں سے افضل ہیں' پھر کیسے فرمایا: اللہ ان کے بدلہ میں ان سے بہتر ازواج لے آئے گا؟

اس حدیث کے آخر میں التحریم: ۵ کی آیت ذکر کی گئی ہے' جس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر آپ نے تم سب کو طلاق دے دی تو عنقریب آپ کا رب آپ کو (تمہارے) بدلے میں تم سے بہتر ازواج عطا کر دے گا۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ازواج کو طلاق نہیں دیں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا اظہار فرمایا ہے کہ اگر بالفرض نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی تو اللہ تعالیٰ آپ کے نکاح میں ان سے بہتر ازواج لے آئے گا اور یہ اللہ تعالیٰ نے ازواج کے متعلق اس لیے فرمایا ہے تاکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کرنے اور آپ کو ناراض کرنے اور آپ کے خلاف مدد کرنے سے ڈرتی رہیں۔ اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جن عورتوں کو ازواج کے بدلہ میں لایا جائے گا' وہ ازواج سے بہتر کیسے ہو سکتی ہیں' جب کہ روئے زمین پر کوئی عورت امہات المؤمنین سے بہتر نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس صورت میں ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی نافرمانی اور آپ کو ایذاء پہنچانے کی وجہ سے ان کو طلاق دے دیتے' پھر ازواج تمام دنیا کی عورتوں سے بہتر ہونے کی صفت پر باقی نہیں رہتیں اور دوسری عورتیں جو آپ کی اطاعت گزار ہوتیں' وہ ان سے بہتر ہوتیں لیکن جب حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق توبہ کر لی تو پھر وہی سب سے اعلیٰ اور افضل رہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۷۱' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابومنصور محمد بن محمود ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

یہ ہوسکتا ہے کہ وہ عورتیں اپنی ذات کے اعتبار سے تو آپ کی ازواج سے بہتر نہ ہوتیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں ازواجِ مطہرات سے بہتر ہوتیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

مُسْلِمَاتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ. الخ (التحریم:۵) مسلمان' مومن' خشوع کرنے والیاں' توبہ کرنے والیاں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج بھی اس صفت پر تھیں' کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: آپ حضرت حفصہ سے رجوع کر لیجئے کیونکہ وہ بہت روزے رکھنے والی اور بہت قیام کرنے والی ہیں۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ عورتیں اپنے حسن و جمال اور اپنے نسب کے اعتبار سے ازواجِ مطہرات سے بہتر ہوتیں۔

حضرت حفصہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راز فاش کردیا تھا' آپ نے حضرت حفصہ کی دل جوئی کے لیے ان سے فرمایا تھا: میں آئندہ شہد نہیں پیوں گا یا فرمایا تھا: میرے بعد ابوبکر اور عمر خلیفہ ہوں گے لیکن تم یہ کسی کو بتانا نہیں' حضرت حفصہ نے یہ بات حضرت عائشہ کو بتادی تھی' اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اے نبی کی دونوں بیویو!) اگر تم دونوں اللہ کے سامنے توبہ کرلو تو بہتر ہے' پس بے شک تم دونوں کے دل (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شدت محبت میں) بہت جھک گئے ہیں' اگر تم نبی کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو گی تو یقیناً ان کا کارساز اللہ ہے' اور جبریل ہیں اور نیک مسلمان ہیں اور ان کے علاوہ فرشتے بھی ان کی مدد کرنے والے ہیں۔ (التحریم:۳) اور احادیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو ایک طلاق دے دی تھی' پھر حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور آپ سے کہا کہ آپ حضرت حفصہ سے رجوع کرلیں' وہ بہت روزے رکھنے والی اور بہت قیام کرنے والی ہیں اور یہ جنت میں بھی آپ کی زوجہ ہیں۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۱۰ ص ۸۲)

امام ماتریدی مزید لکھتے ہیں: اس آیت کا معنی یہ ہوسکتا ہے کہ وہ عورتیں ازواجِ مطہرات سے اس لحاظ سے بہتر ہوتیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی نہ کرتیں اور آپ کی مخالفت میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرتیں اور اگر حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ توبہ نہ کرتیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت میں ایک دوسرے کی مدد کرتی رہتیں تو پھر وہ عورتیں ان ازواج سے بہتر ہوتیں' لیکن جب انہوں نے آپ کی نافرمانی سے توبہ کر لی اور آپ کے خلاف ایک دوسرے کی مدد نہیں کی تو وہ اپنے مرتبہ پر برقرار رہیں اور وہی تمام دنیا کی عورتوں سے افضل رہیں۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۱۰ ص ۸۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۴۰۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ بَيْنَا النَّاسُ بِقُبَاءٍ فِيْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ، اِذْ جَاءَهُمْ اٰتٍ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْاٰنٌ، وَقَدْ اُمِرَ اَنْ يَّسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ، فَاسْتَقْبِلُوْهَا وَكَانَتْ وُجُوْهُهُمْ اِلَى الشَّامِ، فَاسْتَدَارُوْا اِلَى الْكَعْبَةِ. [اطراف الحدیث: ۴۴۸۸۔ ۴۴۹۰۔ ۴۴۹۱۔ ۴۴۹۳۔ ۴۴۹۴۔ ۷۲۵۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مالک بن انس نے خبر دی از عبداللہ بن دینار از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت لوگ صبح کی نماز میں قباء میں تھے' ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آج رات قرآن نازل ہوا ہے اور آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ قبلہ کی طرف منہ کریں' پس تم بھی قبلہ کی طرف منہ کرلو' اس وقت نمازیوں کے چہرے شام کی طرف تھے' وہ فوراً کعبہ کی طرف پھر گئے۔

(صحیح مسلم:۵۲۶ 'الرقم المسلسل:۱۱۵۸ 'سنن نسائی:۷۴۵ 'سنن ترمذی:۳۴۱۔ ۲۹۶۳ 'السنن الکبریٰ للنسائی:۵۴۵ 'سنن دارمی:۱۲۳۷ 'صحیح ابن خزیمہ:۴۳۵ 'سنن دارقطنی ج۱ص ۲۷۴ 'مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص ۳۳۵ 'المعجم الکبیر:۵۳۰۔ج ۲۴ 'مسند احمد ج ۲ص ۱۶ طبع قدیم 'مسند احمد:۴۶۴۲۔ ج۸ص ۲۶۶ 'موسسۃ الرسالۃ بیروت 'جامع المسانید لابن الجوزی:۳۴۹۱ 'مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ قبلہ کی طرف منہ کریں۔

حدیث مذکور کا حدیث:۳۹۹ سے ایک تعارض کا جواب اور دیگر مسائل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ کے پاس ایک آنے والا آیا' اس کا نام عبّاد بن بشر تھا' اس حدیث میں صبح کی نماز میں آنے کا ذکر ہے' اس سے پہلے حدیث:۳۹۹ میں حضرت البراء کی روایت میں عصر کی نماز کا ذکر تھا' ان دونوں حدیثوں میں کوئی منافات نہیں ہے' کیونکہ جو مدینہ میں داخل تھے' ان کے پاس عصر کے وقت خبر پہنچی اور جو مدینہ سے خارج تھے' ان کے پاس صبح کے وقت خبر پہنچی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: آج رات آپ پر قرآن نازل ہوا' اس سے مراد قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ. (البقرہ:۱۴۴) بے شک ہم آپ کے چہرے کا آسمان کی طرف پھرنا دیکھ رہے ہیں۔

اس حدیث کے اکثر مسائل اور فوائد حضرت البراء کی حدیث:۳۹۹ میں بیان کیے جاچکے ہیں' مزید فوائد میں سے یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو حکم دیا جائے' اس کا کرنا آپ کی امت پر بھی لازم ہوتا ہے کیونکہ آپ کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ آپ نماز میں کعبہ کی طرف منہ کریں' پھر یہ آپ کی امت پر بھی لازم ہو گیا' حتیٰ کہ انہوں نے نماز میں اپنا منہ کعبہ کی طرف کر لیا' جو لوگ قباء میں نماز پڑھ رہے تھے' ان سے ایک شخص نے کہا: اب قبلہ بدل گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں کعبہ کی طرف منہ کر لیا ہے' وہ شخص ان کی نماز سے خارج تھا' پھر بھی انہوں نے اس کے قول پر عمل کیا حالانکہ جو شخص خارج از نماز ہو' اس کے قول پر عمل کرنا جائز نہیں ہے بلکہ خارج از نماز کے قول پر عمل کرنا مفسد صلوٰۃ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث خلاف قیاس ہے' اس کی نظیر یہ ہے کہ جب مسافر امام نماز پڑھا رہا ہو اور اس کی اقتداء میں مقیم بھی نماز پڑھ رہے ہوں تو وہ سلام پھیرنے کے بعد نمازیوں سے کہتا ہے: تم لوگ اپنی نماز پوری کرو کیونکہ میں مسافر ہوں اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے والے مقیم نمازی اس کے قول پر عمل کر کے اپنی نماز پوری کرتے ہیں' حالانکہ وہ مسافر امام سلام پھیرنے کے بعد ان کی نماز سے خارج ہو چکا ہوتا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:۱۰۸۰۔ج ۲ص ۶۷ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) نسخ کی بحث (۲) نسخ کی تعریفات (۳) نسخ کی اقسام (۴) نسخ القرآن بالقرآن (۵) نسخ القرآن بالحدیث (۶) نسخ الحدیث بالحدیث (۷) نسخ الحدیث بالقرآن (۸) تحویل قبلہ کی تاریخ (۹) کعبہ کی طرف پہلی نماز (۱۰) روایات میں تطبیق (۱۱) خبر واحد پر عمل (۱۲) ورود شرع سے قبل تکلیف کا حکم (۱۳) دیگر فوائد (۱۴) مکہ میں قبلہ کا رخ۔

یہ ابحاث ص ۶۸ سے ص ۷۳ تک ہیں۔

۴۰۴ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى ' عَنْ شُعْبَةَ ' عَنِ الْحَكَمِ ' عَنْ إِبْرَاهِيمَ ' عَنْ عَلْقَمَةَ ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ خَمْسًا ' فَقَالُوْا أَزِيْدَ فِي الصَّلٰوةِ؟ قَالَ وَمَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ از الحکم از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی پانچ رکعت نماز پڑھائی تو لوگوں نے کہا: کیا

ذَاكَ؟ قَالُوْا صَلَّيْتَ خَمْسًا! فَثَنٰى رِجْلَيْهِ، وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ.

نماز زیادہ کر دی گئی ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کا کیا سبب ہے؟ لوگوں نے کہا: آپ نے پانچ رکعت پڑھائی ہیں! آپ نے اپنے پیر (قبلہ کی طرف) موڑے اور (سہو کے) دو سجدے کیے۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۱۹۰، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۰۱ کا مطالعہ کریں، وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: کعبہ کی طرف منہ کرنا جہاں کہیں بھی ہو، اور اس حدیث کا عنوان ہے: ''قبلہ کے متعلق احادیث اور جس نے سہواً قبلہ کی طرف نماز پڑھی، اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے''۔

اور اس حدیث میں کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا بھی ذکر ہے اور یہ بھی ذکر ہے کہ آپ نے کعبہ سے پیٹھ پھیرنے کے بعد کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی اور اس نماز کا اعادہ نہیں کیا۔

۳۳ - بَابُ حَكِّ الْبُزَاقِ بِالْيَدِ مِنَ الْمَسْجِدِ — بلغم کو مسجد سے ہاتھ کے ساتھ کھرچنا

اس باب کی ابوابِ سابقہ سے یہ مناسبت ہے کہ اس سے پہلے قبلہ کے متعلق ابواب کا ذکر ہو رہا تھا اور اب ابوابِ مسجد کا ذکر ہو رہا ہے اور قبلہ اور مسجد میں مناسبت ظاہر ہے۔

٤٠٥ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى نُخَامَةً فِي الْقِبْلَةِ، فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِ، حَتّٰى رُئِيَ فِي وَجْهِهِ، فَقَامَ فَحَكَّهُ بِيَدِهِ، فَقَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ فِي صَلٰوتِهِ، فَإِنَّهُ يُنَاجِي رَبَّهُ، أَوْ إِنَّ رَبَّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ، فَلَا يَبْزُقَنَّ أَحَدُكُمْ قِبَلَ قِبْلَتِهِ، وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمَيْهِ. ثُمَّ أَخَذَ طَرَفَ رِدَائِهِ، فَبَصَقَ فِيهِ، ثُمَّ رَدَّ بَعْضَهُ عَلٰى بَعْضٍ، فَقَالَ أَوْ يَفْعَلُ هٰكَذَا. (سنن ابوداؤد: ۳۸۹، مسند الحمیدی: ۱۲۱۹، سنن دارمی: ۱۴۰۳، مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۹-۱۸۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ (کی جانب) بلغم کو دیکھا، آپ کو یہ ناگوار گزرا حتیٰ کہ آپ کے چہرے پر اس کے اثرات ظاہر ہوئے، آپ نے اس بلغم کو اپنے ہاتھ سے کھرچ دیا، پھر آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے کلام کرتا ہے یا اس کا رب اس کے اور قبلہ کے درمیان (متوجہ) ہوتا ہے، سو تم میں سے کوئی شخص قبلہ کی جانب نہ تھوکے، لیکن اپنی بائیں جانب یا اپنے قدموں کے نیچے تھوک دے، پھر آپ نے اپنی چادر کے ایک پلو کو پکڑ کر اس میں تھوکا، پھر تھوک کے بعض حصہ کو بعض پر مل دیا، پھر فرمایا: یا اس طرح کرے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۴۱ میں گزر چکی ہے، وہاں اس کا عنوان تھا: بلغم اور رینٹ وغیرہ کو کپڑے میں ملنا۔

قبلہ کا احترام کرنا اور حدیث مذکور کے دیگر مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں قبلہ کی تکریم اور اس کی تنزیہ کا ثبوت ہے، کیونکہ نمازی اپنے رب سے مناجات کر رہا ہوتا ہے، اس لیے اس پر واجب ہے کہ جب وہ دنیا کے لوگوں کے چہروں کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو جن چیزوں سے ان لوگوں کی تکریم کرتا ہے، قبلہ کی بھی ان چیزوں سے تکریم کرے، بلکہ ان سے زیادہ تکریم کرے اور جب وہ مخلوق کے منہ کے سامنے تھوکنا ان کے ادب و احترام کے خلاف سمجھتا ہے تو خالق کے سامنے تھوکنا اس سے زیادہ خلافِ ادب سمجھے۔

طاؤس رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اللہ کے قبلہ کی تکریم کرو اور قبلہ کی جانب نہ تھوکو۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تھوک اور بلغم پاک ہوتا ہے' اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو کپڑے میں ملنے کا حکم دیا ہے' تاہم طبعاً یہ مکروہ ہے اور اس سے گھن آتی ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۸۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دائیں جانب کو بائیں جانب پر فضیلت حاصل ہے' اسی لیے آپ نے بائیں جانب یا قدموں کے نیچے تھوکنے کا حکم دیا ہے' یعنی اگر شدید کھانسی کے ساتھ بلغم آئے اور اس کو تھوکے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو دائیں جانب کے بجائے بائیں جانب تھوکے' یہ حکم اس وقت تھا جب مسجد کا کچا فرش ہوتا تھا' نمازی اپنی بائیں جانب تھوک کر اس کو مٹی کے نیچے دبا دے' لیکن اب جب کہ مسجد میں دریاں اور قالین بچھے ہوئے ہوتے ہیں تو نمازی دریوں یا قالین کے اوپر تھوک کر دریوں اور قالینوں کو خراب نہ کرے بلکہ اگر مجبوراً اس کو تھوکنا پڑے تو اپنے کپڑے کے پلو میں تھوک لے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبلہ کی جانب بلغم دیکھا تو آپ کو ناگوار گزرا اور آپ کے چہرے پر ناگواری کے اثرات ظاہر ہوئے' اس سے معلوم ہوا کہ امت کے ناشائستہ کاموں سے آپ کو تکلیف پہنچتی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تواضع اور انکسار اور اپنے ہاتھوں سے دیوارِ قبلہ کو صاف کرنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ کسی کے جمے ہوئے بلغم کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے کھرچ کر صاف کیا' اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں مسجد کی کتنی عزت اور قبلہ کا کتنا احترام تھا۔ آج اگر ہماری مساجد میں سے کسی مسجد کے قبلہ میں یا دیوارِ قبلہ میں کسی کا بلغم یا رینٹ ہو تو کسی نمازی کو اسے خود صاف کرنے کا خیال نہیں آئے گا بلکہ وہ خادم یا مؤذن کو بلا کر ڈانٹے گا اور اسے صاف کرنے کے لیے کہے گا اور اسے خود کسی کا بلغم صاف کرتے ہوئے عار آئے گا یا گھن آئے گی اور وہ اس کو اپنے وقار اور مرتبہ کے خلاف سمجھے گا۔

سوچیے! ہم کیا ہیں اور ہمارا مقام کیا ہے! یہ دو عالم کے سردار' عرش کے شہ سوار اور محبوب کردگار ہیں' ان کو دیوارِ قبلہ سے کسی کا بلغم یا رینٹ صاف کرتے ہوئے کوئی کراہت نہیں آ رہی' کوئی گھن نہیں آ رہی' یہ اپنے ہاتھ سے بلغم صاف کر رہے ہیں' یہ وہ ہاتھ ہیں جو اپنے ہاتھوں سے کفار کی طرف کنکریاں ماریں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى. (الانفال:۱۷) (اے رسولِ معظم!) تم نے کنکریاں نہیں ماریں جب تم نے کنکریاں ماری تھیں لیکن وہ کنکریاں اللہ نے ماری تھیں۔

جب ان کا ہاتھ صحابہ کے ہاتھوں پر ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ. (الفتح:۱۰) اللہ کا ہاتھ ہے ان کے ہاتھوں پر۔

جو ان کے ہاتھ پر بیعت کرے تو اللہ فرماتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللّٰهَ. (الفتح:۱۰) بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں وہ یقیناً اللہ سے بیعت کر رہے ہیں۔

یہ وہ ہاتھ ہیں کہ وہ ان سے اشارہ کریں تو چاند شق ہو جائے' سورج پلٹ جائے' یہ وہ ہاتھ ہیں کہ دعا کے لیے اٹھیں تو اجابت آگے بڑھ کر استقبال کرے۔

وہ ان ہاتھوں سے کسی کے بلغم اور رینٹ کی گندگی کھرچ رہے ہیں اور دیوارِ قبلہ کو صاف کر رہے ہیں۔

۴۰۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے

مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى بُصَاقًا فِيْ جِدَارِ الْقِبْلَةِ، فَحَكَّهُ، ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ اِذَا كَانَ اَحَدُكُمْ يُصَلِّيْ، فَلَا يَبْصُقْ قِبَلَ وَجْهِهٖ، فَاِنَّ اللّٰهَ قِبَلَ وَجْهِهٖ اِذَا صَلّٰى. [اطراف الحدیث: ۷۵۳۔ ۱۲۱۳۔ ۶۱۱۱]

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیوارِ قبلہ میں تھوک دیکھا تو آپ نے اس کو کھرچ دیا' پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھتا ہے تو وہ اپنے سامنے نہ تھوکے کیونکہ جب وہ نماز پڑھتا ہے تو اللہ اس کے سامنے ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۵۴۷' الرقم المسلسل: ۱۲۰۱' سنن نسائی: ۷۲۴' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۲۲۷' مسند الحمیدی: ۷۲۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۶۴' مسند ابویعلیٰ: ۵۹۷۵' صحیح ابن خزیمہ: ۸۷۵' شرح السنۃ: ۴۹۳' مسند احمد ج ۲ ص ۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۰۲۵۔ ج ۱۷ ص ۱۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۴۱۹' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھ سے دیوارِ قبلہ سے بلغم کھرچ کر صاف کر دیا۔

۴۰۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى فِيْ جِدَارِ الْقِبْلَةِ مُخَاطًا' اَوْ بُصَاقًا' اَوْ نُخَامَةً' فَحَكَّهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیوارِ قبلہ میں رینٹ (ناک کی رطوبت) یا تھوک یا بلغم دیکھا تو آپ نے اس کو کھرچ کر صاف کر دیا۔

مؤخر الذکر دونوں حدیثوں (۴۰۶۔۴۰۷) کی شرح وہی ہے' جو صحیح البخاری: ۴۰۵ میں کر دی گئی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۱۲۵۔ ج ۲ ص ۱۱۹ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) تھوکنے کے احکام (۲) مسجد کی صفائی (۳) علوم نبوت۔

۳۴ - بَابُ حَكِّ الْمُخَاطِ بِالْحَصٰى مِنَ الْمَسْجِدِ

کنکری کے ساتھ مسجد سے رینٹ کو کھرچ کر صاف کرنا

یہ باب کنکری کے ساتھ مسجد سے رینٹ کو صاف کرنے کے بیان میں ہے اور بابِ سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ اس میں ہاتھ سے بلغم یا رینٹ کو کھرچ کر صاف کرنے کا بیان تھا۔ امام بخاری فرماتے ہیں:

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِنْ وَطِئْتَ عَلٰى قَذَرٍ رَطْبٍ فَاغْسِلْهُ وَاِنْ كَانَ يَابِسًا فَلَا.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر تم تر نجاست پر چلے ہو تو اس کو دھو لو اور خشک نجاست پر چلے ہو تو پھر نہیں۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

یحییٰ بن وثاب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کیا گیا کہ ایک شخص نماز کے لیے نکلا اور وہ نجاست پر چلتا ہوا گیا؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اگر وہ نجاست تر ہے تو جس جگہ وہ نجاست لگی ہے اس کو دھو لے اور اگر وہ نجاست خشک ہے تو پھر اس کو کوئی نقصان نہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۸۔ ج ۱ ص ۵۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

۴۰۸، ۴۰۹ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ وَأَبَا سَعِيدٍ حَدَّثَاهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى نُخَامَةً فِي جِدَارِ الْمَسْجِدِ، فَتَنَاوَلَ حَصَاةً فَحَكَّهَا، فَقَالَ إِذَا تَنَخَّمَ أَحَدُكُمْ، فَلَا يَتَنَخَّمَنَّ قِبَلَ وَجْهِهِ، وَلَا عَنْ يَمِينِهِ، وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ، أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى. [اطراف الحدیث: ۴۱۰-۴۱۱-۴۱۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے خبر دی از حمید بن عبد الرحمان کہ حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی دیوار میں بلغم کو دیکھا تو آپ نے ایک کنکری پکڑ کر اس کو کھرچ دیا' پھر آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص بلغم تھوکے تو وہ اپنے سامنے تھوکے نہ اپنی دائیں' اسے چاہیے کہ وہ اس کو اپنی بائیں جانب تھوکے یا اپنے بائیں قدم کے نیچے تھوکے۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۰۴۴' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۴۰۵ میں گزر چکی ہے' وہاں ہاتھ سے بلغم صاف کرنے کا ذکر تھا' اور یہاں کنکری کے ساتھ بلغم صاف کرنے کا ذکر ہے۔

۳۵ - بَابُ لَا يَبْصُقْ عَنْ يَمِينِهِ فِي الصَّلٰوةِ — نماز میں اپنی دائیں جانب نہ تھوکے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نمازی' نماز میں اپنی دائیں جانب نہ تھوکے اور باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت واضح ہے۔

۴۱۰، ۴۱۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، وَأَبَا سَعِيدٍ أَخْبَرَاهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى نُخَامَةً فِي حَائِطِ الْمَسْجِدِ، فَتَنَاوَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَصَاةً فَحَتَّهَا، ثُمَّ قَالَ إِذَا تَنَخَّمَ أَحَدُكُمْ، فَلَا يَتَنَخَّمْ قِبَلَ وَجْهِهِ، وَلَا عَنْ يَمِينِهِ، وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ، أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از حمید بن عبد الرحمان کہ حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی دیوار میں بلغم کو دیکھا تو آپ نے کنکری پکڑ کر اس کو کھرچ دیا' پھر آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص بلغم تھوکے تو اپنے چہرے کے سامنے تھوکے نہ اپنی دائیں طرف بلکہ بائیں طرف تھوکے یا اپنے بائیں قدم کے نیچے۔

(صحیح مسلم: ۵۴۸' الرقم المسلسل: ۱۲۰۳' سنن نسائی: ۷۲۵' سنن ابن ماجہ: ۷۶۱' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۲۲۷' مسند الحمیدی: ۷۲۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ ص۳۶۴' مسند ابویعلیٰ: ۹۷۵' صحیح ابن خزیمہ: ۸۷۵' شرح السنۃ: ۴۹۳' مسند احمد ج۳ ص۶ طبع قدیم' مسند احمد ۱۱۰۲۵ - ج۱۷ ص۱۷۱' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۰۴۴' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۴۰۵ میں گزر چکی ہے۔

۴۱۲ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتْفُلَنَّ أَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے قتادہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس

وَلَا عَنْ يَمِينِهِ ' وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهٖ ' اَوْ تَحْتَ رِجْلِهٖ.

رضی اللہ سے سنا ہے انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنے سامنے تھوکے نہ اپنی دائیں طرف بلکہ بائیں طرف تھوکے یا اپنے پیر کے نیچے۔

اس کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۴۰۵ کا مطالعہ فرمائیں۔

٣٦ - بَابٌ لِيَبْزُقْ عَنْ يَسَارِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى

اپنی بائیں جانب تھوکے یا اپنے بائیں قدم کے نیچے

٤١٣ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا كَانَ فِي الصَّلٰوةِ ' فَاِنَّمَا يُنَاجِيْ رَبَّهٗ ' فَلَا يَبْزُقَنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ ' وَلَا عَنْ يَمِينِهٖ ' وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهٖ ' اَوْ تَحْتَ قَدَمِهٖ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۰۲ 'مکتبۃ الرشد ریاض '۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک جب مومن نماز میں ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے' سو وہ اپنے سامنے تھوکے اور نہ دائیں طرف لیکن بائیں تھوکے یا اپنے قدم کے نیچے۔

اس کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۰۵ کا مطالعہ کریں۔

٤١٤ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ ' عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ' عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْصَرَ نُخَامَةً فِيْ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ ' فَحَكَّهَا بِحَصَاةٍ ' ثُمَّ نَهٰى اَنْ يَبْزُقَ الرَّجُلُ بَيْنَ يَدَيْهِ ' اَوْ عَنْ يَمِينِهٖ ' وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهٖ ' اَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى . وَعَنِ الزُّهْرِيِّ ' سَمِعَ حُمَيْدًا ' عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ نَحْوَهٗ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۰۴۴ 'مکتبۃ الرشد ریاض '۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از حمید بن عبد الرحمان از حضرت ابوسعید کہ نبی ﷺ نے مسجد کے قبلہ کی جانب بلغم دیکھا' آپ نے کنکری کے ساتھ اس کو کھرچ دیا' پھر آپ نے اس سے منع کیا کہ کوئی شخص اپنے سامنے تھوکے یا اپنی دائیں جانب لیکن اپنی بائیں جانب تھوکے یا اپنے الٹے قدم کے نیچے۔ اور زہری سے روایت ہے کہ انہوں نے حمید سے سنا' از ابوسعید' اس کی مثل۔

صحیح البخاری: ۴۰۵ کا مطالعہ کریں۔

٣٧ - بَابُ كَفَّارَةِ الْبُزَاقِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں تھوکنے کا کفارہ

اس باب میں مسجد میں تھوکنے کا کفارہ بیان کیا گیا ہے' کفارہ اس فعل کو کہتے ہیں جو کسی گناہ کو مٹا دے یا چھپا دے' اس کا مادہ کفر ہے اور اس کا معنی ستر اور چھپانا ہے' اسی وجہ سے کسان کو عربی میں کافر بھی کہتے ہیں' کیونکہ وہ بھی بیج کو زمین میں چھپاتا ہے اور دین اسلام کے مخالف کو بھی کافر کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی دین حق کو چھپاتا ہے اور اسے مٹانے کے درپے ہوتا ہے۔

٤١٥ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا:

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبُزَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيئَةٌ، وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا.

ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اس کو دفن کرنا ہے۔

(صحیح مسلم: ۵۵۲' الرقم المسلسل: ۱۲۱۰' سنن ابوداؤد: ۴۷۵' سنن ترمذی: ۵۷۲' سنن نسائی: ۷۲۳' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۹۸۸' سنن الدارمی: ۱۳۹۵' مسند ابویعلی: ۳۲۲۲' صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۰۹' شرح السنۃ: ۴۸۸' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۹۱' صحیح ابن حبان: ۱۶۳۵' مسند احمد ج ۳ ص ۱۷۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۰۷۵۔ ج ۲۰ ص ۱۷۵۔ ۱۷۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اگر مسجد کچے فرش کی ہو جیسے کسی چھوٹے گاؤں میں ہوتی ہیں اور وہاں بلغم کو مٹی کے نیچے دبا دیا جائے تو وہ اس حدیث کے مطابق ہے اور جہاں مسجد کا پختہ سیمنٹ یا مزائک یا ٹائلز کا فرش ہو اور اس پر دریاں اور قالین بچھے ہوئے ہوں تو وہاں پر اگر بے اختیار بلغم آ جائے تو اس کو رومال یا کپڑے کے پلو میں لپیٹ کر رکھ لے اور بعد میں اس کپڑے کو صاف کر کے دھو لے۔

۳۸ - بَابُ دَفْنِ النُّخَامَةِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں بلغم کو دفن کرنا

ان دونوں بابوں کی مناسبت ظاہر ہے۔

٤١٦ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامٍ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ، فَلَا يَبْصُقْ أَمَامَهُ، فَإِنَّمَا يُنَاجِي اللّٰهَ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ، وَلَا عَنْ يَمِينِهِ، فَإِنَّ عَنْ يَمِينِهِ مَلَكًا، وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ، أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ، فَيَدْفِنُهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از ھمام از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز کی طرف کھڑا ہو تو اپنے سامنے نہ تھوکے کیونکہ جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ میں ہے' اللہ سے مناجات کر رہا ہے اور نہ اپنی دائیں طرف تھوکے کیونکہ اس کی دائیں طرف فرشتہ ہے' اس کو بائیں طرف تھوکنا چاہیے یا اپنے قدم کے نیچے' پھر اس کو دفن کر دے۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس کی بائیں طرف بھی تو فرشتہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دائیں طرف والے فرشتے کو فضیلت حاصل ہے کیونکہ وہ نیکیاں لکھتا ہے۔ اس حدیث کے باقی مضمون کی شرح' حدیث: ۴۱۵ میں دیکھیں۔

۳۹ - بَابُ إِذَا بَدَرَهُ الْبُزَاقُ فَلْيَأْخُذْ بِطَرَفِ ثَوْبِهِ

جب بے اختیار بلغم نکل آئے تو اس کو کپڑے کے پلو میں رکھ لے

یعنی جب بے اختیار کھانسی اٹھے اور بلغم نکل آئے' جس کو روکنے پر وہ قادر نہ ہو تو اس کو کپڑے میں لپیٹ لے۔

٤١٧ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى نُخَامَةً فِي الْقِبْلَةِ، فَحَكَّهَا بِيَدِهِ، وَرُئِيَ مِنْهُ كَرَاهِيَةٌ، أَوْ رُئِيَ كَرَاهِيَتُهُ لِذٰلِكَ، وَشِدَّتُهُ عَلَيْهِ، وَقَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ فِي صَلٰوتِهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی جانب میں بلغم دیکھا' آپ نے اس کو اپنے ہاتھ سے کھرچ دیا' اور آپ پر کراہیت دیکھی گئی یا

فَاِنَّمَا يُنَاجِيْ رَبَّهُ ' اَوْ رَبُّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قِبْلَتِهِ ' فَلَا يَبْزُقَنَّ فِيْ قِبْلَتِهِ ' وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهِ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ. ثُمَّ اَخَذَ طَرَفَ رِدَائِهِ ' فَبَزَقَ فِيْهِ ' وَرَدَّ بَعْضَهُ عَلٰى بَعْضٍ ' قَالَ (اَوْ يَفْعَلُ هٰكَذَا).

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۰۲ 'مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس وجہ سے آپ پر شدید کراہیت دیکھی گئی' اور آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ صرف اپنے رب سے مناجات کرتا ہے یا اس کا رب اس کے اور اس کے قبلہ کے درمیان ہوتا ہے' پس وہ اپنے قبلہ کی جانب نہ تھوکے لیکن بائیں جانب تھوکے یا اپنے قدم کے نیچے' پھر آپ نے اپنی چادر کا پلو پکڑا اور اس میں تھوک کر اس کو ایک دوسرے کے ساتھ ملایا اور فرمایا: (یا اس طرح کرے)۔

مسجد کی حفاظت کا مستحب ہونا اور دیگر مسائل

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ گندگی کو زائل کرنا اور مسجد کو اس سے پاک رکھنا مستحب ہے' اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ امام اور سربراہ کو مسجد کے احوال کی دیکھ بھال کرنی چاہیے اور مسجد کی تکریم اور اس کی حفاظت کرنی چاہیے اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ اگر نمازی کو بے اختیار بلغم آ جائے تو وہ اس کو اپنے رومال یا کپڑے میں تھوک لے اور نماز کو فاسد نہ کرے اور اس میں ثبوت ہے کہ تھوک' بلغم اور رینٹ پاک ہیں' اگر وہ کپڑے پر لگے ہوں تو نماز جائز ہے' لیکن ان سے گھن آتی ہے اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ دائیں جانب کو بائیں جانب پر شرف حاصل ہے' باقی مضمون کی شرح' حدیث: ۴۰۵ میں دیکھیں۔

۴۰ - بَابُ عِظَةِ الْاِمَامِ النَّاسَ فِيْ اِتْمَامِ الصَّلٰوةِ وَذِكْرِ الْقِبْلَةِ

امام کا لوگوں کو نماز پوری کرنے کی نصیحت کرنا اور قبلہ کا ذکر کرنا

اس باب کی ابواب سابقہ کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ ان میں مسجد کے قبلہ کی جانب تھوکنے سے منع فرمایا ہے' جو کہ ایک نصیحت ہے اور اس باب میں بھی نصیحت کا ذکر ہے۔

۴۱۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ ' عَنْ اَبِي الزِّنَادِ ' عَنِ الْاَعْرَجِ ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِيْ هٰهُنَا؟ فَوَاللّٰهِ مَا يَخْفٰى عَلَيَّ خُشُوْعُكُمْ وَلَا رُكُوْعُكُمْ ' اِنِّيْ لَاَرَاكُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِيْ.

[طرف الحدیث: ۷۴۱] [صحیح مسلم: ۴۲۴ 'الرقم المسلسل: ۹۳۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ میری توجہ صرف قبلہ کی طرف ہوتی ہے (اور میں کسی اور طرف نہیں دیکھتا) پس اللہ کی قسم! مجھ پر تمہارا خشوع مخفی ہے اور نہ تمہارا رکوع مخفی ہے اور بے شک میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

دیکھنے اور دکھائی دینے میں اہل سنت کا موقف اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پس پشت دیکھنے کی کیفیت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ پس اللہ کی قسم! مجھ پر تمہارا خشوع مخفی ہے اور نہ تمہارا رکوع مخفی ہے اور بے شک میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

آپ کی اس رؤیت کے مسئلہ میں جمہور کا مؤقف یہ ہے اور وہی صحیح ہے کہ یہ ''رؤیت'' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے ہے اور آپ کا دیکھنا ادراکِ حقیقی ہے اور یہ خلاف عادت ہے' اسی وجہ سے امام بخاری نے اس حدیث کو علامات نبوت میں بھی ذکر کیا ہے اور

اس حدیث میں اشاعرہ کی دلیل ہے' جو یہ کہتے ہیں کہ دیکھنے کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ کوئی چیز انسان کے سامنے ہو اور بالمقابل ہو' وہ کہتے ہیں کہ چین میں اندھا شخص اندلس کے شہر کو دیکھ لے تو یہ ممکن ہے اور اہل سنت کے نزدیک یہی برحق ہے کہ دیکھنے کے لیے کوئی عضو مخصوص شرط ہے اور نہ کسی چیز کا بالمقابل اور قریب ہونا شرط ہے' اسی وجہ سے انہوں نے یہ کہا ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ممکن ہے' اور معتزلہ' کرامیہ اور مشبہہ وغیرہ اس کا انکار کرتے ہیں' اور اہل سنت معقول اور منقول دونوں طرح سے اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کو ثابت کرتے ہیں۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیٹھ کے پیچھے کس طرح دیکھتے ہیں؟ ایک قول یہ ہے کہ آپ کی پیٹھ میں ایک آنکھ تھی' جس سے آپ ہمیشہ دیکھتے تھے' دوسرا قول یہ ہے کہ آپ کے دو کندھوں میں سوئی کے ناکے' کے برابر دو آنکھیں تھیں' جس سے آپ دیکھتے تھے اور کوئی چیز آپ کے دیکھنے میں حاجب نہیں ہوتی تھی' تیسرا قول یہ ہے کہ دیوارِ قبلہ میں آپ کے لیے پیچھے کی تمام اشیاء کی صورتیں اس طرح منقش ہو جاتی تھیں' جس طرح آئینہ میں صورتیں منعکس ہو جاتی ہیں' اور آپ اس میں لوگوں کے افعال کا مشاہدہ کرتے تھے۔

سربراہِ قوم کو چاہیے کہ وہ قوم کی عبادات کی نگرانی کرے اور ان کی خطاؤں پر متنبہ کرے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: مجھ پر تمہارا رکوع مخفی ہے نہ خشوع' یعنی تمہارا ظاہر اور باطن میرے سامنے عیاں اور بیاں ہوتا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ امام اور سربراہ قوم جب قوم کے کسی کام میں کوئی نقص دیکھے تو ان کو متنبہ کرے اور ان کو صحیح کرنے پر ابھارے اور نصیحت کرے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۳۳۔ ۲۳۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۸۶۲۔ ج ۱ ص ۱۲۱۹ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت بصارت کے دائمی ہونے کا بیان۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ کی یہ صفت وقتی اور عارضی تھی' دائمی نہیں تھی۔ شرح صحیح مسلم میں قرآن مجید اور حدیث سے دلائل دے کر یہ ثابت کیا ہے کہ آپ کی یہ صفت دائمی تھی' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شاہد اور اعمالِ امت پر گواہ ہونے سے استدلال کیا ہے اور آپ کے فضائل میں بہت نکات بیان کیے ہیں اور خلیل احمد سہارنپوری نے شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی کے حوالہ سے جو لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں ہے' اس کا دلائل سے رد کیا ہے۔ یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۰ پر چھ صفحات میں پھیلی ہوئی ہے۔

اس حدیث کی زیادہ تفصیل اور تحقیق ہم نے' صحیح البخاری: ۷۱۸ میں کی ہے۔

۴۱۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةً، ثُمَّ رَقِيَ الْمِنْبَرَ، فَقَالَ فِي الصَّلٰوةِ وَفِي الرُّكُوعِ إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ وَّرَائِي كَمَا أَرَاكُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن صالح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی از ھلال بن علی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی' پھر آپ منبر پر چڑھے' پھر آپ نے نماز اور رکوع کے متعلق فرمایا: بے شک میں تم کو اپنے پیچھے بھی ضرور اسی طرح دیکھتا ہوں' جس طرح سامنے دیکھتا ہوں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن صالح الوحاظی (۲) فلیح (۳) ھلال بن علی' ان کو ھلال بن ابی ھلال بن علی بھی کہا جاتا ہے اور ابن اسامہ الفہری المدنی بھی کہا جاتا ہے' یہ ہشام بن عبدالملک کی خلافت کے آخر میں فوت ہو گئے تھے (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۳۴)

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ۴۱۸ کو دیکھیں۔

۴۱ - بَابُ هَلْ يُقَالُ مَسْجِدُ بَنِيْ فُلَانٍ؟ آیا یہ کہا جائے گا کہ یہ فلاں کی مسجد ہے؟

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیا مسجد کی کسی قبیلہ یا کسی فرد یا اس کے بنانے والے کی طرف نسبت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

ابراہیم نخعی یہ کہتے تھے کہ مسجد کی کسی شخص کی طرف نسبت کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

''اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ'' (الجن: ۱۸) یعنی مساجد صرف اللہ کی ہیں۔ اس باب کی احادیث ان کا رد کرتی ہیں اور آیت کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف مساجد کی اضافت حقیقی ہے اور اللہ تعالیٰ کے غیر کی طرف مساجد کی اضافت عرفی ہے' جو ایک مسجد کو دوسری مسجد سے ممتاز کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ اس باب کی سابق ابواب کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ ابواب سابقہ کا تعلق بھی مساجد کے ساتھ تھا اور اس باب کا تعلق بھی مسجد کے ساتھ ہے۔

۴۲۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ نَافِعٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِيْ اُضْمِرَتْ مِنَ الْحَفْيَاءِ' وَاَمَدُهَا ثَنِيَّةُ الْوَدَاعِ' وَسَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِيْ لَمْ تُضَمَّرْ مِنَ الثَّنِيَّةِ اِلٰى مَسْجِدِ بَنِيْ زُرَيْقٍ' وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ فِيْمَنْ سَابَقَ بِهَا.

[اطراف الحدیث: ۲۸۶۸-۲۸۶۹-۲۸۷۰-۷۳۳۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اضمار شدہ گھوڑوں کا الحفیاء سے لے کر ثنیۃ الوداع تک مقابلہ کرایا اور جو گھوڑے غیر اضمار شدہ تھے' ان کا مقابلہ ثنیۃ الوداع سے لے کر مسجد بنو زریق تک کرایا اور حضرت عبداللہ بن عمر ان صحابہ میں سے تھے' جنہوں نے اس مقابلہ میں حصہ لیا تھا۔

(صحیح مسلم: ۱۸۷۰' الرقم المسلسل: ۴۷۶۰' سنن ابوداؤد: ۲۵۷۵' السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۴۳۲' سنن ترمذی: ۱۶۹۹' مصنف عبدالرزاق: ۹۶۹۵' المعجم الکبیر: ۱۳۴۵۹' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۹' شرح السنۃ: ۲۶۵۰' مسند احمد ج ۲ ص ۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۴۸۷- ج ۸ ص ۶۹-۶۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۳۸۶' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے: غیر اضمار شدہ گھوڑوں کا مقابلہ ثنیۃ الوداع سے مسجد بنو زریق تک کرایا۔ اس جملہ میں مسجد کی نسبت بنو زریق کی طرف کی گئی ہے اور یہی باب کا عنوان ہے۔

گھوڑ دوڑ وغیرہ میں ہار جیت کی شرط کے بغیر مقابلہ کرنے کا جواز

گھوڑوں میں دوڑ کا مقابلہ اگر شرط اور ہار جیت کے بغیر ہو تو یہ جائز ہے اور اگر شرط اور ہار جیت کے ساتھ ہو تو پھر یہ جوا ہے اور ناجائز اور حرام ہے۔ جوئے کی صورت یہ ہے کہ مقابلہ کرنے والے یہ شرط رکھیں کہ ہارنے والا جیتنے والے کو مثلاً ایک ہزار روپے دے گا اور ہارنے والا جیتنے والے کو لازمی طور پر یہ رقم دے تو یہ حرام ہے اور جس کھیل میں بھی اس قسم کی شرط رکھی جائے' وہ حرام ہے خواہ وہ تاش ہو' کرکٹ ہو یا والی بال ہو' اور اگر تیسرا شخص جیتنے والے کو انعام دے یا مقابلہ میں اوّل' دوم' سوم اور چہارم آنے والوں کو

انعامات دے تو یہ جائز ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے سواروں میں مقابلہ کرایا' آپ کے پاس یمن کے حلے آئے ہوئے تھے آپ نے اوّل آنے والے کو تین حلے عطا فرمائے اور دوم آنے والے کو دو حلے عطا فرمائے اور سوم آنے والے کو ایک حلہ عطا فرمایا اور چہارم آنے والے کو ایک دینار عطا فرمایا اور پنجم آنے والے کو ایک درہم عطا فرمایا اور چھٹے نمبر پر آنے والے کو کچھ چاندی عطا فرمائی۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۳۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

تیراندازی وغیرہ کے مقابلہ میں مذاہب فقہاء' ایک جانب اور دونوں جانبوں سے شرط کا حکم اور محلّل کا بیان

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد الحصکفی المتوفی ۱۰۸۸ھ اور علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں:

تیراندازی' گھوڑے کو دوڑانے' اسی طرح خچر' گدھے' اونٹ کو دوڑانے اور پیدل چلنے کے مقابلہ میں کوئی حرج نہیں ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اونٹوں' گھوڑوں کو دوڑانے اور نیزہ بازی کے سوا اور کسی چیز میں مقابلہ کرنا جائز نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۵۷۴' سنن ترمذی: ۱۷۰۰' سنن نسائی: ۳۵۸۸۔۳۵۸۷)

کیونکہ یہ اُمور اسبابِ جہاد میں سے ہیں اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک پیدل چلنے میں مقابلہ کرنا جائز نہیں ہے بہ شرطیکہ اس پر انعام رکھا گیا ہو اور انعام کے بغیر جائز ہے' اسی طرح ہر وہ کھیل مباح ہے جو جہاد میں مفید ہو' احادیث میں ہے کہ کشتی کے مقابلہ کی اجازت ہے کیونکہ وہ جہاد میں مفید ہے اور صرف کھیل اور مشغلہ کے طور پر کشتی کرنا مکروہ ہے' اسی طرح اس پر ''جُعل'' (انعام دینا) بھی جائز ہے' اس طور پر نہیں کہ وہ اس کا حق ہے' اور اگر مقابلہ میں ایک جانب سے مال کی شرط رکھی جائے کہ اگر وہ آگے بڑھ گیا تو اس کو اتنا مال ملے گا تو یہ جائز ہے' لیکن وہ اس کا مستحق نہیں ہوگا۔ جانب واحد کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص اپنے ساتھی سے کہے: اگر تم مجھ سے آگے نکل گئے تو میں تم کو اتنی رقم دوں گا اور اگر میں تم سے آگے بڑھ گیا تو میں تم سے کچھ نہیں لوں گا' اور مستحق ہونے کا معنی یہ ہے کہ اگر مغلوب نے غالب کو طے شدہ رقم نہیں دی تو اس کو دینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا' اسی طرح الزیلعی' الذخیرۃ' الخلاصۃ' التاتارخانیہ وغیرھا میں مذکور ہے' اور اگر کوئی تیسرا فریق مال کی شرط رکھے' پھر بھی جائز ہے' اس کی صورت یہ ہے کہ امیر یا سربراہ گھوڑوں کی دوڑ میں یا تیراندازی میں مقابلہ کرنے والوں سے یہ کہے کہ تم میں سے جو غالب ہوگا' اس کو اتنا انعام ملے گا اور جو مغلوب ہو گیا' اس کو کچھ نہیں ملے گا اور اگر جانبین سے شرط ہو تو پھر حرام ہے کیونکہ یہ قمار (جوا) ہے' قمار کی تعریف یہ ہے: ہر ایسا عقد جس میں مغلوب کو غالب کے لیے معین مال دینا پڑے اور ایک فریق کو نفع اور دوسرے فریق کو نقصان لازم ہو' سوا اس کے کہ وہ تیسرے محلّل کو اپنے گھوڑوں کے درمیان داخل کرلیں اور اس کا گھوڑا ان کے گھوڑوں کی مثل ہو اور اس سے یہ وہم ہو کہ اس کا گھوڑا ان دونوں کے گھوڑوں پر غالب آ جائے گا' پھر جب اس کا گھوڑا' ان دونوں کے گھوڑوں سے آگے نکل جائے تو وہ ان سے مال لے لے گا اور اگر وہ دونوں اس پر غالب آ جائیں تو وہ اس کو کچھ نہیں دیں گے اور پہلے ان دونوں کے درمیان یہ شرط ہو کہ ان میں سے جو بھی غالب ہوگا' وہ اپنے ساتھی سے مال لے گا۔ (درمختار و ردالمحتار ج ۹ ص ۴۹۳۔۴۹۱ ملخصاً وموضحاً ومخرجاً' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

محلّل کے متعلق حدیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے (اپنا) گھوڑا دو گھوڑوں کے درمیان داخل کیا اور اس کو

اپنے غالب ہونے کا یقین نہیں تھا تو کوئی حرج نہیں ہے اور جس نے (اپنا) گھوڑا دو گھوڑوں کے درمیان داخل کیا اور اس کو اپنے غالب ہونے کا یقین تھا تو پھر یہ قمار (جواء) ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۵۷۹' سنن ابن ماجہ: ۲۸۷۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۴۹۹' حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۱۷۵' شرح السنۃ: ۲۶۵۴' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۰' مسند ابویعلیٰ: ۵۸۶۴' المستدرک ج ۲ ص ۱۱۴' الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۲۰۸' مسند احمد ج ۲ ص ۵۰۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۰۵۵۷۔ ج ۱۶ ص ۳۲۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

محلِّل کا شرعی معنی

علامہ حمد بن محمد خطابی شافعی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

جس تیسرے گھوڑے کو دو گھوڑوں کے درمیان داخل کیا جاتا ہے' اس کو محلل کہتے ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ غالب آنے والے کے لیے اس رقم کو حلال کر دیتا ہے' جس کو وہ غالب آنے پر وصول کرتا ہے اور اس محلل کی وجہ سے یہ عقد قمار سے نکل جاتا ہے یعنی دو آدمیوں کے درمیان ایک مال دائر تھا اور ان میں سے ہر ایک وہ مال لے سکتا تھا' اور محلل کا معنی یہ ہے کہ وہ دو مقابلہ کرنے والوں کے درمیان اپنا گھوڑا داخل کرتا ہے تاکہ اس کا گھوڑا اس بات کی علامت ہو کہ وہ دونوں محض مشق اور ورزش کے لیے گھوڑے دوڑا رہے تھے نہ کہ حصولِ مال کے لیے' پس وہ ان کو قمار سے نکال دیتا ہے' اور جب اس کا گھوڑا ان کے گھوڑوں کی مثل ہوگا تو ان دونوں کو یہ خطرہ ہوگا کہ وہ ان دونوں پر غالب آ جائے گا اور مقرر رقم حاصل کر لے گا' تو وہ دونوں گھوڑا دوڑانے کی خوب کوشش اور جدوجہد کریں گے اور اگر وہ محلل کم عقل ہوگا اور اس کو غالب ہونے کا یقین ہوگا تو اس سے ان دونوں کو یہ خطرہ نہیں ہوگا کہ وہ ان سے آگے بڑھ کر مقرر رقم حاصل کرے گا اور اس سے تحلیل کا معنی حاصل نہیں ہوگا اور اس کا اپنے گھوڑے کو ان کے گھوڑوں کے درمیان داخل کرنا لغو ہوگا اور اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور ایسا ہوگا کہ دو آدمیوں نے گھوڑا دوڑانے میں شرط رکھ کر مقابلہ کیا اور ان کے درمیان کوئی محلل نہیں تھا اور یہ عین قمار ہے' جو حرام ہے۔ (معالم السنن مع مختصر المنذری ج ۳ ص ۴۰۱-۴۰۰' دار المعرفۃ' بیروت)

اضمار شدہ گھوڑے اور غیر اضمار شدہ گھوڑے کا معنی

اس حدیث میں اضمار شدہ گھوڑوں اور غیر اضمار شدہ گھوڑوں کا ذکر ہے۔

اضمار اور تضمیر کا یہ معنی ہے کہ چالیس دن تک گھوڑے کو بہ تدریج زیادہ کھلایا اور پلایا جائے حتیٰ کہ وہ بہت فربہ ہو جائے' پھر بہ تدریج اس کی خوراک کم کی جائے تاکہ گھوڑے کا وزن کم ہو جائے' ایک قول یہ ہے کہ گھوڑے پر زین اور جل کا وزن ڈالا جائے اور اس سے مشقت کرائی جائے' حتیٰ کہ اس کو خوب پسینہ آئے' اور غیر اضمار شدہ گھوڑے کا معنی یہ ہے کہ اس گھوڑے کے ساتھ اضمار کا عمل نہ کیا جائے۔

''الحفیاء'' اور ''ثنیۃ الوداع'' کا معنی

''الحفیاء''، ''ثنیۃ الوداع'' سے پانچ سے سات میل کے فاصلہ پر ایک جگہ ہے اور ''ثنیۃ'' کا معنی گھاٹی ہے اور ''الوداع'' کا معنی ہے: رخصت کرنا' یہ وہ گھاٹی ہے جہاں مدینہ سے مکہ جانے والے لوگوں کو رخصت کرتے ہیں' یہ گھاٹی مدینہ سے مکہ کی جانب ہے' یا یہ وہ گھاٹی ہے جہاں مدینہ سے تبوک جانے والوں کو رخصت کرتے ہیں' مورخین اور شارحین نے ثنیۃ الوداع کی تفسیر میں ان دونوں گھاٹیوں کا ذکر کیا ہے۔

ثنیۃ الوداع کی خصوصی تحقیق

حافظ احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

ابوعمرو الادیب اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو عورتیں اور بچے یہ پڑھ رہے تھے:

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع

''ثنیات الوداع سے ہم پر چودھویں شب کا چاند طلوع ہوا' جب تک کوئی اللہ کے لیے دعوت دیتا ہے' ہم پر شکر ادا کرنا واجب ہے''۔
(دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۵۰۶-۵۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

نیز امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ السائب بن یزید سے روایت کرتے ہیں:
جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس آئے تو میں نے بچوں کے ساتھ ثنیۃ الوداع پر آپ کا استقبال کیا (صحیح البخاری: ۳۰۸۳)
اور ابن عائشہ نے کہا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے تو عورتیں' بچے اور باندیاں یہ پڑھ رہے تھے:

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع

میں کہتا ہوں کہ ہمارے علماء اس کا ذکر اس موقع کے عنوان سے کرتے ہیں' جب آپ مکہ سے مدینہ آئے تھے اور ہم نے اس کا وہاں بھی ذکر کیا ہے نہ کہ جب آپ تبوک سے مدینہ آئے تھے' اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے' سو ہم نے اس کا یہاں بھی (یعنی تبوک سے آتے وقت بھی) ذکر کیا ہے۔ (دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۲۶۶-۲۶۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

علامہ شہاب الدین ابوعبداللہ یعقوب بن عبداللہ الحموی الرومی البغدادی المتوفی ۶۲۶ھ لکھتے ہیں:
''ثنیۃ الوَداع'' (واؤ پر زبر ہے) ''الوَداع'' کا معنی ہے: کسی کے کوچ کے وقت اس کو رخصت کرنا۔ ''ثنیۃ الوداع'' ایک بلند گھاٹی ہے' جہاں سے مدینہ دکھائی دیتا ہے جو شخص مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ کرتا ہے' وہ اس گھاٹی پر چڑھتا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کو آخر میں مدینہ پر خلیفہ بنایا تھا' آپ نے اس وادی پر ان کو رخصت کیا تھا۔ (معجم البلدان ج ۲ ص ۸۶' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۳۹۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:
حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ میں لڑکوں کے ساتھ ثنیۃ الوَداع کی طرف گیا' ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل رہے تھے' ایک مرتبہ راوی سفیان نے لڑکوں کی بجائے ''بچوں کے ساتھ'' کہا۔ (صحیح البخاری: ۴۴۲۶)
حضرت السائب سے روایت ہے: مجھے یاد ہے میں بچوں کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے لیے ثنیۃ الوداع کی طرف نکلا' جب آپ غزوۂ تبوک سے آ رہے تھے۔ (صحیح البخاری: ۴۴۲۷)

اس روایت میں جو تبوک سے آنے کا اضافہ ہے' اس کا الداؤدی نے انکار کیا ہے اور ابن قیم نے بھی اس کی اتباع کی ہے' اور کہا ہے کہ ثنیۃ الوداع مکہ کی جہت میں ہے نہ کہ تبوک کی جہت میں' بلکہ یہ مشرق اور مغرب کی طرح ایک دوسرے کے مقابل ہیں' اور کہا: ہاں! یہ ہو سکتا ہے کہ وہاں اس جہت میں کوئی اور گھاٹی ہو۔ (علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ اس سے کوئی مانع نہیں ہے کہ وہ گھاٹی جہت حجاز میں ہو اور اس گھاٹی سے مسافر شام کی طرف نکلتے ہوں اور یہ واضح ہے' جیسے وہ ایک گھاٹی سے مکہ میں داخل ہوں اور دوسری گھاٹی سے مکہ سے نکل جائیں۔ (میرے نزدیک عبارت یوں ہونی چاہیے کہ وہ ایک گھاٹی سے مدینہ میں داخل ہوں اور دوسری گھاٹی سے مدینہ سے نکل جائیں' پہلی گھاٹی مکہ کی جہت میں ہو اور دوسری گھاٹی تبوک کی جہت میں ہو اور اگر حافظ ابن حجر کے یہ قول دونوں گھاٹیاں مکہ مکرمہ میں ہوں تو پھر یہ بالمقابل کیسے ہوں گی! سعیدی غفرلہٗ) اور یہ دونوں گھاٹیاں ایک راستہ پر ختم ہو رہی ہوں' اور ہم نے ''الحلبیات'' میں سند منقطع سے روایت کی ہے: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو عورتوں نے پڑھا: ''طلع البدر علینا من

ثنیات الوداع'' ایک قول یہ ہے کہ جب آپ مکہ سے ہجرت کر کے آ رہے تھے اس وقت پڑھا' دوسرا قول ہے: جب آپ تبوک سے آ رہے تھے اس وقت پڑھا۔ (میں کہتا ہوں: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں دفعہ پڑھا ہو۔ سعیدی غفرلہٗ)

(فتح الباری ج ۵ ص ۴۴۶' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کی اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ ثنیۃ الوداع نام کی دو گھاٹیاں ہیں' ایک مکہ کی جہت میں ہے اور دوسری تبوک کی جہت میں ہے' البتہ ان کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ابن قیم نے یہ کہا ہے کہ ثنیۃ الوداع مکہ کے راستہ میں ہے نہ کہ تبوک کے راستہ میں' یہ حافظ ابن حجر نے غلط لکھا ہے کیونکہ ابن قیم نے اس کے برعکس لکھا ہے' ملاحظہ فرمائیں: علامہ محمد بن ابی بکر ابن قیم الجوزیہ المتوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' غزوہ تبوک سے واپسی میں مدینہ منورہ کے قریب ہوئے تو لوگ نکل کر آپ سے ملاقات کرنے لگے اور عورتیں' بچے اور باندیاں پڑھ رہی تھیں:

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع وجب الشکر علینا ما دعا للّٰہ داع

بعض راوی ان اشعار میں وہم کرتے ہیں اور وہ یہ کہتے ہیں کہ وہ لوگ یہ اشعار اس وقت پڑھ رہے تھے' جب آپ ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ آ رہے تھے اور یہ وہم ظاہر ہے کیونکہ ثنیات الوداع صرف شام کی سمت پر ہے اور مکہ سے مدینہ آنے والا ان کو نہیں دیکھ سکتا اور آدمی ان کے پاس سے اسی وقت گزرتا ہے جب وہ شام کی طرف متوجہ ہو۔ (زاد المعاد ج ۳ ص ۴۶۹' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

ہر چند کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے ابن قیم کی عبارت غلط نقل کی ہے' لیکن ان کی عبارت سے یہ واضح ہو گیا کہ ثنیات الوداع نام کی دو گھاٹیاں ہیں' ایک مکہ سے مدینہ کے راستہ میں ہے اور دوسری تبوک سے مدینہ کے راستہ میں ہے اور جب آپ مکہ سے مدینہ آئے' جب بھی آپ کے استقبال کے وقت یہ اشعار پڑھے گئے اور جب آپ غزوۂ تبوک سے مدینہ واپس آئے' اس وقت بھی آپ کے استقبال کے وقت یہ اشعار پڑھے گئے۔

اس باب کی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجد کی اضافت اس کے بنانے والے اور اس کے نمازیوں کی طرف کرنا جائز ہے' اسی طرح نیک اعمال کی نسبت' نیک کام کرنے والوں کی طرف کرنا جائز ہے۔

شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح

باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۷۲۸۔ ج ۵ ص ۸۳۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) گھڑ دوڑ میں مقابلہ اور اس کی تیاری کا بیان (۲) دوڑ کا مقابلہ (ریس) منعقد کرانے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ (۳) فقہاء مالکیہ کا نظریہ (۴) فقہاء حنبلیہ کا نظریہ (۵) فقہاء احناف کا نظریہ (۶) جوئے کی تعریف (۷) جوئے کے متعلق قرآن مجید کی آیات (۸) جوئے کے متعلق احادیث (۹) جوئے کے حکم میں فقہاء احناف کی رائے (۱۰) فقہاء شافعیہ کی رائے (۱۱) فقہاء مالکیہ کی رائے (۱۲) فقہاء حنبلیہ کی رائے (۱۳) معمہ' لاٹری اور سٹہ کا حکم (۱۴) بیمہ کیا چیز ہے (۱۵) بیمہ کی تاریخ اور ارتقاء (۱۶) مجوزین بیمہ کے عقلی اور شرعی دلائل (۱۷) مجوزین بیمہ کی طرف سے بیمہ میں عنصر قمار اور سود کی وضاحت (۱۸) انشورنس اور سود (۱۹) انشورنس کے سلسلہ میں دوسری خرابیوں کا احتمال (۲۰) بیمہ کے متعلق علامہ ابن عابدین شامی کی رائے (۲۱) بیمہ زندگی کے متعلق علماء مصر کا نظریہ (۲۲) آتش زدگی اور ناگہانی آفات سے تحفظ کی خاطر بیمہ کرانے کے متعلق علماء مصر کا نظریہ (۲۳) بیمہ کے متعلق اعلیٰ حضرت کا نظریہ (۲۴) سید مودودی کا نظریہ (۲۵) علماء شیعہ کا نظریہ (۲۶) مصنف کی تحقیق اور بحث و نظر (۲۷) بیمہ کے موجودہ نظام کے شرعی مفاسد (۲۸) کیا بیمہ قمار کو مستلزم ہے (۲۹) بیمہ کے موجودہ نظام کے

لیے قابل عمل اصلاحی ترامیم (۳۰) مسلمانوں کی فلاح کے لیے حکومت کسی امر مباح کو واجب کر سکتی ہے (۳۱) باہمی تعاون اور دوسروں کا بوجھ اٹھانے کی ہدایت سے بیمہ پر استدلال (۳۲) قتل خطاء کی دیت سے بیمہ پر استدلال (۳۳) دیت کی مقدار (۳۴) عاقلہ کا مصداق (۳۵) عاقلہ پر دیت مقرر کرنے کی حکمت (۳۶) بیمہ کے مسئلہ میں حرف آخر۔

بیمہ کی یہ بحث 'شرح صحیح مسلم: ۲۸۷۴۔ ج۵ ص ۸۳۷۔۸۷۵ میں ۳۸ صفحات پر محیط ہے۔

۴۲ - بَابُ الْقِسْمَةِ، وَتَعْلِيقِ الْقِنْوِ فِي الْمَسْجِدِ

تقسیم کرنا اور مسجد میں خوشوں کا لٹکانا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسجد میں چیزوں کی تقسیم کرنا اور خوشوں کو لٹکانا جائز ہے اور اس باب کی ابواب سابقہ کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ ان احکام کا مسجد کے ساتھ تعلق ہے' اس کے بعد امام بخاری نے ایک تعلیق ذکر کی ہے:

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اَلْقِنْوُ اَلْعِذْقُ، وَالْاِثْنَانِ قِنْوَانِ، وَالْجَمَاعَةُ اَيْضًا قِنْوَانٌ مِثْلَ صِنْوٍ وَصِنْوَانٍ.

ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا: ''القنو'' کا معنی خوشا ہے اور اس کا تثنیہ کا صیغہ ''قنوانِ'' ہے اور جمع کا صیغہ بھی ''قنوانٌ'' ہے جیسے ''صنو'' اور ''صنوانٍ'' ہے۔

۴۲۱ - وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ يَعْنِي ابْنَ طَهْمَانَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ، فَقَالَ انْثُرُوْهُ فِي الْمَسْجِدِ. وَكَانَ اَكْثَرَ مَالٍ اُتِيَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الصَّلٰوةِ وَلَمْ يَلْتَفِتْ اِلَيْهِ، فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ جَاءَ فَجَلَسَ اِلَيْهِ، فَمَا كَانَ يَرٰى اَحَدًا اِلَّا اَعْطَاهُ، اِذْ جَاءَهُ الْعَبَّاسُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَعْطِنِيْ، فَاِنِّيْ فَادَيْتُ نَفْسِيْ وَفَادَيْتُ عَقِيْلًا، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذْ. فَحَثَا فِي ثَوْبِهِ، ثُمَّ ذَهَبَ يُقِلُّهُ فَلَمْ يَسْتَطِعْ، فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اُؤْمُرْ بَعْضَهُمْ يَرْفَعْهُ اِلَيَّ، قَالَ لَا. قَالَ فَارْفَعْهُ اَنْتَ عَلَيَّ، قَالَ لَا. فَنَثَرَ مِنْهُ، ثُمَّ ذَهَبَ يُقِلُّهُ، فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اُؤْمُرْ بَعْضَهُمْ يَرْفَعْهُ عَلَيَّ، قَالَ لَا قَالَ فَارْفَعْهُ اَنْتَ عَلَيَّ، قَالَ لَا. فَنَثَرَ مِنْهُ، ثُمَّ احْتَمَلَهُ، فَاَلْقَاهُ عَلٰى كَاهِلِهِ، ثُمَّ انْطَلَقَ، فَمَا زَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُتْبِعُهُ بَصَرَهُ حَتّٰى خَفِيَ عَلَيْنَا، عَجَبًا مِنْ حِرْصِهِ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ابراہیم نے کہا یعنی ابن طہمان نے از عبد العزیز بن صہیب از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین کا مال آیا اور یہ سب سے زیادہ مال تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو مسجد میں پھیلا دو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کے لیے چلے گئے اور آپ نے اس مال کی طرف کوئی توجہ نہیں کی' جب آپ نے نماز پڑھ لی تو آپ اس مال کے پاس آ کر بیٹھ گئے' آپ جس شخص کو بھی دیکھتے' آپ اس کو اس مال سے عطا کرتے' اچانک آپ کے پاس حضرت عباس رضی اللہ عنہ آ گئے اور انہوں نے کہا: یارسول اللہ! مجھے دیجئے کیونکہ میں نے اپنا فدیہ بھی دیا تھا اور عقیل کا فدیہ بھی دیا تھا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: آپ لے لیں' انہوں نے اپنا کپڑا اچھایا اور اس میں مال ڈالا حتیٰ کی اس کی چوٹی (بڑا ڈھیر) بن گئی' پھر وہ اس کو اٹھا نہ سکے' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ کسی سے کہیے کہ وہ اس کو اٹھا کر میرے اوپر رکھ دے' آپ نے فرمایا: نہیں! انہوں نے کہا: پھر آپ اس کو اٹھا کر میرے اوپر رکھ دیں' آپ نے فرمایا: نہیں! انہوں نے اس سے مال کم کیا پھر بھی اس کی چوٹی بن گئی' پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ کسی سے کہیے یہ مال اٹھا کر میرے اوپر رکھ دے' آپ نے فرمایا:

فَمَا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَمَّ مِنْهَا دِرْهَمٌ. [اطراف الحدیث: ۳۰۴۹-۳۱۶۵]

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۰۳ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

نہیں! انہوں نے کہا: اچھا! آپ خود اٹھا کر میرے اوپر رکھ دیں آپ نے فرمایا: نہیں! انہوں نے اس سے کچھ مال کم کیا' پھر اٹھا کر اس کو اپنے کندھے کے اوپر رکھ لیا' پھر چلے گئے اور ان کی حرص پر تعجب کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر مسلسل ان کا پیچھا کرتی رہی' حتیٰ کہ وہ نظر سے اوجھل ہو گئے اور جب تک وہاں ایک درہم بھی باقی تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے نہیں اٹھے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ مسجد میں مال تقسیم کے لیے رکھا گیا تھا اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مالِ دنیا کے ساتھ کوئی دل چسپی نہ تھی' آپ کے پاس جو مال بھی آتا' آپ اس کو تقسیم کر دیتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے نفسی' مال کی تقسیم میں اصول پرستی اور اقرباء کی رعایت نہ کرنا

آپ نے ہر ایک سے یہ کہا تھا کہ وہ اتنا مال لے جس کو وہ خود اٹھا کر لے جا سکے' حضرت عباس رضی اللہ عنہ یہ سمجھتے تھے کہ آپ ان کی قرابت کی وجہ سے ان کو خصوصی رعایت دیں گے اور زیادہ مال کسی کو اٹھا کر ان کے کندھے پر رکھنے کے لیے فرمائیں گے یا خود اٹھا کر رکھ دیں گے' لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا انکار کر دیا اور یہ ظاہر فرمایا کہ جس طرح سب کو مال دیا گیا ہے' اسی طرح آپ کو بھی دیا جائے گا اور آپ کی قرابت کی وجہ سے آپ کو رعایت نہیں دی جائے گی یا آپ کے ساتھ امتیازی سلوک نہیں ہوگا' آپ نے اپنے عم محترم کی درخواست کو مسترد کر دیا' مگر مساوات کے اصول کا جھنڈا بلند کر دیا' آج اگر ہماری انتظامیہ کے کسی امیر کے پاس لوگوں میں تقسیم کے لیے کہیں سے مال آتا ہے تو پہلے وہ اپنا گھر بھرتا ہے' پھر اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کا پھر کہیں بعد میں عام لوگوں کا نمبر آتا ہے' جس کا نمونہ ہم نے ابھی ۸ اکتوبر ۲۰۰۵ء کے زلزلہ زدگان میں بیرون ممالک سے آئی ہوئی امدادی تقسیم میں دیکھا ہے اور غیر ملکی میڈیا سے سنا اور اخباروں میں پڑھا ہے' اس بندر بانٹ کو دیکھ کر کون یقین کرے گا کہ یہ لوگ اس نبی کی امت ہیں' جس نے بحرین سے آئے ہوئے مال کو سب لوگوں میں تقسیم کر دیا اور اپنے عم محترم کی درخواست پر زیادہ مال اٹھانے میں ان سے تعاون نہیں کیا اور اپنے لیے اس مال میں سے کچھ نہیں رکھا۔

اس کی ایک اور نظیر یہ حدیث ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مجھے لے گئیں' وہ ان سے یہ شکایت کرنے گئی تھیں کہ چکی پیسنے سے ان کے ہاتھ میں چھالے پڑ گئے ہیں اور ان کو یہ خبر پہنچی تھی کہ آپ کے پاس کچھ غلام آئے ہیں' لیکن حضرت سیدہ کی آپ سے ملاقات نہیں ہوئی' پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر آئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سیدہ فاطمہ کے آنے کی آپ کو خبر دی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس آئے' اس وقت ہم اپنے بستر میں جا چکے تھے' ہم آپ کو دیکھ کر اٹھنے لگے تو آپ نے فرمایا: اپنی جگہ پر رہو' آپ آ کر میرے اور حضرت سیدہ کے درمیان بیٹھ گئے' حتیٰ کہ آپ کے قدموں کی ٹھنڈک میں نے اپنے پیٹ پر محسوس کی' پھر آپ نے فرمایا: کیا میں تم دونوں کو وہ چیز نہ بتاؤں جو تم دونوں کے سوال سے بہتر ہے' جب تم دونوں اپنے بستروں پر جاؤ تو ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ پڑھو' ۳۳ مرتبہ الحمد للہ پڑھو اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھو' پس یہ پڑھنا تم دونوں کے لیے خادم سے بہتر ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۳۶۱' صحیح مسلم: ۲۷۲۷' سنن ابوداؤد: ۵۰۶۳)

غور کیجئے! نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مالِ غنیمت میں غلام اور باندیاں آئیں' آپ نے ان میں سے سب لوگوں کو حصہ دیا' نہیں دیا

تو اپنی اس سگی بنی کو جس کے ہاتھ میں چکی پیسنے سے چھالے پڑ گئے تھے آج ہماری انتظامیہ کے افسروں کی لوٹ مار اور اقرباء پروری دیکھتے ہوئے کون مانے گا کہ یہ اس نبی کی امت ہیں۔

بحرین کا جغرافیائی محل وقوع

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بحرین کا مال آیا۔

''بحرین'' ''بحر'' کا تثنیہ ہے اور یہ بصرہ اور عمان کے درمیان مشہور شہر ہے' قاضی عیاض نے کہا: بصرہ اور بحرین کے درمیان چوراسی (۸۴) فرسخ کا فاصلہ ہے' (ایک فرسخ تین شرعی میل کا ہے' ایک شرعی میل ایک انگریزی میل سے زیادہ ہے یعنی دو ہزار گز کا ہے۔سعیدی) ابو عبید البکری نے کہا ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں کے رہنے والوں سے صلح کی تو آپ نے وہاں پر حضرت العلاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو عامل (گورنر) بنا دیا' امام محمد بن سعد نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب الجعرانہ سے واپس آئے یعنی حنین کے مالِ غنیمت کو تقسیم کرنے کے بعد تو آپ نے حضرت العلاء بن الحضرمی کو المنذر بن ساوی العبدی کی طرف بھیجا' جو بحرین کا حکم ران تھا اور اس کو اسلام کی دعوت دی' پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خط لکھا کہ وہ مسلمان ہو گیا اور اس نے آپ کی نبوت کی تصدیق کر دی۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۳۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے لکھا ہے: بحرین خلیج فارس کے مغربی ساحل پر ایک چھوٹی سی ریاست ہے' جس کا رقبہ اندازاً اڑھائی سو مربع میل ہے اور ۱۹۷۲ء میں اس کی آبادی تقریباً دو لاکھ تھی۔ (معجم البلدان (اردو) ص ۶۱' شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز لاہور)

بحرین سے آئے ہوئے مال کی مقدار

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اور حافظ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی شیبہ نے حمید بن ھلال سے مرسلاً روایت کی ہے' یہ مال ایک لاکھ تھا اور اس مال کو حضرت العلاء بن الحضرمی نے البحرین کے خراج سے بھیجا تھا اور یہ پہلا خراج تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا گیا تھا۔

امام بخاری نے کتاب المغازی میں حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل بحرین سے صلح کی اور ان پر حضرت العلاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا اور ان کی طرف حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو بھیجا کہ وہاں سے جزیہ لے کر آئیں' پس حضرت ابو عبیدہ وہاں سے مال لے کر آئے اور جب انصار کو ان کے آنے کی خبر پہنچی۔ الحدیث

(صحیح البخاری: ۴۰۱۵-۳۱۵۸' صحیح مسلم: ۲۹۶۱' سنن ترمذی: ۲۴۶۲' سنن ابن ماجہ: ۳۹۹۷)

اس سے متعین ہو گیا کہ یہ مال خراج کا تھا یا جزیہ کا تھا' جو سال بہ سال آتا تھا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۵۷' دار المعرفہ' بیروت' عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۳۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد

علامہ ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ نے لکھا ہے:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صدقہ وغیرہ کا مال مسجد میں رکھنا جائز ہے اور اس میں سب لوگ مشترک ہیں کیونکہ ضرورت مند لوگوں کو مسجد میں آنے سے منع نہیں کیا جاتا' نیز لکھا ہے: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں زکوٰۃ کے جو آٹھ مصارف بیان فرمائے ہیں' ان میں سے کسی ایک مصرف میں بھی زکوٰۃ دی جا سکتی ہے کیونکہ حضرت عباس نے شکایت کی تھی کہ وہ مقروض ہو گئے ہیں' اس لیے آپ نے اس مال سے ان کو لینے کی اجازت دی۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۸۸۔۸۷ ' دارالکتب العلمیہ 'بیروت '۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ یہ صدقہ اور زکوٰۃ کا مال تھا کیونکہ مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ تصریح ہے کہ یہ خراج کا مال تھا اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں تصریح ہے کہ یہ جزیہ کا مال تھا' لہٰذا اس مال کو زکوٰۃ اور صدقہ قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب سربراہِ ملک کو یہ معلوم ہو کہ لوگوں کو مال کی ضرورت ہے تو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس مال میں سے کوئی چیز اپنے پاس رکھے۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت ہے کہ آپ نے وہ سب مال تقسیم کر دیا اور کسی کو لینے سے منع نہیں کیا اور آپ کا زہد ہے کہ آپ نے اس مال میں سے کچھ نہیں لیا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: یہ مال اٹھا کر ان کے کندھے پر رکھ دیں تو آپ نے نہیں رکھا' اس سے معلوم ہوا کہ سربراہِ ملک کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی کے کہنے سے اپنے ہاتھ سے کوئی کام نہ کرے' پھر حضرت ابن عباس نے کہا: آپ کسی کو حکم دیں کہ وہ یہ مال میرے کندھے پر رکھ دے' تو آپ نے فرمایا: نہیں' اس سے معلوم ہوا کہ سربراہِ ملک کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی کے ذاتی مفاد کے لیے کسی شخص کو کسی کام کے کرنے کا حکم نہ دے' جب کہ اس کام کی وجہ سے عام لوگوں کا نقصان ہو کیونکہ اگر حضرت عباس زیادہ مال لے جاتے تو اور لوگوں کے لیے مال کم بچتا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس کے کہنے سے کسی کو یہ حکم نہیں دیا کہ وہ مال ان کے کندھے پر رکھ دے' اس میں یہ حکمت بھی ہے کہ آپ حضرت عباس کو زیادہ مال اکٹھا کرنے سے روکنا چاہتے تھے کہ وہ اپنی ضروریات سے زیادہ دنیا کا مال نہ لیں اور جتنا مال آسانی سے اٹھا کر لے جا سکتے ہیں اسی پر قناعت کریں' اسی لیے آپ نے خود ان کے کندھے پر مال اٹھا کر نہ رکھا تا کہ اس کام میں آپ کی اعانت شامل نہ ہو' جو آپ کی مرضی کے خلاف ہے اور جس سے آپ منع فرماتے ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۸۸ ' دارالکتب العلمیہ 'بیروت '۱۴۲۴ھ)

٤٣ - بَابُ مَنْ دَعَا لِطَعَامٍ فِي الْمَسْجِدِ وَمَنْ أَجَابَ مِنْهُ

جس نے کسی شخص کو مسجد میں کھانے کے لیے بلایا اور جس نے اس کو قبول کیا

اس باب سے امام بخاری کا یہ مقصود ہے کہ مسجد میں کسی کو کھانے کی دعوت دینا اور کسی کا اس دعوت کو قبول کرنا' ان کاموں میں سے ہے جو مسجد میں مباح ہیں اور ان لغو کاموں سے نہیں ہے جو مسجد میں ممنوع ہیں' بابِ سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ دونوں بابوں کا تعلق مسجد کے احکام سے ہے۔

٤٢٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ ' عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ سَمِعَ أَنَسًا قَالَ وَجَدْتُّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ مَعَهُ نَاسٌ ' فَقُمْتُ ' فَقَالَ لِيْ أَرْسَلَكَ أَبُوْ طَلْحَةَ ؟ . قُلْتُ نَعَمْ ' فَقَالَ لِطَعَامٍ؟ . قُلْتُ نَعَمْ ' فَقَالَ لِمَنْ مَّعَهُ قُوْمُوْا فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقْتُ بَيْنَ أَيْدِيْهِمْ.

[اطراف الحدیث: ۵۳۸۱-۵۴۵۰-۶۶۸۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از اسحاق بن عبداللہ' انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں پایا' آپ کے ساتھ کچھ لوگ تھے' لیکن میں کھڑا ہو گیا' آپ نے مجھ سے فرمایا: تم کو ابوطلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں' آپ نے فرمایا: کھانے کے لیے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ کے ساتھ جو لوگ تھے' آپ نے ان سے فرمایا: اٹھو! پس آپ چل پڑے اور میں بھی ان کے آگے چل پڑا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد میں کھانے کی دعوت دی اور آپ نے اس کو قبول فرمالیا۔

کن صورتوں میں دعوت کو قبول کرنا چاہیے اور کن صورتوں میں عذر پیش کرنا چاہیے اور کن صورتوں میں دعوت کو مسترد کرنا چاہیے

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ مسجد میں کھانے کی دعوت دینا اور اس کو قبول کرنا جائز ہے اگر آدمی کو کوئی عذر نہ ہو تو اس کو دعوت قبول کر لینی چاہیے اگر وہ آدمی بیمار ہو اور پرہیزی کھانا کھاتا ہو اور دعوت میں پرہیزی کھانا میسر نہ ہو بلکہ مرغن اور چٹ پٹا کھانا ہو تو اس کو اس دعوت میں جانے سے عذر کر لینا چاہیے اور اگر اس دعوت میں مردوں اور عورتوں کا مخلوط اجتماع ہو اور رقص اور موسیقی وغیرہ کا پروگرام ہو جیسا کہ آج کل نکاح اور ولیمہ کی تقاریب میں ہوتا ہے تو ایسی دعوت کو مسترد کرنا واجب ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلطان اور سربراہ کو کھانے کی دعوت دینی چاہیے اور اگر کوئی شرعی یا طبعی مانع نہ ہو تو ان کو دعوت قبول کر لینی چاہیے۔

جب کسی بڑی شخصیت کو دعوت دی جائے تو اسے چاہیے کہ وہ حاضرین مجلس کو بھی اپنے ساتھ لے جائے۔

اس دعوتِ طعام میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس کھانا کم مقدار میں تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے وہ کھانا سب کے لیے کافی ہو گیا اور یہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہے۔

٤٤ - بَابُ الْقَضَاءِ وَاللِّعَانِ فِي الْمَسْجِدِ بَيْنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

مردوں اور عورتوں کے درمیان مسجد میں فیصلہ کرنا اور لعان کرنا

اس باب میں مسجد میں فیصلہ کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے اور لعان کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے فیصلہ کرنا عام ہے خواہ وہ لعان کا فیصلہ ہو یا کسی اور چیز کا اور لعان خاص ہے اور عنوان کی عبارت میں خاص کا عطف عام پر ہے۔

لعان کا معنی اور اس کی قسمیں

لعان لعن کا مصدر ہے اور ''لعن'' کا معنی ہے: دھتکارنا اور دور کرنا اور اس کی دو قسمیں ہیں کلیۃً اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنا اور یہ دائمی عذاب ہے لعنت کی یہ قسم کفار کے ساتھ مخصوص ہے اور اس معنی میں شخصی طور پر صرف اسی پر لعنت کی جاسکتی ہے جس کی کفر پر موت معلوم ہو جیسے ابوجہل اور ابولہب وغیرہ اور صفات پر بالعموم لعنت کرنا جائز ہے جیسے جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اور ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اور لعنت کی دوسری قسم ہے: اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب خاص سے دور کرنا یہ لعنت فاسق مسلمان پر کرنا بھی جائز ہے جیسے قرآن مجید میں مسلمان شخص کے خود اپنے اوپر لعنت کرنے کا ذکر ہے:

وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ○ (النور: ۷)

اور پانچویں بار وہ یہ کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو○

لعان کا معنی

لعان باب مفاعلہ کا مصدر ہے اور اس کا خاصہ ہر فریق کا ماخذ میں اشتراک ہے سو اس کا معنی ہے: ہر فریق کا ایک دوسرے پر لعنت کرنا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو کسی اجنبی مرد کے ساتھ بدکاری کرتے ہوئے دیکھے اور اس کے پاس چار

گواہ نہ ہوں تو وہ قاضی کے پاس اپنا مقدمہ پیش کرے اور قاضی اسے کہے کہ تم چار بار قسم کھاؤ کہ تم اپنی تہمت میں سچے ہو اور پانچویں بار کہو: مجھ پر لعنت ہو اگر میں جھوٹوں میں سے ہوں' قرآن مجید میں ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ○وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ○ (النور:۷-۶)

اور جو لوگ اپنی بیویوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور ان کے پاس اپنی ذات کے سوا اور کوئی گواہ نہ ہو تو وہ چار بار اللہ کی قسم کھائیں کہ وہ سچوں میں سے ہے○اور پانچویں بار وہ یہ کہیں کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو○

اور قاضی عورت سے کہے کہ اگر بالفرض تم نے زنا کیا ہے تو تم اعتراف کرلو تم پر حد زنا جاری ہوگی ورنہ تم چار بار یہ قسم کھاؤ کہ اس کا خاوند اس پر جھوٹی تہمت لگا رہا ہے اور پانچویں بار یہ کہو کہ اگر اس کا خاوند سچا ہے تو اس پر اللہ کا غضب (لعنت) نازل ہو' قرآن مجید میں ہے:

وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ○وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ○ (النور:۹-۸)

اور عورت سے حد زنا اس طرح دور ہوگی کہ وہ چار بار اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ اس کا خاوند جھوٹوں میں سے ہے○اور پانچویں بار یہ کہے کہ اس پر اللہ کا غضب نازل ہو اگر اس کا خاوند سچوں میں سے ہو○

اس آیت میں غضب بھی لعنت کے معنی میں ہے اور چونکہ اس صورت میں خاوند اور بیوی دونوں ایک دوسرے پر لعنت کرتے ہیں' اس لیے اس کو لعان کہا جاتا ہے اور چونکہ وہ دونوں مسلمان ہوتے ہیں' اس لیے یہاں لعنت کا معنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بالکلیہ دور کرنا نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بالکلیہ دور ہونے کا معنی آخرت میں دائمی عذاب ہے اور وہ صرف کفار کے ساتھ مخصوص ہے' مسلمانوں کو دائمی عذاب نہیں ہوگا' جو مسلمان فاسق ہو اور اس کو عذاب ہو تو وہ عارضی عذاب ہوگا' پھر اس کی مغفرت ہو جائے گی اور وہ جنت میں چلا جائے گا تو اس صورت میں جو اپنی بیوی پر تہمت لگانے والا کہتا ہے کہ اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے قرب خاص سے دور ہو جائے۔

ہم نے جو لعنت کی یہ دو قسمیں بیان کی ہیں' یہ ہماری شرح کے خصائص میں سے ہیں اور کسی شرح میں یہ مذکور نہیں ہیں' نیز جن علماء اکابر سے یہ منقول ہے کہ وہ یزید پر لعنت کرتے ہیں' ہمارے نزدیک یہ وہ لعنت نہیں ہے جس کا معنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کلیۃً دور کرنا اور دائمی عذاب ہے بلکہ یہ وہ لعنت ہے جس کا معنی اللہ کی رضا اور اس کے قرب خاص سے دور کرنا ہے۔

۴۲۳ - حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ' عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ' اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَاَتِهٖ رَجُلًا' اَيَقْتُلُهٗ؟ فَتَلَاعَنَا فِي الْمَسْجِدِ' وَاَنَا شَاهِدٌ.

[اطراف الحدیث:۴۷۴۵-۴۷۴۶-۵۲۵۹-۵۳۰۸-۵۳۰۹-۶۸۵۴-۷۱۶۵-۷۱۶۶-۷۳۰۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے خبر دی از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! یہ بتایئے ایک آدمی اپنی بیوی کے پاس ایک شخص کو پائے تو کیا وہ اس کو قتل کر دے؟ پھر ان دونوں نے مسجد میں لعان کیا (ایک دوسرے پر لعنت کی) اور میں اس کا مشاہدہ کر رہا تھا۔

(صحیح مسلم: ۱۴۹۲' الرقم المسلسل: ۳۶۷۳' سنن ابوداؤد: ۲۲۴۵' سنن نسائی: ۳۳۹۹' سنن ابن ماجہ: ۲۰۶۶' المعجم الکبیر: ۵۶۸۲۔ ۵۶۹۰' سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۹۹' شرح السنۃ: ۲۳۶۷' مصنف عبدالرزاق: ۱۲۴۴۷۔ ۱۲۴۴۶' سنن دارمی: ۲۲۳۰' المنتقیٰ: ۷۵۶' صحیح ابن حبان: ۴۲۸۳۔ ۴۲۸۵' مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۸۳۲۔ ج ۳۷ ص ۴۸۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اوران سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ان دونوں نے مسجد میں لعان کیا' اور باب کا عنوان ہے: مسجد میں لعان کرنا۔

حدیث مذکور میں سوال کرنے والے کا نام

اس حدیث میں مذکور ہے: ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! یہ بتایئے ایک آدمی اپنی بیوی کے پاس ایک شخص کو پائے۔

سوال کرنے والے شخص کے نام میں اختلاف ہے' صحیح مسلم: ۱۴۹۲ میں ہے: وہ شخص حضرت عویمر العجلانی الانصاری رضی اللہ عنہ تھے' صحیح مسلم: ۱۴۹۷ میں ہے: وہ شخص حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ تھے اور صحیح مسلم: ۱۴۹۹ میں ہے: وہ شخص حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تھے۔

لعان کے حکم کے نزول کی تفصیل

صحیح البخاری کی اس روایت میں یہ واقعہ اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے' صحیح مسلم: ۱۴۹۲ میں اس کی تفصیل اس طرح ہے:

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عویمر العجلانی' حضرت عاصم بن عدی انصاری کے پاس گئے اور ان سے کہا: اے عاصم! یہ بتاؤ کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس کسی مرد کو پائے تو کیا اس کو قتل کر دے؟ پھر تم اس کو قتل کر دو گے یا پھر وہ کیا کرے؟ اے عاصم! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میرے لیے اس مسئلہ کا حل معلوم کرو' پھر حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال کیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سوال کو ناپسند کیا اور اس کی مذمت کی' حتیٰ کہ حضرت عاصم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ بات شاق گزری' پھر حضرت عاصم' حضرت عویمر کے پاس گئے' انہوں نے پوچھا: اے عاصم! تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا فرمایا: حضرت عاصم نے حضرت عویمر سے کہا: میں تمہارے پاس کوئی اچھی خبر نہیں لایا' تم نے جو سوال کیا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ناگوار گزرا ہے' حضرت عویمر نے کہا: اللہ کی قسم! میں اس سوال سے ہرگز نہیں رکوں گا' حتیٰ کہ میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کر لوں' پھر حضرت عویمر نے لوگوں کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال کیا اور کہا: یارسول اللہ! یہ بتایئے اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس کسی (اجنبی) مرد کو پائے تو کیا وہ اس کو قتل کر دے؟ پھر آپ لوگ اس کو قتل کر دیں گے! یا پھر وہ کیا کرے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے متعلق اور تمہاری بیوی کے متعلق حکم نازل ہو گیا ہے' تم جاؤ اس کو لے کر آؤ' سہل نے کہا: پھر ان دونوں نے لعان کیا یعنی ایک دوسرے پر لعنت کی اور میں بھی اس وقت لوگوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھا' جب وہ دونوں لعان سے فارغ ہو گئے تو حضرت عویمر نے کہا: یارسول اللہ! اگر میں نے اس کو اپنے پاس رکھا تو پھر میں جھوٹا ہوں گا' پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلہ سے پہلے اس کو تین طلاقیں دے دیں' ابن شہاب نے کہا: یہ لعان کا طریقہ ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۴۹۲' الرقم المسلسل: ۳۶۷۳' سنن ابوداؤد: ۲۲۴۵' سنن نسائی: ۳۴۰۲' سنن ابن ماجہ: ۲۰۶۶' مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۴)

ایک مجلس میں تین طلاقوں کے وقوع کی دلیل اور مخالفین کے اعتراض کے جوابات

اس حدیث سے صراحت کے ساتھ یہ بات معلوم ہوئی کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور یہ حدیث غیر مقلدین

کے خلاف قوی حجت ہے' مخالفین اس حدیث کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ حضرت عویمر نے لعان کے بعد تین طلاقیں دی تھیں اور لعان سے عورت بائنہ ہو جاتی ہے اور بائنہ ہونے کے بعد وہ طلاق کا محل نہیں رہتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ عورت قاضی کی تفریق اور اس کے فیصلہ کے بعد بائنہ ہوتی ہے اور اس حدیث میں تصریح ہے کہ حضرت عویمر نے رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ سے پہلے اس کو تین طلاقیں دے دی تھیں' لہٰذا جب انہوں نے تین طلاقیں دیں تو ان کی بیوی بائنہ نہیں ہوئی تھی اور طلاق کا محل تھی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عویمر نے یہ کہہ کر اس کو تین طلاقیں دی تھیں کہ یا رسول اللہ! اگر میں نے اس کو اپنے پاس رکھا تو پھر میں جھوٹا ہوں گا' اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت عویمر کے نزدیک وہ ان کے نکاح میں تھی اور اس کو اپنے پاس رکھنا ممکن تھا اور وہ طلاق دینے کا محل تھی۔

اس حدیث کے باقی مسائل ان شاء اللہ لعان کے باب میں بیان کیے جائیں گے۔

حدیث مذکور کی شرح' شرح صحیح مسلم میں

باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۶۳۳۔ ۳۶۳۳۔ ج ۳ ص ۱۱۳۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) لعان کا لغوی اور اصطلاحی معنی (۲) لعان کے شرعی معنی میں مذاہب فقہاء (۳) لعان کی وجہ تسمیہ (۴) بلاضرورت سوالات کو ناپسند کرنا (۵) زانی کو از خود قتل کرنے کا حکم (۶) لعان کے بعد تفریق میں مذاہب (۷) فقہاء احناف کے نظریہ پر دلائل (۸) علامہ نووی کے اعتراض کے جوابات (۹) لعان کی وجہ سے بچہ کے نسب کی نفی میں مذاہب فقہاء۔

٤٥ - بَابٌ إِذَا دَخَلَ بَيْتًا يُصَلِّي حَيْثُ شَآءَ' أَوْ حَيْثُ أُمِرَ' وَلَا يَتَجَسَّسُ

جب کوئی شخص کسی کے گھر میں داخل ہو تو جہاں چاہے نماز پڑھے' یا جہاں اسے حکم دیا جائے' اور وہ تجسس نہ کرے

٤٢٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ' عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَاهُ فِيْ مَنْزِلِهِ' فَقَالَ أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ لَكَ مِنْ بَيْتِكَ؟. قَالَ فَأَشَرْتُ لَهُ إِلَى مَكَانٍ' فَكَبَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' وَصَفَفْنَا خَلْفَهُ' فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ. [اطراف الحدیث: ٤٢٥۔ ٦٦٧۔ ٦٨٦۔ ٨٣٨۔ ٨٤٠۔ ١١٨٦۔ ٤٠٠٩۔ ٤٠١٠۔ ٥٤٠١۔ ٦٤٢٣۔ ٦٩٣٨]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از محمود بن الربیع از حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ان کے گھر میں آئے' پس آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر میں کس جگہ چاہتے ہو کہ میں وہاں تمہارے لیے نماز پڑھاؤں؟ حضرت عتبان نے کہا: پس میں نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا تو نبی ﷺ نے تکبیر پڑھی' پس ہم نے آپ کے پیچھے صف بنائی' سو آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی۔

(صحیح مسلم: ۳۳' الرقم المسلسل: ۱۴۸' سنن نسائی: ۷۸۴' سنن ترمذی: ۲۶۴۷' سنن ابن ماجہ: ۷۵۴' الآحاد والمثانی: ۱۹۳۲' عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۱۱۰۸' سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۸۲۔۱۸۱' صحیح ابن حبان: ۱۶۱۲' المعجم الکبیر: ۴۹۔ ج ۱۸' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۲۴۱' صحیح ابن حبان: ۲۲۳' مسند احمد ج ۴ ص ۴۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۴۸۲۔ ج ۲۷ ص ۱۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبد اللہ بن مسلمہ القعنبی (۲) ابراہیم بن سعد یہ حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ کے پوتے ہیں (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) محمود بن الربیع الخزرجی الانصاری الصحابی (۵) حضرت عتبان بن مالک انصاری السالمی المدنی رضی اللہ یہ نابینا تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں اپنی قوم کے امام تھے ان سے ۱۰ احادیث مروی ہیں صحیح البخاری میں ان کی ایک حدیث ہے یہ حضرت معاویہ رضی اللہ کے زمانہ میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۴۴)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی امت پر کرم فرمانا مسجد بیت اور گھر میں نوافل کی جماعت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عتبان بن مالک کے گھر آئے۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس ہفتہ کے دن آئے تھے اور آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے اور ایک روایت میں ہے کہ جمعہ کے دن حضرت عتبان کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے آپ سے کہا: میں چاہتا ہوں آپ میرے گھر تشریف لائیں اور امام ابن حبان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے روایت کیا ہے کہ انصار کے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس یہ پیغام بھیجا: آپ تشریف لائیں اور میرے گھر میں مسجد کے لیے ایک جگہ مقرر کر دیں جس میں میں نماز پڑھا کروں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب انسان کسی عذر کی وجہ سے مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے نہ جا سکے تو اپنے گھر میں نماز پڑھنے کے لیے ایک جگہ مقرر کر لے اس کو مسجد بیت کہتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے گھر میں دو رکعت نماز جماعت سے پڑھائی اس سے معلوم ہوا کہ گھر میں نوافل کی جماعت کرانا جائز ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھر آئے اس سے معلوم ہوا کہ استاذ امام اور رئیس کو اپنے متبعین کے گھر (بلانے پر) جانا چاہیے۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن اخلاق آپ کی تواضع اور آپ کی جلالت قدر کی دلیل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۴۵)

٤٦ - بَابُ الْمَسَاجِدِ فِي الْبُيُوْتِ — گھروں میں مساجد

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ گھروں میں مساجد کا بنانا جائز ہے اس سلسلہ میں یہ تعلیق ہے:

وَصَلَّى الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ فِي مَسْجِدِهٖ فِي دَارِهٖ جَمَاعَةً.

اور حضرت البراء بن عازب نے اپنے گھر کی مسجد میں جماعت کرائی۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ حدیث معنیً موجود ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۴۶)

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ نے کہا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں نماز پڑھے تو اپنے گھر میں بھی نماز کا حصہ رکھے بے شک اللہ اس کے گھر کی نماز میں خیر رکھنے والا ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۴۸۵۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤٢٥ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ وَهُوَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْأَنْصَارِ أَنَّهُ أَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عُقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے محمود بن الربیع الانصاری رضی اللہ نے خبر دی کہ حضرت عتبان بن مالک انصاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے ہیں اور وہ ان انصار

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، قَدْ أَنْكَرْتُ بَصَرِيْ ، وَأَنَا أُصَلِّيْ لِقَوْمِيْ ، فَإِذَا كَانَتِ الْأَمْطَارُ ، سَالَ الْوَادِي الَّذِيْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ ، لَمْ أَسْتَطِعْ أَنْ آتِيَ مَسْجِدَهُمْ فَأُصَلِّيَ بِهِمْ ، وَوَدِدْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، أَنَّكَ تَأْتِيْنِيْ فَتُصَلِّيَ فِيْ بَيْتِيْ ، فَأَتَّخِذَهُ مُصَلًّى ، قَالَ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَفْعَلُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ . قَالَ عِتْبَانُ فَغَدَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُوْ بَكْرٍ حِيْنَ ارْتَفَعَ النَّهَارُ ، فَاسْتَأْذَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذِنْتُ لَهُ ، فَلَمْ يَجْلِسْ حِيْنَ دَخَلَ الْبَيْتَ ، ثُمَّ قَالَ أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ ؟ قَالَ فَأَشَرْتُ لَهُ إِلَى نَاحِيَةٍ مِّنَ الْبَيْتِ ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَبَّرَ ، فَقُمْنَا فَصَفَفْنَا ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ، قَالَ وَحَبَسْنَاهُ عَلَى خَزِيْرَةٍ صَنَعْنَاهَا لَهُ ، قَالَ فَثَابَ فِي الْبَيْتِ رِجَالٌ مِّنْ أَهْلِ الدَّارِ ذَوُوْ عَدَدٍ ، فَاجْتَمَعُوْا ، فَقَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ أَيْنَ مَالِكُ بْنُ الدُّخَيْشِنِ أَوِ ابْنُ الدُّخْشُنِ ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ ذٰلِكَ مُنَافِقٌ لَا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُلْ ذٰلِكَ ، أَلَا تَرَاهُ قَدْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، يُرِيْدُ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ ؟ قَالَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ ، قَالَ فَإِنَّا نَرَى وَجْهَهُ وَنَصِيْحَتَهُ إِلَى الْمُنَافِقِيْنَ ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ . قَالَ ابْنُ شِهَابٍ ثُمَّ سَأَلْتُ الْحُصَيْنَ بْنَ مُحَمَّدٍ الْأَنْصَارِيَّ ، وَهُوَ أَحَدُ بَنِيْ سَالِمٍ ، وَهُوَ مِنْ سَرَاتِهِمْ ، عَنْ حَدِيْثِ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ ، فَصَدَّقَهُ بِذٰلِكَ .

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۴۰۰ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

میں سے ہیں جو بدر میں حاضر ہوئے تھے' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میری بصارت بہت کمزور ہو گئی ہے اور میں اپنی قوم کو نماز پڑھاتا ہوں اور جب بارش ہوتی ہے تو میرے اور ان کے درمیان جو وادی ہے وہ بہنے لگتی ہے اور میں ان کی مسجد میں جانے کی اور انہیں نماز پڑھانے کی طاقت نہیں رکھتا' اور یا رسول اللہ! میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ میرے ہاں تشریف لائیں اور میرے گھر میں نماز پڑھیں' پس میں اس جگہ کو مصلیٰ بنالوں' انہوں نے بیان کیا: پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ان شاء اللہ عنقریب ایسا کروں گا' حضرت عتبان نے بیان کیا: پس دوسرے روز دن چڑھنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آ گئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت طلب کی تو میں نے آپ کو اجازت دی' گھر میں داخل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے نہیں اور فرمایا: تم اپنے گھر میں کس جگہ پسند کرتے ہو جہاں میں نماز پڑھوں؟ انہوں نے کہا: میں نے گھر کی ایک جانب آپ کو اشارہ کیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو گئے اور آپ نے تکبیر پڑھی' پھر ہم بھی کھڑے ہو گئے اور ہم نے صف بنائی' آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی' پھر سلام پھیر دیا' ہم نے آپ کو گوشت کا کھانا کھلانے کے لیے روک لیا جس کو ہم نے تیار کیا تھا' پھر گھر میں حویلی کے رہنے والے کافی لوگ آ گئے' وہ سب جمع تھے' ان میں سے کسی کہنے والے نے کہا: مالک بن دخیشن یا ابن الدخشن کہاں ہے؟ تو کسی نے کہا: وہ منافق ہے اللہ سے محبت کرتا ہے نہ اس کے رسول سے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایسا نہ کہو کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے لا الہ الا اللہ پڑھا ہے؟ اس شخص نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے' پس بے شک ہم اس کا ملنا جلنا اور اس کی خیر خواہی منافقوں کے ساتھ دیکھتے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پس بے شک اللہ نے اس شخص کو دوزخ کے اوپر حرام کر دیا ہے جس نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے لا الٰہ الا اللہ پڑھا۔ ابن شہاب نے کہا: الحصین بن محمد الانصاری جو بنو سالم کے ایک فرد تھے اور ان کے سرداروں میں سے تھے' میں نے ان

سے محمود بن الربیع کی حدیث کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے اس
کی تصدیق کی۔

نبی ﷺ کا لوگوں کے دلوں میں ایمان اور نفاق پر مطلع ہونا اور اخلاص سے لا الہ الا اللہ پڑھنے والے پر دوزخ کا حرام ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسا نہ کہو کیا تم نہیں دیکھتے کہ مالک بن دخشن نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے لا الہ الا اللہ پڑھا ہے؟

اس ارشاد سے رسول اللہ ﷺ نے اس کے باطن میں ایمان کی اور نفاق سے بَری ہونے کی شہادت دی ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے دلوں کے حال پر اور ایمان اور نفاق کی کیفیات پر مطلع ہوتے ہیں اور جب مناسب سمجھتے ہیں اس کا اظہار فرما دیتے ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث میں صرف لا الہ الا اللہ کا ذکر ہے حالانکہ نجات کے لیے توحید اور رسالت دونوں پر ایمان لانا ضروری ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ پورے کلمہ طیبہ کا علَم اور نام ہے اس لیے اس سے توحید اور رسالت دونوں کی گواہی مراد ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: اللہ نے اس شخص کو دوزخ کے اوپر حرام کر دیا ہے جس نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے لا الہ الا اللہ پڑھا' اس ارشاد میں آپ نے فرائض اور واجبات پر عمل کرنے اور حرام اور مکروہ کاموں سے اجتناب کرنے کا ذکر نہیں فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص محض اللہ کی رضا کے لیے اخلاص سے کلمہ پڑھتا ہے وہ اس کی برکت سے تمام فرائض اور واجبات پر عمل کرتا ہے اور تمام حرام اور مکروہ کاموں سے باز رہتا ہے اور بالفرض اگر وہ کسی گناہ میں ملوث ہو جائے تو مرنے سے پہلے توبہ کر لیتا ہے ورنہ اپنے گناہوں کی سزا پا کر پھر جنت میں چلا جائے گا اور دوزخ کا دائمی عذاب اس پر بہر حال حرام ہوگا۔

نابینا کو امام بنانے کا جواز' اور عذر کی وجہ سے جماعت ترک کرنے کا جواز

اس حدیث میں ذکر ہے: حضرت عتبان بن مالک نے آپ سے درخواست کی کہ ان کی نظر بہت کم زور ہوگئی ہے وہ بارش کے ایام میں اپنی مسجد میں نماز پڑھانے کے لیے نہیں جا سکتے' آپ ان کے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھا دیں تا کہ وہ اس جگہ کو اپنا مصلیٰ بنا لیں' اور بعض روایات میں یہ مذکور ہے کہ وہ نابینا ہو گئے ہیں۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نابینا شخص کو امام بنانا جائز ہے' حضرت عبد اللہ ابن ام مکتوم بھی نابینا تھے اور جب نبی ﷺ غزوۂ تبوک میں گئے تھے تو ان کو امام بنا کر گئے تھے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بارش' اندھیرے' جان کے خطرہ یا اور کسی عذر کی بناء پر جماعت کو ترک کرنا' جائز ہے۔

حضرت عتبان بن مالک نے کہا: آپ جس جگہ نماز پڑھائیں گے اس کو میں مصلیٰ بنا لوں گا' اس سے معلوم ہوا کہ گھر میں کسی جگہ کو نماز کے لیے مخصوص کرنا جائز ہے اور جس جگہ نبی ﷺ نماز پڑھائیں یا پڑھیں' صحابہ کے نزدیک اس جگہ کی خاص اہمیت ہوتی ہے' حضرت عتبان چاہتے تھے: اس جگہ نماز پڑھیں' جہاں آپ نے نماز پڑھی ہے تا کہ آپ کے نماز پڑھنے کی وجہ سے اس جگہ جو برکات اور تجلیات نازل ہوئی ہیں' وہ ان پر بھی سایہ فگن رہیں' جیسے حضرت عمر نے یہ چاہا تھا کہ مقام ابراہیم کو مصلیٰ بنا لیا جائے۔

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عتبان نے اپنے گھر میں نبی ﷺ سے نماز پڑھوائی' حالانکہ مہمان سے نماز پڑھوانے کی ممانعت ہے

بعض احادیث میں مذکور ہے کہ جب کوئی شخص کسی کے گھر اس کی زیارت یا ملاقات کے لیے جائے تو خود نماز نہ پڑھائے' بلکہ وہ گھر والا ہی نماز پڑھائے' جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

بُدیل بن میسرہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے آزاد شدہ غلام ابوعطیہ نے روایت کیا کہ حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ ہمارے پاس ہماری نماز کی جگہ میں آتے تھے اور ہم سے باتیں کرتے تھے' ایک دن اس دوران نماز کا وقت آ گیا' پس ہم نے ان سے کہا: آپ آگے بڑھ کر نماز پڑھائیں' انہوں نے کہا: تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھاوے حتیٰ کہ میں اپنے نماز نہ پڑھانے کا سبب بیان کر دوں' میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص کسی قوم سے ملاقات کے لیے جائے' وہ ان کو نماز نہ پڑھائے اور چاہیے کہ ان ہی میں سے کوئی شخص ان کو نماز پڑھائے۔ (سنن ترمذی: ۳۵۶' سنن ابوداؤد: ۵۹۶' سنن نسائی: ۷۸۳' مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۶)

اس حدیث کی روایت کے بعد امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث حسن صحیح ہے اور نبی ﷺ کے صحابہ اور تابعین میں سے اکثر کا اس پر عمل ہے' انہوں نے کہا ہے کہ مہمان کی بہ نسبت گھر والا نماز پڑھانے کا زیادہ حق دار ہے اور بعض اہل علم نے کہا ہے کہ جب گھر والا اجازت دے دے تو پھر مہمان کے نماز پڑھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اسحاق اس حدیث کی وجہ سے بہت سختی کے ساتھ کہتے تھے: خواہ گھر والے نے اجازت دی ہو' پھر بھی گھر والے کے سوا اور کوئی نماز نہ پڑھائے اور مسجد میں بھی یہی حکم ہے' جب کوئی مہمان آئے تو وہ کہے کہ تم ہی میں سے کوئی شخص نماز پڑھائے۔ (سنن ترمذی ص ۱۷۳' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

بہ ظاہر حضرت عتبان بن مالک کی حدیث' اس حدیث کے مخالف ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ عام اصول اور قاعدہ تو یہی ہے کہ مہمان کی بجائے میزبان نماز پڑھائے' جس طرح نبی ﷺ کا ارشاد ہے' لیکن نبی ﷺ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں' جہاں آپ ہوں وہاں آپ کے سوا اور کون امام ہو سکتا ہے' حتیٰ کہ شبِ معراج تمام نبیوں کے ہوتے ہوئے آپ کو نماز پڑھانے کے لیے آگے کیا گیا' نیز نبی ﷺ کو تو حضرت عتبان نے اپنے گھر بلایا ہی اس لیے تھا کہ آپ ان کے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھا دیں۔ امام مالک نے کہا ہے کہ جب گھر میں میزبان سے افضل کوئی شخص ہو تو اسے نماز پڑھانے کے لیے کہا جائے اور حدیث میں ہے:

حضرت ابومسعود الانصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو سب سے زیادہ کتاب اللہ کا قاری ہو وہ نماز پڑھائے' اگر سب قراءت میں برابر ہوں تو جو ان میں سنت کا سب سے زیادہ عالم ہو وہ نماز پڑھائے اور اگر سنت میں سب برابر ہوں تو جو سب سے پہلے ہجرت کرنے والا ہو وہ نماز پڑھائے' اگر ہجرت کرنے میں سب برابر ہوں تو جو ان میں سب سے پہلے اسلام لایا ہو وہ نماز پڑھائے اور کوئی شخص کسی کی سلطنت میں نماز نہ پڑھائے اور نہ کوئی شخص کسی کی اجازت کے بغیر اس کی عزت والی جگہ پر بیٹھے' ایک روایت میں اسلام کی جگہ عمر کا ذکر ہے یعنی جس کی زیادہ عمر ہو وہ نماز پڑھائے۔

(صحیح مسلم: ۶۷۳' سنن ابوداؤد: ۵۸۲' سنن ترمذی: ۲۳۵' سنن نسائی: ۷۷۹' سنن ابن ماجہ: ۹۸۰' مسند احمد ج ۴ ص ۱۱۸)

حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد

☆ اگر صالحین میں سے کسی شخص کو نماز پڑھانے کے لیے کہا جائے تو اسے نماز پڑھا دینی چاہیے بہ شرطیکہ اس کو اس سے اپنی بڑائی کا خیال نہ آئے۔

☆ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: میں ان شاء اللہ عنقریب ایسا کروں گا اور آپ دوسرے دن آ گئے' لہٰذا انسان کو اپنا وعدہ جلد پورا کرنا چاہیے۔

☆ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنے کے بعد نماز پڑھائی' اس سے معلوم ہوا کہ دن میں نوافل کی جماعت کرانا جائز ہے۔

☆ حضرت عتبان بن مالک نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھانا کھلانے کے لیے روک لیا' اس سے معلوم ہوا کہ علماء اور صالحین کی دعوت کر کے ان کی تکریم کرنی چاہیے۔

☆ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت عتبان کے گھر گئے تو حویلی کے تمام لوگ آپ کی زیارت کے لیے آ گئے' اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی کے گھر کوئی عالم' استاذ یا مردِ صالح آئے تو اس کے علاقے اور محلہ کے سب لوگوں کو اس کی زیارت اور ملاقات کے لیے آنا چاہیے۔

☆ حاضرین میں سے کسی نے کہا: مالک بن دخشن نہیں آیا تو بتایا گیا وہ منافق ہے' اس سے معلوم ہوا کہ اگر جماعت میں سے کوئی شخص غیر حاضر ہو تو اس کی تحقیق کرنی چاہیے' اور یہ معلوم کرنا چاہیے کہ وہ کس وجہ سے حاضر نہیں ہوا۔

☆ جب حاضرین میں سے کسی نے کہا: مالک بن دخشن منافق ہے' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا دفاع کیا اور فرمایا: اس نے اللہ کی رضا کے لیے لا الٰہ الا اللہ پڑھا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی مسلمان پر منافق ہونے کی تہمت لگائی جائے تو اس کا دفاع کرنا چاہیے' بلکہ جس مسلمان کا پس پشت کوئی بھی عیب بیان کیا جائے' اس مسلمان کی اس عیب سے براءت کرنی چاہیے اور غیبت کرنے سے منع کرنا چاہیے۔

☆ حضرت عتبان نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلایا تھا' پھر بھی آپ ان سے اجازت لے کر ان کے گھر گئے' اس سے معلوم ہوا کہ کسی کے گھر میں اس سے اجازت طلب کر کے جانا چاہیے خواہ اس نے خود بلایا ہو۔

☆ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی لے کر گئے' اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی استاذ' عالم یا صالح کو کسی جگہ بلایا جائے تو وہ اپنے مقرب شاگرد کو بھی اپنے ساتھ لے جائے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت عزیز اور محبوب تھے اور ہر موقع اور ہر مجلس میں اُن کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۹۶-۹۵' عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۵۲-۲۵۱)

شیخ عبدالعزیز بن باز کا صالحین کو حصولِ تبرک کے لیے بلانے کو سبب شرک قرار دینا اور مصنف کا اس پر ردّ

اس حدیث کی شرح میں یہ تمام مسائل اور فوائد حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی لکھے ہیں اور انہوں نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ جس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی ہو یا جس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلے ہوں' اس جگہ سے تبرک حاصل کرنا چاہیے اور اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ صالحین میں سے اگر کسی کو اس جگہ سے تبرک حاصل کرنے کے لیے دعوت دی جائے تو اس کو دعوت قبول کرنی چاہیے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۸۰' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۶ھ' فتح الباری ج ۱ ص ۵۲۲' دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

اس جگہ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نے حاشیہ میں اس پر اعتراض کیا ہے اور لکھا ہے: صحیح یہ ہے کہ حصولِ برکت کے لیے بلانا صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص ہے اور کسی دوسرے کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قیاس نہیں کیا جا سکتا' کیونکہ دونوں میں بہت بڑا فرق ہے اور اس چیز کا دروازہ کھولنا غلو اور شرک کی طرف لے جاتا ہے' جیسا کہ بعض لوگوں سے ایسا واقع ہوا ہے' ہم اللہ سے عافیت طلب کرتے ہیں۔ (حاشیہ فتح الباری ج ۱ ص ۵۲۲' مطبوعہ لاہور' ۱۴۰۱ھ)

اس میں تو کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ کوئی دوسرا مرد صالح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر نہیں ہوسکتا اور دونوں میں فرق عظیم ہے' لیکن شیخ بن باز کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ حصولِ برکت کے لیے بلانا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص ہے' کیونکہ خصوصیت تب ثابت ہوتی ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسروں کو حصولِ برکت کے لیے بلانے سے منع کیا ہوتا اور جب آپ نے اس سے منع نہیں کیا تو شیخ بن باز کا از خود اس سے منع کر کے شریعت سازی کرنے کا کیا جواز ہے! نیز شیخ نے لکھا ہے کہ اس چیز کا دروازہ کھولنا غلو اور شرک کی طرف لے جاتا ہے' اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی اور کو حصولِ برکت کے لیے بلانا غلو اور شرک ہوگا۔ شیخ بن باز کو یہ معلوم نہیں کہ جو چیز شرک ہو' وہ سب کے ساتھ شرک ہوتی ہے' اگر کسی کو حصولِ برکت کے لیے گھر بلانا اور اس سے نماز پڑھوانا شرک ہو تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھر بلانا اور آپ سے نماز پڑھوانا بھی شرک قرار پائے گا' اور کیا شیخ بن باز کو یہ معلوم نہیں کہ جو کام اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہو' اس کو غیر کے لیے کیا جائے تب وہ شرک ہوتا ہے جیسے سجدۂ عبودیت اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے' سو اگر سجدۂ عبویت غیر اللہ کے لیے کیا جائے تو یہ شرک ہوگا' شیخ بن باز کسی مرد صالح کو گھر بلانے اور اس سے نماز پڑھوانے کو شرک قرار دے رہے ہیں' اس کا معنی یہ ہے کہ گھر بلانا اور نماز پڑھوانا اللہ کے ساتھ خاص ہے' تبھی تو غیر اللہ کے لیے یہ کام شرک ہوگا' افسوس! ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس کی قدر و منزلت نہ کی!

یہ درست ہے کہ جس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی ہو' اس سے جو برکت حاصل ہوگی وہ بے مثل ہوگی' لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دوسرے صالحین کسی جگہ نماز پڑھیں گے تو اس سے بالکل برکت حاصل نہیں ہوگی' لاریب ان کے نماز پڑھنے سے بھی اس جگہ برکت حاصل ہوگی' اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل شدہ برکت سے کم ہوگی' اس کی نظیر یہ حدیث ہے:

حضرت عمر کا حضرت عباس کے توسل سے دعا کرنا' شیخ ابن باز کے خلاف حجت ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے قحط پڑنے پر حضرت عباس بن عبد المطلب کے وسیلہ سے بارش کی دعا کی اور کہا: ہم (پہلے) اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے تیری طرف توسل کرتے تھے' پس تو ہم پر بارش نازل فرماتا تھا اور اب بے شک ہم اپنے نبی کے محترم چچا سے تیری طرف توسل کر رہے ہیں' سو تو ہم پر بارش نازل فرما' پس ان پر بارش ہو جاتی تھی۔

(صحیح البخاری: ۱۰۱۰)

اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: اس دعا کے بعد حضرت عمر نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ' حضرت عباس کا اس طرح لحاظ کرتے تھے' جس طرح اولاد اپنے والد کا لحاظ کرتی ہے' پس اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم محترم کے معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء کرو اور ان کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بناؤ' اس کے تھوڑی دیر بعد بارش ہوگئی۔ حافظ عسقلانی لکھتے ہیں: حضرت عباس کے اس قصہ سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اہل خیر و صلاح (یعنی صالحین) اور اہل بیت نبوت سے شفاعت طلب کرنی چاہیے۔ (یعنی ان کے وسیلہ سے دعا کرنی چاہیے۔ سعیدی غفرلہٗ) (فتح الباری ج ۲ ص ۴۹۷' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پہلے ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسل سے بارش کی دعا کرتے تھے' اب ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم محترم حضرت عباس کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرتے ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ جو کام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کی وجہ سے آپ کے ساتھ کیا جاتا ہے' وہ دیگر صالحین کے ساتھ بھی کیا جا سکتا ہے حالانکہ آپ میں اور دیگر صالحین میں بہت فرق ہے اور اس حدیث کی شرح میں بھی حافظ عسقلانی نے یہی لکھا ہے کہ صالحین اور اہل بیت نبوت کے توسل سے دعا کرنی چاہیے' بلکہ انہوں نے تو یہ لکھا ہے کہ صالحین اور اہل

بیت نبوت سے استشفاع کرنا چاہیے اور استشفاع کا معنی ہے: شفاعت طلب کرنا یعنی ان سے شفاعت طلب کرنی چاہیے اور یہ عبارت تو شیخ ابن باز اور ان کے ہم مشرب لوگوں پر زیادہ باعث قہر اور ان کے لیے زہرہ گداز ہے' اس کے باوجود یہاں فتح الباری کے حاشیہ میں شیخ ابن باز نے حافظ عسقلانی پر کوئی اعتراض نہیں کیا' اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے نزدیک یہ عبارت صحیح ہے اور اس سے شرک کا کوئی خطرہ نہیں ہے تو پھر اسی اسلوب پر دیگر صالحین سے حصولِ برکت کے لیے ان کو گھر بلانے اور ان سے نماز پڑھوانے میں شرک کا خطرہ کیوں ہے۔

شیخ عبدالعزیز بن باز کا علماء سے استفادہ اور حصولِ برکت کو شرک کا سبب قرار دینا اور مصنف کا اس پر رد

نیز حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب امام یا عالم کسی کے گھر میں آئے تو اس محلہ کے لوگوں کو اس سے استفادہ کرنے کے لیے اور اس سے برکت حاصل کرنے کے لیے اس کے پاس مجتمع ہونا چاہیے۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۵۲۳' دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ' فتح الباری ج ۲ ص ۸۰' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اس عبارت پر شیخ عبدالعزیز بن باز نے فتح الباری کے حاشیہ پر یہ اعتراض لکھا ہے:

یہ عبارت غلط ہے اور صحیح یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غیر کے لیے اس سے منع کیا جائے گا تا کہ شرک تک پہنچانے کا ذریعہ بند ہو جائے' جیسا کہ اس سے پہلے گزر چکا ہے۔

شرک کی تعریف

یہ عبارت بھی ان ہی دلائل سے مردود ہے' جو ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استفادہ کرنا اور آپ سے برکت حاصل کرنا شرک نہیں تو علماء اور ائمہ سے استفادہ کرنا اور ان سے برکت حاصل کرنا شرک کیوں کر ہوگا' شرک تو صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو واجب الوجود مانا جائے یا اس کی کسی صفت کو قدیم اور مستقل بالذات مانا جائے یا اس کو عبادت کا مستحق قرار دیا جائے' اس کے سوا کوئی قول اور فعل شرک نہیں ہے' ان لوگوں نے شرک کو اس قدر عام اور ارزاں بنا دیا ہے کہ علماء اور ائمہ سے استفادہ کو بھی شرک قرار دے دیا ہے' ہم پوچھتے ہیں کہ کیا شیخ ابن باز اور ان کے ہم مشرب اصحاب نے دورانِ تعلیم اپنے اساتذہ اور اپنے امام شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کے سلسلہ کے علماء سے استفادہ نہیں کیا! ضرور انہوں نے اس سے استفادہ کیا ہے تو اپنی اس عبارت کے مطابق وہ خود مشرک ہو گئے اور کیا کبھی وہ اپنے اکابر علماء اور اساتذہ سے پڑھنے کے لیے نہیں گئے اور ضرور گئے ہیں تو وہ اپنے قاعدہ سے ضرور مشرک ہو گئے اور یہ ان پر دوسری کاری ضرب ہے۔

شیخ ابن باز نے اپنے دونوں اعتراضوں میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غیر سے برکت کے حصول کو شرک قرار دیا ہے۔ آیئے! اب دیکھتے ہیں کہ آیا احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غیر سے برکت کے حصول کا ثبوت ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غیر میں احادیثِ صحیحہ سے برکت کا ثبوت اور ان سے برکت کا حصول

جب آیت تیمم نازل ہوئی تو حضرت اسید بن الحضیر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا:

ما ھی باول برکتکم یا آل ابی بکر. اے آل ابوبکر! یہ آپ کی کوئی پہلی برکت تو نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۳۴' صحیح مسلم: ۳۶۷)

قیامت تک کے مسلمانوں کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے برکت حاصل ہوئی اور ان کو تیمم کی سہولت مل گئی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان من الشجر لما برکته کبرکة المسلم. بعض درخت ایسے ہیں کہ ان کی برکت ضرور مسلمان کی برکت کی مثل ہے۔ (صحیح البخاری: ۵۴۴۴)

اس سے مراد کھجور کا درخت تھا اور اس حدیث میں کھجور کے درخت اور عام مسلمان دونوں میں برکت کا ثبوت ہے۔

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''صلوا فیها فانها برکة'' اس میں نماز پڑھو کیونکہ اس میں نماز پڑھنا برکت ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۸۴' سنن ترمذی: ۸۱' سنن ابن ماجہ: ۴۹۴)

یعنی بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ کر برکت حاصل کرو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

البرکة فی نواصی الخیل. گھوڑوں کی پیشانیوں میں برکت ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۸۵۱' صحیح مسلم: ۱۸۷۴)

یعنی گھوڑوں کو پال کر اور ان سے جہاد کر کے ان کی برکت حاصل کرو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی:

اللهم اجعل بالمدینة ضعفی ما جعلت بمکة من البرکة. (صحیح البخاری: ۱۸۸۵' صحیح مسلم: ۱۳۶۹) اے اللہ! تو نے جتنی برکتیں مکہ میں رکھی ہیں' اس سے دو چند برکتیں مدینہ میں رکھ دے۔

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا:

انما اخشی علیکم من بعدی ما یفتح علیکم من برکات الارض. (صحیح البخاری: ۲۸۴۲) مجھے تم پر صرف یہ خوف ہے کہ میرے بعد تم پر زمین کی برکتیں کھول دی جائیں گی۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہمیں یہ حکم دیا جاتا تھا کہ ہم عید کے دن پردہ دار عورتوں کو اور حیض والی عورتوں کو گھروں سے نکالیں اور لوگوں کے پیچھے رہیں اور ان کی تکبیر کے ساتھ تکبیر پڑھیں اور ان کی دعا کے ساتھ دعا کریں'' ویرجون برکة ذالك الیوم'' اور اس دن کی برکت کی امید رکھیں۔ (صحیح البخاری: ۹۷۱)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

برکة الطعام الوضوء قبله والوضوء بعده. کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونا کھانے کی برکت ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۷۶۱_۱۸۴۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تسحروا فان فی السحور برکة. سحری کیا کرو کیونکہ سحری کرنے میں برکت ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۹۲۳' صحیح مسلم: ۱۰۹۵)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے برکت حاصل ہوئی' کھجور کے درخت میں برکت ہے' عام مسلمانوں میں برکت ہے' بکریوں کے باڑے میں برکت ہے' گھوڑوں کی پیشانیوں میں برکت ہے' مدینہ منورہ میں مکہ مکرمہ سے دگنی برکتیں ہیں' زمین

میں برکتیں ہیں' عید کے دن میں برکت ہے' کھانے کے اوّل و آخر ہاتھ دھونے میں برکت ہے' سحری کھانے میں برکت ہے' اور اگر کسی میں برکت نہیں ہے تو شیخ عبدالعزیز بن باز کے نزدیک صالحین میں برکت نہیں ہے اور ان سے برکت کے حصول کے لیے جانا یا ان کو بلانا شرک کی طرف لے جاتا ہے' انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس سے بڑھ کر اولیاء اللہ سے عداوت اور کیا ہو گی! حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

من عادیٰ لی ولیّا فقد اذنته بالحرب. جو میرے ولی سے عداوت رکھتا ہے' میں اس سے اعلان جنگ کر دیتا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۶۵۰۲' صحیح ابن حبان: ۳۴۷' صفوۃ الصفوۃ لابن الجوزی ج ۱ ص ۱۵' مسند احمد ج ۶ ص ۲۵۶)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵۷۔ ج ۱ ص ۴۰۶ پر مذکور ہے۔ اس کی شرح میں ۲۵ مسائل ذکر کیے گئے ہیں۔

۴۷ - بَابُ التَّيَمُّنِ فِيْ دُخُوْلِ الْمَسْجِدِ وَغَيْرِهٖ

مسجد وغیرہ میں دخول کے لیے دائیں طرف سے داخل ہونا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب انسان مسجد میں یا گھر میں داخل ہو تو دائیں طرف سے دخول کی ابتداء کرے۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَبْدَأُ بِرِجْلِهِ الْيُمْنٰى ' فَإِذَا خَرَجَ بَدَأَ بِرِجْلِهِ الْيُسْرٰى.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما دخول کے وقت دائیں پیر سے ابتداء کرتے اور خروج کے وقت بائیں پیر سے ابتداء کرتے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سنت سے یہ ہے کہ جب تم مسجد میں داخل ہو تو دائیں پیر سے ابتداء کرو اور جب تم مسجد سے نکلو تو بائیں پیر سے ابتداء کرو۔ (المستدرک: ۷۹۱ جدید' المستدرک ج ۱ ص ۲۱۸ قدیم)

۴۲۶ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ ' قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ' عَنِ الْاَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ ' عَنْ اَبِيْهِ ' عَنْ مَسْرُوْقٍ ' عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ ' فِيْ شَاْنِهٖ كُلِّهٖ ' فِيْ طُهُوْرِهٖ وَتَرَجُّلِهٖ وَتَنَعُّلِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاشعث بن سلیم از والد خود از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاں تک ہو سکے اپنے ہر کام میں دائیں جانب سے ابتداء کو پسند کرتے تھے' وضو کرنے میں' کنگھی کرنے میں اور جوتی پہننے میں۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۲۳۵' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۸ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: وضوء اور غسل میں دائیں طرف سے ابتداء کرنا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: مسجد میں دائیں طرف سے داخل ہونا۔

۴۸ - بَابُ هَلْ تُنْبَشُ قُبُوْرُ مُشْرِكِي الْجَاهِلِيَّةِ ' وَيُتَّخَذُ مَكَانُهَا مَسَاجِدَ؟

کیا زمانۂ جاہلیت کی قبروں کو کھودا جائے اور ان کی جگہ مسجدیں بنادی جائیں؟

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جو مشرکین زمانۂ جاہلیت میں فوت ہو گئے ان کی قبروں کو کھود کر اس جگہ مسجدوں کو بنانا' جائز ہے۔

لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ ' اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ.

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت فرمائے جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو مساجد بنا لیا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس مرض میں فرمایا جس سے آپ صحت یاب نہیں ہوئے کہ اللہ تعالیٰ یہود اور نصاریٰ پر لعنت فرمائے جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبور کو مساجد بنا لیا۔ (صحیح البخاری: ۱۳۹۰)

اس کے بعد یہ تعلیق ہے:

وَمَا يُكْرَهُ مِنَ الصَّلٰوةِ فِي الْقُبُوْرِ. اور قبروں پر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث ہے:

حضرت ابومرثد الغنوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔ (صحیح مسلم: ۹۷۲' سنن ابوداؤد: ۳۲۲۹' سنن ترمذی: ۱۰۵۰' سنن نسائی: ۷۶۰)

وَرَاٰى عُمَرُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يُصَلِّيْ عِنْدَ قَبْرٍ ' فَقَالَ الْقَبْرَ الْقَبْرَ ' وَلَمْ يَاْمُرْهُ بِالْاِعَادَةِ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ قبر کے پاس نماز پڑھ رہے ہیں' تو انہوں نے کہا: قبر سے بچو' قبر سے بچو اور ان کو نماز دوبارہ پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھا کہ میں ایک قبر کی طرف نماز پڑھ رہا تھا' انہوں نے مجھے اس سے منع کیا اور فرمایا: تمہارے آگے قبر ہے۔ (مصنف وکیع بن جراح)

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ وہ قبر کی طرف نماز پڑھ رہے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ندا کی: قبر سے بچو' قبر سے بچو۔ اس حدیث کو امام بخاری کے شیخ ابونعیم نے روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۵۵)

قبرستان میں نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام احمد کے نزدیک قبرستان میں نماز پڑھنا حرام ہے' خواہ قبر کھودی ہوئی ہو یا نہ ہو' خواہ اس کی نجاست ڈھکی ہوئی ہو یا نہ ہو' خواہ وہ قبر دوسری قبروں کے درمیان ہو یا وہ قبر منفرد ہو مثلاً کسی کمرے میں ہو' انہوں نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کیا ہے کہ تمام روئے زمین مسجد ہے سوائے مقبرہ اور حمام کے۔ امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنا مکروہ (تنزیہی) ہے اور امام شافعی نے کھودی ہوئی قبر اور اس کے غیر میں فرق کیا ہے' انہوں نے کہا: جب مردے کے گوشت اور اس سے نکلنے والی پیپ مٹی کے ساتھ مخلوط ہو تو پھر نجاست کی وجہ سے اس قبر کے پاس نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور اگر کسی شخص نے قبرستان میں پاک جگہ پر نماز پڑھی ہے تو ان کی نماز جائز ہے' ابومصعب نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنا مکروہ ہے' جیسے جمہور کا قول ہے اور اہل ظاہر (غیر مقلدین) کا مذہب یہ ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنا حرام ہے خواہ مسلمانوں کا قبرستان ہو یا کافروں کا' ابن حزم نے حضرت عمر' حضرت علی' حضرت ابوہریرہ' حضرت انس اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے قبرستان میں نماز پڑھنے کی ممانعت نقل کی ہے اور تابعین میں سے ابراہیم نخعی' نافع بن جبیر بن مطعم' طاؤس' عمرو بن دینار اور خیثمہ سے ممانعت نقل کی ہے اور کہا ہے کہ ہمارے علم میں اس میں صحابہ اور فقہاء تابعین کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۵۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۲۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن المثنیٰ نے

یَحْیٰی ، عَنْ هِشَامٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبِیْ ، عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اُمَّ حَبِیْبَةَ وَ اُمَّ سَلَمَةَ ، ذَكَرَتَا كَنِیْسَةً رَاَیْنَهَا بِالْحَبَشَةِ ، فِیْهَا تَصَاوِیْرُ ، فَذَكَرَتَا ذٰلِكَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اُولٰٓئِكَ ، اِذَا كَانَ فِیْهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ ، بَنَوْا عَلٰی قَبْرِهٖ مَسْجِدًا ، وَصَوَّرُوْا فِیْهِ تِلْكَ الصُّوَرَ ، فَاُولٰٓئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ.

[اطراف الحدیث: ۴۳۴-۱۳۴۱]

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام حبیبہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے ذکر کیا کہ انہوں نے حبشہ میں ایک گرجا دیکھا جس میں تصاویر تھیں انہوں نے اس کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جب ان میں کوئی مرد صالح فوت ہو جاتا ہے تو یہ اس کی قبر کو سجدہ گاہ بنا لیتے ہیں اور وہاں پر یہ مجسمے رکھ دیتے ہیں سو یہ لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق ہیں۔

(صحیح مسلم:۵۲۸، الرقم المسلسل:۱۱۶۱، سنن نسائی:۷۰۳، صحیح ابن حبان:۳۱۸۱، سنن کبریٰ ج ۴ ص ۸۰، شرح السنۃ:۵۰۹، مسند احمد ج ۶ ص ۵۱، طبع قدیم، مسند احمد:۲۴۲۵۲، ج ۴۰ ص ۲۹۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی:۷۶۴۷، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے: یہ وہ لوگ ہیں جب ان میں کوئی مرد صالح فوت ہو جاتا ہے تو یہ اس کی قبر کو سجدہ گاہ بنا لیتے ہیں اور وہاں پر یہ مجسمے رکھ دیتے ہیں اس حدیث میں نصاریٰ کی مذمت کی گئی ہے۔

حضرت ام المؤمنین ام حبیبہ کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے۔ ان کا نام رملہ بنت ابی سفیان صخر الامویہ ہے انہوں نے اپنے خاوند حضرت عبد اللہ بن جحش کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی وہ وہاں پر فوت ہو گئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے ۶ ھ میں نکاح کر لیا اور نجاشی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ان کا مہر مقرر کیا تھا پھر ان کو آپ کے پاس روانہ کر دیا تھا یہ ان خواتین میں سے ہیں جنہوں نے اسلام کی طرف سبقت کی تھی یہ ۴۴ ھ میں مدینہ منورہ میں فوت ہو گئی تھیں۔

حضرت ام المؤمنین ام سلمہ کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بھی ذکر ہے یہ بھی ام المؤمنین ہیں اور ان کا نام ہند بنت ابی امیہ المخزومیہ ہے ان کے خاوند حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی جب یہ دونوں مدینہ لوٹ آئے تو ان کے خاوند فوت ہو گئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نکاح کر لیا۔

نبیوں کی قبروں کی عبادت کی ابتداء کیسے ہوئی اور کسی ممنوع کام کا ذریعہ اور اس کا دروازہ بند کرنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ یہ لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق ہیں۔

علامہ ابو العباس احمد بن عمر القرطبی المتوفی ۶۵۶ ھ لکھتے ہیں:

متقدمین نصاریٰ اپنے مرد صالح کی قبر پر اس کا مجسمہ بنا کر اس لیے رکھتے تھے تا کہ اس مرد صالح کی صورت دیکھ کر وہ مانوس ہوں اور اس کے نیک اعمال کو یاد کریں اور اس کی عبادت کی طرح خود بھی عبادت کرنے کی کوشش کریں اور ایسے نیک بندوں کی قبروں کے پاس اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں پھر جب کافی زمانہ گزر گیا اور ان کے بعد متاخرین آئے تو وہ قبروں پر ان مجسموں کی اغراض سے ناواقف تھے اور شیطان نے ان کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالا کہ ان کے آباء و اجداد ان مجسموں کی عبادت کرتے تھے تو انہوں نے ان

مجسموں کی تعظیم کی اور ان کی عبادت کرنی شروع کر دی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے کاموں سے ڈرایا اور ان کاموں کو سختی سے منع کیا اور ان کاموں پر عذاب کی وعید سنائی اور غیر اللہ کی عبادت کا ذریعہ اور اس کا دروازہ بند کر دیا اور فرمایا: اس قوم پر اللہ کا شدید غضب نازل ہو جو اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیتی ہے' پس تم قبروں کو مساجد نہ بناؤ۔ (موطأ امام مالک۔ کتاب السفر: ۸۵) یعنی میں تم کو اس کام سے منع کرتا ہوں اور فرمایا: اللہ (عزوجل) یہود اور نصاریٰ پر لعنت کرے جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو مساجد بنالیا (صحیح مسلم: ۵۳۲) اور فرمایا: اے اللہ! میری قبر کو بُت نہ بنا' جس کی عبادت کی جائے۔ (تنویر الحوالک ص۱۸۹' موطأ امام مالک' کتاب السفر: ۸۵) اسی وجہ سے مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور پر آپ کی عبادت کا ذریعہ قطع کرنے میں بہت مبالغہ کیا اور آپ کی قبر کی دیواروں کو بہت اونچا کر دیا اور ان میں داخلہ کو مسدود کر دیا' پھر ان کو یہ خوف ہوا کہ کہیں آپ کی قبر کو قبلہ نہ بنالیا جائے تو انہوں نے قبر کے دو رکنوں پر دو دیواریں بنادیں' حتیٰ کہ کسی شخص کے لیے نماز میں عین قبر کی طرف منہ کرنا ممکن نہ ہو' اسی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو آپ کی قبر کو ظاہر کر دیا جاتا۔ (المفہم ج ۲ ص ۱۲۸' دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

قبروں کی عبادت اور ان پر مجسمے رکھنے کی ممانعت اور صالحین کی قبروں کے قرب اور جوار میں مسجد بنانے کا جواز

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس حدیث میں قبروں پر مساجد بنانے اور ان کے مجسمے رکھنے کی ممانعت ہے اور اس سے اس لیے منع کیا گیا ہے تاکہ قبروں کو اور مجسموں کو معبود نہ بنالیا جائے۔ المہلب نے کہا ہے کہ اس سے اس لیے منع فرمایا ہے تاکہ غیر اللہ کی عبادت کرنے کا ذریعہ ختم ہو جائے کیونکہ ان لوگوں کا زمانہ بت پرستی کے زمانے کے قریب تھا اور وہ لوگ مجسموں کو معبود بناتے تھے اسی وجہ سے حضرت عمر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو قبر کی طرف نماز پڑھنے سے منع کیا تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۹۹)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جان دار کی تصویر بنانا حرام ہے خصوصاً نیک آدمی کی' اور قبر پر عبادت کرنا منع ہے۔

علامہ **البیدنجی** نے کہا ہے: اس سے مراد یہ ہے کہ قبر کو برابر کر کے اس کے اوپر مسجد بنادی جائے اور اس کے اوپر نماز پڑھی جائے' اور انہوں نے کہا: یہ مکروہ ہے کہ اس کے پاس مسجد بنائی جائے اور اس میں قبر کی طرف نماز پڑھی جائے' لیکن وہ مقبرہ جس کا نشان مٹ چکا ہو' جب اس میں مسجد بنائی جائے تاکہ اس میں نماز پڑھی جائے تو میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا کیونکہ مقابر وقف ہیں' اسی طرح مسجد بھی وقف ہے اور ان کا معنی واحد ہے۔ (یہ فقہاء مالکیہ کا مذہب ہے' فقہاء احناف کے نزدیک مسلمانوں کا قبرستان خواہ پرانا ہو اور اس کے آثار مٹ چکے ہوں' اس پر مسجد بنانا جائز نہیں ہے اور نہ ایک وقف کو دوسرے وقف سے تبدیل کرنا جائز ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) علامہ بیضاوی نے کہا ہے کہ چونکہ یہود اور نصاریٰ انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو ان کی تعظیم کی وجہ سے سجدہ کرتے تھے اور ان کی قبروں کو اپنی نمازوں کا قبلہ بناتے تھے اور ان قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور انہوں نے ان قبروں کو بُت بنالیا تھا' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر لعنت کی اور مسلمانوں کو ایسا کرنے سے منع کیا۔

رہا وہ جس نے کسی نیک شخص کے قرب میں مسجد بنائی اور اس کے قرب سے حصولِ برکت کا قصد کیا نہ کہ اس کی تعظیم کا اور نہ اس کی طرف توجہ کا ارادہ کیا تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۵۸۔۲۵۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۰۸۳۔ ج ۲ ص ۴۷ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) تصاویر کا حکم (۲) وڈیو' ٹی۔ وی اور سینما (۳) جوارِ قبر میں مسجد (۴) ایک اشکال کا جواب۔

* صالحین کی قبروں کے قرب میں مسجد بنانے پر مفصل بحث شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۷۸۔ ۸۲ میں مذکور ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۴۲۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ، فَنَزَلَ أَعْلَى الْمَدِينَةِ فِي حَيٍّ يُقَالُ لَهُمْ بَنُو عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ، فَأَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِمْ أَرْبَعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً، ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى بَنِي النَّجَّارِ، فَجَاءُوا مُتَقَلِّدِي السُّيُوفِ، كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَاحِلَتِهِ، وَأَبُو بَكْرٍ رِدْفُهُ، وَمَلَأُ بَنِي النَّجَّارِ حَوْلَهُ، حَتَّى أَلْقَى بِفِنَاءِ أَبِي أَيُّوبَ، وَكَانَ يُحِبُّ أَنْ يُصَلِّيَ حَيْثُ أَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ، وَيُصَلِّي فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ، وَأَنَّهُ أَمَرَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ، فَأَرْسَلَ إِلَى مَلَإٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ، فَقَالَ يَا بَنِي النَّجَّارِ، ثَامِنُونِي بِحَائِطِكُمْ هٰذَا. قَالُوا لَا وَاللَّهِ، لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهُ إِلَّا إِلَى اللَّهِ، فَقَالَ أَنَسٌ فَكَانَ فِيهِ مَا أَقُولُ لَكُمْ، قُبُورُ الْمُشْرِكِينَ، وَفِيهِ خِرَبٌ، وَفِيهِ نَخْلٌ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُورِ الْمُشْرِكِينَ فَنُبِشَتْ، ثُمَّ بِالْخِرَبِ فَسُوِّيَتْ، وَبِالنَّخْلِ فَقُطِعَ، فَصَفُّوا النَّخْلَ قِبْلَةَ الْمَسْجِدِ، وَجَعَلُوا عِضَادَتَيْهِ الْحِجَارَةَ، وَجَعَلُوا يَنْقُلُونَ الصَّخْرَ وَهُمْ يَرْتَجِزُونَ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُمْ، وَهُوَ يَقُولُ:

اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُ الْآخِرَهْ
فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَهْ

[اطراف الحدیث: ۱۸۶۸-۲۱۰۶-۲۷۷۱-۲۷۷۹-۳۹۳۲]

(صحیح مسلم: ۵۲۴، الرقم المسلسل: ۱۱۵۳، سنن ابوداؤد: ۴۵۳، سنن ترمذی: ۳۵۰، سنن نسائی: ۷۰۱، سنن ابن ماجہ: ۷۴۲، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۰۸۵، مسند ابویعلیٰ: ۴۱۸۰، صحیح ابن خزیمہ: ۷۸۸، صحیح ابن حبان: ۲۳۲۸، حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۸۴-۸۳، سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۳۸، شرح السنۃ: ۴۶۵، جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۰۳، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از ابی التیاح از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے اور مدینہ کی بلند جگہ میں ایک قبیلہ میں ٹھہرے جن کو بنو عمرو بن عوف کہا جاتا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں چودہ راتیں قیام کیا' پھر آپ نے بنو النجار کو بلایا' پس وہ لوگ تلواریں لٹکائے ہوئے آئے' گویا کہ میں اب بھی دیکھ رہا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر سوار ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں اور بنو النجار کی جماعت آپ کے اردگرد ہے حتیٰ کہ آپ کی سواری حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے گھر کے صحن میں ٹھہر گئی اور آپ یہ پسند کرتے تھے کہ جس جگہ نماز کا وقت آ جائے وہیں نماز پڑھ لیں اور آپ بکریوں کے باڑے میں بھی نماز پڑھ لیتے تھے اور بے شک آپ نے مسجد بنانے کا حکم دیا' پھر آپ نے بنو النجار کی جماعت کی طرف پیغام بھیجا' پس آپ نے فرمایا: اے بنو النجار! مجھے اپنا یہ باغ قیمتاً دے دو' انہوں نے کہا: نہیں' اللہ کی قسم! ہم اس کی قیمت صرف اللہ سے لیں گے' حضرت انس نے کہا: اس باغ میں وہ چیزیں تھیں جو میں تم کو بتاتا ہوں' اس میں مشرکین کی قبریں تھیں اور اس میں کھنڈرات تھے' اور اس میں کھجور کے درخت تھے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مشرکین کی قبروں کو کھودا جائے' سو ان کو کھودا گیا' پھر آپ نے حکم دیا کہ کھنڈرات کو ہموار کیا جائے' سو ان کو ہموار کیا گیا اور کھجور کے درختوں کو کاٹنے کا حکم دیا گیا' سو ان کو کاٹ دیا گیا اور مسجد کے قبلہ کی طرف ان درختوں کی قطار لگا دی گئی اور اس کے دو ستون پتھروں کے بنا دیئے' وہ پتھروں کو اٹھا کر لا رہے تھے اور رجز پڑھ رہے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ تھے اور آپ فرما رہے تھے:

اے اللہ! آخرت کی بھلائی کے سوا اور کوئی بھلائی نہیں ہے
پس تو انصار اور مہاجرین کو بخش دے

اس حدیث کے چار رجال ہیں: (۱) مسدد بن مسرھد (۲) عبدالوارث بن سعید التیمی (۳) ابوالتیاح یزید بن حمید الضبعی (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۵۸)

مدینہ منورہ آنے کی تاریخ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حاکم نے لکھا ہے کہ تواتر سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبا میں ۸ ربیع الاوّل کو پیر کے دن آئے تھے اور الخوارزمی نے لکھا ہے: اس وقت آپ کی عمر ترپن (۵۳) سال تھی۔ طبقات ابن سعد میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۴ ربیع الاوّل کو پیر کی شب غار سے نکلے تھے اور ایک قول ہے کہ بارہ ربیع الاوّل کو غار سے نکلے تھے اور حضرت کلثوم بن ھدم کے پاس ٹھہرے تھے اور ہمارے نزدیک یہی ثابت ہے اور حضرت جابر سے منقول ہے کہ جب آپ مدینہ آئے تو آپ نے ایک اونٹ ذبح کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۶۲)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بنوالنجار سے باغ خریدنا

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنوالنجار سے فرمایا: مجھے اپنا یہ باغ قیمۃً دے دو انہوں نے کہا: نہیں! ہم اس باغ کی قیمت صرف اللہ تعالیٰ سے لیں گے اس کا معنی یہ ہے کہ ہم آپ سے اس کی قیمت طلب نہیں کریں گے بلکہ ہم آپ کو یہ باغ بلا معاوضہ دیں گے اور اس کی قیمت یعنی اس کا اجر اللہ تعالیٰ سے لیں گے امام محمد بن سعد نے الواقدی سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے یہ باغ دس دینار میں خرید لیا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ نے اس کی قیمت ادا کی تھی۔

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

یہ باغ سہل اور سہیل نام کے دو یتیم لڑکوں کا تھا۔ (وفاء الوفاء ج ۱ ص ۳۲۳) اور اس کی قیمت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ نے ادا کی تھی۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج ۱ ص ۲۴۰۔۲۳۹) اگر یہ روایت صحیح ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس باغ کو بغیر قیمت کے قبول نہیں فرمایا تھا کیونکہ یہ باغ دو یتیم لڑکوں کا تھا' اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس دیہات یا بستی میں رہائش ہو' وہاں جمعہ قائم کرنے کے لیے شعائر اسلام کے اظہار کے لیے مسجد بنانا جائز ہے۔ (فقہاء احناف کے نزدیک یہ ابتداء کا واقعہ ہے' بعد میں جمعہ کے لیے شہر کا ہونا شرط قرار دیا گیا' جیسا کہ اپنے مقام پر یہ بحث آئے گی۔ سعیدی غفرلہ)

ضرورت کی بناء پر مشرکین کی قبروں کو کھودنے کا جواز

اس حدیث میں مذکور ہے کہ مشرکین کی قبروں کو کھودا گیا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ان قبروں کو کھودنا اور ان کے مردوں کو قبروں سے نکالنا کس طرح جائز تھا' اور قبر مردے کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے اور اس میں مردہ کو محفوظ کیا جاتا ہے' اسی وجہ سے قبر کو بیچنا اور اس قبر سے مردہ کو منتقل کرنا' ناجائز ہوتا ہے' تو اس کے دو جواب ہیں' ایک یہ کہ جس زمین میں ان مشرکین کو دفن کیا گیا تھا وہ ان کی ملکیت نہ تھی' بلکہ وہ زمین غصب شدہ تھی' دوسرا جواب یہ ہے کہ قبر میں مردہ کا محفوظ ہونا وغیرہ یہ مسلمان کی قبر کے احکام میں سے ہے کیونکہ مسلمانوں کو قبروں میں دفن کرنا عبادت کے قبیل سے ہے اور کفار اور مشرکین کا قبروں میں مدفون ہونا از قبیل عبادت نہیں ہے۔ علاوہ ازیں ضرورت کی وجہ سے ان کی قبروں کو کھودنا جائز ہے' کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بتایا کہ ابورغال کی قبر میں اس کے ساتھ سونا مدفون ہے تو صحابہ نے اس کی قبر کو کھود کر وہ سونا نکال لیا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رجز پڑھنا' آپ سے تعلیم شعر کی نفی کے خلاف نہیں ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ رجز پڑھ رہے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے ساتھ رجز پڑھ رہے تھے۔

اس میں اختلاف ہے کہ آیا رجز بھی شعر کی اقسام سے ہے یا نہیں؟ اور صحیح یہ ہے کہ یہ بھی شعر کی قسم سے ہے' کیونکہ شعر اس کلام موزون کو کہتے ہیں جس میں قافیہ کی رعایت کی جائے' اور رجز بھی اسی طرح سے ہے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ رجز اس لیے شعر نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے رجز پڑھا ہے' اگر رجز شعر ہو تو لازم آئے گا کہ نبی ﷺ کو شعر کا علم تھا حالانکہ قرآن مجید میں ہے: ''وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ'' (یٰس:٦٩) ہم نے آپ کو شعر نہیں سکھایا۔ یہ قول صحیح نہیں ہے' کیونکہ جو ایک یا دو شعر پڑھ لے' اس پر شاعر کا اطلاق کیا جاتا ہے نہ ہی یہ کہا جاتا ہے کہ اس کو شعر کا علم ہے۔

مصنف کے نزدیک اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ اہل عرب اس کلام کو شعر کہتے تھے جس میں خیال آرائی اور مبالغہ اور جھوٹ ہو' اسی وجہ سے وہ قرآن مجید کو شعر اور نبی ﷺ کو شاعر کہتے تھے کہ جنت' دوزخ' حور اور غلمان وغیرہ یہ سب خیال آفرینی اور مبالغہ آرائی ہے' اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا کہ ہم نے اپنے نبی کو شعر نہیں سکھایا یعنی خیال آفرینی اور جھوٹ کی تعلیم نہیں دی ورنہ کلام موزون کے اعتبار سے تو قرآن مجید کی بہت سورتوں میں کلام موزون اور کلام منظوم ہے (مثلاً سورۃ الکوثر کو دیکھ لیں) تو اگر کلام موزون پر شعر ہونے کا مدار ہے تو قرآن مجید کی بہت سی سورتیں شعر قرار پائیں گی۔

سماع پر علامہ قرطبی کا تبصرہ

نیز علامہ قرطبی لکھتے ہیں: نبی ﷺ نے جو رجز یہ کلام پڑھا ہے' اس سے صوفیہ نے سماع کی اباحت پر استدلال کیا ہے' لیکن انہوں نے اس میں افراط کیا ہے اور حد جواز سے تجاوز کیا ہے اور آلاتِ موسیقی جو حرام ہیں' ان کو مباح کہا ہے اور رقص کرنے کو بھی جائز کہا ہے اور یہ مجنونوں' باطل پرستوں اور فساق کے افعال ہیں اور یہ لوگ شریعت میں ان چیزوں کو داخل کر دیتے ہیں' جو شریعت میں داخل نہیں ہیں' اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور احسان سے ہمیں ان کاموں سے محفوظ اور مامون رکھے۔ (آمین)

(المفہم ج ٢ ص ١٢٤۔١٢١ ملخصاً' دار ابن کثیر بیروت' ١٤٢٠ھ)

شیخ عبدالعزیز بن باز کا اولیاء اللہ کے مولد کے نزدیک مسجد بنانے پر اعتراض اور مصنف کے جوابات

اس حدیث کی شرح میں حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی المتوفی ٨٥٢ھ نے بھی لکھا ہے:

البیضاوی نے کہا ہے کہ جب یہود اور نصاریٰ انبیاء علیہم السلام کی تعظیم کے لیے ان کی قبروں کو سجدہ کرتے تھے اور ان کی قبروں کو اپنی نمازوں کا قبلہ قرار دیتے تھے اور ان کی قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور انہوں نے ان کی قبروں کو بت بنا لیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو ایسا کرنے سے منع فرمایا' لیکن جن لوگوں نے صالحین کی قبر کے جوار اور قرب میں مسجد بنائی اور ان کے قرب سے حصولِ برکت کا قصد کیا نہ کہ ان کی تعظیم کا اور ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا' تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہیں۔

(فتح الباری ج ١ ص ٥٢٥' دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور' ١٤٠١ھ' فتح الباری ج ٢ ص ٨٢' دار المعرفۃ بیروت' ١٤٢٦ھ)

شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز اس کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

اس عبارت کا غلط ہونا واضح ہے' صحیح یہ ہے کہ یہ حرام ہے اور یہ بھی ان احادیث کے تحت داخل ہے' جن میں قبروں کو مسجد بنانے سے منع فرمایا ہے۔ (حاشیہ عبدالعزیز بن باز' فتح الباری ج ١ ص ٥٢٥' مطبوعہ لاہور)

میں کہتا ہوں کہ شیخ عبدالعزیز بن باز نے جو لکھا ہے وہ صراحۃً اور بداہۃً غلط ہے' قبر پر مسجد بنانے کا معنی یہ ہے جیسا کہ علامہ عینی نے علامہ البیضاوی سے نقل کیا ہے کہ قبر کو ہموار کر کے اس کے اوپر مسجد بنائی جائے اور اس پر نماز پڑھی جائے۔ (عمدۃ القاری ج ٤ ص ٢٥٧' دار الکتب العلمیہ بیروت) اور یہ ہمارے نزدیک بھی جائز نہیں ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے جس کو جائز کہا ہے وہ یہ ہے کہ کسی

مرد صالح اور ولی اللہ کے قرب میں مسجد بنائی جائے اور نماز میں اس کی تعظیم کا قصد کیا جائے' نہ اس کی طرف منہ کیا جائے اور حدیث میں اس کی ممانعت نہیں ہے۔ حدیث میں اس بات کی ممانعت ہے کہ قبر کی طرف منہ کر کے صاحب قبر کی تعظیم کے قصد سے نماز پڑھی جائے اور اس کی ممانعت نہیں ہے کہ نہ صاحب قبر کی طرف منہ کیا جائے اور نہ اس کی تعظیم کے قصد سے نماز پڑھی جائے۔ کیا شیخ عبدالعزیز بن باز کے نزدیک ان دونوں باتوں میں فرق نہیں ہے! قبر کی طرف منہ کرنے اور نہ کرنے' یعنی اثبات اور نفی میں کوئی فرق نہیں ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صرف قبر والے کی تعظیم کے قصد سے اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور قبر والے کی تعظیم کے قصد کے بغیر اس کی قبر کی طرف منہ کیے بغیر اس کے نزدیک بنی ہوئی مسجد میں کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے منع نہیں فرمایا' پھر شیخ عبدالعزیز بن باز نے اس کی ممانعت کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف کیوں کی ہے اور جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نہیں فرمائی' اس بات کی آپ کی طرف نسبت کرتے وقت انہیں' درج ذیل حدیثوں کی وعید میں داخل ہونے کا کوئی خوف اور خطرہ نہیں تھا کہ

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے مجھ پر وہ بات کہی جو میں نے نہیں کہی' وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔ (صحیح البخاری: ۱۰۹' مسند احمد: ۱۰۵۲۰۔ ج ۲ ص ۵۰۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: مجھ پر جھوٹ نہ باندھو' پس جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے وہ دوزخ میں داخل ہو جائے۔ (صحیح البخاری: ۱۰۶' مقدمہ صحیح مسلم: ۲' سنن ترمذی: ۲۶۶۰۔ ۳۱۷۵' سنن ابن ماجہ: ۳۱' مسند احمد ج ۱ ص ۸۳)

* باب مذکور کی حدیث کی شرح' شرح صحیح مسلم: ۱۰۷۵۔ ج ۲ ص ۶۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) مساجد بنانے کی ذمہ داری (۲) پھل دار درختوں کا کاٹنا (۳) قبور مشرکین پر مسجد بنانا (۴) رجز کی تعریف (۵) حضور کی شعر گوئی۔

٤٩ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِیْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ — بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنا

اس باب کے عنوان میں اور حدیث میں ''مرابض'' کا لفظ ہے' اس کا مادہ ''ربض'' ہے' اس کا معنی ہے: کسی جگہ ٹھہرنا اور ''مربض'' بکریوں کے باڑے کو کہتے ہیں۔ اس باب کی باب سابق کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ اس باب کی حدیث میں بھی یہ ذکر تھا کہ جس جگہ نماز کا وقت آتا تھا' آپ وہیں نماز پڑھ لیتے تھے' حتیٰ کہ بکریوں کے باڑے میں بھی نماز پڑھ لیتے تھے' اور اس باب میں یہ ذکر ہے کہ مسجد بنانے سے پہلے آپ بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لیتے تھے۔

٤٢٩ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِی التَّيَّاحِ ' عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّیْ فِیْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ ' ثُمَّ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ كَانَ يُصَلِّیْ فِیْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ ' قَبْلَ اَنْ يُّبْنَی الْمَسْجِدُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابو التیاح از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لیتے تھے' پھر میں نے ان سے یہ سنا کہ آپ مسجد بنانے سے پہلے بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لیتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۳ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: اونٹوں' جانوروں اور بکریوں کے پیشاب اور ان کے باڑے کا حکم۔

٥٠ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِیْ مَوَاضِعِ الْاِبِلِ — اونٹوں کی جگہوں میں نماز پڑھنا

اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنے میں فقہاء کا اختلاف ہے' بعض فقہاء کے نزدیک جائز ہے اور بعض منع کرتے ہیں۔ مانعین

کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھو اور اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ میں نماز نہ پڑھو۔ (سنن ترمذی: ۳۴۸ مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۱)

صحیح البخاری: ۲۳۴ کی شرح میں ہم نے اس کی زیادہ تفصیل لکھی ہے۔

جواز کے متعلق امام بخاری کی درج ذیل روایت ہے:

٤٣٠ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ اَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَيَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ قَالَ رَاَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يُصَلِّيْ اِلٰى بَعِيْرِهٖ، وَقَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهٗ. [طرف الحدیث: ۵۰۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن حیان نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از نافع وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اونٹ کی طرف نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(صحیح مسلم: ۵۰۲ الرقم المسلسل: ۱۰۹۷ سنن ابوداؤد: ۶۹۲ سنن ترمذی: ۳۵۲ المعجم الکبیر: ۱۳۴۰۴ سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۶۹ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۸۳ مسند احمد ج ۲ ص ۳ طبع قدیم مسند احمد: ۴۴۶۸۔ ج ۸ ص ۱۴ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) صدقہ بن الفضل ابو الفضل المروزی یہ ۲۲۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) سلیمان بن حیان ابو خالد الاحمر الازدی الجعفری الکوفی الامام ۱۸۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب یہ فضل اور عبادت میں اہل مدینہ کے اکابر میں سے تھے ۱۴۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) نافع حضرت ابن عمر کے آزاد کردہ غلام ہیں (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۶۹)

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت نہیں ہے کیونکہ باب کا عنوان ہے: اونٹوں کی جگہ پر نماز پڑھنا اور حدیث میں ہے: سواری کی طرف نماز پڑھنا۔

سواری کو سُترہ بنانے کا جواز

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ سواری کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جائز ہے علامہ ابن التین نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ گھوڑوں اور گدھوں کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھی جائے کیونکہ ان کا پیشاب نجس ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اونٹ کے قریب نماز پڑھنا جائز ہے اور اگر آدمی نماز میں اونٹ اور سواری کو سُترہ بنائے تو یہ جائز ہے اور امام ترمذی نے بعض اہل علم سے نقل کیا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور علامہ ابن عبد البر نے الاستذکار میں لکھا ہے کہ سواری کو سُترہ بنانے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ابن حزم نے لکھا ہے: جس نے اونٹ کی طرف نماز پڑھنے سے منع کیا وہ باطل ہے۔

٥١ - بَابُ مَنْ صَلّٰى وَقُدَّامَهٗ تَنُّوْرٌ اَوْ نَارٌ اَوْ شَيْءٌ مِّمَّا يُعْبَدُ فَاَرَادَ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ تَعَالٰى

جس نے تنور یا آگ یا کسی ایسی چیز کے سامنے نماز پڑھی جس کی عبادت کی جاتی تھی اور اس کا ارادہ اخلاص سے اللہ کی عبادت کرنا تھا

امام بخاری نے اس عنوان کو مبہم رکھا ہے اور یہ واضح نہیں کیا کہ آیا اس کی نماز جائز ہے یا نہیں؟ لیکن اس باب کے تحت انہوں نے جو احادیث وارد کی ہیں' ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس شخص کی نماز مکروہ نہیں ہے' پھر امام بخاری نے یہ تعلیق ذکر کی ہے:

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ أَخْبَرَنِي أَنَسٌ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَيَّ النَّارُ وَأَنَا أُصَلِّي.

اور الزہری نے کہا: مجھے حضرت انس رضی اللہ نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر آگ پیش کی گئی اور میں اس وقت نماز پڑھ رہا تھا۔

امام بخاری نے اس تعلیق کو صحیح البخاری: ۵۴۰ میں موصولاً روایت کیا ہے اور اس باب کا عنوان ہے: زوال کے نزدیک ظہر کا وقت۔

۴۳۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ' عَنْ مَالِكٍ ' عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ' عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ انْخَسَفَتِ الشَّمْسُ ' فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' ثُمَّ قَالَ أُرِيْتُ النَّارَ ' فَلَمْ أَرَ مَنْظَرًا كَالْيَوْمِ قَطُّ أَفْظَعَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از مالک از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہ سورج کو گہن لگ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی' پھر آپ نے فرمایا: مجھے آگ دکھائی گئی اور میں نے آج کی طرح قبیح منظر ہرگز نہیں دیکھا۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۲۵۱ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

''کسوف' خسوف'' اور ''افظع'' کا معنی

اس حدیث میں ''انخسفت'' کا لفظ ہے' اس کا مادہ ''خسوف'' ہے' اس کا معنی ہے: چاند کو گہن لگنا اور ''کسوف'' کا معنی ہے: سورج کو گہن لگنا اور مجازاً ایک کا دوسرے پر اطلاق ہو جاتا ہے۔ سورج اور چاند گہن کی نمازوں کی تفصیل ان شاء اللہ اپنے باب میں آئے گی۔

اس حدیث میں ''افظع'' کا لفظ ہے۔ ''فظیع'' کا معنی ہے: شنیع اور قبیح۔

سورج گہن لگنے پر نماز پڑھنے کا استحباب' جنت اور دوزخ کا مخلوق ہونا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمین سے دوزخ کو دیکھنا اور دیگر مسائل

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورج گہن لگنے پر نماز پڑھنا مستحب ہے۔

اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت اور دوزخ کو پیدا کیا جا چکا ہے' معتزلہ اس کا انکار کرتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ ابھی جنت اور دوزخ کی کوئی ضرورت نہیں ہے' جب جزاء اور سزا کا مرحلہ آئے گا تو اللہ تعالیٰ ان کو فوراً پیدا کر دے گا۔ ہم کہتے ہیں کہ چونکہ قرآن اور حدیث سے ان کا وجود ثابت ہے' اس لیے ان کے مخلوق ہونے پر ہمارا ایمان ہے اور ان کی تخلیق کی بہت حکمتیں ہیں' ان میں سے ایک حکمت یہ ہے کہ شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ دونوں دکھائی گئیں۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزہ کا ذکر ہے کہ آپ نے دوزخ کا مشاہدہ کیا' بایں طور کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اور دوزخ کے درمیان حجابات کو اٹھا دیا اور آپ نے اپنی آنکھوں سے دوزخ کو دیکھ لیا' جس طرح آپ کے اور مسجد اقصیٰ کے درمیان حجابات کو اٹھا دیا گیا تھا اور آپ نے مکہ میں رہتے ہوئے مسجد اقصیٰ کو دیکھ لیا تھا۔

اور اس حدیث میں امام بخاری کے قائم کردہ عنوان پر دلیل ہے کہ جب نمازی کے سامنے آگ ہو اور وہ اخلاص سے اللہ کے لیے نماز پڑھ رہا ہو تو اس کی نماز میں کوئی حرج نہیں ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۰۱۹- ج۱ ص ۱۳۱۵ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۵۲ - بَابُ كَرَاهِيَةِ الصَّلٰوةِ فِي الْمَقَابِرِ قبرستان میں نماز پڑھنے کی کراہت

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنا مکروہ ہے' باب سابق کے ساتھ اس باب کی مناسبت نفی اور اثبات میں ہے۔ باب سابق میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ آگ کے سامنے نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے اور اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قبر کے سامنے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

۴۳۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِي نَافِعٌ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِجْعَلُوْا فِي بُيُوْتِكُمْ مِنْ صَلَاتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا۔ [طرف الحدیث: ۱۱۸۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: اپنے گھروں میں بھی اپنی نمازوں کا حصہ رکھو اور اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔

(صحیح مسلم: ۷۷۷' الرقم المسلسل: ۱۷۸۹' سنن ابوداؤد: ۱۴۴۸۔ ۱۰۴۳' سنن نسائی: ۱۵۹۷' سنن ابن ماجہ: ۱۳۷۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۵۵' مسند احمد ج ۲ ص ۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۵۱۱۔ ج ۸ ص ۱۰۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

حدیث مذکور کا باب کے مطابق نہ ہونا

امام بخاری نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے: قبرستان میں نماز پڑھنے کی کراہت' اور اس عنوان کے تحت جو حدیث ذکر کی ہے' وہ اس عنوان کے خلاف ہے کیونکہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ تم اپنے گھروں میں اس طرح نہ رہو' جس طرح مردے قبروں میں رہتے ہیں' کیونکہ مردوں کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں اور وہ مکلف نہیں رہتے' اسی لیے آپ نے فرمایا ہے: اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ' یعنی یوں نہ کرو کہ جس طرح مردے قبروں میں نماز نہیں پڑھتے' تم بھی اپنے گھروں میں نماز نہ پڑھو' اور اس حدیث میں اس کا بیان نہیں ہے کہ تم قبرستان میں نماز پڑھو یا نہ پڑھو۔

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی مناسبت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ گھروں میں مُردوں کو دفن نہ کرو' کیونکہ اگر ہمیشہ مُردوں کو گھروں میں دفن کیا جائے گا تو گھر قبرستان بن جائیں گے اور پھر گھروں میں نماز پڑھنا مکروہ ہوگا' صحیح مسلم کی حدیث میں اس کی صراحت ہے' آپ نے فرمایا: اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اور اس کا ظاہر معنی یہ ہے کہ گھروں میں مردوں کو دفن نہ کرو۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۸۶' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے ظاہر لفظ اس معنی پر دلالت نہیں کرتے' بلکہ جس معنی پر اس حدیث کے ظاہر لفظ دلالت کرتے ہیں' وہ یہ ہے کہ تم اپنے گھروں کو قبرستان کی طرح نماز سے خالی نہ رکھو' کیونکہ قبرستان عبادت کی جگہ نہیں ہے' اسی وجہ سے بعض فقہاء نے قبرستان میں نماز پڑھنے کو مکروہ کہا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۷۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

قبرستان میں نماز کی ممانعت کے متعلق احادیث

قبرستان میں نماز کی کراہت پر حسب ذیل احادیث دلالت کرتی ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات جگہوں پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے: (۱) بیت الخلاء (۲) کمیلا (ذبح خانہ) (۳) مقبرہ (۴) عام راستہ (۵) حمام (۶) اونٹوں کا اصطبل (۷) بیت اللہ کی چھت کے اوپر۔

(سنن ترمذی: ۳۴۶ 'سنن ابن ماجہ: ۷۴۷ـ ۷۴۶)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حمام اور مقبرہ کے سوا تمام روئے زمین مسجد ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۹۲ 'سنن ترمذی: ۳۱۷ 'سنن ابن ماجہ: ۷۴۵ 'مسند احمد ج ۳ ص ۸۳)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۷۱۷ ـ ج ۲ ص ۴۳۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: گھر میں نوافل کی فضیلت۔

۵۳ - بَابُ الصَّلٰوۃِ فِیْ مَوَاضِعِ الْخَسْفِ وَالْعَذَابِ — جس جگہ دھنسایا گیا ہو اور عذاب کی جگہ نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ جس جگہ دھنسایا گیا ہو یا عذاب دیا گیا ہو' وہاں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے' امام بخاری نے اس کا حکم نہیں بیان کیا کہ آیا اس جگہ نماز پڑھنا مکروہ ہے یا ناجائز ہے' لیکن جو احادیث ذکر کی ہیں' ان سے پتا چلتا ہے کہ اس جگہ نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے' اس عنوان میں اور اس باب کی حدیث میں ''خسف'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: زمین میں دھنسنا۔

وَیُذْکَرُ اَنَّ عَلِیًّا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کَرِہَ الصَّلٰوۃَ بِخَسْفِ بَابِلَ. اور ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بابل کی دھنسی ہوئی جگہ میں نماز کو مکروہ قرار دیا۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل احادیث ہیں۔

حجر بن عنبس الحضرمی بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ النہروان کی طرف نکلے' حتیٰ کہ جب ہم بابل پر پہنچے تو عصر کی نماز کا وقت آ گیا' ہم نے کہا: ''الصلوٰۃ'' (نماز پڑھیے) آپ خاموش رہے' ہم نے پھر کہا: ''الصلوٰۃ'' آپ خاموش رہے' جب آپ اس جگہ سے نکل گئے تو آپ نے نماز پڑھی' پھر آپ نے فرمایا: میں اس جگہ نماز نہیں پڑھ سکتا تھا جس کو تین بار زمین میں دھنسایا گیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۵۵ ـ ج ۲ ص ۱۵۴ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

عبداللہ بن ابی المحل بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس جگہ نماز پڑھنے کو مکروہ کہتے تھے جسے دھنسایا گیا ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۵۶)

ابن ابی المحل بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بابل کی جانب سے گزرے تو آپ نے وہاں نماز نہیں پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۵۷)

بَابل کا معنی اور سترہ جگہوں پر نماز پڑھنے کی ممانعت

ابوعبید البکری نے کہا ہے کہ بَابل عراق کا شہر ہے' جہاں جادو مشہور تھا۔

الجوہری نے کہا ہے کہ بابل عراق کی ایک جگہ کا نام ہے' جہاں جادو اور خمر (شراب) کو منسوب کیا جاتا ہے۔

بعض مقامات پر احادیث میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات جگہوں پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے: (۱) بیت الخلاء (۲) مذبح (۳) مقبرہ (۴) شارع عام (۵) حمام (۶) اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ (۷) بیت اللہ کی چھت پر۔ (سنن ترمذی: ۳۱۷)

قاضی ابوبکر ابن العربی نے کہا ہے کہ جن جگہوں پر نماز پڑھنا منع ہے' وہ تیرہ جگہیں ہیں' سات یہ ہیں اور چھ اور ہیں:

(۱) تمہارے سامنے بیت الخلاء کی دیوار ہو' جس پر نجاست ہو (۲) گرجا (۳) یہودیوں کی عبادت گاہ (۴) تمہارے سامنے قبلہ کی جانب مجسمے یا تصویریں ہوں (۵) دار العذاب (۶) غصب شدہ زمین۔ بعض دیگر فقہاء نے ان جگہوں کا بھی اضافہ کیا ہے:

(۱) سوئے ہوئے شخص کی طرف منہ کر کے (۲) باتیں کرنے والے کی طرف منہ کر کے (۳) مسجد ضرار میں نماز پڑھنا (۴) جن پر کفر کا فتویٰ ہے' ان کی مسجد میں نماز پڑھنا' پس سب ملا کر سترہ جگہوں پر نماز پڑھنا منع ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۸۰۔۲۷۹ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ ھ)

۴۳۳ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَدْخُلُوا عَلٰى هٰؤُلَاءِ الْمُعَذَّبِينَ اِلَّا اَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ فَاِنْ لَّمْ تَكُونُوا بَاكِينَ فَلَا تَدْخُلُوا عَلَيْهِمْ لَا يُصِيبُكُمْ مَا اَصَابَهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن دینار از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان عذاب شدہ لوگوں کے پاس سے صرف روتے ہوئے گزرنا' پس اگر تم روتے ہوئے نہ گزر سکو تو ان کے پاس داخل نہ ہونا کہیں تم پر بھی وہ عذاب نہ آ جائے جو ان پر آیا تھا۔

[اطراف الحدیث: ۳۳۸۰۔۳۳۸۱۔۴۴۱۹۔۴۴۲۰۔۴۷۰۲]

(صحیح مسلم: ۲۹۸۰' الرقم المسلسل: ۷۳۵۸' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۲۷۴' مسند الحمیدی: ۶۵۳' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۵۱' صحیح ابن حبان: ۶۲۰۱۔ ۶۲۰۰' شرح السنۃ: ۴۱۶۶' المعجم الکبیر: ۱۳۶۵۴' مسند احمد ج ۲ ص ۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۵۶۱۔ ج ۸ ص ۱۶۸۔۱۶۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے چار رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

عنوان کے ساتھ حدیث کی مطابقت

یہ حدیث حضرت علی کے اثر کے مطابق ہے' کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کی طرف جاتے ہوئے مقام حجر سے گزرے' جہاں قوم ثمود کے مکانات تھے تو آپ اس جگہ نہیں ٹھہرے' اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ جب بابل کی دھنسی ہوئی جگہ پر پہنچے تو وہاں نہیں ٹھہرے' اس اعتبار سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر بھی باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

وادیٔ ثمود میں رو کر گزرنے کی توجیہ اور غیر مقلدین کے نظریہ کا باطل ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اس جگہ سے روئے بغیر گزرنے کی ممانعت بدشگونی کی وجہ سے ہے کیونکہ اس جگہ کے رہنے والوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا تھا۔ قرآن مجید میں ہے:

وَسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ○ (ابراہیم: ۴۵)

اور تم ان لوگوں کے گھروں میں رہتے تھے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اور تم پر خوب واضح ہو چکا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیسا معاملہ کیا تھا اور ہم نے تمہیں سمجھانے کے لیے کئی مثالیں بیان کر دی تھیں ○

پس اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر غضب نازل فرمایا' اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ سے بھی بدشگونی لی' جس جگہ آپ اور آپ کے صحابہ سوتے رہ گئے تھے اور سورج طلوع ہو گیا تھا' آپ نے اس جگہ قضاء نماز نہیں پڑھائی اور اس سے آگے جا کر قضاء نماز پڑھائی

اور فرمایا: اس جگہ شیطان کا اثر ہے' سو جس جگہ کسی قوم پر عذاب نازل کر کے اس کو زمین میں دھنسا دیا گیا ہو' وہاں نماز نہ پڑھنا زیادہ لائق ہے' مگر اس جگہ سے روتے ہوئے گزرنے کو آپ نے مباح کر دیا ہے اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس جگہ نماز پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ نماز میں رونا' گڑگڑانا اور اللہ سے ڈرنا مطلوب ہوتا ہے' اور اگر یہاں بغیر روتے ہوئے نماز پڑھی تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی۔

بعض اہل ظاہر (غیر مقلدین) نے یہ کہا ہے کہ جس نے ثمود کے شہر مقام حجر میں سہواً بغیر روئے نماز پڑھی' اس پر سجدہ سہو لازم ہے اور جس نے عمداً ایسا کیا تو اس کی نماز باطل ہے' اسی طرح اس شخص کا حکم ہے' جس نے مسجد ضرار میں نماز پڑھی' ان لوگوں کا یہ قول ساقط الاعتبار ہے' اگر ان کے نزدیک عمداً رونے کو ترک کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے تو پھر سہواً رونے کو ترک کرنے سے سجدہ سہو سے نماز کیسے مکمل ہو جاتی ہے کیونکہ فقہاء کے نزدیک فرائض کے ترک کی سجدہ سہو سے تلافی نہیں ہوتی۔

عذاب کی جگہوں سے بغیر روئے گزرنے سے عذاب کی وجہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دی ہے' آپ نے فرمایا: کہیں تم پر بھی وہ عذاب نہ آ جائے جو ان پر آیا تھا' اور اس حدیث میں کوئی ایسی بات مذکور نہیں ہے کہ جو وہاں بغیر روئے نماز پڑھے گا اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ اس حدیث میں صرف نزول عذاب کے خوف کا ذکر ہے اور ان لوگوں نے مسجد ضرار میں نماز پڑھنے کو بھی مواضع عذاب کے ساتھ لاحق کر دیا ہے اور اس کا اس حدیث میں ذکر نہیں ہے' یہ صرف ان لوگوں کا قیاس فاسد ہے حالانکہ یہ لوگ قیاس کے قائل نہیں ہیں اور یہ بھی تناقض ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۷۰ ۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

''الحجر'' کا مصداق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ان عذاب شدہ لوگوں کے پاس سے صرف روتے ہوئے گزرنا۔

یعنی اصحاب الحجر کے گھروں کے پاس سے' یہ قوم ثمود کے گھر تھے اور یہ لوگ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھے' الحجر شام اور حجاز کے درمیان ایک شہر ہے' قتادہ نے کہا: الحجر اس وادی کا نام ہے' جہاں یہ رہتے تھے' الزہری نے کہا: یہ ان کے شہر کا نام ہے۔

وادیٔ ثمود اور وادیٔ محسر سے جلدی جلدی گزرنے کی توجیہ

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ان لوگوں کے گھروں میں ان کے بعد کوئی نہیں رہتا تھا' کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی شخص وہاں ساری عمر روتا رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر روئے ان کے گھروں میں داخل ہونے سے منع فرما دیا ہے' اور اس حدیث میں وہاں ٹھہرنے اور اس جگہ کو وطن بنانے سے آپ نے منع فرما دیا ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ان عذاب یافتہ لوگوں کے شہر سے جلد از جلد گزرنا چاہیے' جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وادیٔ محسر سے جلدی جلدی گزرے تھے کیونکہ اس جگہ اصحاب الفیل کو ہلاک کیا گیا تھا' آپ نے اس جگہ سے روتے ہوئے گزرنے کا حکم اس لیے دیا تھا تاکہ لوگ ان پر عذاب نازل ہونے کی وجہ پر غور و فکر کریں۔

علامہ ابن جوزی نے کہا ہے: ایسے مقام پر غور و فکر کرنے کی تین قسمیں ہیں:

(۱) اس پر غور و فکر کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر عذاب نازل کیا تھا۔

(۲) یہ لوگ اپنے کفر اور فساد پر اللہ تعالیٰ کے سامنے ڈٹ گئے اور اپنے زعم میں انہوں نے دلیری کا مظاہرہ کیا۔

(۳) اس جگہ سے گزرنے والوں کو اس پر غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان اور اعمال صالحہ کی توفیق دی اور ایسی گم راہی میں مبتلا ہونے سے بچا لیا۔

اور اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ جس جگہ زمین میں دھنسایا گیا ہو یا عذاب نازل کیا گیا ہو' وہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے اور

بھی اس باب کا عنوان ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۸۳ ۔ ۲۸۲ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٥٤ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِي الْبِيْعَةِ — گرجے میں نماز پڑھنے کا حکم

اس حدیث میں عیسائیوں کے معبد میں نماز پڑھنے کا حکم بیان کیا گیا ہے اور اس کے لیے عنوان میں ''البیعة'' کا لفظ ہے اور مشہور یہ ہے کہ ''البیعة'' یہودیوں کا معبد ہے اور ''الکنیسة'' عیسائیوں کا معبد ہے' اس وجہ سے امام بخاری پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ انہوں نے ''البیعة'' سے عیسائیوں کا معبد مراد لیا ہے حالانکہ ''البیعة'' یہودیوں کے معبد کو کہتے ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ بعض کے نزدیک ''البیعة'' کا لفظ یہود اور نصاریٰ دونوں کے معبد کے لیے عام ہے۔

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِنَّا لَا نَدْخُلُ كَنَائِسَكُمْ مِنْ أَجْلِ التَّمَاثِيلِ الَّتِي فِيهَا الصُّوَرُ. وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يُصَلِّي فِي الْبِيْعَةِ ' إِلَّا بِيْعَةً فِيهَا تَمَاثِيلُ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک ہم تمہاری عبادت گاہوں میں ان صورتوں کے مجسموں کی وجہ سے داخل نہیں ہوں گے' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہر گرجے میں نماز پڑھتے تھے' سوا اس گرجے کے جس میں مجسمے ہوتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت عمر کے آزاد شدہ غلام اسلم بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام میں داخل ہوئے تو عیسائیوں کے سرداروں نے آپ کے لیے کھانا تیار کیا اور آپ کو دعوت دی تو آپ نے فرمایا: ہم تمہاری عبادت گاہوں میں ان صورتوں کے مجسموں کی وجہ سے داخل نہیں ہوں گے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۶۱۲ ۔ ج ۱ ص ۴۱۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اسلم بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام میں گئے تو نصاریٰ میں سے ایک شخص نے آپ کو کھانے کی دعوت دی اور حضرت عمر سے کہا: میری خواہش ہے کہ آپ اور آپ کے اصحاب میرے پاس آکر میری عزت افزائی کریں' وہ شخص نصاریٰ کے سرداروں میں سے تھا' حضرت عمر نے فرمایا: ہم تمہاری عبادت گاہوں میں ان مجسموں کی وجہ سے داخل نہیں ہوتے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۱۹۶۵۵ ۔ ۱۶۱۳)

٤٣٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ ' عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ' عَنْ أَبِيهِ ' عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ ذَكَرَتْ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَنِيسَةً رَأَتْهَا بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ ' يُقَالُ لَهَا مَارِيَةُ ' فَذَكَرَتْ لَهُ مَا رَأَتْ فِيهَا مِنَ الصُّوَرِ ' فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُولٰئِكَ قَوْمٌ إِذَا مَاتَ فِيهِمُ الْعَبْدُ الصَّالِحُ ' أَوِ الرَّجُلُ الصَّالِحُ ' بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهِ مَسْجِدًا ' وَصَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّوَرَ ' أُولٰئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ حضرت ام سلمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا کہ انہوں نے حبشہ کی سرزمین میں ایک گرجا دیکھا تھا جس کا نام ماریہ تھا' انہوں نے اس کا ذکر کیا اور ان صورتوں کے مجسموں کا ذکر جو انہوں نے اس میں دیکھے تھے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان میں سے کوئی نیک بندہ یا نیک شخص فوت ہو جاتا ہے تو یہ اس کی قبر پر مسجد بنا دیتے ہیں اور اس کی قبر پر ان صورتوں کے مجسمے بنا دیتے ہیں' یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۲۷ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: آیا مشرکین جاہلیت کی قبروں کو کھودا

جائے گا اور اس جگہ مسجد بنائی جائے گی؟ اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: گرجے میں نماز پڑھنا۔

اس اعتراض کا جواب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورج گہن کی نماز پڑھی حالانکہ آپ کے سامنے آگ تھی اور آگ کی پرستش کی جاتی ہے

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس حدیث میں غیر مسلموں کے معبد میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے حالانکہ صحیح البخاری: ۴۳۱ میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورج گہن کی نماز پڑھی اور فرمایا: مجھے آگ دکھائی گئی' حالانکہ آگ کی آتش پرست بھی عبادت کرتے ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ وہاں غیر اختیاری طور پر آپ کے سامنے آگ تھی اور یہاں اپنے اختیار سے غیر مسلموں کے معبد میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

گرجے میں نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

یہود اور نصاریٰ کے معبد میں نماز پڑھنے کے متعلق علماء کا اختلاف ہے' حضرت عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے وہاں صورتوں اور مجسموں کی وجہ سے نماز پڑھنے کو مکروہ کہا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس معبد کو بیری کے پتوں کے پانی سے دھوؤ اور اس میں نماز پڑھو' اور یہی امام مالک کا قول ہے۔

اسماعیل بن اسحاق نے کہا: امام مالک نے فرمایا: میں گرجے میں نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیتا ہوں' کیونکہ وہ لوگ خنزیر کھاتے ہیں اور شراب پیتے ہیں اور نجاست سے بہت کم احتیاط کرتے ہیں' ہاں! اگر کوئی شخص کیچڑ اور بارش کی شدت سے وہاں نماز پڑھنے پر مجبور ہو جائے جب کہ اسے یقین ہو کہ اس کو نجاست نہیں لگے گی تو اس کے وہاں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے' اور حسن بصری نے گرجے میں نماز پڑھنے کو مکروہ کہا ہے' اور ابراہیم نخعی' شعبی' عطاء اور ابن سیرین نے اس میں نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے' اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے شام میں یوحنا کے گرجے میں نماز پڑھی۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

فقہاء احناف کے نزدیک گرجے میں نماز پڑھنے کا شرعی حکم

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

تصاویر پر سجدہ نہ کرے کیونکہ یہ تصویر کی عبادت کے مشابہ ہے' امام محمد نے مبسوط میں اس کو مطلقاً مکروہ کہا ہے اور یہ بھی مکروہ ہے کہ اس کے سر کے اوپر چھت میں یا اس کے سامنے یا اس کے متوازی تصاویر ہوں یا کوئی تصویر لٹکی ہوئی ہو۔

(ہدایہ اولین ص ۱۴۲' مکتبہ شرکت علمیہ' ملتان)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فرشتے اس گھر میں نہیں داخل ہوتے' جس میں کتا ہو نہ اس گھر میں جس میں تصاویر ہوں۔

(صحیح البخاری: ۵۹۴۹' صحیح مسلم: ۲۱۰۶' سنن ابوداؤد: ۴۱۵۵' سنن ترمذی: ۲۸۰۴' سنن ابن ماجہ: ۳۶۴۹' مسند احمد ج ۴ ص ۲۹-۲۸)

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے لکھا ہے:

میں کہتا ہوں کہ ظاہر یہ ہے کہ تصاویر کے ساتھ صلیب بھی لاحق ہے' اگرچہ وہ جاندار کی تصویر نہیں ہے اور اس لیے کہ اس میں نصاریٰ کے ساتھ تشبہ ہے اور مذموم چیز کے ساتھ تشبہ مکروہ ہے خواہ اس میں ان کے ساتھ تشبہ کا قصد نہ کیا گیا ہو۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۳۶۰' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اور چونکہ گرجے میں صلیب' حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم کے مجسمے بہ کثرت رکھے ہوئے ہوتے ہیں' اس لیے فقہاء احناف کے نزدیک بھی گرجے میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہوگا' خصوصاً تصاویر کے مجسموں کے سامنے۔

۵۵ - بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان قائم نہیں کیا' لہٰذا یہ باب بھی بابِ سابق کے ساتھ لاحق ہے۔

۴۳۵'۴۳۶ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّ عَائِشَةَ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ قَالَا لَمَّا نُزِلَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيْصَةً لَّهٗ عَلٰى وَجْهِهٖ ' فَاِذَا اغْتَمَّ بِهَا كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهٖ ' فَقَالَ وَهُوَ كَذٰلِكَ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى' اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ. يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوْا. [اطراف الحدیث: ۱۳۳۰ـ ۱۳۹۰ـ ۳۴۵۳ـ ۳۴۵۴ـ ۴۴۴۱ـ ۴۴۴۳ـ ۴۴۴۴ـ ۵۸۱۵ـ ۵۸۱۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مرض الموت نازل ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چہرے پر سیاہ منقش چادر ڈالی' پھر جب آپ کو اس چادر سے تنگی ہوئی تو آپ نے اس چادر کو چہرے سے ہٹایا' پھر اسی حالت میں آپ نے فرمایا: یہود اور نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو' جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو مساجد بنا دیا' آپ ان کے کیے ہوئے کاموں سے ڈرا رہے تھے۔

(صحیح مسلم: ۵۳۱' الرقم المسلسل: ۱۱۶۸' سنن نسائی: ۷۰۳' السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۰۹۰' مصنف عبد الرزاق: ۱۵۹۱۷ـ ۹۷۵۴ـ ۱۵۸۸' سنن بیہقی ج ۴ ص ۸۰' دلائل النبوۃ ج ۷ ص ۲۰۳' شرح السنۃ: ۳۸۲۵' خلق افعال العباد: ۴۶۹' کتاب الاسماء والصفات: ۲۰۴ـ ۲۰۳' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۴۳' مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۸۴ـ ج ۳ ص ۴۷۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۴۱۸' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر نہیں ہے' پھر عیسائیوں کی اس بات پر کیوں مذمت کی گئی کہ انہوں نے اپنے نبی کی قبر کو سجدہ گاہ بنالیا؟

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ یہود کے تو انبیاء تھے جب کہ عیسائیوں کے نبی صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں' اور حضرت عیسیٰ اور ہمارے نبی علیہما السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے اور نہ ہی اُس کی قبر ہے تو پھر نصاریٰ کا اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنانے سے کیا مراد ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں انبیاء اور اُن کے صالحین پیروکار مراد ہیں' کیونکہ صحیح مسلم میں اس طرح ہے کہ وہ اپنے انبیاء اور اپنے صالحین کی قبروں کو مساجد بنا لیتے تھے۔ اسی وجہ سے اس سے پہلی حدیث (۴۳۴) میں ارشاد ہے کہ: یہ وہ قوم ہے جب ان میں سے کوئی نیک بندہ یا نیک آدمی فوت ہو جاتا تھا تو اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے تھے اور اس پر بُت بنا کر رکھ دیتے تھے اور یہ اللہ کی بدترین مخلوق ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہود تو اپنے انبیاء کی قبروں پر اُن کے بت بناتے تھے اور نصاریٰ اپنے صالحین کی قبروں پر اُن کے بت بنا لیتے تھے۔ اس بدعت کو یہود نے شروع کیا تھا اور نصاریٰ نے اُن کی پیروی کی' اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ نصاریٰ بھی اُن کثیر انبیاء کی تعظیم کرتے تھے جن کی یہود تعظیم کرتے تھے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۸۸' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ نے حافظ ابن حجر کے آخری جملہ سے یہ جواب مستنبط کیا ہے کہ حدیث میں جو مذکور ہے کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مساجد بنالیا تھا' اس سے وہ انبیاء مراد نہیں ہیں جو اُن کی طرف مبعوث ہوئے تھے' بلکہ وہ دیگر انبیاء مراد ہیں' جن پر ان کو ایمان لانا ضروری تھا' جیسے حضرت نوح' حضرت ابراہیم اور دیگر انبیاء علیہم السلام۔

(ارشاد الساری ج ۲ ص ۱۰۸' دارالفکر بیروت' ۱۴۲۱ھ)

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ تاریخ میں اس کا ثبوت نہیں ہے کہ یہودیوں نے کسی نبی کی قبر کی پرستش کی ہو' اس کا جواب یہ ہے کہ کتب تاریخ میں کسی واقعہ کے مذکور نہ ہونے سے اُس واقعہ کی نفی لازم نہیں آتی' جب کہ ہمارے نزدیک کتب تاریخ کی بہ نسبت کتب احادیث معتبر ہیں۔

اس حدیث کی مزید شرح' صحیح البخاری: ۴۲۷ میں گزر چکی ہے۔

۴۳۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ' عَنْ مَالِكٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ' اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہود کو ہلاک کرے انہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو مساجد بنادیا۔

(صحیح مسلم: ۵۳۰' سنن ابوداؤد: ۳۲۲۷' السنن الکبریٰ: ۳۲۹۴' مسند ابویعلیٰ: ۵۸۴۴' مصنف عبد الرزاق: ۹۹۸۷' سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۰۸' دلائل النبوۃ ج ۷ ص ۲۰۴' صحیح ابن حبان: ۳۹۴' حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۲۴' شعب الایمان: ۱۱۱۵۱' المعجم الکبیر: ۳۴۵۶' مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۸۲۶۔ ج ۱۳ ص ۲۲۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۷۷۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عیسائیوں پر بھی قبر پرستی کی وجہ سے لعنت کی ہے ------- حالانکہ اس وقت حضرت عیسیٰ آسمان پر تھے اور ان کی قبر نہیں تھی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ یہود کو قتل کردے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ ان پر لعنت کرے۔ ''قاتل'' کا لفظ یہاں پر رحمت سے دھتکارنے کے معنی میں ہے' اس کا اور لعنت کا مصداق واحد ہے' اس حدیث میں یہود کا ذکر فرمایا ہے حالانکہ عیسائی بھی نبیوں کی قبروں پر سجدہ کرتے تھے' اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی ابتداء یہود نے کی تھی اور انہوں نے اس میں بہت غلو کیا تھا۔

اس سے پہلی حدیث (صحیح البخاری: ۴۳۶) میں فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ یہود اور نصاریٰ پر لعنت کرے' جنہوں نے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا' اس پر یہ اعتراض ہے کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا تھا' اس وقت تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر نہیں بنی تھی اور وہ اس وقت آسمان میں تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت بھی عیسائیوں کے نبی تھے لیکن وہ رسول نہیں تھے جیسا کہ حواریین تھے اور حضرت عیسیٰ کی والدہ حضرت مریم کی بھی قبر تھی' نیز عکرمہ' قتادہ اور الزہری کی روایت میں ہے کہ جو تین افراد انطاکیہ کی طرف بھیجے گئے تھے' وہ بھی رسول تھے' جن کا ذکر اس آیت میں ہے:

اِذْ اَرْسَلْنَا اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ. (یٰس: ۱۴)

جب ہم نے ان کے پاس دو (رسولوں) کو بھیجا تو ان لوگوں نے دونوں کی تکذیب کی' پھر ہم نے تیسرے (رسول) سے تائید کی۔

اور ان تین رسولوں کے نام صادق' صدوق اور شلوم تھے' قتادہ سے ایک روایت یہ ہے کہ ان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھیجا تھا' اس قول کی بناء پر وہ نبی نہیں تھے چہ جائیکہ وہ رسول ہوتے' اور حضرت مریم کے متعلق ابن حزم اور علامہ قرطبی کا قول یہ ہے کہ وہ نبیہ تھیں' اسی طرح حضرت سارہ ام اسحاق اور ام موسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بھی ایک قول ہے کہ وہ وہ نبیہ تھیں' لیکن جمہور اہل سنت و جماعت کے نزدیک نبوت مردوں کے ساتھ مخصوص ہے اور کوئی عورت نبیہ نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۸۷)

قبروں پر تعمیر کرنے' چونا پھیرنے اور لکھنے کی ممانعت کی توجیہ اور صالحین کی قبروں پر گنبد بنانے کا جواز

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قبر کے اوپر کوئی عمارت بنانا جائز نہیں ہے' کیونکہ آپ نے قبر کے اوپر مسجد بنانے والوں پر لعنت کی ہے' اسی وجہ سے امام ابوداؤد نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے: قبر پر تعمیر کرنا۔

نیز امام احمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے' آپ نے قبر پر بیٹھنے سے منع فرمایا اور قبر پر چونا پھیرنے سے اور قبر پر تعمیر کرنے سے۔

(صحیح مسلم: ۹۷۰' سنن ابوداؤد: ۳۲۲۶۔۳۲۲۵' صحیح ابن حبان: ۳۱۶۳' مصنف عبد الرزاق: ۶۴۸۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۳۵' مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۱۴۸۔ ج ۲۲ ص ۵۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام ترمذی کی روایت میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبروں پر چونا پھیرنے اور قبروں پر لکھنے اور قبروں پر تعمیر کرنے سے اور قبروں کو پیروں سے روندنے سے منع فرمایا۔ (سنن ترمذی: ۱۰۵۲)

سنن نسائی میں حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر پر تعمیر کرنے سے یا قبر پر اضافہ سے یا قبر کو زیادہ کرنے سے یا قبر پر چونا پھیرنے سے یا قبر پر لکھنے سے منع فرمایا۔

(سنن نسائی: ۲۰۲۳' سنن ابوداؤد: ۳۲۲۶' صحیح مسلم: ۹۷۰' سنن ترمذی: ۱۰۵۲' سنن ابن ماجہ: ۱۵۶۳)

ان احادیث میں جو قبر پر تعمیر کرنے کی ممانعت ہے' اس کا محمل یہ ہے کہ عین قبر کے اوپر اس کو ہموار کر کے تعمیر کی جائے یا عین قبر کے اوپر چونا پھیرا جائے یا عین قبر کے اوپر لکھا جائے' اگر قبر کے گرد چار دیواری بنا دی جائے یا اس کے سرہانے کتبہ لگا دیا جائے یا زائرین کی سہولت کے لیے چار دیواری پر چھت ڈال دی جائے یا اولیاء اللہ کی تعظیم کے لیے ان کی قبروں پر گنبد بنا دیا جائے تو یہ جائز ہے کیونکہ اولیاء اللہ اور عباد صالحین بھی شعائر اللہ میں سے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ○ اور جو شخص اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے تو یہ دلوں کے تقویٰ کے سبب سے ہے ○ (الحج: ۳۲)

اس آیت میں قربانی کے جانوروں کو ''شعائر اللّٰہ'' فرمایا ہے اور البقرہ ۱۵۸ میں صفا اور مروہ کو ''شعائر اللّٰہ'' فرمایا ہے اور المائدہ: ۲ میں حرمت والے مہینوں (رجب' ذوالقعدہ' ذوالحجہ اور محرم) کو ''شعائر اللّٰہ'' فرمایا ہے' نیز فرمایا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ. (المائدہ: ۲) اے ایمان والو! شعائر اللہ کی بے حرمتی نہ کرو۔

مفسرین نے اس آیت میں ''شعائر اللّٰہ'' کو عام قرار دیا ہے یعنی جو چیز بھی اللہ کی نشانی اور اللہ کی طرف منسوب ہے' اس کی بے حرمتی نہ کرو اور اس کی تعظیم کرو اور جب قربانی کے اونٹ' صفا اور مروہ کی پہاڑیاں اور حج اور عمرہ کے مہینے شعائر اللہ میں سے ہیں تو اولیاء اللہ بہ طریق اولیٰ شعائر اللہ میں داخل ہیں اور ان کی تعظیم بھی مطلوب ہے' اس لیے اولیاء اللہ کی قبروں پر گنبد بنانا جائز ہے' اس کی زیادہ تفصیل ان شاء اللہ کتاب الجنائز میں آئے گی۔

٥٦ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور پاک کرنے والی بنادیا گیا ہے

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ جن سترہ جگہوں پر نماز پڑھنا مکروہ ہے مثلاً اونٹوں کا باڑہ، مقابر اور شارع عام وغیرہ وہاں کراہت تحریم کے لیے نہیں ہے کیونکہ تمام روئے زمین پر نماز پڑھنا جائز ہے، علامہ عینی نے ان جگہوں میں بیت الخلاء کو بھی شامل کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۸۷)

لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ جس جگہ نجاست ہو مثلاً بول و براز اور خون وغیرہ وہاں نماز پڑھنا حرام ہے کیونکہ نماز کی جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے۔

٤٣٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ حَدَّثَنَا سَيَّارٌ، هُوَ اَبُو الْحَكَمِ، قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ الْفَقِيْرُ قَالَ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُعْطِيْتُ خَمْسًا، لَمْ يُعْطَهُنَّ اَحَدٌ مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ قَبْلِيْ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا، وَاَيُّمَا رَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِيْ اَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ فَلْيُصَلِّ، وَاُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ، وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ اِلٰى قَوْمِهٖ خَاصَّةً، وَبُعِثْتُ اِلَى النَّاسِ كَافَّةً، وَاُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۹۲۴ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ھشیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سیار نے حدیث بیان کی وہ ابوالحکم ہیں انہوں نے کہا: ہمیں یزید الفقیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے انبیاء میں سے کسی کو نہیں دی گئیں ایک ماہ کی مسافت سے میری رعب سے مدد کی گئی ہے اور میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور پاک کرنے والی بنادیا گیا ہے اور میری امت میں سے جو شخص کہیں بھی نماز کا وقت پائے وہیں نماز پڑھ لے اور میرے لیے غنیمتوں کو حلال کردیا گیا اور (پہلے) نبی اپنی مخصوص قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے اور مجھے شفاعت دی گئی ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۳۵ میں گزر چکی ہے، وہاں اس کو کتاب التیمم میں ذکر کیا گیا تھا اور اس حدیث میں تیمم کا بھی ذکر ہے اور تمام روئے زمین کے مسجد ہونے کا بھی ذکر ہے۔

٥٧ - بَابُ نَوْمِ الْمَرْاَةِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں عورت کا سونا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ضرورت کے وقت عورت کا مسجد میں سونا جائز ہے یعنی جب اس کا اور کوئی ٹھکانا نہ ہو اور مسجد میں اس کی عزت اور ناموس کو خطرہ نہ ہو۔

٤٣٩ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ وَلِيْدَةً كَانَتْ سَوْدَاءَ لِحَيٍّ مِّنَ الْعَرَبِ، فَاَعْتَقُوْهَا فَكَانَتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ عرب کے ایک قبیلہ

بِهِمْ ، قَالَتْ فَخَرَجَتْ صَبِيَّةٌ لَّهُمْ ، عَلَيْهَا وِشَاحٌ أَحْمَرُ مِنْ سُيُوْرٍ ، قَالَتْ فَوَضَعَتْهُ ، اَوْ وَقَعَ مِنْهَا ، فَمَرَّتْ بِهِ حُدَيَّاةٌ وَهُوَ مُلْقًى ، فَحَسِبَتْهُ لَحْمًا فَخَطِفَتْهُ ، قَالَتْ فَالْتَمَسُوْهُ فَلَمْ يَجِدُوْهُ ، قَالَتْ فَاتَّهَمُوْنِي بِهِ ، قَالَتْ فَطَفِقُوْا يُفَتِّشُوْنَ ، حَتّٰى فَتَّشُوْا قُبُلَهَا ، قَالَتْ وَاللّٰهِ اِنِّي لَقَائِمَةٌ مَّعَهُمْ ، اِذْ مَرَّتِ الْحُدَيَّاةُ فَأَلْقَتْهُ ، قَالَتْ فَوَقَعَ بَيْنَهُمْ ، قَالَتْ فَقُلْتُ هٰذَا الَّذِي اتَّهَمْتُمُوْنِي بِهِ ، زَعَمْتُمْ وَاَنَا مِنْهُ بَرِيْئَةٌ ، وَهُوَ ذَا هُوَ ، قَالَتْ فَجَاءَتْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْلَمَتْ، قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَكَانَ لَهَا خِبَاءٌ فِي الْمَسْجِدِ اَوْ حِفْشٌ ، قَالَتْ فَكَانَتْ تَاْتِيْنِي فَتَحَدَّثُ عِنْدِيْ ، قَالَتْ فَلَا تَجْلِسُ عِنْدِيْ مَجْلِسًا ، اِلَّا قَالَتْ:

وَيَوْمُ الْوِشَاحِ مِنْ اَعَاجِيْبِ رَبِّنَا
اَلَا اِنَّهُ مِنْ بَلْدَةِ الْكُفْرِ اَنْجَانِيْ

کی ایک سیاہ فام باندی تھی، پس انہوں نے اس کو آزاد کر دیا' وہ ان کے ساتھ رہتی تھی' ایک دن ان لوگوں کی ایک بچی باہر نکلی' اس کے اوپر سرخ چمڑے کا ہار تھا (جس میں موتی جڑے ہوئے تھے) اس بچی نے اس ہار کو رکھ دیا یا اس سے کہیں گر گیا' وہاں سے ایک چیل گزری اور اس جگہ وہ ہار گرا ہوا تھا' اس چیل نے گمان کیا کہ وہ گوشت ہے' وہ اس کو جھپٹ کر لے گئی' اس باندی نے کہا: ان لوگوں نے اس ہار کو تلاش کیا وہ ان کو نہیں ملا' اس باندی نے کہا: پھر انہوں نے مجھ پر اس ہار کی تہمت لگائی' انہوں نے اس کی تلاشی لی حتیٰ کہ اس کے اندام نہانی کی بھی تلاشی لی' اس باندی نے کہا: پس اللہ کی قسم! میں ان کے پاس کھڑی ہوئی تھی کہ اچانک وہ چیل گزری اور اس نے وہ ہار پھینک دیا اور وہ ہار ان لوگوں کے درمیان گرا' اس باندی نے کہا: یہ ہے وہ ہار جس کی تم نے اپنے گمان سے مجھ پر تہمت لگائی تھی اور میں اس سے بری تھی اور وہ یہ پڑا ہے' حضرت عائشہ نے بیان کیا: پھر وہ باندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور اسلام لے آئی' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ اس کے لیے ایک مسجد میں ایک خیمہ تھا یا کٹیا تھی' حضرت عائشہ نے کہا: وہ میرے پاس آ کر باتیں کرتی تھی' وہ جب بھی میرے پاس بیٹھتی تھی تو یہ شعر پڑھتی تھی:

ہار کا دن ہمارے رب کی عجیب وغریب چیزوں سے ہے
سنو! اس نے مجھے کفر کے شہر سے نجات دے دی

قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ لَهَا مَا شَاْنُكِ ، لَا تَقْعُدِيْنَ مَعِيَ مَقْعَدًا اِلَّا قُلْتِ هٰذَا؟ قَالَتْ فَحَدَّثَتْنِي بِهٰذَا الْحَدِيْثِ. [طرف الحدیث:۳۸۳۵]

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں: میں نے اس سے کہا: کیا وجہ ہے کہ جب بھی تم میرے ساتھ بیٹھتی ہو تو تم یہ شعر ضرور پڑھتی ہو؟ تب اس نے مجھے یہ واقعہ سنایا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں:

(۱) عبید بن اسماعیل' بعض روایات میں عبید اللہ ہے (۲) ابو اسامہ حماد بن اسامہ (۳) ہشام بن عروہ (۴) عروہ بن الزبیر بن العوام (۵) ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۸۶)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اس باندی کے لیے مسجد میں خیمہ تھا۔

''وشاح' سعید' حُدَیَّاۃ' خباءٌ' حفش ''اور'' اعاجیب'' کے معانی

اس حدیث میں '' وِشَاح '' اور'' سیُور '' کے الفاظ ہیں' ان دونوں لفظوں کا معنی ہے: چمڑا۔ سرخ چمڑے میں سفید موتی لگے ہوئے تھے تو چیل نے سمجھا یہ فربہ گوشت ہے۔

نیز اس حدیث میں '' حُدَیَّاۃ '' کا لفظ ہے' یہ '' حَدْیَاۃٌ '' کی تصغیر ہے' اس کا معنی ہے: چیل' یعنی وہ چھوٹی چیل تھی۔

اس میں '' خِباءٌ '' اور '' حِفش '' کے الفاظ ہیں '' خِباءٌ '' کا معنی ہے: خیمہ' اور '' حِفش '' کا معنی ہے: چھوٹا سا گھر' جھونپڑی یا کٹیا۔

نیز اس میں '' اعاجیب '' کا لفظ ہے' یہ '' اعجوبۃ '' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: نہایت عجیب۔

جس کا کوئی مسکن نہ ہو' اس کے لیے مسجد میں قیام کا جواز اور تذلیل اور دینی آزمائش کے موقع پر ہجرت کرنے کا لزوم

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ جس شخص کا کوئی مسکن نہ ہو یا جس کے پاس رات گزارنے کے لیے کوئی جگہ نہ ہو' اس کے لیے مسجد میں رات گزارنا مباح ہے اور ایسا خیمہ لگانا جائز ہے جو مسکن کے مشابہ ہو' خواہ وہ عورت ہو یا مرد ہو۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس جگہ انسان کسی فتنہ یا دینی مصیبت میں مبتلا ہو' اس کو چاہیے کہ وہ اس جگہ سے ہجرت کر کے کسی پرامن اور محفوظ جگہ میں چلا جائے' جیسے وہ باندی اسلام لا کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور مسجد کی پناہ میں چلی گئی۔

قرآن مجید میں اس کی دلیل ہے:

اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا. — کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر لیتے۔

(النساء:۹۷)

پس ہر شخص پر لازم ہے کہ جب اسے لوگوں کی طرف سے تذلیل یا آزمائش کا سامنا ہو تو وہ وہاں سے ہجرت کر کے کسی محفوظ اور مامون جگہ چلا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی زمین بہت وسیع ہے۔

چمڑے میں موتی جڑ کر اس کو دھاگے میں پرو کر ہار بنا دیا جائے تو عرب اس کو '' وشاح '' کہتے ہیں اور '' سیور '' '' سیر '' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: چمڑے کا تسمہ۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۱۲۔۱۱۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۵۸ - بَابُ نَوْمِ الرِّجَالِ فِي الْمَسْجِدِ — مردوں کا مسجد میں سونا

باب سابق میں امام بخاری نے عورت کے مسجد میں سونے کے متعلق واحد کا صیغہ ذکر کیا تھا کیونکہ حدیث میں صرف ایک عورت کے مسجد میں سونے کا ذکر ہے اور اس باب میں مردوں کے مسجد میں سونے کے متعلق جمع کے صیغہ کا ذکر کیا ہے' کیونکہ احادیث میں مسجد کے اندر متعدد مردوں کے سونے کا ذکر ہے۔ دونوں بابوں میں مناسبت یہ ہے کہ پہلے باب میں مسجد کے اندر عورت کے سونے کا ذکر تھا اور اس باب میں مسجد کے اندر مردوں کے سونے کا ذکر ہے۔ اس کے بعد درج ذیل تعلیق ہے:

وَقَالَ اَبُوْ قِلَابَةَ، عَنْ اَنَسٍ قَدِمَ رَهْطٌ مِنْ عُكْلٍ، عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانُوْا فِي الصُّفَّةِ.

اور ابوقلابہ' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عکل کی ایک جماعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تو وہ مسجد کے چبوترے میں ٹھہری۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۲۳۳ میں گزر چکی ہے۔

وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ بَكْرٍ كَانَ اَصْحَابُ الصُّفَّةِ الْفُقَرَاءَ.

اور حضرت عبد الرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما نے کہا: اور وہ اصحاب الصفہ کے فقراء میں تھے۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۶۰۲ میں ہے اور اس میں ایک طویل قصہ کا بیان ہے۔

ان دونوں تعلیقوں سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ قبیلہ عکل کے لوگ مسجد نبوی کے چبوترے میں ٹھہرے اور اصحاب صفہ بھی مسجد نبوی کے چبوترے میں ٹھہرے پس مردوں کا مسجد میں رہنا ثابت ہو گیا۔

۴۴۰- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يَنَامُ، وَهُوَ شَابٌّ اَعْزَبُ لَا اَهْلَ لَهٗ، فِیْ مَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحدیث: ۱۱۲۱-۱۱۵۶- ۳۷۳۸-۳۷۴۰-۷۰۱۵-۷۰۱۶-۷۰۲۹-۷۰۳۰-۷۰۳۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ انہوں نے کہا: ہمیں نافع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ وہ نوجوان اور کنوارے تھے ان کی بیوی نہیں تھی اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں سوتے تھے۔

مسجد میں سونے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ فقراء کے لیے مسجد میں ٹھہرنا جائز ہے اور غیر فقراء کے لیے مسجد میں سونا جائز ہے۔ اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے جنہوں نے مسجد میں سونے کی اجازت دی ہے وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں مسجد میں رات کو سوتے تھے اور دن کو بھی سوتے تھے اور سعید بن المسیب الحسن البصری عطاء اور ابن سیرین سے بھی اس کی مثل مروی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اس میں اختلاف ہے انہوں نے فرمایا: مسجد کو سونے کی جگہ نہ بناؤ اور ان سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر تم نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں سو جاؤ تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: مسجد میں رات کو سونے کی جگہ بناؤ نہ دن کو۔ (سنن ترمذی ص ۱۵۹ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۳ھ)

امام مالک نے کہا: جس آدمی کا گھر ہو اس کے لیے مسجد میں نہ سونا مستحب ہے اور جو آدمی ضعیف ہو اور جس کا گھر نہ ہو اس کے لیے انہوں نے اجازت دی ہے امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے اور امام مالک نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہمان مسجد میں رہتے تھے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ طاؤس مجاہد اور اوزاعی نے مسجد میں سونے کو مکروہ کہا ہے۔

جن فقہاء نے مسافروں کو مسجد میں سونے کی اجازت دی ہے ان کا قول اس باب کی احادیث کی وجہ سے اولیٰ ہے سعید بن مسیب اور سلیمان بن یسار سے مسجد میں سونے کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: تم کس وجہ سے یہ سوال کر رہے ہو حالانکہ اہل الصفہ مسجد میں سوتے تھے اور مسجد ہی ان لوگوں کا مسکن تھی اور طبری نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو مسجد میں سوئے ہوئے دیکھا اور ان کے پاس اور کوئی نہیں تھا اور وہ اس وقت امیر المؤمنین تھے اور حسن بصری نے کہا: متقدمین کی ایک جماعت مسجد میں سوتی تھی طبری نے کہا: مسجد میں حلال چیزوں سے نفع اٹھانے میں کوئی حرج نہیں ہے مثلاً کھانے پینے میں بیٹھنے میں اور سونے میں۔

الحربی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں ایک سایادار جگہ تھی جس کو الصفۃ کہتے تھے اس میں مساکین رہتے تھے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۱۴-۱۱۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

(علامہ بدر الدین عینی نے بھی اس عبارت کو بعینہ نقل کر دیا ہے۔ عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۹۳)

مسجد میں سونے کے متعلق مصنف کا موقف

مصنف کے نزدیک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول راجح ہے اور مسجد کو سونے کی جگہ اور مسجد میں سونے کی عادت نہیں بنانی چاہیے الا یہ کہ کوئی شخص مسافر ہو یا اس کا کوئی گھر نہ ہو کیونکہ جب آدمی سوتا ہے تو اس کے اعصاب ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور سوتے میں اس کی ہوا خارج ہو جاتی ہے اور بدبو پھیلتی ہے اور یہ مسجد کے آداب کے منافی ہے اور بدبو سے فرشتوں کو اذیت ہوتی ہے اور نیند میں آدمی کو پتا نہیں چلتا اور کپڑوں سے اس کا ستر ظاہر ہو جاتا ہے اور یہ بھی مسجد کے آداب کے منافی ہے صحابہ کرام سے جو مسجد میں سونا منقول ہے وہ ضرورت کی بناء پر تھا اور شاذ و نادر تھا اس لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق مسجد میں سونے کا معمول نہیں بنانا چاہیے لوگ حرم شریف میں بھی سو جاتے ہیں یہ زیادہ معیوب ہے۔

٤٤١ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ اَبِي حَازِمٍ عَنْ اَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ فَاطِمَةَ فَلَمْ يَجِدْ عَلِيًّا فِي الْبَيْتِ فَقَالَ اَيْنَ ابْنُ عَمِّكِ؟ قَالَتْ كَانَ بَيْنِي وَ بَيْنَهُ شَيْءٌ فَغَاضَبَنِي فَخَرَجَ فَلَمْ يَقِلْ عِنْدِي فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاِنْسَانٍ اُنْظُرْ اَيْنَ هُوَ. فَجَاءَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هُوَ فِي الْمَسْجِدِ رَاقِدٌ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ قَدْ سَقَطَ رِدَاؤُهُ عَنْ شِقِّهِ وَاَصَابَهُ تُرَابٌ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُهُ عَنْهُ وَيَقُوْلُ قُمْ اَبَا تُرَابٍ قُمْ اَبَا تُرَابٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن ابی حازم نے حدیث بیان کی از ابی حازم از ابی سہل بن حازم از حضرت سعد رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئے پس آپ نے گھر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہ پایا پس آپ نے فرمایا: تمہارے عم زاد کہاں ہیں؟ حضرت سیدہ فاطمہ نے کہا: میرے اور ان کے درمیان کچھ اختلاف ہو گیا تھا وہ مجھ پر ناراض ہوئے پس گھر سے نکل گئے اور میرے پاس قیلولہ نہیں کیا (وہ پہر کو گھر میں نہیں سوئے) تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص سے فرمایا: جاؤ دیکھو! وہ کہاں ہیں؟ وہ شخص آیا اور اس نے بتایا: یا رسول اللہ! وہ مسجد میں سوئے ہوئے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو وہ مسجد میں لیٹے ہوئے تھے ان کی چادر ان کے پہلو سے ڈھلک گئی تھی اور اس پر مٹی لگ گئی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے مٹی صاف کر رہے تھے اور فرما رہے تھے: اے ابوتراب! اٹھو اے ابوتراب! اٹھو۔

[اطراف الحدیث: ۳۷۰۳-۶۲۰۴-۶۲۸۰]

(صحیح مسلم: ۲۴۰۹ الرقم المسلسل: ۶۱۱۲ الادب المفرد: ۸۵۲

جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۳۹۴ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) قتیبہ بن سعید (۲) عبد العزیز بن ابی حازم یہ مدنی ہیں امام مالک کے بعد مدینہ میں ان سے بڑا اور کوئی فقیہ نہیں تھا یہ ۱۸۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) ابو حازم ان کا نام سلمہ بن دینار الاعرج ہے (۴) حضرت سہیل بن سعد یہ صحابی ہیں اور صحابہ میں سب سے آخر میں فوت ہوئے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۹۳)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں سوئے ہوئے تھے۔

حضرت علی کو حضرت فاطمہ کا عم زاد کہنے کی توجیہ' کنیت کا معنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: تمہارے عم زاد کہاں ہیں؟ اس سے مراد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں' اور وہ حقیقت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم زاد تھے' آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ تمہارے خاوند کہاں ہیں؟ یا علی کہاں ہیں؟ کیونکہ آپ نے جان لیا تھا کہ ان دونوں کے درمیان کوئی مناقشہ ہے تو آپ نے از راہِ شفقت ان کے اور حضرت علی کے درمیان نسبی قرابت کا ذکر فرمایا' نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ والد اپنی بیٹی کے گھر میں اس کے شوہر کی اجازت کے بغیر داخل ہو سکتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے حضرت علی سے فرمایا: اے ابوتراب! اٹھو۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ کنیت میں یہ ضروری نہیں ہے کہ بیٹے یا بیٹی کی طرف نسبت ہو بلکہ جس چیز کے ساتھ بھی کسی کا اشتغال ہو' اس کی طرف نسبت کی جا سکتی ہے۔ کنیت میں جو "اب" کا لفظ ذکر ہوتا ہے' اس کا معنی ہے: صاحب یا والا' "ابو تراب" کا معنی ہے: صاحب تراب یا مٹی والا' ابوہریرہ کا معنی ہے: بلی والا' حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ بہت پسند تھا کہ ان کو ابوتراب کہہ کر پکارا جائے اور وہ اس سے بہت خوش ہوتے تھے' اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عظیم فضیلت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں بلانے اور اٹھانے مسجد میں گئے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۱۰۷۔ ج ۶ ص ۹۶۰۔ ۹۵۵ پر مذکور ہے' وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بہت سے فضائل مذکور ہیں' مگر اس حدیث کی شرح نہیں ہے۔

۴۴۲ - حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ ' عَنْ اَبِيْهِ ' عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ لَقَدْ رَاَيْتُ سَبْعِيْنَ مِنْ اَصْحَابِ الصُّفَّةِ ' مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَيْهِ رِدَاءٌ ' اِمَّا اِزَارٌ وَاِمَّا كِسَاءٌ ' قَدْ رَبَطُوْا فِيْ اَعْنَاقِهِمْ ' فَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَيْنِ ' وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الْكَعْبَيْنِ ' فَيَجْمَعُهُ بِيَدِهٖ ' كَرَاهِيَةَ اَنْ تُرٰى عَوْرَتُهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن فضیل نے حدیث بیان کی از والد خود از ابی حازم از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ستر اصحاب صفہ کو دیکھا' ان میں سے کوئی شخص ایسا نہیں تھا' جس کے پاس اوپر کے بدن کو ڈھانپنے والی چادر ہو یا تہبند ہوتا تھا یا پورے بدن پر اوڑھنے والی چادر ہوتی تھی' وہ اس چادر کو اپنی گردن میں باندھ لیتے تھے' پس بعض کی چادر نصف پنڈلیوں تک پہنچتی تھی اور بعض کی ٹخنوں تک' پس وہ اس چادر کو اپنے ہاتھ سے سمیٹ لیتے تھے تا کہ ان کا ستر نہ کھل جائے۔

ستر اصحاب صفہ کی تعیین اور "رداء' ازار" اور "کساء" کا معنی

یہ ستر اصحاب صفہ جن کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا تھا' ان ستر اصحاب صفہ کے علاوہ تھے' جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ بیر معونہ میں بھیجا تھا' یہ بھی اصحاب صفہ میں سے تھے' لیکن یہ اصحاب صفہ' حضرت ابوہریرہ کے صُفہ میں آنے سے پہلے اس چبوترہ میں موجود تھے۔

۱۔ اس حدیث میں "رداء' ازار" اور "کساء" کے الفاظ ہیں' "رداء" کا معنی ہے: وہ چادر جس سے بدن کے اوپر کے نصف حصہ کو ڈھانپا جائے' اور "ازار" کا معنی ہے: جس سے نچلے نصف بدن کو ڈھانپا جائے یعنی تہبند اور کساء کا معنی ہے: جسم پر اوڑھنے والی

چادر۔

اس باب کا عنوان ہے: مردوں کا مسجد میں سونا' ہر چند کہ اس حدیث میں صراحۃً مردوں کے سونے کا ذکر نہیں ہے لیکن اس حدیث میں اصحاب صفہ کا ذکر ہے اور وہ مسجد میں سوتے تھے' یوں یہ حدیث عنوان کے مطابق ہے۔

۵۹ - بَابُ الصَّلٰوةِ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ — سفر سے آنے کے بعد نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص سفر سے آئے تو اسے مسجد میں آ کر نماز پڑھنی چاہیے اور اب اکثر ابواب مسجد سے متعلق ہیں' اس لیے ان کی باہمی مناسبت بیان کرنا ضروری نہیں ہے۔ اس کے بعد یہ تعلیق مذکور ہے:

وَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ ' بَدَاَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلّٰى فِيْهِ.

اور کعب بن مالک نے کہا: جب نبی ﷺ کسی سفر سے واپس آتے تو آپ مسجد سے ابتداء کرتے اور اس میں نماز پڑھتے۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری: ۴۴۱۸ ہے' یہ غزوۂ تبوک کے بیان میں بہت طویل حدیث ہے' جس کو ان شاء اللہ اپنے موقع پر ذکر کیا جائے گا۔

۴۴۳ - حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَارِبُ بْنُ دِثَارٍ ' عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ ' قَالَ مِسْعَرٌ اُرَاهُ قَالَ ضُحًى ' فَقَالَ صَلِّ رَكْعَتَيْنِ. وَكَانَ لِيْ عَلَيْهِ دَيْنٌ ' فَقَضَانِيْ وَزَادَنِيْ.

[اطراف الحدیث: ۱۸۰۱-۲۳۰۹-۲۳۸۵-۲۳۹۴-۲۴۷۰-۲۶۰۳-۲۶۰۴-۲۷۱۸-۳۰۸۷-۳۰۹۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محارب بن دثار نے حدیث بیان کی از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: میں نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپ مسجد میں تھے' انہوں نے کہا: میرا گمان ہے کہ وہ چاشت کا وقت تھا' آپ نے فرمایا: دو رکعت نماز پڑھو' اور میرا آپ پر قرض تھا' آپ نے وہ قرض ادا کیا اور مجھے زیادہ دیا۔

(صحیح مسلم: ۷۱۴' سنن ابوداؤد: ۴۶۷' سنن ابن ماجہ: ۱۰۱۳' سنن ترمذی: ۳۱۶' سنن ابن ماجہ: ۷۲۹' السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۰۹' صحیح ابن حبان: ۲۴۹۷' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۶۸' شرح السنۃ: ۴۸۰' تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۳۱۸' مصنف عبدالرزاق: ۱۶۷۳' المعجم الکبیر: ۳۲۸۰' المعجم الاوسط: ۴۳۲۱۔ ۸۹۵۳-۹۱۷۱' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۹۴' مسند احمد ج ۵ ص ۲۹۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۵۲۳۔ ج ۳۷ ص ۲۰۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۰۱۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے چار رجال ہیں اور ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مناسبت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مناسبت ہے کہ صحیح البخاری: ۳۰۸۷ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں تھا' آپ نے مجھ سے چند اوقیہ کے عوض ایک اونٹ خرید لیا' پھر رسول اللہ ﷺ مجھ سے پہلے مدینہ میں آ گئے' میں صبح کو پہنچا' اس وقت آپ نماز پڑھ رہے تھے' آپ نے فرمایا: تم اب آئے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پس مسجد میں داخل ہو اور دو رکعت نماز پڑھو اور یہ اس باب کے عنوان کے مطابق حدیث ہے' امام بخاری نے یہاں اس حدیث کو مختصر بیان کیا ہے اور پوری حدیث ذکر نہیں کی' بہر حال امام بخاری نے جتنی حدیث روایت کی ہے' وہ اس باب کے عنوان کے

مطابق نہیں ہے۔اس حدیث کی مفصل شرح ہم اپنے مقام پر ان شاء اللہ کتاب البیوع میں بیان کریں گے۔

٦٠ - بَابٌ اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ (قَبْلَ اَنْ يَجْلِسَ)

جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو (بیٹھنے سے پہلے) دو رکعت نماز پڑھے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھے۔

٤٤٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ، عَنْ اَبِي قَتَادَةَ السَّلَمِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يَّجْلِسَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عامر بن عبداللہ بن الزبیر از عمرو بن سلیم الزرقی از حضرت ابوقتادہ سلمی رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو وہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھے۔

[طرف الحدیث:۱۱۶۳] (صحیح مسلم:۷۱۴ 'الرقم المسلسل:۱۶۲۴ 'سنن ابوداؤد:۴۶۷-۴۶۸ 'سنن ترمذی:۳۱۶ 'سنن نسائی:۷۴۹ 'سنن ابن ماجہ:۱۰۱۳ 'مسند احمد ج ۵ ص ۲۹۵ طبع قدیم' مسند احمد:۲۲۵۲۳-ج ۳۷ ص ۲۰۲ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:۱۳۷۶ 'مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ جو اس باب کا عنوان ہے' وہ بعینہٖ اس حدیث میں مذکور ہے۔

جمہور فقہاء کے نزدیک تحیۃ المسجد پڑھنے کا استحباب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اہل فتویٰ کی جماعت اس پر متفق ہے کہ یہ حدیث استحباب پر محمول ہے' ہر وہ شخص جو مسجد میں باوضوء داخل ہو اور اس وقت نفل نماز پڑھنا جائز ہو تو اس کے لیے یہ مستحب ہے کہ وہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے' امام مالک نے کہا: یہ مستحسن ہے' واجب نہیں ہے۔

غیر مقلدین کے نزدیک تحیۃ المسجد پڑھنے کا وجوب

اہل ظاہر (غیر مقلدین) نے یہ کہا ہے کہ ہر وہ شخص جو اس وقت مسجد میں داخل ہو جب نماز پڑھنا جائز ہو تو اس پر یہ نماز پڑھنا فرض ہے اور بعض اہل ظاہر نے کہا: یہ ہر وقت فرض ہے کیونکہ کسی نیک کام سے اس وقت تک منع نہیں کیا جاتا' جب تک اس کے خلاف اس کے معارض کوئی دلیل نہ ہو۔

غیر مقلدین کے دلائل کا ابطال

امام طحاوی نے یہ کہا ہے کہ جمہور کی دلیل یہ ہے کہ جمعہ کے دن حضرت سلیک اس وقت آئے' جب آپ خطبہ دے رہے تھے تو آپ نے ان کو دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا (صحیح البخاری:۹۳۰ 'صحیح مسلم:۸۷۵ 'سنن ابوداؤد:۱۱۱۵ 'سنن ترمذی:۵۱۰) اور ایک مرتبہ آپ نے دیکھا کہ ایک شخص لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا آ کر بیٹھ گیا تو آپ نے اس کو یہ نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا' اور حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن ایک شخص لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا آیا تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیٹھ جاؤ' تم نے لوگوں کو ایذاء دی اور تم دیر سے آئے' پس یہ حدیثیں حضرت سلیک کی حدیث کے خلاف ہیں اور ان میں تطبیق اس طرح ہو گی کہ حضرت سلیک کی حدیث کو استحباب پر محمول کیا جائے' جس طرح جمہور نے کہا ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ ان اہل ظاہر کا قول غلط ہے' جنہوں نے کہا ہے کہ جب بھی کوئی شخص مسجد میں آئے تو وہ نماز پڑھے'

کیونکہ نبی ﷺ نے طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے' اسی طرح جب سورج سر پر ہو' اس وقت بھی نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے' پس جو شخص ان اوقات میں مسجد میں داخل ہوگا تو اس کے لیے آپ کا یہ حکم نہیں ہے کہ وہ دو رکعت نماز پڑھے' آپ کا یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جو ان اوقات سے پہلے مسجد میں داخل ہو۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۸۱' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

اور متقدمین کی ایک جماعت سے یہ مروی ہے کہ وہ مسجد سے گزرتے تھے اور نماز نہیں پڑھتے تھے' زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بڑے بڑے اصحاب مسجد میں داخل ہوتے تھے' پھر باہر آتے اور نماز نہیں پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۹۹)

زید بن اسلم نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا' امام مالک نے اس کو حضرت زید بن ثابت اور سالم بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے' اور قاسم بن عبد اللہ مسجد میں داخل ہوتے' پھر مسجد میں بیٹھ جاتے اور نماز نہیں پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۹۹) شعبی نے بھی اسی طرح کہا ہے اور جابر بن زید نے کہا: تم جب مسجد میں داخل ہو تو اس میں نماز پڑھو' پس اگر تم نماز نہیں پڑھتے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو' پھر گویا کہ تم نے نماز پڑھ لی۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٦١ - بَابُ الْحَدَثِ فِي الْمَسْجِدِ — مسجد میں وضوء توڑنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ مسجد میں وضوء توڑنے کا کیا حکم ہے' ہر چند کہ وضوء توڑنا عام ہے مگر یہاں اس سے مراد ہوا خارج کرنا ہے۔

٤٤٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ اَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْمَلَائِكَةَ تُصَلِّي عَلٰى اَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ الَّذِي صَلّٰى فِيْهِ، مَا لَمْ يُحْدِثْ، تَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی' از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرشتے تمہارے لیے اس وقت تک مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں جب تک کہ آدمی اپنی نماز کی جگہ میں رہتا ہے جب تک وہ اپنا وضوء نہیں توڑتا' فرشتے دعا کرتے رہتے ہیں: اے اللہ! اس کی مغفرت فرما' اے اللہ! اس پر رحم فرما۔

یہ حدیث صحیح البخاری: ۱۷۶ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: جس کے نزدیک وضوء صرف بول و براز کے راستوں سے کسی چیز کے نکلنے سے ٹوٹتا ہے۔ اس حدیث کے مزید مسائل اور فوائد درج ذیل ہیں:

نماز کے بعد مسجد میں نماز کی جگہ پر بیٹھنے کی فضیلت اور مسجد میں وضوء توڑنے کا مکروہ ہونا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

السفاقسی نے کہا ہے کہ مسجد میں وضوء توڑنا گناہ ہے' اس کی وجہ سے وضوء توڑنے والا فرشتوں کی دعا سے محروم ہو جاتا ہے اور جب کہ اس گناہ کا کوئی کفارہ نہیں ہے' اس وجہ سے وہ فرشتوں کے استغفار سے محروم ہو جاتا ہے۔

علامہ ابن بطال مالکی نے کہا ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ بغیر کسی مشقت کے اس کے گناہ معاف ہو جائیں' اس کو نماز کے بعد نماز کی جگہ میں بیٹھنے کو لازم کر لینا چاہیے تاکہ فرشتے اس کے لیے زیادہ دعائیں اور استغفار کریں کیونکہ فرشتوں کی دعا کے مقبول ہونے کی بہت امید ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى. (الانبیاء: ۲۸) اور وہ صرف ان ہی کی شفاعت کرتے ہیں جن کی شفاعت سے اللہ راضی ہو۔

مصنف کے نزدیک فرشتوں کی دعا کا مقبول ہونا دو وجہ سے ہے' ایک اس وجہ سے کہ جب کوئی شخص دوسروں کے لیے دعا کرے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے' دوسری وجہ یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار ہو' اس کی معصیت نہ کرے' اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتا ہے۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جس شخص کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جائے' اس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں' اور جب امام آمین کہتا ہے تو فرشتے صرف ایک دفعہ آمین کہتے ہیں اور جو نمازی نماز کے بعد اپنی نماز کی جگہ میں جتنی دیر تک بیٹھا رہے' اتنی دیر تک فرشتے اس کے لیے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں' لہٰذا اس موقع کی دعا قبول ہونے کے زیادہ قریب ہے' نیز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے لیے انتظار کرنے کو سرحد پر پہرہ دینے کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور اس کو رباط (سرحد پر پہرہ دینا) فرمایا ہے اور اس کو تاکید کے ساتھ دو مرتبہ رباط فرمایا ہے' پس ہر عقل والے مومن پر لازم ہے کہ جب اس کو نماز کے بعد نماز کی جگہ پر بیٹھنے کے فضائل معلوم ہوں تو وہ نماز کی جگہ پر بیٹھ کر زیادہ سے زیادہ فرشتوں کے استغفار کے حصول کی کوشش کرے۔ سعید ابن المسیب اور حسن بصری نے کہا ہے کہ مسجد میں عمداً بغیر وضوء کے بیٹھنا مکروہ ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۲۱-۱۲۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ فرماتے ہیں:

اس حدیث میں اس شخص کی فضیلت ہے جو مطلقاً نماز کا انتظار کرتا ہے خواہ وہ مسجد میں اس جگہ بیٹھا ہو یا کسی دوسری جگہ چلا گیا ہو' اور اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جو شخص مسجد میں اپنا وضوء توڑ دے' اس کی یہ فضیلت باطل ہو جاتی ہے اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ مسجد میں وضوء توڑنا مسجد میں تھوکنے سے زیادہ مکروہ ہے۔

مسجد میں بغیر وضوء کے بیٹھنے میں فقہاء کا اختلاف

(علامہ عینی مزید لکھتے ہیں:) علامہ مازری نے کہا ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث سے ان لوگوں پر رد کرنے کا ارادہ کیا ہے' جو بے وضوء شخص کو مسجد میں داخل ہونے سے منع کرتے ہیں یا مسجد میں بیٹھنے سے منع کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں متقدمین کا اختلاف ہے' حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ مسجد سے نکلے' پھر انہوں نے پیشاب کیا' پھر مسجد میں داخل ہو گئے اور وضوء نہیں کیا' اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے' اور یہ عطاء' النخعی اور ابن جبیر سے بھی مروی ہے' اور ابن المسیب اور حسن بصری نے یہ کہا ہے کہ مسجد میں بغیر وضوء کے عمداً بیٹھنا مکروہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۰۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن بطال اور علامہ عینی کی شرحوں میں محاکمہ

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے دو چیزوں میں علامہ ابن بطال سے اختلاف کیا ہے' ایک یہ ہے کہ علامہ ابن بطال نے فرشتوں کی دعا کے حصول کے لیے مسجد میں نماز کی جگہ پر بیٹھنے کو لازم قرار دیا ہے اور علامہ عینی نے فرمایا ہے کہ جب تک نماز کے بعد وضوء نہ ٹوٹے اور انسان نماز کا انتظار کرتا رہے' اس کو یہ فضیلت حاصل ہوتی ہے خواہ وہ مسجد میں ہو یا نہ ہو' دوسری چیز یہ ہے کہ علامہ ابن بطال نے حتماً کہا ہے کہ بے وضوء شخص مسجد میں نہ بیٹھے اور علامہ عینی نے کہا ہے کہ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ پہلے مسئلہ میں بہ ظاہر حدیث کے الفاظ سے علامہ ابن بطال کی تائید ہوتی ہے کیونکہ حدیث کے الفاظ ہیں: جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ میں رہتا ہے' غالباً علامہ عینی نے

ان الفاظ سے عموم مراد لیا ہے کہ جب تک اس کا وضوء نہ ٹوٹے اور وہ نماز کا منتظر رہے۔
حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ فرشتوں سے مراد عام ہے خواہ وہ کراماً کاتبین ہوں' سیارگان ہوں یا کوئی اور فرشتے ہوں۔
(فتح الباری ج ۲ ص ۹۳' دارالمعرفۃ بیروت' ۱۴۰۶ھ)

٦٢ - بَابُ بُنْيَانِ الْمَسْجِدِ مسجد کو بنانا

اس باب میں مسجد نبوی کو بنانے کی صفت بیان کی گئی ہے۔اس میں درج ذیل تعلیق ہے:

وَقَالَ أَبُوْ سَعِيْدٍ كَانَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ مِنْ جَرِيْدِ النَّخْلِ. اور حضرت ابوسعید رضی اللہ نے کہا: مسجد (نبوی) کی چھت کھجور کی شاخوں سے ہموار کی گئی تھی۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ بادل آئے' پس بارش ہوئی حتیٰ کہ مسجد کی چھت ٹپکنے لگی اور وہ چھت کھجور کی شاخوں سے ہموار کی گئی تھی' پھر نماز قائم کی گئی' پس میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہے تھے' حتیٰ کہ میں نے مٹی کا اثر آپ کی پیشانی میں دیکھا۔

(صحیح البخاری:۶۶۹' صحیح مسلم:۱۱۶۷' سنن ابوداؤد:۱۳۸۲' سنن ابن ماجہ:۱۷۶۶' السنن الکبریٰ:۳۳۴۲)

وَأَمَرَ عُمَرُ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ ' وَقَالَ أَكِنَّ النَّاسَ مِنَ الْمَطَرِ ' وَإِيَّاكَ أَنْ تُحَمِّرَ أَوْ تُصَفِّرَ ' فَتَفْتِنَ النَّاسَ. اور حضرت عمر رضی اللہ نے مسجد (نبوی) کو بنانے کا حکم دیا اور فرمایا: لوگوں کو بارش سے محفوظ رکھو اور سرخ رنگ یا زرد رنگ لگانے سے اجتناب کرو کہ لوگ فتنہ میں مبتلا ہوں گے۔

اس تعلیق کی اصل' اس باب کی حدیث:۴۴۶ میں آ رہی ہے' فتنہ میں مبتلا ہونے کا معنی یہ ہے کہ لوگ مسجد کے رنگ و روغن دیکھنے میں مشغول اور منہمک ہوں گے اور ان کے خضوع اور خشوع میں فرق آئے گا۔

وَقَالَ أَنَسٌ يَتَبَاهَوْنَ بِهَا' ثُمَّ لَا يَعْمُرُوْنَهَا إِلَّا قَلِيْلًا. حضرت انس رضی اللہ نے فرمایا: لوگ مساجد بنا کر فخر کریں گے اور اس کو (نمازوں سے) بہت کم آباد کریں گے۔

اس تعلیق کی اصل اس حدیث میں ہے:

ابوقلابہ الجرمی بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت انس رضی اللہ کے ساتھ الزاویہ میں جانے کا ارادہ کرتے تھے' ہم ایک مسجد کے پاس سے گزرے اور صبح کی نماز کا وقت آ گیا' حضرت انس نے فرمایا: اگر ہم اس مسجد میں نماز پڑھ لیں! کیونکہ بعض لوگ دوسری مسجد میں گئے ہیں' لوگوں نے پوچھا: کون سی مسجد میں؟ پس ہم نے ایک مسجد کا ذکر کیا تو حضرت انس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ مسجدوں پر فخر کریں گے اور ان کو (نمازوں سے) بہت کم آباد کریں گے یا فرمایا: ان کو کم آباد کریں گے۔

امام ابوبکر (محمد بن اسحاق بن خزیمہ نیشاپوری متوفی ۳۱۱ھ) نے کہا: الزاویہ بصرہ کا ایک محل ہے' جو تقریباً دو فرسخ کے فاصلہ پر ہے۔(صحیح ابن خزیمہ:۱۳۲۱)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ لوگ بڑھ چڑھ کر مساجد کو نقش و نگار سے مزین کریں گے' اس میں بیٹھ کر بحث کریں گے اور مساجد پر فخر کریں گے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے' قرآن مجید کی تلاوت کرنے اور نماز پڑھنے میں مشغول نہیں ہوں گے یا بہت کم مشغول ہوں گے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَتُزَخْرِفُنَّهَا كَمَا زَخْرَفَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم ضرور مساجد کو مزین کرو گے، جس طرح یہود اور نصاریٰ نے مزین کیا ہے۔

اس تعلیق کی اصل اس حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے مساجد پر چونے کا پلستر لگانے کا حکم نہیں دیا گیا' حضرت ابن عباس نے کہا: تم مساجد کو ضرور مزین کرو گے جیسے یہود و نصاریٰ نے مزین کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۸)

علامہ عینی نے کہا ہے کہ ان احادیث کی بناء پر ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ مساجد میں نقش و نگار بنانا اور ان کو مزین کرنا مکروہ ہے' اور ہمارے بعض اصحاب نے یہ کہا ہے کہ مساجد میں نقش و نگار بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ کراہت تنزیہی ہے یا خلاف اولیٰ ہے اور وقف کے مال سے مساجد کو مزین کرنا جائز نہیں ہے اور جس نے مال وقف سے مساجد کو مزین کیا' اسے اس مال کا تاوان دینا ہوگا اور تاوان دینے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے وقف کے مال کو اس کے جائز مصرف میں خرچ نہیں کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۰۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ ہمارے اس زمانہ میں لوگ اپنے گھروں اور بنگلوں کو بہت خوب صورت اور حسین و جمیل بناتے ہیں تو اللہ کا گھر اس کے زیادہ لائق ہے کہ اس کا گھر لوگوں کے اپنے گھروں سے زیادہ خوبصورت بنایا جائے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جب مساجد کو مزین کرنے سے منع کیا تھا' اس وقت لوگوں کے گھر بہت سادہ ہوتے تھے۔

٤٤٦ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعٌ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ الْمَسْجِدَ كَانَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَبْنِيًّا بِاللَّبِنِ، وَسَقْفُهُ الْجَرِيْدُ، وَعُمُدُهُ خَشَبُ النَّخْلِ، فَلَمْ يَزِدْ فِيْهِ أَبُوْ بَكْرٍ شَيْئًا، وَزَادَ فِيْهِ عُمَرُ، وَبَنَاهُ عَلٰى بُنْيَانِهِ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِاللَّبِنِ وَالْجَرِيْدِ، وَأَعَادَ عُمُدَهُ خَشَبًا، ثُمَّ غَيَّرَهُ عُثْمَانُ، فَزَادَ فِيْهِ زِيَادَةً كَثِيْرَةً، وَبَنٰى جِدَارَهُ بِالْحِجَارَةِ الْمَنْقُوْشَةِ وَالْقَصَّةِ، وَجَعَلَ عُمُدَهُ مِنْ حِجَارَةٍ مَنْقُوْشَةٍ، وَسَقَفَهُ بِالسَّاجِ.

(سنن ابوداؤد: ۴۵۱' صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۲۳' صحیح ابن حبان: ۱۶۰۱' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۵۴۱' مصنف عبد الرزاق: ۵۱۲۹' مسند احمد ج ۲ ص ۱۳۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۶۱۳۹۔ ج ۱۰ ص ۲۸۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۶۲۲' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح بن کیسان' انہوں نے کہا: ہمیں نافع نے حدیث بیان کی' حضرت عبد اللہ (بن عمر رضی اللہ عنہما) نے ان کو خبر دی کہ مسجد (نبوی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کچی اینٹوں کی بنی ہوئی تھی اور اس کی چھت کھجور کی شاخوں کی تھی اور اس کے ستون کھجور کے تنوں کے تھے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس میں اضافہ کیا اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کی بناء پر تعمیر کیا' کچی اینٹوں اور شاخوں سے بنایا اور اس کے ستون دوبارہ لکڑی کے بنا دیئے' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس میں تبدیلی کی اور اس میں بہت اضافہ کیا' اس کی دیواریں نقش و نگار والے پتھروں اور چونے کی بنائیں اور اس کے ستون بھی منقش پتھروں کے بنائے اور اس کی چھت ساگوان کی لکڑی کی بنائی۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) علی بن عبداللہ بن جعفر بن نجیح ابوالحسن' ان کو ابن المدینی البصری بھی کہا جاتا ہے (۲) یعقوب بن ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف الزہری' ان کی اصل مدنی ہے اور یہ عراق میں تھے (۳) ان کے والد ابراہیم بن سعد (۴) صالح بن کیسان ابومحمد مؤدب' عمر بن عبدالعزیز کے بیٹے (۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام نافع (٦) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۰۳)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں مسجد نبوی کے بنانے کا ذکر ہے۔

سلف صالحین کے نزدیک مسجد کی تزیین کا مکروہ ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متعدد احادیث اور سلف صالحین سے متعدد آثار میں منقول ہیں کہ مساجد کو منقش اور مزین بنانا مکروہ ہے' حبیب بن الشہید نے الحسن سے روایت کی ہے کہ جب مسجد بنائی گئی تو صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! ہم اس کو کیسے بنائیں؟ تو آپ نے فرمایا: میں اپنے بھائی موسیٰ سے اعراض نہیں کرتا' اس کی چھت حضرت موسیٰ کی چھت کی طرح بناؤ' اور یزید بن الاصم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے مساجد کو مزین کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تم اپنی مساجد کو مزین کرو گے اور اپنے مصاحف (قرآن مجید) کو زیور پہناؤ گے تو تم پر ہلاکت آجائے گی۔

یہ آثار اور امام بخاری کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ مسجد کی تعمیر میں معتدل طریقہ اختیار کرنا چاہیے اور فتنہ انگیزی اور ایک دوسرے پر فخر کرنے کے خوف سے اس کی تزیین میں غلو کو ترک کر دینا چاہیے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ جس شخص نے حضرت عمر سے مسجد کی تعمیر کے لیے کہا تو انہوں نے اس سے فرمایا: لوگوں کو بارش سے محفوظ رکھو اور سرخ اور زرد رنگ سے اجتناب کرو تاکہ لوگ فتنہ میں نہ پڑیں' ہوسکتا ہے کہ حضرت عمر نے اس چیز کو اس سے سمجھا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوجہم کی نقش ونگاروں والی چادر واپس کر دی تھی' جب نماز میں آپ کی نظر اس کے نقوش پر پڑی اور آپ نے فرمایا: مجھے خوف ہے کہ یہ مجھے فتنہ میں ڈال دے گی' یعنی اس پر نظر پڑنے سے میرے خضوع اور خشوع اور اللہ تعالیٰ کی طرف انہماک اور استغراق میں فرق آئے گا۔ (صحیح البخاری: ۳۷۳' صحیح مسلم: ۵۵٦)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کے بہت سے ممالک پر فتح عطا فرمائی تھی اور ان کو بہت مال عطا فرمایا تھا' اس کے باوجود انہوں نے مسجد نبوی کو اس طرح سادہ رکھا' جس طرح وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں سادہ تھی' پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو انہوں نے صرف اتنی تبدیلی کی کہ کچی اینٹوں کی جگہ (منقش) پتھر اور چونا لگایا اور کھجور کی شاخوں کے بجائے ساگوان کی لکڑی کی چھت بنائی' پس حضرت عثمان اور حضرت عمر نے مسجد نبوی کو بہت زیادہ مزین نہیں کیا کیونکہ ان کو یہ علم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک یہ کام مکروہ ہے اور تاکہ دنیاوی زیب وزینت کے حصول میں میانہ روی اور زہد میں ان کی اقتداء کی جائے۔

القاسم بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ انصار نے مال جمع کیا' پس کہا: یارسول اللہ! اس مسجد کو بنائیں تو آپ نے فرمایا: اس سے منافق خوش ہوں گے' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مومنین کو چاہیے کہ وہ منافقین کو خوش نہ کریں۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۲۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مسجد کی تزیین کی ابتداء اور فقہاء احناف کے نزدیک مسجد کی تزیین کی گنجائش

علامہ بدرالدین محمود بن عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ جس نے سب سے پہلے مسجد کو مزین کیا ہے' وہ الولید بن عبد الملک بن مروان تھا اور یہ کام صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ کے اخیر میں ہوا اور اکثر اہل علم نے فتنہ کے خوف سے اس پر سکوت کیا' ابن المنیر نے کہا: جب لوگوں نے اپنے گھروں کو خوب صورت بنایا اور مزین کیا تو پھر یہ مستحب ہو گیا کہ مساجد کو بھی اسی طرح خوب صورت بنایا جائے اور مزین کیا جائے تا کہ مساجد کی بے وقعتی نہ ہو اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے کہ جب مساجد کی تعظیم کے لیے ان کو مزین کیا جائے تو پھر یہ جائز ہے اور اس تزیین پر بیت المال سے خرچ نہ کیا جائے' میں کہتا ہوں کہ ہمارے اصحاب کا یہ مذہب ہے کہ مساجد کی تزیین مکروہ (تنزیہی) ہے اور ہمارے بعض اصحاب کا قول یہ ہے کہ مساجد کو منقش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ یہ خلافِ اولیٰ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۰۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں زیادہ تر علامہ ابن بطال کی عبارت نقل کی ہے اور علامہ عینی نے جو شرح کی ہے' وہ بھی ان کی کتاب میں ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۹۵' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٦٣ - بَابُ التَّعَاوُنِ فِيْ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ — مسجد کی تعمیر میں تعاون

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ مسجد کی تعمیر میں تعاون کرنا باعث اجر و ثواب ہے اور جو شخص جتنا زیادہ تعاون کرے گا' اتنا زیادہ اجر و ثواب کا مستحق ہوگا۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسَاجِدَ اللّٰهِ شَاهِدِيْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُوْنَO اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ﴾ (التوبہ: ۱۸-۱۷).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مشرکین کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اللہ کی مساجد تعمیر کریں جب کہ وہ خود اپنے خلاف کفر کی گواہی دینے والے ہوں' ان کے اعمال ضائع ہو گئے اور وہ دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے ہیںO اللہ کی مساجد صرف وہی لوگ تعمیر کر سکتے ہیں جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لائے اور انہوں نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور اللہ کے سوا وہ کسی سے نہیں ڈرے اور عنقریب یہی لوگ ہدایت یافتہ لوگوں میں سے ہوں گےO (التوبہ: ۱۸-۱۷)

كَذَا فِيْ رِوَايَةِ الْاَكْثَرِيْنَ' وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ ذَرٍّ ﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسَاجِدَ اللّٰهِ شَاهِدِيْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُوْنَO اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ﴾ (التوبہ: ۱۸-۱۷) وَلَمْ يَقَعْ فِيْ رِوَايَتِهٖ لَفْظُ وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ.

اسی طرح اکثرین کی روایت میں ہے' اور ابوذر کی روایت میں ہے: مشرکین کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اللہ کی مساجد کی تعمیر کریں اس حال میں کہ وہ خود اپنے خلاف کفر کی گواہی دینے والے ہوں' ان کے اعمال ضائع ہو گئے اور وہ دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے ہیںO اللہ کی مساجد صرف وہی لوگ تعمیر کر سکتے ہیں جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لائے ہوں اور انہوں نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور اللہ کے سوا وہ کسی سے نہیں ڈرے اور عنقریب یہی لوگ ہدایت یافتہ لوگوں میں سے ہوں گےO (التوبہ: ۱۸-۱۷) اور

ایک روایت میں اللہ عزوجل کے قول کا لفظ نہیں ہے۔

صحیح البخاری کے اکثر نسخوں میں یہ پوری دو آیتیں لکھی ہوئی ہیں۔

اس آیت میں مساجد سے مراد جنس مساجد ہے یعنی مشرکین کے لیے کسی بھی مسجد کی تعمیر کرنا جائز نہیں ہے اور جب وہ کوئی مسجد بھی تعمیر نہیں کر سکتے تو مسجد حرام کو بہ طریق اولیٰ تعمیر نہیں کر سکتے' نیز مسجد کی تعمیر میں تعاون کرنا باعث اجر وثواب ہے اور مشرکین کا کوئی عمل باعث اجر وثواب نہیں ہے' اس وجہ سے ان کے لیے مساجد کی تعمیر کرنا بالکل جائز نہیں ہے۔

٤٤٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُخْتَارٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ وَلِابْنِهِ عَلِيٍّ انْطَلِقَا إِلَى أَبِي سَعِيدٍ، فَاسْمَعَا مِنْ حَدِيثِهِ، فَانْطَلَقْنَا، فَإِذَا هُوَ فِي حَائِطٍ يُصْلِحُهُ، فَأَخَذَ رِدَاءَهُ فَاحْتَبَى، ثُمَّ أَنْشَأَ يُحَدِّثُنَا، حَتَّى أَتَى ذِكْرُ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ، فَقَالَ كُنَّا نَحْمِلُ لَبِنَةً لَبِنَةً، وَعَمَّارٌ لَبِنَتَيْنِ لَبِنَتَيْنِ، فَرَآهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَنْفُضُ التُّرَابَ عَنْهُ، وَقَالَ وَيْحَ عَمَّارٍ، تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ، يَدْعُوهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ، وَيَدْعُونَهُ إِلَى النَّارِ. قَالَ يَقُولُ عَمَّارٌ أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ.

[طرف الحدیث:۲۸۱۲]

(صحیح مسلم:۲۹۱۵' مسند ابوداؤد الطیالسی:۶۰۳' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۵۴۹_۵۴۸' السنن الکبریٰ للنسائی:۸۵۴۸' مسند احمد ج ۳ ص ۵ طبع قدیم مسند احمد:۱۱۰۱۱_ ج ۱۷ ص ۵۴' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن مختار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد الحذاء نے حدیث بیان کی از عکرمہ' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے اور اپنے بیٹے علی سے کہا: تم دونوں حضرت ابوسعید کے پاس جاؤ اور ان سے حدیث کا سماع کرو' پس ہم دونوں گئے' اس وقت حضرت ابوسعید اپنے باغ کی اصلاح کر رہے تھے' انہوں نے اپنی چادر لے کر اوڑھ لی' پھر ہمیں حدیث سنانے لگے حتیٰ کہ مسجد کی تعمیر کا ذکر آیا تو انہوں نے کہا: ہم ایک ایک اینٹ اٹھا کر لا رہے تھے اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ دو دو اینٹیں اٹھا کر لا رہے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس حال میں دیکھ لیا' آپ نے ان سے مٹی جھاڑی اور فرمایا: عمار پر افسوس ہے! اس کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی' یہ ان کو جنت کی طرف بلائے گا اور وہ اس کو دوزخ کی طرف بلائیں گے۔ حضرت ابوسعید نے کہا: حضرت عمار کہتے تھے: میں فتنوں سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ صحابہ کرام مسجد کی تعمیر میں تعاون کے لیے اینٹیں اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) مسدد بن مسرھد (۲) عبد العزیز بن مختار ابو اسحاق الدباغ البصری الانصاری (۳) خالد بن مہران الحذاء (۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام عکرمہ (۵) علی بن عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب القرشی الہاشمی ابو الحسن' ان کو ابو محمد بھی کہا جاتا ہے' جس رات حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی' اسی رات ان کی ولادت ہوئی' اس لیے حضرت علی کے نام پر ان کا نام علی رکھا گیا' اور ان کی کنیت پر ان کی کنیت ابو الحسن رکھی گئی' یہ عبادت' زہد' علم' عمل اور فقہ میں بہت فائق تھے اور بہت حسین وجمیل تھے' ہر روز ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے' یہ السفاح اور المنصور دونوں خلیفوں کے دادا تھے' ان کے پاس پانچ سو زیتون کے درخت تھے اور یہ ہر درخت کے پاس دو رکعت نماز پڑھتے تھے' ۱۲۰ھ میں ان کی وفات ہوئی' اس وقت ان کی عمر ۷۰ سال سے زیادہ تھی (۶) حضرت

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۰۶)

حضرت عمار کے جن قاتلین کا حدیث میں ذکر ہے وہ خوارج تھے اور اس حدیث کے دیگر مسائل اور فوائد

اس حدیث میں مذکور ہے: عمار پر افسوس ہے اس کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی' یہ ان کو جنت کی طرف بلائے گا اور وہ اس کو دوزخ کی طرف بلائیں گے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں اس چیز کا بیان ہے' جس کا حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے قصہ میں اختلاف ہے اور یہ جو ارشاد ہے: یہ ان کو جنت کی طرف بلائے گا اور وہ اس کو دوزخ کی طرف بلائیں گے' یہ ان خوارج کے متعلق ہے جن کی طرف حضرت عمار کو بھیجا گیا تھا تا کہ وہ ان کو مسلمانوں کی جماعت کی طرف آنے کی دعوت دیں' اور صحابہ میں سے کسی ایک کو بھی اس ارشاد کا مصداق بنانا صحیح نہیں ہے' کیونکہ مسلمانوں میں سے کسی کے لیے یہ جائز نہیں' وہ صحابہ کرام کے متعلق سب سے عمدہ تاویل کے علاوہ کچھ اور کہے' کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب ہیں' جن کی اللہ تعالیٰ نے تعریف اور تحسین فرمائی اور ان کی فضیلت کی شہادت دی ہے' سو فرمایا:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ. (آل عمران: ۱۱۰) تم سب سے بہترین امت ہو جس کو لوگوں کے لیے ظاہر کیا گیا ہے۔

مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت کے اوّلین مصداق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب ہیں' اور یہ صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ حضرت عمار کو خوارج کی طرف بھیجا گیا تھا' وہ ان کو مسلمانوں کی جماعت کی طرف بلا رہے تھے' جس جماعت کی عصمت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہادت دی ہے اور فرمایا ہے: میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی۔

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد مذکور سے حضرت عمار نے یہ سمجھا تھا کہ یہی (خوارج) دین میں وہ فتنہ ہیں' جس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنی چاہیے اور اس فتنہ سے انہوں نے اس لیے پناہ طلب کی کہ کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ اس فتنہ میں اس کو اجر ملے گا یا اس سے مواخذہ ہوگا' ماسوا غلبہ ظن کے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ عکرمہ نے کہا: حضرت ابوسعید نے اپنی چادر لی اور اوڑھ کر بیٹھ گئے' اور ہمیں حدیث سنانی شروع کر دی' اس میں یہ دلیل ہے کہ محدث کو حدیث بیان کرنے کے لیے اہتمام سے بیٹھنا چاہیے۔

نیز اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹے علی کو اور اپنے شاگرد عکرمہ کو حضرت ابوسعید خدری کے پاس حدیث کے سماع کے لیے بھیجا' اس میں یہ دلیل ہے کہ ایک عالم کو اپنے بیٹے اور اپنے شاگرد کو دوسرے عالم کے پاس استفادہ کے لیے بھیجنا چاہیے کیونکہ کوئی شخص پورے علم کا احاطہ نہیں کر سکتا۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت عمار دو' دو اینٹیں اٹھا کر لا رہے تھے' اس میں یہ دلیل ہے کہ انسان کو نیکی کے کام میں زیادہ مشقت اٹھانی چاہیے تا کہ زیادہ اجر ملے' اسی وجہ سے ان کو یہ کرامت اور فضیلت حاصل ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے مٹی جھاڑی اور ان کی اس فضیلت کا ذکر فرمایا جو ان کو بعد میں حاصل ہوگی۔

نیز اس حدیث میں ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی کہ حضرت عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا اور ایسا ہی ہوا' اس میں آپ کی نبوت کی علامت ہے اور علم غیب کا ثبوت ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۲۵۔ ۱۲۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عمار کو حضرت معاویہ کے لشکر نے قتل کیا تھا تو پھر وہ دوزخ کی طرف بلانے والے قرار پائے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ جنگ صفین میں شہید ہوئے اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور جن لوگوں نے ان کو قتل کیا' وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور حضرت معاویہ کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت تھی؟ علامہ ابن بطال نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت عمار کو خوارج نے شہید کیا تھا اور وہی اس حدیث کا صحیح مصداق ہیں کہ حضرت عمار ان کو جنت کی طرف بلا رہے تھے اور وہ ان کو دوزخ کی طرف بلا رہے تھے اور صحابہ کرام کے متعلق صرف وہی تاویل کرنی چاہیے جو سب سے عمدہ ہو' علامہ ابن بطال نے اس جواب میں المہلب کی اتباع کی ہے اور ایک جماعت نے ان کی اتباع کی ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: لیکن یہ جواب صحیح نہیں ہے' کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ حضرت عمار کی شہادت کے بعد خوارج نے حضرت علی کے خلاف خروج کیا تھا اور اس کی ابتداء اس وقت ہوئی تھی جب حضرت علی اور حضرت معاویہ کے درمیان حَکَم بنایا گیا تھا اور حَکَم بنانے کا واقعہ صفین میں قتال کے بعد ہوا تھا اور قطعی طور پر حضرت عمار کو اس سے پہلے شہید کر دیا گیا تھا۔

بعض علماء نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ جو لوگ حضرت عمار کو دوزخ کی دعوت دے رہے تھے' وہ کفار قریش تھے اور یہ جواب بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ ابن السکن اور کریمہ وغیرہما کی روایت میں زیادہ وضاحت ہے کہ جو لوگ حضرت عمار کو دوزخ کی دعوت دے رہے تھے' وہ حضرت عمار کے قاتلین تھے اور وہ اہل شام تھے' الحمیدی نے کہا ہے کہ شاید یہ اضافہ امام بخاری کے سامنے نہیں آیا یا یہ اضافہ ان کے سامنے آیا تھا لیکن انہوں نے اس کو عمداً حذف کر دیا اور اس کو اپنی صحیح میں ذکر نہیں کیا۔ اسماعیلی اور برقانی نے اس اضافہ کے ساتھ اس حدیث کی روایت کی ہے۔

اس اعتراض کا صحیح جواب یہ ہے کہ دونوں طرف کے صحابہ مجتہدین تھے اور وہ اپنے گمان میں دوسرے فریق کو جنت کی طرف بلا رہے تھے' اگرچہ واقع میں اس کے خلاف تھا اور جو اپنے گمان کی اتباع کر رہا ہو' اس پر کوئی ملامت نہیں ہوتی' اگر تم یہ کہو کہ جب مجتہد صحیح نتیجہ پر پہنچے تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور جب وہ خطا کرے تو اس کو ایک اجر ملتا ہے تو یہاں معاملہ کیسے ہوگا؟ میں کہتا ہوں کہ یہ جواب اقناعی ہے اور صحابہ کے حق میں اس کے خلاف کوئی بات کہنا مناسب نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف کی ہے اور ان کی فضیلت کی شہادت دی اور فرمایا ہے: تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہے (آل عمران:۱۱۰) اور مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت کے مصداق سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں۔

اس تقریر کے بعد علامہ عینی نے اس حدیث کے وہی فوائد ذرا تفصیل سے بیان کیے ہیں' جن کو پہلے علامہ ابن بطال بیان کر چکے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۰۸' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن بطال اور المہلب کے جواب پر حافظ ابن حجر عسقلانی کا تبصرہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال کا جواب اس لیے بھی صحیح نہیں ہے کہ جن لوگوں کی طرف حضرت علی نے حضرت عمار کو بھیجا تھا وہ اہل کوفہ تھے' وہ واقعہ جمل سے پہلے حضرت عائشہ اور ان کے حامیوں کے خلاف لوگوں کو تیار کر رہے تھے اور ان میں بھی صحابہ کی جماعت تھی' جیسے حضرت معاویہ کے ساتھ صحابہ تھے بلکہ ان سے افضل تھے' لہٰذا جس اعتراض سے بچنے کی المہلب نے کوشش کی تھی' وہ پھر ان پر لوٹ

آیا۔ اس کے علاوہ خرابی یہ ہے کہ ان صحابہ کرام پر خوارج کا اطلاق لازم آئے گا۔
مہلب پر ایک اور اعتراض یہ ہے کہ انہوں نے اس ناقص روایت کی شرح کی ہے کیونکہ مکمل روایت میں یہ ضمیر حضرت عمار کے قاتلین کی طرف راجع ہے یعنی حضرت عمار اپنے قاتلین کو جنت کی طرف بلا رہے تھے اور وہ ان کو دوزخ کی طرف بلا رہے تھے اور حضرت عمار کے قاتلین اہل شام تھے الحمیدی نے کہا ہے کہ امام بخاری نے اس اضافہ کو عمداً حذف کر دیا۔
علامہ عسقلانی فرماتے ہیں: امام بخاری نے اس اضافہ کو ایک نکتہ خفیہ کی بناء پر حذف کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت ابوسعید خدری نے اعتراف کیا ہے کہ انہوں نے اس اضافہ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں سنا اس سے معلوم ہوا کہ یہ اضافہ اس روایت میں مدرجہ ہے اور جو روایت اس اضافہ کے ساتھ بیان کی گئی ہے وہ امام بخاری کی شرط کے مطابق نہیں ہے لہٰذا امام بخاری نے اس حدیث کے اتنے حصہ پر اقتصار کیا ہے جتنا حصہ حضرت ابوسعید نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۹۶-۹۷ ملخصاً دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حضرت عمار کے قاتلین پر باغی اور دوزخ کی طرف بلانے والے کے اطلاق پر مصنف کی توجیہ

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس میں مذکور ہے: عمار پر افسوس ہے! اس کو باغی جماعت قتل کرے گی وہ ان کو جنت کی طرف بلائے گا اور وہ اس کو دوزخ کی طرف بلائیں گے اور حضرت عمار کو حضرت معاویہ کے گروہ نے قتل کیا تھا اور ان پر اس حدیث میں باغی اور دوزخ کی طرف بلانے والا فرمایا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ان پر باغی اور دوزخ کی طرف بلانے والے کا اطلاق بہ اعتبار ظاہر ہے حقیقت کے اعتبار سے نہیں ہے کیونکہ حقیقت میں ان کے گمان کے اعتبار سے ان کا اقدام برحق تھا وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے طالب تھے حالانکہ واقع میں ان کا یہ اجتہاد مبنی برخطاء تھا کیونکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ کر رہے تھے اور وہ امیر برحق اور خلیفہ مسلمین تھے اور امیر برحق کے ساتھ جنگ کرنا بغاوت ہے اور دوزخ میں دخول کا سبب ہے اس لیے ظاہر کے اعتبار سے وہ باغی تھے اور دوزخ کی طرف بلانے والے لیکن حقیقت میں باغی نہیں تھے کیونکہ ان کا یہ اقدام اپنے اجتہاد کی وجہ سے تھا۔

اس حدیث کی نظیر قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى. (طٰہٰ:۱۲۱) اور آدم نے اپنے رب کی معصیت کی' پس وہ بے راہ ہوئے۔

اس آیت میں شجر ممنوعہ سے کھانے پر حضرت آدم علیہ السلام پر معصیت اور غوایت کا اطلاق بہ اعتبار ظاہر ہے' حقیقت میں وہ نبی معصوم ہیں اور ان کا شجر ممنوعہ سے کھانا معصیت نہ تھا' ان کے اجتہاد سے تھا' انہوں نے یہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے تنزیہاً منع فرمایا ہے اور وہ یہ بھول گئے کہ اللہ تعالیٰ نے تحریماً منع فرمایا ہے اور معصیت تب ہوتی' جب وہ قصداً ممنوع کام کا ارتکاب کرتے اور انہوں نے بھولے سے یہ کام کیا تھا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًاO (طٰہٰ:۱۱۵) پس آدم بھول گئے اور ہم نے (ان کی معصیت کا) کوئی عزم نہ پایاO

لہٰذا قرآن مجید میں حضرت آدم کے فعل پر معصیت کا اطلاق ظاہر اور صورت کے اعتبار سے ہے اور حقیقت کے اعتبار سے وہ معصیت نہیں ہے۔ اسی طرح اس حدیث میں حضرت معاویہ کے گروہ پر باغی ہونے اور دوزخ کی طرف بلانے والے ہونے کا اطلاق ظاہر اور صورت کے اعتبار سے ہے' حقیقت کے اعتبار سے نہیں ہے' اور اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت علی نے حضرت معاویہ اور

ان کے لشکر کے متعلق بہت دعائیں کی ہیں اور ان کی فضیلت میں بہت احادیث وارد ہیں:

حضرت علی کے حضرت معاویہ کے متعلق دعائیہ کلمات اور اس سلسلے میں دیگر احادیث

حارث بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ صفین سے واپس آئے تو آپ نے ایسی باتیں فرمائیں جو اس سے پہلے نہیں فرماتے تھے۔ آپ نے فرمایا: اے لوگو! حضرت معاویہ کی امارت کو ناپسند مت کرو' اللہ کی قسم! اگر تم نے ان کو گم کر دیا تو تمہارے کندھوں سے تمہارے سر حنظل کے پھل کی طرح گرنے لگیں گے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۸۴۳' کنز العمال: ۳۱۷۰۴' تاریخ دمشق ج ۶۲ ص ۱۰۶۔۱۰۵)

عبداللہ بن عروہ نے کہا: مجھے اس شخص نے خبر دی جو جنگ صفین میں حاضر تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی رات باہر نکلے' آپ نے اہل شام کی طرف دیکھ کر یہ دعا کی: اے اللہ! میری مغفرت فرما اور ان کی مغفرت فرما' پھر حضرت عمار لائے گئے تو آپ نے ان کے لیے بھی یہی دعا کی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۸۵۴)

یزید بن اصم بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ صفین کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ہمارے مقتول اور ان کے مقتول جنت میں ہیں اور یہ معاملہ میرے اور معاویہ کی طرف سونپ دیا جائے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۸۶۹' کنز العمال: ۳۱۷۰۰' تاریخ دمشق الکبیر ج ۶۲ ص ۹۷' بیروت)

نعیم بن ابی ہندا اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں' میں صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا تو نماز کا وقت آ گیا تو ہم نے بھی اذان دی اور اہل شام نے بھی اذان دی' ہم نے بھی اقامت کہی اور انہوں نے بھی اقامت کہی' پھر ہم نے نماز پڑھی اور انہوں نے بھی نماز پڑھی' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مڑ کر دیکھا تو ہمارے درمیان بھی مقتولین تھے اور ان کے درمیان بھی مقتولین تھے۔ جب حضرت علی نماز سے فارغ ہو گئے تو میں نے ان سے پوچھا: آپ ہمارے مقتولین اور ان کے مقتولین کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جو ہم میں سے اور ان میں سے اللہ کی رضا اور آخرت کے لیے لڑتا ہوا قتل کیا گیا وہ جنت میں ہے۔

(سنن سعید بن منصور: ۲۹۶۸۔ج ۲ ص ۳۴۵۔۳۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' کنز العمال: ۳۱۷۰۷)

حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ اور حضرت اسماء' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرِ اسود اور مقامِ ابراہیم کے درمیان ہاتھ بلند کر کے دعا کر رہے تھے: اے اللہ! معاویہ کے بدن کو دوزخ کی آگ پر حرام کر دے' اے اللہ! دوزخ کی آگ کو معاویہ پر حرام کر دے۔ (تاریخ دمشق الکبیر: ۳۴۸۴۔ج ۶۲ ص ۶۶۔۶۵' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابھی تمہارے سامنے اہل جنت سے ایک شخص آئے گا' پھر حضرت معاویہ آئے۔ (تاریخ دمشق: ۱۳۴۹۹۔ج ۶۲ ص ۷۰)

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی اور برادر نسبتی ہیں اور وحی کے کاتب اور اس پر امین ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: میرے لیے میرے اصحاب اور میرے سسرال والوں کو چھوڑ دو (ان کو برا نہ کہو) پس جس نے ان کو برا کہا' اس پر اللہ کی لعنت ہو اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی۔ (تاریخ دمشق الکبیر: ۱۳۵۴۷۔ج ۶۲ ص ۱۴۳)

حضرت رویم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا: یارسول اللہ! مجھ سے کشتی لڑیے' حضرت معاویہ نے کھڑے ہو کر کہا: میں تم سے کشتی لڑوں گا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: معاویہ ہرگز کبھی مغلوب نہیں ہو گا' پھر حضرت معاویہ نے اس

اعرابی کو پچھاڑ دیا' جنگ صفین کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر مجھ سے اس حدیث کا پہلے ذکر کیا جاتا تو میں معاویہ سے جنگ نہ کرتا۔ (تاریخ دمشق: ۱۳۴۶۵-۱۳ ج ۶۲ ص ۶۱)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس حدیث میں حضرت معاویہ کے لیے جو دعا فرمائی' اُسی کا اثر تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اسد اللہ الغالب ہونے کے باوجود حضرت معاویہ کو مغلوب نہ کر سکے۔

حضرت علی کے قصاصِ عثمان نہ لینے کی وجوہ

حضرت معاویہ کا حضرت علی سے یہ مطالبہ تھا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص لیں اور حضرت علی اخیر وقت تک قاتلین عثمان سے قصاص نہیں لے سکے' اس کی وجہ یہ ہے کہ قصاص اس وقت واجب ہوتا ہے جب اس کا شرعی ثبوت ہو اور شرعی ثبوت یہ ہے کہ کوئی شخص حضرت عثمان کے قتل کا اعتراف کرتا یا اس پر دو گواہ قائم ہوتے کہ فلاں شخص نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے' لیکن حضرت علی کی شہادت تک یہ ثبوت مہیا نہیں ہو سکا' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کیسے قصاص لیتے؟ اوّل تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتل مجہول اور نامعلوم تھے' ثانیاً: حضرت علی فرماتے تھے: مجھے سانس تو لینے دو' فتنے ختم ہو جائیں اور امن و امان قائم ہو جائے پھر میں تفتیش اور تحقیق کروں کہ قاتل فی الواقع کون ہے' کیونکہ اندھا قصاص تو نہیں لیا جا سکتا اور فی الفور قصاص لینا واجب نہیں ہے اور قصاص لینے میں تاخیر جائز ہے' لیکن ان پر پے در پے ایسی جنگیں مسلط کر دی گئیں کہ ان کو امن اور سکون کے ساتھ تفتیش اور تحقیق کرنے کا موقع نہیں مل سکا۔

حضرت معاویہ کے باغی نہ ہونے پر مزید دلائل

اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت معاویہ کی جماعت صراحۃً باغی ہوتی تو وہ ان سے جنگ موقوف نہ کرتے اور کبھی تحکیم کو قبول نہ کرتے۔

حافظ اسماعیل بن عمرو بن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں:

سفیان بن اللیل بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کوفہ سے مدینہ آئے تو میں نے ان سے کہا: اے مؤمنین کو ذلیل کرنے والے! حضرت حسن نے فرمایا: اس طرح مت کہو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: دن اور رات کا سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا حتیٰ کہ معاویہ رضی اللہ عنہ حکمران بن جائیں گے' پس میں نے جان لیا کہ اللہ کا حکم نافذ ہونے والا ہے' پس میں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ میرے اور ان کے درمیان مسلمانوں کا خون بہایا جائے۔

(تاریخ دمشق الکبیر: ۱۳۵۰۲-۱۳ ج ۶۲ ص ۷۱' البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۶۳۴' کنز العمال: ۳۱۷۰۸)

حارث اعور بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صفین سے لوٹ کر فرمایا: اے لوگو! معاویہ کی حکومت کو ناپسند نہ کرنا کیونکہ اگر تم نے ان کو گم کر دیا تو تم دیکھو گے کہ تمہارے سر تمہارے کندھوں سے اس طرح کٹ کٹ کر گریں گے' جس طرح حنظل کے پھل درخت سے گرتے ہیں۔ (کنز العمال: ۳۱۷۱۲' البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۶۳۴' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

حافظ ابن کثیر' امام بیہقی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

صفوان بن عمرو نے بیان کیا ہے کہ اہل شام کا لشکر ساٹھ ہزار تھا' ان میں سے بیس ہزار قتل کیے گئے اور اہل عراق کا لشکر ایک لاکھ بیس ہزار تھا' ان میں سے چالیس ہزار شہید کیے گئے اور امام بیہقی نے اس واقعہ کو ''صحیح بخاری'' اور ''صحیح مسلم'' کی اس حدیث پر منطبق کیا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ دو عظیم جماعتیں باہم عظیم جنگ نہیں کریں گی' حالانکہ ان دونوں جماعتوں کا دین واحد ہوگا۔الحدیث (صحیح البخاری: ۷۱۲۱' صحیح مسلم: ۱۵۷)

امام بیہقی نے کہا ہے کہ وہ جماعتیں اسلام کا دعویٰ کریں گی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی جنگ صفین پر منطبق ہوتی ہے۔ (دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۴۱۹۔۴۱۸' البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۳۷۷۔۳۷۶)

نیز حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے دو گروہ ہوں گے' ایک گروہ ان دونوں سے خارج ہو جائے گا (یعنی خوارج) اور دونوں گروہوں میں سے جو گروہ حق کے زیادہ قریب ہوگا' وہ ان خوارج کو قتل کرے گا۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۹۷' سنن سعید بن منصور: ۲۹۷۲)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہے' کیونکہ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے اسی طرح واقع ہوا' اور اس حدیث میں آپ نے اہل شام اور اہل عراق کے دونوں گروہوں کے اوپر اسلام کا حکم لگایا ہے۔اس طرح نہیں جس طرح رافضی فرقہ کا زعم باطل ہے اور وہ اہل شام کو کافر قرار دیتے ہیں اور اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حضرت علی رضی اللہ کے اصحاب حق کے زیادہ قریب تھے اور یہی اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے کہ حضرت علی رضی اللہ حق پر تھے اور حضرت معاویہ مجتہد تھے اور ان کو اجتہاد میں خطا لاحق ہوئی اور ان کو بھی ان شاء اللہ اجر ملے گا اور حضرت علی امام برحق ہیں اور ان کو دو اجر ملیں گے' جیسا کہ حدیث میں ہے:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب حاکم اجتہاد کرے اور اس کی رائے درست ہو تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور جب اس کے اجتہاد میں خطاء ہو تو اس کو ایک اجر ملتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۷۳۵۲' صحیح مسلم: ۱۷۱۶' سنن ابوداؤد: ۳۵۷۴' سنن ابن ماجہ: ۲۳۱۴' البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۳۸۲۔۳۸۱' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۸ھ)

یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۷۱۹۴۔ ج ۷ ص ۷۷۹۔۷۷۸ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: حضرت عمار بن یاسر کی شہادت' اس کی بہت مختصر شرح ہے چند سطروں میں۔

٦٤ - بَابُ الْاِسْتِعَانَةِ بِالنَّجَّارِ وَالصُّنَّاعِ فِيْ اَعْوَادِ الْمِنْبَرِ وَالْمَسْجِدِ

منبر کی سیڑھیوں اور مسجد میں بڑھئی (ترکھان) اور مستری (کاری گر) سے مدد حاصل کرنا

''صنّاع'' کا لفظ عام ہے اور ''النجار'' کا لفظ خاص ہے اور اس عبارت میں عام کا عطف خاص پر ہے۔

٤٤٨ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ' عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ' عَنْ سَهْلٍ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اِمْرَاَةٍ اَنْ مُرِيْ غُلَامَكِ النَّجَّارَ' يَعْمَلْ لِيْ اَعْوَادًا' اَجْلِسُ عَلَيْهِنَّ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۴۱۹' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل رضی اللہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کی طرف پیغام بھیجا کہ تم اپنے بیٹے کو حکم دو جو بڑھئی ہے کہ وہ میرے لیے (منبر کی) سیڑھیاں بنا دے جن پر میں بیٹھوں گا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۷۷ میں کر دی گئی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: چھت' منبر اور لکڑی پر نماز پڑھنا۔

٤٤٩ - حَدَّثَنَا خَلَّادٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد نے حدیث بیان

اَیْمَنَ، عَنْ اَبِیْهِ، عَنْ جَابِرٍ اَنَّ امْرَاَةً قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا اَجْعَلُ لَكَ شَیْئًا تَقْعُدُ عَلَیْهِ؟ فَاِنَّ لِیْ غُلَامًا نَجَّارًا قَالَ اِنْ شِئْتِ. فَعَمِلَتِ الْمِنْبَرَ.

[اطراف الحدیث: ۲۰۹۵۔ ۳۵۸۴۔ ۳۵۸۵]

کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد بن ایمن نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہ ایک عورت نے کہا: یارسول اللہ! کیا میں آپ کے لیے ایسی چیز نہ بنادوں جس پر آپ بیٹھیں؟ کیونکہ میرا لڑکا بڑھئی ہے آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو پس اس عورت نے منبر بنادیا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) خلاد بن یحییٰ (۲) عبدالواحد بن ایمن الحبشی المکی القرشی المخزومی (۳) ان کے والد ایمن جو حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں (۴) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۱۰)

منبر بنانے کے متعلق دو حدیثوں کے تعارض کا جواب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے خلاف ہے کیونکہ حضرت سہل کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ نے خود اس عورت سے فرمایا تھا کہ وہ اپنے بیٹے سے کہے کہ وہ میرے لیے منبر بنادے اور حضرت جابر کی حدیث میں ہے کہ اس عورت نے اپنے بیٹے سے منبر بنوانے کی پیش کش کی تھی پھر اس نے منبر بنادیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ پہلے اس عورت نے منبر بنوا کر دینے کی پیش کش کی ہو اور آپ کی اس میں رغبت نہ ہو پھر جب اس لڑکے نے بنا کر دینے میں تاخیر کر دی اور آپ کو پتا تھا کہ وہ خوشی سے منبر بنا کر دے رہی ہے اور آپ چاہتے تھے جلدی بن جائے تو آپ نے اس عورت سے تقاضا کیا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے عورت کے پاس اس لیے پیغام بھیجا ہو کہ یہ معلوم کریں کہ وہ لڑکا کس قسم کی سیڑھیاں بنا رہا ہے اور یہ چاہا کہ وہ سیڑھیاں منبر میں ہونی چاہئیں۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کام کے کرنے کا وعدہ کرے اور اس کی مدت معین نہ کرے اس سے اس کام کا تقاضا کرنا چاہیے اور اس کام کو مکمل کرنے کے لیے کہنا چاہیے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۲۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ اور حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے اس شرح کو معمولی تغیر سے نقل کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۱۱۔ ۳۱۰ دارالکتب العلمیہ بیروت فتح الباری ج ۲ ص ۹۷ دارالمعرفۃ بیروت)

٦٥ - بَابُ مَنْ بَنٰى مَسْجِدًا

جس نے مسجد بنائی

اس باب میں مسجد بنانے کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے۔

٤٥٠ - حَدَّثَنَا یَحْیَى بْنُ سُلَیْمَانَ حَدَّثَنِیْ ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ عَمْرٌو اَنَّ بُكَیْرًا حَدَّثَهُ اَنَّ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ حَدَّثَهُ اَنَّهُ سَمِعَ عُبَیْدَ اللّٰهِ الْخَوْلَانِیَّ اَنَّهُ سَمِعَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یَقُوْلُ، عِنْدَ قَوْلِ النَّاسِ فِیْهِ حِیْنَ بَنٰى مَسْجِدَ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكُمْ اَكْثَرْتُمْ، وَاِنِّیْ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی کہ بے شک بکیر نے ان کو حدیث بیان کی کہ بے شک عاصم بن عمر بن قتادہ نے ان کو حدیث بیان کی انہوں نے عبید اللہ الخولانی سے سنا انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ جب انہوں نے رسول

اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ بَنٰی مَسْجِدًا. قَالَ بُکَیْرٌ حَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ یَبْتَغِیْ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ، بَنَی اللّٰهُ لَهٗ مِثْلَهٗ فِی الْجَنَّةِ. (صحیح مسلم: ٥٣٣، الرقم المسلسل: ١١٦٩، سنن ترمذی: ٣١٨، سنن ابن ماجہ: ٧٣٦، صحیح ابن خزیمہ: ١٢٩١، مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ ص ٣١٠، مسند احمد ج ١ ص ٦١ طبع قدیم، مسند احمد ج ١ ص ٤٨٩، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ٥٢٧١، مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ)

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد بنائی اور لوگوں نے ان پر اعتراض کیے تو انہوں نے فرمایا: بے شک تم نے بہت اعتراض کیے ہیں اور میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے مسجد بنائی۔ بکیر نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ انہوں نے فرمایا: اور وہ مسجد بنانے سے اللہ کی رضا طلب کرتا تھا تو اللہ اس کے لیے جنت میں اس کی مثل بنا دے گا۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت واضح ہے کیونکہ اس حدیث میں مسجد بنانے کی فضیلت کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(١) یحییٰ بن سلیمان الجعفی (٢) عبد اللہ بن وہب (٣) عمرو بن الحارث، ان کا لقب تھا درۃ الغواص (٤) بکیر بن عبد اللہ الاشج المدنی، یہ بہت پہلے مدینہ سے مصر چلے گئے تھے (٥) عاصم بن عمر الاوسی الانصاری، یہ ١٢٠ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے (٦) عبید اللہ بن الاسود الخولانی، یہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے لے پالک تھے (٧) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ٤ ص ٣١١)

مسجد بنانے کی فضیلت

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

مساجد اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مساجد کی اپنی طرف اضافت کی ہے، قرآن مجید میں ہے:

اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ. (التوبہ: ١٨)

اللہ کی مساجد کی صرف وہی تعمیر کرتے ہیں جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔

اور درج ذیل آیت میں اللہ تعالیٰ نے مساجد پر گھروں کا اطلاق فرمایا ہے:

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ. (النور: ٣٦)

جن گھروں کو بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ان میں اس کے نام کے ذکر کرنے کا حکم دیا ہے۔

پس مسجد دنیا میں سب سے افضل گھر ہے اور زمین کا سب سے عمدہ قطعہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے مسجد بنانے والے کو یہ فضیلت عطا کی ہے کہ وہ اس کے لیے جنت میں محل بنا دے گا اور جب تک مسجد میں اللہ کا ذکر کیا جاتا رہے گا اور اس کے لیے نماز پڑھی جاتی رہے گی، اس کا اجر اور ثواب مسجد بنانے والے کے لیے اس کی زندگی میں بھی لکھا جاتا رہے گا اور اس کی موت کے بعد بھی لکھا جاتا رہے گا اور مسجد بنانے کا وہ اجر ہے، جو اس کے عمل کی جنس سے دیا جاتا رہے گا۔ (شرح ابن بطال ج ٢ ص ١٢٦، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢٤ھ)

مسجد نبوی کی دوبارہ تعمیر پر لوگوں کے اعتراضات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

حضرت محمود بن لبید انصاری بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی بنانے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے اس کو ناپسند کیا، ان کی خواہش تھی کہ مسجد کو اس کی حالت پر رہنے دیا جائے (صحیح مسلم: ٥٣٣، الرقم المسلسل: ١١٧٠) یعنی جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

عہد میں مسجد تھی' اس کو اسی حالت میں رہنے دیا جائے' امام بغوی نے شرح السنۃ میں کہا ہے: شاید صحابہ نے اس لیے ناپسند کیا تھا کہ حضرت عثمان نقش ونگار والے پتھروں سے مسجد بنا رہے تھے' انہوں نے محض مسجد کی توسیع کرنے کو ناپسند نہیں کیا تھا اور حضرت عثمان نے مسجد کی توسیع نقش ونگار والے پتھروں سے کی تھی اور اس کو مزین بھی کیا تھا۔(فتح الباری ج ۲ ص ۹۸' دار المعرفۃ بیروت)

مسجد بنانے کی فضیلت میں دیگر احادیث

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے: جس نے اللہ کے لیے مسجد بنائی خواہ چھوٹی ہو یا بڑی' اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنا دیتا ہے۔

(سنن ترمذی: ۳۱۹)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خواہ وہ پرندے کے گڑھے جتنی ہو یا اس سے چھوٹی ہو' اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنا دیتا ہے۔(سنن ابن ماجہ: ۷۳۸)

اس اعتراض کا جواب کہ اس حدیث میں مسجد بنانے والے کو جنت میں ایک مثل ملنے کا ذکر ہے' حالانکہ قرآن مجید میں دس مثلوں کا بیان ہے

اس حدیث میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جنت میں اس کی مثل بنا دے گا' اس پر یہ اعتراض ہے کہ مثل کے دو استعمال ہیں' ایک یہ کہ اس سے مراد مطلقاً مفرد ہوتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

فَقَالُوٓا اَنُؤۡمِنُ لِبَشَرَیۡنِ مِثۡلِنَا. (المؤمنون: ۴۷) پس انہوں نے کہا: کیا ہم اپنی مثل دو بشروں پر ایمان لے آئیں۔

اس آیت میں ''بشرین'' تثنیہ ہے' اس کے باوجود اس کی صفت مفرد کے صیغہ کے ساتھ لائی گئی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ مثل کا لفظ صرف مفرد مستعمل ہوتا ہے اور دوسرا استعمال یہ ہے کہ اس کو موصوف کے مطابق لایا جاتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

اُمَمٌ اَمۡثَالُكُمۡ. (الانعام: ۳۸) تمہاری مثل گروہ ہیں۔

اب اعتراض یہ ہے کہ اس حدیث کی بشارت کا تقاضا یہ ہے کہ مسجد بنانے والے کو جنت میں اس کی ایک مثل گھر دیا جائے' حالانکہ قرآن مجید میں ہے:

مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشۡرُ اَمۡثَالِهَا. (الانعام: ۱۶۰) جو شخص ایک نیکی لائے گا اس کو اس نیکی کی دس مثلیں ملیں گی۔

(۱) اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسجد بنانے والے کو اس مسجد کی مثل دس گھر عطا فرمائے گا۔

(۲) بہ طور عدل اس کو مسجد کی مثل ایک گھر ملے گا اور بہ طور فضل اللہ تعالیٰ اس کی مثل دس گھر عطا فرمائے گا۔

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد اس آیت (الانعام: ۱۶۰) کے نزول سے پہلے تھا' مگر یہ جواب بعید ہے۔

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو ایک مثل فرمایا ہے' اس سے زیادہ کی نفی نہیں ہوتی۔

(۵) یہ زیادتی کیفیت کے اعتبار سے ہے' کئی چیزیں عدد میں کم ہوتی ہیں اور کیفیت میں زیادہ ہوتی ہیں مثلاً کسی کا ایک گھر دوسروں کے دس گھروں بلکہ سو گھروں سے افضل ہوتا ہے اور یہ فرق دنیا کی تنگی اور جنت کی وسعت کے اعتبار سے ہے کیونکہ صحیح حدیث میں ہے: جنت میں چابک جتنی جگہ بھی دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے۔(صحیح البخاری: ۳۲۵۰) امام احمد نے حضرت واثلہ سے روایت کیا ہے: اللہ اس کے لیے جنت میں اس سے افضل گھر بنا دے گا' اور امام طبرانی نے حضرت ابوامامہ سے روایت کیا ہے: اللہ اس کے لیے اس سے زیادہ وسیع گھر بنا دے گا' اس سے معلوم ہوا کہ مثل ہونے سے من کل الوجوہ مساوات کا قصد نہیں کیا جاتا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۹۹ ' دار المعرفۃ ' بیروت ' ۱۴۲۶ھ)

حافظ عسقلانی کے جوابات پر حافظ عینی کا تبصرہ

تیسرے جواب کے بعید ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا یہ ارشاد' الانعام: ۱۶۰ کے نزول سے پہلے تھا' یہ تاریخ جاننے پر موقوف ہے اور وہ معلوم نہیں ہے۔ پانچویں جواب میں کہا ہے کہ یہ مثلیت کیفیت کے اعتبار سے ہے اور قرآن مجید میں جو دس مثلوں کا ذکر ہے وہ کمیت اور مقدار ہے' میں کہتا ہوں کہ جو مثلیت کمیت اور مقدار کے اعتبار سے ہو' اس کو مساوات کہتے ہیں جیسے ایک مقدار کا دوسری مقدار کے ساتھ متحد ہونا اور جو مثلیت کیفیت کے اعتبار سے ہو' اس کو مشابہت کہتے ہیں۔

اس کے بعد علامہ عینی لکھتے ہیں: مجھے جو جواب انوارِ الٰہیہ سے منکشف ہوا ہے' وہ یہ ہے کہ مسجد بنانے والے کو ایک گھر کی مثل دینا یہ اللہ تعالیٰ کا عدل ہے اور اس ایک گھر کے اوپر کیفیت اور کمیت (مقدار) کے اعتبار سے اضافہ فرمانا' یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۱۶ ' دار الکتب العلمیہ ' بیروت ' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس جواب میں حافظ عینی نے کوئی نئی بات نہیں پیش کی' یہی بات حافظ عسقلانی اپنے دوسرے جواب میں بیان کر چکے ہیں' نئی بات یہ ہے کہ حدیث میں مذکور ہے: مسجد بنانے والے کو جنت میں اس کی مثل ملے گی' اس سے ایک مثل مراد لینا مثل کے پہلے استعمال پر موقوف ہے' جس میں مثل سے مراد مفرد ہوتی ہے' جیسے ''اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا'' (المؤمنون: ۴۷) میں ہے'' کیا ہم اپنے جیسے دو بشروں پر ایمان لائیں''۔ اور کیا ضروری ہے کہ حدیث میں مثل کا لفظ پہلے استعمال پر ہو' اگر مثل کا لفظ دوسرے استعمال پر ہو' جیسے ''اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ'' (الانعام: ۳۸) تمہاری مثل گروہ ہیں' میں ہے تو پھر اس سے متعدد امثال مراد لی جاسکتی ہیں اور پھر یہ حدیث الانعام: ۱۶۰ کے خلاف نہیں ہوگی اور اس سے یہ مراد ہوسکتی ہے کہ مسجد بنانے والے کو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کی دس مثلیں عطا فرمائے اور یہی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے لائق اور اس کی سنت کے مطابق ہے۔ فافھم وتشکر.

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۰۹۱۔ ج ۲ ص ۸۸ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٦٦ - بَابٌ يَاْخُذُ بِنُصُوْلِ النَّبْلِ اِذَا مَرَّ فِي الْمَسْجِدِ

جب کوئی شخص مسجد سے گزرے تو تیر کی نوک کو اپنے ہاتھ سے پکڑ لے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص مسجد کے پاس سے گزرے تو تیر کے پھل یا اس کی نوک کو اپنے ہاتھ سے پکڑ کر رکھے' اگر وہ اس نوک کو پکڑ کر نہیں رکھے گا تو ہوسکتا ہے وہ نوک کسی کے چبھ جائے۔

٤٥١ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قُلْتُ لِعَمْرٍو اَسَمِعْتَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ مَرَّ رَجُلٌ فِي الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ سِهَامٌ ' فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْسِكْ بِنِصَالِهَا؟

[اطراف الحدیث: ۷۰۷۳۔ ۷۰۷۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے عمرو سے پوچھا: کیا تم نے حضرت جابر بن عبداللہ سے سنا ہے' وہ کہتے تھے کہ ایک شخص مسجد سے گزرا اور اس کے ساتھ تیر تھے تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے تیر کی نوک یا پیکان کو پکڑ کر رکھو؟

(صحیح مسلم: ۲۶۱۴ ' الرقم المسلسل: ۶۵۳۸ ' سنن نسائی: ۷۱۸ ' سنن ابن ماجہ: ۳۷۷۷ ' مسند الحمیدی: ۱۲۵۲ ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۳۶۔ ج ۸ ص ۵۸۲ ' سنن دارمی: ۱۴۰۲۔ ۱۴۰۳ ' مسند ابویعلیٰ: ۱۹۹۵۔ ۱۹۷۱۔ ۱۸۳۳ ' صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۱۶ ' صحیح ابن حبان: ۱۶۴۷ ' سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۳ '

مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۳۱۰ - ج ۲۲ ص ۲۱۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ نے فرمایا: اپنے تیر کی نوک یا پیکان کو پکڑ کر رکھو۔

اس حدیث کے چار رجال ہیں' جن کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

حدیث مذکور کی سند میں ابہام کا ازالہ' علامہ عینی سے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند پر یہ اعتراض ہے کہ سفیان نے کہا: میں نے عمرو سے پوچھا: کیا تم نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے یہ حدیث سنی تھی کہ وہ کہتے تھے کہ ۔۔۔۔۔۔۔۔ اس کے بعد عمرو کا جواب مذکور نہیں ہے کہ انہوں نے حضرت جابر سے یہ حدیث سنی تھی یا نہیں؟ اس کی تحقیق یہ ہے کہ اس میں محدثین کا اختلاف ہے کہ قاری کے سوال کے بعد شیخ کے جواب کے ذکر کرنے کی شرط ہے یا نہیں' مذہب راجح جس پر محققین ہیں اور امام بخاری بھی انہی میں سے ہیں' وہ مذہب یہ ہے کہ شیخ کا یہ کہنا کہ ''ہاں'' یہ شرط نہیں ہے' بلکہ شیخ کا سکوت کافی ہے جب کہ اس سے سوال کرنے والا بیدار مغز ہو' اس لحاظ سے حضرت جابر کی سند پر کوئی اعتراض نہیں ہے' علاوہ ازیں الاصیلی کی روایت میں ہے: عمرو نے کہا: ہاں! لہٰذا اس سند سے اعتراض ساقط ہو گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۱۷-۳۱۶)

حدیث مذکور کی سند میں ابہام کا ازالہ' علامہ ابن بطال سے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں اسناد ظاہر نہیں ہے کیونکہ سفیان نے عمرو سے کہا: آپ نے حضرت جابر سے یہ حدیث سنی ہے کہ ایک شخص مسجد کے پاس سے گزرا اور اس کے پاس تیر تھے تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے تیر کی نوک کو پکڑ کر رکھو' اور یہ نقل نہیں کیا کہ عمرو نے اس کے جواب میں کہا: ہاں' امام بخاری نے کتاب الصلوٰۃ کے علاوہ از علی بن عبد اللہ از سفیان' یہ حدیث ذکر کی ہے' اس میں ذکر ہے: سفیان نے عمرو سے کہا: کیا آپ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ایک شخص مسجد میں تیروں کے ساتھ گزرا تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے تیروں کی نوکوں کو پکڑ کر رکھو؟ تو انہوں نے کہا: ہاں۔ (صحیح البخاری: ۷۰۷۳) لہٰذا ان کے ہاں کہنے سے سند کا ابہام دور ہو گیا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۲۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حدیث مذکور کی سند میں ابہام کا ازالہ' علامہ عسقلانی سے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند میں سفیان کا ذکر ہے' اس سے مراد سفیان بن عیینہ ہیں اور عمرو کا ذکر ہے' اس سے مراد عمرو بن دینار ہیں' قتیبہ نے اس سند میں عمرو بن دینار کا جواب ذکر نہیں کیا' لیکن اصیلی کی روایت میں ہے کہ انہوں نے آخر میں کہا: ہاں! امام بخاری نے کتاب الفتن میں قتیبہ کے غیر از علی بن عبد اللہ از سفیان' اس روایت کی مثل ذکر کی ہے' اس کے آخر میں مذکور ہے: انہوں نے کہا: ہاں! (صحیح البخاری: ۷۰۷۳) امام مسلم نے اس حدیث کو از سفیان از عمرو از جابر بغیر سوال اور جواب کے روایت کیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۶۱۴-۲۶۱۵) نیز امام بخاری اور امام مسلم نے اس حدیث کو بغیر سفیان کے از حماد بن زید از عمرو بن دینار از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کیا ہے کہ ایک شخص مسجد میں تیروں کے ساتھ گزرا اور اس نے تیروں کی نوکوں کو ظاہر کیا ہوا تھا تو اس کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اپنے تیروں کی نوکوں کو پکڑ کر رکھے تا کہ وہ نوکیں کسی مسلمان کو زخمی نہ کر دیں۔ (صحیح البخاری: ۷۰۷۴' صحیح مسلم: ۲۶۱۴' الرقم المسلسل: ۶۵۳۹)

حافظ عسقلانی کہتے ہیں کہ جب قاری شیخ سے پوچھے کہ کیا آپ کو فلاں نے یہ حدیث بیان کی ہے؟ تو سند میں شیخ کے جواب کو

ذکر نہ کرنا راجح مذہب ہے اور اس کے جواب کو ذکر کرنا مرجوح مذہب ہے اور امام بخاری نے دونوں مذہبوں پر عمل کیا ہے' کتاب الصلوٰۃ میں قاری کے سوال کے جواب میں شیخ کا قول ذکر نہیں کیا اور کتاب الفتن میں شیخ کا قول کا ذکر کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۱۰۰۔۹۹' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) قتیبہ بن سعید (۲) سفیان بن عیینہ (۳) عمرو بن دینار (۴) حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما' ان سب کا تفصیلی تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۱۶)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے تیر کی نوک کو پکڑ لو۔

اس حدیث میں ''نصال'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: تیر اور نیزہ کے آخر میں جو لوہے کی نوک ہوتی ہے' اس کو پیکان بھی کہتے ہیں۔

باب مذکور کی حدیث کی مؤید دیگر احادیث

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی مجلس یا کسی بازار میں گزرے اور اس کے ہاتھ میں تیر ہو تو وہ اس تیر کی نوک کو پکڑ کر رکھے۔ امام ابوداؤد کی روایت میں ہے: مبادا وہ کسی مسلمان کے لگ جائے۔

(صحیح مسلم: ۲۶۱۵' الرقم المسلسل: ۶۵۴۱' سنن ابوداؤد: ۲۵۸۷' سنن ابن ماجہ: ۳۷۷۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برہنہ تلوار پکڑنے سے منع فرمایا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۲۵۸۸' سنن ترمذی: ۲۱۶۳)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم پاگلوں اور بچوں کو اور اپنی آوازوں کے بلند کرنے کو اور تلواروں کے سونتنے کو (میان سے نکالنے کو' اسی طرح کلاشنکوف لہرانے کو اور فائرنگ کرنے کو) اور خریدنے اور فروخت کرنے کو اور حدود قائم کرنے کو' اور آپس میں جھگڑنے کو اپنی مسجدوں سے دور رکھو اور جمعہ کے دنوں میں اپنی مسجدوں کے دروازوں پر لوبان وغیرہ کی دھونی دو اور وضوء کرنے کی جگہوں کو مسجدوں کے دروازوں پر بناؤ۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۷۲۹۔ ج ۱ ص ۴۴۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' المعجم الکبیر: ۳۶۹۔ ج ۲۰ ص ۱۷۳' مسند الشامیین: ۳۵۸۱' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۶' کامل بن عدی: ۱۴۵۴' کنز العمال: ۲۰۸۳۵)

مسلمانوں کا تھوڑا سا بھی ناحق خون بہانا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دشوار ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مسلمان کی حرمت کی تاکید ہے تاکہ اس کو کوئی شخص خوف زدہ کرے نہ زخمی کرے' کیونکہ مسلمان عموماً مساجد کے پاس سے گزرتے ہیں' خصوصاً پانچ نمازوں کے اوقات میں' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خطرہ ہوا کہ کسی تیر کی نوک سے کسی مسلمان کو ایذاء نہ پہنچے اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کریمہ کا اظہار ہے' نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی ہتھیار سے مسلمان کا کم خون نکلے یا زیادہ نکلے' دونوں قسم کے ہتھیاروں سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنا ضروری ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۸۔۲۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ' علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اور علامہ احمد القسطلانی متوفی ۹۱۱ھ' سب نے یہی شرح نقل کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۱۷' فتح الباری ج ۲ ص ۱۰۰' ارشاد الساری ج ۲ ص ۱۲۵)

مسلمانوں کا مسجدوں میں فائرنگ اور بم دھماکے کرنا دنیا میں اسلام کی بدنامی کا باعث ہے

آج کل نام نہاد مسلمان دہشت گرد مسجدوں میں فائرنگ کرتے ہیں' بم دھماکے کرتے ہیں اور خودکش حملے کرتے ہیں' انہیں غور کرنا چاہیے کہ ان کا یہ عمل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کس قدر باعث اذیت ہے' زیادہ افسوس اس پر ہے کہ کئی مذہبی جماعتیں پہلے مخالف فرقوں کی مساجد میں بم دھماکے کراتی ہیں اور اپنے مخالف علماء کو ہلاک کرنے کے لیے ان پر خودکش حملے کراتی ہیں اور سادہ لوح نوجوانوں کی برین واشنگ کر کے ان کے دلوں میں شوقِ شہادت پیدا کرتی ہیں کہ فلاں عالم کافر ہے' تم خودکش دھماکے میں اس کو اڑا دو' سیدھے جنت میں جاؤ گے نہ صرف تم جنت میں جاؤ گے بلکہ اپنے تمام گھر والوں کو جنت میں لے جاؤ گے' پھر اس کے ردِ عمل میں ان کے مخالف فرقے کے لوگ انتقام لینے کے لیے اسی طرح کی کارروائی کرتے ہیں' یوں ایک دوسرے کی مساجد کی بے حرمتی کی جاتی ہے اور مسلمانوں کا خون بہتا رہتا ہے اور ملک میں بدامنی ہوتی ہے اور خوف و ہراس کی فضا پیدا ہوتی ہے اور غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کا مذاق اڑایا جاتا ہے کہ اس اسلام کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ امن اور سلامتی کا علم بردار ہے' بھارت میں جہاں آئے دن مسلم کش فسادات ہوتے رہتے ہیں' وہاں ہندو مسلمانوں پر طعنہ زن ہوتے ہیں: تم ہمیں مسلم کش حملوں پر کیوں مطعون کرتے ہو' تمہارے اسلامی ملک میں خود مسلمان ایک دوسرے کی گردنیں مار رہے ہیں' پاکستان میں مذہبی اختلاف کی وجہ سے مسلمان ایک دوسرے کا خون بہا رہے ہیں اور افغانستان اور عراق میں سیاسی اختلاف کی وجہ سے مسلمان ایک دوسرے کا خون بہا رہے ہیں' حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے غلطی سے ایک کلمہ گو کو قتل کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس پر اس قدر رنج ہوا اور آپ نے حضرت اسامہ کو اس قدر ملامت کی کہ انہوں نے کہا: کاش! میں اس دن سے پہلے اسلام نہ لایا ہوتا۔ (صحیح مسلم:۹۶' الرقم المسلسل:۲۷۲۔۲۷۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہر پیر اور جمعرات کو امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں' نیک اعمال سے آپ خوش ہوتے ہیں اور بُرے اعمال پر آپ استغفار کرتے ہیں۔ (الوفاء ص۸۲۶) کفارِ مکہ تو آپ کو آپ کی صرف ظاہری حیات میں رنج پہنچاتے تھے' ہم اپنی اس خون ریزی سے آپ کو قبر میں رنج پہنچا رہے ہیں!!!

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۷۶۵۳۔ ج ۲ ص ۲۳۲ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٦٧ - بَابُ الْمُرُوْرِ فِي الْمَسْجِدِ — مسجد میں گزرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب تیر کے پیکان کو پکڑا ہو تو پھر اس تیر کو لے کر کوئی شخص مسجد میں جا سکتا ہے' تاہم امام بخاری کا قائم کردہ عنوان اس مفہوم کی ادائیگی سے قاصر ہے۔

٤٥٢ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَرَّ فِيْ شَيْءٍ مِنْ مَسَاجِدِنَا ' اَوْ اَسْوَاقِنَا ' بِنَبْلٍ ' فَلْيَاْخُذْ عَلٰى نِصَالِهَا ' لَا يَعْقِرْ بِكَفِّهِ مُسْلِمًا.

[طرف الحدیث:۷۰۷۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو بردہ بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابو بردہ سے سنا از والد خود از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: جو شخص ہماری مساجد میں سے کسی جگہ یا ہمارے بازار میں سے کسی جگہ تیر لے کر گزرے' پس اس کو چاہیے کہ وہ اس کے پیکان کو پکڑ کر رکھے' وہ اپنے ہاتھ سے کسی مسلمان کو زخمی نہ کرے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) موسیٰ بن اسماعیل التبوذکی (۲) عبد الواحد بن زیاد (۳) ابو بردہ بُرید بن عبد اللہ (۴) دوسرے ابو بردہ ان کا نام عامر ہے اور یہ پہلے ابو بردہ کے دادا ہیں (۵) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ان کا نام عبد اللہ بن قیس ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۱۸)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جو شخص ہماری مساجد میں سے کسی جگہ گزرے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ۴۵۱ کا مطالعہ فرمائیں۔

٦٨ - بَابُ الشِّعْرِ فِي الْمَسْجِدِ — مسجد میں شعر پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسجد میں شعر پڑھنے کا کیا حکم ہے۔

٤٥٣ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّهُ سَمِعَ حَسَّانَ بْنَ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيَّ يَسْتَشْهِدُ أَبَا هُرَيْرَةَ أَنْشُدُكَ اللّٰهَ، هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَا حَسَّانُ، أَجِبْ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَللّٰهُمَّ أَيِّدْهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ. قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ نَعَمْ.

[اطراف الحدیث: ۳۲۱۲ـ ۶۱۵۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان الحکم بن نافع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبد الرحمان بن عوف نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے شہادت طلب کرتے تھے کہ میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اے حسان! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے جواب دو اے اللہ! اس کی روح القدس سے تائید فرما۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں!

(صحیح مسلم: ۲۴۸۵ الرقم المسلسل: ۶۲۶۹ سنن ابوداؤد: ۵۰۱۴ـ ۵۰۱۳ سنن نسائی: ۷۱۶ السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۰۰۰ مسند الحمیدی: ۱۱۰۵ عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۱۷۱ صحیح ابن حبان: ۱۴۸۷ المعجم الکبیر: ۳۵۸۷ـ ۳۵۹۶ صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۰۷ مصنف عبد الرزاق: ۱۷۴۴۳ المعجم الاوسط: ۶۲۸۳ مسند احمد ج ۵ ص ۲۲۲ طبع قدیم مسند احمد: ۲۱۹۳۶ ـ ج ۳۶ ص ۲۶۷ موسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۴۹۸ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابوالیمان الحکم بن نافع (۲) شعیب بن ابی حمزہ ابوحمزہ کا نام دینار الحمصی ہے (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) ابوسلمہ (۵) حضرت حسان بن ثابت بن المنذر بن الحرام الانصاری المدنی یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نعت گو شاعر تھے اسلام اور جاہلیت کے نامور شعراء میں سے تھے ابونعیم نے کہا: عرب میں ان کی نظیر نہیں ہے کہ ایک شخص کے سلسلہ نسب میں چار ایسے افراد ہوں کہ ان میں سے ہر ایک کی عمر برابر ہو حضرت حسان کے آباء میں سے ہر ایک کی عمر ایک سو بیس سال تھی حضرت حسان کی عمر بھی ایک سو بیس سال تھی ساٹھ سال وہ جاہلیت میں زندہ رہے اور ساٹھ سال اسلام میں یہ ۵۰ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے (۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۲۰)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان سے مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت ظاہر نہیں ہے کیونکہ باب کا عنوان ہے: مسجد میں شعر پڑھنا اور حدیث مذکور میں مسجد میں شعر پڑھنے کا ذکر نہیں ہے تاہم ایک اور حدیث ہے جس میں مسجد میں شعر پڑھنے کا ذکر ہے:

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں گزرے اور حضرت حسان شعر پڑھ رہے تھے (حضرت عمر نے ان کے مسجد میں شعر پڑھنے پر اعتراض کیا) حضرت حسان نے کہا: میں مسجد میں شعر پڑھتا تھا اور مسجد میں آپ سے افضل موجود تھے' پھر انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف مڑ کر کہا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میری طرف سے جواب دو' اے اللہ! اس کی روح القدس سے تائید فرما! حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں!

(صحیح البخاری: ۳۲۱۲' صحیح مسلم: ۲۴۸۵' سنن ابوداؤد: ۵۰۱۳' سنن نسائی: ۷۱۵)

جو شعر حق پر مشتمل ہو' وہ مقبول ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسان کے اشعار پر دعا دی ہے اور ایسے اشعار کو مسجد میں پڑھنے سے منع نہیں کیا جائے گا' اور اس حدیث کی روایت سے امام بخاری کا بھی یہی مقصود ہے۔

باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے' آپ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرما رہے تھے: تم ان کفار کی ہجو کرو اور جبریل بھی تمہارے ساتھ ہیں۔

(صحیح مسلم: ۲۴۸۶' الرقم المسلسل: ۶۲۷۰' صحیح البخاری: ۶۱۵۳' السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۲۹۴)

ہشام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اکثر آتے تھے' پس میں نے ان کو برا کہا (کیونکہ وہ بھی حضرت عائشہ پر تہمت لگانے والوں میں سے تھے) تو حضرت عائشہ نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! ان کو چھوڑ دو کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مدافعت کرتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۲۴۸۷' الرقم المسلسل: ۶۲۷۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت حسان نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے ابوسفیان کی ہجو کرنے کی اجازت دیجئے' آپ نے فرمایا: میری جو اس سے قرابت ہے تم اس کا کیا کرو گے؟ حضرت حسان نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو عزت دی ہے! میں آپ کو ان لوگوں میں سے اس طرح نکال لوں گا جس طرح گندھے ہوئے آٹے میں سے بال کو نکالیا جاتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۱۴۶' صحیح مسلم: ۲۴۸۹' الرقم المسلسل: ۶۲۷۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قریش کی ہجو کرو کیونکہ ہجو ان کے خلاف تیز تیروں سے زیادہ سخت ہے' پھر حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا' آپ نے فرمایا: ان کی ہجو اور مذمت کرو' حضرت ابن رواحہ نے ان کی مذمت کی' لیکن آپ اس سے راضی نہیں ہوئے' پھر حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا' پھر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا' جب وہ آپ کے پاس آئے تو حضرت حسان نے کہا: اب وقت آ گیا ہے کہ تم اس شیر کو بلاؤ جو اپنی دم سے مارتا ہے' پھر انہوں نے اپنی زبان سے زبان باہر نکالی اور اس کو ہلانے لگے' پھر کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں ان کو اپنی زبان سے اس طرح چیر پھاڑ کر رکھ دوں گا جس طرح چمڑے کو پھاڑتے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جلدی نہ کرو کیونکہ ابوبکر قریش کے نسب سے سب سے زیادہ جاننے والے ہیں اور ان میں میرا نسب بھی ہے' تاکہ ابوبکر میرا نسب ان سے الگ کر دیں' حضرت حسان ابوبکر کے پاس گئے' پھر لوٹ آئے اور کہا: یارسول اللہ! آپ کا نسب الگ کر دیا گیا ہے' اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں آپ کو ان سے اس طرح نکال لوں گا' جس طرح گندھے ہوئے آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تک تم اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جواب دیتے رہو گے' روح القدس تمہاری تائید کرتا رہے گا' نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے

کہ حسان نے کفارِ قریش کی ہجو اور مذمت کر کے مسلمانوں کو شفادی ہے (یعنی ان کا دل ٹھنڈا کر دیا) اور کفار کے دلوں کو بیمار کر دیا۔
(صحیح مسلم: ۲۴۹۰ الرقم المسلسل: ۸...)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسان کے لیے منبر رکھتے تھے' وہ اس پر کھڑے ہو کر ان لوگوں کی ہجو (مذمت) کرتے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں بدگوئی کرتے تھے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک روح القدس حسان کے ساتھ ہوتے ہیں' جب تک وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے موافقت کرتے ہیں۔
(سنن ابوداؤد: ۵۰۱۵' سنن ترمذی: ۲۸۴۶' مسند احمد ج ۶ ص...)

مسجد میں جن اشعار کا پڑھنا جائز ہے اور جن اشعار کا پڑھنا جائز نہیں ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب کی حدیث سے معلوم ہوا کہ جو اشعار برحق ہیں' ان کا مسجد میں پڑھنا جائز ہے اور جن اشعار میں جھوٹ' خیالی باتیں' عشقیہ مضامین' عورتوں اور شراب کی تعریف اور فسق و فجور کا ذکر ہو' ان کا مسجد میں پڑھنا جائز نہیں ہے۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ مسجد میں قصاص لیا جائے یا مسجد میں اشعار پڑھے جائیں یا مسجد میں حدود قائم کی جائیں۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۹۰)

عمرو بن شعیب اپنے والد عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے اور اپنے دادا حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے مسجد میں اشعار پڑھنے سے اور خرید و فروخت کرنے سے اور جمعہ کے دن نماز سے پہلے حلقہ بنانے سے منع فرمایا ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۲۲' سنن ابوداؤد: ۱۰۷۹' سنن نسائی: ۷۱۴۔ ۷۱۳' سنن ابن ماجہ: ۱۱۳۳۔ ۷۶۶۔ ۷۴۹' مسند احمد ج ۲ ص...)

امام عبد الرزاق نے از ابن المنکدر راز اسید بن عبد الرحمٰن روایت کی ہے کہ ایک شاعر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا' اس وقت آپ مسجد میں تھے' اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں شعر پڑھوں' آپ نے فرمایا: نہیں' اس نے کہا: کیوں نہیں' تو آپ نے فرمایا: مسجد سے نکل جاؤ' اس نے مسجد سے باہر آ کر شعر پڑھے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو کپڑا اعطا فرمایا اور فرمایا: یہ اس کا عوض ہے کہ تم نے اپنے رب کی مدح کی ہے۔

امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں ان اشعار کو جمع کیا ہے' جن کا مسجد میں پڑھنا جائز ہے اور ان اشعار کو جمع کیا ہے' جن کا مسجد میں پڑھنا ممنوع ہے اور ابو نعیم اصفہانی نے کتاب المساجد میں لکھا ہے کہ جاہلیت کے اشعار کو اور باطل لوگوں کے اشعار کو مسجد میں پڑھنا جائز نہیں ہے اور اسلام کے اشعار کو اور برحق لوگوں کے اشعار کو مسجد میں پڑھنا ممنوع نہیں ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

کس قسم کے اشعار کا بنانا اور پڑھنا جائز ہے اور کس قسم کے اشعار کا بنانا اور پڑھنا جائز نہیں ہے

جن اشعار میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے ادبی ہو یا جنت کی تنقیص کی گئی ہو' فسق' فجور اور فحش کلام ہو اور مسلمانوں کی ہجو اور مذمت کی گئی ہو' ایسے شعر بنانا اور پڑھنا ناجائز ہے' ایسے اشعار کی حدیث میں مذمت کی گئی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کے پیٹ میں قے بھری ہو' وہ اس سے بہتر ہے کہ اس میں (بے ہودہ) شعر بھرا ہوا ہو۔
(سنن ابوداؤد: ۵۰۰۹' صحیح مسلم: ۲۲۵۸' سنن ترمذی: ۲۸۵۲' سنن ابن ماجہ: ۳۷۶۰' مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۵' صحیح البخاری...)

صحیح البخاری' صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد میں یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے مروی ہے اور سنن ترمذی' سنن ابن ماجہ اور مسند احمد میں یہ حدیث حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ سے مروی ہے۔

اور جن اشعار میں اللہ تعالیٰ' اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمد اور نعت ہو' قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے ہدایت اور نصیحت پر مشتمل مضامین ہوں' اولیاء اللہ کی منقبت اور کفار کی مذمت ہو' ان اشعار کا بنانا اور پڑھنا جائز ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بعض اشعار میں ضرور حکمت ہے۔

(صحیح البخاری:٦١٤٥' سنن ابوداؤد:٥٠١٠_٥٠٧٥٥)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک بعض اشعار میں حکمتیں ہوتی ہیں۔

(سنن ابوداؤد:٥٠١٦' سنن ترمذی:٢٨٤٥' مسند احمد ج ١ ص ٢٦٩)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شاعر کی کہی ہوئی سب سے سچی بات وہ ہے جو لبید نے کہی ہے:

الا کل شیء ما خلا اللّٰہ باطل. سنو! اللہ کے سوا ہر چیز باطل (فانی) ہے۔

(صحیح البخاری:٦١٤٧' صحیح مسلم:٢٢٥٦' سنن ترمذی:٢٨٤٩' مسند احمد ج ٢ ص ٢٤٨)

حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرۃ القضاء ادا کرنے کے لیے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے' حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ آپ کے آگے آگے یہ اشعار پڑھتے ہوئے چل رہے تھے:

خلوا بنی الکفار عن سبیلہ	اے اولادِ کفار! آپ کا راستہ چھوڑ دو۔
الیوم نضربکم علی تنزیلہ	آج ہم قرآن مجید کے حکم کے موافق تم پر ضرب لگائیں گے۔
ضربا یزیل الھام عن مقیلہ	ایسی ضرب جو کھوپڑی کو اپنی جگہ سے اکھاڑ دے گی۔
ویذھل الخلیل عن خلیلہ	اور دوست کو دوست سے جدا کر دے گی۔

حضرت عمر رضی اللہ نے حضرت ابن رواحہ رضی اللہ سے کہا: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اور اللہ تعالیٰ کے حرم میں شعر پڑھ رہے ہو! تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! اس کو رہنے دو' یہ اشعار کفار میں تیروں سے زیادہ تیزی سے تاثیر کرتے ہیں۔

(سنن ترمذی:٢٨٤٧' سنن نسائی:٢٨٩٣_٢٨٧٣)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کوئی شعر پڑھا ہے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: آپ حضرت ابن رواحہ رضی اللہ کے اشعار پڑھتے تھے اور آپ یہ شعر پڑھتے تھے:

ویاتیک بالاخبار من لم تزود. زمانہ تمہارے پاس ان لوگوں کی خبریں لاتا ہے جن کو تم نے زادِ راہ نہیں دیا۔

(سنن ترمذی:٢٨٤٨' مسند احمد ج ٦ ص ١٣٨)

باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ٦٢٦٢ _ ج ٦ ص ١١٥٥ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ کی سوانح۔

٦٩ - بَابُ اَصْحَابِ الْحِرَابِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں جنگی مشق کرنے والے اصحاب

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسجد میں جنگی مشق کرنا جائز ہے' اس باب کے عنوان میں اصحاب الحراب کا ذکر ہے' ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو دین اسلام کے دشمنوں کے خلاف ہتھیاروں سے جنگ کرنے کی مشق کرتے ہیں۔

٤٥٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ' عَنْ صَالِحٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ لَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا عَلٰى بَابِ حُجْرَتِي وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُوْنَ فِي الْمَسْجِدِ' وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِي بِرِدَائِهِ' اَنْظُرُ اِلٰى لَعِبِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے حجرہ کے دروازہ پر دیکھا اور حبشی مسجد میں جنگی مشقیں کر رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی چادر میں چھپا رہے تھے' میں ان کی مشقوں کو دیکھ رہی تھی۔

[اطراف الحدیث: ۴۵۵-۹۵۰-۹۸۸-۵۱۹۰-۵۲۳۶]

(صحیح مسلم: ۸۹۲' الرقم المسلسل: ۲۰۳۰' سنن النسائی: ۱۵۹۳' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۷۹۸' مسند الحمیدی: ۲۵۴' المعجم الاوسط: ۴۲۱۳' مسند احمد ج ۶ ص ۵۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۲۹۶-ج ۴۰ ص ۳۳۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبد العزیز بن عبد اللہ بن یحییٰ ابو القاسم القرشی العامری المدنی (۲) ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن عوف (۳) صالح بن کیسان ابو محمد مدرّب' یہ عمر بن عبد العزیز کے بیٹے ہیں (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) عروہ بن الزبیر بن العوام (۶) ابراہیم بن المنذر الحزامی (۷) عبد اللہ بن وہب (۸) یونس بن یزید الایلی (۹) حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۳۴)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: اور حبشی مسجد میں جنگی مشقیں کر رہے تھے۔

مسجد میں جنگی مشقوں کی توجیہ

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ مسجد کو مسلمانوں کی نماز با جماعت کے لیے بنایا گیا ہے اور جن کاموں کی دین میں منفعت ہو' ان کا مسجد میں کرنا بھی جائز ہے اور جنگی مشق کرنے سے جسم کی ورزش ہوتی ہے اور اعضاء اور پٹھے مضبوط ہوتے ہیں اور میدانِ جہاد میں کفار سے لڑنے کی مشق ہوتی ہے' لہٰذا اس کو مسجد اور غیر مسجد دونوں جگہ کرنا جائز ہے۔

اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ جو جائز کھیل ہو' اس کو دیکھنا جائز ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کو یہ کھیل اس لیے دیکھنے دیا ہو تاکہ حضرت عائشہ اس کھیل کی بعض حرکات کی روایت کریں اور مسلمانوں کو ان ہتھیاروں سے جنگ کرنے کا طریقہ معلوم ہو جائے۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کریم اور اپنی زوجہ کے ساتھ حسن معاشرت کا ذکر ہے' تاکہ مسلمان اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے طریقہ سے پیش آئیں اور ان کی جائز خواہشوں کو پورا کریں' کیا تم نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے حجاب کیا ہوا تھا اور وہ حبشیوں کے کھیل کو دیکھ رہی تھیں۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۳۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ مسجد میں جنگی مشق کرنا' قرآن اور حدیث کے خلاف ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے ابوالحسن اللخمی سے نقل کیا ہے کہ مسجد میں جنگی مشق کرنا قرآن اور سنت سے منسوخ ہے' قرآن مجید میں ہے:

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِO (النور:۳۶)

جن گھروں کے بلند کرنے کا اور جن گھروں میں اپنے نام کے ذکر کو بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے' وہاں صبح اور شام اللہ کی تسبیح کرتے ہیںO

ان گھروں سے مراد مساجد ہیں' جہاں اللہ کا نام ذکر کیا جاتا ہے اور صبح اور شام اس کی تسبیح کی جاتی ہے' معترض کا مقصد یہ ہے کہ مساجد میں صرف اللہ کا ذکر اور تسبیح ہونی چاہیے اور جنگی مشقیں ایک قسم کا کھیل ہیں' اس سے مسجد کو پاک رکھنا چاہیے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جنگی مشقیں اور فوجی ورزشیں' جہاد کی تیاری اور اس کی تربیت کا حصہ ہیں اور جہاد اللہ تعالیٰ کے نام کو اور اس کے دین کو سربلند کرنے کا ذریعہ ہے' اس لیے یہ آیت جنگی مشقوں کے خلاف نہیں ہے۔

اسی طرح انہوں نے کہا ہے کہ درج ذیل حدیث بھی مسجد میں جنگی مشقوں کے خلاف ہے:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پاگلوں اور بچوں کو اور اپنی آوازوں کے بلند کرنے کو اور تلواروں کے سونتنے کو اور خرید و فروخت کرنے کو اور حدود قائم کرنے کو اور آپس میں جھگڑنے کو اپنی مسجدوں سے دور رکھو۔ (مصنف عبدالرزاق:۱۷۲۹۔ج ۲۰ ص ۳۶۹)

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور یہ صحیح البخاری کی اس صحیح السند روایت کے معارض نہیں ہو سکتی اور اگر اس حدیث کو صحیح بخاری کی اس حدیث کے لیے ناسخ کہا جائے تو نسخ کے لیے تاریخ کا علم ہونا ضروری ہے اور یہاں تاریخ معلوم نہیں ہے۔

بعض فقہاء مالکیہ نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ وہ حبشی مسجد سے باہر جنگی مشق کر رہے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مسجد میں تھیں' لیکن یہ امام مالک سے ثابت نہیں ہے اور یہ اس حدیث کی بعض سندوں کے خلاف ہے' اور بعض روایات میں یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں مسجد میں کھیلنے سے منع کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ان کو چھوڑ دو' اور جنگی مشق کرنا محض کھیل نہیں ہے' بلکہ اس میں جنگ کے موقع پر بہادری سے پیش آنے کی مشق کی جاتی ہے اور دشمن سے لڑنے کا حوصلہ ملتا ہے۔

اس کے بعد حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ ابن بطال کی عبارت نقل کی ہے' جس کو ہم پیش کر چکے ہیں۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۱۰۲' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۴۵۵- زَادَ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ عُرْوَةَ' عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَبَشَةُ یَلْعَبُوْنَ بِحِرَابِهِمْ.

امام بخاری لکھتے ہیں: ابراہیم بن المنذر نے اضافہ کیا ہے: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور حبشی اپنی جنگی مشقوں کے ساتھ مشق کر رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ۴۵۴ کا مطالعہ فرمائیں۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۹۶۱۔ج ۲ ص ۶۶۷ پر مذکور ہے۔ اس کا عنوان ہے: حضرت عائشہ کا حبشیوں کے کھیل کو

دیکھنا۔

۷۰ - بَابُ ذِكْرِ الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ عَلَى الْمِنْبَرِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد کے منبر پر خرید و فروخت کا ذکر کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ مسجد کے منبر پر خرید و فروخت کی خبر سنانا جائز ہے۔

٤٥٦ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَتَتْهَا بَرِيرَةُ تَسْأَلُهَا فِيْ كِتَابَتِهَا، فَقَالَتْ إِنْ شِئْتِ أَعْطَيْتُ أَهْلَكِ وَيَكُوْنُ الْوَلَاءُ لِيْ، وَقَالَ أَهْلُهَا إِنْ شِئْتِ أَعْطَيْتِهَا مَا بَقِيَ. وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً إِنْ شِئْتِ أَعْتَقْتِهَا. وَيَكُوْنُ الْوَلَاءُ لَنَا، فَلَمَّا جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَتْهُ ذٰلِكَ، فَقَالَ ابْتَاعِيهَا فَأَعْتِقِيهَا، فَإِنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ أَعْتَقَ. ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ. وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً فَصَعِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ. فَقَالَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَتْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ! مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَيْسَ لَهُ، وَإِنِ اشْتَرَطَ مِائَةَ مَرَّةٍ. قَالَ عَلِيٌّ قَالَ يَحْيٰى، وَعَبْدُ الْوَهَّابِ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ عَمْرَةَ. وَقَالَ جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ عَنْ يَحْيٰى قَالَ سَمِعْتُ عَمْرَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، وَرَوَاهُ مَالِكٌ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ عَمْرَةَ أَنَّ بَرِيْرَةَ، وَلَمْ يَذْكُرْ صَعِدَ الْمِنْبَرَ.

[اطراف الحدیث: ۱۴۹۳-۲۱۵۵-۲۱۶۸-۲۵۳۶-۲۵۶۰-۲۵۶۱-۲۵۶۳-۲۵۶۴-۲۵۶۵-۲۵۶۸-۲۷۱۷-۲۷۲۶-۲۷۲۹-۲۷۳۵-۵۰۹۷-۵۲۷۹-۵۲۸۴-۵۴۳۰-۶۷۱۷-۶۷۵۱-۶۷۵۴-۶۷۵۸-۶۷۶۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، از یحییٰ از عمرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ ان کے پاس حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا آئیں اور ان سے یہ سوال کیا کہ وہ ان کا زرِ کتابت ادا کر دیں، حضرت عائشہ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تمہارے مالکوں کو تمہارا زرِ کتابت ادا کر دوں اور وَلاء میرے لیے ہوگی، حضرت بریرہ کے مالکوں نے کہا: اگر آپ چاہیں تو باقی رقم ادا کر دیں، سفیان نے ایک بار کہا: اگر آپ چاہیں تو اس کو آزاد کر دیں اور وَلاء ہمارے لیے ہوگی، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو میں نے آپ سے اس کا ذکر کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم بریرہ کو خرید کر آزاد کر دو کیونکہ وَلاء اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے، ایک بار سفیان نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسی شرط عائد کرتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہے، جس نے ایسی شرط لگائی جو کتاب اللہ میں نہیں ہے، وہ شرط اس کے لیے نہیں ہوگی، خواہ وہ سو شرطیں لگائے۔ علی نے کہا، یحییٰ نے کہا اور عبد الوہاب نے از یحییٰ از عمرہ، اور جعفر بن عون نے کہا از یحییٰ، انہوں نے کہا: میں نے عمرہ سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا۔ اس حدیث کو امام مالک نے روایت کیا ہے از یحییٰ از عمرہ کہ حضرت بریرہ، اور اس میں منبر پر چڑھنے کا ذکر نہیں کیا۔

(السنن الکبریٰ: ۳۴۰۳، مصنف عبد الرزاق: ۱۶۱۶۱، المعجم الاوسط: ۳۷۷۵، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۳۳۹، مسند احمد ج ۶ ص ۴۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۴۰۵۳۔ ج ۴۰ ص ۵۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۳۲۸، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں، ان سب کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تم بریرہ کو خرید کر آزاد کرو۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے۔

علامہ عزالدین ابن الاثیر علی بن محمد الجزری المتوفی ۶۳۰ ھ لکھتے ہیں:

حضرت بریرہ' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باندی تھیں' یہ پہلے بنی ہلال کے کسی شخص کی باندی تھیں' ایک قول یہ ہے کہ ابواحمد بن جحش کی باندی تھیں' ایک قول یہ ہے کہ چند انصار کی باندی تھیں' انہوں نے ان کو مکاتب کر دیا' پھر انہوں نے ان کو حضرت عائشہ کے ہاتھ فروخت کر دیا' پھر حضرت عائشہ نے ان کو آزاد کر دیا۔

ان کے خاوند کا نام مغیث تھا' وہ غلام تھے' جب حضرت بریرہ آزاد ہوئیں تو ان کو اختیار دیا گیا کہ وہ اس کے نکاح میں برقرار رہیں یا علیحدہ ہو جائیں' انہوں نے علیحدہ ہونے کو اختیار کر لیا' مغیث ان سے بہت محبت کرتے تھے' وہ ان کے فراق میں مدینہ کی گلیوں میں روتے ہوئے پھرتے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ سے ان کی سفارش کی کہ وہ ان سے دوبارہ نکاح کر لیں' حضرت بریرہ نے حضور سے پوچھا: آیا یہ آپ کا حکم ہے یا آپ ان کی سفارش فرما رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: بلکہ میں سفارش کر رہا ہوں' حضرت بریرہ نے کہا: پھر میں ان سے نکاح کا ارادہ نہیں کرتی' اس میں اختلاف ہے کہ ان کے خاوند آزاد تھے یا غلام' صحیح بات یہ ہے کہ وہ غلام تھے۔ (ان کو بعد میں آزاد کر دیا گیا تھا۔ سعیدی غفرلہٗ)

عبد الملک بن مروان نے بیان کیا کہ میں حضرت بریرہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا' انہوں نے کہا: اے عبد الملک! میں تم میں چند خصلتیں دیکھ رہی ہوں' بے شک تم اس حکومت کی امارت کے اہل ہو' اگر تم حکمران بن جاؤ تو خون ریزی سے پرہیز کرنا' کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے کسی کا ناحق خون بہایا ہوگا تو اس کو جنت کے دروازے سے دھتکار دیا جائے گا۔ (کامل ابن عدی ج ۳ ص ۱۱۴۰' تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۲۹' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۳۰۱' کنز العمال: ۳۹۲۱۱' اسد الغابہ ج ۷ ص ۳۸-۳۷' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۰ھ)

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے صرف ایک حدیث روایت کی گئی ہے۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ۳ ص ۳۸۵' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۲ھ)

زرِ کتابت یا بدلِ کتابت کا معنی

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ درخواست کی کہ وہ ان کا زرِ کتابت ادا کر دیں۔ جس غلام یا لونڈی کو اس کا مالک یہ کہے کہ تم اگر اتنی رقم مجھے لا کر دے دو تو تم آزاد ہو' اس غلام کو مکاتب اور اس باندی کو مکاتبہ کہتے ہیں اور اس رقم کو زرِ کتابت یا بدلِ کتابت کہتے ہیں' خواہ وہ رقم کما کر لائے یا کسی سے لا کر دے دے' مکاتب غلامی کی ذلت سے نکل جاتا ہے کیونکہ وہ محنت مزدوری کر سکتا ہے لیکن ابھی مکمل آزاد نہیں ہوتا' اس لیے اگر وہ کسی کا نقصان کر دے تو اس کا تاوان اس کے مالک کو دینا ہوگا' وہ ایک طرح سے آزاد ہے اور ایک طرح سے غلام ہے' وہ شتر مرغ کی طرح ہے' اگر اس سے اڑنے کے لیے کہا جائے تو وہ کہتا ہے: میں تو اونٹ ہوں' کیا اونٹ اڑتا ہے اور اگر اس پر بوجھ لادنے کے لیے کہا جائے تو وہ کہتا ہے: میں تو پرندہ ہوں' کیا پرندہ پر بوجھ لادا جاتا ہے' سو یہی حال مکاتب کا ہوتا ہے' بہر حال حضرت بریرہ سے ان کے مالکوں نے کہا تھا: تم اتنی رقم لا کر دو تو تم آزاد ہو' سو حضرت بریرہ اس رقم کے حصول کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی تھیں۔

وَلاء کا معنی

اگر باندی یا غلام آزاد ہونے کے بعد کچھ مال و دولت کما کر حاصل کرے اور مر جائے' پھر اگر اس کے وارث ہوں تو وہ مال اس کے وارثوں کو دیا جائے گا اور اگر اس کے وارث نہ ہوں تو پھر وہ مال اس کے آزاد کرنے والے کو دیا جاتا ہے' اس کو عصبہ سببی اور مولائے عتاقہ کہتے ہیں اور اس غلام یا باندی کی اس وراثت کو وَلاء کہتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قاعدہ کے مطابق حضرت بریرہ سے یہ فرمایا تھا کہ میں تم کو مطلوبہ رقم دے دوں گی اور وَلاء میری ہوگی اور حضرت بریرہ کے مالکوں نے مطلوبہ رقم لے کر آزاد کرنے کے لیے یہ شرط عائد کی تھی کہ وَلاء ہمارے لیے ہوگی' اس شرط کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رد فرمایا تھا۔

سنت پر کتاب اللہ کا اطلاق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے' جو ایسی شرط عائد کرتے ہیں' جو کتاب اللہ میں نہیں ہے۔ کتاب اللہ سے مراد شریعت ہے خواہ قرآن مجید ہو یا سنت ہو' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: وَلاء آزاد کرنے والے کے لیے ہوتی ہے (حدیث مذکور: ۴۵۶) اور حضرت بریرہ کے مالکان جو شرط لگا رہے تھے کہ وَلاء ان کے لیے ہوگی سو یہ شرط سنت کے خلاف تھی' جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتاب اللہ سے تعبیر فرمایا کیونکہ آپ کی سنت پر عمل کرنے کا حکم بھی کتاب اللہ میں ہے' قرآن مجید میں ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ. (النساء: ۸۰) جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کر لی۔

مسجد میں خرید و فروخت کا ناجائز ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

مساجد کو صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر' تلاوتِ قرآن اور نماز کے لیے بنایا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں خرید و فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے' امام مالک اور علماء کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی شخص کو مسجد میں خرید و فروخت کرتے ہوئے دیکھو تو کہو: اللہ تمہاری تجارت میں نفع نہ دے اور جب تم دیکھو کہ کوئی شخص مسجد میں اپنی کسی گم شدہ چیز کا اعلان کر رہا ہے تو کہو: اللہ تم پر وہ چیز واپس نہ کرے۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۵)

امام مالک نے عطاء بن یسار سے روایت کیا ہے کہ جو شخص مسجد میں خرید و فروخت کا ارادہ کرے تو تم اس سے کہو کہ تم دنیا کے بازار میں جاؤ' یہ آخرت کا بازار ہے۔

مسجد صرف اُمور اللہ کے لیے ہے اور جو چیز اُمور اللہ سے نہ ہو' اس کو مسجد سے دور رکھنا واجب ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۳۶-۱۳۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اپنے غلام یا باندی کو مکاتب کرنے کا ثبوت

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: وہ ان کا زرِ کتابت ادا کریں' اس سے معلوم ہوا کہ غلام یا لونڈی کو مکاتب بنانا جائز ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا. (النور: ۳۳) اور تمہارے غلاموں اور باندیوں میں سے جو مکاتب ہونا چاہے سو تم اس کو مکاتب کر دیا کرو اگر تمہارے علم میں اس کے اندر

بھلائی ہو۔

یعنی تمہارا غلام یہ کہے کہ اگر میں آپ کو اتنا مال لا دوں تو آپ مجھے آزاد کر دیں اور تم اس کو قبول کر لو تو وہ غلام مکاتب ہو جائے گا خواہ وہ مال محنت مزدوری کر کے حاصل کرے یا کسی سے بہ طور مدد مانگے اور جب تک وہ مال ادا نہیں کرے گا' وہ مکمل آزاد نہیں ہوگا۔

جب باندی کو آزاد کر دیا جائے تو اس کے لیے خیارِ عتق کا ثبوت

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پہلے حضرت مغیث کے نکاح میں تھیں' جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کا زرِ کتابت ادا کر دیا اور وہ آزاد ہو گئیں تو انہوں نے حضرت مغیث سے نکاح کو فسخ کر دیا کیونکہ جب باندی آزاد کر دی جائے تو اس کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ نکاح سابق کو برقرار رکھے یا نہیں کیونکہ باندی کا شوہر اس کے اوپر دو طلاقوں کا مالک ہوتا ہے اور آزاد عورت کا شوہر اس پر تین طلاقوں کا مالک ہوتا ہے تو جب باندی آزاد کر دی جاتی ہے تو اس پر اس کے شوہر کی ملکیت بڑھ جاتی ہے' اس لیے اس موقع پر باندی کو اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے اوپر خاوند کی اس زیادہ ملکیت کو قبول کرتی ہے یا نہیں؟ اس کو خیارِ عتق کہتے ہیں' حضرت بریرہ نے اس اختیار سے کام لیتے ہوئے آزاد ہوتے ہی حضرت مغیث رضی اللہ عنہ سے نکاح کو فسخ کر دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت بریرہ کے خاوند غلام تھے' ان کا نام مغیث تھا' گویا کہ میں ان کو دیکھ رہا ہوں' وہ حضرت بریرہ کے پیچھے پیچھے روتے ہوئے پھر رہے تھے اور ان کے آنسو ان کی ڈاڑھی پر بہہ رہے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے عباس! کیا تم اس پر تعجب نہیں کرتے کہ مغیث کو بریرہ سے کتنی محبت ہے اور بریرہ کو مغیث سے کتنی نفرت ہے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ سے فرمایا: کاش! تم مغیث سے رجوع کر لیتیں' انہوں نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا آپ مجھے حکم دے رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! میں صرف سفارش کر رہا ہوں' حضرت بریرہ نے کہا: مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۲۸۳)

اس حدیث میں ہماری دلیل ہے کہ جب باندی آزاد کر دی جائے تو اس کو خیارِ عتق حاصل ہوتا ہے۔

اس کی تحقیق کہ جب حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا تو اس وقت ان کے شوہر مغیث آزاد تھے یا غلام؟

علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

باندی یا مکاتبہ جب آزاد کر دی جائے تو اس کو اختیار دیا جاتا ہے خواہ وہ آزاد کے نکاح میں ہو یا غلام کے' امام شافعی نے کہا: جب باندی آزاد کر دی جائے تو اس کو اختیار نہیں ہوتا جب اس کا شوہر آزاد ہو' امام مالک اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے اور اختلاف کا سبب یہ ہے کہ جب حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا تھا تو اس میں اختلاف ہے کہ ان کے شوہر اس وقت آزاد تھے یا غلام تھے' بعض روایات میں ہے: اس وقت ان کے شوہر آزاد تھے اور بعض میں ہے: وہ اس وقت غلام تھے۔

اسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت بریرہ کو آزاد کرنے کے لیے خریدا' ان کے مالکوں نے ان کی ولاء کی شرط لگائی' انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے حضرت بریرہ کو آزاد کرنے کے لیے خریدا ہے اور ان کے مالک ان کی ولاء کی شرط لگا رہے ہیں' آپ نے فرمایا: تم اس کو آزاد کر دو' کیونکہ ولاء اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے' اسود نے کہا: حضرت عائشہ نے اس کو خرید کر آزاد کر دیا اور حضرت بریرہ کو اختیار دیا گیا تو انہوں نے اپنے آپ کو اختیار کر لیا اور کہا: اگر مجھے اتنا اتنا مال بھی دیا جائے تو میں مغیث کے ساتھ نہیں رہوں گی۔ اسود نے کہا کہ ان کے خاوند آزاد تھے' امام بخاری نے کہا کہ اسود کا قول منقطع ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے ان کے خاوند کو غلام دیکھا ہے اور حضرت ابن عباس کا قول زیادہ صحیح ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۷۵۴' سنن ابوداؤد: ۳۲۲۹' سنن ترمذی: ۱۱۵۵' سنن نسائی: ۳۴۴۹)

امام نسائی نے علقمہ اور اسود سے روایت کی ہے کہ ان دونوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ جس دن حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا' اس دن حضرت بریرہ کے خاوند آزاد تھے یا غلام تھے؟ تو حضرت عائشہ نے فرمایا: اس دن وہ آزاد تھے۔

(سنن نسائی: ۲۶۱۰ـ۳۴۴۷ـ۳۴۴۶' باب: خیار الامۃ تعتق وزوجها حر)

صحیح مسلم: ۱۵۰۴' سنن ابوداؤد: ۲۲۳۳' سنن ترمذی: ۱۱۵۴' اور سنن نسائی: ۳۴۵۱ میں مذکور ہے کہ حضرت بریرہ کے خاوند غلام تھے' اسی طرح صحیح البخاری: ۵۲۸۳ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' ان احادیث میں صرف یہ ذکر ہے کہ حضرت مغیث غلام تھے' یہ ذکر نہیں ہے کہ جس وقت حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا تھا' اس وقت وہ غلام تھے' لہٰذا ہو سکتا ہے کہ وہ پہلے غلام رہے ہوں اور جب حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا تھا اس وقت وہ آزاد ہو چکے ہوں' سو ان روایات میں دونوں احتمال ہیں اور امام نسائی کی صحیح حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جس وقت حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا تھا' اس وقت ان کے شوہر آزاد تھے' پس یہ محتمل روایات امام نسائی کی صریح حدیث کے معارض نہیں ہو سکتیں۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ جب یہ آثار مختلف ہیں تو ان میں تطبیق دینا واجب ہے اور تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ وہ پہلے غلام تھے بعد میں آزاد کر دیئے گئے' اس کا الٹ تو نہیں ہو سکتا کیونکہ آزاد شخص پر غلامی نہیں آتی تو ان احادیث کو اسی پر محمول کرنا پڑے گا کہ جب حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا تو ان کے خاوند آزاد تھے' اور اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ جب کسی باندی کو آزاد کیا جائے تو اس کو اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ نکاح سابق کو برقرار رکھے یا نہ رکھے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت بریرہ سے ارشاد فرمایا: جاؤ! تمہارے ساتھ تمہاری فرج بھی آزاد ہو گئی ہے۔ (سنن دارقطنی ج ۳ ص ۲۱۹' دار المعرفۃ' بیروت)

(فتح باب العنایۃ فی شرح النقایۃ ج ۲ ص ۳۹۹ـ۳۹۷' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

(۱) جب کسی بدعت کا وقوع ہو تو امام کے لیے مستحب ہے کہ وہ لوگوں کو خطاب کر کے اس بدعت کا رد کرے' جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان لوگوں کا رد کیا' جنہوں نے حضرت بریرہ کو مکاتبہ کرنے کے لیے یہ شرط لگائی کہ ان کی وَلاء وہ لیں گے۔

(۲) امام کے لیے یہ مستحب ہے کہ جب وہ کسی کے بُرے کام کا رد کرے تو لوگوں کے سامنے اس بُرائی کے مرتکب کا نام لے کر اس کو رسوا نہ کرے' جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسی شرط لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہے اور ان کا نام نہیں لیا۔

(۳) اس حدیث میں برائی کا ازالہ کرنے میں بہت مبالغہ فرمایا ہے اور اس کی بہت مذمت کی ہے۔

(۴) حضرت بریرہ کو مکاتبہ کیا گیا تھا اور ان کے شوہر کو مکاتب نہیں کیا گیا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ بغیر شوہر کے صرف بیوی کو مکاتبہ کرنا جائز ہے' یہ اس تقدیر پر ہے جب حضرت مغیث بھی غلام ہوں جیسا کہ بعض روایات میں ہے۔

(۵) جب کسی باندی کو مکاتب کر دیا جائے تو اس کے شوہر کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اس کو زرِ کتابت کے حصول کے لیے تگ و دو کرنے سے منع کرے' جیسا کہ حضرت مغیث نے حضرت بریرہ کو منع نہیں کیا۔

(۶) اس سے یہ بھی استدلال ہو سکتا ہے کہ مکاتبہ کے اوپر اس دوران اپنے خاوند کی خدمت کرنا لازم نہیں ہے۔

(۷) مکاتبہ کے خاوند کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی کو مکاتبہ ہونے سے منع کرے جب کہ اس کو یہ علم ہو کہ اگر اس کی بیوی آزاد ہوگئی تو وہ خیارِ عتق سے اس کے نکاح کو مسترد کر سکتی ہے کیونکہ حضرت بریرہ نے ایسا ہی کیا' اس کے باوجود حضرت مغیث نے ان کو مکاتبہ ہونے کی سعی سے منع نہیں کیا۔

(۸) شادی شدہ باندی کو فروخت کرنے سے اس پر طلاق واقع نہیں ہوتی کیونکہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت بریرہ کو خرید لیا تب بھی حضرت بریرہ' حضرت مغیث کے نکاح میں تھیں تا آنکہ حضرت بریرہ نے خود نکاح سابق کو مسترد کر دیا۔

(۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت بریرہ کا زرِ کتابت قسط وار ادا کیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر انکار نہیں فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ زرِ کتابت کو نقد اور ادھار دونوں طرح ادا کرنا جائز ہے۔

(۱۰) جن روایات میں مذکور ہے کہ حضرت مغیث غلام تھے اور حضرت بریرہ آزاد کر دی گئی تھیں تو اگر حضرت بریرہ اس سابق نکاح کو برقرار رکھتیں تو جائز تھا' اس طرح ایک آزاد عورت غلام کے نکاح میں ہوتی' اس سے معلوم ہوا کہ آزاد عورت کا غلام سے نکاح جائز ہے اور اس سے غیر کفو میں نکاح کا جواز ثابت ہوا' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام میں ذات پات کا اعتبار نہیں' بس فریقین کا مسلمان ہونا ضروری ہے یا پھر لڑکی کا اہل کتاب سے ہونا ضروری ہے۔

(۱۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باندی کا خبر دینا بھی معتبر ہے کیونکہ حضرت بریرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ خبر دی کہ ان کے مالکوں نے ان کو مکاتبہ کر دیا ہے اور اس بناء پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کارروائی کی۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۳۵۔۳۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۷۱ - بَابُ التَّقَاضِيْ وَالْمُلَازَمَةِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں قرض کا تقاضا کرنا اور مقروض کو پکڑنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مقروض سے مسجد میں قرض کا تقاضا کرنا اور مقروض کو مسجد میں پکڑ لینا جائز ہے۔

۴۵۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ' عَنْ كَعْبٍ اَنَّهُ تَقَاضَى ابْنَ اَبِيْ حَدْرَدٍ دَيْنًا كَانَ لَهُ عَلَيْهِ فِي الْمَسْجِدِ' فَارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُهُمَا حَتّٰى سَمِعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ بَيْتِهٖ' فَخَرَجَ اِلَيْهِمَا' حَتّٰى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهٖ فَنَادٰى يَا كَعْبُ. قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' قَالَ ضَعْ مِنْ دَيْنِكَ هٰذَا وَاَوْمَا اِلَيْهِ اَيِ الشَّطْرَ' قَالَ لَقَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' قَالَ قُمْ فَاقْضِهٖ.

[اطراف الحدیث: ۴۷۱۔۲۴۱۸۔۲۴۲۴۔۲۷۰۶۔۲۷۱۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری از عبد اللہ بن کعب بن مالک از حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہ انہوں نے حضرت ابن ابی حدرد رضی اللہ عنہ سے اپنے اس قرض کا مسجد میں تقاضا کیا جو ان پر تھا' پس ان دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آوازوں کو اپنے گھر میں سن لیا' آپ ان دونوں کی طرف نکلے حتیٰ کہ آپ نے اپنے حجرہ کا پردہ کھولا' پھر آپ نے آواز دی: اے کعب! انہوں نے کہا: لبیک یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: تم اپنے قرض سے اتنا کم کر دو اور ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا: نصف' انہوں نے کہا: میں نے کر دیا' یا رسول اللہ! پھر آپ نے (ابن ابی حدرد سے) فرمایا: اٹھو! اب ان کا قرض ادا کر دو۔

(صحیح مسلم:۱۵۵۸' الرقم المسلسل:۳۹۰۹' سنن ابوداؤد:۳۵۹۵' سنن نسائی:۵۴۱۴-۵۴۰۸' السنن الکبریٰ للنسائی:۵۹۶۵' سنن ابن ماجہ:۲۴۲۹' المعجم الکبیر:۱۷۷-ج ۱۹' الاحاد والمثانی:۲۰۱۷' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۶ ص ۵۲' مسند احمد ج ۳ ص ۴۶۰ طبع قدیم' مسند احمد:۱۵۷۹۱-ج ۲۵ ص ۸۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن جعفر بن الیمان ابوجعفر الجعفی البخاری المعروف بالمسندی' یہ بہ روز جمعرات ۲۴ ذوالقعدۃ ۲۲۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عثمان بن عمر ابن فارس البصری (۳) یونس بن یزید (۴) محمد بن الزہری (۵) عبد اللہ بن کعب بن مالک الانصاری اسلمی المدنی (۶) حضرت کعب بن مالک الانصاری الشاعر رضی اللہ عنہ' یہ ان تین میں سے ایک ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول فرمائی تھی اور جن کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی تھی:

وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا. (التوبہ:۱۱۸) اور ان تین شخصوں کی توبہ قبول فرمائی جو (غزوۂ تبوک سے) پیچھے رہ گئے تھے۔

ان سے ۸۰ حدیثیں مروی ہیں' امام بخاری نے ان میں سے چار حدیثیں روایت کی ہیں' یہ مدینہ منورہ میں ۵۰ھ میں فوت ہو گئے تھے' جب یہ نابینا ہو گئے تو ان کے بیٹے ان کی قیادت کرتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۳۶-۳۳۵)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان سے مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: حضرت کعب نے حضرت ابن حدرد سے مسجد میں اپنے اس قرض کا مطالبہ کیا جو ان پر تھا' اور عنوان میں ''ملازمہ'' کا بھی ذکر ہے یعنی مقروض کو پکڑنا' اس پر اس حدیث میں کوئی دلالت نہیں ہے لیکن امام بخاری نے اس حدیث کو کئی جگہ ذکر کیا ہے اور باب الصلح میں اس طرح روایت کی ہے: حضرت کعب بن مالک کا حضرت عبد اللہ بن ابی حدرد پر قرض تھا' پس حضرت کعب کی حضرت ابن ابی حدرد سے ملاقات ہوئی تو حضرت کعب نے حضرت ابن ابی حدرد کو پکڑ لیا' الحدیث (صحیح البخاری:۲۴۲۴)

اور امام بخاری کی بعض احادیث میں ایسی ہی مناسبت ہوتی ہے۔

مسجد میں اپنے حق کا مطالبہ کرنا' دو فریقوں میں صلح کرانا' تنگ دست کی ادائیگی میں تخفیف کرانا اور دیگر مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں اپنے حقوق اور قرض کا مطالبہ کرنا جائز ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ ایک آدمی مسجد میں دوسرے آدمی کا سونا ادا کرے لیکن اگر وہ بہ طور تجارت یا بہ طور بیع صرف ادا کرے تو جائز نہیں ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تنگ دست سے قرض کی وصولی میں تخفیف کرنی چاہیے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دو آدمیوں میں صلح کرانے کے لیے ایک فریق سے ادائیگی میں تخفیف کر دینی چاہیے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ جس سے تخفیف کی جائے' اس سے مشورہ بھی کیا جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن ابی حدرد سے استصواب کیے بغیر ان کی ادائیگی میں تخفیف کر دی۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے' یہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اختیار تھا کہ وہ کسی کے قرض کی رقم کو کم کر دیں اور کسی کو یہ اختیار نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

جس کے حق میں صلح کی جائے اگر اس صلح میں اس کی خیر خواہی ہو تو اس کو ادا کرنے کا حکم دیا جائے' جس طرح آپ نے فرمایا: چلو اب کھڑے ہو اور ادا کرو۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا: نصف ادا کرو' اس سے معلوم ہوا کہ جب اشارہ سے متکلم کی مراد سمجھ آ جائے تو اشارہ کرنا جائز ہے۔

اس حدیث کے عنوان سے معلوم ہوا کہ اگر قرض خواہ کو کہیں مقروض مل جائے خواہ مسجد میں ہی تو وہ اس کو پکڑ سکتا ہے۔

جب حضرت کعب بن مالک اور حضرت ابن حدرد کی آوازیں مسجد میں بلند ہو گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرہ سے نکل کر باہر آئے' اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں ان کی بلند آوازیں آپ کو ناگوار گزریں اور قرآن مجید کی قراءت اور اذان کے بغیر مسجد میں آواز بلند کرنا منع ہے' لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کو ملامت نہیں کی' اس سے معلوم ہوا کہ وہ اپنی آواز بلند کرنے میں معذور تھے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسلمانوں کے اموال پر ان سے زیادہ اختیار تھا اور صحابہ اپنے اموال کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مالک سمجھتے تھے' تب ہی تو آپ نے حضرت کعب سے استصواب کیے بغیر فرمایا: تم اپنے قرض کو آدھا کر دو اور انہوں نے کہا: میں نے کر دیا۔

حافظ ابن حجر کے تتبع سے مزید فوائد

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے علامہ ابن بطال کے فوائد نقل کرنے کے علاوہ لکھا ہے:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں آواز بلند کرنا جائز ہے بہ شرطیکہ بہت زیادہ بلند نہ ہو' اور یہ فرق کرنا چاہیے کہ اگر علم اور نیکی کی بات کہنی ہو تو بلند آواز سے کہنا جائز ہے اور اگر فضول اور لغویات ہو تو اس کے لیے آواز بلند کرنا جائز نہیں ہے' المہلب نے کہا ہے کہ اگر مسجد میں آواز بلند کرنا جائز نہ ہوتا تو آپ منع فرما دیتے' میں کہتا ہوں کہ آپ اس سے پہلے جو منع فرما چکے تھے آپ نے اس پر اکتفاء کر لیا اور چونکہ اس موقع پر آوازوں کو بلند کرنا ان کے درمیان قطع منازعت اور صلح کا سبب بنا تھا' اس لیے آپ نے یہاں ان سے درگزر فرمایا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دروازہ پر پردہ لٹکانا جائز ہے کیونکہ آپ نے اپنے حجرہ سے پردہ ہٹا کر دیکھا تھا۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۰۴' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۸۷۲۔ ج ۴ ص ۲۷۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: حضرت ابن ابی حدرد کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل۔ اس عنوان کے تحت بارہ مسائل بیان کیے گئے ہیں۔

۷۲ - بَابُ كَنْسِ الْمَسْجِدِ، وَالْتِقَاطِ الْخِرَقِ وَالْقَذٰى وَالْعِيْدَانِ مِنْهُ

مسجد کی صفائی کرنا اور مسجد سے کپڑوں کی دھجیاں' تنکے اور لکڑیاں چننا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسجد کی صفائی کرنی چاہیے اور مسجد سے دھجیاں' تنکے اور لکڑیوں کے ٹکڑوں کو چننا چاہیے۔

۴۵۸ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلًا اَسْوَدَ، اَوِ امْرَاَةً سَوْدَاءَ، كَانَ يَقُمُّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ثابت از ابی رافع از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ ایک سیاہ فام

الْمَسْجِدَ، فَمَاتَ، فَسَأَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ، فَقَالُوْا مَاتَ، قَالَ أَفَلَا كُنْتُمْ آذَنْتُمُوْنِيْ بِهٖ؟ دُلُّوْنِيْ عَلٰى قَبْرِهٖ، أَوْ قَالَ قَبْرِهَا. فَأَتٰى قَبْرَهَا فَصَلّٰى عَلَيْهِ. [اطراف الحدیث: ۴۶۰-۱۳۳۷]

مرد یا سیاہ فام عورت مسجد کی صفائی کرتے تھے پس وہ شخص فوت ہو گیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق پوچھا: مسلمانوں نے بتایا کہ وہ شخص فوت ہو گیا' آپ نے فرمایا: تم نے مجھے اس کی اطلاع کیوں نہیں دی؟ مجھے اس مرد کی قبر بتاؤ یا اس عورت کی قبر بتاؤ' آپ اس کی قبر پر گئے اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھی۔

(صحیح مسلم: ۹۵۶' الرقم المسلسل: ۲۱۸۰' سنن ابوداؤد: ۳۲۰۳' سنن ابن ماجہ: ۱۵۳۰' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۴۴۶' صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۹۹' سنن بیہقی ج ۴ ص ۴۷' شرح السنۃ: ۱۴۹۹' مسند ابویعلیٰ: ۶۴۲۹' صحیح ابن حبان: ۳۰۸۶' مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۶۳۴۔ ج ۱۴ ص ۲۸۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۱۴۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) سلیمان بن حرب الواشحی البصری' واشح قبیلہ ازد کی شاخ ہے (۲) حماد بن زید (۳) ثابت البنانی (۴) ابورافع نُفَیع' یہ سنار تھے' بہت بڑے تابعی تھے' ابورافع صحابی ان کے علاوہ ہیں' کیونکہ ثابت البنانی نے ان صحابی کو نہیں پایا (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۳۹)

مسجد کی صفائی کرنا' صالحین کی خدمت کرنا اور قبرستان میں نماز پڑھنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مسجد کی صفائی کی ترغیب ہے کیونکہ جو شخص مسجد کی صفائی کرتا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت سے اس کے دفن ہونے کے بعد اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ وکیع نے عبداللہ بن حنظب سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہو کر مسجد قباء میں آئے' آپ نے وہاں نماز پڑھی' پھر کہا: اے یَرْفا! میرے پاس ایک شاخ لے کر آؤ' وہ شاخ لے کر آیا تو حضرت عمر نے اپنے کپڑے کس کر اس شاخ سے مسجد کی صفائی کی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صالحین کی خدمت کرنی چاہیے اور ان سے برکت حاصل کرنی چاہیے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جب خادم ہو اور نظر نہ آئے تو اس کی تفتیش کرنی چاہیے۔

نیز جس شخص نے اپنے آپ کو مسلمانوں کی خدمت اور ان کو نفع پہنچانے کے لیے وقف کر دیا ہو' اس کے لیے دعا کرنی چاہیے اور اس کی تحسین کرنی چاہیے۔

صالحین کی نمازِ جنازہ میں حاضر ہونا چاہیے اور ان کی نماز جنازہ پڑھنی چاہیے۔

ابن القصار نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تدفین کے بعد اس سیاہ فام کی نماز جنازہ پڑھی' اس میں یہ دلیل ہے کہ قبرستان میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔

اس حدیث میں "یقم المسجد" کے الفاظ ہیں' اس کا معنی ہے: مسجد کی صفائی کرتا تھا۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۳۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

دفن کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھنے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی، حضرت ابوموسیٰ، حضرت ابن عمر، حضرت ابن مسعود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک دفن کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے، امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے، اور ابراہیم نخعی، الحسن البصری اور ثوری نے اس سے منع کیا ہے، امام مالک اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی مذہب ہے اور بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ یہ صرف اس وقت جائز ہے جب ولی اور والی نے نماز جنازہ نہ پڑھی ہو، پھر جو جواز کے قائلین ہیں، ان میں یہ اختلاف ہے کہ کتنی مدت تک نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے، ایک قول ہے: ایک ماہ تک، ایک قول ہے: جب تک میت کا جسم بوسیدہ نہ ہو جائے اور ایک قول ہے: ہمیشہ جائز ہے، اس پر مزید بحث ان شاء اللہ کتاب الجنائز میں آئے گی۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کی موت کی خبر دینا مستحب ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر ملامت کی کہ آپ کو کیوں نہیں بتایا کہ مسجد کی صفائی کرنے والا فوت ہو گیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۴۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صدر الشریعہ علامہ عبید اللہ بن مسعود حنفی متوفی ۷۴۷ھ لکھتے ہیں:

جس کی نماز جنازہ پڑھے بغیر اس کو دفن کر دیا گیا تو جب تک یہ گمان نہ ہو کہ میت کا جسم پھٹ گیا ہو گا، اس وقت تک قبر پر اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ (النقایہ ج ۲ ص ۵۲)

نور الدین علی بن محمد بن سلطان (ملا علی قاری الہروی) متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

جس کو غسل دینے یا تیمم کرانے کے بعد دفن کر دیا گیا ہو اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی تاکہ جہاں تک ممکن ہو واجب ادا کیا جائے، صحیح مذہب یہ ہے کہ جب تک یہ گمان نہ ہو کہ اس کا جسم پھٹ گیا ہو، اس وقت تک نماز جنازہ پڑھی جائے گی کیونکہ میت کے جسم کے پھٹنے کی مدت موسم کے سرد اور گرم ہونے کے اعتبار سے اور زمین کے نرم اور سخت ہونے کے اعتبار سے اور میت کے جسم کے موٹے اور دبلے ہونے کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے، لہٰذا اس میں غلبہ ظن معتبر ہے اور ہمارے ائمہ سے یہ بھی مروی ہے کہ تدفین کے تین دن بعد تک قبر پر نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے۔ (شرح النقایہ ج ۲ ص ۵۲، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے بھی اسی قول کو زیادہ صحیح قرار دیا ہے، نیز انہوں نے لکھا ہے کہ اگر ولی کے علاوہ کسی اور شخص نے نماز جنازہ پڑھی ہو تو اس مدت میں ولی اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے۔

(رد المحتار ج ۳ ص ۱۱۷، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

غائبانہ نماز جنازہ کا عدم جواز

میں کہتا ہوں کہ علامہ شامی کی یہ عبارت باب مذکور کی حدیث کے عین مطابق ہے کیونکہ مسجد کی صفائی کرنے والے کے بلکہ سب مسلمانوں کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولی ہیں اور آپ کے نماز جنازہ پڑھے بغیر اس کو دفن کر دیا گیا تھا تو آپ نے دوسرے دن اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی، نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھنے پر بہت حریص تھے، حتیٰ کہ اگر آپ کو بتائے بغیر کسی مسلمان کی تدفین کر دی جاتی تو آپ ملامت فرماتے اور اس مسلمان کی قبر پر اس کی نماز جنازہ پڑھتے، اس کے باوجود آپ نے نجاشی کے سوا کسی غائب کی نماز جنازہ نہیں پڑھی حالانکہ شرقاً غرباً مسلمان فوت ہوتے رہتے تھے، اگر آپ کے نزدیک بالعموم غائب کی نماز جنازہ پڑھنی جائز ہوتی تو آپ سب مسلمانوں کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھتے۔ (اس مسئلہ میں نجاشی کی خصوصیت پر جن روایات سے معارضہ کیا جاتا ہے، اس کا جواب تبیان القرآن، سورۃ آل عمران: ۲۰۰ کی تفسیر میں ج ۲ ص ۵۴۳۔۵۴۲ میں ملاحظہ فرمائیں۔)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۱۱۰- ج ۲ ص ۶۹-۷۶۸ پر مذکور ہے وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۷۳ - بَابُ تَحْرِيمِ تِجَارَةِ الْخَمْرِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں خمر کی تجارت کو حرام قرار دینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خمر کی تجارت حرام ہے اور خمر کا پینا حرام ہے خواہ مسجد میں اس کو پیا جائے یا کسی اور جگہ پر خمر انگور کے اس کچے شیرہ کو کہتے ہیں جو پڑے پڑے سڑ جائے اور اس میں جھاگ پیدا ہو جائے اور وہ نشہ آور ہو جائے امام ابوحنیفہ کے نزدیک خمر حرام قطعی ہے اس کا ایک قطرہ بھی پینا حرام ہے اور حد لگانے کا موجب ہے خواہ اس کے پینے سے نشہ ہو یا نہ ہو اس کے علاوہ باقی شرابیں حرام ظنی ہیں مثلاً جو شرابیں جو گندم یا کھجور وغیرہ سے بنائی جائیں ان کی اتنی مقدار پینا حرام ہے اور حد لگانے کا موجب ہے جس مقدار سے نشہ ہو جائے اور اس سے کم مقدار میں پینا اگر سرور و مستی کے لیے ہو تو پھر بھی حرام ہے اور اگر طاقت اور توانائی حاصل کرنے کے لیے ہو تو پھر جائز ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہر نشہ آور مشروب حرام ہے خواہ وہ انگور سے بنایا گیا ہو یا کسی اور چیز سے اور خواہ اس کو بہ مقدار نشہ پیا جائے یا اس سے کم۔

۴۵۹ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا أُنْزِلَتِ الْآيَاتُ مِنْ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فِي الرِّبَا، خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَقَرَأَهُنَّ عَلَى النَّاسِ، ثُمَّ حَرَّمَ تِجَارَةَ الْخَمْرِ. [اطراف الحدیث: ۲۰۸۴-۲۲۲۶-۴۵۴۰-۴۵۴۱-۴۵۴۲-۴۵۴۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از ابی حمزہ از الاعمش از مسلم از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب سورۃ البقرہ کی سود سے متعلق آیات نازل ہوئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کی طرف نکلے اور ان آیات کو لوگوں کے سامنے پڑھا پھر آپ نے خمر کی تجارت کو حرام کر دیا۔

(صحیح مسلم: ۱۵۸۰ الرقم المسلسل: ۳۹۶۹ سنن ابوداؤد: ۳۴۹۰ سنن ابن ماجہ: ۳۳۸۲ سنن نسائی: ۴۶۶۵ السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۰۵۶ سنن سعید بن منصور قسم التفسیر: ۴۵۱ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۴۴۵ صحیح ابن حبان: ۴۹۴۳ سنن دارمی: ۲۵۶۹ المنتقی: ۵۷۶ مسند ابویعلیٰ: ۴۳۶۲ سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۱ مسند احمد ج ۶ ص ۴۶ طبع قدیم مسند احمد: ۲۴۱۹۳- ج ۴۰ ص ۲۲۶ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۴۳۹ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدان ان کا نام عبد اللہ بن عثمان المروزی ہے عبدان ان کا لقب ہے امام بخاری نے کہا: یہ ۲۲۱ھ میں فوت ہو گئے تھے یہ بصرہ کے رہنے والے تھے (۲) ابوحمزہ ان کا نام محمد بن میمون السکری ہے (۳) سلیمان الاعمش (۴) مسلم بن صُبَیح ان کی کنیت ابو الضحیٰ الکوفی ہے (۵) مسروق بن الاجدع الکوفی (۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۴۱)

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ مسجد میں آئے اور خمر کی تجارت کو حرام فرما دیا۔

مسجد میں سود کی آیات پڑھنے کے بعد خمر کی تجارت کی تحریم بیان کرنے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس باب کو منعقد کرنے کی غرض یہ ہے کہ مسجد کو چونکہ نماز اور اللہ کے ذکر کے لیے بنایا گیا ہے اور مسجد کو بے حیائی اور برے کاموں سے محفوظ رکھنا واجب ہے اور سود اور شراب نوشی بہت بڑے بے حیائی کے کام ہیں اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تحریم

مسجد میں بیان فرمائی اور اس میں یہ دلیل ہے کہ کبائر کی ممانعت کا مسجد میں ذکر کرنا جائز ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۹۱۳ ٗ دار الکتب العلمیہ ٗ بیروت ٗ ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

مسجد میں خمر (شراب) کی تحریم بیان کرنے کا یہ منشا نہیں تھا کہ اس کی تحریم مسجد کے ساتھ مخصوص ہے بلکہ یہ ہر جگہ حرام ہے ٗ قاضی عیاض مالکی نے لکھا ہے کہ خمر کی تحریم ٗ سود کی آیات کے نزول سے بہت پہلے ہوگئی تھی اور اس کو سود کی آیات کے ساتھ بیان کرنے کی یہ وجہ ہوسکتی ہے کہ خمر کی تحریم دوسری بار نازل ہوئی ہے ٗ علامہ عسقلانی فرماتے ہیں: یہ وجہ بھی ہوسکتی ہے کہ پہلے نفس خمر کی تحریم نازل ہوئی ہو اور اس موقع پر اس کی تجارت کی تحریم نازل ہوئی ہو۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۰۶ ٗ دار المعرفہ ٗ بیروت ٗ ۱۴۰۶ھ)

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

باب مذکور کی حدیث ٗ شرح صحیح مسلم: ۳۹۳۴۔ ج ۴ ص ۳۱۷۔ ۳۱۶ پر مذکور ہے ٗ اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) اصل اشیاء میں اباحت ہے (۲) قرآن کی روشنی میں شراب کی حرمت کا بیان (۳) احناف کے نزدیک خمر کی تعریف اور خمر اور دیگر شرابوں کا حکم (۴) امام ابوحنیفہ پر نشہ آور شرابوں کو حلال کرنے کا اعتراض اور اس کا جواب (۵) الکوحل کا شرعی حکم (۶) الکوحل آمیز دواؤں ٗ پرفیوم اور الکوحل اور اسپرٹ کے دیگر مرکبات کا حکم ٗ مذاہب اربعہ کی روشنی میں (۷) خمر کو سرکہ بنانے پر علامہ نووی کے اعتراض کا جواب۔

یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۳۲۴۔ ۳۱۵ پر محیط ہے۔

٧٤ - بَابُ الْخَدَمِ لِلْمَسْجِدِ — مسجد کے خادمین

اس عنوان میں ''خَدَمٌ'' کا لفظ ہے ٗ یہ ''خادم'' کی جمع ہے ٗ اس کا معنی ہے: (مسجد کے) خادمین۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا﴾ (آل عمران:۳۵) لِلْمَسْجِدِ يَخْدُمُهُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: عمران کی بیوی نے کہا: میرے پیٹ میں جو بھی بچہ ہے میں نے اس کی تیرے لیے نذر مانی ہے (آل عمران:۳۵) ان کا ارادہ تھا: آزاد کیا ہوا ٗ وہ مسجد کی خدمت کرے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے یہ اشارہ کیا ہے کہ مسجد کی خدمت کر کے اس کی تعظیم کرنا پچھلی امتوں میں بھی مشروع تھا ٗ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت مریم کی والدہ حنہ نے یہ نذر مانی تھی کہ ان کے اس حمل سے جو بچہ پیدا ہوگا ٗ وہ اس کو بیت المقدس کی خدمت کے لیے آزاد کردیں گی یعنی وقف کردیں گی ٗ اگر مسجد کی خدمت اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ذریعہ نہ ہوتی تو وہ یہ نذر نہ مانتیں۔

٤٦٠ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ وَاقِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ امْرَأَةً أَوْ رَجُلًا، كَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ، وَلَا أُرَاهُ إِلَّا امْرَأَةً، فَذَكَرَ حَدِيثَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ صَلَّى عَلَى قَبْرِهِ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۱۴۴۱ ٗ مکتبۃ الرشد ریاض ٗ ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن واقد نے حدیث بیان کی ٗ انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ثابت از ابی رافع از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ ایک عورت یا ایک مرد مسجد کی صفائی کرتا تھا اور میرا گمان صرف یہ ہے کہ وہ عورت تھی ٗ پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ذکر کی کہ آپ نے اس کی قبر پر اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۸ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: مسجد کی صفائی کرنا اور مسجد سے کپڑے کی دھجیاں' تنکے اور لکڑی کے ٹکڑے چننا' اور یہ بھی مسجد کی خدمت ہے۔

۷۵ - بَابُ الْاَسِيْرِ اَوِ الْغَرِيْمِ يُرْبَطُ فِي الْمَسْجِدِ

قیدی یا مقروض کو مسجد میں باندھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قیدی یا مقروض کو مسجد میں باندھنا جائز ہے اور قاضی شریح یہ حکم دیتے تھے کہ مقروض کو مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ باندھ دیا جائے۔

۴٦۱ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَخْبَرَنَا رَوْحٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ' عَنْ شُعْبَةَ' عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ زِيَادٍ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ عِفْرِيْتًا مِنَ الْجِنِّ تَفَلَّتَ عَلَيَّ الْبَارِحَةَ. اَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا. لِيَقْطَعَ عَلَيَّ الصَّلٰوةَ' فَاَمْكَنَنِيَ اللّٰهُ مِنْهُ' فَاَرَدْتُّ اَنْ اَرْبِطَهٗ اِلٰى سَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ' حَتّٰى تُصْبِحُوْا وَتَنْظُرُوْا اِلَيْهِ كُلُّكُمْ' فَذَكَرْتُ قَوْلَ اَخِيْ سُلَيْمَانَ ﴿رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ﴾ (ص:۳۵) قَالَ رَوْحٌ فَرَدَّهٗ خَاسِئًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح اور محمد بن جعفر نے خبر دی از شعبہ از محمد بن زیاد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گزشتہ رات ایک سرکش جن مجھ پر حملہ آور ہوا یا کوئی اور بات اس کی مثل فرمائی تا کہ وہ میری نماز منقطع کر دے' پس اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قادر کر دیا' پس میں نے اس کو مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ باندھنے کا ارادہ کیا' حتیٰ کہ تم سب صبح کو اس کی طرف دیکھتے' پھر مجھے اپنے بھائی حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آئی: اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسا ملک عطا فرما جو میرے بعد اور کسی کے لائق نہ ہو۔ (ص:۳۵) روح نے کہا: پھر آپ نے اس کو ناکام واپس کر دیا۔

[اطراف الحدیث: ۱۲۱۰۔ ۳۲۸۴۔ ۳۴۲۳۔ ۴۸۰۸]

(صحیح مسلم: ۵۴۱' الرقم المسلسل: ۱۱۸۹' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۳۹' سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۹' شرح السنۃ: ۷۴۶' صحیح ابن حبان: ۶۴۱۹' مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۹۶۹۔ ج ۱۳ ص ۳۴۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۹۳۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن ابراہیم اور وہ ابن راھویہ ہیں (۲) روح بن عبادہ (۳) محمد بن جعفر' یہ غندر کے نام سے مشہور ہیں (۴) شعبہ بن الحجاج (۵) محمد بن زیاد (٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۴۳)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ حدیث میں قیدی کو مسجد میں باندنے کا ذکر ہے اور یہی اس باب کا عنوان ہے اور رہا مقروض تو عنوان میں اس کو بھی باندھنے کا ذکر ہے اور حدیث میں اس کا اگر چہ ذکر نہیں ہے' مگر اس کو قیدی پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔

''عفریت'' اور ''جن'' کا معنیٰ

اس حدیث میں ''عِفریت من الجن'' کا ذکر ہے' اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ. (النمل:۳۹) ایک سرکش جن نے کہا:

''عفریت'' کا معنیٰ ہے: اجنبی خبیث' زجاج نے کہا: ''عفریت'' کا معنیٰ ہے: جو کسی مشکل اور غیر معمولی کام کو بہت سرعت

کے ساتھ کرنے والا ہو جو چیز موجود ہو اور جگہ نہ گھیرے وہ ارواح ہیں' ان میں جو ارواح اجسام کے ساتھ متعلق نہ ہوں' ان کی دو قسمیں ہیں' بعض ارواح علویہ ہیں جیسے فرشتے اور بعض ارواح سفلیہ ہیں' اور ارواحِ سفلیہ کی دو قسمیں ہیں: بعض خَیرۃ (نیک) ہیں اور بعض شریرہ (بد) ہیں' جو خیرۃ ہیں وہ نیک جنات ہیں اور جو شریرہ ہیں وہ سرکش جنات ہیں' "عفریت" جن بھی ان ہی میں سے ہے۔

"جن" کا معنی ہے: انسان کی آنکھ سے چھپی ہوئی چیز' جنات کو اسی لیے جنات کہتے ہیں کہ وہ انسانوں کو نظر نہیں آتے' اسی طرح جنت بھی نظر نہیں آتی' انسان کے دل کو جنان کہتے ہیں' پیٹ کے بچے کو جنین کہتے ہیں' یہ چیزیں نظر نہیں آتیں۔

اس حدیث میں "تفلت" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کسی چیز کا اچانک درپیش ہونا' "البارحة" کا معنی ہے: گزشتہ شب۔

آیا انسان جنات کو دیکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

اس حدیث میں ہے: گزشتہ رات ایک سرکش جن مجھ پر حملہ آور ہوا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جن کو دیکھ لیا تھا' نیز آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے اس کو کسی ستون کے ساتھ باندھنے کا ارادہ کیا حتیٰ کہ تم سب اس کو دیکھتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جنات کو دیکھنا ممکن ہے کیونکہ جنات اجسام لطیفہ ناریہ ہیں' لہٰذا ان کو دیکھنا محال نہیں ہے' اس پر یہ اعتراض ہوگا کہ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ. (الاعراف: ۲۷)

بے شک وہ (شیطان) اور اس کا لشکر تمہیں اس طور سے دیکھتا ہے کہ تم اس کو نہیں دیکھتے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان جنات کو نہیں دیکھتے اور انسانوں کا اسے دیکھنا اس آیت کے خلاف ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت عام اور غالب احوال پر محمول ہے اور بعض احوال میں انسانوں کا جنات کو دیکھنا ثابت ہے' جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام کا جنات کو دیکھنا' ان سے کلام فرمانا اور ان سے کام لینا اور اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیکھنے کا ذکر ہے' اور یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے۔

مقروض وغیرہ کو ستون سے باندھنا' ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جنات پر تصرف کی قدرت اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کی رعایت

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس شخص کے بھاگ جانے کا خطرہ ہو اور اس پر کسی قسم کا حق ہو' مثلاً اس پر قرض ہو' اس کو مسجد وغیرہ کے ستون کے ساتھ باندھنا جائز ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو عفریت جن کو دیکھا تھا' یہ آپ کی خصوصیت تھی اور آپ کا معجزہ تھا' جیسے فرشتوں کو دیکھنا آپ کی خصوصیت ہے' کیونکہ حدیث میں ہے: آپ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو چھ سو پروں کے ساتھ دیکھا اور جس دن آپ خندق سے واپس ہوئے' اس دن آپ نے حضرت جبریل کو دیکھا اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ آپ نے سرکش جن کو دیکھا' اور اللہ نے آپ کو اسے باندھنے پر قادر کر دیا کیونکہ وہ جسم لطیف ناری ہے لیکن آپ نے یہ چاہا کہ جنات پر تصرف کرنے کی صفت حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ خاص اور منفرد رہے کیونکہ انہوں نے یہ دعا کی تھی کہ اے رب! مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد اور کسی کے لائق نہ ہو (ص: ۳۵) تو آپ کو یہ حرص تھی کہ اس دعا کی اجابت ان کے ساتھ خاص رہے اور یہ سلطنت دوسروں کے لیے ظاہر نہ ہو' لیکن چونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام کے کمالات اور معجزات کے جامع ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی یہ معجزہ اور کمال عطا فرمایا اور آپ کو سرکش جن پر قادر کر دیا' لیکن آپ نے اس کا اظہار نہیں فرمایا

تا کہ یہ وہم نہ ہو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا قبول نہیں ہوئی۔
یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے خاص تھا' عام لوگوں کے لیے یہ ممکن نہیں ہے اور کوئی شخص شیطان کو اس کی صورت میں نہیں دیکھ سکتا' جیسا کہ الاعراف: ۲۷ میں اس کی تصریح ہے' لیکن باقی لوگ جن اور شیطان کو اس وقت دیکھ سکتے ہیں جب وہ اپنی اصل صورت کے علاوہ کسی اور صورت اور شکل میں متشکل ہو کر آئے' جیسا کہ ایک انصاری نے اس وقت جن کو دیکھا تھا' جب وہ سانپ کی صورت میں متشکل ہو کر آیا' اس انصاری نے اس کو نیزہ گھونپ دیا تو اس جن نے اس انصاری کو قتل کر دیا اور وہ فوت ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مدینہ میں جو جنات ہیں وہ اسلام لا چکے ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۴۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

جنات کا سانپوں کی شکل میں متشکل ہونا

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے جو حدیث کی ایک طرف ذکر کی ہے' اس کا پورا متن اس طرح ہے:
ابو السائب بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے گھر گئے تو دیکھا وہ نماز پڑھ رہے تھے' انہوں نے کہا: میں بیٹھ کر ان کے نماز سے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگا' اتنے میں گھر کے کونے میں رکھی ہوئی لکڑیوں میں سے آواز آئی' میں نے مڑ کر دیکھا تو ایک سانپ تھا' میں اس کو قتل کرنے کے لیے لپکا' حضرت ابو سعید نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا' سو میں بیٹھ گیا' جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے مکان کی ایک کوٹھڑی کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ کیا تم اس گھر کو دیکھ رہے ہو؟ میں نے کہا: ہاں' انہوں نے کہا: اس گھر میں ہمارا ایک نوجوان رہتا تھا' جس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی' انہوں نے کہا: پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خندق کی طرف گئے' وہ نوجوان دوپہر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لے کر اپنے گھر جاتا تھا' ایک دن اس نے اجازت طلب کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے ہتھیار لے کر جاؤ' کیونکہ مجھے تم پر بنو قریظہ (کے حملہ) کا خطرہ ہے' وہ نوجوان اپنے ہتھیار لے کر چلا گیا' جب وہ گھر پہنچا تو دیکھا کہ اس کی بیوی دروازے کی دو پٹیوں کے درمیان کھڑی ہے' اس نے غیرت میں آ کر اس کو نیزہ مارنے کا قصد کیا' اس عورت نے کہا: اپنے نیزے کو روکو اور گھر کے اندر جا کر دیکھو' تم کو معلوم ہو جائے گا کہ میں کس وجہ سے باہر کھڑی ہوں' جب وہ اندر گیا تو اس نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا سانپ کنڈلی مارے بستر پر بیٹھا ہے' اس نوجوان نے اس کو مارنے کا قصد کیا اور نیزہ اس سانپ میں گھونپ دیا' پھر باہر نکل کر وہ نیزہ مکان میں گاڑ دیا' وہ سانپ اس نوجوان پر لوٹ پوٹ ہو گیا اور یہ پتا نہ چل سکا کہ سانپ پہلے مرا یا وہ نوجوان' پھر ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس واقعہ کا ذکر کیا' ہم نے عرض کیا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اس کو زندہ کر دے' آپ نے فرمایا: اپنے اس ساتھی کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو' پھر فرمایا: مدینہ میں رہنے والے جنات مسلمان ہو گئے ہیں' پس جب تم ان سانپوں میں سے کسی کو دیکھو تو ان کو تین دن تک خبردار کرو' اس کے بعد بھی اگر سانپ دکھائی دے تو اس کو قتل کر دو کیونکہ وہ شیطان ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۲۳۶' الرقم المسلسل: ۵۷۳۱' سنن ابوداؤد: ۵۲۵۹۔ ۵۲۵۸۔ ۵۲۵۷' سنن ترمذی: ۱۴۸۴' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۷۸۸' مسند احمد ج ۳ ص ۲۷)

حافظ ابوبکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی المالکی المتوفی ۵۴۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نوجوان کے لیے استغفار کرنے کا حکم دیا تھا' تو ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ میت کے لیے مغفرت کی دعا کرنا سنت ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ اس نوجوان نے ایک مکروہ کام کیا تھا اور یہ احتمال زیادہ ظاہر ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مدینہ کے جن مسلمان ہو چکے ہیں' پس جب تم ان سانپوں میں سے کسی کو دیکھو تو ان کو تین دن تک خبردار کرو' اس کے بعد بھی اگر سانپ دکھائی دے تو اس کو قتل کر دو کیونکہ وہ شیطان ہے۔ جنات کا وجود برحق ہے' زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام کی اخبار متواترہ

سے ان کا وجود ثابت ہے' اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جنات کا ذکر فرمایا ہے اور یہ عقل کے نزدیک جائز ہے اور شرع سے ثابت ہے' ان کے وجود کا انکار کرنا گم راہی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ نعوذ باللہ منہ

جنات کھاتے پیتے ہیں اور جس طرح ہم احکام کے مکلف ہیں اور ہم کو برے کاموں سے منع کیا گیا ہے وہ بھی مکلف ہیں' اللہ تعالیٰ نے جنات اور ملائکہ کو اس پر قدرت دی ہے کہ وہ مختلف شکلوں میں متشکل ہو جاتے ہیں' جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں مختلف حرکات پر قدرت عطا فرمائی ہے۔ (عارضۃ الاحوذی ج ۳ ص ۲۲۲۔۲۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

صحیح مسلم: ۲۲۳۶ میں جو جنات کو تین دن تک خبردار کرنے کا حکم دیا ہے' اس کی تفصیل اس حدیث میں ہے:

عبد الرحمان بن ابو لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو لیلیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب سانپ اپنے مسکن میں ظاہر ہو تو اس سے کہو کہ ہم حضرت نوح علیہ السلام کے عہد کے واسطے سے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے واسطے سے تجھ سے یہ سوال کرتے ہیں کہ تو ہم کو ایذاء نہ پہنچا' پھر اگر سانپ لوٹ کر آئے تو اس کو قتل کر دو۔ (سنن ترمذی: ۱۴۸۵' سنن ابوداؤد: ۵۲۵۹)

جنات کے دوسری شکلوں میں متشکل ہونے کی قدرت پر بعض علماء کا اختلاف اور ان کی رائے کا بے وزن ہونا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جنات مختلف صورتوں میں متشکل ہو جاتے ہیں' وہ انسان کی' بہائم کی' سانپوں کی' بچھوؤں کی' اونٹوں کی' گایوں کی' بکریوں کی' گھوڑوں کی' خچروں کی' گدھوں کی اور پرندوں کی صورتوں میں متشکل ہو جاتے ہیں۔

قاضی ابو یعلیٰ نے کہا ہے کہ شیطان کو یہ قدرت نہیں ہے کہ وہ اپنی شکل کو بدل لے اور کسی اور صورت میں متشکل ہو جائے' ان کے لیے صرف یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو کچھ ایسے کلمات کی تعلیم دے اور کچھ ایسے افعال سکھائے کہ جب وہ ان افعال کو کر لیں اور وہ کلمات بول لیں تو اللہ تعالیٰ ان کو ایک صورت سے دوسری صورت میں منتقل کر دے' رہا یہ کہ وہ از خود کسی دوسری صورت میں منتقل ہو جائیں تو یہ محال ہے کیونکہ ایک صورت سے دوسری صورت میں منتقل ہونا اس کا تقاضا کرتا ہے کہ پہلی صورت فاسد ہو جائے اور اس کے اجزاء بکھر جائیں' اسی طرح فرشتوں کے دوسری صورت میں متشکل ہونے میں بھی یہی کلام ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۴۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام نسائی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اس کو پچھاڑا اور اس کا گلا گھونٹنے حتیٰ کہ میں نے اس کی زبان کی ٹھنڈک اپنی زبان پر پائی' علامہ ابن بطال وغیرہ نے اس حدیث سے یہ سمجھا ہے کہ جب عفریت جن آپ کے سامنے ظاہر ہوا تھا تو وہ اپنی اصلی شکل میں نہیں آیا تھا اور جن کو اس کی اصلی شکل میں دیکھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۰۷' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابن بطال' قاضی ابوبکر ابن العربی' علامہ عینی اور علامہ عسقلانی سب نے یہ لکھا ہے کہ جنات مختلف شکلوں میں متشکل ہوتے ہیں اور احادیث میں سانپ کی شکل میں جنات کے آنے کی تصریح ہے' جیسا کہ صحیح مسلم اور سنن ترمذی کے حوالوں سے گزر چکا ہے' لہٰذا اگر قاضی ابو یعلیٰ اس کا انکار کرتے ہیں تو کرتے رہیں' اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۱۱۱۔ ج ۲ ص ۹۹ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) جنات کا ثبوت (۲) جنات کی تخلیق (۳) جنات کی اقسام (۴) جنات کے افعال و احوال (۵) جنات کا مکلف ہونا (۶) جنات کی

جزاء وسزا (۷) جنات میں رسل (۸) انسان پر جن آ جانا (۹) جنات کو دیکھنا (۱۰) ایک اشکال کا جواب (۱۱) حضرت سلیمان کی دعا سے معارضہ (۱۲) لعن یزید (۱۳) ترجمۃ الباب سے مناسبت۔ یہ بحث' شرح صحیح مسلم ج۱ ص ۱۱۰۔۱۰۰ پر محیط ہے۔

٧٦ - بَابُ الْاِغْتِسَالِ اِذَا اَسْلَمَ، وَرَبْطِ الْاَسِيْرِ اَيْضًا فِي الْمَسْجِدِ

جب کوئی شخص اسلام لائے تو غسل کرے نیز قیدی کو مسجد میں باندھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی کافر اسلام لائے تو اس کے غسل کا کیا حکم ہے اور قیدی کو مسجد میں باندھنے کا کیا حکم ہے؟

وَكَانَ شُرَيْحٌ يَأْمُرُ الْغَرِيْمَ اَنْ يُحْبَسَ اِلٰى سَارِيَةِ الْمَسْجِدِ.

اور شریح مقروض کو مسجد کے ستون کے ساتھ باندھنے کا حکم دیتے تھے۔

٤٦٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ، فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِيْ حَنِيْفَةَ، يُقَالُ لَهٗ ثُمَامَةُ بْنُ اُثَالٍ، فَرَبَطُوْهُ بِسَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ، فَخَرَجَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَطْلِقُوْا ثُمَامَةَ. فَانْطَلَقَ اِلٰى نَخْلٍ قَرِيْبٍ مِّنَ الْمَسْجِدِ، فَاغْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَقَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ.

[اطراف الحدیث: ۴۶۹-۲۴۲۲-۲۴۲۳-۴۳۷۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے سواروں کی ایک جماعت کو نجد کی طرف بھیجا' وہ بنو حنیفہ کے ایک شخص کو گرفتار کر کے لائے' جس کو ثمامہ بن اُثال کہا جاتا تھا' انہوں نے اس کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف نکلے' تو لوگوں نے کہا: ثمامہ کو کھول دو' وہ مسجد کے قریب کھجور کے ایک درخت کی طرف گیا' پس اس نے غسل کیا' پھر مسجد میں داخل ہوا' پھر کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے' اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور (سیدنا محمد) اللہ کے رسول ہیں۔

(صحیح مسلم: ۱۷۶۴' سنن ابوداؤد: ۲۶۷۹' سنن نسائی: ۱۸۹' صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۲' صحیح ابن حبان: ۱۲۳۹' سنن بیہقی ج۱ ص۱۷۱' دلائل النبوۃ ج۴ ص۷۹۔۷۸' مسند احمد ج۲ ص۴۵۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۹۸۳۳۔ ج۱۵ ص۵۱۹۔۵۱۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۴۰۳' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے چار رجال ہیں' اور ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ ثمامہ اثال کو گرفتار کر کے مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا گیا۔

صوبہ نجد کا محل موقوع

اس حدیث میں ''نجد'' کا ذکر ہے' یہ جزیرہ عرب میں ہے۔ المدائنی نے کہا ہے کہ جزیرہ عرب کی پانچ اقسام ہیں: (۱) تہامہ (۲) نجد (۳) حجاز (۴) عروض (۵) یمن۔ تہامہ' حجاز کی جنوبی سمت میں ہے' اور نجد حجاز اور عراق کے درمیان میں ہے اور حجاز ایک

پہاڑ ہے جس نے یمن کو مسدود کر دیا ہے حتیٰ کہ وہ شام کے ساتھ متصل ہے اور اسی میں مدینہ ہے اور عروض' یمامہ ہے جو بحرین کی طرف ہے اور واقدی نے کہا ہے کہ حجاز' مدینہ سے تبوک کی طرف ہے اور مدینہ سے کوفہ کے راستہ کی طرف ہے اور اس کے پیچھے سرزمین بصرہ تک نجد ہے اور عراق اور طائف کے درمیان نجد ہے اور وجرۃ کے پیچھے سے سمندر تک تہامہ ہے' اور تہامہ اور نجد کے درمیان حجاز ہے' اس کو حجاز اس لیے کہتے ہیں کہ وہ ان دونوں کے درمیان حاجز یعنی رکاوٹ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۴۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ڈاکٹر غلام جیلانی برق لکھتے ہیں:

''نجد'': لغوی معنی سطح مرتفع' مراد عرب کا وسطی علاقہ' جس کا مرکزی شہر ریاض ہے' اس کی حدود بدلتی رہیں' ایک زمانہ تھا کہ یمن' تہامہ' عراق اور شام بھی نجد میں شامل تھے' لیکن اب (۱۹۷۱ء) میں اس کی حدود یہ ہیں:

مشرق میں بحرین' مغرب میں حجاز' شمال میں عراق اور جنوب میں صحراء۔

''نجد'': عمان کے قریب ایک وسیع علاقہ ہے۔ (معجم البلدان ص ۳۳۹' شیخ غلام علی اینڈ سنز' کراچی)

اسلام قبول کرنے والے کے غسل کرنے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جو شخص اسلام لائے' اس کے غسل کرنے کے حکم کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک کے بھی اس میں مختلف اقوال ہیں:

(۱) امام مالک نے المدونہ میں کہا ہے کہ جب نصرانی اسلام لائے تو اس پر غسل کرنا واجب ہے کیونکہ وہ لوگ طہارت حاصل نہیں کرتے' امام احمد بن حنبل اور ابوثور نے بھی اس پر غسل واجب کیا ہے۔

(۲) ابن وہب اور ابن ابی اویس نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ ایک شخص مسلمان ہوا' آیا اس پر غسل واجب ہے یا اس کے لیے وضوء کرنا کافی ہے؟ امام مالک نے فرمایا: ہمیں یہ حدیث نہیں پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو بھی یہ حکم دیا ہو کہ وہ اسلام لائے تو غسل کرے۔

(۳) ابن المنذر نے کہا: امام شافعی نے فرمایا ہے کہ اس کا غسل کرنا مستحب ہے' اگر وہ جنبی نہیں ہے تو اس کا وضوء کرنا کافی ہے' اور ابن القاسم نے ''العتبیہ'' میں اسی کی مثل کہا ہے' انہوں نے کہا: جو اسلام لایا اس پر غسل کرنا واجب ہے' اگر اس نے وضوء کیا اور نماز پڑھی اور غسل نہیں کیا تو وہ ہمیشہ نماز کو دہرائے گا' جب کہ وہ پہلے جماع کر چکا ہو یا جنبی ہو اور یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ اگر وہ جنبی نہ ہو تو اس کے لیے وضوء کرنا کافی ہے' جیسے امام شافعی نے کہا ہے۔

المہلب نے کہا ہے: ثمامہ کی حدیث ابن وہب اور ابن ابی اویس کے خلاف حجت ہے کیونکہ ثمامہ جب گئے تو انہوں نے غسل کیا' پھر مسجد میں داخل ہوئے' پھر انہوں نے اسلام کی گواہی دی' اسی لیے امام مالک نے یہ کہا ہے کہ ہمیں یہ حدیث نہیں پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اسلام لانے والے کو غسل کرنے کا حکم دیا ہو۔

ابوعبداللہ بن ابی صفرہ نے کہا ہے: رہا امام مالک کا دوسرا قول' جس میں انہوں نے کہا ہے کہ اسلام لانے والے پر غسل کرنا واجب ہے' کیونکہ وہ طہارت حاصل نہیں کرتے' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ نجاست سے اپنے بدنوں کو پاک نہیں کرتے' کیونکہ ان کے لیے جنابت سے پاک ہونا محال ہے' خواہ وہ اس کی نیت کریں کیونکہ ان کے لیے یہ مشروع نہیں ہے' لہٰذا امام شافعی' امام احمد اور ابن القاسم کا قول ساقط ہو گیا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب وہ جنبی نہیں ہوگا تو وہ بے وضوء ہوگا' پھر اس کے لیے نماز پڑھنا کس طرح مباح ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب وہ غیر جنبی اور بے وضوء ہوگا تو نماز پڑھنے کے لیے اس پر وضوء کرنا واجب ہوگا اور اس پر غسل نہیں ہوگا کیونکہ وہ جنبی نہیں ہے' اس پر غسل کرنا سنت ہے کیونکہ وہ اپنے آپ کو نجاست سے پاک نہیں رکھتے۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۱۴۳۔ ۱۴۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

فقہاء احناف کے نزدیک اسلام لانے سے پہلے اگر کافر جنبی ہو یا حائض ہو یا نفساء ہو خواہ اس کا حیض اور نفاس منقطع ہو چکا ہو' اس پر غسل کرنا واجب ہے ورنہ اس کا غسل کرنا مستحب ہے یعنی وہ جنابت کے بعد غسل کر چکا ہو یا عورت حیض اور نفاس کے بعد غسل کر چکی ہو تو پھر اسلام لانے کے لیے اس کا غسل کرنا مستحب ہے۔

(الدر المختار ورد المختار ج ۱ ص ۲۷۶۔ ۲۷۵' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

کفار اور اہل کتاب کے مسجد میں داخل ہونے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ کافر مسجد میں داخل ہو سکتا ہے' علامہ ابن التین نے بیان کیا ہے کہ مجاہد سے منقول ہے کہ اہل کتاب مسجد میں داخل ہو سکتے ہیں اور عمر بن عبد العزیز اور قتادہ اور امام مالک اور مزنی شافعی نے کہا: یہ جائز نہیں ہے' اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا: اہل کتاب مسجد میں داخل ہو سکتے ہیں اور دوسرے کافر مسجد میں داخل نہیں ہو سکتے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۴۹)

امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ امام احمد نے سند جید کے ساتھ روایت کیا ہے کہ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہماری اس مسجد میں اس سال کے بعد کوئی مشرک داخل نہیں ہوگا مگر اہل ذمہ اور ان کے خدام۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۹۔ ج ۳ ص ۳۹۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۲۲۱۔ ۱۴۹۴۹۔ ج ۲۳ ص ۳۸۷۔ ۱۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مصنف عبد الرزاق: ۱۹۳۵۔ ۹۹۸۲)

امام مالک کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے:

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا. (التوبہ: ۲۸)

مشرک محض ناپاک ہیں' سو وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ ہوں۔

میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف کے نزدیک اس آیت میں "لا یقربوا" اگرچہ صورۃً نہی کا صیغہ ہے لیکن معنیً نفی ہے' یعنی اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو مسجد میں داخل ہونے سے منع نہیں کیا بلکہ یہ خبر دی ہے کہ وہ اس سال کے بعد مسجد حرام میں داخل نہیں ہوں گے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں مشرکین سے مراد اہل کتاب کے ماسوا ہیں کیونکہ قرآن مجید میں اہل کتاب کے احکام' مشرکین کے احکام کے مغائر ہیں۔

علامہ علاء الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

ذمی کا مسجد میں داخل ہونا مطلقاً جائز ہے اور امام مالک نے اس کو مطلقاً مکروہ کہا ہے اور امام شافعی اور امام احمد نے مسجد حرام میں کافر کے داخل ہونے کو منع کیا ہے۔ ہم کہتے ہیں: یہ نہی تکوینی ہے تکلیفی نہیں ہے اور تحقیق یہ ہے کہ فقہاء نے جنبی کے لیے مسجد کے عبور کرنے کو جائز کہا ہے اور اس وقت آیت کا معنی یہ ہوگا کہ مشرکین اس سال کے بعد برہنہ ہو کر حج یا عمرہ نہ کریں اور یہ سال نو ہجری تھا' جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس سورت کا اعلان کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ برہنہ طواف کرے۔

(صحیح البخاری: ۱۶۲۲، صحیح مسلم: ۷-۱۳۴)

علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ اس عبارت کی شرح میں نہی تکوینی کا معنی لکھتے ہیں:

تکوین اللہ تعالیٰ کی صفت قدیمہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات افعال اسی کی طرف راجع ہیں اور ''لا یقربوا'' کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں مسجد حرام کی طرف جانے کا فعل پیدا نہیں فرمائے گا اور امر تکوینی کی مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین سے فرمایا:

اِئْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا. (حٰم السجدہ:۱۱) تم دونوں خوشی سے یا ناخوشی سے حاضر ہو جاؤ۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان میں یہ فعل پیدا کر دیا' اور امر تکلیفی کی مثال ہے: ''اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ'' (البقرہ: ۴۳) تم نماز کو قائم کرو' امر تکوینی اور امر تکلیفی میں فرق یہ ہے کہ امر تکوینی میں فرماں برداری کے خلاف نہیں ہو سکتا اور امر تکلیفی میں فرماں برداری کے خلاف ہو سکتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ''فلا یقربوا'' کا صیغہ اگرچہ صورۃً نہی کا صیغہ ہے لیکن یہ معنیً نفی ہے اور اللہ نے یہ خبر دی ہے کہ مشرکین مسجد حرام کے قریب نہیں جائیں گے' کیونکہ یہ منقول نہیں ہوا کہ اس آیت کے نزول کے بعد سے لے کر آج تک کبھی مشرکین نے برہنہ ہو کر حج یا عمرہ کیا ہو' جیسا کہ وہ زمانۂ جاہلیت میں کیا کرتے تھے۔

(ردالمحتار مع الدرالمختار ج ۹ ص ۴۷۲' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نورِ نبوت سے یہ جان لینا کہ ثمامہ اسلام لے آئیں گے' اس لیے آپ نے اس کو کھولنے کا حکم دیا

علامہ ابوالفرج عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ثمامہ نے قید کیے جانے کو اپنی عزت نفس کے خلاف سمجھا تھا' اس لیے وہ خود اسلام نہیں لایا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس چیز کو جان لیا' اس لیے آپ نے فرمایا: ثمامہ کو کھول دو' پس جب اس کو قید سے کھول دیا گیا تو وہ اسلام لے آیا' اس کی تفصیل یہ ہے کہ امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ثمامہ حنفی کو قید کر لیا گیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کو اس کے پاس گئے اور اس سے استفسار فرمایا: اے ثمامہ! اب تمہارا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا: اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو ایک گناہ گار شخص کو قتل کریں گے اور اگر آپ مجھ پر احسان کریں گے تو ایک شکر گزار شخص پر احسان کریں گے اور اگر آپ مال لینے کا ارادہ کرتے ہیں تو آپ جتنا مال چاہیں گے' آپ کو دیا جائے گا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب فدیہ لینے کو پسند کر رہے تھے' وہ کہہ رہے تھے: ہم اس کو قتل کر کے کیا کریں گے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن اس کے پاس سے گزرے تو وہ اسلام لے آیا' پھر آپ نے اس کو کھول دیا اور اس کو حضرت ابوطلحہ کے باغ میں بھیجا اور اس کو غسل کرنے کا حکم دیا' پس اس نے غسل کیا اور دو رکعت نماز پڑھی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارا بھائی بہت عمدہ اسلام لایا ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۹۸۶۵' صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۳' صحیح ابن حبان: ۱۲۳۸' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۷' کشف المشکل لابن الجوزی ج ۱ ص ۲۸۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ عینی کا علامہ کرمانی اور علامہ ابن جوزی کی شرحوں پر اعتراض

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی متوفی ۷۸۶ھ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ امام کو یہ حق ہے کہ وہ کافر قیدی کو قتل کر دے یا غلام بنا لے' یا اس سے فدیہ لے کر اس کو چھوڑ دے یا اس پر احسان کر کے اس کو چھوڑ دے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر احسان کر کے اس کو چھوڑ دیا

کیونکہ اس میں یہ احتمال ہے کہ نبی ﷺ نے نور نبوت سے یہ جان لیا تھا کہ وہ (آپ کے احسان کرنے کے نتیجہ میں) دل سے ایمان لے آئے گا اور عنقریب کلمہ شہادت پڑھنے سے اس کا ایمان ظاہر ہو جائے گا۔ (شرح الکرمانی ج ۴ص ۱۲۳' داراحیاء التراث العربی بیروت)

اسی طرح علامہ ابن جوزی نے بھی لکھا ہے۔ (ہم نے علامہ جوزی کی مفصل عبارت اس سے پہلے نقل کی ہے) علامہ بدرالدین عینی ان دونوں شارحین کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اس شرح کو امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان کی وہ حدیث رد کرتی ہے' جس میں یہ مذکور ہے کہ ایک دن نبی ﷺ ثمامہ کے پاس سے گزرے تو وہ اسلام لے آیا' پھر آپ نے اس کو کھول دیا' اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ وہ آپ کے کھولنے سے پہلے اسلام لے آیا تھا۔ علامہ کرمانی کو تو اس شرح میں معذور قرار دیا جائے گا کیونکہ انہوں نے اس شرح کو حتماً ذکر نہیں کیا' بلکہ یہ کہا ہے کہ اس میں یہ احتمال ہے' اور وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے واقف نہیں تھے' لیکن علامہ ابن جوزی اس حدیث سے کیسے غافل ہو گئے حالانکہ وہ حدیث کی کثرت پر مطلع ہیں! (عمدۃ القاری ج ۴ص ۳۵۰' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مصنف کا علامہ ابن جوزی اور علامہ کرمانی کی طرف سے جواب اور تینوں شروح میں محاکمہ

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن جوزی صحیح ابن حبان اور صحیح ابن خزیمہ کی اس حدیث سے غافل نہیں ہیں' جس میں یہ تصریح ہے کہ ثمامہ' نبی ﷺ کے کھولنے سے پہلے اسلام لے آیا تھا اور اس کے بعد آپ نے اس کو کھولا تھا کیونکہ علامہ ابن جوزی نے اس حدیث کو خود اپنی مذکور شرح کے بعد امام عبد الرزاق کے حوالے سے مفصلاً ذکر کیا ہے' جس کو ہم نے دیگر متعدد حوالوں کے ساتھ نقل کیا ہے' لہٰذا علامہ ابن جوزی کو غافل کہہ کر خود علامہ عینی نے غفلت اور عجلت کا مظاہرہ کیا ہے۔

اب یہ سوال رہ جائے گا کہ جب علامہ ابن جوزی کے علم میں مصنف عبد الرزاق کی یہ حدیث تھی کہ ثمامہ آپ کے کھولنے سے پہلے اسلام لے آیا تھا اور آپ نے اس کو اسلام لانے کے بعد کھولا تھا' تو انہوں نے اپنی شرح میں یہ کیوں لکھا ہے کہ نبی ﷺ نے ثمامہ کے اسلام لانے سے پہلے اس کو کھول دیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ کو نور نبوت سے علم تھا کہ وہ اسلام لے آئے گا' سو وہ آپ کے کھولنے کے بعد اسلام لے آیا اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں یہ واقعہ اسی طرح مذکور ہے۔

صحیح البخاری میں اس طرح مذکور ہے:

مسلمانوں نے ثمامہ بن اثال کو گرفتار کر کے مسجد کے ستون سے باندھ دیا' نبی ﷺ اس کی طرف نکلے اور فرمایا: ثمامہ کو کھول دو' پھر ثمامہ مسجد کے قریب ایک کھجور کے درخت کے پاس گیا' پھر مسجد میں داخل ہوا' پھر کہا: "اشهد ان لا اله الّا اللّٰه واشهد ان محمدا رسول اللّٰه"۔ (صحیح البخاری: ۴۶۲)

دیکھئے اس حدیث میں صاف تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے اس کے اسلام لانے سے پہلے اس کو کھولنے کا حکم دیا تھا اور اس نے بعد میں غسل کر کے کلمہ شہادت پڑھا اور علامہ ابن جوزی نے اسی حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ نبی ﷺ نے اس کے اسلام لانے سے پہلے اس کو کھولنے کا حکم اس لیے دیا تھا کہ آپ نے (نورِ نبوت سے) جان لیا تھا کہ وہ اسلام لے آئے گا اور ایسا ہی ہوا' اور علامہ کرمانی بھی صحیح بخاری کی اسی حدیث کی شرح کر رہے تھے' لہٰذا ان کی شرح بھی صحیح ہے' البتہ ان کا اس شرح کو احتمال سے ذکر کرنا غلط ہے' ان کو چاہیے تھا وہ اس شرح کو جزم اور یقین کے ساتھ لکھتے' جس طرح علامہ ابن جوزی نے لکھا ہے' پھر علامہ ابن جوزی کے وسعت علم کی یہ دلیل ہے کہ انہوں نے امام عبد الرزاق کی روایت کو ذکر کر کے یہ بھی بتا دیا کہ یہ روایت صحیح بخاری کی حدیث کے خلاف ہے کیونکہ اس روایت میں مذکور ہے کہ ثمامہ کے اسلام لانے کے بعد آپ نے اس کو کھولا تھا اور ظاہر ہے کہ صحیح بخاری کی حدیث کے

مقابلہ میں مصنف عبدالرزاق کی روایت کا کوئی اعتبار نہیں ہے جب کہ صحیح مسلم: ۱۷۶۴ میں بھی یہ واقعہ صحیح بخاری کی طرح زیادہ تفصیل کے ساتھ ہے اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ مذکور ہے کہ آپ کے کھولنے کے بعد ثمامہ اسلام لایا تھا اور صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان میں اس کے خلاف یہ مذکور ہے کہ آپ کے کھولنے سے پہلے ثمامہ اسلام لایا تھا تو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے مقابلہ میں صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان کی کیا حیثیت ہے' کیا علامہ عینی صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان کی بنیاد پر علامہ ابن جوزی پر اعتراض کر کے جمہور کے خلاف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ان کے نزدیک صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان' صحیح بخاری اور صحیح مسلم پر راجح ہیں' لیکن ان کے اس نظریہ کو علمی دنیا میں کوئی قبول نہیں کرے گا۔

علامہ ابن جوزی کی تائید میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی مفصل روایت

یہ حدیث' صحیح البخاری: ۴۳۷۲ اور صحیح مسلم: ۱۷۶۴ میں زیادہ تفصیل کے ساتھ درج ہے' اس میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے تیسرے دن ثمامہ کو کھولنے کا حکم دیا' اس کے بعد وہ کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا' اس کی عبارت درج ذیل ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے گھوڑے سواروں کے ایک دستہ کو نجد کی طرف بھیجا' وہ بنو حنیفہ کے ایک شخص کو گرفتار کر کے لے آئے' جس کو ثمامہ بن اثال کہا جاتا تھا' پس انہوں نے اس کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا' نبی ﷺ اس کی طرف نکلے اور فرمایا: اے ثمامہ! تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: میری رائے نیک ہے' اے محمد! اگر آپ مجھ کو قتل کریں گے تو اس شخص کو قتل کریں گے جس پر قصاص ہے' اور اگر آپ احسان کریں گے تو شکر گزار پر احسان کریں گے' اور اگر آپ مال چاہتے ہیں تو آپ سوال کریں آپ جتنا مال طلب کریں گے' آپ کو دیا جائے گا حتیٰ کہ دوسرے دن پھر آپ نے اس سے فرمایا: ثمامہ! تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: جو میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ اگر آپ احسان کریں گے تو شکر گزار پر احسان کریں گے' آپ نے اس کو چھوڑ دیا' پھر تیسرے دن آپ نے فرمایا: اے ثمامہ! تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: میرے نزدیک وہی بات ہے جو میں آپ سے کہہ چکا ہوں' آپ نے فرمایا: ثمامہ کو کھول دو' وہ مسجد کے قریب ایک کھجور کے درخت کے پاس گیا' پس اس نے غسل کیا' پھر مسجد میں داخل ہو گیا' پھر کہا: ''اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا رسول الله'' یا محمد! پہلے مجھے روئے زمین پر آپ سے زیادہ کوئی شخص ناپسند نہیں تھا اور آج صبح آپ کا چہرہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے' اور اللہ کی قسم! پہلے مجھے آپ کے دین سے زیادہ کوئی دین ناپسند نہیں تھا اور اب آپ کا دین مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے اور اللہ کی قسم! پہلے آپ کا شہر مجھے سب سے زیادہ ناپسند تھا اور اب آپ کا شہر مجھے سب سے زیادہ پسند ہے' آپ کے سواروں نے مجھے گرفتار کر لیا اور میں اس وقت عمرہ ادا کرنے کے لیے جا رہا تھا' اب آپ بتائیں کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کو بشارت دی اور اسے عمرہ کرنے کا حکم دیا' جب وہ مکہ پہنچا تو کسی کہنے والے نے کہا: کیا تم نے دین بدل لیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں! لیکن میں سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسلمان ہو گیا ہوں اور سنو! اب نبی ﷺ کی اجازت کے بغیر تمہارے پاس گندم کا ایک دانہ بھی نہیں آئے گا۔

(صحیح البخاری: ۴۳۷۲' صحیح مسلم: ۱۷۶۴)

علامہ ابن جوزی کی شرح اس حدیث کے مطابق ہے اور علامہ عینی نے علامہ ابن جوزی کی شرح پر جو اعتراض کیا ہے' وہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث کی تصریح کے خلاف ہے اور صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان کی روایت کے موافق ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۴۷۲۔ ج ۵ ص ۴۷۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

(۱) اسلام قبول کرنے کے بعد غسل کرنے کے حکم میں مذاہب فقہاء (۲) طالب اسلام کو کلمہ پڑھانے میں تاخیر کرنا جائز نہیں' بلکہ

خدشہ کفر ہے۔

۷۷ - بَابُ الْخَيْمَةِ فِي الْمَسْجِدِ لِلْمَرْضٰى وَغَيْرِهِمْ

بیماروں اور دوسروں کے لیے مسجد میں خیمہ لگانا

• اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بیماروں اور ان کے غیر کے لیے مسجد میں خیمہ لگانا جائز ہے۔

۴۶۳ - حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اُصِيْبَ سَعْدٌ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فِي الْاَكْحَلِ، فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْمَةً فِي الْمَسْجِدِ، لِيَعُوْدَهُ مِنْ قَرِيْبٍ، فَلَمْ يَرُعْهُمْ وَفِي الْمَسْجِدِ خَيْمَةٌ مِنْ بَنِيْ غِفَارٍ، اِلَّا الدَّمُ يَسِيْلُ اِلَيْهِمْ، فَقَالُوْا يَا اَهْلَ الْخَيْمَةِ، مَا هٰذَا الَّذِيْ يَاْتِيْنَا مِنْ قِبَلِكُمْ؟ قَالُوْا سَعْدٌ يَغْذُوْ جُرْحُهُ دَمًا، فَمَاتَ فِيْهَا.

[اطراف الحدیث: ۲۸۱۳-۳۹۰۱-۴۱۱۷-۴۱۲۲]

(صحیح مسلم: ۱۷۶۹، الرقم المسلسل: ۴۵۱۸، سنن ابوداؤد: ۳۱۰۱، سنن نسائی: ۷۱۰، جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۵۱۴، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں زکریاء بن یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن نمیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جنگ خندق کے دن حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بازو کی ایک رگ میں زخم آ گیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں ان کے لیے خیمہ لگا دیا تا کہ لوگ ان کی قریب سے عیادت کرلیں اور مسجد میں بنو غفار کا بھی خیمہ تھا پھر لوگوں کو صرف اس چیز نے خوف زدہ کیا کہ ان کی طرف خون بہہ کر آ رہا تھا پھر لوگوں نے کہا: اے خیمے والو! یہ کیا چیز ہے جو تمہاری طرف سے ہمارے پاس آ رہی ہے پس لوگوں نے کہا: تو حضرت سعد کے زخم سے خون بہہ رہا ہے پس وہ اس میں فوت ہو گئے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) زکریا بن یحییٰ بن عمر ابو السکن الطائی الکوفی (۲) عبد اللہ بن نمیر (۳) ہشام بن عروہ بن الزبیر بن العوام (۴) ان کے والد عروہ (۵) حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۵۱)

وفات کے وقت حضرت سعد کی عمر ۳۷ سال تھی۔ (کشف المشکل ج ۱ ص ۲۹۰، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد کے لیے مسجد میں خیمہ لگا دیا۔

مسجد سے نجاست کے زائل کرنے پر علامہ ابن بطال کا انکار اور مصنف کا ان پر ردّ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ عذر کی وجہ سے مسجد میں رہنا جائز ہے جیسے حضرت سعد بیماری کے ایام میں مسجد میں رہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد کا خیمہ مسجد میں لگایا اس سے معلوم ہوا کہ سربراہ ملک یا کسی بڑے عالم کے لیے بار بار کسی مریض کی عیادت کے لیے جانا دشوار ہو تو وہ مریض کو ایسی جگہ منتقل کر لے جہاں وہ آسانی سے اس کی عیادت کر سکے۔

حضرت سعد کے بازو سے خون نکل کر مسجد میں بہتا رہا اور کسی نے اس کو دھویا نہیں اس سے معلوم ہوا کہ نجاست کو زائل کرنا فرض نہیں ہے اگر یہ فرض ہوتا تو اس کو دھو دیا جاتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی زخمی کو مسجد میں رہنے کی اجازت نہ دیتے اس سے معلوم ہوا کہ نجاست کو دھونا فرض نہیں ہے اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعرابی کو مسجد میں پیشاب کرنے دیا تھا اور فرمایا: اس کو چھوڑ دو اور اگر اس کا پیشاب کرنا حرام ہوتا تو آپ یہ نہ فرماتے: اس کو چھوڑ دو یعنی اس کو پیشاب کرنے دو۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۴۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ مسجد سے نجاست کا زائل کرنا فرض نہیں ہے بلکہ مسجد سے نجاست کا زائل کرنا فرض ہے اور اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ حضرت سعد کے بازو سے نکلنے والے خون کو بعد میں بھی مسجد سے دھویا نہیں گیا اور کسی چیز کے ذکر نہ کرنے سے اس کا عدم وقوع لازم نہیں آتا' ناک کی رطوبت اور بلغم پاک ہیں' لیکن ان کو بھی نبی ﷺ نے مسجد میں گرانے سے منع کیا ہے اور کسی نے مسجد میں قبلہ کی جانب تھوک دیا تھا تو نبی ﷺ نے اس کو خود اپنے مبارک ہاتھوں سے صاف کیا تو جب اس پاک چیز سے بھی مسجد کو صاف کیا گیا تھا تو خون جس کا ناپاک اور نجس ہونا مسلم ہے' اس سے مسجد کو کیوں کر نہ صاف کیا گیا ہوگا! اور علامہ ابن بطال کا اعرابی کے پیشاب پر قیاس کرنا بھی فاسد ہے کیونکہ جب صحابہ اس اعرابی کو منع کرنے کے لیے جھپٹے تو آپ نے فرمایا: اس کو رہنے دو اور اس کے پیشاب کے اوپر ایک ڈول پانی یا دو ڈول پانی بہا دو۔ (صحیح البخاری: ۲۲۰)

آپ کا اس کے پیشاب پر دو ڈول پانی ڈلوانا' اس کی صریح دلیل ہے کہ مسجد میں اگر نجاست گر جائے تو اس نجاست کو زائل کرنا فرض ہے' باقی اس اعرابی کو پیشاب کرنے کے درمیان روکنے سے آپ نے منع فرمایا' کیونکہ اس سے اس کے مرض میں مبتلا ہونے کا خطرہ تھا۔ بہر حال مسجد سے نجاست کو زائل کرنا فرض ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۴۸۵۔ ج ۵ ص ۱۸۱ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۷۸ - بَابُ اِدْخَالِ الْبَعِيْرِ فِي الْمَسْجِدِ لِلْعِلَّةِ
کسی ضرورت کی بناء پر اونٹ کو مسجد میں داخل کرنا

بعض علماء نے اس باب کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ جب آدمی پر ضعف طاری ہو تو وہ مسجد میں اونٹ پر سوار ہو کر آ جائے' مگر امام بخاری نے جو عنوان قائم کیا ہے' وہ عام ہے یعنی مسجد میں اونٹ پر سوار ہو کر آنا خواہ ضعف ہو یا نہ ہو' جیسا کہ حسب ذیل تعلیق ہے:

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى بَعِيْرٍ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا۔

امام بخاری کی یہ تعلیق حسب ذیل کتب حدیث میں ہے اور خود امام بخاری نے بھی اس کی پوری سند کے ساتھ کتاب الحج میں روایت کی ہے: صحیح البخاری: ۱۶۰۷' صحیح مسلم: ۱۲۷۲' سنن ابوداؤد: ۱۸۷۷' سنن نسائی: ۲۹۵۴' سنن ابن ماجہ: ۲۹۴۸۔

۴۶۴ - حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ' عَنْ عُرْوَةَ' عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اَبِيْ سَلَمَةَ' عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ شَكَوْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِّيْ اَشْتَكِيْ' قَالَ طُوْفِيْ مِنْ وَّرَاءِ النَّاسِ وَاَنْتِ رَاكِبَةٌ. فَطُفْتُ' وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ اِلٰى جَنْبِ الْبَيْتِ' يَقْرَاُ ﴿وَالطُّوْرِ ○ وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ ○﴾ (الطور: ۲۔۱).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از محمد بن عبد الرحمان بن نوفل از عروہ از زینب بنت ابی سلمہ از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ میں بیمار ہوں' آپ نے فرمایا: تم لوگوں کے پیچھے سواری پر بیٹھ کر طواف کرو' پس میں نے طواف کیا اور رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کے پہلو میں نماز پڑھ رہے تھے اور آپ یہ تلاوت کر رہے تھے: "والطور ○ وکتاب مسطور ○" (الطور: ۲۔۱)

[اطراف الحدیث: ۱۶۱۹۔۱۶۲۶۔۱۶۳۳۔۴۸۵۳] [صحیح مسلم: ۱۲۷۶' الرقم المسلسل: ۳۰۶۰' سنن ابوداؤد: ۱۸۸۲' سنن نسائی: ۲۹۲۵' سنن

ابن ماجہ:۲۹۶۱' السنن الکبریٰ للنسائی:۳۹۰۳' موطأ امام مالک ـ کتاب الحج:۱۲۳' تنویر الحوالک ص ۳۴۰' المنتقی:۴۶۲' مسند ابویعلیٰ:۶۹۷۶' صحیح ابن خزیمہ:۲۷۷۶' مصنف عبد الرزاق:۹۰۲۱' صحیح ابن حبان:۳۸۳۰' المعجم الکبیر:۸۰۴ـ ج ۲۳' سنن بیہقی ج ۵ ص ۷۸' شرح السنۃ:۱۹۱۱' مسند احمد ج ۶ ص ۲۹۰ طبع قدیم' مسند احمد:۲۶۴۸۵ـ ج ۴۴ ص ۸۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن یوسف التنیسی (۲) امام مالک بن انس (۳) محمد بن عبد الرحمان بن الاسود بن نوفل' المعروف یتیم عروہ بن الزبیر (۴) عروہ ابن الزبیر (۵) زینب بنت ابی سلمہ' عبد اللہ بن الاسد المخزومی' ان کا نام پہلے برّہ تھا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام بدل کر زینب رکھ دیا (۶) ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا' ان کا نام ھند بنت ابی امیہ تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۵۴)

حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے پر امام مالک کے دلائل اور دیگر فوائد حدیث

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کو مسجد میں داخل کرنا جائز ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت کی وجہ سے اونٹ پر بیٹھ کر طواف کرنے کی اجازت دی ہے اور ان کے پیشاب سے مسجد نجس نہیں ہوتی اور باقی جانور جن کا گوشت کھایا نہیں جاتا' ان کا مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے' اور یہی امام مالک کا قول ہے۔

جو شخص کسی سواری پر سوار ہو' اس کو چاہیے کہ وہ حتی الامکان لوگوں کے گزرنے کی جگہوں سے اجتناب کرے اور پیدل چلنے والوں سے الگ رہے' اسی طرح خواتین کو چاہیے کہ وہ راستوں کے کناروں پر چلیں' بعض علماء نے اس حدیث سے یہ مستنبط کیا ہے کہ بھیڑ اور رش کی وجہ سے عورتیں مردوں کے پیچھے سے طواف کریں' کیونکہ طواف بھی حکماً نماز ہے اور نماز میں عورتیں مردوں کے پیچھے کھڑی ہوتی ہیں' سو اسی طرح طواف میں بھی ہونا چاہیے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۴۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے پر امام احمد کے دلائل اور دیگر مسائل

علامہ عبد الرحمان بن شہاب الدین بغدادی ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جن جانوروں کا گوشت کھانا حلال ہے' ان کو مسجد میں داخل کرنا جائز ہے۔

ہمارے اصحاب حنبلیہ اور اصحاب مالک نے کہا ہے کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا پیشاب پاک ہے' انہوں نے کہا ہے کہ اگر اونٹ کا پیشاب نجس ہوتا تو اس کو مسجد میں داخل نہ کیا جاتا' اور امام بخاری نے کتاب العلم میں حضرت ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کی ہے کہ انہوں نے اونٹ کو مسجد میں داخل کر کے باندھ دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ (صحیح البخاری:۶۳)

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ ان کا پیشاب نجس ہے اور ان کو مسجد میں داخل کرنا مکروہ ہے' فقہاء شافعیہ نے اسی کی تصریح کی ہے' انہوں نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان جواز کے لیے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا ہے' ان کا یہ قول اس لیے صحیح نہیں ہے کہ آپ نے حضرت ام سلمہ کو اونٹ پر بیٹھ کر طواف کرنے کا حکم دیا۔

جن جانوروں کا گوشت کھایا نہیں جاتا' ان کو مسجد میں داخل کرنا بالاتفاق مکروہ ہے' امام مالک نے کتوں اور شکاری پرندوں کے متعلق اس کی تصریح کی ہے اور امام احمد نے مسجد کے دروازے بند کرنے کی اجازت دی ہے تاکہ اس میں کتے داخل نہ ہوں۔

حضرت عمر سے روایت ہے کہ انہوں نے گھوڑے وغیرہ پر بیٹھ کر طواف کرنے سے منع کیا ہے' سفیان نے عمرو بن دینار سے

روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے بیت اللہ میں گھوڑے پر بیٹھ کر طواف کیا تو لوگوں نے اس کو منع کیا' اس نے کہا: تم مجھے منع کرتے ہو' پھر اس نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا' حضرت عمر نے جواب لکھا: اس کو منع کرو' علامہ ابن رجب نے کہا: حضرت عمر نے اس لیے منع کیا تھا تاکہ مسجد کی صفائی میں مبالغہ کیا جائے اور تاکہ سوار پیدل طواف کرنے والوں کو ایذاء نہ پہنچائے۔

(فتح الباری لابن رجب حنبلی ج ۲ ص ۵۴۲' دار ابن الجوزی' ریاض' ۱۴۱۷ھ)

سواری پر بیٹھ کر طواف کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

جو شخص معذور ہو اس کا سوار ہو کر طواف کرنا جائز ہے' اس میں سب کا اتفاق ہے' اور جو شخص غیر معذور ہو تو امام شافعی کے نزدیک اس کا بھی سوار ہو کر طواف کرنا جائز ہے' امام احمد کی بھی ایک روایت اس طرح ہے' امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کا طواف ہو جائے گا' لیکن اس پر ایک دم لازم آئے گا' یعنی اسے ایک قربانی کرنی ہوگی۔

(کشف المشکل ج ۱ ص ۲۹۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

باب مذکور کی حدیث کی توجیہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی سدھائی ہوئی تھی اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی اونٹنی میں بھی یہی احتمال ہے' اس لیے ان سے یہ خطرہ نہیں تھا کہ وہ مسجد میں پیشاب کریں گی۔ (فتح الباری لابن حجر ج ۲ ص ۱۰۹' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی اور حضرت ام سلمہ کی اونٹنی کی توجیہ تو کر دی لیکن حضرت ضمام بن ثعلبہ تو پہلی بار مسجد میں آئے تھے اور انہوں نے اپنا اونٹ مسجد میں باندھ دیا تھا' اس کے متعلق تو یہ توجیہ نہیں ہو سکتی کہ ان کا اونٹ سدھایا ہوا تھا۔

حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے پر امام مالک اور امام احمد کے استدلال کے مصنف کی طرف سے جوابات

میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اونٹنی پر بیٹھ کر طواف کیا' یا حضرت ضمام بن ثعلبہ نے جو مسجد میں اونٹ باندھا تھا' اس سے اونٹ اور دیگر حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے پر امام مالک اور امام احمد کا یہ استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کہ ان کا پیشاب پاک ہے کیونکہ جس طرح ان کو مسجد میں داخل کرنے سے یہ خطرہ ہے کہ وہ پیشاب کر دیں گے' اسی طرح ان کو مسجد میں داخل کرنے سے یہ خطرہ بھی ہے کہ وہ مسجد میں گوبر یا لید کر دیں گے تو پھر چاہیے کہ حلال جانوروں کے گوبر اور لید کو بھی پاک کہا جائے' حالانکہ اس کا فقہاء میں سے کوئی بھی قائل نہیں ہے اور جب ان کا گوبر پاک نہیں ہے تو ان کا پیشاب بھی پاک نہیں ہونا چاہیے کیونکہ دلیل واحد ہے' نیز عہد رسالت میں چھوٹے بچوں کو بھی مسجد میں داخل کیا جاتا تھا تو کیا اس وجہ سے ان کے پیشاب کو بھی پاک قرار دیا جائے گا؟

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے حلال جانوروں کے پیشاب کا اگر بالفرض پاک ہونا ثابت بھی ہو تو دوسری صحیح احادیث اس کے خلاف ثابت ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اکثر قبر کا عذاب پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے۔ امام دار قطنی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۴۸' مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۹۔۳۸۸۔۳۲۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۱' سنن

دارقطنی: ۴۵۸ 'المستدرک ج ۱ ص ۱۸۳ 'الشریعۃ للآجری: ۳۶۳-۳۶۲ 'سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۱۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پیشاب سے بچو' کیونکہ عام عذابِ قبر پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے۔ امام دارقطنی نے کہا: صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے۔ (سنن دارقطنی: ۴۵۷ 'دارالمعرفۃ بیروت' ۱۴۲۲ھ)

امام مالک اور امام احمد نے جس حدیث سے حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے پر استدلال کیا ہے' وہ زیادہ سے زیادہ اباحت پر دلالت کرتی ہے اور یہ احادیث صریحہ مطلقاً پیشاب کے حرام اور نجس ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور جب اباحت اور تحریم کے دلائل میں تعارض ہو تو تحریم کو ترجیح دی جاتی ہے' لہٰذا صحیح یہی ہے کہ حلال جانوروں کا پیشاب نجس ہے' جیسا کہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مذہب ہے' حیرت ہے کہ اس حدیث کی شرح میں علامہ بدرالدین عینی حنفی اور علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی نے حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے پر علامہ ابن بطال کی دلیل تو ذکر کی ہے لیکن اپنے موقف پر کوئی دلیل قائم نہیں کی اور نہ اس حدیث کا کوئی جواب لکھا ہے' علامہ ابن حجر نے صرف یہ لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی سدھائی ہوئی تھی اور حضرت ام سلمہ کی اونٹنی میں بھی یہی احتمال ہے' لیکن حضرت ضمام بن ثعلبہ کے اونٹ میں ان کا یہ جواب جاری نہیں ہوگا' وہ تو پہلی بار مسجد میں اونٹ پر بیٹھ کر آئے تھے اور اسی دن اسلام لائے' اس لیے باب مذکور کی حدیث سے امام مالک اور امام احمد کے استدلال کے صحیح جوابات وہی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی تائید سے ہم نے ذکر کیا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۹۷-۴۷ ج ۳ ص ۵۰۳ پر ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: حلال جانوروں کے بول و براز میں مذاہب ائمہ۔

۷۹ - بَابٌ

باب

اس باب کا امام بخاری نے کوئی عنوان قائم نہیں کیا' عام طور پر امام بخاری جس باب کا عنوان قائم نہ کریں' وہ ابوابِ سابقہ کے ساتھ ملحق ہوتا ہے اور اس میں مذکور حدیث' احادیث سابقہ کے مناسب ہوتی ہے' لیکن اس باب کے تحت جو امام بخاری نے حدیث ذکر کی ہے' اس کی سابقہ ابواب اور ان کی احادیث کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے۔

٤٦٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي ' عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ أَنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' خَرَجَا مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي لَيْلَةٍ مُّظْلِمَةٍ ' وَمَعَهُمَا مِثْلُ الْمِصْبَاحَيْنِ ' يُضِيئَانِ بَيْنَ أَيْدِيهِمَا ' فَلَمَّا افْتَرَقَا صَارَ مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ ' مِّنْهُمَا وَاحِدٌ حَتّٰى أَتٰى أَهْلَهُ. [اطراف الحدیث: ۳۶۳۹-۳۸۰۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاذ بن ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از قتادہ' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ نے حدیث بیان کی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے دو شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے اندھیری رات میں نکلے اور ان کے ساتھ دو چراغوں کی مثل کوئی دو چیزیں تھیں' جو ان کے آگے روشنی کر رہی تھیں' جب وہ جدا ہوئے تو ان میں سے ہر ایک کے ساتھ وہ چیز تھی' حتیٰ کہ وہ اپنے اپنے گھر پہنچ گئے۔

(السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۲۴۵ 'الطبقات الکبریٰ: ۸۲۴۵ 'مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۰۳۵ 'صحیح ابن حبان: ۲۰۳۲ 'دلائل النبوۃ لابی نعیم: ۵۰۳ 'مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۹۸۰ - ج ۲۰ ص ۲۹۵ 'موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۵۰ 'مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

حدیث مذکور کی احادیث سابقہ کے ساتھ بعید مناسبت ہے

بہ ظاہر اس حدیث کی احادیث سابقہ کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے' لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ احادیث سابقہ مسجد کے متعلق ہیں اور اس حدیث کا بھی یہ مآل ہے کہ یہ دو صحابی جن کے نام اسید بن حضیر اور عباد بن بشر تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دیر تک عشاء کی نماز کے انتظار میں مسجد میں بیٹھے رہے اور رات اندھیری تھی اور انہوں نے دور اپنے اپنے گھروں میں جانا تھا تو مسجد میں دیر تک ٹھہرنے کی وجہ سے ان کو یہ کرامت عطا کی گئی' اس وجہ سے اس حدیث کا مسجد کے ساتھ تعلق ہے اور احادیث سابقہ کا بھی مسجد کے ساتھ تعلق ہے۔

حضرت اسید بن حضیر اور عباد بن بشر کی کرامت اور اس کے صدور کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کو احکام مسجد کے باب میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ دو صحابی عباد بن بشر اور اسید بن حضیر نماز میں مشغول تھے' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علم پر مشتمل احادیث کے سماع میں مشغول تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے اور مسجد کی فضیلت اور مسجد میں ٹھہرنے کی سعادت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں نور عطا کر کے عزت اور کرامت سے سرفراز فرمایا۔

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے' اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے معجزات کے ساتھ ممتاز کیا ہے' جو آپ سے پہلے نبیوں کو عطا نہیں فرمائے' اور آپ کے اصحاب کو دنیا میں ایسے نور کی کرامت عطا فرمائی ہے' جس سے ضرورت کے وقت اندھیرے میں روشنی حاصل ہوگئی اور اس نور کا عطا کیا جانا خرقِ عادت اور خلافِ معمول ہے۔

اس حدیث سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی مساجد میں اس کی تسبیح کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں اور ان کے تمام اعضاء میں' ان کے آگے اور ان کے پیچھے نور ڈال دیتا ہے اور ان کی دنیا اور آخرت کو منور کر دیتا ہے اور جن کے لیے اللہ تعالیٰ نور نہیں رکھتا' ان کے لیے کوئی نور نہیں ہوتا' پس جب وہ دونوں صحابی اندھیری رات میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے نکلے تو اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے اور آپ کی کرامت سے ان کے لیے ایسا نور مہیا کر دیا' جس کی وجہ سے وہ اپنے راستے کے اندھیرے میں روشنی حاصل کرتے رہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: جو لوگ اندھیروں میں چل کر مساجد میں (نماز پڑھنے جاتے) ہیں' ان کو قیامت کے مکمل نور کی بشارت دے دو۔ (سنن ابوداؤد: ۵۶۱' سنن ترمذی: ۲۲۳) تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں بھی نور عطا فرمایا تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ان کا ایمان اور زیادہ ہو جائے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۳۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ ابن بطال کی شرح کا خلاصہ بیان کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۰۹' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اولیاء اللہ کو نور عطا کیے جانے کی دیگر احادیث اور روایات

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اولیاء اللہ کی کرامت کے ثبوت پر واضح دلیل ہے' اور اس میں کوئی شک نہیں ہے' اور اس میں کرامت کے منکرین کا رد ہے اور اس کی مثل متقدمین اور متاخرین کے زمانوں میں بہ کثرت ہوتی رہی ہے' متقدمین کے زمانہ کی یہ مثالیں ہیں:

امام ابن عساکر وغیرہ نے حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے نکلے اور ان کے ہاتھ میں کھجور کی سوکھی ہوئی شاخ تھی' پس وہ روشن ہوگئی۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ۵۲ ص ۱۸۱' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوعبس رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے' پھر بنو حارثہ کی طرف چلے جاتے' ایک رات اندھیری تھی اور بارش ہو رہی تھی تو ان کی لاٹھی روشن ہو گئی' حتیٰ کہ وہ بنو حارثہ کے گھر میں داخل ہو گئے۔

(دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۷۹۔۷۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

محمد بن حمزہ بن عمرو الاسلمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہماری جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ اندھیری رات میں بیٹھی ہوئی تھی' پس اچانک میری انگلیاں روشن ہو گئیں حتیٰ کہ سب نے میری انگلیوں کی طرف پیٹھ کی اور میری انگلیاں روشن تھیں۔

(دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۷۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

تواتر سے ثابت ہے کہ طلباء علم کی جماعت اپنے شیخ امام علامہ حسان الدین الرھاوی کے ساتھ عینتاب کے شہر میں تھی اور سردی کی ایک اندھیری رات تھی' جب وہ منتشر ہو گئے تو ایک جماعت نے ارادہ کیا کہ شیخ کو ان کے گھر تک روشنی دکھائیں کیونکہ گھپ اندھیرا تھا' مگر شیخ اس پر راضی نہ ہوئے تو وہ لوٹ آئے' لوگ قسم کھا کر بتا رہے تھے کہ انہوں نے فانوسوں کی طرح دو عظیم نور دیکھے' ایک شیخ کی دائیں جانب تھا اور دوسرا شیخ کی بائیں جانب تھا اور وہ نور شیخ کے ساتھ ساتھ رہے حتیٰ کہ شیخ اپنے گھر کے دروازہ پر پہنچ گئے' پھر جب گھر کا دروازہ کھلا اور شیخ گھر کے اندر داخل ہوئے تو وہ دونوں نور غائب ہو گئے اور لوگوں نے اس کے علاوہ بھی شیخ کی اور کرامات بیان کی ہیں اور شیخ مذکور ان مشائخ میں سے ایک ہیں' جن سے علم حاصل کیا جاتا ہے اور ان کے علم سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۵۷۔۳۵۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث اور ان آثار میں اولیاء اللہ کی کرامت کا ثبوت ہے اور یہ خرقِ عادت کی قسم ہے' ہم اب خرقِ عادت کی اقسام بیان کر رہے ہیں:

خرقِ عادت کی چھ قسمیں

(۱) اعلانِ نبوت سے پہلے نبی کے لیے خرقِ عادت اور خلافِ معمول کام ظاہر کیا جائے تو اس کو ارہاص کہتے ہیں' جیسے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اعلانِ نبوت سے پہلے بادل کا سایا کرنا اور مکہ میں ایک پتھر کا آپ پر سلام پڑھنا اور درختوں اور پہاڑوں کا کہنا: ''السلام علیك یا رسول اللّٰہ''۔

(۲) اعلانِ نبوت کے بعد نبی کے دعویٰ نبوت کی تصدیق کے لیے کسی خلافِ معمول کام کا ظاہر کیا جانا جیسے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اشارہ کرنے سے چاند کے دو ٹکڑے کیے گئے اور آپ پر قرآن مجید کا نزول ہوا اور آپ نے بغیر کسی سے پڑھے ہوئے ایسا فصیح و بلیغ کلام پیش کیا' جس کی آج تک کوئی نظیر نہیں لا سکا' حالانکہ مخالفین اسلام کی تعداد ہر دور میں بہت زیادہ رہی ہے اور دن بہ دن علوم میں ترقی ہو رہی ہے' اس کو معجزہ کہتے ہیں۔

(۳) جو شخص کافر ہو اور نبوت کا مدعی ہو' اس کے لیے ایسا خلافِ معمول کام ظاہر کیا جانا جو اس کے دعوے کا مکذب ہو' جیسے ایک کانے شخص نے مسیلمہ کذاب سے کہا: آپ دعا کریں میری کانی آنکھ ٹھیک ہو جائے' اس نے دعا کی تو اس کی دوسری آنکھ جو صحیح تھی' اس کی بینائی بھی جاتی رہی' اور جیسے غلام احمد قادیانی نے دعویٰ کیا ہے کہ میری نبوت کی دلیل یہ ہے کہ محمدی بیگم سے میرا نکاح ہو گا' اور محمدی بیگم کا نکاح دوسرے شخص سلطان محمد سے ہو گیا اور غلام احمد قادیانی اس سے نکاح کی حسرت میں ہی مر گئے' حالانکہ انہوں نے دوسری پیش گوئی یہ کی تھی کہ سلطان محمد مر جائے گا اور محمدی بیگم میرے نکاح میں آ جائے گی' لیکن اس کے بالکل الٹ ہوا' غلام احمد قادیانی مر گیا اور سلطان محمد تا دیر زندہ رہا' اس کو اہانت کہتے ہیں۔

(۴) کافر جو مدعیٔ نبوت نہ ہو اس کے لیے کسی خلافِ عادت کو ظاہر کیا جائے، جیسے کوئی کافر دعا کرے اور اس کی دعا قبول ہو جائے جیسے بلعم باعور کی دعا قبول ہو جاتی تھی اس کو استدراج کہتے ہیں۔

(۵) کسی مؤمن کامل اور اللہ کے ولی کے لیے کوئی خلافِ عادت کام ظاہر کیا جائے، جیسے آصف بن برخیا نے پلک جھپکنے سے پہلے تختِ بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے لاکر حاضر کر دیا اور جیسے حضرت اسید بن حضیر اور عباد بن بشر کی کرامت کا اس باب کی حدیث میں ذکر ہے اس کو کرامت کہتے ہیں۔

(۶) کسی عام مؤمن کے لیے کسی خلافِ معمول کام کو ظاہر کیا جائے جیسے کوئی عام شخص بارش کی دعا کرے، بارش کا موسم نہ ہو اور بارش ہو جائے اس کو معونت کہتے ہیں۔

سو یہ خرقِ عادت کی چھ اقسام ہیں: (۱) ارہاص (۲) معجزہ (۳) اہانت (۴) استدراج (۵) کرامت (۶) معونت۔

۸۰ - بَابُ الْخَوْخَةِ وَالْمَمَرِّ فِي الْمَسْجِدِ — مسجد میں ذیلی دروازہ اور گزرنے کی جگہ

اس باب سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ مسجد میں ذیلی دروازہ اور گزرنے کا راستہ بنانا جائز ہے، ذیلی دروازہ سے مراد یہ ہے کہ مسجد کے صدر دروازہ کے علاوہ کوئی چھوٹا دروازہ ہو، مسجد نبوی میں ایسے متعدد چھوٹے چھوٹے دروازے تھے، جو مختلف صحابہ کرام کے گھروں کی جانب کھلتے تھے۔

٤٦٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ، فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللَّهِ. فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَقُلْتُ فِي نَفْسِي مَا يُبْكِي هَذَا الشَّيْخَ إِنْ يَكُنِ اللَّهُ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ، فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللَّهِ؟ فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الْعَبْدُ، وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ أَعْلَمَنَا، قَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ لَا تَبْكِ، إِنَّ أَمَنَّ النَّاسِ عَلَيَّ فِي صُحْبَتِهِ وَمَالِهِ أَبُو بَكْرٍ، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا مِنْ أُمَّتِي لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ، وَلَكِنْ أُخُوَّةُ الْإِسْلَامِ وَمَوَدَّتُهُ، لَا يَبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ بَابٌ إِلَّا سُدَّ، إِلَّا بَابَ أَبِي بَكْرٍ. [اطراف الحدیث: ۳۶۵۴-۳۹۰۴]

(صحیح مسلم: ۲۳۸۲، سنن ترمذی: ۳۶۶۰، سنن ابن ماجہ: ۹۳، السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۱۰۳، مسند احمد ج ۳ ص ۱۸ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۱۱۳۴-ج ۱۷ ص ۲۱۶-۲۱۵، جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۹۹۰، مکتبۃ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوالنضر نے حدیث بیان کی از عبید بن حنین از بسر بن سعید از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا پس آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایک بندہ کو دنیا کے درمیان اور جو اللہ کے پاس ہے اس کے درمیان اختیار دیا، پس اس بندے نے اس کو اختیار کر لیا جو اللہ کے پاس ہے، سو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے تو میں نے اپنے دل میں کہا: اس بوڑھے کو کیا چیز رُلا رہی ہے اگر اللہ نے ایک بندے کو دنیا کے درمیان اور جو اللہ کے پاس ہے اس میں اختیار دیا ہے اور اس بندے نے اس کو اختیار کر لیا جو اللہ کے پاس ہے؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ بندے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ علم والے تھے، آپ نے فرمایا: اے ابوبکر! تم مت روؤ، بے شک لوگوں میں سب سے زیادہ اپنی رفاقت میں مجھ پر احسان کرنے والے تم ہو اور اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو میں ابوبکر کو خلیل بناتا لیکن اسلام کے اعتبار سے بھائی ہونے کا رشتہ اور دوستی اپنی جگہ قائم ہے، مسجد میں کوئی دروازہ باقی نہیں رکھا جائے گا

الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ) مگر اس کو بند کر دیا جائے گا سوائے ابوبکر کے دروازہ کے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن سنان (۲) فلیح بن سلیمان' ان کا نام عبد الملک تھا اور ان کا لقب فلیح تھا' لیکن نام کی جگہ ان کا لقب مشہور ہو گیا (۳) ابو النضر' ان کا نام سالم بن ابی امیہ ہے۔ (۴) عبید بن حنین ابو عبد اللہ المدنی (۵) بسر بن سعید (۶) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ' ان کا نام سعد بن مالک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۵۷)

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں ''خوخۃ'' کا ذکر ہے اور ''خوخۃ'' کا معنی ہے: چھوٹا دروازہ یا ذیلی دروازہ اور یہی باب کا عنوان ہے۔

تمام صحابہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ فہم و فراست والے تھے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ بندے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ علم والے تھے۔

کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ جان لیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس بندے کے متعلق فرمایا ہے کہ اسے دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا گیا ہے' اس سے آپ کی مراد اپنی ذات ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے' حدیث میں جس بندے کو اختیار دیا گیا تھا' اس کو مبہم رکھا اور اس کا نام ذکر نہیں کیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ صحابہ میں کون سب سے زیادہ فہم و فراست والا ہے اور وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے' اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض الموت کا واقعہ تھا' جیسا کہ عنقریب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ظاہر ہو جائے گا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر احسان کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا: بے شک لوگوں میں سب سے زیادہ اپنی رفاقت میں مجھ پر احسان کرنے والے تم ہو۔

اس حدیث سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے ایسے فضائل اور حقوق ثابت ہوئے' جن میں مخلوق میں سے ان کا کوئی شریک نہیں ہے' اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابوبکر اپنی جان اور اپنے مال کو سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نچھاور کرنے والے تھے' علامہ قرطبی نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کے لیے ایسے حقوق تھے' اگر دوسرے کے لیے ایسے حقوق ہوتے تو وہ ان کی وجہ سے احسان جتاتا کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے آپ کی نبوت کی تصدیق کی' جب آپ نے غزوۂ تبوک میں مال کی اپیل کی تو اپنا سارا کا سارا مال آپ کی خدمت میں پیش کر دیا' ہجرت کی رات آپ کے لیے اپنی جان خطرہ میں ڈالی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مکارمِ اخلاق کی وجہ سے ان کے ان تمام احسانات کا اعتراف کیا' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا بھی ہم پر احسان تھا' ہم نے اس کا بدلہ اتار دیا' سوائے ابوبکر کے' اس کا ہم پر ایسا احسان ہے' جس کا بدلہ قیامت کے دن اللہ اتارے گا اور مجھے کسی کے مال سے ایسا فائدہ نہیں پہنچا' جیسا فائدہ مجھے ابوبکر کے مال سے پہنچا ہے اور اگر میں کسی کو (دنیاوی) خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا' سنو! تمہارے پیغمبر اللہ عزوجل کے خلیل ہیں۔

(سنن ترمذی: ۳۶۶۱' مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۳)

''خلیل'' کے متعدد معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو میں ابوبکر کو خلیل بناتا۔

''خلیل'' کا معنی ہے: جو اپنے راستہ میں تمہارے موافق ہو' جو تمہاری سیرت کا مظہر ہو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے خلیل ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہر ہیں' ایک قول یہ ہے کہ ''خـلـت'' کا معنی ہے: انقطاع' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے منقطع ہو کر صرف اللہ عزوجل کی طرف راجع ہو گئے' ایک قول یہ ہے کہ خلیل وہ ہے جس کے دل میں اپنے خلیل کے سوا اور کسی کی گنجائش نہ ہو' قاضی عیاض نے کہا: ''خِـلّـت'' کا معنی افتقار ہے یعنی آپ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف **مفتقر** اور اس کے محتاج ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلیل بنایا یعنی آپ کی نصرت کی اور آپ کو آپ کے بعد والوں کا امام بنا دیا۔

آپ نے فرمایا: اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو حضرت ابوبکر کو خلیل بناتا' اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابوبکر اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے اس لائق تھے اور ان میں یہ استعداد اور صلاحیت تھی کہ آپ ان کو اپنا خلیل بنا لیتے کیونکہ ان کا دل اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی محبت سے سرشار تھا اور ان کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت کے سوا اور کسی کی محبت کی گنجائش نہ تھی' اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ خلیل کا زیادہ مرتبہ ہے یا حبیب کا زیادہ مرتبہ ہے' اور حق یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے خلیل بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حبیب بھی ہیں۔

حضرت ابوبکر کی خصوصی تکریم

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: مسجد میں کوئی دروازہ باقی نہیں رکھا جائے گا' مگر اس کو بند کر دیا جائے گا سوائے ابوبکر کے دروازے کے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد اس پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت ابوبکر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وہ خصوصیت حاصل ہے' جو اور کسی کو حاصل نہیں ہے اور آپ نے حضرت ابوبکر کا وہ اکرام کیا ہے' جو کسی اور کا اکرام نہیں کیا۔

اور آپ کے اس ارشاد میں یہ اشارہ ہے کہ آپ کے نائب اور آپ کے بعد خلیفہ حضرت ابوبکر ہوں گے' کیونکہ ان کو کارِ خلافت انجام دینے کے لیے اور نماز پڑھانے کے لیے مسجد میں آنے کی ضرورت ہو گی' لہٰذا صرف ان ہی کے گھر کی طرف کھلنے والے دروازہ کو باقی رہنے دیا جائے گا' باقی سب دروازوں کو بند کر دیا جائے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور اس سے صحابہ نے یہ استدلال کیا کہ دین کا سب سے بڑا اور سب سے اہم رکن نماز ہے اور جب نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو امام بنا دیا ہے تو دین کے باقی امور میں بھی امامت اور قیادت کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی لائق ہیں۔

حضرت علی کے دروازہ کے سوا باقی دروازوں کو بند کرنے کی حدیث اور اس کی سند پر بحث ونظر

اس حدیث پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی ایسی ہی حدیث مروی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سوا مسجد کے تمام دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا۔ (سنن ترمذی: ۳۷۳۲' مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۰)

امام ابوعیسیٰ ترمذی نے کہا: یہ حدیث غریب ہے' ہم اس حدیث کو صرف شعبہ کی اس سند سے پہچانتے ہیں۔

(سنن ترمذی ص ۱۴۲۳۔ ۱۴۲۲' دار المعرفۃ' بیروت)

علامہ شعیب الارنؤط' اس حدیث کی سند کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

شیخ ابن تیمیہ نے کہا: اس حدیث کو شیعہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے مقابلہ میں حضرت علی کی فضیلت ثابت کرنے کے لیے گھڑ لیا ہے' حضرت ابوبکر کے لیے صحیح بخاری: ۴۶۷ میں حضرت ابن عباس سے اور صحیح مسلم: ۲۳۸۲ میں حضرت

ابوسعید خدری سے اور صحیح مسلم: ۲۳۸۳ میں حضرت ابن مسعود سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: مسجد میں کوئی دروازہ باقی نہیں رہنے دیا جائے گا' مگر اس کو بند کر دیا جائے گا سوائے ابوبکر کے دروازہ کے' تو شیعہ نے جعلی سند وضع کر کے حضرت علی رضی اللہ کے لیے بھی ایسی حدیث بنالی۔

امام ابن ابی حاتم نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام عبدالرزاق اور امام احمد نے روایت کیا ہے' اس کی سند میں عثمان الجزری ہے' میں نے امام احمد سے عثمان الجزری کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: وہ احادیث منکرہ روایت کرتا ہے اور اس کی کتاب گم ہو چکی تھی۔ (الجرح والتعدیل ج ۶ ص ۱۷۴)

یہ حدیث حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ سے بھی مروی ہے۔ (المعجم الکبیر: ۸۲-ج ۱۹) علامہ ابن جوزی نے کہا: اس کی سند میں دو راوی بہت زیادہ ضعیف ہیں۔ (العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۲۱۱)

علامہ ابن جوزی نے لکھا ہے: امام احمد نے کہا: یہ حدیث منکر ہے۔ (الموضوعات ج ۱ ص ۳۶۶)

علامہ ذہبی نے کہا ہے کہ عمرو بن میمون نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت علی کے دروازہ کے سوا سب دروازے بند کر دو' یہ حدیث منکر ہے۔ (لسان المیزان ج ۴ ص ۱۳۸۴)

حضرت علی کے دروازے کے سوا باقی دروازوں کو بند کرنے کے متعلق اور بھی احادیث ہیں' علامہ ابن جوزی نے کہا: ان احادیث میں سے کسی حدیث کی سند صالح نہیں ہے۔ (الموضوعات ج ۱ ص ۳۶۵)

(حاشیہ مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۷-۱۸۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت')

حضرت علی کے دروازہ کے سوا باقی دروازوں کو بند کرنے کے متعلق دیگر احادیث

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی کے دروازہ کے سوا باقی تمام دروازوں کو بند کر دو تو اس پر لوگوں نے نکتہ چینی کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! بے شک میں نے کسی چیز کو بند کیا نہ میں نے کسی چیز کو کھولا ہے لیکن مجھے جس چیز کا حکم دیا گیا ہے' میں نے اس کی پیروی کی ہے' اس حدیث کو امام احمد' امام نسائی اور حاکم نے ثقہ راویوں سے بیان کیا ہے۔ (السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۶۹' المستدرک ج ۳ ص ۱۲۵' مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۹)

امام طبرانی نے ثقہ راویوں کی سند کے ساتھ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ علی کے دروازے کے سوا تمام دروازے بند کر دیئے جائیں تو لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! علی کے دروازے کے سوا تمام دروازے بند کر دیئے گئے' تو آپ نے فرمایا: میں نے تمہارے دروازوں کو بند نہیں کیا لیکن اللہ نے ان دروازوں کو بند کیا ہے۔

(المعجم الاوسط: ۳۹۳۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ' مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۹' المستدرک ج ۳ ص ۱۲۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مسجد کے تمام دروازے بند کر دیئے جائیں سوا حضرت علی کے دروازہ کے۔ (السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۷۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت علی کے دروازے کے سوا مسجد کے تمام دروازے بند کر دیئے گئے' حضرت علی رضی اللہ مسجد میں داخل ہوتے تھے اور وہ جنبی ہوتے تھے اور ان کے لیے اس دروازہ کے سوا اور کوئی راستہ نہیں تھا۔

(السنن الکبریٰ: ۸۳۷۴-۸۳۵۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں کہا کرتے تھے: تمام لوگوں میں افضل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں' پھر حضرت ابوبکر ہیں' پھر حضرت عمر ہیں اور حضرت ابن ابی طالب کو تین وصف دیئے گئے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک وصف بھی مجھے مل جاتا تو وہ میرے نزدیک سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب تھا (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحب زادی سے ان کا نکاح کیا اور ان سے ان کی اولاد ہوئی (۲) اور ان کے دروازہ کے سوا مسجد کے تمام دروازے بند کر دیئے گئے (۳) اور آپ نے جنگ خیبر کے دن ان کو جھنڈا عطا کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۹' مسند ابویعلیٰ: ۵۶۰۱' مسند احمد ج ۲ ص ۲۶' مسند احمد: ۴۷۹۷' ج ۸ ص ۴۱۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام نسائی نے العلاء بن عراء سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر سے کہا کہ مجھے حضرت علی اور حضرت عثمان کے بارے میں بتایئے تو انہوں نے یہ حدیث ذکر کی اور کہا: حضرت علی کے متعلق کسی سے سوال نہ کرو' یہ دیکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک ان کا کیا مرتبہ تھا' مسجد میں ہمارے دروازے بند کر دیئے گئے اور ان کا دروازہ برقرار رکھا گیا۔

حضرت علی کے دروازہ کو باقی رکھنے کی احادیث کی تقویت

یہ تمام احادیث ایک دوسرے کی تقویت کرتی ہیں اور ان میں سے ہر حدیث استدلال کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے' چہ جائیکہ ان احادیث کا مجموعہ۔ علامہ ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں درج کیا ہے اور انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص' حضرت زید بن ارقم اور حضرت ابن عمر کی روایات کو اختصار سے ذکر کیا ہے اور بعض محدثین نے جو ان کی سندوں پر جرح کی ہے' اس کو نقل کیا ہے' اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ حدیثیں بہت سندوں سے مروی ہیں اور علامہ ابن جوزی نے اس حدیث پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث ان احادیث صحیحہ کے خلاف ہے' جن میں یہ فضیلت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے ثابت ہے اور ان کا یہ زعم ہے کہ یہ حدیث رافضیوں نے اس صحیح حدیث کے مقابلہ میں گھڑلی ہے' جس میں یہ فضیلت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے ثابت ہے۔

حضرت ابوبکر اور حضرت علی کے دروازوں کو باقی رکھنے کے متعلق وارد حدیثوں میں تطبیق

یہ علامہ ابن جوزی کی سنگین خطا ہے کہ وہ احادیث صحیحہ کو رد کرنے کے طریقہ پر چل پڑے ہیں اور ان کا یہ وہم ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث کے معارض ہے کیونکہ ان دونوں قصوں کو جمع کرنا ممکن ہے اور امام بزار نے اپنی مسند میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے' انہوں نے کہا: اہل کوفہ کی روایات اسانید حسنہ کے ساتھ حضرت علی کے قصہ میں ہیں اور اہل مدینہ کی روایات حضرت ابوبکر کے قصہ میں ہیں' پس اگر اہل کوفہ کی روایات ثابت ہوں تو ان کی اہل مدینہ کی روایات کے ساتھ تطبیق اس طرح سے ہے کہ حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے علی! میرے اور تمہارے سوا کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس مسجد میں جنبی ہو۔ علی بن منذر نے کہا: میں نے ضرار بن صرد سے پوچھا: اس حدیث کا کیا معنی ہے؟ انہوں نے کہا: میرے اور تمہارے سوا اور کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ حالت جنابت میں اس مسجد سے گزرے یا اس مسجد کو راستہ بنائے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۲۷)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دروازہ مسجد کی طرف تھا اور ان کے گھر کا اور کوئی دروازہ نہیں تھا' اس لیے آپ نے ان کے دروازہ کو بند کرنے کا حکم نہیں دیا' اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کے سوا اور کسی کو بھی مسجد میں حالت جنابت کے ساتھ گزرنے کی اجازت نہیں دی کیونکہ ان کے گھر کا دروازہ مسجد میں تھا اور دونوں حدیثوں میں تطبیق کا خلاصہ یہ ہے کہ مسجد میں کھلنے والے ایک دروازے کے سوا باقی تمام دروازوں کو دو مرتبہ بند کرنے کا حکم دیا گیا' ایک مرتبہ حضرت علی کے لیے اور

دوسری مرتبہ حضرت ابوبکر کے لیے اور یہ تطبیق اس وقت مکمل ہوگی' جب حضرت علی کے قصہ میں دروازے سے مراد حقیقی دروازہ (صدر دروازہ) ہو اور حضرت ابوبکر کے قصہ میں دروازہ سے مراد مجازی دروازہ ہو (ذیلی دروازہ)' گویا کہ جب صحابہ کے دروازے بند کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے مسجد میں داخل ہونے کے لیے ایک چھوٹا دروازہ بنالیا' جس کو'' خوخہ'' کہتے ہیں' پھر بعد میں حضرت ابوبکر کے قصہ میں ان چھوٹے دروازوں کو بھی بند کرنے کا حکم دیا' سوائے حضرت ابوبکر کے ذیلی دروازہ کے' اس طریقہ سے ان دونوں حدیثوں میں تطبیق ہو جائے گی' امام ابوجعفر طحاوی نے بھی مشکل الآثار میں اسی طرح سے ان حدیثوں میں تطبیق دی ہے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۷۴۹۔۷۴۸' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۴۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ کی عبارت یہ ہے:

مسجد کے دروازوں کے بند کرنے کے عمومی حکم سے حضرت ابوبکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما دونوں کے دروازے مستثنیٰ ہیں اور جس کے دروازہ کے سوا باقی دروازوں کو بند کرنے کا بعد میں حکم دیا تھا' اس سے پہلے جس کے لیے دروازہ باقی رکھنے کا حکم دیا تھا' اس سے رجوع نہیں فرمایا تھا (پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازہ کو باقی رکھنے کا حکم دیا تھا' بعد میں مرض الموت میں حضرت ابوبکر کے دروازہ کو باقی رکھنے کا حکم دیا تھا) پس حضرت ابوبکر کا دروازہ اور حضرت علی کا دروازہ دونوں مستثنیٰ ہیں اور یہ دروازوں کو بند کرنے کے عمومی حکم سے خارج ہیں اور یہ حضرت ابوبکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما دونوں کی خصوصیت ہے' جیسا کہ دوسرے اصحاب کی اور خصوصیات ہیں۔

(تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار ج ۹ ص ۱۴۰' دار بلنسیہ' ریاض' ۱۴۲۰ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے دروازہ باقی رکھنے کی جو حدیث ہے' وہ پہلے کا واقعہ ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے جو دروازہ باقی رکھنے کی حدیث ہے' وہ بعد کا واقعہ ہے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مرض الموت طاری ہوا تھا' پھر ملا علی قاری نے اپنی شرح میں ان تمام احادیث کو نقل کیا ہے' جن کو حافظ ابن حجر عسقلانی نے حضرت علی کے لیے دروازہ باقی رکھنے کے ثبوت میں ذکر کیا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۱۰ ص ۴۷۸' المکتبۃ الحقانیۃ' پشاور)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ نے حافظ ابن حجر عسقلانی کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد میں دروازہ باقی رکھنے کے ثبوت میں تمام احادیث کو ذکر کیا ہے اور حضرت ابوبکر کے لیے مسجد کے دروازہ کی بقاء اور حضرت علی کے لیے مسجد میں دروازہ کی بقاء کی حدیثوں میں وہ تطبیق ذکر کی ہے' جو حافظ ابن حجر نے بیان کی ہے' نیز لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے دروازہ کی بقاء کا قصہ پہلے کا واقعہ ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے دروازہ کی بقاء کا قصہ بعد کا واقعہ ہے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۶۴۸۔۶۴۷' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

شیخ محمد عبد الرحمان مبارک پوری متوفی ۱۳۵۳ھ نے بھی شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی لمعات کے حوالے سے اس کا خلاصہ لکھا ہے۔ (تحفۃ الاحوذی ج ۱۰ ص ۲۲۲۔۲۲۱' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ تمام شارحین حدیث نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے اس فضیلت کو ثابت کیا ہے اور شیخ ابن تیمیہ اور علامہ ابن جوزی کا رد کیا ہے۔

٤٦٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ قَالَ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد الجعفی نے

حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِي قَالَ سَمِعْتُ يَعْلَى بْنَ حَكِيمٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، عَاصِبًا رَأْسَهُ بِخِرْقَةٍ، فَقَعَدَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ اِنَّهُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ اَحَدٌ اَمَنَّ عَلَيَّ فِي نَفْسِهِ وَمَالِهِ مِنْ اَبِي بَكْرِ بْنِ اَبِي قُحَافَةَ، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنَ النَّاسِ خَلِيْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ خَلِيْلًا، وَلٰكِنْ خُلَّةُ الْاِسْلَامِ اَفْضَلُ، سُدُّوا عَنِّي كُلَّ خَوْخَةٍ فِي هٰذَا الْمَسْجِدِ غَيْرَ خَوْخَةِ اَبِي بَكْرٍ. [اطراف الحدیث:۳۶۵۶-۳۶۵۷-۶۷۳۸] (جامع المسانید لابن الجوزی:۳۱۸۱، مکتبۃ الرشد ریاض،۱۴۲۶ھ)

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہب بن جریر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے یعلیٰ بن حکیم سے سنا از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ جس مرض میں رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے تھے آپ اس مرض میں سر پر پٹی باندھے ہوئے گھر سے نکلے پھر آپ منبر پر بیٹھ گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا: لوگوں میں کوئی ایسا نہیں ہے جس نے ابوبکر بن ابی قحافہ سے زیادہ اپنی جان اور مال کے ساتھ مجھ پر احسان کیا ہو اور اگر میں لوگوں میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا لیکن اسلام کی دوستی افضل ہے اس مسجد میں کھلنے والے ہر دروازہ کو بند کر دو سوائے ابوبکر کے دروازے کے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث:۴۶۶ کا مطالعہ فرمائیں۔

۸۱ - بَابُ الْاَبْوَابِ وَالْغَلَقِ لِلْكَعْبَةِ وَالْمَسَاجِدِ

کعبہ اور مساجد کے دروازے اور ان میں قفل لگانا

اس باب میں بیان کیا گیا ہے کہ کعبہ اور مساجد کے دروازے بنانا اور ان میں قفل لگانا جائز ہے۔

قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ لِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ قَالَ لِي ابْنُ اَبِي مُلَيْكَةَ يَا عَبْدَ الْمَلِكِ، لَوْ رَاَيْتَ مَسَاجِدَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَبْوَابَهَا.

امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: مجھ سے عبداللہ بن محمد نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن جریج انہوں نے کہا: مجھ سے ابن ابی ملیکہ نے کہا: اے عبدالملک! کاش تم حضرت ابن عباس کی مساجد اور ان کے دروازوں کو دیکھتے۔

۴۶۸ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ وَقُتَيْبَةُ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ اَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ مَكَّةَ، فَدَعَا عُثْمَانَ بْنَ طَلْحَةَ، فَفَتَحَ الْبَابَ، فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِلَالٌ، وَاُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ، ثُمَّ اُغْلِقَ الْبَابُ، فَلَبِثَ فِيهِ سَاعَةً، ثُمَّ خَرَجُوا، قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَبَدَرْتُ فَسَاَلْتُ بِلَالًا، فَقَالَ صَلّٰى فِيهِ، فَقُلْتُ فِي اَيٍّ؟ قَالَ بَيْنَ الْاُسْطُوَانَتَيْنِ. قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَذَهَبَ عَلَيَّ اَنْ اَسْاَلَهُ كَمْ صَلّٰى.

(جامع المسانید لابن الجوزی:۳۳۵۸، مکتبۃ الرشد ریاض،۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان اور قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی ﷺ مکہ میں آئے آپ نے حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلایا پھر (کعبہ کا) دروازہ کھولا پھر نبی ﷺ اور حضرت بلال اور حضرت اسامہ بن زید اور حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم کعبہ کے اندر داخل ہوئے پھر کعبہ کا دروازہ بند کر دیا گیا آپ اس میں کچھ ساعت ٹھہرے پھر سب نکل آئے حضرت ابن عمر نے کہا: میں نے سبقت کی اور حضرت بلال سے پوچھا تو انہوں نے بتایا: آپ نے کعبہ کے اندر نماز پڑھی ہے میں نے پوچھا: کس جگہ؟ تو انہوں نے بتایا: دو ستونوں کے درمیان

حضرت ابن عمر نے کہا: مجھے یہ خیال نہیں رہا کہ میں یہ پوچھتا کہ آپ نے کتنی رکعات نماز پڑھی تھی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۳۹۷ کا مطالعہ فرمائیں' وہاں اس کا عنوان تھا: اہل مدینہ اور اہل شام کا قبلہ مشرق ہے' وہاں اس حدیث میں قبلہ کا ذکر بھی تھا۔ دیگر ضروری فوائد یہاں بیان کیے جائیں گے۔

حضرت عثمان بن طلحہ کا تذکرہ

حضرت عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ الحجبی کے والد اور چچا جنگ احد میں کفر کی حالت میں قتل کر دیئے گئے تھے اور حضرت عثمان بن طلحہ نے حضرت خالد بن ولید اور عمرو کے ساتھ ہجرت کی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے اور ان کے عم زاد شیبہ بن عثمان کے حوالہ کعبہ کی چابیاں کی تھیں' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ وہ صلح حدیبیہ کے دن اسلام لائے تھے اور کعبہ کی چابیاں انہیں فتح مکہ کے دن عطا کی تھیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے آل ابی طلحہ! تم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہ چابیاں رکھو' تم سے صرف ظالم شخص ہی یہ چابیاں چھینے گا' پھر حضرت عثمان بن طلحہ مدینہ آ گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات تک وہیں رہے' پھر وہ مکہ مکرمہ منتقل ہو گئے اور ۴۲ھ میں وہیں فوت ہو گئے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۶۴)

مسجد کے دروازوں کا ثبوت اور حضرت عثمان بن ابی طلحہ' حضرت بلال اور حضرت اسامہ کو کعبہ کے اندر لے جانے کی تخصیص کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد کے دروازے بنانا صحیح ہے تاکہ مسجد کو عبادت کے علاوہ دوسرے کاموں سے منزہ کیا جائے اور مسجد کی حفاظت کی جائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کے اندر حضرت عثمان بن ابی طلحہ' حضرت بلال اور حضرت اسامہ کے ساتھ داخل ہوئے' حضرت عثمان بن ابی طلحہ کو اس لیے ساتھ لیا تھا کہ وہ کعبہ کے کلید بردار تھے اور کعبہ کو بند کرنا اور کھولنا ان ہی کے ذمہ تھا' حضرت بلال کو اس لیے ساتھ لیا تھا کہ وہ نمازوں کے لیے اذان دیتے تھے اور حضرت اسامہ کو اس لیے ساتھ لیا تھا کہ وہ مسجد کی دیگر خدمات کو انجام دیتے تھے' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام جس کو چاہے' مسجد کی خدمت سپرد کر دے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۵۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۸۲ - بَابُ دُخُوْلِ الْمُشْرِكِ الْمَسْجِدَ

مشرک کا مسجد میں دخول

٤٦٩ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ، فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِّنْ بَنِيْ حَنِيْفَةَ، يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ اُثَالٍ، فَرَبَطُوْهُ بِسَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۴۰۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از سعید بن ابی سعید' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھوڑے سواروں کا ایک دستہ نجد کی طرف بھیجا' وہ بنو حنیفہ کے ایک شخص کو گرفتار کر کے لے آئے' جس کا نام ثمامہ بن اثال تھا' انہوں نے اس کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۶۲ کا مطالعہ فرمائیں' وہاں اس کا عنوان تھا: جب کوئی شخص اسلام لائے تو غسل کرے اور قیدی کو مسجد میں باندھنا۔

۸۳ - بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ فِي الْمَسَاجِدِ — مساجد میں آواز بلند کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مساجد میں آواز بلند کرنے کا کیا حکم ہے' آیا یہ جائز ہے' مکروہ ہے یا ممنوع ہے۔

٤٧٠ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْجُعَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ خُصَيْفَةَ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ كُنْتُ قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ، فَحَصَبَنِي رَجُلٌ، فَنَظَرْتُ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَقَالَ اذْهَبْ فَأْتِنِي بِهٰذَيْنِ، فَجِئْتُهُ بِهِمَا، قَالَ مَنْ أَنْتُمَا، أَوْ مِنْ أَيْنَ أَنْتُمَا؟ قَالَا مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ، قَالَ لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ لَأَوْجَعْتُكُمَا، تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جُعید بن عبدالرحمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن خصیفہ نے حدیث بیان کی از حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: میں مسجد میں کھڑا ہوا تھا تو مجھے ایک شخص نے کنکر مارا' میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تھے' انہوں نے فرمایا: جاؤ! ان دو آدمیوں کو بلا کر لاؤ' میں ان دونوں کو لے آیا' حضرت عمر نے پوچھا: تم کون ہو یا کہاں سے آئے ہو؟ ان دونوں نے کہا: ہم طائف کے رہنے والے ہیں' حضرت عمر نے کہا: اگر تم اس شہر کے رہنے والے ہوتے تو میں تم کو دردناک سزا دیتا' تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آواز بلند کر رہے تھے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ مساجد میں آواز بلند کرنا ممنوع ہے کیونکہ حضرت عمر نے اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن المدینی (۲) یحییٰ القطان (۳) الجُعید' ان کا نام الجعد بن عبد الرحمٰن بن اوس ہے' یہ ثقہ راوی ہیں' امام مسلم نے حضرت السائب سے ان کی صرف ایک حدیث روایت کی ہے (۴) یزید ابوخصیفہ' یہ حضرت السائب مذکور کے بھتیجے ہیں' اور خصیفہ ان کے دادا ہیں' اور ان کے والد عبداللہ بن خصیفہ ہیں (۵) حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ' یہ التمر کنوی کے بھانجے ہیں اور صحابی ہیں' ان کا مفصل تعارف پہلے ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۶۶)

مسجد میں آواز بلند کرنے والوں کو حضرت عمر کے سزا نہ دینے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان دو آدمیوں کے مسجد میں آواز بلند کرنے کو اس لیے ناپسند کیا تھا کہ وہ مسجد میں بلند آواز سے شور کر رہے تھے اور لغو باتیں کر رہے تھے' حضرت عمر نے معلوم کیا کہ وہ کہاں کے رہنے والے ہیں' اگر وہ مدینہ منورہ کے رہنے والے ہوتے تو ان کو معلوم ہوتا کہ مسجد میں فضول باتیں کرنا اور شور کرنا ممنوع ہے اور جب انہوں نے یہ بتایا کہ وہ اس شہر کے رہنے والے نہیں ہیں تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو جہل کی وجہ سے معذور قرار دیا۔

مسجد میں آواز بلند کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

امام مالک اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ مسجد میں بالکل آواز بلند نہ کی جائے' خواہ کوئی علم کی بات ہو یا نہ ہو' امام مالک نے کہا: میں نے متقدمین علماء کو دیکھا' وہ مسجد میں آواز بلند کرنے کی مذمت کرتے تھے' اور اگر کسی علمی مسئلہ میں آواز بلند کی جائے تو میرے نزدیک وہ بھی مکروہ ہے اور میرے نزدیک اس میں کوئی خیر نہیں ہے۔

محمد بن مسلمہ نے مبسوط میں لکھا ہے کہ کسی نیکی کی خبر دینے کے لیے اور کسی جھگڑے کی وجہ سے اور لین دین کے متعلق مسجد میں آواز بلند کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' کیونکہ مسجد لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ ہے اور جہاں لوگ جمع ہوں' وہاں آواز بلند کرنے کی ضرورت پڑتی ہے' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے مسجد میں آواز بلند کرنے کی اجازت دی ہے۔

سفیان بن عیینہ نے کہا: میں امام ابوحنیفہ کے پاس سے گزرا' وہ اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور ان کی آواز بلند ہو رہی تھی' میں نے کہا: اے ابوحنیفہ! یہ مسجد ہے اس میں آواز نہیں بلند کرنی چاہیے' امام ابوحنیفہ نے کہا: رہنے دو! جب تک آواز بلند کر کے بات نہ کی جائے' یہ لوگ بات نہیں سمجھتے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۵۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حاکم کو یہ اختیار ہے کہ کسی غیر شرعی کام پر اپنے اجتہاد سے سزا دے

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص کو کسی مسئلہ کا علم نہ ہو' اس کا عذر قبول کر لینا چاہیے' نیز حضرت عمر کا یہ کہنا کہ اگر تم اس شہر کے رہنے والے ہوتے تو میں تم کو دردناک سزا دیتا' اس پر محمول ہے کہ انہوں نے اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی حدیث سنی ہوگی۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۲' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی' اس شرح پر تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ ضروری نہیں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ نے اس کے متعلق کوئی حدیث سنی ہو' یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ حضرت عمر رضی اللہ اس کو اپنے اجتہاد سے سزا دیتے' کیونکہ ملک کے سربراہ کو یہ حق ہے کہ وہ کسی غیر شرعی کام پر اپنے اجتہاد سے سزا دے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۶۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ ان شارحین کا یہ لکھنا کہ جو جہالت کی وجہ سے غیر شرعی کام کرے' اس کا عذر قبول کر لینا چاہیے' صحیح نہیں ہے' حضرت عمر رضی اللہ کے دور تک تو یہ بات صحیح تھی کیونکہ اس وقت تک احکام شرعیہ کی مکمل تبلیغ نہیں ہوئی تھی' لیکن اب تمام احکام شرعیہ کی مکمل تبلیغ ہو چکی ہے اور تمام احکام پر مشتمل کتابیں لکھی جا چکی ہیں' اب جہالت کا عذر مقبول نہیں ہے' مثلاً کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے اور کہے: مجھے پتا نہیں تھا کہ اس سے بیوی حرام ہو جاتی ہے تو اس کا یہ عذر قبول نہیں ہوگا یا کوئی شخص اپنی رضاعی بہن سے نکاح کر لے اور کہے کہ مجھے علم نہیں تھا کہ یہ نکاح حرام ہے تو اس کا یہ عذر مقبول نہیں ہے۔

٤٧١ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيْدَ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ تَقَاضَى ابْنَ اَبِي حَدْرَدٍ دَيْنًا لَهُ عَلَيْهِ' فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یونس بن یزید نے خبر دی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ بن کعب بن مالک نے حدیث بیان کی کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت ابن ابی حدرد رضی اللہ

فَارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُهُمَا، حَتّٰى سَمِعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي بَيْتِهٖ، فَخَرَجَ اِلَيْهِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهٖ، وَنَادٰى يَا كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ. قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَاَشَارَ بِيَدِهٖ اَنْ ضَعِ الشَّطْرَ مِنْ دَيْنِكَ. قَالَ كَعْبٌ قَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُمْ فَاقْضِهٖ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۱۱۲، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۲۶ھ)

سے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں مسجد کے اندر اپنے قرض کا تقاضا کیا، پھر دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں، حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے ان آوازوں کو اپنے گھر میں سن لیا تو رسول اللہ ﷺ ان دونوں کی طرف نکلے، حتیٰ کہ آپ نے اپنے حجرہ کا پردہ کھولا اور آپ نے آواز دی، اے کعب بن مالک! انہوں نے کہا: میں حاضر ہوں یارسول اللہ! آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ تم اپنا آدھا قرض کم کر دو، حضرت کعب نے کہا: یارسول اللہ! میں نے کر دیا، رسول اللہ ﷺ نے (حضرت ابن ابی حدرد سے) فرمایا: اٹھو اب قرض ادا کر دو۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۴۵۷ میں گزر چکی ہے، وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: مسجد میں تقاضا کرنا اور مقروض کو پکڑنا، اور یہاں عنوان ہے: مسجد میں آواز بلند کرنا اور یہ حدیث ان دونوں عنوانوں کی صلاحیت رکھتی ہے۔

۸۴ - بَابُ الْحِلَقِ وَالْجُلُوْسِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں حلقہ بنانا اور بیٹھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر مسجد میں علم کے لیے یا ذکر کے لیے یا قرآن مجید کے درس کے لیے حلقہ بنایا جائے تو یہ جائز ہے۔

۴۷۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَاَلَ رَجُلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ مَا تَرٰى فِي صَلٰوةِ اللَّيْلِ؟ قَالَ مَثْنٰى مَثْنٰى، فَاِذَا خَشِيَ الصُّبْحَ صَلّٰى وَاحِدَةً، فَاَوْتَرَتْ لَهٗ مَا صَلّٰى. وَاِنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ اجْعَلُوْا اٰخِرَ صَلٰوتِكُمْ وِتْرًا، فَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِهٖ.

[اطراف الحدیث: ۴۷۳-۹۹۰-۹۹۳-۹۹۵-۱۱۳۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں بشر ابن المفضل نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے سوال کیا، اس وقت آپ منبر پر تھے (اس نے کہا:) رات کی نماز کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: دو، دو رکعت نماز پڑھو، پھر جب تم کو صبح ہونے کا خوف ہو تو (آخری دو رکعت کے ساتھ) ایک رکعت ملا لو تو تمام نماز وتر ہو جائے گی، اور حضرت ابن عمر یہ کہتے تھے کہ تم اپنی آخری نماز وتر پڑھو، کیونکہ نبی ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۷۴۹، الرقم المسلسل: ۱۷۱۷، سنن ابوداؤد: ۱۳۲۶، سنن نسائی: ۱۶۹۲، سنن ترمذی: ۴۳۷، سنن ابن ماجہ: ۱۳۱۹، شرح السنۃ: ۹۵۷-۹۵۶، مسند احمد ج ۲ ص ۱۱۹ طبع قدیم، مسند احمد: ۶۰۰۸-ج ۱۰ ص ۲۰۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۳۹۴، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کا عنوان ہے: مسجد میں حلقہ بنانا، اور اس حدیث کی اس کے ساتھ اس طرح مناسبت ہے کہ جب آپ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے تو اس وقت صحابہ بیٹھے ہوئے آپ کے ارشادات سن رہے ہوں گے اور یہ ایک قسم کا حلقہ بنانا ہے یا حلقہ کے مشابہ ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ مسجد میں حلقہ بنانے کی ممانعت ہے

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس نکل کر آئے تو ہم کو حلقے بنا کر بیٹھے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں تم کو گروہوں میں بیٹھے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ (صحیح مسلم: ۴۳۰)

اس کا جواب یہ ہے کہ جب کسی فائدہ اور منفعت کے بغیر حلقہ بنایا جائے تو وہ ممنوع ہے اور جب علم کی بات سننے کے لیے اور تعلیم و تعلم کے لیے یا درسِ قرآن اور درسِ حدیث کے لیے حلقہ بنایا جائے تو وہ مستحسن ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب خطیب منبر پر خطبہ دے رہا ہو اور اس سے دورانِ خطبہ دینی سوال کیا جائے تو اس کا جواب دینا جائز ہے۔

رات اور دن کے نوافل کی رکعات میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نوافل کی رکعات میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد نے یہ کہا ہے کہ سنت یہ ہے کہ دن اور رات میں دو' دو رکعت نفل پڑھے جائیں اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ افضل یہ ہے کہ رات اور دن میں چار' چار رکعات نماز پڑھی جائے اور امام ابو یوسف نے یہ کہا ہے کہ افضل یہ ہے کہ رات میں دو' دو رکعت نفل پڑھے جائیں اور دن میں چار' چار رکعت نفل پڑھے جائیں' امام ابوحنیفہ نے رات کی نماز پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت زرارہ بن اوفیٰ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رات کی نماز کے متعلق سوال کیا گیا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھاتے' پھر اپنے اہل کی طرف لوٹ آتے' پھر چار رکعت نماز پڑھتے' پھر اپنے بستر پر چلے جاتے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۳۴۸)

اور دن کی نماز کے متعلق امام ابوحنیفہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

معاذہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاشت کی نماز کتنی رکعات پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: چار رکعات اور جتنی چاہتے زیادہ کر دیتے۔ (صحیح مسلم: ۷۱۹)

امام ابویعلیٰ نے اس حدیث کو اپنی مسند میں روایت کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ آپ اس میں کلام کے ساتھ فصل نہیں کرتے تھے۔ (مسند ابویعلیٰ: ۴۳۶۶)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام ترمذی نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ رات کی نماز دو' دو رکعت ہے۔ (سنن ترمذی: ۴۳۷) اور امام ترمذی نے کہا ہے کہ امام شافعی اور امام احمد کا یہی مسلک ہے۔ (سنن ترمذی ص ۲۰۹' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں دن کی نماز کا ذکر نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کا سنن ابوداؤد اور صحیح مسلم سے استدلال ہے اور ان کی احادیث زیادہ قوی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۰۷۔ ۳۶۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

رات اور دن کے نوافل میں امت پر آسانی ہے' چار چار رکعات کا بھی ثبوت ہے اور دو' دو رکعات کا بھی

میں کہتا ہوں کہ احادیث میں رات کی نماز چار' چار رکعت پڑھنے کا بھی ذکر ہے اور دو دو رکعت پڑھنے کا بھی ذکر ہے' دو' دو رکعت پڑھنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا: یارسول اللہ! رات کی نماز کس طرح ہے؟ آپ نے فرمایا:

دو دو رکعت' پس جب تمہیں صبح کا خوف ہو تو ایک رکعت کے ساتھ (آخری دو رکعت کو) وتر کر لو۔ (صحیح البخاری: ۱۱۳۷' صحیح مسلم: ۷۴۹' سنن ابوداؤد: ۱۳۲۶' سنن نسائی: ۱۶۹۳' سنن ابن ماجہ: ۱۳۲۰' مسند احمد ج ۲ ص ۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۸۴۸۔ ج ۸ ص ۴۵۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اور رات کو چار رکعت نماز پڑھنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

ابوسلمہ بن عبدالرحمان بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان میں کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: رمضان ہو یا غیر رمضان' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے' آپ چار رکعات نماز پڑھتے' تم ان کے حسن اور طول کے متعلق نہ پوچھو' پھر چار رکعات نماز پڑھتے' تم ان کے طول اور حسن کے متعلق نہ پوچھو' پھر آپ تین رکعات پڑھتے' حضرت عائشہ نے کہا: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے تھے؟ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

(صحیح البخاری: ۱۱۴۷' صحیح مسلم: ۷۳۸' سنن ابوداؤد: ۱۳۴۱' سنن ترمذی: ۴۳۹' سنن نسائی: ۱۶۹۶' مسند احمد ج ۶ ص ۳۶)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات کے نوافل میں رکعات کی کوئی حتمی اور لازمی قید مقرر نہیں فرمائی بلکہ آپ نے رات کو دو رکعت نماز بھی پڑھی ہے اور چار رکعت نماز بھی پڑھی اور سنن اور نوافل کے باب میں امت پر آسانی رکھی ہے' اسی طرح دن کے نوافل میں بھی آپ نے آسانی رکھی ہے۔

دو دو رکعت پڑھنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رات اور دن کی نماز دو دو رکعت ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۲۹۵' سنن ترمذی: ۵۹۷' سنن نسائی: ۱۶۶۵' سنن ابن ماجہ: ۱۳۲۲' مسند احمد ج ۲ ص ۲۶)

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ظہر سے پہلے چار رکعات کی حفاظت کی اور ظہر کے بعد چار رکعات کی حفاظت کی' اس کو اللہ تعالیٰ دوزخ پر حرام کر دے گا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۶۹' سنن نسائی: ۱۸۱۳)

سہل بن معاذ بن انس الجہنی اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص صبح کی نماز پڑھنے کے بعد اپنی نماز کی جگہ بیٹھ گیا حتیٰ کہ اس نے چاشت کی دو رکعت نماز پڑھی اور اس دوران اس نے نیکی کے سوا اور کوئی بات نہیں کی تو اللہ اس کے گناہوں کو بخش دے گا' خواہ وہ سمندر کے جھاگ سے زیادہ ہوں۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۸۷)

حضرت معاذہ سے چاشت کی چار رکعت نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔ (صحیح مسلم: ۷۱۹)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات اور دن کے نوافل اور سنن میں امت پر تنگی نہیں کی اور آپ نے ہر طرح نماز پڑھی ہے' چار رکعات بھی اور دو رکعات بھی۔ وللہ الحمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تین رکعت وتر کا ثبوت

ان احادیث میں وتر کی نماز کا بھی ذکر آ گیا ہے تو ہم اس سلسلہ میں وتر کی نماز کی رکعات کی تحقیق کرنا چاہتے ہیں' ابھی ہم نے ابوسلمہ بن عبدالرحمان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آٹھ رکعات کے بعد تین رکعات وتر کی نماز پڑھی۔

(صحیح البخاری: ۱۱۴۷' صحیح مسلم: ۷۳۸' سنن ابوداؤد: ۱۳۴۱' سنن ترمذی: ۴۳۹' سنن نسائی: ۱۶۹۶' مصنف عبدالرزاق: ۴۷۱۴' مسند احمد ج ۶ ص ۳۶)

اس کے علاوہ تین رکعات نماز وتر کے متعلق درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین رکعات وتر پڑھا کرتے تھے' پہلی رکعت میں "سبح اسم ربك الاعلی" پڑھتے تھے' دوسری رکعت میں "قل یایها الکافرون" پڑھتے تھے اور تیسری رکعت میں "قل هو الله احد" پڑھتے تھے' اور نماز سے فارغ ہو کر تین بار "سبحان الملك القدوس" پڑھتے تھے۔

(سنن نسائی: ۱۶۹۷۔ ۱۶۹۶۔ ۱۶۹۵' سنن ابوداؤد: ۱۴۲۳' سنن ابن ماجہ: ۱۱۷۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "سبح اسم ربك الاعلی" اور "قل یایها الکفرون" اور "قل هو الله احد" کے ساتھ وتر پڑھتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۱۷۲' سنن نسائی: ۱۶۹۹۔ ۱۶۹۸' سنن ترمذی: ۴۶۲' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۴۲۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹۹۔ ج ۱۴ ص ۲۶۳' مسند ابویعلیٰ: ۲۵۵۵' سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۸' سنن دارمی: ۱۵۸۹' المعجم الکبیر: ۱۲۶۷۹۔ ۱۲۴۳۴' صحیح ابن حبان: ۲۴۴۸۔ ۲۴۳۶' مسند احمد ج ۱ ص ۲۹۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۷۲۰۔ ج ۴ ص ۴۵۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت عبدالرحمان بن ابزیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر میں "سبح اسم ربك الاعلی" اور "قل یایها الکافرون" اور "قل هو الله احد" پڑھا کرتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۴۷۰۹۔ ۴۷۰۸۔ ۴۷۰۷' مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۶)

عبدالعزیز بن جریج بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر میں کون کون سی سورتیں پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ نے بتایا: آپ پہلی رکعت میں "سبح اسم ربك الاعلی" پڑھتے تھے اور دوسری رکعت میں "قل یایها الکافرون" پڑھتے تھے اور تیسری رکعت میں "قل هو الله احد" اور معوذتین پڑھتے تھے۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۱۷۳' سنن ابوداؤد: ۱۴۲۴' سنن ترمذی: ۴۶۲' مصنف عبدالرزاق: ۴۷۱۰)

عامر شعبی بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رات کی نماز کے متعلق سوال کیا' ان دونوں نے کہا: تیرہ رکعت' ان میں سے آٹھ رکعت (تہجد) تھیں اور تین وتر تھے اور دو رکعت فجر کے بعد۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۳۶۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رات کے وتر تین رکعت ہیں' جیسے دن کے وتر ہیں مغرب کی نماز۔ (سنن دارقطنی: ۱۶۳۵۔ ج ۲ ص ۱۴۸' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۲ھ' سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۱۔ ۳۰' المعجم الاوسط للطبرانی: ۷۱۷۰' مجمع البحرین للطبرانی: ۱۰۸۹' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۴۲)

ابوسلمہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' اخیر شب میں تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۴۲)

صحابہ کرام سے تین رکعت وتر کا ثبوت

ابن السباق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رات میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دفن کیا' پھر تین رکعت وتر پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۲۱۔ ج ۲ ص ۹۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ' مصنف عبدالرزاق: ۴۶۵۱)۔

حمید بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۲۳' مصنف عبدالرزاق: ۴۶۷۵)

زاذان بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ' اخیر شب میں تین رکعت وتر بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۴۳)

ابوغالب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۲۵)

مکحول بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور ان کے درمیان سلام سے فصل نہیں کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۰)

ثابت بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ نے تین رکعت وتر پڑھے اور صرف ان کے آخر میں سلام پھیرا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۹)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ کہتے تھے کہ رات کے وتر دن کے وتر مغرب کی نماز کی طرح ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق: ۴۶۴۷)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور مغرب کی طرح اس کے آخر میں سلام پھیرتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۴۶۷۱)

فقہاء تابعین سے تین رکعت وتر کا ثبوت

حسن بصری نے کہا: مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعت ہیں اور ان کی صرف آخری رکعت میں سلام پھیرا جاتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۳)

علقمہ نے کہا: وتر تین رکعت ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۲۹)

سعید بن جبیر تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۴)

مکحول تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور دو رکعت کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۵)

زیاد بن مسلم کہتے ہیں: میں نے ابو العالیہ سے وتر کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: مغرب کی نماز کی طرح وتر پڑھو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۸)

وتر کی نماز کی مغرب کی نماز کے ساتھ مشابہت پر ایک اعتراض کا جواب

ابراہیم التیمی نے کہا: فقہاء وتر کو مغرب کے ساتھ مشابہ کرنے کو مکروہ کہتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۱)

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں تین رکعت میں مشابہت مراد نہیں ہے' بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ جس طرح مغرب سے پہلے کوئی نماز نہیں پڑھی جاتی' اگر اسی طرح وتر سے پہلے بھی کوئی نماز نہ پڑھی جائے تو یہ مکروہ ہے' اس کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے:

العلاء بن المسیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ نے فرمایا: دم کٹے تین رکعت وتر نہ پڑھے جائیں' اس سے پہلے دو رکعت پڑھو یا چار رکعت پڑھو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۲۷)

ایک رکعت نماز وتر پڑھنے کی ممانعت

حنابلہ' شوافع اور غیر مقلدین اس طرح تین رکعت وتر پڑھتے ہیں کہ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیتے ہیں' پھر دم کٹی ایک رکعت نماز پڑھتے ہیں' حالانکہ متعدد احادیث میں یہ وارد ہے کہ تین رکعت نماز وتر میں دو رکعت کے بعد سلام نہ پھیرا جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' وتر کی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔ (سنن نسائی: ۱۶۹۸)

حضرت عمر رضی اللہ تین رکعت کے درمیان سلام نہیں پھیرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۰)

حضرت انس رضی اللہ صرف تین رکعت کے آخر میں سلام پھیرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۹)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تین رکعت کے آخر میں سلام پھیرتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۴۶۷۱)

حسن بصری نے کہا: تین رکعت کے آخر میں سلام پھیرنے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۳)

مکحول تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور دو رکعت کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۵)

حضرت ابو سعید رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دم کٹی نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے کہ ایک شخص ایک رکعت نماز

پڑھ کر اس سے (نمازوں کو) وتر کرے۔ (تمہید ابن عبد البر ج ۵ ص ۲۵۷ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

قارئین کو وتر کے تمام اہم عنوانات پر محیط اور با حوالہ بحث شاید کسی اور کتاب میں نہیں ملے گی۔

ذالك فضل الله يوتيه من يشاء.

٤٧٣ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ' عَنْ أَيُّوبَ ' عَنْ نَافِعٍ ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَخْطُبُ ' فَقَالَ كَيْفَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ ؟ فَقَالَ مَثْنٰى مَثْنٰى ' فَإِذَا خَشِيْتَ الصُّبْحَ فَأَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ تُوْتِرُ لَكَ مَا قَدْ صَلَّيْتَ . قَالَ الْوَلِيْدُ بْنُ كَثِيْرٍ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُمْ أَنَّ رَجُلًا نَادَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۳۹۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اس وقت آپ خطبہ دے رہے تھے' اس نے پوچھا: رات کی نماز کس طرح ہے؟ آپ نے فرمایا: دو' دو رکعت' پس جب تمہیں صبح ہونے کا خوف ہو تو (آخری دو رکعت کے ساتھ) ایک رکعت پڑھ لو' یہ تمہاری تمام پڑھی ہوئی رکعات کو وتر (طاق) کر دے گی۔ الولید بن کثیر نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابن عمر نے ان کو حدیث بیان کی کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکارا اور اس وقت آپ مسجد میں تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۷۲ کا مطالعہ فرمائیں۔

٤٧٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ ' عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّ أَبَا مُرَّةَ مَوْلٰى عَقِيْلِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِي وَاقِدِ اللَّيْثِيِّ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ ' فَأَقْبَلَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ ' فَأَقْبَلَ اثْنَانِ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَهَبَ وَاحِدٌ . فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَرَاٰى فُرْجَةً فَجَلَسَ ' وَأَمَّا الْاٰخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ وَأَمَّا الْاٰخَرُ فَأَدْبَرَ ذَاهِبًا ' فَلَمَّا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ عَنِ الثَّلَاثَةِ ؟ أَمَّا أَحَدُهُمْ فَأَوٰى إِلَى اللّٰهِ فَاٰوَاهُ اللّٰهُ ' وَأَمَّا الْاٰخَرُ فَاسْتَحْيَا فَاسْتَحْيَا اللّٰهُ مِنْهُ ' وَأَمَّا الْاٰخَرُ فَأَعْرَضَ فَأَعْرَضَ اللّٰهُ عَنْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ کہ عقیل بن ابی طالب کے غلام ابو مرہ نے ان کو خبر دی از حضرت ابو واقد اللیثی رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ تین شخص آئے' دو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بڑھ گئے اور ایک چلا گیا' ان دو میں سے ایک شخص نے مجلس میں کشادگی دیکھی تو وہ وہاں بیٹھ گیا اور دوسرا لوگوں کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا پیٹھ موڑ کر چلا گیا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بات سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا: کیا میں تم کو ان تین آدمیوں کی خبر نہ دوں؟ رہا ان میں سے ایک شخص تو اس نے اللہ کی طرف پناہ لی تو اللہ نے اس کو پناہ دے دی' رہا دوسرا شخص تو اس نے اللہ سے حیاء کی تو اللہ بھی اس سے حیاء فرمائے گا (یعنی اس کو عذاب نہیں دے گا)' رہا تیسرا تو اس نے اعراض کیا' سو اللہ بھی اس سے اعراض فرمائے گا۔

یہ حدیث' صحیح البخاری: ۶۶ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: جو شخص مجلس کے آخر میں بیٹھ گیا اور جس شخص نے حلقہ میں

کشادگی دیکھی تو وہاں بیٹھ گیا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: مسجد میں حلقہ بنانا اور بیٹھنا' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۸۵ - بَابُ الْاِسْتِلْقَاءِ فِي الْمَسْجِدِ، وَمَدِّ الرِّجْلِ

مسجد میں لیٹنا اور ٹانگ پھیلانا

اس عنوان میں ''استلقاء'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: چت لیٹنا' اس عنوان سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ مسجد میں چت لیٹنا جائز ہے۔

٤٧٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ أَنَّهُ رَأَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَلْقِيًا فِي الْمَسْجِدِ، وَاضِعًا إِحْدٰى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرٰى. وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، قَالَ كَانَ عُمَرُ وَعُثْمَانُ يَفْعَلَانِ ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از عباد بن تمیم از عم خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد میں چت لیٹے ہوئے دیکھا' آپ نے اپنی ایک ٹانگ دوسری ٹانگ کے اوپر رکھی ہوئی تھی' از ابن شہاب از سعید بن المسیب' انہوں نے کہا کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اس طرح کرتے تھے۔

[اطراف الحدیث: ۵۹۶۹۔ ۶۲۸۷] (صحیح مسلم: ۲۱۰۰' الرقم المسلسل: ۵۴۰۲' سنن ابوداؤد: ۴۸۶۶' سنن ترمذی: ۲۷۶۵' سنن نسائی: ۷۲۱' مسند الحمیدی: ۴۱۴' سنن دارمی: ۲۶۵۹' صحیح ابن حبان: ۵۵۵۲' شرح السنۃ: ۴۸۶' مسند احمد ج ۴ ص ۳۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۴۳۰۔ ج ۲۶ ص ۳۵۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے تمام رجال کا تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں چت لیٹے ہوئے تھے اور آپ نے اپنی ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھی ہوئی تھی۔

اس اعتراض کا جواب کہ بعض احادیث میں چت لیٹنے اور ٹانگ پر ٹانگ رکھنے کی ممانعت ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع کیا کہ کوئی شخص ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھے اور وہ شخص اپنی پشت پر (چت) لیٹا ہوا ہو۔

(صحیح مسلم: ۲۰۹۹' سنن ابوداؤد: ۴۸۶۵' سنن ترمذی: ۲۷۶۶' سنن نسائی: ۵۳۵۷' تاریخ بغداد ج ۲ ص ۳۹۱)

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد خطابی شافعی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح لیٹنے سے اس لیے منع فرمایا کہ جب انسان نے شلوار نہ پہنی ہو اور صرف تہبند باندھ کر لیٹا ہوا ہو تو اس کی شرم گاہ ظاہر ہونے کا خدشہ ہے اور اس زمانہ میں زیادہ تر لوگ تہبند باندھتے تھے اور وہ بھی پورے نہیں ہوتے تھے اور جب تہبند چھوٹا ہو اور کوئی شخص چت لیٹ کر اپنی ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھ لے تو وہ اپنی ران کے کھل جانے سے محفوظ نہیں رہے گا اور ران بھی شرم گاہ ہے اور جب تہبند پورا ہو اور تہبند باندھنے والا تہبند کے کھلنے سے بچتا ہو تو پھر مسجد میں چت لیٹ کر ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (معالم السنن مع مختصر المنذری ج ۷ ص ۲۰۸۔ ۲۰۷' دار المعرفۃ' بیروت)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے جو چت لیٹنے کی ممانعت منقول ہے وہ منسوخ ہے' کیونکہ امام بخاری نے باب مذکور کی حدیث کے بعد یہ بھی روایت کیا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما مسجد میں چت لیٹتے تھے' اگر اس طرح لیٹنا ممنوع ہوتا تو حضرت عمر اور حضرت عثمان اس طرح نہ لیٹتے اور یہ متصور نہیں ہے کہ ان سے اس کی ممانعت مخفی تھی۔

(شرح ابن بطال ج ٢ ص ١٥٨۔١٥٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

حافظ ابن حجر نے علامہ ابن بطال پر یہ اعتراض کیا ہے کہ محض احتمال سے حضرت جابر کی حدیث کو منسوخ قرار دینا صحیح نہیں ہے۔(فتح الباری ج ٢ ص ١١٣' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ' حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے یہ نہیں کہا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے منسوخ ہونے کا احتمال ہے' بلکہ انہوں نے پورے یقین کے ساتھ کہا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی چت لیٹنے سے ممانعت کی حدیث منسوخ ہے اور اس پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اس طرح لیٹتے تھے اور ان سے اس ممانعت کا مخفی ہونا متصور نہیں ہے۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ ممانعت تنزیہی ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی ضرورت کی بناء پر بیان جواز کے لیے چت لیٹے ہوں' یا اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس زیادہ صحابہ نہ ہوں' کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس صحابہ ہوتے تھے تو آپ مسجد میں وقار کے ساتھ چار زانو بیٹھتے تھے اور تواضع کے ساتھ بیٹھتے تھے' دو زانو بیٹھتے تھے یا اکڑوں بیٹھتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں ٹیک لگا کر بیٹھنا اور لیٹنا جائز ہے' البتہ مسجد میں منہ کے بل اوندھا لیٹنا جائز نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٤ ص ٣٠٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

اوندھے منہ لیٹ کر سونے کی ممانعت اور لیٹنے اور سونے کی چار اقسام

میں کہتا ہوں کہ اوندھے منہ لیٹنے کی ممانعت کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا' وہ اپنے پیٹ کے بل (اوندھا) لیٹا ہوا تھا' آپ نے فرمایا: یہ لیٹنے کا ایسا طریقہ ہے جس کو اللہ پسند نہیں کرتا۔(سنن ترمذی: ٢٧٦٨' مسند احمد ج ٢ ص ٢٨٧)

یعیش بن طخفہ بن قیس الغفاری بیان کرتے ہیں کہ میرے والد رضی اللہ عنہ اصحاب الصفہ میں سے تھے (وہ بیان کرتے ہیں کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمارے ساتھ عائشہ کے گھر چلو' چنانچہ ہم گئے' آپ نے فرمایا: اے عائشہ! ہم کو کچھ کھلاؤ' وہ جشیشہ (گندم کے موٹے آٹے میں گوشت یا کھجوریں ڈال کر بنایا ہوا طعام) لے کر آئیں' وہ پرندے کی خوراک کے برابر تھا' ہم نے اس کو کھا لیا' پھر آپ نے فرمایا: اے عائشہ! ہمیں کچھ پلاؤ' وہ العس (بہت بڑا پیالہ جس میں چار کلو سما سکے) میں دودھ لے کر آئیں' سو ہم نے اس کو پی لیا' پھر فرمایا: اے عائشہ! ہمیں پلاؤ تو وہ چھوٹا پیالہ لائیں' پس ہم نے اس کو پی لیا' پھر فرمایا: اگر تم لوگ چاہو تو سو جاؤ' اور اگر تم چاہو تو مسجد میں چلے جاؤ تو جس وقت میں سحر کے وقت مسجد میں منہ کے بل (اوندھا) لیٹا ہوا تھا' میں نے دیکھا: ایک شخص مجھے اپنے پیر سے ہلا رہا ہے' میں نے دیکھا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے' آپ نے فرمایا: اس طرح لیٹنا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔

(سنن ابوداؤد: ٥٠٤٠' سنن ابن ماجہ: ٣٧٢٣' صحیح ابن حبان: ٥٠٥٠' مسند احمد ج ٣ ص ٤٢٩)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے آخری حصہ میں لیٹتے تو دائیں کروٹ پر لیٹتے اور جب صبح سے تھوڑی دیر پہلے لیٹتے تو اپنی دونوں کلائیوں کو کھڑا کر کے اپنے سر کو اپنی ہتھیلیوں پر رکھ لیتے۔

(صحیح مسلم: ۳۱۴'۳' الرقم المسلسل: ۶۸۳' شرح السنۃ: ۵۹ ۳۳'۳' مسند احمد ج ۵ ص ۳۰۹)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ مؤخر الذکر حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ جب رات کے آخری حصہ میں آپ لیٹتے تو دائیں کروٹ پر لیٹتے اور جب صبح کا وقت قریب ہوتا تو دونوں کلائیوں کو نصب کر کے ہتھیلیوں پر سر رکھ لیتے اور سو جاتے اور یہ اس لیے کرتے تھے تاکہ گہری اور میٹھی نیند نہ آئے اور نماز فجر فوت نہ ہو جائے' اور پہلی صورت میں جب آپ دائیں کروٹ پر سوتے تھے' اس کی وجہ یہ ہے کہ پھر بائیں جانب دل معلق رہتا تھا اور قرار اور سکون کم ہوتا تھا اور گہری نیند نہیں آتی تھی۔

اگر بائیں کروٹ پر لیٹا جائے تو دل اپنی جگہ پر سکون رہتا ہے اور گہری نیند آتی ہے اور اطباء چونکہ جسم کو آرام پہنچانا چاہتے ہیں' اس لیے وہ کہتے ہیں بائیں کروٹ پر سونا چاہیے تاکہ کھانا اچھی طرح ہضم ہو جائے اور ظاہر کی حرارت باطن میں پہنچ جائے' جو کھانے کے ہضم ہونے کی موجب ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۳۶' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

نیز محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں:

سونے کی چار قسمیں ہیں: (۱) چت لیٹ کر سونا' یہ غور و فکر کرنے والوں کا طریقہ ہے' جو آسمان اور اجرامِ فلکیہ کو دیکھ کر ان میں غور و فکر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت پر استدلال کرتے ہیں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام سے بھی چت لیٹنا ثابت ہے جیسا کہ اس باب کی حدیث: ۴۷۵ میں مذکور ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) (۲) دائیں کروٹ پر سونا' یہ عبادت گزاروں کے سونے کا طریقہ ہے' کیونکہ اس صورت میں گہری نیند نہیں آتی اور انسان عبادت کے لیے اپنے وقت پر بیدار ہو جاتا ہے (۳) بائیں کروٹ پر سونا یہ اطباء کا طریقہ ہے کیونکہ اس صورت میں کھانا جلد ہضم ہوتا ہے اور جسم کو راحت اور آرام ملتا ہے (۴) منہ کے بل اوندھے لیٹ کر سونا' یہ غافل لوگوں کے سونے کا طریقہ ہے کیونکہ انسان کے بدن کا سب سے عزت والا حصہ سینہ ہے' وہ خاک ذلت پر ہوتا ہے یا نیچے ہوتا ہے اور یہ وہ طریقہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتا ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۳۷' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

ان حدیثوں کی شرح میں حضرت محدث دہلوی منفرد ہیں' میں نے ان حدیثوں کی شرح کے لیے عمدۃ القاری' فتح الباری لابن رجب' فتح الباری لابن حجر' شرح نووی' معالم السنن' عارضۃ الاحوذی' تحفۃ الاحوذی اور مرقاۃ المفاتیح کو دیکھا' کسی نے بھی دائیں کروٹ پر سونے اور جب فجر قریب ہو تو کلائیوں کو نصب کر کے ہتھیلیوں پر سر رکھنے کی توجیہ نہیں بیان کی' نہ سونے کی مذکور الصدر اقسام بیان کیں' یہ صرف حضرت محدث دہلوی کا تفرد ہے' اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر نور اور رحمتیں نچھاور فرمائے اور ان کے فیوضات سے ہمیں بھی حظ وافر عطا فرمائے۔ (آمین)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۳۹۰۔ ج ۶ ص ۴۰۸ پر مذکور ہے' وہاں کسی عنوان کے تحت شرح نہیں ہے' صرف فائدہ بیان کیا گیا ہے۔

۸۶ - بَابُ الْمَسْجِدِ يَكُوْنُ فِي الطَّرِيْقِ مِنْ غَيْرِ ضَرَرٍ بِالنَّاسِ

لوگوں کے ضرر کے بغیر راستے میں مسجد کا ہونا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ راستہ میں مسجد بنانا جائز ہے' بہ شرطیکہ اس سے لوگوں کو حرج نہ ہو' مسجد بنانے کی کئی اقسام ہیں' ایک قسم بالاتفاق جائز ہے' وہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ملکیت میں مسجد بنائے' دوسری قسم بالاتفاق ناجائز ہے' وہ یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے کی ملکیت میں مسجد بنائے' اس میں نماز پڑھنے سے مسجد کا ثواب نہیں ملتا بلکہ دوسرے کی جگہ میں تصرف کرنے کی وجہ سے انسان

عذاب کا مستحق ہوتا ہے' شہروں میں عموماً لوگ سرکاری زمین پر حکومت یا اس کے مُجاز نمائندہ کی اجازت کے بغیر مسجد بنا لیتے ہیں' یہ بجائے ثواب کے الٹا گناہ ہے' اور تیسری قسم راستہ میں مسجد بنانا ہے' یہ اس وقت جائز ہے جب اس سے کسی کو حرج نہ ہو' بعض فقہاء نے اس کو بھی ناجائز ہے کہا ہے' امام بخاری نے اس عنوان سے ان کا ردّ کرنے کا قصد کیا ہے۔

وَبِهٖ قَالَ الْحَسَنُ وَاَيُّوْبُ وَمَالِكٌ. اور حسن بصری' ایوب اور مالک کا یہی قول ہے۔

ایوب سے مراد ایوب سختیانی ہیں اور مالک سے امام مالک بن انس مراد ہیں' ہر چند کہ جمہور فقہاء کا بھی یہی مسلک ہے لیکن چونکہ ان تین فقہاء نے اس کے جواز کی تصریح کی ہے' اس لیے امام بخاری نے خصوصیت کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے۔

٤٧٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ ابْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَمْ اَعْقِلْ اَبَوَيَّ اِلَّا وَهُمَا يَدِيْنَانِ الدِّيْنَ، وَلَمْ يَمُرَّ عَلَيْنَا يَوْمٌ اِلَّا يَاْتِيْنَا فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، طَرَفَيِ النَّهَارِ بُكْرَةً وَّعَشِيَّةً، ثُمَّ بَدَا لِاَبِيْ بَكْرٍ، فَابْتَنٰى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهٖ، فَكَانَ يُصَلِّيْ فِيْهِ وَيَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ، فَيَقِفُ عَلَيْهِ نِسَاءُ الْمُشْرِكِيْنَ وَاَبْنَاؤُهُمْ، يَعْجَبُوْنَ مِنْهُ وَيَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ، وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ رَجُلًا بَكَّاءً، لَا يَمْلِكُ عَيْنَيْهِ اِذَا قَرَاَ الْقُرْاٰنَ، فَاَفْزَعَ ذٰلِكَ اَشْرَافَ قُرَيْشٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ.

[اطراف الحدیث: ۲۲۹۷-۳۹۰۵-۴۰۹۳-۵۸۰۷-۶۰۷۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' وہ بیان کرتی ہیں: میں نے اسی وقت ہوش سنبھالا تھا' جب میرے والدین دین کے احکام پر عمل کرتے تھے اور ہر روز دن کی دونوں طرفوں میں صبح اور شام ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تھے' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خیال آیا کہ وہ اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنا لیں' پھر وہ اس مسجد میں نماز پڑھتے تھے' اور (بلند آواز سے) قرآن مجید پڑھتے تھے' مشرکین کے بیٹے اور ان کی عورتیں سب اس کو سنتے اور اس پر تعجب کرتے اور حضرت ابوبکر کی طرف دیکھتے اور حضرت ابوبکر پُرسوز اور دل گداز طبیعت کے مالک تھے' جب وہ قرآن پڑھتے تو ان کی آنکھیں بے قابو ہو جاتیں اور وہ آنسو بہاتے' قریش کے سردار اس منظر سے بہت گھبرا گئے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۹۷۴۳' صحیح ابن حبان: ۶۲۷۷' دلائل النبوۃ لابی نعیم: ۲۳۰' شرح السنۃ: ۳۷۶۳' صحیح ابن خزیمہ: ۲۶۵' المستدرک ج ۳ ص ۴-۳' سنن بیہقی ج ۹ ص ۹' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۴۷۵-۴۷۱' مسند احمد ج ۶ ص ۱۹۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۶۲۶- ج ۴۲ ص ۴۱۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

بغیر ضرر کے راستہ میں مسجد بنانے کی دلیل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ابن شعبان نے کتاب الزاھی میں لکھا ہے کہ ان مساجد میں نماز پڑھنے سے اجتناب کرنا چاہیے جو راستوں میں' رہائش کی جگہوں میں اور کشتی کے لنگر انداز ہونے کی جگہوں پر بنائی گئی ہوں کیونکہ وہ ناحق جگہوں پر بنائی گئی ہیں اور جس شخص نے اس مسجد میں اس تاویل سے نماز پڑھی کہ وہ راستہ میں نماز پڑھ رہا ہے اور جس طرح راستہ پر اوروں کا حق ہے اس کا بھی حق ہے' تو اس کی نماز ہو جائے گی' اور اگر مسجد کسی وسیع جگہ پر ہو اور امام کا یہ ارادہ ہو کہ اس جگہ کو اور وسیع کرے' جس سے چلنے والوں کو ضرر نہ ہو تو امام مالک

کے نزدیک اس کو منع نہیں کیا جائے گا' اور ربیعہ نے راستہ میں مسجد بنانے سے منع کیا ہے' اور میرے نزدیک یہ قول زیادہ صحیح ہے اور میں نے ربیعہ کے قول کو اس لیے اختیار کیا ہے کہ راستہ میں حیض اور نفاس والی عورتیں بھی چلتی ہیں اور نابالغ اور ذمی بھی چلتے ہیں' اگر وہاں مسجد بنادی جائے تو ان کو ضرر ہوگا۔

امام مالک کے قول کی وجہ یہ ہے کہ مسجد میں اضافہ کرنا امام کا حق ہے' اور امام مالک نے راستہ میں مسجد بنانے کو جائز کہا ہے' اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ نے اپنے گھر میں مسجد بنائی تھی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ گھروں کے صحن میں اگرچہ کسی کا کوئی حق نہیں ہوتا اور راستہ پر چلنے والے گھروں کے منافع کے مستحق نہیں ہوتے' لیکن مسجد مسلمانوں کی جماعت کا حصۂ زمین ہے' اور کسی کے لیے اس کو ملکیت بنانا جائز نہیں ہے' لہٰذا مسجد راستہ کے حکم میں ہے' بلکہ اس میں راستہ سے زیادہ نفع ہے کیونکہ اس میں نماز پڑھی جاتی ہے' جو اسلام کے اعظم امور سے ہے' اور اس کے قائم کرنے میں احتیاط برتنا راستہ میں بچوں' حائض عورتوں اور ذمیوں کی رعایت کرنے سے زیادہ افضل ہے' امام بخاری نے اس حدیث کے عنوان میں امام مالک کے قول کی طرف میلان کیا ہے۔

اس حدیث سے حضرت ابوبکر رضی اللہ کی وہ فضیلت ظاہر ہوتی ہے' جس میں ان کا کوئی شریک نہیں ہے کیونکہ انہوں نے کتاب اللہ کی تبلیغ اور اس کے اظہار کے مقابلہ میں اپنی جان کی پرواہ نہیں کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہی اس مرتبہ پر ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ اور علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے علامہ ابن بطال کی شرح کا خلاصہ لکھ دیا ہے' علامہ کرمانی متوفی ۷۸۶ھ نے بھی ان ہی کا خلاصہ لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۷۷' فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۴' شرح الکرمانی ج ۴ ص ۱۳۸)

۸۷ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِیْ مَسْجِدِ السُّوْقِ — بازار کی مسجد میں نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بازار کی مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے۔

علامہ کرمانی' علامہ ابن بطال اور علامہ ابن حجر کی شروح پر علامہ عینی کے اعتراضات اور مصنف کے جوابات

علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ' اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس عنوان میں مسجد سے مراد مجازاً وہ جگہ ہے' جہاں نماز پڑھی جائے' خصوصیت کے ساتھ مسجد کی عمارت مراد نہیں ہے۔

(شرح الکرمانی ج ۴ ص ۱۴۰' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ)

علامہ عینی ان کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: انہوں نے بغیر ضرورت کے امام بخاری کے عنوان میں مسجد کو مجاز پر محمول کیا ہے' اور اس سے نماز پڑھنے کی جگہ مراد لی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۷۷)

میں کہتا ہوں کہ علامہ کرمانی نے یہ اس لیے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص بازار میں دکان میں نماز پڑھے تو یہ عنوان اس کو بھی شامل ہو جائے' لہٰذا مجاز کا ارادہ بلاضرورت نہیں ہے۔

علامہ ابن بطال متوفی ۴۴۹ھ' اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

''اسواق'' (بازاروں) سے مراد نماز پڑھنے کی جگہیں ہیں' ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا کہ زمین کا سب سے بدترین ٹکڑا کون سا ہے؟ تو آپ کو حضرت جبریل علیہ السلام نے آ کر خبر دی کہ زمین کا سب سے بدترین ٹکڑا بازار ہیں اور سب سے بہترین ٹکڑا مساجد ہیں' اس حدیث کو امام آجری نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے' امام بخاری کو خوف ہوا کہ جو شخص اس حدیث کو پڑھے گا' اس کو یہ وہم ہوگا کہ جب بازار زمین کا بدترین ٹکڑا ہیں تو وہاں نماز پڑھنا جائز نہیں ہوگا' اس لیے انہوں نے حضرت ابوہریرہ کی یہ

حدیث روایت کی کہ جس نے بازار میں تنہا نماز پڑھی تو اس کو نماز کے پچیس درجوں میں سے ایک درجہ ملے گا' جیسے کوئی شخص اپنے گھر میں اکیلے نماز پڑھے' تو امام بخاری نے یہ استدلال کیا کہ جب بازار میں تنہا نماز پڑھنا جائز ہے تو اولیٰ یہ ہے کہ بازار میں مسجد بنائی جائے تاکہ بازار میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا ثواب مل جائے' جس طرح عذر کی حالت میں گھروں میں مسجد بنائی جاتی ہے تاکہ گھروں میں بھی جماعت سے نماز پڑھنے کی فضیلت حاصل ہو جائے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۶۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے اس شرح پر یہ اعتراض کیا ہے کہ علامہ ابن بطال کو یہ کہاں سے پتا چلا کہ امام بخاری کو یہ خوف ہوا کہ جو شخص اس حدیث کو پڑھے گا کہ زمین کا بدترین ٹکڑا بازار ہیں تو وہ بازار میں نماز نہیں پڑھے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۷۷)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کا یہ اعتراض بالکل بے جان ہے' اس قسم کی عبارت محاورۃً لکھی جاتی ہے' اس عبارت سے علامہ ابن بطال کی مراد یہ تھی کہ اس حدیث کی بناء پر یہ وہم ہو سکتا تھا کہ جب زمین کا بدترین ٹکڑا بازار ہے تو پھر بازار میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے' اس وہم کے ازالہ کے لیے امام بخاری نے یہ عنوان قائم کیا کہ بازار میں نماز جائز ہے اور جواز پر اس باب کی حدیث سے استدلال کیا۔

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس عنوان سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ جس حدیث میں مذکور ہے کہ زمین کا بدترین ٹکڑا بازار ہیں اور زمین کا بہترین ٹکڑا مساجد ہیں' جیسا کہ اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے' اس حدیث کی سند صحیح نہیں ہے اور اگر بالفرض اس کی سند صحیح ہو تو یہ بازار میں مسجد بنانے سے مانع نہیں ہے' کیونکہ اب جس زمین کے ٹکڑے میں مسجد ہوگی' وہ زمین کا بہترین ٹکڑا ہوگا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۵' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے اس شرح پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ شرح سب سے بعید ہے' اس قائل کو کہاں سے پتا چلا کہ امام بخاری نے اس عنوان سے اس طرح اشارہ کیا ہے' جس کا اس نے ذکر کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۷۷)

میں کہتا ہوں کہ اشارہ کا منشاء یہ ہے کہ امام بخاری نے امام بزار کی اس حدیث کو کہ زمین کا بدترین ٹکڑا بازار ہیں' اصالۃً روایت کیا نہ تعلیقاً روایت کیا' بلکہ اس کے برخلاف اس حدیث کو روایت کیا کہ بازار میں نماز پڑھنے سے پچیس درجہ اجر ملتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک امام بزار کی یہ روایت صحیح نہیں ہے اور اگر بالفرض یہ روایت صحیح ہو تو جب بازار میں مسجد بن جائے گی تو وہ زمین کا بدترین ٹکڑا نہیں رہے گی' بلکہ وہ زمین کا بہترین ٹکڑا ہو جائے گی' علاوہ ازیں علامہ ابن حجر نے یہ کہا ہے کہ اس عنوان سے اس طرف اشارہ ہے' یہ تو نہیں کہا: یہ عنوان اس باب میں عبارۃ النص ہے' لہٰذا اس شرح پر علامہ عینی کا اعتراض بالکل بے معنی اور مہمل ہے۔

دوسرے شارحین کی شرح پر تنقید کرنے کے بعد علامہ عینی خود امام بخاری کے عنوان کی شرح لکھتے ہیں:

جب امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ کی اس حدیث کو روایت کرنے کا ارادہ کیا' جس میں یہ اشارہ ہے کہ نمازی کی نماز یا تو اس مسجد میں ہوگی جو نماز کے لیے بنائی گئی یا اس کے اپنے گھر میں ہوگی یا بازار میں ہوگی تو انہوں نے اس حدیث کا یہ عنوان لکھا: بازار کی مسجد میں نماز پڑھنے کا جواز' اور ان تین جگہوں میں سے بازار کی مسجد کا خصوصیت سے اس لیے ذکر کیا کہ بازار ایسی جگہ ہے جہاں شور وشغب زیادہ ہوتا ہے اور لوگ خرید وفروخت میں مشغول ہوتے ہیں اور اس میں سچی' جھوٹی قسمیں بہت کھائی جاتی ہیں تو یہاں یہ وہم ہو سکتا تھا کہ بازار میں نماز نہیں ہوگی' اس لیے امام بخاری نے خصوصیت کے ساتھ عنوان میں بازار کی مسجد کا ذکر کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۷۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

چاروں شرحوں کے درمیان مصنف کا محاکمہ

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے امام بخاری کے عنوان کی بہت عمدہ اور جامع شرح کی ہے' لیکن ان کی شرح بھی علامہ عسقلانی کی شرح کا عکس ہے' علامہ عسقلانی نے یہ کہا تھا: چونکہ بعض احادیث میں یہ مذکور ہے: اللہ تعالیٰ کے نزدیک زمین کا بدترین ٹکڑا بازار ہیں (اس معنی کی حدیث' صحیح مسلم: ۲۸۸ میں بھی ہے) اس لیے کسی شخص کو یہ وہم ہو سکتا تھا کہ شاید بازار میں نماز نہیں ہوگی' لہٰذا امام بخاری نے عنوان میں لکھا: بازار کی مسجد میں نماز پڑھنا' یعنی اس کا جواز' حافظ ابن حجر نے اس وہم کا منشاء ایک حدیث کو بنایا اور حافظ عینی نے اس وہم کا منشاء اپنے اجتہاد سے بازار کے شوروشغب وغیرہ کو بنایا' نیز علامہ عینی کی شرح علامہ کرمانی سے بھی کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے' انہوں نے کہا تھا کہ مساجد سے مراد نماز کی جگہیں ہیں تا کہ یہ عنوان گھر اور دکان میں پڑھی ہوئی نمازوں کو بھی شامل ہو جائے اور علامہ عینی نے بھی لکھا ہے کہ اس باب کی حدیث مسجد' گھر اور دکان میں پڑھی ہوئی نمازوں کو شامل ہے' فرق یہ ہے کہ علامہ کرمانی نے حدیث کے عموم کی وجہ سے عنوان کو عام کر دیا اور یہ کہا کہ عنوان میں جو مساجد کا ذکر ہے' اس سے مراد عموم ہے یعنی نماز کی جگہیں تا کہ امام بخاری کا عنوان حدیث کے مطابق ہو جائے اور اس اعتبار سے علامہ کرمانی کی شرح بہت اچھی ہے اور علامہ عینی کی شرح بھی بہت خوب ہے' انہوں نے عنوان میں بازار کی مسجد کے خصوصی ذکر کی توجیہ کی ہے۔'' **وللناس فيما يعشقون مذاهب** ''لوگوں کی پسند اور رجحان مختلف ہیں'' ''وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ'' (البقرہ: ۱۴۸) ہر کسی کی خاص جہت ہے۔

كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ O (الروم: ۳۲) ہر گروہ اس چیز سے خوش ہونے والا ہے جو اس کے پاس ہے O

وصلى ابْنُ عَوْنٍ فِيْ مَسْجِدٍ فِيْ دَارٍ يُغْلَقُ عَلَيْهِمُ الْبَابُ. اور ابن عون نے گھر کی مسجد میں نماز پڑھی' جس کا دروازہ لوگوں پر بند کیا ہوا تھا۔

امام بخاری کے عنوان میں بازار کی مسجد کا ذکر ہے اور اس اثر میں گھر کی مسجد کا ذکر ہے' لہٰذا یہ اثر امام بخاری کے عنوان کے مطابق نہیں ہے' علامہ کرمانی اس اثر کو ذکر کرنے کی وجہ لکھتے ہیں:

اس اثر کو ذکر کرنے سے شاید امام بخاری کی غرض فقہاء احناف پر رد کرنا ہے' جو یہ کہتے ہیں کہ گھر میں ایسی مسجد کا بنانا ممنوع ہے' جس کا دروازہ لوگوں سے محجوب ہو' یعنی بند کیا ہوا ہو۔ (شرح الکرمانی ج ۴ ص ۱۳۹' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' فقہاء احناف کی طرف سے جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ (علامہ) کرمانی نے فقہاء احناف پر افتراء کیا ہے کیونکہ فقہاء احناف نے اس طرح نہیں کہا بلکہ اس سلسلہ میں مذہب یہ ہے کہ جس شخص نے اپنے گھر میں مسجد بنائی اور اس کا دروازہ الگ کر دیا تو یہ جائز ہے اور وہ مسجد ہو جائے گی' اور جب اس نے دروازہ بند کر دیا اور اس میں نماز پڑھی تو یہ بھی کراہت کے ساتھ جائز ہے' اسی طرح باقی مساجد کا بھی حکم ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۰۸-۳۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی علامہ کرمانی پر رد کیا ہے اور لکھا ہے کہ فقہاء احناف نے اس صورت میں نماز کو مکروہ لکھا ہے حرام نہیں لکھا' اور اس اثر کی عنوان کے ساتھ یہ مناسبت بیان کی ہے کہ امام بخاری کا ارادہ یہ ہے کہ بازار کے اندر جو مسجد بنائی گئی ہو اس میں نماز پڑھنی جائز ہے کیونکہ ابن عون نے گھر کے اندر بنائی ہوئی مسجد میں نماز پڑھی' جس کا دروازہ لوگوں پر بند تھا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۵' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں: یہ بہت بعید مناسبت ہے' مگر علامہ کرمانی کی بیان کردہ مناسبت سے بہتر ہے۔

٤٧٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الْجَمِيْعِ تَزِيْدُ عَلٰى صَلٰوتِهٖ فِيْ بَيْتِهٖ، وَصَلٰوتِهٖ فِيْ سُوْقِهٖ، خَمْسًا وَعِشْرِيْنَ دَرَجَةً، فَاِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ، وَاَتَى الْمَسْجِدَ، لَا يُرِيْدُ اِلَّا الصَّلٰوةَ، لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً، وَحَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةً، حَتّٰى يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ، وَاِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ يُصَلِّيْ، كَانَ فِيْ صَلٰوةٍ مَا كَانَتْ تَحْبِسُهٗ، وَتُصَلِّيْ يَعْنِيْ عَلَيْهِ الْمَلٰئِكَةُ، مَا دَامَ فِيْ مَجْلِسِهِ الَّذِيْ يُصَلِّيْ فِيْهِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ، مَا لَمْ يُحْدِثْ فِيْهِ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ٤٩٧٠، مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابومعاویہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جماعت کے ساتھ نماز' کسی شخص کی اپنے گھر میں نماز اور اس کی بازار میں نماز پر پچیس درجہ زیادہ ہوتی ہے' پس جب تم میں سے کوئی شخص عمدہ طریقہ سے وضوء کرے اور مسجد میں آئے اور اس کا صرف نماز پڑھنے کا ارادہ ہو تو اس کے ہر قدم پر اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند فرماتا ہے اور اس کے ایک گناہ کو مٹا دیتا ہے' حتیٰ کہ وہ مسجد میں داخل ہو جائے اور جب وہ مسجد میں داخل ہو تو جب تک وہ نماز کی وجہ سے مسجد میں ٹھہرا رہتا ہے' اس کا نماز میں ہی شمار ہوتا ہے اور فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں' اے اللہ! اس کی مغفرت فرما' اے اللہ! اس پر رحم فرما' جب تک وہ وضوء نہ توڑے۔

جب تک وہ نماز کے انتظار میں مسجد میں رہے' فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں' اس کی شرح' صحیح البخاری: ١٧٦ میں گزر چکی ہے' باقی اہم امور کی شرح حسب ذیل ہے:

باب کے ساتھ اس حدیث کی مناسبت اس جملہ میں ہے: اور اس کی بازار میں نماز پر پچیس درجہ زیادہ ہوتی ہے۔

اس حدیث میں اچھی طرح وضوء کرنے کا ذکر ہے' اس سے مراد ہے: ہر عضو کو تین تین بار دھوئے اور وضوء کی تمام سنتوں اور وضوء کے تمام مستحبات پر عمل کرے اور جو کام وضوء میں مکروہ ہیں' ان سے اجتناب کرے۔

اور اس حدیث میں ہے: وہ کسی کو ایذاء نہ دے یعنی اپنے قول اور فعل سے کسی کو ایذاء نہ دے۔

جماعت سے نماز پڑھنے پر پچیس درجہ فضیلت اور ستائیس درجہ فضیلت کی احادیث میں تطبیق کی توجیہات

اس حدیث میں ذکر ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے پچیس درجہ زائد اجر ہوتا ہے جب کہ ایک اور حدیث میں ہے کہ ستائیس درجہ زائد اجر ہوتا ہے۔ وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جماعت کے ساتھ نماز' تنہا نماز پر ستائیس درجہ فضیلت رکھتی ہے۔ (صحیح البخاری: ٦٤٥' صحیح مسلم: ٦٥٠' الرقم المسلسل: ١٤٩٠' سنن نسائی: ٨٣٧)

ان حدیثوں میں حسب ذیل وجوہ سے تطبیق دی گئی ہے:

(۱) پہلے اللہ تعالیٰ نے پچیس درجہ فضیلت کی خبر دی' پھر بعد میں ستائیس درجہ فضیلت کی خبر دی کیونکہ ناقص مقدم ہوتا ہے اور زائد مؤخر ہوتا ہے۔

(۲) مسجد کے بغیر جماعت کے ساتھ نماز میں پچیس درجہ فضیلت ہے اور مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھنے میں ستائیس درجہ فضیلت

ہے۔

(۳) جس حدیث میں پچیس درجہ فضیلت بیان کی گئی ہے اس میں ہر قدم پر نیکی عطا فرمانے اور گناہ مٹانے کا بھی ذکر ہے جب کہ وہ حدیث جس میں ستائیس درجہ فضیلت مذکور ہے اس میں ہر قدم پر نیکی عطا فرمانے اور گناہ مٹانے کا ذکر نہیں ہے۔ یوں ایک اضافی فضیلت کے ذریعہ پچیس کو ستائیس کے برابر کیا گیا ہے۔

(۴) ثواب کے درجات کا یہ اختلاف نمازیوں کے مختلف احوال کے اعتبار سے ہے' جو شخص نماز کو کامل طریقہ سے اس کے تمام آداب کے ساتھ پڑھتا ہے اس کو ستائیس درجہ ثواب ملتا ہے اور جو ان آداب کی رعایت نہیں کرتا' اس کو پچیس درجہ ثواب ملتا ہے۔

(۵) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ درجات کا یہ اختلاف نمازی کے خضوع اور خشوع کی کمی اور بیشی کے اعتبار سے ہو۔

(۶) عصر اور فجر کی نمازوں میں چونکہ دن اور رات کے فرشتے مجتمع ہوتے ہیں' اس لیے ہوسکتا ہے ان میں ستائیس درجہ ثواب ہو اور باقی نمازوں میں پچیس درجہ ثواب ہو۔

(۷) ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ قلیل کثیر کے منافی نہیں ہے۔

(۸) علامہ فضل اللہ بن سعید الحسن التوربشتی متوفی ۶۶۱ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے پچیس درجات کی خبر دی' پھر ستائیس درجات کی خبر دی' حقیقت میں اس کی وجہ علوم نبوت کی طرف راجع ہے' ہماری عقلیں اس کے ادراک سے قاصر ہیں۔ بہ طور احتمال یہ کہا جا سکتا ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے فوائد مثلاً نمازیوں کا جمع ہونا اور ان کا صفیں بنانا' اقتداء کے فوائد اور شعائر اسلام کا اظہار' یہ تمام چیزیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف کی گئیں اور ان کی وجہ سے پہلے آپ کو پچیس درجہ جماعت کی فضیلت پر مطلع فرمایا اور پھر ستائیس درجہ فضیلت پر مطلع فرمایا لیکن اس کے حقیقی سبب کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہی کو علم ہے۔

(کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنۃ ج ۱ ص ۲۸۵' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۲۲ھ)

(۹) علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ' پچیس درجہ فضیلت کی توجیہ میں لکھتے ہیں:

اس قسم کی چیزوں کے اسرار کا تو شارع علیہ السلام ہی کو علم ہے' لیکن بہ طور احتمال یہ کہا جا سکتا ہے کہ دن اور رات کی فرض نمازوں کی تعداد پانچ ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کا اجر بڑھایا اور پانچ کو پانچ میں ضرب دی تو پچیس کا عدد حاصل ہو گیا' لہٰذا ہر نماز کا اجر پچیس گنا کر دیا' پھر اگر یہ کہا جائے کہ ستائیس درجہ فضیلت کی کیا وجہ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ دن اور رات کی فرض نمازوں کی رکعات کی تعداد سترہ ہے اور دن اور رات کی سنن مؤکدہ کی تعداد دس ہے تو ستائیس کا عدد حاصل ہو گیا تو اس طرح جماعت کے ساتھ نماز کا اجر ستائیس گنا کر دیا۔ (شرح الکرمانی ج ۴ ص ۱۳۹' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۱ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ دن اور رات کی سنن مؤکدہ کی تعداد دس نہیں بارہ ہے' اس طرح انتیس کا عدد حاصل ہو گا' پھر علامہ عینی لکھتے ہیں:

(۱۰) مجھے اس مقام پر انوار الٰہیہ' اسرار ربانیہ اور عنایات محمدیہ سے جو وجہ منکشف ہوئی ہے' وہ یہ ہے کہ ہر نیکی کا دس گنا اجر ملتا ہے' اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس کو دگنا کر دیا اور چونکہ انسان پانچ وقت نماز پڑھتا ہے تو ان بیس میں پانچ اور ملائے تو پچیس کا عدد حاصل ہو گیا' لہٰذا جماعت کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز کا اجر پچیس گنا کر دیا گیا' اور اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ عدد میں

اکائی ہے' دہائی ہے سینکڑہ ہے' ہزار ہے اور لاکھ ہے' اور ان میں متوسط سینکڑہ ہے اور اس کا چوتھائی پچیس ہے اور چوتھائی کل کے حکم میں ہوتا ہے' لہٰذا متوسط پچیس کا عدد ہو گیا اور اس لیے جماعت کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز کا اجر پچیس گنا کر دیا گیا۔

ستائیس درجہ کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ عینی لکھتے ہیں کہ سابقہ تقریر کے لحاظ سے بہ طور فضل نمازوں کا اجر بیس درجہ ہے اور ہفتہ کے دن سات ہیں' لہٰذا جب بیس کے ساتھ سات ملائے تو ستائیس کا عدد حاصل ہو گیا اور یوں جماعت کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز کا اجر ستائیس درجہ زیادہ ہو گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۸۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ سب تک بندیاں ہیں اور ان کے انکشاف کی انوارِ الٰہیہ' اسرارِ ربانیہ اور عنایاتِ محمدیہ کی طرف نسبت کرنا مناسب نہیں ہے۔ اصل بات وہی ہے جو علامہ تورپشتی نے کہی ہے کہ اس کا حقیقی علم علومِ نبوت ہی کی طرف راجع ہے۔

۸۸ - بَابُ تَشْبِيكِ الْأَصَابِعِ فِي الْمَسْجِدِ وَغَيْرِهِ

مسجد وغیرہ میں انگلیوں کے اندر انگلیاں ڈالنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ انگلیوں کے اندر انگلیاں ڈالنا جائز ہے' خواہ مسجد میں انگلیوں کے اندر انگلیاں ڈالی جائیں خواہ کسی اور جگہ۔

۴۷۸'۴۷۹ - حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ' عَنْ بِشْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا وَاقِدٌ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ' اَوِ ابْنِ عَمْرٍو' قَالَ شَبَّكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَابِعَهُ. [طرف الحدیث: ۴۸۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حامد بن عمر نے حدیث بیان کی از بشر' انہوں نے کہا ہمیں عاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں واقد نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عمر یا ابن عمرو رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں میں انگلیاں ڈالیں۔

۴۸۰ - وَقَالَ عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ سَمِعْتُ هٰذَا الْحَدِيْثَ مِنْ اَبِيْ' فَلَمْ اَحْفَظْهُ' فَقَوَّمَهُ لِيْ وَاقِدٌ' عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ وَهُوَ يَقُوْلُ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عَمْرٍو' كَيْفَ بِكَ اِذَا بَقِيْتَ فِيْ حُثَالَةٍ مِّنَ النَّاسِ بِهٰذَا؟ (مسند الحمیدی: ۲۷۷' مصنف عبد الرزاق: ۲۰۷۴۱' مسند ابو یعلیٰ: ۵۵۹۳' صحیح ابن حبان: ۵۹۵۱۔۵۹۵۰' المعجم الکبیر: ۵۹۶۸۔۵۸۸۴' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۷۹' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۶۵۰۸۔ ج ۱۱ ص ۵۴)

اور عاصم بن علی نے کہا: ہمیں عاصم بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے یہ حدیث اپنے والد سے سنی تھی' میں نے اس کو محفوظ نہیں رکھا' پھر واقد نے اپنے والد کے واسطے سے نقل کر کے مجھے بتایا: میں نے اپنے والد سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبد اللہ بن عمرو! اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا جب تم لوگوں کے تلچھٹ میں اس طرح باقی رہ جاؤ گے (پھر آپ نے اپنی انگلیاں انگلیوں میں ڈالیں)۔

حدیث: ۴۷۸۔۴۸۰ کے رجال کا تعارف

(۱) حامد بن عمر البکراوی' یہ ابو بکر الثقفی کی اولاد سے ہیں' یہ نیشاپور میں رہتے تھے اور کرمان کے قاضی تھے' ان سے امام مسلم نے بھی روایت کی ہے' یہ ۲۳۴ھ میں نیشاپور میں ہی فوت ہو گئے (۲) بشر بن المفضل الرقاشی' یہ حجت ہیں' یہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور ہر روز چار سو رکعات پڑھتے تھے' ۱۸۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عاصم بن محمد بن زید بن عبد اللہ بن

عمر بن الخطاب العمری المدنی' ان کی امام احمد وغیرہ نے توثیق کی ہے(۴) عاصم مذکور کے بھائی' یہ واقد بن محمد بن زید ہیں' ان کی امام ابوزرعہ وغیرہ نے توثیق کی ہے(۵) ان کے والد محمد بن عبد اللہ' ان کی بہت ائمہ نے توثیق کی ہے(۶) حضرت عبد اللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما (۷) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما (۸) ابوعبد اللہ' اس سے مراد خود امام بخاری ہیں (۹) عاصم بن علی بن عاصم بن صہیب الواسطی' یہ امام بخاری اور امام دارمی کے شیخ ہیں' تہذیب التہذیب میں لکھا ہے: یہ ثقات شیوخ سے تھے' ابن معین نے کہا: یہ ضعیف تھے' ایک روایت میں ہے: یہ کچھ بھی نہیں تھے' دوسری روایت میں ہے: یہ کذاب تھے' یہ ۱۵ رجب ۲۲۱ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۸۳۔۳۸۲)

حدیث مذکور کا مکمل متن

علامہ بدرالدین عینی نے امام الحمیدی کی الجمع بین الصحیحین کے حوالہ سے مسند ابن عمر میں حدیث مذکور کا مکمل متن اس طرح لکھا ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا عبد اللہ بن عمرو! اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم لوگوں کے تلچھٹ میں اس طرح رہ جاؤ گے اور آپ نے اپنی انگلیاں انگلیوں میں ڈالیں' ان کی عہود اور امانتیں خلط ملط ہو جائیں گی' پھر وہ اس طرح ہو جائیں گے' پھر آپ نے اپنی انگلیاں انگلیوں میں ڈالیں' حضرت عبد اللہ بن عمرو نے پوچھا: یا رسول اللہ! میں اس وقت کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: جو نیک بات ہو اس پر عمل کرنا اور جو بُری بات ہو اس کو چھوڑ دینا' اپنے خاص لوگوں کی طرف آنا اور عام لوگوں کو چھوڑ دینا۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۸۲' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۲)

''حثالہ'' کا معنی

کسی چیز کا اصل جوہر نکلنے کے بعد جو اس کے ردی اجزاء باقی رہ جاتے ہیں' اس کو ''حثالہ'' کہتے ہیں' اردو میں اس کو تلچھٹ کہتے ہیں یا جیسے بادام یا سرسوں کا تیل نکالنے کے بعد پھوک باقی رہ جاتا ہے' جس کو کھل کہتے ہیں یا جیسے آٹا چھاننے کے بعد بھوسی رہ جاتی ہے یا جیسے تیل صاف کرنے کے بعد یا شربت صاف کرنے کے بعد یا کسی چیز کے عرق کو کپڑے سے چھاننے کے بعد اس کا گاڑھا سیال مادہ بچ جاتا ہے یا جیسے مٹی کے تیل کو صاف کر کے پٹرول نکالتے ہیں' پھر جو گاڑھا سیال بچ جاتا ہے' جس کو ڈیزل اور موبل آئل کا نام دیا جاتا ہے' تارکول بھی اسی کی قسم ہے' یہاں مراد یہ ہے کہ جب نیک لوگوں کے اٹھ جانے کے بعد گھٹیا اور ردی لوگ رہ جائیں گے اور علماء کے اٹھ جانے کے بعد جہلاء رہ جائیں گے' اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا! تم ان لوگوں کے ساتھ خلط ملط اور گتھم گتھا ہو جاؤ گے' اس طرح پھر آپ نے انگلیوں میں انگلیاں ڈالیں۔

''مرجت عهودهم'' کا معنی

''مرج'' کا معنی ہے: دو چیزوں کا ملانا' ''مرجت عهودهم'' کا معنی ہے: لوگ اپنے کیے ہوئے عہود کو خلط ملط کر دیں گے اور ان کو پورا نہیں کریں گے اور ''مرجت اماناتهم'' کا معنی ہے: لوگ امانتوں کو ضائع کر دیں گے۔

انگلیوں میں انگلیاں ڈالنے میں اختلاف فقہاء

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد وغیرہ میں تشبیک کرنا جائز ہے' یعنی انگلیوں میں انگلیاں ڈالنا' امام مالک اور ابراہیم نخعی نے نماز میں تشبیک سے منع کیا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۸۲۸) اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور سالم نے نماز میں تشبیک کی اجازت دی

ہے' وہ خود بھی نماز کے اندر انگلیوں میں انگلیاں ڈالتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۴۸۳۱۔۴۸۲۹) اور حسن بصری مسجد میں تشبیک کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۴۸۳۰) یعنی انگلیوں میں انگلیاں ڈالتے تھے اور امام مالک نے کہا: یہ لوگ مسجد میں تشبیک سے منع کرتے تھے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

معمولی تغیر سے علامہ عینی متوفی ۸۵۵ھ اور علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی اس عبارت کو نقل کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۸۳' فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۶)

مسجد کو جاتے وقت اور مسجد میں تشبیک کی ممانعت میں احادیث اور آثار

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اچھی طرح وضوء کرے پھر نماز کے قصد سے مسجد کی طرف نکلے تو وہ اپنی انگلیوں میں تشبیک نہ کرے کیونکہ وہ نماز میں ہے۔

(سنن ترمذی:۳۸۶' سنن ابن ماجہ:۹۶۷' مسند احمد ج ۴ ص ۲۴۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے گھر میں وضوء کرے' پھر وہ نماز کے ارادہ سے گھر سے نکلے تو وہ اپنے واپس لوٹنے تک نماز میں ہی رہتا ہے' پس تم اس طرح نہ کرو: آپ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں ڈالیں۔

(مصنف عبد الرزاق:۳۳۴۰' یہ حدیث حضرت کعب بن عجرہ سے بھی مروی ہے' مصنف عبد الرزاق:۳۳۳۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ابن جریج' محمد بن سیرین سے روایت کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' ایک شخص سے ملے' وہ ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں ڈالے ہوئے تھا' آپ نے فرمایا: تم کہاں جارہے ہو؟ اس نے کہا: مسجد کی طرف' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے ہاتھ کی انگلیوں کو کھول دیا اور فرمایا: جب تم اپنے گھر سے مسجد کی طرف جاؤ تو اس طرح تشبیک نہ کرو۔

(مصنف عبد الرزاق:۳۳۴۴' یہ حدیث حضرت کعب بن عجرہ سے بھی مروی ہے' مصنف عبد الرزاق:۳۳۴۲۔۳۳۴۱)

طاؤس کہتے ہیں: نماز میں تشبیک کرنا مکروہ ہے۔ (مصنف عبد الرزاق:۳۳۴۵)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا' وہ مسجد کے وسط میں بیٹھا ہوا تھا اور تشبیک کرتے ہوئے خود سے باتیں کر رہا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف اشارہ کیا' وہ نہیں سمجھا' پھر آپ نے حضرت ابو سعید خدری کی طرف مڑ کر فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنی انگلیوں میں تشبیک نہ کرے کیونکہ تشبیک شیطان کے عمل سے ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۴۸۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں ہو تو وہ تشبیک نہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۴۸۲۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز کے لیے وضوء کرے تو اپنی انگلیوں میں تشبیک نہ کرے۔ (المعجم الاوسط للطبرانی:۸۴۰' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند کے رجال صحیح ہیں' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۴۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے کہا: جب تم مسجد میں ہو تو اپنی انگلیوں میں تشبیک ہرگز نہ کرو۔ (صحیح ابن خزیمہ:۴۴۰' المستدرک ۷۴۵' کنز العمال:۱۹۹۹۲)

تشبیک کی مختلف اور متعارض احادیث میں تطبیق کی توجیہات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

صحیح البخاری: ۴۸۰ میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے تشبیک کر کے دکھائی اور حضرت عبد اللہ بن عمر اور فقہاء تابعین سے بھی تشبیک کرنا منقول ہے اور مذکور الصدر احادیث اور آثار میں تشبیک کی ممانعت ہے۔ ابن المنیر نے کہا: اس کا جواب یہ ہے کہ اگر فضول' بے فائدہ اور عبث طریقہ سے تشبیک کی جائے تو وہ ممنوع ہے اور نبی ﷺ نے جو تشبیک کی تھی تو آپ نے خلط ملط اور گتھم گتھا ہونے کے معنی کو سمجھانے کے لیے اپنی انگلیاں انگلیوں میں ڈالی تھیں کہ تم اپنے زمانہ کے خسیس اور گھٹیا لوگوں کے ساتھ اس طرح مخلوط اور گتھم گتھانہ ہو جانا' سو آپ نے جو تشبیک کا عمل کیا تھا' وہ بامعنی اور بامقصد تھا۔

اور وہ ان احادیث کی ممانعت سے خارج ہے۔

اسماعیلی نے کہا: تشبیک اس صورت میں منع ہے جب انسان نماز پڑھ رہا ہو یا نماز کے قصد سے جا رہا ہو یا مسجد میں نماز کا منتظر ہو کیونکہ وہ بھی نمازی کے حکم میں ہے اور نبی ﷺ نے جو تشبیک کی تھی' وہ ان تمام صورتوں سے خارج تھی' اور حضرت ابو ہریرہ کی جس حدیث میں ہے کہ جب تک تم مسجد میں ہو' اس وقت تک تشبیک نہ کرو' اس کی سند ضعیف ہے۔ علامہ ابن بطال نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۶' دار المعرفۃ' بیروت' عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۸۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

تشبیک کی ممانعت کے اسباب

تشبیک کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ شیطان کا عمل ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۸۲۴)

اس ممانعت کا دوسرا سبب یہ ہے کہ اس عمل سے عموماً نیند آتی ہے اور نیند آنے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔

اس ممانعت کا تیسرا سبب یہ ہے کہ تشبیک کی صورت میں اختلاف کی صورت ہے' یعنی ہر ہتھیلی کی انگلیاں مخالف جانب ہو جاتی ہیں' سو جو مسجد میں نماز کا منتظر ہو' وہ تشبیک نہ کرے کیونکہ نبی ﷺ نے صورتِ اختلاف سے منع فرمایا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم (صفوں میں) اختلاف نہ رکھو ورنہ تمہارے دل مختلف ہو جائیں گے اور تم بازاروں کے فتنوں اور خرابیوں سے اجتناب کرو۔

(صحیح مسلم: ۴۳۲' سنن ابوداؤد: ۶۷۵' سنن ترمذی: ۲۲۸' سنن نسائی: ۸۱۱' مسند احمد ج ۱ ص ۴۵۷)

۴۸۱ - حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ جَدِّهٖ، عَنْ أَبِي مُوسٰى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ، يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا. وَشَبَّكَ أَصَابِعَهٗ. [اطراف الحدیث: ۲۴۴۶-۶۰۲۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی بردہ بن عبد اللہ بن ابی بردہ از جد خود از حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک مومن بنیاد کی طرح ہیں' وہ ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر مضبوط ہوتے ہیں اور نبی ﷺ نے اپنی انگلیوں کو انگلیوں میں ڈالا۔

(صحیح مسلم: ۲۵۸۵' الرقم المسلسل: ۶۴۶۲' سنن ترمذی: ۱۹۲۸' سنن نسائی: ۲۵۶۰' مسند الحمیدی: ۷۷۲' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۵۰۳' صحیح ابن حبان: ۵۷۹' مسند ابویعلیٰ: ۷۲۷۰' مسند احمد ج ۴ ص ۴۰۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۶۲۴۔ ج ۳۲ ص ۳۹۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۹۴۷' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) خلاد بن یحییٰ بن صفوان ابومحمد السلمی الکوفی' یہ مکہ میں رہتے تھے اور ۲۱۳ھ میں وہیں فوت ہو گئے (۲) السفیان الثوری (۳) ابوبردہ' ان کا نام بُرید ہے' یہ عبداللہ بن بردہ بن ابی موسیٰ الاشعری الکوفی ہے (۴) ابوبردہ بن ابی موسیٰ الکوفی الفقیہ قاضی الکوفہ ان کا نام الحارث ہے' ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام عامر ہے (۵) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ' ان کا نام عبداللہ بن قیس ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۸۴)

اس حدیث میں ''بنیان'' کا لفظ ہے' اس کا معنی بنیاد ہے جو دیوار کی طرح ہو' اور اس میں ''تشبیک'' کا لفظ ہے' اس کی مکمل شرح' گزشتہ حدیث: ۴۸۰ میں گزر چکی ہے۔

تمام مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں' لہٰذا ایک فرد کو دوسرے فرد کی' ایک شہر کو دوسرے شہر کی اور ایک ملک کو دوسرے ملک کی مدد کرنی چاہیے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ مسلمان ایک بنیاد کی طرح ہیں' یعنی مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے میں ایک بنیاد کی طرح ہیں۔ اس حدیث میں خبر حکم کے معنی میں ہے یعنی مسلمانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح جڑ کر رہنا چاہیے' جس طرح ایک بنیاد اور دیوار کی اینٹیں ایک دوسرے کے ساتھ جڑی ہوتی ہیں اور فرائض' واجبات اور مستحبات کی ادائیگی میں ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہیے' اسی طرح جائز کاموں میں بھی ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے' البتہ ناجائز کاموں میں تعاون نہیں کرنا چاہیے بلکہ حتی الامکان ناجائز کاموں سے منع کرنا چاہیے' یہ بھی ان کی خیر خواہی اور مدد ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے:

حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے سے دوستی رکھنے' ایک دوسرے پر رحم کرنے اور نرمی کرنے میں مؤمنین ایک جسم کی مانند ہیں' جب جسم کے ایک عضو میں تکلیف ہو تو سارا جسم بخار اور بے خوابی میں اس کا شریک ہوتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۰۱۱' صحیح مسلم: ۲۵۸۶)

اس حدیث کا بھی یہی معنی ہے کہ مسلمانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح مل کر رہنا چاہیے' جس طرح جسم کے تمام اعضاء ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر رہتے ہیں۔

حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمام مسلمان ایک شخص کی مانند ہیں' اگر اس کی آنکھ میں تکلیف ہو تو سارے جسم میں تکلیف ہوتی ہے اور اگر اس کے سر میں تکلیف ہو تو اس کے سارے جسم میں تکلیف ہوتی ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۵۸۶' الرقم المسلسل: ۶۴۶۶)

اس حدیث کا منشاء یہ ہے کہ جس طرح انسان بیماری میں اپنا علاج کرتا ہے تو اگر اس کا پڑوسی یا خاندان کا کوئی فرد بیمار ہو اور وہ اپنا علاج نہ کر سکتا ہو تو وہ اس کا علاج کرائے' اسی طرح اگر پورے شہر کے لوگ کسی وبائی مرض میں یا قدرتی آفت اور مصیبت میں مبتلا ہو جائیں تو حتی الامکان ان کی مدد کرے اور آج کل چونکہ مواصلات اور رسد کے وسائل کی کثرت کی وجہ سے پوری دنیا سمٹ کر ایک گاؤں کی طرح ہو گئی ہے تو اگر ایک اسلامی ملک کسی آفت کا شکار ہو جائے تو تمام اسلامی ممالک کو اس کی مدد کے لیے اٹھ کر آگے بڑھنا چاہیے' جس طرح ۲۶ دسمبر ۲۰۰۴ء کو صبح سات بجے جب انڈونیشیا میں سمندری طوفان آیا' جس میں تین لاکھ افراد جاں بحق ہو گئے تھے تو تمام اسلامی ملکوں نے اس وقت انڈونیشیا کی مدد کی اور ۸ اکتوبر ۲۰۰۵ء کو جب پاکستان میں کشمیر اور سرحد کے علاقہ میں بہت

بڑا زلزلہ آیا' جس میں ہزاروں افراد جاں بحق ہو گئے تو اس وقت تمام اسلامی دنیا نے وہاں کے مسلمانوں کی مدد کی۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۲۶۴۔ ج ۷ ص ۱۶۳ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۴۸۲- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شُمَيْلٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدَى صَلَاتَيِ الْعَشِيِّ . قَالَ ابْنُ سِيرِينَ قَدْ سَمَّاهَا أَبُو هُرَيْرَةَ وَلٰكِنْ نَسِيتُ أَنَا قَالَ فَصَلَّى بِنَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ، فَقَامَ إِلَى خَشَبَةٍ مَعْرُوضَةٍ فِي الْمَسْجِدِ، فَاتَّكَأَ عَلَيْهَا كَأَنَّهُ غَضْبَانُ، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى، وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ، وَوَضَعَ خَدَّهُ الْأَيْمَنَ عَلٰى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى، وَخَرَجَتِ السَّرَعَانُ مِنْ أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ، فَقَالُوا قَصُرَتِ الصَّلٰوةُ؟ وَفِي الْقَوْمِ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، فَهَابَاهُ أَنْ يُكَلِّمَاهُ، وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ فِي يَدَيْهِ طُولٌ، يُقَالُ لَهُ ذُو الْيَدَيْنِ، قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَنَسِيتَ أَمْ قَصُرَتِ الصَّلٰوةُ؟ قَالَ لَمْ أَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ . فَقَالَ أَكَمَا يَقُولُ ذُو الْيَدَيْنِ؟ فَقَالُوا نَعَمْ، فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰى مَا تَرَكَ، ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ، ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ. فَرُبَّمَا سَأَلُوهُ ثُمَّ سَلَّمَ؟ فَيَقُولُ نُبِّئْتُ أَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ قَالَ ثُمَّ سَلَّمَ. [اطراف الحدیث: ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۶۰۵۱۔ ۷۲۵۰]

(صحیح مسلم: ۵۷۳' الرقم المسلسل: ۱۲۶۵' سنن ابوداؤد: ۱۰۰۸' سنن ابن ماجہ: ۱۲۱۴' سنن ترمذی: ۳۹۹' سنن نسائی: ۱۲۲۱' صحیح ابن خزیمہ: ۱۰۳۵' صحیح ابن حبان: ۲۲۵۶۔ ۲۲۵۳' سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۵۴' شرح السنۃ: ۷۶۰' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۲۰۱۔ ج ۱۲ ص ۱۳۰' جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۵۰۴' مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شمیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے خبر دی از ابن سیرین از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ظہر اور عصر کی نمازوں میں سے کوئی ایک نماز پڑھائی' ابن سیرین نے کہا: حضرت ابوہریرہ نے اس نماز کا نام لیا تھا لیکن میں بھول گیا' انہوں نے کہا: آپ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھا کر سلام پھیر دیا' مسجد میں لکڑی کا ایک ستون تھا' آپ اس پر ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے' گویا کہ آپ غصہ میں تھے' آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا اور انگلیوں میں انگلیاں ڈالیں اور اپنا دایاں رخسار بائیں ہتھیلی پر رکھا اور لوگ سرعت سے چلتے ہوئے مسجد کے دروازے سے نکل گئے' پھر وہ کہہ رہے تھے کہ نماز کی مقدار کم ہو گئی؟ لوگوں میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بھی تھے' وہ آپ سے بات کرنے سے ڈرے اور لوگوں میں لمبے ہاتھوں والا ایک شخص تھا اس کو ذوالیدین کہتے تھے' اس نے کہا: یارسول اللہ! آپ بھول گئے ہیں یا نماز کی مقدار کم ہو گئی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہ میں بھولا ہوں نہ نماز کی مقدار کم ہوئی ہے' پھر آپ نے فرمایا: کیا اسی طرح ہوا ہے جس طرح ذوالیدین نے کہا ہے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں' پھر آپ آگے بڑھے اور جتنی نماز ترک کی تھی وہ پڑھا دی' پھر آپ نے سلام پھیرا' پھر اللہ اکبر کہا اور پہلے کی طرح یا اس سے لمبا سجدہ کیا' پھر سجدہ سے سر اٹھایا اور اللہ اکبر کہا' پھر اللہ اکبر کہا اور پہلے کی طرح یا اس سے لمبا سجدہ کیا' پھر آپ نے سر اٹھایا اور اللہ اکبر کہا' پس بعض اوقات لوگ ابن سیرین سے سوال کرتے: آیا پھر آپ نے سلام پھیر دیا (یا پہلے سلام پر اکتفاء کیا)؟ ابن سیرین نے کہا: مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ حضرت عمران بن حصین نے کہا: پھر آپ نے سلام پھیر دیا تھا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن منصور بن بہرام (۲) النضر بن شمیل (۳) عبداللہ بن عون (۴) محمد بن سیرین (۵) حضرت ابوہریرہ۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۸۲)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں تشبیک کی اور جب مسجد میں تشبیک جائز ہے تو دوسری جگہ بہ طریق اولیٰ جائز ہے' اور جن وجوہ سے آپ نے تشبیک سے منع فرمایا ہے' یہ ان وجوہ سے نہیں ہے۔

''العشی'' کا معنی اور اس قصہ میں نماز کی تعیین

اس حدیث میں ہے کہ آپ نے ''صلٰوۃ العشی'' میں ایک نماز پڑھائی اور سنن ابوداؤد: ۱۰۰۸ میں اس کی تفسیر یہ ہے کہ وہ ظہر یا عصر کی کوئی ایک نماز تھی' اور سنن ابوداؤد: ۱۰۱۴ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے ظہر کی نماز دو رکعت پڑھی' پھر سلام پھیر دیا' پھر آپ سے کہا گیا کہ کیا نماز کی مقدار کم ہو گئی ہے تو آپ نے دو رکعت نماز اور پڑھی' پھر (سہو کے) دو سجدے کیے۔

اس طرح اس قصہ میں صحیح البخاری: ۶۰۵۱ میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز دو رکعت پڑھی' پھر سلام پھیر دیا' ان حدیثوں سے یہ متعین ہو گیا کہ یہ واقعہ ظہر کی نماز کا تھا۔

حضرت ذوالیدین کا تذکرہ

حضرت ذوالیدین کا نام خرباق بن عبد عمرو اسلمی تھا' اس کو ذوالشمالین بھی کہا جاتا تھا' یہ ان کا لقب تھا' ان کے ہاتھ لمبے تھے اور یہ دونوں ہاتھوں سے کام کرتے تھے' ابن الاثیر نے کہا ہے کہ ذوالشمالین ایک اور صحابی تھے' وہ خزاعی تھے اور بنو زہرہ کے حلیف تھے' ان کو جنگ بدر میں شہید کر دیا گیا تھا' قاضی عیاض نے لکھا ہے: ان کا نام عمیر بن عبد عمرو تھا اور یہ خزاعی تھے' علامہ عینی نے کہا ہے کہ صحیح یہی ہے کہ ذوالیدین اور ذوالشمالین' حضرت خرباق کے دو لقب تھے' کیونکہ امام نسائی نے اس قصہ میں ذوالیدین اور ذوالشمالین دونوں کا ذکر کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۸۹۔۳۸۷ ملخصاً)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہ میں بھولا ہوں نہ نماز میں تقصیر کی گئی ہے' اس کلام کے صادق ہونے پر ایک اشکال کا جواب

اس حدیث میں ہے کہ نہ میں بھولا ہوں نہ نماز میں تقصیر کی گئی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ذوالیدین نے کہا: آیا نماز کی مقدار کم ہو گئی ہے یا رسول اللہ! یا آپ بھول گئے ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان میں سے کچھ نہیں ہوا' تو حضرت ذوالیدین نے کہا: یا رسول اللہ! ان میں سے کچھ تو ہو گیا ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا: کیا ذوالیدین نے سچ کہا ہے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں! یا رسول اللہ!' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باقی نماز پوری کی اور سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کیے۔

(صحیح مسلم: ۵۷۳' الرقم المسلسل: ۱۲۶۷' سنن ابوداؤد: ۱۰۰۸' سنن ترمذی: ۳۹۹)

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ کلام کیسے صادق ہوگا کہ نہ میں بھولا ہوں نہ نماز میں تقصیر کی گئی ہے کیونکہ واقع میں ایک بات تو ضرور ہو گئی تھی یا آپ بھول گئے تھے یا نماز کم کر دی گئی تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کے ارشاد کا محمل یہ ہے کہ اپنے ظن اور گمان کے مطابق نہ میں بھولا ہوں اور نہ نماز میں کمی کی گئی ہے' کیونکہ آپ کا ظن یہی تھا کہ آپ نے چار رکعت نماز پڑھی ہے اور آپ کا یہ کلام آپ کے ظن میں واقع کے مطابق تھا' اس لیے آپ کا کلام صادق تھا' اگرچہ آپ کا ظن واقع کے مطابق نہ تھا اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اسی لیے آپ نے سہو کے دو سجدے کیے' اسی طرح جتنی مرتبہ بھی آپ نے سہو کے سجدہ کیے' اپنے گمان میں آپ نے نماز درست پڑھی تھی لیکن واقع میں آپ کو سہو ہو گیا تھا۔

اس سلسلہ میں یہ احادیث ہیں:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کی نماز میں تین رکعت کے بعد سلام پھیر دیا تو ایک شخص آپ کی طرف کھڑا ہوا' جس کا نام خرباق تھا اور اس کے دونوں ہاتھ لمبے تھے' اس نے آپ سے کہا: یا رسول اللہ! کیا نماز میں تقصیر کر دی گئی ہے؟ آپ (اس عجیب اور خلاف معمول سوال پر) غصہ میں چادر گھسیٹتے ہوئے نکلے' پھر آپ نے پوچھا: کیا اس نے سچ کہا ہے؟ صحابہ نے کہا: جی ہاں! ' پھر آپ نے اس ایک رکعت کو پڑھا' پھر سلام پھیرا' پھر آپ نے سہو کے دو سجدے کیے' پھر سلام پھیرا۔ (صحیح مسلم: ۵۷۴' الرقم المسلسل: ۱۲۷۰' سنن ابوداؤد: ۱۰۱۸' سنن نسائی: ۱۲۳۶' سنن ابن ماجہ: ۱۲۱۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی پانچ رکعت پڑھیں' آپ سے کہا گیا: کیا نماز کی رکعات میں اضافہ کر دیا گیا ہے؟ آپ نے پوچھا: اس سوال کا کیا سبب ہے؟ کسی نے کہا: آپ نے پانچ رکعات پڑھی ہیں' آپ نے سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کیے۔

(صحیح البخاری: ۴۰۴' صحیح مسلم: ۵۷۲' سنن ابوداؤد: ۱۰۱۹' سنن ترمذی: ۳۹۲' سنن نسائی: ۱۲۵۳' سنن ابن ماجہ: ۱۲۰۵' مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سجدہ ہائے سہو کرنے کی توجیہات

احادیث میں تین سجدہ ہائے سہو کے واقعات ہیں۔ صحیح البخاری: ۴۰۴ میں ہے کہ آپ نے ظہر کی پانچ رکعت پڑھا دیں' صحیح البخاری: ۱۰۵۱ میں ہے کہ آپ نے ظہر کی دو رکعت پڑھا دیں' اور صحیح مسلم: ۵۷۴ میں ہے کہ آپ نے عصر کی نماز کی تین رکعت پڑھا دیں۔ سہو کے یہ کل تین واقعات ہیں' بعض منکرین کمالِ نبوت پر اعتراض کرتے ہیں کہ دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی سہو ہو جاتا تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ بالفرض اگر آپ کو نمازوں میں سہو نہ ہوتا تو ہمیں جن نمازوں میں سہو ہوتا' ہماری وہ نمازیں کس کے دامن میں پناہ لیتیں' اور ہماری نمازیں کس طرح درست ہوتیں' آپ نے سہو واقع ہونے کے بعد سلام پھیر کر سہو کے دو سجدے کیے' پھر تشہد' درود اور دعا پڑھ کر دوبارہ سلام پھیر کر نماز مکمل کر دی تو ہمیں معلوم ہو گیا کہ اگر نماز میں واجب کے ترک یا فرض کی ادائیگی میں تاخیر ہو جائے تو اس طرح سجدہ سہو کرنے سے نماز درست ہو جاتی ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عملاً سہو نہ ہوتا اور آپ صرف زبانی ہم کو سجدہ سہو ادا کرنے کا طریقہ بتا دیتے' پھر بھی ہم کو اس کا علم ہو جاتا' اس اعتراض کے متعدد جوابات ہیں:

(۱) اس طرح ہمیں مسئلہ کا علم تو ہو جاتا لیکن سجدہ سہو ادا کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کا ہمیں اجر و ثواب نہ ملتا اور ہمیں سجدہ سہو کی ادائیگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء اور اتباع نصیب نہ ہوتی۔

(۲) قرآن مجید میں ہے:

''لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ'' (الاحزاب: ۲۱) تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ میں تمہارے لیے عمدہ نمونہ ہے۔

اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر شرعی عمل کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں بہترین عملی نمونہ ہے۔ اس لیے ضروری تھا کہ نماز میں سہو ہونے کی وجہ سے نماز کی اصلاح کے لیے بھی آپ کی زندگی میں عملی نمونہ ہوتا۔

نیز حدیث میں ہے:

امام مالک بیان کرتے ہیں کہ انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں ضرور بھولتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں تاکہ میں کسی عمل کو سنت بنا دوں۔ (موطأ امام مالک۔ کتاب السہو۔ حدیث: ۲۔ ج ۱ ص ۱۰۸' دار المعرفہ' بیروت)

(۳) رسول اللہ ﷺ کو جب نمازوں میں سہو ہوا تو یہ معلوم ہو گیا کہ اتنے عظیم کمالات کے باوجود آپ بندہ اور بشر ہیں' خدا نہیں ہیں تا کہ آپ کے عظیم کمالات کو دیکھ کر آپ کے متعلق کوئی الوہیت کا عقیدہ نہ رکھ لے' جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں علم اور قدرت کے چند کمالات دیکھ کر ان کے بعض ماننے والوں نے ان کو خدا یا خدا کا بیٹا کہہ دیا' اور آپ کے کمالات تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہیں زیادہ تھے۔

(۴) سہو کی حقیقت یہ ہے کہ ایک چیز سے توجہ ہٹ کر دوسری چیز کی طرف مبذول ہو جائے' جیسے نماز میں ہماری توجہ نماز کے افعال سے ہٹ کر دنیاوی کاموں کی طرف لگ جاتی ہے اور ہم کو پتا نہیں چلتا کہ ہم نے کتنی رکعت پڑھی ہیں' نبی ﷺ ہمیشہ نماز کے افعال کی طرف متوجہ رہتے تھے لیکن کبھی آپ کی توجہ نماز کے افعال سے ہٹ کر حسن الوہیت کی تجلیات کی طرف منعطف ہو جاتی تھی اور آپ تجلیاتِ ذات اور مطالعہ صفات میں اس طرح منہمک اور مستغرق ہو جاتے کہ نماز کی رکعات کی طرف آپ کی توجہ نہ رہتی اور آپ کو سہو ہو جاتا' اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں ہمارا سہو دنیا میں ڈوب جانا ہے اور آپ کا سہو مولا میں کھو جانا ہے' ہمارا سہو نقص ہے اور آپ کا سہو عین کمال ہے۔

ان احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کیے اور اس کے بعد نماز کا سلام پھیرا اور یہی احناف کا مذہب ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۱۸۹۔ ج ۲ ص ۱۴۹ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی' لیکن اس باب میں مذکور دیگر سجدہ ہائے سہو کی شرح کی گئی ہے اور ان کی شرح کے عنوان درج ذیل ہیں:

(۱) سجدہ سہو میں مذاہب ائمہ اور ترجیح (۲) مذہب احناف (۳) شک کی صورت میں نماز کی ادائیگی (۴) خصائص مصطفیٰ ﷺ (۵) بشریت (۶) مثلیت (۷) آپ کا نسیان (۸) پانچ رکعات کی تصحیح۔

۸۹ - بَابُ الْمَسَاجِدِ الَّتِي عَلَى طُرُقِ الْمَدِينَةِ، وَالْمَوَاضِعِ الَّتِي صَلَّى فِيهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وہ مساجد جو مدینہ منورہ کے راستہ پر ہیں اور وہ جگہیں جہاں نبی ﷺ نے نماز پڑھی

اس باب میں ان مساجد کا بیان کیا گیا ہے جو مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان راستہ میں ہیں اور جن جگہوں پر نبی ﷺ نے نماز پڑھی ہے۔

۴۸۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى ابْنُ عُقْبَةَ قَالَ رَأَيْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَتَحَرَّى أَمَاكِنَ مِنَ الطَّرِيقِ فَيُصَلِّي فِيهَا، وَيُحَدِّثُ أَنَّ أَبَاهُ كَانَ يُصَلِّي فِيهَا، وَأَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي تِلْكَ الْأَمْكِنَةِ. وَحَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي فِي تِلْكَ الْأَمْكِنَةِ. وَسَأَلْتُ سَالِمًا، فَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا وَافَقَ نَافِعًا فِي الْأَمْكِنَةِ كُلِّهَا، إِلَّا أَنَّهُمَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی بکر المقدمی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے سالم بن عبد اللہ کو دیکھا' وہ راستہ میں جگہوں کو تلاش کر رہے تھے تا کہ ان میں نماز پڑھیں اور وہ حدیث بیان کر رہے تھے کہ ان کے والد ان جگہوں میں نماز پڑھتے تھے' بے شک جن جگہوں پر انہوں نے نبی ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ کہتے تھے: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن

اخْتَلَفَا فِي مَسْجِدٍ بِشَرَفِ الرَّوْحَاءِ.

[اطراف الحدیث: ۱۵۳۵-۲۳۳۶-۷۳۴۵]

عمر رضی اللہ عنہما کہ وہ ان جگہوں میں نماز پڑھتے تھے اور میں نے سالم سے سوال کیا تو انہوں نے ان تمام جگہوں میں نافع کی موافقت کی' مگر ان دونوں کا شرف الروحاء کی مسجد میں اختلاف تھا۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: سالم بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ان جگہوں پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا' جن جگہوں پر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن ابی بکر بن علی بن عطاء بن مقدم البصری' یہ ۲۳۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) فضیل بن سلیمان النمیری (۳) موسیٰ بن عقبہ (۴) سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب (۵) نافع' حضرت عبداللہ بن عمر کے آزاد کردہ غلام (۶) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۹۴)

شرف الروحاء کی تعیین اور اس وادی کی فضیلت میں احادیث

شرف الروحاء ایک بلند جگہ ہے' یہ قبیلہ مزینہ کی بستی ہے' جو مدینہ منورہ سے دو راتوں کی مسافت کے فاصلہ پر ہے' مدینہ منورہ اور اس بستی کے درمیان ۴۱ میل کا فاصلہ ہے' اس فاصلہ کے متعلق اور بھی اقوال ہیں۔

اصحاب الزہری نے حنظلہ بن علی سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے' آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! حضرت عیسیٰ علیہ السلام روحاء کی وادی میں ضرور حج یا عمرہ کرتے ہوئے گزریں گے اور متعدد لوگوں سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت عیسیٰ اس مسجد میں پہنچے جو عرق الظبیہ کے پاس بطن الروحاء میں ہے اور یہ وادی جنت کی وادیوں میں سے ہے اور مجھ سے پہلے اس وادی میں ستر انبیاء علیہم السلام نے نماز پڑھی ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ستر اسرائیلیوں کے ساتھ اس جگہ سے حج اور عمرہ کرتے ہوئے گزرے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۹۵)

حدیث مذکور سے حافظ ابن حجر کا آثارِ صالحین سے برکت حاصل کرنے پر استدلال اور جس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی ہو' اس جگہ نماز پڑھنے کا استحباب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان جگہوں سے برکت حاصل کرتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں ان کا شدید لگاؤ بہت مشہور ہے۔

اس حدیث کے خلاف اس روایت سے معارضہ نہیں کیا جا سکتا' جس میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک سفر میں دیکھا کہ لوگ ایک جگہ پہنچنے میں ایک دوسرے پر سبقت کر رہے ہیں' حضرت عمر نے اس کا سبب معلوم کیا تو لوگوں نے بتایا: اس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی ہے' حضرت عمر نے کہا: جس شخص نے نماز پڑھنی ہے وہ پڑھے ورنہ لوٹ جائے' اہل کتاب صرف اس لیے ہلاک ہو گئے تھے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے آثار کو تلاش کرتے تھے' پھر ان جگہوں پر گرجے اور معبد بنا لیتے تھے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس روایت کا محمل یہ ہے کہ حضرت عمر نے نماز پڑھنے کے بغیر اس جگہ کی زیارت کرنے کو مکروہ جانا یا

ان کو یہ خطرہ ہوا کہ بعد کے لوگوں میں سے جس کو اس واقعہ کی حقیقت کا علم نہیں ہوگا' وہ اس جگہ کی زیارت کرنے کو واجب سمجھے گا' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان دونوں باتوں سے مامون تھے' اس سے پہلے (یہ حدیث گزر چکی ہے' البخاری: ۴۲۵ کہ) حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا کہ آپ ان کے گھر آ کر نماز پڑھیں تا کہ وہ اس جگہ کو اپنی نماز پڑھنے کی جگہ بنالیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی اس درخواست کو منظور فرمالیا' سو یہ حدیث بھی آثارِ صالحین سے برکت حاصل کرنے میں حجت اور قوی دلیل ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۸' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ فتح الباری ج ۱ ص ۵۶۹' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

شیخ عبد العزیز بن باز کا حافظ ابن حجر عسقلانی پر رد کرنا اور جس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی ہے' اس کے تلاش کرنے کو اور وہاں نماز پڑھنے کو غیر مشروع اور ذریعہ شرک بتانا

شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز نے فتح الباری کے اس مقام پر حاشیہ لکھ کر حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد کیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

یہ لکھنا خطاء ہے اور صحیح وہ ہے جو ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غیر کو آپ پر قیاس نہیں کیا جاسکتا اور حق یہ ہے کہ حضرت عمر نے انبیاء علیہم السلام کے آثار کو تلاش کرنے سے منع کیا ہے اور شرک کے ذریعہ کو بند کیا ہے اور وہ اپنے بیٹے کی بہ نسبت اس چیز کو زیادہ جاننے والے تھے اور جمہور علماء نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے پر عمل کیا ہے اور حضرت عتبان بن مالک کی حدیث اس کے خلاف نہیں ہے کیونکہ حضرت عتبان نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کا قصد کیا تھا' اس کے برخلاف راستے میں جن جگہوں پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازیں پڑھی تھیں' ان کو تلاش کرنا اور ان پر نماز پڑھنا غیر مشروع اور ناجائز ہے اور جیسا کہ اس پر حضرت عمر کا فعل دلالت کرتا ہے' اور جو شخص یہ فعل کرے گا اس کا یہ فعل اس کو بسا اوقات غلو اور شرک کی طرف لے جائے گا' جیسا کہ اہل کتاب کا فعل تھا۔

(حاشیہ فتح الباری ج ۱ ص ۵۶۹' دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

مصنف کی طرف سے شیخ عبد العزیز بن باز کی عبارت کا محاسبہ اور اس کی تردید

صحیح البخاری: ۴۲۵ کی شرح میں ہم شیخ بن باز کی عبارت پر مفصل رد کر چکے ہیں' یہاں پر ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ حافظ ابن حجر اور علامہ عینی وغیرہ نے حضرت عمر سے جو یہ نقل پیش کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راستہ میں جن جگہوں پر نماز پڑھی تھی' ان جگہوں کے تلاش کرنے کو حضرت عمر نے پسند نہیں فرمایا اور یہ کہا کہ اہل کتاب صرف اس لیے ہلاک ہوئے تھے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے آثار کو تلاش کرتے تھے' پھر ان جگہوں پر گرجے اور معبد بنا لیتے تھے' سو حافظ ابن حجر اور علامہ عینی نے اس نقل کا کوئی حوالہ نہیں لکھا اور نہ یہ قول کسی صحیح سند سے ثابت ہے۔ اس کے برخلاف حضرت عمر کا جو قول صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے' وہ یہ ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے آثار کی تعظیم کرتے تھے اور ان آثار پر عبادت کرتے تھے اور ان کو نماز پڑھنے کی جگہ بناتے تھے' حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے کہا: میں نے اپنے رب کی تین چیزوں میں موافقت کی ہے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر ہم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالیں' تو یہ آیت نازل ہوگئی:

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى. (البقرۃ: ۱۲۵) اور تم مقام ابراہیم کو اپنے نماز پڑھنے کی جگہ بنالو۔

(صحیح البخاری: ۴۰۲)

مقام ابراہیم وہ پتھر ہے' جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیر کا نشان ہے' حضرت عمر نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ عرض کیا: یارسول اللہ! اگر ہم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالیں؟ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ' انبیاء علیہم السلام کے آثار کی تعظیم کرتے تھے اور تمام امت مسلمہ سے اس مقام کی تعظیم کرانا چاہتے تھے۔ اس صحیح حدیث اور قرآن مجید کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ

حضرت عمر کی طرف اس غیر مستند قول کی نسبت صحیح نہیں ہے کہ انہوں نے راستوں پر ان جگہوں کو تلاش کرنے اور وہاں نماز پڑھنے سے منع کیا' جہاں ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اثناء سفر میں نمازیں پڑھی تھیں' جو شخص انبیاء علیہم السلام کی اس قدر تعظیم کا معتقد ہو کہ جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیر کا نشان ہو' اس جگہ کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لینے کی درخواست کرتا ہو' یہ کیوں کر ممکن ہے کہ وہ سید الانبیاء کے نماز پڑھنے کی جگہ پر نماز پڑھنے اور اس جگہ کو تلاش کرنے سے منع کرے' لہٰذا صحیح بخاری کی اس حدیث اور قرآن مجید کی اس آیت کے معارض جن لوگوں نے بھی اس غیر مستند قول کو گھڑا ہے' وہ قطعاً باطل اور مردود ہے' یہ غیر مستند قول صحیح بخاری اور قرآن مجید کی اس آیت سے معارضہ کی بالکل صلاحیت نہیں رکھتا۔

شیخ بن باز نے جو یہ کہا ہے کہ راستے میں جن جگہوں پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازیں پڑھی تھیں ان کو تلاش کرنا اور ان پر نمازیں پڑھنا غیر مشروع اور ناجائز ہے اور یہ عمل شرک کی طرف لے جاتا ہے تو کیا ان کے نزدیک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حرام کام کیا تھا اور اس حدیث کے ذریعہ قیامت تک کی امت کو حرام کام کی ترغیب دی اور شرک کا سبب بنے۔

اسی طرح حضرت عمر نے جو مقام ابراہیم کی تعظیم کے لیے اس کو نماز کی جگہ بنانے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی تو کیا وہ بھی حرام کے مرتکب ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اس حرام کام سے منع کیوں نہیں کیا' پھر شیخ بن باز کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیا حکم عائد ہوگا کیونکہ آپ نے اس کو برقرار رکھا اور آج تک امت مسلمہ مقام ابراہیم کے قریب نمازیں پڑھ رہی ہے اور اس کو اپنی سعادت گردانتی ہے اور قرآن کی آیت' البقرہ: ۱۲۵ کے متعلق وہ کیا کہیں گے۔

اور جہاں تک آثارِ صالحین سے برکت حاصل کرنے اور اس کے قرب میں مسجد بنانے کا تعلق ہے تو ہم اس سے پہلے صحیح البخاری: ۴۲۵ کی شرح میں بہت تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔

مزید وضاحت کے لیے ہم مشاہیر علماء دیوبند کے چند حوالہ جات پیش کر رہے ہیں کہ مسجد کے قریب صالحین کا مزار بنانا کوئی نیا طریقہ اور بدعت نہیں ہے بلکہ صدیوں سے سَلَف اور خَلَف کا معمول چلا آ رہا ہے۔

مساجد کے احاطہ میں صالحین کے مزار بنانے پر شیخ محمد تقی عثمانی کی شہادت

شیخ محمد تقی عثمانی اپنے سفرنامہ میں بغداد کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جدید شہر کے مختلف علاقے یکے بعد دیگرے گزرتے چلے گئے' یہاں تک کہ کار شہر کے قدیم حصے میں داخل ہوگئی' اور گلی کوچوں سے عہدِ گزشتہ کی بُو باس آنے لگی۔ تھوڑی دیر میں گاڑی ایک نیم پختہ سڑک کے کنارے رک گئی۔ یہاں ایک عالی شان مسجد کی دیوار نظر آئی' برابر میں ایک گلی تھی' اور مسجد کا دروازہ گلی میں کھلتا تھا۔ دروازہ قدیم شاہی عمارتوں کی طرح بڑا پُرشکوہ تھا۔ یہ حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی قدس سرہٗ کی مسجد اور ان کا مدرسہ تھا' جس کے ایک حصہ میں حضرت شیخ رحمہ اللہ خود بھی آسودہ ہیں۔

یہ مسجد یہاں حضرت شیخ رحمہ اللہ کے زمانے ہی سے قائم ہے اور اسی کی دیوارِ قبلہ کے پیچھے حضرت شیخ رحمہ اللہ کا مزار مبارک ہے۔ وہاں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ (جہاں دیدہ ص ۱۹' مکتبہ معارف القرآن' کراچی' ۱۴۲۶ھ)

حضرت موسیٰ الکاظم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار ہی کے احاطے میں جنوبی جانب ایک مسجد جامع ابی یوسف رحمہ اللہ کے نام سے بنی ہوئی ہے۔ اسی مسجد کے ایک حصے میں حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ حضرت موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کے بعد یہاں حاضری ہوئی۔ (جہاں دیدہ ص ۳۶)

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے نکلے تو سورج ڈھلنے کے قریب تھا' اور اب دل میں شدید اشتیاق حضرت امام

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری کا تھا' جو یہاں سے کافی دُور واقع ہے' لیکن ہمارے ڈرائیور نے جو صرف ڈرائیونگ نہیں بلکہ مہمان نوازی کے فرائض بھی بڑے خلوص و محبت کے ساتھ انجام دے رہا تھا' مغرب کے وقت جامع الامام الاعظم رحمہ اللہ میں پہنچا دیا۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کی وجہ سے یہ پورا علاقہ ''اعظمیہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ اب تو یہ شہر کا خاصا بارونق علاقہ ہے' لیکن حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے عہد مبارک میں یہ ایک قبرستان تھا' اور چونکہ خلیفہ کی کنیز ''خیزران'' یہاں دفن ہوئی تھی' اس لیے مقبرۃ الخیزران کے نام سے مشہور تھا۔ خطیب نے تاریخ بغداد میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی سیرت کے مشہور راوی محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی قبرستان میں مدفون ہیں' لیکن اب دوسری قبریں تو بے نشان ہو چکی ہیں اور ان کی جگہ آبادی نے لے لی ہے' البتہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ابھی باقی ہے' اور اس کے قریب ایک شاندار مسجد'' جامع الامام ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ'' کے نام سے تعمیر کر دی گئی ہے۔ (جہاں دیدہ ص ۴۰)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہمیشہ مرجع خاص و عام رہا بلکہ خطیب بغدادی اپنی سند سے امام شافعی کا یہ قول روایت کرتے ہیں کہ میں امام ابوحنیفہ سے برکت حاصل کرنے کے لیے روزانہ ان کی قبر پر جاتا ہوں' اور جب بھی مجھے کوئی ضرورت لاحق ہوتی ہے' میں دو رکعتیں پڑھ کر ان کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں' اور وہاں اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کا سوال کرتا ہوں' اللہ تعالیٰ میری حاجت جلد پوری فرما دیتے ہیں۔ حضرت امام صاحب کی قبر پر بیٹھ کر ایسا سکون محسوس ہوا جیسا بچہ ماں کی آغوش میں بیٹھ کر سکون محسوس کرتا ہے۔ (جہاں دیدہ ص ۴۳۔۴۲)

مدائن کے تذکرہ میں شیخ محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں:

مدائن میں داخل ہو کر سب سے پہلے ایک جامع مسجد آتی ہے' اس جامع مسجد کے احاطے میں تین صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم) مدفون ہیں: حضرت سلمان فارسی' حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت عبد اللہ بن جابر رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ ان تینوں مزارات پر حاضر ہو کر سلام کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ (جہاں دیدہ ص ۴۸۔۴۷)

صالحین کے قرب میں مسجد بنانے پر سید احمد رضا بجنوری کی شہادت

مسجد بہ جوار صالحین کے عنوان سے سید احمد رضا بجنوری لکھتے ہیں:

یہاں یہ مسئلہ بھی لائق ذکر ہے کہ مقابر کے اندر یا قبورِ صالحین کے پاس مسجد بنانا کیسا ہے؟ نجدی حضرات نے تو حرمین شریفین کے پختہ مزارات صحابہ و تابعین کا انہدام کیا تھا تو جن مزارات کے ساتھ مساجد تھیں' وہ بھی منہدم کرادی تھیں' حالانکہ اکابر اہل سنت (یعنی علماء دیوبند۔ سعیدی غفرلہٗ) نے اگرچہ مزارات پختہ بنانے کو ناجائز قرار دیا مگر جو بن گئے تھے' ان کا انہدام بھی کبھی پسند نہیں کیا تھا' کیونکہ اس سے بھی مقبورین کی توہین ہوتی ہے اور اس اہانت سے بچنا چاہیے تھا' تاہم انہدام مساجد کی تو کوئی بھی شرعی معقولیت نہ تھی' لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے علماء و عوام نے ان مساجد کو مقابر کی مساجد قرار دیا۔ حافظ نے لکھا کہ امام احمد و اہل ظاہر مقبرہ میں نماز کو ناجائز فرماتے ہیں' کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ مقبرہ اور حمام نماز کی جگہ نہیں ہے' امام احمد وغیرہ نے اس کے ظاہر پر عمل کیا اور دوسرے اس کی علت نکال کر اس پر مدار رکھتے ہیں' مثلاً امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مقبرے میں اگر قبریں ٹوٹی پھوٹی یا اُدھڑی پڑی ہوں اور مقبورین کے لحم و شحم خون و پیپ وہاں کی مٹی میں مل گیا ہو تو ایسے مقبرہ میں نماز نہ پڑھی جائے اور اگر پاک صاف جگہ ہو تو نماز جائز بلا کراہت ہے' امام مالک بھی مقبرے میں نماز بلا کراہت جائز فرماتے ہیں' امام ابوحنیفہ' ثوری و اوزاعی کراہت کے قائل ہیں'

بوجہ نجاست وغیرہ۔

علامہ بیضاوی نے لکھا کہ یہود ونصاریٰ' قبورِ انبیاء علیہم السلام کو سجدہ تعظیمی کرتے اور ان کو قبلہ بناتے تھے کہ نماز بھی ان ہی کی طرف کو پڑھتے تھے' اس لیے ان پر لعنت کی گئی لیکن اگر کسی صالح کے قرب میں محض برکت کے خیال سے مسجد بنائی جائے تو وعید میں داخل نہ ہو گی' غرض ممانعت صرف اس ڈر سے ہے کہ قبر کو وثن و بت نہ بنالیا جائے' لیکن اس سے امن واطمینان ہو تو کوئی ممانعت نہ ہوگی' البتہ بعض لوگوں نے سد ذرائع کے طور پر روکا ہے تو یہ بھی معقول وجہ ہے۔ (فتح الباری بحوالہ فتح الملہم ج ٢ ص ١٢١) علامہ ابن حزم نے پانچ صحابہ سے ''ممانعت صلوٰۃ عند القبر'' نقل کی ہے اور پھر یہ بھی دعویٰ کیا کہ اس کے خلاف کسی صحابی سے ثابت نہیں ہے' حالانکہ علامہ خطابی نے معالم السنن میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ''رخصت صلوٰۃ فی المقبرہ'' نقل کی ہے اور حسن بصری نے بھی مقبرہ میں نماز پڑھی ہے۔ (فتح الملہم ج ٢ ص ١٢١) حضرت ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت نافع سے پوچھا کہ ابن عمر وسط قبور میں نماز کو مکروہ سمجھتے تھے؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے خود حضرت عائشہ وحضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی نماز جنازہ بقیع کے قبرستان میں پڑھی ہے' حضرت ابوہریرہ امام تھے اور مقتدی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وغیرہ تھے۔ (اوجز ج ٢ ص ٢١١ از سنن بیہقی ج ٢ ص ٤٣٥)

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا: جو شخص کسی صالح کے جوار میں مسجد بنائے' اس طرح کہ اس کی قبر مسجد سے باہر رہے اور مقصد اس کے قرب سے برکت حاصل کرنا ہو' اس کی تعظیم یا اس کی طرف رخ کرنا نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ اس سے نفع کی بھی امید ہے۔ (فیض الباری ج ٢ ص ٤٢)

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ جس طرح دہلی میں حضرت خواجہ باقی باللہ کے مقبرہ میں مسجد ہے یا حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے قبور سے متصل مسجد ہے یا سر ہند شریف ودیگر مقامات میں اولیاء عظام کے قرب میں مساجد بنی ہوئی ہیں' وہ سب جواز بلا کراہت کے تحت ہیں اور ان کے اندر نماز بھی بلا کراہت جائز ہے۔ (اسی طرح داتا گنج بخش حضرت علی ہجویری کے مزار کے قرب میں مسجد ہے اور لاہور میں ایسی کئی مساجد ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ)

چونکہ جامع صغیر کے حوالہ سے سُترہ کے ساتھ نماز میں عند الحنفیہ کسی قسم کی بھی کراہت نہیں ہے چونکہ ایک زمانہ میں علامہ ابن تیمیہ وغیرہ کے تشددات کا اثر دور دور تک پھیلا تھا' تو خیال ہوتا ہے کہ اس کے اثرات ہندوستان میں بھی آئے تھے' اور بعض مسائل میں ہمارے اکابر کا تشدد بھی شاید اسی کے تحت ہوا ہو' چنانچہ یہ بھی نقل ہوا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ نے جو مسجد شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کے مزار پر بنوائی ہے' اس کو شاہ اسحٰق صاحب اچھا نہ جانتے تھے' کیونکہ وہ فرماتے تھے کہ قبرستان میں مسجد نہیں بنوانا چاہیے اور استدلال میں یہی بخاری والی حدیث پیش کرتے تھے' جس کی یہ تشریح چل رہی ہے اور اسی لیے شاہ اسحٰق صاحب اس مسجد میں کبھی نماز نہ پڑھتے' الا نادراً' ایک مرتبہ قبروں پر مسجد بنانے کے متعلق کسی نے آپ سے پوچھا تو فرمایا کہ نہ چاہیے' اس نے کہا کہ پھر آپ کے نانا نے کیوں بنوائی ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ ان سے پوچھو' میرا مسلک یہی ہے۔ (ارواح ثلاثہ ص ٩٠)

ایسا ہی ایک واقعہ ص ٣٤٣ پر بھی ہے وغیرہ' جس سے حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے مسلک میں توسع اور شاہ اسحٰق صاحب کے مزاج میں تشدد ثابت ہوتا ہے اور حضرت شاہ اسماعیل صاحب رحمہ اللہ کے مزاج میں بھی غیر معمولی تشدد تھا' حضرت شاہ اسحٰق رحمہ اللہ نے ''اربعین'' و ''مائۃ مسائل'' میں بھی شیخ عبدالحق محدث دہلوی' حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز کے خلاف رائے و تشدد مسئلہ استمداد قبور وغیرہ میں اختیار کیا ہے اور ہمارے حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ کی رائے میں توسع اور عدم تشدد ان کے رسالہ ''تحلیل الذبائح فی حریم الضرائح'' سے ثابت ہے' جو کشمیر سے شائع ہوا تھا اور احقر کے پاس ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جن مسائل میں حنفی

مسلک پر گنجائش نکل سکتی ہو اُن میں تشدد مناسب نہیں اور اس بارے میں شاہ عبد العزیز صاحب رحمہ اللہ کا اعتدال ہمارے لیے اسوہ بنے تو اچھا ہے۔ واللّٰہ المسؤل ان یوفقنا لما یحب ویرضاہ. (انوار الباری ج ۱۴ ص ۳۸۔۳۷ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کی جگہوں اور آپ کے آثار سے برکت حاصل کرنے پر شیخ گنگوہی اور شیخ کاندھلوی کی شہادت

شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ حدیث مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کو لانے سے یہ قصد کیا ہے کہ ان جگہوں کو بیان کریں جہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ کی طرف جاتے ہوئے اور واپس آتے ہوئے ٹھہرتے تھے تاکہ وہاں نماز پڑھ کر اور دعا مانگ کر برکت حاصل کی جائے۔

(لامع الدراری ج ۱ ص ۱۹۱ ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی کراچی)

شیخ محمد زکریا کاندھلوی اس کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے الشفاء میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم میں سے یہ ہے کہ آپ کے تمام مشاہد اور مکہ اور مدینہ کی تمام جگہوں اور جہاں آپ نے عبادت کی ہے اس کی تعظیم کی جائے اور جن چیزوں کو آپ نے چھوا ہے ان کی بھی تعظیم کی جائے۔ صفیہ بنت نجدہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابو محذورہ کے سر کے اگلے حصہ کے بال بہت لمبے تھے جو زمین تک لٹکتے تھے۔ ان سے کہا گیا کہ آپ ان بالوں کو مونڈ کیوں نہیں دیتے' انہوں نے بتایا کہ ان بالوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے چھوا تھا اور جن بالوں پر آپ کا مبارک ہاتھ لگا تھا' میں ان کو مونڈ نہیں سکتا' اور روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر جہاں بیٹھتے تھے حضرت ابن عمر اس جگہ اپنے ہاتھ لگا کر پھر اپنے ہاتھوں کو چومتے تھے۔ (الشفاء ج ۲ ص ۴۷ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

اس کے بعد شیخ کاندھلوی نے سنن ابوداؤد اور صحیح بخاری کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلغم تھوکتے تو کوئی نہ کوئی صحابی اسے اپنے ہاتھوں پر لے کر اپنے چہرے اور بدن پر ملتا اور آپ کے وضوء سے بچے ہوئے پانی کو لینے کے لیے صحابہ ایک دوسرے پر جھپٹ پڑتے تھے (صحیح البخاری: ۲۷۳۲) اور حضرت ام سلمہ نے آپ کا ایک مبارک بال ایک ڈبیا میں رکھا ہوا تھا اس ڈبیا کو پانی میں ڈال کر وہ پانی بیماروں کو پلاتی تھیں تو ان کو شفاء ہو جاتی تھی۔ (صحیح البخاری: ۵۸۹۶) صحابہ کرام اور بعد کے لوگوں سے آپ کے آثار سے برکت حاصل کرنے کے واقعات اس قدر کثیر ہیں جو شمار سے باہر ہیں۔

(حاشیہ لامع الدراری ج ۱ ص ۱۹۱ ایچ۔ ایم سعید کمپنی کراچی)

شیخ کشمیری کا حضرت ابن عمر کے عمل کو مستحسن قرار دینا

شیخ محمد انور کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اثناء سفر میں جن جگہوں پر نمازیں پڑھی تھیں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان میں سے بعض جگہوں پر مساجد بنالی تھیں تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آثار باقی رہیں' آپ کا مدینہ سے مکہ کا سفر سات ایام پر مشتمل تھا' اور جن جگہوں پر آپ نے نماز پڑھی ان کی تعداد ۳۵ ہے' ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو کام اتفاقاً صادر ہوئے' ان میں بھی آپ کی اتباع کرنا اس وقت حسن ہے جب وہ کام اتفاقاً یعنی بغیر قصد کے کیے جائیں لیکن جب کوئی شخص تلاش کر کے اور غور و فکر سے وہ کام کرے تو اس کو ابن تیمیہ اچھا نہیں جانتے۔ (جیسے حضرت ابن عمر نے ان جگہوں کو تلاش کر کے وہاں نماز پڑھی۔ سعیدی غفرلہ) شیخ کشمیری لکھتے ہیں: لیکن میرے نزدیک ان کاموں میں بھی آپ کی اتباع کرنا باعث اجر ہے' جیسے وادیٔ محصب میں نماز پڑھنا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جگہ

نماز پڑھی تھی' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہاں نماز پڑھنے کو سنت کہتے تھے۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۷۶ 'ملخصا' مطبعہ حجازی' قاہرہ ۱۳۵۷ھ)

٤٨٤ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يَنْزِلُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ حِينَ يَعْتَمِرُ، وَفِي حَجَّتِهِ حِينَ حَجَّ، تَحْتَ سَمُرَةٍ، فِي مَوْضِعِ الْمَسْجِدِ الَّذِي بِذِي الْحُلَيْفَةِ، وَكَانَ إِذَا رَجَعَ مِنْ غَزْوٍ، كَانَ فِي تِلْكَ الطَّرِيقِ، أَوْ فِي حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ، هَبَطَ مِنْ بَطْنِ وَادٍ، فَإِذَا ظَهَرَ مِنْ بَطْنِ وَادٍ أَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِي عَلَى شَفِيرِ الْوَادِي الشَّرْقِيَّةِ، فَعَرَّسَ ثَمَّ حَتَّى يُصْبِحَ، لَيْسَ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الَّذِي بِحِجَارَةٍ، وَلَا عَلَى الْأَكَمَةِ الَّتِي عَلَيْهَا الْمَسْجِدُ، كَانَ ثَمَّ خَلِيجٌ يُصَلِّي عَبْدُ اللّٰهِ عِنْدَهُ، فِي بَطْنِهِ كُثُبٌ، كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَّ يُصَلِّي، فَدَحَا السَّيْلُ فِيهِ بِالْبَطْحَاءِ، حَتَّى دَفَنَ ذٰلِكَ الْمَكَانَ الَّذِي كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُصَلِّي فِيهِ. [اطراف الحدیث: ۱۵۳۲-۱۵۳۳-۱۷۹۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عمرہ کرتے تھے اور جب آپ نے حج کیا تو آپ ذوالحلیفہ میں ببول کے درخت کے نیچے اترتے تھے' اس مسجد کی جگہ میں جو ذوالحلیفہ میں ہے اور جب آپ کسی غزوہ سے لوٹتے اور راستہ میں ذوالحلیفہ سے ہو کر گزرتے یا حج یا عمرہ سے واپسی ہو رہی ہوتی تو وادی عقیق کے نشیبی علاقے میں اترتے' پھر جب وادی کے نشیب سے اوپر آتے تو وادی کے بالائی کنارے بطحاء کے اس مشرقی حصہ پر اونٹنی بٹھاتے' جہاں کنکریوں اور ریت کا کشادہ نالہ ہے' یہاں آپ رات کے آخری حصہ سے صبح تک آرام فرماتے تھے' اس وقت آپ اس مسجد کے قریب نہیں ہوتے تھے جو پتھروں کی ہے اور آپ اس ٹیلے پر بھی نہیں ہوتے تھے' جس پر مسجد بنی ہوئی ہے' وہاں ایک گہرا نالہ تھا' حضرت عبداللہ وہیں نماز پڑھتے تھے' اس کے نشیب میں ریت کے کافی ٹیلے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہیں نماز پڑھتے تھے' کنکریوں اور ریت کے کشادہ نالہ کی طرف' سیلاب نے اس جگہ کے آثار و نشانات کو مٹا دیا' جہاں حضرت عبداللہ بن عمر نماز پڑھا کرتے تھے۔

"ذوالحلیفہ' سمرة' بطحاء' شفیر' اکمہ' خلیج" اور "کثب" کے معانی

حدیث مذکور میں "ذوالحلیفہ" کا لفظ ہے' یہ اہل مدینہ کا میقات ہے' یہ مدینہ سے چار میل کے فاصلہ پر ہے اور مکہ سے ۱۹۸ میل کے فاصلہ پر ہے' اور اس میں "سمرة" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ببول کا درخت' اس درخت میں کانٹے ہوتے ہیں' اور اس میں "بطحاء" کا لفظ ہے' جس زمین پر ریت اور بجری پھیلی ہوئی ہو اس کو بطحاء کہتے ہیں' اور اس میں "شفیر" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کنارہ' اور اس میں "اکمہ" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ٹیلہ' اور اس میں "خلیج" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کھاڑی' سمندر کا پانی کسی نالہ میں جمع ہو جائے تو اس کو "خلیج" کہتے ہیں۔ "کثب"' "کثیبة" کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: ریت کا ٹیلہ۔

٤٨٥ - وَأَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى حَيْثُ الْمَسْجِدُ الصَّغِيرُ الَّذِي دُونَ الْمَسْجِدِ الَّذِي بِشَرَفِ الرَّوْحَاءِ، وَقَدْ

اور حضرت عبداللہ بن عمر نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ نماز پڑھی' جہاں اب شرف الروحاء والی مسجد کے قریب ایک چھوٹی سی مسجد ہے' اور حضرت عبداللہ بن عمر اس جگہ کی علامت بتاتے

كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَعْلَمُ الْمَكَانَ الَّذِىْ كَانَ صَلَّى فِيْهِ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، يَقُوْلُ ثَمَّ عَنْ يَمِيْنِكَ ، حِيْنَ تَقُوْمُ فِى الْمَسْجِدِ تُصَلِّىْ ، وَذٰلِكَ الْمَسْجِدُ عَلٰى حَافَّةِ الطَّرِيْقِ الْيُمْنٰى ، وَاَنْتَ ذَاهِبٌ اِلٰى مَكَّةَ ، بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمَسْجِدِ الْاَكْبَرِ رَمْيَةٌ بِحَجَرٍ ، اَوْ نَحْوُ ذٰلِكَ.

تھے جہاں نبی ﷺ نے نماز پڑھی تھی وہ کہتے تھے کہ یہاں تمہاری دائیں جانب جب تم مسجد میں (قبلہ کی طرف) نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے ہو جب تم مدینہ سے مکہ جاؤ تو یہ چھوٹی مسجد راستے کے دائیں جانب پڑتی ہے اس کے اور بڑی مسجد کے درمیان پتھر پھینکنے کی مقدار یا اسی کے قریب قریب فاصلہ ہے۔

''حیث'' اور ''جنب'' کا معنی ''شرف الروحاء'' کا محل وقوع ''یعلم'' اور ''حافة الطریق'' کا معنی

اس حدیث میں ''حیث المسجد الصغیر'' ہے اس کا معنی ہے: جہاں چھوٹی مسجد ہے ایک روایت میں ''جنب المسجد الصغیر'' ہے یعنی چھوٹی مسجد کے پہلو میں اور اس میں ''شرف الروحاء'' کا لفظ ہے یہ ایک بستی ہے جو مدینہ منورہ سے دو راتوں کی مسافت پر ہے اور جو شخص مکہ کی طرف جا رہا ہو اس کے لیے یہاں آخری مسجد ہے اور مسجد اوسط اس وادی میں ہے جو اب وادی بنو سالم کے نام سے معروف ہے اور اس میں ''یعلم'' کا لفظ ہے یہ علامت سے یا علم سے ماخوذ ہے یعنی حضرت عبداللہ بن عمر اس کی علامت بتاتے تھے یا اس کی خبر دیتے تھے اور اس میں ''حافة الطریق'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: راستے کی جانب۔

٤٨٦ - وَاَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُصَلِّىْ اِلَى الْعِرْقِ الَّذِىْ عِنْدَ مُنْصَرَفِ الرَّوْحَاءِ ، وَذٰلِكَ الْعِرْقُ انْتِهَاءُ طَرَفِهٖ عَلٰى حَافَّةِ الطَّرِيْقِ ، دُوْنَ الْمَسْجِدِ الَّذِىْ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الْمُنْصَرَفِ ، وَاَنْتَ ذَاهِبٌ اِلٰى مَكَّةَ ، وَقَدِ ابْتُنِىَ ثَمَّ مَسْجِدٌ ، فَلَمْ يَكُنْ عَبْدُ اللّٰهِ يُصَلِّىْ فِىْ ذٰلِكَ الْمَسْجِدِ ، كَانَ يَتْرُكُهُ عَنْ يَسَارِهٖ وَوَرَاءَهٗ ، وَيُصَلِّىْ اَمَامَهُ اِلَى الْعِرْقِ نَفْسِهٖ . وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَرُوْحُ مِنَ الرَّوْحَاءِ ، فَلَا يُصَلِّى الظُّهْرَ حَتّٰى يَاْتِىَ ذٰلِكَ الْمَكَانَ ، فَيُصَلِّىْ فِيْهِ الظُّهْرَ ، وَاِذَا اَقْبَلَ مِنْ مَكَّةَ ، فَاِنْ مَرَّ بِهٖ قَبْلَ الصُّبْحِ بِسَاعَةٍ ، اَوْ مِنْ اٰخِرِ السَّحَرِ ، عَرَّسَ حَتّٰى يُصَلِّىَ بِهَا الصُّبْحَ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما شرف الروحاء سے واپسی میں چھوٹی پہاڑی پر نماز پڑھتے تھے اس کا کنارہ اس راستہ پر ختم ہوتا ہے جو مسجد سے قریب ہے مسجد اور شرف الروحاء کے آخری حصہ کے درمیان مکہ جاتے ہوئے اب وہاں ایک مسجد بن گئی ہے حضرت عبداللہ بن عمر اس مسجد میں نماز نہیں پڑھتے تھے بلکہ اس کو اپنی بائیں جانب اور اپنے پیچھے چھوڑ دیتے تھے اور اس کے آخر میں اس چھوٹی پہاڑی پر نماز پڑھتے تھے حضرت ابن عمر شرف الروحاء سے روانہ ہوتے تو اس وقت تک ظہر کی نماز نہیں پڑھتے تھے جب تک اس جگہ نہ پہنچ جائیں اور یہاں پہنچنے کے بعد ظہر کی نماز پڑھتے تھے اور اگر وہ مکہ سے آتے ہوئے صبح صادق سے کچھ پہلے یا سحری کے آخر میں وہاں سے گزرتے تو فجر کی نماز تک وہیں آرام کرتے پھر وہاں فجر کی نماز پڑھتے۔

''العرق'' اور ''منصرف الروحاء'' کا معنی

اس حدیث میں ''العرق'' کا لفظ ہے یعنی ''عرق الظبة'' ۔علامہ کرمانی نے کہا: یہ چھوٹی پہاڑی ہے اور شور والی بنجر زمین کو بھی ''العرق'' کہا جاتا ہے۔ خلیل نے کہا: اس کا معنی ریت کا پہاڑ ہے۔ داؤدی نے کہا: اس کا معنی بلند جگہ ہے ابو منصور نے کہا: اس کا معنی چھوٹی پہاڑی ہے اور اس میں ''عند منصرف الروحاء'' کا لفظ ہے یعنی اس کے آخر میں۔

٤٨٧ - وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ حَدَّثَهٗ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی کہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْزِلُ تَحْتَ سَرْحَةٍ ضَخْمَةٍ دُوْنَ الرُّوَيْثَةِ، عَنْ يَمِيْنِ الطَّرِيْقِ وَوُجَاهِ الطَّرِيْقِ، فِيْ مَكَانٍ بَطْحٍ سَهْلٍ، حَتّٰى يُفْضِيَ مِنْ أَكَمَةٍ دُوَيْنَ بَرِيْدِ الرُّوَيْثَةِ بِمِيْلَيْنِ، وَقَدِ انْكَسَرَ أَعْلَاهَا فَانْثَنٰى فِيْ جَوْفِهَا، وَهِيَ قَائِمَةٌ عَلٰى سَاقٍ، وَفِيْ سَاقِهَا كُثُبٌ كَثِيْرَةٌ.

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بہت گھنے درخت کے قریب اترتے' جو رویثہ کی بستی کے قریب ہے' راستے کی دائیں جانب اور راستے کے سامنے نرم اور وسیع جگہ میں حتیٰ کہ رویثہ سے دو میل کے قریب جو ٹیلہ ہے اس سے گزر جاتے' اس درخت کا اوپری حصہ ٹوٹ گیا ہے اور درمیان سے مڑ گیا ہے' وہ ایک جڑ پر کھڑا ہوا ہے اور اس کی جڑ میں بہت سے ٹیلے ہیں۔

''سرحة' الرويثة' وجاه''اور''بطح''کے معانی

اس حدیث میں''سرحة''کالفظ ہے'اس کا معنی ہے: بہت بڑا اور بہت گھنا درخت اور اس میں''دون الرويثة''کالفظ ہے یعنی''الرويثة''کے قریب''الرويثة''ایک بستی ہے'اس کے اور مدینہ منورہ کے درمیان سترہ فرسخ کی مسافت ہے اور اس میں ''وجاه''کالفظ ہے'اس کا معنی ہے: مقابل اور اس میں''بطح''کالفظ ہے'اس کا معنی ہے: وسیع اور کھلا۔

۴۸۸ - وَأَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، صَلّٰى فِيْ طَرَفِ تَلْعَةٍ مِنْ وَرَاءِ الْعَرْجِ، وَأَنْتَ ذَاهِبٌ إِلٰى هَضْبَةٍ، عِنْدَ ذٰلِكَ الْمَسْجِدِ قَبْرَانِ أَوْ ثَلَاثَةٌ، عَلَى الْقُبُوْرِ رَضْمٌ مِنْ حِجَارَةٍ عَنْ يَمِيْنِ الطَّرِيْقِ، عِنْدَ سَلِمَاتِ الطَّرِيْقِ، بَيْنَ أُوْلٰئِكَ السَّلِمَاتِ، كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَرُوْحُ مِنَ الْعَرْجِ، بَعْدَ أَنْ تَمِيْلَ الشَّمْسُ بِالْهَاجِرَةِ، فَيُصَلِّي الظُّهْرَ فِيْ ذٰلِكَ الْمَسْجِدِ.

اور نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرج نامی بستی کے پیچھے ایک نالے کے کنارہ پر نماز پڑھی' جب کہ تم ایک بڑے پہاڑ کی طرف جا رہے ہو' اس مسجد کے پاس دو یا تین قبریں ہیں' ان قبروں کے اوپر سفید پتھر ہیں' راستے کے دائیں طرف راستے کے درختوں کے پاس' ان درختوں کے درمیان حضرت عبداللہ بن عمر دوپہر کے وقت سورج کے ڈھلنے کے بعد عرج نامی بستی سے روانہ ہوتے اور پھر ظہر کی نماز اس مسجد میں پڑھتے۔

''تلعة' العرج' هضبة' رضم' سلمات''اور''هاجره''کے معانی

اس حدیث میں''تَلْعَةٌ''کالفظ ہے'بلند اور چوڑی جگہ جس میں پانی بہتا ہو'یا وادی کے اوپر سے پانی بہنے کی جگہ'اور اس میں ''العرج''کالفظ ہے'یہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کے راستہ میں ایک بستی ہے'اس کے اور''الرويثة''کے درمیان چودہ میل کا فاصلہ ہے اور اس میں''هضبة''کالفظ ہے'اس کا معنی ہے: بہت بڑا وسیع پہاڑ اور اس میں''رضم حجارة''کالفظ ہے'اس کا معنی ہے: سفید پتھر اور اس میں''سلمات''کالفظ ہے'اس کا معنی ہے: درخت'اور اس میں''هاجره''کالفظ ہے'اس کا معنی ہے: دوپہر کا وقت۔

۴۸۹ - وَأَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، نَزَلَ عِنْدَ سَرَحَاتٍ عَنْ يَسَارِ الطَّرِيْقِ فِيْ مَسِيْلٍ دُوْنَ هَرْشٰى، ذٰلِكَ الْمَسِيْلُ لَاصِقٌ بِكُرَاعِ هَرْشٰى، بَيْنَهُ وَبَيْنَ الطَّرِيْقِ قَرِيْبٌ مِنْ غَلْوَةٍ، وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُصَلِّيْ إِلٰى سَرْحَةٍ، هِيَ

اور نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان گھنے درختوں کے پاس اترے جو راستے کی بائیں جانب ہرشی کے قریب والے نالے میں ہیں' وہ نالہ ہرشی کے کنارے سے مل گیا ہے' اس کے اور راستے کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنے فاصلہ تک تیر پھینکنے سے جاتا ہے'

اَقْرَبُ السَّرَحَاتِ اِلَى الطَّرِيْقِ ' وَهِيَ اَطْوَلُهُنَّ.

حضرت عبداللہ بن عمر اس گھنے درخت کے پاس نماز پڑھتے تھے جو ان گھنے درختوں میں راستے کے سب سے زیادہ قریب ہے اور وہ درخت سب سے لمبا ہے۔

''هَرْشٰي' غَلْوَةٌ''اور''مسیل'' کا معنی

اس حدیث میں''هرشى'' کا لفظ ہے' ابوعبید نے کہا: یہ تہامہ کے شہروں میں سے ایک پہاڑ ہے اور یہ شام اور مدینہ منورہ کے راستوں کے ملنے کی جگہ پر ہے اور اس حدیث میں''غَلْوَةٌ'' کا لفظ ہے''غلوة'' اتنے فاصلہ کو کہتے ہیں کہ تیر کو کمان سے پھینکا جائے تو جتنے فاصلہ تک وہ تیر جاتا ہے اور اس میں''مسيل'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: نالہ۔

٤٩٠ - وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' كَانَ يَنْزِلُ فِي الْمَسِيْلِ الَّذِيْ فِيْ اَدْنٰى مَرِّ الظَّهْرَانِ ' قِبَلَ الْمَدِيْنَةِ ' حِيْنَ يَهْبِطُ مِنَ الصَّفْرَاوَاتِ' يَنْزِلُ فِيْ بَطْنِ ذٰلِكَ الْمَسِيْلِ عَنْ يَسَارِ الطَّرِيْقِ' وَاَنْتَ ذَاهِبٌ اِلٰى مَكَّةَ لَيْسَ بَيْنَ مَنْزِلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الطَّرِيْقِ اِلَّا رَمْيَةٌ بِحَجَرٍ.

اور نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس نالہ میں اترتے تھے' جو مدینہ منورہ کی جانب سے مرالظہران کے قریب ہے' جب تم صفراوات سے نیچے اترو تو راستہ کی بائیں جانب اس نالہ کے نشیب میں اترو گے اور تم مکہ مکرمہ کی طرف جا رہے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اترنے کی جگہ اور راستہ کے درمیان صرف اتنا فاصلہ ہے جتنے فاصلہ تک پتھر پھینکنے کے بعد جاتا ہے۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ٣٥٢٩' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٢٦ھ)

''مرالظهران''اور''صفراوات'' کا معنی

اس حدیث میں''مَرّ الظهران'' کا لفظ ہے' یہ ایک وادی ہے' اس کے اور بیت اللہ کے درمیان سولہ میل کا فاصلہ ہے اور اس میں''صفراوات'' کا لفظ ہے' اس سے مراد وہ وادیاں اور پہاڑ ہیں' جو''مرالظهران'' کے بعد ہیں۔

٤٩١ - وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' كَانَ يَنْزِلُ بِذِيْ طُوًى ' وَيَبِيْتُ حَتّٰى يُصْبِحَ ' يُصَلِّي الصُّبْحَ حِيْنَ يَقْدَمُ مَكَّةَ ' وَمُصَلّٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ عَلٰى اَكَمَةٍ غَلِيْظَةٍ ' لَيْسَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِيْ بُنِيَ ثَمَّ' وَلٰكِنْ اَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ عَلٰى اَكَمَةٍ غَلِيْظَةٍ.

اور نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ذی طویٰ میں اترتے تھے اور وہیں صبح تک رات گزارتے تھے اور مکہ مکرمہ روانہ ہوتے ہوئے صبح کی نماز یہیں پڑھتے تھے اور ذی طویٰ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ بڑے ٹیلہ پر ہے' یہ وہ مسجد نہیں ہے جو اس سے نیچے بڑے ٹیلہ پر بنائی گئی ہے۔

''ذی طوی'' کا معنی

اس حدیث میں''ذی طویٰ'' کا لفظ ہے' جوہری نے کہا: یہ مکہ میں ایک جگہ ہے اور طویٰ شام کی ایک جگہ ہے۔

٤٩٢ - وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ حَدَّثَهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَقْبَلَ فُرْضَتَيِ الْجَبَلِ' الَّذِيْ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الْجَبَلِ الطَّوِيْلِ نَحْوَ الْكَعْبَةِ ' فَجَعَلَ الْمَسْجِدَ

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' اس پہاڑ کے دونوں راستوں کی طرف متوجہ ہوئے' جو آپ کے اور کعبہ کی طرف والے طویل پہاڑ

الَّذِیْ بُنِیَ ثُمَّ یَسَارَ الْمَسْجِدِ بِطَرَفِ الْاَکَمَةِ ' وَمُصَلَّى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَسْفَلَ مِنْهُ عَلَى الْاَکَمَةِ السَّوْدَاءِ ' تَدَعُ مِنَ الْاَکَمَةِ عَشَرَةَ اَذْرُعٍ اَوْ نَحْوَهَا ' ثُمَّ تُصَلِّیْ مُسْتَقْبِلَ الْفُرْضَتَیْنِ مِنَ الْجَبَلِ الَّذِیْ بَیْنَكَ وَ بَیْنَ الْکَعْبَةِ.

کے درمیان ہے پس جو مسجد وہاں بنی ہوئی ہے' اسے اس مسجد کے بائیں جانب رکھا جو ٹیلے کے کنارے پر بنی ہوئی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ اس کے نیچے سیاہ ٹیلے پر ہے' ٹیلے سے تقریباً دس ہاتھ چھوڑ کر تم اس جگہ اس پہاڑ کے دونوں راستوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو' جو پہاڑ تمہارے اور کعبہ کے درمیان ہے۔

''فرضتی الجبل'' کا معنی

اس حدیث میں ''فرضتی الجبل'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: پہاڑ پر جانے کے دو راستے۔

ان احادیث میں جو الفاظ کے معانی بیان کیے گئے ہیں' وہ فتح الباری ج ۲ ص ۱۲۰۔۱۱۸ اور کشف المشکل ج ۱ ص ۳۰۲۔ ۲۹۸ اور تنقیح الزرکشی مع کشف المشکل میں مذکور ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صالحین امت کی نماز کی جگہ سے حصولِ برکت کے متعلق فقہاء اسلام کی عبارات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ' ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مکہ کے راستے میں جن جگہوں پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازیں پڑھی تھیں' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان جگہوں پر اس لیے نماز پڑھتے تھے کہ ان جگہوں سے برکت حاصل کریں اور ان جگہوں کی فضیلت میں رغبت کرتے تھے اور ہمیشہ سے لوگ صالحین اور اہل فضل کی جگہوں سے برکت حاصل کرتے رہے ہیں' کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا کہ آپ ان کے گھر میں نماز پڑھیں تاکہ وہ اس جگہ کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالیں' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جگہ نماز پڑھی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے فعل کے خلاف از شعبہ از سلیمان التیمی از المعرور بن سوید روایت ہے' انہوں نے کہا: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایک سفر میں تھے' انہوں نے فجر کی نماز پڑھی' پھر وہ ایک جگہ آئے' پس لوگ بھی وہاں آئے اور کہنے لگے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جگہ نماز پڑھی ہے' حضرت عمر نے کہا: اہل کتاب صرف اس لیے ہلاک ہو گئے تھے کہ وہ اپنے انبیاء کے آثار کو تلاش کر کے وہاں گرجے اور ہیکل بنالیتے تھے' پس جو شخص نماز کا وقت پائے' وہ نماز پڑھ لے ورنہ روانہ ہو جائے۔

حضرت عمر کو صرف یہ خوف تھا کہ لوگ ان جگہوں پر نماز پڑھنے کو لازم کرلیں گے اور بعد کے لوگ ان جگہوں پر نماز پڑھنے کو واجب سمجھ لیں گے' اور اسی طرح عالم دین کو یہ چاہیے کہ جب وہ یہ دیکھے کہ لوگ نوافل اور مستحبات میں شدید التزام کرتے ہیں' پس بعض اوقات تو وہ ان کاموں کو کرے اور بعض اوقات ان کاموں کو ترک کردے تاکہ عالم دین کے فعل سے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ کام واجب نہیں ہیں۔ اشہب بیان کرتے ہیں کہ امام مالک سے ان جگہوں میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: مسجد قباء کے سوا کسی اور جگہ نماز پڑھنا مجھے پسند نہیں ہے۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں کہ امام مالک نے مسجد قباء کا استثناء اس لیے کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر ہفتہ کے دن مسجد قباء میں پیدل یا سواری پر جا کر نماز پڑھتے تھے اور ان جگہوں میں آپ نے ایسا نہیں کیا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۷۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اور علامہ احمد قسطلانی شافعی متوفی ۹۱۱ ھ نے مذکورہ عبارت من و عن نقل کی ہے اور دونوں نے آخر میں یہ اضافہ کیا ہے کہ:

علامہ بغوی شافعی نے کہا ہے: جن مساجد کے متعلق یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں نماز پڑھی ہے' اگر کوئی شخص وہاں نماز

پڑھنے کی نذر مان لے تو اس نذر کو پورا کرنا اسی طرح واجب ہے' جس طرح مساجد ثلاثہ کی نذر کو پورا کرنا واجب ہے' نیز علامہ قسطلانی نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان مساجد میں سے اب صرف دو مسجدیں معروف ہیں: مسجد ذوالحلیفہ اور مسجد شرف الروحاء۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۰۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ارشاد الساری ج ۲ ص ۱۹۷' دارالفکر' بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی علامہ ابن بطال کی عبارت مذکورہ کو من وعن نقل کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۸)

علامہ ابن بطال نے حضرت عمر کے اثر کا کوئی حوالہ نہیں دیا کہ یہ اثر حدیث کی کس کتاب میں ہے اور انہوں نے جو سند ذکر کی ہے تو علامہ ابن بطال اور شعبہ کے درمیان بہت وسائط ہیں' اس لیے ان کا نقل کیا ہوا اثر حجت نہیں ہے اور جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو خود آثار صالحین سے برکت حاصل کرتے تھے اور ان آثار کے قرب میں نماز پڑھنے کی ترغیب دیتے تھے' جیسا کہ ''وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى '' (البقرہ:۱۲۵) سے واضح ہے اور اگر بالفرض یہ روایت ثابت ہو تو اس کے وہی جوابات ہیں' جو علامہ ابن بطال اور ان کی اتباع میں دوسرے شارحین نے دیئے ہیں۔

۞۞۞۞۞

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

اَبْوَابُ سُتْرَةِ الْمُصَلِّيْ

نمازی کے سترہ کے ابواب

۹۰ - بَابُ سُتْرَةِ الْإِمَامِ سُتْرَةُ مَنْ خَلْفَهُ امام کا سترہ اس کے پیچھے والوں کا سترہ ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب امام نماز پڑھا رہا ہو اور اس کے سامنے دیوار یا ایسی کوئی اور چیز نہ ہو تو اس امام کا سترہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے والے نمازیوں کا بھی سترہ ہے۔

اس باب کی ابوابِ سابقہ کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ یہ باب ابوابِ سابقہ اور اس کے بعد کے پندرہ ابواب سب کا تعلق احکامِ مسجد سے ہے۔

۴۹۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُتْبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ أَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلَى حِمَارٍ أَتَانٍ، وَأَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الْاِحْتِلَامَ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ بِمِنًى إِلَى غَيْرِ جِدَارٍ، فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ، فَنَزَلْتُ وَأَرْسَلْتُ الْأَتَانَ تَرْتَعُ، وَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ، فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَيَّ أَحَدٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ میں ایک گدھے بلکہ گدھی پر سوار ہو کر آیا اور اس وقت میں بالغ ہونے کے قریب تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے سامنے دیوار نہیں تھی پس میں صف کے بعض حصے سے آگے گزرا پھر میں اترا اور گدھی کو چرنے کے لیے چھوڑ دیا اور میں صف میں داخل ہو گیا اور مجھ پر کسی نے اعتراض نہیں کیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح صحیح البخاری: ۷۶ میں گزر چکی ہے وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: کم عمر لڑکے کا سماع حدیث کب صحیح ہوتا ہے اور اس حدیث کا عنوان ہے: امام کا سترہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کا بھی سترہ ہے۔

۴۹۴ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيْدِ، أَمَرَ بِالْحَرْبَةِ فَتُوْضَعُ بَيْنَ يَدَيْهِ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن نمیر نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عید کے دن باہر نکلتے تو آپ نیزہ لانے کا حکم دیتے جو آپ کے سامنے گاڑ دیا

فَيُصَلِّي إِلَيْهَا وَالنَّاسُ وَرَاءَهُ، وَكَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السَّفَرِ، فَمِنْ ثَمَّ اتَّخَذَهَا الْأُمَرَاءُ.

جاتا' پھر آپ اس کی طرف نماز پڑھتے اور لوگ آپ کے پیچھے ہوتے اور آپ اس طرح سفر میں کرتے تھے' اسی وجہ سے حکام نیزہ رکھتے ہیں۔

[اطراف الحدیث: ۴۹۸-۹۷۲-۹۷۳]

(صحیح مسلم: ۵۰۱' الرقم المسلسل: ۱۰۹۵' سنن ابوداؤد: ۶۸۷' سنن نسائی: ۷۴۶' السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۲۲' سنن ابن ماجہ: ۱۳۰۵' مسند احمد ج ۲ ص ۱۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۶۱۴- ج ۸ ص ۲۳۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۴۷۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق' ابوعلی جیانی نے کہا: اسحاق کے ساتھ کسی نسبت کا ذکر نہیں ہے' علامہ کرمانی نے کہا: بعض نسخوں میں اسحاق بن منصور لکھا ہے' ابونعیم وغیرہ نے بھی اسی پر جزم کیا ہے (۲) عبداللہ بن نمیر' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) عبیداللہ بن عاصم بن عمر بن الخطاب' ابوعثمان القرشی العدوی المدنی' یہ ۱۴۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) نافع' حضرت ابن عمر کے آزاد کردہ غلام (۵) حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۰۵)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت کی وجوہ

بہ ظاہر اس حدیث میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے' جو اس پر دلالت کرے کہ امام کا سترہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کا سترہ ہے' تاہم علامہ عینی نے اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت کی تین وجوہ بیان کی ہیں:

(۱) مقتدیوں میں سے کسی ایک کے سترہ کو بھی نقل نہیں کیا گیا اور اگر مقتدیوں میں سے کسی ایک کا بھی سترہ ہوتا تو اس کو ضرور نقل کیا جاتا کیونکہ احکامِ شرعیہ کو نقل کرنے کے اسباب بہت کثرت کے ساتھ میسر تھے' پس اس میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سترہ آپ کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کا بھی سترہ ہے۔

(۲) اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس نیزہ کی طرف نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ آپ کے پیچھے تھے۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ لوگ اس سترہ میں داخل تھے کیونکہ وہ تمام افعال میں امام کے تابع تھے۔

(۳) اس حدیث میں مذکور ہے کہ لوگ آپ کے پیچھے تھے۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ لوگ سترہ کے بھی پیچھے تھے' کیونکہ اگر ان کا کوئی الگ سترہ ہوتا تو پھر وہ آپ کے پیچھے نہ ہوتے' بلکہ اس سترہ کے پیچھے ہوتے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۰۵)

سترہ کے متعلق دیگر احادیث اور سترہ کی تحقیق

موسیٰ بن طلحہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے سامنے پالان کے پچھلے حصہ کی لکڑی کی طرح کی جتنی چیز رکھ لے' پھر نماز پڑھے تو پھر اس کی پرواہ نہ کرے کہ اس کے پیچھے سے کون گزر رہا ہے۔

(صحیح مسلم: ۴۹۹' الرقم المسلسل: ۱۰۹۱' سنن ابوداؤد: ۶۸۵' سنن ترمذی: ۳۳۵' سنن ابن ماجہ: ۹۴۰)

موسیٰ بن طلحہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نماز پڑھتے تھے اور جانور ہمارے آگے سے گزرتے تھے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اگر تم میں سے کسی کے سامنے پالان کے پچھلے حصہ کی لکڑی کی طرح کی کوئی چیز ہو تو پھر اس کے آگے کسی کے گزرنے سے اسے کوئی ضرر نہیں ہوگا۔

(صحیح مسلم: ۵۰۱- الرقم المسلسل: ۱۰۹۲' سنن ابوداؤد: ۶۸۵' سنن ترمذی: ۳۳۵' سنن ابن ماجہ: ۹۴۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنے چہرے کے سامنے

کوئی چیز رکھ لے اگر اس کو کوئی چیز نہ ملے تو لاٹھی کو نصب کرے اگر وہ بھی نہ ملے تو ایک لکیر کھینچ دے پھر اگر اس کے سامنے سے کوئی گزرا تو اسے کوئی ضرر نہیں ہوگا۔

(سنن ابوداؤد: ۶۸۹ 'سنن ابن ماجہ: ۹۴۳ 'مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۶۔ ۲۵۵۔ ۲۴۹ 'مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۴ 'مکتب اسلامی بیروت)

علامہ ابوالفضل عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

پالان کے پچھلے حصہ کی مقدار اور جو اس کے قریب ہو یہ سترہ کی لمبائی کی مقدار ہے اور نماز کی سنت ہے اس کی کم از کم مقدار ایک ذراع (ڈیڑھ فٹ) ہے اور اس کی موٹائی نیزہ جتنی ہونی چاہیے یہ امام مالک کے نزدیک ہے ہمارے نزدیک سترہ نماز کے فضائل اور اس کے مستحبات سے ہے اور اس کی حکمت یہ ہے کہ سترہ کے پار انسان کی نظر نہ جائے اور سترہ پر جمی رہے اور اس کے خیالات ادھر اُدھر منتشر نہ ہوں کیونکہ جب وہ دوسری چیزوں کو دیکھے گا تو ان کی طرف توجہ ہوگی اور اس کی جو مقدار مقرر کی گئی ہے وہ اس کو منضبط کرنے کے لیے ہے اور یہ مقدار کم از کم ہے اور لکیر کھینچنے کا جو قول ہے وہ باطل ہے ہر چند کہ اس کے متعلق حدیث وارد ہے اور امام احمد بن حنبل نے اس پر عمل کیا ہے لیکن وہ حدیث ضعیف ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۴۱۴ 'دارالوفاء ۱۴۱۹ھ)

امام کا سترہ مقتدیوں کا بھی سترہ ہے اس کے متعلق صریح احادیث اور آثار

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امام کا سترہ اس کے پیچھے والوں کا بھی سترہ ہے۔

(المعجم الاوسط: ۴۶۸ 'مکتبۃ المعارف ریاض ۱۴۰۵ھ علامہ الہیثمی نے کہا: اس کی سند کا ایک راوی سوید بن عبد العزیز ضعیف ہے مجمع الزوائد ج ۲ ص ۶۲)

عون بن ابی جحیفہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت بلال رضی اللہ عنہ نیزہ لے کر نکلے اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ریتلی زمین میں گاڑ دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نیزہ کی طرف ظہر اور عصر کی نماز پڑھائی اس کے پار سے کتا' گدھا اور عورت گزر رہی تھی۔ (سنن ترمذی: ۱۹۷ 'مصنف عبدالرزاق: ۲۳۱۷۔ ج ۲ ص ۹ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۱ھ مسند احمد ج ۴ ص ۳۰۸)

اسود بن یزید بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے صفوں میں تھا' پس حضرت عمر نے نماز پڑھائی اور نیزہ ان کے سامنے تھا اور مسافر عورتیں ان کے سامنے سے گزر رہی تھیں اور اس سے ان کی نماز منقطع نہیں ہوئی۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۳۱۸)

ابراہیم نخعی بیان کرتے ہیں کہ اسود نے کہا کہ بسا اوقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نیزہ گاڑ دیتے اور اس کی طرف نماز پڑھتے اور مسافر عورتیں ان کے سامنے سے گزر رہی ہوتیں۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۳۱۹)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: امام کا سترہ اس کے پیچھے والوں کا بھی سترہ ہے' امام عبدالرزاق نے کہا: میں اسی پر عمل کرتا ہوں اور یہی وہ چیز ہے جس پر تمام لوگوں کا عمل ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۳۲۰)

سُترہ کے فوائد اور سُترہ میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

صحیح البخاری: ۴۹۴ میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب عید کے دن باہر نکلتے تو آپ نیزہ لانے کا حکم دیتے' جو آپ کے سامنے گاڑ دیا جاتا' پھر آپ اس کی طرف نماز پڑھتے اور لوگ آپ کے پیچھے ہوتے اور آپ اسی طرح سفر میں کرتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں دشمن سے محفوظ رہنے کے لیے اور احتیاط کی بناء پر اپنے ساتھ نیزہ رکھنا چاہیے اور اس میں خدام کو ساتھ رکھنے اور ان سے خدمت لینے کا جواز ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ امام کا سترہ اس کے پیچھے نمازیوں کا بھی سترہ ہے' علامہ ابن بطال نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے' انہوں نے کہا کہ اس پر اجماع ہے کہ سترہ سنت اور مستحب

ہے علامہ ابہری نے کہا: مقتدی کا سترہ اس کے امام کا سترہ ہے لہٰذا اس کے آگے کسی کے گزرنے سے اسے ضرر نہیں ہوگا' کیونکہ مقتدی کی نماز امام کی نماز کے ساتھ متعلق ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ جہاں انسان لوگوں کے گزرنے سے مامون نہ ہو وہاں پر سترہ رکھنا مشروع اور جائز ہے' اور جہاں یہ اطمینان ہو کہ وہاں سامنے سے لوگ نہیں گزریں گے' وہاں سترہ کے متعلق امام مالک کے دو قول ہیں اور امام شافعی کے نزدیک احادیث کے عموم کی وجہ سے سترہ مطلقاً مشروع ہے اور اس لیے بھی کہ سترہ سے نظر کی حفاظت ہوتی ہے۔

اگر انسان کھلی فضاء میں ہو تو آیا بغیر سترہ کے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ ابن القاسم مالکی نے حضرت ابن عباس کی حدیث کی وجہ سے اس کی اجازت دی ہے اور ابن ماجشون مالکی نے کہا ہے کہ سترہ پھر بھی ضروری ہے۔

عروہ' عطاء' سالم' قاسم' شعبی اور حسن بصری نے کہا ہے کہ لوگ کھلے میدان میں بغیر سترہ کے نماز پڑھتے تھے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۷۵)

سترہ کی مقدار اور کن چیزوں کو سترہ بنانا جائز ہے اور کن چیزوں کو سترہ بنانا ممنوع ہے؟

علامہ عینی فرماتے ہیں: امام محمد نے کہا: جو شخص کھلے میدان میں نماز پڑھتا ہے' اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ اس کے سامنے لاٹھی کی طرح کی کوئی چیز ہو' اگر کوئی چیز نہ ملے تو وہ درخت وغیرہ کو سترہ بنالے۔

اگر تم یہ کہو کہ سترہ کے لیے جس نیزہ کا ذکر کیا گیا ہے' اس کی طول میں کتنی حد ہے؟ تو میں کہوں گا کہ ہمارے اصحاب نے اس کی حد ایک ذراع (ڈیڑھ فٹ) یا اس سے زیادہ مقرر کی ہے اور اس میں انہوں نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم اپنے سامنے پالان کے پچھلے حصہ کی مثل رکھ لو' پھر تمہارے سامنے سے کسی کے گزرنے سے تمہیں ضرر نہیں ہوگا۔ (صحیح مسلم: ۴۹۹۔ الرقم المسلسل: ۱۰۹۲)

شیخ الاسلام نے اپنی مبسوط میں حضرت ابو جحیفہ کی حدیث (۴۹۵) ذکر کر کے یہ بیان کیا کہ نیزہ ایک ذراع (ڈیڑھ فٹ) لمبا اور ایک انگلی جتنا موٹا ہونا چاہیے' اس کی تائید حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ہوتی ہے کہ سترہ کے لیے تیر کافی ہے اور الذخیرہ میں مذکور ہے کہ تیر کا طول ایک ذراع ہے اور اس کا عرض ایک انگلی جتنا ہے' اگر سترہ کا طول ایک ذراع سے کم ہو تو اس میں ہمارے مشائخ کا اختلاف ہے' شیخ الاسلام نے کہا: اگر ترکش کو سامنے رکھا جائے اور وہ ایک ذراع بلند ہو تو وہ بلا اختلاف سترہ ہے اور اگر اس سے کم ہو تو اس میں اختلاف ہے۔

غریب الروایۃ میں مذکور ہے: بڑا دریا اور راستہ سترہ نہیں ہے' مالکیہ نے کہا ہے: اونچی ٹوپی اور تکیہ کو سترہ بنانا جائز ہے اور چابک کو سترہ بنانا جائز نہیں ہے' آدمی کی پیٹھ کو سترہ بنانا جائز ہے اور چہرہ کو سترہ بنانا ممنوع ہے اور کروٹ میں اختلاف ہے' عورت کو سترہ بنانا ممنوع ہے اور محارم میں اختلاف ہے' سوئے ہوئے کو' مجنون کو اور کافر کو سترہ نہ بنایا جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۰۱۷۔ ج ۱ ص ۱۳۱۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان حسب ذیل ہے:
سترہ کی تعریف اور اس کا حکم۔

۴۹۵ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ' عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِيْ جُحَيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عون

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِهِمْ بِالْبَطْحَاءِ ' وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ ' الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ ' وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ ' تَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ الْمَرْأَةُ وَالْحِمَارُ.

بن ابی جحیفہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کھلے میدان میں نماز پڑھائی اور آپ کے سامنے نیزہ تھا' ظہر کی دو رکعت اور عصر کی دو رکعت' اور آپ کے سامنے سے عورت اور گدھا گزر رہا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۷ میں گزر چکی ہے' دیگر ضروری فوائد ہم یہاں بیان کر رہے ہیں۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب انسان صحراء میں ہو تو اس کو اپنے سامنے سترہ رکھنا چاہیے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر نمازی کے سامنے سے عورت اور گدھا گزر جائے تو اس سے اس کی نماز منقطع نہیں ہوتی' یہ جمہور علماء کا قول ہے اور حضرت انس' مکحول' ابوالاحوص' حسن بصری اور عکرمہ سے اس کے خلاف منقول ہے۔

عورت' کتے اور گدھے کے نمازی کے سامنے سے گزرنے سے نماز کے منقطع ہونے کے متعلق احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت اور کتے اور گدھے کا (سامنے سے گزرنا) نماز کو منقطع کر دیتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۹۵۰' مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۹۸۳۔ ج ۱۳ ص ۳۶۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مصنف عبد الرزاق: ۲۳۵۱' المعجم الکبیر: ۳۱۶۱' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۷۵' کامل ابن عدی ج ۲ ص ۵۷۶۔ ج ۵ ص ۲۰۲۱۔ ج ۷ ص ۲۵۹۱۔ ج ۶ ص ۲۴۲۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: شعبہ نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: حائض عورت اور کتا نماز کو قطع کر دیتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۷۰۳' سنن نسائی: ۷۵۰' سنن ابن ماجہ: ۹۴۹' السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۲۷' صحیح ابن خزیمہ: ۸۳۲' صحیح ابن حبان: ۲۳۸۷' المعجم الکبیر: ۱۲۸۲۴' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۷۴' مصنف عبد الرزاق: ۲۳۵۴' مسند احمد ج ۱ ص ۳۴۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۲۴۱۔ ج ۵ ص ۲۹۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو پالان کی آخری لکڑی کی مثل کو سترہ بنالے اور اگر اس کے سامنے پالان کی آخری لکڑی کی مثل کوئی چیز نہیں ہوگی تو اس کی نماز کو گدھا' عورت اور سیاہ کتا قطع کر دے گا۔ (صحیح مسلم: ۲۶۵' الرقم المسلسل: ۱۱۱۷' سنن ابوداؤد: ۷۰۲' سنن ترمذی: ۳۳۸' سنن ابن ماجہ: ۹۵۲' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۴۵۳' سنن دارمی: ۱۴۱۴' صحیح ابن حبان: ۲۳۸۵' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۷۴' صحیح ابن خزیمہ: ۸۳۱۔ ۸۳۰' المعجم الصغیر: ۵۰۵۔ ۱۹۵' المعجم الاوسط: ۸۲۹۵۔ ۳۳۴۹' المعجم الکبیر: ۱۶۳۶۔ ۱۶۳۵' مسند احمد ج ۵ ص ۱۴۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۳۲۳۔ ج ۳۵ ص ۲۵۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

ان احادیث میں ان فقہاء کی دلیل ہے' جو کہتے ہیں کہ نمازی کے آگے سے عورت اور کتے اور گدھے کا گزرنا نماز کو قطع کر دیتا ہے۔

عورت اور گدھے کے نمازی کے سامنے سے گزرنے سے نماز منقطع نہ ہونے کے متعلق احادیث

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز کو کوئی چیز منقطع نہیں کرتی' نماز کے آگے سے گزرنے والے کو جتنا تم دفع کر سکتے ہو دفع کرو' وہ صرف شیطان ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۷۱۹' مشکوٰۃ: ۷۸۵)

مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے ذکر کیا گیا کہ کتے' گدھے اور عورت کا نمازی کے سامنے سے گزرنا' اس کی نماز کو قطع کر دیتا ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تم نے ہمیں گدھوں اور کتوں کے مشابہ کر دیا ہے؟ اللہ کی قسم! میں نے ضرور دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان تخت پر لیٹی ہوئی تھی' مجھے کوئی کام ہوتا تو میں آپ

کے سامنے بیٹھنے کو ناپسند کرتی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذاء دوں تو میں آپ کے پیروں کی طرف سے چپکے سے نکل جاتی۔

(صحیح البخاری: ۵۱۴ 'صحیح مسلم: ۵۱۲ 'الرقم المسلسل: ۱۱۲۳ 'سنن ابوداؤد: ۷۱۳-۷۱۲-۷۱۱ 'سنن نسائی: ۱۶۸-۱۶۷-۱۶۶)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے سامنے حضرت عائشہ تھیں اور آپ نماز پڑھتے رہے' اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے سامنے ہونے سے مرد کی نماز منقطع نہیں ہوتی' اور گدھے کے نمازی کے سامنے سے گزرنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک گدھی پر سوار ہو کر آیا اور میں اس وقت بلوغت کے قریب تھا' اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منیٰ میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے' میں بعض صف کے آگے سے گزرا' پھر میں اترا اور گدھی کو میں نے چرنے کے لیے چھوڑ دیا اور میں صف میں داخل ہو گیا اور کسی نے مجھ پر اعتراض نہیں کیا۔

(صحیح البخاری: ۴۹۳ 'صحیح مسلم: ۵۰۴ 'سنن ترمذی: ۳۳۷ 'سنن نسائی: ۷۵۱ 'سنن ابن ماجہ: ۹۴۷ 'مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۹)

ان مختلف احادیث میں وجہ تطبیق

ان احادیث میں یہ دلیل ہے کہ عورت اور گدھے کے نمازی کے سامنے سے گزرنے سے اس کی نماز نہیں ٹوٹتی اور جن اوّل الذکر احادیث میں یہ بیان ہے کہ عورت' کتے اور گدھے کے نمازی کے سامنے سے گزرنے سے اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے یا تو وہ احادیث ثانی الذکر احادیث سے منسوخ ہیں اور جمہور فقہاء کی یہی رائے ہے اور یا پھر اوّل الذکر احادیث کی یہ تاویل ہے کہ جب نمازی کے سامنے سے عورت' کتا یا گدھا گزرے گا تو نمازی کی توجہ اس کی طرف مبذول ہو گی اور نماز میں اس کا جو خشوع اور خضوع تھا' وہ منقطع ہو جائے گا۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی نے ان مختلف احادیث میں اسی طرح تطبیق دی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۰۸ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱)

٩١ - بَابُ قَدْرِ كَمْ يَنْبَغِي اَنْ يَكُوْنَ بَيْنَ الْمُصَلِّيْ وَالسُّتْرَةِ

نمازی اور سترہ کے درمیان کتنی مقدار فاصلہ ہونا چاہیے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نمازی اور سترہ کے درمیان کتنی مقدار کا فاصلہ ہونا چاہیے۔

٤٩٦ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِيْ حَازِمٍ ' عَنْ اَبِيْهِ ' عَنْ سَهْلٍ قَالَ كَانَ بَيْنَ مُصَلّٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الْجِدَارِ مَمَرُّ الشَّاةِ. [طرف الحدیث: ۷۳۳۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن زرارہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن ابی حازم نے خبر دی از والد خود' از حضرت سہل رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جا نماز اور دیوار کے درمیان بکری کے گزرنے کی جگہ تھی۔

(صحیح مسلم: ۵۰۸ 'الرقم المسلسل: ۱۰۲۱ 'سنن ابوداؤد: ۶۹۶ 'صحیح ابن خزیمہ: ۱۴۳۵-۱۴۳۴-۸۰۴ 'جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۴۲۸ 'مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمرو بن زرارہ ابو محمد نیشاپوری' یہ ۲۸۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبد العزیز بن ابی حازم (۳) ان کے والد حازم

(۴) حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ ۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۰۹)

نمازی اور سترہ کے درمیان کی مقدار میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

نمازی اور اس کے سترہ کے درمیان یہ کم سے کم فاصلہ ہے۔ عطاء امام شافعی اور امام احمد بن حنبل نے یہ کہا ہے کہ اس کی کم از کم مقدار تین ذراع (ساڑھے چار فٹ) ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھی اور آپ کے اور قبلہ کے درمیان تین ذراع کا فاصلہ تھا' اور امام مالک نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی' ابواسحاق السبیعی نے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے تھے اور اپنے اور قبلہ کے درمیان تین ذراع کا فاصلہ رکھتے تھے' اور سہل بن ابی حثمہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو سترہ کے قریب ہو تا کہ اس کی نماز کو شیطان قطع نہ کرے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۷۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

حافظ بدرالدین عینی اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے اسی عبارت کو معمولی تغیر سے بیان کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۱۰' فتح الباری ج ۲ ص ۱۲۳)

۴۹۷ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ قَالَ كَانَ جِدَارُ الْمَسْجِدِ عِنْدَ الْمِنْبَرِ مَا كَادَتِ الشَّاةُ تَجُوزُهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابی عبید نے حدیث بیان کی از حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: مسجد کی دیوار منبر کے پاس تھی' اس سے بکری بہ مشکل گزر سکتی تھی۔

(صحیح مسلم: ۵۰۹' الرقم المسلسل: ۱۱۱۵' سنن ابوداؤد: ۱۰۸۲' سنن ابن ماجہ: ۱۴۳۰' المعجم الکبیر: ۶۲۹۹' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۷۲' مسند احمد ج ۴ ص ۵۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۵۴۲۔ ج ۲۷ ص ۸۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

یہ حدیث ثلاثی ہے' اس میں امام بخاری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان صرف تین راوی ہیں' اس حدیث کی باب کے عنوان سے اس طرح مطابقت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر کے پہلو میں کھڑے ہوتے تھے کیونکہ اس وقت آپ کی مسجد میں محراب نہیں تھا' پس آپ کے اور دیوارِ قبلہ کے درمیان اتنی مسافت تھی جتنی مسافت منبر اور دیوارِ قبلہ کے درمیان تھی' پس گویا کہ حضرت سلمہ نے کہا: نمازی اور سترہ کے درمیان اتنا فاصلہ ہونا چاہیے جتنا فاصلہ آپ کے منبر اور دیوارِ قبلہ کے درمیان تھا۔

۹۲ - بَابُ الصَّلٰوةِ إِلَى الْحَرْبَةِ

چھوٹے نیزہ کی طرف نماز پڑھنا

اس عنوان میں "حربة" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: چھوٹا نیزہ۔

۴۹۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُرْكَزُ لَهُ الْحَرْبَةُ، فَيُصَلِّي إِلَيْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبیداللہ انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے چھوٹا نیزہ گاڑ دیا جاتا تھا' پھر آپ اس کی طرف نماز پڑھتے تھے۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۴۷۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ ھ)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۹۴ میں گزر چکی ہے۔

۹۳ - بَابُ الصَّلٰوةِ اِلَى الْعَنَزَةِ — نیزہ کی طرف نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نمازی اور قبلہ کے درمیان جو نیزہ گاڑا ہوا ہے' اس نیزہ کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے۔

٤٩٩ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْنُ بْنُ اَبِيْ جُحَيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْهَاجِرَةِ ' فَاُتِيَ بِوَضُوْءٍ فَتَوَضَّاَ ' فَصَلّٰى بِنَا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ ' وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ ' وَالْمَرْاَةُ وَالْحِمَارُ يَمُرُّوْنَ مِنْ وَّرَائِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عون بن ابی جحیفہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوپہر کے وقت ہماری طرف نکلے' پس آپ کے وضوء کا پانی لایا گیا' پھر آپ نے وضوء کیا' پھر آپ نے ہمیں ظہر اور عصر کی نماز پڑھائی اور آپ کے سامنے نیزہ تھا اور عورت اور گدھا اس نیزہ کے پاس سے گزر رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۹۵ میں گزر چکی ہے۔

٥٠٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بَزِيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَاذَانُ ' عَنْ شُعْبَةَ ' عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ مَيْمُوْنَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِهٖ ' تَبِعْتُهُ اَنَا وَغُلَامٌ ' وَمَعَنَا عُكَّازَةٌ ' اَوْ عَصًا ' اَوْ عَنَزَةٌ ' وَمَعَنَا اِدَاوَةٌ ' فَاِذَا فَرَغَ مِنْ حَاجَتِهٖ نَاوَلْنَاهُ الْاِدَاوَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن حاتم بن بزیع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شاذان نے حدیث بیان کی از شعبہ از عطاء ابن ابی میمونہ' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضاء حاجت کے لیے جاتے تو میں اور ایک اور لڑکا آپ کے پیچھے جاتے اور ہمارے ساتھ ڈنڈا یا لاٹھی یا نیزہ ہوتا' اور ہمارے ساتھ چمڑے کا برتن ہوتا' جب آپ قضاء حاجت سے فارغ ہو جاتے تو ہم آپ کو وہ چمڑے کا برتن دیتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۰ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: پانی کے ساتھ استنجاء کرنا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: نیزہ کی طرف نماز پڑھنا' اور اس حدیث میں نیزہ کا بھی ذکر ہے اور پانی کے ساتھ استنجاء کرنے کا بھی ذکر ہے۔

۹٤ - بَابُ السُّتْرَةِ بِمَكَّةَ وَغَيْرِهَا — مکہ وغیرہا میں سترہ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو روکنے کے لیے سترہ قائم کرنا مستحب ہے خواہ وہ سترہ مکہ میں ہو یا غیر مکہ میں اور مکہ کی قید اس لیے لگائی ہے تاکہ کوئی شخص یہ وہم نہ کرے کہ سترہ قبلہ ہے اور مکہ میں کعبہ کے سوا اور کسی کو قبلہ نہیں بنانا چاہیے اور ہر وہ شخص جو کسی کھلی اور وسیع جگہ میں نماز پڑھے' اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ سترہ کی طرف نماز پڑھے خواہ وہ مکہ میں نماز پڑھے یا کسی اور جگہ نماز پڑھے' ہاں! اگر وہ مکہ مکرمہ کی ایسی مسجد میں نماز پڑھے جو مکہ کے قریب ہو اور وہاں کسی کے لیے نمازی کے آگے سے گزرنا ممکن نہ ہو تو پھر اس کو سترہ کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ مکہ کا قبلہ اس کا سترہ ہے اور اگر اس نے مسجد کے مؤخر حصے میں اس طرح نماز پڑھی کہ اس کے آگے سے گزرنا ممکن تھا یا مکہ مکرمہ کی باقی جگہوں میں بغیر کسی دیوار یا درخت یا اس جیسی کسی چیز کے نماز پڑھی تو پھر اس کو اپنے آگے سترہ رکھنا چاہیے' جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ کے علاوہ دیگر مقامات پر کھلی جگہ میں نیزہ کی طرف

نماز پڑھی۔

۵۰۱- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْهَاجِرَةِ، فَصَلَّى بِالْبَطْحَاءِ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ، وَنَصَبَ بَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةً وَتَوَضَّأَ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَتَمَسَّحُونَ بِوَضُوئِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حکم از حضرت ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت نکلے' پھر آپ نے بجری والی ریتلی زمین (مدینہ کی وادی) میں ظہر اور عصر کی دو' دو رکعت نماز پڑھی اور اپنے سامنے نیزہ گاڑ دیا اور وضوء کیا' پھر لوگ آپ کے وضوء کے پانی کو اپنے جسم پر لگا رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۷ میں تفصیل سے گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: لوگوں کے وضوء کے بچے ہوئے پانی کو استعمال کرنا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: مکہ وغیرہ میں سترہ' اور اس حدیث میں دونوں باتوں کا ذکر ہے۔

۹۵- بَابُ الصَّلٰوةِ إِلَى الْأُسْطُوَانَةِ — ستون کی طرف نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ستون کی طرف نماز پڑھنا مستحب ہے۔

وَقَالَ عُمَرُ الْمُصَلُّوْنَ أَحَقُّ بِالسَّوَارِيْ مِنَ الْمُتَحَدِّثِيْنَ إِلَيْهَا.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ستونوں کی طرف باتیں کرنے والوں کی بہ نسبت نماز پڑھنے والے زیادہ مستحق ہیں۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

ادریس الصنعانی ایک شخص سے روایت کرتے ہیں' جس کو ہمدان کہا جاتا تھا' وہ اہل یمن کی ڈاک حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچاتا تھا' وہ بیان کرتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ستونوں کی طرف باتیں کرنے والوں کی بہ نسبت نماز پڑھنے والے زیادہ مستحق ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۱۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

نمازیوں کے زیادہ مستحق ہونے کی وجہ یہ ہے کہ باتیں کرنے والے ستونوں کی طرف ٹیک لگانے کے محتاج ہوتے ہیں اور نماز پڑھنے والے ستون کو سترہ بنانے کے محتاج ہوتے ہیں' سو دونوں ستونوں کی طرف احتیاج میں مشترک ہیں لیکن نمازی چونکہ عبادت کرنے والے ہیں' اس لیے وہ ستونوں کے زیادہ مستحق ہیں۔

وَرَاٰی عُمَرُ رَجُلًا يُصَلِّيْ بَيْنَ أُسْطُوَانَتَيْنِ، فَأَدْنَاهُ إِلَى سَارِيَةٍ، فَقَالَ صَلِّ إِلَيْهَا.

اور حضرت عمر نے ایک شخص کو دیکھا' وہ دو ستونوں کے درمیان نماز پڑھ رہا تھا' انہوں نے اس کو ایک ستون کی طرف قریب کر کے کہا: اس کی طرف نماز پڑھو۔

اس تعلیق کی اصل اس حدیث میں ہے:

معاویہ بن قرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھا' میں دو ستونوں کے درمیان نماز پڑھ رہا تھا تو انہوں نے میری پیٹھ کو پکڑ کر مجھے سترہ کے قریب کر دیا اور فرمایا: اس کی طرف نماز پڑھو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۰۱- ج ۲ ص ۱۴۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

۵۰۲- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں المکی بن ابراہیم نے

بْنُ اَبِیْ عُبَیْدٍ قَالَ کُنْتُ اٰتِیْ مَعَ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ فَیُصَلِّیْ عِنْدَ الْاُسْطُوَانَةِ الَّتِیْ عِنْدَ الْمُصْحَفِ، فَقُلْتُ یَا اَبَا مُسْلِمٍ، اَرَاكَ تَتَحَرَّی الصَّلٰوةَ عِنْدَ هٰذِهِ الْاُسْطُوَانَةِ؟ قَالَ فَاِنِّیْ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَحَرَّی الصَّلٰوةَ عِنْدَهَا.

(صحیح مسلم: ۵۰۹، الرقم المسلسل: ۱۱۱۵، سنن ابن ماجہ: ۱۴۳۰، جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۲۵۵، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابی عبید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کے پاس آیا وہ المصحف کے پاس ایک ستون کے نزدیک نماز پڑھ رہے تھے پس میں نے کہا: اے ابومسلم! میں دیکھتا ہوں کہ آپ اس ستون کو تلاش کر کے اس کے پاس نماز پڑھتے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قصد کر کے اس ستون کے پاس نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

یہ حدیث ثلاثی ہے اس میں امام بخاری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف تین راوی ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

المصحف کے ستون کا معنی

اس حدیث میں "المصحف" کا ذکر ہے علامہ عینی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں مصحف کی ایک خاص جگہ تھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے اس جگہ وہ مصحف رکھا ہوا تھا صحیح مسلم میں یہ الفاظ ہیں کہ وہ صندوق کے پیچھے نماز پڑھتے تھے گویا کہ وہ مصحف (قرآن مجید) اس صندوق میں رکھا جاتا تھا اور جس ستون کا اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے وہ "اسطوانة المهاجرین" کے نام سے مشہور تھا۔ آپ اس ستون کے پاس کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے اور اس ستون کو پہلو میں نہیں رکھتے تھے تاکہ صفوں میں خلل نہ ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۱۵)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۰۳۸ - ج ۷ ص ۱۳۲۰ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۵۰۳ - حَدَّثَنَا قَبِیْصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ، عَنْ اَنَسٍ، قَالَ لَقَدْ رَاَیْتُ كِبَارَ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَبْتَدِرُوْنَ السَّوَارِیَ عِنْدَ الْمَغْرِبِ. وَزَادَ شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ اَنَسٍ حَتّٰی یَخْرُجَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

[طرف الحدیث: ۶۲۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو بن عامر از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے بڑے اصحاب کو دیکھا وہ مغرب کے وقت ستونوں کی طرف سبقت کرتے تھے۔ شعبہ نے از عمرو از حضرت انس رضی اللہ عنہ یہ اضافہ کیا: حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجرے سے نکل آتے۔

(سنن نسائی: ۶۸۱، صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۸۸، صحیح ابن حبان: ۱۵۸۹، سنن دارمی: ۱۴۴۱، مصنف عبد الرزاق: ۳۹۸۶، سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۷۶، مسند احمد ج ۳ ص ۲۸۰، مسند احمد: ۱۳۹۸۳ - ج ۲۱ ص ۴۰۱، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) قبیصہ بن عقبہ الکوفی (۲) سفیان ثوری (۳) عمرو بن عامر الکوفی الانصاری یہ عمرو بن عامر البصری نہیں ہیں کیونکہ وہ سلمی ہیں (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۱۵)

ستون کو سترہ بنانے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحراء میں نیزہ گاڑ کر اس کو سترہ بناتے تھے تو مسجد کا ستون نیزہ کی بہ نسبت سترہ بنانے کے زیادہ لائق تھا کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ سترہ کی مقدار پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر ہونی چاہیے تو اس سے معلوم ہوا کہ پالان کی پچھلی لکڑی اور نیزہ کی بہ نسبت مسجد کا ستون سترہ بنانے کے زیادہ لائق ہے اور امام کو چاہیے کہ وہ ستون کو اپنے سامنے رکھے اور اس کے پہلو میں نہ کھڑا ہو تا کہ صفوں میں خلل نہ ہو۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۸۲۔۱۸۱)

٩٦ - بَابُ الصَّلٰوةِ بَيْنَ السَّوَارِيْ فِيْ غَيْرِ جَمَاعَةٍ

بغیر جماعت کے ستونوں کے درمیان نماز

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ جب انسان اکیلا ہو تو وہ مسجد کے ستونوں کے درمیان نماز پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ ستونوں کے درمیان جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ ہے' کیونکہ اس سے صف منقطع ہوتی ہے۔

٥٠٤ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ، وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ، وَبِلَالٌ، فَأَطَالَ، ثُمَّ خَرَجَ كُنْتُ أَوَّلَ النَّاسِ دَخَلَ عَلٰى أَثَرِهِ، فَسَأَلْتُ بِلَالًا أَيْنَ صَلّٰى؟ قَالَ بَيْنَ الْعَمُوْدَيْنِ الْمُقَدَّمَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت اسامہ بن زید اور حضرت عثمان بن طلحہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم بیت اللہ کے اندر داخل ہوئے' پس بہت دیر اندر رہے' پھر باہر نکلے تو سب سے پہلے میں ان کے پیچھے داخل ہوا' پھر میں نے حضرت بلال سے پوچھا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کس جگہ نماز پڑھی تھی؟ انہوں نے بتایا: سامنے کے دو ستونوں کے درمیان۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۷ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: اہل مدینہ' اہل شام کا قبلہ' اور یہاں اس کا عنوان ہے: بغیر جماعت کے ستونوں کے درمیان نماز پڑھنا' اور اس حدیث میں ان دونوں عنوانوں کا ذکر ہے۔

٥٠٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ، وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، وَبِلَالٌ، وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ الْحَجَبِيُّ، فَأَغْلَقَهَا عَلَيْهِ، وَمَكَثَ فِيْهَا، فَسَأَلْتُ بِلَالًا حِيْنَ خَرَجَ مَا صَنَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ جَعَلَ عَمُوْدًا عَنْ يَسَارِهِ، وَعَمُوْدًا عَنْ يَمِيْنِهِ، وَثَلَاثَةَ أَعْمِدَةٍ وَرَاءَهُ، وَكَانَ الْبَيْتُ يَوْمَئِذٍ عَلٰى سِتَّةِ أَعْمِدَةٍ، ثُمَّ صَلّٰى. وَقَالَ لَنَا إِسْمَاعِيْلُ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، وَقَالَ عَمُوْدَيْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت اسامہ بن زید اور حضرت بلال اور حضرت عثمان بن طلحہ الحجبی کعبہ کے اندر داخل ہوئے' پھر اس کا دروازہ بند کر دیا اور اس میں کچھ دیر ٹھہرے' پھر جب وہ کعبہ سے باہر نکلے تو میں نے حضرت بلال سے سوال کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں کیا کیا تھا؟ انہوں نے کہا: آپ نے ایک ستون کو بائیں جانب رکھا اور ایک ستون کو دائیں جانب رکھا اور تین ستونوں کو اپنے پیچھے اور بیت اللہ ان دنوں چھ ستونوں پر تھا' پھر

عَنْ يَمِينِهِ.

آپ نے نماز پڑھی اور ہم سے اسماعیل نے بیان کیا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی اور کہا: دوستون آپ کے دائیں جانب تھے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۳۹۷ میں گزر چکی ہے۔

۹۷ - بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی ترجمہ یا عنوان قائم نہیں کیا' اور اس کتاب میں ان کا اسلوب یہ ہے کہ وہ جس باب کا عنوان قائم نہیں کرتے' وہ ابواب سابقہ کے ساتھ ملحق ہوتا ہے۔

۵۰۶ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ ضَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ' عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ كَانَ اِذَا دَخَلَ الْكَعْبَةَ' مَشٰى قِبَلَ وَجْهِهٖ حِيْنَ يَدْخُلُ' وَجَعَلَ الْبَابَ قِبَلَ ظَهْرِهٖ' فَمَشٰى حَتّٰى يَكُوْنَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِدَارِ الَّذِيْ قِبَلَ وَجْهِهٖ قَرِيْبًا مِّنْ ثَلَاثَةِ اَذْرُعٍ صَلّٰى' يَتَوَخَّى الْمَكَانَ الَّذِيْ اَخْبَرَهٗ بِهٖ بِلَالٌ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِيْهِ' قَالَ وَلَيْسَ عَلٰى اَحَدِنَا بَاْسٌ' اِنْ صَلّٰى فِيْ اَيِّ نَوَاحِي الْبَيْتِ شَاءَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوضمرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب کعبہ میں داخل ہوئے تو دخول کے وقت وہ اپنے منہ کی طرف چلے اور دروازہ کو اپنی پشت کے پیچھے رکھا' پھر چلے حتیٰ کہ ان کے درمیان اور اس دیوار کے درمیان جو ان کے منہ کی طرف تھی تقریباً تین ذراع (ساڑھے چار فٹ) کا فاصلہ تھا' (پھر) انہوں نے نماز پڑھی اور اس جگہ کا قصد کیا' جس جگہ کے متعلق ان کو حضرت بلال نے یہ خبر دی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ نماز پڑھی ہے' اور کہا: ہم میں سے جو شخص بیت اللہ کی کسی جانب نماز پڑھے' اس پر کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۳۹۷ کا مطالعہ فرمائیں۔

۹۸ - بَابُ الصَّلٰوةِ اِلَى الرَّاحِلَةِ وَالْبَعِيْرِ وَالشَّجَرِ وَالرَّحْلِ

سواری' اونٹ' درخت اور پالان کی طرف نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مذکورہ اشیاء کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جائز ہے۔

۵۰۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ الْبَصْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ' عَنْ نَافِعٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يُعَرِّضُ رَاحِلَتَهٗ فَيُصَلِّيْ اِلَيْهَا' قُلْتُ اَفَرَاَيْتَ اِذَا هَبَّتِ الرِّكَابُ؟ قَالَ كَانَ يَاْخُذُ الرَّحْلَ فَيُعَدِّلُهٗ' فَيُصَلِّيْ اِلٰى اٰخِرَتِهٖ' اَوْ قَالَ مُؤَخَّرِهٖ' وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَفْعَلُهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن ابی بکر المقدمی البصری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از عبیداللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری کو عرض میں کر لیتے' پھر اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے' میں نے کہا: یہ بتائیں کہ جب سواریاں اچھلتیں (تو آپ کیا کرتے تھے)؟ انہوں نے کہا: پھر آپ اس پالان یا کجاوے کو پکڑ لیتے' اس کو برابر رکھتے اور اس کی آخری لکڑی کو کھڑا کر کے اس کی طرف نماز پڑھتے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ

بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۳۰ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: اونٹوں کی جگہوں میں نماز پڑھنا' اس حدیث میں سواری اور پالان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا ذکر ہے' درخت اور اونٹ کی طرف نماز پڑھنے کا ذکر نہیں ہے' اونٹ کا ذکر تو سواری کے ذکر میں آ گیا ہے اور درخت کی طرف نماز پڑھنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

امام نسائی سند حسن کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک میں نے جنگ بدر کے دن دیکھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا ہم میں سے ہر شخص سویا ہوا تھا اور آپ ایک درخت کی طرف نماز پڑھ رہے تھے' حتیٰ کہ صبح ہو گئی۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۱۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۹۹ - بَابُ الصَّلٰوةِ اِلَى السَّرِيْرِ

تخت یا چارپائی پر نماز پڑھنا

۵۰۸ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ' عَنْ مَنْصُوْرٍ' عَنْ اِبْرَاهِيْمَ' عَنِ الْاَسْوَدِ' عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَعَدَلْتُمُوْنَا بِالْكَلْبِ وَالْحِمَارِ؟ لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ مُضْطَجِعَةً عَلَى السَّرِيْرِ' فَيَجِيْءُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَتَوَسَّطُ السَّرِيْرَ فَيُصَلِّيْ' فَاَكْرَهُ اَنْ اُسَنِّحَهٗ' فَاَنْسَلُّ مِنْ قِبَلِ رِجْلَيِ السَّرِيْرِ' حَتّٰى اَنْسَلَّ مِنْ لِحَافِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم از اسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے فرمایا: کیا تم نے ہمیں کتے اور گدھے کے برابر کر دیا ہے؟ میں نے خود کو دیکھا کہ میں تخت پر لیٹی ہوئی تھی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے' آپ نے تخت کو وسط میں کر لیا' پھر آپ نماز پڑھ رہے تھے' میں نے اس کو ناپسند کیا کہ میں نماز میں آپ کے سامنے رہوں' پس میں تخت کے پیروں کی جانب سے آہستہ سے نکل کر اپنے لحاف سے باہر نکل آتی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۸۲ میں گزر چکی ہے' بعض ضروری امور بیان کیے جا رہے ہیں۔

علماء غیر مقلدین کا نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیال کو اپنے گدھے اور بیل کے خیال سے بدتر قرار دینا

اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا تم نے ہمیں کتے اور گدھے کے برابر کر دیا ہے! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ جملہ اس موقع پر کہا تھا' جب بعض لوگوں نے یہ حدیث بیان کی: نمازی کے سامنے سے کتا' گدھا اور عورت گزر جائے تو اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے' حضرت عائشہ کو ان کی یہ حدیث اس لیے ناگوار گزری کہ اس ایک جملہ میں عورت کو کتے اور گدھے کے ساتھ ذکر کیا ہے اور چونکہ حضرت ام المؤمنین بھی عورت ہیں' اس لیے آپ نے فرمایا: کیا تم نے ہمیں کتے اور گدھے کے برابر کر دیا ہے' جب حضرت عائشہ کو اس سے ایذاء پہنچی کہ آپ کا ذکر کتے اور گدھے کے ساتھ کیا گیا تو اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر گدھے اور بیل کے ساتھ کیا جائے تو اس سے آپ کو کتنی ایذاء پہنچے گی۔

غیر مقلدین کے مشہور عالم شیخ اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ لکھتے ہیں:

زنا کے خیال سے (نماز میں) اپنی بیوی سے جماع کا خیال بہتر ہے اور شیخ اور ان جیسے معظمین خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں' کی طرف اپنی توجہ کو لگا دینا' اپنے بیل اور گدھے کے تصور میں استغراق سے کہیں زیادہ برا ہے۔

(صراط مستقیم ص ۸۶' مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور)

اس عبارت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کی صرف یہی وجہ نہیں ہے کہ گدھے اور بیل کے تصور کے ساتھ آپ کی طرف توجہ

لگا دینے کا ذکر ہے بلکہ آپ کی طرف توجہ لگا دینے کو گدھے اور بیل کے تصور میں استغراق سے زیادہ بُرا قرار دیا گیا ہے' سوچیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس عبارت سے کس قدر ایذاء پہنچی ہو گی! قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ. (الاحزاب:۵۷)

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچاتے ہیں' اللہ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت فرماتا ہے۔

عبارت مذکورہ کی توجیہ کا ردّ

اس عبارت کی توجیہ میں شیخ اسماعیل دہلوی نے یہ لکھا ہے کہ:

بیل اور گدھے کا خیال دل میں اس قدر تعظیم کے ساتھ نہیں آتا' جس قدر تعظیم اور اجلال کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تصور آئے گا اور نماز میں غیر اللہ کا تعظیم کے ساتھ تصور شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے۔ (صراطِ مستقیم ص ۸۶' مکتبہ سلفیہ لاہور)

یہ توجیہ قطعاً باطل اور مردود ہے کیونکہ نماز میں غیر اللہ کی تعظیم مطلقاً شرک نہیں ہے بلکہ تعظیم بہ طریقہ عبادت شرک ہے اور نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم معمول اور مشروع ہے۔ دیکھئے: سلام تعظیم کے لیے کیا جاتا ہے اور نماز کے تشہد میں ''**السلام علیك ایها النبی و رحمة الله و بر كاته**'' پڑھا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بالفعل تعظیم کی ہے' حدیث میں ہے:

عین حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کے متعلق احادیث

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو عمرو بن عوف کی آپس میں صلح کرانے کے لیے تشریف لے گئے' نماز کا وقت آ گیا تو مؤذن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے تو میں اقامت کہوں؟ حضرت ابوبکر نے کہا: ہاں' پھر حضرت ابوبکر نماز پڑھانے لگے' (اسی اثناء میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آ گئے اور لوگ نماز پڑھ رہے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفوں سے گزرتے ہوئے پہلی صف میں پہنچ گئے' پس لوگوں نے تالیاں بجائیں' اور حضرت ابوبکر نماز میں اِدھر اُدھر توجہ نہیں کرتے تھے' پھر جب لوگوں نے بہت زیادہ تالیاں بجائیں تو حضرت ابوبکر نے توجہ کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ لیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ کیا کہ تم اپنی جگہ قائم رہو' پھر حضرت ابوبکر نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو نماز پڑھاتے رہنے کا حکم دیا ہے' پھر حضرت ابوبکر پیچھے صف کے برابر کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی' نماز سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا: اے ابوبکر! تمہیں (نماز پڑھانے سے) کس چیز نے روکا جب میں نے تمہیں نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا؟ حضرت ابوبکر نے کہا: ابوقحافہ کے بیٹے کے لیے یہ ممکن ہی نہ تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے کھڑا ہو کر نماز پڑھائے! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم لوگوں کو نماز میں اتنی زیادہ تالیاں بجاتے ہوئے کیوں دیکھا' جس شخص کو نماز میں کوئی تشویش ناک بات پیش آ جائے تو وہ سبحان اللہ کہے' کیونکہ جب وہ سبحان اللہ کہے گا تو امام اس کی طرف متوجہ ہو گا' تالیاں بجا کر امام کو متوجہ کرنا صرف خواتین کے لیے مشروع ہے۔ (صحیح البخاری:۱۲۳۴_۱۲۱۸_۶۸۴' صحیح مسلم:۴۲۱' الرقم المسلسل:۹۳۴' سنن ابوداؤد:۹۴۰' سنن نسائی:۷۸۳' سنن ابن ماجہ:۱۰۳۵' صحیح ابن حبان:۲۲۶۰' المعجم الکبیر:۵۷۷۱' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۴۶_۲۴۵' صحیح ابن خزیمہ:۱۲۶۳' شرح السنۃ:۷۴۹' مسند الامام الطحاوی:۲۶۷۱' مکتبۃ الحرمین' دبئی' مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۷ طبع قدیم' مسند احمد:۲۲۸۵۲_ج ۳۷ ص ۵۰۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:۲۴۱۵' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے دوران آ گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امامت چھوڑ کر پیچھے

صف میں کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کے استفسار پر اپنے پیچھے ہٹنے کی یہ وجہ بیان کی: ابوقحافہ کے بیٹے کے لیے تو یہ ممکن ہی نہ تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے آگے کھڑا ہو کر نماز پڑھائے' اور اس میں کیا شک ہے کہ حضرت ابوبکر کا نماز میں پیچھے ہٹنا رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کے لیے تھا اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی یہ تعظیم نماز میں کی تھی' اسی طرح تمام صحابہ' رسول اللہ ﷺ کے آنے پر جو تالیاں بجا رہے تھے' وہ بھی اس لیے کہ حضرت ابوبکر تالیوں کی آواز سن کر توجہ کریں اور رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر امامت چھوڑ کر پیچھے آ جائیں اور ان تمام صحابہ نے نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کی تھی۔

اس کے بعد دوسری بار بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عین حالت نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کی:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیماری کے ایام میں حضرت ابوبکر کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' سو حضرت ابوبکر ان کو نماز پڑھاتے تھے' عروہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض میں تخفیف محسوس کی' آپ حجرے سے باہر آئے تو حضرت ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے' جب حضرت ابوبکر نے آپ کو دیکھا تو وہ پیچھے ہو گئے' آپ نے ان کو اشارہ کیا کہ تم اسی طرح نماز پڑھاتے رہو' پھر رسول اللہ ﷺ' حضرت ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ گئے' پس حضرت ابوبکر' رسول اللہ ﷺ کی نماز کی اقتداء کر رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر کی نماز کی اقتداء کر رہے تھے۔

(صحیح البخاری: ۶۸۳' صحیح مسلم: ۴۱۸' الرقم المسلسل: ۹۱۱' سنن ابن ماجہ: ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۳' موطأ امام مالک۔ کتاب صلوٰۃ الجماعۃ: ۱۸' تنویر الحوالک ص ۱۵۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' دلائل النبوۃ ج ۷ ص ۲۲۷۔ ۲۲۶' مسند احمد ج ۱ ص ۳۵۷۔ ۳۵۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۳۵۵۔ ج ۵ ص ۳۵۸۔ ۳۵۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث میں بھی یہ تصریح ہے کہ حضرت ابوبکر نماز پڑھا رہے تھے' رسول اللہ ﷺ نے اشارہ بھی کیا کہ نماز پڑھاتے رہو' لیکن رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیچھے ہو گئے اور یہ عین حالت نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی حالت نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں رات کے آخری حصہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا' میں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی' آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے کھینچا' آپ نے مجھے اپنے آگے کیا' جب رسول اللہ ﷺ اپنی نماز کی طرف متوجہ ہوئے تو میں پھر پیچھے ہو گیا' رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھ لی' پھر نماز سے فارغ ہو کر مجھ سے فرمایا: یہ کیا بات ہے؟ میں تمہیں اپنے آگے کرتا تھا اور تم پیچھے ہٹ جاتے تھے' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا کسی شخص کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ آپ کے آگے نماز پڑھے حالانکہ آپ اللہ کے رسول ہیں' جس نے آپ کو (بلند رتبہ) عطا کیا ہے' رسول اللہ ﷺ یہ بات سن کر خوش ہوئے' پھر آپ نے اللہ سے یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ میرے علم اور میرے فہم کو زیادہ کرے۔

نوٹ: رسول اللہ ﷺ' حضرت ابن عباس کو بائیں جانب سے دائیں جانب کرنے کے لیے انہیں اپنے آگے سے دائیں جانب لا رہے تھے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۰۶۰۔ ج ۵ ص ۱۷۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

شعیب الارنؤوط نے لکھا ہے کہ شیخین کی شرط کے مطابق اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (حاشیہ مسند احمد: ۳۰۶۰)

اس حدیث میں بھی تصریح ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عین حالت نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی اس حدیث سے استدلال کر کے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے جواب سے خوش ہو کر رسول اللہ ﷺ نے ان کو دعا دی۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۶۲۵' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ نے بھی عین حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کی:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی' میں (آپ کے ساتھ) مسلسل کھڑا رہا' حتیٰ کہ میں نے ایک بُرے کام کا ارادہ کیا' ہم نے پوچھا: آپ نے کیا ارادہ کیا؟ انہوں نے بتایا کہ میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ میں بیٹھ جاؤں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیام میں چھوڑ دوں۔ (صحیح البخاری:۱۱۳۵' صحیح مسلم:۷۷۳' سنن ابن ماجہ:۱۴۱۸' صحیح ابن خزیمہ:۱۱۵۴' مسند احمد ج ا ص ۴۴۰ طبع قدیم' مسند احمد:۴۱۹۹۔ج ۷ ص ۲۵۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے' پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیٹھ کر نماز پڑھنے کو بُرا کام کیوں جانا' صرف اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے تھے' اور آپ کھڑے ہوں اور حضرت ابن مسعود بیٹھ جائیں' اس کو انہوں نے آپ کی تعظیم کے خلاف جانا' اس کے بعد حضرت ابن مسعود نے جتنی دیر نماز میں قیام کیا' وہ قیام صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کے لیے تھا۔

جب نمازی حضور ذہن اور غور وفکر کے ساتھ نماز پڑھے گا تو یہ ممکن نہیں کہ وہ نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تصور نہ کرے

شیخ اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے کہ نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تصور اپنے گدھے اور بیل کے تصور سے زیادہ بُرا ہے' میں پوچھتا ہوں کہ جب نمازی نماز میں ''یا ایھا النبی' یا ایھا الرسول' یا ایھا المزمل' یا ایھا المدثر'' اور ''محمد رسول اللّٰہ'' پر مشتمل آیات پڑھے گا تو کیا ذہن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تصور نہیں آئے گا اور جب ''السلام علیك ایھا النبی'' پڑھے گا تو آپ کا تصور نہیں آئے گا اور جب ''اللھم صل علٰی محمد وعلٰی آل محمد'' اور ''اللھم بارك علٰی محمد وعلٰی آل محمد'' پڑھے گا تو آپ کا تصور نہیں آئے گا' نماز میں شروع سے آخر تک آپ کا ذکر آتا ہے۔ شیخ اسماعیل دہلوی نمازی کو کہاں کہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تصور سے روکیں گے' جب بھی نمازی نماز میں پڑھے جانے والے الفاظ پر غور وفکر کرتے ہوئے نماز پڑھے گا اور حضور ذہن کے ساتھ نماز پڑھے گا تو یہ ممکن نہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کرے اور اس کے ذہن میں آپ کا تصور نہ آئے۔

امام غزالی متوفی ۵۰۵ ھ نے کہا ہے کہ جب نمازی نماز میں ''السلام علیك ایھا النبی'' کہے تو ذہن میں آپ کے شخص کریم کو حاضر کر کے کہے: ''السلام علیك ایھا النبی ورحمة اللّٰہ وبرکاته''۔

(احیاء علوم الدین ج ا ص ۱۶۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ ھ)

امام عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ ھ نے کہا ہے کہ نماز کا موضوع اصالۃً اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس سے مناجات ہے لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام احکام شرعیہ میں ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ عظمیٰ ہیں تو ادب کا تقاضا یہ ہے کہ جب ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ (درود شریف) پڑھنا نہ بھولیں کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے دربار سے کبھی جدا نہیں ہوتے (الیٰ قولہ) اور نماز میں تشہد اس لیے مشروع کیا گیا ہے کہ جو نمازی غفلت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دربار میں بیٹھے ہوئے ہیں' ان کو اس پر متنبہ کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس دربار میں تشریف فرما ہیں کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے دربار سے کبھی جدا نہیں ہوتے' اس لیے نمازی آپ کو نماز میں بالمشافہ خطاب کر کے آپ کو سلام پیش کرے۔

(المیزان الکبریٰ الشعرانیہ ج ا ص ۱۹۸۔۱۹۷ ملتقطاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ جب نمازی غور وفکر اور استحضار ذہن کے ساتھ نماز پڑھے گا تو نماز میں شروع سے آخر تک کسی نہ کسی رکن میں آپ کا تصور ضرور کرے گا اور ظاہر ہے کہ وہ تعظیم اور تکریم کے ساتھ آپ کا تصور کرے گا' شیخ اسماعیل دہلوی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

بغض کی وجہ سے نماز میں آپ کے تصور کو اپنے گدھے اور بیل کے تصور سے برا کہہ کر اور آپ کے تصور سے منع کر کے کہیں' یہ تلقین تو نہیں کر رہے کہ نمازی غفلت کے ساتھ بغیر غور وفکر کے اور بغیر حضور ذہن کے نماز پڑھے۔ (نعوذ باللہ من ذالك)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم :۱۰۴۶۔ج ۱ ص ۱۳۳۰ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح میں صراط مستقیم کی توہین آمیز عبارت کا ذکر کیا گیا ہے لیکن اس پر بحث نہیں کی گئی۔ اس عبارت پر جتنی مفصل بحث کی گئی ہے اور نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم پر دلائل دیئے گئے ہیں' وہ صرف نعمۃ الباری کی خصوصیت ہے۔ وللّٰہ الحمد.

۱۰۰ - بَابُ يَرُدُّ الْمُصَلِّيْ مَنْ مَرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ

نمازی اپنے سامنے سے گزرنے والے کو دھکا دے کر دور بھگائے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نمازی اپنے سامنے سے گزرنے والے کو دور کرے' رہا یہ کہ وہ کس جگہ سے گزرنے والے کو دور کرے اور یہ دور کرنا آیا واجب ہے یا سنت ہے یا مستحب ہے؟ اس کی تفصیل ان شاء اللہ عنقریب آئے گی۔

وَرَدَّ ابْنُ عُمَرَ الْمَارَّ بَيْنَ يَدَيْهِ فِي التَّشَهُّدِ، وَفِي الْكَعْبَةِ، وَقَالَ إِنْ اَبٰى إِلَّا اَنْ تُقَاتِلَهُ فَقَاتِلْهُ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کعبہ میں اپنی نماز کے تشہد میں سامنے سے گزرنے والے کو دور کیا اور فرمایا: اگر گزرنے والا بغیر لڑائی کے باز نہ آئے تو اس سے لڑو۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل احادیث ہیں:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو شخص نماز میں تمہارے سامنے سے گزرے' اس کو مت چھوڑو' اگر وہ لڑائی کے بغیر باز نہ آئے تو اس سے لڑو۔ (مصنف عبد الرزاق:۲۳۲۸۔ج ۲ ص ۱۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نافع بیان کرتے ہیں: جو شخص بھی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی نماز کے آگے سے گزرتا تھا' وہ اس کو نہیں چھوڑتے تھے۔ (مصنف عبد الرزاق:۲۳۲۹)

عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے سے گزرا' وہ نماز کے قعدہ میں تھے' وہ قعدہ سے کھڑے ہو گئے' پھر میرے سینہ میں دھکا دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۲۹۲۱۔ج ۱ ص ۲۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت کو علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کا کعبہ میں بھی عام قرار دینا

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ امام بخاری کے شیخ ابو نعیم نے کتاب الصلوۃ میں اس روایت کے اندر کعبہ کا ذکر کیا ہے اور کعبہ کی تخصیص اس لیے کی ہے کہ یہ وہم نہ کیا جائے کہ چونکہ کعبہ میں نمازیوں کا بہت اژدھام اور رش ہوتا ہے' اس لیے کعبہ میں نمازی کے آگے سے گزرنے کی رخصت ہوگی کیونکہ غیر کعبہ میں بھی جمعہ اور عید کے اجتماعات میں نمازیوں کا بہت اژدھام ہوتا ہے' اس لیے نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت کعبہ اور غیر کعبہ دونوں کو شامل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۲۳' فتح الباری ج ۲ ص ۱۲۹)

مصنف کا کعبہ میں بھی ممانعت کے شمول پر تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ فقہ کا قاعدہ ہے کہ ضرورت کی وجہ سے ممنوع چیز مباح ہو جاتی ہے اور اب کعبہ میں نمازیوں کا اس قدر اژدھام ہوتا ہے کہ کعبہ میں ہر جگہ لوگ نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں اور اگر وہاں نمازی کے آگے سے گزرنے کی رخصت نہ دی جائے تو کوئی شخص کسی جگہ سے گزر ہی نہیں سکتا اور بعض اوقات انسان کا گزرنا ضروری ہوتا ہے مثلاً اس کو بول و براز کی شدید حاجت ہو اور تاخیر کرنے میں مسجد حرام کے نجاست سے ملوث ہونے کا خطرہ ہو یا اس کو شدید بھوک یا پیاس ہو یا اس کا وضوء ٹوٹ گیا ہو اور اس کو دوبارہ وضوء

کرنے کی شدید ضرورت ہو یا اس کو کوئی ضروری دوا کھانی ہو اور ایسی دوسری بہت ضروریات ہو سکتی ہیں' بلکہ میں کہتا ہوں کہ ہمیں اس مسئلہ میں قیاس کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ حدیث صحیح میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے اور مرد اور عورتیں آپ کے سامنے سے گزر رہے تھے' ہم اس حدیث کو اس بحث کے آخر میں ذکر کریں گے' اس لیے علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت کعبہ اور غیر کعبہ دونوں میں عام ہے۔

۵۰۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ ، عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ اَنَّ اَبَا سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح) . وَحَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِيْ اِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ الْعَدَوِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ صَالِحٍ السَّمَّانُ قَالَ رَاَيْتُ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ فِيْ يَوْمِ جُمُعَةٍ ، يُصَلِّيْ اِلٰى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ ، فَاَرَادَ شَابٌّ مِنْ بَنِيْ اَبِيْ مُعَيْطٍ اَنْ يَجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ ، فَدَفَعَ اَبُوْ سَعِيْدٍ فِيْ صَدْرِهِ ، فَنَظَرَ الشَّابُّ فَلَمْ يَجِدْ مَسَاغًا اِلَّا بَيْنَ يَدَيْهِ ، فَعَادَ لِيَجْتَازَ ، فَدَفَعَهُ اَبُوْ سَعِيْدٍ اَشَدَّ مِنَ الْاُوْلٰى ، فَنَالَ مِنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ ، ثُمَّ دَخَلَ عَلٰى مَرْوَانَ ، فَشَكَا اِلَيْهِ مَا لَقِيَ مِنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ ، وَدَخَلَ اَبُوْ سَعِيْدٍ خَلْفَهُ عَلٰى مَرْوَانَ ، فَقَالَ مَا لَكَ وَلِابْنِ اَخِيْكَ يَا اَبَا سَعِيْدٍ؟ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ اِلٰى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ ، فَاَرَادَ اَحَدٌ اَنْ يَجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ ، فَلْيَدْفَعْهُ ، فَاِنْ اَبٰى فَلْيُقَاتِلْهُ ، فَاِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ . [طرف الحدیث: ۳۲۷۴]

(صحیح مسلم: ۵۰۵' الرقم المسلسل: ۱۱۰۹' سنن ابوداؤد: ۷۰۰' مسند ابویعلیٰ: ۱۲۴۰' صحیح ابن خزیمہ: ۸۱۹' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۶۷' مسند احمد ج ۳ ص ۶۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۶۰۷۔ ج ۱۸ ص ۱۵۱' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۰۰۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از حمید بن ہلال از ابوصالح کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا' (تحویل) اور امام بخاری نے کہا: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن المغیرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید بن ھلال العدوی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوصالح السمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے دیکھا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن کسی چیز کو لوگوں سے سُترہ بنا کر نماز پڑھ رہے تھے' بنوابی معیط کے ایک نوجوان نے ان کے سامنے سے گزرنے کا ارادہ کیا تو حضرت ابوسعید نے اس کے سینہ پر دھکا دیا' اس نوجوان نے ادھر اُدھر دیکھا مگر اس نے حضرت ابوسعید کے سامنے کے علاوہ اور کوئی جگہ نہ پائی' وہ دوبارہ ان کے سامنے سے گزرنے لگا' حضرت ابوسعید نے اس کو پہلی بار سے زیادہ زور سے دھکا دیا' اس نے حضرت ابوسعید سے تکلیف اٹھائی' اس نے مروان کے پاس جا کر حضرت ابوسعید سے پہنچنے والی تکلیف کی شکایت کی' حضرت ابوسعید بھی اس کے پیچھے پیچھے مروان کے پاس آئے' مروان نے کہا: اے ابوسعید! آپ کے اور آپ کے بھتیجے کے درمیان کیا معاملہ ہوا؟ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جب تم میں سے کوئی شخص کسی چیز کو لوگوں سے سترہ بنا کر نماز پڑھے' پھر کوئی شخص اس کے سامنے سے گزرنے کا ارادہ کرے تو وہ اس کو دفع کرے اگر وہ باز نہ آئے تو اس سے لڑے کیونکہ وہی شخص شیطان ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابومعمر' ان کا نام عبداللہ بن عمرو بن ابی الحجاج المقعد البصری ہے' یہ ۲۲۴ھ میں بصرہ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبدالوارث بن سعید (۳) یونس بن عبید بن دینار ابوعبداللہ البصری' یہ ۲۳۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) حمید بن ھلال العدوی' یہ بہت عظیم تابعی ہیں (۵) ابوصالح ذکوان السمان (۶) آدم بن ابی ایاس (۷) سلیمان بن المغیرہ القیس البصری (۸) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' ان کا نام سعد بن مالک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۲۴)

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: جب تم میں سے کوئی شخص کسی چیز کو لوگوں سے سترہ بنا کر نماز پڑھے' پھر کوئی شخص اس کے سامنے سے گزرنے کا ارادہ کرے تو وہ اس کو دفع کرے' اگر وہ باز نہ آئے تو اس سے لڑے کیونکہ وہی شیطان ہے۔

باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث

عبدالرحمان بن ابی سعید الخدری بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے' ایک جوان شخص ان کے سترہ کے قریب سے گزرنا چاہتا تھا' ان دنوں مدینہ کا امیر مروان تھا' حضرت ابوسعید نے اس کو زور سے دھکا دیا حتیٰ کہ اس کو زمین پر گرا دیا' پھر وہ نوجوان مروان کے پاس گیا اور کہا: یہاں پر ایک پاگل بوڑھا ہے' اس نے مجھے دھکا دے کر زمین پر گرا دیا' مروان نے کہا: کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں' اور جمعہ کے دن انصار بھی مروان کے پاس آتے تھے' پس حضرت ابوسعید بھی وہاں آ گئے' مروان نے اس نوجوان سے پوچھا: کیا تم ان کو پہچانتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں! یہ وہ بوڑھا ہے' مروان نے اس نوجوان سے کہا: کیا تم پہچانتے ہو یہ کون ہیں؟ اس نے کہا: نہیں' مروان نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ہیں' پھر مروان نے حضرت ابوسعید کو مرحبا کہا اور ان کو اپنے قریب بٹھایا' پھر ان سے کہا: یہ نوجوان آپ کی شکایت کر رہا ہے کہ آپ نے اس کو دھکا دے کر گرا دیا' حضرت ابوسعید نے فرمایا: میں نے اس کو نہیں دھکا دیا میں نے تو شیطان کو دھکا دیا ہے' کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب کوئی شخص تمہارے اور تمہارے سترہ کے درمیان سے گزرنے کا ارادہ کرے تو اس کو دفع کرو' پس اگر وہ لڑائی کے بغیر باز نہ آئے تو اس سے لڑو کیونکہ وہ شیطان ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۳۳۱۔ ج ۲ ص ۱۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے' اس اثناء میں عبدالرحمان بن الحارث بن ہشام آیا اور ان کے سامنے سے گزرنے لگا' حضرت ابوسعید نے اس کو روکا' وہ گزرنے کے بغیر نہیں مانا تو حضرت ابوسعید نے اس کو دھکا دے کر زمین پر گرا دیا' کسی نے کہا: آپ نے عبدالرحمان کو گرا دیا' حضرت ابوسعید نے کہا: اللہ کی قسم! اگر یہ باز نہ آتا تو میں اس کو بالوں سے پکڑتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۳۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۱۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

اگر کوئی شخص نمازی اور سترہ کے درمیان سے گزرے تو امام مالک کے نزدیک اس کو نرمی سے روکے اور اس سے لڑنا منع ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص سترہ قائم کر کے نماز پڑھ رہا ہو' پھر کوئی شخص نمازی اور سترہ کے درمیان سے گزرنا چاہے تو اس کو دفع کرنے پر فقہاء کا اتفاق ہے اور جب کوئی شخص بغیر سترہ کے نماز پڑھ رہا ہو تو پھر اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے سامنے سے گزرنے والے کو منع کرے کیونکہ جس جگہ وہ نماز پڑھ رہا ہے' وہاں دوسرے لوگوں کے لیے بھی چلنا اور تصرف کرنا مباح ہے

اور وہ اور دوسرے لوگ اس جگہ تصرف کرنے میں مساوی ہیں الا یہ کہ وہ سترہ قائم کرے۔

امام مالک نے کہا: جب نمازی نے سترہ قائم کیا ہو اور پھر کوئی اس کے سامنے سے گزرے تو وہ اس کو نرمی سے روکے اور اس پر اجماع ہے کہ وہ تلوار سے اس کے ساتھ نہ لڑے اور نہ اس سے خطاب کرے اور اس سے اس حد تک نہ لڑے کہ اس کی نماز ٹوٹ جائے' کیونکہ اگر نمازی نے ایسا کیا تو اس میں خود اس کا نقصان ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۸۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو شیطان فرمانے کی وجہ اور اگر سترہ نہ ہو تو پھر نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو منع نہیں کیا جائے گا

علامہ ابو سلیمان حمد بن محمد خطابی شافعی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نمازی سے آگے سے گزرنے والے کو شیطان فرمایا ہے' اس کی توجیہ یہ ہے کہ یہ شیطانی فعل ہے اور اس کے بہکانے کی وجہ سے ہے اور اس حدیث میں اس سے لڑنے کا جو حکم دیا ہے' یہ اس وقت ہے جب وہ سترہ اور نمازی کے درمیان سے گزرنے کی کوشش کرے۔ (معالم السنن مع مختصر المنذری ج ۱ ص ۳۴۳' دار المعرفۃ' بیروت)

فقہاء احناف کے نزدیک نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو سبحان اللہ کہہ کر منع کیا جائے گا یا اشارہ سے

علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر فرغانی مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

جب نمازی کے سامنے سترہ نہ ہو اور کوئی اس کے سامنے سے گزرے یا اس کے سامنے سترہ ہو اور کوئی اس کے اور سترہ کے درمیان سے گزرے تو نمازی اس کو منع کرے اور اس کو اشارہ سے منع کرے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دو بچوں کے ساتھ کیا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر نماز پڑھ رہے تھے تو ان کا بیٹا عمر آپ کے آگے سے گزرنے لگا' پس آپ نے اس کو اشارہ کیا کہ ٹھہر جاؤ تو وہ ٹھہر گیا' پھر ان کی بیٹی زینب آپ کے آگے سے گزرنے لگی تو آپ نے اس کو بھی ٹھہرنے کا اشارہ کیا' اس نے انکار کیا اور آپ کے آگے سے گزر گئی تو آپ نے فرمایا: یہ عورتیں ناقصاتِ عقل اور ناقصاتِ دین ہیں' حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے کی عورتوں کی طرح ہیں' شریف لوگوں پر غالب آ جاتی ہیں اور بُرے لوگ ان پر غالب آ جاتے ہیں۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۴۱۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ) لیکن حدیث کی اصل عبارت یہ ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھنے کے بعد فرمایا: یہ عورتیں زیادہ غالب ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۹۴۸' مسند احمد ج ۶ ص ۲۱۴) یا سبحان اللہ پڑھ کر ان کو گزرنے سے منع کرے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب نماز میں تمہارے سامنے کوئی چیز پیش ہو تو سبحان اللہ کہو۔ (صحیح البخاری: ۶۸۴)

(الہدایۃ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۴۱۹۔ ۴۱۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

کعبہ میں نمازی کے آگے سے گزرنے کا جواز

کثیر بن المطلب بن وداعہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا' آپ (کعبہ میں) باب بنو سہم کے قریب نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ آپ کے آگے سے گزر رہے تھے اور آپ کے اور کعبہ کے درمیان کوئی سترہ نہیں تھا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۰۱۶' سنن ابن ماجہ: ۲۹۵۸' شرح معانی الآثار: ۲۵۸۷' صحیح ابن حبان: ۲۳۶۳' المعجم الکبیر: ۶۸۴۔ ج ۲۰' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۷۳' مسند احمد ج ۶ ص ۳۹۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۷۲۴۱۔ ج ۴۵ ص ۲۱۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

علامہ سید ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۳ھ لکھتے ہیں: میں نے "البحر العمیق" میں دیکھا' انہوں نے عز الدین بن جماعہ سے نقل کیا ہے اور انہوں نے امام طحاوی کی مشکل الآثار سے کہ کعبہ میں نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔ (اور اس عبارت سے پہلے

علامہ شامی نے علامہ ابن ہمام کی فتح القدیر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ:)

اس مسئلہ میں قیاس کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس میں نص صریح ہے کہ المطلب بن ابی وداعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا' جب رسول اللہ ﷺ سعی سے فارغ ہوئے تو آپ حجر اسود کے سامنے آکر مطاف میں کھڑے ہو گئے اور آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور مرد اور عورتیں آپ کے سامنے سے گزر رہے تھے اور آپ کے اور ان کے درمیان سترہ نہیں تھا۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۳۹۹' سنن ابن ماجہ: ۲۹۵۸' صحیح ابن حبان: ۲۳۶۳' یہ حدیث صحیح ہے)(ردالمحتار ج ۳ ص ۳۵۷' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

* یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۰۳۱۔ ج ۱ ص ۱۳۱۸ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی' البتہ سترہ کی بحث میں سترہ کی تعریف کی ہے اور یہ لکھا ہے کہ جب سترہ نہ ہو تو گزرنے والا نمازی کے آگے سے گزر سکتا ہے اور یہ لکھا ہے کہ صحراء اور مسجد کبیر میں نمازی کے آگے سے گزرنا مکروہ نہیں ہے اور مسجد صغیر میں مکروہ ہے۔

۱۰۱ - بَابُ اِثْمِ الْمَارِّ بَيْنَ يَدَیِ الْمُصَلِّی — نمازی کے آگے سے گزرنے والے کا گناہ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص نمازی کے آگے سے گزرتا ہے' اس کو کتنا گناہ ہوتا ہے اور وہ کتنی سزا کا مستحق ہوتا ہے۔

۵۱۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ اَبِی النَّضْرِ' مَوْلٰی عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ' عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ اَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ اَرْسَلَهٗ اِلٰی اَبِی جُهَيْمٍ يَسْاَلُهٗ مَاذَا سَمِعَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی الْمَارِّ بَيْنَ يَدَیِ الْمُصَلِّیْ؟ فَقَالَ اَبُوْ جُهَيْمٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ 'لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَیِ الْمُصَلِّیْ مَاذَا عَلَيْهِ' لَكَانَ اَنْ يَّقِفَ اَرْبَعِيْنَ خَيْرًا لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ . قَالَ اَبُو النَّضْرِ لَا اَدْرِیْ' اَقَالَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا' اَوْ شَهْرًا' اَوْ سَنَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی النضر جو عمر بن عبید اللہ کے آزاد کردہ غلام ہیں از بُسر بن سعید کہ حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ نے ان کو حضرت ابوجہیم رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا' وہ ان سے یہ سوال کر رہے تھے کہ انہوں نے نمازی کے آگے سے گزرنے والے کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے کیا سنا ہے؟ تو حضرت ابوجہیم نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو معلوم ہو جائے کہ اس کو کتنا عذاب ہوگا تو وہ چالیس تک ٹھہرا رہے تو یہ اس کے نمازی کے آگے سے گزرنے سے بہتر ہے۔ ابو النضر نے کہا: مجھے یاد نہیں کہ بُسر بن سعید نے چالیس دن کہا تھا یا چالیس مہینے یا چالیس سال۔

(صحیح مسلم: ۵۰۷' الرقم المسلسل: ۱۱۱۲' سنن ابوداؤد: ۷۰۱' سنن ترمذی: ۳۳۶' سنن نسائی: ۷۵۶' سنن ابن ماجہ: ۹۴۵' موطأ امام مالک۔ کتاب قصر الصلوٰۃ فی السفر: ۳۴' تنویر الحوالک ص ۱۷۳' مصنف عبد الرزاق: ۲۲۲۲' سنن دارمی: ۱۴۱۷' صحیح ابن حبان: ۲۳۶۶' المعجم الکبیر: ۵۲۳۵' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۶۸' شرح السنۃ: ۵۴۳' مسند احمد ج ۴ ص ۱۶۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۵۴۰۔ ج ۲۹ ص ۸۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۷۸۲' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو معلوم ہو جائے کہ اس کو کتنا عذاب ہوگا تو وہ چالیس تک ٹھہرا رہے تو یہ اس کے نمازی کے آگے سے گزرنے سے بہتر ہے۔

علامہ ابن بطال کا حضرت ابوجہیم کی حدیث میں چالیس سے مراد چالیس سال لینا اور جاہل کو معذور قرار دینا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

ایک حدیث میں چالیس سال کی تعیین ہے:

امام ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے' ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن عبد الرحمان بن موہب از عم خود' از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی شخص یہ جان لے کہ نمازی کے آگے سے گزرنے سے اس کو کتنا عذاب ہوگا تو وہ چالیس سال تک ٹھہرا رہے تو یہ اس کے لیے نمازی کے سامنے چلنے سے بہتر ہے۔

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت ابوجہیم کی حدیث میں چالیس سے مراد چالیس سال ہے۔ قتادہ نے بیان کیا کہ حضرت عمر نے کہا: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا جان لے کہ اس کو کتنا عذاب ہوگا تو وہ ایک سال تک کھڑا رہے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۳۲۷) اور کعب الاحبار نے کہا: اگر وہ زمین میں دھنس جائے تو یہ اس کے لیے نمازی کے آگے سے گزرنے سے بہتر ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۳۲۶)

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس کو ممانعت کا علم ہو اور پھر وہ نمازی کے آگے سے گزرنے کو ہلکا جان کر گزرے تو وہ اس عذاب کا مستحق ہوگا اور جس کو ممانعت کا علم نہ ہو' اسے کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۹۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ جس کو ممانعت کا کوئی علم نہ ہو اس کو کوئی گناہ نہیں ہوگا کیونکہ دار الاسلام میں احکام شرعیہ سے جہالت کوئی عذر نہیں ہے ورنہ زانی' چور' ڈاکو اور قاتل یہ کہہ سکیں گے کہ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ یہ کام ممنوع ہیں' ہر مسلمان مکلف کے اوپر احکام شرعیہ کا علم حاصل کرنا فرض ہے اور جو یہ کہے کہ مجھے اس کی ممانعت کا علم نہیں تھا' اس کے دو گناہ ہیں: ایک گناہ علم حاصل نہ کرنا اور دوسرا گناہ ممنوع کام کو کرنا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ علامہ ابن بطال نے مصنف ابی شیبہ کے حوالہ سے جو چالیس سال کی تعیین کی حدیث ذکر کی ہے' وہ مصنف ابن ابی شیبہ میں نہیں ہے' بلکہ امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوجہیم کی وہی حدیث ذکر کی ہے' جس میں چالیس کا عدد ذکر ہے اور سال یا ماہ یا ایام کا ذکر نہیں ہے۔ (دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۱۰)

نمازی کے آگے سے گزرنے والے کے لیے مزید وعید کی احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص یہ جان لے کہ اپنے بھائی کی نماز کے آگے سے گزرنے سے اس کو کتنا عذاب ہوگا تو وہ سو سال تک کھڑا رہے تو یہ اس کے لیے اس کے آگے چلنے سے بہتر ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۹۴۶' مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۱' صحیح ابن خزیمہ: ۸۱۴' صحیح ابن حبان: ۲۳۶۵)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص عمداً نمازی کے آگے سے گزرتا ہے' وہ قیامت کے دن یہ تمنا کرے گا کہ کاش! وہ سوکھا ہوا درخت ہو۔ (المعجم الاوسط: ۱۹۲۸)

امام مالک روایت کرتے ہیں کہ کعب احبار نے کہا: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو معلوم ہو جائے کہ اس کو کتنا عذاب ہوگا تو اس کے لیے زمین میں دھنسایا جانا' اس سے بہتر ہے کہ وہ نمازی کے آگے سے گزرے۔

(تنویر الحوالک: ۱۷۴' مصنف عبدالرزاق: ۲۳۲۶)

یزید بن جابر بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبدالحمید بن عبدالرحمان سے سنا' جو عمر بن عبدالعزیز کی طرف سے گورنر تھے' وہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص ان کے سامنے سے گزرا' انہوں نے اس کو بہت زور سے پکڑ کر کھینچا حتیٰ کہ اس کے کپڑے پھٹنے کے قریب تھے' جب وہ مڑا تو انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا (اپنے گناہ کو) جان لے تو وہ یہ پسند کرے گا کہ اس کی ران ٹوٹ جائے اور وہ نمازی کے آگے سے نہ گزرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۱۱۔ ج ۱ ص ۲۵۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے تھے: انسان راکھ ہو کر فضا میں بکھر جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ عمداً کسی نمازی کے سامنے سے گزرے۔

حافظ ابن رجب نے کہا: اس حدیث کو امام ابن عبدالبر نے اپنی سند کے ساتھ تمہید میں روایت کیا ہے۔

(فتح الباری لابن رجب حنبلی ج ۲ ص ۶۸۰' دار ابن الجوزی' ریاض' ۱۴۱۷ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۰۳۴۔ ج ۱ ص ۱۳۱۹ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۰۲ - بَابُ اِسْتِقْبَالِ الرَّجُلِ الرَّجُلَ وَهُوَ يُصَلِّي
کسی شخص کا دوسرے شخص کی طرف منہ کرنا جب کہ وہ نماز پڑھ رہا ہو

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کی طرف منہ کرے جب کہ وہ نماز پڑھ رہا ہو تو آیا یہ مکروہ ہے یا نہیں؟

وَكَرِهَ عُثْمَانُ اَنْ يُّسْتَقْبَلَ الرَّجُلُ وَهُوَ يُصَلِّي. وَاِنَّمَا هٰذَا اِذَا اشْتَغَلَ بِهٖ ' فَاَمَّا اِذَا لَمْ يَشْتَغِلْ ' فَقَدْ قَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ مَا بَالَيْتُ ' اِنَّ الرَّجُلَ لَا يَقْطَعُ صَلٰوةَ الرَّجُلِ.

اور حضرت عثمان نے اس کو مکروہ قرار دیا کہ کوئی شخص دوسرے کی طرف منہ کرے جب کہ وہ نماز پڑھ رہا ہو' (امام بخاری نے کہا:) یہ اس وقت ہے کہ جب نمازی اس کی طرف مشغول ہو جائے' لیکن جب وہ اس کی طرف مشغول نہ ہو تو حضرت زید بن ثابت نے کہا: میں اس کی پرواہ نہیں کرتا' ایک شخص دوسرے شخص کی نماز کو قطع نہیں کرتا۔

حضرت عمر کے بجائے حضرت عثمان کا نام ذکر کرنے میں امام بخاری کی خطاء

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

میں نے اب تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ اثر نہیں دیکھا' میں نے مصنف عبدالرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ میں اس اثر کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی دیکھا ہے اور ان کتابوں میں حضرت عثمان کا ایسا اثر ہے' جو اس کی کراہت پر دلالت نہیں کرتا اور ہو سکتا ہے کہ امام بخاری نے غلطی سے حضرت عمر کی جگہ حضرت عثمان کا نام لکھ دیا ہو۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۳۳' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو لکھا ہے کہ اس چیز کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ مکروہ قرار دیتے تھے' اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

ھلال بن یساف بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے دیکھا کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اور دوسرا شخص اس کی طرف منہ کیے ہوئے ہے تو حضرت عمر نمازی کی طرف درہ لے کر بڑھے اور فرمایا: تم نماز پڑھ رہے ہو اور یہ تمہاری طرف منہ کیے ہوئے ہے! پھر دوسرے شخص کی طرف درہ لے کر بڑھے فرمایا: وہ نماز پڑھ رہا ہے اور تم اس کی طرف منہ کیے ہوئے ہو!

(مصنف عبدالرزاق: ۲۳۹۹ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۱ھ)

لوگوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علماء کی ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ جب ایک شخص نماز پڑھ رہا ہو تو دوسرا شخص اس کا سترہ بن سکتا ہے' مگر اکثر علماء یہ کہتے ہیں کہ اس کا نمازی کی طرف منہ کرنا مکروہ ہے۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابن عمر کو مسجد کے کسی ستون کی طرف راستہ نہ ملتا تو وہ مجھ سے کہتے کہ میری طرف اپنی پیٹھ کر لو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۷۸ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۱۶ھ)

یہی امام مالک کا قول ہے اور اشہب نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ کوئی شخص ایک آدمی کی پیٹھ کے پیچھے نماز پڑھے لیکن اس کے پہلو کی طرف نماز نہ پڑھے۔

ابراہیم نخعی اور قتادہ نے کہا ہے کہ جب ایک آدمی بیٹھا ہوا ہو تو وہ دوسرے آدمی کی نماز میں سترہ بن سکتا ہے اور حسن بصری نے کہا ہے کہ ایک آدمی نمازی کا سترہ بن سکتا ہے اور انہوں نے یہ شرط نہیں لگائی کہ وہ بیٹھا ہوا ہو اور نہ یہ شرط لگائی ہے کہ اس کی پیٹھ نمازی کی طرف ہو۔

فقہاء احناف' ثوری اور اوزاعی نے یہ کہا ہے کہ جو لوگ باتیں کر رہے ہوں' ان کے پیچھے بھی نماز پڑھنا جائز ہے۔

ابن سیرین نے یہ کہا ہے کہ کوئی شخص کسی نمازی کے لیے سترہ نہیں بن سکتا۔

اس باب کی حدیث ان فقہاء کی دلیل ہے' جو کہتے ہیں کہ ایک شخص نمازی کے لیے سترہ بن سکتا ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو عورت ہیں' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبلہ کی جانب تھیں تو مرد تو بہ طریق اولیٰ مرد کے قبلہ کی جانب ہو سکتا ہے' جن فقہاء نے اس کو مکروہ کہا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ جب نمازی کے سامنے کوئی مرد بیٹھا ہو گا تو یہ خدشہ ہے کہ اس کی نظر نماز میں اس مرد کی طرف پڑے گی' اسی وجہ سے جو لوگ کسی حلقہ میں بیٹھ کر باتیں کر رہے ہوں' ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ جو لوگ حلقہ بنائے بیٹھے ہوں' ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ ان میں سے بعض کا منہ اس کی طرف ہو گا اور مجھے امید ہے کہ اس میں توسع (گنجائش) ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے باتیں کرنے والوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کو مکروہ کہا ہے۔

سعید بن جبیر نے کہا ہے کہ جب لوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے متعلق باتیں کر رہے ہوں تو پھر ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۹۲ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۴ھ)

۵۱۱ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ خَلِيلٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُسْلِمٍ، يَعْنِي ابْنَ صُبَيْحٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهُ ذُكِرَ عِنْدَهَا مَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ، فَقَالُوا يَقْطَعُهَا الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَالْمَرْأَةُ، قَالَتْ لَقَدْ جَعَلْتُمُونَا كِلَابًا لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي، وَإِنِّي لَبَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ، وَأَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن خلیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے حدیث بیان کی از الاعمش از مسلم یعنی ابن صبیح از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے سامنے یہ ذکر کیا گیا کہ کیا چیز نماز کو توڑتی ہے' لوگوں نے کہا: کتا' گدھا اور عورت (کا نمازی کے سامنے سے گزرنا) نماز کو توڑ دیتا ہے' حضرت عائشہ نے فرمایا: تم نے ہم کو کتا بنا دیا' تحقیق یہ

مُضْطَجِعَةٌ عَلَى السَّرِيْرِ، فَتَكُوْنُ لِيَ الْحَاجَةُ، فَاَكْرَهُ اَنْ اَسْتَقْبِلَهُ، فَانْسَلُّ اِنْسِلَالًا. وَعَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ نَحْوَهُ.

ہے کہ میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان تھی اور میں تخت پر لیٹی ہوئی تھی' مجھے کوئی کام درپیش ہوتا تو میں آپ کے سامنے سے اٹھنا ناپسند کرتی تو میں چپکے سے نکل جاتی' اور از اعمش از ابراہیم از اسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی مثل مروی ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۵۰۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۳ - بَابُ الصَّلٰوةِ خَلْفَ النَّائِمِ — سوئے ہوئے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سوئے ہوئے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔

۵۱۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَاَنَا رَاقِدَةٌ مُعْتَرِضَةٌ عَلٰى فِرَاشِهِ، فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يُّوْتِرَ اَيْقَظَنِيْ فَاَوْتَرْتُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے سامنے بستر کے عرض میں لیٹی ہوئی تھی' پس جب آپ وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو مجھے بیدار کرتے' پھر میں وتر پڑھتی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۸۲ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: بستر پر نماز پڑھنا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص سویا ہوا ہو' اس کو عبادت کے لیے بیدار کرنا مستحب ہے اور یہ کہ جو شخص تہجد کے لیے اٹھتا ہو' وہ سونے کے بعد وتر پڑھے۔

۱۰۴ - بَابُ التَّطَوُّعِ خَلْفَ الْمَرْاَةِ — عورت کے پیچھے نفل پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورت کے پیچھے نفل پڑھنا جائز ہے۔

۵۱۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ اَبِي النَّضْرِ، مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا قَالَتْ كُنْتُ اَنَامُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَايَ فِيْ قِبْلَتِهِ، فَاِذَا سَجَدَ غَمَزَنِيْ، فَقَبَضْتُ رِجْلَيَّ، فَاِذَا قَامَ بَسَطْتُهُمَا، قَالَتْ وَالْبُيُوْتُ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيْهَا مَصَابِيْحُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی النضر جو عمر بن عبید اللہ کے آزاد کردہ غلام ہیں از ابی سلمہ بن عبد الرحمن از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' انہوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سوتی تھی اور میری دونوں ٹانگیں آپ کے قبلہ میں ہوتی تھیں' آپ جب سجدہ کرتے تو مجھے چھوتے تو میں اپنی دونوں ٹانگیں سمیٹ لیتی اور جب آپ کھڑے ہوتے تو میں پھر اپنی ٹانگیں پھیلا لیتی اور ان دنوں گھروں میں چراغ نہیں ہوتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۳۲ میں گزر چکی ہے۔

اس باب کے عنوان میں نفل پڑھنے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں نفل پڑھنے کی صراحت نہیں ہے' لیکن اس حدیث میں گھر میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور رسول اللہ ﷺ کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ آپ فرائض مسجد میں پڑھتے تھے اور نوافل گھر میں پڑھتے تھے۔

۱۰۵ - بابُ مَنْ قَالَ لَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ شَيْءٌ

جس شخص نے یہ کہا کہ نماز کو کوئی چیز قطع نہیں کرتی

یعنی نمازی کے اپنے فعل کے علاوہ اور کسی کے فعل سے نماز منقطع نہیں ہوتی۔

۵۱۴ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِیْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ' عَنِ الْاَسْوَدِ' عَنْ عَائِشَةَ (ح). قَالَ الْاَعْمَشُ وَحَدَّثَنِیْ مُسْلِمٌ' عَنْ مَسْرُوْقٍ' عَنْ عَائِشَةَ' ذُكِرَ عِنْدَهَا مَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ' اَلْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَالْمَرْاَةُ' فَقَالَتْ شَبَّهْتُمُوْنَا بِالْحُمُرِ وَالْكِلَابِ؟ وَاللّٰهِ' لَقَدْ رَاَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّیْ' وَاِنِّیْ عَلَى السَّرِيْرِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ مُضْطَجِعَةٌ' فَتَبْدُوْ لِیَ الْحَاجَةُ' فَاَكْرَهُ اَنْ اَجْلِسَ فَاُوْذِیَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَاَنْسَلُّ مِنْ عِنْدِ رِجْلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (ح) الاعمش نے کہا: اور مجھے مسلم نے حدیث بیان کی از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے سامنے ذکر کیا گیا کہ کتے اور گدھے اور عورت (کا سامنے سے گزرنا) نماز کو قطع کر دیتا ہے' حضرت عائشہ نے کہا: تم نے ہمیں گدھوں اور کتوں کے مشابہ کر دیا ہے اور اللہ کی قسم! تحقیق یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان تخت پر لیٹی ہوئی تھی' مجھے کوئی کام ہوتا تو میں بیٹھنا ناپسند کرتی کہ میں نبی ﷺ کو ایذاء دوں' پھر میں تخت کے پیروں کی جانب سے چپکے سے نکل جاتی۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۵۰۸ میں گزر چکی ہے۔

۵۱۵ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ قَالَ اَخْبَرَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنِیْ ابْنُ اَخِی ابْنِ شِهَابٍ اَنَّهُ سَاَلَ عَمَّهُ عَنِ الصَّلٰوةِ يَقْطَعُهَا شَيْءٌ؟ فَقَالَ لَا يَقْطَعُهَا شَيْءٌ' اَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَقَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْمُ فَيُصَلِّیْ مِنَ اللَّيْلِ' وَاِنِّیْ لَمُعْتَرِضَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ' عَلٰى فِرَاشِ اَهْلِهٖ. (مسند الامام الطحاوی: ۹۳۴۰' مکتبۃ الحرمین دبئی ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھ سے میرے بھتیجے ابن شہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے اپنے چچا سے سوال کیا کہ کیا چیز نماز کو قطع کرتی ہے (توڑتی ہے)؟ انہوں نے کہا: نماز کو کوئی چیز قطع نہیں کرتی' مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی ﷺ نے کہا کہ تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے اور آپ کے قبلہ کے درمیان گھر کے بستر پر جانب عرض میں لیٹی ہوئی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۸۲ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۶ - بَابُ مَنْ حَمَلَ جَارِيَةً صَغِيْرَةً عَلٰى عُنُقِهٖ فِي الصَّلٰوةِ

جس شخص نے نماز میں اپنی گردن پر چھوٹی بچی کو اٹھایا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ نماز میں چھوٹی بچی کو اپنی گردن پر اٹھانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور اس باب کی ابواب سابقہ کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ نماز میں بچی کو اپنی گردن پر اٹھانا نمازی کے آگے سے گزرنے سے زیادہ شدید ہے جب اس سے نماز میں ضرر نہیں ہوتا تو نمازی کے آگے سے گزرنے سے بہ طریق اولیٰ نمازی کی نماز میں ضرر نہیں ہوگا۔

۵۱۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ، عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ، وَهُوَ حَامِلٌ اُمَامَةَ بِنْتَ زَيْنَبَ، بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلِاَبِي الْعَاصِ بْنِ رَبِيْعَةَ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ، فَاِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا، وَاِذَا قَامَ حَمَلَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عامر بن عبد اللہ بن الزبیر از عمرو بن سلیم الزرقی از ابوقتادہ الانصاری رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور آپ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی اُمامہ کو اٹھائے ہوئے تھے جو ابو العاص بن ربیعہ بن عبد شمس کی بیٹی تھیں، جب آپ سجدہ کرتے تو ان کو نیچے رکھ دیتے اور جب آپ کھڑے ہوتے تو ان کو اٹھا لیتے۔

[طرف الحدیث:۵۹۹۶] (صحیح مسلم:۵۴۳، الرقم المسلسل:۱۱۹۲، سنن ابوداؤد:۹۲۰_۹۱۹_۹۱۸_۹۱۷، سنن نسائی:۷۱۱، السنن الکبریٰ:۱۱۲۷، صحیح ابن حبان:۱۱۰۹، المعجم الکبیر:۱۰۶۷_ج۲۲، سنن بیہقی ج۲ص ۲۶۳_۲۶۲، شرح السنۃ:۷۴۱، مسند الشامیین:۱۸۲۹، موطأ امام مالک۔ جامع الصلوٰۃ:۸۱، تنویر الحوالک ص۱۸۷، مسند احمد ج۵ص۲۹۶ طبع قدیم، مسند احمد:۲۲۵۲۴_ج۳۷ص۲۰۴، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی:۱۳۴۹، مکتبۃ الرشد ریاض،۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن یوسف التنیسی (۲) امام مالک بن انس اصبحی (۳) عامر بن عبداللہ بن الزبیر بن العوام (۴) عمرو بن سلیم الزرقی، ان کا تعلق انصار سے تھا، یہ زریق بن عامر بن زریق بن عبد حارثہ بن مالک بن عصب بن جشم بن الخزرج ہیں (۵) حضرت ابوقتادہ الانصاری رضی اللہ عنہ، ان کا نام الحارث بن ربعی السلمی ہے، ابن الکلبی اور ابن اسحاق نے کہا: ان کا نام النعمان ہے، الہیثم بن عدی نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں ۳۸ھ میں ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ (عمدۃ القاری ج۴ص ۴۴۰)

حضرت اُمامہ رضی اللہ عنہا کو اٹھا کر نماز پڑھانے کی کیفیت کے متعلق احادیث

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بچی کو اٹھایا ہوا تھا، لیکن یہ مذکور نہیں ہے کہ آپ نے اٹھا کر کہاں رکھا ہوا تھا، دوسری احادیث میں اس کا ذکر ہے:

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے، آپ نے حضرت اُمامہ بنت ابی العاص بن الربیع کو اٹھایا ہوا تھا، ان کی والدہ حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھیں اور حضرت اُمامہ بچی تھیں، آپ نے ان کو اپنے کندھے پر اٹھایا ہوا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے اور وہ آپ کے کندھے پر تھیں، جب آپ رکوع میں جاتے تو ان کو زمین پر رکھ دیتے اور جب آپ کھڑے ہوتے تو پھر ان کو اٹھا لیتے حتیٰ کہ آپ نے اسی طرح نماز پوری کر لی۔ (سنن ابوداؤد:۹۱۸)

حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے' اور حضرت اُمامہ بنت ابی العاص آپ کی گردن پر تھیں' جب آپ سجدہ کرتے تو ان کو زمین پر رکھ دیتے۔ (سنن ابوداؤد: ۹۱۹)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی بیان کرتے ہیں: ہم ظہر یا عصر کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے' حضرت بلال رضی اللہ نے آپ کو نماز کے لیے بلایا' آپ تشریف لائے اور حضرت اُمامہ بنت ابی العاص آپ کی صاحب زادی رضی اللہ عنہا کی بیٹی آپ کی گردن پر تھیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جانماز پر کھڑے ہوئے اور ہم آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے' اور حضرت ابوامامہ آپ کی گردن پر ہی تھیں' آپ نے اللہ اکبر' پھر ہم نے اللہ اکبر کہا' حتیٰ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکوع کرنے کا ارادہ کیا تو ان کو پکڑ کر زمین پر رکھ دیا' پھر آپ نے رکوع کیا اور سجدہ کیا حتیٰ کہ جب آپ سجدہ سے فارغ ہو کر کھڑے ہوئے تو پھر آپ نے ان کو پکڑ کر اپنی گردن پر رکھ لیا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر رکعت اسی طرح پڑھاتے رہے حتیٰ کہ آپ اپنی نماز سے فارغ ہو گئے۔

(سنن ابوداؤد: ۹۲۰)

بچی کو اٹھا کر نماز پڑھنے میں مذاہب فقہاء' اس عمل کثیر کی متعدد علماء سے توجیہات' اور عمل کثیر کی تعریف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث امام شافعی اور ان کے موافقین کے مذہب پر دلالت کرتی ہے کہ بچے یا بچی کو نفل نماز میں اٹھانا جائز ہے' خواہ وہ امام ہو یا تنہا نماز پڑھ رہا ہو۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے' جیسا کہ علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ ھ نے بیان کیا ہے کہ عمل کثیر نماز کو فاسد کر دیتا ہے اور عمل قلیل نماز کو فاسد نہیں کرتا اور عمل کثیر وہ ہے جس میں دونوں ہاتھوں کو استعمال کرنے کی ضرورت ہو اور عمل قلیل وہ ہے جس میں دونوں ہاتھوں کو استعمال کرنے کی ضرورت نہ ہو اور اس کی کئی صورتیں ہیں:

(۱) جب کسی شخص نے کمان اٹھا کر تیر چلایا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی (۲) اسی طرح اگر عورت نے اپنے بچے کو اٹھا کر دودھ پلایا کیونکہ اس میں بھی عمل کثیر ہے جو نماز کو فاسد کر دیتا ہے لیکن بچہ کو دودھ پلائے بغیر اٹھایا تو وہ نماز کے فساد کو واجب نہیں کرتا' پھر علامہ کاسانی نے اس حدیث کا ذکر کر کے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عمل مکروہ نہیں تھا کیونکہ آپ کو اس کی احتیاج تھی' وہاں پر اس بچی کی حفاظت کرنے والا اور کوئی نہیں تھا یا آپ اپنے اس فعل سے اس کا حکم شرعی اور جواز بیان کرنا چاہتے تھے' اور یہ فساد نماز کا موجب نہیں ہے' اس طرح ہمارے زمانہ میں بھی ہم میں سے کسی کے لیے یہ عمل مکروہ نہیں ہے اور بغیر ضرورت کے نماز میں بچی کو اٹھانا مکروہ ہے۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۴۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸)

اشہب نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچی کو اٹھانے کا یہ واقعہ نفل نماز میں تھا' اور اس قسم کا فعل فرض نماز میں جائز نہیں ہے اور ابوعمر نے کہا ہے: تمہارے لیے امام مالک کی تفسیر کافی ہے کیونکہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ اس قسم کا فعل نماز میں مکروہ ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ ھ نے کہا ہے کہ یہ تاویل فاسد ہے کیونکہ حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۹۱۹) اور اس میں یہ تصریح ہے کہ یہ فرض نماز تھی۔

علامہ نووی نے یہ لکھا ہے کہ بعض مالکیہ نے یہ کہا ہے کہ یہ عمل منسوخ ہو گیا ہے' ابوعمر نے کہا ہے کہ اس کی ناسخ یہ حدیث ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز میں سلام کرتے تھے اور آپ ہم کو جواب دیتے

تھے پھر جب ہم نجاشی کے پاس سے لوٹ کر آئے تو ہم نے آپ کو سلام کیا' آپ نے ہمیں جواب نہیں دیا اور (بعد میں) فرمایا: نماز میں مشغولیت ہوتی ہے۔
(صحیح البخاری: ۳۸۷۵' صحیح مسلم: ۵۳۸' سنن ابن ماجہ: ۱۰۱۹' مسند الامام الطحاوی: ۵۰۴۳' مکتبۃ الحرمین' دبئی' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث سے نماز میں بچی اٹھانے پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود حبشہ سے آئے تھے' اسی وقت حضرت زینب اور ان کی بچی رضی اللہ عنہما بھی حبشہ سے آئے تھے اور اس کے بعد آپ نے ان کی بچی کو نماز میں اٹھایا تھا' ابن شہاب اور ابن نافع نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ضرورت کی وجہ سے نماز میں بچی کو اٹھایا تھا' دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے' یہ جوابات قاضی عیاض مالکی نے ذکر کیے ہیں۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۴۷۴)

علامہ نووی نے کہا ہے: یہ تمام دعاوی باطل اور مردود ہیں کیونکہ ان کے اوپر کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ ان کی ضرورت ہے' بلکہ حدیث صریح اس کے جواز میں موجود ہے اور اس میں کوئی چیز قواعد شرع کے خلاف نہیں ہے' کیونکہ آدمی طاہر ہے اور اس کے پیٹ میں جو نجاست ہے وہ معاف ہے کیونکہ وہ اپنے معدن میں ہے اور بچوں کے کپڑے اور ان کے اجسام طاہر ہیں اور دلائل شرع سے یہ ثابت ہے کہ اس قسم کے افعال نماز کو باطل نہیں کرتے جب وہ افعال کم ہوں یا متفرق ہوں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فعل جواز بتانے کے لیے ہے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۳ ص ۱۸۱۹۔ ۱۸۱۸' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں: بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص اس قسم کا فعل کرے تو میرے نزدیک اس حدیث کی وجہ سے نماز کا اعادہ نہیں ہے' ہر چند کہ میں کسی کے لیے اس فعل کو پسند نہیں کرتا' امام احمد بن حنبل اس فعل کو جائز قرار دیتے تھے' اثرم بیان کرتے ہیں: امام احمد سے سوال کیا گیا: ایک شخص نماز پڑھتے ہوئے اپنے بیٹے کو پکڑ سکتا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! اور اس حدیث سے استدلال کیا۔

علامہ حمد بن محمد خطابی متوفی ۳۸۸ھ نے کہا ہے کہ حق کے قریب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فعل نماز میں عمداً دانستہ نہیں کیا' اور وہ بچی غیر نماز میں آپ کے ساتھ رہنے کی عادی تھی' سو وہ نماز میں بھی آپ کے ساتھ لپٹ گئی اور آپ اس کو اپنے سے دور نہیں کر سکے' وہ آپ کے کندھے پر تھی اور جب آپ سجدہ میں گئے تو آپ نے اس کو کندھے سے اتار کر زمین پر رکھ دیا' حتیٰ کہ آپ سجدہ سے فارغ ہو گئے اور جب آپ نے قیام کا ارادہ کیا تو بچی پھر آپ کے ساتھ لپٹ گئی اور آپ اس کو اپنے سے دور نہ کر سکے اور نہ منع کر سکے حتیٰ کہ جب آپ کھڑے ہوئے تو وہ اسی طرح آپ کے کندھے پر تھی' میرے نزدیک اس حدیث کی یہی توجیہ ہے۔

اس پر یہ وہم ہو سکتا ہے کہ بچی کو بار بار کندھے پر بٹھانے اور کندھے سے اتارنے میں عمل کثیر ہے اور یہ نمازی کو اس کی نماز میں مشغولیت سے باز رکھتا ہے اور جب چادر کے نقش و نگار نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز کے خشوع میں خلل انداز ہوتے تھے' حتیٰ کہ آپ نے حضرت ابوجہم رضی اللہ عنہ کو وہ چادر واپس کر کے ان سے ان کی سادہ چادر منگوائی تو یہ عمل کثیر تو اس سے زیادہ نماز کے خشوع میں باعث خلل ہے؟ اس کا یہی جواب ہے کہ آپ نے یہ عمل قصداً اور دانستہ نہیں کیا تھا اور ایسی صورت میں عام مسلمانوں کے لیے بھی اس طرح کرنا جائز ہے۔ (معالم السنن وابی سلیمان الخطابی الشافعی ج ۱ ص ۴۳۱' دار المعرفۃ' بیروت)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ نے علامہ خطابی کے کلام کا خلاصہ نقل کرنے کے بعد یہ کہا ہے کہ علامہ خطابی نے جو کہا ہے وہ باطل ہے کیونکہ وہ خالی زبانی دعویٰ ہے اور علامہ خطابی کے جواب کو یہ بات رد کرتی ہے کہ جب آپ کھڑے ہوتے تو بچی کو اٹھا لیتے اور جب آپ سجدہ سے اٹھتے تو بچی کو اٹھا لیتے اور ایک حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچی کو اٹھائے ہوئے ہمارے پاس آئے۔

(سنن ابوداؤد: ۹۱۸) اور باقی رہا نقش ونگار والی چادر کا قصہ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دل کو بے فائدہ نماز کے خشوع سے روکتی ہے اور حضرت اُمامہ کو اٹھانے سے دل کے خشوع میں فرق نہیں آتا اور اگر اس سے فرق بھی آتا ہو تو اس میں یہ فائدہ ہے کہ امت کو یہ تعلیم دینا مقصود تھا کہ بچوں کا جسم اور ان کے کپڑے پاک ہوتے ہیں اور جب افعال متعدد اور متفرق ہوں تو وہ نماز کو باطل نہیں کرتے' پس صحیح بات یہ ہے کہ اس حدیث سے عدول کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے' اور یہ حدیث بیان جواز کے لیے ہے اور اس میں ان فوائد پر تنبیہ ہے' پس یہ عمل ہمارے لیے بھی جائز ہے اور قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے شریعت مستمرہ ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۳ ص ۱۸۲۰۔ ۱۸۱۸' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ علامہ خطابی کی تقریر کو رد کرنے کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ حدیث میں ہے: آپ نے اس بچی کو پکڑ کر پھر اس کی جگہ (یعنی کندھے پر) رکھ دیا' اس میں یہ دلیل ہے کہ بچی کو اٹھانے اور رکھنے کا عمل آپ نے کیا تھا' اس بچی یعنی حضرت اُمامہ نے نہیں کیا تھا' بعض اصحاب مالک نے یہ کہا ہے کہ اگر آپ بچی کو چھوڑ دیتے تو وہ روتی اور آپ کی توجہ نماز سے ہٹتی اور نماز میں خلل پڑتا اور یہ خلل بچی کو اٹھانے کے خلل سے زیادہ تھا اور امام مالک کے بعض اصحاب نے فرض نماز اور نفل نماز میں فرق کیا ہے۔ علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی متوفی ۴۹۴ھ نے یہ کہا ہے: اگر کوئی شخص بچی کی حفاظت کرنے والا ہو تو پھر بھی یہ عمل نفل نماز میں جائز ہے' فرض نماز میں جائز نہیں ہے' اور اگر کوئی حفاظت کرنے والا نہ ہو تو پھر یہ عمل فرض اور نفل دونوں میں جائز ہے۔

(المنتقیٰ ج ۱ ص ۳۰۴' دار الکتاب العربی' بیروت)

اکثر اہل علم نے یہ کہا ہے کہ یہ ایسا عمل ہے جو بار بار نہیں ہوا کیونکہ نماز کے ارکان میں طمانیت حاصل تھی۔

علامہ فاکہانی نے کہا ہے: نماز میں حضرت اُمامہ کے اٹھانے میں یہ نکتہ ہے کہ عرب والے بچیوں کو بُرا جانتے تھے اور ان سے نفرت کرتے تھے تو آپ نے بچیوں سے محبت کرنے کی تلقین کرنے کے لیے نماز میں حضرت امامہ کو بار بار اٹھایا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اگرچہ اس بات کو زبانی بھی بتا سکتے تھے لیکن عمل کر کے دکھانا تبلیغ کی تاثیر میں زیادہ قوت رکھتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۴۴۔ ۴۴۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۰۷ - بَابُ اِذَا صَلّٰى اِلٰى فِرَاشٍ فِيْهِ حَائِضٌ

جب کسی شخص نے ایسے بستر کی طرف نماز پڑھی جس پر کوئی حائض عورت ہو

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص ایسے بستر کی طرف نماز پڑھے جس میں کوئی حائض عورت ہو تو اس کی نماز جائز ہے' مکروہ نہیں ہے۔

۵۱۷ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ قَالَ اَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ' عَنِ الشَّيْبَانِيِّ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ قَالَ اَخْبَرَتْنِيْ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ قَالَتْ كَانَ فِرَاشِيْ حِيَالَ مُصَلَّى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُبَّمَا وَقَعَ ثَوْبُهٗ عَلَيَّ وَاَنَا عَلٰى فِرَاشِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن زرارہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے خبر دی از الشیبانی از عبداللہ بن شداد بن الھاد' انہوں نے کہا: مجھے میری خالہ حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ میرا بستر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مصلے کے برابر ہوتا تھا اور بعض اوقات آپ کا کپڑا مجھ پر لگ جاتا اور میں اپنے بستر پر ہوتی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۳ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا باب بغیر عنوان کے تھا۔

۵۱۸ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ سُلَيْمَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ مَيْمُوْنَةَ تَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ، وَاَنَا اِلٰى جَنْبِهٖ نَائِمَةٌ، فَاِذَا سَجَدَ اَصَابَنِيْ ثَوْبُهٗ، وَاَنَا حَائِضٌ. وَزَادَ مُسَدَّدٌ عَنْ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ وَاَنَا حَائِضٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد بن زیاد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الشیبانی سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن شداد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے پہلو میں سوئی ہوئی تھی' جب آپ سجدہ کرتے تو آپ کا کپڑا میرے جسم پر لگتا اور میں حائض ہوتی تھی' اور مسدد نے از خالد یہ اضافہ کیا: ہمیں سلیمان شیبانی نے حدیث بیان کی: اور میں حائض تھی۔

یہ حدیث بھی صحیح البخاری: ۳۳۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۸ - بَابُ هَلْ يَغْمِزُ الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ عِنْدَ السُّجُوْدِ لِكَيْ يَسْجُدَ؟

کیا کوئی شخص سجدہ کے وقت اپنی بیوی کو ہاتھ لگا کر اشارہ کرے تاکہ وہ سجدہ کر لے؟

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ اگر کوئی شخص نماز میں اپنی بیوی کو ہاتھ لگا لے تو اس سے اس کا وضوء ٹوٹتا ہے' نہ اس کی نماز ٹوٹتی ہے' اس کے برخلاف امام شافعی کے نزدیک عورت کو چھونے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔

۵۱۹ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ بِئْسَمَا عَدَلْتُمُوْنَا بِالْكَلْبِ وَالْحِمَارِ، لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ، وَاَنَا مُضْطَجِعَةٌ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ الْقِبْلَةِ، فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّسْجُدَ غَمَزَ رِجْلَيَّ، فَقَبَضْتُهُمَا.

(مسند الامام الطحاوی: ۹۳۳۵ 'مکتبۃ الحرمین' الدبئ' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں القاسم نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے فرمایا: کتنی بُری بات ہے کہ تم نے ہمیں کتے اور گدھے کے برابر کر دیا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان لیٹی ہوئی تھی' پس جب آپ سجدہ کرنے کا ارادہ کرتے تو میرے پیروں کو ہاتھ لگا کر اشارہ کرتے' پس میں اپنے پیر سکیڑ لیتی۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۵۰۸ اور ۳۸۲ میں گزر چکی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۰۹ - بَابُ الْمَرْاَةِ تَطْرَحُ عَنِ الْمُصَلِّيْ شَيْئًا مِنَ الْاَذٰى

عورت نمازی سے کوئی نجاست اٹھا کر پھینک دے

اس باب کی ابوابِ سابقہ کے ساتھ اس طرح مناسبت ہے کہ ابوابِ سابقہ میں نمازی کے سامنے سے عورت کے گزرنے کا بیان کیا گیا تھا اور اس باب میں عورت کا نمازی سے نجاست اٹھا کر پھینکنے کا بیان کیا گیا ہے اور یہ نمازی کے سامنے سے گزرنے کی بہ

نسبت زیادہ شدید ہے۔

٥٢٠ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اِسْحَاقَ السُّوْرَمَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيْلُ ، عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يُصَلِّيْ عِنْدَ الْكَعْبَةِ ، وَجَمْعٌ مِّنْ قُرَيْشٍ فِيْ مَجَالِسِهِمْ اِذْ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ اَلَا تَنْظُرُوْنَ اِلٰى هٰذَا الْمُرَائِيْ؟ اَيُّكُمْ يَقُوْمُ اِلٰى جَزُوْرِ اٰلِ فُلَانٍ ، فَيَعْمِدُ اِلٰى فَرْثِهَا وَدَمِهَا وَسَلَاهَا فَيَجِيْءُ بِهٖ ، ثُمَّ يُمْهِلُهٗ ، حَتّٰى اِذَا سَجَدَ وَضَعَهٗ بَيْنَ كَتِفَيْهِ فَانْبَعَثَ اَشْقَاهُمْ ، فَلَمَّا سَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَهٗ بَيْنَ كَتِفَيْهِ ، وَثَبَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا ، فَضَحِكُوْا حَتّٰى مَالَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ مِّنَ الضَّحِكِ ، فَانْطَلَقَ مُنْطَلِقٌ اِلٰى فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ ، وَهِيَ جُوَيْرِيَةٌ ، فَاَقْبَلَتْ تَسْعٰى ، وَثَبَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا ، حَتّٰى اَلْقَتْهُ عَنْهُ ، وَاَقْبَلَتْ عَلَيْهِمْ تَسُبُّهُمْ ، فَلَمَّا قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ، اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ، اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ، ثُمَّ سَمّٰى اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِعَمْرِو بْنِ هِشَامٍ ، وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ ، وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ ، وَالْوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ ، وَاُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ ، وَعُقْبَةَ بْنِ اَبِيْ مُعَيْطٍ ، وَعُمَارَةَ بْنِ الْوَلِيْدِ . قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَوَاللّٰهِ ، لَقَدْ رَاَيْتُهُمْ صَرْعٰى يَوْمَ بَدْرٍ ، ثُمَّ سُحِبُوْا اِلَى الْقَلِيْبِ ، قَلِيْبِ بَدْرٍ ، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُتْبِعَ اَصْحَابُ الْقَلِيْبِ لَعْنَةً .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن اسحاق السورماری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از عمرو بن میمون از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ کعبہ کے پاس کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور (کفار) قریش کی ایک جماعت اپنی مجالس میں بیٹھی ہوئی تھی' اس وقت ان میں سے کسی کہنے والے نے کہا: کیا تم اس ریاکار کی طرف نہیں دیکھ رہے؟ تم میں سے کوئی شخص آل فلاں کی اونٹنی کی طرف جائے اور اس کے گوبر اور خون اور اس کی بچہ دانی (اس سے مجازاً اوجھڑی مراد ہے) لے آئے' پھر اس کو مہلت دے حتیٰ کہ جب یہ سجدہ میں جائیں تو اس کو ان کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دے' پھر جو ان میں سب سے زیادہ بدبخت تھا' وہ اٹھا اور جب رسول اللہ ﷺ نے سجدہ کیا تو اس نے اس اوجھڑی کو آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دیا اور نبی ﷺ سجدہ میں برقرار رہے' سو وہ کفار ہنستے رہے اور ہنستے ہوئے ایک دوسرے پر گر رہے تھے' پھر کوئی جانے والا حضرت سیدہ فاطمہ علیہا السلام کے پاس گیا' اور وہ کم سن لڑکی تھیں' پس وہ دوڑتی ہوئی آئیں اور نبی ﷺ (بہ دستور) سجدہ میں تھے' حتیٰ کہ انہوں نے اس اوجھڑی کو آپ کے اوپر سے اٹھا کر پھینک دیا' اور کفار قریش کی طرف متوجہ ہو کر ان کو سخت سست کہا' جب رسول اللہ ﷺ نے نماز ادا کر لی تو آپ نے ان کے خلاف دعاء ضرر کی: اے اللہ! قریش کو پکڑ لے' اے اللہ! قریش کو پکڑ لے' اے اللہ! قریش کو پکڑ لے' پھر ان کے نام لیے: اے اللہ! عمرو بن ہشام کو ہلاک کر دے' اور عتبہ بن ربیعہ کو اور شیبہ بن ربیعہ کو' اور ولید بن عتبہ کو اور امیہ بن خلف کو اور عقبہ بن ابی معیط کو اور عمارہ بن الولید کو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پس اللہ کی قسم! غزوۂ بدر کے دن میں نے دیکھا یہ سب زمین پر (مردہ) پڑے ہوئے تھے' پھر ان سب کو گھسیٹ کر بدر کے کنویں میں ڈالا

گیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کنویں والوں پر لعنت کی گئی ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۴۰ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: جب نمازی کی پشت پر نجاست یا مردار ڈال دیا جائے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی مناسبت ہے۔

الحمد للہ رب العلمین! استقبال القبلۃ' احکام المساجد اور نمازی کے سترہ اور اس کے متعلق ابواب ختم ہو گئے اور اب ان شاء اللہ ''کتاب مواقیت الصلوٰۃ'' شروع ہوگی۔

۞۞۞۞۞

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۹ - كِتَابُ مَوَاقِيْتِ الصَّلٰوةِ
نماز کے اوقات کا بیان

امام بخاری نے ''کتاب الطھارۃ'' کے بعد ''کتاب الصلٰوۃ'' کو شروع کیا اور ''کتاب الصلٰوۃ'' کے بعد ابواب قبلۂ ابواب المساجد اور نمازی کے سترہ کے ابواب سے فارغ ہونے کے بعد ''کتاب مواقیت الصلٰوۃ'' کو شروع کیا۔

''مواقیت''، ''میقات'' کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: وقت کی مقدار' جس جگہ سے حج کے لیے احرام باندھا جاتا ہے' اس کو بھی میقات کہتے ہیں۔

١ - بَابُ مَوَاقِيْتِ الصَّلٰوةِ وَفَضْلِهَا

نماز کے اوقات اور ان کی فضیلت

وَقَوْلِهٖ ﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا﴾ (النساء:١٠٣) مُوَقَّتًا' وَقَّتَهٗ عَلَيْهِمْ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک مؤمنین پر نماز مقررہ اوقات میں فرض کی گئی ہے۔ (النساء:١٠٣) ''موقت'' کا معنی ہے: ان پر وقت مقرر میں فرض کی گئی ہے۔

٥٢١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اَخَّرَ الصَّلٰوةَ يَوْمًا' فَدَخَلَ عَلَيْهِ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ فَاَخْبَرَهٗ اَنَّ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ اَخَّرَ الصَّلٰوةَ يَوْمًا' وَهُوَ بِالْعِرَاقِ' فَدَخَلَ عَلَيْهِ اَبُوْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِيُّ فَقَالَ مَا هٰذَا يَا مُغِيْرَةُ' اَلَيْسَ قَدْ عَلِمْتَ اَنَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَزَلَ فَصَلّٰى' فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' ثُمَّ صَلّٰى' فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' ثُمَّ صَلّٰى' فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' ثُمَّ صَلّٰى' فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' ثُمَّ صَلّٰى' فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' ثُمَّ قَالَ بِهٰذَا اُمِرْتُ. فَقَالَ عُمَرُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے امام مالک پر قراءت کی از ابن شہاب کہ ایک دن عمر بن عبد العزیز نے نماز کو مؤخر کر دیا' پھر ان کے پاس عروہ بن الزبیر آئے اور ان کو یہ خبر دی کہ حضرت المغیرہ بن شعبہ نے ایک دن نماز کو مؤخر کر دیا اور وہ اس وقت عراق میں تھے' پھر ان کے پاس حضرت ابو مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ آئے اور کہا: اے مغیرہ! یہ کیا وقت ہے؟ کیا تم نہیں جانتے کہ حضرت جبریل نازل ہوئے' پھر انہوں نے نماز پڑھی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی' پھر انہوں نے نماز پڑھی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی' پھر انہوں نے نماز پڑھی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی' پھر انہوں نے نماز پڑھی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی' پھر انہوں نے نماز پڑھی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی' پھر

لِعُرْوَةَ اِعْلَمْ مَا تُحَدِّثُ ، اَوْ اَنَّ جِبْرِيْلَ هُوَ اَقَامَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقْتَ الصَّلٰوةِ ؟ قَالَ عُرْوَةُ كَذٰلِكَ كَانَ بَشِيْرُ بْنُ اَبِىْ مَسْعُوْدٍ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ. [اطراف الحدیث:۳۲۲۱۔۴۰۰۷]

آپ نے فرمایا: مجھے اس چیز کا حکم دیا گیا ہے' پھر عمر بن عبد العزیز نے عروہ سے کہا: سمجھو! تم کیا حدیث بیان کر رہے ہو' کیا حضرت جبریل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے نماز کا وقت مقرر کیا تھا؟ عروہ نے کہا: اسی طرح بشیر بن ابی مسعود اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۶۰۸' سنن ابوداؤد: ۳۹۴' سنن نسائی: ۴۹۳' سنن ابن ماجہ: ۶۶۸' مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۱' مسند احمد ج ۲۸ ص ۳۱۷' جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۴۳۹' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن مسلمہ القعنبی (۲) امام مالک بن انس (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) عمر بن عبد العزیز بن مروان' امیر المؤمنین' ان کو بھی خلفاء راشدین میں شمار کیا جاتا ہے (۵) عروہ بن الزبیر بن العوام (۶) حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ یہ صحابی ہیں (۷) حضرت ابو مسعود الانصاری' ان کا نام عقبہ بن عمرو بن ثعلبہ الخزرجی الانصاری ہے رضی اللہ عنہ (۸) ان کے بیٹے بشیر بن ابو مسعود' یہ جلیل القدر تابعی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۵)

عمر بن عبد العزیز نے جو نماز میں تاخیر کی تھی' یہ ان کا معمول نہیں تھا اور مؤخر ہونے والی نماز کی تعیین

اس حدیث میں ہے کہ حضرت المغیرہ بن شعبہ نے ایک دن نماز کو مؤخر کر دیا اور امام بخاری کی دوسری روایت میں ہے: ایک دن حضرت المغیرہ نے عصر کی نماز کو مؤخر کر دیا۔ (صحیح البخاری: ۴۰۰۷)

عمر بن عبد العزیز نے اس طرح نماز کو مؤخر نہیں کیا تھا' جس طرح بنو امیہ کے امراء نماز کو مؤخر کرتے تھے' کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ولید نماز کو مؤخر کر کے پڑھاتا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس پر انکار کرتے تھے' عطاء نے کہا: ایک دفعہ ولید نے جمعہ میں اتنی تاخیر کر دی حتیٰ کہ شام ہو گئی' اسی طرح حجاج بھی کیا کرتا تھا۔ عمر بن عبد العزیز نے جو نماز کو مؤخر کیا تھا تو مستحب وقت سے مؤخر کیا تھا نہ کہ اس کے اصل وقت سے مؤخر کیا تھا اور ان کی جلالت کی وجہ سے ان کے متعلق یہ اعتقاد نہیں کیا جائے گا' اور عروہ نے ان پر اس لیے انکار کیا تھا کہ انہوں نے عصر کی فضیلت والے وقت کو ترک کر دیا تھا' جس میں حضرت جبریل علیہ السلام نے نماز پڑھائی تھی' علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ انہوں نے اس نماز کو اس کے مستحب وقت سے مؤخر کر دیا تھا' اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ انہوں نے عصر کو اتنا مؤخر کر دیا تھا' حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔

حضرت جبریل کا پانچ نمازوں میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امامت کرانا

نیز اس حدیث میں ہے: حضرت جبریل نازل ہوئے' پھر انہوں نے نماز پڑھی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی۔

اس جملہ کا معنی یہ ہے کہ حضرت جبریل نے نماز پڑھائی' پھر اس کے فوراً بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی اقتداء میں نماز پڑھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شب معراج جو پانچ نمازیں فرض ہوئی تھیں' حضرت جبریل ان پانچ نمازوں کی کیفیت کے بیان کے لیے نماز پڑھا رہے تھے۔

پھر آپ نے فرمایا: مجھے اسی چیز کا حکم دیا گیا ہے' یعنی ان اوقات میں نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

پھر عمر بن عبد العزیز نے کہا: سمجھو! تم کیا حدیث بیان کر رہے ہو۔

بہ ظاہر اس کا معنی یہ ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کو یہ معلوم نہیں تھا کہ حضرت جبریل نے ان نمازوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امامت کرائی تھی' ہوسکتا ہے ان تک یہ حدیث پہنچی نہ ہو یا وہ بھول گئے ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۷۔۵ ملخصا' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقتدی ہونا' آپ کے افضل ہونے کے منافی نہیں

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام امام تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقتدی تھے اور امام مقتدی سے افضل ہوتا ہے' اس سے لازم آئے گا کہ حضرت جبریل علیہ السلام' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل ہوں' حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل الخلق ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ محض امام ہونے سے افضل ہونا لازم نہیں آتا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مرتبہ حضرت ابوبکر کی اقتداء میں نماز پڑھی اور ایک مرتبہ حضرت عبدالرحمن بن عوف کی اقتداء میں نماز پڑھی' اسی طرح بعض مرتبہ استاذ اپنے شاگرد کی اقتداء میں نماز پڑھتا ہے اور والد اپنے بیٹے کی اقتداء میں نماز پڑھتا ہے' جب کہ افضل استاذ اور والد ہی ہوتا ہے' اس لیے افضل تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تھے' اگرچہ امام اس وقت حضرت جبریل تھے' نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لیے بھی اقتداء میں نماز پڑھی ہے کہ جس طرح آپ کی زندگی میں امامت کا نمونہ ہے' اسی طرح آپ کی زندگی میں اقتداء کا بھی نمونہ ہے' آپ کی امت میں کم لوگ امام ہوتے ہیں اور آپ کی امت کی اکثریت مقتدی ہوتی ہے' اگر آپ کسی کی اقتداء میں نماز نہ پڑھتے تو آپ کی امت کی اکثریت آپ کی سنت کی اتباع سے محروم ہو جاتی۔

۵۲۲ - قَالَ عُرْوَةُ وَلَقَدْ حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ' وَالشَّمْسُ فِي حُجْرَتِهَا قَبْلَ اَنْ تَظْهَرَ.

عروہ نے کہا: مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصر کی نماز پڑھتے تھے اور دھوپ ان کے حجرے میں ہوتی تھی' اس سے پہلے کہ دھوپ ان کے حجرے سے اوپر چڑھے۔

[اطراف الحدیث: ۵۴۴۔۵۴۵۔۵۴۶۔۳۱۰۳]

(صحیح مسلم: ۶۱۱' الرقم المسلسل: ۱۳۵۵' سنن ابوداؤد: ۴۰۷' سنن ابن ماجہ: ۶۶۸' جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۴۶۵' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

نماز کو اوّل وقت میں پڑھنے کا استحباب' علماء کا امراء کو غلط کام پر ٹوکنا اور اس حدیث کو ضعیف قرار دینے کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

(۱) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نماز کو اس کے وقت پر پڑھنا فرض ہے اور نماز کو اس کے وقت سے پہلے پڑھنا جائز نہیں ہے۔

(۲) نماز کو اوّل وقت میں پڑھنا افضل ہے سوا ان نمازوں کے جن کے متعلق احادیث میں تاخیر سے پڑھنے کا حکم ہے' مثلاً فجر کی نماز کو سفیدی پھیلنے کے بعد پڑھنا مستحب ہے' ظہر کی نماز کو گرمیوں میں ٹھنڈے وقت میں پڑھنا مستحب ہے' اور عشاء کی نماز کو تہائی رات تک مؤخر کر کے پڑھنا مستحب ہے۔

(۳) عروہ' عمر بن عبدالعزیز کے پاس گئے اور ان کو تاخیر سے عصر کی نماز پڑھنے پر ٹوکا' اس سے معلوم ہوا کہ جب علماء حکام کے پاس جائیں اور ان کو خلاف سنت کام کرتے ہوئے دیکھیں تو ان کو اس پر ملامت کریں۔

(۴) عمر بن عبدالعزیز نے عروہ سے پوچھا: اس پر کیا دلیل ہے کہ عصر کو اوّل وقت میں پڑھنا چاہیے تو عروہ نے اس پر یہ دلیل بیان کی کہ حضرت جبریل نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اوّل وقت میں عصر کی نماز پڑھائی۔

(۵) پہلے عروہ نے حضرت مغیرہ کی حدیث بیان کی' جب اس سے عمر بن عبدالعزیز مطمئن نہیں ہوئے تو انہوں نے حضرت ابومسعود

انصاری کی حدیث مرفوع بیان کی' اس سے معلوم ہوا کہ اگر طالب علم قوی دلیل کا مطالبہ کرے تو شیخ کو چاہیے کہ اس کا مطالبہ پورا کرے۔

(٦) علامہ ابن العربی نے اس حدیث سے اس پر استدلال کیا ہے کہ فرض پڑھنے والے کی نماز نفل پڑھنے والے کے پیچھے جائز ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ پر نماز فرض تھی اور چونکہ حضرت جبریل مکلف نہیں ہیں' اس لیے ان کی نماز نفل تھی' اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بھی وہ نماز نفل تھی ورنہ حضرت جبریل بیان کرتے کہ آپ کی یہ نماز فرض ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ جب حضرت جبریل کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپ یہ نماز پڑھائیں تو ان پر بھی اس نماز کو پڑھانا فرض ہو گیا۔

(٧) علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ حضرت جبریل کی امامت کرنے کی حدیث ضعیف ہے' اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ پہلے دن حضرت جبریل نے ہر نماز کو اوّل وقت میں پڑھایا اور دوسرے دن ہر نماز کو آخر وقت میں پڑھایا اور کہا: ان دونوں وقتوں کے درمیان نماز کا وقت ہے' اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو عروہ' عمر بن عبد العزیز کو آخر وقت میں نماز پڑھنے پر انکار نہ کرتے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے عصر کی نماز اس وقت پڑھی' جب عصر کا مختار وقت نکل چکا ہو' عصر کا مختار وقت وہ ہے جب ہر چیز کا سایا دو مثل ہو جائے' نہ کہ وقت جواز میں پڑھی ہو اور وہ غروب آفتاب کا وقت ہے اور چونکہ عمر بن عبد العزیز نے مختار وقت کے نکلنے کے بعد عصر کی نماز پڑھی تھی' اس لیے عروہ نے ان پر اعتراض کیا تھا' اس لیے اس حدیث کو ضعیف قرار دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

(٨) حضرت ابو مسعود کی حدیث روایت کرنے کے بعد عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز پڑھتے تھے اور دھوپ ان کے حجرے میں ہوتی تھی' اس حدیث کو روایت کرنے سے عروہ کی غرض یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز اوّل وقت میں پڑھتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۹-۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

شرح صحیح مسلم میں پانچ نمازوں کے اوقات پر دلائل اور دیگر مباحث

یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۲۸۱- ج ۲ ص ۲۲۹ پر مذکور ہے' اس حدیث کی وہاں شرح نہیں کی گئی' البتہ باب کے شروع میں حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) پانچ نمازوں کے اوقات پر قرآن مجید سے استدلال (۲) احادیث سے استدلال (۳) اجماع امت سے استدلال (۴) عقل سے تائید (۵) بلغاریہ اور قطبین میں اوقاتِ نماز (۶) حدیث دجال کی تحقیق (۷) ایک نماز پڑھنے کے بعد اسی نماز کا وقت دوسرے شہر میں (۸) ایک شہر میں روزے رکھنے کے بعد دوسرے شہر میں ایام رمضان پانا۔

یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۲۹-۲۲۲ پر مذکور ہے۔

۲ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ (الروم: ٣٢)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے لوگو!) اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس سے ڈرتے رہو اور نماز کو قائم رکھو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔ (الروم: ۳۲)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس میں مشغولیت اللہ کی اطاعت سے روکتی ہو' اس سے منقطع ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو اور اس کے احکام کی اطاعت کرو اور نماز پڑھتے رہو کیونکہ نماز پڑھنے سے اللہ تعالیٰ پر ایمان کا اظہار ہوتا ہے' جس نے نماز کو قائم

کیا' اس نے دین کو قائم کیا اور جس نماز کو ترک کیا' اس نے دین کی عمارت کو منہدم کر دیا' نماز پڑھنا مؤمنوں کا شعار ہے اور نماز نہ پڑھنا مشرکین کا طریقہ ہے' اس لیے فرمایا ہے: نماز کو قائم رکھو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔

٥٢٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبَّادٌ' هُوَ ابْنُ عَبَّادٍ' عَنْ اَبِي جَمْرَةَ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَقَالُوْا اِنَّا مِنْ هٰذَا الْحَيِّ مِنْ رَبِيْعَةَ' وَلَسْنَا نَصِلُ اِلَيْكَ اِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ' فَمُرْنَا بِشَيْءٍ نَاْخُذُهُ عَنْكَ' وَنَدْعُوْ اِلَيْهِ مَنْ وَّرَاءَ نَا' فَقَالَ اٰمُرُكُمْ بِاَرْبَعٍ' وَاَنْهَاكُمْ عَنْ اَرْبَعٍ اَلْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ. ثُمَّ فَسَّرَهَا لَهُمْ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ' وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ' وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ' وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ' وَاَنْ تُؤَدُّوْا اِلَيَّ خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ' وَاَنْهٰى عَنِ الدُّبَّاءِ' وَالْحَنْتَمِ' وَالْمُقَيَّرِ' وَالنَّقِيْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عباد نے حدیث بیان کی اور وہ ابن عباد ہیں از ابی جمرہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عبد القیس کا وفد حاضر ہوا' انہوں نے کہا: ہم اس قبیلہ ربیعہ سے ہیں اور ہم آپ کے پاس صرف حرمت والے مہینوں میں پہنچ سکتے ہیں' آپ ہمیں کسی ایسی چیز کا حکم دیں جس کو ہم آپ سے حاصل کریں اور جو لوگ ہمارے پیچھے ہیں' ان کو اس کی طرف دعوت دیں' تب آپ نے فرمایا: میں تم کو چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے منع کرتا ہوں' اللہ پر ایمان لانے کا' پھر انہوں نے ان کے لیے اس کی تفسیر کی: اس کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں' اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور تم میری طرف مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ ادا کرو اور میں تم کو کھو کھلے کدو' سبز گھڑے اور تارکول سے لیپے ہوئے برتن اور کھوکھلی لکڑی میں (پینے سے) منع کرتا ہوں۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۵۳ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصہ ادا کرنا بھی اُمورِ ایمان میں سے ہے' اور یہاں اس حدیث کو نماز قائم رکھنے کے لیے بیان کیا ہے اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

٣ - بَابُ الْبَيْعَةِ عَلٰى اِقَامَةِ الصَّلٰوةِ — اقامت نماز پر بیعت کرنا

یہاں بیعت سے مراد ہے: اسلام کو قبول کرنے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کا عہد کرنا' اور وہ شخص جو اپنی اطاعت کو کسی کے لیے فروخت کر دے تو کہا جاتا ہے: اس نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

٥٢٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا قَيْسٌ' عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اِقَامِ الصَّلٰوةِ' وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ' وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قیس نے حدیث بیان کی از جریر بن عبد اللہ' انہوں نے کہا: میں نے نماز قائم کرنے' زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کے لیے خیر خواہی کرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۲۴ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: اللہ' اس کے رسول' ائمہ مسلمین اور عام لوگوں کی خیر خواہی کرنا دین ہے' اور اس باب کا عنوان ہے: نماز قائم کرنے کے لیے بیعت کرنا' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

٤ - بَابُ الصَّلٰوةُ كَفَّارَةٌ — نماز کفارہ ہے

کفارہ اس فعل کو کہتے ہیں جو کسی گناہ کو مٹا دے اور چونکہ نماز پڑھنے سے صغیرہ گناہ مٹ جاتے ہیں' اس لیے کہا جاتا ہے: نماز گناہوں کا کفارہ ہے۔

۵۲۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى' عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ حَدَّثَنِي شَقِيقٌ قَالَ سَمِعْتُ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ' فَقَالَ اَيُّكُمْ يَحْفَظُ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتْنَةِ؟ قُلْتُ اَنَا' كَمَا قَالَهُ. اِنَّكَ عَلَيْهِ. اَوْ عَلَيْهَا. لَجَرِيْءٌ' قُلْتُ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِيْ اَهْلِهِ وَمَالِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ' تُكَفِّرُهَا الصَّلٰوةُ وَالصَّوْمُ وَالصَّدَقَةُ وَالْاَمْرُ وَالنَّهْيُ' قَالَ لَيْسَ هٰذَا اُرِيْدُ' وَلٰكِنِ الْفِتْنَةُ الَّتِيْ تَمُوْجُ كَمَا يَمُوْجُ الْبَحْرُ' قَالَ لَيْسَ عَلَيْكَ مِنْهَا بَاْسٌ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ' اِنَّ بَيْنَكَ وَ بَيْنَهَا بَابًا مُغْلَقًا. قَالَ اَيُكْسَرُ اَمْ يُفْتَحُ؟ قَالَ يُكْسَرُ' قَالَ اِذًا لَا يُغْلَقُ اَبَدًا' قُلْنَا اَكَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ الْبَابَ؟ قَالَ نَعَمْ' كَمَا اَنَّ دُوْنَ الْغَدِ اللَّيْلَةَ' اِنِّيْ حَدَّثْتُهُ بِحَدِيْثٍ لَيْسَ بِالْاَغَالِيْطِ' فَهِبْنَا اَنْ نَسْاَلَ حُذَيْفَةَ' فَاَمَرْنَا مَسْرُوْقًا فَسَاَلَهُ' فَقَالَ الْبَابُ عُمَرُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از الاعمش' انہوں نے کہا: مجھے شقیق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ سے سنا' انہوں نے کہا: ہم حضرت عمر رضی اللہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' انہوں نے پوچھا: تم میں سے کس شخص کو فتنہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث یاد ہے؟ میں نے کہا: مجھے اسی طرح یاد ہے جس طرح آپ نے فرمایا تھا' (انہوں نے کہا:) تم اس کی ہمت رکھنے والے ہو' میں نے کہا: آدمی کی بیوی' اس کے مال' اس کی اولاد اور اس کے پڑوسی میں جو فتنہ ہوتا ہے' نماز' روزہ' صدقہ' نیکی کا حکم دینے اور بُرائی سے منع کرنے سے اس کا کفارہ ہو جاتا ہے' حضرت عمر نے کہا: میری یہ مراد نہیں ہے لیکن میری مراد اس فتنہ سے ہے جس کی موجیں سمندر کی موجوں کی طرح ہوں گی' میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کو اس فتنہ سے کوئی خطرہ نہیں ہے' آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک مقفل دروازہ ہے' حضرت عمر نے پوچھا: آیا اس دروازہ کو کھولا جائے گا یا توڑا جائے گا؟ حضرت حذیفہ نے کہا: توڑا جائے گا' حضرت عمر نے کہا: پھر وہ دروازہ کبھی بند نہیں کیا جائے گا' ہم نے پوچھا: کیا حضرت عمر اس دروازہ کو جانتے تھے؟ حضرت حذیفہ نے کہا: ہاں! جیسے وہ جانتے تھے کہ کل (کے دن) سے پہلے رات ہے' میں نے ان کو ایسی حدیث بیان کی ہے جو بجھارت نہیں ہے' پھر ہم خود حضرت حذیفہ سے پوچھنے سے ڈرے' ہم نے مسروق سے کہا تو انہوں نے پوچھا' پس حضرت حذیفہ نے بتایا: دروازہ حضرت عمر تھے۔

[اطراف الحدیث: ۱۴۳۵-۱۸۹۵-۳۵۸۶-۷۰۹۶]

(صحیح مسلم: ۱۴۴' الرقم المسلسل: ۳۶۲' سنن ترمذی: ۲۲۶۵' سنن ابن ماجہ: ۳۹۵۵' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۴۰۸' مسند الحمیدی: ۴۴۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج۱۵ ص۱۵' مسند البزار: ۲۸۷۴' السنن الکبریٰ: ۳۲۷' المعجم الاوسط: ۴۸۳۲' دلائل النبوۃ للبیہقی ج۶ ص۳۸۶' مصنف عبد الرزاق: ۲۰۷۵۲' مسند احمد ج۵ ص۴۰۲-۴۰۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۳۳۱۲- ج۳۸ ص۳۱۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۴۳۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: نماز پڑھنے سے آدمی کے اہل وغیرہ کے فتنہ کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان سب کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

فتنہ کے معانی اور بیوی' مال اور اولاد کے فتنہ کا بیان

اس حدیث میں ''فتنه'' کا لفظ ہے' ''فتنه'' کا معنی ہے: گناہ اور گمراہی اور ''فتنه'' کا معنی ہے: کسی شخص کو اس کے نیک طریقہ سے ہٹا دینا۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ. (بنی اسرائیل: ۷۳) اور جو وحی ہم نے آپ کی طرف کی ہے' یہ لوگ آپ کو (اس کے بیان کرنے سے) ہٹا دینا چاہتے ہیں۔

اور ''فتنه'' کا معنی ہے: کفر اور شرک' قرآن مجید میں ہے:

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ. (البقرہ: ۱۹۳) اور ان سے قتال کرتے رہو حتیٰ کہ کفر اور شرک نہ رہے۔

لوگوں کے درمیان جو لڑائی اور جھگڑا ہوتا ہے' اس کو بھی فتنہ کہا جاتا ہے' نیکی سے بدی کی طرف منتقل ہونے کو بھی فتنہ کہا جاتا ہے' عورتوں سے بدکاری کو بھی فتنہ کہتے ہیں' برائی اور بھلائی' خوش حالی اور تنگ دستی کے امتحان کو بھی فتنہ کہتے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً. (الانبیاء: ۳۵) اور ہم تم کو مصیبت اور راحت کے امتحان میں مبتلا کرتے ہیں۔

انسان کا اس کی بیوی میں فتنہ یہ ہے کہ بیوی کی فرمائش پوری کرنے کے لیے وہ ایسی بات کہے یا ایسا کام کرے جو جائز نہ ہو' اور انسان کا اس کے مال میں فتنہ یہ ہے کہ مال کے حصول میں جائز اور ناجائز کا فرق نہ کرے یا مال کو خرچ کرنے میں جائز اور ناجائز کا فرق نہ کرے اور انسان کا اس کی اولاد میں فتنہ یہ ہے کہ وہ اولاد کی فرطِ محبت میں نیک کاموں سے رک جائے یا بُرے کاموں کا ارتکاب کرے یا ان کو نیک کام کرنے کا حکم نہ دے اور ان کو بُرے کاموں سے نہ روکے اور انسان کا اس کے پڑوسی میں فتنہ یہ ہے کہ وہ غربت اور افلاس میں پڑوسی کی مدد نہ کرے' وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرے' وہ مر جائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو' اپنی خوش حالی کی وجہ سے ان کے ساتھ تکبر سے پیش آئے اور اگر وہ خوش حال ہوں تو ان سے حسد کرے۔ جو شخص بیوی' مال' اولاد اور پڑوسی کے ساتھ ایسے کام کرے' اگر وہ گناہ کبیرہ کی حد سے کم ہوں تو نماز اور روزہ وغیرہ سے ان کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

نیک کاموں سے وہ گناہ معاف ہوتے ہیں جو کبیرہ سے کم ہوں اور کبیرہ گناہوں کی معافی کے لیے توبہ کرنا ضروری ہے

اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ. (ھود: ۱۱۴) بے شک نیکیاں بُرائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔

اور اگر وہ کام ایسے ہوں جو حرام کی حد تک پہنچ جائیں تو پھر ان کی معافی کے لیے توبہ کرنا ضروری ہے' بعض علماء نے کہا ہے کہ نیک کاموں کے کرنے سے گناہ کبیرہ کا بھی کفارہ ہو جاتا ہے' یہ صحیح نہیں ہے' ورنہ قرآن مجید میں توبہ کرنے کا حکم کیوں دیا جاتا؟ قرآن مجید میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا. (التحریم: ۸) اے ایمان والو! اللہ کی طرف توبہ کرو خالص توبہ۔

حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازیں اور ایک جمعہ سے دوسرا جمعہ ان کے درمیان کے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں' جب کہ انسان کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کرے۔

(صحیح مسلم: ۲۳۳' سنن ترمذی: ۲۱۴' مسند احمد ج ۲ ص ۴۸۴)

حضرت عمر کی ذات فتنوں کے سیلاب کے سامنے بہ منزلہ بند تھی' اس بند کے ٹوٹنے کے بعد جو فتنوں کا سیلاب آیا وہ آج تک جاری ہے

دروازہ کھلنے سے مراد حضرت عمر کی طبعی موت ہے اور دروازہ توڑنے سے مراد حضرت عمر کی شہادت ہے' فتنوں کے موج در موج سمندر کی موجوں کی طرح آنے سے مراد یہ ہے کہ مسلمان باہم قتل اور خون ریزی کریں اور لوگوں کی جان' مال اور عزت اور آبرو محفوظ نہ رہے۔ اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ایسے فتنوں کا سد باب حضرت عمر سے تھا اور وہ ان فتنوں کے لیے دروازہ تھے' اور جب حضرت عمر کو شہید کر دیا گیا تو ان فتنوں کو در آنے کا راستہ مل گیا' ان فتنوں کے سیلاب کے آگے حضرت عمر بہ منزلہ بند تھے اور جب یہ بند ٹوٹ گیا تو باہم قتل اور خون ریزی کا سیلاب آ گیا' پھر خوارج کا فتنہ نمودار ہوا اور پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا' پھر پیہم مختلف گم راہیوں کے فتنے نمودار ہوتے رہے اور اس کے نتیجہ میں مسلمان ایک دوسرے کو قتل کرتے رہے اور آج تک کر رہے ہیں' ہمارے دور کا بڑا فتنہ لسانی تعصب کا فتنہ ہے' اسی فتنہ کے نتیجہ میں پاکستان دو ٹکڑے ہوا اور بنگالی پاکستان سے الگ ہو گئے اور انہوں نے بنگلہ دیش بنالیا اور اب چاروں صوبے زبان کے اختلاف کی وجہ سے آپس میں قتل' خون ریزی اور لوٹ مار کر رہے ہیں اور ملک کی وحدت کو تباہ کر رہے ہیں اور باقی ماندہ ملک کو بھی توڑنا چاہتے ہیں۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۷۷ ۲۔ ج ۱ ص ۶۱۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان ہیں: عبادات کے کفارہ ہونے کا بیان' حضرت حذیفہ کی حدیث کے بجھارت (پہیلی) نہ ہونے کا بیان۔

۵۲۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ، عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَجُلًا اَصَابَ مِنِ امْرَاَةٍ قُبْلَةً، فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهُ، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾ (ھود: ۱۱۴) فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَلِيْ هٰذَا؟ قَالَ لِجَمِيْعِ اُمَّتِيْ كُلِّهِمْ.

[طرف الحدیث: ۴۶۸۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی از سلیمان التیمی از ابی عثمان النہدی از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک عورت کا بوسا لے لیا' پھر اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی خبر دی' تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: اور دن کی دونوں طرفوں میں نماز پڑھیے اور رات کی کئی ساعتوں میں بھی' بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ (ھود: ۱۱۴) اس شخص نے پوچھا: یارسول اللہ! آیا یہ حکم صرف میرے لیے ہے (یا تمام امت کے لیے ہے؟) آپ نے فرمایا: میری تمام امت کے لیے ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۷۶۳' الرقم المسلسل: ۶۸۶۸' سنن ابن ماجہ: ۴۲۵۴' السنن الکبریٰ: ۱۱۲۴۷' سنن ترمذی: ۳۱۱۴' مصنف عبد الرزاق: ۱۳۸۳۰' صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۹۸' صحیح ابن حبان: ۱۷۲۹' المعجم الکبیر: ۱۰۵۶۰' سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۴۱' اسباب النزول للواحدی ص ۲۶۹' شرح السنۃ: ۳۴۶' مسند احمد

ج ا ص ۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۶۵۳ ۔ ج ۶ ص ۱۶۵ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۰۷۵ 'مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) قتیبہ بن سعید (۲) یزید بن زریع (۳) سلیمان بن طرخان ابوالمعتمر (۴) ابوعثمان عبدالرحمان بن مل النہدی' یہ نہد بن زید بن لیث بن اسلم کی طرف نسبت ہے' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں اسلام لے آئے تھے' لیکن آپ سے ملاقات نہیں ہوئی' لیکن انہوں نے آپ کی طرف صدقات روانہ کیے اور تقریباً ۱۳۰ سال زندہ رہے اور ۹۵ ھ میں فوت ہوئے' یہ نماز پڑھتے پڑھتے بے ہوش ہو جاتے تھے (۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۵)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ حسنات سے مراد پانچ نمازیں ہیں کہ جب کوئی شخص پانچ نمازیں پڑھے گا تو ان سے اس کے گناہ مٹ جائیں گے بہ شرطیکہ وہ کبیرہ گناہوں سے مجتنب رہے۔

حدیث مذکور کی متعدد روایات

اس حدیث میں جس شخص کا واقعہ ہے' اس کا نام ابوالیسر تھا' اس کے متعلق متعدد روایات ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص نے آ کر کہا: میں مدینہ کے آخر میں ایک عورت سے لپٹ گیا' میں نے اس سے خوب بوس و کنار کیا بس اس میں دخول نہیں کیا' اب میں آپ کے سامنے حاضر ہوں' آپ جو چاہیں میرے متعلق فیصلہ فرمائیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: اللہ تعالیٰ نے تجھ پر پردہ رکھ لیا تھا' کاش! تو بھی اپنا پردہ رکھتا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کوئی جواب نہیں دیا' وہ شخص اٹھ کر جانے لگا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو بھیج کر اسے بلوایا اور اسی پر یہ آیت تلاوت فرمائی: اور دن کی دونوں طرفوں میں نماز پڑھیے اور رات کی کئی ساعتوں میں بھی' بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ (ھود: ۱۱۴) لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے نبی! کیا یہ حکم اس کے ساتھ مخصوص ہے؟ آپ نے فرمایا: بلکہ سب کے لیے ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۷۶۳' الرقم المسلسل: ۶۸۱۷' سنن ابوداؤد: ۴۴۶۸' سنن ترمذی: ۳۱۱۲' مسند احمد ج ا ص ۴۴۵)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے اور ہم آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے آ کر کہا: یا رسول اللہ! میں نے ایسا کام کیا ہے جو مستوجب حد ہے' پس آپ مجھ پر حد قائم کیجئے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے' اس نے پھر دوبارہ عرض کیا' اور کہا: یا رسول اللہ! میں نے ایسا کام کیا ہے جو مستوجب حد ہے' آپ مجھ پر حد قائم کیجئے' آپ خاموش رہے اور نماز کی اقامت کہی گئی' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو وہ شخص پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔ حضرت ابوامامہ کہتے ہیں کہ میں بھی دیکھ رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شخص کو کیا جواب دیتے ہیں' وہ شخص پھر آپ سے ملا اور کہا: یا رسول اللہ! میں نے ایک ایسا کام کیا ہے جو مستوجب حد ہے' سو آپ مجھ پر حد قائم کیجئے' حضرت ابوامامہ بیان کرتے ہیں کہ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ بتاؤ جب تم اپنے گھر سے نکلے تو کیا تم نے اچھی طرح وضوء کیا تھا' اس نے کہا: کیوں نہیں! یا رسول اللہ! پھر تم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھ لی؟ اس نے کہا: جی ہاں! یا رسول اللہ! پھر اس سے رسول اللہ نے فرمایا: پس بے شک اللہ نے تمہارے گناہ کو معاف فرما دیا۔ (صحیح مسلم: ۲۷۶۵' الرقم المسلسل: ۶۸۷۴' سنن ابوداؤد: ۴۳۸۱' السنن الکبریٰ: ۷۳۱۵)

اس شخص نے جو کہا تھا: میں نے ایسا کام کیا ہے جو مستوجب حد ہے' اس سے مراد حد کا معروف معنی نہیں ہے بلکہ اس سے مراد ہے: بہت بڑا گناہ۔

ھود: ۱۱۴ کی تفسیر

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

سورہ ھود: ۱۱۴ میں جو فرمایا ہے: دن کی دوطرفوں میں نماز پڑھیے' اس سے مراد فجر اور عشاء کی نماز ہے' مجاہد اور ضحاک نے اسی طرح تفسیر کی ہے' اور حسن بصری اور قتادہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد فجر اور عصر کی نماز ہے اور ''رات کی کئی ساعتوں میں'' اس سے مراد مغرب اور عشاء کی نماز ہے' اور فرمایا: نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں' ان نیکیوں سے مراد پانچ نمازیں ہیں' یہ حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور حسن بصری' قتادہ' سعید بن المسیب وغیرھم کا بھی یہی قول ہے۔

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ آدمی کسی عورت سے صرف بوس و کنار وغیرہ کرے اور اس سے جماع نہ کرے تو یہ ان صغیرہ گناہوں میں سے ہے' جن کو اللہ تعالیٰ کبائر سے اجتناب کرنے کی وجہ سے معاف فرما دیتا ہے اور انسان صغیرہ گناہ کرے اور کبیرہ سے باز رہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے:

اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ. (النجم: ۳۲)

جو لوگ کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں سوا صغیرہ گناہوں کے (تو) بے شک آپ کا رب بہت وسیع مغفرت والا ہے۔

رہا گناہ کبیرہ کا حکم تو اہل سنت و جماعت کا اس پر اجماع ہے کہ اس میں ضروری ہے کہ وہ نادم ہو اور توبہ کرے اور اس کی ہر ممکن تلافی کرے اور یہ عزم کرے کہ وہ آئندہ اس کا ارتکاب نہیں کرے گا تو پھر پانچ نمازیں اس کے صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہیں جب کہ وہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازیں ان کے درمیان کے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں بہ شرطیکہ وہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرے۔

میں کہتا ہوں کہ حضرت عمران بن حصین کی روایت تو مجھے نہیں ملی' البتہ اس سلسلہ میں دیگر صحابہ سے مروی حسب ذیل احادیث ہیں:

پانچ نمازوں کے پڑھنے سے ان کے درمیان کے گناہوں کی معافی کے متعلق احادیث

حضرت عثمان رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اس طرح پورا وضوء کیا' جس طرح اللہ عزوجل نے حکم دیا ہے تو فرض نمازیں ان کے درمیان کے گناہوں کے لیے کفارہ ہو جائیں گی۔

(مسند ابوداؤد الطیالسی: ۷۵' مسند عبد بن حمید: ۵۸' صحیح ابن حبان: ۱۰۴۳' صحیح مسلم: ۲۳۱' شرح السنۃ: ۱۵۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۷' مسند البزار: ۴۰۷' مسند احمد ج ۱ ص ۷۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۰۶- ج ۱ ص ۴۶۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ پانچ نمازیں ان کے درمیان کے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں۔ الحدیث (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۹۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ پانچ نمازیں جو حقائق ہیں' ان کے درمیان کے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں جب کہ وہ شخص کبائر سے مجتنب ہو۔ (مسند ابویعلیٰ: ۵۰۹۰)

حضرت ابو مالک یعنی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نمازیں ان کے درمیان کے

گناہوں کے لیے کفارہ ہیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔ (ھود: ۱۱۴)

(المعجم الکبیر: ۳۴۶۰' حافظ الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں ایک راوی محمد بن اسماعیل بن عیاش ہے' ابوحاتم نے کہا: اس کا اپنے والد سے سماع نہیں ہے اور یہ اس کے والد سے روایت ہے اور اس کے باقی راویوں کی توثیق کی گئی ہے' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۹۹)

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ فرض نماز اس سے پہلی نماز کے بعد کے گناہوں کا کفارہ ہے اور جمعہ اس سے پہلے جمعہ کے بعد کے گناہوں کا کفارہ ہے اور رمضان کا مہینہ اس سے پہلے رمضان کے مہینہ کے بعد کے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج اس سے پہلے حج کے بعد کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ الحدیث

(المعجم الکبیر: ۸۰۱۶' حافظ الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں ایک راوی المفضل بن صدقہ ہے اور وہ متروک الحدیث ہے۔ مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۹۹)

مؤخر الذکر دونوں حدیثوں کی سند ضعیف ہے مگر فضائل اعمال میں ضعیف السند احادیث معتبر ہوتی ہیں۔

ھود: ۱۱۴ میں ''الحسنات'' سے پانچ نمازیں مراد لینا راجح ہے

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: مجاہد نے کہا: ھود: ۱۱۴ میں ''الحَسَنٰتِ'' سے مراد یہ کہنا ہے: ''سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر''۔

امام طبری نے کہا: ان مفسرین کا قول صحیح ہے جنہوں نے کہا کہ ''الحسنات'' سے مراد پانچ نمازیں ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث ثابت ہے:

آپ نے فرمایا: پانچ نمازوں کی مثال اس دریا کی طرح ہے جس میں کوئی شخص ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرے تو اس کے جسم پر کون سا میل باقی رہے گا۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۴۳۸۔۴۲۷' المعجم الاوسط: ۴۹' المعجم الکبیر: ۶۱۵۱)

نمازیں پڑھنے پر عظیم ثواب کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے جب کہ باقی نیک اعمال پر اس قسم کی بشارت نہیں ہے' اس لیے ''الحسنات'' سے پانچ نمازوں کو مراد لینا راجح ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۱۰۔۲۰۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۸۷۳۔ ج ۷ ص ۵۲۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں صرف حد کی توجیہ کی گئی ہے۔

۵ - بَابُ فَضْلِ الصَّلٰوةِ لِوَقْتِهَا — نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کی فضیلت

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نماز کو اپنے وقت میں پڑھنا افضل ہے۔

۵۲۷ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ الْوَلِيْدُ بْنُ الْعَيْزَارِ اَخْبَرَنِيْ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَمْرٍو الشَّيْبَانِيَّ يَقُوْلُ حَدَّثَنَا صَاحِبُ هٰذِهِ الدَّارِ' وَاَشَارَ اِلٰى دَارِ عَبْدِ اللّٰهِ' قَالَ سَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ؟ قَالَ الصَّلٰوةُ عَلٰى وَقْتِهَا. قَالَ ثُمَّ اَيٌّ ؟ قَالَ ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ. قَالَ ثُمَّ اَيٌّ ؟ قَالَ الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. قَالَ حَدَّثَنِيْ بِهِنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' وَلَوِ اسْتَزَدْتُهٗ لَزَادَنِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید ہشام بن عبد الملک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: الولید بن العیزار نے مجھے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے ابو عمرو الشیبانی سے سنا' وہ کہتے تھے: ہمیں اس گھر والے نے حدیث بیان کی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف اشارہ کیا' انہوں نے بیان کیا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: اللہ کے نزدیک کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا: نماز کو اپنے وقت میں پڑھنا' انہوں نے کہا: پھر کون سا؟ فرمایا: پھر ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا' انہوں نے پوچھا: پھر کون

[اطراف الحدیث: ۲۷۸۲-۵۹۷۰-۷۵۳۴] سا؟ فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا' حضرت ابن مسعود نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے ان کے متعلق بتایا اور اگر میں اور زیادہ طلب کرتا تو آپ اور زیادہ بتاتے۔

(صحیح مسلم: ۸۵' الرقم المسلسل: ۲۴۶' سنن ترمذی: ۱۸۹۸-۱۷۳' سنن النسائی: ۶۱۰' مسند الحمیدی: ۱۰۳' المعجم الکبیر: ۹۸۰۳-۹۸۰۲' شعب الایمان: ۷۹۲۴-۷۹۲۶' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۰۱' مسند احمد ج ۱ ص ۴۴۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۲۲۳- ج ۷ ص ۲۶۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۰۵۹' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالولید ہشام بن عبد الملک الطیالسی البصری (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) الولید بن العیزار بن حریث الکوفی (۴) ابوعمرو الشیبانی اور وہ سعید بن ایاس ہیں' یہ المخضرم ہیں' یعنی انہوں نے اہل جاہلیت اور اسلام کا زمانہ پایا ہے' یہ ایک سو بیس سال زندہ رہے' یہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا' اس وقت میں اپنے گھر والوں کے اونٹ چراتا تھا اور جنگ قادسیہ میں میرا شباب کامل ہوا' اس وقت میری عمر ۴۰ سال تھی اور یہ حضرت عبد اللہ بن مسعود کے اصحاب میں سے تھے (۵) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۹)

''برّ الوالدین'' اور ''جهاد في سبيل الله'' کا معنی

اس حدیث میں ''برّ الوالدین'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا' ان کی خدمت کرنا' ان کی نافرمانی اور ان کے ساتھ بدسلوکی کو ترک کرنا۔

''الجهاد في سبيل الله'' اللہ کے دین کو سربلند کرنے اور شعائر اسلام کا اظہار کرنے کے لیے اپنی جان اور مال کے ساتھ کفار کے خلاف جنگ کرنا۔

مذکورہ تین اعمال کو ذکر کرنے کی خصوصیت

اس حدیث میں نبی ﷺ نے تین کاموں کو افضل اعمال میں شمار کیا ہے (۱) نماز کو اپنے وقت میں پڑھنا (۲) ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا (۳) اللہ کی راہ میں جہاد کرنا' ان کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ نماز دین کا ستون ہے اور جو شخص نماز میں سستی کرے گا' وہ باقی احکام پر عمل کرنے میں زیادہ سستی کرے گا اور جو شخص ماں باپ کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرے گا' باقی حقوق کی ادائیگی میں اس کی کوتاہی زیادہ متوقع ہے اور جو شخص جہاد میں تقصیر کرے گا' دیگر نیک اعمال میں اس کی تقصیر زیادہ متوقع ہے۔

افضل اعمال کی حدیثوں میں تعارض کا جواب

نیک اعمال ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ایک حدیث میں ہے: کھانا کھلانا اسلام کا سب سے اچھا عمل ہے (صحیح البخاری: ۱۲) اور ایک حدیث میں ہے: سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے جس میں زیادہ دوام ہو (صحیح البخاری: ۴۳) اور یہاں فرمایا ہے: سب سے افضل عمل نماز کو اپنے وقت میں پڑھنا ہے' ان میں موافقت کس طرح ہوگی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے ہر سائل کو اس کی غرض کے موافق جواب دیا یا اس کے حال کے لائق جواب دیا' یا اس وقت کے اعتبار سے جواب دیا' ابتداء اسلام میں جہاد افضل اعمال تھا کیونکہ یہ اسلام کو قائم کرنے کا وسیلہ تھا' اور اس کی وجہ سے اسلام کے باقی احکام پر عمل ہو سکتا تھا یا آپ نے حال اور موقع کے لحاظ سے جواب دیا' کیونکہ نصوص سے نماز کی صدقہ پر فضیلت ثابت ہے

لیکن بعض اوقات کسی شدید ضرورت مند کا حال تقاضا کرتا ہے کہ اس کی مدد کی جائے' اس وقت صدقہ کرنا افضل ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۱۔ ۲۰ ملخصا' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نماز کو اوّل وقت میں پڑھنے کی فضیلت پر دلیل اور نماز کے بعد ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کی فضیلت پر دلیل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ایک دن حضرت انس رضی اللہ عنہ رو رہے تھے' ان سے پوچھا گیا: آپ کیوں رو رہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد کے معمولات اب نظر نہیں آتے۔ کہا گیا کہ لوگ نماز تو پڑھ رہے ہیں' حضرت انس نے کہا: اس نماز کو بھی ضائع کر دیا گیا ہے یعنی لوگ نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کر کے پڑھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز کو اوّل وقت میں پڑھنے کے لیے سبقت کرنی چاہیے۔

المہلب نے کہا: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا نماز کو ضائع نہیں کر دیا گیا؟ اس کا معنی یہ ہے کہ لوگ نماز کو اس کے مستحب وقت سے مؤخر کر کے پڑھتے ہیں' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ لوگ نماز کو اس کا وقت نکل جانے کے بعد پڑھتے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝ (مریم:۵۹)

پھر (اللہ کے نیک بندوں کے بعد) ایسے بُرے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور نفسانی خواہشوں کی پیروی کی' وہ عنقریب انجامِ بد سے دوچار ہوں گے' ان کو دوزخ کی وادی میں ڈال دیا جائے گا۝

اس آیت میں فرمایا ہے کہ انہوں نے نماز کو ضائع کر دیا' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ انہوں نے نماز کو بالکل ترک کر دیا کیونکہ نماز کو بالکل ترک کر دینا تو کفر کی علامت ہے' بلکہ اس کا یہ معنی ہے کہ وہ نماز کو اس کے اوّل وقت یا مستحب وقت میں نہیں پڑھتے تھے' اور اس میں یہ دلیل ہے کہ افضل عمل نماز کو اوّل وقت یا مستحب وقت میں پڑھنا ہے۔

نماز کو اوّل وقت میں پڑھنے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کو افضل عمل فرمایا کیونکہ قرآن مجید میں بھی یہی ترتیب ہے' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ. (لقمان:۱۴)

میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۱۲۔ ۲۱۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے شکر کے ساتھ والدین کے ساتھ نیکی کرنے اور ان کا شکر ادا کرنے کی وجوہ

لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا. (البقرہ:۸۳)

اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ نیکی کرو۔

میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے شکر کے ساتھ والدین کا شکر کرنے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ والدین کے ساتھ نیکی کرنے کے ذکر کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ انسان کی پیدائش اور اس کی پرورش کا حقیقی سبب ہے اور والدین اس کی پیدائش اور پرورش کے ظاہری سبب ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی انسان پر بے شمار نعمتیں ہیں' وہ انسان کو مسلسل اور لگاتار نعمتیں عطا فرماتا ہے اور اکتاتا نہیں ہے' اسی طرح والدین

بھی اولاد کو مسلسل اور لگا تار نعمتیں عطا فرماتے ہیں اور تھکتے اور اکتاتے نہیں ہیں۔

(۳) انسان کے کفر اور معصیت کے باوجود اللہ تعالیٰ بندوں کی روزی اور رزق کو بند نہیں کرتا' اسی طرح والدین بھی اولاد کی نافرمانی کے باوجود ان پر اپنی عطاؤں کی بارش کو بند نہیں کرتے۔

(۴) بڑی سے بڑی معصیت کے بعد جب بندہ ندامت اور توبہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اللہ تعالیٰ بندہ کو معاف فرما دیتا ہے' اسی طرح بڑی سے بڑی خطاء کے بعد جب اولاد والدین سے معافی طلب کرتی ہے تو وہ اسے معاف کر دیتے ہیں۔

یوں والدین اللہ تعالیٰ کی کئی صفات کے مظہر ہیں' اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے ساتھ ان کے ساتھ نیکی کرنے اور اپنے شکر کے ساتھ ان کا شکر ادا کرنے کا ذکر کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی نماز کو اپنے وقت میں ادا کرنے کے ساتھ والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۶۰۔ ج ۱ ص ۵۴۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: افضل اعمال کی احادیث میں تعارض کے جوابات۔

٦ - بَابٌ اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ كَفَّارَةٌ — پانچ نمازیں کفارہ ہیں

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ پانچ نمازیں انسان کی خطاؤں کا کفارہ ہیں۔

۵۲۸ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ اَبِي حَازِمٍ وَالدَّرَاوَرْدِيُّ ، عَنْ يَزِيْدَ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ ، عَنْ اَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَرَاَيْتُمْ لَوْ اَنَّ نَهَرًا بِبَابِ اَحَدِكُمْ ، يَغْتَسِلُ فِيْهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا ، مَا تَقُوْلُ ذٰلِكَ يُبْقِي مِنْ دَرَنِهٖ ؟ قَالُوْا لَا يُبْقِي مِنْ دَرَنِهٖ شَيْئًا ، قَالَ فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ ، يَمْحُو اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن حمزہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی حازم اور الدراوردی نے حدیث بیان کی از یزید از محمد بن ابراہیم از ابی سلمہ بن عبدالرحمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: یہ بتاؤ کہ اگر تم میں سے کسی ایک کے دروازہ پر دریا ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرے' تم کیا کہتے ہو' یہ غسل اس کے جسم پر میل کو باقی رہنے دے گا؟ صحابہ نے کہا: یہ اس کے جسم پر کوئی میل نہیں چھوڑے گا' آپ نے فرمایا: یہی پانچ نمازوں کی مثال ہے' اللہ ان کے سبب سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۶۶۷' الرقم المسلسل: ۱۴۹۴' سنن ترمذی: ۲۸۶۸' سنن نسائی: ۴۶۲' صحیح ابن حبان: ۱۷۲۶' سنن بیہقی ج ۳ ص ۶۳۔ ۶۲' شرح السنۃ: ۳۴۲' مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۹۲۴۔ ج ۱۴ ص ۴۹۴' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۱۹۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن حمزہ (۲) عبدالعزیز بن ابی حازم (۳) عبدالعزیز بن محمد الدراوردی' یہ خراسان کی بستی دراورد کی طرف نسبت ہے (۴) یزید بن عبداللہ بن اسامہ بن الھاد اللیثی الاعرج' یہ ۱۳۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) محمد بن ابراہیم التیمی' یہ ۱۲۰ھ میں

فوت ہو گئے تھے (۶) ابوسلمہ بن عبدالرحمان بن عوف (۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۲)

حافظ ابن حجر کے استاذ علامہ بلقینی کی طرف سے اس اشکال کا جواب کہ اجتناب کبائر سے صغائر کا کفارہ ہو جاتا ہے' پھر پانچ نمازوں سے کون سا کفارہ ہوا؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے لکھا ہے: اس حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پانچ نمازوں سے تمام گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے لیکن صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازیں ان کے درمیان کے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں' جب تک انسان کبائر سے اجتناب کرے' لہٰذا اس باب کی حدیث بھی اس مقید حدیث پر محمول ہے۔

حضرت ابوہریرہ کی اس مقید حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ (النساء:۳۱) اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو گے جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے تو ہم تمہارے صغیرہ گناہوں کو مٹا دیں گے۔

لہٰذا قرآن مجید کی اس آیت کے مطابق صغیرہ گناہ تو کبیرہ گناہوں سے اجتناب کی وجہ سے معاف ہو گئے تو پانچ نمازوں سے کون سے گناہ معاف ہوئے۔

ہمارے استاذ علامہ بلقینی نے اس اشکال کا یہ جواب دیا ہے کہ اس آیت کا منشاء یہ ہے کہ انسان تمام عمر گناہوں سے مجتنب رہے تو اس کے صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں اور حدیث کا منشاء یہ ہے کہ ہر روز پانچ نمازیں پڑھنے سے اس کے اس روز کے صغیرہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے' لہٰذا قرآن مجید سے صغائر کی معافی اور حدیث سے صغائر کی معافی دونوں کے محمل الگ الگ ہیں۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۱۴۷' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بلقینی کے جواب پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کے استاذ علامہ بلقینی کا یہ جواب درست نہیں ہے' اس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی مغفرت کو بلاوجہ اور بغیر کسی دلیل کے مقید کیا ہے کہ جو شخص ساری عمر کبائر سے مجتنب رہے گا' تب اس کے صغائر کی معافی ہوگی بلکہ اس آیت کا ظاہر معنی یہ ہے کہ انسان جس وقت بھی اللہ تعالیٰ کے خوف سے کسی کبیرہ گناہ کرنے سے باز آ گیا تو اللہ تعالیٰ اس کے صغیرہ گناہوں کو معاف فرما دے گا۔

ہمارے اس جواب کی تائید اس قاعدہ سے ہوتی ہے کہ اس آیت میں ''کبائر'' بھی جمع کا صیغہ ہے اور ''سیئات'' بھی جمع کا صیغہ ہے اور جب جمع کا مقابلہ جمع سے ہو تو احاد کی تقسیم احاد کی طرف ہوتی ہے' جیسے کہا جاتا ہے: ''لبس القوم ثیابھم'' سب لوگوں نے کپڑے پہن لیے یعنی ہر شخص نے اپنے کپڑے پہن لیے' اس اسلوب پر اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تمام کبائر کے اجتناب سے تمام صغائر کی معافی ہوگی یعنی ہر کبیرہ کے اجتناب سے اس کے مقابلہ میں صغائر معاف کر دیئے جائیں گے' نیز ہمارے جواب کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۝ (الرحمٰن:۴۶) اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا' اس کے لیے دو جنتیں ہیں ۝

یعنی جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے خوف سے کسی ایک کبیرہ گناہ کو بھی ترک کر دیا تو اللہ تعالیٰ اس کو دو جنتیں عطا فرمائے گا' تو جس کو

اللہ تعالیٰ دو جنتیں عطا فرمائے گا' اس کے صغائر کو تو اللہ تعالیٰ ضرور معاف فرمائے گا' لہٰذا علامہ بلقینی کا یہ قید لگانا صحیح نہیں ہے کہ جو تمام عمر کبائر سے اجتناب کرے' اس کے صغائر کا کفارہ ہوگا' اور علامہ عسقلانی نے جو اپنے استاذ کا جواب بڑے طمطراق سے پیش کیا تھا' وہ بھی بے سود ہے۔

اشکال مذکور کا جواب علامہ عینی کی طرف سے

علامہ بدرالدین عینی نے اصل اشکال کا یہ جواب دیا ہے کہ کبائر سے اجتناب اس وقت مکمل ہوگا' جب انسان پانچ نمازیں پڑھے گا' سو جس شخص نے پانچ نمازیں نہیں پڑھیں' وہ کبائر سے مجتنب نہیں ہوا کیونکہ ان نمازوں کو ترک کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے' لہٰذا کبائر کا کفارہ پانچ نمازوں کے پڑھنے پر موقوف ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۴۔ ۲۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کے جواب پر مصنف کا تبصرہ اور پھر مصنف کا جواب

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کے جواب سے اصل اشکال نہیں دور ہوا' کیونکہ اصل اشکال یہ ہے کہ جو شخص کبائر سے بھی مجتنب رہا اور اس نے دن کی پانچ نمازیں بھی پڑھیں تو اس کے صغائر کا کفارہ تو اجتناب کبائر سے ہو گیا تو اب دن کی پانچ نمازیں پڑھنے سے کس چیز کا کفارہ ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس شخص کے صغائر کا کفارہ اجتناب کبائر سے ہو گیا یا جس شخص کے صغائر تھے ہی نہیں تو پانچ نمازیں پڑھنے سے اس کے درجات میں ترقی ہو جائے گی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے کبائر اور صغائر زیادہ ہوں اور اس نے اس روز بعض کبائر سے اجتناب کیا ہو' جس کی وجہ سے اس کے صغائر معاف ہو گئے ہوں اور اس کے کبائر ابھی باقی ہوں اور اس روز پانچ نمازیں پڑھنے کی وجہ سے باقی ماندہ کبائر میں تخفیف ہو جائے گی' بہر حال اجتناب کبائر کی وجہ سے صغائر کی معافی کا الگ فائدہ ہے اور پانچ نمازیں پڑھنے کی وجہ سے درجات میں بلندی یا تخفیف کبائر کا الگ فائدہ ہے اور قرآن مجید اور اس حدیث میں سے کوئی بھی عبث اور بے فائدہ نہیں ہے' یہ وہ جواب ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس ناکارہ کے ذہن میں القاء کیا ہے' اگر یہ حق و صواب ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان ہے' ورنہ میری فکر کی غلطی ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے بَری ہیں۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۴۲۱۔ ج ۲ ص ۳۰۰ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ پانچ نمازوں سے صرف صغائر معاف ہوتے ہیں اور کبائر توبہ سے معاف ہوتے ہیں یا شفاعت سے۔

۷ - بَابُ تَضْيِيعِ الصَّلٰوةِ عَنْ وَقْتِهَا — نماز کو اس کے وقت سے ضائع کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نمازوں کو ان کے اصل اوقات یا مستحب اوقات سے مؤخر کر کے پڑھنا' ان نمازوں کو ضائع کرنا ہے۔

۵۲۹ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ، عَنْ غَيْلَانَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ مَا أَعْرِفُ شَيْئًا مِمَّا كَانَ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيْلَ الصَّلٰوةُ؟ قَالَ أَلَيْسَ ضَيَّعْتُمْ مَا ضَيَّعْتُمْ فِيْهَا؟

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۔۵۷' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مہدی نے حدیث بیان کی از غیلان از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے فرمایا: میں ان چیزوں میں سے اب کوئی چیز نہیں پہچانتا' جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھیں' ان سے کہا گیا: نماز؟ حضرت انس نے کہا: کیا نماز کو بھی تم لوگوں نے ضائع نہیں کر دیا' جو تم نے ضائع کر دیا ہے۔

ظالم حکمرانوں کا نماز کو تاخیر سے پڑھنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ اس وقت فرمایا تھا' جب انہیں یہ علم ہوا کہ حجاج اور ولید بن عبد الملک وغیرھما نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کر کے پڑھتے ہیں اور اس سلسلہ میں آثار بہت مشہور ہیں' بعض ازاں یہ ہیں:

امام عبد الرزاق نے عطاء سے روایت کیا ہے کہ ایک دن ولید نے جمعہ کو مؤخر کر دیا' حتیٰ کہ شام ہو گئی' پس میں آیا اور میں نے بیٹھنے سے پہلے ظہر پڑھ لی' پھر میں نے عصر پڑھ لی' میں بیٹھا ہوا تھا اور وہ خطبہ پڑھ رہا تھا۔

(مصنف عبد الرزاق:۳۸۰۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

عطاء نے اپنی جان کے خوف سے ایسا کیا تھا۔

ابونعیم شیخ بخاری نے کتاب الصلوٰۃ میں ابوبکر بن عتبہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابوحنیفہ کے پہلو میں نماز پڑھی' پھر حجاج نماز پڑھانے کے لیے چل پڑا تو حضرت ابوحنیفہ کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ حجاج کے ساتھ نماز پڑھتے تھے' جب اس نے نماز میں تاخیر کی تو انہوں نے اس کے ساتھ نماز پڑھنا چھوڑ دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

عامر بن شقیق بیان کرتے ہیں کہ شقیق ہمیں یہ حکم دیتے تھے کہ ہم جمعہ کی نماز اپنے گھروں میں پڑھ لیا کریں کیونکہ حجاج نماز کو مؤخر کرتا تھا۔ (مصنف عبد الرزاق:۳۸۱۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

۵۳۰ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ وَاصِلٍ' اَبُوْ عُبَيْدَةَ الْحَدَّادُ' عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِيْ رَوَّادٍ' اَخِيْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ' قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يَقُوْلُ دَخَلْتُ عَلٰى اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ بِدِمَشْقَ' وَهُوَ يَبْكِيْ' فَقُلْتُ مَا يُبْكِيْكَ؟ فَقَالَ لَا اَعْرِفُ شَيْئًا مِمَّا اَدْرَكْتُ اِلَّا هٰذِهِ الصَّلٰوةَ' وَهٰذِهِ الصَّلٰوةُ قَدْ ضُيِّعَتْ. وَقَالَ بَكْرٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرِ الْبُرْسَانِيُّ قَالَ اَخْبَرَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ رَوَّادٍ' نَحْوَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن زرارہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد بن واصل' ابوعبیدہ الحداد نے خبر دی از عثمان بن ابی رواد برادر عبد العزیز' انہوں نے کہا: میں نے زہری سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس دمشق میں گیا' وہ اس وقت رو رہے تھے' میں نے عرض کیا: آپ کو کیا چیز رُلا رہی ہے؟ انہوں نے کہا: میں ایسی کسی چیز کو نہیں پہچانتا جس کو میں نے پایا تھا سوا اس نماز کے اور یہ بھی ضائع کر دی گئی ہے' اور بکر نے کہا: ہمیں محمد بن بکر البرسانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن ابی رواد نے اس کی مثل خبر دی۔

مؤخر الذکر دونوں حدیثوں کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمر بن زرارہ (۲) عبد الواحد السدوسی البصری' یہ ۱۰۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عثمان بن ابی رواد' ان کا نام میمون ہے (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۵)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: یہ نماز بھی ضائع کر دی گئی ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ۵۲۹ کا مطالعہ فرمائیں۔

۸ - بَابُ الْمُصَلِّيْ يُنَاجِي رَبَّهُ عَزَّوَجَلَّ نمازی اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نمازی اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔

اس باب کی ابوابِ سابقہ کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ ابوابِ سابقہ کا تعلق نماز کے اوقات کے ساتھ ہے اور اس باب میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناجات کا وقت بیان کیا گیا ہے' احادیث سابقہ میں ان لوگوں کی تحسین تھی' جو نماز کو اس کے وقت میں پڑھتے ہیں اور ان لوگوں کی مذمت تھی' جو نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کر کے پڑھتے ہیں' امام بخاری نے اس باب کی احادیث کو اس لیے بیان کیا ہے کہ نمازی اس فضیلت کے حصول کی طرف راغب ہو۔

۵۳۱ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ' عَنْ قَتَادَةَ' عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا صَلّٰى يُنَاجِيْ رَبَّهُ' فَلَا يَتْفِلَنَّ عَنْ يَمِيْنِهٖ' وَلٰكِنْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى وَقَالَ سَعِيْدٌ' عَنْ قَتَادَةَ لَا يَتْفِلُ قُدَّامَهُ اَوْ بَيْنَ يَدَيْهِ' وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمَيْهِ. وَقَالَ شُعْبَةُ لَا يَبْزُقُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِيْنِهٖ' وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهٖ. وَقَالَ حُمَيْدٌ' عَنْ اَنَسٍ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبْزُقْ فِي الْقِبْلَةِ وَلَا عَنْ يَمِيْنِهٖ' وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے رب سے مناجات (سرگوشی) کرتا ہے تو اپنی دائیں طرف نہ تھوکے لیکن اپنے بائیں قدم کے نیچے' اور سعید نے قتادہ سے روایت کی ہے' کوئی شخص اپنے آگے یا اپنے سامنے نہ تھوکے' لیکن اپنی بائیں طرف یا اپنے قدموں کے نیچے' اور شعبہ نے کہا: کوئی شخص اپنے سامنے نہ تھوکے اور نہ دائیں طرف لیکن بائیں طرف یا اپنے قدم کے نیچے' اور حمید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ کوئی شخص قبلہ میں نہ تھوکے اور نہ دائیں طرف لیکن بائیں طرف یا قدم کے نیچے۔

ان تمام تعلیقات کو امام بخاری' صحیح البخاری: ۴۱۴۔ ۴۱۳۔ ۴۱۲ میں سند متصل سے روایت کر چکے ہیں۔

باب مذکور کی حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۱۳ میں مطالعہ فرمائیں' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: بائیں جانب تھوکے یا بائیں قدم کے نیچے' اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: نمازی اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۵۳۲ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ' عَنْ اَنَسٍ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِعْتَدِلُوْا فِي السُّجُوْدِ' وَلَا يَبْسُطْ ذِرَاعَيْهِ كَالْكَلْبِ' وَاِذَا بَزَقَ فَلَا يَبْزُقَنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ' وَلَا عَنْ يَمِيْنِهٖ' فَاِنَّهُ يُنَاجِيْ رَبَّهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: اعتدال سے سجدہ کرو اور (کوئی شخص) اپنی کلائیوں کو کتے کی طرح نہ بچھائے اور جب کوئی شخص تھوکے تو اپنے سامنے تھوکے اور نہ اپنی دائیں طرف کیونکہ وہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۱۳ کا مطالعہ فرمائیں' وہاں اس کا عنوان تھا: بائیں جانب یا قدم کے نیچے تھوکنا چاہیے' اور یہاں اس کا عنوان ہے: نمازی اپنے رب سے مناجات کرتا ہے' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی مناسبت ہے۔

اعتدال سے سجدہ کرنے کی کیفیت

اس حدیث میں اعتدال سے سجدہ کرنے کا حکم ہے اور اعتدال سے سجدہ کی کیفیت یہ ہے کہ اپنی ہتھیلیاں زمین پر رکھے اور اپنی کہنیوں کو زمین سے اور اپنے پہلوؤں سے بلند رکھے اور پیٹ کو رانوں سے بلند رکھے اور اس میں حکمت یہ ہے کہ یہ ہیئت تواضع کے بہت مشابہ ہے اور اس طرح پیشانی کو زمین پر رکھنے میں بہت سہولت ہے اور سستی سے حفاظت ہے' اور جو زمین پر بچھ کر سجدہ کرتا ہے' وہ کتے کے مشابہ ہوتا ہے۔

۹ - بَابُ الْاِبْرَادِ بِالظُّهْرِ فِیْ شِدَّةِ الْحَرِّ — سخت گرمی میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سخت گرمی میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کی فضیلت ہے۔

۵۳۴٬۵۳۳ - حَدَّثَنَا اَیُّوْبُ بْنُ سُلَیْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرٍ ' عَنْ سُلَیْمَانَ ' قَالَ صَالِحُ بْنُ کَیْسَانَ حَدَّثَنَا الْاَعْرَجُ ' عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَغَیْرُهٗ ' عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ' وَنَافِعٌ مَوْلٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ ' فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ. [طرف الحدیث: ۵۳۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ایوب بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر نے حدیث بیان کی از سلیمان' صالح بن کیسان نے کہا: ہمیں الاعرج' عبدالرحمان وغیرہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور نافع حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام' ان دونوں نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث بیان کی' آپ نے فرمایا: جب شدید گرمی ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت دوزخ کے جوش سے ہے۔

(السنن الکبریٰ: ۱۴۸۷' مسند احمد ج ۲ ص ۵۰۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۰۵۰۶۔ ج ۱۶ ص ۳۰۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ایوب بن سلیمان بن بلال المدنی' یہ ۲۲۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ابوبکر عبدالحمید بن ابی اویس الاصبحی' یہ ۲۰۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) سلیمان بن بلال' یہ ایوب بن سلیمان کے والد ہیں (۴) صالح بن کیسان (۵) الاعرج' یہ عبدالرحمان بن ھرمز ہیں (۶) نافع' یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں (۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (۸) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۸)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو' اس سے مراد ظہر کی نماز ہے کیونکہ اس وقت بہت سخت گرمی ہوتی ہے' اسی لیے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تصریح ہے کہ ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے اور وہ حدیث اس باب کے آخر میں آئے گی' اسی کے اعتبار سے امام بخاری نے عنوان قائم کیا ہے: گرمی کی شدت میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا۔

نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کی حکمت اور ''فیح'' کا معنی

اس حدیث میں فرمایا ہے: جب شدید گرمی ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔ اس حکم کی حسب ذیل حکمتیں ہیں:

(۱) اس حکم سے مقصود مشقت کو کم کرنا ہے کیونکہ گرمی کی شدت سے انسان تنگ ہوگا اور نماز میں گرمی کی تمازت کی طرف خیال رہے گا' جس کی وجہ سے نماز کی طرف توجہ نہیں ہوگی اور خشوع میں کمی ہوگی۔

(۲) حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کے اوقات بتاتے ہوئے حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جب سورج سر پر ہو تو نماز سے رک جاؤ' کیونکہ یہ وہ وقت ہے جب دوزخ میں ایندھن کو گرم کیا جاتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۸۳۲' الرقم المسلسل: ۱۸۹۸)
اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نماز رحمت کا سبب ہے اور نماز قائم کرنے سے عذاب کو دور کرنے کی امید ہوتی ہے تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت نماز ترک کرنے کا حکم کیوں دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے ظہور کا وقت ہے' اس وقت میں اسی کی طلب مفید ہوگی جس کو طلب کی اجازت دی گئی ہو' یہی وجہ ہے کہ میدانِ حشر میں ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا سب شفاعت کرنے سے عذر پیش کریں گے' اسی وجہ سے ہمیں بھی ظہر کی نماز اس وقت پڑھنی چاہیے' جب شارع علیہ السلام کی طرف سے اس کی اجازت ہے۔
اس حدیث میں ''فیح'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کسی چیز کا ہیجان اور اس کا جوش میں آنا' عرب کہتے ہیں: ''فاحت القدر'' دیگچی میں جوش آ گیا۔

ٹھنڈے وقت میں نماز پڑھنے کا مستحب ہونا اور ٹھنڈے وقت کی تحدید

اس حدیث میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا امر ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے' لہٰذا ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا واجب ہونا چاہیے' لیکن فقہاء اس کو مستحب کہتے ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر امر استحباب کے لیے ہے اور فقہاء مذاہب کا یہی مختار ہے اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ نمازیوں کو مشقت نہ ہو اور حرج کم کرنے کے لیے' سو یہ حکم شفقت کے قبیل سے ہے اور شفقت کی بناء پر جو حکم ہوتا ہے' وہ استحباب کے لیے ہوتا ہے۔
اگر یہ سوال کیا جائے کہ ٹھنڈے وقت کی کوئی تعیین ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب ہر چیز کا سایا اس چیز کی مثل ہو جائے تو یہ ٹھنڈا وقت ہوتا ہے کیونکہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: حتیٰ کہ ہم نے ٹیلوں کا سایا دیکھا۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۱-۳۰)

۵۳۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْمُهَاجِرِ أَبِي الْحَسَنِ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ أَذَّنَ مُؤَذِّنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ، فَقَالَ أَبْرِدْ أَبْرِدْ. أَوْ قَالَ انْتَظِرِ انْتَظِرْ. وَقَالَ شِدَّةُ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ، فَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوْا عَنِ الصَّلٰوةِ. حَتّٰى رَأَيْنَا فَيْءَ التُّلُوْلِ. [اطراف الحدیث: ۵۳۹-۶۲۹-۳۲۵۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از المہاجر ابی الحسن' انہوں نے زید بن وہب سے سنا از حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مؤذن نے ظہر کی اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا: ٹھنڈے وقت میں' ٹھنڈے وقت میں' یا فرمایا: انتظار کرو' انتظار کرو اور فرمایا: گرمی کی شدت دوزخ کے جوش سے ہے' پس جب شدید گرمی ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو' حتیٰ کہ ہم نے ٹیلوں کا سایا دیکھا۔

(صحیح مسلم: ۶۱۶' الرقم المسلسل: ۱۳۰۷' سنن ابوداؤد: ۴۰۱' سنن ترمذی: ۱۵۸' موطأ امام مالک: ۲۸' دار المعرفۃ' بیروت' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۴۴۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۲۴' صحیح ابن خزیمہ: ۳۹۴' صحیح ابن حبان: ۱۵۰۹' سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۳۸' شرح السنۃ: ۳۶۳' مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۵ طبع

قدیم'مسند احمد: ۷۲۱۳۔ ج ۳۵ص ۳۰۲'مؤسسۃ الرسالۃ'بیروت)

مؤذن کا مصداق اور ''فَیْئُ التلول'' کا معنی اور اس پر دلیل کہ دو مثل سائے تک ظہر کا وقت رہتا ہے

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مؤذن کا ذکر ہے'اس سے مراد حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: مؤذن نے اذان دی تو آپ نے فرمایا: ٹھنڈے وقت میں۔ بہ ظاہر اس کا معنی ہے: مؤذن کے اذان شروع کرنے کے بعد آپ نے فرمایا: ٹھنڈے وقت میں' لیکن صحیح البخاری: ۵۳۹ میں یہ عبارت ہے کہ مؤذن نے اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا: ٹھہر جاؤ۔ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ ٹیلوں کے ایک مثل سائے کے بعد ظہر کی اذان دی گئی اور اس میں یہ دلیل ہے کہ دو مثل سائے تک ظہر کا وقت رہتا ہے اور یہی فقہاء احناف کثرھم اللہ کا مذہب ہے۔

اس حدیث میں ''فَیْئُ التلول'' کا لفظ ہے''فَیْئ'' کا معنی ہے: سایا اور ''التلول''''تل'' کی جمع ہے'اس کا معنی ہے: ٹیلہ۔

۵۳۶ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ ' عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ ' فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی'انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی'انہوں نے کہا: ہم نے اس کو زہری سے یاد رکھا ہے از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب گرمی شدید ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۸۰۷'مکتبۃ الرشد'ریاض'۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۵۳۳ کا مطالعہ فرمائیں۔

۵۳۷ - وَاشْتَكَتِ النَّارُ اِلٰى رَبِّهَا ' فَقَالَتْ يَا رَبِّ اَكَلَ بَعْضِيْ بَعْضًا ' فَاَذِنَ لَهَا بِنَفَسَيْنِ نَفَسٍ فِي الشِّتَاءِ ' وَنَفَسٍ فِي الصَّيْفِ ' فَهُوَ اَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الْحَرِّ ' وَاَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الزَّمْهَرِيْرِ.

اور دوزخ نے اپنے رب سے شکایت کی: اے میرے رب! میرے بعض اجزاء نے بعض کو کھالیا' تو اللہ نے اس کو دو سانس لینے کی اجازت دی' ایک سانس سردی میں اور ایک سانس گرمی میں' سو یہ وہ ہے جو تم شدید گرمی پاتے ہو اور یہ وہ ہے جو تم شدید سردی پاتے ہو۔

[طرف الحدیث: ۳۲۶۰]

(صحیح مسلم: ۶۱۷'الرقم المسلسل: ۱۳۷۵'مسند الحمیدی: ۹۴۲'السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۴۸۸'المنتقیٰ: ۱۵۶'مسند ابویعلیٰ: ۵۸۷۱'صحیح ابن خزیمہ: ۳۲۹' سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۳۷'صحیح ابن حبان: ۷۴۶۶'شرح السنۃ: ۳۶۱'مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۱۵۸'سنن دارمی: ۲۸۴۶'مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۸ طبع قدیم'مسند احمد: ۷۲۴۷۔ ج ۱۲ ص ۱۸۹'مؤسسۃ الرسالۃ'بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۷۰۷'مکتبۃ الرشد'ریاض'۱۴۲۶ھ)

جہنم کے سرد اور گرم طبقوں میں منافات کا نہ ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ شدید سردی جہنم کے زمہریر سے ہے'اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ جہنم میں تو آگ ہے'وہاں سخت ٹھنڈا طبقہ کیسے ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی منافات نہیں ہے' جہنم کے ایک حصہ میں آگ ہے اور دوسرے حصہ میں زمہریر ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ آگ اور زمہریر کا جمع نہ ہونا دنیا میں ہے اور آخرت میں ان کا جمع ہونا ممکن ہے اور اُمورِ آخرت کو اُمورِ دنیا پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ دوزخ کے بعض اجزاء نے بعض دوسرے اجزاء کو کھالیا' اس میں بھی کوئی استبعاد نہیں ہے کیونکہ

دوزخ کی آگ دوزخیوں کے گوشت اور ان کی ہڈیوں کو کھا لے گی اور حدیث میں ہے: جو شخص شراب پینے پر اصرار کرتا ہوا مر گیا تو دوزخیوں کا خون اور پیپ اس شخص کا مشروب ہو گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۵۳۔ ۳۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی مؤخر الذکر دونوں حدیثیں شرح صحیح مسلم: ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۰۔ ج ۲ ص ۲۳۶ پر مذکور ہیں اور ان کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) ظہر کے آخری وقت میں مذاہب فقہاء (۲) ائمہ ثلاثہ کی حدیث کے جوابات (۳) دو مثل سائے تک وقت ظہر کا ثبوت (۴) بعض شارحین کا تسامح۔ یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۴۱۔ ۲۳۷ میں مذکور ہے۔

۵۳۸ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِیْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْرِدُوْا بِالظُّهْرِ، فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ. تَابَعَهُ سُفْيَانُ، وَيَحْيٰى، وَاَبُوْ عَوَانَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ.

[طرف الحدیث: ۳۲۵۹]

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۲۱۰ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو صالح نے حدیث بیان کی از حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت دوزخ کے جوش سے ہے۔ سفیان اور یحییٰ اور ابو عوانہ نے الاعمش سے روایت کرنے میں حفص بن غیاث کی متابعت کی ہے۔

حضرت خباب کی حدیث ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کے خلاف ہے اس کی توجیہات

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گرمی کی شدت کی شکایت کی تو آپ نے ہماری شکایت کو زائل نہیں کیا۔ (صحیح مسلم: ۶۱۹ الرقم المسلسل: ۱۳۹۱)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ ظہر کو گرمیوں کی شدت میں بھی پہلے وقت میں پڑھا جائے اور اگر ظہر کو مؤخر کر کے ٹھنڈے وقت میں پڑھا تو اس کی بھی رخصت ہے اور ہمارے بعض اصحاب اور دوسرے فقہاء نے کہا ہے کہ ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کی حدیث سے یہ حدیث منسوخ ہے اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا مستحب ہے یہی قول مختار ہے اور رہی حضرت خباب کی حدیث تو وہ اس پر محمول ہے کہ انہوں نے ٹھنڈے وقت میں زیادہ تاخیر کو طلب کیا تھا حتیٰ کہ دیواروں کا اتنا زیادہ سایا ہو جائے جس میں وہ آرام سے نماز پڑھنے مسجد میں جا سکیں یہی جمہور فقہاء کا قول ہے جمہور صحابہ کا بھی یہی مؤقف ہے کیونکہ اس سلسلہ میں بہت احادیث وارد ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فعل بھی ہے اور آپ نے اس کا حکم بھی دیا ہے۔

(شرح صحیح مسلم بشرح نووی ج ۳ ص ۱۹۷۴ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

۱۰ - بَابُ الْاِبْرَادِ بِالظُّهْرِ فِی السَّفَرِ — سفر میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حالت سفر میں بھی ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا چاہیے۔

۵۳۹ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِیْ اِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مُهَاجِرٌ، اَبُو الْحَسَنِ، مَوْلٰى لِبَنِیْ تَيْمٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی

اللّٰهِ، قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ الْغِفَارِيِّ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَأَرَادَ الْمُؤَذِّنُ أَنْ يُؤَذِّنَ لِلظُّهْرِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْرِدْ. ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُؤَذِّنَ، فَقَالَ لَهُ أَبْرِدْ. حَتّٰى رَأَيْنَا فَيْءَ التُّلُولِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ، فَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا بِالصَّلٰوةِ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ﴿تَتَفَيَّأُ﴾ تَتَمَيَّلُ.

انہوں نے کہا: ہمیں مہاجر ابوالحسن نے حدیث بیان کی' جو بنوتیم اللہ کے آزاد کردہ غلام ہیں' انہوں نے کہا: میں نے حضرت زید بن وہب سے سنا از حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے' پس مؤذن نے ظہر کی اذان دینے کا ارادہ کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھنڈے وقت میں' اس نے پھر اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا: ٹھنڈے وقت میں حتیٰ کہ ہم نے ٹیلوں کا سایا دیکھا تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے' سو جب گرمی شدید ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔ حضرت ابن عباس نے کہا: ''تتفیا'' کا معنی ہے: مائل ہوتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۳۵ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: سخت گرمی میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا' اور یہاں اس عنوان میں سفر کا ذکر ہے۔

۱۱ - بَابُ وَقْتِ الظُّهْرِ عِنْدَ الزَّوَالِ — ظہر کا وقت زوال سے ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ظہر کے وقت کی ابتداء اس وقت ہوتی ہے جب سورج آسمان کے وسط سے مغرب کی طرف زائل ہوتا ہے یعنی مائل ہوتا ہے۔

وقال جَابِرٌ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِالْهَاجِرَةِ.

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت نماز پڑھتے تھے۔

اس تعلیق کو امام بخاری نے صحیح البخاری: ۵۶۰ میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے اور یہ اس پوری حدیث کا ایک قطعہ ہے۔

۵۴۰ - **حَدَّثَنَا** أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ حِينَ زَاغَتِ الشَّمْسُ، فَصَلَّى الظُّهْرَ، فَقَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَذَكَرَ السَّاعَةَ، فَذَكَرَ أَنَّ فِيهَا أُمُورًا عِظَامًا، ثُمَّ قَالَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَسْأَلَ عَنْ شَيْءٍ فَلْيَسْأَلْ، فَلَا تَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَخْبَرْتُكُمْ، مَا دُمْتُ فِي مَقَامِي هٰذَا. فَأَكْثَرَ النَّاسُ فِي الْبُكَاءِ، وَأَكْثَرَ أَنْ يَقُولَ سَلُونِي. فَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حُذَافَةَ السَّهْمِيُّ فَقَالَ مَنْ أَبِي؟ قَالَ أَبُوكَ حُذَافَةُ. ثُمَّ أَكْثَرَ أَنْ يَقُولَ سَلُونِي. فَبَرَكَ عُمَرُ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ رَضِينَا بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ جب سورج (آسمان کے وسط سے) زائل ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر پڑھی' پھر آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر قیامت کا ذکر کیا' پھر آپ نے اس میں بڑے بڑے واقعات کا ذکر فرمایا' پھر آپ نے فرمایا: جو کسی چیز کے متعلق سوال کرنا چاہتا ہو' وہ سوال کرے' تم مجھ سے جس چیز کے متعلق بھی سوال کرو گے میں تم کو اس کی خبر دوں گا' جب تک کہ میں اس مقام میں ہوں' پھر اکثر لوگوں نے رونا شروع کر دیا اور آپ نے بہت زیادہ فرمایا: مجھ سے سوال کرو' پھر حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: میرا باپ کون ہے؟ آپ

نَبِیًّا، فَسَکَتَ. ثُمَّ قَالَ عُرِضَتْ عَلَیَّ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ اٰنِفًا، فِیْ عُرْضِ هٰذَا الْحَائِطِ، فَلَمْ اَرَ کَالْخَیْرِ وَالشَّرِّ.

نے فرمایا: تمہارا باپ حذافہ ہے' پھر آپ بار بار فرماتے رہے کہ مجھ سے سوال کرو' پھر حضرت عمر رضی اللہ دوزانو بیٹھ گئے' پھر کہا: ہم اللہ کو رب مان کر راضی ہیں اور اسلام کو دین مان کر راضی ہیں اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو نبی مان کر راضی ہیں' تب آپ خاموش ہو گئے' پھر فرمایا: ابھی اس دیوار کے وسط میں میرے سامنے جنت اور دوزخ پیش کی گئی' پس میں نے خیر اور شر کی مثل (اس سے پہلے) نہیں دیکھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۳ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: جو شخص امام یا محدث کے سامنے دوزانو بیٹھ گیا۔ اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نصف آسمان سے سورج کے زوال کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھی' سو ہم ظہر کی نماز کے وقت میں مذاہب فقہاء تفصیل سے بیان کرنا چاہتے ہیں۔ (احادیث میں زوال سے مراد ہے: جب سورج استواء سے زائل ہو جائے اور عوام میں جو مشہور ہے کہ زوال کے وقت نماز جائز نہیں ہے' اس سے ان کی مراد ہوتی ہے جب سورج سر پر ہو۔)

ظہر کی نماز کے وقت میں مذاہب اربعہ' زوال کے وقت میں ظہر کی نماز کی فرضیت پر دلائل اور امام ابوحنیفہ پر اعتراضات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ ظہر کا اوّل وقت زوال آفتاب سے ہوتا ہے' حضرت ابوبکر صدیق' حضرت عمر بن الخطاب' حضرت علی بن ابی طالب' حضرت ابن مسعود اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم زوال کے وقت ظہر کی نماز پڑھتے تھے' اور ابراہیم نخعی نے الاسود اور حضرت عائشہ رضی اللہ سے روایت کی ہے' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ سے زیادہ جلدی کسی کو ظہر کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا' اور حضرت عمر رضی اللہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ کی طرف لکھا: جب سورج کا زوال ہو جائے تو ظہر کی نماز پڑھا کرو اور ابراہیم نخعی نے کہا: ہم کبھی کبھی علقمہ کے ساتھ نماز پڑھتے تو ایک مثل سائے کو پاتے' ہم اس سائے میں بیٹھ جاتے اور کبھی ہم سایا نہیں پاتے تھے' یہ تمام احادیث اور آثار امام ابن ابی شیبہ نے ذکر کیے ہیں۔

امام طحاوی نے کہا: ایک قوم کا مذہب یہ ہے کہ ہر زمانہ میں ظہر کو اوّل وقت میں پڑھنا چاہیے' انہوں نے ان آثار سے استدلال کیا ہے اور دوسرے فقہاء نے ان کی مخالفت کی ہے' انہوں نے کہا: سردیوں میں ظہر کو جلدی پڑھنا چاہیے لیکن گرمیوں میں ظہر کو مؤخر کر کے ٹھنڈے وقت میں پڑھنا چاہیے' یہ فقہاء احناف' امام احمد اور اسحاق کا قول ہے اور ابوالفرج نے اس کو امام مالک سے بھی روایت کیا ہے۔

ان فقہاء کا استدلال ان احادیث سے ہے' جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا ہے اور انہوں نے کہا کہ یہ معلوم ہے کہ ٹھنڈے وقت میں نماز پڑھنا صرف ظہر میں مطلوب ہوتا ہے اور انہوں نے ان آثار کی مخالفت کی' جن میں گرمیوں میں ظہر کو جلدی پڑھنے کا ذکر ہے' پھر اس پر کیا دلیل ہے کہ ان میں سے ایک چیز دوسری چیز پر راجح ہے' یہ کہا گیا ہے کہ پہلے ظہر کی نماز جلدی پڑھی جاتی تھی' پھر یہ عمل منسوخ ہو گیا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو دوپہر کے وقت ظہر کی نماز پڑھائی' پھر فرمایا: گرمی کی

شدت جہنم کے جوش سے ہے' نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔

سو اس حدیث میں حضرت مغیرہ نے یہ خبر دی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ظہر کو اپنے وقت میں پڑھنے کے بعد اس کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا' لہٰذا شدید گرمی میں ظہر کو جلدی پڑھنے کا عمل منسوخ ہو گیا اور شدید گرمی میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا واجب ہو گیا' اور حضرت انس بن مالک اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سردیوں میں ظہر کو جلدی پڑھتے تھے اور گرمیوں میں ظہر کو مؤخر کرتے تھے' یہ ان متعدد سندوں سے ثابت ہے جن کو امام طحاوی نے ذکر کیا ہے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ حضرت جابر' حضرت انس اور حضرت ابی برزہ کی حدیث' حضرت المغیرہ کی حدیث کی تفسیر ہے۔

جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ ظہر کی نماز کو مطلقاً جلدی پڑھنا چاہیے' وہ کہتے ہیں کہ جس حدیث میں سخت گرمی میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم ہے' وہ ظہر کو جلدی پڑھنے کی ناسخ نہیں ہے اور ظہر کا حکم یہ ہے کہ اس کو تمام زمانوں میں جلدی پڑھا جائے' یہ حکم اس کے لیے ہے جو افضل پر عمل کرنا چاہتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اکثر اوقات میں ظہر کو جلدی پڑھا کرتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو ان کو شدید گرمی میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا تھا' یہ ان پر شفقت کی وجہ سے رخصت تھی' میمون بن مہران نے کہا ہے کہ نصف النہار (دوپہر) کے وقت نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے' وہ نصف النہار کے وقت نماز کو اس لیے مکروہ کہتے تھے کہ وہ مکہ میں نماز پڑھتے تھے اور وہاں بہت سخت گرمی ہوتی تھی اور وہاں سایا نہیں تھا' اس لیے آپ نے فرمایا: ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔

مسروق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء میں ظہر کی نماز پڑھی' جب سورج زائل ہو گیا تھا' پس انہوں نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے! یہی نماز کا وقت ہے' یہ اس پر محمول ہے کہ تمام زمانوں میں یہی ظہر کی نماز کا وقت ہے اور حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سورج کے زوال کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ظہر کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور بعض اوقات شدید گرمی میں آپ اس کو مؤخر کر کے پڑھتے' یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ تمام گرمیوں میں آپ ظہر کو ٹھنڈے وقت میں نہیں پڑھتے تھے کیونکہ بعض اوقات کا لفظ تقلیل پر دلالت کرتا ہے' آپ اکثر اوقات ظہر کی نماز کو جلدی پڑھتے تھے اور ٹھنڈے وقت میں نہیں پڑھتے تھے اور اس میں امت کو اختیار ہے' وہ جس وقت میں چاہے ظہر کی نماز پڑھے۔

سو جو شخص افضل پر عمل کرنا چاہے وہ جلدی ظہر پڑھے اور جو شخص رخصت پر عمل کرنا چاہے' وہ ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھے' یہی معنی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سمجھا تھا' لہٰذا انہوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ جب سورج (استواء سے) زائل ہو جائے تو ظہر پڑھو' پس ان کے نزدیک افضل یہی تھا کہ ظہر کو اول وقت میں پڑھا جائے اور انہوں نے اپنے عمال کو یہی حکم دیا کہ جب ایک ہاتھ سایا ہو جائے تو ظہر کی نماز پڑھو اور اس میں گرمیوں اور سردیوں کا کوئی استثناء نہیں کیا۔

فقہاء کا ظہر کے مختار وقت میں اختلاف ہے' امام مالک سے مدونہ میں منقول ہے کہ ظہر' عصر اور عشاء کو اپنے وقت پر پڑھنا مستحب ہے اور یہ اس کے خلاف ہے جو ابو الفرج نے امام مالک سے روایت کی ہے' امام ابو حنیفہ سے بھی اس مسئلہ میں روایات مختلف ہیں' ابن القصاء نے از کرخی از امام ابو حنیفہ یہ روایت کی ہے کہ ان کے نزدیک ظہر کا وقت اس کے آخری وقت پر معلق ہے اور اول وقت میں نماز پڑھنا نفل ہے' پس اگر کسی شخص نے زوال کے وقت میں نماز پڑھی' پھر وہ ظہر کے آخری وقت تک صحیح وسلامت رہا تو وہ ظہر کی نماز کا مکلف ہو گیا اور اس نے جو اول وقت میں ظہر کی نماز پڑھی تھی' وہ نفل ہو گی اور تمام فقہاء امام ابو حنیفہ کے اس قول کے خلاف ہیں' اور کرخی نے امام ابو حنیفہ کی موافقت میں یہ دلیل دی ہے کہ اگر زوال آفتاب سے ظہر کی نماز واجب ہو جائے اور پھر کوئی

شخص اس کو تاخیر سے پڑھے تو اس کو گناہ گار ہونا چاہیے حالانکہ اس پر اجماع ہے کہ وہ گناہ گار نہیں ہوگا' ابن القصاء نے کہا: یہ اعتراض ہم پر لازم نہیں آتا' اس لیے کہ ہم کہتے ہیں کہ نماز کے وجوب میں توسیع ہے اور مکلف کو اختیار دیا ہے کہ وہ زوال کے بعد جس وقت چاہے' ظہر کی نماز ادا کر لے۔

دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے قول کے فاسد ہونے کی یہ دلیل ہے کہ اس باب کی احادیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورج کے زوال کے بعد ظہر کی نماز پڑھی ہے اور حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ظہر کے اول وقت میں نماز پڑھائی اور آپ نے فرمایا: مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے' پس یہ محال ہے کہ ظہر کا فرض آخر وقت کے ساتھ متعلق ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہر کو اوّل وقت میں پڑھیں اور کسی شخص کے لیے بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق یہ گمان نہیں کرنا چاہیے جائز نہیں ہے' امام ابوحنیفہ کا یہ قول سنت ثابتہ کے مخالف ہے اور دلیل سنت میں ہے نہ کہ سنت کی مخالفت میں۔

امام ابوحنیفہ نے کہا: ظہر کا آخری وقت یہ ہے کہ ہر چیز کا سایا دو مثل ہو جائے' اس قول میں انہوں نے احادیث کی اور لوگوں کے اقوال کی مخالفت کی ہے اور اپنے اصحاب کی بھی مخالفت کی ہے اور امام طحاوی نے امام ابوحنیفہ کا ایک ایسا قول نقل کیا ہے جو جماعت کے قول کے موافق ہے اور وہ یہ ہے کہ ظہر کا آخری وقت وہ ہے جب ہر چیز کا سایا ایک مثل ہو جائے' مگر اس وقت عصر کا وقت داخل نہیں ہوتا' عصر کا وقت اس وقت داخل ہوتا ہے جب ہر چیز کا سایا دو مثل ہو جائے' پھر انہوں نے ظہر اور عصر کے درمیان ایسا وقت چھوڑا جو ظہر اور عصر میں سے کسی نماز کی صلاحیت نہیں رکھتا' اور یہ ان کا ایسا قول ہے جس میں کسی نے ان کی متابعت نہیں کی۔

امام مالک نے یہ کہا ہے کہ ظہر کا آخری وقت وہ ہے جب ہر چیز کا سایا دو مثل ہو جائے اور وہی بلافصل عصر کا اوّل وقت ہے اور یہی امام ابو یوسف' امام محمد' امام احمد بن حنبل اور دوسرے فقہاء کا قول ہے۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ ظہر کے آخری وقت میں اور عصر کے اوّل وقت میں ایسا فاصلہ ہے' جس میں ظہر کا وقت مختار ہے نہ عصر کا وقت مختار ہے اور یہ وہ وقت ہے جب سایا ایک مثل سے تھوڑا سا زیادہ ہو جائے اور انہوں نے اس پر حضرت عبداللہ بن عمرو کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ظہر کا وقت اس وقت تک ہے' جب تک عصر کا وقت نہیں آتا' اس حدیث سے ان کا قول ثابت نہیں ہوتا اور امام شافعی کے اس قول کی کسی نے موافقت نہیں کی۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۲۴۔۲۲۱ 'ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال کے اعتراض کا علامہ عینی کی طرف سے جواب

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے از کرخی از امام ابوحنیفہ یہ نقل کیا ہے کہ ظہر کے اوّل وقت میں نماز نفل ہوتی ہے اور تمام فقہاء اس کے خلاف ہیں' میں کہتا ہوں کہ ہمارے اصحاب نے ذکر کیا ہے کہ یہ قول ضعیف ہے اور امام ابوحنیفہ سے یہ منقول نہیں ہے کہ ظہر کے اوّل وقت میں نماز نفل ہوتی ہے اور ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ ظہر کے اوّل وقت میں نماز واجب ہے اور اس وجوب میں توسیع ہے' یعنی ظہر کے آخر وقت تک جب بھی نماز ظہر پڑھی جائے گی' اس سے فرض نماز ادا ہوگی۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کا بھی اس ضعیف قول کو امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کرنے کی وجہ سے ---- علامہ ابن بطال پر ردّ کرنا

میں کہتا ہوں کہ اس ضعیف قول کو امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کرنے کی وجہ سے حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے

بھی علامہ ابن بطال مالکی پر رد کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا عنوان ہے: ظہر کے وقت کی ابتداء زوال کے وقت ہوتی ہے یعنی جب سورج استواء سے زائل ہو کر مغرب کی سمت کی طرف مائل ہوتا ہے اس عنوان سے امام بخاری نے ان کوفیوں کے زعم کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے جو کہتے ہیں کہ ظہر کے اوّل وقت میں نماز واجب نہیں ہوتی' اور علامہ ابن بطال نے نقل کیا ہے کہ تمام فقہاء اس نقل کے خلاف ہیں جو کرخی نے امام ابوحنیفہ سے روایت کی ہے کہ ظہر کی نماز اوّل وقت میں نفل ہوتی ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک معروف یہ ہے کہ یہ قول ضعیف ہے اور بعض فقہاء احناف نے کہا ہے کہ ظہر کا اوّل وقت اس وقت ہوتا ہے جب زوال کا سایا ایک تسمہ کی مقدار ہو جائے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۱۵۵ 'دار المعرفۃ' بیروت ۱۴۲۶ھ)

ہمارے برصغیر کے اُردو بولنے والوں میں معروف ہے کہ زوال کے وقت سجدہ جائز نہیں ہے' دراصل اُردو بولنے والے زوال سے مجازاً مراد استواء لیتے ہیں یعنی جب سورج سر پر ہوتا ہے اور اس وقت سجدہ جائز نہیں ہے اور احادیث میں زوال کا حقیقی معنی مراد ہے یعنی جب استواء سے سورج زائل ہو کر مغرب کی طرف مائل ہو اور اس وقت میں ظہر کا وقت شروع ہوتا ہے۔

علامہ عینی کا علامہ سرخسی حنفی کی عبارت سے علامہ ابن بطال پر رد کرنا

علامہ بدرالدین عینی نے علامہ ابن بطال پر رد کرنے کے لیے علامہ سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ کی یہ عبارت پیش کی ہے:

شمس الائمہ نے المبسوط میں کہا: اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ظہر کا اوّل وقت زوالِ آفتاب سے داخل ہوتا ہے۔

(المبسوط ج ۱ ص ۲۸۹ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ) (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۹ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کا علامہ سرخسی کی عبارت سے علامہ ابن بطال پر رد کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ علامہ سرخسی کی وفات ۴۸۳ھ میں ہوئی ہے اور علامہ ابن بطال کی وفات ۴۴۹ھ میں ہوئی ہے اور علامہ ابن بطال' علامہ سرخسی سے پہلے فوت ہو چکے تھے' سو وہ المبسوط میں امام ابوحنیفہ کا مذہب کیسے پڑھ سکتے تھے' علامہ عینی پر لازم تھا کہ وہ ان فقہاء احناف کی عبارات سے استدلال کرتے جو علامہ ابن بطال پر مقدم تھے تاکہ یہ کہا جا سکتا کہ علامہ ابن بطال کو چاہیے تھا کہ وہ امام ابوحنیفہ کے قول کو فاسد کہنے سے پہلے فقہاء احناف کی کتابوں میں امام ابوحنیفہ کا مذہب پڑھ لیتے۔

مصنف کا مقدم ائمہ احناف کی عبارات سے علامہ ابن بطال پر رد کرنا

علامہ محمد بن الحسن الشیبانی الحنفی المتوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں:

میں نے امام ابوحنیفہ سے پوچھا: ظہر کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے؟ امام ابوحنیفہ نے فرمایا: زوالِ آفتاب سے لے کر یہاں تک (کہ سایا ایک قامت کے برابر ہو جائے' یہ امام ابویوسف اور امام محمد کا قول ہے) اور امام ابوحنیفہ نے فرمایا: عصر کا وقت اس وقت تک داخل نہیں ہوگا حتیٰ کہ سایا دو قامتوں کے برابر ہو جائے اور جب سایا دو قامتوں کے برابر ہو جائے گا تو عصر کا وقت داخل ہو جائے گا۔ (المبسوط (کتاب الاصل) ج ۱ ص ۱۴۴ 'ادارۃ القرآن' کراچی)

امام محمد روایت کرتے ہیں: ہمیں امام ابوحنیفہ نے خبر دی از حماد از ابراہیم کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر نماز کا وقت دریافت کر رہا تھا' آپ نے اس کو حکم دیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازوں میں حاضر رہے' پھر آپ نے حضرت بلال کو اوّل وقت میں نمازوں کا حکم دیا' پھر دوسرے دن آپ نے تمام نمازوں کے آخر کا حکم دیا' پھر آپ نے پوچھا: نماز کا وقت دریافت کرنے والا کہاں ہے؟ پھر آپ نے فرمایا: ان دونوں وقتوں کے درمیان نماز کا وقت ہے' امام محمد نے کہا: ہم اسی حدیث پر عمل کرتے

ہیں البتہ غروبِ آفتاب کے بعد مغرب میں تاخیر کو مکروہ کہتے ہیں' اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار امام محمد: ۶۵ - ص ۱۳' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۷ھ)

• امام محمد روایت کرتے ہیں: ہمیں امام ابوحنیفہ نے خبر دی از حماد از ابراہیم از حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ' انہوں نے فرمایا: ظہر کی نماز کو جہنم کے جوش سے ٹھنڈے وقت میں پڑھو' امام محمد نے کہا: گرمیوں میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو اور سردیوں میں زوالِ آفتاب کے وقت ظہر کی نماز کو پڑھو اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار امام محمد: ۶۶ - ص ۱۳' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۷ھ)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ نے شرح معانی الآثار میں حدیث: ۱۰۶۶ سے لے کر ۱۰۸۰ تک ۱۴' احادیث روایت کی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زوالِ آفتاب کے وقت ظہر کی نماز پڑھتے تھے' پھر امام طحاوی نے ۱۰۸۱ سے لے کر ۱۰۹۱ تک ۱۰' احادیث روایت کی ہیں کہ گرمی کی شدت میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو اور آخر میں اس حدیث کو روایت کیا ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سردیوں میں ظہر کی نماز کو جلدی پڑھتے تھے اور گرمیوں میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھتے تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۱۰۹۷' صحیح البخاری: ۹۰۶' سنن النسائی: ۴۹۵)

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام طحاوی متوفی ۳۲۱ھ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک ظہر کی نماز میں یہی سنت ہے جیسا کہ حضرت ابومسعود اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز مروی ہے۔

علامہ ابن بطال نے فقہاء احناف کے ساتھ تعصب کی وجہ سے ایک یہ تحریف کی ہے کہ امام طحاوی کی طرف منسوب کر کے یہ لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف مکہ میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۲۲)

حالانکہ امام طحاوی نے اس بات کا رد کیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

اس قائل سے کہا جائے گا کہ یہ محال ہے' اگر ایسا ہوتا جیسا کہ اس قائل نے کہا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں نماز کو مؤخر نہ کرتے' جس جگہ دھوپ سے بچنے کے لیے کوئی گھر تھا نہ سایا تھا' جیسا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے اور چاہیے تھا کہ پھر وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اول وقت میں نماز پڑھتے حالانکہ آپ وہاں بھی ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۵۳۹)

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۴۴' قدیمی کتب خانہ کراچی)

لیکن علامہ ابن بطال نے امام طحاوی کی اس عبارت کو تو نقل کر دیا' جو بہ طور اعتراض تھی اور امام طحاوی کے اس جواب کو ذکر نہیں کیا۔ علامہ ابن بطال سے ہمیں ایسی امید تو نہ تھی!

علامہ محمد بن محمد ابوالفضل المروزی البلخی المشہور بالحاکم الشہید المتوفی ۳۳۴ھ لکھتے ہیں:

ظہر کا وقت زوالِ آفتاب سے لے کر اس وقت تک ہوتا ہے جب تک ہر چیز کا سایا اس کی مثل ہو جائے۔

(الکافی مع المبسوط ج ۱ ص ۲۸۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس عبارت کی شرح میں علامہ سرخسی نے لکھا ہے: یہ امام ابویوسف اور امام محمد کا قول ہے' اور امام ابویوسف نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے کہ ظہر کا وقت اس وقت ختم ہوتا ہے جب ہر چیز کا سایا دو مثل ہو جاتا ہے' (علامہ ابن بطال نے اس قول کو نقل نہیں کیا حالانکہ فقہاء احناف کے اسی قول پر عمل ہے) اور حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ سے یہ نقل کیا ہے کہ جب سایا ایک قامت کے برابر ہو جائے تو ظہر کا وقت نکل جاتا ہے اور عصر کا وقت اس وقت تک داخل نہیں ہوتا جب تک کہ سایا دو قامتوں کے برابر نہ ہو جائے اور ان

دونوں کے درمیان مہمل وقت ہے' جس کو لوگ کہتے ہیں کہ یہ دو نمازوں کے درمیان وقت ہے' جیسا کہ فجر اور ظہر کے درمیان مہمل وقت ہے۔ (المبسوط ج ۱ ص ۲۹۰۔ ۲۸۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حسن بن زیاد کی اس روایت کو امام ابوحنیفہ کا قول قرار دے کر علامہ ابن بطال نے امام ابوحنیفہ پر بہت لے دے کی ہے اور اس کا بہت رد کیا ہے' حالانکہ امام ابوحنیفہ کا یہ مختار قول نہیں ہے اور نہ ہی اس پر فقہاء احناف کا عمل ہے' امام ابوحنیفہ کا مختار قول وہ ہے جس کو امام ابو یوسف نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے کہ ظہر کی نماز کا وقت زوال آفتاب سے دو مثل سائے تک ہے' اسی قول کے مطابق فقہاء احناف کا عمل ہے مگر افسوس علامہ ابن بطال نے اس قول کا بالکل ذکر نہیں کیا۔

ہم نے بتایا ہے کہ علامہ ابن بطال نے امام اعظم ابوحنیفہ کی طرف منسوب کر کے یہ لکھا ہے کہ زوال آفتاب کے بعد اگر ظہر کی نماز پڑھی جائے تو وہ نفل ہوں گے' فرض نہیں ہوں گے حالانکہ یہ بات فقہاء احناف کی کسی کتاب میں نہیں ہے یہ خالص افتراء اور بہتان ہے' علامہ ابن بطال کے زمانہ میں امام محمد متوفی ۱۸۹ھ اور امام طحاوی متوفی ۳۲۱ھ (جن کی عبارت میں تحریف کر کے انہوں نے اس کو اپنی شرح میں درج کیا ہے) اور حاکم شہید متوفی ۳۳۹ھ کی تصانیف موجود تھیں' ان کے علاوہ امام ابومنصور ماتریدی حنفی متوفی ۳۳۳ھ اور علامہ ابوبکر جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ کی بھی تصانیف موجود تھیں' علامہ ابن بطال کو چاہیے تھے کہ وہ امام ابوحنیفہ پر افتراء باندھنے سے پہلے ظہر کی نماز کے اوّل وقت کے متعلق ان کتابوں میں امام ابوحنیفہ کا مسلک پڑھ لیتے۔

امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی متوفی ۳۳۳ھ' بنی اسرائیل: ۷۸ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''دلوك الشمس الى غسق الليل'' سے مراد دن کی نمازیں ہیں اور ''دلوك شمس'' سے مراد زوال آفتاب ہے اور ''غسق الليل'' سے مراد رات کے اندھیرے کی ابتداء ہے' پس اس میں ظہر اور عصر کی نمازیں داخل ہیں۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ۷ ص ۹۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

ظہر کا اوّل وقت زوال آفتاب سے ہے اور اس میں کسی اہل علم کا اختلاف نہیں ہے۔

(احکام القرآن ج ۲ ص ۲۶۸' سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۰۰ھ)

علامہ ابن بطال کی وفات ۴۴۹ھ میں ہوئی ہے اور ہم نے ۱۸۹ھ سے لے کر ۳۷۰ھ تک کے وفات یافتہ ائمہ احناف کی تصریحات بیان کر دی ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ظہر کے فرض کا اوّل وقت زوال آفتاب ہے' کاش! علامہ ابن بطال اپنی شرح میں امام ابوحنیفہ پر بہتان باندھنے سے پہلے ان تصریحات کو دیکھ لیتے اور امام ابوحنیفہ کے قول کو فاسد کہنے سے احتراز کرتے۔

امام ابوحنیفہ پر علامہ ابن بطال کے اعتراضات کا اجمالی جائزہ اور ان اعتراضات کے جوابات

علامہ ابن بطال نے اپنی طویل شرح میں امام ابوحنیفہ قدس سرہٗ کے خلاف جو لکھا ہے' اس کا خلاصہ اس طرح ہے:

(۱) امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ سردیوں میں ظہر کی نماز کو جلدی پڑھا جائے اور شدید گرمی میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھا جائے' اس کے خلاف علامہ ابن بطال نے لکھا ہے کہ ہر زمانہ میں ظہر کی نماز کو اوّل وقت میں پڑھا جائے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۲۲)

علامہ ابن بطال کا یہ قول اس لیے فاسد ہے کہ صحیح بخاری: ۵۳۹۔ ۵۳۸۔ ۵۳۶۔ ۵۳۵۔ ۵۳۴۔ ۵۳۳ میں اور دیگر بہ کثرت کتب حدیث کے حوالوں سے گزر چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شدید گرمی میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو اور امام

طحاوی نے اس کے ثبوت میں ۱۷ احادیث ذکر کی ہیں اور آخری حدیث حضرت انس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سردیوں میں ظہر کی نماز جلدی پڑھتے تھے۔ (صحیح البخاری:۹۰۶' سنن نسائی:۴۹۵) اور یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے' پس امام ابوحنیفہ کے مذہب پر جو علامہ ابن بطال نے طعن کیا ہے' وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف بھی راجع ہوگا۔

(۲) علامہ ابن بطال نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ظہر کی نماز آخری وقت میں واجب ہوتی ہے اور تمام فقہاء اس کے خلاف ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۲۳)

اور ہم بہ کثرت فقہاء احناف کے حوالوں سے واضح کر چکے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ظہر کی نماز کا اوّل وقت زوالِ آفتاب ہے۔

(۳) علامہ ابن بطال نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک جو شخص ظہر کے اوّل وقت میں نماز پڑھے گا' وہ نماز ہر حال میں نفل ہوگی فرض نہیں ہوگی۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۲۳)

یہ امام ابوحنیفہ پر خالص افتراء اور محض بہتان ہے' فقہاء احناف کی کسی کتاب میں اس طرح نہیں ہے بلکہ اس کے خلاف فرضیت ظہر کی تصریح ہے جیسا کہ ہم متعدد حوالہ جات سے نقل کر چکے ہیں۔

(۴) امام طحاوی کی طرف منسوب کر کے لکھا ہے کہ ظہر کی نماز کو شدید گرمی میں ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم اہل مکہ کے لیے تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۲۲)

حالانکہ امام طحاوی نے اس کا رد کیا ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ ٹھنڈے وقت میں نماز پڑھنے کا حکم عام ہے کیونکہ آپ نے سفر میں بھی ٹھنڈے وقت میں نماز پڑھی ہے (صحیح البخاری:۵۳۹) سو یہ امام طحاوی کی عبارت میں خالص تحریف ہے۔

(۵) علامہ ابن بطال نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ظہر کا وقت ایک مثل سائے تک ہے اور اس وقت عصر کا وقت داخل نہیں ہوتا' عصر کا وقت دو مثل سائے کے بعد داخل ہوتا ہے اور ایک مثل سے دو مثل سائے تک مہمل وقت ہے' اس میں کسی نماز کا وقت نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال:۵۲۴)

یہ حسن بن زیاد کی روایت ہے اور یہ امام اعظم کا مذہب نہیں ہے اور نہ اس پر فقہاء احناف کا عمل ہے' امام اعظم کا مذہب وہ ہے جس کو امام ابو یوسف نے نقل کیا ہے کہ زوالِ آفتاب سے لے کر دو مثل سائے تک امام ابوحنیفہ کے نزدیک ظہر کا وقت ہے۔

سو یہاں بھی علامہ ابن بطال نے مغالطہ آفرینی کر کے امام ابوحنیفہ قدس سرہٗ کے خلاف زہرآفرینی کی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی بہت عظیم محقق ہیں' امام اعظم کے بہت محب اور معتقد ہیں لیکن انہوں نے علامہ ابن بطال کے اٹھائے ہوئے ان تمام اعتراضات کا جواب نہیں دیا' صرف اس کا جواب لکھا ہے کہ امام اعظم کے نزدیک زوالِ آفتاب کے وقت ظہر کی نماز فرض نہیں ہے اور وہ بھی مدلل جواب نہیں دیا' اور باقی اعتراضات کا ذکر ہی نہیں کیا' شاید قسّام ازل نے یہ سعادت صرف اس ناکارہ اور گناہ گار کے حصہ میں لکھ دی تھی۔

اس حدیث کے آخر میں ہے: ابھی اس دیوار کے وسط میں میرے سامنے جنت اور دوزخ پیش کی گئی' پس میں نے اس سے پہلے خیر اور شر کی مثل نہیں دیکھی۔ حدیث کے اس قطعہ کی مفصل شرح ہم نے صحیح البخاری: ۷۴۹ میں کر دی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۵۴۱ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ، عَنْ أَبِي بَرْزَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی المنہال

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الصُّبْحَ ، وَاَحَدُنَا يَعْرِفُ جَلِيسَهُ ، وَيَقْرَأُ فِيهَا مَا بَيْنَ السِّتِّينَ إِلَى الْمِائَةِ ، وَكَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ ، وَالْعَصْرَ وَاَحَدُنَا يَذْهَبُ إِلَى أَقْصَى الْمَدِينَةِ رَجَعَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ ، وَنَسِيتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ ، وَلَا يُبَالِي بِتَأْخِيرِ الْعِشَاءِ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ ، ثُمَّ قَالَ إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ . وَقَالَ مُعَاذٌ قَالَ شُعْبَةُ لَقِيتُهُ مَرَّةً فَقَالَ أَوْ ثُلُثِ اللَّيْلِ.

[اطراف الحدیث: ۵۴۷-۵۶۸-۵۹۹-۷۷۱]

از حضرت ابی برزہ رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھتے اور ہم میں سے کوئی شخص اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے کو پہچان لیتا تھا اور آپ اس نماز میں ساٹھ سے لے کر سو آیات پڑھتے تھے اور آپ ظہر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب سورج زائل ہو جاتا تھا اور آپ عصر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے کہ ہم میں سے کوئی شخص مدینہ کے آخر میں جا کر واپس آتا اور سورج چمک رہا ہوتا تھا' ابوالمنہال نے کہا: میں بھول گیا کہ حضرت ابو برزہ نے مغرب کے متعلق کیا فرمایا تھا اور آپ عشاء کی نماز کو تہائی رات تک مؤخر کرنے کی' پھر آدھی رات تک مؤخر کرنے کی کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے اور معاذ نے کہا اور شعبہ نے کہا: پھر میری حضرت ابو برزہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا: یا تہائی رات تک۔

(صحیح مسلم: ۴۶۱' الرقم المسلسل: ۱۰۱۳' سنن نسائی: ۱۱۰۹' سنن ابن ماجہ: ۸۱۸-۷۰۱' صحیح ابن خزیمہ: ۳۴۶' سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۵۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۱۸' سنن دارمی: ۱۳۰۰' مسند ابویعلیٰ: ۷۴۲۵' شرح السنۃ: ۳۵۰' مسند احمد ج ۴ ص ۴۲۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۷۶۷-ج ۳۳ ص ۱۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۴۸۵' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حضرت ابو برزہ اسلمی کا تذکرہ

اس حدیث کے چار رجال ہیں' جن میں سے تین کا تعارف پہلے ہو چکا ہے' حضرت ابو برزہ اسلمی کا نام نضلہ بن عبید ہے' یہ قدیم الاسلام صحابی ہیں' فتح مکہ میں حاضر ہوئے تھے' یہ مسلسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کرتے رہے حتیٰ کہ آپ کی وفات ہوگئی' پھر یہ مدینہ سے بصرہ منتقل ہو گئے' پھر انہوں نے خراسان میں جہاد کیا اور مرو میں یا بصرہ میں یا سجستان کے جنگل میں ۶۴ھ میں وفات پائی' امام بخاری نے ان کی چار احادیث روایت کی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۰)

فجر کے وقت میں امام اعظم کے مذہب کی تائید اور عصر کے وقت میں امام اعظم کے مذہب کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز اس وقت پڑھاتے تھے کہ ہم میں سے کوئی شخص اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کو پہچان لیتا تھا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفیدی پھیلنے کے بعد فجر کی نماز پڑھاتے تھے اور یہی فقہاء احناف کا مذہب ہے کہ فجر کی نماز سفیدی پھیلنے کے بعد پڑھنا مستحب ہے اور آپ اس میں ساٹھ سے سو آیات تک پڑھتے تھے' امام طحاوی نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ آپ اوّل وقت میں صبح کی نماز کو شروع کرتے تھے اور سفیدی پھیلنے کے بعد نماز کو ختم کرتے تھے۔

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ زوالِ آفتاب سے ظہر کا وقت شروع ہوتا ہے۔

اس حدیث میں عصر کے وقت کا ذکر ہے کہ عصر پڑھ کر نمازی مدینہ کے آخر میں جا کر واپس آ جاتا تھا' اور یہ چار میل کی مسافت تھی اور بعض نے کہا ہے کہ دو یا تین میل کی مسافت تھی۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ عصر کی نماز اوّل وقت میں پڑھتے تھے کیونکہ نمازی عصر پڑھ کر دو یا تین میل جا کر واپس آ جاتا تھا اور سورج چمک رہا ہوتا تھا' یہ اسی وقت ممکن ہے جب آپ عصر کی نماز اوّل وقت میں پڑھیں' اور اس

حدیث میں امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور جمہور کی یہ دلیل ہے کہ عصر کا وقت تب داخل ہوتا تھا' جب سایا ایک مثل ہو جاتا تھا اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ عصر کا وقت اس وقت داخل ہوتا ہے' جب ہر چیز کا سایا دو مثل ہو جائے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۳ ص ۱۹۸۵۔ ۱۹۸۴' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

امام ابوحنیفہ کی طرف سے اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ وہ نمازی مدینہ کے آخر تک پیدل جا کر واپس آ جاتا تھا' ہوسکتا ہے کہ وہ تیز رفتار گھوڑے یا تیز رفتار اونٹ پر بیٹھ کر جاتا ہو اور تیز رفتار سواری سے جا کر واپس آئے اور ابھی سورج چمک رہا ہو' یہ اس صورت میں بھی ممکن ہے جب عصر کا وقت دو مثل سائے سے شروع ہوتا ہو' ہم پہلے یہ بیان کر چکے ہیں کہ حدیث میں ہے: جب ٹیلوں کا سایا ایک مثل ہو گیا' پھر آپ نے ظہر کی اذان دینے کا حکم دیا۔ (صحیح البخاری: ۵۳۹) اور اس حدیث سے یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ عصر کا وقت دو مثل سائے سے شروع ہوتا ہے اور اس باب کی حدیث سے زیادہ سے زیادہ اس کے خلاف شک ہو گا جیسا کہ علامہ نووی کو شک ہوا ہے اور یقین شک سے زائل نہیں ہوتا' سو یہ حدیث امام اعظم ابوحنیفہ کے مذہب کے خلاف نہیں ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۶۱۔ ج ۲ ص ۱۷۲ پر مذکور ہے' اس شرح کا عنوان ہے: فجر کے مستحب وقت میں مذاہب ائمہ۔

۵۴۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ' يَعْنِي ابْنَ مُقَاتِلٍ' قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِي غَالِبُ الْقَطَّانُ' عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُزَنِيِّ' عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالظَّهَائِرِ' فَسَجَدْنَا عَلٰى ثِيَابِنَا اتِّقَاءَ الْحَرِّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد یعنی ابن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبد الرحمان نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھ سے غالب القطان نے حدیث بیان کی از بکر بن عبداللہ المزنی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا: جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اکثر ظہر کی نماز پڑھتے تو گرمی سے بچنے کے لیے اپنے کپڑوں پر سجدہ کرتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۸۵ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: گرمی کی شدت میں کپڑے پر سجدہ کرنا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: زوالِ آفتاب سے ظہر کا وقت ہے' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے' اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ گرمی کی شدت میں ظہر کی نماز پڑھی گئی' یہ بیان جواز کے لیے ہے اور گرمی کی شدت میں نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کے منافی نہیں ہے' کیونکہ گرمی کی شدت میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا مستحب ہے' نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مستحب کام کو کبھی کبھی ترک بھی کر دینا چاہیے' نیز اس حدیث میں "ظھائر" کا لفظ ہے' یہ "ظھر" کی جمع ہے' اس سے مراد ہے: کئی ایام کی ظہر۔

۱۲ - بَابُ تَاْخِيْرِ الظُّهْرِ اِلَى الْعَصْرِ

ظہر کی نماز کو عصر تک مؤخر کرنا

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ظہر کی نماز کو اوّل وقت سے لے کر عصر کے وقت تک مؤخر کرنا جائز ہے اور اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ دو نمازوں کو ملا کر ایک وقت میں پڑھا جائے۔

۵۴۳ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ' هُوَ ابْنُ زَيْدٍ' عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ' عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ' عَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی اور وہ ابن

ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی بِالْمَدِیْنَۃِ سَبْعًا وَّثَمَانِیًا اَلظُّھْرَ وَالْعَصْرَ ' وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ . فَقَالَ اَیُّوْبُ لَعَلَّہٗ فِیْ لَیْلَۃٍ مَطِیْرَۃٍ ؟ قَالَ عَسٰی. [اطراف الحدیث: ۵۶۲۔ ۱۱۷۴]

زید ہے از عمرو بن دینار از جابر بن زید از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ میں سات رکعات اور آٹھ رکعات نماز پڑھی' ظہر اور عصر کی اور مغرب اور عشاء کی۔ ایوب نے کہا: شاید یہ بارش کی رات تھی؟ انہوں نے کہا: یہ (بارش) متوقع تھی۔

(صحیح مسلم: ۷۰۵' الرقم المسلسل: ۱۵۹۹' سنن ابوداؤد: ۱۲۱۴' سنن نسائی: ۵۸۸' مسند الحمیدی: ۴۷۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۵۶۔ ج ۱۴ ص ۱۶۵' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۶۸۔ ۱۶۶' مسند ابوداؤد والطیالسی: ۲۶۱۳' مصنف عبدالرزاق: ۴۴۳۶' صحیح ابن حبان: ۱۵۹۷' المعجم الکبیر: ۱۲۸۰۸۔ ۱۲۸۰۷۔ ۱۲۸۰۶۔ ۱۲۸۰۵' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۱۸۔ ج ۳ ص ۳۹۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۹۱۵' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

دو نمازوں کو ملا کر پڑھنے کی کیفیت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں سات رکعات اور آٹھ رکعات نماز پڑھی' ظہر اور عصر کی اور مغرب اور عشاء کی' یعنی آپ نے ظہر اور عصر کی آٹھ رکعات نماز اس طرح پڑھی کہ ظہر کو عصر کے وقت تک مؤخر کیا اور عصر کی نماز کو اس کے ابتدائی وقت میں پڑھا' پھر مغرب کی نماز کو عشاء کے وقت تک مؤخر کیا اور عشاء کو ابتدائی وقت میں پڑھا' اور اس طرح آپ نے صورۃً دو نمازوں کو جمع کیا' اور حقیقۃً جمع نہیں کیا کیونکہ ہر نماز اپنے اپنے وقت میں پڑھی۔

علامہ ابن بطال کا امام ابوحنیفہ پر دو مثل سائے اور ظہر اور عصر کے درمیان فاصلہ قرار دینے کا اعتراض اور مصنف کی طرف سے اس کا جواب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام مالک نے اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ ان نمازوں کو جمع کرنا بارش کے موقع پر تھا' جیسا کہ ایوب نے اس حدیث کی تاویل کی ہے اور یہی امام شافعی کا قول ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نماز کے اوقات مشترک ہیں' اور اس حدیث میں امام شافعی کے اس قول کا رد ہے کہ ظہر کے آخر وقت اور عصر کے اول وقت کے درمیان فاصلہ ہے' جس میں ظہر کی کوئی نماز جائز ہے نہ عصر کی اور اس حدیث میں اس شخص کا بھی رد ہے' جو کہتا ہے کہ عصر کا وقت اس وقت تک داخل نہیں ہوتا جب تک کہ ہر چیز کا سایا دو مثل نہ ہو جائے اور وہ امام ابوحنیفہ ہیں' اور رد کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر اور عصر کی نمازوں کے درمیان فاصلہ کو نہیں بیان فرمایا' اگر ان کے درمیان فاصلہ ہوتا تو اس فاصلہ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان فرماتے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۲۶)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے امام ابوحنیفہ پر دو اعتراض کیے ہیں' ایک اعتراض اس پر کیا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ عصر کا وقت اس وقت داخل ہوتا ہے جب ہر چیز کا سایا دو مثل ہو جائے' سو اس پر اعتراض کرنا باطل ہے کیونکہ امام اعظم کا قول صحیح حدیث سے ثابت ہے' یہ حدیث گزر چکی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی اذان دینے کا حکم اس وقت دیا' جب ٹیلوں کا سایا ایک مثل ہو گیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۵۳۹) اور جب ایک مثل سائے کے بعد ظہر کی اذان دی گئی تو متعین ہو گیا کہ ایک مثل سائے کے بعد عصر کا وقت داخل نہیں ہوتا' جیسا کہ ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے بلکہ دو مثل سائے کے بعد عصر کا وقت داخل ہوتا ہے' جیسا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا

مذہب ہے۔

علامہ ابن بطال کا امام اعظم قدس سرہٗ پر دوسرا اعتراض بھی باطل ہے کیونکہ امام اعظم ظہر اور عصر کی نمازوں کے درمیان فاصلہ اور مہمل وقت کے قائل نہیں ہیں' ہم صحیح البخاری: ۵۴۰ کی شرح میں لکھ چکے ہیں کہ امام اعظم کے نزدیک ظہر کا وقت زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک دو مثل سائے تک ظہر کا وقت رہتا ہے۔ (المبسوط ج۱ ص۲۹۰۔۲۸۹) بلکہ خود علامہ ابن بطال نے بھی تصریح کی ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک دو مثل سائے تک ظہر کا وقت رہتا ہے' پس جب امام اعظم کے نزدیک ظہر کا وقت زوال آفتاب سے لے کر دو مثل سائے تک رہتا ہے تو پھر اس وقت میں ظہر اور عصر کے درمیان فاصلہ کہاں سے آ گیا۔

بارش کے عذر کی وجہ سے دو نمازوں کو حقیقۃً جمع کرنے کی کیفیت میں ائمہ ثلاثہ کے مذاہب

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

بارش کے عذر کی وجہ سے دو نمازوں کو جمع کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک نے کہا: بارش کی رات میں مغرب اور عشاء کو جمع کرنا جائز ہے اور ظہر اور عصر کو بارش میں جمع کرنا جائز نہیں ہے' امام احمد کا بھی یہی قول ہے اور امام شافعی نے کہا ہے کہ جب بارش مسلسل ہو رہی ہو تو ظہر اور عصر' اور مغرب اور عشاء کو جمع کرنا جائز ہے اور بغیر بارش کے دو نمازوں کو جمع نہیں کیا جائے گا اور امام مالک نے کہا: اندھیرے اور کیچڑ میں بھی مغرب اور عشاء کو جمع کیا جائے گا خواہ بارش نہ ہو رہی ہو۔ امام مالک کے نزدیک جمع کا طریقہ یہ ہے کہ مغرب کی نماز کو مؤخر کیا جائے' پھر اس کی اذان دی جائے' اقامت کہی جائے اور نماز پڑھی جائے' پھر مسجد میں عشاء کی اذان دی جائے' اقامت کہی جائے اور نماز پڑھی جائے اور لوگ شفق کے غائب ہونے سے پہلے چلے جائیں۔

(شرح ابن بطال ج۲ ص۲۲۷۔۲۲۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

دو نمازوں کو حقیقۃً جمع نہ کرنے اور صورۃً جمع کرنے کی وجہ سے علامہ ابن بطال کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے اس حدیث کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ کوئی شخص دو نمازوں کو جمع نہ کرے خواہ بارش کا عذر ہو یا کوئی اور عذر ہو اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کے متعلق کہا ہے: اس میں جمع کا طریقہ ذکر نہیں ہے اور یہ ممکن ہے کہ آپ نے ظہر کو آخری وقت تک مؤخر کیا ہو اور آخری وقت میں اس کو پڑھا ہو' پھر عصر کی نماز کو اوّل وقت میں پڑھا ہو اور مغرب اور عشاء کی نمازوں میں بھی اسی طرح کیا ہو اور انہوں نے اس کا نام جمع (صوری) رکھا ہے' لیث سے بھی اسی کی مثل مروی ہے' عمرو بن دینار اور ابوالشعثاء نے بھی امام ابوحنیفہ کی مثل تاویل کی ہے۔

عمرو بن دینار نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں آٹھ رکعت جمع کر کے پڑھیں اور سات رکعت جمع کر کے پڑھیں' عمرو بیان کرتے ہیں: میں نے جابر بن زید سے کہا: میرا گمان ہے کہ آپ نے ظہر کو مؤخر کیا اور عصر کو جلدی پڑھا اور مغرب کو مؤخر کیا اور عشاء کو جلدی پڑھا' جابر بن زید نے کہا: میرا بھی یہی گمان ہے' یہ ان فقہاء کی تاویل ہے جو جمع حقیقی کو جائز نہیں سمجھتے' امام بخاری نے بھی اس حدیث کے عنوان میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

ابن المواز نے بھی ابن الماجشون سے اس کی مثل روایت کی ہے اور کہا ہے کہ ظہر کو آخری وقت تک مؤخر کر کے پڑھنے میں اور عصر کو جلدی پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ جمع صوری ہے' حالانکہ یہ تاویل کچھ بھی نہیں ہے۔

اگر دونمازوں کو اس طرح جمع کیا جاتا' جس طرح امام ابوحنیفہ' ابوالشعثاء اور عمرو بن دینار کا زعم ہے تو اس طرح عصر اور مغرب میں بھی جمع کرنا جائز ہوتا اور عشاء اور صبح میں بھی جمع کرنا جائز ہوتا اور جب کہ اس پر اجماع ہے کہ سنت صرف ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کو جمع کرنے میں ہے' تو اس سے معلوم ہوا کہ ان دونوں کا وقت مشترک ہے اور جو انہوں نے تاویل کی ہے' وہ حقیقت میں جمع نہیں ہے' لہٰذا ان کا قول ساقط ہو گیا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ص ۲۲۸۔۲۲۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطال کے اعتراض کا جواب

میں کہتا ہوں کہ ائمہ ثلاثہ بارش اور سفر ایسے عوارض میں دونمازوں کو حقیقۃً جمع کرنے کے قائل ہیں' بایں طور کہ ظہر کے وقت میں عصر پڑھ لی جائے اور مغرب کے وقت میں عشاء پڑھ لی جائے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت میں پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا ہے' اگر ایک نماز کے وقت میں دوسری نماز کو پڑھا جائے تو اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی مخالفت ہو گی' قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا۝ بے شک مؤمنین پر مقررہ اوقات میں نماز فرض ہے۝

(النساء:۱۰۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی نماز اپنے وقت کے بغیر پڑھی ہو' سوا دونمازوں کے' آپ نے (مزدلفہ میں) مغرب اور عشاء کو جمع کیا اور فجر کی نماز کو اپنے (معروف) وقت سے پہلے پڑھا۔

(صحیح البخاری:۱۶۸۲' صحیح مسلم:۱۲۸۹)

نیز حضرت ابن مسعود نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نماز اپنے وقت میں پڑھتے تھے سوائے مزدلفہ اور عرفات کے۔

(سنن نسائی:۳۰۰۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد سفر کیے ہیں' اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مغرب کے وقت میں عشاء پڑھتے یا ظہر کے وقت میں عصر پڑھتے تو یہ بات صحابہ میں بہت مشہور ہوتی مگر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ آپ کو بیک وقت میں دونمازیں جمع کرتے ہوئے نہیں دیکھا' اس سے معلوم ہوا کہ جن احادیث میں ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کو جمع کرنے کا ذکر ہے' اس سے مراد جمع صوری ہے' جمع حقیقی نہیں ہے' رہا علامہ ابن بطال کا یہ اعتراض کہ پھر آپ نے عصر اور مغرب کو جمع کیوں نہیں کیا اور عشاء اور صبح کو جمع کیوں نہیں کیا' یہ عجیب وغریب اعتراض ہے' ہم ان نمازوں میں جمع صوری کی تاویل کر رہے ہیں جن کو آپ نے جمع کر کے پڑھا ہے اور جن نمازوں کو آپ نے جمع نہیں کیا ہے' ہم ان میں کاہے کو تاویل کریں گے!

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:۱۵۲۵۔ج ۲ص ۴۰۹ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) جمع بین الصلوٰتین میں مذاہب (۲) ائمہ ثلاثہ کے دلائل اور ان کے جوابات (۳) احناف کے دلائل۔

یہ بحث' شرح صحیح مسلم ج ۲ص ۴۱۶۔۴۱۱ پر ہے۔

۱۳ - بَابُ وَقْتِ الْعَصْرِ عصر کا وقت

اس باب میں عصر کے وقت کا بیان ہے۔

وَقَالَ اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ مِنْ قَعْرِ حُجْرَتِهَا. اور ابواسامہ نے کہا: از ہشام' حضرت عائشہ کے حجرہ کے اندر سے (دھوپ نہیں نکلی تھی)۔

٥٤٤ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْعَصْرَ، وَالشَّمْسُ لَمْ تَخْرُجْ مِنْ حُجْرَتِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی از ہشام از والدخود کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصر کی نماز پڑھتے تھے اور دھوپ حضرت عائشہ کے حجرہ سے نہیں نکلی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۲۲ میں گزر چکی ہے۔

٥٤٥ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِيْ حُجْرَتِهَا، لَمْ يَظْهَرِ الْفَيْءُ مِنْ حُجْرَتِهَا. وَقَالَ اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ مِنْ قَعْرِ حُجْرَتِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھی اور دھوپ حضرت عائشہ کے حجرہ میں تھی اور سایا ان کے حجرہ سے نہیں نکلا تھا۔ ابو اسامہ نے از ہشام روایت کیا: ان کے حجرہ کے اندر سے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۵۲۲ میں گزر چکی ہے۔

عصر کا اوّل وقت دو مثل سایا ثابت کرنے کے لیے علامہ عینی کا ایک حدیث سے استدلال ------ اور اس پر مصنف کا تبصرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ عصر کے وقت میں سب نے امام ابوحنیفہ کی مخالفت کی ہے حتیٰ کہ ان کے اصحاب نے بھی ان کی مخالفت کی ہے' امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ دو مثل سائے سے عصر کا وقت شروع ہوتا ہے اور ائمہ ثلاثہ اور امام ابویوسف اور امام محمد نے کہا ہے کہ ایک مثل سائے سے عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جب امام ابوحنیفہ کا استدلال حدیث سے ہے تو لوگوں کی مخالفت ان کو مضر نہیں ہے' امام ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو عصر کی نماز پڑھائی' جس وقت ہر چیز کا سایا دو مثل ہو گیا تھا' جتنی دیر میں کوئی اونٹ سوار ذوالحلیفہ کی طرف جاتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۲۶)۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۴۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ ایک طویل حدیث ہے' جس میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو دن پانچ نمازیں پڑھیں' پہلے دن ہر نماز اوّل وقت میں پڑھی اور دوسرے دن ہر نماز آخر وقت میں پڑھی' سو پہلے دن عصر کی نماز ایک مثل سائے کے وقت پڑھی اور دوسرے دن دو مثل سائے کے وقت عصر پڑھی۔ علامہ عینی نے صرف دوسرے دن عصر کی نماز پڑھنے کا وقت لکھا اور پوری حدیث ذکر نہیں کی اور اس سے یہ تاثر دیا ہے کہ دو مثل سایا عصر کا اوّل وقت ہے حالانکہ حدیث میں اس کو آخر وقت فرمایا ہے۔ امام اعظم کا مذہب دوسرے صحیح دلائل سے ثابت ہے' لہٰذا علامہ عینی کو حدیث کے اس نامکمل ٹکڑے سے استدلال کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

٥٤٦ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی از الزہری از عروہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي صَلٰوةَ الْعَصْرِ، وَالشَّمْسُ طَالِعَةٌ فِي حُجْرَتِي، لَمْ يَظْهَرِ الْفَيْءُ بَعْدُ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ مَالِكٌ، وَيَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، وَشُعَيْبٌ، وَابْنُ اَبِي حَفْصَةَ، وَالشَّمْسُ قَبْلَ اَنْ تَظْهَرَ.

از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصر کی نماز پڑھتے تھے اور میرے حجرہ میں سورج چمک رہا ہوتا تھا اور ابھی تک سایا ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا اور امام مالک اور یحییٰ بن سعید اور شعیب اور ابن ابی حفصہ نے کہا: سورج اس وقت تک حجرہ سے باہر نہ ہوتا تھا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۵۲۲ میں گزر چکی ہے۔

عصر کے اوّل وقت کے متعلق دو مثل سائے کی احادیث پر کلام

عبداللہ بن رافع، حضرت ام سلمہ زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نماز کے وقت کے متعلق سوال کیا تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تم کو بتاتا ہوں، ظہر کی نماز اس وقت پڑھو جب تمہارا سایا ایک مثل ہو جائے اور عصر کی نماز اس وقت پڑھو، جب تمہارا سایا دو مثل ہو جائے اور مغرب کی نماز اس وقت پڑھو، جب سورج غروب ہو جائے اور عشاء اس وقت پڑھو جب رات کا تہائی حصہ رہ جائے اور صبح کی نماز منہ اندھیرے پڑھو۔

(موطأ امام مالک: ۹۔ص ۳۶، دار المعرفۃ، بیروت، ۱۴۲۰ھ)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نماز کے وقت کے متعلق سوال کیا، پس جب سورج ڈھل گیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ظہر کی اذان دی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حکم دیا تو انہوں نے اقامت کہی، پھر انہوں نے عصر کی اذان دی حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ آدمی کا سایا اس سے لمبا ہو چکا ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کی اقامت کا حکم دیا، پھر آپ نے نماز پڑھائی، پھر غروبِ آفتاب کے بعد مغرب کی اذان دی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اقامت کہنے کا حکم دیا اور نماز پڑھائی، پھر جب دن کی سفیدی غائب ہو گئی جو کہ شفق ہے تو عشاء کی اذان دی، پھر آپ نے اقامت کا حکم دیا، پھر نماز پڑھائی، پھر جب فجر طلوع ہوئی تو حضرت بلال نے اذان دی، پھر آپ نے اقامت کا حکم دیا، پھر نماز پڑھائی، پھر دوسرے دن سورج ڈھلنے کے بعد حضرت بلال نے ظہر کی اذان دی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز کو مؤخر کیا حتیٰ کہ ہر چیز کا سایا ایک مثل ہو گیا، پھر حضرت بلال نے اقامت کہی، پس آپ نے نماز پڑھائی، پھر حضرت بلال نے عصر کی اذان دی، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کی نماز کو مؤخر کیا حتیٰ کہ ہر چیز کا سایا دو مثل ہو گیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اقامت کا حکم دیا، پس حضرت بلال نے اقامت کہی، پس آپ نے نماز پڑھا دی (الیٰ قولہ) پھر آپ نے فرمایا: ان دو وقتوں کے درمیان نماز کا وقت ہے۔ (المعجم الاوسط: ۶۷۸۳، مکتبۃ المعارف، ریاض، ۱۴۱۵ھ)

مؤخر الذکر حدیث میں پہلے دن ایک مثل سائے کے بعد آپ نے نماز عصر پڑھائی اور دوسرے دن دو مثل سائے کے بعد نماز عصر پڑھائی اور آخر میں فرمایا: ان دو وقتوں کے درمیان نماز کا وقت ہے۔

اور اوّل الذکر حدیث جو موطأ امام مالک کی روایت ہے، اس کو بھی علامہ ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ نے دوسرے دن کی نمازوں پر محمول کیا ہے اور لکھا ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے اس حدیث میں نماز کے آخری اوقات مستحبہ بتائے ہیں نہ کہ اوائل اوقات۔ (التمہید ج ۹ ص ۷۵، ۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ عصر کے اوّل وقت میں دو مثل سائے کی حدیث ہم کو صراحۃً نہیں مل سکی، شیخ ظفر احمد عثمانی نے اعلاء السنن ج ۲ ص ۴۹۷۔۴۹۱۔۴۹۰ میں ان دو حدیثوں سے اس پر استدلال کیا ہے کہ عصر کا اوّل وقت دو مثل سایا ہے، مگر ان حدیثوں کی اس پر

دلالت نہیں ہے' تاہم دیگر دلائل سے ثابت ہے کہ عصر کا اول وقت دو مثل سایا ہے' جن کا ذکر اس سے پہلے ہماری شرح میں آ چکا ہے۔

۵۴۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا عَوْفٌ ' عَنْ سَيَّارِ بْنِ سَلَامَةَ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَاَبِيْ عَلٰى اَبِيْ بَرْزَةَ الْاَسْلَمِيِّ ' فَقَالَ لَهُ اَبِيْ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْمَكْتُوْبَةَ؟ فَقَالَ كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيْرَ ' الَّتِيْ تَدْعُوْنَهَا الْاُوْلٰى ' حِيْنَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ ' وَيُصَلِّي الْعَصْرَ ' ثُمَّ يَرْجِعُ اَحَدُنَا اِلٰى رَحْلِهٖ فِيْ اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ ' وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ ' وَنَسِيْتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ ' وَكَانَ يَسْتَحِبُّ اَنْ يُؤَخِّرَ الْعِشَاءَ ' الَّتِيْ تَدْعُوْنَهَا الْعَتَمَةَ ' وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا ' وَكَانَ يَنْفَتِلُ مِنْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ حِيْنَ يَعْرِفُ الرَّجُلُ جَلِيْسَهُ ' وَيَقْرَاُ بِالسِّتِّيْنَ اِلَى الْمِائَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے خبر دی از سیار بن سلامہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں اور میرے والد حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے' پس میرے والد نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض کس طرح پڑھتے تھے؟ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کو نماز پڑھتے تھے' جس نماز کو تم پیشین (پہلی نماز) کہتے ہو' جس وقت سورج زائل ہو جاتا تھا اور عصر کی نماز پڑھتے تھے' پھر ہم میں سے کوئی شخص مدینہ کے آخری حصہ میں اپنے گھر جاتا اور اس وقت سورج چمک رہا ہوتا تھا اور میں بھول گیا کہ انہوں نے مغرب میں کیا بتایا تھا اور آپ عشاء کی نماز کو مؤخر کر کے پڑھنا پسند کرتے تھے جس کو تم عتمہ (اندھیرے والی) کہتے ہو اور آپ عشاء سے پہلے سونے کو اور عشاء کے بعد باتیں کرنے کو ناپسند کرتے تھے اور صبح کی نماز سے آپ اس وقت لوٹتے تھے جب کوئی شخص اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کو پہچان لیتا تھا اور آپ ساٹھ سے لے کر سو آیات پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۴۱ میں گزر چکی ہے۔

۵۴۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ' عَنْ مَالِكٍ ' عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ ' عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ ' ثُمَّ يَخْرُجُ الْاِنْسَانُ اِلٰى بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَيَجِدُهُمْ يُصَلُّوْنَ الْعَصْرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا: ہم عصر کی نماز پڑھتے تھے' پھر کوئی انسان بنی عمرو بن عوف کے محلہ میں جاتا تو ان لوگوں کو وہاں عصر کی نماز پڑھتے ہوئے پاتا۔

[اطراف الحدیث: ۵۵۰-۵۵۱-۷۳۲۹]

(صحیح مسلم: ۶۲۱' سنن نسائی: ۵۰۲' مصنف عبد الرزاق: ۲۰۶۹' مسند ابو یعلیٰ: ۳۶۰۴' سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۴۰' صحیح ابن حبان: ۱۵۲۰' سنن دار قطنی ج ۱ ص ۲۵۳' شرح السنۃ: ۳۶۶' موطأ امام مالک: ۱۱' ج ۱ ص ۳۶' دار المعرفۃ ۱۴۲۰ھ مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۶۴۴' ج ۲۰ ص ۸۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن مسلمہ القعنبی (۲) امام مالک بن انس (۳) اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ' ان کا نام زید بن سہل انصاری ہے' یہ حضرت انس بن مالک کے بھتیجے ہیں' ان کی کنیت ابو یحییٰ ہے' یہ ۱۳۴ھ میں فوت ہو گئے تھے' الواقدی نے کہا: امام مالک ان کو حدیث

میں سب پر مقدم رکھتے تھے (۴) حضرت انس رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۵۲)

بنوعمرو بن عوف کے لوگوں کا عصر کو مؤخر کر کے پڑھنا

اس حدیث میں مذکور ہے: کوئی انسان عصر پڑھ کر بنوعمرو بن عوف کے محلہ میں جاتا تو وہ لوگ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگ عصر کو اوّل وقت سے مؤخر کر کے پڑھتے تھے کیونکہ وہ لوگ کاشت کاری کرتے تھے۔

* باب مذکور کی حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۱۳۱۱۔ ج ۲ ص ۲۴۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:

(۱) عصر میں تاخیر کا استحباب (۲) ائمہ ثلاثہ کی احادیث کے جوابات۔

۵۴۹ - حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا اُمَامَةَ يَقُوْلُ صَلَّيْنَا مَعَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ الظُّهْرَ، ثُمَّ خَرَجْنَا حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، فَوَجَدْنَاهُ يُصَلِّي الْعَصْرَ، فَقُلْتُ يَا عَمِّ، مَا هٰذِهِ الصَّلٰوةُ الَّتِيْ صَلَّيْتَ؟ قَالَ الْعَصْرُ، وَهٰذِهِ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِيْ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَهٗ.

(صحیح مسلم: ۶۲۲' سنن ابوداؤد: ۴۰۴' سنن نسائی: ۵۰۳' سنن ابن ماجہ: ۶۸۲' مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۱ طبع قدیم)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر بن عثمان بن سہل بن حنیف نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا: میں نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ ہم نے عمر بن عبد العزیز کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی' پھر ہم باہر نکلے حتیٰ کہ ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ کے پاس گئے' وہ اس وقت عصر کی نماز پڑھ رہے تھے' میں نے کہا: اے میرے چچا! آپ نے یہ کون سی نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا: عصر' اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ نماز ہے جو ہم آپ کے ساتھ پڑھتے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابن مقاتل' ان کا نام محمد بن مقاتل ابوالحسن المروزی ہے' یہ مکہ کے مجاور تھے (۲) عبد اللہ' یہ عبد اللہ بن المبارک ہیں (۳) ابوبکر بن عثمان بن سہل بن حنیف' یہ الانصاری الاوسی ہیں' انہوں نے اپنے چچا ابوامامہ سے سماع کیا ہے (۴) حضرت ابوامامہ رضی اللہ' ان کا نام اسعد بن سہل ہے' یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پیدا ہوئے' صحیح قول کے مطابق یہ صحابی ہیں' ۱۰۰ھ میں یہ فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۵۲)

عمر بن عبد العزیز کے تاخیر سے عصر کی نماز پڑھنے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے: ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ کے پاس گئے۔ ان کا گھر مسجد کے پڑوس میں تھا' حضرت ابوامامہ نے ان کو تعظیم سے کہا: اے میرے چچا! ورنہ وہ آپ کے چچا نہ تھے' انہوں نے کہا: آپ اس وقت میں کیسی نماز پڑھ رہے ہیں؟

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحیح مسلم: ۶۲۱ اور ۶۲۲' اس باب میں صریح ہیں کہ عصر کی نماز کو اوّل وقت میں پڑھنا چاہیے اور اس کا وقت ایک مثل سائے پر داخل ہوتا ہے' اسی وجہ سے دوسرے فقہاء اس وقت تک ظہر کو مؤخر کرتے ہیں' عمر بن عبد العزیز نے نماز کو اس لیے مؤخر کیا تھا کہ ان سے پہلے حکام کی یہی عادت تھی' اس وقت تک ان کو یہ سنت نہیں پہنچی تھی کہ عصر کی نماز کو مقدم کرنا چاہیے اور جب ان کو یہ سنت پہنچ گئی تو وہ عصر کی نماز کو جلدی پڑھتے تھے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے کسی عذر یا مشغولیت کی وجہ سے نماز کو مؤخر کیا ہو' پہلی تاویل راجح ہے کیونکہ اس وقت عمر بن عبد العزیز مدینہ کے حاکم تھے خلیفہ نہ تھے' کیونکہ حضرت انس رضی اللہ' عمر بن عبد العزیز کی خلافت سے نو سال

پہلے فوت ہو گئے تھے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۳ ص ۱۹۸۹ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

۵۵۰ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ حَيَّةٌ، فَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ اِلَى الْعَوَالِي، فَيَأْتِيهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ، وَبَعْضُ الْعَوَالِي مِنَ الْمَدِينَةِ عَلٰى اَرْبَعَةِ اَمْيَالٍ، اَوْ نَحْوِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت عصر کی نماز پڑھتے تھے جب سورج بلند اور چمکتا ہوا ہوتا تھا' پس جانے والا عوالی کی طرف جاتا' پھر ان کے پاس جاتا اور سورج بلند ہوتا تھا' اور بعض عوالی مدینہ سے چار میل یا اس جتنے فاصلہ پر تھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۴۸ میں گزر چکی ہے۔

عوالی کا معنی

''العوالی''،''عالیة'' کی جمع ہے' نجد کی سمت پر مدینہ کے گرد بستیوں کو عوالی کہتے ہیں اور جو بستیاں تہامہ کی سمت ہوں' ان کو ''سافله'' کہتے ہیں۔

۵۵۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ، ثُمَّ يَذْهَبُ الذَّاهِبُ مِنَّا اِلٰى قُبَاءٍ، فَيَأْتِيهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم عصر کی نماز پڑھتے تھے' پھر ہم میں سے کوئی جانے والا قباء کی طرف جاتا' پس وہ ان کے پاس پہنچ جاتا اور ابھی سورج بلند ہوتا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۴۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۴ - بَابُ اِثْمِ مَنْ فَاتَتْهُ الْعَصْرُ — اس کا گناہ جس کی عصر کی نماز فوت ہو گئی

نماز فوت ہونے سے مراد یہ ہے کہ عصر کی نماز کے وقت جواز سے بلا عذر مؤخر کر کے اس کو پڑھا جائے' جس کو ہمارے عرف میں نماز کو قضاء کرنا کہتے ہیں' کیونکہ اس کے اوپر گناہ مترتب ہوتا ہے۔

۵۵۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الَّذِي تَفُوتُهُ صَلٰوةُ الْعَصْرِ، كَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلَهُ وَمَالَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی عصر کی نماز فوت ہو جائے' گویا اس کے اہل اور مال کو ہلاک کر دیا گیا۔

قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ يَتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ، وَتَرْتُ الرَّجُلَ اِذَا قَتَلْتُ لَهٗ قَتِيلًا، اَوْ اَخَذْتُ لَهٗ مَالًا.

امام ابوعبداللہ نے کہا: تمہارے اعمال ہلاک ہو گئے اور میں نے مرد کو ہلاک کر دیا' اس کا معنی ہے: میں نے اس کو قتل کر دیا' یا اس کا مال لے لیا۔

(صحیح مسلم: ۶۲۶' الرقم المسلسل: ۱۳۹۱' سنن ابوداؤد: ۴۱۴' السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۴۵' سنن ترمذی: ۱۷۵' موطأ امام مالک: ۲۱۔ج ۱ ص ۳۸' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۴۲' مسند ابویعلیٰ: ۵۵۰۶' شرح السنۃ: ۳۷۱' تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۴۴' مسند احمد ج ۲ ص ۱۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۶۲۱۔ج ۸ ص ۲۳۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۴۳۸' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے چار رجال ہیں' ان کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

''وتر'' کا معنی' نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کی اہمیت اور عصر کی نماز کی تعظیم کی خصوصیت

علامہ حمد بن محمد خطابی شافعی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: جس کی نماز عصر فوت ہو گئی گویا اس کا اہل اور مال وتر ہو گیا۔

''وتر'' کا معنی ہے: نقصان ہونا یا چھن جانا' پس جس کے اہل اور مال چھن گئے یا اس کا نقصان ہو گیا' گویا وہ تنہا اور اکیلا رہ گیا' لہٰذا نماز کے فوت ہونے سے انسان کو اس طرح ڈرنا چاہیے' جس طرح وہ اپنے اہل اور مال کے چھن جانے اور ان کے نقصان سے ڈرتا ہے۔ (معالم السنن مع مختصر المنذری ج ۱ ص ۲۴۲' دارالمعرفۃ' بیروت)

حافظ ابوعمر یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر المالکی الاندلسی المتوفی ۴۶۳ھ' التمہید میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کی تعظیم اور اہمیت ہے' حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یاد رکھو! تمہارے اعمال میں سب سے افضل نماز ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۷۷' مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۷' ۲۲' سنن بیہقی ج ۱ ص ۸۲' المستدرک ج ۱ ص ۱۳۰)

اس حدیث میں دنیا کی تحقیر کا ثبوت ہے اور یہ کہ نیک عمل خواہ قلیل ہو وہ دنیا کی کثیر دولت سے افضل ہے' پس جو شخص عاقل اور عالم ہو' وہ اس حدیث کی وجہ سے عصر کی نماز کے فوت ہونے کی وجہ سے غم زدہ ہوگا' اگر اس نے آفتاب کے غروب ہونے سے پہلے یا آفتاب کے زرد ہونے سے پہلے عصر کی ایک رکعت بھی نہیں پڑھی۔

اس حدیث سے ان علماء نے استدلال کیا ہے' جو کہتے ہیں کہ صلوٰۃ وسطیٰ عصر کی نماز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ صلوٰۃ وسطیٰ کا ذکر فرمایا ہے' قرآن مجید میں ہے:

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى. تمام نمازوں کی حفاظت کرو خصوصیت کے ساتھ صلوٰۃ وسطیٰ کی۔ (البقرہ: ۲۳۸)

اللہ تعالیٰ نے تمام نمازوں کو ذکر کرنے کے بعد خصوصیت کے ساتھ صلوٰۃ وسطیٰ کا ذکر فرمایا تاکہ اس کی تعظیم ظاہر ہو' جس طرح اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیت میں تمام نبیوں کا ذکر کرنے کے بعد خصوصیت کے ساتھ ہمارے نبی سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر فرمایا ہے:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ. (الاحزاب: ۷) اور جب ہم نے تمام نبیوں سے پکا عہد لیا اور آپ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور عیسیٰ ابن مریم سے۔

اس آیت میں انبیاء علیہم السلام کا عمومی ذکر کرنے کے بعد آپ کا اور دیگر اولوالعزم رسولوں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام نمازوں میں سے صرف نماز عصر کی اہمیت اور تعظیم بیان فرمائی کہ عصر کی نماز کا فوت ہونا تمام اہل اور مال کی ہلاکت اور نقصان کی مثل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ وسطیٰ بھی نماز عصر ہی ہے۔

سو جس شخص کی عصر کی نماز فوت ہو جائے اس کو اس مصیبت پر اتنا رنج اور افسوس کرنا چاہیے جتنا رنج اور افسوس وہ اپنے اہل اور مال کی ہلاکت پر کرتا ہے۔ عصر کی نماز کی اہمیت کی دیگر احادیث درج ذیل ہیں:

ابوالملیح بیان کرتے ہیں کہ ایک ابر آلود دن میں ہم حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے انہوں نے کہا: نماز کو اول وقت میں پڑھ لو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جس نے عصر کی نماز کو ترک کر دیا اس کا عمل ضائع ہو گیا۔

(صحیح البخاری: ۵۵۳ سنن نسائی: ۴۷۴ مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۰)

عمل ضائع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس نماز کو بعد میں پڑھنے سے وہ اجر نہیں ملے گا' جو اس نماز کو وقت پر پڑھنے سے اجر ملتا ہے' اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کی ساری نمازوں اور سارے نیک اعمال کا اجر ضائع ہو جائے گا کیونکہ سارے نیک اعمال کفر سے ضائع ہوتے ہیں' جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْإِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ. (المائدہ: ۵) اور جو شخص ایمان کے بعد کفر کرے' اس کے تمام نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

یعنی جو کفر نہ کرے' اس کے نیک اعمال ضائع نہیں ہوتے۔

(فتح المالک بتبویب التمہید لابن عبدالبر علی موطأ الامام مالک ج ۱ ص ۱۷۲۔ ۱۷۰ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

عصر کی نماز کی یہ خصوصیت اس لیے ہے کہ عصر کی نماز میں دن اور رات کے فرشتے جمع ہوتے ہیں' دن کو جانے والے فرشتے بھی اس عمل کو لکھ لیتے ہیں اور رات میں آنے والے فرشتے بھی اس عمل کو لکھ لیتے ہیں' نیز یہ وقت ایسا ہوتا ہے کہ لوگ اپنے کاروبار میں مشغول ہوتے ہیں اور اپنی اغراض کو پورا کرنے کے در پے ہوتے ہیں اور ایسے وقت میں اپنے دنیاوی معاملات کو چھوڑ کر اللہ کا حکم بجالانے کے لیے فرض عصر پڑھنے کے لیے مسجد میں جانا بڑی ہمت اور بڑے حوصلہ کی بات ہے اور جس شخص نے اپنے دنیاوی معاملات کو مقدم رکھا اور نماز میں اتنی تاخیر کر دی کہ سورج زرد ہو گیا یا غروب ہو گیا تو یہ اس کا اخروی اتنا نقصان ہے جس پر اس کو اتنا رنج کرنا چاہیے جتنا رنج وہ جان اور مال کے ضیاع یا ان کی ہلاکت پر کرتا ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۵۹۱' دارالوفاء' ۱۴۱۹ھ)

* یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۱۷۔ ج ۲ ص ۲۴۷ پر مذکور ہے' وہاں اس کی مختصر شرح کی گئی ہے۔

۱۵ - بَابُ اِثْمِ مَنْ تَرَكَ الْعَصْرَ — عصر کی نماز ترک کرنے والے کا گناہ

باب سابق میں اور اس باب میں یہ فرق ہے کہ باب سابق کا مطلب یہ تھا کہ جس نے عصر کی نماز کو اس کے وقت میں نہیں پڑھا حتیٰ کہ سورج زرد ہو گیا یا غروب ہو گیا اور اس باب کا مطلب یہ ہے کہ جس نے عصر کی نماز کو عمداً ترک کر دیا۔

۵۵۳ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَبِيْ كَثِيْرٍ' عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ' عَنْ اَبِي الْمَلِيْحِ قَالَ كُنَّا مَعَ بُرَيْدَةَ فِيْ غَزْوَةٍ' فِيْ يَوْمٍ ذِيْ غَيْمٍ' فَقَالَ بَكِّرُوْا بِصَلٰوةِ الْعَصْرِ' فَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ. [طرف الحدیث: ۵۹۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از ابی الملیح' انہوں نے بیان کیا کہ ہم حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ابر آلود دن میں ایک غزوہ میں تھے' انہوں نے کہا: اول وقت میں عصر کی نماز پڑھو' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جس نے عصر

کی نماز کو ترک کر دیا' اس کا عمل ضائع ہو گیا۔

(سنن نسائی: ۴۷۳' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۸۱۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۴۱۔ ج ۲ ص ۲۴۷' صحیح ابن خزیمہ: ۳۳۶' سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۴۴' شرح السنۃ: ۳۶۹' مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۹۵۷۔ ج ۳۸ ص ۵۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۲۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسلم بن ابراہیم الازدی الفراھیدی البصری القصاب' ان کی کنیت ابوعمرو ہے (۲) ہشام بن عبداللہ الدستوائی (۳) یحییٰ بن ابی کثیر (۴) ابوقلابہ عبداللہ بن زید الحرمی (۵) ابوالملیح عامر بن اسامہ الہذلی' یہ ۹۸ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (۶) حضرت بُریدہ بن الحصیب رضی اللہ عنہ' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ۱۴۶' احادیث روایت کی ہیں' ان میں سے امام بخاری نے ۳' احادیث روایت کی ہیں' یہ جہاد کرتے ہوئے مَرو میں فوت ہو گئے تھے' یہ صحابی ہیں' آپ ۶۲ھ میں خراسان میں فوت ہوئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۵۸)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں مذکور ہے کہ جس نے عصر کی نماز کو ترک کیا' اس کا عمل ضائع ہو گیا۔

عمداً عصر کی نماز ترک کرنے والے کی مغفرت کیسے ہوگی؟

قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی الاندلسی المالکی المتوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا ظاہر اہل سنت کے عقیدہ کے خلاف ہے کیونکہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ گناہ کبیرہ سے اعمال ضائع نہیں ہوتے' جو علماء یہ کہتے ہیں کہ جو شخص وقت نکلنے کے بعد بھی نماز نہ پڑھے' وہ کافر ہے ان کے لیے تو اس حدیث میں کوئی مشکل نہیں' اور جو علماء یہ کہتے ہیں کہ نیک اعمال صرف شرک سے ضائع ہوتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ اگر اس کی اللہ تعالیٰ کے فضل محض سے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے فوری مغفرت نہ ہوئی تو پھر وہ دوزخ میں اپنے گناہ کی سزا بھگت کر جنت میں چلا جائے گا۔

(القبس فی شرح موطأ ابن انس ج ۱ ص ۷۲۔ ۷۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

١٦ - بَابُ فَضْلِ صَلٰوةِ الْعَصْرِ — نماز عصر کی فضیلت

اس سے پہلے باب میں عصر نہ پڑھنے کا گناہ بیان کیا گیا تھا اور اس باب میں عصر پڑھنے کا ثواب بیان کیا گیا ہے اور یہ ان دونوں بابوں کے درمیان واضح مناسبت ہے۔

٥٥٤ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ جَرِيرٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةً يَعْنِي الْبَدْرَ فَقَالَ إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ، لَا تُضَامُّونَ فِي رُؤْيَتِهِ، فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَّا تُغْلَبُوا عَلٰى صَلٰوةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا. ثُمَّ قَرَأَ ﴿وَسَبِّحْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مروان بن معاویہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از قیس از حضرت جریر رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے' آپ نے ایک رات چاند کی طرف دیکھا یعنی ماہ تمام کی شب میں' پھر آپ نے فرمایا: بے شک تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو' تمہیں اس کو دیکھنے میں کوئی

بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ﴾ (ق:۳۹). قَالَ إِسْمَاعِيْلُ اِفْعَلُوْا لَا تَفُوْتَنَّكُمْ.

[اطراف الحدیث: ۵۷۳-۴۸۵۱-۷۴۳۴-۷۴۳۵-۷۴۳۶]

مشقت نہیں ہوگی اگر تم یہ کر سکتے ہو کہ طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے نماز پڑھنے سے مغلوب نہ ہو تو یہ (ضرور) کرو پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: آپ طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے (نماز میں) اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھیے۔ (ق:۳۹) اسماعیل نے کہا: یہ کرو یہ تم سے فوت نہ ہو۔

(صحیح مسلم: ۶۳۳ 'الرقم المسلسل: ۱۴۰۷' سنن ابوداؤد: ۴۷۲۹ 'سنن ترمذی: ۲۵۵۱' السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۶۰' سنن ابن ماجہ: ۱۷۷' المعجم الکبیر: ۲۲۲۵' تاریخ بغداد ج ۱۰ص ۴۶۸' مسند الحمیدی: ۷۹۹' مسند احمد ج ۴ص ۳۶۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۱۹۰- ج ۳۱ص ۵۲۶' موسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۲۳۲' مکتبۃ الرشد ریاض '۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الحمیدی' ان کا نام عبد اللہ بن الزبیر بن عیسیٰ بن عبد اللہ بن الزبیر بن عبد اللہ بن حُمید ہے' یہ اپنے دادا حمید القرشی المکی کی طرف منسوب ہیں' یہ ۲۱۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) مروان بن معاویہ بن الحارث الفزاری' یہ دمشق میں ۱۹۳ھ میں فوت ہو گئے تھے' ان کی وفات ۸ ذوالحج سے پہلے اچانک ہو گئی تھی (۳) اسماعیل بن خالد (۴) قیس بن ابی حازم (۵) حضرت جریر بن عبد اللہ بن جابر البجلی رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ص ۶۰)

اللہ تعالیٰ کو آخرت میں دیکھنے کی تحقیق

قرآن مجید کی آیات' حدیث مذکور اس قسم کی دیگر احادیث' صحابہ کرام اور ان کے بعد تابعین اور تبع تابعین کے اجماع سے یہ ثابت ہے کہ مؤمنین آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے۔

معتزلہ' خوارج اور بعض مرجئہ نے کہا ہے کہ مؤمنین آخرت میں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھیں گے' ان کا استدلال حسب ذیل آیات سے ہے:

معتزلہ وغیرہ کا اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھنے پر قرآن مجید سے استدلال اور ان کے جوابات

(۱) لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ. آنکھیں اللہ کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ آنکھوں کا ادراک کرتا ہے۔ (الانعام: ۱۰۳)

معتزلہ کہتے ہیں: جب آنکھیں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتیں تو اس سے یہ لازم آیا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ممکن نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں جن آنکھوں کے دیکھنے کی نفی ہے' اس سے مراد کفار کی آنکھیں ہیں یا اس سے مراد ہے: دنیا میں کسی کی آنکھیں بھی اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتیں اور آخرت میں کفار کی آنکھیں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکیں گی' یا مراد یہ ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ جلال اور غضب میں ہوگا' اس وقت کوئی آنکھ اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکے گی اور بعد میں جب اللہ تعالیٰ مہربان ہوگا اور شفاعت کا اذن دے گا' اس وقت تمام مؤمنین اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے۔

(۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: "رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ" اے میرے رب! مجھے اپنی ذات دکھا' میں تیری طرف دیکھوں گا' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "لَنْ تَرٰىنِيْ" (الاعراف: ۱۴۳) آپ مجھے نہیں دیکھ سکیں گے۔

عربی میں "لَنْ" مستقبل میں دائمی نفی کے لیے آتا ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کبھی بھی اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ

سکیں گے اور جب حضرت موسیٰ ایسے نبی اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتے تو عام مؤمنین تو بہ طریق اولیٰ نہیں دیکھ سکتے!

اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں بہ طور احاطہ دیکھنے کی نفی ہے یعنی حضرت موسیٰ اور دوسرے مؤمنین بھی اللہ تعالیٰ کو اس طرح نہیں دیکھ سکتے کہ اس کی ذات کا احاطہ کرلیں۔

(٣) وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا. (الشوریٰ:٥١) اور کسی بشر کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اللہ سے کلام کرے مگر وحی سے یا پردے کی اوٹ سے یا اللہ کوئی فرشتہ بھیجے۔

وہ کہتے ہیں: یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جو شخص بھی اللہ سے کلام کرے گا' وہ اس کو نہیں دیکھے گا اور جب کلام کے وقت اللہ کو نہیں دیکھے گا تو کلام کے بغیر بھی اللہ کو نہیں دیکھے گا کیونکہ کوئی بھی فصل کا قائل نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ دنیا پر محمول ہے یعنی دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوتے وقت کوئی اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھتا اور ہم اس کے قائل ہیں کہ مؤمنین آخرت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے۔

(٤) جن لوگوں نے بھی اللہ تعالیٰ کے دیدار کو طلب کیا' اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت کی:

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَO (البقرہ:٥٥) اور جب تم نے کہا: اے موسیٰ! ہم آپ کے لیے ہرگز ایمان نہیں لائیں جب تک ہم اللہ کو کھلم کھلا دیکھ نہ لیں' پھر تم کو ایک کڑک کے عذاب نے پکڑ لیا اور تم اس کا مشاہدہ کر رہے تھےO

اس کا جواب یہ ہے کہ ان پر عذاب اس لیے آیا تھا کہ انہوں نے سرکشی اور عناد سے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا مطالبہ کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ کو آخرت میں دیکھنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات

(١) وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌO اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌO (القیامۃ:٢٣-٢٢) اس دن بعض چہرے تروتازہ ہوں گےO اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گےO

(٢) كَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَO (المطففین:١٥) ہرگز نہیں! یہ کفار اس دن اپنے رب سے حجاب میں ہوں گےO

یہ آیت اس کو مستلزم ہے کہ قیامت کے دن مؤمنین اپنے رب سے حجاب میں نہیں ہوں گے بلکہ اس کو دیکھ رہے ہوں گے' ورنہ یہ آیت کفار کے لیے باعث حسرت اور افسوس نہ ہوتی' وہ کہتے: ہماری کیا خصوصیت ہے' مؤمنین بھی اپنے رب سے حجاب میں ہیں۔

معتزلہ کی عقلی دلیل کا جواب

معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ کسی چیز کے دکھائی دینے کے لیے یہ قاعدہ ہے کہ وہ دیکھنے والے کی مقابل جانب میں ہو' اگر اللہ تعالیٰ دکھائی دے گا تو ضروری ہے کہ وہ مؤمنین کی مقابل جانب میں ہو اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ وہ کسی جہت اور جانب میں ہو' اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے تم بھی قائل ہو کہ اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے اور مخلوق اس کو دکھائی دیتی ہے' لہٰذا تمہارے اس قاعدہ سے لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کی جانب مقابل میں ہو اور اب اس اعتراض سے صرف اسی طرح چھٹکارہ مل سکتا ہے کہ یہ قاعدہ کہ دکھائی دینے والا دیکھنے والے کی جانب مقابل میں ہو مخلوق کے لیے ہے' اور اللہ تعالیٰ دیکھنے اور دکھائی دینے دونوں میں اس قاعدہ کا پابند نہیں ہے۔

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر اور عصر کی نماز پڑھنے کی زیادہ فضیلت ہے' فجر کی نماز کی اس وجہ سے فضیلت ہے کہ اس وقت

انسان نیند کو ترک کر کے نماز کے لیے جاتا ہے اور یہ نفس پر دشوار ہوتا ہے اور عصر میں اس لیے کہ وہ وقت کاروبار میں مشغولیت کا ہوتا ہے اور کاروبار کو چھوڑ کر نماز کے لیے جانا بھی نفس پر دشوار ہوتا ہے' اس لیے فجر اور عصر کی نمازوں میں فضیلت ہے اور اس لیے بھی کہ ان دونوں نمازوں کے وقتوں میں رات اور دن کے فرشتے جمع ہوتے ہیں اور وہ دونوں اس کے نماز میں مشغول ہونے کو لکھ لیتے ہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی امید اسی شخص کو رکھنی چاہیے' جو ان دونوں نمازوں کی حفاظت کرتا ہے۔

۵۵۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَتَعَاقَبُوْنَ فِيكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ، وَيَجْتَمِعُوْنَ فِي صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ، ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِيْنَ بَاتُوْا فِيكُمْ، فَيَسْأَلُهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِي؟ فَيَقُوْلُوْنَ تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ، وَأَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ.

[اطراف الحدیث: ۳۲۲۳-۷۴۲۹-۷۴۸۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے باری باری آتے ہیں اور وہ فجر کی نماز میں اور عصر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں' پھر جن فرشتوں نے تمہارے ساتھ رات گزاری تھی' وہ اوپر چڑھ جاتے ہیں' اللہ ان سے سوال کرتا ہے حالانکہ وہ ان سے زیادہ جاننے والا ہے: تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ کہیں گے کہ ہم نے ان کو اس حال میں چھوڑا کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس آئے تھے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

(صحیح مسلم: ۶۳۲' الرقم المسلسل: ۱۴۰۵' سنن نسائی: ۴۸۱' موطأ امام مالک: ۴۲۰- ج ۱ ص ۱۶۷' دار المعرفہ' بیروت' صحیح ابن حبان: ۱۷۳۷' شرح السنۃ: ۳۸۰' مسند ابو یعلیٰ: ۶۳۳۰' سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۶۵' تاریخ بغداد ج ۸ ص ۳۰۵' مسند احمد ج ۲ ص ۴۸۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۰۳۰۹- ج ۱۶ ص ۲۰۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۹۸۱' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کی سند میں پانچ رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: فرشتے فجر اور عصر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں۔

فرشتوں کے باری باری آنے کی کیفیت اور قرآن مجید میں صرف فجر کے وقت کے ذکر کی توجیہ

حافظ یوسف بن عبداللہ ابن عبد البر المالکی القرطبی المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرشتے نمازوں میں حاضر ہوتے ہیں' زیادہ ظاہر یہ ہے کہ وہ جماعت میں حاضر ہوتے ہیں' اگرچہ یہ بھی احتمال ہے کہ وہ بغیر جماعت سے پڑھی جانے والی نماز میں بھی حاضر ہوتے ہیں' اس حدیث میں مذکور ہے: وہ باری باری حاضر ہوتے ہیں یعنی فرشتوں کی ایک جماعت حاضر ہوتی ہے' اس کے بعد دوسری جماعت حاضر ہوتی ہے۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ دن کے فرشتے صبح کی نماز میں نازل ہوتے ہیں' پھر بنی آدم کے اعمال کا شمار کرتے ہیں اور جن فرشتوں نے بنو آدم کے پاس رات گزاری تھی' وہ اوپر چڑھ جاتے ہیں اور جب عصر کا وقت ہوتا ہے تو رات کے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور انسانوں کے اعمال کا شمار کرتے ہیں اور دن کے فرشتے اوپر چڑھ جاتے ہیں' پھر اسی طرح باری باری فرشتے آتے جاتے رہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًاO (بنی اسرائیل:۷۸) اور فجر میں قرآن پڑھنا' بے شک فجر میں قرآن پڑھنے کے دوران فرشتے حاضر ہوتے ہیںO

فجر کا اس لیے خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے کہ فجر کی نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھا جاتا ہے' اس کے برخلاف عصر کی نماز میں قرآن آہستہ پڑھا جاتا ہے' اگرچہ فرشتے فجر اور عصر دونوں نمازوں میں حاضر ہوتے ہیں۔

(تمہید ج ۷ ص ۴۶۳۔۴۶۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

فرشتوں کا بنوآدم کی عبادت کا اعتراف کرنا

اللہ تعالیٰ فرشتوں سے سوال فرماتا ہے: تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ کہتے ہیں: جب ہم ان کے پاس گئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس سے آئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے' اللہ تعالیٰ فرشتوں کے اس جواب سے فرشتوں پر حجت فرماتا ہے کہ تم نے آدم کی پیدائش کے وقت کہا تھا کہ اس کی اولاد زمین میں فتنہ اور فساد کرے گی' خون ریزی کرے گی اور اب فرشتوں کی زبان سے یہ اعتراف کراتا ہے کہ ہم بنوآدم کے پاس گئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور ہم ان کے پاس سے آئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۳۱۔ ج ۲ ص ۲۵۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں دیدارِ الٰہی کی تحقیق' اور عصر اور فجر میں فرشتوں کے اجتماع کی خصوصیت بیان کی گئی ہے۔

١٧ - بَابُ مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ الْغُرُوْبِ

جس نے غروب (آفتاب) سے پہلے عصر کی نماز کی ایک رکعت کو پالیا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص نے سورج کے غروب ہونے سے پہلے عصر کی نماز کی رکعت کا وقت پالیا' اس کی نماز کا کیا حکم ہے' آیا وہ اپنی نماز پوری کرے یا نہیں؟

٥٥٦ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ ' عَنْ يَحْيٰى ' عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ ' عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَدْرَكَ اَحَدُكُمْ سَجْدَةً مِّنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ ' قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ ' فَلْيُتِمَّ صَلٰوتَهٗ ' وَاِذَا اَدْرَكَ سَجْدَةً مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ ' قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ ' فَلْيُتِمَّ صَلٰوتَهٗ. [اطراف الحدیث: ۵۷۹۔۵۸۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص سورج کے غروب ہونے سے پہلے عصر کی نماز کا ایک سجدہ پالے تو وہ اپنی نماز پوری کرے اور جب تم میں سے کوئی شخص سورج کے طلوع ہونے سے پہلے صبح کی نماز کا ایک سجدہ پالے تو وہ اپنی نماز پوری کرے۔

(صحیح مسلم: ۶۰۸' الرقم المسلسل: ۱۳۴۹' سنن ترمذی: ۱۸۶' سنن نسائی: ۱۱۷' سنن ابن ماجہ: ۶۹۹' موطأ امام مالک: ۵۔ ج ۱ ص ۳۵۔۳۴' دارالمعرفۃ' بیروت' سنن دارمی: ۱۲۲۲' صحیح ابن خزیمہ: ۹۸۵' صحیح ابن حبان: ۱۵۸۳۔۱۵۵۷' سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۶۸۔۳۶۷' شرح السنۃ: ۳۹۹' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۳۸۱' مسند احمد ج ۲ ص ۴۶۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۹۹۵۳۔ ج ۱۶ ص ۳۰۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۸۳۹' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے پانچ رجال ہیں' ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: جب تم میں سے کوئی شخص سورج کے غروب ہونے سے

پہلے عصر کی نماز کا ایک سجدہ پالے تو وہ اپنی نماز پوری کرے۔

جن کو عصر یا فجر کی ایک رکعت کا وقت ملا' ان کی نماز پوری کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ

حافظ یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر مالکی قرطبی متوفی ۴۶۳ھ' تمہید میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ادراک سے مراد ادراک وقت ہے اور اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ جس نے اس وقت میں نماز کی ایک رکعت کو پالیا تو وہ ایک رکعت اس کے لیے اس وقت کی نماز سے کافی ہوگی۔

اس پر مسلمانوں کا اجماع اور اتفاق ہے کہ نمازی پر فرض ہے کہ وہ صبح کی پوری نماز پڑھے اور عصر کی پوری نماز پڑھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو ارشاد ہے: اس نے اس نماز کو پالیا' اس سے مراد ہے کہ اس نے اس نماز کے وقت کو پالیا' ہاں! دوسرے دلائل اس پر دلالت کرتے ہیں کہ نماز کا وقت مختار' اس وقت کا غیر ہے۔

ان دلائل میں سے یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عصر کا آخری وقت وہ ہے' جب تک سورج زرد نہ ہو۔ (مسند احمد ج ا ص ۲۱۰) یعنی آخری وقت مختار تا کہ احادیث متعارض نہ ہوں۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ منافقین کی نماز ہے' ان میں سے کوئی شخص بیٹھا رہتا ہے حتیٰ کہ جب سورج زرد ہو جاتا ہے اور شیطان کے دو سینگھوں کے درمیان ہوتا ہے تو وہ چار ٹھونگیں مارتا ہے اور اس میں اللہ کا ذکر وہ بہت کم کرتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۶۲۲' سنن ترمذی: ۱۶۰)

یہ تغلیظ اس شخص پر ہے' جس نے اس وقت میں نماز پڑھنے کو ترک کیا' جس وقت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کی نماز میں اپنی امت کے لیے اختیار فرمایا تھا اور اس نے بغیر کسی عذر صحیح کے اس وقت سے اعراض کیا۔

عصر کی نماز کو جلدی پڑھنے کے متعلق بہت آثار مروی ہیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عُمّال کی طرف خط لکھا کہ عصر کی نماز اس وقت پڑھو جب سورج سفید چمک دار ہو' اس سے پہلے کہ وہ زرد ہو جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عصر کا وقت اس وقت تک ہے' جب تک سورج زرد نہ ہو۔ (مسند احمد ج ا ص ۲۱۰' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ا ص ۳۶۵)

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ صبح کی نماز کا اوّل وقت وہ ہے جب فجر صادق طلوع ہوتی ہے' جب مشرق کے افق سے ہر طرف سفیدی پھیل جاتی ہے اور اس کے بعد اندھیرا نہیں ہوتا اور فجر کے آخر وقت میں اختلاف ہے' ابن وہب نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ فجر کا وقت طلوع فجر سے طلوع شمس تک ہے اور ابن القاسم نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ فجر کا اوّل وقت وہ ہے' جب اندھیرا ہو اور ستاروں کا جال بنا ہوا ہو اور آخری وقت وہ ہے' جب سفیدی پھیل جائے۔

ابو عمر ابن عبد البر کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ وقت مختار پر محمول ہے کیونکہ امام مالک کہتے ہیں کہ جس شخص نے کسی عذر کی وجہ سے سورج کے طلوع ہونے سے پہلے فجر کی نماز کی ایک رکعت پڑھ لی تو اس سے نماز ساقط ہو جائے گی' جیسے کوئی حائض اس وقت میں حیض سے پاک ہو جائے' جب فجر کا اتنا وقت رہتا ہو' جس میں ایک رکعت نماز پڑھی جا سکے تو ایک رکعت کی مقدار وقت پانے کی وجہ سے اس پر فجر کی نماز واجب ہو جائے گی' خواہ وہ دوسری رکعت طلوع فجر کے ساتھ پڑھے یا اس کے بعد پڑھے۔

امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے: فجر کا آخری وقت سورج کے طلوع ہونے تک ہے' اسی طرح امام شافعی نے کہا ہے کہ فجر کا آخری وقت طلوع آفتاب تک ہے' مگر ان کے نزدیک طلوع آفتاب سے اس شخص کی نماز فوت نہیں ہوگی' جو طلوع آفتاب

سے پہلے دوسجدوں کے ساتھ ایک رکعت مکمل کر چکا ہو اور جس نے دوسجدوں کے ساتھ ایک رکعت طلوع آفتاب سے پہلے مکمل نہیں کی اس کی نماز فجر فوت ہوگئی۔ امام احمد بن حنبل کا قول بھی امام شافعی کی مثل ہے کہ جس نے کسی عذر صحیح کی وجہ سے طلوع آفتاب سے پہلے ایک رکعت پڑھ لی' وہ طلوع آفتاب کے بعد اپنی نماز پوری کرے' اور فقہاء یہ کہتے ہیں کہ اگر وہ کسی ضرورت یا عذر صحیح کی وجہ سے ایسا کرے تو جائز ہے ورنہ نہیں' امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور امام اوزاعی کا یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک ضرورت اور عذر ہو یا نہ ہو' جس نے طلوع آفتاب سے پہلے صرف ایک رکعت نماز پڑھی' پھر آفتاب طلوع ہو گیا تو اس کی نماز فاسد ہو گئی کیونکہ طلوع آفتاب کے بعد نماز پڑھنا جائز نہیں ہے' اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرما دیا ہے۔

(فتح المالک بتبویب التمہید لابن عبد البر علی موطأ الامام مالک ج ۱ ص ۱۳۷-۱۳۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

فجر اور عصر کی نماز پوری کرنے کے متعلق امام اعظم کے مذہب کی تفصیل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ صریح دلیل ہے کہ جس نے عصر کی نماز کی ایک رکعت پڑھی' پھر اس کے سلام پھیرنے سے پہلے عصر کا وقت نکل گیا تو اس کی نماز باطل نہیں ہو گی بلکہ وہ اپنی نماز پوری کرے گا اور اس پر چاروں ائمہ متفق ہیں' اور صبح کی نماز کی جس شخص نے ایک رکعت نماز پڑھی اور پھر اس کے سلام پھیرنے سے پہلے سورج نکل آیا تو امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک وہ بھی اسی طرح ہے اور وہ سورج نکلنے کے بعد اپنی نماز پوری کرے گا کیونکہ باب مذکور کی حدیث میں فجر اور عصر دونوں نمازوں کا ایک حکم بیان فرمایا ہے' اسی وجہ سے مذاہب ثلاثہ کے فقہاء نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اس حدیث کی مخالفت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۷۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

سورج طلوع ہونے کے بعد فجر کی نماز پوری کرنے میں احادیث کی مخالفت ہے

ہم کہتے ہیں کہ ائمہ ثلاثہ نے اس حدیث کی مخالفت کی ہے' جس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورج نکلنے کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور یہ ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں کہ فجر کی باقی ماندہ ایک رکعت نمازی سورج نکلنے کے بعد پڑھے' طلوع آفتاب کے بعد نماز پڑھنے کی ممانعت کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے نزدیک سب سے پسندیدہ شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے حتیٰ کہ سورج چمکنے لگے اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے' حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے۔ (صحیح البخاری: ۵۸۱' صحیح مسلم: ۸۲۶' سنن ترمذی: ۱۸۳' سنن نسائی: ۵۶۱' سنن ابن ماجہ: ۱۲۵۰' مسند احمد ج ۱ ص ۲۱-۱۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نہ طلوع شمس کے وقت نماز کا قصد کرو نہ غروب شمس کے وقت۔ (صحیح البخاری: ۵۸۲' صحیح مسلم: ۸۲۸' سنن نسائی: ۵۵۹' مسند احمد ج ۲ ص ۱۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب سورج کی بھوں طلوع ہو جائے تو نماز کو مؤخر کر دو' حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے اور جب سورج کی بھوں غائب ہو جائے تو نماز کو مؤخر کر دو حتیٰ کہ سورج غائب ہو جائے۔

(صحیح البخاری: ۵۸۳' صحیح مسلم: ۸۲۹-۸۲۸' سنن نسائی: ۵۶۷' مسند احمد ج ۲ ص ۱۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو قسم کی بیع' دو قسم کے لباس اور دو قسم کی نمازوں سے منع فرمایا' آپ نے فجر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ سورج

غروب ہو جائے۔ (الحدیث) (صحیح البخاری:۵۸۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص طلوع شمس کے وقت قصد کر کے نماز نہ پڑھے اور نہ غروب شمس کے وقت۔ (صحیح البخاری:۵۸۵)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صبح کے بعد کوئی نماز نہیں ہے حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے اور عصر کے بعد کوئی نماز نہیں ہے حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے۔ (صحیح البخاری:۵۸۶' صحیح مسلم:۸۲۷' سنن نسائی:۵۶۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو نمازوں سے منع فرمایا: فجر کے بعد حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے اور عصر کے بعد حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے۔ (صحیح البخاری:۵۸۸)

طلوعِ آفتاب کے بعد نماز پوری نہ کرنے اور غروبِ آفتاب کے بعد نماز پوری کرنے کے فرق کی وضاحت

باقی رہا یہ اعتراض کہ باب مذکور کی حدیث میں ہے کہ جس نے غروبِ آفتاب سے پہلے عصر کی ایک رکعت کا وقت پالیا' وہ عصر کی نماز کو پورا کرے' امام ابوحنیفہ اس حدیث کو اپنے ظاہر پر محمول کرتے ہیں' کیونکہ عصر کا آخری وقت ناقص ہوتا ہے' جب سورج کا رنگ زرد پڑ جاتا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس وقت سورج شیطان کے دو سینگھوں کے درمیان ہوتا ہے اور اس وقت کی نماز کے متعلق فرمایا: یہ منافقین کی نماز ہے۔ (صحیح مسلم:۶۲۲' سنن ترمذی:۱۶۰) سو غروبِ آفتاب سے پہلے ناقص وقت ہوتا ہے' تو جس نے غروب سے پہلے ایک رکعت نماز کا وقت پایا' وہ غروب کے بعد نماز پوری کرلے کیونکہ اس نے شروع بھی ناقص وقت میں کی تھی تو اس کو ختم بھی ناقص وقت میں کرے' اس کے برخلاف فجر کا پورا وقت کامل ہے' اگر طلوعِ شمس سے پہلے اس نے ایک رکعت نماز پڑھی اور طلوعِ شمس کے بعد بقیہ ایک رکعت پڑھے گا تو یہ نماز شروع تو کامل وقت میں ہوئی تھی اور وہ اس کو ختم ناقص وقت میں کر رہا ہے' اس لیے یہ نماز فاسد ہو جائے گی' اس دقت اور باریکی کی وجہ سے امام اعظم نے ان دونوں نمازوں میں فرق کیا ہے کہ غروبِ آفتاب سے پہلے نمازی نے ایک رکعت نماز کا وقت پایا تو وہ بعد میں نماز پوری کرے تو نماز ہو جائے گی اور طلوعِ آفتاب سے پہلے ایک رکعت پڑھی اور آفتاب طلوع ہو گیا تو یہ نماز نہیں ہو گی۔

باب مذکور کی حدیث کا محمل

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حدیث میں تو فجر اور عصر دونوں نمازوں کے متعلق فرمایا ہے کہ نمازی اپنی نماز پوری کرے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جو کافر اس وقت مسلمان ہوا' جب آفتاب کے طلوع میں فجر کی ایک رکعت نماز کا وقت رہتا تھا یا کوئی لڑکا اس وقت بالغ ہوا' یا لڑکی اس وقت بالغ ہوئی یا کسی لڑکی کا حیض یا نفاس اس وقت ختم ہوا' جب سورج کے طلوع میں ایک رکعت نماز کا وقت تھا تو ان سب پر فجر کی نماز فرض ہو جائے گی اور وہ اس نماز کی قضاء کریں گے' اسی طرح کوئی کافر اس وقت مسلمان ہوا' جب عصر کی نماز کی ایک رکعت کا وقت رہتا تھا یا کوئی لڑکی یا لڑکا اس وقت بالغ ہوا یا کسی عورت کا اس وقت حیض یا نفاس ختم ہوا' جب سورج غروب ہونے سے پہلے صرف ایک رکعت نماز پڑھنے کا وقت تھا تو ان کے ذمہ عصر کی نماز فرض ہو جائے گی اور وہ اس نماز کو پورا کریں گے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:۱۲۷۵۔ ج ۲ ص ۲۱۹ پر مذکور ہے' اس حدیث کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
(۱) دورانِ نماز طلوع یا غروبِ آفتاب سے نماز کا حکم (۲) ائمہ ثلاثہ کی احادیث کا جواب۔

۵۵۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ

حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ اَبِیْهِ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّمَا بَقَاؤُکُمْ فِیْمَا سَلَفَ قَبْلَکُمْ مِنَ الْاُمَمِ، کَمَا بَیْنَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰی غُرُوْبِ الشَّمْسِ، اُوْتِیَ اَهْلُ التَّوْرَاةِ التَّوْرَاةَ، فَعَمِلُوْا حَتّٰی اِذَا انْتَصَفَ النَّهَارُ عَجَزُوْا، فَاُعْطُوْا قِیْرَاطًا قِیْرَاطًا، ثُمَّ اُوْتِیَ اَهْلُ الْاِنْجِیْلِ الْاِنْجِیْلَ، فَعَمِلُوْا اِلٰی صَلٰوةِ الْعَصْرِ ثُمَّ عَجَزُوْا، فَاُعْطُوْا قِیْرَاطًا قِیْرَاطًا، ثُمَّ اُوْتِیْنَا الْقُرْاٰنَ، فَعَمِلْنَا اِلٰی غُرُوْبِ الشَّمْسِ، فَاُعْطِیْنَا قِیْرَاطَیْنِ قِیْرَاطَیْنِ، فَقَالَ اَهْلُ الْکِتَابَیْنِ اَیْ رَبَّنَا اَعْطَیْتَ هٰؤُلَاءِ قِیْرَاطَیْنِ قِیْرَاطَیْنِ، وَاَعْطَیْتَنَا قِیْرَاطًا قِیْرَاطًا، وَنَحْنُ کُنَّا اَکْثَرَ عَمَلًا؟ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ هَلْ ظَلَمْتُکُمْ مِنْ اَجْرِکُمْ مِّنْ شَیْءٍ؟ قَالُوْا لَا، قَالَ فَهُوَ فَضْلِیْ اُوْتِیْهِ مَنْ اَشَاءُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ الاویسی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از سالم بن عبد اللہ از والد خود ان کو خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم سے پہلی امتوں میں تمہاری بقاء اس طرح ہے جیسے نماز عصر سے غروب آفتاب تک، اہل تورات کو تورات دی گئی پس انہوں نے عمل کیا حتیٰ کہ جب دوپہر ہوگئی تو وہ تھک گئے پھر ان کو قیراط قیراط دیا گیا پھر اہل انجیل کو انجیل دی گئی پس انہوں نے عصر کی نماز تک عمل کیا پھر وہ تھک گئے پس ان کو قیراط قیراط دیا گیا پھر ہم کو قرآن دیا گیا تو ہم نے غروب آفتاب تک عمل کیا پس ہم کو دو دو قیراط دیئے گئے پھر دونوں کتاب والوں نے کہا: اے ہمارے رب! آپ نے ان کو دو دو قیراط دیئے اور ہم کو ایک ایک قیراط دیا حالانکہ ہم نے زیادہ عمل کیا تھا؟ اللہ عزوجل نے فرمایا: کیا میں نے تم کو تمہارے اجر سے کچھ کم دیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں اللہ نے فرمایا: پھر یہ میرا فضل ہے میں جس کو چاہوں عطا کروں۔

[اطراف الحدیث: ۲۲۶۸-۲۲۶۹-۳۴۵۹-۵۰۲۱-۷۴۶۷-۷۵۳۳] (سنن ترمذی: ۲۸۷۱، صحیح ابن حبان: ۶۶۳۹، مصنف عبد الرزاق: ۲۰۹۱۱-۲۰۵۶۵، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۱۸، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۸۲۰، مسند ابویعلیٰ: ۵۸۳۸، المعجم الاوسط: ۱۶۴۲، شرح السنۃ: ۴۰۱۷، المعجم الصغیر: ۵۳، المعجم الکبیر: ۱۳۲۸۵، مسند احمد ج ۲ ص ۶ طبع قدیم، مسند احمد: ۴۵۰۸- ج ۸ ص ۱۰۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۴۱۶، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کا عنوان ہے: جس شخص نے غروب سے پہلے ایک رکعت کو پالیا اور اس حدیث کی اس عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ ہمیں قرآن دیا گیا اور ہم نے عصر سے مغرب تک کام کیا اور ہمیں دو دو قیراط اجر دیا گیا اور مطابقت عصر سے مغرب تک کے الفاظ میں ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ گزشتہ امتوں کے زمانہ میں اس امت کی بقاء کس طرح متصور ہو سکتی ہے؟

اس حدیث میں ذکر ہے: تم سے پہلی امتوں میں تمہاری بقاء اس طرح ہے جیسے نماز عصر سے غروب آفتاب تک۔

بہ ظاہر اس جملہ کا معنی یہ ہے کہ گزشتہ امتوں کے زمانہ میں اس امت کی بقاء اس طرح ہوگی حالانکہ یہ معنی مراد نہیں ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ گزشتہ امتوں کے زمانہ کے مقابلہ میں تمہارا زمانہ اتنا ہے جتنا نماز عصر سے غروب آفتاب تک کا زمانہ ہے۔

اس حدیث میں ''قیراط'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: درہم کا بارھواں حصہ لیکن یہاں اس سے مراد ہے: اجر کا ایک حصہ۔

اس اعتراض کا جواب کہ اہل انجیل اور اہل تورات کو قیراط' قیراط اجر دینا کس طرح صحیح ہوگا۔۔۔۔۔۔ جب کہ انہوں نے دین میں تحریف کر لی تھی؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اہل تورات اور اہل انجیل کو قیراط' قیراط اجر دیا گیا' اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ اہل تورات اور اہل انجیل نے اپنی اپنی کتابوں میں تحریف کر دی تھی اور اپنے دین کو بدل لیا تھا اور حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ کی پرستش شروع کر دی تھی تو ان کو اجر عطا فرمانے کا ذکر کس طرح صحیح ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اجر ان کو دیا گیا تھا جو صحیح دین پر تھے اور آسمانی کتابوں میں تحریف اور تغییر سے پہلے جو لوگ مؤمن تھے اور تورات اور انجیل کے احکام پر عامل تھے اور بعد کے وہ لوگ مراد نہیں ہیں' جنہوں نے کتابوں میں تحریف اور دین میں تغییر کر دی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اہل انجیل نے کہا: ہم نے زیادہ عمل کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی فضیلت اور عصر کا وقت دو مثل سائے سے شروع ہونے کی دلیل

اس حدیث میں ہماری امت کی فضیلت ہے اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ عصر کا وقت دو مثل سائے سے شروع ہوتا ہے کیونکہ نصاریٰ نے کہا: ہم نے زیادہ عمل کیا ہے اور ہم کو اجر ایک قیراط ملا ہے اور اہل قرآن نے کم عمل کیا ہے اور ان کو دو قیراط اجر ملا ہے' نصاریٰ نے ظہر سے عصر تک عمل کیا اور اہل قرآن نے عصر سے مغرب تک عمل کیا' اگر عصر کا وقت ایک مثل سائے سے شروع ہو تو زوال سے لے کر ایک مثل سائے تک اور ایک مثل سائے سے مغرب تک برابر وقت ہوگا اور حدیث میں نصاریٰ کا قول ذکر کیا گیا ہے کہ ہم نے ان سے زیادہ عمل کیا ہے' وہ صحیح نہیں رہے گا' یہ قول اسی وقت صحیح ہوگا' جب یہ فرض کیا جائے کہ عصر کا وقت دو مثل سائے سے شروع ہوتا ہے' پھر ظہر سے عصر تک کا وقت دگنا ہوگا اور عصر سے مغرب تک کا وقت اس کا آدھا ہوگا اور تب حدیث میں مذکور نصاریٰ کا یہ اعتراض درست ہوگا کہ ہم نے عمل ان سے زیادہ کیا ہے اور اجر ہم کو کم ملا ہے۔

۵۵۸ - حَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى، كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَأْجَرَ قَوْمًا، يَعْمَلُوْنَ لَهُ عَمَلًا إِلَى اللَّيْلِ، فَعَمِلُوْا إِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ فَقَالُوْا لَا حَاجَةَ لَنَا إِلٰى أَجْرِكَ، فَاسْتَأْجَرَ اٰخَرِيْنَ، فَقَالَ أَكْمِلُوْا بَقِيَّةَ يَوْمِكُمْ وَلَكُمُ الَّذِيْ شَرَطْتُ، فَعَمِلُوْا حَتّٰى إِذَا كَانَ حِيْنَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ، قَالُوْا لَكَ مَا عَمِلْنَا، فَاسْتَأْجَرَ قَوْمًا، فَعَمِلُوْا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ، وَاسْتَكْمَلُوْا أَجْرَ الْفَرِيْقَيْنِ.

[طرف الحدیث: ۲۲۷۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوکریب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از برید از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: مسلمانوں اور یہود اور نصاریٰ کی مثال اس شخص کی طرح ہے' جس نے کچھ لوگوں کو بلایا کہ وہ اس کے لیے رات تک عمل کریں' پس انہوں نے دوپہر تک عمل کیا' پھر کہا: ہمیں تمہاری اجرت کی ضرورت نہیں ہے' اس نے اور لوگوں کو اجرت پر بلالیا اور ان سے کہا: تم بقیہ دن میں کام کرو اور تم کو شرط کے موافق اجر ملے گا' پھر انہوں نے عمل کیا حتیٰ کہ جب عصر کی نماز کا وقت آیا تو انہوں نے کہا: بس تمہارے لیے اتنا ہی عمل ہے جو ہم نے کیا ہے' پھر اس شخص نے اور لوگوں کو بلایا' جنہوں نے بقیہ دن کام کیا حتیٰ کہ سورج غروب ہوگیا اور انہوں نے دونوں فریقوں کا مکمل اجر لے لیا۔

اس حدیث کی شرح بھی وہی ہے' جو گزشتہ حدیث: ۵۵۷ میں بیان کی گئی ہے۔

۱۸ - بَابُ وَقْتِ الْمَغْرِبِ
مغرب کا وقت

اس سے پہلے ابواب میں عصر کے وقت کے متعلق احادیث کا ذکر تھا اور اس باب سے مغرب کے وقت کے متعلق احادیث شروع ہو رہی ہیں اور ان میں مناسبت ظاہر ہے۔

وَقَالَ عَطَاءٌ يَجْمَعُ الْمَرِيضُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ.

اور عطاء نے کہا: مریض مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھے۔

اس تعلیق کے قریب یہ حدیث ہے:

امام عبد الرزاق روایت کرتے ہیں کہ ابن جریج نے عطاء سے پوچھا: یہ بتائیں کہ اگر کوئی شخص دو نمازوں کو ایک وقت میں پڑھے؟ عطاء نے کہا: اس میں کوئی ضرر نہیں ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۴۴۲۲۔ ج ۲ ص ۳۶۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

ہمارے نزدیک مسافر اور مریض دونوں صورۃً دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھ سکتے ہیں اور ان کو حقیقۃً ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت میں پڑھا ہو سوا اس کے کہ آپ نے ظہر اور عصر کو میدانِ عرفات میں جمع کر کے پڑھا اور مغرب اور عشاء کو مزدلفہ میں جمع کر کے پڑھا۔

(مصنف عبد الرزاق: ۴۴۳۲۔ ج ۲ ص ۳۶۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

ابو العالیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف مکتوب لکھا: یاد رکھو! بغیر عذر کے دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۴۴۳۴)

۵۵۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو النَّجَاشِيِّ، مَوْلٰى رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ وَهُوَ عَطَاءُ بْنُ صُهَيْبٍ، قَالَ سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ يَقُوْلُ كُنَّا نُصَلِّي الْمَغْرِبَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَنْصَرِفُ اَحَدُنَا وَاِنَّهُ لَيُبْصِرُ مَوَاقِعَ نَبْلِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مہران نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو النجاشی نے حدیث بیان کی جو حضرت رافع بن خدیج کے آزاد کردہ غلام ہیں اور وہ عطا بن صہیب ہیں انہوں نے کہا: میں نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھتے تھے پھر ہم میں سے کوئی واپس ہوتا تو وہ اپنے تیر گرنے کی جگہ دیکھ لیتا تھا۔

(صحیح مسلم: ۶۳۷ الرقم المسلسل: ۱۴۱۴ سنن ابن ماجہ: ۶۸۷ صحیح ابن حبان: ۱۵۱۵ سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۴۲ المعجم الکبیر: ۴۴۲۱ المستدرک ج ۱ ص ۱۹۲ مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۲ طبع قدیم مسند احمد: ۱۷۲۷۵۔ ج ۲۸ ص ۵۱۰ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۶۵۲ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن ابراہیم الجمال الحافظ الرازی ابو جعفر یہ ۲۳۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) الولید بن مسلم ابو العباس الاموی یہ اہل شام کے عالم تھے یہ ۱۹۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عبد الرحمان بن عمرو الاوزاعی (۴) ابو النجاشی ان کا نام عطاء بن صہیب ہے یہ

حضرت رافع بن خدیج کے غلام ہیں (۵) حضرت رافع بن خدیج الانصاری الاوسی المدنی۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۸۱۔۸۰)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھتے تھے۔

مغرب کی نماز کے وقت میں مذاہب فقہاء

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سورج غروب ہوتے ہی مغرب کی نماز پڑھ لیتے تھے اور مغرب کی نماز جلدی پڑھتے تھے حتیٰ کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد روشنی باقی ہوتی تھی اور یہی جمہور کا مذہب ہے۔

طاؤس عطاء اور وہب بن منبہ کا یہ مذہب ہے کہ مغرب کا اول وقت وہ ہے جب ستارے طلوع ہو جائیں اور انہوں نے اس پر حضرت ابوبصرہ غفاری کی حدیث سے استدلال کیا ہے انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے المخمص میں ہم کو عصر کی نماز پڑھائی' پھر آپ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں پر یہ نماز پیش کی گئی تھی' انہوں نے اس کو ضائع کر دیا' سو جس نے اس نماز کی حفاظت کی' اس کو اس نماز کا دگنا اجر ملے گا' اس کے بعد اور کوئی نماز نہیں ہے حتیٰ کہ ستارہ طلوع ہو جائے۔

(صحیح مسلم: ۸۳۰' رقم المسلسل: ۱۸۹۹' سنن النسائی: ۵۲۱)

امام طحاوی نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ آخری جملہ راوی نے اپنی رائے سے کہا ہے' یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں ہے۔

علاوہ ازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر روایت یہ ہے کہ جیسے ہی سورج غروب ہوتا آپ مغرب کی نماز پڑھ لیتے تھے۔ ابوبصرہ کا نام حمیل ہے اور ایک قول ہے کہ ان کا نام جمیل ہے' المخمص وہ جگہ ہے جہاں پر اونٹ ایک کھٹی گھاس چرتے ہیں۔

امام مالک' امام شافعی' امام احمد' امام ابو یوسف' امام محمد اور داؤد ظاہری کے نزدیک جب شفق کی سرخی غائب ہو جائے تو مغرب کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور حضرت ابوبکر صدیق' حضرت عائشہ' حضرت ابوہریرہ' حضرت معاذ بن جبل' حضرت ابی بن کعب اور حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم کے نزدیک جب شفق کی سفیدی غائب ہو جائے تو مغرب کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۸۲۔۸۱' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۴۰۔ ج ۲ ص ۲۵۸ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے:

مغرب کے وقت میں مذاہب اربعہ۔

۵۶۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ' عَنْ سَعْدٍ ' عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ قَدِمَ الْحَجَّاجُ ' فَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ ' وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ نَقِيَّةٌ ' وَالْمَغْرِبَ إِذَا وَجَبَتْ ' وَالْعِشَاءَ أَحْيَانًا وَأَحْيَانًا ' إِذَا رَآهُمُ اجْتَمَعُوا عَجَّلَ ' وَإِذَا رَآهُمْ أَبْطَؤُوا أَخَّرَ ' وَالصُّبْحَ ' كَانُوا ' أَوْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيهَا بِغَلَسٍ. [طرف الحدیث: ۵۶۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد از محمد بن عمرو بن الحسن بن علی' انہوں نے بیان کیا کہ حجاج آیا تو ہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے (نماز کے اوقات کے متعلق) سوال کیا تو انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز دوپہر کے وقت پڑھتے تھے اور عصر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے' جب سورج چمک رہا ہوتا تھا اور مغرب کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب سورج غروب ہو جاتا' اور عشاء کی نماز مختلف اوقات میں پڑھتے تھے' جب آپ دیکھتے کہ لوگ جمع ہو گئے ہیں تو آپ جلدی عشاء پڑھتے اور جب آپ دیکھتے

کہ لوگوں نے تاخیر کی ہے تو آپ عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھتے اور صبح
کی نماز آپ آخر شب کے اندھیرے میں پڑھتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۶۴۶' الرقم المسلسل: ۱۴۳۳' سنن ابوداؤد: ۳۹۷' سنن نسائی: ۵۲۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۱۸' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۷۲۲' سنن دارمی: ۱۱۸۴' مسند ابویعلیٰ: ۲۰۲۹' صحیح ابن حبان: ۱۵۲۸' سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۴۹' شرح السنۃ: ۳۵۱' مسند احمد ج ۳ ص ۳۶۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۹۶۹۔ ج ۲۳ ص ۲۲۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے چھ رجال ہیں' ان کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

حجاج کا تذکرہ اور اس کے آنے پر نمازوں کے اوقات معلوم کرنے کا سبب اور ''غلس'' کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: حجاج آیا' اس سے مراد حجاج بن یوسف ثقفی ہے' جو عراق کا گورنر تھا' حجاج کے آنے سے مراد یہ ہے کہ حجاج' عبد الملک بن مروان کی طرف سے مدینہ کا گورنر بن کر آیا' یہ ۷۴ھ کا واقعہ ہے' حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے شہید ہونے کے بعد عبد الملک بن مروان نے اس کو حرمین کا گورنر بنا دیا تھا۔ اس حدیث میں مذکور ہے کہ ہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے سوال کیا۔ مسند ابوعوانہ میں مذکور ہے کہ ہم نے حضرت جابر سے نماز کے اوقات کے متعلق سوال کیا' کیونکہ حجاج تاخیر سے نماز پڑھتا تھا' اور اس حدیث میں ''غلس'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: آخر شب کا اندھیرا۔

نمازوں کے مستحب اوقات

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کو اس کا وقت شروع ہونے کے بعد جلدی پڑھنا چاہیے' سوا ان نمازوں کے جن میں احادیث صحیحہ سے تاخیر ثابت ہے' سو ان میں تاخیر مستحب ہے جیسا کہ گرمیوں میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا مستحب ہے یعنی ایک مثل سایا ہو جانے کے بعد' اور صبح کو سفیدی پھیل جانے کے بعد نماز پڑھنا مستحب ہے' اور عشاء کی نماز کو تہائی رات تک مؤخر کر کے پڑھنا مستحب ہے اور عصر اور مغرب کی نماز کو وقت شروع ہونے کے بعد جلدی پڑھنا مستحب ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب حکام خلاف شرع کام کریں تو عالم دین سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیے جیسا کہ جب حجاج نے دیر سے نمازیں پڑھائیں تو لوگوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنت کے مطابق نماز کے اوقات معلوم کیے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۵۹۔ ج ۲ ص ۲۷۱۔ ۲۷۰ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان ہیں:
(۱) فجر کے مستحب وقت میں مذاہب ائمہ (۲) عشاء کے بعد باتیں کرنا۔

۵۶۱ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ إِذَا تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں المکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابی عبید نے حدیث بیان کی از حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز اس وقت پڑھتے تھے' جب سورج حجاب میں چھپ جاتا تھا۔

(صحیح مسلم: ۶۳۶' سنن ابوداؤد: ۴۱۷' سنن ترمذی: ۱۶۴' سنن ابن ماجہ: ۶۸۸' المعجم الکبیر: ۶۲۸۹' مسند احمد: ۱۶۵۳۲۔ ج ۴ ص ۵۱' جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۳۵۶' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کا عنوان ہے: مغرب کا وقت اور اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں

سورج کے غروب ہونے کا ذکر ہے اور اس میں مغرب کے وقت پر دلیل ہے۔

اس حدیث کے تین رجال ہیں اور یہ امام بخاری کی ثلاثیات میں سے ہے' جس میں امام بخاری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان صرف تین راوی ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورج کے غروب ہونے کے فوراً بعد مغرب کا وقت ہوتا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۳۹- ج ۲ ص ۲۵۸ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا ذکر حدیث: ۱۳۴۰ میں کیا جا چکا ہے۔

۵۶۲ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعًا جَمِيْعًا ' وَثَمَانِيًا جَمِيْعًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے جابر بن زید سے سنا از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات رکعت نماز جمع کر کے پڑھیں اور آٹھ رکعت نماز جمع کر کے پڑھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۴۳ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: ظہر کی نماز کو عصر تک مؤخر کر کے پڑھنا' یعنی آپ نے ظہر کی نماز کو آخری وقت میں اور عصر کی نماز کو ابتدائی وقت میں پڑھا' اسی طرح مغرب کی نماز کو آخری وقت میں اور عشاء کی نماز کو ابتدائی وقت میں پڑھا' اور یہ جمع صوری ہے۔

۱۹ - بَابُ مَنْ كَرِهَ اَنْ يُّقَالَ لِلْمَغْرِبِ الْعِشَاءُ

جس کے نزدیک مغرب کو عشاء کہنا مکروہ ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مغرب کے وقت کو عشاء کہنا مکروہ ہے' اور صحیح یہ ہے کہ مغرب کے وقت کو مغرب ہی کہا جائے اور کراہت کی وجہ یہ ہے کہ اگر مغرب کے وقت کو عشاء کہا جائے گا تو عشاء کی نماز کا وقت مغرب کی نماز کے وقت سے ملتبس ہو جائے گا۔

۵۶۳ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ ' هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو ' قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ ' عَنِ الْحُسَيْنِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ الْمُزَنِيُّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَغْلِبَنَّكُمُ الْاَعْرَابُ عَلٰى اسْمِ صَلَاتِكُمُ الْمَغْرِبِ. قَالَ وَتَقُوْلُ الْاَعْرَابُ هِيَ الْعِشَاءُ. وسنن بیہقی ج ۱ ص ۳۷۲' صحیح ابن خزیمہ: ۳۴۱' مسند احمد ج ۵ ص ۵۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۰۵۵۳- ج ۳۴ ص ۱۷۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' وہ عبد اللہ بن عمرو ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی از الحسین' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن بریدہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ المزنی نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دیہاتی تمہاری مغرب کی نماز کے نام کے بارے میں تم پر غالب نہ ہو جائیں' دیہاتی مغرب کو عشاء کہتے ہیں۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مغرب کو عشاء کہنے سے منع فرمایا ہے۔

۲۰ - بَابُ ذِكْرِ الْعِشَاءِ وَالْعَتَمَةِ ' وَمَنْ رَاٰهُ وَاسِعًا

العشاء اور العتمہ کا ذکر کرنا اور جس کے نزدیک ان دونوں کے ذکر کی گنجائش ہے

اس باب میں بتایا ہے کہ عشاء کی نماز کو عشاء اور "عتمة" کہنے کی گنجائش ہے دیہاتی عشاء کی نماز کو "العتمة" کہتے تھے کیونکہ "العتمة" کا معنی ہے: شفق کی سفیدی غائب ہونے کے بعد رات کا پہلا اندھیرا اور دیہاتی دودھ دوہنے کو پہلے اندھیرے تک مؤخر کر دیتے تھے اور اس وقت کو "العتمة" کہتے تھے اسی طرح وہ عشاء کے وقت کو بھی "العتمة" کہتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ تو ثابت نہیں ہے کہ مغرب کو عشاء کہا جائے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عشاء کو "العتمة" کہنا ثابت ہے اس لیے عشاء کے وقت کو "العشاء" اور "العتمه" دونوں کہنے کی گنجائش ہے۔

قال اَبُوْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَثْقَلُ الصَّلٰوةِ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ الْعِشَاءُ وَالْفَجْرُ. وَقَالَ لَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالْفَجْرِ.

حضرت ابوہریرہ نے کہا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم: منافقین پر سب سے بھاری نماز عشاء اور فجر ہے اور فرمایا: کاش! وہ جان لیتے "العتمة" اور "الفجر" میں کتنا اجر ہے۔

اس تعلیق کے دو قطعے ہیں پہلے قطعہ کو امام بخاری نے صحیح البخاری: ٦٥٧ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور دوسرے قطعہ کو انہوں نے صحیح البخاری: ٦٢١- ٦٥٤ اور ٦١٥ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز کو "العتمة" کہنا بھی جائز ہے۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَالْاِخْتِيَارُ اَنْ يَّقُوْلَ الْعِشَاءُ، لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ﴾ (النور:٥٨) وَيُذْكَرُ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ كُنَّا نَتَنَاوَبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ، فَاَعْتَمَ بِهَا.

اور امام ابوعبد اللہ (بخاری) نے یہ کہا کہ مختار یہ ہے کہ "العشاء" کہا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور عشاء کی نماز کے بعد" (النور:٥٨) اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عشاء کی نماز کے وقت باری باری آتے تھے پس آپ نے اندھیرا ہونے کے بعد عشاء کی نماز پڑھائی۔

اس تعلیق کو امام بخاری نے حدیث: ٥٦٧ میں بہت تفصیل سے روایت کیا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعَائِشَةُ اَعْتَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَتَمَةِ بِالْعِشَاءِ.

حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز اندھیرے میں پڑھی۔

اس تعلیق کو امام بخاری نے حدیث: ٥٧١ اور حدیث: ٥٦٩ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

وَقَالَ بَعْضُهُمْ، عَنْ عَائِشَةَ اَعْتَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَتَمَةِ.

اور بعض نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اندھیرے میں "العتمة" پڑھی۔

اور اس تعلیق کو امام بخاری نے حدیث: ٨٦٢ میں سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور یہ سنن نسائی: ٥٣١ میں بھی ہے۔

وَقَالَ جَابِرٌ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْعِشَاءَ.

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز پڑھتے تھے۔

اس سے پہلے امام بخاری نے پانچ تعلیقات ذکر کیں جن میں عشاء کی نماز کو "العتمة" فرمایا ہے اور اب ایسی چار تعلیقات ذکر کر رہے ہیں جن میں عشاء کی نماز کو "العشاء" ہی فرمایا ہے۔

حضرت جابر کی اس تعلیق مذکور کو امام بخاری نے صحیح البخاری: ٥٦٠ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

وَقَالَ اَبُوْ بَرْزَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

اور حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کو مؤخر

وَسَلَّمَ يُؤَخِّرُ الْعِشَاءَ. فرماتے تھے۔

اس تعلیق کو امام بخاری نے صحیح البخاری: ۵۴۷ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

وَقَالَ أَنَسٌ أَخَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی ﷺ نے عشاء الاخرہ کو مؤخر فرمایا۔

اس تعلیق کو امام بخاری نے صحیح البخاری: ۵۷۲ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ، وَأَبُو أَيُّوبَ، وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ.

اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابوایوب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے کہا کہ نبی ﷺ نے مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی تعلیق کو امام بخاری نے صحیح البخاری: ۱۶۷۳ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور حضرت ابوایوب کی تعلیق کو صحیح البخاری: ۱۶۷۴ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور حضرت ابن عباس کی تعلیق کو صحیح البخاری: ۵۴۳ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

٥٦٤ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَالِمٌ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً صَلٰوةَ الْعِشَاءِ، وَهِيَ الَّتِي يَدْعُو النَّاسُ الْعَتَمَةَ، ثُمَّ انْصَرَفَ فَأَقْبَلَ عَلَيْنَا، فَقَالَ أَرَأَيْتُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهِ؟ فَإِنَّ رَأْسَ مِائَةِ سَنَةٍ مِنْهَا، لَا يَبْقَى مِمَّنْ هُوَ عَلٰى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا: سالم نے کہا: مجھے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ ایک رات ہمیں رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھائی اور یہ وہ نماز ہے جس کو لوگ ''العتمۃ'' کہتے ہیں' پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے ہماری طرف رخ کر کے فرمایا: مجھے بتاؤ یہ کون سی رات ہے کیونکہ اس کے ایک سو سال بعد ان میں سے کوئی بھی زمین کے اوپر باقی نہیں رہے گا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۱۶ کا مطالعہ فرمائیں' وہاں اس کا عنوان تھا: رات کو علم کی بات کرنا۔ اس حدیث سے امام بخاری نے حضرت خضر علیہ السلام کی موت پر استدلال کیا ہے' اس موضوع پر زیادہ تفصیل سے ہم نے شرح صحیح مسلم: ۲۰۴۰۔ ج ٦ ص ۸۵۹۔ ۸۵۳ میں اور تبیان القرآن' سورۃ الکہف: ٦٠' ج ۷ ص ۱۷۱۔ ۱٦۵ میں لکھا ہے۔

۲۱ - بَابُ وَقْتِ الْعِشَاءِ، إِذَا اجْتَمَعَ النَّاسُ أَوْ تَأَخَّرُوا

عشاء کا وقت جب لوگ جمع ہوں یا تاخیر سے آئیں

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ عشاء کا وقت اس وقت ہے' جب لوگ عشاء پڑھنے کے لیے جمع ہوں' خواہ جلد اکٹھے ہوں یا دیر سے۔ حضرت عمرو بن العاص کی حدیث میں ہے کہ اس میں متوسط رات کے نصف تک تاخیر کی جا سکتی ہے' امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک اس میں آدھی رات تک تاخیر کی جا سکتی ہے' داؤد ظاہری کے نزدیک اس میں طلوع فجر تک تاخیر کی جا سکتی ہے' امام مالک کے نزدیک یہ ضرورت کا وقت ہے۔

علامہ عینی نے کہا: امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ گرمیوں کی راتوں میں اس میں تہائی رات تک تاخیر کرنا مستحب ہے اور آدھی رات تک تاخیر کرنا مباح اور اس کے بعد بلاعذر تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۹۳)

٥٦٥ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَمْرٍو، وَهُوَ ابْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، قَالَ سَاَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ صَلٰوةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ كَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ، وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ، وَالْمَغْرِبَ اِذَا وَجَبَتْ، وَالْعِشَاءَ اِذَا كَثُرَ النَّاسُ عَجَّلَ، وَاِذَا قَلُّوْا اَخَّرَ، وَالصُّبْحَ بِغَلَسٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد بن ابراہیم از محمد بن عمرو اور وہ ابن الحسن بن علی ہیں' انہوں نے کہا: ہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت ظہر کی نماز پڑھتے تھے اور عصر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے' جب سورج چمکتا ہوا ہوتا تھا اور مغرب اس وقت پڑھتے تھے' جب سورج غروب ہو جاتا اور جب لوگ زیادہ ہوتے تو عشاء کی نماز جلدی پڑھتے اور جب لوگ کم ہوتے تو عشاء کی نماز مؤخر کر دیتے اور صبح کی نماز اخیر شب کے اندھیرے میں پڑھتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٥٦٠ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: مغرب کا وقت' اور یہاں اس کا عنوان ہے: عشاء کا وقت' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی صلاحیت ہے۔

٢٢ - بَابُ فَضْلِ الْعِشَاءِ
عشاء کی فضیلت

یہ باب عشاء کی نماز کی فضیلت کے بیان میں ہے اور ان ابواب کی مناسبت ظاہر ہے۔

٥٦٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْهُ قَالَتْ اَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً بِالْعِشَاءِ، وَذٰلِكَ قَبْلَ اَنْ يَفْشُوَ الْاِسْلَامُ، فَلَمْ يَخْرُجْ حَتّٰى قَالَ عُمَرُ نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ، فَخَرَجَ فَقَالَ لِاَهْلِ الْمَسْجِدِ مَا يَنْتَظِرُهَا اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْاَرْضِ غَيْرُكُمْ. [اطراف الحدیث: ٥٦٩ـ ٨٦٢ـ ٨٦٤]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عروہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں بہت تاخیر کر دی اور یہ اس وقت کی بات ہے' جب اسلام کے احکام پھیلے نہیں تھے' آپ گھر سے باہر نہیں آئے' حتیٰ کہ حضرت عمر نے کہا کہ عورتیں اور بچے سو گئے' پھر آپ گھر سے نکلے اور مسجد والوں سے فرمایا: روئے زمین پر تمہارے سوا اس نماز کا کوئی اور انتظار نہیں کر رہا تھا۔

(صحیح مسلم: ٦٣٨' الرقم المسلسل: ١٤١٦' سنن النسائی: ٤٨٢' السنن الکبریٰ للنسائی: ٣٨٩' سنن دارمی: ١٢١٣' صحیح ابن حبان: ١٥٣٥' مسند الشامیین: ٣٠٩٥ـ ٣٠٩٧' سنن بیہقی ج ١ ص ٤٥٣' شرح السنۃ: ٣٧٥' مسند احمد ج ٦ ص ٣٤ طبع قدیم' مسند احمد ج ٤٠ ص ٦٥' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ٧٢١٢' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

''اعتم'' کا معنی' احکام اسلام کا ظہور کہاں نہیں ہوا تھا؟ عشاء کی نماز پڑھنے سے پہلے سونے کا جواز۔۔۔ اور دیگر فوائد حدیث

اس حدیث میں مذکور ہے: ''اعتم'' اس کا معنی ہے: اندھیرے میں داخل ہوئے' اور اس سے مراد ہے: آپ نے عشاء کی نماز میں تاخیر کر دی۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب اسلام کے احکام پھیلے نہیں تھے۔ اس سے مراد ہے: مدینہ کے علاوہ دوسرے شہروں میں اسلام کے احکام کا ظہور نہیں ہوا تھا کیونکہ مدینہ کے علاوہ دوسرے شہروں میں اسلام کے احکام کا ظہور فتح مکہ کے بعد ہوا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: روئے زمین پر تمہارے سوا اس نماز کا کوئی اور انتظار نہیں کر رہا تھا' اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت مدینہ کے سوا اور کہیں نماز نہیں پڑھی جا رہی تھی اور دوسرے ادیان اور مذاہب میں اس وقت نماز نہیں تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عشاء کی نماز میں تاخیر کر دی' اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عام طور پر عشاء کی نماز میں اتنی تاخیر نہیں کرتے تھے' نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس پر نیند کا غلبہ ہو وہ عشاء کی نماز سے پہلے سو سکتا ہے' حضرت عمر نے کہا: عورتیں اور بچے سو گئے' اس سے معلوم ہوا کہ نماز پڑھانے کے لیے امام کو گھر سے بلانا جائز ہے' نیز اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لطف و کرم اور آپ کی تواضع کا بیان ہے کیونکہ جب حضرت عمر نے بلند آواز سے کہا: بچے اور عورتیں سو گئے تو آپ نے اس پر حضرت عمر کو کچھ نہیں کہا۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۹۴۔ ۹۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۵٦٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ ' عَنْ بُرَيْدٍ' عَنْ اَبِىْ بُرْدَةَ ' عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى قَالَ كُنْتُ اَنَا وَاَصْحَابِىَ الَّذِيْنَ قَدِمُوْا مَعِىَ فِى السَّفِيْنَةِ نُزُوْلًا فِىْ بَقِيْعِ بُطْحَانَ ' وَالنَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ ' فَكَانَ يَتَنَاوَبُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ كُلَّ لَيْلَةٍ نَفَرٌ مِّنْهُمْ ' فَوَافَقْنَا النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَاَصْحَابِىْ ' وَلَهٗ بَعْضُ الشُّغْلِ فِىْ بَعْضِ اَمْرِهٖ ' فَاَعْتَمَ بِالصَّلٰوةِ حَتّٰى ابْهَارَّ اللَّيْلُ ' ثُمَّ خَرَجَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِهِمْ ' فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهٗ قَالَ لِمَنْ حَضَرَهٗ عَلٰى رِسْلِكُمْ ' اَبْشِرُوْا اِنَّ مِنْ نِّعْمَةِ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ' اَنَّهٗ لَيْسَ اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ يُصَلِّىْ هٰذِهِ السَّاعَةَ غَيْرُكُمْ . اَوْ قَالَ مَا صَلّٰى هٰذِهِ السَّاعَةَ اَحَدٌ غَيْرُكُمْ . لَا نَدْرِىْ اَىَّ الْكَلِمَتَيْنِ قَالَ ' قَالَ اَبُوْ مُوْسٰى فَرَجَعْنَا ' فَفَرِحْنَا بِمَا سَمِعْنَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے خبر دی از برید از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے وہ اصحاب جو میرے ساتھ کشتی میں آئے' بطحان کے کھلے میدان میں اترے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تھے' پس ہر رات ان میں سے ایک جماعت باری باری عشاء کی نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوتی تھی' پس ایک دن ہمیں اتفاق ہوا' میں اور میرے اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے اور آپ گھر میں کسی کام میں مشغول تھے' آپ نے نماز میں تاخیر کر دی حتیٰ کہ آدھی رات ہو گئی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلے' پس آپ نے ان کو نماز پڑھائی' پس جب آپ نے نماز پڑھا دی تو آپ نے حاضرین سے فرمایا: ٹھہرو! خوش خبری سنو! اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے تم پر ایک نعمت یہ ہے کہ اس وقت میں تمہارے سوا اور کوئی شخص نماز نہیں پڑھ رہا' یا فرمایا: اس وقت تمہارے سوا اور کسی نے نماز نہیں پڑھی' ہمیں یاد نہیں کہ آپ نے ان میں سے کون سی بات فرمائی' حضرت ابوموسیٰ نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بات

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. سن کر خوشی خوشی واپس گئے۔

(صحیح مسلم: ۶۴۱ ۱' الرقم المسلسل: ۱۴۲۴' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۹۱۰' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

نصف شب تک نماز کو مؤخر کرنے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب لوگوں میں اتنی طاقت ہو کہ وہ عشاء کی نماز کے انتظار میں بیٹھے رہیں تو پھر عشاء کی نماز میں آدھی رات تک تاخیر کرنا مباح ہے تاکہ انہیں نماز کا انتظار کرنے کی فضیلت حاصل ہو' کیونکہ جو شخص نماز کا منتظر ہوتا ہے اس کا نماز میں ہی شمار ہوتا ہے' لیکن اتنی تاخیر کرنا آج کل ہمارے اماموں کے لیے مناسب نہیں ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اماموں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ تخفیف کے ساتھ نماز پڑھائیں اور آپ نے فرمایا: نمازوں میں کم زور' بیمار اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں (صحیح البخاری: ۷۰۲) اور اماموں کا لمبی نمازیں پڑھانے کو ترک کرنا افضل ہے' اسی طرح نمازیوں کے انتظار کرانے کو بھی ترک کرنا افضل ہے۔

مجالد نے از عامر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ یہ روایت کی ہے کہ ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں تاخیر کر دی حتیٰ کہ کافی رات گزر گئی اور بعض لوگ مسجد میں سو گئے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے' پس آپ نے فرمایا: اگر کم زوروں کی کم زوری اور بچوں کا رونا نہ ہوتا تو میں عشاء کی نماز میں رات کے اندھیرے تک تاخیر کر دیتا۔

اس رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آدھی رات تک عشاء پڑھانے کے لیے آنے میں تاخیر کر دی تھی' اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کو گھر میں کوئی کام تھا' ورنہ اتنی رات تک تاخیر کرنا' آپ کی عادت اور آپ کا معمول نہ تھا۔

از الاعمش از ابی سفیان از حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لشکر تیار کر رہے تھے حتیٰ کہ آدھی رات یا تہائی رات گزر گئی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف نکلے' پس فرمایا: لوگ نماز پڑھ کر سو گئے اور تم نماز کا انتظار کر رہے ہو اور تمہارا اس وقت تک نماز میں شمار ہوتا رہا جب تک تم نماز کا انتظار کرتے رہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۵۲' دار الکتب العلمیہ' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۵۰۔ ج ۲ ص ۲۶۲ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۲۳ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ النَّوْمِ قَبْلَ الْعِشَاءِ عشاء سے پہلے سونا مکروہ ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عشاء کی نماز پڑھنے سے پہلے سونا مکروہ ہے۔

۵۶۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ، عَنْ اَبِي الْمِنْهَالِ، عَنْ اَبِي بَرْزَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَ الْعِشَاءِ، وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب الثقفی نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد الحذاء نے حدیث بیان کی از ابی المنہال از ابی برزہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء سے پہلے سونے کو ناپسند کرتے تھے اور عشاء کے بعد باتیں کرنے کو۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۴۸۵' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

عشاء کی نماز سے پہلے سونے اور بعد میں باتیں کرنے کی کراہت کی توجیہ

اس حدیث میں عشاء کے بعد باتیں کرنے کی کراہت کو بیان کیا گیا ہے' اس سے مراد وہ باتیں ہیں جن میں کوئی دینی یا دنیاوی مصلحت نہ ہو اور جن باتوں میں کوئی دینی یا دنیاوی مصلحت ہو' ان باتوں میں کوئی کراہت نہیں ہے' اور اب یہ اعتراض نہیں ہو گا کہ

احادیث میں وارد ہے کہ نبی ﷺ عشاء کی نماز کے بعد کلام فرماتے تھے اور عشاء کی نماز پڑھنے سے پہلے سونا اس لیے مکروہ ہے کہ اس وجہ سے عشاء کی نماز اپنے وقت پر نہیں پڑھی جائے گی اور اس سے لوگوں میں سستی آ جائے گی اور وہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے پہلے سو جائیں گے اور عشاء کے بعد باتیں کرنا اس لیے مکروہ ہے کہ لوگ دیر تک باتیں کرتے رہیں گے پھر دیر سے سوئیں گے تو ان کی صبح کی نماز فوت ہو جائے گی اور رات میں بیداری سے دن میں انسان کے اعصاب تھکے ہوئے ہوتے ہیں اور جسم ٹوٹا ہوا ہوتا ہے جس کی وجہ سے انسان تازگی اور خوش دلی سے اپنے معمول کے کام انجام نہیں دے سکتا۔

٢٤ - بَابُ النَّوْمِ قَبْلَ الْعِشَاءِ لِمَنْ غُلِبَ

جس پر نیند کا غلبہ ہو اس کے لیے عشاء سے پہلے سونے کا جواز

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس پر نیند کا غلبہ ہو اس کے لیے عشاء سے پہلے سونے کا کیا حکم ہے۔

٥٦٩ - حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي اَبُوْ بَكْرٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ اَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ اَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعِشَاءِ، حَتّٰى نَادَاهُ عُمَرُ الصَّلٰوةَ، نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ، فَخَرَجَ فَقَالَ مَا يَنْتَظِرُهَا اَحَدٌ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ غَيْرُكُمْ. قَالَ وَلَا يُصَلّٰى يَوْمَئِذٍ اِلَّا بِالْمَدِيْنَةِ، وَكَانُوْا يُصَلُّوْنَ الْعِشَاءَ فِيْمَا بَيْنَ اَنْ يَّغِيْبَ الشَّفَقُ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ الْاَوَّلِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ایوب بن سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر نے حدیث بیان کی از سلیمان انہوں نے کہا کہ صالح بن کیسان نے کہا: مجھے ابن شہاب نے خبر دی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ (ایک رات) رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز میں تاخیر کر دی حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے کہا: نماز (کے لیے تشریف لائیے) عورتیں اور بچے سو گئے پھر آپ باہر نکلے اور فرمایا: تمہارے سوا تمام روئے زمین پر اس نماز کا کوئی انتظار نہیں کر رہا تھا اور ان دنوں مدینہ کے سوا اور کہیں نماز نہیں پڑھی جاتی تھی اور وہ شفق (کی سفیدی) غائب ہونے کے بعد تہائی رات کے اول حصہ تک نماز کو مؤخر کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٥٦٦ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: عشاء کی نماز کی فضیلت۔

٥٧٠ - حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي نَافِعٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شُغِلَ عَنْهَا لَيْلَةً، فَاَخَّرَهَا حَتّٰى رَقَدْنَا فِي الْمَسْجِدِ، ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا، ثُمَّ رَقَدْنَا، ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا، ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ لَيْسَ اَحَدٌ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ يَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ غَيْرُكُمْ. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يُبَالِي اَقَدَّمَهَا اَمْ اَخَّرَهَا، اِذَا كَانَ لَا يَخْشٰى اَنْ يَّغْلِبَهُ النَّوْمُ عَنْ وَقْتِهَا، وَكَانَ يَرْقُدُ قَبْلَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن جریج نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ کسی کام میں مشغول تھے تو آپ نے عشاء کی نماز کو مؤخر کر دیا حتیٰ کہ ہم مسجد میں سو گئے پھر ہم بیدار ہوئے پھر ہم سو گئے پھر ہم بیدار ہوئے حتیٰ کہ ہمارے پاس نبی ﷺ نکل کر آ گئے پھر آپ نے فرمایا: تمام روئے زمین پر اس نماز کا تمہارے سوا اور کوئی انتظار نہیں کر رہا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس

کی کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ عشاء کی نماز مقدم کریں یا مؤخر کریں جب کہ انہیں یہ خطرہ نہ ہو کہ نیند کے غلبہ کی وجہ سے عشاء کا وقت نکل جائے گا اور وہ عشاء پڑھنے سے پہلے سو جاتے تھے۔

۵۷۱ - قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ قُلْتُ لِعَطَاءٍ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ اَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً بِالْعِشَاءِ، حَتّٰى رَقَدَ النَّاسُ وَاسْتَيْقَظُوْا، وَرَقَدُوْا وَاسْتَيْقَظُوْا، فَقَامَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ الصَّلٰوةَ، قَالَ عَطَاءٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَخَرَجَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ الْاٰنَ، يَقْطُرُ رَاْسُهُ مَاءً، وَاضِعًا يَدَهُ عَلٰى رَاْسِهِ، فَقَالَ لَوْ لَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ لَاَمَرْتُهُمْ اَنْ يُّصَلُّوْهَا هٰكَذَا. فَاسْتَثْبَتُّ عَطَاءً كَيْفَ وَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ عَلٰى رَاْسِهِ؟ كَمَا اَنْبَاَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ، فَبَدَّدَ لِيْ عَطَاءٌ بَيْنَ اَصَابِعِهِ شَيْئًا مِّنْ تَبْدِيْدٍ، ثُمَّ وَضَعَ اَطْرَافَ اَصَابِعِهِ عَلٰى قَرْنِ الرَّاْسِ، ثُمَّ ضَمَّهَا يُمِرُّهَا عَلَى الرَّاْسِ، حَتّٰى مَسَّتْ اِبْهَامُهُ طَرَفَ الْاُذُنِ، مِمَّا يَلِيَ الْوَجْهَ عَلَى الصُّدْغِ وَنَاحِيَةِ اللِّحْيَةِ، لَا يُقَصِّرُ وَلَا يَبْطُشُ اِلَّا كَذٰلِكَ، وَقَالَ لَوْ لَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ لَاَمَرْتُهُمْ اَنْ يُّصَلُّوْا هٰكَذَا. [طرف الحدیث:۷۲۳۹]

ابن جریج بیان کرتے ہیں: میں نے عطاء سے کہا انہوں نے بیان کیا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عشاء کی نماز میں تاخیر کردی حتیٰ کہ لوگ سو گئے اور بیدار ہوئے اور سو گئے اور بیدار ہوئے پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے پس انہوں نے کہا: نماز (کے لیے آیئے)۔ عطاء نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلے گویا کہ میں اب بھی آپ کی طرف دیکھ رہا ہوں آپ کے سر سے پانی کے قطرے گر رہے تھے آپ نے اپنا ایک ہاتھ اپنے سر کے اوپر رکھا ہوا تھا پس آپ نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت کے اوپر دشوار نہ ہوتا تو میں انہیں حکم دیتا کہ وہ اس وقت عشاء کی نماز پڑھیں۔ ابن جریج نے کہا: میں نے عطاء سے پوچھا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس طرح اپنا ہاتھ اپنے سر کے اوپر رکھا ہوا تھا جس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو بیان کیا تھا عطاء نے اپنی انگلیوں کو تھوڑا سا پھیلایا پھر ان انگلیوں کے سروں کو اپنے سر کی ایک جانب رکھا پھر انگلیوں کو ملا کر اپنے سر پر پھیرا حتیٰ کہ آپ کے انگوٹھے نے کان کی لو کو مَس کیا جس طرف سے کان چہرے کے قریب کنپٹی پر اور ڈاڑھی کی طرف تھا عطاء اپنے ہاتھ کو کھینچتے تھے نہ موڑتے تھے مگر اسی طرح اور آپ نے فرمایا: مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو انہیں اس وقت نماز پڑھنے کا حکم دیتا۔

(صحیح مسلم:۶۴۲-۶۳۹ الرقم المسلسل:۱۴۲۵-۱۴۱۹ سنن ابوداؤد:۴۲۰ سنن نسائی:۵۳۶ مسند الحمیدی:۴۹۲ مسند ابو یعلیٰ:۲۳۹۸ صحیح ابن خزیمہ:۳۴۲ سنن دارمی:۱۲۱۵ صحیح ابن حبان:۱۵۳۳ مصنف عبد الرزاق:۲۱۱۳ مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص۳۳۱ المعجم الکبیر:۱۱۳۹۰ مسند احمد ج۱ ص۲۲۱ طبع قدیم مسند احمد:۱۹۲۶ ج۳ ص۴۰۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمود بن غیلان الحافظ المروزی (۲) عبد الرزاق الیمانی (۳) عبد الملک بن جریج (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج۵ ص۹۹)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: حتیٰ کہ ہم مسجد میں سو گئے اور اس جملہ میں ہے: لوگ

گئے اور اس جملہ میں ہے: حضرت ابن عمر عشاء سے پہلے سو جاتے تھے۔

جس پر نیند کا غلبہ ہو اس کے لیے عشاء پڑھنے سے پہلے سونے کا جواز' تہائی رات تک ------

نماز مؤخر کرنے کا استحباب اور دیگر مسائل

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

(۱) جس شخص پر نیند کا غلبہ ہو یا جس شخص کو کسی ضرورت کی وجہ سے جلد سونا ہو یا کسی تھکاوٹ یا کسی بیماری کی وجہ سے وہ عشاء کی نماز پڑھنے سے پہلے سو سکتا ہے' بہ شرطیکہ اس کو یہ اعتماد ہو کہ وہ وقت کے اندر اٹھ کر نماز پڑھ لے گا۔

(۲) اس حدیث میں عشاء کی نماز کو تاخیر سے پڑھنے کی فضیلت پر دلیل ہے' کیونکہ آپ نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں ان کو اسی وقت میں نماز پڑھنے کا حکم دیتا۔

(۳) اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ احکام شرعیہ آپ کی طرف مفوض ہیں' کیونکہ آپ نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں اپنی امت کو اسی وقت میں نماز پڑھنے کا حکم دیتا۔

(۴) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ امام کو نماز پڑھانے کی طرف متوجہ کرنا اور نماز کو یاد دلانا جائز ہے' جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہ آواز بلند کہا: نماز (کے لیے آیئے)۔

(۵) اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ بچوں اور عورتوں کا جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں آنا جائز ہے' البتہ بہت چھوٹے بچوں کو مسجد میں نہیں لانا چاہیے' جن سے یہ خطرہ ہو کہ وہ مسجد میں پیشاب کر دیں گے یا قے کر دیں گے یا جماعت میں نمازیوں کے آگے پھرتے رہیں گے یا ابا ابا کہہ کر مسجد میں شور کرتے پھریں گے۔

(۶) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر بیٹھے بیٹھے نیند آ جائے تو اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا بہ شرطیکہ مقعد زمین پر جمی رہے کیونکہ اس حدیث میں نمازیوں کے سونے کا ذکر ہے اور یہ ذکر نہیں ہے کہ وہ اٹھ کر وضوء کرنے کے لیے گئے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۰۱' مع زیادۃ ایضاح' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۵۱۔ ج ۲ ص ۲۶۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:
① عشاء کے وقت میں مذاہب اربعہ ② آپ کی امت پر شفقت اور رعایت ③ منصب رسالت اور تشریع احکام۔

۲۵ - بَابُ وَقْتِ الْعِشَاءِ إِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ — عشاء کا وقت آدھی رات تک ہے

یہ عنوان اس پر دلالت کرتا ہے کہ عشاء کی نماز کا وقت آدھی رات تک ہے۔

وَقَالَ أَبُوْ بَرْزَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَحِبُّ تَأْخِيْرَهَا.

اور حضرت ابو برزہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز میں تاخیر کو مستحب قرار دیتے تھے۔

یہ تعلیق صحیح البخاری: ۵۴۷ کا ایک قطعہ ہے۔

۵۷۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيْمِ الْمُحَارِبِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيْلِ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ أَخَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْعِشَاءِ إِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ، ثُمَّ صَلّٰى، ثُمَّ قَالَ قَدْ صَلَّى النَّاسُ وَنَامُوْا، أَمَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد الرحیم المحاربی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی از حمید الطویل از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز آدھی رات تک مؤخر کر دی' پھر نماز پڑھی' پھر فرمایا:

إِنَّكُمْ فِي صَلٰوةٍ مَا انْتَظَرْتُمُوْهَا. وَزَادَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ سَمِعَ أَنَسًا قَالَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلٰى وَبِيْصِ خَاتَمِهِ لَيْلَتَئِذٍ.

[اطراف الحدیث: ۶۰۰۔۶۶۱۔۸۴۷۔۵۸۶۹]

لوگوں نے نماز پڑھی اور سو گئے اور تمہارا شمار اس وقت تک نماز میں ہوتا رہا جب تک تم نماز کا انتظار کرتے رہے اور ابن ابی مریم نے یہ اضافہ کیا: ہمیں یحییٰ بن ایوب نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ سے سنا' انہوں نے کہا: گویا اس رات میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگوٹھی کی چمک دیکھ رہا تھا۔

(سنن ابن ماجہ: ۶۹۲' سنن نسائی: ۵۳۵' مسند ابویعلیٰ: ۳۸۰۰' صحیح ابن حبان: ۲۰۳۳' سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۷۵' مسند احمد ج ۳ ص ۱۸۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۸۸۰۔ ج ۲۰ ص ۲۴۰' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۷۱' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد الرحیم بن عبد الرحمان بن محمد المحاربی الکوفی' ان کی کنیت ابو زیاد ہے اور یہ امام بخاری کے قدیم شیوخ سے ہیں' یہ ۲۱۱ھ میں فوت ہو گئے تھے' صحیح بخاری میں ان سے صرف یہی ایک حدیث مروی ہے۔ المحاربی میں محارب بن عمرو بن ودیعہ کی طرف نسبت ہے (۲) زائدہ بن قدامہ (۳) حمید الطویل (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۰۲)

اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آدھی رات کے بعد عشاء کی نماز پڑھی' اس میں یہ دلیل ہے کہ آدھی رات تک نماز میں تاخیر کرنا مستحب ہے اور آدھی رات کے بعد نماز پڑھنا مباح ہے' اس کی مزید تشریح حدیث: ۵۴۷ میں کی جا چکی ہے۔

۲۶ - بَابُ فَضْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ فجر کی نماز کی فضیلت

خصوصیت کے ساتھ فجر کی نماز کی فضیلت اس لیے بیان کی ہے کہ فجر کی نماز کے لیے انسان نیند ترک کر کے نماز کے لیے جاتا ہے اور نیند کو ترک کر کے نماز کے لیے جانا نفس پر بہت شاق ہوتا ہے اور اس لیے بھی کہ نیند موت کی بہن ہے گویا کہ انسان جب بیدار ہوتا ہے تو اس کو موت کے بعد دوبارہ زندگی ملتی ہے' اسی لیے حدیث میں ہے:

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سونے کا ارادہ کرتے تو یہ دعا کرتے:

اللهم باسمك اموت واحيا.

اے اللہ! میں تیرے نام سے مرتا ہوں اور تیرے نام سے زندہ ہوتا ہے۔

اور جب آپ نیند سے بیدار ہوتے تو یہ دعا کرتے:

الحمد لله الذى احيا نفسى بعد ان اماتها واليه النشور. (سنن الترمذی: ۳۴۱۷' مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۵)

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے میرے نفس کی موت کے بعد اس کو زندہ کیا اور قیامت کے دن اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

اور جب بیدار ہونے کے بعد انسان کو دوبارہ زندگی ملتی ہے تو اس زندگی کا شکر ادا کرنے کے لیے اس کو اس وقت کی نماز پڑھنا چاہیے اور فجر کی نماز کی فضیلت میں ہی اس باب کی حدیث ہے:

۵۷۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى' عَنْ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا قَيْسٌ قَالَ لِي جَرِيْرُ ابْنُ عَبْدِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل از

اللّٰهِ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ نَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، فَقَالَ أَمَا إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا لَا تُضَامُّوْنَ. أَوْ لَا تُضَاهُوْنَ فِي رُؤْيَتِهِ. فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَّا تُغْلَبُوْا عَلٰى صَلٰوةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا. ثُمَّ قَالَ ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا﴾ (طٰہٰ:۱۳۰).

انہوں نے کہا: ہمیں قیس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھ سے حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے، وہ چودھویں رات کے چاند کی شب تھی، آپ نے چاند کی طرف دیکھ کر فرمایا: سنو! عنقریب تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو، تم کو، کوئی مشقت نہیں ہوگی نہ تم کو، کوئی شبہ ہوگا، پس اگر تم یہ کر سکتے ہو کہ طلوعِ آفتاب سے پہلے اور غروبِ آفتاب سے پہلے نماز پڑھنے سے مغلوب نہ ہو تو (ضرور) کرو، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ''پس آپ طلوعِ شمس سے پہلے اور غروبِ شمس سے پہلے (نماز میں) اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح پڑھیے'' (طٰہٰ:۱۳۰)۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۵۵۴ میں کی جا چکی ہے، وہاں اس کا عنوان تھا: نمازِ عصر کی فضیلت اور یہاں اس کا عنوان ہے: نمازِ فجر کی فضیلت، اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۵۷۴ - حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُوْ جَمْرَةَ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مُوْسٰى، عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلَّى الْبَرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ہدبہ بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابو جمرہ نے حدیث بیان کی از ابی بکر بن ابی موسیٰ از والد خود کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ٹھنڈے وقت کی دو نمازیں پڑھیں وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

وَقَالَ ابْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ أَبِي جَمْرَةَ أَنَّ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ أَخْبَرَهُ بِهٰذَا.

اور ابن رجاء نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از ابی جمرہ کہ ابو بکر بن عبد اللہ بن قیس نے بھی اس حدیث کی خبر دی۔

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، عَنْ حَبَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ جَمْرَةَ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

امام بخاری نے کہا: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی از حبان، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو جمرہ نے حدیث بیان کی از ابو بکر بن عبد اللہ از والد خود از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، اس حدیث کی مثل۔

(صحیح مسلم: ۶۳۵، الرقم المسلسل: ۱۴۱۱، سنن دارمی: ۱۴۳۲، جامع المسانید ابن الجوزی: ۳۹۳۴، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۲۶ھ)

فجر اور عصر کی پابندی کرنے والا اگر دیگر گناہوں میں ملوث رہا تو وہ جنت میں کیسے داخل ہوگا؟

اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ ٹھنڈے وقت کی دو نمازوں سے مراد فجر اور عصر کی نمازیں ہیں، اس حدیث میں مذکور ہے کہ جس نے ان دو نمازوں کو پڑھا، وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جس نے صرف ان دو نمازوں کو پڑھا اور باقی اسلام کے احکام پر عمل نہیں کیا اور ممنوعہ بُرے کاموں کا ارتکاب کیا، کیا وہ بھی جنت میں داخل ہو جائے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مطلب یہ ہے کہ جو ان دو نمازوں کی پابندی کرے گا وہ باقی نمازوں کو بھی پڑھے گا اور اسلام کے تمام احکام پر عمل کرے گا اور بے حیائی

اور بُرے کاموں سے بچے گا کیونکہ ''نماز بے حیائی اور بُرے کاموں سے روکتی ہے'' (العنکبوت:۴۵) اور اگر وہ کسی کبیرہ گناہ میں ملوث ہوگیا تو مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ اس کو توبہ کی توفیق دے دے گا' اور اس کی شفاعت بھی متوقع ہے' اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل محض سے بھی گناہ گاروں کو بخش دیتا ہے' ورنہ وہ اپنی سزا بھگت کر آخر میں جنت میں داخل ہو جائے گا۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۳۷ ۔ ج ۲ ص ۲۵۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:
(۱) دیدار الٰہی کی تحقیق (۲) عصر اور فجر میں ملائکہ کے اجتماع اور نوید جنت کی خصوصیت ۔

۲۷ - بَابُ وَقْتِ الْفَجْرِ — فجر کا وقت

اس باب میں نمازِ فجر کا وقت بیان کیا گیا ہے۔

۵۷۵ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ ' عَنْ قَتَادَةَ ' عَنْ اَنَسٍ اَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ حَدَّثَهُ اَنَّهُمْ تَسَحَّرُوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَامُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ . قُلْتُ كَمْ كَانَ بَيْنَهُمَا؟ قَالَ قَدْرُ خَمْسِيْنَ اَوْ سِتِّيْنَ ' يَعْنِيْ اٰيَةً. [طرف الحدیث:۱۹۲۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ حدیث بیان کی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کی' پھر وہ نماز کی طرف کھڑے ہوگئے' میں نے پوچھا: ان کی سحری اور نماز کے درمیان کتنا وقفہ تھا؟ تو انہوں نے بتایا: جتنی دیر میں پچاس یا ساٹھ آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۹۷' الرقم المسلسل: ۲۵۱۱' سنن الترمذی: ۷۰۴۔ ۷۰۳' سنن نسائی: ۲۱۵۵' سنن دارمی: ۱۶۹۵' صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۴۱' المعجم الکبیر: ۴۷۹۲' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۳۸' شرح السنۃ: ۳۵۵' مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۵۸۵۔ ج ۳۵ ص ۴۶۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۷۵۱' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمرو بن عاصم الحافظ البصری' یہ ۲۲۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ہمام بن یحییٰ (۳) قتادہ بن دعامہ (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (۵) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۰۶)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سحری کے بعد پچاس یا ساٹھ آیات کی تلاوت کی مقدار وقت گزرنے کے بعد فجر کی نماز کھڑی ہو جاتی تھی اور یہ فجر کی نماز کا اوّل وقت تھا۔ اس حدیث سے امام بخاری نے یہ استدلال کیا ہے کہ فجر کی نماز کا اوّل وقت وہ ہے' جب فجر طلوع ہوتی تھی۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ سحری میں تاخیر کرنا مستحب ہے اور فجر کا اوّل وقت طلوعِ فجر ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۴۴۸ ۔ ج ۳ ص ۸۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں سحری کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

۵۷۶ - حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ صَبَّاحٍ سَمِعَ رَوْحًا قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ' عَنْ قَتَادَةَ ' عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ تَسَحَّرَا' فَلَمَّا فَرَغَا مِنْ سَحُوْرِهِمَا' قَامَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حسن بن صباح نے حدیث بیان کی' انہوں نے روح سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے سحری کی' جب وہ

وَسَلَّمَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَصَلّٰى. قُلْتُ لِأَنَسٍ كَمْ كَانَ بَيْنَ فَرَاغِهِمَا مِنْ سَحُوْرِهِمَا وَدُخُوْلِهِمَا فِي الصَّلٰوةِ؟ قَالَ قَدْرُ مَا يَقْرَأُ الرَّجُلُ خَمْسِيْنَ اٰيَةً. [طرف الحدیث: ۱۱۳۴]

دونوں سحری سے فارغ ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کی طرف کھڑے ہو گئے اور نماز پڑھی۔ روح نے کہا: میں نے حضرت انس سے پوچھا: آپ کے سحری کرنے اور نماز پڑھنے کے درمیان کتنا وقفہ تھا؟ انہوں نے کہا: جتنی دیر میں کوئی شخص پچاس آیات تلاوت کرتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۹۷' سنن ترمذی۔ ۷۰۳' سنن ابن ماجہ: ۱۶۹۴' سنن نسائی: ۲۱۵۱' سنن دارمی: ۱۶۹۵' صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۴۱' المعجم الکبیر: ۴۷۹۲' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۳۸' شرح السنۃ: ۳۵۵' مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۵۸۵۔ ج ۳۵ ص ۴۶۱' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حسن بن صباح البزار (۲) روح بن عبادہ (۳) سعید بن ابی عروبہ (۴) قتادہ بن دعامہ (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۰۷)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز فجر کا اول وقت طلوع فجر ہے کیونکہ اسی وقت میں روزہ دار کے اوپر کھانا اور پینا حرام ہو جاتا ہے اور نماز فجر کا آخری وقت طلوع آفتاب ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۴۴۸۔ ج ۳ ص ۸۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں بھی سحری کی فضیلت کا ذکر ہے۔

۵۷۷ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِيْ أُوَيْسٍ، عَنْ أَخِيْهِ عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ أَنَّهُ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ يَقُوْلُ كُنْتُ أَتَسَحَّرُ فِيْ أَهْلِيْ، ثُمَّ تَكُوْنُ سُرْعَةٌ بِيْ، أَنْ أُدْرِكَ صَلٰوةَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [طرف الحدیث: ۱۹۲۰] (صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۴۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی از برادر خود از سلیمان از ابی حازم' انہوں نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے اہل کے ساتھ سحری کرتا' پھر مجھے جلدی ہوتی تاکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز فجر پالوں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسماعیل بن اویس' ابو اویس کا نام عبد اللہ الاصبحی المدنی ہے' یہ امام مالک بن انس کے بھانجے ہیں (۲) ان کے بھائی عبد الحمید بن ابی اویس ہیں' ان کی کنیت ابو بکر ہے (۳) سلیمان بن بلال' ابو ایوب ہیں (۴) ابو حازم سلمہ بن دینار الاعرج' یہ اہل مدینہ میں عبادت گزاروں میں سے تھے (۵) حضرت سہل بن سعد بن مالک الانصاری رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۰۸)

اس حدیث سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اول وقت میں فجر کی نماز پڑھتے تھے۔

۵۷۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ، قَالَتْ كُنَّ نِسَاءُ الْمُؤْمِنَاتِ، يَشْهَدْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْفَجْرِ، مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوْطِهِنَّ، ثُمَّ يَنْقَلِبْنَ إِلٰى بُيُوْتِهِنَّ حِيْنَ يَقْضِيْنَ الصَّلٰوةَ، لَا يَعْرِفُهُنَّ أَحَدٌ مِّنَ الْغَلَسِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے خبر دی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ مسلمان عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز فجر کے لیے حاضر ہوتی تھیں' وہ اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی ہوتی تھیں' پھر نماز پڑھنے کے بعد وہ اپنے گھروں کو لوٹ جاتیں' اندھیرے کی وجہ سے ان کو کوئی نہیں پہچانتا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۲ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھے اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: فجر کی نماز کا وقت' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی صلاحیت ہے۔

فجر کی نماز کا افضل وقت سفیدی پھیلنے کے بعد ہے

اس باب کی احادیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخیر شب کے اندھیرے میں اول وقت نماز فجر پڑھتے تھے' مگر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فعل ہے اور آپ کا قول یہ ہے کہ جب سفیدی پھیل جائے' اس وقت نمازِ فجر پڑھی جائے اور آپ کا قول آپ کے فعل پر راجح ہوتا ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فجر کی نماز سفیدی پھیلنے کے بعد پڑھو اس میں زیادہ اجر ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۵۴' سنن ابوداؤد: ۴۲۴' سنن نسائی: ۵۴۷' سنن ابن ماجہ: ۶۷۲' شرح معانی الآثار: ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۴' صحیح ابن حبان: ۱۴۹۰' سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۵۷' شرح السنۃ: ۳۵۴' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۹۵۹' الاحاد والمثانی: ۲۰۹۱' سنن دارمی: ۱۲۲۰۔ ۱۲۱۹' المعجم الکبیر: ۴۲۹۰۔ ۴۲۸۷۔ ۴۲۸۶' حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۹۴' مصنف عبد الرزاق: ۲۱۵۹' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۵۳۱' تاریخ کبیر ج ۱ ص ۳۰۱' مسند البزار: ۳۸۴' مسند احمد ج ۳ ص ۴۶۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۸۱۹۔ ج ۲۵ ص ۱۳۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

۲۸ - بَابُ مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْفَجْرِ
جس نے نمازِ فجر کی ایک رکعت پالی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے نمازِ فجر کی ایک رکعت پالی' اس کی نماز کا کیا حکم ہے۔

۵۷۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ' عَنْ مَالِكٍ ' عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ ' عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ ' وَعَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ ' وَعَنِ الْاَعْرَجِ ' يُحَدِّثُوْنَهُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَدْرَكَ مِنَ الصُّبْحِ رَكْعَةً قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ ' فَقَدْ اَدْرَكَ الصُّبْحَ ' وَمَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الْعَصْرِ ' قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ ' فَقَدْ اَدْرَكَ الْعَصْرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از زید بن اسلم از عطاء بن یسار اور از بسر بن سعید اور از الاعرج' وہ حدیث بیان کرتے ہیں از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے طلوع شمس سے پہلے صبح کی ایک رکعت کو پالیا' اس نے صبح کو پالیا اور جس نے غروب شمس سے پہلے عصر کی ایک رکعت کو پالیا' اس نے عصر کو پالیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۵۶ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: جس نے غروب آفتاب سے پہلے عصر کی ایک رکعت پالی' اور یہاں اس کا عنوان ہے: جس نے فجر کی ایک رکعت پالی' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۲۹ - بَابُ مَنْ اَدْرَكَ مِنَ الصَّلٰوةِ رَكْعَةً
جس نے نماز کی ایک رکعت پالی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے: جس نے نماز کی ایک رکعت پالی' اس کی نماز کا کیا حکم ہے۔

۵۸۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ' عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الصَّلٰوةِ فَقَدْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از ابی سلمہ بن عبد الرحمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے نماز کی ایک رکعت کو پالیا اس نے

اَدْرَكَ الصَّلٰوةَ. نماز کو پالیا۔

اس حدیث کی شرح بھی حدیث:۵۵۶ میں گزر چکی ہے۔

۳۰ - بَابُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ

فجر کے بعد نماز حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ فجر کی نماز پڑھنے کے بعد اس وقت نماز پڑھی جائے' جب سورج بلند ہو جائے۔

۵۸۱ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَبِي الْعَالِيَةِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ شَهِدَ عِنْدِيْ رِجَالٌ مَرْضِيُّوْنَ، وَاَرْضَاهُمْ عِنْدِيْ عُمَرُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَشْرُقَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از قتادہ از ابی العالیہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: میرے پاس پسندیدہ لوگوں نے شہادت دی تھی اور سب سے زیادہ پسندیدہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کی نماز کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا' حتیٰ کہ سورج چمکنے لگے اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے۔

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ سَمِعْتُ اَبَا الْعَالِيَةِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَاسٌ بِهٰذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ از قتادہ' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے ابو العالیہ سے سنا از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ لوگوں نے مجھے یہ حدیث بیان کی۔

(صحیح مسلم:۸۲۶' الرقم المسلسل:۱۸۹۰' سنن ابوداؤد:۱۲۷۶' سنن ترمذی:۱۸۳' سنن نسائی:۵۶۲۔۵۶۱' سنن ابن ماجہ:۱۲۵۰' مسند البزار: ۱۸۵' مسند ابویعلیٰ:۱۴۷' صحیح ابن خزیمہ:۱۲۷۶۔۱۲۷۲' مسند احمد ج ۱ ص ۱۸ طبع قدیم' مسند احمد:۱۱۰' ج ۱ ص ۲۶۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:۵۷۰۹' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں فجر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے۔

عصر کے بعد نوافل کی ممانعت پر ایک حدیث سے معارضہ کا جواب

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد نفل پڑھنا مکروہ ہیں حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے اور عصر کی نماز کے بعد بھی نفل پڑھنا مکروہ ہے حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے' ابراہیم النخعی نے کہا ہے کہ فقہاء اس نماز کو مکروہ کہتے تھے اور یہ صحابہ کی ایک جماعت کا قول ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ایک حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے کو ترک نہیں کرتے تھے۔ ہشام بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے میرے بھانجے! نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے پاس عصر کے بعد دو رکعت نماز کو کبھی ترک نہیں کیا۔ (صحیح البخاری:۵۹۱' صحیح مسلم:۸۳۵)

اس کا جواب یہ ہے کہ جب ایسی دو حدیثوں میں تعارض ہو جو ایک فعل کی مبیح ہو اور دوسری اس فعل سے مانع ہو تو جو حدیث مانع ہو اس کو مؤخر قرار دے کر اس کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا آپ کی خصوصیت تھی' ہمارے لیے عصر کے بعد نماز پڑھنا ممنوع ہے' سوا اس کے کہ کوئی قضاء نماز پڑھی جائے' یعنی عصر کے بعد قضاء نماز پڑھنا جائز ہے۔

۵۸۲ - **حَدَّثَنَا** مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ' عَنْ هِشَامٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبِیْ قَالَ اَخْبَرَنِی ابْنُ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحَرَّوْا بِصَلٰوتِكُمْ طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ مجھے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اپنی نمازوں میں طلوع شمس کا قصد کرو نہ غروب شمس کا۔

[اطراف الحدیث: ۵۸۵۔ ۵۸۹۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۶۲۹۔ ۳۲۷۳] (صحیح مسلم: ۸۲۸' الرقم المسلسل: ۱۸۹۳' سنن النسائی: ۵۵۹' مسند احمد ج ۲ ص ۳۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۸۸۵۔ ج ۸ ص ۴۹۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۴۶۹' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

طلوعِ شمس اور غروبِ شمس کے وقت نماز پڑھنے سے ممانعت کی توجیہ

بعض لوگ طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت قصداً سورج کی تعظیم کے لیے نماز پڑھتے تھے تو آپ نے اس وقت قصداً نماز پڑھنے سے منع فرمایا تا کہ غیر اللہ کی عبادت کی مشابہت نہ ہو۔

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طلوع شمس یا غروب شمس کے وقت قصداً نماز پڑھنا ممنوع ہے' اگر اتفاقاً طلوع شمس کے وقت نماز پڑھ لی جائے تو یہ ممنوع نہیں ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ بہت احادیث میں ان اوقات میں مطلقاً نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

۵۸۳ - **وَقَالَ** حَدَّثَنِی ابْنُ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَاَخِّرُوا الصَّلٰوةَ حَتّٰى تَرْتَفِعَ' وَاِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَاَخِّرُوا الصَّلٰوةَ حَتّٰى تَغِيْبَ. تَابَعَهٗ عَبْدَةُ.

اور مجھے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب سورج کا کنارہ طلوع ہو جائے تو نماز کو مؤخر کر دو حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے اور جب سورج کا کنارہ غائب ہو جائے تو نماز کو مؤخر کر دو حتیٰ کہ سورج غائب ہو جائے۔ اس حدیث کی عبدہ نے متابعت کی ہے۔

[طرف الحدیث: ۳۲۷۳]

(صحیح مسلم: ۸۲۸' الرقم المسلسل: ۱۸۹۳' مصنف عبد الرزاق: ۳۹۵۱' موطأ امام مالک: ۵۲۴' دار المعرفۃ' صحیح ابن حبان: ۱۵۴۸' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۵۳' شرح السنۃ: ۷۷۳' مسند احمد ج ۲ ص ۳۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۸۸۵۔ ج ۸ ص ۴۹۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

عبدہ بن سلیمان نے یحییٰ بن سعد القطان کی متابعت کی ہے۔

طلوعِ شمس سے قبل اور غروبِ شمس سے قبل نماز پڑھنے میں مذاہب فقہاء اور علامہ ابن بطال کے فقہاء احناف پر اعتراضات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ فجر اور عصر کی نماز پڑھنے کے بعد نماز پڑھنے کی ممانعت کی علت کیا ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ اس سے مراد نفل پڑھنے کی ممانعت ہے' فرض پڑھنے کی ممانعت نہیں ہے اور جو فوت شدہ فرائض ہیں' وہ کسی وقت بھی پڑھے جا سکتے ہیں

کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: جس نے طلوع شمس سے پہلے ایک رکعت پڑھ لی یا غروب شمس سے پہلے ایک رکعت پڑھ لی اس نے نماز کو پالیا۔ (صحیح البخاری:۵۵۶ صحیح مسلم:۶۰۸) اور یہ بات معلوم ہے کہ جس نے ان اوقات میں ایک رکعت نماز پڑھ لی تو وہ دوسری رکعت اسی وقت میں پڑھے گا جس وقت میں نماز پڑھنا ممنوع ہے اور یہ ہمارے قول پر دلالت کرتا ہے اور یہی امام احمد اور امام اسحاق کا قول ہے۔

امام شافعی نے کہا ہے: اس ممانعت سے ابتداءً نوافل پڑھنے کی ممانعت مراد ہے لیکن مفروضہ اور مسنونہ نمازیں یا جن نوافل کو وہ دائماً پڑھتا ہو ان کی ممانعت نہیں ہے اور امام شافعی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھی۔ (صحیح البخاری:۵۹۱ صحیح مسلم:۸۳۵)

فقہاء احناف نے کہا ہے کہ اس ممانعت سے نفل پڑھنے کی ممانعت مراد ہے اور ان وقتوں میں فرائض کی قضاء پڑھ سکتا ہے لیکن جب سورج بلند ہونے سے پہلے ظاہر ہو اور غروب ہونے سے پہلے غروب کی طرف مائل ہو اس وقت کوئی فرض پڑھنا جائز ہے نہ نفل اور نہ نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے صرف اس دن کی عصر کی نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے غروب آفتاب سے پہلے ایک رکعت پڑھی تو وہ اپنی نماز پوری کرے۔ (صحیح البخاری:۵۵۶ صحیح مسلم:۶۰۸) اس باب کے شروع میں ہم فقہاء احناف کا رد کر چکے ہیں۔

جن فقہاء نے ان دو وقتوں میں فرض نماز پڑھنے کو جائز کہا ہے ان کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: تم اپنی نمازوں میں طلوع شمس کا قصد کرو نہ غروبِ شمس کا۔ (صحیح البخاری:۵۸۲) اس حدیث میں اس شخص کے لیے نماز پڑھنے کی ممانعت ہے جو طلوع شمس یا غروبِ شمس کا قصد کر کے نماز پڑھتا ہے لیکن جو شخص اس وقت نیند سے بیدار ہوا یا جو شخص نماز پڑھنا بھول گیا تھا اور اس کو اس وقت نماز پڑھنا یاد آیا تو وہ اس ممانعت میں داخل نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے اس شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس نے نماز سے غفلت کی یا نماز کے وقت سو گیا؟ آپ نے فرمایا: اس کو جس وقت نماز یاد آئے اس وقت نماز پڑھ لے۔

(صحیح مسلم:۶۸۴ سنن نسائی:۶۱۳ سنن ابن ماجہ:۶۹۵ مسند احمد:۱۲۹۰۸ دار الفکر)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی نماز کو بھول گیا پس وہ اس نماز کو اس وقت پڑھ لے جب اس کو یاد آئے اس کے سوا اس نماز کا اور کوئی کفارہ نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ○ (طٰہٰ:۱۴) اور آپ مجھے یاد کرنے کے لیے نماز قائم کریں ○

(صحیح البخاری:۵۹۷ صحیح مسلم:۶۸۴ سنن ابوداؤد:۴۴۲ سنن ترمذی:۱۷۸ سنن نسائی:۶۱۲ سنن ابن ماجہ:۶۹۶ مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۰)

یہ احادیث طلوعِ شمس اور غروبِ شمس کے وقت نماز پڑھنے کی ممانعت سے معارض ہیں اور ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص خصوصیت سے ان اوقات میں نماز پڑھنے کا قصد نہ کرے اس کے لیے ان اوقات میں فرائض اور نوافل پڑھنا جائز ہیں۔

المہلب نے کہا ہے کہ ان دو وقتوں میں نماز پڑھنے کی کراہت کا معنی یہ ہے کہ کچھ لوگ طلوعِ شمس اور غروبِ شمس کے وقت قصداً نماز پڑھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر سورج کی عبادت کا قصد کرتے تھے لہٰذا نبی ﷺ نے ان اوقات میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا تاکہ ان لوگوں کی مشابہت نہ ہو۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۷۴۔۲۷۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

فقہاء احناف پر اعتراضات کے مصنف کی طرف سے جوابات

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ حدیث میں ہے: جس نے طلوع شمس سے پہلے یا غروب شمس سے پہلے ایک رکعت پڑھ لی' وہ اس نماز کو پورا کرے اور یہی امام مالک اور امام احمد کا مسلک ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ کثرت احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلوع شمس کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور یہ حدیث طلوع شمس کے وقت نماز پڑھنے کے لیے مُحرِّم ہے اور جس حدیث سے علامہ ابن بطال نے استدلال کیا ہے' وہ مبیح ہے اور جب مبیح اور مُحرِّم میں تعارض ہو تو مُحرِّم کو ترجیح ہوتی ہے۔

علامہ ابن بطال نے امام شافعی کا مذہب نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک فجر اور عصر کے بعد نوافل پڑھنا جائز ہیں اور صحیح بخاری کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے بھی استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث بھی عصر کے بعد نوافل کی اباحت پر دلالت کرتی ہے اور امام ابوحنیفہ نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے' وہ عصر کے بعد نوافل پڑھنے کی تحریم پر دلالت کرتی ہیں اور تحریم کی احادیث کو اباحت کی احادیث پر ترجیح ہوتی ہے' ثانیاً یہ کہ عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے اور ہمیں آپ نے منع فرمایا ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز پڑھنے کی ممانعت اس شخص کے لیے ہے' جو قصداً ان اوقات میں نماز پڑھے لیکن جو شخص اس وقت نیند سے بیدار ہوا ہو یا جس کو اسی وقت نماز یاد آئی ہو' وہ طلوع شمس کے وقت نماز پڑھ سکتا ہے' جیسا کہ احادیث میں اس کی تصریح ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دلیل بھی صحیح نہیں ہے' یہ احادیث عام مخصوص عنہ البعض ہیں' ان احادیث سے مراد طلوع شمس کے علاوہ دیگر اوقات ہیں یعنی طلوع شمس کے علاوہ جس وقت کوئی شخص نیند سے بیدار ہو یا اس کو اس وقت نماز یاد آئے تو وہ اس وقت نماز پڑھ لے اور جن اوقات میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مطلقاً نماز پڑھنے سے منع فرمادیا ہے' ان اوقات میں آپ کی ممانعت کی خلاف ورزی کی جرأت نہ کرے۔

٥٨٤ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، عَنْ أَبِي أُسَامَةَ ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ ، عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعَتَيْنِ ، وَعَنْ لِبْسَتَيْنِ ، وَعَنْ صَلَاتَيْنِ نَهٰى عَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ ، وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ ، وَعَنِ اشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ ، وَعَنِ الْاِحْتِبَاءِ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ يُفْضِيْ بِفَرْجِهٖ إِلَى السَّمَاءِ ، وَعَنِ الْمُنَابَذَةِ ، وَعَنِ الْمُلَامَسَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از ابی اسامہ از عبید اللہ از خبیب بن عبد الرحمٰن از حفص بن عاصم از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو قسم کی خرید و فروخت اور دو قسم کے پہناوے سے اور دو قسم کی نمازوں سے منع فرمادیا ہے' فجر کے بعد نماز پڑھنے سے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے' اور اشتمال الصماء سے یعنی کسی ایک جانب سے تہبند کو اوپر اٹھا دینا' اور ایک کپڑے میں احتباء سے یعنی اس کی شرم گاہ آسمان کی طرف کھلی ہو' اور منابذہ اور ملامسہ سے یعنی جس چیز پر وہ کنکر پھینک دے یا جس چیز کو وہ چھو لے اس کو فروخت کرنا واجب ہو جائے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۸۔۳۶۷ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: جس چیز سے شرم گاہ کو

چھپائے' وہاں اس میں دوقسم کی نمازوں کا ذکر نہیں تھا یعنی طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز کی ممانعت کا' اور اس کی مفصل شرح حدیث:۵۵۶ اور حدیث:۵۸۳ میں ابھی بیان کی جاچکی ہے۔

٣١ - بَابٌ لَا يَتَحَرَّى الصَّلٰوةَ قَبْلَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ

غروب شمس سے پہلے نماز کا قصد نہ کرے

٥٨٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَتَحَرّٰى اَحَدُكُمْ، فَيُصَلِّيْ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلَا عِنْدَ غُرُوْبِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص طلوع شمس کے وقت اور غروب شمس کے وقت نماز پڑھنے کا قصد نہ کرے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے حدیث:۵۸۲ کا مطالعہ فرمائیں' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: فجر کی نماز پڑھنے کا حکم حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

٥٨٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ الْجُنْدَعِيُّ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا صَلٰوةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ، وَلَا صَلٰوةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغِيْبَ الشَّمْسُ. [اطراف الحدیث:١١٨٨-١١٩٧-١٨٦٤-١٩٩٢-١٩٩٥]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عطاء بن یزید الجندعی نے خبر دی' انہوں نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: صبح کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں ہے حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے اور عصر کے بعد کوئی نماز نہیں ہے حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے۔

(صحیح مسلم:٨٢٧' الرقم المسلسل:١٨٩٢' سنن النسائی:٥٦٣' مسند الحمیدی:٧٣١' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٢ ص ٣٤٨' السنن الکبریٰ للنسائی:١٥٤٩' مسند ابویعلیٰ:١١٢١-٩٧٧' مصنف عبد الرزاق:٣٩٦١' مسند احمد ج ٣ ص ٧ طبع قدیم' مسند احمد:١١٠٣٣-ج ١٧ ص ٨١' مؤسسة الرسالة' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) عبد العزیز بن عبد اللہ بن یحییٰ بن عمرو القرشی المدنی (٢) ابراہیم بن سعد بن عبد الرحمان بن عوف الزہری القرشی المدنی (٣) صالح بن کیسان الغفاری' مودب ولد عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ (٤) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (٥) عطاء بن یزید' ابو یزید اللیثی الجندعی المدنی (٦) حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٥ ص ١١٨)

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری:٥٨٣ کا مطالعہ فرمائیں۔

اس حدیث میں نفی بہ معنی نہی ہے اور ان دو وقتوں میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے' ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ فجر اور عصر کی نماز کے بعد قضاء نماز پڑھنا' سجدۂ تلاوت کرنا اور نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔

٥٨٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبَانَ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابان نے حدیث

قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ اَبِی التَّیَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ حُمْرَانَ بْنَ اَبَانَ یُحَدِّثُ عَنْ مُعَاوِیَةَ قَالَ اِنَّکُمْ لَتُصَلُّوْنَ صَلٰوةً ، لَقَدْ صَحِبْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ، فَمَا رَاَیْنَاهُ یُصَلِّیْهَا ، وَلَقَدْ نَهٰی عَنْهُمَا. یَعْنِی الرَّکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ. [طرف الحدیث:۳۷۶۶]

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۳۹۲ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی التیاح انہوں نے کہا: میں نے حمران بن ابان سے سنا وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کرتے ہیں انہوں نے کہا: تم یہ نماز پڑھ رہے ہو اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے ہیں اور ہم نے آپ کو یہ نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور آپ نے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن ابان البلخی ابوبکر مستملی وکیع یہ حمدویہ کے نام سے معروف ہیں یہ ۲۴۴ھ میں فوت ہو گئے تھے بعض نے کہا: یہ محمد بن ابان الواسطی ہیں نہ کہ وہ جن کا ذکر کیا گیا ہے علامہ عینی نے کہا: ہر دو قول کے لیے مرجح ہے (۲) غندر ان کا نام محمد بن جعفر ہے (۳) شعبہ بن الحجاج (۴) ابو التیاح ان کا نام یزید بن حمید الضبعی البصری ہے (۵) حمران بن ابان (۶) حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۱۹)

حضرت معاویہ کا عصر کے بعد نفل پڑھنے سے منع فرمانا اور اس پر ایک حدیث سے تعارض کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم یہ نماز پڑھتے ہو یعنی عصر کی نماز کے بعد دو رکعت نفل پھر کہا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ نے یہ دو رکعت نماز کبھی ترک نہیں کیں۔ (صحیح البخاری:۵۹۱) اور حضرت معاویہ کی حدیث اس کے معارض ہے اس کا جواب یہ ہے کہ آپ یہ دو رکعت نماز ہمیشہ گھر میں پڑھتے تھے گھر سے باہر نہیں پڑھتے تھے اس لیے حضرت معاویہ نے آپ کو یہ نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور اس نماز کو پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت تھی اور چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کے بعد نفل پڑھنے سے منع فرمایا ہے اس لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

۵۸۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ ، عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ ، عَنْ خُبَیْبٍ ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ ، عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاتَیْنِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ ، وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از خبیب از حفص بن عاصم از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو نمازیں پڑھنے سے منع فرمایا فجر کے بعد حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے اور عصر کے بعد حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے حدیث: ۵۸۴ کا مطالعہ فرمائیں۔

۳۲ - بَابُ مَنْ لَّمْ یَکْرَہِ الصَّلٰوةَ اِلَّا بَعْدَ الْعَصْرِ وَالْفَجْرِ

جس کے نزدیک صرف عصر اور فجر کے بعد نماز پڑھنا مکروہ ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جن فقہاء کے نزدیک صرف عصر کی نماز اور فجر کی نماز کے بعد نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

رَوَاهُ عُمَرُ، وَابْنُ عُمَرَ، وَأَبُو سَعِيدٍ، وَأَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.

اس عدم کراہت کو حضرت عمر، اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم نے بیان کیا ہے۔

ان صحابہ کرام کی احادیث ابواب سابقہ میں گزر چکی ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث: ۵۸۱ ہے اور حضرت ابن عمر کی حدیث: ۵۸۲ ہے اور حضرت ابو سعید خدری کی حدیث: ۵۸۶ ہے اور حضرت ابو ہریرہ کی حدیث: ۵۸۴ ہے۔

۵۸۹ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ أُصَلِّي كَمَا رَأَيْتُ أَصْحَابِي يُصَلُّونَ لَا أَنْهَى أَحَدًا يُصَلِّي بِلَيْلٍ وَلَا نَهَارٍ مَا شَاءَ، غَيْرَ أَنْ لَا تَحَرَّوْا طُلُوعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوبَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، انہوں نے کہا: میں اس طرح نماز پڑھتا ہوں جس طرح میں نے اپنے اصحاب کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، جو شخص دن اور رات کے کسی وقت میں بھی نماز پڑھے، میں اس کو منع نہیں کرتا سوا اس کے کہ وہ سورج کے طلوع کے وقت نماز کا قصد نہ کرے اور نہ سورج کے غروب کے وقت نماز کا قصد کرے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۵۸۲ کا مطالعہ فرمائیں۔

۳۳ - بَابُ مَا يُصَلَّى بَعْدَ الْعَصْرِ مِنَ الْفَوَائِتِ وَغَيْرِهَا

عصر کے بعد قضاء نمازوں کو پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عصر کے بعد قضاء نمازوں کو پڑھنا جائز ہے۔

وَقَالَ كُرَيْبٌ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ، وَقَالَ شَغَلَنِي نَاسٌ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ، عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ.

اور کریب نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھی ہے اور فرمایا: مجھے عبد القیس کے وفد نے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے سے مشغول کر دیا تھا۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی کنیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجی اور یہ پیغام دیا: آپ سے ام سلمہ عرض کرتی ہے کہ میں نے سنا ہے کہ آپ عصر کے بعد ان دو رکعت نماز کے پڑھنے سے منع فرماتے ہیں اور میں نے آپ کو یہ دو رکعت پڑھتے ہوئے دیکھا ہے؟ آپ نے نماز سے فارغ ہو کر جواب دیا: اے بنت ابی امیہ! آپ نے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے پاس قبیلہ عبد القیس کے لوگ آئے تھے، میں ان کے ساتھ مشغول رہا اور ظہر کے بعد دو رکعت نہیں پڑھ سکا، سو یہ وہ دو رکعت ہیں۔ (صحیح البخاری: ۱۲۳۳، صحیح مسلم: ۸۳۴، سنن ابوداؤد: ۱۲۷۳)

فقہاء شافعیہ نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عصر کی نماز کے بعد سنت کو قضاء کیا جا سکتا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے، اس سنت کو قضاء کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے، ورنہ قضاء صرف فرض اور واجب کی کی جاتی ہے۔

۵۹۰ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ اَيْمَنَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ اَنَّهٗ سَمِعَ عَائِشَةَ قَالَتْ وَالَّذِيْ ذَهَبَ بِهٖ، مَا تَرَكَهُمَا حَتّٰى لَقِيَ اللّٰهَ، وَمَا لَقِيَ اللّٰهَ تَعَالٰى حَتّٰى ثَقُلَ عَنِ الصَّلٰوةِ، وَكَانَ يُصَلِّيْ كَثِيْرًا مِّنْ صَلٰوتِهٖ قَاعِدًا، تَعْنِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْهِمَا، وَلَا يُصَلِّيْهِمَا فِي الْمَسْجِدِ، مَخَافَةَ اَنْ يُّثَقِّلَ عَلٰى اُمَّتِهٖ، وَكَانَ يُحِبُّ مَا يُخَفِّفُ عَنْهُمْ.

[اطراف الحدیث:۵۹۱_۵۹۲_۵۹۳_۱۶۳۱][جامع المسانید لابن الجوزی:۷۱۹۸، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۲۶ھ]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد بن ایمن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا' انہوں نے کہا: اس ذات کی قسم جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے گیا! آپ نے عصر کے بعد دو رکعت نماز کو بالکل ترک نہیں کیا حتیٰ کہ آپ نے اللہ سے ملاقات کر لی' اور آپ نے اللہ تعالیٰ سے اس وقت ملاقات کی جب نماز پڑھنے سے آپ کا بدن بھاری ہو گیا اور آپ اکثر نمازیں بیٹھ کر پڑھتے تھے' حضرت عائشہ کی مراد عصر کی نماز کے بعد دو رکعت تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پڑھتے تھے اور ان کو مسجد میں نہیں پڑھتے تھے' اس خوف سے کہ یہ آپ کی امت پر دشوار ہوں گی اور آپ امت سے تخفیف کو پسند کرتے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو نعیم الفضل بن دکین (۲) عبد الواحد بن ایمن (۳) ان کے والد ایمن الحبشی' ابن ابی عمرو المخزومی القرشی المکی کے آزاد شدہ غلام (۴) حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۲۲)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عصر کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے' اور یہ آپ کی خصوصیت تھی کیونکہ آپ نے امت کو اس سے منع فرمایا ہے۔

بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ عصر کے بعد مطلقاً نفل پڑھنا جائز ہے لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت احادیث مروی ہیں' جن میں آپ نے عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

۵۹۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ ابْنَ اُخْتِيْ، مَا تَرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ عِنْدِيْ قَطُّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پاس عصر کے بعد کی دو رکعت پڑھنے کو کبھی ترک نہیں کیا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے حدیث: ۵۹۰ کا مطالعہ فرمائیں۔

۵۹۲ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْاَسْوَدِ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ رَكْعَتَانِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الشیبانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا:

لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَعُهُمَا سِرًّا وَلَا عَلَانِيَةً، رَكْعَتَانِ قَبْلَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ، وَرَكْعَتَانِ بَعْدَ الْعَصْرِ.

ہمیں عبدالرحمن بن الاسود نے حدیث بیان کی از والدخود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ دو رکعت ایسی ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی نہیں چھوڑتے تھے پوشیدہ نہ ظاہر دو رکعت نماز صبح کی فرض نماز سے پہلے اور دو رکعت عصر کے فرض کے بعد۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی حدیث: ۵۹۰ کا مطالعہ فرمائیں۔

امام نسائی کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ دو نمازوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے گھر میں کبھی ترک نہیں کیا' پوشیدہ نہ ظاہر دو رکعت نماز فجر سے پہلے اور دو رکعت نماز فجر کے بعد۔ (سنن نسائی: ۵۷۳)

۵۹۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ رَأَيْتُ الْأَسْوَدَ وَمَسْرُوقًا شَهِدَا عَلٰى عَائِشَةَ قَالَتْ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِينِي فِي يَوْمٍ بَعْدَ الْعَصْرِ، إِلَّا صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' انہوں نے بیان کیا: میں نے الاسود اور مسروق کو دیکھا' وہ دونوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے' حضرت عائشہ نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس دن بھی میرے پاس نماز عصر کے بعد آتے تو دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی حدیث: ۵۹۰ کا مطالعہ فرمائیں۔

عصر کے بعد آپ کا ہمیشہ دو رکعت نماز پڑھنا اور اس سے منع فرمانے میں تعارض ہے' اس کا جواب

اس سے پہلے بہ کثرت احادیث میں نماز عصر کے بعد نماز پڑھنے سے ممانعت گزر چکی ہے اور ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ممانعت کی احادیث راجح ہیں کیونکہ وہ قولی احادیث ہیں اور جن احادیث میں عصر کے بعد نماز پڑھنے کا ذکر ہے' وہ آپ کا فعل ہے اور یہ بات اصول میں مقرر ہے کہ آپ کا قول آپ کے فعل پر راجح ہوتا ہے' اس لیے ممانعت کی احادیث راجح ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ممانعت کی احادیث عصر کے بعد نماز پڑھنے کی محرم ہیں اور جن احادیث میں عصر کے بعد نماز پڑھنے کا ذکر ہے' وہ مبیح ہیں اور محرم احادیث' مبیح احادیث پر راجح ہوتی ہیں لہٰذا ممانعت کی احادیث راجح ہیں' اور تیسری وجہ یہ ہے کہ عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا آپ کی خصوصیت ہے' چوتھی وجہ یہ ہے کہ عصر کے بعد نماز پڑھنے سے گھر سے باہر آپ نے منع فرمایا اور عصر کے بعد دو رکعت نماز آپ نے ہمیشہ گھر میں پڑھی ہیں۔

شرح صحیح مسلم میں احادیث مذکورہ کی شرح

ان ابواب میں طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز پڑھنے کی ممانعت میں احادیث ہیں اور فجر کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد نوافل کی ممانعت میں احادیث ہیں اور عصر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں دو رکعت نماز پڑھنے کے متعلق احادیث ہیں اور یہ تمام احادیث' شرح صحیح مسلم: ۱۸۱۷۔ ج ۲ ص ۶۱۰۔ ۷۰۳ پر مذکور ہیں اور ان کی شرح کے یہ عنوان ہیں:

① اوقات ممنوعہ اور مکروہہ کی تفصیل ② قرن شیطان پر اعتراض کا جواب۔

قرن شیطان پر اعتراض اور اس کے جواب کو ہم نے یہاں نعمۃ الباری میں ذکر نہیں کیا کیونکہ شرح صحیح مسلم میں اس پر بہت مفصل بحث کر دی گئی ہے۔

۳۴ - بَابُ التَّبْكِيْرِ بِالصَّلٰوةِ فِيْ يَوْمِ غَيْمٍ — ابر آلود دن میں جلدی نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ابر آلود دن میں معمول سے پہلے نماز پڑھنی چاہیے تا کہ ایسا نہ ہو کہ نماز کا وقت نکل جائے اور ابر آلود دن کی وجہ سے وقت گزرنے کا پتا نہ چل سکے' لیکن یہ احتیاط اس وقت تھی جب گھڑیاں ایجاد نہیں ہوئی تھیں اور اب جب کہ گھڑیاں ایجاد ہو چکی ہیں تو خواہ بادل ہوں یا بارش ہو' نماز معمول کے مطابق اوقات معینہ پر پڑھنی چاہیے۔

۵۹۴ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيٰى ' هُوَ ابْنُ اَبِيْ كَثِيْرٍ ' عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ اَنَّ اَبَا الْمَلِيْحِ حَدَّثَهُ قَالَ كُنَّا مَعَ بُرَيْدَةَ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ غَيْمٍ ' فَقَالَ بَكِّرُوْا بِالصَّلٰوةِ ' فَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةَ الْعَصْرِ حَبِطَ عَمَلُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ اور وہ ابن ابی کثیر ہیں از ابوقلابہ کہ ابو الملیح نے ان کو حدیث بیان کی کہ ہم ابر آلود دن میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے' انہوں نے کہا: نماز جلدی پڑھنا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جس نے عصر کی نماز کو ترک کر دیا اس کے اعمال ضائع ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۵۳ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: جس نے عصر کی نماز ترک کی' اس کا گناہ' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۳۵ - بَابُ الْاَذَانِ بَعْدَ ذَهَابِ الْوَقْتِ — وقت گزرنے کے بعد اذان دینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وقت نکلنے کے بعد اذان دینے کا کیا حکم ہے۔

۵۹۵ - حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ ' عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سِرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً ' فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ لَوْ عَرَّسْتَ بِنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' قَالَ اَخَافُ اَنْ تَنَامُوْا عَنِ الصَّلٰوةِ . قَالَ بِلَالٌ اَنَا اُوْقِظُكُمْ ' فَاضْطَجَعُوْا ' وَاَسْنَدَ بِلَالٌ ظَهْرَهُ اِلٰى رَاحِلَتِهِ ' فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ فَنَامَ ' فَاسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ ' فَقَالَ يَا بِلَالُ ' اَيْنَ مَا قُلْتَ؟ قَالَ مَا اُلْقِيَتْ عَلَيَّ نَوْمَةٌ مِّثْلُهَا قَطُّ ' قَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَبَضَ اَرْوَاحَكُمْ حِيْنَ شَاءَ ' وَرَدَّهَا عَلَيْكُمْ حِيْنَ شَاءَ ' يَا بِلَالُ ' قُمْ فَاَذِّنْ بِالنَّاسِ بِالصَّلٰوةِ. فَتَوَضَّاَ ' فَلَمَّا ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ وَابْيَاضَّتْ ' قَامَ فَصَلّٰى. [طرف الحدیث:۷۴۷۱]

(سنن ابوداؤد: ۴۴۰-۴۳۹' سنن نسائی: ۸۴۵' موطأ امام مالک: ۲۵' دار المعرفۃ بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۶۷-۶۶' السنن الکبریٰ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمران بن میسرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فضیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حصین نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن ابی قتادہ از والد خود' انہوں نے کہا: ہم ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے تو بعض لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! کاش آپ ہم کو رات کے آخری حصہ میں ٹھہرالیں' آپ نے فرمایا: مجھے خطرہ ہے کہ تم نماز کے وقت سوئے رہو گے' حضرت بلال نے کہا: میں تم سب کو بیدار کروں گا' پھر وہ سب لیٹ گئے اور حضرت بلال نے اپنی سواری کی طرف ٹیک لگالی' پھر ان کی آنکھوں پر نیند غالب آ گئی پس وہ سو گئے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور اس وقت سورج کا ایک کنارہ طلوع ہو چکا تھا' آپ نے فرمایا: اے بلال! تمہارا وہ قول کہاں گیا؟ انہوں نے کہا: مجھے ایسی گہری نیند آئی کہ اس سے پہلے ایسی گہری نیند نہیں آئی تھی' آپ نے فرمایا: بے شک اللہ جب چاہتا ہے تمہاری روحوں کو قبض کر لیتا ہے اور جب چاہتا ہے تمہاری روحوں کو لوٹا دیتا ہے' اے بلال! کھڑے ہو کر لوگوں کے لیے اذان دو' پھر

للنسائی:۱۱۴۴۸ سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۱۶ کتاب الاسماء والصفات ص ۱۴۲ صحیح ابن خزیمہ: ۴۰۹ صحیح ابن حبان: ۱۵۷۹ مسند احمد ج ۵ ص ۳۰۷ طبع قدیم مسند احمد: ۲۲۶۱۱ ج ۳۷ ص ۲۹۶ موسستہ الرسالۃ بیروت) آپ نے وضوء کیا' پھر جب سورج بلند ہو گیا اور سفید ہو گیا تو آپ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھائی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمران بن میسرہ (۲) محمد بن فضیل (۳) حصین بن عبد الرحمٰن السلمی الکوفی' یہ ۱۳۶ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) عبد اللہ بن ابی قتادہ (۵) ان کے والد حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ' ان کا نام الحارث بن ربعی بن بلد یہ الانصاری ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۲۷)

روح کی تعریف اور اس کے افعال اور آثار

اس حدیث میں مذکور ہے: بے شک اللہ نے تمہاری روحوں کو قبض کر لیا۔

''الارواح''، ''الروح'' کی جمع ہے' یہ مذکر اور مؤنث ہے' روح کی تعریف یہ ہے: یہ ایک جوہر لطیف روحانی ہے' جس کا بدن کے ہر ہر جز میں اس طرح حلول ہوتا ہے جس طرح نمی کا پتے میں یا خوشبو کا پھول میں یا آگ کا انگارے میں حلول ہوتا ہے' غذاء اور دنیا کی ردی چیزیں اور فحش اور فجور اور برے افعال اور دیگر غیر شرعی اقوال اور افعال روح کو مکدر اور مضمحل کر دیتے ہیں' عبادات' اذکار اور نیک کام روح کو مطمئن اور مسرور رکھتے ہیں' روح جزئیات اور کلیات کا ادراک کرتی ہے اور بدن میں تصرف کرتی ہے' یہ کھانے پینے اور فربہ اور دبلے ہونے سے مستغنی ہوتی ہے' اسی وجہ سے یہ بدن کے فناء ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہے کیونکہ اس کو اپنی بقاء میں بدن کی احتیاج نہیں ہوتی' اس کا تعلق عالم عناصر سے نہیں ہے بلکہ عالم ملکوت سے ہے' بدن کے نقصان سے اس کو کوئی ضرر نہیں ہوتا' ذکر اذکار سے اس کو لذت حاصل ہوتی ہے اور گناہوں سے اس کو تکلیف ہوتی ہے' ان آثار کی اصل قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ○ (آل عمران: ۱۶۹)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہو چکے ہیں ان کو ہرگز ہرگز مردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں' ان کو رزق دیا جاتا ہے○

نیز قرآن مجید میں ہے:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى. (الزمر: ۴۲)

اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت قبض فرماتا ہے اور جن کی موت نہیں آئی' ان کو ان کی نیند کے وقت قبض فرما لیتا ہے' پھر جن کی موت کا فیصلہ ہو چکا ہوتا ہے ان کی روح کو روک لیتا ہے اور دوسری روحوں کو ایک مقرر میعاد تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔

نیند میں جو روح کو قبض کیا جاتا ہے اس کو وفاتِ صغریٰ کہا جاتا ہے اور موت کے وقت جو روح کو قبض کیا جاتا ہے اس کو وفاتِ کبریٰ کہا جاتا ہے' اور جب تک انسان کی زندگی کی معین میعاد نہیں آتی' اس وقت تک نیند میں اس کی روح قبض ہوتی رہتی ہے اور پھر اس کی واپسی ہوتی رہتی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کا نیند سے وضوء نہ ٹوٹنا

علامہ یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر المالکی القرطبی المتوفی ۴۶۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث صحاح کی کتب میں متعدد اسانید سے آئی ہے' جس میں یہ مذکور ہے کہ ایک سفر میں صبح کی نماز کے وقت نیند آ گئی تھی' یہ حدیث صحابہ کی ایک جماعت سے مروی ہے اور میرا گمان یہ ہے کہ یہ ایک ہی قصہ ہے اور یہ اس وقت پیش آیا تھا' جب آپ خیبر سے واپس آ رہے تھے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں حدیبیہ کے زمانہ کا واقعہ ہے اور یہ ایک ہی سال کا واقعہ ہے اور اسی سال آپ خیبر تشریف لے گئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے خیبر فتح کر دیا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کے آخری حصہ میں سو گئے تھے اور آپ اس وقت بیدار ہوئے' جب سورج کا ایک کنارہ طلوع ہو چکا تھا اور یہ چیز آپ کی طبیعت اور آپ کے معمول سے خارج ہے' اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام کے طبائع اور معمولات سے یہ چیز خارج ہے اور میرا گمان ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی یہ خصوصیت ہے کہ ان کی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کا دل نہیں سوتا' اور اس موقع پر جو آپ کو نیند آ گئی تو وہ اس لیے تھا تا کہ یہ چیز سنت ہو جائے اور مسلمانوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ جو شخص نماز کے وقت سو جائے یا نماز کو بھول جائے حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل جائے' اس کا کیا حکم ہے اور وہ نماز کس طرح ادا کرے گا' اور یہ واقعہ اس باب سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں بھولتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں تا کہ کوئی کام سنت ہو جائے۔ (موطأ امام مالک: ۲۲۸' دار المعرفۃ' بیروت)

اور جو چیز آپ کی فطرت اور عادت کے مطابق ہے' وہ یہ ہے کہ نیند آپ کے دل کو نہیں ڈھانپتی اور آپ کے نفس سے مخلوط نہیں ہوتی' کیونکہ آپ نے فرمایا ہے: میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

(صحیح البخاری: ۱۱۴۷' صحیح مسلم: ۷۳۸' سنن ابوداؤد: ۱۳۴۱' سنن ترمذی: ۴۳۹' سنن نسائی: ۱۶۹۶' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۹۶' صحیح ابن خزیمہ: ۴۹' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۱ ص ۳۷۲' شرح السنۃ ج ۴ ص ۵' مسند احمد ج ۶ ص ۱۰۴ طبع قدیم)

نیند کی حالت میں نماز کا فوت ہو جانا گناہ نہیں ہے

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نیند سے بیدار ہوئے تو وہ نماز فوت ہو جانے کی وجہ سے بے حد خوف زدہ تھے کیونکہ اس وقت ان کو یہ علم نہیں تھا کہ جو شخص سویا ہوا ہو اور اس سے نیند کی وجہ سے نماز فوت ہو جائے' اس سے گناہ ساقط ہوتا ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کی طرف مبعوث کیے گئے تو ان کو کسی چیز کا علم نہیں تھا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بتایا کہ سونے والے سے اور بھولنے والے سے گناہ ساقط ہو جاتا ہے اور ان سے نماز ساقط نہیں ہوتی اور ان پر لازم ہوتا ہے کہ وہ بیدار ہونے کے بعد نماز پڑھیں' باقی سونے والے سے گناہ ساقط ہونے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین شخصوں سے قلم تکلیف کو اٹھا لیا گیا ہے: (۱) سویا ہوا شخص حتیٰ کہ بیدار ہو جائے (۲) بیماری میں مبتلا شخص حتیٰ کہ تندرست ہو جائے (ایک روایت میں ہے: دیوانہ حتیٰ کہ تندرست ہو جائے) (۳) بچہ حتیٰ کہ بالغ ہو جائے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۹۹-۴۳۹۸' سنن نسائی: ۳۴۳۲' سنن ابن ماجہ: ۲۰۴۱)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ اس موقع پر آپ نے فرمایا: نیند میں نماز کو ترک کرنے میں کوئی تقصیر نہیں ہے' تقصیر بیداری میں ہے کہ انسان نماز کو ترک کر دے حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت داخل ہو جائے۔

جس وادی میں نماز قضاء ہوئی تھی' اس وادی سے نکل کر دوسری جگہ نماز پڑھنے کی وجوہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وادی میں نماز کے فوت ہونے کی وجہ سے اس وادی سے نکل گئے' اس کی وجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیان فرمائی کہ اس وادی میں شیطان ہے' کیا تم نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان بلال کے پاس آیا اور ان کو مسلسل تھپکتا رہا' جیسے بچہ کو تھپکا جاتا

ہے۔(موطأ امام مالک:۲۶) پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ وہ جلد از جلد سواریوں پر سوار ہو کر وہاں سے نکلیں کیونکہ اس وادی میں شیطان ہے' دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا: اس وادی سے نکلو جس میں تم پر غفلت طاری ہوئی تھی' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے وہاں اس لیے نماز نہ پڑھی ہو' جس طرح آپ نے بابل کی سرزمین میں نماز نہیں پڑھی تھی' حدیث میں ہے:

ابوصالح غفاری بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سفر کرتے ہوئے بابل کے علاقے سے گزرے' ان کے پاس عصر کی اذان دینے کے لیے مؤذن آیا' جب وہ اس جگہ سے نکل گئے تو انہوں نے مؤذن کو اقامت کہنے کا حکم دیا اور جب وہ نماز سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے فرمایا: مجھے میرے حبیب نے منع فرمایا ہے کہ میں قبرستان میں نماز پڑھوں اور مجھے آپ نے سرزمین بابل میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ اس جگہ پر لعنت کی گئی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۹۰' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۵۱)

اور یہ بھی روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وادئ ثمود پر آئے تو آپ نے لوگوں کو حکم دیا: یہاں سے جلدی گزر جائیں کیونکہ اس وادی پر لعنت کی گئی ہے۔ (سنن کبریٰ ج ۲ ص ۴۵۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں پر عذاب کیا گیا تھا' سو تم ان پر بغیر روتے ہوئے نہ گزرو اور اگر تم رو نہ سکو تو پھر ان لوگوں پر داخل نہ ہو' کہیں تم پر بھی وہ عذاب نہ آ جائے جو ان پر آیا تھا۔

(صحیح البخاری: ۴۳۳' صحیح مسلم: ۲۹۸۰' مصنف عبدالرزاق: ۱۲۶۴' مسند احمد ج ۲ ص ۹۶)

امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس وادی سے نکل کر دوسری جگہ نماز پڑھنے کی وجہ اور اس پر حافظ ابن عبدالبر کا اعتراض

امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو اس وادی سے نکل گئے تھے' اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آپ بیدار ہوئے تو سورج طلوع ہو چکا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلوع آفتاب کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے اور اس وقت فرض پڑھنا جائز ہے نہ نفل پڑھنا جائز ہے اور یہ ایسا ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے' سو عید کے دن فرض روزہ رکھنا جائز ہے نہ نفل روزہ رکھنا جائز ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب سورج کا ایک کنارہ طلوع ہو جائے تو نماز کو مؤخر کر دو حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے اور جب سورج کا ایک کنارہ غروب ہو جائے تو نماز کو مؤخر کر دو حتیٰ کہ سورج (مکمل) غروب ہو جائے۔

(صحیح البخاری: ۵۸۳' صحیح مسلم: ۸۲۸' کنز العمال: ۱۹۵۸۷)

اور جس حدیث میں یہ مذکور ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس شخص کے متعلق سوال کیا گیا' جس نے نماز سے غفلت کی یا نماز کے وقت سو گیا؟ آپ نے فرمایا: اس کو جس وقت نماز یاد آئے' اس وقت نماز پڑھ لے۔

(صحیح مسلم: ۶۸۴' سنن نسائی: ۶۱۳' سنن ابن ماجہ: ۶۹۵)

اس حدیث کا فقہاء احناف نے یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ جو شخص سو گیا یا نماز کو بھول گیا' اس سے نماز ساقط نہیں ہوگی اور اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ سورج کے طلوع یا غروب کے وقت نماز پڑھے' اور فقہاء احناف کے خلاف حجت یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص غروب آفتاب سے پہلے نماز عصر

کا ایک سجدہ پالے تو اپنی نماز پوری کرے اور جب وہ طلوع آفتاب سے پہلے نماز کا ایک سجدہ پالے تو وہ اپنی نماز پوری کرے۔

(صحیح البخاری: ۵۵۶، صحیح مسلم: ۶۰۸)

حافظ ابن عبد البر کے اعتراض کا جواب

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں امام ابوحنیفہ کے خلاف کوئی دلیل نہیں ہے، ہم نعمۃ الباری میں حدیث: ۵۵۶ کی شرح میں اس کی مکمل وضاحت کر چکے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ متعدد احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے طلوع آفتاب کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور جس نے طلوع آفتاب کے بعد باقی ماندہ ایک رکعت پڑھی اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، البتہ عصر کی نماز کا آخری وقت ناقص ہوتا ہے، لہٰذا جس نے غروب آفتاب سے پہلے ایک رکعت نماز پڑھی، وہ غروب آفتاب کے بعد باقی ماندہ نماز پڑھ لے اس کی نماز ناقص شروع ہوئی تھی اور ناقص ختم ہو جائے گی، اس کے برخلاف صبح کا پورا وقت کامل ہوتا ہے، لہٰذا جب طلوع آفتاب سے پہلے ایک رکعت پڑھی اور طلوعِ آفتاب کے بعد دوسری رکعت پڑھی تو یہ نماز شروع کامل وقت میں کی تھی اور ختم ناقص وقت میں کی، اس لیے یہ نماز فاسد ہو جائے گی اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس نے طلوعِ آفتاب سے پہلے ایک رکعت نماز پڑھنے کا وقت پالیا یا غروبِ آفتاب سے پہلے ایک رکعت پڑھنے کا زمانہ پالیا، مثلاً وہ اسی وقت مسلمان ہوا تھا یا وہ اسی وقت بالغ ہوا تھا یا عورت کا حیض اسی وقت منقطع ہوا تھا تو ان سب پر اس دن کی فجر یا عصر فرض ہو جائے گی، جس کو وہ بعد میں ادا کریں گے۔

اس وادی میں جوازِ نماز کی تحقیق

حافظ ابن عبد البر نے کہا: ہمارے نزدیک اس باب میں مختار قول یہ ہے کہ اس وادی میں اور کسی بھی زمین کے ٹکڑے پر نماز پڑھنا جائز ہے، جب تک کہ وہاں پر کسی نجاست کا یقین نہ ہو اور جن احادیث میں یہ مذکور ہے کہ مقبرہ میں یا سرزمین بابل میں یا جس جگہ شیطان کا اثر ہو یا اونٹوں کے باڑے میں یا جو جگہ ملعون ہو، وہاں نماز نہ پڑھی جائے، وہ تمام احادیث اس حدیث سے منسوخ ہیں، جس میں تصریح ہے کہ میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد بنا دیا گیا ہے، وہ حدیث یہ ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں، جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں، ہر نبی کو ایک خاص قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور مجھے ہر سرخ اور سیاہ کی طرف مبعوث کیا گیا ہے اور میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا ہے اور مجھ سے پہلے وہ کسی کے لیے حلال نہیں تھیں اور میرے لیے تمام روئے زمین کو پاک اور پاک کرنے والی بنا دیا گیا ہے اور مسجد بنا دیا گیا ہے، لہٰذا جو شخص جہاں بھی نماز کا وقت پائے وہیں نماز پڑھ لے اور چھ ماہ کی مسافت سے میرا رعب طاری کر دیا گیا ہے اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے۔

(صحیح مسلم: ۵۲۱، مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۲، سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۳۳، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۵ ص ۴۷۲)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے فضائل اور خصائص کی خبر دی ہے اور اہل علم کے نزدیک آپ کے فضائل نہ منسوخ ہو سکتے ہیں اور نہ تبدیل ہو سکتے ہیں اور نہ ان میں کوئی کمی ہو سکتی ہے۔

حافظ ابن عبد البر نے اس حدیث کی بہت طویل شرح کی ہے اور ہم نے باب مذکور کی حدیث سے متعلق حصہ کو نقل کر دیا ہے اور باقی تفصیلات کو ترک کر دیا ہے۔ (التمہید ج ۲ ص ۵۷۰-۵۷۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ)

رات کے آخری حصہ میں قیام کرنا، نماز فجر کی حفاظت کا انتظام کرنا اور دیگر اہم مسائل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

(۱) اس حدیث میں مذکور ہے کہ صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ رات کے آخری حصہ میں آرام کرنے کے لیے کسی جگہ قیام کیا جائے' اس سے معلوم ہوا کہ جن کاموں میں دنیاوی خیر ہو' ان کا امیر اور قوم کے سربراہ سے مطالبہ کرنا جائز ہے۔

(۲) چونکہ اس وادی کے اندر اخیر شب سونے میں یہ خطرہ تھا کہ کہیں فجر کی نماز فوت نہ ہو جائے' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا کہ وہ نماز کے وقت سب کو جگائیں' اس سے معلوم ہوا کہ قوم کے سربراہ کو نماز کی حفاظت کے لیے کسی کو مقرر کرنا چاہیے اور یہ کہ اپنے کسی خادم کو نماز کی حفاظت کے لیے معین کرنا چاہیے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خصوصاً اس لیے مقرر فرمایا کہ اذان دینے کے لیے وہی مامور تھے۔ (آج کل صبح کی نماز میں اٹھنے کے لیے جو الارم لگایا جاتا ہے' وہ بھی اس کے قائم مقام ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

قضاء نماز کے لیے اذان دینا اور اقامت کہنا اور سنت فجر کی قضاء کرنا

(۳) اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے بلال! کھڑے ہو کر لوگوں کے لیے اذان دو۔ اس سے معلوم ہوا کہ قضاء نماز کے لیے بھی اذان دینا مستحب ہے' اس حدیث میں اذان کے بعد فجر کی سنتوں کو پڑھنے کا ذکر نہیں ہے' لیکن حضرت عمران بن حصین کی حدیث میں اذان کے بعد فجر کی سنتوں کے پڑھنے کا بھی ذکر ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک سفر میں تھے' پس لوگ سو گئے اور نماز فجر کا وقت نکل گیا اور سورج کی گرمی سے سب بیدار ہوئے' پس وہ تھوڑی دیر چلے حتیٰ کہ سورج بلند ہو گیا' پھر آپ نے مؤذن کو اذان دینے کا حکم دیا تو اس نے اذان دی' پھر آپ نے نماز فجر سے پہلے دو رکعت نماز (سنت فجر) پڑھی' پھر آپ نے اقامت کہنے کا حکم دیا' پھر آپ نے نماز فجر پڑھائی۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۳)

قضاء نماز کو فوراً پڑھنا واجب نہیں' طلوعِ شمس کے وقت نماز پڑھنے کا عدم جواز اور قضاء نماز کی جماعت کا جواز

(۴) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو نماز کسی عذر کی وجہ سے قضاء ہوئی ہے' اس کو فوراً ادا کرنا واجب نہیں ہے' یہی صحیح مذہب ہے' لیکن اگر کوئی شرعی مانع نہ ہو تو اس کو فوراً ادا کرنا مستحب ہے اور یہاں شرعی مانع یہ تھا کہ جب وہ بیدار ہوئے تو سورج طلوع ہو چکا تھا اور طلوعِ آفتاب کے وقت نماز پڑھنے سے آپ نے منع فرمایا ہے' اس لیے آپ نے کچھ اور آگے سفر کیا اور جب سورج بلند ہو گیا تو پھر آپ نے نماز پڑھائی۔

(۵) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جن اوقات میں آپ نے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے' ان اوقات میں قضاء نماز بھی پڑھنا جائز نہیں ہے' اسی وجہ سے آپ نے فوراً نماز نہیں پڑھائی۔ ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ جب سورج طلوع ہونے کے بعد ایک نیزہ یا دو نیزہ کی مقدار بلند ہو جائے' اس وقت نماز پڑھنا جائز ہو جاتا ہے۔

(۶) چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھائی' اس میں یہ دلیل ہے کہ قضاء نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھانا جائز ہے۔

سنت فجر کو قضاء کرنے میں مذاہب

(۷) سنن ابوداؤد میں قضاء نماز سے پہلے سنت فجر پڑھنے کا ذکر ہے' اس لیے فقہاء احناف اور فقہاء شافعیہ کے نزدیک فجر کی سنت کی بھی قضاء کرنا جائز ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص چاہے تو طلوعِ آفتاب کے بعد سنت فجر کی قضاء کر لے اور امام محمد

بن الحسن نے یہ فرمایا ہے کہ جب کسی شخص کی سنت فجر فوت ہو جائیں تو وہ زوال سے پہلے پہلے ان کو ادا کر لے اور امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف نے یہ فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص کی صرف سنت فجر فوت ہوئی ہے تو وہ بعد میں اس کو ادا نہ کرے اور اگر سنت فجر فرض کے ساتھ فوت ہوئی تو پھر اتفاقاً فرض سے پہلے سنت فجر کو بھی پڑھے جیسا کہ سنن ابوداؤد کی حدیث میں ہے۔

(۸) اس حدیث میں اس پر بہت قوی دلیل ہے کہ طلوع شمس کے وقت کوئی نماز نہ پڑھی جائے ادا نہ قضاء فرض نہ نفل۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۳۰۔ ۱۲۹ ملخصا وموضحا ومخرجا دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۶ - بَابُ مَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ جَمَاعَةً بَعْدَ ذَهَابِ الْوَقْتِ

جس نے نماز کا وقت گزرنے کے بعد جماعت سے نماز پڑھائی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی نماز کا وقت نکلنے کے بعد اس قضاء نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنا جائز ہے۔

۵۹٦ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ جَاءَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، فَجَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ، قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَا كِدْتُ أُصَلِّي الْعَصْرَ، حَتّٰى كَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ مَا صَلَّيْتُهَا. فَقُمْنَا إِلٰى بُطْحَانَ، فَتَوَضَّأَ لِلصَّلٰوةِ وَتَوَضَّأْنَا لَهَا، فَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلَّى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ. [اطراف الحدیث: ۵۹۸۔ ۶۴۱۔ ۹۴۵۔ ۴۱۱۲]

(صحیح مسلم: ۶۳۱، الرقم المسلسل: ۱۴۰۳، سنن ترمذی: ۱۸۰، سنن نسائی: ۱۳۶۲، صحیح ابن خزیمہ: ۹۹۵، جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۰۳۲، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ غزوۂ خندق کے دن غروب آفتاب کے بعد آئے اور کفار قریش کی مذمت کرنے لگے انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں عصر کی نماز نہیں پڑھ سکا حتیٰ کہ عنقریب سورج غروب ہو رہا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے بھی عصر کی نماز نہیں پڑھی، پھر ہم مدینہ کی ایک وادی میں گئے آپ نے نماز کا وضوء کیا اور ہم نے بھی نماز کا وضوء کیا، پھر سورج کے غروب ہونے کے بعد آپ نے عصر کی نماز پڑھائی، پھر اس کے بعد آپ نے مغرب کی نماز پڑھائی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) معاذ بن فضالہ الزہرانی، القریشی البصری (۲) ہشام بن ابی عبد اللہ الدستوائی (۳) یحییٰ بن ابی کثیر (۴) ابوسلمہ بن عبد الرحمان (۵) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما (۶) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۳۱)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غروب آفتاب کے بعد عصر کی نماز پڑھائی۔

خندق کا معنی اور اس کی تفصیل

اس حدیث میں غزوہ خندق کے دن کا ذکر ہے۔ اس سے مراد ہے: خندق کھودنے کا دن "خندق" کا لفظ "جعفر" کے وزن پر ہے اس کا معنی ہے: شہر پناہ یا شہر کی دیواروں کے گرد جو گہری کھائی کھودی ہوئی ہو۔ یہ اصل میں فارسی لفظ ہے جس کو عربی میں داخل کر لیا گیا ہے۔ (القاموس المحیط ص ۸۸۱، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۲۴ھ) یہ غزوہ ۴ھ میں برپا ہوا تھا اس کا نام غزوۃ الاحزاب بھی

ہے کیونکہ اس غزوہ میں کفار کی متعدد جماعتوں نے مل کر مدینہ منورہ پر حملہ کیا تھا۔

اس حدیث میں ''بطحان'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: مدینہ کی وادی۔

غزوہ خندق کے دن قضاء ہونے والی نمازوں کی تعداد

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی دوسری احادیث میں چار نمازوں کا ذکر ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ خندق کے دن مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چار نمازوں کے پڑھنے سے مشغول رکھا' حتیٰ کہ جتنا اللہ نے چاہا رات کا حصہ گزر گیا' پھر آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا' سو انہوں نے اذان دی' پھر اقامت کہی' پس آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی' پھر اقامت کہی تو آپ نے عصر کی نماز پڑھائی' پھر اقامت کہی تو آپ نے مغرب کی نماز پڑھائی' پھر اقامت کہی تو آپ نے عشاء کی نماز پڑھائی۔ (سنن ترمذی:۱۷۹ مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۵ مسند احمد ج ۳ ص ۲۵)

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس حدیث میں عشاء کی نماز کو بھی قضاء نمازوں میں شمار کیا گیا ہے' حالانکہ عشاء کی نماز تو رات میں پڑھی گئی تھی' اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ عشاء کی نماز اس کے معروف وقت میں نہیں پڑھی گئی تھی' اس لیے اس کو (ظاہراً) قضاء نمازوں میں شمار کر لیا گیا۔

غزوہ خندق کے دن جو نمازیں قضاء کی گئیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت تک صلوٰۃ خوف کا حکم نازل نہیں ہوا تھا' صلوٰۃ خوف میں یہ بتایا گیا تھا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت دشمن کے سامنے مسلح کھڑی رہے اور دوسری جماعت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھے' پھر ایک رکعت پڑھنے کے بعد یہ جماعت دشمن کے سامنے چلی جائے اور دوسری جماعت آ کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں ایک رکعت نماز پڑھے اور بعد میں مسبوق کی طرح اپنی نماز پوری کرے' پھر وہ دشمن کے سامنے چلی جائے اور پھر پہلی جماعت لاحق کی طرح اپنی نماز پوری کرے اور چونکہ غزوہ خندق تک صلوٰۃ خوف پڑھنے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا' اس وجہ سے بعض نمازیں قضاء کی گئیں ورنہ نماز کو ترک کرنا کسی حال میں جائز نہیں ہے۔

غزوہ خندق کے موقع پر قضاء ہونے والی نمازوں کے متعلق مختلف احادیث میں تطبیق

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ غزوۂ خندق کے دن مسلمانوں کی جو نماز رہ گئی تھی' وہ صرف ایک نماز تھی اور وہ نماز عصر تھی' اس کی تائید اس حدیث میں ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۃ الاحزاب کے دن فرمایا: (کفار نے) ہم کو صلوٰۃ الوسطیٰ کے پڑھنے سے مشغول کر دیا' حتیٰ کہ سورج غروب کی طرف لوٹ گیا' اللہ ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے یا فرمایا: ان کے گھروں کو یا ان کے پیٹوں کو آگ سے بھر دے۔

(صحیح مسلم: ۶۲۷ الرقم المسلسل: ۱۳۹۶ صحیح البخاری: ۲۹۳۱ سنن ابوداؤد: ۴۰۹ سنن ترمذی: ۲۹۸۴ سنن نسائی: ۴۷۳ ۔ ۴۷۲ مسند احمد ج ۱ ص ۷۹)

بعض علماء نے ان احادیث میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ غزوہ خندق کئی روز تک ہوتا رہا تھا' اس لیے ہو سکتا ہے کہ کسی دن آپ کی صرف نماز عصر قضاء ہوئی ہو' جیسے حضرت علی اور حضرت عمر کی روایت ہے' اور ہو سکتا ہے کہ کسی دن آپ کی چار نمازیں قضاء ہوئی ہوں' جیسے حضرت ابن مسعود کی روایت ہے۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ نمازیں آپ سے نسیاناً قضاء ہوئی تھیں یا عمداً قضاء ہوئی تھیں' اور زیادہ راجح یہ ہے کہ خندق

کھودنے کی مشغولیت کی وجہ سے آپ نے یہ نمازیں عمداً ترک کی تھیں۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ دشمن کے خلاف جہاد کی مشغولیت کی وجہ سے کیا اب بھی نماز کو ترک کر کے نماز جائز ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اب نماز کو اپنے وقت سے مؤخر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ واقعہ صلوٰۃ خوف کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے یعنی اب نماز کو قضاء کرنے کے بجائے صلوٰۃ الخوف کے طریقہ پر ادا کیا جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۳۳۔ ۱۳۲)

قضاء نمازوں کی ترتیب کا وجوب اور ان کی شرائط

ان احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ وقتی نماز اور قضاء نماز کے درمیان ترتیب واجب ہے' پہلے وقتی نماز پڑھی جائے گی پھر قضاء نماز پڑھی جائے گی' امام ابوحنیفہ' ان کے اصحاب' امام مالک' امام احمد اور اسحاق کا یہی مذہب ہے اور یہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے' اور طاؤس نے یہ کہا ہے کہ وقتی اور قضاء نماز کے درمیان ترتیب واجب نہیں ہے' یہی امام شافعی' بعض مالکیہ اور ظاہریہ کا مذہب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۳۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ برھان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

جس شخص کی کوئی نماز قضاء ہو جائے' وہ اس کو ادا کرے اور وقتی نماز پر اس کو مقدم کرے اصل یہ ہے کہ ہمارے نزدیک قضاء نمازوں اور وقتی نمازوں کے درمیان ترتیب واجب ہے' اور امام شافعی کے نزدیک یہ ترتیب مستحب ہے کیونکہ ہر فرض اپنی جگہ مستقل ہے' لہٰذا وہ دوسرے فرض کی ادائیگی کے لیے شرط نہیں بنے گا' ہماری دلیل یہ حدیث ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز کو بھول جائے اور اس کو وہ نماز اس وقت یاد آئے' جب وہ اپنے امام کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہو تو وہ امام کے ساتھ نماز پڑھ لے اور جب وہ اپنی نماز سے فارغ ہو جائے تو پھر وہ اس نماز کو پڑھے' جس کو پڑھنا بھول گیا تھا' پھر اس نماز کو دہرائے' جس کو امام کے ساتھ پڑھا تھا۔ یہ حدیث مرفوع بھی ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت ابن عمر کا قول ہے۔ (سنن دار قطنی: ۱۵۴۲۔ ج ۲ ص ۹۹' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۲۱' نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۶۲)

اور اگر اس کو وقتی نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو تو پہلے وقتی نماز پڑھ لے' پھر فوت شدہ نماز کی قضاء پڑھے' کیونکہ وقت کی تنگی کی وجہ سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے' اسی طرح بھولنے کی وجہ سے اور قضاء نمازوں کی کثرت کی وجہ سے بھی ترتیب ساقط ہو جاتی ہے اور اگر اس نے فوت شدہ نماز کو پہلے پڑھا تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ فوت شدہ نماز کو پہلے پڑھنے کی ممانعت کسی اور وجہ سے ہے' اس کے برخلاف جب وقت میں وسعت اور گنجائش ہو اور وہ وقتی نماز کو پہلے پڑھ لے تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ اس نے وقتی نماز کو اس کے اس وقت سے پہلے پڑھا ہے جو حدیث سے ثابت ہے' اور اگر اس کی کئی نمازیں قضاء ہو گئی ہوں تو ان قضاء نمازوں کو اس ترتیب سے پڑھے' جس طرح ان کی اصل میں ترتیب ہے کیونکہ غزوہ خندق کے دن جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چار نمازیں قضاء ہو گئیں تو آپ نے ان کو ترتیب وار ادا کیا اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔

(صحیح البخاری: ۶۳۱' سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۸۵' سنن دارمی: ۱۲۳۳' مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۶)

سوا اس صورت کے کہ چھ سے زیادہ نمازیں فوت ہو جائیں کیونکہ فوت شدہ نمازیں جب زیادہ ہو جائیں تو ان کے درمیان ترتیب ساقط ہو جاتی ہے' اور کثرت کی حد یہ ہے کہ قضاء نمازوں کی تعداد چھ ہو جائے اور چھٹی نماز کا وقت نکل جائے' اسی طرح الجامع الصغیر میں مذکور ہے۔ (ھدایہ اولین ص ۱۵۵۔ ۱۵۴' مکتبہ شرکت علمیہ' ملتان' الجامع الصغیر ص ۱۰۶' ادارۃ القرآن' کراچی)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۲۹۔ ج ۲ ص ۲۵۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: کفار کو سب وشتم۔

۳۷ - بَابُ مَنْ نَسِيَ صَلٰوةً فَلْيُصَلِّ إِذَا ذَكَرَهَا ، وَلَا يُعِيدُ إِلَّا تِلْكَ الصَّلٰوةَ

جو شخص کسی نماز کو پڑھنا بھول گیا تو جب وہ اس نماز کو یاد کرے' اس کو پڑھ لے اور اس وقت صرف اسی نماز کو پڑھے گا

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جو شخص کسی نماز کو پڑھنا بھول گیا حتیٰ کہ اس کا وقت نکل گیا' اس کو جب وہ نماز یاد آئے اس کو پڑھ لے اور اس وقت وہ صرف اسی نماز کو ادا کرے گا۔

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةً وَاحِدَةً عِشْرِينَ سَنَةً ، لَمْ يُعِدْ إِلَّا تِلْكَ الصَّلٰوةَ الْوَاحِدَةَ.

اور ابراہیم النخعی نے کہا: جس شخص نے ایک نماز بیس سال تک نہیں پڑھی تو وہ صرف اسی ایک نماز کی قضاء کرے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے ان لوگوں کے رد کا ارادہ کیا ہے جو کہتے ہیں کہ وہ اس نماز کو دو مرتبہ پڑھے گا۔

۵۹۷ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ ، وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَا حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَسِيَ صَلٰوةً فَلْيُصَلِّ إِذَا ذَكَرَهَا ، لَا كَفَّارَةَ لَهَا إِلَّا ذٰلِكَ ﴿وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِي﴾ (طٰہٰ:۱۴). قَالَ مُوسٰى قَالَ هَمَّامٌ سَمِعْتُهُ يَقُولُ بَعْدُ ﴿وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِي﴾ (طٰہٰ:۱۴). وَقَالَ حَبَّانُ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا أَنَسٌ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم اور موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جو شخص کسی نماز کو بھول گیا تو اس کو جب وہ نماز یاد آئے اس کو پڑھ لے' اس کے سوا اس نماز کا اور کوئی کفارہ نہیں ہے۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:) اور مجھے یاد کرنے کے لیے نماز پڑھو۔ (طٰہٰ:۱۴) موسیٰ نے بیان کیا: ہمام نے کہا: میں نے قتادہ کو بعد میں یہ پڑھتے ہوئے سنا: اور مجھے یاد کرنے کے لیے نماز پڑھو۔ (طٰہٰ:۱۴) اور حبان نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اسی کی مثل حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(صحیح مسلم: ۶۸۴' الرقم المسلسل: ۱۵۳۸' سنن ابوداؤد: ۴۴۲' سنن ترمذی: ۱۷۸' سنن نسائی: ۶۱۲' سنن ابن ماجہ: ۶۹۶' صحیح ابن خزیمہ: ۹۹۳' صحیح ابن حبان: ۱۵۵۶' مسند احمد ج ۳ ص ۲۸۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۰۰۷۔ ج ۲۱ ص ۴۱۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۶۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابونعیم الفضل بن دکین (۲) موسیٰ بن اسماعیل المقری التبوذکی (۳) ہمام بن یحییٰ (۴) قتادہ (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۳۵)

قضاء نماز کو فوراً ادا کرنے پر ایک اعتراض کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس کو جب وہ نماز یاد آئے اس کو پڑھ لے۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ جس وقت اس کو نماز یاد آئے فوراً اس کو قضاء کرلے حالانکہ قضاء نماز پڑھنا فوراً واجب نہیں بلکہ اس کو قضاء کرنے میں وسعت دی گئی ہے اور اس پر فقہاء کا اتفاق ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ جب اس کو یاد

آئے کہ اس نے فلاں نماز قضاء پڑھنی ہے اور ایک مدت تک اس کو یاد رہے اور اسی اثناء میں وہ اس نماز کو پڑھ لے تو اس پر یہ صادق آئے گا کہ اس کو جب وہ نماز یاد آئی تو اس نے اس نماز کو پڑھ لیا اور اس پر یہ لازم نہیں ہے کہ جس مدت میں اس کو نماز یاد آئے تو وہ اس مدت کی پہلی ساعت میں اس نماز کو پڑھ لے۔

اس کی توجیہ کہ فوت شدہ نماز کا کفارہ صرف اس کی قضاء کرنا ہے

نیز اس حدیث میں فرمایا ہے: اس قضاء نماز کا صرف یہی کفارہ ہے۔

کفارہ کا معنی ہے: وہ فعل جو کسی گناہ کو مٹا دے یا اس گناہ کو چھپا دے' اس کا حاصل یہ ہے کہ فوت شدہ نماز کا صرف یہی کفارہ ہے یا اس کا صرف یہی تدارک اور تلافی ہے کہ اس کو پڑھ لیا جائے اور جو شخص اس نماز کو پڑھنا بھول گیا تھا' اس پر اس کی تلافی میں کسی چیز کا صدقہ کرنا واجب نہیں ہے یا اس کے تاوان میں اس پر کوئی جرمانہ نہیں ہے۔

جو نماز کے وقت نشہ میں تھا یا سو گیا تھا یا نماز کو بھول گیا تھا' اس کا کفارہ صرف اس نماز کو ادا کرنا ہے

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص کسی نماز کو بھول گیا خواہ وہ ایک نماز ہو یا متعدد نمازیں ہوں' اس پر اس نماز کی قضاء لازم ہے اور اسی طرح اگر وہ نماز کے وقت میں سوتا رہا' خواہ اس میں ایک وقت کی نماز کا وقت گزر را یا متعدد نمازوں کا وقت گزرا تو اس پر اس کی قضاء لازم ہے اور قضاء نماز پڑھنے کے بعد اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

اہل ظواہر اور غیر مقلدین کے نزدیک جو شخص نشہ میں مدہوش ہو اور اس وجہ سے اس کی نماز فوت ہو جائے تو نشہ اترنے کے بعد اس پر اس نماز کی قضاء لازم ہے اور وہ ساری عمر اس نماز کو قضاء کر سکتا ہے۔

شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم الاندلسی المتوفی ۴۵٦ھ لکھتے ہیں:

جو شخص نشہ میں تھا حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل گیا یا وہ سویا ہوا تھا حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل گیا یا وہ نماز کو بھول گیا حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل گیا' خصوصیت سے صرف ان لوگوں پر یہ فرض ہے کہ وہ ہمیشہ ان نمازوں کی قضاء کر سکتے ہیں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ. (النساء: ۴۳)	نشہ کی حالت میں تم نماز کے قریب نہ جاؤ حتیٰ کہ تم جان لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے نشہ میں مدہوش شخص کے لیے نماز پڑھنا مباح نہیں کیا' حتیٰ کہ وہ جان لے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیند میں تقصیر نہیں ہے' تقصیر بیداری میں ہے' پس جب تم میں سے کوئی شخص نماز کو بھول جائے یا نماز کے وقت سویا ہوا ہو تو اس کو جب نماز یاد آئے پڑھ لے۔

(سنن ابوداؤد: ۴۴۱' سنن ترمذی: ۱۷۷' سنن نسائی: ۶۱۱)

ان تمام امور پر یقینی اجماع ہے۔ (المحلی بالآثار ج ۲ ص ۱۰-۹' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۵ھ)

غیر مقلدین کے نزدیک جس نے عمداً نماز کو ترک کیا' وہ اس نماز کی قضاء نہیں کرے گا' اس پر شیخ ابن حزم کے دلائل اور مصنف کے جوابات

داؤد ظاہری' غیر مقلدین اور شیخ ابن حزم کا مذہب یہ ہے کہ نشہ میں مدہوش' سوئے ہوئے اور جس نے بھولے سے نماز کو ترک کر دیا حتیٰ کہ اس کا وقت نکل گیا تو صرف ان ہی لوگوں پر نماز کی قضاء لازم ہے اور جس شخص نے عمداً نماز کو ترک کر دیا' اس کے لیے نماز کو قضاء کرنا جائز نہیں ہے۔

شیخ ابن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے عمداً نماز کو ترک کیا حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل گیا' یہ شخص کبھی بھی نماز کو قضاء نہیں کرسکتا' اب اس کو چاہیے کہ وہ زیادہ سے زیادہ نیک کام کرے اور بہ کثرت نوافل پڑھے تاکہ قیامت کے دن اس کے گناہوں کا پلہ ہلکا ہو اور وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ اور استغفار کرے۔

امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ جس نے عمداً نماز کو ترک کر دیا' وہ وقت نکلنے کے بعد اس نماز کی قضاء کرے۔

شیخ ابن حزم نے کہا: ہمارے قول کی صحت پر یہ آیات دلیل ہیں:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَO الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَO (الماعون:۵)

ان نمازیوں کے لیے عذاب ہےO جو اپنی نمازوں سے غفلت کرتے ہیںO

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّاO (مریم:۵۹)

پھر ان کے بعد ان کے بُرے جانشین پیدا ہوئے' جنہوں نے نماز ضائع کر دی اور نفسانی خواہشوں کی پیروی کی' وہ عنقریب (جہنم کی وادی) غی میں داخل ہوں گےO

اگر عمداً نماز کو ترک کرنے والے کا کفارہ یا نماز کو ترک کرنے کی تلافی وقت گزرنے کے بعد اس کی قضاء پڑھنے سے ہو جاتی تو اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا کہ نماز ترک کرنے والے کو عذاب ہوگا یا اس کو دوزخ کی وادی میں ڈال دیا جائے گا۔

(المحلی بالآثار ج ۲ ص ۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

میں کہتا ہوں کہ ان آیات سے شیخ ابن حزم کا استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ آیاتِ وعید میں قرآن مجید کا عام اسلوب یہ ہے کہ جس فعل پر قرآن مجید نے وعید سنائی ہے' جب بندہ اس فعل پر توبہ کرلے اور اس فعل کا تدارک اور اس کی اصلاح کرلے تو پھر وہ وعید ساقط ہو جاتی ہے' قرآن مجید میں ہے:

فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌO (المائدہ:۳۹)

پس جس شخص نے اپنے گناہ کے بعد توبہ کر لی اور اصلاح کر لی تو بے شک اللہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے' بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہےO

اصلاح کا معنی یہی ہے کہ اس نے اس گناہ کا تدارک کرلیا' مثلاً کسی کا مال چھینا تھا تو اس کا مال واپس کر دیا' کسی کی امانت میں خیانت کی تھی تو اس کی امانت واپس کر دی' کوئی روزہ بغیر شرعی عذر کے ترک کیا تھا تو اس روزے کی قضاء کرلی' کسی سال کی زکوٰۃ نہیں دی تھی تو اس سال کی زکوٰۃ ادا کر دی' بغیر عذر کے کسی وقت کی نماز نہیں پڑھی تھی اور اس نماز کا وقت گزر چکا تھا تو بعد میں اس وقت کی نماز پڑھ لی' قرآن مجید میں اسی معنی میں حسب ذیل آیات ہیں:

اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌO (الانعام:۵۴)

(یہ اللہ کی رحمت ہے) کہ تم میں سے جو شخص جہالت سے کوئی گناہ کر گزرے' پھر اپنے گناہ کے بعد توبہ کرے اور اس گناہ کی اصلاح کرلے تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہےO

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا ○ (مریم:٦٠)

مگر جس نے توبہ کر لی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کیے تو یہ وہ لوگ ہیں جو جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا ○

اللہ تعالیٰ نے علم اور ہدایت کے چھپانے پر لعنت فرمائی ہے (البقرہ:١٥٩) اور مرتد ہونے پر عذاب کی وعید فرمائی ہے (آل عمران: ٨٨) پھر فرمایا: جو لوگ علم چھپانے کے بعد توبہ کر لیں اور علم کو بیان کر دیں اور اصلاح کر لیں' اسی طرح مرتد ہونے کے بعد توبہ کر لیں اور دوبارہ اسلام لے آئیں تو اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرما دے گا' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○ (البقرہ:١٦٠)

سوا ان لوگوں کے جنہوں نے (علم کو چھپانے سے) توبہ کر لی اور اصلاح کر لی اور (علم کو) بیان کر دیا' سو یہ وہ لوگ ہیں جن کی میں توبہ قبول فرماؤں گا اور میں بہت توبہ قبول کرنے والا' بہت رحم فرمانے والا ہوں ○

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (آل عمران:٨٩)

سوا ان لوگوں کے جنہوں نے (مرتد ہونے کے بعد) توبہ کر لی اور اصلاح کر لی تو بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا' بہت رحم فرمانے والا ہے ○

النمل:١١٩' النور:٥ اور الفرقان:٧١ میں بھی یہی مضمون بیان فرمایا ہے کہ جو شخص گناہ کرنے کے بعد توبہ کر لے اور اصلاح کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دیتا ہے اور اصلاح کرنے کا معنی یہی ہے کہ وہ اس گناہ کا کفارہ ادا کرے اور اس کا تدارک کرے۔

عمداً نماز ترک کرنے پر نماز قضاء کرنے کی دلیل

نیز جمہور علماء نے عمداً نماز کے ترک کرنے کو نماز کے وقت سونے یا نماز کے بھولنے پر قیاس کیا ہے اور جب حدیث میں نماز کے وقت سونے والے یا نماز کو بھولنے والے پر لازم کیا ہے کہ جب اس کو نماز یاد آئے تو وہ اس نماز کو پڑھے تو اسی قیاس پر کہا جائے گا کہ جب کسی نے عمداً نماز کو ترک کیا تو جب اس کو یاد آئے کہ اس نے فلاں وقت کی عمداً نماز نہیں پڑھی تھی تو وہ اس نماز کی قضاء کرے اور یہ قیاس دلالۃ النص کے طور پر ہے' جیسے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا. (بنی اسرائیل:٢٣)

اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنا' اگر تمہارے پاس وہ دونوں یا ان دونوں میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے اُف (تک) نہ کہنا اور نہ ان کو ڈانٹنا۔

جب ماں باپ کو اُف کہنا اور ڈانٹنا بھی ممنوع ہے تو ان کو مارنا تو بہ طریق اولیٰ ممنوع ہوگا' اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ جب بھولے سے نماز کو ترک کرنے کی قضاء لازم ہے تو عمداً نماز کو ترک کرنے کی قضاء تو بہ طریق اولیٰ لازم ہوگی' باقی رہا یہ سوال کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھولے سے نماز کو ترک کرنے پر تو نماز کو قضاء کرنے کا حکم بیان فرمایا تو آپ نے عمداً نماز ترک کرنے کا حکم کیوں نہیں بیان فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کوئی شخص بھی عمداً نماز کو ترک نہیں کرتا تھا اور آپ کے عہد میں وقت پر نماز نہ پڑھنے کا سبب غالب یہی تھا کہ لوگ نماز کے وقت سوئے ہوئے ہوں یا نماز پڑھنا بھول جائیں اور نماز کا وقت نکل جائے' سو آپ نے اس کا حکم بیان فرمایا' اور عمداً نماز ترک کرنے والے کا حکم اس پر قیاس کرنے کے لیے چھوڑ دیا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ○ (الحشر: ۲) پس اے آنکھوں والو! قیاس کرو○

اس آیت کی تفسیر میں ہم نے قیاس کے حجت ہونے پر تبیان القرآن کی بارھویں جلد میں بہ کثرت دلائل بیان کیے ہیں۔

بہر حال ہم نے عمداً نماز ترک کرنے والے پر نماز کی قضاء کے وجوب اور لزوم پر دلائل بیان کر دیئے اور غیر مقلدین کے اعتراضات کے جواب ذکر کر دیئے۔ وللہ الحمد علیٰ ذالک

عمداً نماز ترک کرنے والے کو غیر مقلدین کا' کافر اور واجب القتل قرار دینا

بغیر عذر کے عمداً نماز ترک کرنے والے کے متعلق غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ وہ شخص کافر ہو گیا اور اس کو قتل کرنا واجب ہے۔

مشہور غیر مقلد عالم محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۵ھ لکھتے ہیں' حدیث میں ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص کے درمیان اور شرک اور کفر کے درمیان (حد) نماز کو ترک کرنا ہے۔ (صحیح مسلم: ۸۲' سنن ابوداؤد: ۴۶۷۸' سنن ترمذی: ۲۶۲۰' سنن نسائی: ۴۶۳' سنن ابن ماجہ: ۱۰۷۸' مسند احمد ج ۳ ص ۳۷۰)

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ نماز ترک کرنا موجب کفر ہے' اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار کر کے نماز کو ترک کرے وہ کافر ہے' اور اگر وہ نماز کی فرضیت کا معتقد ہو اور سستی کی وجہ سے نماز کو ترک کر دے جیسا کہ اکثر لوگوں کا حال ہے تو اس کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک' امام شافعی اور جمہور متقدمین اور متاخرین کا مسلک یہ ہے کہ وہ کافر نہیں ہے بلکہ فاسق ہے' اگر اس نے توبہ کر لی تو فبہا' ورنہ ہم اس کو بہ طور حد قتل کر دیں گے' امام احمد بن حنبل کی بھی ایک روایت یہی ہے' امام ابوحنیفہ اور دیگر فقہاء کوفہ اور مزنی شافعی کا مذہب یہ ہے کہ وہ کافر ہے نہ اس کو قتل کیا جائے گا بلکہ اس کو تعزیر دی جائے گی اور اس کو قید میں رکھا جائے گا حتیٰ کہ وہ نمازی بن جائے اور حدیث مذکور کا انہوں نے یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ اگر وہ جائز اور حلال سمجھ کر نماز کو ترک کرے تو وہ کافر ہے یا اس کا مسلسل یہ فعل اس کو کفر تک پہنچا دے گا یا اس نے کافروں کا سا فعل کیا۔

امام ابوحنیفہ نے تارکِ نماز کو قتل نہ کرنے پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس کی شہادت دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں' اس کا خون بہانا صرف تین صورتوں میں جائز ہے: وہ شادی شدہ زانی ہو' اس کو کسی شخص کے قصاص میں قتل کیا جائے' وہ شخص اپنے دین کو چھوڑ کر جماعت سے نکل جائے (اس کے سوا اس کو اور کسی صورت میں قتل کرنا جائز نہیں ہے)۔ (صحیح البخاری: ۶۸۷۸' صحیح مسلم: ۱۶۷۶' سنن ابوداؤد: ۴۳۵۲' سنن ترمذی: ۱۴۰۲' سنن نسائی: ۴۰۲۷۔ ۴۰۱۶' سنن ابن ماجہ: ۲۵۳۴' مسند احمد ج ۱ ص ۴۴۴۔ ۴۲۸۔ ۳۸۲)

شیخ شوکانی لکھتے ہیں: حق یہ ہے کہ تارکِ نماز کافر ہے اور اس کو قتل کیا جائے گا' اس کے کفر کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے عمداً نماز کو ترک کیا' اس نے کھلم کھلا کفر کیا۔

(المعجم الاوسط: ۳۳۴۸' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۰۰)

(ہمارے نزدیک اس حدیث کی بھی یہی توجیہ ہے کہ جس نے جائز سمجھ کر نماز کو ترک کیا' وہ کافر ہے یا اس نے کافروں کا سا کام کیا۔ سعیدی غفرلہٗ)

اور اس کو قتل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک لوگوں سے قتال کرتا

رہوں حتیٰ کہ وہ یہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں' پس جب وہ یہ کام کرلیں گے تو وہ مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کرلیں گے' مگر جس جان یا مال پر اسلام کا حق ہو اور ان کا حساب اللہ عزوجل پر ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۵' صحیح مسلم: ۲۲' مسند احمد ج ۲ ص ۴۲۳) (نیل الاوطار ج ا ص ۴۱۲۔۴۱۱ ملخصاً' دار الوفاء ۱۴۲۱ھ)

مصنف کے نزدیک اس حدیث سے شیخ شوکانی کا تارک نماز کو قتل کرنے پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اوّل تو یہ مفہوم مخالف سے استدلال ہے' ثانی یہ کہ اس حدیث میں نماز قائم نہ کرنے والے سے قتال اور جہاد کرنے کا حکم ہے نہ کہ ان کو قتل کرنے کا حکم ہے' ثالث یہ کہ اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ کچھ لوگوں کی جماعت نماز پڑھنے کا انکار کردے تو ان سے قتال کیا جائے جیسے کچھ لوگوں کی جماعت نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ان کو زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کردیا تھا تو حضرت ابوبکر نے ان سے جہاد کیا' جب کہ شیخ شوکانی اس شخص کے قتل کرنے پر اس حدیث سے استدلال کررہے ہیں' جو نماز کی فرضیت کا قائل ہو اور سستی کی وجہ سے عمداً نماز نہ پڑھے حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل جائے اور ظاہر ہے کہ اس موقف پر اس حدیث سے استدلال صحیح نہیں ہے اور خود غیر مقلدین کا بھی اس موقف پر عمل نہیں ہے' کم از کم ۵۰ سال سے ہمارے مشاہدہ میں یہ نہیں آیا کہ انہوں نے کسی عمداً نماز کے ترک کرنے والے کو قتل کردیا ہو حالانکہ غیر مقلدین میں بھی ایسے بہت لوگ ہیں' جو سستی اور کاہلی یا بے پرواہی کی وجہ سے عمداً نماز نہیں پڑھتے' جب کہ بعض ممالک میں ان کو اقتدار بھی حاصل ہے۔

ایک اور مشہور غیر مقلد عالم شیخ محمد عبد الرحمٰن بن عبد الرحیم مبارک پوری متوفی ۱۳۵۳ھ نے بھی عمداً نماز ترک کرنے والے کو کافر اور واجب القتل قرار دیا ہے اور انہوں نے بھی یہی دلائل پیش کیے ہیں' جو نیل الاوطار ص ۴۱۲۔۴۱۱ میں مذکور ہیں۔

(تحفۃ الاحوذی ج ۷ ص ۴۰۷۔۴۰۶' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

تارکِ نماز کو کافر قرار دینے کے متعلق متاخرین غیر مقلدین علماء کی تصریحات

مشہور غیر مقلد عالم حافظ عبد اللہ روپڑی متوفی ۱۳۸۴ھ لکھتے ہیں:

اُم سلمہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر امیر ہوں گے جن کی کئی باتیں اچھی ہوں گی کئی بُری' جو شخص ان کی بُرائی کو دل سے بُرا سمجھے وہ بَری ہے اور جو کراہت کرے وہ سلامتی والا ہے' جو راضی ہو جائے اور بُرائی میں ان کی موافقت کرے (وہ ہلاک ہوگیا) صحابہ نے کہا: کیا ایسے امیروں سے ہم لڑائی نہ کریں؟ فرمایا: نہ جب تک نماز پڑھیں' نہ جب تک نماز پڑھیں۔ ان تین حدیثوں سے پہلی میں فرمایا ہے: امیر خواہ نیک ہوں یا بُرے' ہر حال میں ان کی تابع داری کرو۔ ہاں! اگر صریح کفر دیکھو جس پر تمہارے پاس قطعی دلیل ہو تو پھر ان سے بیعت توڑ دو اور ان کا مقابلہ کرو' اور دوسری حدیثوں میں فرمایا: ایسے امیروں کی تابع داری ہر حال میں ضروری ہے مگر نماز نہ پڑھیں تو ان سے الگ ہو جاؤ اور ان سے لڑو۔

نتیجہ صاف ہے کہ نماز نہ پڑھنا صریح کفر ہے' جس پر خدا کی طرف سے دلیل قطعی آچکی ہے' جس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں' ان کے علاوہ اس قسم کی احادیث بہت ہیں' جن میں سے ایک دو اُوپر کے مضمون میں بھی ذکر ہیں' اور بعض مولوی عبد القادر گنگوہی حصاری کے مضمون میں ذکر ہیں' جو پرچہ تنظیم کی جلد اوّل کے ص ۱۷۔۱۹ میں درج ہو چکا ہے اور بعض ہمارے مندرجہ جلد ۵۔۲ میں مذکور ہیں' اور بعض کا محل متفرقات ہیں' یہ سب بے نماز کے کفر پر صراحۃً دلالت کرتے ہیں۔

(فتاویٰ اہل حدیث ج ۱ ص ۳۸۳۔۳۸۲' ادارہ احیاء السنۃ النبویہ سرگودھا' ۱۴۰۴ھ)

نیز اسی فتاویٰ میں مذکور ہے:

سوال: بے نماز کس کو کہتے ہیں' کیا بے نماز ہمیشہ تارک الصلوٰۃ کو کہا جاتا ہے یا چند یوم نماز پڑھے' پھر چھوڑ دے یا جو صرف جمعہ اور نماز پڑھے باقی نمازیں نہ پڑھے۔ایسے لوگوں پر نماز جنازہ ادا کرنے کا کیا حکم ہے؟ اگر کوئی امام یا عالم نماز جنازہ نہ پڑھے تو اس کا یہ عمل شرعی نقطۂ نظر سے کیا حیثیت رکھتا ہے؟ اگر بے نماز پر نماز جنازہ نہ پڑھنے کی صورت میں شرارتی افراد مسجد کے نام سے کوئی عمارت الگ بنالیں تو اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے' کیا وہ مسجد ضرار تو نہیں؟

جواب: جن دنوں میں کوئی نماز پڑھے' ان دنوں میں مر جائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے ورنہ نہیں' کیونکہ اعتبار خاتمہ کا ہے اور جو بے نماز کا جنازہ نہ پڑھے وہ عین حق پر ہے اور اس وجہ سے جو مسجد بنائی جائے' وہ مسجد ضرار ہے کیونکہ اس کی بنیاد حق پر نہیں بلکہ تفریق اور ضرر کے لیے ہے۔(عبداللہ امرتسری' ۸ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ/ ۱۸ مئی ۱۹۴۰ء) (فتاویٰ اہل حدیث ج ۱ص ۳۸۶' سرگودھا)

سوال: بے نماز کا جنازہ پڑھنا کیسا ہے اور بے نماز کی اولاد کا کیا حکم ہے؟ کیا انہیں ''هم من ابائهم'' کے تحت کر دیا جائے؟

جواب: بے نماز کا جنازہ نہ پڑھنا چاہیے' جس کی دو وجہیں ہیں:

ایک یہ کہ بے نماز کافر ہے اور کافر کی نماز جنازہ نہیں ہوتی۔

دوم: بے نمازیوں کو تنبیہ ہو جائے گی' جیسے خودکشی کرنے والے پر اور مقروض پر رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ نہیں پڑھی حالانکہ خودکشی اور قرض سے ترکِ نماز بڑا گناہ ہے۔بس اس کی وجہ سے بہ طریق اولیٰ نماز جنازہ ترک ہونی چاہیے۔رہا بے نماز کی اولاد کا مسئلہ تو اس کے متعلق ظاہراً یہ حکم حدیث ''هم من ابائهم'' وہ اپنے باپوں سے ہیں۔اصل تو یہی ہے کہ نماز جنازہ نہ پڑھے کیونکہ کافروں کی اولاد ظاہری احکام میں ماں باپ ہی کے تابع ہوتی ہے۔(فتاویٰ اہل حدیث ج ۱ص ۳۸۶' سرگودھا)

نیز اسی فتاویٰ میں مذکور ہے:

یعنی رسول اللہ ﷺ سے سنا' آپ نے فرمایا: مشرکین اور ہمارے درمیان جو کچھ عہد ہے وہ نماز ہے' جو نماز ترک کردے وہ کافر ہے۔

اس قسم کی بعض اور احادیث بھی ہیں۔ان سے مطلع صاف ہو گیا کیونکہ جب ترکِ نماز شرک یا کفر ہوا تو یہ اس دفتر سے ہوا جو خدا معاف نہیں کرے گا۔(فتاویٰ اہل حدیث ج ۱ص ۳۹۵۔۳۹۴' سرگودھا)

حافظ عبداللہ روپڑی نے جن احادیث سے بے نمازی کے کفر پر استدلال کیا ہے' ہمارے نزدیک وہ احادیث اس صورت پر محمول ہیں جب کوئی شخص نماز کی فرضیت کا انکار کرتے ہوئے نماز کو ترک کرے یا نماز کو معمولی اور حقیر جان کر ترک کرے تو وہ کافر ہے یا اس شخص نے کافروں کا سا کام کیا یا اس شخص کا مسلسل نماز کو ترک کرنا اس کو کفر تک پہنچا دے گا۔

نیز اس فتاویٰ میں مذکور ہے:

سوال: جنازہ کے ساتھ بے نماز کو شامل ہونا' کیوں منع ہے؟ (سائل: فتح دین)

جواب: بے نماز کو جنازہ میں شامل ہونے سے ممانعت نہیں بلکہ بے نماز کے جنازہ میں شامل ہونے سے ممانعت ہے۔ہاں! بے نماز چونکہ کافر ہے' اس لیے اُس کا جنازہ میں شریک ہونا کچھ مفید نہیں۔(عبداللہ امرتسری روپڑ' ۷ محرم ۱۳۵۷' بمطابق ۹ مارچ ۱۹۳۸ء)

(فتاویٰ اہل حدیث ج ۱ص ۳۹۶' ادارۃ احیاء السنۃ النبویہ سرگودھا)

ایک اور مشہور غیر مقلد عالم ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

سوال: بے نمازی مسلمان ہے یا کافر اور جنازہ پڑھنا اور اس کی لاش مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا چاہیے یا نہیں؟

جواب: تارک الصلوٰۃ کے حق میں علماء کا اختلاف ہے' بہت سے علماء جن میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ اور حافظ ابن قیم وغیرہ بھی ہیں' تارک الصلوٰۃ کو کافر' مرتد اور واجب القتل قرار دیتے ہیں' یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس پر نماز جنازہ پڑھنا اور اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا بھی جائز نہیں۔ ان کے سوا اور بہت سے علماء ہیں جن میں امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم خیال علماء ہیں' تارک الصلوٰۃ کو فاسق' فاجر' سخت مجرم قرار دیتے ہیں لیکن کافر مرتد نہیں کہتے ہیں۔ حدیث شریف جو تارک الصلوٰۃ کے حق میں آئی ہے' "فقد کفر" (یعنی وہ کافر ہے) پہلے گروہ کی دلیل ہے' دوسرے گروہ کی دلیلیں اور ہیں' خاکسار کی تحقیق پچھلے گروہ سے متفق ہے۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۴۶۵' مکتبہ ثنائیہ سرگودھا)

اس فتویٰ کی تشریح میں شیخ ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

تارک الصلوٰۃ کے کافر ہونے اور نہ ہونے میں علمائے کرام مختلف ہیں۔ علامہ شوکانی نیل الاوطار میں لکھتے ہیں: "ولا خلاف بین المسلمین فی کفر من ترك الصلوة منكرا لوجوبها الخ" یعنی جو شخص نماز کے وجوب کا منکر ہو کر نماز کو ترک کرے' وہ بالاتفاق کافر ہے' اس کے کفر میں مسلمانوں کے درمیان اختلاف نہیں مگر ہاں جو شخص نو مسلم ہو یا مسلمانوں کے ساتھ رہنے کا اتفاق نہ ہوا ہو تو اس کو جب تک نماز کے وجوب کی خبر نہ پہنچے تب تک وہ کافر نہیں ہو سکتا اور جو شخص نماز کے وجوب کا عقیدہ رکھ کر بہ سبب کاہلی اور غفلت کے نماز کو ترک کرے جیسا کہ بہت سے لوگوں کا حال ہے تو ایسے تارک الصلوٰۃ کے کافر ہونے اور نہ ہونے میں لوگوں کا اختلاف ہے' پس عترت اور امام مالک اور امام شافعی اور جماہیر سلف وخلف کا مذہب یہ ہے کہ ایسا شخص کافر نہیں ہے بلکہ فاسق ہے' وہ اگر توبہ کرے فبہا ورنہ اس کو قتل کرنا چاہیے اور اس کی یہی حد ہے جیسا کہ زانی محصن کی حد قتل ہے مگر ایسے تارک الصلوٰۃ کو تلوار سے قتل کرنا چاہیے اور سلف میں سے ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ وہ کافر ہے اور یہی مذہب مروی ہے حضرت علی سے اور امام احمد سے ایک روایت میں یہی منقول ہے اور عبداللہ بن مبارک اور اسحٰق بن راہویہ کا بھی یہی مذہب ہے اور بعض اصحاب شافعی کا بھی یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ اور ایک جماعت اہل کوفہ کا مذہب یہ ہے کہ وہ نہ کافر ہے اور نہ وہ قتل کیا جاوے گا بلکہ اس کی تعزیر کی جائے گی اور جب تک وہ نماز نہیں پڑھے گا تب تک وہ قید میں رکھا جاوے گا' اس کے بعد علامہ شوکانی نے لکھا ہے کہ حق یہ ہے کہ ایسا تارک الصلوٰۃ کافر ہے اور وہ قتل کیا جاوے گا' اس کا کافر ہونا تو اس وجہ سے حق ہے کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ شارع نے ایسے تارک الصلوٰۃ کو کافر لکھا ہے اور جو لوگ اس کے کافر ہونے کے قائل نہیں ہیں' وہ جس قدر معارضات وارد کرتے ہیں' ان میں سے ایک بھی ہم کو لازم نہیں آتا کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ جائز ہے کہ کفر کی بعض قسمیں ایسی ہوں' جو مغفرت واستحقاق شفاعت سے مانع نہ ہوں جیسا کہ اہل قبلہ کا کفر بہ وجہ بعض ایسے گناہوں کے جن کو شارع نے کفر کہا ہے' پس اس بناء پر ان تاویلات کی کچھ حاجت نہیں ہے' جن میں لوگ پڑتے ہیں۔ انتہیٰ (کلام شوکانی) میں کہتا ہوں کہ بلاشبہ علامہ ممدوح کی یہ تحقیق احق بالقبول ہے۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۴۶۷۔۴۶۶' مکتبہ ثنائیہ سرگودھا)

خلاصہ یہ ہے کہ مقدم اور مؤخر علماء غیر مقلدین کے نزدیک بے نماز شخص کافر ہے اور واجب القتل ہے اور چونکہ اس زمانہ میں علماء غیر مقلدین کا اپنے اس مؤقف پر عمل نہیں ہے' اس لیے ان کو عوام بے نماز غیر مقلدین کو کافر نہ قرار دینے اور قتل نہ کرنے کے لیے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے دامن میں پناہ لینی پڑے گی ورنہ ان پر لازم ہے کہ وہ اپنے ہم مسلک عوام بے نمازیوں کو چن چن کر حکومت سے قتل کروائیں۔

بے عمل اور تارکِ نماز کے متعلق غیر مقلدین کا مسلک

ایک اور مشہور غیر مقلد عالم نواب محمد صدیق خان بن حسن القنوجی المتوفی ۱۳۰۷ھ' صحیح مسلم: ۲۲ کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہمارے شیخ اور ہماری برکت امام شوکانی سے ان دیہاتیوں کے متعلق سوال کیا گیا' جو کسی شرعی حکم پر عمل نہیں کرتے صرف کلمہ شہادت پڑھتے ہیں' آیا وہ کافر ہیں یا نہیں؟ اور کیا مسلمانوں کو ان کے خلاف جہاد کرنا واجب ہے یا نہیں؟ تو انہوں نے ''ارشاد السائل الی ادلۃ المسائل'' میں اس کا جواب لکھا' جس کی عبارت یہ ہے:

میں کہتا ہوں کہ جو شخص ارکانِ اسلام اور جمیع فرائض کا تارک ہو اور تمام اقوال اور افعال واجبہ کو چھوڑنے والا ہو اور سوائے کلمہ شہادت پڑھنے کے اور کچھ نہ کرتا ہو تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ کافر ہے اور اس کا کفر بہت شدید ہے' اس کو قتل کرنا اور اس کا مال لوٹنا مباح ہے' احادیث صحیحہ متواترہ سے یہ ثابت ہے کہ جان اور مال کی سلامتی تب ثابت ہوتی ہے' جب ارکانِ اسلام پر عمل کیا جائے اور مسلمانوں سے جو شخص اس طرح کے کافر کے پڑوس میں رہتا ہوٗ اس پر واجب ہے کہ وہ اس کو اسلام کے احکام پر عمل کرنے کی دعوت دے' اس کو ثواب کی طرف راغب کرے اور اس کو عذاب سے ڈرائے اور اگر یہ کافر اپنے کفر پر اصرار کرے تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس سے قتال کریں اور اس سے تمام احکام اسلام پر عمل کرائیں اور اگر وہ اس پر عمل نہ کرے تو اس کو قتل کرنا اور اس کا مال لوٹنا مباح ہے اور اس کا حکم اہل جاہلیت کا ہے۔ (السراج الوہاج ج ۱ ص ۴۹۔۴۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

بے عمل کلمہ گو کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد

نواب صدیق حسن اور ان کی برکت دونوں کے ردّ کے لیے یہ حدیث کافی ہے:

حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری آنکھ میں کچھ تکلیف ہو گئی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ میرے پاس آئیں اور میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھیں تو میں اس جگہ کو اپنی نماز پڑھنے کی جگہ بنالوں' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب میں سے جن کو اللہ نے چاہا وہ میرے گھر آئے' آپ نماز پڑھ رہے تھے اور کچھ اصحاب آپس میں باتیں کر رہے تھے اور ان کو یہ بہت ناگوار ہوا کہ مالک بن دخشم اس وقت نہیں آئے تھے' انہوں نے یہ چاہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے خلاف دعا کریں اور وہ ہلاک ہو جائے اور انہوں نے یہ چاہا کہ اس پر کوئی مصیبت آئے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھ لی تو آپ نے فرمایا: کیا وہ (مالک بن دخشم) یہ شہادت نہیں دیتا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں؟ انہوں نے کہا: ہاں! وہ یہ شہادت دیتا ہے اور یہ شہادت اس کے دل میں نہیں ہے' آپ نے فرمایا: جو شخص بھی یہ شہادت دے گا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں تو وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا' یا فرمایا: اس کو دوزخ نہیں کھائے گی۔ (صحیح مسلم: ۳۳' صحیح البخاری: ۴۲۵' السراج الوہاج ج ۱ ص ۶۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

جن صحابہ نے حضرت مالک بن دخشم کو منافق کہا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا ردّ کیا اور فرمایا: کیا وہ کلمہ شہادت نہیں پڑھتا' نیز فرمایا: جو شخص کلمہ شہادت پڑھتا ہوٗ وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا اور نواب صدیق حسن خاں اور ان کے امام اور ان کی برکت (شوکانی) بے عمل کلمہ شہادت پڑھنے والے کو کافر اور واجب القتل قرار دے رہے ہیں!

بے عمل اور تارکِ نماز کے متعلق اہل سنت اور اہل حق کا مسلک

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یادرکھو! اہل سنت اور اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص توحید پر مر گیا' وہ قطعی طور پر جنت میں داخل ہوگا' اگر اس نے گناہ نہیں کیے تھے یا گناہ کرنے کے بعد توبہ صحیحہ کر لی تھی تو وہ ابتداءً جنت میں داخل ہوگا اور دوزخ میں داخل نہیں ہوگا' اور اگر اس نے گناہ کبیرہ کیے تھے اور وہ بغیر توبہ کے مر گیا تو وہ اللہ کی مشیت پر موقوف ہے' اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اس کو معاف کر کے اس کو ابتداءً جنت میں داخل کر دے گا' اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اس کو دوزخ میں جتنا عرصہ چاہے گا' داخل کر کے پھر جنت میں داخل کر دے گا' بہر حال جو شخص توحید پر مر گیا' وہ ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا' خواہ اس نے گناہ کیے ہوں۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱ ص ۵۵۶' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

بے نمازی کے متعلق شیخ عبدالعزیز بن باز کا مفصل فتویٰ

شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز لکھتے ہیں:

جو شخص جان بوجھ کر نماز ترک کرتا ہے تو وہ علماء کے صحیح قول کے مطابق کفر اکبر کا مرتکب ہے' جب کہ وہ وجوب نماز کا اقرار کرتا ہو اور اگر نماز کے وجوب ہی کا منکر ہو تو پھر تمام اہل علم کے ہاں وہ کافر ہے' کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اصل معاملہ تو اسلام ہے' اس کا ستون نماز ہے اور اس کے کوہان کی بلندی جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اس حدیث کو امام احمد و ترمذی نے صحیح سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ آدمی اور کفر و شرک کے درمیان فرق ترکِ نماز ہے۔ (صحیح مسلم) نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے کہ وہ عہد جو ہمارے اور ان کے درمیان ہے' وہ نماز ہے' جو اسے ترک کر دے وہ کافر ہے۔ اس حدیث کو امام احمد اور اہل سنن نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

جو شخص نماز کے وجوب کا منکر ہے' وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتا ہے' لہٰذا اس بات پر تمام اہل علم و ایمان کا اجماع ہے کہ اس کا کفر اس شخص کے کفر کی نسبت اکبر و اعظم ہے جو محض سستی کی وجہ سے نماز کا تارک ہے۔ بہر حال دونوں صورتوں میں مسلمان حکمرانوں پر یہ واجب ہے کہ وہ تارک نماز سے توبہ کرائیں' اگر توبہ کرے تو بہت بہتر ورنہ اس سلسلہ میں وارد دلائل کی بنیاد پر اسے قتل کر دیا جائے۔ تارک نماز کا بائیکاٹ' اس کے ساتھ قطع تعلقات اور اس کی دعوت کو قبول نہ کرنا واجب ہے حتیٰ کہ وہ توبہ کر لے۔ اسی طرح یہ بھی واجب ہے کہ اسے نصیحت کی جائے' حق کی دعوت دی جائے' اور ان سزاؤں سے ڈرایا جائے' جو ترکِ نماز کی وجہ سے دنیا و آخرت میں مرتب ہوتی ہیں' شاید اسی طرح وہ توبہ کر لے اور اللہ تعالیٰ بھی اس کے گناہ معاف فرما دے۔

میرا دوست نماز پڑھتا ہے اور نہ روزہ رکھتا ہے

سوال: میرا ایک بہت عزیز دوست' جس سے مجھے بہت زیادہ محبت ہے' فرض نماز پڑھتا ہے نہ رمضان کے روزے رکھتا ہے' میں نے اسے سمجھایا ہے لیکن وہ میری بات نہیں مانتا تو کیا میں اس سے دوستی رکھوں یا نہ رکھوں؟

جواب: اس جیسے آدمیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خاطر بغض اور دشمنی رکھنا واجب ہے حتیٰ کہ وہ توبہ کر لیں کیونکہ علماء کے صحیح قول کے مطابق ترک نماز کفر اکبر ہے' اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: آدمی اور کفر و شرک کے درمیان فرق' ترک نماز ہے۔ (صحیح مسلم) نیز نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشادِ گرامی ہے کہ ہمارے اور ان کے درمیان جو عہد ہے' وہ نماز ہے' لہٰذا جو اسے ترک کر دے وہ کافر ہے۔ اس حدیث کو امام احمد و اہل سنن نے صحیح سند کے ساتھ بیان کیا ہے' نیز اس مضمون کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں۔

کسی شرعی عذر کے بغیر رمضان کے روزے ترک کرنا بھی بہت بڑے جرائم میں سے ہے۔ بعض اہل علم کا یہ قول ہے کہ جو شخص مرض یا سفر وغیرہ کے کسی شرعی عذر کے بغیر رمضان کا روزہ ترک کرتا ہے تو وہ کافر ہے' لہٰذا واجب ہے کہ آپ اس شخص سے بغض رکھیں

اور اسے چھوڑ دیں حتیٰ کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور توبہ کرے۔ مسلمان حکمرانوں پر بھی واجب ہے کہ وہ تارک نماز سے توبہ کرائیں اگر وہ توبہ کرے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَإِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ . (التوبہ:۵)

پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے لگیں تو ان کی راہ چھوڑ دو۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ جو نماز نہ پڑھے اس کی راہ نہ چھوڑی جائے' نیز نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے نمازیوں کے قتل سے منع کیا گیا ہے' تو اس سے بھی معلوم ہوا کہ جو نماز نہ پڑھے' اس کے قتل سے آپ کو منع نہیں کیا گیا۔ الغرض آیات و احادیث کے ادلۂ شرعیہ سے یہ ثابت ہے کہ جو شخص نماز نہ پڑھے تو مسلمان حکمران پر یہ واجب ہے کہ اسے قتل کرا دے بشرطیکہ وہ توبہ نہ کرے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ آپ کے دوست کو توبہ اور راہِ راست کی توفیق بخشے۔

تارکِ نماز کے ساتھ سکونت

سوال: کچھ عرصہ قبل مجھے ایک ہسپتال میں داخل ہونے کا اتفاق ہوا' میں جس کمرہ میں رہ رہا تھا' اس میں دو آدمی اور بھی تھے اور کمرہ میں ہم تین دن تک رہے' میں تو اس مدت میں نماز پڑھتا رہا لیکن وہ دونوں آدمی نماز نہیں پڑھتے تھے حالانکہ وہ بھی مسلمان اور میرے ہی شہر کے باشندے تھے' میں نے اس سلسلہ میں ان سے کوئی بات بھی نہ کی تو کیا مجھے اس کا گناہ ہوگا کہ میں نے انہیں نماز کا حکم کیوں نہ دیا' اگر یہ گناہ ہے تو اس کا کفارہ کیا ہے؟

جواب: آپ پر یہ واجب تھا کہ ان دونوں کو نصیحت کرتے اور اس منکر عظیم یعنی ترک نماز کے ارتکاب کی مذمت کرتے' تاکہ حسب ذیل ارشادِ باری تعالیٰ پر عمل ہو جاتا:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَO (آل عمران:۱۰۴)

اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور بُرے کاموں سے منع کرے اور یہی لوگ نجات پانے والے ہیںO

اور نبی ﷺ کے اس ارشاد پر عمل ہو جاتا کہ تم میں سے جو کوئی بُرائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے مٹا دے' اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے (سمجھائے) اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے (بُرا سمجھے) اور یہ ایمان کا کمزور ترین حصہ ہے۔ (صحیح مسلم)

جب آپ نے فرض کو ادا نہیں کیا تو اب واجب یہ ہے کہ اس معصیت کی وجہ سے خالص توبہ کریں۔ خالص توبہ کا مطلب یہ ہے کہ پہلے جو کوتاہی ہوئی' اس پر ندامت کا اظہار کریں' اب اس سے رُک جائیں اور یہ پختہ عزم کریں کہ آئندہ ایسا نہیں کریں گے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص' تعظیم' اس سے ثواب کی امید اور اس کے عذاب کے خوف کی وجہ سے کریں۔ جو صدقِ دل سے توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو شرفِ قبولیت سے نوازتا ہے کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰىO (طٰہٰ:۸۲)

اور تحقیق جو شخص توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے پھر سیدھے راستے پر چلے' اس کو میں بخشنے والا ہوںO

نماز میں سستی کرنے والے کی صحبت

سوال: نماز میں سستی کرنے والے کی صحبت اختیار کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: اس کی اور کسی بھی دوسرے کافر کی صحبت جائز نہیں ہے۔ ترک نماز بھی چونکہ نبی ﷺ کے اس ارشاد کی وجہ سے کفر ہے کہ

آدمی اور کفر و شرک کے درمیان فرق نماز کی وجہ سے ہے۔ (صحیح مسلم) نیز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ہمارے اور ان کے درمیان نماز کا عہد ہے جس نے اسے ترک کر دیا اس نے کفر کیا۔ (احمد ابوداؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ باسناد صحیح) ان اور دیگر دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی صحبت جائز نہیں۔ (مقالات وفتاوی مترجم اردو ج ۱ ص ۲۵۳-۲۵۱ دار السلام لاہور ۱۴۱۹ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۴۶۴۔ ج ۲ ص ۱۴۱ ۳ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۳۸ - بَابُ قَضَاءِ الصَّلَوَاتِ الْأُوْلٰى فَالْأُوْلٰى
نمازوں کو ترتیب وار قضاء کرنا پہلے پہلی نماز پھر دوسری نماز

اس باب میں قضاء نمازوں کو ادا کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے یعنی قضاء نمازوں میں جو پہلی نماز ہے اس کو پہلے ادا کیا جائے اور جو دوسری نماز ہے اس کو بعد میں ادا کیا جائے۔ علیٰ ھذا القیاس!

۵۹۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، هُوَ ابْنُ أَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ جَعَلَ عُمَرُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ يَسُبُّ كُفَّارَهُمْ، وَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا كِدْتُ أُصَلِّي الْعَصْرَ حَتّٰى غَرَبَتْ، قَالَ فَنَزَلْنَا بُطْحَانَ، فَصَلّٰى بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی اور وہ ابن ابی کثیر ہیں از ابی سلمہ از حضرت جابر رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ غزوہ خندق کے دن کفار کو برا کہہ رہے تھے اور انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں عصر کی نماز نہیں پڑھ سکا حتی کہ سورج غروب ہو گیا پھر ہم مدینہ کی ایک وادی میں گئے پھر آپ نے سورج کے غروب ہونے کے بعد عصر کی نماز پڑھائی پھر اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۹۶ میں گزر چکی ہے وہاں مطالعہ فرمائیں۔

۳۹ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ السَّمَرِ بَعْدَ الْعِشَاءِ
عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنے کا مکروہ ہونا

اس عنوان میں ''سمر'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: رات کو باتیں کرنا اور اس سے مراد ہے: رات کو وہ باتیں کرنا جو مباح ہوں اور عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنا اس لیے مکروہ ہے کہ ان میں مشغولیت کی وجہ سے جو شخص سحری کے وقت تہجد کے لیے اور ذکر اور استغفار کے لیے اٹھتا ہے وہ اس سے محروم نہ ہو جائے یا نماز فجر اور اس کی جماعت سے محروم نہ ہو جائے مباح باتیں کرنا اس وقت مکروہ ہے لیکن علم دین اور وعظ و نصیحت کی باتیں کرنا اس وقت بھی مستحب ہیں اور گناہ کی باتیں کرنا ہر وقت حرام ہیں۔ امام بخاری فرماتے ہیں:

اَلسَّامِرُ مِنَ السَّمَرِ وَالْجَمْعُ السُّمَّارُ وَالسَّامِرُ هٰهُنَا فِيْ مَوْضِعِ الْجَمْعِ.

''السّامر'' ''سَمَر'' سے ماخوذ ہے اور جمع ''السمار'' ہے اور ''السامر'' یہاں پر جمع کی جگہ میں ہے۔

۵۹۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْمِنْهَالِ قَالَ انْطَلَقْتُ مَعَ أَبِيْ إِلٰى أَبِيْ بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ، فَقَالَ لَهُ أَبِيْ حَدِّثْنَا، كَيْفَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوالمنہال نے

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْمَكْتُوبَةَ؟ قَالَ كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيرَ، وَهِيَ الَّتِي تَدْعُونَهَا الْأُولٰى، حِينَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ، وَيُصَلِّي الْعَصْرَ، ثُمَّ يَرْجِعُ أَحَدُنَا إِلٰى أَهْلِهِ فِي أَقْصَى الْمَدِينَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ، وَنَسِيتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ، قَالَ وَكَانَ يَسْتَحِبُّ أَنْ يُؤَخِّرَ الْعِشَاءَ، قَالَ وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا، وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا، وَكَانَ يَنْفَتِلُ مِنْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ، حِينَ يَعْرِفُ أَحَدُنَا جَلِيسَهُ، وَيَقْرَأُ مِنَ السِّتِّينَ إِلَى الْمِائَةِ.

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں اپنے والد کے ساتھ حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا' پس ان سے میرے والد نے کہا: ہمیں حدیث بیان کریں کہ کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرض نماز پڑھتے تھے؟ انہوں نے بیان کیا کہ آپ دوپہر کے وقت نماز پڑھتے تھے' یہ وہ نماز ہے جس کو تم پیشین کہتے ہو' وہ یہ نماز اس وقت پڑھتے جب سورج (سر کی سیدھ سے) زائل ہو جاتا تھا اور عصر کی نماز پڑھتے' پھر ہم میں سے کوئی شخص مدینہ کے آخری حصہ میں اپنے گھر لوٹ جاتا اور سورج چمک رہا ہوتا تھا' اور میں بھول گیا کہ انہوں نے مغرب کے متعلق کیا کہا تھا اور آپ اس کو پسند کرتے تھے کہ عشاء کی نماز کو مؤخر کیا جائے اور عشاء سے پہلے سونے کو ناپسند کرتے تھے اور عشاء کے بعد باتیں کرنے کو (بھی) ناپسند کرتے تھے اور فجر کی نماز کے بعد آپ واپس ہوتے تو اس وقت ہم میں سے کوئی شخص اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے کو پہچان لیتا تھا اور آپ ساٹھ سے لے کر سو آیتیں پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۴۱ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: ظہر کا وقت زوال سے ہوتا ہے' اور یہاں اس کا عنوان ہے: عشاء کے بعد باتوں کی کراہت' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی صلاحیت ہے۔

٤٠ - بَابُ السَّمَرِ فِي الْفِقْهِ وَالْخَيْرِ بَعْدَ الْعِشَاءِ

عشاء کی نماز کے بعد فقہ اور خیر کی باتیں کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد فقہی مباحث اور نیکی کی باتیں کرنا پسندیدہ ہیں اور بابِ سابق میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ عشاء کے بعد مباح باتیں کرنا ناپسندیدہ ہیں۔

٦٠٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحَنَفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ انْتَظَرْنَا الْحَسَنَ، وَرَاثَ عَلَيْنَا، حَتّٰى قَرُبْنَا مِنْ وَقْتِ قِيَامِهِ، فَجَاءَ فَقَالَ دَعَانَا جِيرَانُنَا هٰؤُلَاءِ، ثُمَّ قَالَ قَالَ أَنَسٌ نَظَرْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ، حَتّٰى كَانَ شَطْرُ اللَّيْلِ يَبْلُغُهُ، فَجَاءَ فَصَلّٰى لَنَا، ثُمَّ خَطَبَنَا فَقَالَ أَلَا إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا ثُمَّ رَقَدُوا، وَإِنَّكُمْ لَمْ تَزَالُوا فِي صَلٰوةٍ مَا انْتَظَرْتُمُ الصَّلٰوةَ. وَإِنَّ الْقَوْمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن الصباح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو علی الحنفی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قرہ بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم الحسن (البصری) کا انتظار کر رہے تھے' انہوں نے آنے میں اتنی دیر کر دی کہ ان کے مسجد سے اٹھنے کا وقت آ گیا' تب وہ آئے اور (دیر سے آنے کا عذر بیان کیا) کہ ہمارے ان پڑوسیوں نے ہمیں بلا لیا تھا' پھر کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک رات ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے' حتیٰ کہ آدھی رات ہو گئی'

لَا يَزَالُوْنَ بِخَيْرٍ مَا انْتَظَرُوا الْخَيْرَ. قَالَ قُرَّةُ هُوَ مِنْ حَدِيْثِ اَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور ہمیں نماز پڑھائی' پھر آپ نے ہمیں خطبہ دیا' پس فرمایا: سنو! لوگوں نے نماز پڑھ لی' پھر سو گئے اور تمہارا شمار اس وقت تک نماز میں ہوتا رہا جب تک تم نماز کا انتظار کرتے رہے (الحسن البصری نے کہا:) لوگوں کا اس وقت تک خیر میں شمار ہوتا ہے جب تک وہ خیر کا انتظار کرتے رہتے ہیں' قرہ نے کہا: یہ حضرت انس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۷۲ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: عشاء کا وقت آدھی رات تک ہے' اور یہاں اس کا عنوان ہے: عشاء کے بعد فقہ اور خیر کی باتیں کرنا' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

٦٠١ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ حَثْمَةَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْعِشَاءِ فِيْ اٰخِرِ حَيَاتِهِ، فَلَمَّا سَلَّمَ، قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَرَاَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهٖ؟ فَاِنَّ رَاْسَ مِائَةٍ، لَا يَبْقٰى مِمَّنْ هُوَ الْيَوْمَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ اَحَدٌ. فَوَهِلَ النَّاسُ فِيْ مَقَالَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اِلٰى مَا يَتَحَدَّثُوْنَ مِنْ هٰذِهِ الْاَحَادِيْثِ، عَنْ مِائَةِ سَنَةٍ، وَاِنَّمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبْقٰى مِمَّنْ هُوَ الْيَوْمَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ. يُرِيْدُ بِذٰلِكَ اَنَّهَا تَخْرِمُ ذٰلِكَ الْقَرْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبداللہ بن عمر اور ابوبکر بن ابی حثمہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخر میں عشاء کی نماز پڑھی' جب سلام پھیرا تو آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا: مجھے بتاؤ یہ تمہاری کون سی رات ہے؟ کیونکہ اس کے سو سال بعد روئے زمین پر ان میں سے کوئی باقی نہیں رہے گا' جو آج (زندہ) ہیں' حضرت ابن عمر نے کہا: لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو سمجھنے میں غلطی کی حتیٰ کہ وہ سو سال کی تاویل میں مختلف باتیں کرنے لگے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف یہ فرمایا تھا کہ جو لوگ اب زمین پر زندہ ہیں' سو سال بعد ان میں سے کوئی زندہ نہیں رہے گا' آپ کی مراد یہ تھی کہ سو سال بعد یہ قرن (صدی) گزر جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۶ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: رات کو علم کی باتیں کرنا' اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: عشاء کی نماز کے بعد فقہ اور خیر کی باتیں کرنا' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی صلاحیت ہے۔

سو سال کی غلط تاویلیں اور سب سے آخر میں فوت ہونے والے صحابی

حضرت ابن عمر نے فرمایا: لوگوں نے اس حدیث کو سمجھنے میں غلطی کی اور سو سال کی مختلف تاویلیں کیں:

بعض نے کہا: اس حدیث کی تاویل یہ ہے کہ سو سال بعد یہ تمام جہان ختم ہو جائے گا' بعض نے کہا: سو سال بعد قیامت آ جائے گی' بلکہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ سو سال بعد کوئی صحابی زندہ نہیں رہے گا اور تمام محدثین کا اس پر اتفاق ہے' حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ آخری صحابی ہیں وہ ۱۱۰ تک زندہ رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیش گوئی کے ٹھیک سو سال بعد فوت ہوئے تھے اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ آپ کی امت کی عمریں اس قدر طویل نہیں ہوں گی' جس طرح سابقہ امتوں کی

طویل عمریں تھیں' سوان کو نیک اعمال میں زیادہ سے زیادہ کوشش کرنی چاہیے۔

ابن سیرین اور القاسم اور ان کے اصحاب عشاء کی نماز کے بعد نیکی کی باتیں کیا کرتے تھے' مجاہد نے کہا: علمی مباحث میں باتیں کرنا اور نمازی اور مسافر کے علاوہ عشاء کے بعد باتیں کرنا مکروہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۴۲۔۱۴۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤١ - بَابُ السَّمَرِ مَعَ الضَّيْفِ وَالْأَهْلِ

گھر والوں اور مہمان کے ساتھ عشاء کے بعد باتیں کرنا

گھر والوں سے مراد ہے: انسان کی بیوی اور بچے' اس سے پہلے باب میں عشاء کے بعد نیکی اور فقہ کی باتیں کرنے کا ذکر تھا' اور اس باب میں گھر والوں کے ساتھ اور مہمان کے ساتھ باتیں کرنے کا ذکر ہے' جو پہلے باب سے عام ہے' خواہ علم کی باتیں ہوں یا دنیاوی اُمور اور مباح کاموں سے متعلق باتیں ہوں۔

۶۰۲ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ اَنَّ اَصْحَابَ الصُّفَّةِ كَانُوْا اُنَاسًا فُقَرَاءَ، وَاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ طَعَامُ اثْنَيْنِ فَلْيَذْهَبْ بِثَالِثٍ، وَاِنْ اَرْبَعٌ فَخَامِسٌ اَوْ سَادِسٌ. وَاَنَّ اَبَا بَكْرٍ جَاءَ بِثَلَاثَةٍ، فَانْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَشَرَةٍ، قَالَ فَهُوَ اَنَا وَاَبِيْ وَاُمِّيْ، فَلَا اَدْرِيْ قَالَ وَامْرَاَتِيْ وَخَادِمٌ، بَيْنَنَا وَبَيْنَ بَيْتِ اَبِيْ بَكْرٍ، وَاِنَّ اَبَا بَكْرٍ تَعَشّٰى عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ لَبِثَ حَتّٰى صُلِّيَتِ الْعِشَاءُ، ثُمَّ رَجَعَ فَلَبِثَ حَتّٰى تَعَشَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَ بَعْدَ مَا مَضٰى مِنَ اللَّيْلِ مَا شَاءَ اللّٰهُ، قَالَتْ لَهُ امْرَاَتُهُ وَمَا حَبَسَكَ عَنْ اَضْيَافِكَ؟ اَوْ قَالَتْ ضَيْفِكَ قَالَ اَوَ مَا عَشَّيْتِيْهِمْ؟ قَالَتْ اَبَوْا حَتّٰى تَجِيْءَ، قَدْ عُرِضُوْا فَاَبَوْا، قَالَ فَذَهَبْتُ اَنَا فَاخْتَبَاْتُ، فَقَالَ يَا غُنْثَرُ، فَجَدَّعَ وَسَبَّ، وَقَالَ كُلُوْا لَا هَنِيْئًا، فَقَالَ وَاللّٰهِ لَا اَطْعَمُهُ اَبَدًا، وَاَيْمُ اللّٰهِ، مَا كُنَّا نَاْخُذُ مِنْ لُقْمَةٍ اِلَّا رَبَا مِنْ اَسْفَلِهَا اَكْثَرُ مِنْهَا، قَالَ حَتّٰى شَبِعُوْا، وَصَارَتْ اَكْثَرَ مِمَّا كَانَتْ قَبْلَ ذٰلِكَ، فَنَظَرَ اِلَيْهَا اَبُوْ بَكْرٍ فَاِذَا هِيَ كَمَا هِيَ اَوْ اَكْثَرُ مِنْهَا، فَقَالَ لِامْرَاَتِهِ يَا اُخْتَ بَنِيْ فِرَاسٍ، مَا هٰذَا؟ قَالَتْ لَا وَقُرَّةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعثمان نے حدیث بیان کی از حضرت عبد الرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ اصحاب الصفہ فقراء لوگ تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو' وہ تیسرے آدمی کو ساتھ لے جائے اور جس کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہو' وہ پانچویں یا چھٹے آدمی کو ساتھ لے جائے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تین آدمیوں کو ساتھ لے گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم دس آدمیوں کو ساتھ لے گئے' حضرت عبد الرحمٰن نے کہا: میں تھا' میرے والد تھے اور میری والدہ تھیں' راوی نے کہا: مجھے یاد نہیں کہ انہوں نے کہا تھا: اور میری بیوی تھی اور خادم تھا' یہ لوگ ہمارے اور حضرت ابوبکر کے درمیان مشترک تھے' ایک دن حضرت ابوبکر نے رات کا کھانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھایا اور آ کر گھر ٹھہرے حتیٰ کہ عشاء کی نماز پڑھ لی گئی' پھر لوٹ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور وہاں ٹھہرے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کا کھانا کھالیا' پھر جب کافی رات گزر گئی تو گھر آئے' حضرت ابوبکر سے ان کی اہلیہ نے کہا: آپ کو اپنے مہمانوں یا مہمان کے پاس آنے سے کس نے روک لیا تھا؟ حضرت ابوبکر نے پوچھا: کیا تم نے ان کو کھانا نہیں کھلایا؟ انہوں نے بتایا: مہمانوں نے انکار کر دیا حتیٰ کہ آپ آ جائیں' ان کو کھانا پیش کیا گیا تھا مگر انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا۔ حضرت عبد الرحمان نے کہا: میں جا کر ایک جگہ چھپ گیا' حضرت ابوبکر نے کہا: اے ملامت زدہ'

عَيْنِي، لَهِيَ الْآنَ أَكْثَرُ مِنْهَا قَبْلَ ذٰلِكَ بِثَلَاثِ مَرَّاتٍ، فَأَكَلَ مِنْهَا أَبُوْ بَكْرٍ وَقَالَ إِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ يَعْنِي يَمِينَهُ، ثُمَّ أَكَلَ مِنْهَا لُقْمَةً، ثُمَّ حَمَلَهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَصْبَحَتْ عِنْدَهُ، وَكَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمٍ عَقْدٌ فَمَضَى الْأَجَلُ فَفَرَّقَنَا اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا، مَعَ كُلِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ أُنَاسٌ، اَللّٰهُ أَعْلَمُ كَمْ مَعَ كُلِّ رَجُلٍ، فَأَكَلُوْا مِنْهَا أَجْمَعُوْنَ، أَوْ كَمَا قَالَ. [اطراف الحدیث: ۳۵۸۱۔ ۶۱۴۰۔ ۶۱۴۱]

(صحیح مسلم: ۲۰۵۷، الرقم المسلسل: ۵۲۶۷، سنن ابوداؤد: ۳۲۷۱۔ ۳۲۷۰، صحیح ابن حبان: ۵۳۰۴، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۳۴، مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۷ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۷۰۲، ج ۳ ص ۲۲۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۲۹۵، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۲۶ھ)

حقیر! اللہ تمہاری ناک کاٹ دے اور ان کو بہت برا کہا، پھر مہمانوں سے کہا: کھاؤ! تم کو یہ کھانا مبارک نہ ہو، پھر کہا: اللہ کی قسم! میں یہ کھانا کبھی بھی نہیں کھاؤں گا، حضرت عبد الرحمان نے کہا: اور اللہ کی قسم! ہم اس کھانے سے ایک لقمہ بھی نہیں لیتے تھے کہ وہ کھانا نیچے سے بہت زیادہ ہو جاتا تھا، انہوں نے کہا: حتیٰ کہ مہمانوں نے سیر ہو کر کھانا کھا لیا اور وہ کھانا پہلے سے بہت زیادہ تھا، حضرت ابوبکر نے اس کھانے کی طرف دیکھا تو وہ کھانا اتنا ہی تھا یا اس سے بہت زیادہ تھا، حضرت ابوبکر نے اپنی اہلیہ سے کہا: اے بنو فراس کی بہن! یہ کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا: اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک! یہ کھانا تو پہلے سے بہت زیادہ ہے، پہلے سے تین گنا زیادہ ہے، پھر حضرت ابوبکر نے اس طعام سے کھایا اور کہا: میں نے جو اس طعام سے نہ کھانے کی قسم کھائی تھی وہ شیطانی فعل تھا، پھر اس طعام سے ایک لقمہ کھایا، پھر اس طعام کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے، پھر وہ طعام صبح تک آپ کے پاس رہا اور ہمارے اور ایک قوم کے درمیان ایک معاہدہ تھا، پس وہ مدت گزر چکی تھی، پس ہم نے بارہ آدمیوں کو الگ الگ بٹھا دیا اور ہر آدمی کے ساتھ اور بھی کچھ افراد تھے، اللہ ہی جانتا ہے کہ ہر آدمی کے ساتھ کتنے افراد تھے، ان سب لوگوں نے وہ کھانا کھا لیا، یا جس طرح حضرت عبد الرحمان بن ابوبکر نے بیان کیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو النعمان محمد بن الفضل السدوسی (۲) معتمر بن سلیمان السدوسی (۳) ان کے والد سلیمان بن طرخان (۴) ابوعثمان عبد الرحمان ابن مل بن عمرو النہدی، انہوں نے زمانۂ جاہلیت بھی پایا تھا، یہ ۱۳۰ سال کی عمر میں ۹۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت عبد الرحمان بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۴۳)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ مہمانوں سے عشاء کی نماز کے بعد کہا گیا کہ کھانا کھاؤ اور یہ دنیاوی معاملہ میں بات ہے، سو یہ کلام مباح ہے بلکہ یہ کلام مستحب بھی ہے کہ مہمانوں کو کھانا کھلانا سنت ہے خصوصاً اس لیے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے مہمان تھے۔

''اصحاب الصفة، غنثر'' اور ''جدّع'' کے معانی اور حضرت عبد الرحمان کو ڈانٹنے کی توجیہ

اس حدیث میں ''اصحاب الصفة'' کا ذکر ہے، ''الصفة'' کا معنی ہے: چبوترہ۔ ''اصحاب الصفة'' سے مراد وہ فقراء صحابہ ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے چبوترہ پر رہتے تھے، یہ جگہ مسجد سے منقطع تھی اور اس پر سائبان تھا، یہ مسافر لوگ تھے اور دن رات یہیں

رہتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احادیث سنتے تھے اور احکام شرعیہ کا علم حاصل کرتے تھے' ان کی تعداد میں کمی بیشی ہوتی رہتی تھی' ایک وقت میں ان کی تعداد ستر تک ہوگئی تھی' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی ان ہی میں سے تھے۔

اس حدیث میں ''غنثر'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: وہ شخص جس کو ملامت کی گئی ہو' اس کا معنی حقیر اور جاہل بھی ہے' یہ وہ کلمہ ہے جس کو ڈانٹ ڈپٹ کے موقع پر بولا جاتا ہے۔

اس حدیث میں ''جَدَّعَ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: اللہ تمہاری ناک کاٹ دے یا ہونٹ کاٹ دے یا کان کاٹ دے' یہ بددعا کا کلمہ ہے اور اس کو بھی ڈانٹ ڈپٹ کے موقع پر بولا جاتا ہے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت عبد الرحمان کو اس لیے ڈانٹا تھا کہ ان کا گمان تھا کہ انہوں نے مہمانوں کو کھانا کھلانے میں تقصیر کی تھی۔

امیروں پر لازم کرنا کہ وہ بھوکوں کو کھانا کھلائیں' زکوٰۃ کے علاوہ مال میں حقوق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل کا قول سے بڑھ کر ہونا

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب قوم کا سربراہ یہ دیکھے کہ عام لوگ بھوکے ہیں تو وہ خوش حال لوگوں پر یہ لازم کرے کہ وہ اپنے ساتھ چند بھوکے لوگوں کو اپنے گھر لے جائیں اور ان کو کھانا کھلائیں اور امیر لوگوں کی سہولت کے لیے آپ نے فرمایا کہ لوگ اپنے ساتھ ایک یا دو آدمیوں کو لے جائیں اور جن کے پاس زیادہ کھانا ہو' وہ زیادہ آدمیوں کو لے جائیں۔

اور اس میں یہ دلیل ہے کہ جب زیادہ مہمان ہوں تو ان کو محلہ والوں پر تقسیم کر دیا جائے اور سب مسلمان اپنے گھر والوں کے اوپر بھوکے مہمانوں کو ترجیح دیں اور ایک دوسرے کے ساتھ غم گساری کریں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ. (التوبہ:۱۱۱)	بے شک اللہ نے مؤمنین سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا ہے۔

یعنی جب مسلمان دیکھیں کہ لوگ بھوکے اور ضرورت مند ہیں تو ان کی ضروریات پوری کرنے کے لیے ان پر اپنا مال خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں' اسی وجہ سے علماء نے کہا ہے کہ انسان کے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ اور بھی حقوق ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہو' وہ پانچ یا چھ آدمیوں کو کھانا کھلائے اور آپ خود اپنے ساتھ دس بھوکے آدمی لے کر گئے' اس سے معلوم ہوا کہ آپ جتنا فرماتے تھے' اس سے زیادہ عمل کر کے دکھاتے تھے۔

سربراہِ قوم کے پاس کھانا کھانا' مہمانوں کی خدمت کسی کے سپرد کر دینا' برکت والا کھانا استاذ اور شیخ کے پاس پیش کرنا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کھانا کھاتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ خواہ انسان کے گھر میں مہمان ہوں' اس کا سربراہ قوم کے ساتھ کھانا' کھانا جائز ہے' جب کہ گھر میں ایسے لوگ موجود ہوں جو اس کی غیر موجودگی میں مہمان کی خدمت کر سکیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مہمانوں کو چاہیے کہ وہ گھر والے کا انتظار کریں اور اس کے بغیر کھانا نہ کھائیں۔

اس کھانے میں جو برکت ظاہر ہوئی' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ تھی' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کھانے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئے' اس سے معلوم ہوا کہ ہر برکت والے کھانے اور عمدہ چیز کو اپنے شیخ اور استاذ کی خدمت میں لے جا کر پیش کرنا چاہیے۔ اکتوبر ۱۹۹۰ء میں' میں حضرت مفتی سید شجاعت علی رحمہ اللہ کے ساتھ صاحب زادہ حبیب الرحمان محبوبی کے پاس بریڈفورڈ

انگلینڈ گیا' دستر خوان چنا ہوا تھا' صاحب زادہ صاحب کوئی لذیذ ڈش کھا رہے تھے میں نے کہا: مجھے بھی اس میں سے دیں' انہوں نے کہا: آپ کوئی حدیث سنائیں کہ شاگرد اپنا بچا ہوا کھانا اپنے استاذ کو پیش کر سکتا ہے تو میں نے ان کو فی الفور یہ حدیث سنادی اور برجستہ یہ حدیث سنانے پر سب نے مجھے داد اور تحسین دی۔

اس کھانے میں برکت کا ظاہر ہونا حضرت ابوبکر صدیق کی کرامت بھی تھی اور اس میں اولیاء اللہ کی کرامات کا ثبوت ہے اور یہ اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔

اولاد کا والد کے ڈر سے چھپنا' والد کا اولاد کو ڈانٹنا اور بد دعا دینا اور دیگر فوائد

حضرت عبد الرحمن' حضرت ابوبکر کے ڈر سے چھپ گئے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کا اپنے باپ کے ڈر سے چھپنا جائز ہے' حضرت ابوبکر نے حضرت عبد الرحمان کو ڈانٹا اور جاہل وغیرہ کہا' اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کی تقصیر پر ماں باپ کا ان کو ڈانٹنا جائز ہے' حضرت ابوبکر نے کہا: اللہ تمہاری ناک کاٹ ڈالے' اس سے معلوم ہوا کہ ڈانٹتے وقت اولاد کو بد دعا کے کلمات کہنا بھی جائز ہے' حضرت ابوبکر نے قسم کھائی تھی کہ میں یہ کھانا نہیں کھاؤں گا مگر جب اس کھانے میں برکت کے آثار دیکھے تو اپنی قسم توڑ دی' اس سے معلوم ہوا کہ جب انسان کوئی کام نہ کرنے کی قسم کھالے' پھر اس کو معلوم ہو کہ اس کام کو کرنا بہتر ہے تو اس کو اپنی قسم توڑ دینی چاہیے' حضرت ابوبکر نے اس کھانے کو صبح تک کے لیے رکھ دیا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ کل کے لیے کھانے کو بچا کر رکھنا جائز ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵۲۴۸۔ ج ۶ ص ۳۱۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا یہ عنوان ہے:
علم دین کے طلباء کا اعزاز اور اکرام اور آداب ضیافت۔

''کتاب مواقیت الصلوٰۃ'' کا اختتام

الحمد للہ رب العلمین! آج ۱۲ شوال ۱۴۲۷ھ/ ۵ نومبر ۲۰۰۶ء بہ روز اتوار بعد از نماز مغرب صحیح البخاری کی ''کتاب مواقیت الصلوٰۃ'' مکمل ہوگئی' اس کے بعد ان شاء اللہ ''کتاب الاذان'' شروع ہوگی۔ ''کتاب المواقیت'' میں کل ۱۱۷ احادیث آئیں' جن میں سے ۳۶ تعلیقات تھیں اور باقی احادیث موصولہ تھیں' جن کی تعداد: ۸۴ ہے۔

الٰہ العلمین! جس طرح آپ نے ''کتاب مواقیت الصلوٰۃ'' مکمل کرادی ہے' صحیح البخاری کی باقی کتب بھی مکمل فرما دیں اور میری' میرے والدین کی' میرے اساتذہ' تلامذہ' احباب اور اس کتاب کے ناشر' کمپوزر' مصحح' جملہ معاونین اور تمام قارئین کی مغفرت فرما دیں!

۞۞۞۞۞

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۱۰ - كِتَابُ الْأَذَانِ
اذان کا بیان

لغت میں ''اذان'' کا معنی ہے: ''اعلام'' یعنی خبر دینا' قرآن مجید میں ہے:

اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ. (التوبہ:۳) اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان ہے۔

''اذان'' کا شرعی معنی ہے: اوقاتِ مخصوصہ میں الفاظِ مخصوصہ کے ساتھ مخصوص اطلاع یا خبر دینا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ شارع علیہ السلام نے جس نماز کا جو وقت معین کیا ہے' اس وقت کی خبر دینا۔

۱ - بَابُ بَدْءِ الْأَذَانِ
اذان کی ابتداء

اس باب میں اذان کی ابتداء کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔

وَقَوْلِهٖ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ﴾ (المائدہ:۵۸) وَقَوْلِهٖ ﴿اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ﴾ (الجمعہ:۹).

اور اللہ عزوجل کا یہ ارشاد: اور جب تم نماز کے لیے اعلان کرتے ہو تو یہ اس اعلان کو ہنسی اور کھیل بنا لیتے ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ بے عقل لوگ ہیں (المائدہ:۵۸) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور جب جمعہ کے دن نماز کا اعلان کیا جائے۔ (الجمعہ:۹)

امام بخاری نے یہ دونوں آیتیں یہ بتانے کے لیے ذکر کی ہیں کہ یہ دونوں آیتیں مدنی ہیں اور اذان کی ابتداء مدینہ میں ہوئی ہے' ایک قول یہ ہے کہ اذان کا ثبوت قرآن مجید کی صریح آیت سے ہے' صرف خواب سے نہیں ہے۔

۶۰۳ - حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ' عَنْ اَبِىْ قِلَابَةَ' عَنْ اَنَسٍ قَالَ ذَكَرُوا النَّارَ وَالنَّاقُوْسَ' فَذَكَرُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى' فَاُمِرَ بِلَالٌ اَنْ يَّشْفَعَ الْاَذَانَ' وَاَنْ يُّوْتِرَ الْاِقَامَةَ. [اطراف الحدیث:۶۰۵-۶۰۶-۶۰۷-۳۴۵۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمران بن میسرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد الحذاء نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ لوگوں نے آگ جلانے اور ناقوس بجانے کا ذکر کیا' پس انہوں نے یہود اور نصاریٰ کا ذکر کیا تو آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا کہ وہ دو' دو مرتبہ اذان کے کلمات کہیں اور ایک ایک بار اقامت کے کلمات کہیں۔

(صحیح مسلم:۳۷۸' الرقم المسلسل:۸۱۵' سنن ابوداؤد:۵۰۹-۵۰۸' سنن ترمذی:۱۹۳' سنن نسائی:۶۲۷' سنن ابن ماجہ:۷۳۰-۷۲۹' صحیح ابن خزیمہ:

۳۶۶' سنن دارقطنی ج ا ص ۱۴۰' المستدرک ج ا ص ۱۹۸' مصنف عبد الرزاق: ۱۷۹۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۰۵' سنن دارمی: ۱۱۹۵' صحیح ابن حبان:
۱۶۷۵' سنن بیہقی ج ا ص ۴۱۲' شرح السنۃ: ۴۰۵' مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۰۰۱۔ ج ۱۹ ص ۶۰' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید
لابن الجوزی: ۳۵۱' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمران بن میسرہ (۲) عبدالوارث بن سعید التنوری (۳) خالد الحذاء (۴) ابوقلابہ بن زید الجرمی (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۵۱۔ ۱۵۰)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان ہے: اذان کی ابتداء اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا کیونکہ اس سے پہلے مسلمان نماز کے اوقات میں راستوں میں کھڑے ہو کر ندا کرتے تھے: "الصلوٰۃ الصلوٰۃ"۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں جب نماز کا وقت آ جاتا تو ایک آدمی راستے میں یہ پکارتا ہوا دوڑتا: نماز' نماز۔ لوگوں پر یہ طریقہ بہت شاق گزرا' لوگوں نے کہا: کاش! ہم ناقوس بنالیں! یعنی ایک بڑی لکڑی پر چھوٹی لکڑی مارتے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ نصاریٰ کا طریقہ ہے' پھر انہوں نے کہا: ہم بگل (بھونپو) بنالیں' آپ نے فرمایا: یہ یہود کا طریقہ ہے' لوگوں نے کہا: پھر ہم کسی بلند جگہ پر آگ جلادیں! آپ نے فرمایا: یہ مجوس کا طریقہ ہے' پھر آپ نے حضرت بلال کو اذان دینے کا حکم دیا۔

علامہ عینی نے اس حدیث کو امام ابن حبان اور امام طبرانی کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۵۰)

اذان کی ابتداء اور اذان کے کلمات کے ثبوت میں احادیث

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذان کی تعلیم دینے کا ارادہ کیا تو آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام ایک سواری لے کر آئے' جس کو براق کہا جاتا تھا' آپ اس پر سوار ہونے لگے تو اس نے کچھ سرکشی کی' حضرت جبریل نے اس سے کہا: تم پرسکون ہو جاؤ' اللہ کی قسم! (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ معزز شخص تم پر سوار نہیں ہوا' پھر آپ اس پر سوار ہو گئے حتیٰ کہ اس حجاب کے پاس پہنچے جو رحمان تبارک وتعالیٰ کے قریب ہے' پھر اس حجاب سے ایک فرشتہ باہر نکلا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: اے جبریل! یہ کون ہے' حضرت جبریل نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں جب سے پیدا ہوا ہوں' میں نے اس فرشتہ کو نہیں دیکھا' اس فرشتہ نے کہا: "اللّٰہ اکبر! اللّٰہ اکبر" تو اس حجاب کے پیچھے سے کہا گیا: میرے بندے نے سچ کہا' میں اکبر ہوں' میں اکبر ہوں' پھر فرشتہ نے کہا: "اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ" تو حجاب کے پیچھے سے کہا گیا: میرے بندہ نے سچ کہا' میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' پھر فرشتہ نے کہا: "اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ" تو حجاب کے پیچھے سے کہا گیا: میرے بندہ نے سچ کہا' میں نے محمد کو رسول بنایا ہے' پھر فرشتہ نے کہا: "حی علی الصلوٰۃ' حی علی الفلاح' قد قامت الصلوٰۃ" پھر کہا: "اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر" تو حجاب کے پیچھے سے کہا گیا: میرے بندے نے سچ کہا' میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' پھر فرشتہ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکڑ کر آگے کر دیا' پھر آپ نے آسمان والوں کو نماز پڑھائی' ان میں حضرت آدم بھی تھے اور حضرت نوح بھی تھے۔

امام بزار نے کہا: یہ حدیث اس سند کے علاوہ اور کسی سند سے ہمارے علم میں نہیں ہے اور اس حدیث کا راوی زیاد بن المنذر شیعی ہے' اس سے مروان بن معاویہ وغیرہ نے احادیث روایت کی ہیں۔

(کشف الاستار عن زوائد البزار ۱: ۳۵۲ 'موسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۰۴ھ' البحر الزخار ج ۲ ص ۱۴۷-۱۴۶)

حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ زیاد بن المنذر کے ضعف پر اجماع ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۲۹)

علامہ سہیلی نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔ (الروض الانف ج ۲ ص ۲۰-۱۹' طبع ملتان)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے مشورہ کیا کہ نماز کے لیے کس طرح اطلاع دی جائے' پس بعض لوگوں نے بگل بجانے کا ذکر کیا' آپ نے اس کو یہود کی مشابہت کی وجہ سے ناپسند کیا' پھر لوگوں نے ناقوس کا ذکر کیا' آپ نے اس کو نصاریٰ کی مشابہت کی وجہ سے ناپسند کیا' پھر انصار کے ایک شخص کو خواب میں اذان کے کلمات دکھائے گئے' ان کا نام حضرت عبداللہ بن زید تھا اور حضرت عمر بن الخطاب کو بھی' پھر وہ انصاری رات کو ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چلے گئے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا تو انہوں نے اذان دی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے بھی ایسا خواب دیکھا تھا مگر حضرت عبداللہ بن زید مجھ پر سبقت کر گئے۔ (سنن ابن ماجہ: ۷۰۷)

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو جو خواب دکھایا گیا تھا' اس کی تفصیل اس حدیث میں ہے:

محمد بن عبداللہ بن زید بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے والد حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناقوس لانے کا حکم دیا تا کہ لوگوں میں اعلان کے لیے چھوٹی لکڑی کو بڑی لکڑی پر مارا جائے کہ لوگ نماز کے لیے جمع ہو جائیں تو میں یہی سوچتا ہوا سو گیا' میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی کے ہاتھ میں ناقوس تھا' میں نے اس سے کہا: اے اللہ کے بندے! کیا تم اس ناقوس کو فروخت کرو گے؟ اس نے پوچھا: تم اس کا کیا کرو گے؟ میں نے کہا: میں اس سے نماز کے لیے لوگوں کو بلاؤں گا' اس نے کہا: کیا میں تم کو اس سے زیادہ بہتر چیز نہ بتاؤں؟ میں نے کہا: کیوں نہیں' اس نے کہا: تم کہو: "اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ' اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ' اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ' حی علی الصلٰوۃ' حی علی الصلٰوۃ' حی علی الفلاح' حی علی الفلاح' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' لا الٰہ الا اللّٰہ" پھر وہ شخص مجھ سے تھوڑی دور چلا گیا' پھر اس نے کہا: جب تم نماز کی اقامت کہو تو یوں کہنا: "اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ' اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ' حی علی الصلٰوۃ' حی علی الفلاح' قد قامت الصلٰوۃ' قد قامت الصلٰوۃ' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' لا الٰہ الا اللّٰہ" پھر جب صبح ہوئی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپ کو بتایا کہ میں نے خواب میں کیا دیکھا تھا' آپ نے فرمایا: ان شاء اللہ! یہ برحق خواب ہے' تم کھڑے ہو کر خواب میں سنے ہوئے اذان کے کلمات بلال کو بتاؤ اور بلال اذان دیں کیونکہ ان کی آواز تم سے زیادہ بلند ہے' پس میں حضرت بلال کے ساتھ کھڑا ہوا اور ان کو اذان کے کلمات بتاتا رہا اور وہ اذان دیتے رہے' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں تھے' انہوں نے اذان سنی تو وہ اپنا تہبند گھسیٹتے ہوئے نکلے اور انہوں نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! یا رسول اللہ! میں نے بھی ایسا خواب دیکھا تھا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "وللّٰہ الحمد"۔ (سنن ابوداؤد: ۴۹۹' سنن ابن ماجہ: ۷۰۶' سنن ترمذی: ۱۸۹' مسند احمد ج ۴ ص ۴۲' مصنف عبدالرزاق: ۱۷۷۴)

اس اعتراض کا جواب کہ اذان کا ثبوت صحابہ کے خوابوں سے ہوا' حالانکہ وہ اسلام کا شعار ہے

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اذان کے کلمات حضرت عبداللہ بن زید اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ثابت ہوئے' حالانکہ اذان مہتم بالشان امر ہے اور اسلام کا شعار ہے' اس لیے چاہیے تھے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم سے اور اللہ تعالیٰ کی وحی سے اذان کے کلمات کا ثبوت ہوتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اذان کے کلمات کا ثبوت اللہ تعالیٰ کی وحی سے ہوا ہے

جیسا کہ ہم نے مسند البزار کے حوالے سے شروع میں حدیث ذکر کی ہے ہر چند کہ اس کی سند ضعیف ہے لیکن فضائل اعمال میں ضعیف السند احادیث معتبر ہوتی ہیں۔ ثانیاً جواب یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن زید سے خواب سن کر اس کی توثیق اور تقریر فرمادی تو گویا اذان کا ثبوت آپ سے ہوا' ثالثاً اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کی متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے اذان کے معمول کو ثابت اور برقرار رکھا ہے تو گویا اذان کے یہ کلمات وحی الٰہی سے ثابت ہیں' اور اس سلسلہ میں یہ آیت بہت صریح ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ O (الجمعۃ:۹)

اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو تم اللہ کے ذکر (سننے) کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت کو ترک کردو' اگر تم کو علم ہو تو یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے O

اقامت کے کلمات کی تعداد میں مذاہب ائمہ

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اذان کے کلمات دو' دو بار کہے جائیں اور اقامت کے کلمات ایک' ایک بار کہے جائیں اور یہی امام شافعی اور امام احمد کا مذہب ہے' نیز امام شافعی کے نزدیک شہادتین کے کلمات کو دہرایا جاتا ہے' لہٰذا ان کے نزدیک اذان کے انیس کلمات ہیں اور اقامت کے گیارہ کلمات ہیں' اور امام مالک اذان کے شروع میں چار بار اللہ اکبر نہیں کہتے' صرف دو بار کہتے ہیں اور اقامت کے ان کے نزدیک دس کلمات ہیں۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ حرمین' حجاز' شام' یمن' مصر' مغرب اور انتہائی دور کے اسلامی ممالک میں یہ معمول ہے کہ اقامت کے کلمات ایک ایک بار کہے جاتے ہیں اور عام علماء کا مذہب یہ ہے کہ "قد قامت الصلٰوۃ" کو دو بار کہا جاتا ہے' سوائے امام مالک کے' ان کے نزدیک اس کو دو بار نہیں کہا جاتا اور انہوں نے کہا کہ اذان اور اقامت کے کلمات کی تعداد میں فرق کیا گیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اذان سے مقصود نماز کے وقت کی خبر دینا ہے' اور اقامت نماز کو قائم کرنے کی علامت ہے' اگر ان دونوں کے کلمات کہنے کی تعداد برابر ہوتی تو اذان اور اقامت میں اشتباہ ہو جاتا اور اس وجہ سے بہت لوگوں سے نماز کی جماعت رہ جاتی کیونکہ جب وہ اقامت پڑھنے کی آواز سنتے تو یہ گمان کرتے کہ یہ اذان ہو رہی ہے۔

علامہ خطابی کی دلیل کا جواب

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ فرماتے ہیں: حیرت ہے کہ علامہ خطابی نے ایسی بات کہی ہے جس کو کان قبول نہیں کرتے' اذان اور اقامت میں یہ فرق کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اذان سے ان لوگوں کو نماز کے وقت کی خبر دی جاتی ہے جو مسجد سے غائب ہیں۔ اسی وجہ سے بلند جگہ مثلاً مینار وغیرہ پر چڑھ کر اذان دی جاتی ہے اور اقامت سے ان لوگوں کو جماعت کھڑی ہونے کی خبر دی جاتی ہے جو مسجد میں حاضر ہوتے ہیں' لہٰذا اذان اور اقامت میں کس طرح اشتباہ ہو سکتا ہے۔

علامہ کرمانی نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ اقامت کے کلمات دو' دو مرتبہ کہے جائیں اور اس باب کی حدیث ان کے خلاف حجت ہے' علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ حدیث امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے خلاف کیسے حجت ہو گی' جب کہ ان کا مذہب ان احادیث صحیحہ سے ثابت ہے' جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اقامت کے کلمات دو دو بار کہے جائیں' جن کو ہم عنقریب ذکر کریں گے' نیز ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ احادیث امام شافعی کے خلاف بھی حجت ہیں کیونکہ وہ بھی اقامت کے کلمات ایک ایک بار پڑھنے کے قائل ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۵۳۔۱۵۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اقامت کے کلمات دو دو بار پڑھنے کے متعلق احادیث اور آثار

الھجنع بن قیس بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ فرماتے تھے کہ اذان اور اقامت کے کلمات دو دو بار پڑھے جائیں' وہ ایک مؤذن کے پاس سے گزرے جو اقامت کے کلمات ایک ایک بار پڑھ رہا تھا' حضرت علی نے اس سے فرمایا: تیری ماں نہ رہے تو نے اقامت کے کلمات دو دو بار کیوں نہیں پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۳۷۔ ج۱ص ۱۸۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

حضرت سلمہ کے آزاد کردہ غلام عبید بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ دو دو بار اقامت کے کلمات کہتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۳۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

عبد الرحمان بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن زید انصاری رضی اللہ' جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مؤذن تھے' اذان اور اقامت کے کلمات دو دو بار کہتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۳۹' سنن ترمذی: ۱۹۴)

شعیب بیان کرتے ہیں کہ ابو العالیہ نے کہا: جب تم اقامت کہو تو دو دو مرتبہ کہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۴۰)

حکم بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نخعی نے کہا: دو دو مرتبہ اقامت کہنے کو مت چھوڑو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۴۱)

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ کے اصحاب اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ کے اصحاب اذان اور اقامت کے کلمات دو دو بار کہتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۴۲)

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ' اذان اور اقامت کے کلمات دو دو بار کہتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۴۳)

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اذان کے انیس کلمات کی تعلیم دی اور اقامت کے سترہ کلمات کی تعلیم دی' پھر انہوں نے اقامت کے کلمات بیان کیے: "اللہ اکبر' اللہ اکبر' اللہ اکبر' اللہ اکبر' اشھد ان لا الہ الا اللہ' اشھد ان لا الہ الا اللہ' اشھد ان محمدا رسول اللہ' اشھد ان محمدا رسول اللہ' حی علی الصلوٰۃ' حی علی الصلوٰۃ' حی علی الفلاح' حی علی الفلاح' قد قامت الصلوٰۃ' قد قامت الصلوٰۃ' اللہ اکبر' اللہ اکبر' لا الہ الا اللہ"۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۱۹' سنن ابوداؤد: ۵۰۲' سنن ابن ماجہ: ۵۰۹)

عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت عبد اللہ بن زید انصاری رضی اللہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: یا رسول اللہ! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک آدمی جس کے اوپر دو سبز چادریں تھیں' وہ ایک دیوار کے اوپر کھڑا ہوا اور اس نے دو دو بار کلمات پڑھ کر اذان دی اور دو دو بار کلمات پڑھ کر اقامت کہی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۱۸)

اسود حضرت بلال رضی اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ کی اذان اور اقامت کے کلمات دو دو بار تھے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۱۷۹۵' سنن دارقطنی: ۹۳۰)

اسود بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ' اذان اور اقامت کے کلمات دو دو بار کہتے تھے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۱۷۹۴' سنن دارقطنی: ۹۲۹)

مسلم البطین کہتے ہیں کہ مجھے اس شخص نے خبر دی' جس نے حضرت علی رضی اللہ کے مؤذن کو سنا ہے کہ وہ اقامت کے کلمات دو دو بار کہتے تھے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۷۹۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مجاہد سے روایت ہے کہ ان کے سامنے ایک ایک بار اقامت کہنے کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا: اس طریقہ کو امراء نے گھڑ لیا

ہے' اقامت کے کلمات دو' دو بار ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۷۹۷)

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ جنہوں نے اذان اور اقامت کے متعلق خواب دیکھا تھا' اور حضرت بلال اور حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ جو عہد رسالت میں مؤذن تھے' ان سب سے منقول ہے کہ اقامت میں دو' دو بار کلمات کہے جائیں اور صحیح بخاری کے باب مذکور کی اس حدیث میں جو اقامت کے کلمات ایک ایک بار کہنے کا ذکر ہے تو وہ بیان جواز پر محمول ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۷۴۳۔ ج ا ص ۱۰۷۹ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:

(۱) کلمات اقامت کی تعداد میں مذاہب اربعہ (۲) کلماتِ اقامت کی تعداد میں امام ابوحنیفہ کے مذہب پر دلائل۔

٦٠٤ - حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ كَانَ الْمُسْلِمُوْنَ حِيْنَ قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ 'يَجْتَمِعُوْنَ فَيَتَحَيَّنُوْنَ الصَّلٰوةَ ' لَيْسَ يُنَادٰى لَهَا' فَتَكَلَّمُوْا يَوْمًا فِيْ ذٰلِكَ ' فَقَالَ بَعْضُهُمْ اِتَّخِذُوْا نَاقُوْسًا مِثْلَ نَاقُوْسِ النَّصَارٰى ' وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ بُوْقًا مِثْلَ قَرْنِ الْيَهُوْدِ' فَقَالَ عُمَرُ اَوَلَا تَبْعَثُوْنَ رَجُلًا مِنْكُمْ يُنَادِيْ بِالصَّلٰوةِ ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بِلَالُ ' قُمْ فَنَادِ بِالصَّلٰوةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود بن غیلان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ بیان کرتے تھے کہ جب مسلمان مدینہ میں آئے تو وہ نماز کے وقت جمع ہوتے تھے اور ان کے لیے نماز کا اعلان نہیں کیا جاتا تھا تو ایک دن انہوں نے اس مسئلہ میں مشورہ کیا' ان میں سے بعض نے کہا کہ نصاریٰ کے ناقوس کی طرح کوئی ناقوس بنالو' اور بعض نے کہا کہ یہود کے بگل کی طرح کوئی بگل بنالو' پس حضرت عمر نے کہا: تم کسی شخص کو نماز کا اعلان کرنے کے لیے کیوں نہیں بھیجتے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے بلال! کھڑے ہو کر نماز کا اعلان کرو۔

(صحیح مسلم: ۳۷۷' الرقم المسلسل: ۸۱۴' سنن ترمذی: ۱۹۰' سنن نسائی: ۶۲۵' السنن الکبریٰ: ۱۵۹۰' صحیح ابن خزیمہ: ۳۶۱' سنن بیہقی ج ا ص ۳۹۲' مسند احمد ج ۲ ص ۱۴۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۶۳۵۷۔ ج ۱۰ ص ۴۲۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۵۲۳' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۳۹۳۶)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان ہے: اذان کی ابتداء' اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ مدینہ میں آنے کے بعد صحابہ کرام نماز کے وقت پر مطلع کرنے کے لیے کوئی طریقہ مقرر کرنے کے لیے بیٹھے تھے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے بلال! اٹھو نماز کا اعلان کرو۔ بعض علماء نے کہا: اس سے مراد اذان کے معروف کلمات سے اعلان کرنا ہے اور بعض علماء نے کہا: اس سے مراد یہ شرعی اذان نہیں ہے بلکہ اس سے مراد لغوی اعلان ہے یعنی یہ اعلان کر دو کہ اب جماعت ہونے والی ہے یا یہ اعلان کر دو کہ اب جماعت تیار ہے۔

کھڑے ہو کر اذان دینے کا سنت ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے بلال! کھڑے ہو کر نماز کا اعلان کرو' علامہ نووی نے کہا ہے کہ ہمارا مشہور

مذہب یہ ہے کہ کھڑے ہوکر اذان دینا سنت ہے' اگر اس نے بغیر عذر کے بیٹھ کر اذان دی تو اس کی اذان درست ہے لیکن اس کو فضیلت حاصل نہیں ہوگی تاہم کھڑے ہوکر اذان دینے کی شرط ثابت نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ١٥٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

اذان کے دیگر مباحث' اور اذان میں ترجیع کی بحث

علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی المتوفی ٥٩٣ھ لکھتے ہیں:

اذان میں ترجیع نہیں ہے' ترجیع یہ ہے کہ پہلی بار پست آواز سے دوبار''اشهد ان لا اله الا اللّٰه' اشهد ان محمد رسول اللّٰه'' کہے' پھر بعد میں دو مرتبہ بلند آواز سے ان کلمات کو کہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ اذان میں ترجیع ہے کیونکہ اس کا حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثبوت ہے۔ (ھدایہ اولین ص ٧٠' اسلامی کتب خانہ کراچی' ٣٨)

علامہ مرغینانی نے جس حدیث کا ذکر کیا ہے' وہ یہ ہے:

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خود اذان کی تعلیم دی' اذان کے انیس کلمات اور اقامت کے سترہ کلمات: ''اللّٰه اكبر' اللّٰه اكبر' اللّٰه اكبر' اللّٰه اكبر' اشهد ان لا اله الا اللّٰه' اشهد ان لا اله الا اللّٰه' اشهد ان محمدا رسول اللّٰه' اشهد ان محمدا رسول اللّٰه' اشهد ان لا اله الا اللّٰه' اشهد ان لا اله الا اللّٰه' اشهد ان محمدا رسول اللّٰه' اشهد ان محمدا رسول اللّٰه' حی علی الصلٰوة' حی علی الصلٰوة' حی علی الفلاح' حی علی الفلاح' اللّٰه اكبر' اللّٰه اكبر' لا اله الا اللّٰه'' اور اقامت: ''اللّٰه اكبر' اللّٰه اكبر' اللّٰه اكبر' اللّٰه اكبر' اشهد ان لا اله الا اللّٰه' اشهد ان لا اله الا اللّٰه' اشهد ان محمدا رسول اللّٰه' اشهد ان محمدا رسول اللّٰه' حی علی الصلٰوة' حی علی الصلٰوة' حی علی الفلاح' حی علی الفلاح' قد قامت الصلٰوة' قد قامت الصلٰوة' اللّٰه اكبر' اللّٰه اكبر' لا اله الا اللّٰه''۔ (صحیح مسلم:٣٧٩' سنن ابوداؤد:٥٠٢' سنن ترمذی:١٩١' سنن نسائی:٦٢٨' سنن ابن ماجہ:٧٠٨' سنن بیہقی ج ١ ص ٣٩٣' مسند احمد ج ٣ ص ٤٠٩)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے معارض حضرت ابومحذورہ کی وہ حدیث ہے' جس میں ترجیع کا ذکر نہیں ہے یعنی دو مرتبہ شہادت کے کلمات کو پڑھ کر پھر دوبارہ دو دو مرتبہ شہادت کے کلمات کے پڑھنے کا ذکر نہیں ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حرفاً حرفاً اذان کی تعلیم دی' فرمایا: ''اللّٰه اكبر' اللّٰه اكبر' اللّٰه اكبر' اللّٰه اكبر' اشهد ان لا اله الا اللّٰه' اشهد ان لا اله الا اللّٰه' اشهد ان محمدا رسول اللّٰه' اشهد ان محمدا رسول اللّٰه' حی علی الصلٰوة' حی علی الصلٰوة' حی علی الفلاح' اللّٰه اكبر' حی علی الفلاح' اللّٰه اكبر' لا اله الا اللّٰه''۔ (المعجم الاوسط:١١١٠- ج ٢ ص ٦٥' مکتبۃ المعارف' ریاض' ١٤٠٦ھ)

حضرت ابومحذورہ کی اس حدیث میں ترجیع نہیں ہے اور یہ اول الذکر حدیث کے معارض ہے' لہٰذا اول الذکر حدیث مضطرب المتن قرار پائی اور حدیث مضطرب سنداً ضعیف ہوتی ہے اور ضعیف السند حدیث سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

حضرت ابومحذورہ کو اذان کی تعلیم دیتے وقت ان سے شہادتین کو دہروانے کی توجیہ

حضرت ابومحذورہ زمانۂ کفر میں نوعمر تھے اور بہ طور تمسخر اذان کی نقل اتارا کرتے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلا کر ان کو اذان سکھائی' جب ان سے ''اشهد ان لا اله الا اللّٰه' اشهد ان محمدا رسول اللّٰه'' دو مرتبہ پڑھنے کے لیے فرمایا تو انہوں نے اپنے کفر کی وجہ سے اس کو آہستہ آہستہ پڑھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شہادت کو ان کے دل میں جاگزین کرنے کے لیے فرمایا: اس کو دوبارہ پڑھو سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے جو شہادتین کو دہرانے کے لیے فرمایا تھا' وہ تعلیم کے لیے فرمایا تھا' اس کی تفصیل اس حدیث میں ہے:

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں دس لڑکوں کے ساتھ نکلا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حنین کی طرف جا رہے تھے اور اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے تمام لوگوں سے زیادہ ناپسند تھے' ہم کھڑے ہو کر بہ طور تمسخر اذان کی نقل اتار رہے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان لڑکوں کو میرے پاس لاؤ' پھر آپ نے فرمایا: تم قریب آؤ اور اذان دو' پس سب نے اذان دی اور میں سب سے آخر میں آیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے اسی کی آواز سنی تھی' آپ نے فرمایا: تم جاؤ اور اہل مکہ کے لیے اذان دو' اور عتاب بن اسید سے کہو: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ میں اہل مکہ کے لیے اذان دوں' اور میری پیشانی پر ہاتھ پھیرا' اور فرمایا: کہو' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اشهد ان لا الٰه الا اللّٰه' اشهد ان لا الٰه الا اللّٰه' اشهد ان محمدا رسول اللّٰه' اشهد ان محمدا رسول اللّٰه'' دو مرتبہ' پھر فرمایا: پھر دوبارہ پڑھو' اشهد ان لا الٰه الا اللّٰه'' دو مرتبہ'' اشهد ان محمدًا رسول اللّٰه'' دو مرتبہ'' حی علی الصلٰوة '' دو مرتبہ'' حی علی الفلاح'' دو مرتبہ'' اللّٰه اکبر' اللّٰه اکبر' لا اله الا اللّٰه'' اور جب تم صبح کی اذان دو تو'' الصلٰوة خیر من النوم'' دو بار کہو اور جب تم اقامت کہو تو دو بار کہو: ''قد قامت الصلٰوة' قد قامت الصلٰوة'' کیا تم نے سن لیا! حضرت ابومحذورہ اپنی پیشانی کے بالوں کو کاٹتے تھے نہ ان کو متفرق کرتے تھے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان بالوں پر ہاتھ پھیرا تھا۔

(سنن دارقطنی: ۸۹۲۔ ج ۱ ص ۵۱۷' دار المعرفۃ' بیروت' مصنف عبد الرزاق: ۱۷۸۳' صحیح ابن خزیمہ: ۳۸۵' سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۹۳' مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۸' سنن ابوداؤد: ۵۰۱)

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ اس خاص وجہ سے حضرت ابومحذورہ سے دوبار شہادتوں کو پڑھوایا تھا' یہ اذان کا عام معمول نہ تھا۔

ترجیع کے ثبوت میں ائمہ ثلاثہ کی دلیل اور امام ابوحنیفہ پر اعتراض

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ صحیح مسلم: ۳۷۹ کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور جمہور علماء کی یہ دلیل ہے کہ اذان میں ترجیع ثابت اور مشروع ہے' یعنی پہلے دو مرتبہ آہستہ آہستہ ''اشهد ان لا اله الا اللّٰه'' اور ''اشهد ان محمدًا رسول اللّٰه'' کہنا اور پھر دوبارہ زور سے ان کلمات کو کہنا' اور امام ابوحنیفہ نے حضرت عبداللہ بن زید کی حدیث پر عمل کرتے ہوئے کہا ہے کہ اذان میں ترجیع نہیں' اور جمہور کی حجت حضرت ابومحذورہ کی یہ حدیث صحیح ہے' کیونکہ حضرت ابومحذورہ کی حدیث حضرت عبداللہ بن زید کی حدیث سے مؤخر ہے کیونکہ وہ غزوۂ حنین کے بعد آٹھ ہجری میں اسلام لائے تھے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۲ ص ۱۵۰۵' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب اور امام ابوحنیفہ کے مسلک پر ٹھوس دلائل

میں کہتا ہوں کہ حضرت ابومحذورہ کی حدیث صحیح کیسے ہو سکتی ہے جب کہ اس کی معارض حدیث موجود ہے اور جب کہ ان سے اذان کو اس لیے دہروایا گیا تھا کہ وہ پہلے اذان کا مذاق اڑا رہے تھے' اور چونکہ وہ پہلے اسلام کے مخالف تھے' اس لیے انہوں نے ''اشهد ان لا اله الا اللّٰه'' کو آہستہ پڑھا تھا' تب ان سے دوبارہ بلند آواز سے پڑھوایا گیا تھا' اس لیے ان کی اس حدیث کو حجت نہیں بنایا جا سکتا' اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جنہوں نے خواب میں فرشتے سے اذان سنی تھی اور ان ہی کے خواب پر اذان کی بنیاد رکھی گئی' ان کے علاوہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مؤذن ہیں' ان کی اذان میں بھی ترجیع نہیں ہے' نیز امام ابوحنیفہ کی مؤید دیگر احادیث ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں اذان کے کلمات صرف دو دو بار اور اقامت کے کلمات ایک ایک بار تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۵۱۰)

چونکہ حضرت ابومحذورہ نے پہلی بار شہادت کے کلمات کو لمبا کر کے نہیں پڑھا تھا' اس لیے آپ نے انہیں دہرانے کے لیے فرمایا:
حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں خود اذان سکھائی اور فرمایا: کہو' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ' اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ' اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' آپ نے فرمایا: دوبارہ اپنی آواز کو لمبا کر کے پڑھو:'' اشھد ان لا الٰہ لا اللّٰہ' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ' اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ' اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ' حیّ علی الصلٰوۃ' حی علی الصلٰوۃ' حی علی الفلاح' حی علی الفلاح' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' لا الٰہ الا اللّٰہ''۔ (سنن ابوداؤد: ۵۰۳' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توحید ورسالت کی شہادت کو ان کے دل میں جمانے کے لیے دوبارہ ان سے بلند آواز سے توحید ورسالت کی شہادت کو پڑھوایا تھا اور جب ان کے دل میں یہ شہادت جاگزین ہو گئی تو پھر اذان میں دوبارہ اس شہادت کو پڑھنے کی ضرورت نہیں جیسا کہ حضرت ابومحذورہ بھی اذان میں اس شہادت کو نہیں دہراتے تھے جیسا کہ ہم المعجم الاوسط: ۱۱۱۰ کے حوالے سے ذکر کر چکے ہیں اور حضرت عبداللہ بن زید اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کی اذان کا بھی یہی طریقہ تھا اور یہی حضرت ابن عمر اور دیگر صحابہ سے بھی ثابت ہے' پس ان ٹھوس دلائل سے ثابت ہو گیا کہ اذان میں ترجیع نہیں ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک ہے اور ائمہ ثلاثہ جو اذان میں ترجیع کرتے ہیں' ان کی بنیاد بہت کم زور ہے۔ وللہ الحمد

اذان کے دیگر مباحث میں'' اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' سن کر انگوٹھے چومنا

علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:
جب پہلی بار اذان میں'' اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' سنے تو یہ کہنا مستحب ہے:'' صلی اللّٰہ علیك یا رسول اللّٰہ'' اور جب دوسری بار سنے تو یہ کہنا مستحب ہے:'' قرت عینی بك یا رسول اللّٰہ'' پھر اپنے انگوٹھوں کو اپنی آنکھوں پر رکھ کر یہ دعا کرے: اے اللہ! میری سماعت اور بصارت سے مجھ کو فائدہ پہنچا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی جنت کی طرف رہ نمائی فرمائیں گے' اسی طرح ''کنز العباد'' میں مذکور ہے۔ یہ عبارت علامہ محمد قہستانی متوفی ۹۶۲ھ کی ہے۔ (دیکھئے: جامع الرموز ج ا ص ۱۲۵' ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی' کراچی)

اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد علامہ شامی لکھتے ہیں: اسی کی مثل الفتاویٰ الصوفیہ میں مذکور ہے' اور کتاب الفردوس میں یہ حدیث ہے: جس شخص نے اذان میں'' اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' سننے کے بعد اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو بوسا دیا' میں اس کی قیادت کروں گا اور اس کو جنت کی صفوں میں داخل کروں گا' اس کی مکمل بحث علامہ خیر الدین رملی نے البحر الرائق کے حواشی میں لکھی ہے اور علامہ شمس الدین محمد بن عبدالرحمان سخاوی نے المقاصد الحسنۃ ص ۳۸۳ میں لکھی ہے۔ (علامہ سخاوی نے جو کچھ لکھا ہے' اس کا خلاصہ یہ ہے کہ متعدد احادیث مرفوعہ میں ہے: جس نے یہ عمل کیا' اس کی آنکھیں کبھی نہیں دُکھیں گی' مگر ان احادیث مرفوعہ کی سند صحیح نہیں ہے' اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ اس باب میں احادیث موقوفہ کی سند صحیح ہے اور احادیث مرفوعہ کی سند ضعیف ہے' واضح رہے کہ فضائل اعمال میں وہ احادیث بھی معتبر ہوتی ہیں' جن کی سند ضعیف ہو۔ سعیدی غفرلہٗ)

نیز علامہ شامی لکھتے ہیں: ان احادیث کا علامہ جراحی نے ذکر کیا ہے اور طویل بحث کی ہے' پھر کہا ہے: ان میں سے کسی حدیث مرفوع کی سند صحیح نہیں ہے اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ علامہ قہستانی نے اپنی کتاب کے حاشیہ میں لکھا ہے: یہ عمل اذان کے ساتھ مخصوص ہے اور بسیار تتبع اور تلاش کے باوجود اقامت میں اس کے متعلق نقل نہیں مل سکی۔

(ردالمحتار ج ۲ ص ۶۳۔ ۶۲' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ احمد الطحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ نے پہلے علامہ قہستانی کی عبارت نقل کی ہے' پھر لکھا ہے:

الدیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ذکر کی ہے کہ جس نے مؤذن سے ''اشھد ان محمداً رسول اللّٰہ'' سن کر اپنی شہادت کی انگلیوں کے باطن کو بوسا دینے کے بعد اپنی آنکھوں پر رکھا اور یہ کہا: میں شہادت دیتا ہوں کہ سیدنا محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور میں اللہ کو رب مان کر راضی ہوں اور اسلام کو دین مان کر اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نبی مان کر راضی ہوں تو اس کے لیے میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔ اسی طرح حضرت الخضر علیہ السلام سے بھی منقول ہے اور اس طرح کی احادیث سے فضائل میں عمل کیا جاتا ہے۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ج ۱ ص ۲۸۷' بیروت)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

علامہ سخاوی نے کہا ہے کہ انگوٹھے چومنے کے متعلق احادیث مرفوعہ کی اسانید صحیح نہیں ہیں (یعنی حسن یا ضعیف ہیں' ملا علی قاری اس کے جواب میں فرماتے ہیں:) جب صحیح سند سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اذان میں انگوٹھے چومے ہیں تو یہ ہمارے عمل کے لیے کافی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے: میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرو۔

(موضوعات کبیر ص ۶۴' مطبوعہ مجتبائی دہلی)

* اس کی زیادہ تحقیق ہم نے تبیان القرآن' ج ۱۰ ص ۴۸۷' حم السجدۃ: ۳۳ کی تفسیر میں کی ہے۔

اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات

علامہ عمر بن ابراہیم ابن نجیم الحنفی التوفی ۱۰۰۵ھ لکھتے ہیں:

حافظ جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ نے حسن المحاضرۃ میں لکھا ہے کہ ربیع الآخر ۷۸۱ھ' پیر کے دن عشاء کی اذان کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا شروع ہوا' پھر اس کے دس سال بعد مغرب کے سوا ہر اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنا شروع ہوا' پھر میں نے علامہ عبد الرحمان سخاوی متوفی ۹۰۲ھ کی القول البدیع میں یہ پڑھا کہ شعبان ۷۹۱ھ میں قاہرہ اور مصر کے مؤذنوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ ہر اذان سے فارغ ہونے کے بعد کئی مرتبہ یہ پڑھیں: ''الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللّٰہ'' اور یہ معلوم ہے کہ صلوٰۃ وسلام پڑھنا قرب کا ذریعہ ہے اور بہت احادیث میں اس کی ترغیب دی گئی ہے' خصوصاً اذان کے بعد کی دعا سے پہلے۔ (صحیح مسلم: ۳۸۴) اور صحیح یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے اور اس کے فاعل کو اس کی حسن نیت کی وجہ سے اجر دیا جائے گا۔ (القول البدیع ص ۲۸۰' ملخصاً' مکتبۃ المؤید الطائف) اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے میں کئی اقوال ہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے۔

(النہر الفائق ج ۱ ص ۱۷۲' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

علامہ شامی متوفی ۱۲۵۲ھ کی بھی یہی تحقیق ہے کہ اذان کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا بدعت حسنہ (اچھی بدعت) ہے۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۵۲' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کبھی خود بھی اذان دی ہے یا نہیں؟

جس چیز کا اکثر سوال کیا جاتا ہے' وہ یہ ہے کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کبھی خود بھی اذان دی ہے یا نہیں؟

علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک بار سفر میں اذان دی ہے اور اپنے اصحاب کو سواریوں پر نماز پڑھائی ہے' اس وقت آسمان سے بارش ہو رہی تھی اور ان سواریوں کے نیچے کیچڑ تھی' اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے' اسی طرح علامہ نووی نے بھی جزم کے ساتھ کہا ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سفر میں اذان دی ہے اور اس کو امام ترمذی کی طرف منسوب کیا ہے اور ان کو قوی قرار دیا

ہے امام ترمذی کی روایت درج ذیل ہے:

یعلیٰ بن مرہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے' وہ ایک تنگ جگہ پر پہنچے' پھر نماز کا وقت آ گیا' پس ان کے اوپر آسمان سے بارش ہو رہی تھی اور ان کے نیچے کیچڑ تھی' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی سواری پر اذان دی اور اقامت فرمائی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سواری کے ساتھ آگے بڑھ گئے اور ان کو نماز پڑھائی' آپ اشارے سے نماز پڑھا رہے تھے اور سجدہ کو رکوع سے زیادہ پست رکھتے تھے۔ (سنن ترمذی:۴۱۱' مسند احمد ج ۴ ص ۱۷۴ طبع قدیم)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: لیکن ہم نے مسند احمد میں اس حدیث کو دیکھا' اس میں یہ عبارت ہے:

پس آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے اذان دی' اس سے معلوم ہوا کہ امام ترمذی کی روایت میں اختصار ہے اور ترمذی میں جو مذکور ہے: آپ نے اذان دی' اس کا معنی ہے: آپ نے حضرت بلال کو اذان دینے کا حکم دیا' جیسے کہا جاتا ہے کہ خلیفہ نے فلاں عالم کو ہزار روپے دیئے' حالانکہ خلیفہ خود نہیں دیتا' اس کا کوئی کارندہ دیتا ہے' لیکن چونکہ وہ خلیفہ کے حکم سے دیتا ہے' اس لیے کہا جاتا ہے کہ خلیفہ نے ہزار روپے دیئے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۰۲-۲۰۱' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے مسند احمد کی جس مفصل روایت کا ذکر کیا ہے' اس کا متن حسب ذیل ہے:

عمرو بن عثمان بن یعلیٰ بن مرہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب ایک تنگ جگہ پہنچے آپ سواری پر تھے' لوگوں کے اوپر آسمان سے بارش ہو رہی تھی اور ان کے نیچے کیچڑ تھی' پس نماز کا وقت آ گیا تو آپ نے مؤذن کو اذان اور اقامت کا حکم دیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سواری پر آگے بڑھ گئے' پھر آپ نے ان کو اشارے سے نماز پڑھائی اور آپ نے سجدہ کو رکوع سے زیادہ پست رکھا۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۷۴' مسند احمد: ۱۷۵۷۳' ج ۲۹ ص ۱۱۲' موسسۃ الرسالۃ بیروت)

میں کہتا ہوں کہ اس سفر کے موقع پر ہو سکتا ہے کہ آپ نے خود اذان نہ دی ہو لیکن دیگر مواقع پر آپ کا اذان دینا ثابت ہے:

خاتم الحفاظ' حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

سنن سعید بن منصور میں ابن ابی ملیکہ سے یہ حدیث مرسل مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اذان دی اور فرمایا: "حی علی الفلاح" اور یہ روایت تاویل کو قبول نہیں کرتی۔ (التوشیح علی الجامع الصحیح ج ۱ ص ۴۰۷' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ)

علامہ عبد القادر رافعی لکھتے ہیں:

سراج میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا' جب سورج زائل ہو گیا تو آپ نے خود اذان دی اور اقامت فرمائی اور ظہر کی نماز پڑھائی۔ (تقریرات رافعی ج ۱ ص ۴۷' دار احیاء التراث العربی بیروت)

۲ - بَابُ الْاَذَانُ مَثْنٰی مَثْنٰی — اذان کے کلمات دو دو ہیں

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اذان کے کلمات دو دو بار پڑھے ہیں۔

۶۰۵ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ عَطِيَّةَ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ، عَنْ اَنَسٍ قَالَ اُمِرَ بِلَالٌ اَنْ يَّشْفَعَ الْاَذَانَ وَاَنْ يُّوْتِرَ الْاِقَامَةَ اِلَّا الْاِقَامَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از سماک بن عطیہ از ایوب از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت بلال کو یہ حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات

دو دو بار کہیں اور اقامت کے کلمات ایک ایک بار کہیں' سوائے "قد قامت الصلوٰۃ" کے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦٠٣ میں گزر چکی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

٦٠٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ وَهُوَ ابْنُ سَلَّامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ اَخْبَرَنَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ ' عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ ' عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا كَثُرَ النَّاسُ ' قَالَ ذَكَرُوْا اَنْ يَّعْلَمُوْا وَقْتَ الصَّلٰوةِ بِشَىْءٍ يَّعْرِفُوْنَهُ ' فَذَكَرُوْا اَنْ يُّوْرُوْا نَارًا ' اَوْ يَضْرِبُوْا نَاقُوْسًا ' فَاُمِرَ بِلَالٌ اَنْ يَّشْفَعَ الْاَذَانَ ' وَاَنْ يُّوْتِرَ الْاِقَامَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' اور وہ ابن سلام ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد الحذاء نے خبر دی از ابو قلابہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا: جب لوگ بہت زیادہ ہو گئے تو انہوں نے ذکر کیا کہ نماز کے وقت کی کوئی علامت مقرر کریں' جس سے وہ وقت کو پہچان لیں' پس انہوں نے ذکر کیا کہ آگ جلائیں یا ناقوس بجائیں' پھر حضرت بلال کو حکم دیا گیا کہ اذان کے دو دو کلمات کہیں اور اقامت کے کلمات ایک ایک بار کہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦٠٣ میں گزر چکی ہے' وہاں مطالعہ فرمائیں۔

٣ - بَابُ الْاِقَامَةُ وَاحِدَةٌ اِلَّا قَوْلَهُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ

اقامت کے کلمات ایک ایک بار ہیں' سوائے "قد قامت الصلوٰۃ" کے

٦٠٧ - حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ ' عَنْ اَنَسٍ قَالَ اُمِرَ بِلَالٌ اَنْ يَّشْفَعَ الْاَذَانَ' وَاَنْ يُّوْتِرَ الْاِقَامَةَ . قَالَ اِسْمَاعِيْلُ فَذَكَرْتُهُ لِاَيُّوْبَ فَقَالَ اِلَّا الْاِقَامَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دو دو دفعہ کہیں اور اقامت کے کلمات ایک ایک دفعہ۔ اسماعیل نے کہا: میں نے اس کا ایوب سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا: سوائے "قد قامت الصلوٰۃ" کے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦٠٣ میں گزر چکی ہے' اس کی شرح وہاں دیکھ لیں۔

٤ - بَابُ فَضْلِ التَّاْذِيْنِ

اذان دینے کی فضیلت

٦٠٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ. قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ اَبِی الزِّنَادِ' عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ ' اَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ' حَتّٰى لَا يَسْمَعَ التَّاْذِيْنَ' فَاِذَا قَضَى النِّدَاءَ اَقْبَلَ' حَتّٰى اِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلٰوةِ اَدْبَرَ' حَتّٰى اِذَا قَضَى التَّثْوِيْبَ اَقْبَلَ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نماز کے لیے اذان دی جائے تو شیطان پیٹھ موڑ کر گوز چھوڑتا ہوا بھاگ جاتا ہے تاکہ اذان کو نہ سنے اور جب اذان پوری ہو جاتی ہے تو آ جاتا ہے حتیٰ کہ جب نماز کی اقامت کہی جاتی ہے

حَتّٰی یَخْطِرَ بَیْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهٖ، یَقُوْلُ اُذْکُرْ کَذَا، اُذْکُرْ کَذَا، لِمَا لَمْ یَکُنْ یَذْکُرُ، حَتّٰی یَظَلَّ الرَّجُلُ لَا یَدْرِیْ کَمْ صَلّٰی.

پھر پیٹھ موڑ کر چلا جاتا ہے حتیٰ کہ جب اقامت پوری ہو جاتی ہے تو آ جاتا ہے پھر انسان کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے کہ فلاں چیز کو یاد کر فلاں چیز کو یاد کر، جس چیز کو وہ پہلے یاد نہیں کر رہا تھا حتیٰ کہ آدمی کو پتا نہیں چلتا کہ اس نے کتنی رکعت نماز پڑھی ہے۔

[اطراف الحدیث: ۱۲۲۲-۱۲۳۱-۱۲۳۲-۳۲۸۵]

(صحیح مسلم: ۳۸۹، الرقم المسلسل: ۸۳۲، سنن ابوداؤد: ۵۱۶، سنن نسائی: ۶۶۹، موطا امام مالک: ۱۵۶، دارالمعرفۃ، صحیح ابن حبان: ۱۶۵۴، شرح السنۃ: ۴۱۲، مسند احمد ج ۲ ص ۴۶۰، مسند احمد: ۹۹۳۱- ج۱۶ ص ۴۴، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۳۸۳، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ شیطان اذان سن کر بھاگ جاتا ہے، اگر اذان کی بہت زیادہ فضیلت نہ ہوتی تو شیطان کو اذان سے اذیت نہ ہوتی اور جب اس کو اذان سے اذیت ہوتی ہے تو وہ اذان سن کر بھاگتا ہے۔

''ضراط'' کا معنی اور شیطان کے گوز مارنے کی توجیہات

اس حدیث میں ''ضـــراط'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: گوز مارنا، یعنی آواز کے ساتھ ہوا خارج کرنا، اس حدیث کو ظاہر پر محمول کرنا ممکن ہے، کیونکہ شیطان کا جسم ہے اور وہ کھاتا پیتا بھی ہے اور قے بھی کرتا ہے، حدیث میں ہے:

جابر بن صبیح بیان کرتے ہیں کہ مجھے المثنیٰ بن عبدالرحمٰن الخزاعی نے حدیث بیان کی، وہ کھانے کے شروع میں اور لقمہ کے آخر میں بسم اللہ پڑھتے تھے اور کہتے تھے: ''بسم اللّٰہ فی اولہ واخرہ'' میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کھانے کے شروع میں بسم اللہ پڑھتے ہیں تو پھر کھانے کے آخر میں ''بسم اللّٰہ اولہ واخرہ'' پڑھنے کی کیا وجہ ہے؟ تو انہوں نے اس کی وجہ بیان کی کہ میرے دادا حضرت امیہ بن مخشی رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کھانا کھا رہا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے، اس نے بسم اللہ نہیں پڑھی حتیٰ کہ جب اس کے کھانے کا آخری لقمہ رہ گیا تو اس نے پڑھا: ''بسم اللّٰہ اولہ واخرہ'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان اس کے ساتھ مسلسل کھا رہا تھا حتیٰ کہ جب اس نے بسم اللہ پڑھی تو اس کے پیٹ میں جو کچھ بھی گیا تھا، اس نے اس کی قے کر دی۔ (السنن الکبریٰ للنسائی: ۶۷۵۸، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۲۸۲، الطبقات الکبریٰ ج ۷ ص ۱۳-۱۲، المعجم الکبیر: ۸۵۴، عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی: ۴۶۱، المستدرک ج ۴ ص ۱۰۹-۱۰۸، سنن ابوداؤد: ۳۷۶۸، الاحاد والمثانی: ۲۳۰۱، مسند احمد ج ۴ ص ۳۳۶ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۸۹۶۳، ج ۴ ص ۲۹۶، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اور شیطان پیشاب بھی کرتا ہے، ایک حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا ذکر کیا گیا کہ وہ مسلسل سوتا رہتا ہے، حتیٰ کہ صبح ہو جاتی ہے نماز کے لیے نہیں اٹھتا، آپ نے فرمایا: شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۱۴۴، صحیح مسلم: ۷۷۴، سنن نسائی: ۱۶۰۴، سنن ابن ماجہ: ۱۳۳۰)

شیطان کا جسم ہے، خواہ ناری ہے اور اس کے لیے جسمانی عوارض احادیث سے ثابت ہیں، وہ کھاتا پیتا ہے، قے کرتا ہے، پیشاب کرتا ہے تو اس کا گوز مارنا بھی مستبعد نہیں ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اذان میں اللہ اکبر سن کر اس پر ایسی ہیبت اور دہشت طاری ہو کہ خوف کے اس کا گوز نکل جاتا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ لعین اذان کا مذاق اڑانے کے لیے از خود گوز مارتا ہو، اور یہ بھی ہو سکتا

ہے کہ وہ اس لیے گوز مارتا ہو کہ گوز کی آواز کی وجہ سے وہ اذان کے کلمات کی آواز نہ سن سکے۔

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اذان سے افضل قرآن مجید کی تلاوت اور نماز ہے شیطان قرآن مجید کی تلاوت سے تو نہیں بھاگتا اور نہ نماز سے بھاگتا ہے پھر وہ اذان سن کو کیوں بھاگتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو چیز بھی اذان سنتی ہے وہ قیامت کے دن اس کے اذان دینے کی گواہی دے گی تو شیطان اس لیے بھاگتا ہے کہ اس کو قیامت کے دن گواہی نہ دینی پڑے اور رہا اذان سن کر اذان سننے والے کے حق میں گواہی دینا' سو اس کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: بلند آواز سے اذان دو' مؤذن کی آواز کو جو بھی جن' انس یا جو چیز بھی سنتی ہے' وہ قیامت کے دن اس کے اذان دینے کی گواہی دے گی' انہوں نے کہا: یہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔

(صحیح البخاری:۶۰۹' سنن نسائی:۶۴۳' سنن ابن ماجہ:۷۲۳)

اذان کی فضیلت میں دیگر احادیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے سات سال ثواب کی نیت سے اذان دی' اس کے لیے دوزخ سے براءت لکھ دی جائے گی۔ (سنن ترمذی:۲۰۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امام ضامن ہے اور مؤذن امین ہے' اے اللہ! ائمہ کو ہدایت دے اور مؤذنین کی مغفرت فرما۔ (سنن ترمذی:۲۰۷' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اذان اور اقامت کے درمیان دعا رد نہیں کی جاتی۔

(سنن ابوداؤد:۵۲۱' سنن ترمذی:۲۱۲' ۳۵۹۴' مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۹)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجر طلوع ہوتے ہی بستیوں پر حملہ کرتے تھے اور آپ غور سے اذان سنتے تھے' اگر کسی بستی سے اذان کی آواز آتی تو آپ حملہ کرنے سے رُک جاتے' ورنہ آپ حملہ کرتے' جب آپ نے کسی شخص سے سنا: اللہ اکبر' اللہ اکبر! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (تم) فطرت پر ہو' اور جب اس نے ''اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ'' کہا تو آپ نے فرمایا: تم دوزخ سے نکل گئے' لوگوں نے دیکھا تو وہ شخص بکریوں کا چرواہا تھا۔

(صحیح مسلم:۳۸۲' الرقم المسلسل:۸۴۴' سنن ابوداؤد:۲۶۳۴' سنن ترمذی:۱۶۱۸)

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن مؤذنوں کی گردنیں سب سے لمبی ہوں گی۔ (صحیح مسلم:۳۸۷' الرقم المسلسل:۸۲۹' سنن ابن ماجہ:۷۲۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگوں کو علم ہو جائے کہ اذان دینے میں اور صف اوّل میں نماز پڑھنے میں کتنا اجر ہے' پھر وہ بغیر قرعہ اندازی کے ان کو نہ پاسکیں تو وہ ضرور قرعہ اندازی کریں گے' اور اگر لوگوں کو علم ہو جائے کہ ظہر کی نماز میں کتنا اجر ہے تو وہ اس کی طرف سبقت کریں گے اور اگر انہیں علم ہو جائے کہ عشاء اور صبح کی نمازوں میں کتنا اجر ہے تو وہ ضرور ان نمازوں میں آئیں گے' خواہ گھسٹتے ہوئے آئیں۔

(صحیح البخاری:۶۱۵' صحیح مسلم:۴۳۷' الرقم المسلسل:۹۵۶' سنن ترمذی:۲۲۵' سنن نسائی:۵۴۰)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اذان کو جو بھی جن اور انس اور شجر اور حجر سنتا ہے' وہ اس کی گواہی دے گا۔ (صحیح البخاری:۶۰۹' سنن نسائی:۶۴۳' سنن ابن ماجہ:۷۲۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جہاں تک مؤذن کی آواز پہنچتی ہے وہاں تک اس کی مغفرت کردی جائے گی اور ہر خشک اور تر چیز مؤذن کے لیے مغفرت طلب کرتی ہے اور نماز پر حاضر ہونے والے کے لیے پچیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ان کے درمیان کے گناہوں کے لیے کفارہ ہو جاتی ہیں۔

(سنن ابوداؤد: ۵۱۵ 'سنن نسائی: ۶۴۴ 'سنن ابن ماجہ: ۷۲۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے نیک لوگوں کو اذان دینی چاہیے اور تم میں سے عمدہ قرآن پڑھنے والوں کو نماز پڑھانی چاہیے۔ (سنن ابوداؤد: ۵۹۰ 'سنن ابن ماجہ: ۷۲۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ثواب کی نیت سے سات سال اذان دی' اللہ اس کے لیے دوزخ سے براءت لکھ دیتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۰۶ 'سنن ابن ماجہ: ۷۲۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے بارہ سال اذان دی' اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی اور اس کے اذان دینے کی وجہ سے اس کے لیے ساٹھ نیکیاں لکھی جائیں گی اور ہر اقامت کہنے کی وجہ سے اس کی تیس نیکیاں لکھی جائیں گی۔ (سنن ابن ماجہ: ۷۲۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مؤذن کے سر پر رحمن کا ہاتھ ہے اور جہاں تک اس کی آواز پہنچتی ہے' وہاں تک اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ (المعجم الاوسط: ۲۰۰۸ 'مکتبۃ المعارف' ریاض)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تین آدمیوں کو محشر کی گھبراہٹ ہول میں مبتلا نہیں کرے گی' اور وہ اس وقت خوف زدہ نہیں ہوں گے جب لوگ خوف زدہ ہوں گے' ایک وہ شخص جس نے قرآن کا علم حاصل کیا اور اللہ کی رضاء کے لیے رات کو قیام کیا' دوسرا وہ شخص جس نے ہر روز دن میں پانچ مرتبہ اذان دی اور تیسرا وہ شخص جو غلام ہو اور اس کو غلامی کے تقاضے اپنے رب کی عبادت سے مانع نہ ہوں۔ (المعجم الکبیر: ۱۳۵۸۴)

سعد بیان کرتے ہیں کہ اگر مجھے اذان پر قوت ہوتو وہ مجھے حج' عمرہ اور جہاد سے زیادہ پسند ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۳۶)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۷۶۰۔ ج ۱ ص ۱۰۹۶ پر ذکر کی گئی ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی ہے۔

٥ - بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالنِّدَاءِ — بلند آواز سے اذان دینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جتنی دور تک مؤذن کی آواز جائے گی' اس کو اتنا زیادہ ثواب ملے گا۔

وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اَذِّنْ اَذَانًا سَمْحًا ' وَإِلَّا فَاعْتَزِلْنَا.

اور عمر بن عبد العزیز نے کہا: عمدہ طرح اذان دو ورنہ اذان کا منصب چھوڑ دو۔

یہ مکمل تعلیق اس طرح ہے:

عمر بن سعد بن ابی حسین مکی بیان کرتے ہیں کہ ایک مؤذن نے اذان دی اور اپنی اذان میں طرز لگائی تو اس سے عمر بن عبد العزیز نے کہا: عمدہ طریقہ سے اذان دو (یعنی بغیر طرز کے) ورنہ اذان کا منصب چھوڑ دو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۷۵)

٦٠٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ ' عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي صَعْصَعَةَ الْاَنْصَارِيِّ ' ثُمَّ الْمَازِنِيِّ '

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبدالرحمن بن عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی صعصعہ الانصاری ثم

عَنْ اَبِيهِ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ قَالَ لَهُ اِنِّي اَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَالْبَادِيَةَ ، فَاِذَا كُنْتَ فِي غَنَمِكَ اَوْ بَادِيَتِكَ، فَاَذَّنْتَ بِالصَّلٰوةِ فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالنِّدَاءِ ، فَاِنَّهُ لَا يَسْمَعُ مَدٰى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَّلَا اِنْسٌ وَّلَا شَيْءٌ ، اِلَّا شَهِدَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ . قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

[اطراف الحدیث: ۳۲۹۶۔ ۷۵۴۸]

المازنی از والد خود کہ ان سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ نے فرمایا: میں دیکھتا ہوں کہ تم بکریوں سے اور جنگل سے محبت کرتے ہو'پس جب تم اپنی بکریوں میں یا اپنے جنگل میں ہو'پھر تم اپنی نماز کی اذان دو تو اپنی آواز بلند کر کے اذان دینا کیونکہ مؤذن کی آواز کی انتہاء تک جو بھی اذان سنے گا خواہ جن ہو'انسان ہو یا کوئی چیز بھی ہو'وہ اس کے حق میں قیامت کے دن گواہی دے گا۔حضرت ابوسعید نے کہا: میں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔

(سنن نسائی: ۶۴۳' سنن ابن ماجہ: ۷۲۳' موطأ امام مالک: ۱۵۵' دارالمعرفۃ' مصنف عبد الرزاق: ۱۸۶۵' مسند الحمیدی: ۷۳۲' مسند ابویعلیٰ: ۹۸۲' صحیح ابن خزیمہ: ۳۸۹' مسند احمد ج ۳ ص ۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۰۳۱۔ ج ۱۷ ص ۸۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۱۷۲' مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۲۱۴۰)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اپنی آواز بلند کر کے اذان دینا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن یوسف التنیسی (۲) امام مالک بن انس (۳) عبدالرحمان بن عبداللہ بن ابی صعصعہ الانصاری المازنی' یہ ابوجعفر کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے (۴) ان کے والد عبداللہ بن عبدالرحمان (۵) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۶۷)

قیامت کے دن اذان دینے والے کی تعظیم اور تکریم

اس حدیث میں مذکور ہے: جو بھی اذان سنے گا خواہ جن ہو'انسان ہو یا کوئی چیز بھی ہو'وہ اس کے حق میں قیامت کے دن گواہی دے گا۔ اس حدیث میں یہ تنبیہ ہے کہ جہاں پر مؤذن کی آواز ختم ہوگی' وہاں تک سننے والے اس کی اذان کی گواہی دیں گے' بہ ظاہر یہ کلام حیوانات اور جمادات کو بھی شامل ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ کلام ان کے ساتھ مخصوص ہے' جو شہادت دے سکیں جیسے انسان' جن اور فرشتے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ کلام سب کو شامل ہے اور اللہ تعالیٰ حیوانات اور جمادات میں عقل پیدا کر دے گا اور وہ مؤذن کی اذان سننے کی گواہی دیں گے' اس حدیث میں یہ بشارت ہے کہ مؤذن کے بلند درجے ہیں اور قیامت کے دن اس کی فضیلت کی شہرت کر دی جائے گی' جس طرح اللہ تعالیٰ بعض کی شہادت سے بعض لوگوں کو ذلیل اور رسوا کرے گا' اسی طرح بعض کی شہادت سے اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو سرخ رو اور معزز اور مکرم کرے گا۔

لاؤڈ اسپیکر پر اذان دینے کا استحباب اور ایام فتنہ میں شہروں سے نکل کر جنگلوں میں رہنے کا جواز

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بلند آواز سے اور بلند جگہ پر کھڑے ہو کر اذان دینا مستحب ہے تاکہ دور دور تک اذان کی آواز جائے' حضرت بلال رضی اللہ بنو نجار کی ایک عورت کے گھر پر کھڑے ہو کر اذان دیتے تھے کیونکہ مسجد کے گرد گھروں میں اس کا گھر سب سے اونچا تھا' اسی وجہ سے لاؤڈ اسپیکر پر اذان دینا مستحب ہے۔

اس حدیث میں جنگلوں اور بکریوں میں اذان دینے کا ذکر ہے' اس سے معلوم ہوا کہ لوگوں سے اجتناب کر کے جنگلوں میں رہنا بھی جائز ہے' خصوصاً جب فتنہ اور فساد کا زمانہ ہو اور شہروں میں لوگوں کے ساتھ رہنے سے اپنے دین اور اپنی عزت کو محفوظ رکھنا مشکل ہو اور یہ کہ جنگل میں جب انسان اکیلا ہو' پھر بھی نماز کے وقت اذان دے اور اس کا اذان دینا مستحب ہے' اس حدیث سے یہ بھی معلوم

ہوا کہ جنات بنو آدم کا کلام سنتے ہیں' اور ان کے حق میں گواہی دیتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٦ - بَابُ مَا يُحْقَنُ بِالْاَذَانِ مِنَ الدِّمَاءِ
اذان کے سبب سے جانوں کا محفوظ رہنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس بستی میں اذان دی جائے' وہ اس بستی کے لوگوں کے اسلام کی دلیل ہے اور وہاں تبلیغ اسلام کے لیے جہاد نہیں کیا جاتا۔

٦١٠ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ' عَنْ حُمَيْدٍ' عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا غَزَا بِنَا قَوْمًا' لَمْ يَكُنْ يَغْزُوْ بِنَا حَتّٰى يُصْبِحَ وَ يَنْظُرَ ' فَاِنْ سَمِعَ اَذَانًا كَفَّ عَنْهُمْ ' وَاِنْ لَّمْ يَسْمَعْ اَذَانًا اَغَارَ عَلَيْهِمْ. قَالَ فَخَرَجْنَا اِلٰى خَيْبَرَ ' فَانْتَهَيْنَا اِلَيْهِمْ لَيْلًا ' فَلَمَّا اَصْبَحَ وَلَمْ يَسْمَعْ اَذَانًا رَكِبَ وَرَكِبْتُ خَلْفَ اَبِيْ طَلْحَةَ ' وَاِنَّ قَدَمِيْ لَتَمَسُّ قَدَمَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' قَالَ فَخَرَجُوْا اِلَيْنَا بِمَكَاتِلِهِمْ وَمَسَاحِيْهِمْ' فَلَمَّا رَاَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا مُحَمَّدٌ وَاللّٰهِ ' مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيْسُ' قَالَ فَلَمَّا رَاٰهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ' اللّٰهُ اَكْبَرُ' خَرِبَتْ خَيْبَرُ' اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ. (مسند الطحاوی: ۵۹۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی' از حمید از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ساتھ کسی قوم کے خلاف جہاد کرتے تو اس وقت تک ان کے خلاف جہاد نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی اور آپ انتظار کرتے' پس اگر آپ اذان سنتے تو آپ ان کے خلاف جہاد سے رُک جاتے اور اگر آپ اذان نہ سنتے تو پھر ان پر حملہ کرتے۔ حضرت انس نے کہا: پھر ہم خیبر کی طرف گئے' ہم رات کے وقت ان کی طرف پہنچے تھے' پس جب صبح ہوئی اور آپ نے اذان نہیں سنی تو آپ سوار ہوئے اور میں بھی حضرت ابوطلحہ کے پیچھے سوار ہوا اور میرا قدم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم کو چھو رہا تھا' پس خیبر کے لوگ ہماری طرف اپنی تغاریوں اور کدالوں یا پھاوڑوں کے ساتھ نکلے' پس جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو کہا: محمد (آ گئے) اور اللہ کی قسم! محمد لشکر سمیت آ گئے۔ حضرت انس نے کہا: جب ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا: اللہ اکبر' اللہ اکبر! خیبر تباہ ہو گیا' جب ہم کسی قوم کے صحن میں پہنچتے ہیں تو جن لوگوں کو ڈرایا گیا ہے' ان کی صبح خراب ہو جاتی ہے۔

اس حدیث کی مفصل اور محقق شرح' صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: ران کے متعلق جو ذکر کیا جاتا ہے' وہاں اس حدیث میں ذکر تھا: میرا گھٹنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ران کو چھو رہا تھا اور یہاں اس حدیث میں ذکر ہے: میرا قدم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم کو چھو رہا تھا۔

اس حدیث کے دیگر اہم مسائل اور فوائد کو ہم یہاں بیان کر رہے ہیں۔

حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد اور اذان کی وجہ سے جان اور مال کا محفوظ رہنا

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اذان دین اسلام کا شعار ہے' اور اذان کو ترک کرنا جائز نہیں ہے' فقہاء نے کہا ہے کہ اگر کسی علاقے کے لوگ اس پر اتفاق کر لیں کہ وہ اذان نہیں دیں گے تو مسلمانوں کے سربراہ پر واجب ہے کہ وہ ان سے قتال کرے' اور جس علاقے کے لوگ اذان دیں تو یہ اس پر دلیل ہے کہ اس علاقے کے لوگ مسلمان ہیں کیونکہ اذان میں توحید اور رسالت کا اعلان ہے

اوران کے خلاف جہاد نہیں کیا جائے گا اوران کی جان اور مال کی حفاظت کی جائے گی۔

٧ - بَابُ مَا يَقُوْلُ إِذَا سَمِعَ الْمُنَادِىَ

مؤذن سے اذان سننے والا کیا کہے

٦١١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِىِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ، فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عطاء بن یزید اللیثی از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم اذان سنو تو اسی کی مثل کہو جو مؤذن کہتا ہے۔

(صحیح مسلم: ٣٨٣ الرقم المسلسل: ٨٢٥ سنن ابوداؤد: ٥٢٢ سنن ترمذی: ٢٠٨ سنن نسائی: ٦٧٣ سنن ابن ماجہ: ٧٢٣ موطا امام مالک: ١٣٢ دارالمعرفۃ مسند ابویعلی: ١١٨٩ سنن بیہقی ج ١ ص ٤٠٨ مصنف عبدالرزاق: ١٨٤٢ مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ ص ٢٢٧ حلیۃ الاولیاء ج ٣ ص ٣٧٨ تاریخ بغداد ج ٩ ص ٣٣٥ شرح السنۃ: ٤١٩ مسند احمد ج ٣ ص ٥ طبع قدیم مسند احمد: ١١٠٢٠ ج ١٧ ص ٦٥ - ٦٤ موسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی: ٢٠٤٠ مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ مسند الطحاوی: ٢١٤١)

حدیث مذکور کے پانچ رجال ہیں ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں یہ ارشاد ہے: جب تم اذان سنو تو اس کی مثل کہو جو مؤذن کہتا ہے۔

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اذان کا جواب دینا مستحب ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک واجب ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم اذان سنو تو اس کی مثل کہو جو مؤذن کہتا ہے۔ اس حدیث کی بناء پر ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ اذان سننے والے پر مؤذن کے کلمات کا جواب دینا واجب ہے کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امر (حکم) ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے اصحاب مالک میں سے ابن وہب کا اور ظاہریہ (غیر مقلدین) کا بھی یہی مسلک ہے اذان کے وقت قرآن مجید پڑھنے کو بھی قطع کرنا واجب ہے اور سلام اور کلام کو بھی ترک کرنا واجب ہے اور کلمات اذان کے جواب کے سوا ہر عمل کو قطع کرنا واجب ہے۔

امام مالک امام شافعی امام احمد اور جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اس باب میں امر استحباب کے لیے ہے وجوب کے لیے نہیں ہے۔ امام طحاوی کا بھی یہی مختار ہے علامہ نووی نے بھی یہی کہا ہے کہ اذان کے کلمات کا زبانی جواب دینا مستحب ہے۔

ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ جب انسان کسی ایسی جگہ ہو یا ایسے حال میں ہو کہ اس جگہ اور اس حال میں اللہ تعالیٰ کا نام لینا ادب کے خلاف ہو تو اذان کا جواب نہ دے مثلاً وہ بیت الخلاء میں ہو یا اپنی بیوی کے ساتھ جماع میں مشغول ہو اسی طرح اگر وہ کسی افضل کام میں مشغول ہو مثلاً فرض یا نفل نماز پڑھ رہا ہو تو اذان کا جواب نہ دے اور اگر وہ اذان کے وقت قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہو یا تسبیح پڑھ رہا ہو تو اس کو منقطع کر کے مؤذن کی اذان کا جواب دے اقامت میں بھی اذان کی طرح جواب دے مگر جب وہ کہے: ''قد قامت الصلوٰة'' تو کہے: ''اقامها الله وادامها'' اور جب مؤذن کہے: ''الصلوٰة خير من النوم'' تو سننے والا کہے: ''صَدَقْتَ وَبَرِرْتَ''۔

اذان کے کلمات کے جواب دینے کی کیفیت

ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ سننے والے پر واجب ہے کہ وہ مؤذن کے کہے ہوئے کلمات کی مثل کہے مگر جب مؤذن ''حی علی الصلوٰۃ'' کہے تو سننے والا اس کے جواب میں ''لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم'' کہے اور جب مؤذن ''حی علی الفلاح'' کہے تو سننے والا کہے: ''ماشاء اللّٰہ کان وما لم یشأ لم یکن'' اسی طرح جب مؤذن کہے: ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' تو سننے والا کہے: ''صَدَقْتَ وَبَرِرْتَ''۔

اذان سننے کے دوران سننے والا قرآن شریف کی تلاوت کرے' نہ کسی کو سلام کرے' نہ سلام کا جواب دے اور اذان کا جواب دینے کے سوا اور کسی عمل میں مشغول نہ ہو اور اگر قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہو تو اس کو منقطع کر دے اور اذان کے کلمات کا جواب دے۔

شمس الائمہ عبد العزیز الحلوانی المتوفی ۴۵۶ھ نے کہا: اگر اس نے زبان سے جواب دیا اور مسجد میں چل کر نہیں گیا تو اس نے اذان کا جواب نہیں دیا اور اگر وہ مسجد میں ہو اور اس نے جواب نہیں دیا تو وہ گناہ گار نہیں ہوگا' اور جس پر نماز واجب نہیں ہے' اس پر اذان کا جواب دینا بھی واجب نہیں ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ اذان کا جواب دینا واجب نہیں ہے' مستحب اور مندوب ہے' (علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ امر مطلق جو قرائن سے مجرد ہو' وجوب پر دلالت کرتا ہے' خصوصاً جب دیگر احادیث اور آثار سے بھی وجوب کی تائید ہوتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۷۳-۱۷۲' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اذان کے کلمات کے جواب دینے کے متعلق دیگر احادیث اور آثار

محمد بن علی بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مؤذن کی اذان سنتے تو اسی طرح فرماتے جس طرح مؤذن کہتا تھا' اور جب وہ کہتا: ''اشهد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' تو آپ فرماتے: ''اَنَا'' (میں بھی اس بات کی گواہی دیتا ہوں)۔

(مصنف عبد الرزاق: ۱۸۳۵' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۶۱' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ)

عبد اللہ بن الحارث بن نوفل بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مؤذن کی اذان سنتے' اور مؤذن کہتا: ''اللّٰہ اکبر'' تو آپ فرماتے: ''اللّٰہ اکبر'' جب وہ کہتا: ''اشهد ان لا الٰہ الا اللّٰہ'' تو آپ فرماتے: ''اشهد ان لا الٰہ الا اللّٰہ'' اور جب وہ کہتا: ''اشهد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' تو آپ بھی اس کی مثل کہتے اور جب وہ کہتا: ''حی علی الصلوٰۃ'' تو آپ فرماتے: ''لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم''۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۸۴۷' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۶۰)

عیسیٰ بن طلحہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے' اس وقت مؤذن نے نماز کی اذان دی اور کہا: ''اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر'' تو حضرت معاویہ نے بھی اسی طرح کہا' اس نے کہا: ''اشهد ان لا الٰہ الا اللّٰہ'' تو انہوں نے بھی اس کی مثل کہا' اس نے کہا: ''اشهد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' تو انہوں نے بھی اس کی مثل کہا' پھر انہوں نے کہا: میں نے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۸۴۷' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۵۶)

یحییٰ بن ابی کثیر ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ جب مؤذن نے کہا: ''حی علی الصلوٰۃ' حی علی الفلاح'' تو انہوں نے کہا: ''لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم'' پھر انہوں نے کہا: میں نے اسی طرح تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۸۵۱)

اوزاعی بیان کرتے ہیں کہ جب مؤذن کہتا: ''حی علی الصلوٰۃ'' تو مجاہد کہتے: ''المستعان اللّٰہ'' اور جب وہ کہتا: ''حی

علی الفلاح'' تو وہ کہتے: ''لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ''۔(مصنف ابن ابی شیبہ:۲۳۶۳)

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان اذان سنتے تو شہادت اور تکبیر میں وہی کہتے جو مؤذن کہتا اور جب وہ کہتا: ''حی علی الصلوٰۃ'' تو وہ کہتے: ''ماشاء اللّٰہ ولا قوۃ الا باللّٰہ''۔(مصنف ابن ابی شیبہ:۲۳۶۶)

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث بیان کی گئی ہے کہ متقدمین لوگ اذان کے لیے اس طرح خاموش ہو جاتے تھے' جس طرح قرآن سننے کے لیے خاموش ہو جاتے تھے' اور مؤذن جو بھی کلمہ کہتا وہ اس کی مثل کہتے' جب وہ ''حی علی الصلوٰۃ'' کہتا تو وہ کہتے: ''لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم'' اور جب وہ ''حی علی الفلاح'' کہتا تو وہ کہتے: ''ماشاء اللّٰہ''۔

(مصنف عبدالرزاق:۱۸۵۳)

جریری بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ نے کہا: جفاء سے یہ ہے کہ کوئی شخص اذان میں ''لا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر'' سنے' پھر اس کا جواب نہ دے۔(مصنف ابن ابی شیبہ:۲۳۶۷)

المسیب بن رافع نے بیان کیا کہ عبداللہ نے کہا: جفاء سے یہ ہے کہ کوئی شخص اذان سنے' پھر اس کے کلمات کی مثل نہ کہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۲۳۶۸)

علامہ عینی نے فرمایا: ترک واجب کو جفاء کہا جاتا ہے اور ترک مستحب کو جفاء نہیں کہا جاتا' اس سے معلوم ہوا کہ اذان کے کلمات کا جواب دینا واجب ہے۔(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۷۳)

اذان کے کلمات کا جواب دینے کے وجوب کے متعلق دیگر فقہاء احناف کی تصریحات

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

خلاصۃ الفتاویٰ میں مذکور ہے کہ جس نے اذان سنی' اس پر واجب ہے کہ اس کا جواب دے خواہ وہ جنبی ہو' کیونکہ اذان کا جواب اذان نہیں ہے' اور فتاویٰ قاضی خاں میں مذکور ہے کہ اذان کا جواب دینا مستحب ہے اور اگر اس نے جواب نہیں دیا تو وہ گناہ گار نہیں ہو گا اور رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ جس نے اذان کا جواب نہیں دیا تو اس کی نماز نہیں ہوگی' تو اس سے مراد ہے: قدموں سے اور چل کر اذان کا جواب دینا نہ کہ فقط زبان سے جواب دینا' اور المحیط میں مذکور ہے کہ اذان سننے والے پر اس کا جواب دینا واجب ہے اور وہ ''حی علی الصلوٰۃ'' کی جگہ ''لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ'' کہے اور ''حی علی الفلاح'' کی جگہ ''ماشاء اللّٰہ کان وما لم یشأ لم یکن'' کہے کیونکہ جواب میں ان ہی الفاظ کو دہرا دینا مذاق کے مشابہ ہے' اور ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' کی جگہ ''صَدَقْتَ وَبَرِرْتَ'' کہے' اذان سننے کے دوران قرآن مجید کی تلاوت نہ کرے' نہ کسی کو سلام کرے نہ سلام کا جواب دے اور اذان کا جواب دینے کے سوا اور کسی کام میں مشغول نہ ہو اور اگر اذان سننے والا قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہو تو تلاوت کو منقطع کر دے اور اذان کے کلمات کا جواب دے۔

شمس الائمۃ الحلوانی المتوفی ۴۵۶ھ نے کہا ہے کہ جواب دینے سے مراد قدموں کے ساتھ جواب دینا ہے نہ کہ زبان کے ساتھ' حتیٰ کہ اگر اس نے زبان سے جواب دیا اور قدموں سے چل کر مسجد نہیں گیا تو وہ جواب دینے والا نہیں ہوگا' اور جس وقت اس نے اذان سنی اگر اس وقت وہ مسجد میں ہو تو اس پر جواب دینا واجب نہیں ہے۔

فتاویٰ ظہیریہ میں مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص مسجد میں قرآن مجید پڑھ رہا ہو اور اس نے اذان کو سنا ہو تو وہ تلاوت کو ترک نہ کرے کیونکہ مسجد میں حاضر ہونے سے اس کا جواب ہو گیا ہے اور اگر وہ اپنے گھر میں تلاوت کر رہا ہو تو تلاوت کو ترک کر کے اذان کا جواب

دے' یہ فتویٰ شمس الائمہ الحلوانی کے قول پر متفرع ہے۔

علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں کہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ زبان کے ساتھ اذان کے کلمات کا جواب دینا واجب ہے' کیونکہ نبی ﷺ کا یہ حکم ہے کہ جب تم مؤذن کی اذان سنو تو اسی کی مثل کہو جو مؤذن کہتا ہے اور آپ کے اس امر کے خلاف کوئی قرینہ صارفہ نہیں ہے' لہٰذا یہ امر وجوب کے لیے ہے۔ (البحر الرائق ج ۱ ص ۲۵۹' المکتبۃ الماجدیہ' کوئٹہ)

علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن نجیم الحنفی المتوفی ۱۰۰۵ھ لکھتے ہیں:

مؤذن کا زبان کے ساتھ جواب دینا واجب ہے۔ ''المحیط'' میں اسی پر جزم ہے اور یہی ''الخلاصۃ'' کی عبارت سے ظاہر ہے اور اسی طرح ''التحفۃ'' میں مذکور ہے۔ ''البحر الرائق'' میں مذکور ہے کہ اگر اذان ختم ہوگئی اور اس نے جواب نہیں دیا تو اگر زیادہ وقت نہیں گزرا ہے تو وہ اب اذان کا جواب دے دے۔ (النہر الفائق ج ۱ ص ۱۷۶۔ ۱۷۵' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

جمہور فقہاء احناف کے مؤقف پر امام طحاوی کا معارضہ

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ نے کہا ہے کہ اذان کے کلمات کا جواب دینا واجب نہیں ہے' مستحب ہے اور اس پر انہوں نے حسب ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے:

علقمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم کسی سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے' آپ نے سنا مؤذن کہہ رہا تھا: ''اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر'' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''علی الفطرۃ'' (یہ دین فطرت پر ہے) پھر اس نے کہا: ''اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ'' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ دوزخ سے نکل گیا' پس ہم نے اس کو جلدی سے دیکھا تو وہ بکریوں کا چرواہا تھا' اس نے نماز کا وقت پایا تو اذان دی۔ (صحیح مسلم: ۳۸۲' سنن ترمذی: ۱۶۱۸' مسند احمد ج ۱ ص ۴۰۷۔ ج ۳ ص ۱۳۲' مصنف عبد الرزاق: ۱۸۶۶' المعجم الکبیر ج ۱۰ ص ۱۱۵' شرح معانی الآثار: ۸۶۵)

امام طحاوی فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مؤذن کے کلمات کی مثل کلمات نہیں فرمائے' اس سے معلوم ہوا کہ جس حدیث میں ہے: جب تم اذان سنو تو مؤذن کی مثل کلمات کہو۔ (صحیح بخاری: ۶۱۱' صحیح مسلم: ۳۸۳) وہ وجوب پر محمول نہیں بلکہ مؤذن کی مثل کلمات کہنا افضل اور مستحب ہے جیسے رسول اللہ ﷺ نے نمازوں کے بعد دعا کا حکم دیا ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۸۹' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز ابن عابدین متوفی ۱۲۵۲ھ نے بھی امام طحاوی کی پیروی میں لکھا ہے:

یہ حدیث اس حدیث کے خلاف قرینہ صارفہ ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کا امر ہے کہ جب تم اذان سنو تو اس کی مثل کہو جو مؤذن کہتا ہے۔ (صحیح بخاری: ۶۱۱) کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس سفر کے موقع پر خود مؤذن کی مثل کلمات نہیں فرمائے اور اس سے اس کی تائید ہوتی ہے جس کی ہمارے اصحاب نے تصریح کی ہے کہ زبان سے اذان کا جواب دینا مستحب ہے اور قدموں سے چل کر جواب دینا واجب ہے اور یہ شمس الائمہ عبد العزیز الحلوانی المتوفی ۴۵۶ھ کے قول کی ترجیح میں ظاہر ہے اور الخانیہ اور الفیض میں بھی اسی طرح ہے' اور اس پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ جب تم اللہ کی طرف بلانے والے کو سنو تو اس کو جواب دو۔ (الجامع الصغیر: ۶۹۲' علامہ سیوطی نے رمز کی ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔) (رد المحتار ج ۲ ص ۶۴۔ ۶۳' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

امام طحاوی کے معارضہ کا جواب علامہ عینی سے

علامہ محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ' امام طحاوی کے جواب میں لکھتے ہیں:

جب امر مطلق قرائن سے خالی ہو تو وہ وجوب پر دلالت کرتا ہے لہٰذا نبی ﷺ نے جو حکم دیا ہے کہ جب تم اذان سنو تو اس کی مثل

کہو جو مؤذن کہتا ہے' یہ امر وجوب کے لیے ہے' پس اذان کا زبان سے جواب دینا واجب ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے: جو شخص اذان کو سنے' پھر وہ مؤذن کی مثل نہ کہے تو یہ جفاء ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۶۸۔۲۳۶۷) اور جفاء ترک واجب کو کہتے ہیں' ترک مستحب کو جفاء نہیں کہتے' اور رہی حضرت ابن مسعود کی حدیث تو وہ اس کے منافی نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مؤذن کی مثل جواب دیا ہو' ہو سکتا ہے کہ آپ نے مؤذن کی مثل جواب دیا ہو اور راوی نے اس کا ذکر ترک کر دیا ہو اور ہو سکتا ہے کہ کسی مصلحت کی وجہ سے آپ نے جو فرمایا (یعنی ''علی الفطرۃ'') اور بعد میں مؤذن کی مثل جواب دیا ہو اور دوسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ سفر کا واقعہ پہلے کا ہو اور اس کے بعد آپ نے یہ حکم دیا ہو کہ جب تم اذان سنو تو مؤذن کی مثل کہو۔

(نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۱۰۰' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

امام طحاوی کے معارضہ کا جواب مُصنف سے

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بہت عمدہ جواب دیئے ہیں لیکن میرے نزدیک اس کا نہایت قوی جواب یہ ہے کہ جس حدیث میں ہے: جب تم اذان سنو تو مؤذن کی مثل کہو۔ (صحیح البخاری: ۶۱۱' صحیح مسلم: ۳۸۳) یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول ہے اور امام طحاوی نے جو حضرت ابن مسعود کی حدیث ذکر کی ہے کہ آپ نے مؤذن سے ''اللہ اکبر' اللہ اکبر'' سن کر فرمایا: ''علی الفطرۃ'' (صحیح مسلم: ۳۸۲) یہ آپ کا فعل ہے' اور اصول میں مقرر ہے کہ جب آپ کے قول اور فعل میں تعارض ہو تو آپ کے قول کو آپ کے فعل پر ترجیح ہوتی ہے کیونکہ فعل ہو سکتا ہے کہ آپ کی خصوصیت ہو' لہٰذا اس راجح حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ اذان کا زبان سے جواب دینا واجب ہے' جیسا کہ جمہور فقہاء احناف کا مؤقف ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ جس حدیث سے جمہور فقہاء احناف نے اذان کے زبانی جواب پر استدلال کیا ہے' وہ صحیح بخاری' صحیح مسلم اور سنن کی متفق علیہ حدیث ہے اور امام طحاوی نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے' وہ صحیح بخاری میں نہیں ہے صرف صحیح مسلم اور سنن میں ہے' لہٰذا سند کے اعتبار سے فقہاء احناف کی حدیث زیادہ قوی ہے' سو ان دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں ہے' تعارض اس وقت ہوتا جب دونوں حدیثیں قوت سند میں برابر ہوتیں' پس ثابت ہوا کہ جمہور فقہاء احناف نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی جس حدیث سے اذان کے زبان کے ساتھ جواب کے وجوب پر استدلال کیا ہے' امام طحاوی کی حدیث دو وجہ سے اس کے معارض نہیں ہے۔ وللہ الحمد.

علامہ شامی کی تحقیق کا جواب

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ خانیہ اور الفیض نے شمس الائمہ الحلوانی کے قول کی تائید کی ہے' میں کہتا ہوں کہ ان دو کے علاوہ اکثر فقہاء نے یہی لکھا ہے کہ مؤذن کا زبان سے جواب دینا واجب ہے' جن کی عبارات کو ہم مکمل حوالہ جات کے ساتھ پیش کر رہے ہیں:

علامہ علاء الدین السمرقندی الحنفی متوفی ۵۳۹ھ لکھتے ہیں:

اذان سننے والوں پر اذان کا جواب دینا واجب ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چار چیزیں جفاء سے ہیں اور ان میں سے یہ ہے کہ جس نے اذان اور اقامت کو سنا اور جواب نہیں دیا اور جواب یہ ہے کہ اذان سننے والا مؤذن کی مثل کہے۔

(تحفۃ الفقہاء ج ۲ ص ۱۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

اذان سننے والوں پر اس کا جواب دینا واجب ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چار چیزیں جفاء سے ہیں: (۱) کوئی شخص کھڑے ہو کر

پیشاب کرے (۲) نماز سے فارغ ہونے سے پہلے بہ کثرت اپنی پیشانی پر ہاتھ پھیرے (۳) کوئی شخص مؤذن کی اذان سنے' پھر اس کی مثل نہ کہے (۴) کوئی شخص (کسی ایسے آدمی کے) راستہ میں نماز پڑھے' جو اس کی نماز منقطع کر دے۔

(سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۸۶' الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۲۵۸۶)

علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن ہمام الحنفی المتوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم مؤذن سے اذان سنو تو اس کی مثل کہو۔ (صحیح البخاری: ۶۱۱) اس سے مراد وجوب ہے کیونکہ وجوب کے خلاف کوئی قرینہ صارفہ نہیں ہے' اور النہایۃ میں مذکور ہے کہ سننے والوں پر اذان کا جواب دینا واجب ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ چار چیزیں جفاء میں سے ہیں' ان میں سے یہ ہے کہ جس نے اذان اور اقامت کو سنا اور ان کا جواب نہیں دیا۔

(فتح القدیر ج ۱ ص ۲۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ طاہر بن عبد الرشید البخاری المتوفی ۵۴۲ھ لکھتے ہیں:

جس نے اذان کو سنا' اس پر اس کا جواب دینا واجب ہے۔ (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۵۰' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں کہ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ اور علامہ سراج الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۵ھ نے بھی لکھا ہے کہ اذان کے کلمات کو سن کر زبان سے ان کا جواب دینا واجب ہے اور انہوں نے صحیح بخاری کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (البحر الرائق ج ۱ ص ۲۵۹' النہر الفائق ج ۱ ص ۱۷۵)

علامہ حسن بن عمار الحنفی المتوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

جب کسی نے مؤذن کی اذان سنی تو (کسی بات یا کسی کام سے) رک جائے اور اس کی مثل کہے۔

پھر اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

الامام التمرتاشی نے کہا: جب وہ فقہ میں کلام کر رہا ہو یا اصول میں' پس اذان سنے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اذان کا جواب دے۔ (نور الایضاح وشرح نور الایضاح امداد الفتاح ص ۲۱۹۔ ۲۱۸' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ السید احمد الطحطاوی الحنفی المتوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

جس نے اذان سنی' اس پر اس کا جواب دینا واجب ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم مؤذن سے اذان سنو تو اس کی مثل کہو۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۱۸۸' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۳۹۵ھ)

نیز علامہ الطحطاوی لکھتے ہیں: اذان کے دوران تلاوت کو منقطع کر دے تاکہ اذان کا جواب دے۔ (مراقی الفلاح)

اذان کا جواب دینے میں اختلاف ہے' کہا گیا ہے کہ یہ واجب ہے۔ خانیہ' خلاصہ اور تحفہ کی عبارات سے یہی ظاہر ہے' علامہ ابن ہمام کا بھی یہی مختار ہے' علامہ الحصکفی نے الدر المختار میں کہا ہے کہ اذان کے دوران سلام کا جواب نہ دے اور اذان کے جواب کے سوا اور کسی کام میں مشغول نہ ہو۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح ج ۱ ص ۲۸۳' طبع بیروت)

علامہ محمد بن شہاب ابن بزاز الکردری الحنفی المتوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

اذان کا جواب قول کے ساتھ واجب ہے نہ کہ قدم کے ساتھ۔

(فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الہندیہ ج ۴ ص ۲۵' مطبع امیریہ کبریٰ بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ)

فتاویٰ عالم گیری میں مذکور ہے:

اذان سننے والوں پر اس کا جواب دینا واجب ہے اور وہ جواب یہ ہے کہ مؤذن کی مثل کلمات کہیں مگر ''حی علی الصلوٰۃ'' کی جگہ ''لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم'' کہیں اور ''حی علی الفلاح'' کی جگہ کہیں: ''ماشاء اللہ کان وما لم یشا لم یکن''۔ (الفتاویٰ الھندیہ ج ۱ ص ۵۷ 'مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب کسی نے اذان سنی تو اس کے بعد جو عمل بھی کیا' وہ حرام ہے۔

(جد الممتار ج ۱ ص ۲۱۱ 'ادارہ تحقیقات امام احمد رضا' ۱۴۰۲ھ)

صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی رضوی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

جب اذان ہو تو اتنی دیر کے لیے سلام' کلام اور جواب سلام تمام اشغال موقوف کر دے' یہاں تک کہ قرآن مجید کی تلاوت میں اذان کی آواز آئے تو تلاوت موقوف کر دے اور اذان کو غور سے سنے اور جواب دے' یوہیں اقامت میں۔ (درمختار' عالم گیری)

جو اذان کے وقت باتوں میں مشغول رہے' اس پر معاذ اللہ خاتمہ برا ہونے کا خوف ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

(بہار شریعت حصہ سوم ص ۲۲ 'ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور' ۱۴۱۶ھ)

علامہ شامی نے فقہ کی صرف دو کتابوں کو دیکھ کر یہ لکھ دیا کہ اذان کا زبانی جواب دینا مستحب ہے' واجب نہیں ہے۔

اور ہم نے فقہ حنفی کی پندرہ کتابوں سے واضح کیا ہے کہ اذان کا زبان سے جواب دینا واجب ہے اور اس کے علاوہ احادیث کی جو تحقیق کی ہے' وہ اس پر مستزاد ہے۔ وللہ الحمد.

ہمارے زمانہ میں عوام کیا خواص بھی اس واجب پر عمل نہیں کر رہے' اذان ہوتی رہتی ہے اور لوگ بے پرواہی سے اپنی باتوں اور اپنے کاموں میں مشغول رہتے ہیں' ہمیں چاہیے کہ ہم سب کام چھوڑ کر غور سے اذان کو سنیں اور اس کے کلمات کا جواب دیں' تاکہ ہم اپنے ہر کام اور ہر بات پر اللہ کے ذکر کو مقدم کریں اور اتباع رسول کے لیے ہر بات اور ہر کام کو ترک کر دیں اور وسیلہ کی دعا سے شفاعت کو حاصل کریں۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۷۵۲۔ ج ۱ ص ۱۰۸۹ پر مذکور ہے' اس حدیث کی شرح میں یہ عنوان ہے:

اذان میں نام اقدس سن کر انگوٹھے چومنا۔

۶۱۲ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ ابْنِ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنِي عِيسَى بْنُ طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ يَوْمًا فَقَالَ مِثْلَهُ، إِلٰى قَوْلِهِ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از محمد بن ابراہیم بن الحارث' انہوں نے کہا: مجھے عیسیٰ بن طلحہ نے حدیث بیان کی کہ ایک دن انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ مؤذن کے قول کی مثل ''اشھد ان محمدًا رسول اللہ'' کہہ رہے تھے۔

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ رَاهَوَيْهِ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيٰى نَحْوَهُ.

[اطراف الحدیث: ۶۱۳-۹۱۴]

ہمیں اسحاق بن راھویہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا: ہمیں وھب بن جریر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی اس کی مثل از یحییٰ۔

(سنن کبریٰ:۳۹۹۰۔ ج ۱ ' مسند احمد ج ۴ ص ۹۸ طبع قدیم ' مسند احمد:۱۶۸۹۲۔ ج ۲۸ ص ۱۰۵ ' مسند الطحاوی:۶۷۹۶ ' جامع المسانید لابن الجوزی:
۶۳۹۴ ' مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) معاذ بن فضالہ (۲) ہشام دستوائی (۳) یحییٰ بن ابی کثیر (۴) محمد بن ابراہیم بن الحارث المدنی (۵) عیسیٰ بن طلحہ بن عبید اللہ التیمی القرشی ' یہ افاضل اہل مدینہ سے ہیں ' عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں فوت ہو گئے تھے (۶) حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۷۴)

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں بھی یہ بیان ہے کہ مؤذن سے اذان سننے والا کیا کہے۔

احادیث میں اذان کے جواب کی تفصیل

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مؤذن نے ''اللّٰہ اکبر ' اللّٰہ اکبر'' کہا' پس تم میں سے کسی نے ''اللّٰہ اکبر ' اللّٰہ اکبر'' کہا' پھر اس نے کہا: ''اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ'' پس کسی نے کہا: ''اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ'' پھر اس نے کہا: ''اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' پس کسی نے کہا: ''اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' پھر اس نے کہا: ''حی علی الصلٰوۃ'' پس تم میں سے کسی نے کہا: ''لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ'' پھر اس نے کہا: ''حی علی الفلاح'' پس تم میں سے کسی نے کہا: ''لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ'' پھر اس نے کہا: ''اللّٰہ اکبر ' اللّٰہ اکبر'' پس تم میں سے کسی نے کہا: ''اللّٰہ اکبر ' اللّٰہ اکبر'' پھر اس نے کہا: ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' پس تم میں سے کسی نے دل سے کہا: ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

(صحیح مسلم:۳۸۵ ' الرقم المسلسل:۸۲۷ ' سنن ابوداؤد:۵۲۷ ' شرح معانی الآثار:۸۵۴ ' سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۰۹۔۴۰۸)

محمد بن عمرو اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مؤذن نے اذان دی' اس نے کہا: ''اللّٰہ اکبر ' اللّٰہ اکبر'' تو حضرت معاویہ نے کہا: ''اللّٰہ اکبر ' اللّٰہ اکبر'' اس نے کہا: ''اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ'' تو انہوں نے کہا: ''اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ'' اس نے کہا: ''اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' تو انہوں نے کہا: ''اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' اس نے کہا: ''حی علی الصلٰوۃ'' تو انہوں نے کہا: ''لاحول ولا قوۃ اللّٰہ باللّٰہ'' اس نے کہا: ''حی علی الفلاح'' تو انہوں نے کہا: ''لاحول ولا قوۃ اِلَّا باللّٰہ'' اس نے کہا: ''اللّٰہ اکبر ' اللّٰہ اکبر'' تو حضرت معاویہ نے کہا: ''اللّٰہ اکبر ' اللّٰہ اکبر'' اس نے کہا: ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' تو حضرت معاویہ نے کہا: ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح فرماتے ہوئے سنا ہے۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۹۸ ' المعجم الکبیر:۷۳۱۔ ج ۱۹ ص ۳۲۲)

۶۱۳ - حَدَّثَنَا اِسْحَاق بن راھویہ قَالَ حَدَّثَنَا وھیب بن جریر قَالَ حَدَّثَنَا ھشام عَنْ یَحْیٰی نحوہ قَالَ یَحْیٰی وَحَدَّثَنِیْ بَعْضُ اِخْوَانِنَا اَنَّهٗ قَالَ لَمَّا قَالَ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ ' قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ' وَقَالَ هٰكَذَا سَمِعْنَا نَبِیَّكُمْ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن راھویہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وھب بن جریر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' یحییٰ سے اسی کی مثل' یحییٰ نے کہا: اور ہمارے بعض بھائیوں نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی کہ جب مؤذن نے کہا: ''حی علی الصلٰوۃ'' تو حضرت معاویہ نے کہا: ''لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ'' پھر کہا: ہم

نے تمہارے نبی کو اسی طرح فرماتے ہوئے سنا ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۶۱۲ کا مطالعہ فرمائیں۔

٨ - بَابُ الدُّعَاءِ عِنْدَ النِّدَاءِ
اذان کے بعد دعا

٦١٤ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ اَبِي حَمْزَةَ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ ، وَالصَّلٰوةِ الْقَآئِمَةِ ، اٰتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ ، حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

[طرف الحدیث:۴۷۱۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عیاش نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب بن ابی حمزہ نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اذان سن کر کہا: اے اللہ! اس دعوتِ کاملہ کے رب! اور دائمی قائم ہونے والی نماز کے رب! سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت میں بلند مقام عطا فرما اور فضیلت عطا فرما اور ان کو اس مقامِ محمود پر فائز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے' تو وہ شخص قیامت کے دن میری شفاعت کا مستحق ہو جائے گا۔

(سنن ابوداؤد: ۵۲۹' سنن ترمذی: ۲۱۱' سنن نسائی: ۶۷۹' سنن ابن ماجہ: ۷۲۲' عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۴۶' صحیح ابن خزیمہ: ۴۲۰' صحیح ابن حبان: ۱۶۸۹' المعجم الاوسط: ۴۶۵۱' کتاب الدعاء: ۴۳۰' مسند الشامیین: ۲۹۷۲' عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی: ۹۵' سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۱۰' شرح السنۃ: ۴۲۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۱۸۱۔ ۱۸۰' مسند احمد ج ۳ ص ۳۵۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۸۱۷۔ ج ۲۳ ص ۱۲۰' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عیاش الحمصی' یہ امام بخاری کے بڑے شیوخ سے ہیں' یہ ۲۱۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) شعیب بن ابی حمزہ الحمصی (۳) محمد بن المنکدر (۴) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۷۸)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت واضح ہے کہ اس میں اذان کے بعد دعا کا ذکر ہے۔

وسیلہ کا معنی

''الوسیلۃ'' بادشاہ کے نزدیک مرتبہ اور درجہ اور قرب' اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ اختیار کرنے کا معنی ہے: ایسا عمل کرنا جس سے اللہ کا قرب حاصل ہو۔ (القاموس ص ۱۰۶۸' موسسۃ الرسالۃ)

وسیلہ کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم مؤذن سے سنو تو اس کی مثل کہو جو وہ کہتا ہے' پھر مجھ پر صلوٰۃ (درود) پڑھو' کیونکہ جس نے مجھ پر ایک صلوٰۃ پڑھی' اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے' پھر میرے لیے اللہ سے وسیلہ کی دعا کرو کیونکہ وسیلہ جنت میں ایک درجہ ہے جو کسی کے لائق نہیں ہے سوائے اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے کے اور مجھے توقع ہے کہ وہ بندہ میں ہوں' سو جس شخص نے میرے لیے وسیلہ کا سوال کیا' اس کے لیے میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔

(صحیح مسلم: ۳۸۴' سنن ابوداؤد: ۵۲۳' سنن ترمذی: ۳۶۱۴' سنن نسائی: ۶۷۷' شرح معانی الآثار: ۸۳۸)

دعوت تامہ' صلوٰۃ قائمہ اور مقام محمود کے معانی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''رب ھٰذہ الدعوۃ التامۃ'' میں ''رب'' کا معنی ہے: صاحب اور ''الدعوۃ التامۃ'' کا معنی ہے: یعنی اے صاحب توحید اس کی تشریح میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(١) ''تامۃ'' کا معنی ہے: جس میں کوئی نقص اور عیب نہ ہو۔ (٢) اذان کو دعوتِ تامہ اس لیے فرمایا ہے کہ یہ اللہ کا ذکر ہے اور اس ذکر سے اللہ کی طرف بلایا جاتا ہے' اسی وجہ سے یہ دعوت' تمام اور کمال کی مستحق ہے (٣) ''تامہ'' کا معنی یہ ہے کہ یہ دعوت منسوخ ہونے سے محفوظ ہے اور یہ قیامت تک باقی رہے گی۔

''الصلٰوۃ القائمۃ'' کا معنی یہ ہے کہ یہ نماز دائمی ہے' اس کو کوئی ملت یا شریعت تبدیل کرے گی نہ منسوخ کرے گی اور جب تک آسمان اور زمین قائم ہیں' یہ نماز قائم رہے گی۔

''الوسیلۃ'' کا لغت میں معنی ہے: جس سے غیر کا قرب حاصل کیا جائے اور حدیث میں اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ یہ جنت میں ایک مقام ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد قیامت کے دن کی شفاعت ہے' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا قرب ہے۔

''المقام المحمود'' جو شخص بھی اس مقام کو دیکھے گا' وہ اس کی تعریف اور تحسین کرے گا' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد شفاعت ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد وہ مقام ہے جس کی اولین اور آخرین تحسین کریں گے' جس کی وجہ سے آپ کو تمام مخلوق پر فضیلت دی جائے گی' آپ سے کہا جائے گا: آپ سوال کریں آپ کو عطاء کیا جائے گا' آپ شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی' ہر شخص آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ وہ مقام ہے جس پر فائز ہو کر میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مقامِ محمود عطاء کرنے کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا تو پھر امت کو اس دعا کا حکم دینے کا کیا فائدہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس دعا سے مراد اس مقامِ محمود کے دوام اور ثبات کا حصول ہے یا اس میں یہ اشارہ ہے کہ صالحین کے لیے بھی دعا کرنا جائز ہے اور جس مقام کا تو نے وعدہ فرمایا ہے' اس سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۝ عنقریب آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا۝

(بنی اسرائیل: ٧٩)

(نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار ج ٢ ص ٩٧-٩٦' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کس نیت سے وسیلہ کی دعا کرے

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے وسیلہ کی دعا کرنے کا حکم ہے' اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ کوئی شخص اس نیت سے یہ دعا کرے کہ اس کی دعا سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنت میں وہ مقام ملے گا' اور اگر کوئی شخص اس نیت سے یہ دعا کرتا ہے تو وہ سخت گم راہی میں مبتلا ہے' دعا کرنے والے کو اس نیت سے یہ دعا کرنی چاہیے کہ آپ کو تو یہ مقام بہرحال ملنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ فرمایا ہے' میں یہ دعا اس لیے کر رہا ہوں کہ میرا شمار بھی آپ کے خیر خواہوں اور نمک خواروں میں ہو جائے اور اس دعا سے میرا بھلا ہو گا کہ مجھے آپ کے محبین میں شمار کیا جائے گا اور جو شخص کسی دوسرے کے لیے کسی نعمت کے حصول کی دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے: اے اللہ! اس کو بھی یہ نعمت عطا فرما۔ (صحیح مسلم: ٢٧٣٢' سنن ابوداؤد: ١٥٣٤) تو اس دعا کی وجہ سے ہو سکتا ہے کہ مجھے بھی جنت میں کوئی مقام مل

جائے۔

شفاعت کی اقسام

اس حدیث میں نبی ﷺ کی شفاعت کے حصول کا ذکر ہے' نبی ﷺ کی شفاعت کی کئی مشہور حسب ذیل اقسام ہیں:
(۱) بغیر حساب کے دخول جنت کی شفاعت (۲) نیک لوگوں کے لیے درجات کی بلندی کی شفاعت (۳) جن کی نیکیاں اور گناہ برابر ہوں' ان کے لیے دخولِ جنت کی شفاعت (۴) جن کے گناہ زیادہ ہوں' ان کے لیے مغفرت کی شفاعت (۵) تخفیف عذاب کی شفاعت' آپ ہر شخص کے لیے اس کے حسبِ حال شفاعت فرمائیں گے۔

اذان کے بعد دعا کے متعلق دیگر احادیث

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اذان سنتے تو دعا کرتے: اے اللہ! اس دعوتِ کاملہ اور اس دائمی قائم ہونے والی نماز کے رب! اپنے بندہ اور اپنے رسول (محمد ﷺ) پر رحمت نازل فرما اور قیامت کے دن ہمیں آپ کی شفاعت میں داخل کر دے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اذان کے بعد یہ دعا کی' اللہ اس کو قیامت کے دن میری شفاعت میں داخل کر دے گا۔ (المعجم الاوسط: ۳۶۷۴' مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۰۵ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اذان سن کر یہ دعا کی: "اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریك له واشھد ان محمدًا عبدہ ورسوله" اے اللہ! آپ پر صلوٰۃ نازل فرما اور آپ کو اس مقام تک پہنچا جو تیرے نزدیک جنت میں آپ کے لیے مخصوص ہے اور قیامت کے دن ہم کو آپ کی شفاعت میں داخل کر دے' سو جو شخص یہ دعا کرے گا' اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔ (المعجم الکبیر: ۱۲۵۵۴' الجامع الکبیر: ۲۲۱۱۸' اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اذان سن کر یہ دعا کی: اے اللہ! میں تجھ سے اس دعوتِ کاملہ اور اس دائمی نماز کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ سیدنا محمد ﷺ کو جنت میں وہ مقام عطا فرما جو آپ کے لیے مخصوص ہے اور آپ کو فضیلت عطا فرما اور آپ کو اس مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے وعدہ کیا ہے' بے شک تو وعدہ کی مخالفت نہیں کرتا۔ (سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۱۰' نشر السنہ' ملتان)

۹ - بَابُ الْاِسْتِهَامِ فِی الْاَذَانِ — اذان کے لیے قرعہ اندازی کرنا

قرعہ اندازی کا یہ طریقہ ہے کہ لوگ مختلف پرچیوں پر اپنا نام لکھتے' پھر کسی ایک پرچی کو اٹھا لیتے' پھر اس میں جس کا نام ہوتا وہ غالب ہو جاتا' اور قرعہ' اصولِ شریعت میں سے ایک اصل ہے' جب کسی چیز کے متعلق متعدد لوگوں کے دعوے ہوتے تو کسی ایک کو ترجیح دینے کے لیے قرعہ اندازی کی جاتی' لہٰذا جب کئی لوگ اذان کے لیے امیدوار ہوں تو ان میں سے کسی ایک کو ترجیح دینے کے لیے بھی قرعہ اندازی کی جائے گی۔

وَيُذْكَرُ اَنَّ اَقْوَامًا اِخْتَلَفُوْا فِی الْاَذَانِ ' فَاَقْرَعَ بَيْنَهُمْ سَعْدٌ.

اور ذکر کیا جاتا ہے کہ جب لوگوں میں اذان دینے میں اختلاف ہوا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان قرعہ اندازی کی۔

اس تعلیق کی امام طبری نے اپنی سند کے ساتھ از عبد اللہ بن شبرمہ از شقیق روایت کی ہے کہ جب ہم نے دن کے ابتدائی حصہ میں قادسیہ کو فتح کر لیا تو اذان دینے میں اختلاف ہوا تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے قرعہ اندازی کی' ایک شخص کے نام قرعہ نکلا

آیا تو اس نے اذان دی۔
القادسیہ عراق میں ایک مشہور جگہ ہے' جوہری نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس جگہ کو حجاج کے ٹھہرنے کے لیے بنایا تھا۔(فتح الباری ج ۲ ص ۲۱۵' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٦١٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ، مَوْلٰى اَبِيْ بَكْرٍ، عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ، ثُمَّ لَمْ يَجِدُوْا اِلَّا اَنْ يَّسْتَهِمُوْا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوْا، وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي التَّهْجِيْرِ لَاسْتَبَقُوْا اِلَيْهِ، وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ، لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا.

[اطراف الحدیث: ۶۵۴-۷۲۱-۲۶۸۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مالک نے خبر دی از سمی مولیٰ ابی بکر از ابو صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان دینے میں اور صف اوّل میں کتنا اجر ہے' پھر ان کو قرعہ اندازی کے بغیر اس کا موقع نہ ملے تو وہ قرعہ اندازی کریں گے اور اگر ان کو معلوم ہو جائے کہ دوپہر کے وقت نماز پڑھنے میں کتنا اجر ہے تو وہ اس کی طرف ضرور سبقت کریں گے اور اگر ان کو معلوم ہو جائے کہ عشاء اور صبح میں کتنا اجر ہے تو وہ ان کو پڑھنے کے لیے ضرور آئیں گے خواہ وہ گھسٹتے ہوئے آئیں۔

(صحیح مسلم: ۴۳۹' الرقم المسلسل: ۹۵۹' سنن ترمذی: ۲۲۵' سنن نسائی: ۵۳۹' سنن ابن ماجہ: ۹۹۸' صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۵۴-۱۴۷۵-۳۹۱' صحیح ابن حبان: ۲۱۵۳-۱۶۵۹' سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۲۸' تاریخ بغداد ج ۴ ص ۴۲۵' مسند ابو یعلیٰ: ۶۴۷۵' موطأ امام مالک: ۱۵۳' دار المعرفۃ' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۲۲۶- ج ۱۲ ص ۱۶۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن یوسف التنیسی (۲) امام مالک بن انس (۳) سمی مولیٰ ابوبکر بن عبدالرحمان بن الحارث بن ہشام القرشی المدنی' ان کو الحروریہ نے قدید میں ۱۳۰ھ میں قتل کر دیا تھا (۴) ابو صالح ذکوان الزیات (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۸۲)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں اذان کے لیے قرعہ اندازی کا ذکر ہے۔

اذان کی فضیلت' حضرت سعد بن ابی وقاص کے قرعہ اندازی کرنے کا واقعہ اور قرعہ اندازی کی شرعی حیثیت

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
علامہ ابو جعفر الداؤدی نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان میں اور صف اوّل میں نماز پڑھنے کا کیا اجر ہے۔ آپ کی مراد یہ تھی کہ اگر ان کو اس کے عظیم ثواب کا پتا چل جائے تو وہ اس کی طرف سبقت کریں گے' یعنی سب اذان دیں گے' پھر ان میں جمعہ پڑھانے والا کوئی نہیں رہے گا کیونکہ جمعہ کا امام مؤذن نہیں ہوتا بلکہ جب امام منبر پر بیٹھ جاتا ہے' تب اس کے سامنے اذان دی جاتی ہے' اس لیے حضرت عمر نے فرمایا تھا: اگر مجھے مخالفت کا خطرہ نہ ہوتا تو میں اذان دیتا۔
حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جو قرعہ اندازی کرائی تھی' اس کا قصہ یہ ہے کہ امام طبری نے ذکر کیا ہے کہ جب القادسیہ فتح ہو گیا تو دن چڑھ گیا تھا اور لوگ دشمن کا پیچھا کر رہے تھے' جب وہ واپس آئے تو ظہر کا وقت آ چکا تھا اور مؤذن شہید ہو چکا تھا' پھر لوگ اذان

دینے کے لیے آپس میں جھگڑنے لگے حتیٰ کہ قریب تھا کہ تلواریں نکل آتیں' پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان قرعہ اندازی کی اور جس کے نام کا قرعہ نکلا' اس نے اذان دی۔

''القرعة'' اسلام کے اصول میں سے ایک اصول ہے' جب کسی چیز کی ابتداء کرنے کے متعلق کئی دعوے دار ہوں تو پھر ان کے درمیان قرعہ اندازی کی جاتی ہے۔

صفِ اوّل میں نماز پڑھنے کی فضیلت کی وجہ اور دوپہر کو نماز پڑھنے کی فضیلت کی وجہ

اس حدیث میں صف اوّل میں نماز پڑھنے کی فضیلت ہے کیونکہ صف اوّل کے نمازی کو جب امام جہراً نماز پڑھتا ہے تو قرآن مجید اور تکبیرات سننے کا موقع ملتا ہے اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد آمین کہنے کا موقع ملتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ صف اوّل سے مراد مسجد میں جلد پہنچنا ہے' اس لیے کہ جو شخص پہلے مسجد میں پہنچا اور اس نے نماز کا انتظار کیا' وہ اس سے افضل ہے جو دیر سے مسجد میں پہنچا خواہ اس نے صف اوّل میں نماز پڑھی ہو کیونکہ جو نماز کا انتظار کرتا ہے' اس کا نماز میں شمار ہوتا ہے۔

اور دوپہر کے وقت ظہر پڑھنے کی اس لیے فضیلت ہے کہ جس نے اپنے قیلولہ کو ترک کیا اور مسجد میں ظہر کی نماز پڑھنے کا ارادہ کیا اور نماز کا انتظار کرتا رہا' اس کا نماز میں شمار ہوتا ہے اور وہ اس مجاہد کی طرح ہے' جو دشمنانِ اسلام کے خلاف سرحد اسلام پر کھڑا ہوا پہرا دیتا ہے۔

عشاء اور فجر کی نماز کی فضیلت کی وجہ

اس حدیث میں عشاء اور فجر کی نماز کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے کیونکہ ان کے اوقات نفس پر بہت دشوار ہیں' عشاء کا وقت تھکاوٹ سے آرام کے لیے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے رات کو سکون کا سبب بنایا ہے اور رات کو عشاء پڑھنے کے لیے جانے میں حشرات الارض کے خوف کے ساتھ اندھیرے میں چلنے کی مشقت اٹھانی پڑتی ہے اور فجر کے وقت میں سخت نیند کا دباؤ ہوتا ہے' اس وقت آرام دہ بستر میں نیند کو چھوڑ کر اٹھنے میں نفس کے ساتھ سخت جہاد ہوتا ہے' پھر صبح وضوء کر کے نماز کے لیے جانے میں جو مشقت ہوتی ہے' وہ کسی اور وقت کی نماز میں نہیں ہوتی' اس لیے آپ نے فرمایا ہے کہ منافقین پر سب سے زیادہ دشوار نماز عشاء اور فجر کی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۵۲) اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہم جس شخص کو عشاء اور فجر کی نماز میں موجود نہیں پاتے تھے' اس کے متعلق برا گمان کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۵۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے نزدیک تمام رات قیام کرنے سے بہتر یہ ہے کہ میں فجر کی نماز باجماعت پڑھوں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۶۰) اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص عشاء کی نماز میں حاضر ہوا' گویا کہ اس نے آدھی رات قیام کیا اور جو شخص فجر کی نماز میں حاضر ہوا' گویا کہ اس نے پوری رات قیام کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۵۷) آپ نے فرمایا: اگر ان کو معلوم ہو جائے کہ عشاء اور صبح میں کتنا اجر ہے تو وہ ان کو پڑھنے کے لیے ضرور آئیں گے' خواہ وہ گھسٹتے ہوئے آئیں جیسے اپاہج وغیرہ۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۰۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۸۸۴۔ ج ۱ ص ۱۲۲۲ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

١٠ - بَابُ الْكَلَامِ فِي الْأَذَانِ — اذان کے درمیان بات کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اذان کے درمیان بات کرنے کا کیا حکم ہے؟ امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں' ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اذان کے درمیان بات کرنا جائز ہے۔

وَتَكَلَّمَ سُلَيْمَانُ بْنُ صُرَدٍ فِي أَذَانِهِ. اور سلیمان بن صرد نے اپنی اذان کے درمیان کلام کیا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

موسیٰ بن عبداللہ بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان بن صرد صحابی تھے' وہ لشکر میں اذان دیتے تھے اور اذان کے درمیان اپنے غلام کو کسی کام کا حکم دیتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۹۸)

وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ اَنْ يَضْحَكَ وَهُوَ يُؤَذِّنُ اَوْ يُقِيْمُ.

اور حسن بصری نے کہا: اگر کوئی شخص اذان یا اقامت کے درمیان ہنسے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

یہ تعلیق باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے' اگر امام بخاری درج ذیل تعلیق کو نقل کرتے تو مناسبت ہوتا:

ابن علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے یونس سے دریافت کیا کہ اذان اور اقامت کے درمیان بات کرنے کا کیا حکم ہے؟ تو انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن علان نے حدیث بیان کی از حسن بصری کہ وہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۹۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

٦١٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوْبَ' وَعَبْدِ الْحَمِيْدِ صَاحِبِ الزِّيَادِيِّ' وَعَاصِمِ الْاَحْوَلِ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ خَطَبَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ فِيْ يَوْمٍ رَدْغٍ' فَلَمَّا بَلَغَ الْمُؤَذِّنُ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ' فَاَمَرَهٗ اَنْ يُّنَادِيَ الصَّلٰوةُ فِي الرِّحَالِ' فَنَظَرَ الْقَوْمُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ' فَقَالَ فَعَلَ هٰذَا مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنْهُ' وَاِنَّهَا عَزْمَةٌ. [اطراف الحدیث: ۶۶۸-۹۰۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب و عبدالحمید صاحب الزیادی و عاصم الاحول از عبداللہ بن الحارث' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ہمیں کیچڑ والے دن خطبہ دیا' جب مؤذن ''حی علی الفلاح'' پر پہنچا تو انہوں نے اس کو حکم دیا کہ وہ کہے کہ ''گھروں میں نماز پڑھو'' پھر لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تو حضرت ابن عباس نے کہا: جو مجھ سے افضل تھے' انہوں نے یہ کیا ہے اور یہ عزیمت ہے۔

(صحیح مسلم: ۶۹۹-۱۵۷۵' سنن ابوداؤد: ۱۰۶۶' سنن ابن ماجہ: ۹۳۹' المعجم الکبیر: ۲۸۷۲' مسند احمد ج ۱ ص ۲۷۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۵۰۳-ج ۴ ص ۳۰۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسدد بن مسرھد (۲) حماد بن زید (۳) ایوب السختیانی (۴) عبدالحمید بن دینار صاحب الزیادی (۵) عاصم بن سلیمان الاحول (۶) عبداللہ بن الحارث بن عم محمد بن سیرین' ان کے داماد (۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۸۵)

داؤدی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی اس پر دلالت نہیں ہے کہ اذان کے درمیان کلام کرنا جائز ہے' بلکہ اس میں جو قول ذکر کیا گیا ہے وہ بھی اذان کا ایک جز ہے' ہر چند کہ وہ اذان کے معروف اجزاء میں سے نہیں ہے' تاہم اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک اذان کے درمیان کلام کرنا جائز ہے۔

اذان کے درمیان کلام کرنے میں مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

عروہ بن الزبیر' عطاء اور قتادہ نے کہا ہے کہ اذان کے درمیان کلام کرنا جائز ہے' اور امام احمد بن حنبل کا بھی یہی قول ہے' اور ابراہیم نخعی' ابن سیرین' امام مالک' ثوری' اوزاعی' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور امام شافعی نے کہا ہے کہ اذان کے درمیان کلام کرنا

مکروہ ہے' اور ابن القاسم مالکی نے المجموعہ میں کہا ہے کہ جب کسی شخص کو بچہ پر یا نابینا پر یا کسی جانور پر یہ خطرہ ہو کہ وہ کسی کنویں میں (یا کسی کھلے ہوئے گٹر) میں گر جائے گا تو وہ اذان کے درمیان کلام کر کے اسے تنبیہ کرے اور پھر دوبارہ وہیں سے اذان شروع کر دے اور الزہری نے کہا ہے کہ اگر اس نے اقامت کے درمیان کلام کیا تو اس کو دوبارہ پڑھے اور یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس نے اذان کے درمیان کلام کیا تو وہ اسی اذان کو جاری رکھے' کیونکہ مؤذن نے کہا: نماز گھروں میں پڑھو اور اذان کو جاری رکھا اور دوبارہ اذان نہیں پڑھی' سو اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اذان کے درمیان کلام کرنا جائز ہے اور یہ حدیث اس کے مخالفین پر حجت ہے۔

المہلب نے کہا ہے: چونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جمعہ کے خطبہ میں مؤذن سے کہا تھا کہ کہو: نماز گھروں میں پڑھو اور یہ عزیمت ہے کہ انہوں نے تنہا جمعہ کی نماز پڑھی اور اس کے بعد عصر کی نماز نہیں پڑھی اور اس میں امام مالک کی دلیل ہے کہ بارش کے عذر کی وجہ سے ظہر اور عصر کی نماز کو جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۱۰-۳۰۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

صحیح ابن خزیمہ میں اس حدیث کی پوری عبارت ہے کہ جب مؤذن نے کہا: ''اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اب ''حی علی الصلوٰۃ'' نہ کہو اور کہو: نماز اپنے گھروں میں پڑھو' امام شافعی کے نزدیک یہ کلمات اذان کے بعد کہے جائیں' علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہ کلمات نفس اذان میں کہے جائیں۔

امام شافعی (اور امام ابوحنیفہ) کی دلیل یہ حدیث ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک سرد رات میں ضجنان میں اذان دی' پھر فرمایا: تم اپنے گھروں میں نماز پڑھو' پھر حضرت عمر نے ہمیں خبر دی کہ سرد رات میں یا سفر میں بارش کی رات میں جو مؤذن اذان دیتا' اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ حکم دیتے کہ وہ اذان کے بعد یہ کہے: سنو! تم گھروں میں نماز پڑھو۔

(صحیح البخاری: ۶۳۲' صحیح مسلم: ۶۹۷' سنن ابوداؤد: ۱۰۶۳-۱۰۶۲' سنن نسائی: ۶۵۳)

امام شافعی نے کہا: ہمارے نزدیک دونوں امر جائز ہیں یعنی ''حی الصلوٰۃ'' کی جگہ یہ کہنا اور اذان کے بعد کہنا لیکن اذان کے بعد یہ کلمات کہنا زیادہ بہتر ہے۔

ابن علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں یہ الفاظ زیادہ کیے ہیں: لیکن میں نے اس کو ناپسند کیا کہ تم کیچڑ میں چلتے ہوئے آؤ۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۱۸-۲۱۷' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

١١ - بَابُ اَذَانِ الْاَعْمٰی اِذَا كَانَ لَهٗ مَنْ يُّخْبِرُهٗ

نابینا کو جب کوئی شخص وقت کی خبر دینے والا ہو تو اس کی اذان کا حکم

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے نابینا مؤذن کی اذان کو مکروہ کہا ہے' یہ کراہت اس صورت پر محمول ہے' جب نابینا کو کوئی شخص وقت کی خبر دینے والا نہ ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور داؤدی نے یہ کہا ہے کہ نابینا کی اذان صحیح نہیں ہے' علامہ السروجی نے اس کا رد کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے متعلق یہ غلط لکھا ہے' ہاں! احناف کی المحیط میں یہ لکھا ہے کہ یہ مکروہ ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۲۱۸ 'دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ المحیط میں یہ لکھا ہے کہ نابینا کی اذان مکروہ ہے' اس مسئلہ کے متعلق المحیط کی عبارت درج ذیل ہے:

غلام' دیہاتی' جنگل والے' ولد الزناء اور نابینا کی اذان بغیر کراہت کے جائز ہے' ہاں! ان کے غیر کی اذان اولیٰ ہے۔

(المحیط البرھانی ج ۲ ص ۹۵ 'ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۲۴ھ)

نابینا کی اذان کو فقہاء احناف نے خلاف اولیٰ کہا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ از خود وقت کے مشاہدہ پر قادر نہیں ہے۔

۶۱۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ' عَنْ مَالِكٍ ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ' عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ' عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ ' فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يُنَادِيَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ . ثُمَّ قَالَ وَكَانَ رَجُلًا اَعْمٰى ' لَا يُنَادِيْ حَتّٰى يُقَالَ لَهٗ اَصْبَحْتَ اَصْبَحْتَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از سالم بن عبداللہ از والد خود کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک بلال رات کو اذان دیتے ہیں' پس تم کھاتے پیتے رہو حتیٰ کہ ابن ام مکتوم اذان دیں' پھر فرمایا: وہ نابینا شخص ہیں' وہ اس وقت اذان دیتے ہیں' جب ان سے کہا جائے: صبح ہوگئی' صبح ہوگئی۔

[اطراف الحدیث: ۶۲۰-۶۲۳-۱۹۱۸-۲۶۵۶-۷۲۴۸] (صحیح مسلم: ۱۰۹۲' الرقم المسلسل: ۲۴۹۵' سنن ترمذی: ۲۰۳' سنن نسائی: ۶۳۸' مصنف عبد الرزاق: ۱۸۸۵' مسند الحمیدی: ۶۱۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۹' صحیح ابن خزیمہ: ۴۰۱' شرح معانی الآثار: ۸۱۴' صحیح ابن حبان: ۳۴۶۹' سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۸۰' شرح السنۃ: ۴۳۳' موطأ امام مالک: ۱۶۵' دار المعرفۃ' مسند احمد ج ۲ ص ۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۵۵۱- ج ۸ ص ۱۵۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۴۴۰' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند طحاوی: ۳۹۴۰)

نابینا کی اذان کے متعلق مذاہب ائمہ اور حدیث مذکور کے دیگر فوائد

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نابینا کی اذان میں اختلاف ہے' حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہم نے اس کی اذان کو مکروہ کہا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی اقامت کو مکروہ کہا ہے اور ایک جماعت نے اس کی اجازت دی ہے' روایت ہے کہ ابراہیم النخعی کے مؤذن نابینا تھے' امام مالک' فقہاء احناف' امام شافعی اور امام احمد نے اس کی اذان کی اجازت دی ہے' جب کہ اس کے پاس ایسا شخص ہو جو اس کو وقت بتادے' کیونکہ حضرت ابن مکتوم رضی اللہ عنہ اس وقت اذان دیتے تھے' جب ان کو یہ خبر دی جاتی تھی کہ صبح ہوگئی' صبح ہوگئی۔

المہلب نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نابینا شخص جس آدمی کو اور اس کی آواز کو پہچانتا ہو اور اس کی خبر سننے کے متعلق کوئی شہادت دے تو اس کی شہادت قبول کی جائے گی' نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اگر کسی شخص میں کوئی جسمانی نقص ہو تو اس کو ممتاز اور متمیز کرنے کے لیے اس نقص کا ذکر کرنا جائز ہے اور یہ غیبت نہیں ہے' جیسے حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم کو نابینا کہا جاتا تھا' نیز اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ کسی شخص کو اس کی ماں کی طرف منسوب کر کے اس کا نام لینا جائز ہے جب کہ اس کی نسبت اس کی ماں کی طرف مشہور ہو جیسے حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم کہا جاتا ہے' اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت کی کنیت رکھنا جائز ہے' اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن اُمّ مکتوم سے دوبار کہا جاتا: صبح ہوگئی' صبح ہوگئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ تاکید کے لیے کسی لفظ کو دوبارہ ذکر کرنا صحیح ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حضرت عبداللہ ابن اُمّ مکتوم کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ابن ام مکتوم کا نام عبداللہ ہے اور ان کو عمرو بھی کہا جاتا ہے اور یہی اکثر ہے' یہ ابن قیس بن زائدہ القرشی العامری ہیں اور ان کی والدہ ام مکتوم کا نام عاتکہ بنت عبداللہ بن عنکثہ بن عامر بن مخزوم ہے اور یہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے ماموں کے بیٹے ہیں' حضرت ابن ام مکتوم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت سے پہلے مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو مدینہ میں تیرہ مرتبہ اپنا خلیفہ بنایا' یہ جنگ القادسیہ میں شریک ہوئے تھے اور اسی میں شہید ہو گئے تھے' اس دن ان کے ہاتھ میں جھنڈا تھا' صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو مؤذن تھے' حضرت بلال اور حضرت ابن مکتوم رضی اللہ عنہما' یعنی وقت واحد میں' ورنہ ان کے علاوہ بھی آپ کے مؤذن تھے' حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ نے مکہ میں آپ کے لیے اذان دی ہے' اور حضرت سعد القرظ نے آپ کے لیے قُبا میں تین مرتبہ اذان دی ہے۔ (نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۷۴' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

فجر کی اذان وقت سے پہلے دینے میں مذاہب ائمہ

امام اوزاعی' امام شافعی' امام مالک' امام احمد' اسحاق' داؤد بن جریر طبری اور عبداللہ بن مبارک رحمہم اللہ کا یہ مذہب ہے کہ فجر کی اذان کو اس کے وقت سے پہلے دینا جائز ہے' امام ابوحنیفہ کے اصحاب میں سے امام ابویوسف کا بھی یہی مذہب ہے۔

سفیان ثوری' امام ابوحنیفہ' امام محمد اور امام زفر بن الھذیل رحمہم اللہ کا مذہب یہ ہے کہ فجر کی اذان کو اسی وقت دینا جائز ہے' جب اس کا وقت داخل ہو جائے' جس طرح دوسری نمازوں کی اذان کو اسی وقت دینا جائز ہے جب ان کا وقت داخل ہو جائے' اور بعض اصحاب الحدیث نے یہ کہا ہے کہ یہ اس وقت جائز ہے جب ایک مسجد میں دو مؤذن ہوں' جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو مؤذن تھے اور جب کسی مسجد میں صرف ایک مؤذن ہو تو پھر اس کے لیے اسی وقت اذان دینا جائز ہے' جب اس نماز کا وقت آ جائے' اس بناء پر یہ ہو سکتا ہے کہ جس وقت حضرت بلال نے طلوع فجر سے پہلے اذان دی' اس وقت وہی ایک مؤذن ہوں' پھر ان کو دوبارہ اذان دینے کا حکم دیا اور حضرت ابن ام مکتوم نے اقامت کہی کیونکہ حضرت بلال کی فجر سے پہلے اذان دینا ثابت ہے۔

امام ابوحنیفہ اور امام محمد نے یہ کہا ہے کہ اذان میں اصل یہ ہے کہ وقت داخل ہونے کے بعد اذان دی جائے' کیونکہ اذان سے نماز کا وقت داخل ہونے کی خبر دی جاتی ہے اور اگر نماز کا وقت داخل ہونے سے پہلے اذان دی گئی تو اس میں تجہیل ہے اور یہ نماز کا وقت داخل ہونے کی خبر نہیں ہے' جیسا کہ فجر کے علاوہ دیگر نمازوں کی اذان میں ہے' اور حضرت بلال جو فجر کا وقت داخل ہونے سے پہلے اذان دیتے تھے' یہ اذان نماز کا وقت داخل ہونے کی خبر نہیں تھی' بلکہ یہ اس لیے تھی کہ سوئے ہوئے لوگ بیدار ہو جائیں اور روزہ دار سحری کریں اور جو شخص غائب ہو' وہ لوٹ آئے اور اس پر دلیل حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلال کی اذان تمہیں سحری کھانے سے منع نہ کرے' وہ اس لیے اذان دیتے ہیں کہ تم میں سے جو شخص تہجد پڑھ رہا ہو وہ لوٹ آئے اور جو سو رہا ہو وہ بیدار ہو جائے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۴۳۵)

(نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۵۶-۵۵' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۴۳۲-۲۴۳۲-ج ۳ ص ۸۷ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے:

فجر کے وقت سے پہلے اذان دینے میں مذاہب۔

۱۲ - بَابُ الْأَذَانِ بَعْدَ الْفَجْرِ فجر کے بعد اذان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ فجر کی جو اذان معتبر ہے وہ طلوع فجر کے بعد ہے۔

٦١٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ اَخْبَرَتْنِيْ حَفْصَةُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اعْتَكَفَ الْمُؤَذِّنُ لِلصُّبْحِ، وَبَدَا الصُّبْحُ، صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ تُقَامَ الصَّلٰوةُ.

[اطراف الحدیث:۱۱۷۳-۱۱۸۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے کہا: مجھے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ جب مؤذن صبح کی اذان کے لیے بیٹھ جاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تخفیف کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھتے اس سے پہلے کہ نماز فجر کی اقامت کہی جاتی۔

(صحیح مسلم:۷۲۳' الرقم المسلسل:۱۶۴۶' سنن ترمذی:۴۳۳' سنن نسائی:۱۴۵۵' سنن ابن ماجہ:۱۱۴۵' مسند الحمیدی:۶۷۴' مسند احمد ج ۲ ص ۱۱ طبع قدیم' مسند احمد:۴۵۹۴- ج ۸ ص ۱۹۸' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:۷۰۵۰' مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی:۹۰۳۹)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں مذکور ہے کہ جب مؤذن اذان دینے کے لیے بیٹھ جاتا تو آپ فجر کی دو سنتیں پڑھتے تھے اور امام احمد کی روایت میں ہے: جب فجر روشن ہو جاتی تو آپ دو رکعت پڑھتے تھے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۱۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طلوع فجر کے بعد فجر کی اذان دی جاتی تھی' اور فجر کی سنتیں دو رکعت ہیں اور ان کو تخفیف کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔

٦١٩ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ، بَيْنَ النِّدَاءِ وَالْاِقَامَةِ مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ. [طرف الحدیث:۱۱۵۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کی اذان اور اقامت کے درمیان تخفیف کے ساتھ دو رکعت پڑھتے تھے۔

(صحیح مسلم:۷۲۴' الرقم المسلسل:۱۶۵۲' سنن ابوداؤد:۱۲۵۵' سنن نسائی:۹۴۵' مسند الحمیدی:۱۸۰' صحیح ابن خزیمہ:۱۱۱۳' صحیح ابن حبان:۲۴۶۶' سنن بیہقی ج ۳ ص ۴۲-۴۳' مصنف عبدالرزاق:۴۷۹۲' مسند احمد ج ۶ ص ۴۰ طبع قدیم' مسند احمد:۲۴۱۲۵- ج ۴۰ ص ۱۵۲' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی شرح وہی ہے' جو حدیث:۶۱۸ میں گزر چکی ہے۔

* مذکور الصدر دونوں حدیثیں' شرح صحیح مسلم:۱۵۸۱-۱۵۸۰- ج ۲ ص ۴۳۵ میں مذکور ہیں' وہاں ان کی شرح نہیں کی گئی۔

٦٢٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ بِلَالًا يُنَادِيْ بِلَيْلٍ، فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يُنَادِيَ ابْنُ اُمِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبداللہ بن دینار از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بلال رات کو اذان دیتے ہیں' تم

مَكْتُوْمٍ. کھاتے پیتے رہا کرو حتیٰ کہ ابن ام مکتوم اذان دیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦١٧ میں گزر چکی ہے۔

١٣ - بَابُ الْأَذَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ — فجر سے پہلے اذان دینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ طلوع فجر سے پہلے اذان دینے کا کیا حکم ہے' آیا وہ مشروع ہے یا نہیں اور اگر وہ مشروع ہے تو پھر طلوع فجر کے بعد اذان دی جائے گی یا نہیں۔

٦٢١ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ ' عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَمْنَعَنَّ اَحَدَكُمْ ' اَوْ اَحَدًا مِّنْكُمْ' اَذَانُ بِلَالٍ مِنْ سَحُوْرِهٖ ' فَاِنَّهٗ يُؤَذِّنُ ' اَوْ يُنَادِيْ ' بِلَيْلٍ ' لِيَرْجِعَ قَائِمَكُمْ ' وَلِيُنَبِّهَ نَائِمَكُمْ ' وَلَيْسَ اَنْ يَّقُوْلَ الْفَجْرُ' اَوِ الصُّبْحُ . وَقَالَ بِاَصَابِعِهٖ ' وَرَفَعَهَا اِلٰى فَوْقُ' وَطَاْطَاَ اِلٰى اَسْفَلَ' حَتّٰى يَقُوْلَ هٰكَذَا. وَقَالَ زُهَيْرٌ بِسَبَّابَتَيْهِ ' اِحْدَاهُمَا فَوْقَ الْاُخْرٰى ' ثُمَّ مَدَّهُمَا عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَ شِمَالِهٖ. [اطراف الحدیث: ٥٢٩٨_٧٢٤٧]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان التیمی نے حدیث بیان کی از ابوعثمان النہدی از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو بلال کی اذان سحری کھانے سے منع نہ کرے کیونکہ وہ رات کو اذان دیتے ہیں' تاکہ جو شخص نماز میں قیام کر رہا ہے وہ لوٹ آئے' اور جو سویا ہوا ہے وہ بیدار ہو جائے' آپ نے اپنی انگلیاں اوپر سے نیچے کر کے فرمایا: فجر یا صبح اس طرح نہیں ہے حتیٰ کہ آپ نے فرمایا: اس طرح ہے۔ زہیر نے اپنی ایک انگلی دوسری انگلی پر رکھ کر دائیں سے بائیں کھینچ کر دکھایا۔

(صحیح مسلم: ١٠٩٣' الرقم المسلسل: ٢٥٠٠' سنن ابوداؤد: ٢٣٤٧' سنن نسائی: ٦٤٠' سنن ابن ماجہ: ١٦٩٦' السنن الکبریٰ للنسائی: ٢٤٨٠' صحیح ابن حبان: ٣٤٧٢' سنن ابوداؤد الطیالسی: ٣٥٠' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٣ص ٩' المنتقیٰ: ١٥٤' صحیح ابن خزیمہ: ٤٠٢' المعجم الکبیر: ١٠٥٥٨' سنن بیہقی ج ١ ص ٣٨١' مسند احمد ج ١ص ٣٨٦ طبع قدیم' مسند احمد: ٣٦٥٤_ ج ٦ ص ١٦٦' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ٤١٩٣' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٢٦ھ' مسند الطحاوی: ٥١٥٧)

حدیث مذکور کے رجال

(١) احمد بن یونس المعروف بشیخ الاسلام (٢) زہیر بن معاویہ الجعفی (٣) سلیمان بن طرخان التیمی البصری (٤) ابوعثمان عبدالرحمان بن مل النہدی (٥) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٥ ص ١٩٥)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ فجر سے پہلے اذان دیتے تھے۔

فجر سے پہلے اذان دینے کے وقت میں مختلف اقوال اور فجر کاذب اور فجر صادق کی علامت

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ طلوع الفجر سے پہلے اذان دیتے تاکہ سویا ہوا شخص بیدار ہو جائے اور جو تہجد کی نماز پڑھ رہا ہو وہ لوٹ جائے اور یہ لوگ سحری کھانے کی تیاری کریں اور یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے اور وہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد ایک اور اذان کی ضرورت ہے جو طلوع الفجر کے بعد ہو جیسا کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اذان دیتے تھے' اور جو اذان طلوع الفجر سے پہلے دی جاتی ہے' اس کے وقت میں اختلاف ہے' بعض شافعیہ نے کہا ہے کہ اس کا وقت فجر کاذب اور فجر صادق کے درمیان

ہے بعض نے کہا: آدھی رات کے وقت ہے بعض نے کہا: تہائی رات کے وقت ہے بعض نے کہا: رات کے آخری چھٹے حصہ میں۔
حدیث:٦١٧ میں مذاہب کا بیان گزر چکا ہے اور امام ابوحنیفہ کے مذہب پر دلائل کا بیان بھی کیا جا چکا ہے۔
اس حدیث میں فجر کاذب اور فجر صادق کا بیان ہے فجر کاذب میں روشنی اوپر سے نیچے کی طرف پھیلتی ہے اور فجر صادق میں روشنی دائیں سے بائیں طرف پھیلتی ہے۔

٦٢٢، ٦٢٣ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنَا عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ. وَعَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ (ح) وَحَدَّثَنِي يُوْسُفُ بْنُ عِيْسَى الْمَرْوَزِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يُؤَذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ.

[طرف الحدیث:١٩١٩]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے خبر دی عبید اللہ نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی از القاسم بن محمد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ح) اور مجھے یوسف بن عیسیٰ المروزی نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں الفضل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن عمر نے حدیث بیان کی از القاسم بن محمد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: بلال رات کو اذان دیتے ہیں سو تم کھاتے اور پیتے رہو حتیٰ کہ ابن ام مکتوم اذان دیں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری:٦١٧ کا مطالعہ فرمائیں۔

١٤ - بَابُ كَمْ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ وَمَنْ يَنْتَظِرُ الْإِقَامَةَ الصَّلٰوةَ

اذان اور اقامت کے درمیان کتنا وقفہ ہے اور جو لوگ نماز کی اقامت کا انتظار کریں

٦٢٤ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ ثَلَاثًا لِمَنْ شَاءَ.

[طرف الحدیث:٦٢٧]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق واسطی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از الجریری از ابن بریدہ از عبد اللہ بن مغفل المزنی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے یہ اس کے لیے ہے جو پڑھنا چاہے۔

(صحیح مسلم:٨٣٨ الرقم المسلسل:١٩٠٨ سنن ابوداؤد:١٢٨٣ سنن ترمذی:١٨٥ سنن نسائی:٦٨٢-٦٨١ سنن ابن ماجہ:١١٦٢ صحیح ابن خزیمہ:١٢٨٧ صحیح ابن حبان:١٥٥٩ سنن دارقطنی ج١ ص٢٦٦ سنن بیہقی ج٢ ص٤٧٤ شرح السنۃ:٤٣٠ مسند احمد ج٤ ص٨٦ طبع قدیم مسند احمد:١٦٧٩٠- ج٢٧ ص٣٤٦ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی:٤٢٤٣ مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ مسند الطحاوی:٥٣٥٧)

حدیث مذکور کے رجال

(١) اسحاق بن شاہین الواسطی (٢) خالد بن عبد اللہ الطحان (٣) الجریری وہ سعید بن ایاس ہیں (٤) ابن بریدہ وہ عبد اللہ بن حصیب اسلمی ہیں یہ مرو کے قاضی تھے وہیں فوت ہو گئے تھے (٥) حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج٥ ص٢٠١)

اذان اور اقامت کے درمیان وقفہ کے متعلق حدیث

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ حدیث میں جو ارشاد ہے: ہر دو اذانوں کے درمیان نماز

ہے۔اس سے مراد ہے: اذان اور اقامت کے درمیان اور اقامت کے اوپر اذان کا اطلاق تغلیباً فرمایا ہے' جیسے چاند اور سورج کو کہا جاتا ہے: قمرین' اور سورج کے اوپر قمر کا اطلاق تغلیباً ہوتا ہے' باب کا عنوان ہے: اذان اور اقامت کے درمیان کتنا وقفہ ہے' اور جب اذان اور اقامت کے درمیان نماز ہو گی تو اذان اور اقامت کے درمیان وقفہ بھی ہو گا' تاہم اذان اور اقامت کے درمیان وقفہ پر یہ حدیث صراحۃً دلالت کرتی ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے بلال! جب تم اذان دو تو اپنی اذان میں آہستہ آہستہ کلمات کہو' اور جب اقامت کہو تو تیزی سے کلمات کہو' اور اپنی اذان اور اقامت کے درمیان اتنا وقفہ کرو جس میں کھانا کھانے والا اپنے کھانے سے فارغ ہو جائے اور مشروب پینے والا اپنے مشروب سے فارغ ہو جائے اور جس نے قضاء حاجت کرنی ہو وہ اس سے فارغ ہو جائے' اور جب تک تم مجھے دیکھ نہ لو' اس وقت تک کھڑے نہ ہو۔

(سنن ترمذی: ۱۹۵' المستدرک ج ۱ ص ۲۰۴)

اذان کے بعد نوافل پڑھنے کا جواز

علامہ ابن جوزی مالکی متوفی ۵۹۷ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا فائدہ یہ ہے کہ کوئی شخص یہ وہم نہ کرے کہ جس نماز کے لیے اذان دی گئی ہے' اس وقت صرف وہی نماز پڑھنی جائز ہے اور کوئی اور نفل نماز نہیں پڑھی جا سکتی' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس اذان کے بعد اور نوافل بھی پڑھے جا سکتے ہیں۔

(کشف المشکل ج ۱ ص ۳۵۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

نمازِ مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھنے میں مذاہب فقہاء

علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ لکھتے ہیں:

مغرب کی اذان کے بعد' نماز سے پہلے دو رکعت نفل پڑھنے میں اختلاف ہے' امام احمد بن حنبل کے کلام سے ظاہر یہ ہے کہ یہ دو رکعت جائز ہیں اور سنت نہیں ہیں۔ اثرم بیان کرتے ہیں: میں نے امام احمد سے ان کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: میں نے یہ دو رکعت صرف ایک مرتبہ پڑھی ہیں' جب میں نے اس کے متعلق حدیث سنی' انہوں نے کہا: اس کے متعلق جید احادیث ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ کے اصحاب اور تابعین سے مروی ہیں' مگر یہ کہ آپ نے فرمایا: جو چاہے ان کو پڑھے' ان کے پڑھنے کے جواز پر دلیل یہ احادیث ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں غروبِ آفتاب کے بعد نماز سے پہلے دو رکعت پڑھتے تھے' مختار بن فلفل نے ان سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی یہ دو رکعت پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: آپ ہمیں یہ دو رکعت پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے' پس آپ ہمیں ان کا حکم دیتے تھے نہ منع فرماتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۸۳۶' الرقم المسلسل: ۱۹۰۶' سنن ابوداؤد: ۱۲۸۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مدینہ میں تھے' جب مؤذن نماز مغرب کی اذان دیتا تو صحابہ مسجد کے ستونوں کی طرف سبقت کرتے اور دو رکعت نماز پڑھتے' حتیٰ کہ اگر کوئی مسافر مسجد میں داخل ہوتا تو لوگوں کو کثرت کے ساتھ اس نماز کو پڑھتے ہوئے دیکھ کر یہ گمان کرتا کہ نماز مغرب پڑھی جا چکی ہے۔ (صحیح مسلم: ۸۳۷' الرقم المسلسل: ۱۹۰۷' مسند احمد ج ۳ ص ۲۸۰)

حضرت عبد اللہ مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مغرب کی نماز سے پہلے نماز پڑھو' پھر تیسری بار فرمایا: جو چاہے' اس کو ناپسند کرتے ہوئے کہ لوگ اس کو سنت بنالیں۔ (صحیح البخاری: ۱۱۸۳' سنن ابوداؤد: ۱۲۸۱' مسند احمد ج ۵ ص ۵۵)

(المغنی ج ۲ ص ۳۲۵-۳۲۴ 'دارالحدیث' قاہرہ '۱۴۲۵ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازِ مغرب سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنا مستحب ہے' اس مسئلہ میں ہمارے اصحاب کے دو قول ہیں' زیادہ مشہور قول یہ ہے کہ یہ دو رکعت مستحب نہیں ہیں۔

اس مسئلہ میں متقدمین کے دو قول ہیں' صحابہ کی ایک جماعت اور متاخرین تابعین نے ان کو مستحب کہا ہے' حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی رضی اللہ عنہم اور دوسرے صحابہ نے ان کو مستحب نہیں کہا' اسی طرح امام مالک اور اکثر فقہاء نے۔ النخعی نے کہا: یہ بدعت ہیں' کیونکہ ان کو مستحب قرار دینا مغرب کی نماز کو اوّل وقت میں پڑھنے سے تاخیر کو مستلزم ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۴ ص ۲۳۹۴' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام احمد نے ان دو رکعت پڑھنے کو جائز کہا ہے' باقی فقہاء نے انکار کیا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۱۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام طحاوی کی شرح میں مذکور ہے کہ مغرب کی اذان کے علاوہ مؤذن اذان دینے کے بعد اتنا وقفہ کرے' جس وقفہ میں ایسی دو رکعت نماز پڑھی جا سکے کہ ہر رکعت میں دس آیات پڑھی جائیں' اور کم زور آدمی کے لیے ٹھہرے' محلہ کے رئیس اور بڑے آدمی کے لیے نہ ٹھہرے' یہ ہر نماز کے بعد کم از کم وقفہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۰۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۶۲۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ عَامِرٍ الْأَنْصَارِيَّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ الْمُؤَذِّنُ إِذَا أَذَّنَ، قَامَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْتَدِرُوْنَ السَّوَارِيَ، حَتَّى يَخْرُجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ كَذٰلِكَ، يُصَلُّوْنَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ، وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ شَيْءٌ. قَالَ عُثْمَانُ بْنُ جَبَلَةَ، وَأَبُوْ دَاوُدَ، عَنْ شُعْبَةَ لَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا إِلَّا قَلِيْلٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے عمرو بن عامر الانصاری سے سنا از حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ جب مؤذن اذان دیتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب ستونوں کی طرف جھپٹتے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حجرہ سے) نکل آتے اور وہ اسی طرح مغرب سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ رہے ہوتے اور اذان اور اقامت کے درمیان اور کچھ نہیں ہوتا تھا۔ عثمان بن جبلہ اور ابوداؤد نے شعبہ سے روایت کی ہے کہ اذان اور اقامت کے درمیان بہت کم وقفہ ہوتا تھا۔

اس حدیث کی شرح کا صحیح البخاری: ۵۰۳ اور ۶۲۰ میں مطالعہ فرمائیں۔

۱۵ - بَابُ مَنِ انْتَظَرَ الْإِقَامَةَ — جو اقامت کا انتظار کریں

اس سے مراد امام ہے یا وہ مقتدی جو صف اوّل میں بیٹھا اقامت کا منتظر ہو یا جس کا گھر مسجد کے قریب ہو اور وہ اپنے گھر میں اقامت کی آواز سن سکتا ہو۔

٦٢٦ - حَدَّثَنَا اَبُوْ الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ بِالْاُوْلٰى مِنْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ، قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ، بَعْدَ اَنْ يَّسْتَبِيْنَ الْفَجْرُ، ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ، حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلْاِقَامَةِ.

[اطراف الحدیث: ٩٩٤ـ ١١٢٣ـ ١١٦٠ـ ١١٧٠ـ ٦٣١٠]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب مؤذن فجر کی پہلی اذان (اس سے مراد اقامت ہے) کے بعد خاموش ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو کر نماز فجر سے پہلے فجر کے ظہور کے بعد تخفیف کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھتے' پھر دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے حتیٰ کہ آپ کے پاس مؤذن اقامت کے لیے آتا۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ٧٤٨٧ 'مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٢٦ھ)

سنت فجر کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹنا اور گھر میں نماز کا انتظار کرنا بھی مسجد میں نماز کے انتظار کی مثل ہے

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر کی دو رکعت پڑھنے کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹنا سنت ہے' اس سلسلہ میں یہ حدیث بھی ہے:
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص فجر کی دو رکعت پڑھے تو اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ جائے۔ (سنن ابوداؤد: ١٢٦١' سنن ترمذی: ٤٢٠' مسند احمد ج ٢ ص ٤١٥)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو مستقل امام ہو' مؤذن کو اس کے پاس جا کر نماز کی خبر دینی چاہیے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ گھر میں نماز کا انتظار کرنا مسجد میں نماز کے انتظار کی مثل ہے' کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حجرہ سے نکل کر مسجد میں آ جاتے تاکہ آپ کو نماز کے انتظار کی فضیلت حاصل ہوتی کیونکہ نماز کا انتظار کرنے والے کا نماز میں شمار ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٥ ص ٢٠٦' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢١ھ)

١٦ - بَابٌ بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ لِمَنْ شَاءَ

ہر دو اذانوں کے درمیان اس کے لیے نماز ہے جو پڑھنا چاہے

٦٢٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنَا كَهْمَسُ بْنُ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ، بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ. ثُمَّ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَاءَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں کہمس بن الحسن نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن بریدہ از حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے' پھر تیسری بار فرمایا: یہ اس کے لیے ہے جو نماز پڑھنا چاہے۔

دو اذانوں سے مراد اذان اور اقامت ہے' مغرب کی اذان اور اقامت کے علاوہ ہر اذان اور اقامت کے درمیان نماز پڑھنا سنت ہے اور مغرب کی اذان اور اقامت کے درمیان بھی دو رکعت نماز پڑھنا جائز ہے' اس کی مفصل بحث حدیث: ٦٢٤ میں گزر چکی ہے۔

١٧ - بَابُ مَنْ قَالَ لِيُؤَذِّنْ فِي السَّفَرِ مُؤَذِّنٌ وَّاحِدٌ

جس نے کہا: سفر میں بھی ایک مؤذن اذان دے

اس عنوان سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ اگر ایک مؤذن بھی سفر میں اذان دے دے تو وہ کافی ہے۔

٦٢٨ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ اَيُّوبَ، عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نَفَرٍ مِّنْ قَوْمِيْ، فَاَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً، وَكَانَ رَحِيْمًا رَفِيْقًا فَلَمَّا رَاٰى شَوْقَنَا اِلٰى اَهَالِيْنَا، قَالَ ارْجِعُوْا فَكُوْنُوْا فِيْهِمْ، وَعَلِّمُوْهُمْ، وَصَلُّوْا، فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ اَحَدُكُمْ، وَلْيَؤُمَّكُمْ اَكْبَرُكُمْ.

[اطراف الحدیث: ٦٣٠-٦٣١-٦٥٨-٦٨٥-٨١٩-٢٨٤٨-٦٠٠٨-٧٢٤٦]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّٰی بن اسد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وھیب نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی قلابہ از حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی قوم کی ایک جماعت کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' ہم آپ کے پاس بیس راتیں ٹھہرے' آپ بہت نرم دل مہربان تھے' جب آپ نے دیکھا ہمیں اپنے گھر والوں کی یاد آ رہی ہے تو آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر لوٹ جاؤ اور ان میں رہو' ان کو تعلیم دو اور نماز پڑھو اور جب نماز کا وقت آ جائے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے اور جو تم میں سے بڑا ہو' وہ نماز پڑھائے۔

(صحیح مسلم: ٦٧٤، الرقم المسلسل: ١٥٠٧' سنن ابوداؤد: ٥٨٤-٥٨٣-٥٨٢' سنن ترمذی: ٢٣٥' سنن نسائی: ٦٨٠' سنن ابن ماجہ: ٩٨٠' صحیح ابن خزیمہ: ٣٩٨' صحیح ابن حبان: ١٦٥٨' سنن دارقطنی ج١ ص ٢٧٢' سنن بیہقی ج٢ ص ١٧' المعجم الکبیر: ٦٣٥-ج ١٩' مسند احمد ج٣ ص ٤٣٦ طبع قدیم' مسند احمد: ١٥٥٩٨-ج ٢٤ ص ٣٦٤' جامع المسانید لابن الجوزی: ٦١٣٥' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٢٦ھ' مسند الطحاوی: ٦٦٦٧)

حدیث مذکور کے رجال

(١) معلّٰی بن اسد ابوالہیثم البصری العمری' یہ بھز بن اسد کے بھائی ہیں' بصرہ میں رمضان کے مہینہ میں ٢١٨ھ میں فوت ہو گئے تھے (٢) وھیب بن خالد البصری الکرابیسی (٣) ایوب السختیانی (٤) ابوقلابہ عبداللہ بن زید (٥) حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج٥ ص ٢٠٨)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اور جب نماز کا وقت آ جائے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے۔

حضرت ابن عمر کے اثر سے امام بخاری کا اختلاف

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کو روایت کر کے درج ذیل اثر کے ردّ کی طرف اشارہ کیا ہے:

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے نافع سے پوچھا کہ حضرت ابن عمر سفر میں کتنی بار اذان دیتے تھے؟ تو انہوں نے کہا: دو اذانیں۔ (مصنف عبدالرزاق: ١٩٠١' دارالکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢١ھ)

اس باب کی حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ سفر میں اذان دو بار نہیں دی جاتی' کیونکہ صبح کی اذان اور دوسری نمازوں کی اذان میں کوئی فرق نہیں ہے' امام شافعی نے کہا: اگر بڑی مسجد ہو اور اس کی ہر جہت سے بہ یک وقت مؤذن اذان دے تاکہ ہر طرف کے لوگ اذان سن لیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں اب چونکہ لاؤڈ اسپیکر کا رواج عام ہو گیا ہے' اس لیے اب اس کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ مسجد کی ہر طرف اسپیکر نصب کر دیئے جاتے ہیں۔ (سعیدی غفرلہٗ)

اس حدیث میں یہ فرمایا ہے: تم میں سے ایک شخص اذان دے اور جو تم میں سے بڑا ہو وہ نماز پڑھائے' اس سے معلوم ہوا کہ امامت اذان دینے سے افضل ہے۔

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سفر میں بھی اذان دینی چاہیے اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۲۲۷-۲۲۶ 'دار المعرفۃ بیروت' ۱۳۲۶ھ)

١٨ - بَابُ الْأَذَانِ لِلْمُسَافِرِيْنَ، إِذَا كَانُوْا جَمَاعَةً، وَالْإِقَامَةِ

جب مسافروں کی ایک جماعت ہو تو وہ اذان دیں اور اقامت کہیں

وَكَذٰلِكَ بِعَرَفَةَ وَجَمْعٍ، وَقَوْلِ الْمُؤَذِّنِ الصَّلٰوةُ فِي الرِّحَالِ، فِي اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ أَوِ الْمَطِيْرَةِ.

اور اسی طرح عرفہ اور مزدلفہ میں ہے' اور مؤذن کا قول: سرد رات یا بارش والی رات میں نماز گھروں میں پڑھو۔

عرفہ اور مزدلفہ کے ذکر سے امام بخاری نے حسب ذیل حدیثوں کی طرف اشارہ کیا ہے:

باب "حجة النبی صلی اللہ علیہ وسلم" میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے' اس میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میدان عرفۃ میں آئے (الی قولہ) پھر اذان دی اور اقامت کہی' پھر آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی' پھر اقامت کہی' پھر آپ نے عصر کی نماز پڑھائی اور ان کے درمیان آپ نے کوئی نماز نہیں پڑھی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو کر وقوف کی جگہ آئے (الی قولہ) حتیٰ کہ آپ المزدلفہ میں آئے' پھر آپ نے ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ مغرب اور عشاء کی نماز پڑھائی اور ان کے درمیان کوئی نفل نہیں پڑھے۔

(صحیح مسلم: ۱۲۱۸' الرقم المسلسل: ۲۹۰۱' سنن ابوداؤد: ۱۹۰۹-۱۹۰۵' سنن نسائی: ۲۷۴۳' سنن ابن ماجہ: ۳۰۷۴)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب حج کے لیے گئے تو آپ کے ساتھ متعدد اصحاب تھے اور آپ نے حج کے سفر میں میدان عرفۃ میں ظہر اور عصر کو جمع کیا اور ایک اذان اور ایک اقامت کہلوائی ہے' نیز حدیث میں ہے:

عبدالرحمان بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حج کیا' پھر عشاء کی اذان کے وقت ہم المزدلفہ میں آئے' پھر حضرت ابن مسعود نے ایک شخص کو حکم دیا تو اس نے اذان دی اور اقامت کہی' پھر حضرت ابن مسعود نے مغرب کی نماز پڑھائی' پھر عشاء کی نماز دو رکعت پڑھائی' پھر کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۶۷۵' صحیح مسلم: ۱۲۸۹' سنن ابوداؤد: ۱۹۳۴' سنن نسائی: ۳۰۲۷' مسند احمد ج ۱ ص ۴۶۱)

مزدلفہ کے سفر میں بھی اذان اور اقامت کا ذکر ہے' اس لیے امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں عرفہ اور مزدلفہ کا ذکر کیا ہے۔

اور مؤذن کا یہ کہنا کہ سردی کی رات میں' بارش کی رات میں نمازیں گھروں میں پڑھو

٦٢٩ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْمُهَاجِرِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَأَرَادَ الْمُؤَذِّنُ أَنْ يُؤَذِّنَ، فَقَالَ لَهُ أَبْرِدْ. ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُؤَذِّنَ، فَقَالَ لَهُ أَبْرِدْ. ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُؤَذِّنَ فَقَالَ لَهُ أَبْرِدْ حَتّٰى سَاوَى الظِّلُّ التُّلُوْلَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از المہاجر بن ابی الحسن از زید بن وہب از حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے' پس مؤذن نے اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے اس سے فرمایا: ٹھنڈے وقت میں اذان دو' اس نے پھر اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے

وَسَلَّمَ إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ.

اس سے فرمایا: ٹھنڈے وقت میں اذان دو اس نے پھر اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے اس سے فرمایا: ٹھنڈے وقت میں اذان دو حتیٰ کہ سایا ٹیلوں کے برابر ہو گیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۵۳۵ کا مطالعہ فرمائیں' وہاں اس کا عنوان تھا: گرمی کی شدت میں ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنا اور یہاں اس کا عنوان ہے: جب مسافروں کی جماعت ہو تو وہ اذان دیں اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۶۳۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ أَتَى رَجُلَانِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدَانِ السَّفَرَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَنْتُمَا خَرَجْتُمَا، فَأَذِّنَا، ثُمَّ أَقِيمَا، ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمَا أَكْبَرُكُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از خالد الحذاء از ابی قلابہ از حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دو آدمی آئے جو سفر کا ارادہ کرتے تھے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم دونوں نکلو تو تم دونوں اذان دینا اور اقامت کہنا' پھر جو تم میں سے بڑا ہو' وہ امامت کرائے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۶۲۸ کا مطالعہ فرمائیں۔

۶۳۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ قَالَ أَتَيْنَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُونَ، فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِينَ يَوْمًا وَلَيْلَةً، وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِيمًا رَفِيقًا، فَلَمَّا ظَنَّ أَنَّا قَدِ اشْتَهَيْنَا أَهْلَنَا، أَوْ قَدِ اشْتَقْنَا، سَأَلَنَا عَمَّنْ تَرَكْنَا بَعْدَنَا؟ فَأَخْبَرْنَاهُ، قَالَ ارْجِعُوا إِلَى أَهْلِيكُمْ، فَأَقِيمُوا فِيهِمْ وَعَلِّمُوهُمْ وَمُرُوهُمْ. وَذَكَرَ أَشْيَاءَ أَحْفَظُهَا، أَوْ لَا أَحْفَظُهَا وَصَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ، فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ، وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور ہم' ہم عمر نوجوان تھے' ہم آپ کے پاس بیس دن اور بیس راتیں ٹھہرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نرم دل مہربان تھے' جب آپ نے یہ گمان کیا کہ ہمیں اپنے گھر والوں کے پاس جانے کا شوق ہو رہا ہے' تو آپ نے ہم سے پوچھا: ہم گھر میں کس کو چھوڑ آئے ہیں' تو ہم نے آپ کو بتایا تو آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ' پس ان میں رہو اور ان کو تعلیم دو' اور ان کو حکم دو اور آپ نے چند چیزوں کا ذکر کیا جو مجھے یاد ہیں یا یاد نہیں ہیں۔ (ابوقلابہ کو شک ہے کہ حضرت مالک بن حویرث نے کیا کہا تھا) اور اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو' پس جب نماز کا وقت آ جائے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے اور جو تم میں سب سے بڑا ہو' وہ امامت کرائے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۶۲۸ کا مطالعہ فرمائیں۔

٦٣٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ قَالَ اَذَّنَ ابْنُ عُمَرَ فِي لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ بِضَجْنَانَ ثُمَّ قَالَ صَلُّوْا فِي رِحَالِكُمْ. فَاَخْبَرَنَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْمُرُ مُؤَذِّنًا يُؤَذِّنُ ثُمَّ يَقُوْلُ عَلٰى اِثْرِهٖ اَلَا صَلُّوْا فِي الرِّحَالِ فِي اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ اَوِ الْمَطِيْرَةِ فِي السَّفَرِ.

[طرف الحدیث:٦٦٦]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے خبر دی از عبید اللہ بن عمر انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک سرد رات میں ضجنان میں اذان دی پھر فرمایا: تم اپنے گھروں میں نماز پڑھو پھر ہمیں یہ خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مؤذن کو اذان دینے کا حکم دیتے وہ اذان دیتا پھر اذان کے بعد کہتا: سنو! سرد رات میں یا بارش والی رات میں سفر میں گھروں میں نماز پڑھو۔

(صحیح مسلم:٦٩٧ الرقم المسلسل:١٥٧١ سنن ابوداؤد:١٠٦٣ سنن نسائی:٦٥٣ موطأ امام مالک:١٦١ صحیح ابن حبان:٢٠٧٨ سنن بیہقی ج٢ ص٧٠ شرح السنۃ:٧٩٧ المنتقی:٣٥٦ صحیح ابن خزیمہ:٢٣٩٩ مسند احمد ج٢ ص٦٣ طبع قدیم مسند احمد:٥٣٠٢۔ ج٩ ص٢٢٢ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت مسند الطحاوی:٣٩٤٣)

لفظ ''ضجنان'' کی تحقیق

اس حدیث میں ''ضجنان'' کا لفظ ہے علامہ زمخشری متوفی ٥٨٣ھ نے لکھا ہے: ضجنان مکہ کی جانب ایک پہاڑ ہے۔ (الفائق ج١ ص٢٧٥) حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ صاحب الفائق نے کہا ہے کہ اس کے اور مکہ کے درمیان پچیس میل ہیں۔ (فتح الباری ج٢ ص٢٢٩) علامہ عینی نے بھی اس عبارت کو نقل کر دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج٥ ص٢١٣) لیکن میں نے علامہ زمخشری کی الفائق کو دیکھا اس میں یہ عبارت نہیں ہے نہ ہی صحاح اور لسان العرب میں ہے البتہ یاقوت الحموی التوفی ٦٢٦ھ نے لکھا ہے کہ علامہ واقدی نے المغازی میں لکھا ہے کہ ضجنان اور مکہ کے درمیان پچیس میل ہیں اور معراج کی حدیث میں ''ضجنان'' کا ذکر ہے جب قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپ کے صدق کی کیا علامت ہے؟ آپ نے فرمایا: جب میں واپسی میں ضجنان کے پاس پہنچا تو میں فلاں قافلہ کے پاس سے گزرا میں نے وہاں لوگوں کو دیکھا ان کے برتن میں پانی تھا میں نے اس پانی کو پی لیا۔

(معجم البلدان ج١ ص٤٥٣ دار احیاء التراث العربی بیروت ١٣٩٩ھ)

لگتا ہے حافظ ابن حجر عسقلانی نے معجم البلدان یا علامہ واقدی کی مغازی میں یہ عبارت پڑھی اور بے توجہی سے صاحب الفائق لکھ دیا اور علامہ عینی نے اسی عبارت کو الزمخشری سے بدل کر لکھ دیا کیونکہ الفائق زمخشری کی تصنیف ہے اور حقیقت کا سراغ لگانے کی کوشش نہیں کی۔

سفر میں اذان دینے اور اقامت پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

سفر میں اذان اور اقامت پڑھنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے ایک جماعت کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ مسافر ہر نماز کے لیے اذان دے اور اقامت کہے حضرت سلمان حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سعید بن میسب فقہاء احناف امام شافعی امام احمد اسحاق اور ابوثور کا یہی مذہب ہے اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ مسافر کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو اذان دے اور اگر چاہے تو وہ اقامت کہے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ عروہ ثوری اور النخعی کا یہی قول ہے اور ایک جماعت نے کہا: مسافر کا اقامت کہنا کافی ہے

حسن بصری اور قاسم کا یہی موقف ہے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں صبح کی نماز کے سوا ہر نماز کے لیے اقامت کہتے تھے اور صبح کی نماز میں اذان اور اقامت دونوں کہتے تھے۔

عطاء اور مجاہد یہ کہتے تھے کہ جو شخص سفر میں اقامت پڑھنا بھول گیا' وہ نماز کو دہرائے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دو آدمیوں سے فرمایا جو سفر کا ارادہ رکھتے تھے: جب تم سفر کے لیے نکلو تو اذان دینا اور اقامت کہنا۔ (صحیح البخاری: ۶۳۰) یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امر (حکم) ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے' جمہور علماء کے نزدیک یہ امر استحباب اور حصول فضیلت کے لیے ہے' کیونکہ آپ نے دونوں کو اذان دینے کا حکم دیا ہے' حالانکہ ایک کا اذان دینا کافی ہے' جمہور علماء کے نزدیک اس باب کی احادیث میں سفر میں اذان اور اقامت استحباب پر محمول ہیں' جنگل میں بھی اذان اور اقامت کی ترغیب میں احادیث وارد ہیں اور جو شخص جنگل میں اذان دے کر نماز پڑھتا ہے' اس کی اقتداء میں پہاڑوں کے برابر فرشتے نماز پڑھتے ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۴۹۷۔ ج ۲ ص ۳۸۹ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① رحل کا معنی ② جماعت اور جمعہ سے رخصت ③ ''الا صلّوا فی الرحال'' ④ اذان کے درمیان کلام کا حکم۔

۶۳۳ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ قَالَ اَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْعُمَيْسِ، عَنْ عَوْنِ ابْنِ اَبِىْ جُحَيْفَةَ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْاَبْطَحِ، فَجَاءَهُ بِلَالٌ فَاٰذَنَهُ بِالصَّلٰوةِ، ثُمَّ خَرَجَ بِلَالٌ بِالْعَنَزَةِ حَتّٰى رَكَزَهَا بَيْنَ يَدَىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْاَبْطَحِ، وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جعفر بن عون نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو العمیس نے حدیث بیان کی از عون بن ابی جحیفہ از والد خود' انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ سے باہر وادی ابطح میں دیکھا' آپ کے پاس حضرت بلال رضی اللہ عنہ آئے اور آپ کو نماز کی خبر دی' پھر حضرت بلال نیزہ لے کر باہر نکلے حتیٰ کہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اس وادی میں گاڑ دیا اور نماز کی اقامت کہی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۷ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: لوگوں کے وضوء کے بچے ہوئے پانی کو استعمال کرنا' وہاں اس حدیث میں صرف اتنا ذکر تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی دو رکعت نماز پڑھائی اور عصر کی دو رکعت نماز پڑھائی اور آپ کے سامنے نیزہ تھا اور یہاں امام بخاری نے اس حدیث کو اس لیے درج کیا ہے کہ اس میں سفر میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔

۱۹ - بَابُ هَلْ يَتَتَبَّعُ الْمُؤَذِّنُ فَاهُ هٰهُنَا وَهٰهُنَا؟ وَهَلْ يَلْتَفِتُ فِى الْاَذَانِ؟

کیا مؤذن اپنا منہ اِدھر اُدھر کرے اور کیا نماز میں التفات کرے

وَيُذْكَرُ عَنْ بِلَالٍ اَنَّهٗ جَعَلَ اِصْبَعَيْهِ فِىْ اُذُنَيْهِ.

اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی انگلیوں کو اپنے کانوں میں ڈالا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے: عمار بن سعد اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈالیں اور فرمایا: اس سے تمہاری آواز زیادہ بلند ہوگی۔ (سنن ابن ماجہ: ۷۱۰)

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَجْعَلُ اِصْبَعَيْهِ فِىْ اُذُنَيْهِ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے کانوں میں انگلیاں نہیں ڈالتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے: وکیع' سفیان سے روایت کرتے ہیں کہ سفیان نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر کو دیکھا' وہ اپنے اونٹ پر اذان دے رہے تھے' انہوں نے وکیع سے کہا: کیا تم نے ان کو دیکھا' وہ اپنے کانوں میں انگلیاں ڈالتے تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۸۵)

وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ لَا بَاْسَ اَنْ يُّؤَذِّنَ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ.

اور ابراہیم نے کہا: مؤذن بغیر وضوء کے اذان دے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے: منصور بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نے کہا کہ اگر بغیر وضوء کے اذان دی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے' پھر مؤذن اتر کر وضوء کرلے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۸۸)

وَقَالَ عَطَاءٌ اَلْوُضُوْءُ حَقٌّ وَسُنَّةٌ.

اور عطاء نے کہا: وضوء برحق اور سنت ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے: ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے عطاء نے کہا کہ حق اور سنت مسنونہ یہ ہے کہ کوئی مؤذن بغیر وضوء کے اذان نہ دے اور کہا: اذان نماز کا مقدمہ ہے' پس بغیر وضوء کے اذان نہ دی جائے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۸۰۳)

وَقَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ اَحْيَانِهٖ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری' کتاب الحیض' باب: ۷ میں ہے' اس کا عنوان ہے: حائض حج بیت اللہ کے سواحج کے تمام ارکان ادا کرے۔

٦٣٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِيْ جُحَيْفَةَ، عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ رَاٰى بِلَالًا يُؤَذِّنُ، فَجَعَلْتُ اَتَتَبَّعُ فَاهُ هَاهُنَا وَهَاهُنَا بِالْاَذَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عون بن ابی جحیفہ از والدِ خود' انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دیتے ہوئے دیکھا' پس میں (بھی) اذان میں حضرت بلال کی موافقت میں منہ ادھر اُدھر (دائیں بائیں) کرتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۷ میں گزر چکی ہے۔

شیخ نور الحق ابن عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جب مؤذن دائیں اور بائیں اذان میں "حی علی الصلوٰۃ" اور "حی علی الفلاح" پر منہ پھیرے تو اس کے پیر اور اس کا سینہ اپنی جگہ قائم رہیں' صرف منہ کو دائیں اور بائیں طرف پھیرے۔ (تیسیر القاری ج ۱ ص ۲۲۴' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

٢٠ - بَابُ قَوْلِ الرَّجُلِ فَاتَتْنَا الصَّلٰوةُ

کسی آدمی کا یہ کہنا کہ ہم سے نماز فوت ہوگئی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ہم سے نماز فوت ہوگئی تو وہ مکروہ ہے یا نہیں۔

وَكَرِهَ ابْنُ سِيْرِيْنَ اَنْ يَّقُوْلَ فَاتَتْنَا الصَّلٰوةُ، وَلٰكِنْ لِيَقُلْ لَمْ نُدْرِكْ.

اور ابن سیرین نے کہا کہ یہ مکروہ ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ ہم سے نماز فوت ہوگئی لیکن اس کو یہ کہنا چاہیے کہ ہم نے نماز کو نہیں پایا۔

اس تعلیق کی اصل یہ ہے کہ ابن عون بیان کرتے ہیں کہ محمد بن سیرین اس کو مکروہ کہتے تھے کہ کوئی شخص کہے کہ ہم سے نماز فوت ہو

گئی اور وہ کہتے تھے کہ ہم نے بنی فلاں کے ساتھ نماز کو نہیں پایا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ بہ حوالہ عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۱۸)

وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَحُّ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد زیادہ صحیح ہے۔

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: تم سے جو نماز فوت ہوگئی ہے اس کو پورا کرو۔

۶۳۵ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ سَمِعَ جَلَبَةَ الرِّجَالِ فَلَمَّا صَلّٰى قَالَ مَا شَاْنُكُمْ؟ قَالُوْا اِسْتَعْجَلْنَا اِلَى الصَّلٰوةِ. قَالَ فَلَا تَفْعَلُوْا اِذَا اَتَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَعَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ فَمَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَاَتِمُّوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عبداللہ بن ابی قتادہ از والد خود انہوں نے کہا: جس وقت ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے اچانک آپ نے لوگوں کی آہٹیں اور آوازیں سنیں آپ نے نماز پڑھنے کے بعد فرمایا: تمہیں کیا ہوا تھا؟ انہوں نے کہا: ہم نماز میں ملنے کے لیے جلدی کر رہے تھے آپ نے فرمایا: تم ایسا نہ کرو جب تم نماز پڑھنے کے لیے آؤ تو تم اطمینان اور سکون کے ساتھ آؤ تم کو جتنی نماز مل جائے اس کو پڑھ لو اور جتنی نماز تم سے فوت ہو جائے اس کو پورا کر لو۔

(صحیح مسلم: ۶۰۳ الرقم المسلسل: ۱۳۳۸ صحیح ابن حبان: ۲۱۴۷ سنن دارمی: ۱۲۸۵ المعجم الاوسط: ۴۵۶ سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۹۸ مسند احمد ج ۵ ص ۳۰۶ طبع قدیم مسند احمد: ۲۲۶۰۸۔ ج ۳۷ ص ۲۹۶ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۳۸۰ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابونعیم الفضل بن دکین (۲) شیبان بن عبدالرحمان النحوی (۳) یحییٰ بن ابی کثیر (۴) عبداللہ بن ابی قتادہ (۵) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ ان کا نام ہے: الحارث بن ربعی الانصاری۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۱۹)

مسبوق کی رہی ہوئی نماز کے اوّل یا آخر میں مذاہب فقہاء

اس حدیث میں "جلبۃ" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: آوازیں لوگوں کے جلدی جلدی چلنے کی وجہ سے اور ان کی حرکت کی وجہ سے آوازیں۔

مسبوق کی جو نماز رہ گئی ہے جس کو وہ بعد میں پڑھے گا حضرت علی رضی اللہ عنہ ابن المسیب حسن بصری اور عطاء کے نزدیک وہ اس کی نماز کی اوّل ہے امام شافعی کا یہی قول ہے امام مالک اور امام احمد سے بھی یہی ایک روایت ہے ان کا استدلال حدیث کے اس جملہ میں ہے: اور جو نماز تم سے فوت ہوگئی ہے اس کو پورا کرو۔ پورا کرو کا لفظ اس کو مستلزم ہے کہ اس کا ابتدائی حصہ رہ گیا ہے اور وہی نماز کا اوّل حصہ ہے۔

امام مالک نے کہا ہے: جس نماز کو اس کے امام کے ساتھ پالیا ہے وہ اس کی نماز کا اوّل حصہ ہے اور جو نماز اس کی رہ گئی ہے اس کی وہ قضاء کرے گا اس میں سورۂ فاتحہ پڑھے گا اور اس کے ساتھ سورت ملائے گا امام بیہقی نے از قتادہ از حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: تم نے اپنے امام کے ساتھ جو حصہ پالیا وہ تمہاری نماز کا اوّل ہے اور تم سے جو قرآن پڑھنا رہ گیا ہے اس کی قضاء کرو۔

امام ابوحنیفہ نے فرمایا اور امام احمد سے بھی ایک روایت یہی ہے کہ مسبوق کی جو نماز رہ گئی ہے وہ افعال اور اقوال میں اس کی

قضاء کرے گا۔ علامہ ابن الجوزی نے کہا: ہمارے مذہب کے مشابہ اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک وہ اس کی نماز کا آخر ہے علامہ ابن بطال نے کہا: حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم' ابراہیم النخعی' شعبی اور ابوقلابہ کا بھی یہی قول ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے کے لیے دوڑتے اور بھاگتے ہوئے نہیں آنا چاہیے' سکون اور اطمینان کے ساتھ وقار کے ساتھ آنا چاہیے' خواہ اس وجہ سے تکبیرۃ الاحرام یا نماز کی بعض رکعات رہ جائیں' اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میری نماز فوت ہوگئی یا قضاء ہوگئی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۲۱۔ ۲۲۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۲۶۴۔ ج ۱ ص ۲۱۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: نماز کو جاتے وقت دوڑنے کا حکم۔

۲۱ - بَابُ لَا يَسْعٰى اِلَى الصَّلٰوةِ ' وَلْيَاْتِ بِالسَّكِيْنَةِ وَالْوَقَارِ

نماز کے لیے دوڑتا ہوا نہ آئے سکون اور وقار کے ساتھ آئے

وَقَالَ مَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا' وَمَا فَاتَكُمْ فَاَتِمُّوْا. قَالَهُ اَبُوْ قَتَادَةَ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے: تم جتنی نماز کو پالو' سو اس کو پڑھ لو اور جو فوت ہو جائے اس کو پورا کرو۔

اس تعلیق میں وہی حدیث بیان کی ہے' جس کو باب سابق میں روایت کیا ہے۔

٦٣٦ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ ذِئْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ' عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ' عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَعَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ' عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا سَمِعْتُمُ الْاِقَامَةَ فَامْشُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ' وَعَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ وَالْوَقَارِ' وَلَا تُسْرِعُوْا' فَمَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا' وَمَا فَاتَكُمْ فَاَتِمُّوْا. [طرف الحدیث: ۹۰۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' اور از الزہری از ابی سلمہ از ابی ہریرہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب تم اقامت کو سنو تو نماز کی طرف چل کر آؤ اور تم پر سکون اور وقار لازم ہے اور تم دوڑ نا مت' پس جو نماز تم کو مل جائے اس کو پڑھ لو اور جو نماز تم سے فوت ہو جائے اس کو پورا کرو۔

(صحیح مسلم: ۶۰۲' الرقم المسلسل: ۱۳۴۴' سنن ترمذی: ۳۲۹' سنن نسائی: ۸۶۱' سنن ابن ماجہ: ۷۷۵' سنن ابوداؤد: ۵۷۲' صحیح ابن خزیمہ: ۱۰۶۵' مصنف عبد الرزاق: ۳۴۰۴' المنتقی: ۳۰۶' شرح السنۃ: ۴۴۱' تاریخ بغداد ج ۳ ص ۳۹' مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۶۶۲۔ ج ۱۳ ص ۹۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے چھ رجال ہیں' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی شرح وہی ہے' جو گزشتہ حدیث: ۶۳۵ میں بیان کی جا چکی ہے۔

۲۲ - بَابُ مَتٰى يَقُوْمُ النَّاسُ اِذَا رَاَوُا الْاِمَامَ عِنْدَ الْاِقَامَةِ

جب لوگ امام کو اقامت کے وقت دیکھیں تو کب کھڑے ہوں

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ جب لوگ نماز کی اقامت کے وقت امام کو دیکھیں تو کب کھڑے ہوں۔

٦٣٧ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم

هِشَامٌ قَالَ كَتَبَ إِلَيَّ يَحْيٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَقُومُوا حَتّٰى تَرَوْنِي.

[اطراف الحدیث: ٦٣٨-٩٠٩]

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میری طرف یحییٰ نے لکھا از عبداللہ بن ابی قتادہ از والد خود انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نماز کی اقامت کہی جائے تو تم اس وقت نہ کھڑے ہو حتیٰ کہ تم مجھے دیکھ لو۔

(صحیح مسلم: ٦٠٤' الرقم المسلسل: ١٣٤٠' سنن ابوداؤد: ٥٤٠-٥٣٩' سنن ترمذی: ٥٩١' سنن نسائی: ٦٨٧' صحیح ابن خزیمہ: ١٥٢٦' صحیح ابن حبان: ٢٢٢٢' حلیۃ الاولیاء ج ٨ ص ٣٩١' تاریخ بغداد ج ٢ ص ٢٧٨-٢٧٧' مصنف عبدالرزاق: ١٩٣٢' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ ص ٤٠٥' مسند احمد ج ٥ ص ٢٩٦ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٢٥٣٣- ج ٣٧ ص ٢١٨' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ١٣٥١' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اوران کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ صحابہ کی جماعت اس وقت تک نہیں کھڑی ہوتی تھی حتیٰ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجرہ سے آتے ہوئے دیکھ لیتے۔

نماز کے لیے کھڑے ہونے کے وقت میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

نماز کے لیے لوگ کس وقت کھڑے ہوں اس میں فقہاء کا اختلاف ہے' حضرت علی بن ابی طالب' حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہما اور ابراہیم النخعی نے کہا ہے کہ لوگ بیٹھ کر انتظار کریں اور جب اقامت کہی جائے تو لوگ کھڑے نہ ہوں حتیٰ کہ امام آ جائے جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے' اور حسن بصری اور عمر بن عبد العزیز سے مروی ہے کہ وہ امام کا کھڑے ہو کر انتظار کرتے تھے۔

جب امام مسجد میں ہو تو مقتدیوں کے کھڑے ہونے کے وقت میں اختلاف ہے' سالم' ابوقلابہ' الزہری اور عطاء سے منقول ہے کہ وہ اوّل اقامت میں کھڑے ہوں' امام احمد کا بھی یہی قول ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد نے کہا ہے کہ مقتدی صف میں اس وقت کھڑے ہوں جب مؤذن ''حی علی الفلاح'' کہے اور جب مؤذن ''قد قامت الصلٰوۃ'' کہے تو امام ''اللّٰہ اکبر'' کہے' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب اور ابراہیم النخعی بھی اسی طرح کرتے تھے' حسن بصری' امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔

ابن المنذر' امام مالک' امام شافعی اور تمام شہروں کے مسلمانوں کا اس پر عمل ہے کہ اقامت مکمل ہونے کے بعد امام اللہ اکبر کہے۔

(شرح ابن بطال ج ٢ ص ٣٣١-٣٣٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

نماز کے لیے کھڑے ہونے کے وقت کے متعلق احادیث کی تحقیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اکثر فقہاء کا یہ موقف ہے کہ جب امام لوگوں کے ساتھ مسجد میں ہو تو لوگ اس وقت تک نہ کھڑے ہوں حتیٰ کہ مؤذن اقامت سے فارغ ہو جائے' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اس وقت کھڑے ہوتے تھے' جب مؤذن ''قد قامت الصلٰوۃ'' کہتا' اس کو ابن المنذر وغیرہ نے روایت کیا ہے' اسی طرح امام سعید بن منصور نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب سے روایت کیا ہے' سعید بن المسیب نے کہا ہے کہ جب مؤذن اللہ اکبر کہے تو کھڑے ہونا واجب ہے اور جب وہ کہے: ''حی علی الصلٰوۃ''

توصفیں برابر کر لی جائیں اور جب وہ کہے: "لا الله الا الله" تو امام "الله اکبر" کہے عون بن ابی جحیفہ سے روایت ہے کہ مقتدی اس وقت کھڑے ہوں جب مؤذن "حی علی الفلاح" کہے اور جب وہ کہے: "قد قامت الصلوٰۃ" تو امام "الله اکبر" کہے اور جب امام مسجد میں نہ ہو تو جمہور کا مؤقف یہ ہے کہ لوگ اس وقت تک نہ کھڑے ہوں جب تک امام کو نہ دیکھ لیں۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرہ سے نکلنے سے پہلے اقامت کہی جاتی تھی' اور یہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے معارض ہے' جس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس وقت تک اقامت نہیں کہتے تھے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرہ سے نکل آتے۔ (صحیح مسلم:۶۰۶' الرقم المسلسل:۱۳۴۵) اور ان دونوں حدیثوں میں تطبیق اس طرح ہے کہ حضرت بلال' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرہ سے نکلنے کا انتظار کرتے رہتے تھے' وہ اقامت کی ابتداء اس وقت کرتے تھے' جب اکثر لوگ آپ کو نہیں دیکھتے تھے' پھر جب لوگ آپ کو دیکھ لیتے تو کھڑے ہو جاتے' پھر آپ اپنی جگہ پر اس وقت کھڑے ہوتے جب لوگ صفیں برابر کر لیتے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام عبد الرزاق نے از ابن جریج از ابن شہاب یہ روایت کی ہے کہ جب مؤذن "الله اکبر" کہتا تو لوگ کھڑے ہو جاتے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جگہ پر اس وقت آتے تھے' جب صفیں برابر ہو جاتیں۔ (مصنف عبد الرزاق:۱۹۴۲) اور صحیح بخاری میں عنقریب یہ حدیث آئے گی کہ نماز کی اقامت کہی گئی تو لوگوں نے اپنی صفیں برابر کر لیں' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرہ سے نکلے۔ (صحیح البخاری:۶۴۰) اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نماز کی اقامت کہی گئی' پس ہم نے صفوں کو برابر کیا اس سے پہلے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرف نکل کر آئیں۔ (صحیح مسلم:۶۰۵' الرقم المسلسل:۱۳۴۲) اور امام ابوداؤد نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے نماز کی اقامت کہی جاتی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے سے پہلے لوگ کھڑے ہو جاتے۔ (سنن ابوداؤد:۵۴۱) ان حدیثوں کی حضرت ابو قتادہ کی حدیث کے ساتھ تطبیق اس طرح ہے کہ بسا اوقات صحابہ اس طرح کرتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان جواز کے لیے اس کو مقرر رکھتے تھے اور چونکہ صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے سے پہلے کھڑے ہو جاتے تھے تو یہی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منع کرنے کا باعث ہوا اور آپ نے فرمایا: جب تک تم مجھے آتا ہوا نہ دیکھ لو اس وقت تک مت کھڑے ہو' کیونکہ ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھر میں کوئی کام ہو' جس کی وجہ سے آپ کو آنے میں تاخیر ہو جائے تو اگر صحابہ پہلے سے کھڑے ہو جائیں گے تو اتنی دیر تک کھڑے ہونے سے ان کو مشقت ہوگی اور ان پر انتظار شاق گزرے گا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۲۳۵۔ ۲۳۴' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ اور امام محمد نے کہا ہے کہ جب لوگ (مسجد میں) صف میں بیٹھے ہوئے ہوں تو جب مؤذن "حی علی الصلوٰۃ" کہے تو لوگ کھڑے ہو جائیں اور جب مؤذن "قد قامت الصلوٰۃ" کہے تو امام "الله اکبر" کہے کیونکہ مؤذن شرع میں امین ہے اور اس نے نماز کے قیام کی خبر دی ہے اور "قد قامت الصلوٰۃ" کا معنی ہے: بے شک نماز قائم ہو گئی' لہٰذا مؤذن کی خبر کی تصدیق واجب ہے اور جب مسجد میں امام نہ ہو تو جمہور کا مذہب یہ ہے کہ لوگ اس وقت تک نہ کھڑے ہوں جب تک امام کو دیکھ نہ لیں۔

حافظ ابن حجر نے صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد کی جو احادیث ذکر کی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے سے پہلے اقامت پڑھی گئی اور آپ کے مسجد میں آنے سے پہلے لوگ کھڑے ہو جاتے تھے' علامہ عینی نے ان احادیث کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ ابتدائی عمل تھا' بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع کر دیا اور فرمایا: جب تک تم مجھے نہ دیکھو اس وقت تک مت کھڑے ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۲۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

برصغیر کی مساجد میں نماز کے لیے کھڑے ہونے کے وقت میں علماء کا اختلاف

ہمارے برصغیر کی مساجد میں علماء اہل سنت کی مساجد میں یہ طریقہ ہے کہ امام پہلے سے مصلّٰی پر بیٹھا ہوا ہوتا ہے اور جب مؤذن "حی علی الصلوٰۃ" کہتا ہے تو امام اور مقتدی سب کھڑے ہو جاتے ہیں اور مکتبہ فکر دیوبند کی مساجد میں یہ طریقہ ہے کہ مؤذن کی تکبیر شروع کرتے ہی امام اور مقتدی سب کھڑے ہو جاتے ہیں حالانکہ یہ وہ طریقہ ہے جس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمادیا تھا اور صحابہ کرام نے اس طریقہ کو ترک کر دیا تھا' جیسا کہ فتح الباری اور عمدۃ القاری کی عبارات سے واضح ہو چکا ہے اور امام ابوحنیفہ کا مذہب بھی یہی ہے کہ "حی علی الصلوٰۃ" پر کھڑا ہوا جائے۔

شیخ محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں:

امام اعظم ابوحنیفہ کے مذہب میں وہ تفصیل ہے' جو عالم گیری اور بدائع کے حوالے سے اوپر مذکور ہوئی کہ امام اور مقتدی اگر اقامت سے پہلے ہی مسجد میں موجود تھے تو صحیح روایت کے مطابق "حی علی الفلاح" پر اٹھ جانا چاہیے اور اگر امام باہر سے آ رہا ہے اور وہ محراب کے کسی دروازہ سے یا اگلی صف کے سامنے سے آئے تو جس وقت مقتدی امام کو دیکھیں' اس وقت کھڑے ہو جائیں اور اگر وہ پچھلی صفوں کی طرف سے آ رہا ہے تو وہ جس صف سے گزرے' وہ صف کھڑی ہوتی چلی جائے۔

(جواہر الفقہ ج ۱ ص ۳۲۰-۳۱۹' مکتبہ دار العلوم کراچی' ۱۳۹۵ھ)

فقہ حنفی کی تمام کتب میں "حی علی الفلاح" پر کھڑے ہونے کو مستحب لکھا ہے' لیکن عالم گیری کی ایک عبارت اس کے خلاف ہے' اس میں لکھا ہے:

جب کوئی شخص اقامت میں داخل ہو تو اس کے لیے کھڑے ہو کر (امام کا) انتظار کرنا مکروہ ہے لیکن وہ بیٹھ جائے' پھر جب مؤذن "حی علی الفلاح" کہے تو کھڑا ہو جائے۔ (مضمرات) (عالم گیری ج ۱ ص ۵۷' طبع مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق' مصر)

اس عبارت کی یہ توجیہ کی گئی ہے کہ یہ اس صورت پر محمول ہے جب امام مسجد میں نہ ہو اور لوگ اس کا انتظار کر رہے ہوں اور جب امام اور مقتدی مسجد میں ہوں تو پھر مستحب یہ ہے کہ سب بیٹھے رہیں اور جب مؤذن "حی علی الفلاح" کہے' اس وقت کھڑے ہوں اور اس کا خلاف زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی ہے۔

امام اور نمازیوں کا مسجد میں "حی علی الفلاح" پر کھڑے ہونا اور اس مسئلہ میں فقہاء احناف کی عبارات

اس سلسلہ میں فقہاء احناف کی عبارات حسب ذیل ہیں:

علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ نماز کی سنن اور آداب میں لکھتے ہیں:

مؤذن جب "حی علی الفلاح" کہے تو اگر امام لوگوں کے ساتھ مسجد میں ہو تو لوگوں کے لیے یہ مستحب ہے کہ وہ صف میں کھڑے ہو جائیں۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری الحنفی المتوفی ۶۱۶ھ آداب نماز میں لکھتے ہیں:

امام محمد نے "الاصل" (المبسوط) میں یہ کہا ہے کہ جب امام لوگوں کے ساتھ مسجد میں ہو تو میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ جب مؤذن "حی علی الفلاح" کہے تو وہ صف میں کھڑے ہو جائیں۔ (المحیط البرہانی ج ۲ ص ۱۰۵' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۲۴ھ)

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ آداب نماز میں لکھتے ہیں:

اگر امام محراب کے قریب ہو تو جب مؤذن "حی علی الفلاح" کہے تو مستحب یہ ہے کہ سب جلدی کھڑے ہو جائیں۔

(البحر الرائق ج ١ ص ٣٠٤، مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

علامہ حسن بن عمار بن شرنبلالی حنفی متوفی ١٠٦٩ھ آدابِ نماز میں لکھتے ہیں:

اور "حی علی الفلاح" پر کھڑے ہونا' پھر اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

جب امام محراب کے قریب ہو تو امام کا اور لوگوں کا "حی علی الفلاح" پر کھڑے ہونا۔

(نور الایضاح مع مراقی الفلاح ج ١ ص ٣٧٧، طبع بیروت)

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ١٠٨٨ھ آدابِ نماز میں لکھتے ہیں:

اگر امام محراب کے قریب ہو تو امام اور مقتدی کا "حی علی الفلاح" پر کھڑے ہونا۔ (علامہ شامی متوفی ١٢٥٢ھ لکھتے ہیں:) درر غرر میں مذکور ہے: "حی علی الصلوٰۃ" پر کھڑے ہونا۔ (الدر المختار ورد المحتار ج ٢ ص ١٥٦، دار احیاء التراث العربی بیروت ١٤١٩ھ)

صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ١٣٦٧ھ مستحباتِ نماز میں لکھتے ہیں:

جب مکبر "حی علی الفلاح" کہے تو سب کا کھڑے ہو جانا۔ (بہارِ شریعت حصہ سوم ص ٤٨، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ١٤١٦ھ)

٢٣ - بَابٌ لَا يَسْعٰى اِلَى الصَّلٰوةِ مُسْتَعْجِلًا، وَلْيَقُمْ بِالسَّكِيْنَةِ وَالْوَقَارِ

جلدی میں نماز کی طرف دوڑتا ہوا نہ جائے اور اس کو چاہیے کہ سکون اور وقار کے ساتھ کھڑا ہو

٦٣٨ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ، فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْنِيْ، وَعَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ. تَابَعَهُ عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عبد اللہ بن ابی قتادہ از والد خود' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب نماز کی اقامت پڑھی جائے تو تم اس وقت تک کھڑے مت ہو حتیٰ کہ تم مجھے دیکھ لو اور تم پر سکون اور اطمینان لازم ہے۔ علی بن المبارک نے شیبان کی (یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت میں) متابعت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ٦٣٧ کا مطالعہ فرمائیں۔

٢٤ - بَابٌ هَلْ يَخْرُجُ مِنَ الْمَسْجِدِ لِعِلَّةٍ؟

آیا کسی ضرورت کی وجہ سے (نمازی) مسجد سے نکل سکتا ہے؟

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیا اقامت پڑھی جانے کے بعد کوئی شخص کسی ضرورت کی وجہ سے مسجد سے نکل سکتا ہے؟

اذان کے بعد مسجد سے نکلنے کی ممانعت میں احادیث اور آثار

اقامت پڑھی جانے کے بعد مسجد سے نکلنے کی ممانعت میں حسب ذیل احادیث ہیں:

ابو الشعثاء بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے' مؤذن نے اذان دی' پھر ایک شخص اٹھ کر مسجد سے جانے لگا' حضرت ابو ہریرہ کی نظر اس کا پیچھا کرتی رہی حتیٰ کہ وہ مسجد سے باہر نکل گیا' پس حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رہا یہ شخص تو اس نے ابو القاسم ﷺ کی نافرمانی کی ہے۔

(صحیح مسلم: ٦٥٨، الرقم المسلسل: ١٤٦٢، سنن ابو داؤد: ٥٣٦، سنن ترمذی: ٢٠٤، سنن نسائی: ٦٨٣، سنن ابن ماجہ: ٧٣٣، مسند احمد ج ٢ ص ٤١٠)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے میری مسجد میں اذان سنی' پھر کسی کام کی وجہ سے مسجد سے نکل گیا' پھر مسجد میں واپس نہیں آیا تو وہ شخص منافق ہے۔ (المعجم الاوسط: ٣٨٥٤' مکتبۃ المعارف' ریاض' ١٤١٦ھ)

٦٣٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ' عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ' عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ' وَقَدْ أُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ وَعُدِّلَتِ الصُّفُوْفُ' حَتّٰى إِذَا قَامَ فِيْ مُصَلَّاهُ انْتَظَرْنَا أَنْ يُّكَبِّرَ' انْصَرَفَ' قَالَ عَلٰى مَكَانِكُمْ. فَمَكَثْنَا عَلٰى هَيْئَتِنَا' حَتّٰى خَرَجَ إِلَيْنَا يَنْطِفُ رَأْسُهُ مَاءً' وَقَدِ اغْتَسَلَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح بن کیسان از ابن شہاب از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ سے نکلے' اس وقت نماز کی اقامت کہی جا چکی تھی اور صفیں برابر کی جا چکی تھیں حتیٰ کہ جب آپ جانماز پر کھڑے ہوئے' ہم اس کے منتظر تھے کہ آپ تکبیر تحریمہ پڑھیں' آپ لوٹ گئے اور فرمایا: تم اپنی جگہوں پر کھڑے رہو' تو ہم اسی حالت میں کھڑے رہے' حتیٰ کہ آپ ہماری طرف اس حال میں نکلے کہ آپ کے سر سے پانی کے قطرے گر رہے تھے' اور بے شک آپ نے غسل کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٢٧٥ کا مطالعہ کریں' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: جب مسجد میں نمازی کو یاد آئے کہ وہ جنبی ہے تو وہ اسی حالت میں مسجد سے نکل جائے اور تیمم نہ کرے' اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: کسی ضرورت کی وجہ سے مسجد سے نکلنے کا جواز' اور حدیث مذکور میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

حدیث مذکور کے بعض اہم مسائل

اس حدیث کے بعض اہم مسائل میں سے یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر بھی نسیان طاری ہوتا ہے' اور یہ کہ ضرورت کی وجہ سے اقامت کے بعد کلام کیا جا سکتا ہے اور یہ کہ جس شخص پر غسل واجب ہو' اس پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ فوراً غسل کرے۔

٢٥ - بَابُ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ مَكَانَكُمْ' حَتّٰى نَرْجِعَ انْتَظِرُوْهُ

جب امام کہے کہ تم اپنی جگہوں پر ٹھہرو حتیٰ کہ میں واپس آؤں تو وہ اس کا انتظار کریں

٦٤٠ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ' عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ أُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ' فَسَوَّى النَّاسُ صُفُوْفَهُمْ' فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَقَدَّمَ' وَهُوَ جُنُبٌ' ثُمَّ قَالَ عَلٰى مَكَانِكُمْ. فَاغْتَسَلَ' ثُمَّ خَرَجَ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ مَاءً' فَصَلّٰى بِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی از الزہری از ابی سلمہ بن عبد الرحمان از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ' انہوں نے بیان کیا کہ نماز کی اقامت پڑھی گئی' پس لوگوں نے اپنی صفیں برابر کیں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (حجرہ سے) باہر نکلے' پس آگے بڑھے' اس وقت آپ جنبی تھے' پھر فرمایا: تم اپنی جگہوں پر ٹھہرو' پس آپ نے غسل کیا' پھر آپ باہر نکلے' اور آپ کے سر سے پانی کے قطرے گر رہے تھے' پس آپ نے ان کو نماز پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۲۷۵ میں گزر چکی ہے۔

٢٦ - بَابُ قَوْلِ الرَّجُلِ مَا صَلَّيْنَا

کسی شخص کا یہ کہنا کہ ہم نے نماز نہیں پڑھی

٦٤١ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيٰى قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَلَمَةَ يَقُوْلُ اَخْبَرَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَوْمَ الْخَنْدَقِ، فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَاللّٰهِ مَا كِدْتُ اَنْ اُصَلِّيَ، حَتّٰى كَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ، وَذٰلِكَ بَعْدَ مَا اَفْطَرَ الصَّائِمُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ مَا صَلَّيْتُهَا . فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى بُطْحَانَ وَاَنَا مَعَهُ، فَتَوَضَّاَ ثُمَّ صَلّٰى، يَعْنِي الْعَصْرَ، بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلّٰى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ . .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ انہوں نے کہا: میں نے ابوسلمہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہمیں حضرت جابر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ غزوہ خندق کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ آئے' پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! اللہ کی قسم! میں نماز نہیں پڑھ سکا حتیٰ کہ سورج اب غروب ہونے لگا اور اس وقت روزہ دار کے افطار کا وقت تھا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے بھی نماز نہیں پڑھی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کی ایک وادی میں گئے اور میں بھی آپ کے ساتھ تھا' پھر آپ نے وضوء کیا اور نماز پڑھائی یعنی سورج کے غروب ہونے کے بعد عصر کی' پھر اس کے بعد آپ نے مغرب کی نماز پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۵۹۶ کا مطالعہ کریں' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: جس شخص نے وقت نکلنے کے بعد جماعت کے ساتھ نماز پڑھائی' اور یہاں اس کا عنوان ہے: کسی شخص کا یہ کہنا کہ ہم نے نماز نہیں پڑھی۔

٢٧ - بَابُ الْاِمَامِ تَعْرِضُ لَهُ الْحَاجَةُ بَعْدَ الْاِقَامَةِ

اقامت کے بعد امام کو کوئی ضرورت پیش آئے

اس باب کا حاصل یہ ہے کہ نماز پڑھانے سے پہلے امام کو کوئی کام پڑ جائے تو آیا وہ کام کرسکتا ہے یا نہیں' اور اس کا جواب یہ ہے کہ کرسکتا ہے' عنوان میں یہ قید لگائی ہے کہ اقامت کے بعد اس کا فائدہ یہ ہے کہ جب اقامت کے بعد بھی وہ پیش آمدہ کام کرسکتا ہے تو اقامت سے پہلے تو بہ طریق اولیٰ کرسکتا ہے۔

٦٤٢ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ، عَنْ اَنَسٍ قَالَ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَاجِيْ رَجُلًا فِيْ جَانِبِ الْمَسْجِدِ، فَمَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ حَتّٰى نَامَ الْقَوْمُ.

[اطراف الحدیث: ۶۴۳-۶۲۹۲] (صحیح مسلم: ۳۷۶' الرقم المسلسل: ۸۱۰' سنن ابوداؤد: ۵۴۴' سنن نسائی: ۷۸۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر عبداللہ بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن صہیب نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نماز کی اقامت پڑھی گئی' اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد کے ایک کونے میں ایک شخص سے سرگوشی کر رہے تھے' پھر آپ نے نماز قائم نہیں کی حتیٰ کہ لوگ سو گئے۔

اس حدیث کے چار رجال ہیں' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ نماز کی اقامت کی جا چکی تھی الخ

نبی ﷺ ایک شخص کے ساتھ سرگوشی کر رہے تھے اور آپ کی اس کے ساتھ سرگوشی طویل ہو گئی اور یہی وہ امام کی پیش آمدہ ضرورت ہے جس کا اس باب کے عنوان میں ذکر کیا گیا ہے۔

لوگوں کے سامنے دو آدمیوں کا سرگوشیاں کرنا' اقامت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان فصل کرنا اور دیگر مسائل

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ لوگوں کی جماعت کے سامنے بھی دو آدمیوں کا سرگوشیوں میں بات کرنا جائز ہے' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اقامت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان فصل کرنا جائز ہے' جب کوئی ضرورت ہو' خصوصاً جب کوئی ایسا کام ہو' جس کا دین سے تعلق ہو اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز کو اول وقت سے مؤخر کرنا جائز ہے۔

٢٨ - بَابُ الْكَلَامِ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ

اقامت نماز کے وقت کلام کرنا

٦٤٣ - حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ سَأَلْتُ ثَابِتًا الْبُنَانِيَّ عَنِ الرَّجُلِ يَتَكَلَّمُ بَعْدَ مَا تُقَامُ الصَّلٰوةُ؟ فَحَدَّثَنِيْ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَعَرَضَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَحَبَسَهُ بَعْدَ مَا أُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش بن الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ثابت بنانی سے اس شخص کے متعلق سوال کیا' جو نماز کی اقامت کے بعد کلام کرے؟ تو انہوں نے مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ سے یہ حدیث بیان کی کہ نماز کی اقامت کی گئی' پھر نبی ﷺ کے سامنے ایک شخص پیش ہوا' اس نے نماز کی اقامت کے بعد آپ کو (باتوں میں) روک لیا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ٦٤٢ کا مطالعہ کریں۔

٢٩ - بَابُ وُجُوْبِ صَلٰوةِ الْجَمَاعَةِ

نماز باجماعت کا واجب ہونا

وَقَالَ الْحَسَنُ إِنْ مَنَعَتْهُ أُمُّهُ عَنِ الْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ' شَفَقَةً' لَمْ يُطِعْهَا.

اور حسن بصری نے کہا: اگر کسی شخص کو اس کی ماں ازراہِ شفقت عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے سے منع کرے تو وہ اس کی اطاعت نہ کرے۔

امام بخاری نے حسن بصری کا جو یہ اثر ذکر کیا ہے' اس سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک جماعت سے نماز پڑھنا فرض ہے کیونکہ غیر معصیت میں والدین کی اطاعت کرنا فرض ہے' اور تمام نمازوں میں سے خصوصاً عشاء کی نماز کا ذکر کیا ہے حالانکہ تمام نمازوں کا یہی حکم ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ عشاء کی نماز منافقین پر بہت دشوار تھی' ہر چند کہ فجر کی نماز بھی اسی طرح ہے لیکن عشاء کے ذکر سے فجر کا حکم بھی معلوم ہو گیا' اور ماں کا ذکر فرمایا ہے' اس لیے کہ ماں کی شفقت اولاد پر باپ سے زیادہ ہوتی ہے۔

نماز باجماعت کے وجوب پر دلائل

تحقیق یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا فرض عین یا فرض کفایہ نہیں ہے کیونکہ فرض ایسی دلیل سے ثابت ہوتا ہے' جس کا ثبوت بھی قطعی ہو اور اس کی لزوم پر دلالت بھی قطعی ہو' اس باب میں جو حدیث درج ہے' اس سے اگرچہ جماعت سے نماز پڑھنے کا لزوم قطعیت سے ثابت ہوتا ہے' مگر اس حدیث کا ثبوت قطعی نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث خبر واحد ہے اور خبر واحد ظنی ہوتی ہے اور جب ثبوت اور لزوم میں سے ایک چیز قطعی ہو اور دوسری ظنی ہو تو پھر اس سے وجوب ثابت ہوتا ہے' فرضیت نہیں' لہٰذا نماز باجماعت واجب ہے'

فرض نہیں ہے اس کے وجوب کی دوسری دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ○ (البقرہ:۴۳) اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو○

اس آیت میں رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرنے کا حکم ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے اس لیے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہوگا اگر یہ اعتراض کیا جائے گا کہ قرآن مجید تو قطعی الثبوت ہے لہٰذا جماعت سے نماز پڑھنا فرض ہونا چاہیے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت قطعی الدلالہ نہیں ہے کیونکہ رکوع کا معنی خشوع بھی ہے۔

٦٤٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ بِحَطَبٍ فَيُحْطَبَ ثُمَّ اٰمُرَ بِالصَّلٰوةِ فَيُؤَذَّنَ لَهَا ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا فَيَؤُمَّ النَّاسَ ثُمَّ اُخَالِفَ اِلٰى رِجَالٍ فَاُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوْتَهُمْ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ يَعْلَمُ اَحَدُهُمْ اَنَّهٗ يَجِدُ عَرْقًا سَمِيْنًا اَوْ مِرْمَاتَيْنِ حَسَنَتَيْنِ لَشَهِدَ الْعِشَاءَ.

[اطراف الحدیث: ۶۵۷-۲۴۲۰-۷۲۲۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! بے شک میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں کسی شخص کو لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں پس وہ لکڑیاں جمع کرے پھر میں نماز کا حکم دوں پس نماز کے لیے اذان دی جائے پھر میں کسی شخص کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے پھر میں ان لوگوں کو دیکھوں جو پیچھے رہے (اور نماز پڑھنے نہیں آئے) پھر میں ان کے گھروں کو آگ لگا دوں اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر ان میں سے کسی شخص کو یہ علم ہو کہ اس کو گوشت والی ہڈی یا بکری کے دو پائے مل جائیں گے تو وہ ضرور عشاء میں حاضر ہوگا۔

(صحیح مسلم: ۶۵۱ الرقم المسلسل: ۱۴۵۴ سنن نسائی: ۸۴۴ مسند الحمیدی: ۹۵۶ المنتقیٰ: ۳۰۴ صحیح ابن خزیمہ: ۱۴۸۱ موطأ امام مالک: ۲۹۶ دار المعرفۃ صحیح ابن حبان: ۲۰۹۶ سنن بیہقی ج ۳ ص ۵۵ شرح السنۃ: ۷۹۱ مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۴ طبع قدیم مسند احمد: ۷۳۲۸۔ ج ۱۲ ص ۲۸۱ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت مسند طحاوی: ۷۷۶)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں جن کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مناسبت ہے کہ اس میں جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھنے والوں پر وعید ہے اور یہ جماعت کے وجوب کی دلیل ہے۔

''عرقًا'' اور ''مرماتین'' کے معنی

اس حدیث میں ''عرقًا'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: ایسی ہڈیاں جن پر باریک گوشت کی تہ چڑھی ہوئی ہو نیز اس میں ''مرماتین'' کا لفظ ہے یہ ''مِرماۃ'' کا تثنیہ ہے اس کا معنی ہے: بکری کے کھر کا گوشت۔

نماز باجماعت کے متعلق فقہاء کی آراء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جماعت کی تاکید کا اور اس کی عظیم عبادت ہونے کا بیان ہے اللہ تعالیٰ نے تمام نمازوں کی حفاظت کرنے کا

دیا ہے قرآن مجید میں ہے:

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ. (البقرہ:۲۳۸) تمام نمازوں کی حفاظت کرو۔

نماز کی حفاظت کرنے کا ایک طریقہ اس کو جماعت کے ساتھ پڑھنا ہے۔

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا سنت ہے' سوائے اہل الظاہر (غیر مقلدین) کے' کیونکہ ان کے نزدیک جماعت فرض ہے اور ان کا استدلال اس باب کی حدیث سے ہے۔

اس حدیث میں جس نماز کا ذکر ہے' جس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارادہ کیا تھا کہ اس کو پڑھانے کا حکم دیں' پھر جو نماز پڑھنے کے لیے نہ آئیں ان کے گھروں کو آگ لگا دیں' اس میں اختلاف ہے کہ وہ کون سی نماز تھی۔ بعض علماء نے کہا: اس سے مراد عشاء کی نماز ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ مسجد کے گرد رہتے ہیں اور عشاء کی نماز میں نہیں آتے' وہ باز آجائیں ورنہ میں ان کے گھروں کے گرد لکڑیوں کے گٹھے سے آگ لگا دوں گا۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۲ طبع قدیم' مسند احمد ج ۱۳ ص ۲۹۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

دوسرے فقہاء نے کہا ہے کہ اس سے مراد جمعہ کی نماز ہے' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ جمعہ کی نماز ہے اور یہی الحسن البصری کا قول ہے اور یحییٰ بن معین نے کہا ہے کہ جس حدیث میں نماز سے پیچھے رہنے والے کے لیے اس کے گھر کو آگ لگانے کا ذکر ہے' وہ صرف جمعہ کی نماز ہے اور کوئی نہیں ہے۔

المھلب نے کہا ہے کہ اس حدیث سے منافقین مراد ہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر ان کو یہ پتا چل جائے کہ ان کو گوشت والی ہڈی مل جائے گی تو وہ ضرور عشاء کی نماز میں آئیں گے' یہ منافقین کی صفت ہے' مؤمنین کی صفت نہیں ہے۔ (جو فقہاء جماعت کو فرض یا واجب نہیں کہتے' وہ اس حدیث کا یہی جواب دیتے ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ)

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۳۸-۳۳۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

باجماعت نماز پڑھنے کے وجوب میں احادیث اور آثار

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے اپنی سند کے ساتھ متعدد احادیث روایت کی ہیں' جو جماعت سے نماز پڑھنے کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں' بعض ازاں یہ ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے سوا نہیں ہوتی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا' اس نے کہا: میرے پاس کوئی ایسا بندہ نہیں جو نماز کی طرف میری رہ نمائی کرے تو اس نے آپ سے سوال کیا کہ آپ اسے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت دے دیں' آپ نے اس کو اجازت دے دی' جب وہ پیٹھ پھیر کر جانے لگا تو آپ نے اسے بلایا اور اس سے پوچھا: کیا تم اذان کی آواز سنتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو پھر تم اس کا جواب دو (یعنی مسجد کی طرف چل کر)۔ (صحیح مسلم: ۶۵۳' سنن نسائی: ۸۵۰)

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا: میں اذان کو سنتا ہوں' اور شاید کہ میرے پاس کوئی رہ نمائی کرنے والا نہیں ہے کیا میں اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی جگہ بنالوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: کیا تم اذان سنتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: جب تم اذان سنتے ہو تو پھر (مسجد کی طرف) نکلو۔ (رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عتبان بن مالک انصاری کو عذر کی وجہ سے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت دے دی تھی اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ عذر کی وجہ سے جماعت واجب نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہ)

ابو الاحوص بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص کو یہ پسند ہو کہ وہ کل اللہ تعالیٰ سے مسلمان ہونے کی حالت میں ملاقات کرے اس کو چاہیے کہ جب اذان دی جائے تو وہ نمازوں کی حفاظت کرے کیونکہ اللہ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سنن الھدیٰ کو مشروع کیا ہے اور یہ نمازیں سنن الھدیٰ ہیں اور اگر تم اپنے گھروں میں نمازیں پڑھو جیسا کہ یہ جماعت چھوڑنے والا اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے تو تم اپنے نبی کی سنت کو ترک کردو گے اور اگر تم نے اپنے نبی کی سنت کو ترک کر دیا تو تم گم راہ ہو جاؤ گے اور ہر وہ شخص جو اچھی طرح وضوء کرے پھر ان مساجد میں سے کسی مسجد کی طرف جانے کا قصد کرے تو اللہ اس کے ہر قدم کے بدلے میں ایک نیکی لکھ دے گا اور اس کا ایک درجہ بلند کرے گا اور اس کے ایک گناہ کو مٹا دے گا اور ہم نے اپنے مسلمانوں کا مشاہدہ کیا ہے جماعت کو صرف منافق چھوڑتا تھا جس کا نفاق معلوم ہوتا تھا اور بے شک ایک آدمی دو آدمیوں کے سہارے سے مسجد میں آتا تھا اور صف میں کھڑا ہو جاتا تھا۔ (صحیح مسلم: ۶۵۴ الرقم المسلسل: ۱۴۶۱ سنن ابوداؤد: ۵۵۰ سنن نسائی: ۸۴۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا وہ اذان کے بعد مسجد سے باہر جا رہا تھا انہوں نے کہا: رہا یہ شخص تو اس نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی ہے۔ (صحیح مسلم: ۶۵۵ الرقم المسلسل: ۱۴۶۳)

(سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۵۹-۵۷ ملخصاً ومرتباً نشر السنۃ ملتان)

نماز با جماعت کے واجب یا مسنون ہونے کے متعلق فقہاء احناف کی عبارات

علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

جو مرد عاقل آزاد اور بغیر حرج کے چلنے پر قادر ہوں ان پر جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے عورتوں بچوں پاگلوں غلاموں اپاہجوں جس کے ہاتھ اور پیر کٹے ہوئے ہوں جو بوڑھے چلنے پر قادر نہ ہوں اور بیماروں پر جماعت سے نماز پڑھنا واجب نہیں ہے۔

عورتوں پر جماعت اس لیے واجب نہیں ہے کہ ان کے گھر سے باہر نکلنے میں فتنہ ہے غلاموں پر اس لیے واجب نہیں کہ ان کے مالکوں کے منافع معطل ہوں گے اپاہج جس کے ہاتھ اور پیر کٹے ہوئے ہوں اور بہت بوڑھے پر اس لیے واجب نہیں ہے کہ وہ چلنے پر قادر نہیں ہے اور بیمار پر اس لیے واجب نہیں ہے کہ اس کو چلنے میں دشواری ہوگی اور نابینا کے متعلق اجماع ہے کہ جب اس کو راستہ دکھانے والا نہ ہو تو اس پر جماعت واجب نہیں ہے اور اگر اس کو راستہ دکھانے والا ہو تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر پھر بھی جماعت واجب نہیں ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک اس صورت میں اس پر جماعت واجب ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۱ ص ۶۶۴-۶۶۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

علامہ محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری الحنفی المتوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

جماعت سے نماز پڑھنا سنت (مؤکدہ) ہے بلا عذر کسی کے لیے اس میں تاخیر کرنا جائز نہیں ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے یہ ارادہ کیا کہ کسی شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دوں پھر جو لوگ جماعت سے نماز پڑھنے نہیں آتے ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔ (صحیح البخاری: ۶۴۴ صحیح مسلم: ۶۵۱ سنن نسائی: ۸۴۴)

امام محمد نے کہا ہے کہ معذوروں پر جماعت واجب نہیں ہے (جس کی تفصیل علامہ کاسانی کی عبارت میں ہے:)

اور اگر اس سے جماعت فوت ہو جائے تو گھر میں اپنے گھر والوں کو جمع کر کے جماعت سے نماز پڑھ لے کیونکہ ہم نے روایت

کی ہے کہ جب نبی ﷺ صلح سے فارغ ہو کر آئے تو لوگ (مسجد میں) نماز سے فارغ ہو چکے تھے' پھر آپ نے اپنے گھر میں گھر والوں کو جمع کر کے جماعت کروائی۔ ابوبکرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ کی اطراف سے نماز پڑھنے کے لیے آئے تو لوگ نماز پڑھ چکے تھے' پھر آپ اپنے گھر گئے اور گھر والوں کو جمع کر کے انہیں نماز پڑھائی۔

حافظ نورالدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ نے کہا: اس حدیث کی امام طبرانی نے المعجم الکبیر اور المعجم الاوسط میں روایت کی ہے اور اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۴۵)

اور اگر اس نے تنہا نماز پڑھی تو جائز ہے کیونکہ ہم نے بیان کیا ہے کہ جماعت سنت ہے' اس وجہ سے قضاء نماز کی جماعت واجب نہیں ہے اور سنت کو ترک کرنا جواز کو منع نہیں کرتا۔ (المحیط البرہانی ج ۲ ص ۲۱۱۔ ۲۱۰' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۲۴ھ)

علامہ محمد بن علی بن محمد الحصکفی الحنفی المتوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

جماعت مردوں کے لیے سنت مؤکدہ ہے' زاھدی نے کہا کہ تاکید سے فقہاء کی مراد وجوب ہے' ماسوا جمعہ اور عید کے' کہ ان میں جماعت شرط ہے اور تراویح میں جماعت سنت کفایہ ہے اور رمضان کے وتر میں سنت مستحبہ ہے اور غیر رمضان کے وتر میں نفل ہے اور دعوت دے کر جماعت کرانا مکروہ ہے۔

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس عبارت میں فقہاء کے دو اقوال کے درمیان تطبیق ہے' ایک قول یہ ہے کہ جماعت سنت مؤکدہ ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جماعت واجب ہے' اور اس کا بیان یہ ہے کہ دونوں سے مراد واحد ہے' کیونکہ احادیث میں جماعت کے ترک کرنے پر شدید وعید ہے۔ علامہ سراج الدین ابن نجیم نے لکھا ہے کہ جماعت واجب ہے اور اس کو سنت اس لیے کہا ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے' اور اس پر اتفاق ہے کہ جس نے ایک بار بھی بلاعذر جماعت کو ترک کیا تو یہ گناہ ہے۔ یہ علماء عراق کا قول ہے اور علماء خراسان کا قول یہ ہے کہ جو عادۃً جماعت کو ترک کرے' وہ گناہ گار ہوگا' نیز علامہ سراج الدین ابن نجیم متوفی ۱۰۰۵ھ نے لکھا ہے کہ بارش' کیچڑ' آندھی' شدید اندھیرے اور سخت سردی میں جماعت ساقط ہو جاتی ہے۔ (النہر الفائق ج ۱ ص ۲۳۹۔ ۲۳۸' قدیمی کتب خانہ' کراچی) علامہ ابراہیم حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ نے لکھا ہے کہ امام محمد نے اصل (مبسوط) میں لکھا ہے کہ جماعت سنت مؤکدہ ہے' بغیر عذر کے اس کو ترک کرنا جائز نہیں ہے۔ اس عبارت کے اوّل سے جماعت کا سنت ہونا معلوم ہوتا ہے اور اس عبارت کے آخر سے جماعت کا واجب ہونا معلوم ہوتا ہے۔ (الی قولہ) ان دو باتوں میں موافقت اس طرح ہے کہ حدیث میں جو جماعت کے ترک پر وعید ہے' وہ اس صورت میں ہے جب لوگ جماعت کو دائماً ترک کریں' نماز پڑھنے کے لیے مساجد میں نہ جائیں اور ہمیشہ گھروں میں نماز پڑھیں' جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ وہ نماز کے لیے حاضر نہ ہوں' اور دوسری حدیث میں ہے کہ وہ گھروں میں نماز پڑھیں' اور فعل مضارع دوام پر دلالت کرتا ہے' جیسے کہتے ہیں کہ بنوفلاں گندم کھاتے ہیں یعنی دائماً گندم کھاتے ہیں۔

پس بعض اوقات مسجد میں حاضر ہو کر جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے اور سنت مؤکدہ دوام کے قریب ہے' اس وقت ان دونوں حدیثوں میں کوئی تضاد نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے ترک جماعت پر وعید بھی فرمائی ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنے کی فضیلت گھر میں یا بازار میں نماز پڑھنے پر ستائیس درجہ ہے۔ (غنیۃ المستملی ص ۵۰۹۔ ۵۰۸' سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۴۱۲ھ) البتہ اس پر یہ اعتراض ہوگا کہ علامہ سراج الدین نے کہا ہے کہ علماء عراق کے نزدیک ایک بار بھی بلاعذر جماعت کو ترک کرنا گناہ ہے۔

(الدر المختار ورد المحتار ج ۲ ص ۲۴۵۔ ۲۴۴' مخرجاً ومصححاً' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ شامی کا یہ اعتراض اس لیے ساقط ہے کہ خود علامہ سراج الدین نے یہ لکھا ہے کہ علماء خراسان کا قول یہ ہے کہ جو عادۃً جماعت کو ترک کرے وہ گناہ گار ہوگا اور میرے نزدیک علامہ حلبی کی تقریر میں بہت زبردست تحقیق ہے۔ ان کی تحقیق احادیث پر مبنی ہے اور انہوں نے بہ ظاہر متعارض احادیث میں تطبیق دی ہے کہ جن احادیث میں ترکِ جماعت پر وعید ہے ان کا تقاضا یہ ہے کہ کبھی کبھی جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے (اور عام حالت میں یعنی جب کوئی عذر نہ ہو تو سنت مؤکدہ ہے) اور جن احادیث میں نماز پڑھنے کو افضل فرمایا ہے وہ دوام پر محمول ہیں۔

نماز با جماعت کے متعلق فقہاء حنبلیہ کی عبارات

علامہ موسیٰ بن احمد صالحی متوفی ۹۶۰ھ لکھتے ہیں:

نماز با جماعت واجب ہے وجوب عین' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ. (النساء:۱۰۲)

اور جب آپ ان (مسلمانوں میں موجود) ہوں تو آپ ان کے لیے نماز کو قائم کریں اور مسلمانوں میں سے ایک جماعت آپ کے ساتھ کھڑی ہو۔

اور جب میدانِ جہاد میں اور حالت جہاد میں بھی با جماعت نماز پڑھنا واجب ہے تو حالت امن میں با جماعت نماز پڑھنا بہ طریق اولیٰ واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَO (البقرہ:۴۳)

اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کروO

جماعت واجب کفایہ نہیں ہے' لہٰذا جماعت کے تارک سے قتال کیا جائے گا' جیسا کہ پانچ نمازوں کے تارک سے قتال کیا جاتا ہے۔ (الاقناع مع کشاف الاقناع ج ۱ ص ۵۵۲-۵۵۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

اس عبارت کی شرح میں علامہ منصور بن یونس بھوتی حنبلی متوفی ۱۰۵۱ھ لکھتے ہیں:

کیونکہ حدیث میں ہے: میں نے ارادہ کیا کہ نماز کی اقامت کہی جائے' پھر میں کسی شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دوں اور جو لوگ نماز میں حاضر نہیں ہوئے' ان کے گھروں میں آگ لگا دوں۔ (صحیح البخاری:۶۴۴' صحیح مسلم:۶۵۱)

نماز با جماعت کے متعلق فقہاء مالکیہ کی عبارات

علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم مالکی قرطبی متوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

صحیح مسلم:۶۵۱ میں با جماعت نماز پڑھنے کے حکم کی تاکید ہے' اس لیے ہمارے ائمہ میں سے ایک جماعت نے کہا ہے کہ جماعت واجب علی الکفایہ ہے' کیونکہ سنت کو قائم کرنا اور اس کو زندہ کرنا واجب علی الکفایہ ہے اور عام علماء کا مذہب یہ ہے کہ جماعت سنت مؤکدہ ہے' جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا' تنہا نماز پڑھنے سے پچیس درجہ افضل ہے۔ (صحیح البخاری:۴۷۷' صحیح مسلم:۶۴۹-۲۴۵' سنن ابوداؤد:۵۵۹' سنن ترمذی:۶۰۳' سنن ابن ماجہ:۷۸۶) خلاصہ یہ ہے کہ بغیر جماعت کے بھی نماز صحیح ہے لیکن جماعت کے ساتھ افضل ہے۔

(المفہم ج ۲ ص ۲۷۷' دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف میں سے علامہ حلبی حنفی کی بھی یہی تحقیق ہے۔

نیز علامہ قرطبی مالکی متوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

صحیح مسلم:٦٤٩ سے یہ واضح ہو گیا کہ جماعت افضل ہے تاہم تنہا نماز پڑھنا بھی جائز ہے' اس حدیث میں داؤد ظاہری (غیر مقلدین کے امام) کا رد ہے' جس نے کہا ہے کہ بغیر جماعت کے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے' رد کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ (المفہم ج ٢ ص ٢٧٤' دار ابن کثیر' بیروت' ١٤٢٠ھ)

نماز باجماعت کے متعلق فقہاء شافعیہ کی عبارات

صحیح مسلم:٦٥١ کی شرح میں علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ٦٧٦ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب اور جمہور فقہاء نے ان احادیث سے اس پر استدلال کیا ہے کہ نماز کی صحت کے لیے جماعت شرط نہیں ہے' داؤد ظاہری نے اس کے خلاف کہا ہے' اور نہ ہی جماعت فرض عین ہے' علماء کی ایک جماعت نے اس کے خلاف کہا ہے اور مختار یہ ہے کہ جماعت فرض کفایہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ سنت ہے' میں نے شرح المہذب میں اس کے دلائل تفصیل سے بیان کیے ہیں۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ٣ ص ٢٠٣٥' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ١٤١٧ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی کی ظاہر عبارت یہ ہے کہ جماعت فرض کفایہ ہے' امام شافعی کے اصحاب میں سے جمہور متقدمین کا یہی مذہب ہے' اکثر حنفیہ اور مالکیہ کا بھی یہی قول ہے۔ (یہ صحیح نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہ) اور باقی فقہاء کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ یہ سنت مؤکدہ ہے۔

(فتح الباری ج ٢ ص ٢٣٩' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:١٣٨١۔ ج ٢ ص ٢٧٩ پر مذکور ہے' اس کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(١) جماعت کی فضیلت اور اہمیت (٢) جماعت میں مذاہب (٣) جماعت کے فوائد۔

٣٠- بَابُ فَضْلِ صَلٰوةِ الْجَمَاعَةِ — نماز باجماعت کی فضیلت

اس باب میں نماز باجماعت کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

وَكَانَ الْأَسْوَدُ إِذَا فَاتَتْهُ الْجَمَاعَةُ ذَهَبَ إِلٰى مَسْجِدٍ اٰخَرَ.

اسود کی جب جماعت فوت ہو جاتی تو وہ دوسری مسجد میں چلے جاتے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

ابراہیم نخعی بیان کرتے ہیں کہ جب اسود کی نماز اپنے لوگوں کی مسجد میں فوت ہو جاتی تو وہ دوسری مسجد میں چلے جاتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:٥٩٩٠)

امام طحاوی نے فقہاء احناف اور امام مالک سے نقل کیا ہے کہ وہ چاہے تو اپنی مسجد میں تنہا نماز پڑھ لے اور چاہے تو دوسری مسجد میں جا کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لے' مگر امام مالک نے کہا ہے کہ ماسوا مسجد حرام اور مسجد نبوی کے' کیونکہ ان دونوں مسجدوں کا اجر دوسری مساجد کے جماعت سے زیادہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٥ ص ٢٤٢)

امام بخاری کی تعلیق کے خلاف دیگر احادیث

اس مسئلہ میں امام بخاری کے نقل کردہ اثر کے مخالف دیگر آثار حسب ذیل ہیں:

مجاہد نے کہا: جب تم سے تمہاری مسجد میں نماز فوت ہو جائے تو دوسری مساجد میں جماعت کو تلاش مت کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:٥٩٩٢)

ابراہیم نے کہا: جب کسی شخص کی نماز اس کی مسجد میں فوت ہو جائے تو وہ دوسری مساجد کو تلاش نہ کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۹۹۳) علقمہ سے بھی ایسا ہی اثر منقول ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۹۹۴)

حسن بصری سے کسی نے پوچھا: ایک شخص کی نماز اس کی مسجد میں فوت ہو گئی تو کیا وہ دوسری مسجد میں جائے؟ حسن بصری نے کہا: ہم نے مہاجرین کو اس طرح کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۹۹۵)

حیرت ہے کہ امام بخاری نے اسود کی روایت کو نقل کر دیا اور دیگر ان سے بڑے اور افضل تابعین کی روایات کو ترک کر دیا!

جماعت ثانیہ کی تحقیق

وَجَاءَ اَنَسٌ اِلٰی مَسْجِدٍ قَدْ صُلِّیَ فِیْهِ، فَاَذَّنَ وَاَقَامَ، وَصَلّٰی جَمَاعَةً.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ ایک مسجد میں آئے جس میں جماعت ہو چکی تھی' انہوں نے اذان دی اور اقامت پڑھی اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

ابوعثمان الیشکری بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہمارے پاس سے گزرے اور ہم صبح کی نماز پڑھ چکے تھے' ان کے ساتھ ایک جماعت تھی' انہوں نے ایک شخص کو اذان دینے کا حکم دیا' اس نے اذان دی' پھر سب نے فجر کی دو سنتیں پڑھیں' پھر حضرت انس نے اقامت پڑھنے کا حکم دیا' پھر انہوں نے آگے بڑھ کر ان کو نماز پڑھائی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۹۳) ایک اور سند سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۹۴' مصنف عبدالرزاق: ۳۴۲۷۔ ۳۴۲۶۔ ۳۴۲۵)

جماعت ثانیہ کے ثبوت میں دیگر احادیث وآثار

جماعت ثانیہ کے جواز کے متعلق دیگر احادیث حسب ذیل ہیں:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص اس وقت آیا' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ چکے تھے' آپ نے فرمایا: تم میں سے کون اس شخص پر تجارت (صدقہ) کرے گا' لوگوں میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے اس شخص کے ساتھ نماز پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۹۶' مصنف عبدالرزاق: ۳۴۳۷)

حضرت ابوعثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص مسجد میں اس وقت داخل ہوا' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ چکے تھے' آپ نے فرمایا: سنو! کوئی شخص اس پر صدقہ کرے' پس وہ کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ نماز پڑھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۹۷' سنن ترمذی: ۲۲۰' مسند احمد ج ۳ ص ۵)

عبداللہ بن یزید بیان کرتے ہیں کہ میں ابراہیم کے ساتھ محارب کی مسجد میں داخل ہوا' وہ لوگ نماز پڑھ چکے تھے' پس انہوں نے مجھے امامت کرائی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۹۸)

زیاد قریش کے آزاد کردہ غلام بیان کرتے ہیں کہ میں حسن بصری کے ساتھ بصرہ کی مسجد میں داخل ہوا' وہ لوگ نماز پڑھ چکے تھے' پس انہوں نے مجھے امامت کرائی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۹۹)

اشعث بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ بصرہ کی مسجد الکلاء میں جماعت ہو چکی ہو' اس کے بعد دوسری جماعت کرائی جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۱۰۰)

منصور بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری نے کہا: لوگ حاکم کے ڈر کی وجہ سے دوسری جماعت کو ناپسند کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۷۱۰۱)

یحییٰ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ آئے اور ہم فجر کی نماز پڑھ چکے تھے' انہوں نے نماز کی اقامت پڑھی' پھر لوگوں کو نماز پڑھائی اور مسجد کے وسط میں کھڑے ہوئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۱۰۳)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اور سالم بن عطیہ نے مسجد حرام کی جماعت کے بعد مسجد حرام میں جماعت کرائی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۱۰۴)

سلمہ بن کہیل بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں اس وقت داخل ہوئے' جب وہ لوگ نماز پڑھ چکے تھے تو انہوں نے علقمہ' مسروق اور اسود کو جمع کر کے نماز پڑھائی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۷۱۰۶)

جماعت ثانیہ کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جماعت ثانیہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جماعت ثانیہ کرائی (اسی طرح حضرت انس نے اور اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد بھی ہے جیسا کہ ابھی باحوالہ گزر چکا ہے۔ سعیدی غفرلہ) عطاء اور حسن بصری کا بھی یہی قول ہے۔ امام احمد' اسحاق اور اشہب کا بھی یہی موقف ہے' ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ جس مسجد میں ایک بار جماعت ہو چکی ہے' اس میں دوبارہ جماعت نہ کرائی جائے۔ امام مالک' اوزاعی' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے' بعض علماء نے کہا ہے کہ ان ائمہ نے جماعت ثانیہ کو اس لیے ناپسند کیا ہے تاکہ امت کی وحدت نہ ٹوٹے اور اہل بدعت کو جماعت کی مخالفت کرنے کا موقع نہ ملے' امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے کہ جب مسجد راستہ میں ہو اور اس کا امام مقرر نہ ہو تو اس میں لوگ متعدد جماعتیں کرا سکتے ہیں۔ امام شافعی کے مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ ایسی مسجد میں جماعت ثانیہ مکروہ نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۴۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

جماعت ثانیہ کے متعلق ملا علی قاری کا مسلک

حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص اس وقت آیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ چکے تھے' آپ نے فرمایا: سنو! تم میں سے کوئی شخص اس پر صدقہ کرے' پس اس کے ساتھ نماز پڑھے۔

(سنن ترمذی:۲۲۰' سنن ابوداؤد: ۵۷۴' مسند احمد ج ۳ ص ۵ ۴' مصنف ابن ابی شیبہ:۷۰۹۶)

ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی المتوفی ۱۰۱۴ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صدقہ سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص اس کے ساتھ نیکی کرے اور اس کے ساتھ نماز پڑھے تاکہ اس کو جماعت کا ثواب مل جائے' گویا کہ اس نے اس شخص کو صدقہ عطا کیا' اس میں یہ دلیل ہے کہ کسی شخص کو نیکی کی ترغیب دینا صدقہ ہے' المظہر نے کہا: آپ نے اس کو صدقہ اس لیے فرمایا کہ اگر وہ شخص تنہا نماز پڑھتا تو اس کو صرف ایک نماز کا ثواب ملتا' اب جب اس کی وجہ سے اس شخص نے اس کے ساتھ مل کر جماعت سے نماز پڑھی تو اس کو ستائیس نمازوں کا ثواب ملے گا گویا کہ یہ شخص اس پر چھبیس نمازوں کا صدقہ کرے گا۔ (مرقات ج ۳ ص ۲۲۵' المکتبۃ الحقانیہ' پشاور)

جماعت ثانیہ کے متعلق فقہاء احناف کا موقف

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

مسجد میں جماعت کا تکرار مکروہ ہے' مگر اس مسجد میں جماعت کا تکرار مکروہ نہیں ہے جو راستہ میں ہو' اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(جوہرہ)

علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

تکرارِ جماعت کے مکروہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ عبدالرحمان بن ابی بکر اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر میں انصار میں صلح کرانے کے لیے نکلے' جب واپس آئے تو مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھی جا چکی تھی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر میں داخل ہوئے' گھر کے بعض افراد کو جمع کیا اور ان کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھائی۔

(الکامل لابن عدی ج ۶ ص ۲۳۹۸' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی امام طبرانی نے المعجم الکبیر اور المعجم الاوسط میں روایت کی ہے اور اس کے تمام رجال ثقات ہیں' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۴۵' اور البانی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ تمام المنۃ ص ۱۵۵)

اگر مسجد میں جماعت کا تکرار مکروہ نہ ہوتا تو آپ مسجد میں جماعت ثانیہ کراتے۔ (میں کہتا ہوں کہ یہ علامہ شامی کا واضح تسامح ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی کام کو نہ کرنے سے اس کی کراہت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ اس کام کو منع کرنے سے اس کی کراہت ثابت ہوتی ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) علامہ شامی لکھتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کی جب مسجد میں جماعت فوت ہو جاتی تو وہ مسجد میں الگ الگ نماز پڑھتے۔ (میں کہتا ہوں کہ علامہ شامی کو تسامح ہوا ہے' یہ حضرت انس کا قول نہیں بلکہ حسن بصری کا قول ہے۔ دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۱۰۹' بلکہ حضرت انس نے اس کے برخلاف مسجد میں جماعت ثانیہ کرائی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۹۳' مصنف عبد الرزاق: ۳۴۲۶) اور حضرت ابن مسعود نے بھی جماعت ثانیہ کرائی ہے اور بہت فقہاء تابعین نے جماعت ثانیہ کرائی ہے جیسے ہم باحوالہ بیان کر چکے ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ)

(علامہ شامی جماعت ثانیہ کی کراہت پر عقلی دلائل قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:) اور اس لیے کہ جماعت ثانیہ کی تکرار جماعت اولیٰ کی تقلیل کی طرف پہنچائے گی' اور اس لیے کہ جب لوگوں کو پتا ہوگا کہ ان سے جماعت فوت ہو جائے گی تو وہ نماز پڑھنے کے لیے جلدی آئیں گے تو جماعت (اولیٰ) میں کثرت ہوگی اور اگر ان کو یہ پتا ہو کہ وہ دوبارہ جماعت کر لیں گے تو پھر وہ دیر سے آئیں گے۔ (بدائع) لہٰذا جو لوگ مسجد میں جماعت کے بعد داخل ہوں تو پھر وہ فرداً فرداً بغیر جماعت کے نماز پڑھیں' اور یہی ظاہر الروایہ ہے۔ (ظہیریہ) اور شرح المنیہ کے آخر میں مذکور ہے: امام ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ اگر جماعت میں تین سے زیادہ افراد ہوں تو جماعت مکروہ ہے ورنہ نہیں' اور امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ اگر جماعت ثانیہ' جماعت اولیٰ کی ہیئت پر نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں ہے ورنہ مکروہ ہے اور یہی صحیح ہے' اور جب امام محراب سے ہٹ کر کھڑا ہو تو ہیئت مختلف ہو جاتی ہے' اسی طرح البزازیہ میں ہے' اور تاتارخانیہ میں الولوالجیہ سے منقول ہے کہ ہم اس پر عمل کرتے ہیں اور عنقریب ''باب الامامۃ'' میں ان شاء اللہ اس کی زیادہ تفصیل آئے گی' ہاں! اگر راستہ کی مسجد ہو تو اس میں جماعت ثانیہ میں کوئی حرج نہیں ہے' راستہ کی مسجد سے مراد ایسی مسجد ہے' جس میں کوئی امام اور مؤذن مقرر نہ ہو' سو اس مسجد میں اذان اور اقامت کے ساتھ جماعت ثانیہ مکروہ نہیں ہے بلکہ افضل ہے۔

(الدر المختار ورد المحتار ج ۲ ص ۵۹۔ ۵۸' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

نیز علامہ شامی متوفی ۱۲۵۲ھ اس مسئلہ کے متعلق بحث الامامت میں لکھتے ہیں:

اذان اور اقامت کے ساتھ محلہ کی مسجد میں جماعت کی تکرار مکروہ تحریمی ہے' راستہ کی مسجد میں مکروہ نہیں ہے یا اس مسجد میں جس میں امام اور مؤذن مقرر نہ ہو۔ (الدر المختار)

یا اس صورت میں جب محلہ کی مسجد میں غیر اہل نے نماز پڑھائی ہو یا اہل نے نماز پڑھائی ہو لیکن بلند آواز سے اذان نہ دی ہو یا محلہ کی مسجد میں اذان اور اقامت کے بغیر جماعت ثانیہ کرائی جائے یا راستہ کی مسجد میں یا اس مسجد میں جس میں مؤذن اور امام مقرر نہ ہوں اور اس میں لوگ گروہ در گروہ نماز پڑھتے ہوں ان تمام صورتوں میں جماعت ثانیہ مکروہ نہیں ہے اور راستہ کی مسجد میں افضل یہ ہے کہ ہر گروہ الگ الگ اذان اور اقامت کے ساتھ نماز پڑھے اور محلہ کی مسجد سے مراد یہ ہے کہ اس مسجد کے مؤذن اور امام معلوم اور معین ہوں۔ (الدر المختار و رد المختار ج ۲ ص ۲۴۶۔ ۲۴۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

جماعت ثانیہ کے متعلق اعلیٰ حضرت کی وضاحت

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

(۱) جو مسجد شارعِ عام یا بازار یا اسٹیشن یا سرائے کی ہے جس کے لیے اہل معین نہیں وقت پر جو لوگ گزرے یا اترے یا آئے یا پڑھ گئے غرض کسی محلہ خاص سے خصوصیت نہیں رکھتی کہ وہاں کی معمولی جماعت وہی ہے اوروں کا آنا اتفاقی و عارضی ہے ایسی مسجد میں بالاجماع تکرار جماعت باذانِ جدید و تکبیر جدید جائز بلکہ یہی شرعاً مطلوب ہے کہ نوبت بنوبت جو لوگ آئیں نئی اذان و اقامت سے جماعت کرتے جائیں اگر چہ (ایک نماز کے) وقت میں دس بیس جماعتیں ہو جائیں۔

(۲) مسجد محلہ کہ ایک محلہ خاص سے اختصاص رکھتی ہے اس میں اقامتِ جماعت انہیں کا حق ہے اگر ان کے غیر جماعت کر گئے تو اہل محلہ کو تکرارِ جماعت بلاشبہ جائز ہے جیسے کہ نمازِ جنازہ حالانکہ اس کی تکرار اصلاً مشروع نہیں پھر بھی اگر غیر ولی بے اذنِ ولی پڑھا جائے اب ولی آئے اعادہ کا مجاز ہے کہ حق اس کا تھا۔

(۳) بعض اہل ہی جماعت کر گئے مگر بے اذان پڑھ گئے۔

(۴) اذان بھی دی تھی مگر آہستہ ان صورتوں میں بھی بعد کو آنے والے باذانِ جدید بروجہ سنت اعادۂ جماعت کریں کہ جماعت معتبرہ وہی ہے جو اذان سے ہو اور اذان وہ جو اعلان سے ہو۔

(۵) محلے میں حنفی و غیر حنفی دونوں رہتے ہیں پہلے غیر حنفی امام نے جماعت کر لی اور حنفیہ کو معلوم ہے کہ اس نماز میں اس نے مذہب حنفی کے کسی فرضِ طہارت یا فرضِ صلوٰۃ یا شرطِ امامت کو ترک کیا ہے مثلاً چہارم سر سے کم کا مسح یا آبِ قلیل نجاست افتادہ سے وضوء یا جسم یا کپڑے قدر درہم سے زیادہ منی یا صاحب ترتیب کا باوصف یاد و وسعت وقت بے ادائے فائتہ وقتیہ پڑھنا یا نماز وقت تنہا پڑھ کر پھر اسی نماز میں امامت کرنا تو ایسی حالت میں حنفیہ بلاشبہ اپنی جماعت جداگانہ کریں کہ اگر چہ شرع ان جماعت کرنے والوں کے لیے اسے جماعتِ اولیٰ مانے مگر حنفی تو اس میں اقتداء نہیں کر سکتا اگر کرے تو نماز ہی نہ ہو۔

(۶) اس خاص نماز کا تو حال معلوم نہیں مگر اس امام کی بے احتیاطی اور فرائض میں ترک لحاظ مذہب حنفی ثابت ہے جیسے عامۂ غیر مقلدین کہ خواہی نخواہی اہل حق سے مخالفت اور مذاہب اربعہ خصوصاً مذہب مہذب حنفیہ کی مضادت پر حریص ہوتے ہیں جب بھی حنفیہ کو ان کی اقتداء گناہ و ممنوع ہے اپنی جماعت جدا کریں۔

(۷) اس کی نسبت امور مذکورہ کی مراعات کا عادی ہونا نہ ہونا کچھ معلوم نہیں جیسے کوئی نامعلوم الحال شافعی مالکی حنبلی اس صورت میں بھی ان کی اقتداء خالی از کراہت نہیں تو جماعت ثانیہ کا فضل مبین۔

(۸) عادت مراعات بھی معلوم ہی سہی تاہم بہ تصریح ائمہ امام موافق المذہب کے پیچھے جماعت ثانیہ ہی افضل و اکمل اور اسی پر حرمین محترمین و مصر و شام و غیرہا بلاد دار الاسلام میں جموع مسلمین کا عمل۔

(۹) جس نے جماعت اولیٰ کی فاسد العقیدہ بدمذہب بدعتی تھا' مثلاً وہابی یا تفضیلی یا معاذ اللہ امکان کذبِ الٰہی تعالیٰ شانہ ماننے والا یا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں کسی کو بُرا جاننے والا کہ عند التحقیق ایسوں کی اقتداء بکراہت شدیدہ سخت مکروہ ہے۔

(۱۰) فاسق تھا جیسے شرابی' زناکار یا داڑھی منڈا' سود خوار کہ یہ لوگ ان وہابیوں' کذابیوں وغیرہم بدمذہبوں کے مولویوں متقیوں سے بھی اگرچہ لاکھ درجہ بہتر حال میں ہیں' پھر بھی اُن کی اقتداء شرعاً بہت ناپسند۔

(۱۱) امام اولیٰ نرا بے علم' جاہل' نماز وطہارت کے مسائل سے غافل تھا' جیسے اکثر گنوار غلام وغیرہم عوام کہ ایسے کی امامت بھی کراہت انضمام۔

(۱۲) قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا تھا جس سے معنی فاسد ہوں' مثلاً ع یا ت' ط یا ث' س' ص یا ح' ہ یا ذ' ز' ظ' میں تمیز نہ کرنے والے کہ آج کل اس دار الفتن' ہند میں اکثر بلکہ عام عوام بلکہ بہت بلکہ اکثر پڑھے لکھے بھی اس بلا میں مبتلا ہیں'' وحسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل وانا للّٰہ وانا الیہ راجعون'' پھر خواہ بے خیالی' بے احتیاطی یا سیکھنے میں بے پرواہی یا زبان کی نادرستی کوئی سبب ہو مذہب معتمد پر صحیح خواں کی نماز اس کے پیچھے مطلقاً فاسد ہے' اگرچہ ان میں بعض صور میں مذہب متاخرین خود اُس کی اپنی نماز کے لیے بہت وسعتیں دے' عند التحقیق بھی بہ شرائط معلومہ مضبوطہ کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیں تا کہ قادر نا قادر کا امام ہو سکے تو اگر یہی صورت صحت واقع ہو کر وہ جماعت اولیٰ ٹھہرے' لاجرم صحیح خوانوں کو جماعت ثانیہ ہی کا حکم ملے' یہ صورت صورتِ اولیٰ کی مانند ہے' اوّل با آخر نسبتے دارد' غرض ایسی صورتیں جماعتِ ثانیہ کی خاص تاکید یا فضل مزید کی ہیں جن میں بالاجماع یا علی الاصح اصلاً کلام کی گنجائش نہیں۔ ضابطہ یہ ہے کہ جب جماعتِ اولیٰ اہل مسجد یا اہل مذہب کی نہ ہو یا اپنے مذہب میں فاسدہ یا مکروہہ ہو تو ہمیں جماعتِ ثانیہ کی مطلقاً اجازت بلکہ درصورت کراہت قصداً تفویت اولیٰ کی رخصت جبکہ ثانیہ نظیفہ مل سکتی ہو اور درصورت فساد تو اُس میں شرکت ہی سے صاف ممانعت اگرچہ ثانیہ بھی میسر نہ ہو۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۷ ص ۱۱۵۔ ۱۱۳' رضا فاؤنڈیشن' لاہور' ۱۴۱۵ھ)

نیز اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

اب محلِ نظر صرف ایک صورت رہی کہ مسجد محلہ میں اہل محلہ نے باذان واقامت بروجہ سنت امام موافق المذہب سالم العقیدہ متقی مسائل داں صحیح خواں کے ساتھ جماعت اولیٰ خالیہ عن الکراہۃ ادا کر لی' پھر باقی ماندہ لوگ آئے' اُنہیں دوبارہ اس مسجد میں جماعت قائم کرنے کی اجازت ہے یا نہیں' اور ہے تو بکراہت ہے یا بے کراہت؟ اس بارے میں عین تحقیق وحق وثیق وحاصل انیق و نظر دقیق واثر توفیق یہ ہے کہ اس صورت میں تکرار جماعت باعادۂ اذان ہمارے نزدیک ممنوع و بدعت ہے' یہی ہمارے امام رضی اللہ عنہ کا مذہب مہذب وظاہر الروایہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۷ ص ۱۲۵' رضا فاؤنڈیشن' لاہور' ۱۴۱۵ھ)

شیخ ظفر احمد عثمانی تھانوی متوفی ۱۳۹۴ھ لکھتے ہیں:

جماعت ثانیہ کی کراہت صرف محلہ کی مسجد کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ راستہ اور بازار کی مسجد میں کراہت کی علت نہیں ہے' اس میں کسی گروہ کی خصوصیت نہیں ہے' یہی امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام شافعی کا مذہب ہے۔ (رحمۃ الامۃ ص ۲۴)

(اعلاء السنن ج ۴ ص ۲۴۳۔ ۲۱۳' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

جماعت ثانیہ کے متعلق احادیث' آثار اور فقہاء کی عبارات کا خلاصہ

میں کہتا ہوں کہ ائمہ ثلاثہ نے اپنے اجتہاد سے یہ قیود لگائی ہیں کہ محلہ کی مسجد میں جب اذان اور اقامت کے ساتھ صحیح نماز ہوگئی

ثواب اس میں اذان اور اقامت کے ساتھ جماعت ثانیہ مکروہ ہے ورنہ حدیث میں عموم اور اطلاق کے ساتھ جماعت ثانیہ کی ترغیب ہے:

ایک شخص اس وقت آیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ چکے تھے آپ نے فرمایا: سنو! تم میں سے کوئی شخص اس پر صدقہ کرے پس اس کے ساتھ نماز پڑھے۔ (سنن ترمذی: ۲۲۰ سنن ابوداؤد: ۵۷۴) حضرت انس نے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے جماعت ثانیہ کرائی فقہاء تابعین میں سے عبداللہ بن یزید ابراہیم النخعی حسن بصری عطاء اور سالم بن عطیہ نے جماعت ثانیہ کرائی اور امام احمد بن حنبل نے بھی عموم اور اطلاق کے ساتھ جماعت ثانیہ کو جائز کہا ہے تاہم باقی ائمہ ثلاثہ نے جماعت اولیٰ کی اہمیت اور کثرت قائم رکھنے کے لیے اپنے اجتہاد سے یہ قیود لگائی ہیں۔

٦٤٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلٰوةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً. [طرف الحدیث: ٦٤٩]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں تنہا نماز پڑھنے پر ستائیس درجہ فضیلت ہے۔

(صحیح مسلم: ٦٤٩ الرقم المسلسل: ۱۴۴۵ سنن ترمذی: ۲۱۶ سنن نسائی: ۸۳۸ موطأ امام مالک: ۲۹۴ صحیح ابن حبان: ۲۰۵۲ حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۳۵۱ سنن بیہقی ج ۳ ص ۵۹ شرح السنۃ: ۷۸۴ مسند احمد ج ۲ ص ۶۵ طبع قدیم مسند احمد: ۵۳۳۲۔ ج ۹ ص ۲۳۸ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اس سے پہلے ہو چکا ہے اس حدیث کا عنوان جماعت کی فضیلت ہے اور اس عنوان کے ساتھ حدیث کی مطابقت واضح ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر جماعت کے نماز پڑھنا بھی جائز ہے لیکن جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا افضل ہے اور اس سے ستائیس درجہ زیادہ ثواب ملتا ہے لیکن دائماً بغیر جماعت کے نماز نہ پڑھی جائے اور یہ کہ دائماً بغیر جماعت کے نماز پڑھنے پر وعید ہے اور یہ منافقین کا طریقہ ہے اس لیے اکثر اوقات جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا سنت مؤکدہ ہے جو واجب کے قریب ہے۔

٦٤٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ خَبَّابٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلٰوةَ الْفَذِّ بِخَمْسٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے ابن الهاد نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن خباب از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی تنہا نماز پڑھنے پر پچیس درجہ فضیلت ہے۔

٦٤٧ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا صَالِحٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ فِي الْجَمَاعَةِ تُضَعَّفُ عَلٰى صَلٰوتِهٖ فِيْ بَيْتِهٖ وَفِيْ سُوْقِهٖ خَمْسًا وَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے ابوصالح سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

عِشْرِيْنَ ضِعْفًا، وَذٰلِكَ اَنَّهٗ اِذَا تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ، ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الْمَسْجِدِ، لَا يُخْرِجُهٗ اِلَّا الصَّلٰوةُ، لَمْ يَخْطُ خَطْوَةً اِلَّا رُفِعَتْ لَهٗ بِهَا دَرَجَةٌ، وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ، فَاِذَا صَلّٰى، لَمْ تَزَلِ الْمَلٰٓئِكَةُ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ، مَا دَامَ فِيْ مُصَلَّاهُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ، وَلَا يَزَالُ اَحَدُكُمْ فِيْ صَلٰوةٍ مَّا انْتَظَرَ الصَّلٰوةَ.

مرد کی جماعت کے ساتھ نماز اس کی گھر میں اور بازار میں نماز پر پچیس درجہ افضل ہے' کیونکہ جب وہ عمدہ طریقہ سے وضوء کرتا ہے' پھر مسجد کی طرف نکلتا ہے اور صرف نماز ہی کے لیے نکلتا ہے تو اس کے ہر قدم پر اس کا ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے اور اس کے ایک گناہ کو مٹا دیا جاتا ہے اور جب وہ نماز پڑھتا ہے تو جب تک وہ نماز کی جگہ پر رہتا ہے' فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں: اے اللہ! اس پر رحمت نازل فرما' اس پر رحم فرما اور تم میں سے کوئی شخص جب تک نماز کے انتظار میں رہتا ہے' اس کا نماز میں شمار ہوتا رہتا ہے۔

حدیث:۶۴۷-۶۴۶ کی شرح' صحیح البخاری:۴۷۷ میں تفصیل کے ساتھ گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: بازار کی مسجد میں نماز' اور یہاں اس کا عنوان ہے: جماعت کی فضیلت' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۳۱ - بَابُ فَضْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ فِيْ جَمَاعَةٍ

فجر کی نماز کو جماعت سے پڑھنے کی فضیلت

٦٤٨ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، وَاَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تَفْضُلُ صَلٰوةُ الْجَمِيْعِ صَلٰوةَ اَحَدِكُمْ وَحْدَهٗ، بِخَمْسٍ وَّعِشْرِيْنَ جُزْءًا، وَتَجْتَمِعُ مَلٰٓئِكَةُ اللَّيْلِ وَمَلٰٓئِكَةُ النَّهَارِ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ. ثُمَّ يَقُوْلُ اَبُوْ هُرَيْرَةَ فَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ ﴿اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا﴾ (الاسراء: ٧٨).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب اور ابوسلمہ بن عبدالرحمان نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز تم میں سے کسی ایک کی تنہا نماز پر پچیس درجہ فضیلت رکھتی ہے اور فجر کی نماز میں رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے جمع ہو جاتے ہیں' پھر حضرت ابوہریرہ نے کہا: اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: بے شک فجر کے وقت قرآن پڑھنے میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ (بنی اسرائیل:۷۸)

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی حدیث:۴۷۷ اور حدیث:۵۵۴ کا مطالعہ کریں۔

٦٤٩ - قَالَ شُعَيْبٌ وَحَدَّثَنِيْ نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ تَفْضُلُهَا بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: شعیب نے کہا: اور مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ جماعت کے ساتھ نماز تنہا نماز پر ستائیس درجہ فضیلت رکھتی ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری:۶۴۵ کا مطالعہ فرمائیں۔

٦٥٠ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمًا قَالَ سَمِعْتُ اُمَّ الدَّرْدَاءِ تَقُوْلُ دَخَلَ عَلَيَّ اَبُو الدَّرْدَاءِ وَهُوَ مُغْضَبٌ، فَقُلْتُ مَا اَغْضَبَكَ؟ فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا اَعْرِفُ مِنْ اُمَّةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے سالم سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ام الدرداء

مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا' إِلَّا أَنَّهُمْ يُصَلُّوْنَ جَمِيعًا.

سے سنا' وہ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ آئے' وہ اس وقت غصہ میں تھے' میں نے پوچھا: آپ کو کس نے غضب ناک کیا؟ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت سے کسی چیز کو نہیں پہچان رہا' مگر یہ کہ وہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمر بن حفص النخعی الکوفی (۲) ان کے والد حفص بن غیاث بن طلق النخعی (۳) سلیمان الاعمش (۴) سالم بن ابی الجعد (۵) حضرت ام الدرداء' ان کا نام ھجیمہ ہے' یہ ام الدرداء صغریٰ تابعیہ ہیں' نہ کہ کبریٰ' جن کا نام خیرہ ہے اور یہ صحابیہ ہیں' ہم نے یہ اس لیے کہا ہے کہ حضرت ام الدرداء کبریٰ' حضرت ابو الدرداء کی حیات میں فوت ہو گئی تھیں اور ام الدرداء صغریٰ اس کے بعد کافی طویل زمانہ تک زندہ رہیں اور امام ابو حاتم نے جزم کے ساتھ کہا ہے کہ سالم بن ابی الجعد نے حضرت ابو الدرداء کا زمانہ نہیں پایا' لہٰذا انہوں نے حضرت ام الدرداء کبریٰ کا زمانہ بھی نہیں پایا۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حضرت ام الدرداء کا نام خیرہ بنت ابی حدرد الاسلمیہ ہے' یہ فاضلات' عاقلات اور عابدات صحابیہ سے ہیں' یہ حضرت عثمان کے زمانۂ خلافت میں شام میں فوت ہو گئی تھیں' علامہ کرمانی کا یہ کہنا غلط ہے اور صحیح وہ ہے جو ہم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ام الدرداء کبریٰ' حضرت ابو الدرداء کی حیات میں فوت ہو گئی تھیں (۶) حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ' ان کا نام عویمر بن مالک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۴۷)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب دین کے احکام میں سے کسی حکم کو متغیر کر دیا جائے تو اس کا رد کرنا چاہیے اور اس کو بدلنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم اس پر اظہارِ غضب کرنا چاہیے۔

۶۵۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ' عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ' عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ' عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْظَمُ النَّاسِ أَجْرًا فِي الصَّلٰوةِ أَبْعَدُهُمْ فَأَبْعَدُهُمْ مَمْشًى' وَالَّذِيْ يَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ' حَتّٰى يُصَلِّيَهَا مَعَ الْإِمَامِ' أَعْظَمُ أَجْرًا مِنَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ ثُمَّ يَنَامُ.

(صحیح مسلم: ۶۶۲' الرقم المسلسل: ۱۴۸۵' سنن ابوداؤد: ۵۵۷' سنن ابن ماجہ: ۷۸۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از برید بن عبد اللہ از ابی بردہ از ابی موسیٰ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نماز کا سب سے زیادہ اجر اس کو ملتا ہے جو سب سے زیادہ دور سے آتا ہے' پھر جو اس کے بعد زیادہ دور سے چل کر آتا ہے اور جو شخص نماز کا انتظار کرتا رہے حتیٰ کہ امام کے ساتھ نماز پڑھ لے' اس کو اس سے زیادہ اجر ملتا ہے' جو نماز پڑھ کر سو جائے۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

زیادہ مشقت اٹھا کر نماز پڑھنے کا زیادہ اجر ہوتا ہے

اس حدیث میں یہ بیان فرمایا ہے کہ جو شخص جتنی دور سے چل کر نماز پڑھنے کے لیے آئے گا' اس کو اتنا زیادہ اجر ملے گا' اس کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص زیادہ دور سے چل کر نماز پڑھنے کے لیے آئے گا' اس کو زیادہ مشقت ہو گی اور سب سے زیادہ فضیلت اس عمل میں ہوتی ہے' جس میں سب سے زیادہ مشقت ہو' سو ہر وہ نماز جس میں زیادہ مشقت ہو' اس میں زیادہ اجر ہو گا۔ اس میں زیادہ اجر کی وجہ یہ

ہے کہ وہ اس نماز میں امام کا انتظار کرتا ہے اور جتنی دیر وہ نماز کا انتظار کرے گا اس کا نماز میں ہی شمار ہوگا' اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ جو مسجد زیادہ دور ہو اس میں نماز پڑھنے کا زیادہ اجر ہوتا ہے کیونکہ اس میں نماز پڑھنے کے لیے زیادہ چلنا پڑتا ہے۔

۳۲ - بَابُ فَضْلِ التَّهْجِيرِ إِلَى الظُّهْرِ — دوپہر کے وقت نماز پڑھنے کی فضیلت

اس عنوان میں ''تھجیر'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ہر چیز کی ابتداء کی طرف پہنچنا اور اس کی طرف سبقت کرنا' یعنی ظہر کی نماز اوّل وقت میں پڑھنا۔ ''الھجیرۃ'' کا معنی ہے: دوپہر کی تیز گرمی۔ (المنجد اُردو ص ۱۱۱۵) علامہ نورالحق متوفی ۱۰۷۳ھ نے بھی اس کا یہی معنی لکھا ہے۔ (تیسیر القاری ج۱ ص ۲۲۹' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

٦٥٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ' عَنْ مَالِكٍ' عَنْ سُمَيٍّ' مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ' عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ' عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيقٍ' وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ عَلَى الطَّرِيقِ فَأَخَّرَهُ' فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ. [طرف الحدیث: ۲۴۷۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از سمی مولیٰ ابوبکر از ابوصالح السمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص راستہ میں چل رہا تھا' اس کو راستہ میں ایک کانٹا پڑا ہوا ملا' اس نے اس کو ایک کنارہ پر کر دیا' اللہ تعالیٰ نے اس کے فعل کی قدر افزائی کی' پس اس کو بخش دیا۔

٦٥٣ - ثُمَّ قَالَ الشُّهَدَاءُ خَمْسَةٌ اَلْمَطْعُونُ' وَالْمَبْطُونُ' وَالْغَرِيقُ' وَصَاحِبُ الْهَدْمِ' وَالشَّهِيدُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ. وَقَالَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ' ثُمَّ لَمْ يَجِدُوا إِلَّا أَنْ يَسْتَهِمُوا لَاسْتَهَمُوا عَلَيْهِ. [اطراف الحدیث: ۷۲۰-۲۸۲۹-۵۷۳۳]

پھر فرمایا: شہداء پانچ ہیں: (۱) طاعون زدہ (۲) پیٹ کی بیماری میں مرنے والا (۳) ڈوب کر مرنے والا (۴) دب کر مرنے والا (۵) اللہ کی راہ میں شہید ہونے والا' پھر فرمایا: اگر لوگ جان لیں کہ اذان دینے میں اور صف اوّل میں نماز پڑھنے میں کتنا اجر ہے' پھر انہیں قرعہ اندازی کے بغیر اس کا موقع نہ ملے تو وہ ضرور قرعہ اندازی کریں گے۔

٦٥٤ - وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي التَّهْجِيرِ لَاسْتَبَقُوا إِلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا.

اور اگر وہ یہ جان لیں کہ دوپہر کے وقت نماز پڑھنے کا کتنا اجر ہے تو وہ ضرور اس کی طرف سبقت کریں گے اور اگر وہ جان لیں کہ عشاء اور فجر میں کتنا اجر ہے تو وہ ضرور اس کو پڑھنے کے لیے آئیں گے خواہ گھسٹتے ہوئے آئیں۔

حدیث: ۶۵۴ کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۶۱۵ کا مطالعہ فرمائیں۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینے کا اجر

حدیث: ۶۵۲ میں مذکور ہے کہ جس شخص نے راستہ سے کانٹا ہٹا دیا تھا' اللہ تعالیٰ نے اس کی قدر افزائی کی' اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے فعل کو قبول کر لیا اور اس کی تحسین فرمائی اور اس کو بخش دیا۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا چاہیے اور یہ ایمان کا سب سے کم درجہ ہے اور جب راستے سے ایک کانٹوں والی شاخ کو ہٹا دینے سے اللہ تعالیٰ مغفرت فرما دیتا ہے تو اس سے بڑے نیک اعمال پر اللہ تعالیٰ کتنا عظیم اجر عطا

فرمائے گا' اس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا!

شہید کا معنیٰ' اس کی وجہ تسمیہ اور اس کا شرعی حکم

حدیث: ۶۵۳ میں فرمایا: شہداء پانچ ہیں' لفظ شہداء' شہید کی جمع ہے' اس کو شہید اس لیے کہا جاتا ہے کہ شہادت کا معنیٰ حضور (حاضر ہونا) ہے اور شہید کے مرتے ہی اس کے پاس رحمت کے فرشتے حاضر ہو جاتے ہیں' پس یہ فعیل بہ معنیٰ مفعول ہے اور شہید بہ معنیٰ مشہود ہے یا جنت اس کے سامنے حاضر کر دی جاتی ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ مرتے ہی اللہ تعالیٰ کے دربارِ مقدس میں حاضر ہو جاتا ہے یا اللہ تعالیٰ نے جو اس کے لیے کرامات رکھی ہیں' ان کے سامنے حاضر ہو جاتا ہے یا یہ قیامت کے دن نبی ﷺ کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کے منکرین کے خلاف شہادت دے گا' مؤخر الذکر تمام صورتوں میں شہید بہ معنیٰ شاہد ہے۔

اس حدیث میں جو شہید کی پانچ قسمیں بیان کی گئی ہیں' ان میں سے جو شخص میدانِ جہاد میں اللہ کے دین کو سربلند کرتے ہوئے مارا گیا' وہ حقیقت میں شہید ہے اور باقی چار' حکمی شہید ہیں۔ جو شخص میدانِ جہاد میں قتل کیا گیا یا جس کو ظلماً قتل کیا گیا' اس کو غسل نہیں دیا جائے گا نہ کفن دیا جائے گا' یوں ہی خون میں لت پت دفن کر دیا جائے گا' اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی' امام شافعی کہتے ہیں کہ شہید چونکہ زندہ ہوتا ہے' اس لیے اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی' ہم کہتے ہیں کہ پھر اس کو قبر میں دفن بھی نہیں کرنا چاہیے کیونکہ زندہ کو دفن نہیں کیا جاتا۔

حکمی شہداء کی تعداد

اس حدیث میں حکمی شہداء کی تعداد چار ہے' علامہ عینی نے احادیث کے حوالے سے ان کی تعداد گیارہ لکھی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۵۳) حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان کی تعداد بیس لکھی ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۲۶۰) اور علامہ شامی نے لکھا ہے کہ حافظ سیوطی نے لکھا ہے کہ ان کی تعداد تیس ہے۔ (ردالمحتار ج ۳ ص ۲۶۱) اور ہم نے شرح صحیح مسلم میں شہداء کی تعداد پینتالیس لکھی ہے اور ہر قسم کے ثبوت میں باحوالہ حدیث ذکر کی ہے۔ (شرح صحیح مسلم ج ۵ ص ۹۳۵۔۹۳۶) اور آل عمران: ۱۶۹ کی تفسیر میں ان کی تعداد ۵۱ تک پہنچا دی ہے۔ وللہ الحمد علیٰ ذالک۔

۳۳ - بَابُ اِحْتِسَابِ الْاٰثَارِ
(مسجد کو جاتے ہوئے) قدموں کا شمار

۶۵۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ' عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَنِيْ سَلِمَةَ' اَلَا تَحْتَسِبُوْنَ اٰثَارَكُمْ؟ وَقَالَ مُجَاهِدٌ فِيْ قَوْلِهٖ ﴿وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ﴾ (یٰس: ۱۲). قَالَ خُطَاهُمْ.

[اطراف الحدیث: ۶۵۵۔۶۵۶۔۱۸۸۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد اللہ بن حوشب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اے بنی سلمہ! تم اپنے قدموں کا شمار کیوں نہیں کرتے' اور مجاہد نے کہا: اور جن اعمال کو لوگ آگے بھیجتے ہیں' ہم ان کو لکھتے رہتے ہیں اور ان اعمال کو بھی جن کو وہ پیچھے چھوڑ جاتے ہیں۔ (یٰس: ۱۲) اس آیت میں ''اٰثار'' سے مراد ان کے قدموں کے نشان ہیں۔

(صحیح مسلم: ۶۶۵' الرقم المسلسل: ۱۳۹۱' سنن ابن ماجہ: ۷۸۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۰۷' سنن بیہقی ج ۳ ص ۶۴' شرح السنۃ: ۴۶۹' مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۰۳۳۔ ج ۱۹ ص ۹۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

بنو سلمہ سے یہ کہنے کی وجہ کہ تمہارے قدموں کے نشان لکھے جائیں گے

اس حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا: اے بنی سلمہ! بنی سلمہ انصار کے قبیلہ خزرج کی ایک شاخ ہے' نبی ﷺ نے یہ خطاب ان سے اس وقت فرمایا تھا جب وہ مدینہ منورہ کے دور کے محلہ سے منتقل ہو کر مسجد نبوی کے قریب میں رہائش پذیر ہونے کا ارادہ کر رہے تھے' اس کی تفصیل اس حدیث میں ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مسجد نبوی کے گرد زمین خالی ہوگئی تو بنو سلمہ نے یہ ارادہ کیا کہ مسجد کے قریب منتقل ہو جائیں۔ جب رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے ان سے فرمایا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کر رہے ہو' انہوں نے کہا: جی ہاں! یارسول اللہ! ہم نے یہ ارادہ کیا ہے' آپ نے فرمایا: اے بنی سلمہ! تم اپنے گھروں میں ہی رہو' تمہارے قدموں سے چلنے کے نشان لکھے جائیں گے' (دوبارہ فرمایا:) تم اپنے گھروں میں ہی رہو' تمہارے قدموں سے چلنے کے نشان لکھے جائیں گے۔ (صحیح مسلم: ۶۶۵' الرقم المسلسل: ۱۴۹۱' سنن ابن ماجہ: ۷۸۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان کے گھر مسجد نبوی سے دور تھے تو انہوں نے مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کیا تھا۔ (سنن ابن ماجہ: ۷۸۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں جتنا زیادہ قدموں سے چلنا پڑتا ہے' اتنا ہی زیادہ ثواب ملتا ہے اور مسجد سے دور رہنے میں زیادہ فضیلت ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۴۱۹۔ ج ۲ ص ۳۰۰ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کے عنوان ہیں:
① قریب والی مسجد کا حق ② پانچ نمازوں سے گناہوں کا دُھلنا۔

٦٥٦ - وَقَالَ ابْنُ اَبِیْ مَرْيَمَ قَالَ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِيْ حُمَيْدٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَنَسٌ اَنَّ بَنِيْ سَلِمَةَ اَرَادُوْا اَنْ يَتَحَوَّلُوْا عَنْ مَنَازِلِهِمْ، فَيَنْزِلُوْا قَرِيْبًا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ فَكَرِهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُعْرُوا الْمَدِيْنَةَ، فَقَالَ اَلَا تَحْتَسِبُوْنَ اٰثَارَكُمْ؟ قَالَ مُجَاهِدٌ خُطَاهُمْ اٰثَارُهُمْ، اَنْ يُمْشٰى فِي الْاَرْضِ بِاَرْجُلِهِمْ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۹۰' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور ابن ابی مریم نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ایوب نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے حمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ بنو سلمہ نے یہ ارادہ کیا کہ اپنے گھروں سے منتقل ہو جائیں اور نبی ﷺ (کی مسجد) کے قریب گھر بنالیں اور نبی ﷺ اس کو ناپسند کرتے تھے کہ مدینہ کو خالی کیا جائے تو آپ نے فرمایا: کیا تم اپنے قدموں کے نشانات کو شمار نہیں کرتے۔ مجاہد نے کہا: ان کے چلنے سے زمین پر جو قدموں کے نشانات پڑتے ہیں' اس سے وہ مراد ہیں۔

اگر قریب والی مسجد کا امام صحیح العقیدہ ہو تو اس کا حق ہے ورنہ جس مسجد کا امام صحیح العقیدہ ہو' اس میں نماز پڑھے

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے کے لیے جتنے قدموں سے چلنا پڑے اتنا ثواب ملتا ہے' عبد اللہ بن لبابہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص اپنی مسجد کو چھوڑ کر جامع مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جائے کیونکہ وہاں زیادہ لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے' انہوں نے کہا:

کہ وہ اپنی مسجد کو نہ چھوڑے جامع مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت صرف جمعہ کی نماز پڑھنے میں ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ ان احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسجد سے دور گھر بنانے میں فضیلت ہے اگر اس کا گھر مسجد کے قریب ہو تو اس کو چھوڑ کر دور گھر بنایا جائے تو اس میں دو قول ہیں ہاں! اگر قریب والی مسجد کا امام بدعتی ہو یا بد مذہب ہو تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس مسجد کو چھوڑ کر دور کی مسجد میں نماز پڑھے جہاں کا امام صحیح العقیدہ ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۵۵۔ ۲۵۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر قریب والی مسجد کا امام بد مذہب ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ ایسی مسجد میں جا کر نماز پڑھے جس کے امام کا عقیدہ صحیح ہو۔

۳۴ - بَابُ فَضْلِ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ

عشاء کی نماز جماعت سے پڑھنے کی فضیلت

٦٥٧ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ صَلٰوةٌ اَثْقَلَ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ مِنَ الْفَجْرِ وَالْعِشَاءِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِيْهِمَا لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ الْمُؤَذِّنَ فَيُقِيْمَ ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا يَؤُمُّ النَّاسَ ثُمَّ اٰخُذَ شُعَلًا مِّنْ نَّارٍ فَاُحَرِّقَ عَلٰى مَنْ لَا يَخْرُجُ اِلَى الصَّلٰوةِ بَعْدُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو صالح نے حدیث بیان کی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منافقین پر فجر اور عشاء کی نماز سے زیادہ اور کوئی نماز بھاری نہیں ہے اور اگر ان کو معلوم ہو جائے کہ ان میں کتنا اجر ہے تو وہ ان نمازوں میں ضرور آئیں گے خواہ گھسٹتے ہوئے آئیں البتہ تحقیق یہ ہے کہ میں نے ارادہ کیا کہ میں مؤذن کو اذان دینے کا حکم دوں پھر نماز کی اقامت کہی جائے پھر میں کسی شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دوں پھر میں آگ کا شعلہ پکڑوں اور ان لوگوں کو آگ لگا دوں جو نماز پڑھنے کے لیے نہیں نکلے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۶۴۴ میں گزر چکی ہے وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: نماز با جماعت کا وجوب اور یہاں اس کا عنوان ہے: عشاء کی نماز جماعت سے پڑھنے کی فضیلت اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۳۵ - بَابُ اِثْنَانِ فَمَا فَوْقَهُمَا جَمَاعَةٌ

دو یا اس سے زائد افراد کی جماعت

٦٥٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَاَذِّنَا وَاَقِيْمَا ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمَا اَكْبَرُكُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے بیان کیا: ہم سے یزید بن زریع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: جب نماز کا وقت آئے تو تم دونوں اذان دینا اور نماز کی اقامت کہنا پھر جو تم دونوں میں بڑا ہو وہ نماز کی امامت کرائے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۶۲۸ میں گزر چکی ہے وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: جس نے کہا: سفر میں ایک مؤذن اذان

دے اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: دو یا اس سے زائد افراد کی جماعت' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

٣٦ - بَابُ مَنْ جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ وَفَضْلِ الْمَسَاجِدِ

جو مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھا اور مساجد کی فضیلت

٦٥٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلٰى أَحَدِكُمْ مَادَامَ فِي مُصَلَّاهُ مَا لَمْ يُحْدِثْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ لَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِي صَلٰوةٍ مَا دَامَتِ الصَّلٰوةُ تَحْبِسُهُ لَا يَمْنَعُهُ أَنْ يَّنْقَلِبَ إِلٰى أَهْلِهِ إِلَّا الصَّلٰوةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے تم میں سے کسی ایک کے لیے نزولِ رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں' جب تک کہ وہ اپنی نماز کی جگہ میں ہو (اور) جب تک وہ وضوء نہ توڑے وہ دعا کرتے ہیں: اے اللہ! اس کو بخش دے' اے اللہ! اس پر رحم فرما' تم میں سے کسی ایک کا اس وقت تک نماز میں شمار ہوتا ہے' جب تک نماز اس کو (مسجد میں) روک کے رکھتی ہے' اس کو گھر لوٹ کر جانے سے نماز کے سوا اور کوئی چیز مانع نہیں ہوتی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۴۵ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: مسجد میں وضوء توڑنے کا حکم' اور یہاں اس کا عنوان ہے: جو مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھا اور مساجد کی فضیلت' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

٦٦٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ الْإِمَامُ الْعَادِلُ وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ رَبِّهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللّٰهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ أَخْفٰى حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهُ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ.

[اطراف الحدیث: ۱۴۲۳-۶۴۷۹-۶۸۰۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: ہمیں خبیب بن عبد الرحمان نے حدیث بیان کی از حفص بن عاصم از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: سات آدمیوں کو اللہ اس دن اپنے سائے میں رکھے گا جس دن اللہ کے سائے کے سوا اور کسی کا سایا نہیں ہوگا: (۱) امام عادل (۲) وہ شخص جو اپنے رب کی عبادت میں جوان ہوا (۳) وہ شخص جس کا دل مساجد میں معلق رہے (۴) وہ دو آدمی جو اللہ سے محبت رکھیں' اسی کی محبت میں جمع ہوں اور اسی میں جدا ہوں (۵) وہ شخص جس کو کوئی خوب صورت اور اقتدار والی عورت گناہ کی دعوت دے اور وہ شخص کہے: میں اللہ سے ڈرتا ہوں (۶) وہ شخص جو چھپا کر صدقہ دے حتیٰ کہ بائیں ہاتھ کو پتا نہ چلے کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے (۷) جو شخص تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہیں۔

(صحیح مسلم: ۱۰۳۱' الرقم المسلسل: ۲۳۹۱-۲۳۴۲' السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۹۲۱' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۹۰' الزہد لابن المبارک: ۱۳۴۲' صحیح ابن حبان

۸۹۴۴ سنن ابوداؤد الطیالسی: ۲۶۴۲، شعب الایمان: ۵۴۹، مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۹ طبع قدیم، مسند احمد: ۹۶۶۵۔ ج ۱۵ ص ۴۱۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۴۰۱، مکتبۃ الرشد، ریاض ۱۴۲۶ھ، مسند الطحاوی: ۸۸۰۶)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن بشار (۲) یحییٰ بن سعید القطان (۳) عبید اللہ بن عمر العمری (۴) خبیب بن عبد الرحمان بن خبیب بن یساف ابو الحارث الانصاری المدنی، یہ عبید اللہ بن عمر کے ماموں ہیں (۵) حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب، یہ عبید اللہ کے دادا ہیں (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۵۹)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کا عنوان ہے: مساجد کی فضیلت اور اس حدیث میں مسجد کی فضیلت اس طرح بیان کی گئی ہے کہ جس شخص کا دل مسجد میں معلق رہے گا، وہ قیامت کے دن اللہ کے سائے میں ہوگا، جب اللہ کے سائے کے سوا اور کسی کا سایا نہیں ہوگا اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ وہ شخص بھی اللہ کے سائے میں ہوگا، جو اللہ کی عبادت میں جوان ہوا یعنی وہ مسجد میں جا کر با جماعت نماز پڑھتا رہا، مسجد میں اعتکاف کرتا رہا اور دیگر ذکر اذکار کرتا رہا، اور ان سب اُمور میں مسجد کی فضیلت ہے۔

اس حدیث میں جن سات آدمیوں کا ذکر فرمایا ہے کہ وہ قیامت کے دن اللہ کے سائے میں ہوں گے، ان میں حصر نہیں ہے، ان کے علاوہ اور نیک مسلمان بھی اللہ کے سائے میں ہوں گے، حدیث میں ہے:

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میرے ان دو کانوں نے سنا اور میرے دل نے اس کو یاد رکھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی یا اس سے قرض معاف کر دیا، اس کو اللہ اپنے سائے میں رکھے گا۔

(صحیح مسلم: ۳۰۰۶، الرقم المسلسل: ۷۳۷۷، سنن ترمذی: ۱۳۰۶، مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۹۔ ج ۳ ص ۴۲۷، سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۵۷، سنن دارمی: ۲۶۱، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۳۳، مشکوٰۃ: ۲۹۰۳، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۳۶۔ ۳۵، حلیۃ الاولیاء: ۲۰، ج ۲، کنز العمال: ۱۵۳۹۱)

اللہ کے سائے کی توجیہ

اس حدیث میں اللہ کے ''ظل'' (سائے) کا ذکر ہے، جس چیز سے سورج کی روشنی یا دن کی روشنی چھپ جائے، وہ چیز اس کا سایا ہوتی ہے۔ (قاموس ص ۱۰۲۸، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت) عرف میں سایا کسی جسم کا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے، اس لیے اس کا سایا ہونا محال ہے، اس لیے اس کی تاویل میں کہا جاتا ہے: اس سے مراد اس کے عرش کا سایا ہے، اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام سعید بن منصور نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے کہ سات آدمیوں کو اللہ اپنے عرش کے سائے میں رکھے گا۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۵۴، دار المعرفۃ، بیروت) اور سائے کی اضافت جو عرش کی طرف ہے یہ تعظیم اور تشریف کے لیے ہے، جیسے بیت اللہ اور ناقۃ اللہ میں ہے۔

''عدل'' کا معنی، امام عادل کی تعریف، امام عادل کی فضیلت اور امام غیر عادل کی مذمت میں احادیث

اس حدیث میں ''عدل'' کا ذکر ہے، ''عدل'' کا معنی ہے: کسی چیز کو اس کے صحیح مقام پر رکھنا، اور ''عدل'' کا معنی ہے: افراط اور تفریط کے درمیان کیفیت متوسط، یعنی عقائد اور اعمال اور اخلاق میں کیفیت متوسطہ کا حامل ہونا یا حکمت، اور اس سے مراد ہے: قوت عقلیہ، قوت غضبیہ اور قوت شہوانیہ میں متوازن ہونا اور عادل کا معنی ہے: جو اللہ کی اطاعت کرنے والا ہو، اور امام عادل سے مراد ہے: صاحب ولایت عظمیٰ یعنی مقتدر اعلیٰ، اس کے ساتھ ہر وہ شخص لاحق ہے جو کسی منصب پر فائز ہو اور وہ اس منصب کے تقاضوں کو پورا

کرے اور ان میں عدل کرے۔

امام عادل اور امام جائر کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت زہیر بن حرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عدل کرنے والے حکام اللہ کے نزدیک نور کے منبروں پر ہوں گے اور رحمٰن عزوجل کی دائیں جانب ہوں گے اور اس کی دونوں جانبیں دائیں ہیں' یہ وہ لوگ ہیں جو ان میں عدل کرتے ہیں' جن پر ان کو مقرر کیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم: ١٨٢٧ ' الرقم المسلسل: ٤٦٤٠ ' سنن نسائی: ٥٣٧٩)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو اللہ نے لوگوں پر حاکم بنایا ہو اور وہ اپنی رعایا کے ساتھ خیانت کرے تو اللہ اس پر جنت کو حرام کردے گا۔ (صحیح البخاری: ٧١٥٠ ' صحیح مسلم: ١٨٢٩ ' الرقم المسلسل: ٤٦٤٧)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مسلمانوں کا والی ہو' پھر وہ ان کے حق میں کوشش اور خیر خواہی نہ کرے تو وہ ان کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (صحیح مسلم الرقم المسلسل: ٤٦٤٩)

ابومریم ازدی بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا کوئی منصب سونپ دیا' پھر وہ مسلمانوں کی ضروریات اور ان کے مسائل سے حجاب میں رہا تو اللہ بھی اس کی ضرورت' حاجت اور فقر سے حجاب میں رہے گا۔ (سنن ابوداؤد: ٢٩٤٨)

حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو امام (مقتدر حاکم) حاجت مندوں' ضرورت مندوں اور مسکینوں کے لیے اپنے دروازہ کو بند کر دیتا ہے' اللہ اس کی ضرورت' حاجت اور مسکینی کے وقت اس کے اوپر اپنا دروازہ بند کر دیتا ہے۔ (سنن ترمذی: ١٣٣٢ ' مسند احمد ج ٤ ص ٢٣١)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے جماعت مہاجرین! پانچ چیزیں ایسی ہیں' جب تم ان میں مبتلا ہو جاؤ گے (تو اللہ تم پر ایک دوسرے کا خوف طاری کردے گا) اور میں اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں کہ تم ان میں مبتلا رہو! جس قوم میں بے حیائی کے کاموں کا ظہور ہوگا حتیٰ کہ وہ کھلے عام بے حیائی کریں گے تو ان میں طاعون کا ظہور ہوگا اور ان میں ایسی بیماریوں کا ظہور ہوگا' جو ان سے پہلے لوگوں میں نہیں آئی ہوں گی (جیسے فی زمانہ ایسے لوگوں میں ایڈز کی بیماری آ گئی ہے۔ سعیدی غفرلہ) اور جو لوگ ناپ اور تول میں کمی کریں گے' ان پر قحط سالی' شدید مشقت اور حکام کا ظلم مسلط کر دیا جائے گا' اور جو لوگ اپنے اموال کی زکوٰۃ نہیں دیں گے' ان پر آسمان سے بارشوں کو روک دیا جائے گا اور اگر جانور نہ ہوتے تو ان پر بارش نہ ہوتی اور جو لوگ اللہ کے عہد کو اور اس کے رسول کے عہد کو توڑیں گے تو اللہ ان پر دوسری قوموں سے ان کے دشمن کو مسلط کر دے گا اور وہ ان کے ہاتھوں سے ان کے اموال کو لے لیں گے' اور جب مسلمانوں کے امام (ارباب اقتدار) کتاب اللہ کے مطابق حکم جاری نہیں کریں گے تو اللہ ان کے اوپر ایک دوسرے کا خوف طاری کر دے گا۔ (سنن ابن ماجہ: ٤٠١٩)

جوانی میں عبادت کرنے کی فضیلت

اس حدیث میں اس شخص کا ذکر ہے' جو اپنے رب کی عبادت میں جوان ہوا۔

اس حدیث میں جوان کا ذکر ہے کیونکہ جوانی میں عبادت کرنا زیادہ سخت اور زیادہ دشوار ہے' اس زمانہ میں انسان کی قوتیں خواہش کی پیروی زیادہ اچھی طرح کر سکتی ہیں اور اس پر شہوت کا غلبہ ہوتا ہے اور معصیت کے محرکات بہت ہوتے ہیں' حضرت سلمان کی حدیث میں ہے کہ (وہ نوجوان سایۂ رحمت میں ہوگا) جس نے اپنے شباب کو اور اپنی نشاط کو اللہ کی عبادت میں فنا کر دیا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۲۵۴)

مسجد کے ساتھ دل معلق ہونے کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: وہ شخص جس کا دل مسجد میں معلق رہے۔
اس سے مراد یہ ہے کہ وہ شخص نماز پڑھ کر مسجد سے باہر نکل آیا لیکن وہ اس کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں رہا اور وہ شخص نماز پڑھنے اور مسجد میں ذکر اذکار کرنے اور اعتکاف کرنے سے شدید محبت کرنے والا ہے' اور مسجد اللہ کا گھر ہے' جو کسی کے گھر جائے' وہ اس کی تکریم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ مسجد میں آنے والوں کی مہمانی فرماتا ہے۔

اللہ کی وجہ سے دو محبت کرنے والوں کی فضیلت میں احادیث

اور اس حدیث میں ہے: وہ دو آدمی جو اللہ سے محبت رکھیں اور اس کی محبت میں جمع ہوں اور اسی میں جدا ہوں۔
یعنی ان دو آدمیوں کا ایک دوسرے کے ساتھ ملنا اور جدا ہونا' اللہ تعالیٰ سے محبت کی وجہ سے ہو' کسی غرض دنیاوی کی وجہ سے نہ ہو' جو لوگ کسی سے اللہ تعالیٰ کی وجہ سے محبت کرتے ہیں' ان کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ارشاد فرمائے گا: میرے جلال (میری ذات) کی وجہ سے محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ آج کے دن میں ان کو اپنے سائے میں رکھوں گا' جس دن میرے سائے کے سوا اور کسی کا سایا نہیں ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۵۶۶' الرقم المسلسل: ۶۴۲۷)
حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جو لوگ میری ذات کی وجہ سے محبت کرتے ہیں' ان کے لیے نور کے منبر ہوں گے' جن کی انبیاء اور شہداء تحسین کریں گے۔

(سنن ترمذی: ۲۳۹۰' مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے ایسے بندے ہیں جو نبی اور شہید نہیں ہیں' قیامت کے دن ان کا اللہ کے نزدیک اور اس کی مجلس میں اللہ کے ساتھ قرب دیکھ کر انبیاء' اور شہداء ان کی تحسین کریں گے' پھر ایک اعرابی گھٹنوں کے بل گھستا ہوا آیا اور کہنے لگا: یارسول اللہ! ہمیں ان کی صفات بیان کیجئے' آپ نے فرمایا: وہ لوگوں کے ان قبائل سے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات میں ایک دوسرے کی تصدیق کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کریں گے' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کے لیے نور کے منبر رکھ دے گا' اس دن لوگ خوف زدہ ہوں گے اور وہ خوف زدہ نہیں ہوں گے' وہ اللہ عزوجل کے ایسے اولیاء ہیں جن پر کوئی خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے۔
امام حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے' امام بخاری اور مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا' امام ذہبی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (المستدرک ج ۴ ص ۱۷۱۔ ۱۷۰ طبع قدیم المستدرک: ۷۳۱۸ جدید' الترغیب والترہیب ج ۴ ص ۴۸' الاحسان: ج ۲ ص ۳۳۳' کنز العمال ج ۹ ص ۱۴)
حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو دو آدمی اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہوں' ان دونوں میں افضل وہ شخص ہے' جو دوسرے سے زیادہ اس سے محبت رکھتا ہو۔
امام حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے' امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا' ذہبی نے کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔
(المستدرک ج ۴ ص ۱۷۱ طبع قدیم المستدرک: ۷۳۲۳ جدید' الترغیب والترغیب ج ۴ ص ۴۶' الاحسان ج ۲ ص ۳۲۹' کنز العمال ج ۹ ص ۵)
حضرت ابورزین بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابورزین! جب تم اکیلے ہو تو اپنی زبان کو اللہ کے ذکر سے

حرکت دو اور اللہ کی خاطر محبت کرو اور اللہ کی خاطر بغض رکھو کیونکہ مسلمان جب اللہ کی خاطر کسی سے ملاقات کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کو رخصت کرتے ہیں اور یہ دعا کرتے ہیں: اے اللہ! اپنا فضل اس سے ملا کر رکھ اور اللہ کی وجہ سے محبت کرنے والوں کی فضیلت میں یہ حدیث ہے: امام مسلم اور امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کے پس پشت دعا کرتا ہے تو اس کے ساتھ جو فرشتہ مقرر ہوتا ہے وہ کہتا ہے: آمین اور تمہیں بھی اس کی مثل عطا کرے۔

(صحیح مسلم: ٢٧٣٢، الرقم المسلسل: ٦٨٠٠، سنن ابوداؤد: ١٥٣٤) (عمدۃ القاری ج ٥ ص ٢٦٣، دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

خوفِ خدا کی بناء پر گناہ سے باز رہنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور ان پر عمل کرنے کا اجر و ثواب

اس حدیث میں مذکور ہے: وہ شخص جس کو کوئی خوب صورت اور مقتدر عورت گناہ کی دعوت دے اور وہ شخص اس سے کہے: میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی فضیلت ہے اور اس کے خوف کی وجہ سے گناہوں کے ترک کرنے کا بیان ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰىO فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰىO (النازعات: ٤١۔٤٠)

اور رہا وہ شخص جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور اس نے نفس کو خواہش پوری کرنے سے روکاO تو جنت ہی اس کا ٹھکانا ہےO

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِO (الرحمٰن: ٤٦)

اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اس کے لیے دو جنتیں ہیںO

امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی ٥٧١ھ روایت کرتے ہیں:

یحییٰ بن ایوب الخزاعی بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا کہ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ میں ایک عبادت گزار نوجوان تھا' جس نے مسجد کو لازم کر لیا تھا' حضرت عمر اس سے بہت خوش تھے' اس کا ایک بوڑھا باپ تھا' وہ عشاء کی نماز پڑھ کر اپنے باپ کی طرف لوٹ آتا تھا' اس کے راستہ میں ایک عورت کا دروازہ تھا' وہ اس پر فریفتہ ہو گئی تھی' وہ اس کے راستہ میں کھڑی ہو جاتی تھی' ایک رات وہ اس کے پاس سے گزرا تو وہ اس کو مسلسل بہکاتی رہی' حتیٰ کہ وہ اس کے ساتھ چلا گیا' جب وہ اس کے گھر کے دروازہ پر پہنچا تو وہ بھی داخل ہو گئی' اس نوجوان نے اللہ کو یاد کرنا شروع کیا اور اس کی زبان پر یہ آیت جاری ہو گئی:

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَO (الاعراف: ٢٠١)

بے شک جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں انہیں اگر شیطان کی طرف سے کوئی خیال چھو بھی جاتا ہے تو وہ خبردار ہو جاتے ہیں اور اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیںO

پھر وہ نوجوان بے ہوش ہو کر گر گیا' اس عورت نے اپنی باندی کو بلایا اور دونوں نے مل کر اس نوجوان کو اٹھایا اور اسے اس کے گھر کے دروازہ پر چھوڑ آئیں' اس کے گھر والے اسے اٹھا کر گھر میں لے گئے' کافی رات گزرنے کے بعد وہ نوجوان ہوش میں آیا' اس کے باپ نے پوچھا: اے بیٹے! تمہیں کیا ہوا تھا؟ اس نے کہا: خیر ہے' باپ نے پھر پوچھا تو اس نے پورا واقعہ سنایا۔ باپ نے پوچھا: اے بیٹے! تم نے کون سی آیت پڑھی تھی؟ تو اس نے اس آیت کو دہرایا' جو اس نے پڑھی تھی اور پھر بے ہوش ہو کر گر گیا' گھر والوں نے اس کو ہلایا جلایا لیکن وہ مر چکا تھا' انہوں نے اس کو غسل دیا اور لے جا کر دفن کر دیا' صبح ہوئی تو اس بات کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچی' صبح کو حضرت عمر اس کے والد کے پاس تعزیت کے لیے آئے اور فرمایا: تم نے مجھے خبر کیوں نہیں دی؟ اس کے باپ نے کہا: رات

وقت تھا' حضرت عمر نے فرمایا: ہمیں اس کی قبر کی طرف لے چلو' پھر حضرت عمر اور ان کے اصحاب اس کی قبر پر گئے' حضرت عمر نے کہا: اے نوجوان! جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے' اس کے لیے دو جنتیں ہیں؟ تو اس نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا: اے عمر! مجھے میرے رب عزوجل نے دوبار دو جنتیں عطا فرمائی ہیں۔

(مختصر تاریخ دمشق ترجمہ عمرو بن جامع: ۱۱۴۔ ج ۱۹ ص ۱۹۱' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

حافظ ابن عساکر کے حوالہ سے اس حدیث کو حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ' حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ اور امام علی متقی ہندی متوفی ۹۷۵ھ نے بھی ذکر کیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: ۲۰۱۔ سورۃ الاعراف۔ ج ۳ ص ۲۶۹' طبع دار الاندلس' بیروت' شرح الصدور ص ۱۳' طبع دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۴ھ' کنز العمال: ۴۶۳۴)

جب کوئی خوب صورت اور مقتدر عورت کسی جوان مرد کو گناہ کی دعوت دے اور وہ شخص محض خوفِ خدا سے گناہ سے باز رہے' یہ بہت دشوار گزار گھاٹی ہے اور اس گھاٹی سے گزرنے والوں کے امام حضرت یوسف علیہ السلام ہیں' جب عزیز مصر کی بیوی نے ان سے کہا:

وَلَئِنۡ لَّمۡ يَفۡعَلۡ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَيُسۡجَنَنَّ وَلَيَكُوۡنًا مِّنَ الصّٰغِرِيۡنَ۝ (یوسف: ۳۲)

اور جس کام کا میں نے اسے حکم دیا ہے اگر اس نے وہ کام نہ کیا تو یہ ضرور قید کر دیا جائے گا اور یہ ضرور بے عزت لوگوں میں سے ہو جائے گا۝

اس کے جواب میں حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی:

قَالَ رَبِّ السِّجۡنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدۡعُوۡنَنِيۤ اِلَيۡهِ‌ۚ (یوسف: ۳۳)

یوسف نے کہا: اے میرے رب! جس (گناہ) کی طرف مجھے یہ عورتیں دعوت دے رہی ہیں اس کی بہ نسبت قید میں رہنا مجھے بہت پسند ہے۔

صدقاتِ نفلیہ کو چھپا کر دینے کی فضیلت اور صدقاتِ واجبہ کو کھلے عام دینے کا جواز

اور اس حدیث میں ذکر ہے: جو شخص چھپا کر صدقہ دے حتیٰ کہ بائیں ہاتھ کو پتا نہ چلے کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔

اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ بائیں ہاتھ میں کب شعور ہے کہ وہ یہ جان لے کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مبالغۃً فرمایا ہے یعنی اگر بالفرض بائیں ہاتھ میں شعور ہوتا تو اس کو پھر بھی پتا نہ چلتا کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے' یا اگر بائیں جانب کوئی شخص کھڑا ہوتا تو اس کو بھی پتا نہ چلتا کہ اس نے دائیں ہاتھ سے کیا خرچ کیا ہے۔

اس حدیث میں خفیہ طور سے صدقہ دینے کی فضیلت ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَاِنۡ تُخۡفُوۡهَا وَتُؤۡتُوۡهَا الۡفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيۡرٌ لَّكُمۡ‌ؕ (البقرۃ: ۲۷۱)

اور اگر تم خفیہ طور سے فقراء کو دو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔

نفلی صدقات کو خفیہ طور سے دینا ریاکاری سے دور ہے اور اخلاص کے زیادہ قریب ہے' اس لیے نفلی صدقات کو چھپا کر دینا افضل ہے' حدیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا تو وہ ہلنے لگی' پھر اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو پیدا کر کے اس پر نصب کر دیا تو زمین ٹھہر گئی' پس فرشتوں کو پہاڑوں کی تخلیق سے بہت تعجب ہوا' تب انہوں نے کہا: اے رب! کیا تیری مخلوق میں کوئی چیز پہاڑوں سے بھی زیادہ سخت ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں! لوہا ہے' فرشتوں نے کہا: اے رب! کیا

کوئی چیز لوہے سے بھی زیادہ سخت ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں! آگ ہے' فرشتوں نے کہا: اے رب! کیا کوئی چیز آگ سے بھی زیادہ سخت ہے؟ فرمایا: ہاں! پانی ہے' فرشتوں نے کہا: اے رب! کیا کوئی چیز پانی سے بھی زیادہ سخت ہے؟ فرمایا: ہاں! ہوا ہے' فرشتوں نے کہا: اے رب! کیا کوئی چیز ہوا سے بھی زیادہ سخت ہے؟ فرمایا: ہاں! وہ ابن آدم ہے' جو دائیں ہاتھ سے صدقہ کرتا ہے اور اس کو بائیں ہاتھ سے چھپاتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۳۶۹' مسند ابویعلیٰ: ۴۳۱۰' شعب الایمان: ۳۴۴۱' مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۲۵۳۔ ج ۱۹ ص ۲۷۷۔۲۷۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

جو صدقات فرض ہوں جیسے زکوٰۃ اور نذر معین' ان کو کھلے عام دینا بہتر ہے' قرآن مجید میں ہے:

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ. (البقرہ: ۲۷۱) اگر تم صدقات کو کھلے عام دو تو وہ بھی اچھا ہے۔

اللہ کی یاد میں رونے کی اقسام اور خوفِ خدا سے رونے کی فضیلت

اس حدیث میں مذکور ہے: اور جو شخص تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہیں۔

اس حدیث میں تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے رونے کا ذکر ہے کیونکہ تنہائی میں رونا اخلاص کے قریب اور ریا سے بعید ہے' پھر رونے والے کی کیفیات مختلف ہوتی ہیں' کبھی وہ اللہ تعالیٰ کے جلال اور غضب کو یاد کر کے اس کے خوف سے روتا ہے اور کبھی اپنے گناہوں کو یاد کر کے ندامت سے روتا ہے' اور کبھی اللہ تعالیٰ کی صفاتِ جمال کو یاد کر کے اس کی ملاقات کے شوق میں روتا ہے اور کبھی بندہ پر قرآن مجید سن کر رقت طاری ہوتی ہے اور وہ سوز و گداز کی کیفیت سے روتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ○ (المائدہ: ۸۳)

اور جب وہ لوگ رسول کی طرف نازل کیے ہوئے کلام کو سنتے ہیں تو آپ ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کو بہتا ہوا دیکھتے ہیں' کیونکہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے' وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے' پس تو ہم کو بھی (توحید کی) شہادت دینے والوں کے ساتھ لکھ لے○

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کے خوف سے رویا' وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا حتیٰ کہ دودھ تھن میں لوٹ جائے' اور اللہ کی راہ میں پڑنے والا غبار اور دوزخ کا دھواں جمع نہیں ہوگا۔

(سنن ترمذی: ۱۶۳۳' سنن نسائی: ۳۱۰۷' سنن ابن ماجہ: ۲۷۷۴' مسند احمد ج ۲ ص ۵۰۲' المستدرک ج ۴ ص ۲۶۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دو (قسم کی) آنکھوں کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی: (۱) وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئی ہو (۲) وہ آنکھ جس نے اللہ کی راہ کی حفاظت میں (سرحد اسلام پر) رات گزاری ہو۔ (سنن ترمذی: ۱۶۳۹)

حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کو یاد کیا' پھر اس کی آنکھوں سے اللہ کے خوف سے آنسو بہے ہوں' حتیٰ کہ اس کے آنسو زمین پر گرے ہوں' اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عذاب نہیں دے گا۔ (المستدرک ج ۴ ص ۲۶۰ طبع قدیم' المستدرک: ۷۶۶۸ جدید' الترغیب والترہیب ج ۴ ص ۱۲۴' کنز العمال ج ۱ ص ۴۲۵) ذہبی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

اس حدیث کی شرح علامہ عینی اور حافظ ابن حجر نے بھی بہت تفصیل سے کی ہے' ہم نے ان کی ذکر کردہ احادیث کی تخریج کی اور موضوع کی مناسبت سے ان سے بہت زیادہ احادیث بیان کی ہیں۔ وللہ الحمد.

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶- ۲۲۷۔ ج ۲ ص ۹۵۵ - ۹۵۴ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۶۶۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سُئِلَ اَنَسٌ هَلِ اتَّخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا؟ فَقَالَ نَعَمْ، اَخَّرَ لَيْلَةً صَلٰوةَ الْعِشَاءِ اِلٰى شَطْرِ اللَّيْلِ، ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ بَعْدَ مَا صَلّٰى، فَقَالَ صَلَّى النَّاسُ وَرَقَدُوْا، وَلَمْ تَزَالُوْا فِيْ صَلٰوةٍ مُّنْذُ انْتَظَرْتُمُوْهَا. قَالَ فَكَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى وَبِيْصِ خَاتَمِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از حمید' انہوں نے کہا: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی انگوٹھی بنائی تھی؟ حضرت انس نے کہا: ہاں! ایک رات آپ نے عشاء کی نماز آدھی رات تک مؤخر کر دی' پھر نماز پڑھنے کے بعد آپ نے ہماری طرف منہ کر کے فرمایا: لوگوں نے نماز پڑھ لی اور سو گئے اور تمہارا اس وقت تک نماز میں شمار ہوتا رہا جب تک نماز کا انتظار کرتے رہے' پس گویا کہ میں آپ کی انگوٹھی کی چمک دیکھ رہا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۷۲ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: عشاء کا وقت آدھی رات تک ہے' اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: جو مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھا اور مساجد کی فضیلت' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۳۷ - بَابُ فَضْلِ مَنْ غَدَا اِلَى الْمَسْجِدِ وَمَنْ رَاحَ

دن کی ابتداء میں اور دن ڈھلے مسجد میں جانے کی فضیلت

اس عنوان میں ''غدا'' اور ''راح'' کے الفاظ ہیں' ''غدو'' کا معنی ہے: دن کی ابتداء سے طلوع شمس تک کسی وقت جانا۔ (مختار الصحاح ص ۲۷۹) اور ''رواح'' کا معنی ہے: زوال شمس سے لے کر رات تک کسی وقت جانا۔ (مختار الصحاح ص ۱۶۳)

۶۶۲ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ قَالَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ غَدَا اِلَى الْمَسْجِدِ وَرَاحَ، اَعَدَّ اللّٰهُ لَهٗ نُزُلَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ، كُلَّمَا غَدَا اَوْ رَاحَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ہارون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن مطرف نے خبر دی از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: جو شخص صبح مسجد میں گیا یا شام کو مسجد میں گیا' اللہ تعالیٰ جنت میں اس کی مہمانی تیار رکھے گا' جب بھی وہ صبح یا شام کو گیا۔

(صحیح مسلم: ۶۶۹' الرقم المسلسل: ۱۴۹۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۳۱۷' صحیح ابن خزیمہ: ۱۴۹۶' صحیح ابن حبان: ۲۰۳۷' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۲۲۹' سنن بیہقی ج ۳ ص ۶۲' شرح السنۃ: ۴۶۷' مسند احمد ج ۲ ص ۵۰۹' مسند احمد: ۱۰۶۰۸۔ ج ۱۶ ص ۳۵۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۱۸۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ بن جعفر ابو الحسن' ان کو ابن المدینی البصری کہا جاتا تھا (۲) یزید بن ھارون بن زازان الواسطی (۳) محمد بن المطرف ابو غسان اللیثی المدنی (۴) زید بن اسلم مولیٰ عمر بن الخطاب المدنی (۵) عطاء بن یسار ابو محمد الھلالی' مولیٰ حضرت میمونہ بنت

الحارث رضی اللہ عنہا' زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' یہ ١٠٣ ھ میں فوت ہو گئے تھے (٦) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٢٦٦۔٢٦٥)

مسجد میں جانے کی ترغیب

اس حدیث میں جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں جانے کی ترغیب دی گئی ہے اور دوام کے ساتھ نماز پڑھنے پر برانگیختہ کیا گیا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسجد میں آنے والوں کے لیے جنت میں مہمانی تیار کی ہے تو جو جماعت سے اخلاص کے ساتھ نماز پڑھے گا اور مسجد میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے گا اور توبہ اور استغفار کرے گا' اس کو اللہ تعالیٰ کتنا عظیم اجر عطا فرمائے گا۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ١٤٢٣۔ ج ٢ ص ٤٠١ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٣٨ - بَابٌ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ

جب نماز کی اقامت پڑھی جائے تو صرف فرض نماز پڑھی جائے

٦٦٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكِ بْنِ بُحَيْنَةَ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از حفص بن عاصم از عبداللہ بن مالک ابن بحینہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گزرے۔

قَالَ وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ اَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعْدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ سَمِعْتُ حَفْصَ بْنَ عَاصِمٍ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا مِنَ الْاَزْدِ' يُقَالُ لَهٗ مَالِكُ بْنُ بُحَيْنَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَجُلًا وَقَدْ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ' يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ' فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاثَ بِهِ النَّاسُ' فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلصُّبْحَ اَرْبَعًا؟ اَلصُّبْحَ اَرْبَعًا؟ تَابَعَهٗ غُنْدَرٌ وَمُعَاذٌ' عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مَالِكٍ. وَقَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ' عَنْ سَعْدٍ' عَنْ حَفْصٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُحَيْنَةَ . وَقَالَ حَمَّادٌ اَخْبَرَنَا سَعْدٌ' عَنْ حَفْصٍ' عَنْ مَالِكٍ.

امام بخاری نے کہا: اور مجھے عبدالرحمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے بہز بن اسد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سعد بن ابراہیم نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حفص بن عاصم سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے ازد کے ایک شخص سے سنا' جن کو مالک بن بحینہ کہا جاتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا' وہ دو رکعت نماز پڑھ رہا تھا اور اس وقت نماز کی اقامت ہو چکی تھی' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے اس کو گھیر لیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: کیا صبح کی نماز چار رکعت ہے؟ کیا صبح کی نماز چار رکعت ہے؟ غندر اور معاذ نے اس حدیث میں بہز بن اسد کی متابعت کی از شعبہ از مالک اور ابن اسحاق نے کہا: از سعد از حفص از عبداللہ بن بحینہ اور حماد نے کہا: ہمیں سعد نے خبر دی از حفص از مالک۔

(صحیح مسلم: ٧١١' الرقم المسلسل: ١٦١٩' سنن نسائی: ٨٦٧' سنن ابن ماجہ: ١١٥٣' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٢ ص ٢٥٣' مسند ابوداؤد الطیالسی: ١٣٦٩٬٢٧٣٦' صحیح ابن حبان: ٢٤٦٩' المعجم الکبیر: ١١٢٢٧' المستدرک ج ١ ص ٣٠٧' سنن بیہقی ج ٢ ص ٤٨٢' مسند البزار: ٥١٨' مسند احمد ج ١ ص ٢٣٨ طبع قدیم' مسند احمد: ٢١٣٠۔ ج ٤ ص ٣٣' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدالعزیز بن عبد اللہ بن یحییٰ ابو القاسم القرشی العامری الاوسی المدنی (۲) ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن عوف ابو اسحاق الزہری المدنی (۳) ان کے والد سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن عوف (۴) حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب (۵) عبد اللہ بن مالک ابن بحینہ 'بحینہ ان کی ماں کا نام ہے' یہ حارث بن المطلب بن عبد مناف کی بیٹی ہیں (۶) عبد الرحمان بن بشر بن الحکم بن محمد نیشاپوری' یہ ۲۶۰ھ میں فوت ہوئے تھے (۷) بہز بن سعد ابو الاسود البصری (۸) شعبہ بن الحجاج (۹) مالک بن بحینہ' یہ عبد اللہ کے والد ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۶۷)

اس حدیث میں آپ کا ارشاد ہے: کیا صبح کی نماز چار رکعت ہے؟ یعنی آپ نے اس شخص پر انکار کیا' جس نے اقامت کے وقت صبح کی دو سنتیں پڑھی تھیں۔ سو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کی اقامت کے وقت فرض نماز کے علاوہ اور کوئی نماز نہیں پڑھنی چاہیے' اور یہی اس حدیث کا عنوان ہے۔

نمازِ فجر کی جماعت کے وقت سنت فجر پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص فجر کی نماز پڑھنے کے لیے اس وقت مسجد میں داخل ہو' جب فجر کی نماز کے لیے اقامت ہو رہی ہو تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ وہ فجر کی دو سنتیں پڑھے یا نہیں' ایک جماعت نے کہا ہے کہ جب امام نمازِ فجر پڑھا رہا ہو تو وہ مسجد میں صبح کی دو سنتیں نہ پڑھے' ان کا استدلال اس باب کی حدیث سے ہے' حضرت ابن عمر' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم' سعید بن جبیر' عروہ' ابن سیرین' ابراہیم نخعی اور عطاء سے اسی طرح منقول ہے' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابو ثور کا بھی یہی مذہب ہے۔

دوسری جماعت نے یہ کہا ہے کہ جب اس کو یہ یقین ہو کہ وہ امام کے ساتھ دوسری رکعت کو پالے گا تو پھر مسجد کے باہر سنت فجر پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے' امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا یہی مذہب ہے اور صاحب ھدایہ نے کہا ہے کہ جس شخص نے سنت فجر نہیں پڑھی اور وہ نماز فجر میں امام تک پہنچا' اگر اس کو یہ خدشہ ہو کہ اگر وہ سنت فجر پڑھنے میں مشغول ہوا تو ایک رکعت فوت ہو جائے گی لیکن اس کو دوسری رکعت مل جائے گی تو وہ دو رکعت سنت مسجد کے دروازہ پر پڑھ لے' کیونکہ اگر اس نے دو رکعت سنت مسجد میں پڑھیں تو امام فرض پڑھانے میں مشغول ہوگا اور یہ اس وقت نفل پڑھنے میں مشغول ہوگا اور یہ مکروہ ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب نماز کی اقامت کہی جائے تو فرض نماز کے علاوہ اور کوئی نماز جائز نہیں ہے۔ (صحیح مسلم: ۷۱۰' سنن ابوداؤد: ۱۲۶۶' سنن ترمذی: ۴۲۱' سنن نسائی: ۸۶۴' سنن ابن ماجہ: ۱۱۵۱' مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۵' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۸۲' صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۲۳' شرح السنۃ ج ۷ ص ۸۹' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۵' کامل ابن عدی ج ۱ ص ۴۶' مشکوۃ: ۱۰۵۸' کنز العمال: ۲۰۲۲۶' تاریخ بغداد ج ۱ ص ۳۱۵' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۱۳۸)

اس وقت سنت فجر پڑھنے کی خصوصیت ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صبح کی دو رکعت کو نہ چھوڑو' خواہ تمہیں گھوڑے روند رہے ہوں۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۵۸) یہ اس صورت میں ہے جب وہ مسجد کے دروازہ پر دو رکعت سنت پڑھ لے' اور فخر الاسلام نے ذکر کیا ہے کہ سب سے زیادہ مکروہ یہ ہے کہ کوئی شخص دو رکعت سنت صف میں کھڑے ہو کر پڑھے اور جماعت کی مخالفت کرے اور جو شخص جماعت کی صف کے پیچھے کھڑے ہو کر دو رکعت سنت پڑھے اور اس کے اور صف کے درمیان کوئی حائل نہ ہو' الذخیرہ میں مذکور ہے کہ سنت فجر میں سنت یہ ہے کہ ان کو اپنے گھر میں پڑھے' اگر گھر میں نہ پڑھ سکے تو مسجد کے دروازہ پر پڑھے اور اگر امام مسجد میں نماز پڑھا رہا ہو تو اگر امام مسجد کے صحن میں نماز پڑھا رہا ہو تو وہ مسجد کے ہال میں سنت پڑھ لے اور اگر امام مسجد کے ہال میں نماز پڑھا رہا ہو تو وہ مسجد کے صحن میں

سنت پڑھ لے اور المحیط میں مذکور ہے کہ یہ تمام صورتیں مکروہ ہیں کیونکہ مسجد کا داخل ہو یا خارج' ہال ہو یا صحن' وہ سب مسجد واحد کے حکم میں ہے اور ظاہریہ کے نزدیک اگر وہ سنت پڑھ رہا ہو اور اقامت شروع ہو جائے تو وہ سنت کو منقطع کر دے۔

نماز فجر کی جماعت کے وقت سنت فجر پڑھنے کی ممانعت میں احادیث اور آثار

جو فقہاء اقامت کے وقت سنت فجر کو مکروہ قرار دیتے ہیں' ان کا استدلال ان احادیث سے ہے:

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کی نماز پڑھا رہے تھے' اس شخص نے مسجد کی جانب میں دو رکعت نماز پڑھیں' پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جماعت میں داخل ہوا' جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا: اے فلاں شخص! تم نے ان دو نمازوں میں سے کون سی نماز کو شمار کیا ہے؟ آیا وہ نماز جو تم نے تنہا پڑھی ہے یا وہ نماز جو تم نے ہمارے ساتھ پڑھی ہے۔

(صحیح مسلم: ۷۱۲' الرقم المسلسل: ۱۶۲۱' سنن ابوداؤد: ۱۲۶۵' سنن نسائی: ۸۶۸' سنن ابن ماجہ: ۱۱۵۲' مصنف عبدالرزاق: ۴۰۲۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت گھر سے نکلے' جب نماز کی اقامت کہی گئی' آپ نے دیکھا لوگ جلدی جلدی دو رکعت سنت پڑھ رہے تھے' آپ نے فرمایا: کیا دو نمازیں ایک ساتھ پڑھی جا رہی ہیں؟ آپ نے اس سے منع کیا کہ جب نماز کی اقامت کہی جائے تو مسجد میں نماز پڑھی جائے۔ (صحیح ابن خزیمہ)

سوید بن غفلہ بیان کرتے ہیں: جو لوگ اقامت کے وقت نماز پڑھتے تھے' ان کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مارا کرتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۴۰۰۱)

حضرت ابن عمر اور ابن جبیر نے ایک شخص کو اقامت کے وقت نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو کہا: کیا تم صبح کی چار رکعت پڑھ رہے ہو! (مصنف عبدالرزاق: ۴۰۶۱)

مسلم بن عقیل نے کچھ لوگوں کو اقامت کے وقت نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو کہا: تم پر افسوس ہے کہ جب نماز کی اقامت کہی جائے تو فرض نماز کے سوا اور کوئی نماز جائز نہیں ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۴۰۰۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابن عمر نے ایک شخص کو دو رکعت نماز پڑھتے ہوئے دیکھا' اس وقت مؤذن اقامت کہہ رہا تھا' انہوں نے اس پر کنکر مارا اور کہا: تم صبح کی چار رکعت پڑھ رہے ہو۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۰۶۱)

سعید بن جبیر نے کہا: اقامت کے وقت نماز مکروہ ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۴۰۰۶)

عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جب نماز کی اقامت کہی جائے تو فرض نماز کے سوا اور کوئی نماز جائز نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۸۴۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ' مصنف عبدالرزاق: ۴۰۰۰)

فضیل بیان کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر نے دیکھا' ایک شخص عصر کی اقامت کے وقت نماز پڑھ رہا ہے تو انہوں نے کہا: کیا تمہیں یہ اچھا لگتا ہے کہ کوئی یہ کہے کہ فلاں کے بیٹے نے چھ رکعت نماز پڑھی' پس میں نے ابراہیم سے اس کا ذکر کیا' انہوں نے کہا: اقامت کے وقت نماز مکروہ ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۸۴۲)

فضیل بن عمرو نے کہا: ابراہیم نخعی یہ کہتے تھے کہ اقامت کے وقت نماز مکروہ ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۸۴۳)

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے دیکھا کہ مؤذن اقامت پڑھ رہا ہے اور ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو ڈانٹا اور فرمایا: جب مؤذن اقامت پڑھ رہا ہو تو اس نماز کے سوا اور کوئی نماز جائز نہیں ہے' جس کی اقامت پڑھی جا

رہی ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ:۶۴۸۵)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مسجد میں داخل ہوئے' اس وقت لوگ نماز پڑھ رہے تھے اور انہوں نے فجر کی دو رکعت سنت نہیں پڑھی تھیں' وہ لوگوں کے ساتھ جماعت میں شامل ہو گئے' پھر بیٹھ گئے اور جب سورج طلوع ہو کر چمکنے لگا تو انہوں نے دو رکعت سنت کی قضاء کی۔(مصنف عبدالرزاق:۴۰۳۰)

صبح کی دو رکعت سنت کی احادیث میں بہت تاکید کی گئی ہے' حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نوافل میں سے کسی کی اتنی حفاظت نہیں کرتے تھے جتنی دو رکعت (سنت) فجر کی حفاظت کرتے تھے۔(سنن ابوداؤد:۱۲۵۴)

امام طحاوی نے کہا ہے کہ کوئی شخص مسجد میں داخل ہو اور اس وقت جماعت کھڑی ہو تو وہ مسجد سے باہر دو رکعت سنت فجر پڑھ لے یا مسجد کے کسی کونے میں پڑھ لے۔(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۷۱۔۲۶۹' مرتبا و مخرجا و مزیدا و موضحا' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نماز فجر کی جماعت کے وقت سنت فجر پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کا موقف

علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

جس وقت امام مسجد میں فرض پڑھانے میں مشغول ہو' اس وقت سنت فجر پڑھنا مکروہ ہے' اگر مسجد کے دروازہ پر نماز پڑھنے کی جگہ نہ ہو تو مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے پیچھے دو رکعت سنت پڑھ لے اور سب سے زیادہ مکروہ یہ ہے کہ جس صف میں جماعت کھڑی ہو' اسی صف میں دو رکعت سنت پڑھے یا صف کے پیچھے کھڑا ہو کر متصل سنت فجر پڑھے' اسی طرح نہایہ اور معراج میں مذکور ہے: اگر مسجد کے دروازہ پر نماز پڑھنے کی جگہ نہ ہو تو سنت کو ترک کر دے کیونکہ مکروہ کو ترک کرنا سنت کے حصول پر مقدم ہے' اگر مسجد کے ہال میں امام نماز پڑھا رہا ہو تو مسجد کے صحن میں سنت فجر پڑھنا کم مکروہ ہے' اسی طرح اگر امام صحن میں نماز پڑھا رہا ہو تو مسجد کے ہال میں سنت فجر پڑھنا کم مکروہ ہے اور سب سے زیادہ مکروہ یہ ہے کہ جس صف میں جماعت کھڑی ہوئی ہے' اسی صف میں سنت فجر پڑھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ سنت فجر کو گھر میں پڑھے ورنہ مسجد کے دروازہ پر پڑھے یا اگر جماعت ہال میں ہو تو صحن میں پڑھے اور بالعکس یا صفوں کے پیچھے کسی ستون کے پاس پڑھے' لیکن جب مسجد میں دو جگہیں ہوں اور امام ایک جگہ ہو تو وہ دوسری جگہ پڑھ لے' المحیط میں مذکور ہے کہ اس صورت میں اس لیے مکروہ نہیں ہے کہ وہ قوم کی مخالفت نہیں کر رہا اور دوسرا قول یہ ہے کہ اب بھی مکروہ ہے کیونکہ پوری مسجد ایک مکان (جگہ) ہے اور جب مشائخ کا کسی کام میں اختلاف ہو تو افضل یہ ہے کہ وہ کام نہ کیا جائے۔

(ردالمحتار ج ۲ ص ۴۴۷۔۴۴۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

فقہاء نے جماعت فجر کے وقت مسجد کے دروازہ پر یا مسجد کے ستون کے پیچھے یا اگر ہال میں جماعت ہو رہی ہو تو صحن میں سنت فجر پڑھنے کو اس لیے جائز کہا ہے کہ ان صورتوں میں سنت پڑھنے والے تک امام کی آواز نہیں پہنچے گی' لیکن ہمارے زمانہ میں مساجد میں لاؤڈ اسپیکر لگے ہوئے ہوتے ہیں' اس لیے کوئی شخص مسجد میں جس جگہ بھی سنت فجر پڑھے گا' اس تک امام کی آواز پہنچے گی اور قرآن مجید کا سننا فرض ہے اور وہ شخص اس فرض کا تارک ہو گا' اس لیے لازم ہے کہ نمازی اپنے گھروں میں سنت فجر پڑھ کر مسجد میں آئیں تاکہ جماعت کے دوران سنت فجر کا پڑھنا لازم نہ آئے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:۱۵۴۶۔ج ۲ ص ۴۱۹ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(١) اقامت کے وقت سنت فجر پڑھنے کا حکم (٢) احناف کا نظریہ (٣) لفظ "ابن" کے ساتھ صفت کا قاعدہ۔

٣٩ - بَابُ حَدِّ الْمَرِيْضِ اَنْ يَّشْهَدَ الْجَمَاعَةَ

جماعت میں حاضر ہونے کے لیے مریض کی حد

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جماعت میں حاضر ہونے کے لیے مرض کی کتنی حد ہے کہ اس حد کے بعد مریض کے لیے جماعت میں حاضر ہونا مستحب نہیں ہے۔

٦٦٤ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ الْاَسْوَدُ كُنَّا عِنْدَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، فَذَكَرْنَا الْمُوَاظَبَةَ عَلَى الصَّلٰوةِ وَالتَّعْظِيْمَ لَهَا، قَالَتْ لَمَّا مَرِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَضَهُ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ، فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ، فَاُذِّنَ، فَقَالَ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ. فَقِيْلَ لَهُ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ اَسِيْفٌ، اِذَا قَامَ فِيْ مَقَامِكَ لَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ، وَاَعَادَ، فَاَعَادُوْا لَهُ، فَاَعَادَ الثَّالِثَةَ فَقَالَ اِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ، مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ. فَخَرَجَ اَبُوْ بَكْرٍ فَصَلّٰى، فَوَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَّفْسِهٖ خِفَّةً، فَخَرَجَ يُهَادٰى بَيْنَ رَجُلَيْنِ، كَاَنِّيْ اَنْظُرُ رِجْلَيْهِ تَخُطَّانِ مِنَ الْوَجَعِ، فَاَرَادَ اَبُوْ بَكْرٍ اَنْ يَّتَاَخَّرَ، فَاَوْمَاَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ مَكَانَكَ، ثُمَّ اُتِيَ بِهٖ حَتّٰى جَلَسَ اِلٰى جَنْبِهٖ. قِيْلَ لِلْاَعْمَشِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ، وَاَبُوْ بَكْرٍ يُصَلِّيْ بِصَلٰوتِهٖ، وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوةِ اَبِيْ بَكْرٍ؟ فَقَالَ بِرَاْسِهٖ نَعَمْ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الْاَعْمَشِ بَعْضَهٗ وَزَادَ اَبُوْ مُعَاوِيَةَ جَلَسَ عَنْ يَّسَارِ اَبِيْ بَكْرٍ، فَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ يُصَلِّيْ قَائِمًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از ابراہیم اسود نے کہا: ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے' پس ہم نے نماز میں دوام اور اس کی تعظیم کا ذکر کیا' حضرت عائشہ نے بیان کیا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بیماری میں مبتلا ہوئے جس میں آپ کی وفات ہوگئی تھی تو نماز کا وقت آیا اور اس کی اذان دی گئی' پس آپ نے فرمایا: ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' آپ سے کہا گیا کہ ابوبکر بہت رقیق القلب ہیں' وہ جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے اور آپ نے پھر دوبارہ فرمایا' گھر والوں نے پھر یہی کہا' پھر آپ نے تیسری بار فرمایا: تم حضرت یوسف کے زمانے کی عورتوں (کی مثل) ہو' ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' پس ابوبکر نکلے اور نماز پڑھائی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی طبیعت میں کچھ افاقہ محسوس کیا تو آپ دو آدمیوں کے درمیان گھسٹتے ہوئے نکلے گویا کہ میں آپ کے پیروں کو دیکھ رہی تھی' درد کی وجہ سے آپ گھسٹ کر چل رہے تھے اور زمین پر نشان پڑ رہے تھے' حضرت ابوبکر نے پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ اپنی جگہ رہو' پھر آپ کو لایا گیا حتیٰ کہ آپ حضرت ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ گئے' الاعمش سے کہا گیا: اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے اور حضرت ابوبکر آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر کی نماز کے ساتھ پڑھ رہے تھے؟ انہوں نے سر کے اشارے سے کہا: ہاں! اس حدیث کے بعض حصہ کو ابوداؤد نے از شعبہ از اعمش روایت کیا ہے اور ابومعاویہ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ آپ حضرت ابوبکر کی بائیں جانب بیٹھ گئے اور حضرت ابوبکر

کھڑے ہوئے نماز پڑھا رہے تھے۔

٦٦٥ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاشْتَدَّ وَجَعُهُ، اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِي، فَأَذِنَّ لَهُ، فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ الْأَرْضَ، وَكَانَ بَيْنَ الْعَبَّاسِ وَرَجُلٍ آخَرَ. قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا قَالَتْ عَائِشَةُ، فَقَالَ لِي وَهَلْ تَدْرِي مَنِ الرَّجُلُ الَّذِي لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةُ؟ قُلْتُ لَا، قَالَ هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ.

(صحیح مسلم:۴۱۸، الرقم المسلسل:۹۱۱، سنن نسائی:۸۳۴، السنن الکبریٰ للنسائی:۷۰۸۴، سنن ابن ماجہ:۱۶۱۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۳۳-۲۳۲، صحیح ابن حبان:۶۶۰۲-۲۱۱۶، سنن بیہقی ج ۳ ص ۸۱-۸۰، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۷ ص ۱۹۱-۱۹۰، مسند احمد ج ۶ ص ۱۵۱ طبع قدیم، مسند احمد ج ۴۳ ص ۲۳۵-۲۳۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی:۷۴۱۸، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی از معمر از الزہری انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت بوجھل ہوگئی اور درد زیادہ ہوگیا تو آپ نے اپنی ازواج سے اس کی اجازت لی کہ آپ بیماری کے ایام میرے گھر میں گزاریں سو انہوں نے آپ کو اس کی اجازت دے دی، پھر آپ دو آدمیوں کے درمیان نکلے اور آپ کے دونوں پیر (گھسنے سے) زمین پر نشان بنا رہے تھے اور آپ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ایک اور شخص کے درمیان تھے۔ عبید اللہ بن عبد اللہ نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا تھا، حضرت ابن عباس نے مجھ سے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ وہ دوسرا شخص کون تھا، جس کا حضرت عائشہ نے نام نہیں لیا؟ میں نے کہا: نہیں! انہوں نے کہا: وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔

حدیث مذکور کی شرح کے سابقہ عنوانات

اس حدیث (۶۶۴-۶۶۵) کی عبارت کے بعض جملے صحیح البخاری:۱۹۸ میں گزر چکے ہیں، جن کی شرح ہم وہاں کر چکے ہیں، ہم پہلے ان جملوں کا ذکر کر رہے ہیں، جن کی شرح ہم وہاں بیان کر چکے ہیں، پھر جن جملوں کی وہاں شرح نہیں کی، ان کا ذکر کر کے یہاں ان کی شرح کریں گے۔ صحیح البخاری:۱۹۸ میں اس حدیث کی جو شرح کی ہے اس کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم شافی الامراض ہیں، پھر وفات تک آپ کے بیمار رہنے کی توجیہ

(۲) آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ازواج میں باریوں کی تقسیم واجب تھی یا نہیں؟

(۳) حضرت علی کا نام نہ لینے کی توجیہ

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سات مشکوں کے پانی سے غسل کرانے کی حکمت

(۵) حدیث الباب کے دیگر مسائل

حدیث:۶۶۴-۶۶۵ کی جن عبارات کی تشریح پہلے نہیں آئی ان کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مصر کی عورتوں کے ساتھ تشبیہ دینے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبار فرمایا: ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں لیکن ہر بار حضرت عائشہ نے

عرض کیا: ابوبکر رقیق القلب ہیں' جب وہ آپ کو نماز پڑھانے کی جگہ پر نہیں دیکھیں گے تو نماز نہیں پڑھا سکیں گے' تب تیسری بار آپ نے فرمایا: تم حضرت یوسف کے زمانے کی عورتوں (کی مثل) ہو' ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مصر کی عورتوں کے ساتھ تشبیہ دی' اس کی وجہ یہ ہے کہ ان عورتوں کے دل میں کچھ تھا اور زبان پر کچھ اور تھا' زبان سے وہ عزیز مصر کی بیوی سے یہ کہہ رہی تھیں کہ تم ایک غلام پر فریفتہ ہو گئی ہو اور دل میں حضرت یوسف کی زیارت کا شوق تھا کہ ہم بھی دیکھیں وہ کتنا حسین شخص ہے' جس پر اس جیسی عورت فریفتہ ہو گئی ہے' اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بہ ظاہر یہ فرما رہی تھیں کہ آپ کسی اور کو نماز پڑھانے کے لیے فرما دیں' لیکن دل میں یہ تھا کہ حضرت ابوبکر ہی نماز پڑھائیں اور آپ کئی بار ان کو نماز پڑھانے کا حکم دے کر ان کی امامت اور پختہ اور مؤکد فرما دیں' کیونکہ اگر آپ صرف ایک بار ہی حضرت ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیتے تو مخالفین کہتے کہ آپ نے بیماری کے کسی حال میں حضرت ابوبکر کا نام لے دیا' اگر آپ تندرست ہوتے تو شاید کسی اور کا نام لیتے' یا آپ نے نسیان سے یا بے توجہی سے حضرت ابوبکر کا نام لیا تھا' اگر آپ کی کسی اور کی طرف توجہ دلائی جاتی تو شاید آپ اس کا نام لیتے' لیکن جب آپ نے بار بار حضرت ابوبکر کا نام لیا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کئی بار کہا: آپ کسی اور کا نام لے دیں' لیکن آپ نے فرمایا: ابوبکر ہی کو نماز پڑھانے کے لیے کہو تو واضح ہو گیا کہ آپ نے اتفاقاً یا سہواً یا بیماری کے کسی حال میں ابوبکر کا نام نہیں لیا تھا' بلکہ پوری بصیرت' فکر صائب اور صحیح تدبر سے حضرت ابوبکر کا نام لیا تھا اور حضرت عائشہ بھی دل سے یہی چاہتی تھیں' اس لیے آپ نے فرمایا کہ تم مصر کی عورتوں کی مثل ہو' بہ ظاہر حضرت ابوبکر کی امامت سے منع کر رہی ہو اور دل سے یہ چاہتی ہو کہ ان کی امامت اور مؤکد ہو جائے۔

ایام مرض میں آپ نے مسجد میں جا کر جو نماز پڑھی تھی اس میں آپ امام تھے یا حضرت ابوبکر؟

اس میں روایات مختلف ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس نماز میں امام تھے یا مقتدی تھے' ایک جماعت نے کہا ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام تھے کیونکہ آپ حضرت ابوبکر کی بائیں جانب بیٹھے تھے اور روایت میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھا رہے تھے اور حضرت ابوبکر کھڑے ہو کر آپ کی اقتداء کر رہے تھے اور حضرت ابوبکر مکبر تھے' آپ کی تکبیرات پہنچا رہے تھے اور ایک نماز میں بہ یک وقت دو اماموں کا ہونا جائز نہیں ہے۔

ایک جماعت نے کہا ہے کہ اس نماز میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امام تھے کیونکہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے علاوہ بہ کثرت احادیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امام تھے۔

امام بیہقی نے کہا ہے کہ ان احادیث میں تعارض نہیں ہے کیونکہ جس نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام تھے' وہ ہفتہ یا اتوار کے دن ظہر کی نماز تھی' اور جس نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقتدی تھے' وہ پیر کے دن صبح کی نماز تھی اور یہ آخری نماز تھی جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھی' اس کے بعد آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔ (سنن بیہقی ج ۳ ص ۸۳)

نعیم بن ابی ہند نے کہا ہے کہ اس قصہ میں جو احادیث روایت کی گئی ہیں' وہ سب صحیح ہیں' ان میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ جس مرض میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہو گئی' اس مرض میں آپ نے مسجد میں دو نمازیں پڑھی تھیں' ایک نماز میں آپ امام تھے اور دوسری نماز میں آپ مقتدی تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۸۰-۲۷۹)

ایام مرض میں حضرت ابوبکر کی اقتداء میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نماز پڑھنے کے متعلق احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس مرض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہو گئی' اس مرض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔ (سنن ترمذی: ۳۶۲' سنن نسائی: ۷۸۱' مسند احمد ج ۶ ص ۱۵۹' سنن بیہقی ج ۳ ص ۸۲)

حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض میں حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی' آپ نے ایک کپڑا اپنے گرد لپیٹا ہوا تھا۔ (سنن ترمذی: ۳۶۳' مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۹)

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ علامہ الدمیاطی نے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شدتِ مرض کے دوران حضرت ابوبکر رضی اللہ نے سترہ نمازیں پڑھائیں۔ (مرقات ج ۳ ص ۲۱۸' مکتبہ حقانیہ پشاور)

آپ کے قول' فعل اور تقریر سے حضرت ابوبکر کی امامت کا ثبوت

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کی تین قسمیں ہیں: آپ کا قول' آپ کا فعل اور آپ کی تقریر' یعنی آپ کے سامنے کوئی کام کیا جائے اور آپ اس کو منع نہ فرمائیں' اور حضرت ابوبکر رضی اللہ کی امامت ان تینوں طریقوں سے ثابت ہے' آپ کا قول ہے: ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ (صحیح البخاری: ۶۶۴' صحیح مسلم: ۳۱۸) آپ کا فعل یہ ہے کہ آپ نے مرضِ وفات میں حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی۔ (سنن ترمذی ۳۶۲' سنن نسائی: ۷۸۱) اور آپ کی تقریر ہے کہ ایامِ مرض میں حضرت ابوبکر نے سترہ نمازیں پڑھائیں اور آپ نے ان کو مقرر رکھا۔ (مرقات ج ۳ ص ۲۱۸)

رخصت کے ہوتے ہوئے شدت پر عمل کرنے کا جواز اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر صالحین کا شدتِ مرض میں بھی جماعت سے نماز پڑھنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جس شخص کے لیے رخصت ہو' اس کے لیے شدت پر عمل کرنا بھی جائز ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے یہ جائز تھا کہ آپ مرض کے عذر کی وجہ سے جماعت سے نماز نہ پڑھیں' لیکن آپ نے اپنے نفس پر حالت شدتِ مرض میں مشقت برداشت کی جب کہ آپ تکلیف کی شدت کی وجہ سے پیر اٹھا کر چل بھی نہیں سکتے تھے اور آپ دو آدمیوں کے درمیان سہارے سے پیروں کو گھسیٹتے ہوئے مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے گئے' سو اس حدیث میں رخصت کے باوجود شدت پر عمل کرنے کی دلیل ہے اور اس عمل سے آپ نے اپنی امت کو جماعت سے نماز پڑھنے کی ترغیب دی ہے' کیونکہ جماعت سے نماز پڑھنے کا بہت عظیم اجر ہے اور تا کہ کسی شخص کے لیے یہ گنجائش نہ رہے کہ جب وہ جماعت سے نماز پڑھنے پر قادر ہو تو وہ اپنے مرض کے عذر کی وجہ سے جماعت سے نماز نہ پڑھے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مرض کی شدت کی وجہ سے پیر اٹھا کر چل بھی نہیں سکتے تھے' پھر بھی آپ نے جماعت سے نماز پڑھنے کو ترک نہیں کیا' جب کہ اللہ تعالیٰ آپ کے تمام بہ ظاہر خلافِ اولیٰ کاموں کی مغفرت کا اعلان فرما چکا ہے' اور سلف صالحین نے آپ کی اسی سنت پر عمل کیا ہے۔

ربیع بن خثیم کو فالج ہو چکا تھا اور وہ دو آدمیوں کے سہارے سے مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے جاتے تھے' ان سے کہا جاتا کہ آپ معذور ہیں' وہ کہتے کہ لیکن میں مؤذن سے سنتا ہوں: "حی علی الصلوٰۃ' حی علی الفلاح" اور جو اذان سنے وہ نماز پڑھنے کے لیے جائے خواہ گھسٹتا ہوا جائے۔

ابوعبدالرحمان سلمی بیمار تھے' ان کو اٹھا کر مسجد لے کر جایا جاتا تھا۔

سفیان نے بیان کیا کہ سوید بن غفلہ کی عمر ایک سو چھبیس (۱۲۶) سال تھی اور وہ جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں جاتے تھے۔

ابواسحاق الھمدانی سہارے کے ساتھ مسجد جاتے تھے' وہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد از خود اٹھنے پر قادر نہیں تھے حتیٰ کہ انہیں

اٹھایا جاتا۔

سعید بن المسیب نے کہا: تیس سال ہو گئے' جب بھی مؤذن اذان دیتا ہے تو میں اس وقت مسجد میں ہوتا ہوں۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۵۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

امام احمد رضا خان قدس سرہٗ اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں: ضعف بدرجہ غایت ہے' نواں روز ہے' بخار کا دورہ ہوا' ضعف کو اور قوت پہنچی' کئی روز تجربہ کیا' مسجد تک جانے آنے کی تھکاوٹ سے فوراً بخار آ جاتا ہے' مجبوراً کئی روز سے یہ معمول ہے کہ کرسی پر بٹھا کر چار آدمی لے جاتے اور لاتے ہیں' ظہر پڑھنے جاتا اور مغرب پڑھ کر آتا ہوں' طالب دعا ہوں۔

(مکتوبات امام احمد رضا خان بریلوی ص ۴۷' مکتبہ نبویہ' لاہور)

حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شدتِ مرض کے باوجود جماعت سے نماز پڑھنے مسجد میں گئے' اس سے جماعت کی اہمیت معلوم ہوئی۔

(۲) جب نماز میں کسی کو امام بنانے کا موقع آیا تو آپ نے تمام صحابہ میں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امام بنانے کا حکم دیا' اس سے معلوم ہوا کہ آپ کے بعد خلافت کے مستحق بھی حضرت ابوبکر تھے۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بیماری کے ایام گزارنے کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر منتخب کیا' اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت موجود تمام ازواج میں آپ کے نزدیک حضرت عائشہ سب سے افضل تھیں۔

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' یہ سن کر حضرت عائشہ نے کہا: حضرت ابوبکر رقیق القلب ہیں' وہ آپ کی جگہ کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھا سکیں گے' اس سے معلوم ہوا کہ جب اکابر کوئی حکم دیں تو اصاغر ان سے اختلاف رائے کر سکتے ہیں' لیکن جب اکابر اپنے حکم کو برقرار رکھیں تو اصاغر کو اپنی رائے پر اصرار نہیں کرنا چاہیے' جیسا کہ حضرت عائشہ نے دوبارہ اپنی رائے پیش کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔

(۵) جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسجد میں پہنچے تو حضرت ابوبکر نماز پڑھا رہے تھے' آپ کو دیکھ کر حضرت ابوبکر نے پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اشارہ کیا: تم اپنی جگہ نماز پڑھاتے رہو' اس کے باوجود حضرت ابوبکر پیچھے ہٹ گئے' اور دوسری روایت میں ہے: آپ نے فرمایا: جب میں نے تم کو حکم دیا تھا کہ نماز پڑھاتے رہو تو تم کیوں پیچھے ہٹ گئے؟ تو حضرت ابوبکر نے کہا: ابو قحافہ کے بیٹے سے تو یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہوتے ہوئے وہ نماز پڑھاتا رہے۔ (صحیح البخاری: ۱۲۳۴۔۱۲۱۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ادب' حکم پر مقدم ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر نے عین حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعظیم کی۔

(۶) شدتِ مرض کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پست آواز سے تکبیرات پڑھ رہے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بلند آواز سے آپ کی تکبیرات سنا رہے تھے۔ (صحیح مسلم: ۴۱۸' الرقم المسلسل: ۹۱۷) اس حدیث سے یہ معلوم ہو کہ جب امام کی آواز لوگوں تک نہ پہنچ سکے تو مکبر کھڑا کرنا چاہیے' فقہاء نے کہا ہے کہ جہاں تک امام کی آواز پہنچ رہی ہو' وہاں مکبر کھڑا کرنا مکروہ ہے' اور جب لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ امام کی آواز تمام نمازیوں تک پہنچ جاتی ہے تو پھر مکبر کھڑا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۷) حضرت ابن عباس نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وہاں سے قراءت شروع کی جہاں تک حضرت ابوبکر قراءت کر چکے تھے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۲۳۵' مسند احمد: ۳۳۵۵' دار الفکر) اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر نے بھی پوری سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی

اور نہ رسول اللہ ﷺ نے پوری سورۂ فاتحہ پڑھی اور یہ اس کی دلیل ہے کہ نماز میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں ہے اور یہی فقہاء احناف کثرھم اللہ کا مذہب ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۸۴۰- ج ا ص ۱۱۹۹ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:
(۱) رسول اللہ ﷺ کا بیمار ہونا آپ کے شافی الامراض ہونے کے منافی نہیں (۲) حضرت ابوبکر کے امامت کرانے سے عذر پیش کرنے کا سبب (۳) عین حالت نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کرنے کا بیان (۴) حضرت ابوبکر کی اقتداء میں رسول اللہ ﷺ کے نماز پڑھنے کا بیان (۵) حضرت ابوبکر کی اقتداء میں رسول اللہ ﷺ کے نماز پڑھنے کے متعلق احادیث (۶) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نماز پڑھانے کے متعلق علماء شیعہ کا نظریہ۔

٤٠ - بَابُ الرُّخْصَةِ فِي الْمَطَرِ وَالْعِلَّةِ اَنْ يُّصَلِّيَ فِي رَحْلِهٖ

بارش یا کسی اور سبب سے گھر میں نماز پڑھنے کی رخصت

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بارش ہو یا کوئی اور سبب ہو تو گھر میں نماز پڑھنے کی رخصت ہے' دیگر اسباب یہ ہیں کہ مثلاً شدید آندھی ہو' سخت اندھیرا ہو' راستہ میں کسی انسان یا حیوان کے حملہ کا خطرہ ہو۔

٦٦٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَذَّنَ بِالصَّلٰوةِ، فِي لَيْلَةٍ ذَاتِ بَرْدٍ وَرِيْحٍ، ثُمَّ قَالَ اَلَا صَلُّوْا فِي الرِّحَالِ، ثُمَّ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْمُرُ الْمُؤَذِّنَ، اِذَا كَانَتْ لَيْلَةٌ ذَاتُ بَرْدٍ وَمَطَرٍ، يَقُوْلُ اَلَا صَلُّوْا فِي الرِّحَالِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک سرد رات میں جب ہوا چل رہی تھی' اذان دی' پھر کہا: سنو! گھروں میں نماز پڑھو' پھر کہا کہ رسول اللہ ﷺ مؤذن کو یہ حکم دیتے تھے کہ جب رات کو سردی یا بارش ہو تو وہ کہے کہ سنو! گھروں میں نماز پڑھو۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۶۳۲ کا مطالعہ فرمائیں۔ وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: مسافروں کی جماعت کے لیے اذان اور اقامت کہنا' اور اس حدیث کا یہاں عنوان ہے: بارش یا کسی اور سبب سے گھر میں نماز پڑھنے کی رخصت' اس حدیث کی مطابقت اس عنوان کے ساتھ زیادہ واضح ہے۔

٦٦٧ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ، كَانَ يَؤُمُّ قَوْمَهٗ وَهُوَ اَعْمٰى، وَاَنَّهٗ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهَا تَكُوْنُ الظُّلْمَةُ وَالسَّيْلُ، وَاَنَا رَجُلٌ ضَرِيْرُ الْبَصَرِ، فَصَلِّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِي بَيْتِيْ مَكَانًا اَتَّخِذُهٗ مُصَلًّى، فَجَاءَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَيْنَ تُحِبُّ اَنْ اُصَلِّيَ؟ فَاَشَارَ اِلٰى مَكَانٍ مِّنَ الْبَيْتِ، فَصَلّٰى فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از محمود بن الربیع الانصاری کہ حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نابینا تھے اور وہ اپنی قوم کی امامت کراتے تھے' انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ! (کبھی) اندھیرا ہوتا ہے اور (ندی میں) سیلاب ہوتا ہے اور میں نابینا ہوں' پس یارسول اللہ! آپ میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھا دیں تو میں اس کو اپنے نماز پڑھانے کی جگہ بنالوں گا' سو ان کے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور فرمایا: تم کہاں چاہتے ہو کہ میں نماز

پڑھوں؟ انہوں نے اپنے گھر کی ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا تو اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۲۵ کا مطالعہ فرمائیں' وہاں اس کا عنوان تھا: گھروں میں مساجد' اور یہاں ان کا عنوان ہے: بارش کی وجہ سے گھر میں نماز پڑھنے کی رخصت' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

٤١ - بَابٌ هَلْ يُصَلِّي الْإِمَامُ بِمَنْ حَضَرَ؟ وَهَلْ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِي الْمَطَرِ؟

کیا امام بارش میں حاضرین کو نماز پڑھائے اور جمعہ کے دن بارش میں خطبہ دے؟

یعنی ہر چند کہ بارش کی وجہ سے گھر میں نماز پڑھنے کی رخصت ہے لیکن اگر لوگ مسجد میں چلے جائیں تو ان کا نماز پڑھنا جائز ہے۔

٦٦٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ، صَاحِبُ الزِّيَادِيِّ، قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْحَارِثِ قَالَ خَطَبَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ فِي يَوْمٍ ذِي رَدْغٍ، فَأَمَرَ الْمُؤَذِّنَ لَمَّا بَلَغَ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ قَالَ قُلِ الصَّلٰوةُ فِي الرِّحَالِ، فَنَظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ، فَكَأَنَّهُمْ أَنْكَرُوا، فَقَالَ كَأَنَّكُمْ أَنْكَرْتُمْ هٰذَا! إِنَّ هٰذَا فَعَلَهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي، يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِنَّهَا عَزْمَةٌ، وَإِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أُحْرِجَكُمْ. وَعَنْ حَمَّادٍ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ نَحْوَهُ، غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ كَرِهْتُ أَنْ أُؤَثِّمَكُمْ، فَتَجِيئُونَ وَتَدُوسُونَ الطِّينَ إِلَى رُكَبِكُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالحمید صاحب الزیادی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے عبداللہ بن الحارث سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کیچڑ والے دن میں خطبہ دیا' اور موذن جب "حی علی الصلوٰۃ" پر پہنچا تو اسے حکم دیا کہ وہ یہ کہے: "گھروں میں نماز پڑھو" پس لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا' گویا کہ انہوں نے اس کا انکار کیا' حضرت ابن عباس نے فرمایا: گویا کہ تم اس کا انکار کر رہے ہو' حالانکہ اس کام کو انہوں نے کیا ہے جو مجھ سے افضل تھے' یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور بے شک یہ کام عزیمت ہے اور میں نے اس کو ناپسند کیا کہ تمہیں حرج میں ڈالوں' اور از حماد از عاصم از عبداللہ بن الحارث از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کی مثل مروی ہے' البتہ انہوں نے یہ کہا کہ میں نے اس کو ناپسند کیا کہ میں تم کو مشقت میں مبتلا کروں اور تم اس حال میں آؤ کہ تم گھٹنوں تک کیچڑ میں لتھڑے ہوئے ہو۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٦١٦ کا مطالعہ کریں' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: اذان میں کلام کرنا' اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: اور کیا امام بارش کے دن خطبہ دے' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

٦٦٩ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ فَقَالَ جَاءَتْ سَحَابَةٌ فَمَطَرَتْ حَتّٰى سَالَ السَّقْفُ، وَكَانَ مِنْ جَرِيدِ النَّخْلِ، فَأُقِيمَتِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سوال کیا (کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیلۃ القدر کا ذکر سنا

الصَّلٰوةُ، فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِي الْمَاءِ وَالطِّيْنِ، حَتّٰى رَاَيْتُ اَثَرَ الطِّيْنِ فِيْ جَبْهَتِهٖ. [اطراف الحدیث:۸۱۳-۸۳۶-۲۰۱۶-۲۰۱۸-۲۰۲۷-۲۰۳۶-۲۰۴۰]

ہے؟) پس انہوں نے کہا: بادل آئے اور برسنے لگے' حتیٰ کہ مسجد کی چھت ٹپکنے لگی' اور وہ کھجور کے شہتیروں سے بنی ہوئی تھی' پس نماز کی اقامت کہی گئی پھر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہے تھے' حتیٰ کہ میں نے مٹی کا نشان آپ کے چہرے پر دیکھا۔

(صحیح مسلم:۱۱۶۷' الرقم المسلسل:۲۷۲۳' سنن ابوداؤد:۱۳۸۲' سنن نسائی:۱۳۵۲' سنن ابن ماجہ:۱۷۶۶' صحیح ابن خزیمہ:۲۲۲۰' صحیح ابن حبان:۳۶۷۷' سنن بیہقی ج۴ ص۳۰۹' شعب الایمان:۳۶۷۳' شرح السنۃ:۱۸۲۵' مسند احمد ج۳ ص۲۴ طبع قدیم' مسند احمد:۱۱۱۸۶۔ ج۱۷ ص۲۸۱-۲۸۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی مکمل اور مفصل شرح' باب الاعتکاف میں کی جائے گی۔

٦٧٠ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ سِيْرِيْنَ، قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا يَقُوْلُ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ اِنِّيْ لَا اَسْتَطِيْعُ الصَّلٰوةَ مَعَكَ، وَكَانَ رَجُلًا ضَخْمًا، فَصَنَعَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا، فَدَعَاهُ اِلٰى مَنْزِلِهٖ، فَبَسَطَ لَهٗ حَصِيْرًا، وَنَضَحَ طَرَفَ الْحَصِيْرِ، فَصَلّٰى عَلَيْهِ رَكْعَتَيْنِ، فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ اٰلِ الْجَارُوْدِ لِاَنَسٍ اَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى؟ قَالَ مَا رَاَيْتُهٗ صَلَّاهَا اِلَّا يَوْمَئِذٍ. [اطراف الحدیث:۱۱۷۹-۶۰۸۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں انس بن سیرین نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ انصار کے ایک شخص نے کہا: بے شک میں آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا' وہ شخص بھاری جسم کا تھا' اس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا تیار کیا' پھر آپ کو گھر بلایا اور آپ کے لیے چٹائی بچھائی اور چٹائی کی ایک طرف کو دھویا' پس آپ نے اس پر دو رکعت نماز پڑھی تو آل جارود کے ایک شخص نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز پڑھتے تھے؟ حضرت انس نے کہا: میں نے آپ کو صرف اسی دن چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔

(سنن ابوداؤد:۶۵۷' صحیح ابن حبان:۲۰۷۰' سنن بیہقی ج۲ ص۳۰۸' شرح السنۃ:۳۰۰۵' مسند ابوداؤد الطیالسی:۲۰۹۷' مسند احمد ج۳ ص۱۳۱ طبع قدیم' مسند احمد:۱۲۳۲۹۔ ج۱۹ ص۳۳۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:۱۹۲' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) آدم بن ابی ایاس (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) انس بن سیرین' یہ محمد بن سیرین کے بھتیجے تھے اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے' یہ ۱۱۰ھ کے بعد فوت ہو گئے تھے (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج۵ ص۲۸۵)

حدیث کی عنوان سے مطابقت کے لیے یہ کافی ہے کہ عنوان کے بعض اجزاء کا حدیث میں ذکر ہو

اس حدیث کا عنوان ہے: کیا امام بارش میں حاضرین کو نماز پڑھائے اور جمعہ کے دن خطبہ دے' اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس حدیث کی اس عنوان کے ساتھ مطابقت نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں حاضرین کو نماز پڑھانے کا ذکر نہیں ہے' اس کا جواب یہ

ہے کہ اس انصاری نے کہا: میں آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتا' اس کا معنی یہ ہے کہ آپ باقی حاضرین کو نماز پڑھاتے تھے' اور اس حدیث کا یہی عنوان ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث میں خطبہ دینے کا ذکر نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ عنوان کے ساتھ حدیث کی مطابقت اس کو مستلزم نہیں ہے کہ عنوان کے ہر جز کا حدیث میں ذکر ہو۔ عنوان کے بعض اجزاء کا حدیث میں ذکر آ جائے تو وہ مطابقت کے لیے کافی ہے۔

اساتذہ اور علماء کو کھانے کی دعوت دینا' چٹائی پر نماز پڑھنا اور نوافل کی جماعت کا ثبوت

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ اس انصاری نے رسول اللہ ﷺ کو کھانے کی دعوت دی' اس سے معلوم ہوا کہ تلامذہ کو چاہیے کہ وہ اپنے اساتذہ کو کھانے کی دعوت دیں اور عام مسلمانوں کو کھانے کی دعوت دی' اس سے معلوم ہوا کہ تلامذہ کو چاہیے کہ وہ اپنے اساتذہ کو کھانے کی دعوت دیں اور عام مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ علماء اور مشائخ کو کھانے کی دعوت دیا کریں اور اساتذہ اور علماء کو چاہیے کہ اگر انہیں کوئی عذر نہ ہو تو وہ اس دعوت کو قبول کیا کریں۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چٹائی پر نماز پڑھائی' اس سے معلوم ہوا کہ چٹائی پر نماز پڑھنا سنت ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ کھانا کھانے کے بعد آپ نے ان لوگوں کو نماز پڑھائی' اس حدیث میں نوافل کی جماعت کا ثبوت ہے۔

جماعت سے نماز نہ پڑھنے کے دس اعذار

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس انصاری نے جماعت سے نماز نہ پڑھنے کا عذر یہ بیان کیا کہ اس کا بدن بھاری ہے۔

امام ابو حاتم محمد بن حبان المتوفی ۳۵۴ھ نے جماعت سے نماز نہ پڑھنے کے احادیث سے دس اعذار بیان کیے ہیں' جن کو ہم اختصار کے ساتھ ذکر کر رہے ہیں:

(۱) جب مرض کی وجہ سے انسان کو جماعت سے نماز پڑھنے پر قدرت نہ ہو تو جماعت کو ترک کرنا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تین دن نہیں آئے' نماز کی اقامت کہی گئی اور حضرت ابوبکر نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھ گئے' رسول اللہ ﷺ نے اپنے حجرے سے حجاب اٹھایا' ہم نبی ﷺ کے چہرے کی سفیدی دیکھ کر بہت خوش ہوئے' پھر نبی ﷺ نے حضرت ابوبکر کو آگے بڑھ کر نماز پڑھنے کا اشارہ کیا اور رسول اللہ ﷺ نے پردہ گرا دیا' پھر آپ نماز پڑھانے پر قادر نہیں ہوئے' حتیٰ کہ آپ ﷺ فوت ہو گئے۔ (صحیح ابن حبان:۲۰۶۵' صحیح البخاری:۶۸۱' صحیح مسلم:۴۱۹)

(۲) جب نماز مغرب کے وقت کھانا آ جائے' تو جماعت کو ترک کرنا:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رات کا کھانا اور نماز کا وقت ہو تو مغرب کی نماز سے پہلے کھانا کھاؤ۔

(صحیح ابن حبان:۲۰۶۶' صحیح مسلم:۵۵۷' صحیح بخاری:۶۷۲' سنن ترمذی:۳۵۳' سنن ابن ماجہ:۹۳۳' مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۰)

(۳) جب وقت پر نماز کو پڑھنا بھول جائے یا نماز کے وقت آنکھ نہ کھلے تو جماعت کو ترک کرنا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ حنین سے واپسی میں رات کے آخری حصہ میں نبی ﷺ ٹھہرے اور حضرت بلال کو جگانے پر مامور کیا' پھر رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے نہ حضرت بلال' حتیٰ کہ سورج نکل آیا' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص نماز کو بھول جائے یا اس وقت سو جائے تو اس کو جس وقت نماز یاد آئے' اس وقت پڑھ لے۔

(صحیح ابن حبان:۲۰۶۹' سنن ابوداؤد:۴۳۵' صحیح مسلم:۶۸۰' سنن ابن ماجہ:۶۹۷' سنن ترمذی:۳۱۶۳)

(۴) بھاری جسم کی وجہ سے جماعت کو ترک کرنا:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: وہ اپنے بھاری جسم کی وجہ سے آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتا تو آپ میرے گھر آئیں اور نماز پڑھائیں تو میں آپ کی اقتداء میں نماز پڑھ لوں۔

(صحیح ابن حبان: ۲۰۷۰ 'صحیح البخاری: ۱۱۷۹ 'سنن ابوداؤد: ۶۵۷ 'مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۱)

(۵) قضاء حاجت کی وجہ سے جماعت کو ترک کرنا:

عبداللہ بن ارقم بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنے اصحاب کو نماز پڑھاتے تھے' ایک دن نماز کا وقت آیا اور وہ قضاء حاجت کے لیے چلے گئے' پھر واپس آئے تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو بیت الخلاء جانے کی ضرورت ہو تو نماز سے پہلے بیت الخلاء جائے۔ (صحیح ابن حبان: ۲۰۷۱ 'صحیح ابن خزیمہ: ۹۳۲ 'سنن نسائی: ۸۵۱ 'سنن ابوداؤد: ۸۸ 'سنن ترمذی: ۱۴۲ 'سنن ابن ماجہ: ۶۱۶ 'مصنف عبدالرزاق: ۱۷۵۹ 'مسند احمد ج ۳ ص ۴۸۳)

(۶) مسجد کے راستہ میں اگر جان اور مال پر حملہ کا خوف ہو تو جماعت کو ترک کرنا:

حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نابینا تھے اور اپنی قوم کو نماز پڑھاتے تھے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: بارش کے ایام میں ان کے لیے مسجد میں جانا مشکل ہو جاتا ہے' آپ میرے گھر آ کر نماز پڑھا دیں تو میں اس جگہ مصلیٰ بنا لوں گا' آپ نے فرمایا: میں عنقریب ایسا کروں گا۔ (صحیح ابن حبان: ۲۰۷۵ 'سنن ابوداؤد: ۱۰۶۴ 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۳۳)

(۷) بارش کی وجہ سے جماعت کو ترک کرنا:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سردی کی ایک رات میں اذان دی اور کہا: سنو! گھروں میں نماز پڑھو' پھر بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرد رات میں یا بارش میں مؤذن کو یہ حکم دیتے تھے کہ وہ لوگوں سے کہے: سنو! گھروں میں نماز پڑھو۔

(صحیح ابن حبان: ۲۰۷۸ 'صحیح البخاری: ۶۶۶ 'صحیح مسلم: ۶۹۷ 'سنن ابوداؤد: ۱۰۶۳)

(۸) اگر مسجد میں جانے سے بیمار ہونے کا خدشہ ہو تو جماعت کو ترک کرنا:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے' وہ اندھیری رات تھی یا بارش والی رات تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مؤذن نے اعلان کیا کہ گھروں میں نماز پڑھو۔

(صحیح ابن حبان: ۲۰۸۵ 'صحیح ابن خزیمہ: ۲۰۶۵ 'المعجم الکبیر: ۱۳۱۰۲)

(۹) سخت سردی میں جماعت کو ترک کرنا:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک رات سخت سردی تھی تو ان کے ساتھی نے اعلان کیا کہ گھروں میں نماز پڑھو اور بیان کیا کہ جب ایسی سردی ہوتی تھی تو آپ لوگوں کو گھروں میں نماز پڑھنے کا حکم دیتے۔

(صحیح ابن حبان: ۲۰۷۶۔۲۰۷۷ 'سنن ابوداؤد: ۱۰۶۰ 'سنن ابن ماجہ: ۹۳۷ 'مسند احمد ج ۲ ص ۱۰۔۴)

(۱۰) کچا لہسن اور پیاز کھانے کے فوراً بعد جماعت کو ترک کرنا:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لہسن اور پیاز کا ذکر کیا گیا اور کہا گیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس میں لہسن کی سخت بدبو ہوتی ہے آیا ہم اس کو حرام قرار دیں؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اس کو کھاؤ اور تم میں سے جس نے اس کو کھایا ہو' پس وہ اس مسجد کے قریب نہ آئے حتیٰ کی اس کی بدبو زائل ہو جائے۔

(صحیح ابن حبان: ۲۰۸۵، سنن ابوداؤد: ۳۸۲۳، صحیح مسلم: ۵۶۵، سنن بیہقی ج ۳ ص ۷۷، شرح السنۃ: ۴۷۳۳)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی امام ابن حبان کے حوالے سے ان دس اعذار کو نقل کیا ہے البتہ انہوں نے احادیث ذکر نہیں کیں۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۸۷، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

چاشت کی نماز کا مستحب ہونا اور ام المؤمنین کے انکار کا جواب

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس انصاری کے گھر چاشت کی نماز پڑھی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے آپ کو صرف اسی دن چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔

لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دیگر مواقع پر بھی چاشت کی نماز پڑھی ہے حدیث میں ہے:

حضرت ام ھانی ء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ فتح مکہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے گھر آئے آپ نے غسل کیا اور آٹھ رکعات نماز پڑھی۔ (صحیح البخاری: ۱۱۷۶، صحیح مسلم: ۳۳۶، سنن نسائی: ۲۲۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور بے شک میں چاشت کی نماز پڑھتی ہوں۔ (صحیح البخاری: ۱۱۷۷، صحیح مسلم: ۸۱۷، سنن ابوداؤد: ۱۲۹۳)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دائماً چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا کیونکہ آپ ہمیشہ حضرت عائشہ کے گھر میں اس وقت نہیں ہوتے تھے کبھی دوسری ازواج کے گھر ہوتے تھے کبھی مسجد میں ہوتے تھے اور کبھی سفر میں ہوتے تھے اور کبھی آپ چاشت کی نماز کو ترک بھی کر دیتے تھے تاکہ آپ کے دائماً چاشت کی نماز پڑھنے کی وجہ سے وہ فرض نہ ہو جائے اور امت پر دشوار ہو۔

٤٢ - بَابٌ إِذَا حَضَرَ الطَّعَامُ وَأُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ

جب کھانا آجائے اور نماز کی اقامت کہی گئی ہو

اس عنوان سے مراد یہ ہے کہ جب کھانا آجائے اور اس وقت نماز کی اقامت کہی گئی ہو تو کھانے کو نماز پر مقدم کیا جائے گا۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَبْدَأُ بِالْعَشَاءِ.

اور حضرت ابن عمر کھانے سے ابتداء کرتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل امام بخاری نے خود اس باب کی تیسری حدیث میں ذکر کی ہے کہ حضرت ابن عمر کے لیے کھانا رکھا جاتا اور اس وقت نماز کی اقامت بھی پڑھی جاتی تو وہ نماز پڑھنے نہیں جاتے تھے حتیٰ کہ کھانے سے فارغ ہو جاتے اور وہ امام کے قرآن پڑھنے کی آواز سن رہے ہوتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۶۷۳)

وَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ مِنْ فِقْهِ الْمَرْءِ إِقْبَالُهُ عَلٰى حَاجَتِهِ، حَتّٰى يُقْبِلَ عَلٰى صَلٰوتِهِ وَقَلْبُهُ فَارِغٌ.

اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا: آدمی کی فقاہت یہ ہے کہ پہلے اپنی ضرورت پوری کرلے حتیٰ کہ اس وقت نماز شروع کرے جب اس کا دل اس کام سے فارغ ہو چکا ہو۔

اس تعلیق کی اصل امام عبداللہ بن مبارک کی کتاب الزھد میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۸۷)

٦٧١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا وُضِعَ الْعَشَاءُ وَأُقِيمَتِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا

الصَّلٰوۃُ فَابْدَؤُوْا بِالْعَشَاءِ. [طرف الحدیث:٥٤٦٥]

میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب رات کا کھانا لایا جائے اور نماز کی اقامت کہی جائے تو رات کے کھانے سے ابتداء کرو۔

(صحیح مسلم:٥٥٩' الرقم المسلسل:١٢٢٢' سنن ابن ماجہ:٩٣٥' مسند الحمیدی:١٨٢' مسند ابویعلیٰ:٤٤٣١' مسند احمد ج ٦ ص ٤٠' مسند احمد:٢٤٢١٠۔ ج ٦ ص ١٤٦' جامع المسانید لابن الجوزی:٧٧٤٢' مسند الطحاوی:٩٢٨٩)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے اور اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت بھی ظاہر ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر نماز کی اقامت کے وقت کھانا آ جائے تو کھانے کو نماز پر مقدم کیا جائے۔

کھانے کو نماز پر مقدم کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

اس حدیث کی تشریح میں فقہاء کا اختلاف ہے' حضرت عمر بن الخطاب اور ان کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کیا ہے اور جمہور علماء کے نزدیک کھانے کو نماز پر مقدم کرنا مستحب ہے' فقہاء شافعیہ کا مشہور قول یہ ہے کہ اگر اس کو کھانے کی احتیاج ہو تو پہلے کھانا کھائے ورنہ پہلے نماز پڑھے' امام غزالی نے کہا: اگر اس کو یہ خطرہ ہو کہ اتنی دیر میں کھانا خراب ہو جائے گا تو پہلے کھانا کھالے اور بعض فقہاء نے کوئی قید نہیں لگائی اور مطلقاً کہا کہ پہلے کھانا کھائے' پھر نماز پڑھے' امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ شیخ ابن حزم کا قول بہت افراط پر مبنی ہے' انہوں نے کہا: اگر اس نے کھانے سے پہلے نماز پڑھ لی تو اس کی نماز باطل ہے' امام مالک نے کہا: اگر کھانا کم مقدار میں ہو تو پہلے کھانا کھالے اور امام مالک کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ اگر اس کا دل کھانے میں لگا رہے اور نماز میں بھی اس کو کھانے کا خیال آئے تو پہلے کھانا کھالے ورنہ پہلے نماز پڑھے۔

علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بندہ کا حق اللہ تعالیٰ کے حق پر مقدم ہے' لیکن اس طرح نہیں ہے بلکہ اس سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حق اچھی طرح ادا کیا جائے اور اس کا حق ادا کرتے وقت کسی اور چیز کا بالکل خیال نہ آئے۔ (فتح الباری ج ٢ ص ٢٦٨' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

اس حدیث کا جواب جس میں نماز کو مؤخر نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نماز کو کھانے کی وجہ سے مؤخر کیا جائے نہ کسی اور وجہ سے۔ (سنن ابوداؤد:٣٧٥٨)

اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو یہ حدیث سنن کی ہے' لہٰذا یہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث کے معارض نہیں ہو سکتی' ثانیاً اس کا محمل یہ ہے کہ جب نماز کا وقت تنگ ہو اور کھانے کے بعد نماز کا وقت باقی نہ رہے' تو پہلے نماز پڑھی جائے یا نماز کا وقت کافی ہو لیکن اس کو شدید بھوک نہ ہو' اور کھانے کے ضائع ہونے یا کسی اور کے کھا لینے کا خطرہ نہ ہو' تب بھی پہلے نماز پڑھ لی جائے' ورنہ حدیث مذکور کے مطابق پہلے کھانا کھایا جائے۔

٦٧٢ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قُدِّمَ الْعَشَاءُ فَابْدَؤُوْا بِهِ قَبْلَ أَنْ تُصَلُّوْا صَلٰوةَ الْمَغْرِبِ، وَلَا تَعْجَلُوْا عَنْ عَشَائِكُمْ. [طرف الحدیث:٥٤٦٣]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب الزہری از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رات کا کھانا لایا جائے تو مغرب کی نماز پڑھنے سے پہلے کھانے سے ابتداء کرو اور اس سے پہلے نماز

مغرب نہ پڑھو اور رات کے کھانے سے اس میں عجلت نہ کرو۔

اس حدیث کی تخریج وہی ہے جو حدیث:٦٧١ کی تخریج ہے۔

٦٧٣ - **حَدَّثَنَا** عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ أَبِي أُسَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وُضِعَ عَشَاءُ أَحَدِكُمْ، وَأُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ، فَابْدَءُوْا بِالْعَشَاءِ، وَلَا يَعْجَلْ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهُ. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُوْضَعُ لَهُ الطَّعَامُ، وَتُقَامُ الصَّلٰوةُ، فَلَا يَأْتِيهَا حَتّٰى يَفْرُغَ، وَإِنَّهُ يَسْمَعُ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ. [اطراف الحدیث: ٦٧٤-٥٤٦٤]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از ابی اسامہ از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کا رات کا کھانا رکھا جائے اور (اسی وقت) نماز کی اقامت پڑھی جائے تو تم کھانے سے ابتداء کرو اور نماز کے لیے جلدی نہ کرو حتیٰ کہ تم کھانے سے فارغ ہو جاؤ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے لیے کھانا رکھا جاتا اور اسی وقت نماز کی اقامت پڑھی جاتی تو وہ اس وقت تک نماز کے لیے نہ جاتے حتیٰ کہ کھانے سے فارغ ہو جاتے اور وہ اس وقت امام کے قرآن پڑھنے کی آواز سن رہے ہوتے تھے۔

٦٧٤ - **وَقَالَ** زُهَيْرٌ وَوَهْبُ بْنُ عُثْمَانَ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ عَلَى الطَّعَامِ فَلَا يَعْجَلْ، حَتّٰى يَقْضِيَ حَاجَتَهُ مِنْهُ، وَإِنْ أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ رَوَاهُ إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، عَنْ وَهْبِ بْنِ عُثْمَانَ، وَوَهْبٌ مَدِينِيٌّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور زہیر اور وہب بن عثمان نے کہا از موسیٰ بن عقبہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کھانے پر موجود ہو تو جلدی نہ کرے، حتیٰ کہ کھانے سے اپنی حاجت پوری کرے خواہ نماز کی اقامت پڑھی جائے۔ امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: اس حدیث کو ابراہیم بن المنذر نے از وہب بن عثمان روایت کیا اور وہب مدینی ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری:٦٧١ کا مطالعہ فرمائیں۔

* اس باب کی احادیث شرح صحیح مسلم ج ٢ ص ١٢٧ پر بیان کی گئی ہیں اور ان کی شرح کا عنوان ہے: کھانے کو نماز پر مقدم کرنا۔

٤٣ - بَابُ إِذَا دُعِيَ الْإِمَامُ إِلَى الصَّلٰوةِ وَبِيَدِهٖ مَا يَأْكُلُ

جب امام کو نماز کی طرف بلایا جائے اور اس کے ہاتھ میں کوئی چیز ہو جس کو وہ کھا رہا ہو

اس باب کو ان احادیث کے بعد ذکر کیا ہے جن میں طعام کو نماز پر مقدم کرنے کا حکم ہے اور اس میں یہ تنبیہ ہے کہ طعام کو نماز پر مقدم کرنے کا حکم استحباب کے لیے ہے کیونکہ اگر یہ حکم وجوب کے لیے ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم چھری سے کاٹ کر گوشت کھاتے رہتے اور چھری نہ پھینکتے اور کھانا مکمل کر کے نماز پڑھاتے۔

٦٧٥ - **حَدَّثَنَا** عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان

جَعْفَرُ بْنُ عَمْرِو بْنِ اُمَيَّةَ اَنَّ اَبَاهُ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْكُلُ ذِرَاعًا يَحْتَزُّ مِنْهَا فَدُعِيَ اِلَى الصَّلٰوةِ، فَقَامَ فَطَرَحَ السِّكِّيْنَ، فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّاْ.

کی از صالح از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے جعفر بن عمرو بن امیہ نے خبر دی کہ ان کے والد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکری کی ایک دستی دانتوں سے کھا رہے تھے' پھر آپ کو نماز کی طرف بلایا گیا' آپ کھڑے ہو گئے اور چھری کو پھینک دیا' پھر آپ نے نماز پڑھائی اور (نیا) وضوء نہیں کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٠٨ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: جس نے بکری کا گوشت اور ستو کھا کر وضوء نہیں کیا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: جب امام کو نماز کی طرف بلایا جائے اور اس کے ہاتھ میں کوئی چیز ہو جس کو وہ کھا رہا ہو' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

٤٤ - بَابُ مَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ اَهْلِهٖ فَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَخَرَجَ

جو شخص گھر کے کام کاج میں مشغول ہو' پھر نماز کی اقامت کہی جائے تو وہ گھر سے نکل جائے

گزشتہ ابواب میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ جب کھانے کے وقت نماز کی اقامت کہی جائے تو مستحب یہ ہے کہ اگر وقت تنگ نہ ہو تو پہلے کھانا کھائے' پھر نماز کو جائے اور اس کے برخلاف اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر انسان گھر کے کام کاج میں مشغول ہو اور اس وقت نماز کی اقامت کہی جائے تو کام چھوڑ کر نماز پڑھنے کے لیے جائے۔

٦٧٦ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ فِيْ بَيْتِهٖ؟ قَالَتْ كَانَ يَكُوْنُ فِيْ مِهْنَةِ اَهْلِهٖ، تَعْنِيْ خِدْمَةَ اَهْلِهٖ، فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ.

[اطراف الحدیث: ٥٣٦٣-٦٠٣٩]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الحکم نے حدیث بیان کی از ابراہیم از الاسود' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں کیا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: آپ گھر کے کام کاج اور گھر والوں کی خدمت میں مشغول رہتے تھے' پھر جب نماز کا وقت آتا تو نماز کی طرف چلے جاتے۔

(سنن ترمذی: ٢٤٨٩' مسند ابوداؤد الطیالسی: ١٣٨٣' شرح السنۃ: ٣٦٧٨' الادب المفرد: ٥٣٨' سنن بیہقی ج ٢ ص ٢١٥' دلائل النبوۃ ج ١ ص ٣٢٧' الاداب للبیہقی: ٨٣٦' مسند احمد ج ٦ ص ٤٩ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٤٢٢٦ - ج ٤٠ ص ٢٧٤' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ٧٢٥٩' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٢٦ھ)

کام کاج کے کپڑوں میں اور آستینوں کو اڑس کر مالکیہ کے نزدیک نماز پڑھنے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علماء اور صالحین اپنے گھر میں اپنے ذاتی کام اور اپنے اہل وعیال کے کام از خود انجام دیتے تھے' اور انسان کام کاج کے وقت اپنی شلوار کے پائنچے اور آستین اوپر چڑھا لیتا ہے اور چونکہ اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ آپ نماز کے لیے جاتے وقت اپنے کپڑوں کو ٹھیک کر لیتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ اس حدیث میں بھی نماز پڑھنا جائز ہے' اور شلوار کے پائنچوں کو اور آستینوں کو اڑسنا' اس وقت مکروہ ہے جب آدمی نماز کے لیے آستینوں کو اور پائنچوں کو چڑھائے اور اس ہیئت کے ساتھ نماز کا قصد

کرے' اسی طرح امام مالک نے کہا ہے کہ گھر کے کام کے کپڑوں کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے۔
(شرح ابن بطال ج ٢ ص ٢٩٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

ردی اور معمولی کپڑوں میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے

میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیانِ جواز کے لیے گھر کے کام کاج کے کپڑوں میں نماز پڑھی ہے ورنہ جب انسان ردی کپڑے پہنے ہوئے دنیا کے بڑے لوگوں کے سامنے جانا پسند نہیں کرتا تو ایسے کپڑے پہن کر اللہ کے سامنے کھڑے ہونا کب پسندیدہ ہو سکتا ہے' اور یہ ثابت نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو قسم کے کپڑے تھے' ایک کام کاج کے لیے اور دوسرے نماز پڑھنے کے۔

حضرت عمر نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں وسعت دی ہے تو وسعت کو اختیار کرو۔ (صحیح البخاری: ٣٦٥)

امام ابن عبد البر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نافع کو دیکھا کہ وہ ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھ رہے ہیں' حضرت عمر نے پوچھا: کیا تم دو کپڑے نہیں پہنتے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! حضرت عمر نے پوچھا: اگر تمہیں کسی گھر میں بلایا جائے تو کیا تم ایک کپڑا پہن کر چلے جاؤ گے؟ انہوں نے کہا: نہیں! حضرت عمر نے فرمایا: یہ بتاؤ! اللہ زیادہ حق دار ہے کہ اس کے لیے زینت والا لباس پہنا جائے یا لوگ؟ نافع نے کہا: اللہ عزوجل زیادہ حق دار ہے۔ قاضی نے کہا: عام لوگوں کی بہ نسبت امام کے لیے یہ حکم زیادہ مؤکد ہے کہ وہ نماز پڑھاتے وقت عمدہ اور مکمل لباس پہنے۔ (المغنی ج ٢ ص ١٣٧-١٣٦' دار الحدیث' قاہرہ' ١٤٢٥ھ)

آستینیں چڑھا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے

نیز علامہ ابن بطال مالکی کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ پائنچے چڑھا کر اور آستینوں کو چڑھا کر نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ آپ نے آستینیں اور پائنچے چڑھائے ہوئے تھے اور گھر کے کام کے لیے یہ لازم نہیں ہے اور گھر کے بعض کام اس کے بغیر بھی ہو سکتے ہیں اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں کپڑا چڑھانے یا موڑنے سے منع فرمایا ہے تو وہ خود کیسے کپڑا موڑ سکتے ہیں یا چڑھا سکتے ہیں' حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم سات ہڈیوں پر سجدہ کریں اور نہ کپڑے کو موڑیں اور نہ بالوں کو۔ (صحیح البخاری: ٨١٠' صحیح مسلم: ٤٩٠' سنن ابوداؤد: ٨٨٩' سنن ترمذی: ٢٧٣' سنن ابن ماجہ: ٨٨٤' سنن دارمی: ١٢٩٢' سنن بیہقی ج ٢ ص ١٠٣' مسند احمد ج ١ ص ١٥٥)

علامہ ابن ہمام حنفی متوفی ٨٦١ھ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی ممانعت آستینوں کے چڑھانے کو بھی شامل ہے۔
(فتح القدیر ج ١ ص ٤٢٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

میں کہتا ہوں: اسی طرح یہ ممانعت شلوار کے پائنچے چڑھانے کو بھی شامل ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ نے لکھا ہے: بالوں اور کپڑوں کو موڑنے کی ممانعت تنزیہی ہے۔
(فتح الباری ج ٢ ص ٢٦٩' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ١٢٥٢ھ نے لکھا ہے: علامہ خیر الدین رملی کی عبارت سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے۔ (رد المحتار ج ٢ ص ٣٥٠' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤١٩ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تواضع' سادگی اور محاسنِ اخلاق

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سادگی اور تواضع کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر کے کام کر لیتے تھے اور گھر والوں کی خدمت میں

مشغول رہتے تھے اس کی زیادہ تفصیل اس حدیث میں ہے:

عمرہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر میں کیا عمل کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: آپ بشروں میں سے ایک بشر تھے اپنے کپڑے کو صاف کرتے تھے اپنی بکری کا دودھ دوہ لیتے تھے اور اپنی خدمت کرتے تھے۔

(شمائل ترمذی: ۳۴۳)

اور دوسری روایات میں اس طرح ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جوتی کی مرمت کر لیتے تھے اپنا (پھٹا ہوا) کپڑا سی لیتے تھے اور گھر میں اس طرح کام کرتے تھے جس طرح تم میں سے کوئی ایک شخص کام کرتا ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۲۰۴۹۲ مسند احمد ج ۶ ص ۱۶۷-۱۲۱-۱۰۶ مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۳۸۴ مسند ابویعلیٰ: ۴۶۵۳ صحیح ابن حبان: ۲۱۳۳ شرح السنۃ: ۳۶۷۸-۳۶۷۵)

ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ میں ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں لیکن ہمیں اپنے گھر کے اس طرح کے کاموں سے عار محسوس ہوتا ہے اور ہم یہ کام اپنے نوکروں سے کراتے ہیں سو ہمارا یہ طرز معاشرت سنت کی اتباع سے محروم اور قابل صد ملامت ہے۔

٤٥ - بَابُ مَنْ صَلّٰى بِالنَّاسِ وَهُوَ لَا يُرِيْدُ اِلَّا اَنْ يُّعَلِّمَهُمْ صَلٰوةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسُنَّتَهٗ

جس شخص نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور اس کا ارادہ صرف یہ تھا کہ وہ لوگوں کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز اور اس کے طریقہ کی تعلیم دے

٦٧٧ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ قَالَ جَاءَ نَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ فِيْ مَسْجِدِنَا هٰذَا فَقَالَ اِنِّيْ لَاُصَلِّيْ بِكُمْ وَمَا اُرِيْدُ الصَّلٰوةَ اُصَلِّيْ كَيْفَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ. فَقُلْتُ لِاَبِيْ قِلَابَةَ كَيْفَ كَانَ يُصَلِّيْ؟ قَالَ مِثْلَ شَيْخِنَا هٰذَا. وَكَانَ شَيْخًا يَجْلِسُ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ السُّجُوْدِ قَبْلَ اَنْ يَّنْهَضَ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى.

[اطراف الحدیث: ۸۰۲-۸۱۸-۸۲۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ انہوں نے کہا: ہمارے پاس حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ ہماری اس مسجد میں آئے انہوں نے کہا: میں تمہیں نماز پڑھا رہا ہوں اور میرا نماز پڑھنے کا ارادہ نہیں ہے (میں صرف یہ ارادہ کر رہا ہوں کہ تمہیں دکھاؤں کہ) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس طرح نماز پڑھتے تھے میں نے ابوقلابہ سے پوچھا: وہ کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: جس طرح ہمارے یہ شیخ نماز پڑھتے ہیں اور ہمارے یہ شیخ جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو بیٹھ جاتے اس سے پہلے کہ وہ رکعت اولیٰ میں کھڑے ہوتے۔

(سنن ابوداؤد: ۸۴۲ سنن نسائی: ۱۱۵۰ سنن ترمذی: ۲۸۷ سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۴۶-۳۴۵ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۶ السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۳۹ صحیح ابن خزیمہ: ۶۸۷ صحیح ابن حبان: ۱۹۳۵ المعجم الکبیر: ۶۴۲-ج ۱۹ سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۲۴ المنتقیٰ: ۲۰۴ شرح السنۃ: ۶۶۸ مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۶ طبع قدیم مسند احمد: ۱۵۵۹۹-ج ۲۴ ص ۳۶۵ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۱۳۸ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ مسند طحاوی: ۲۲۶۸)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل ابوسلمہ التبوذکی (۲) وہیب بن خالد صاحب الکرابیسی (۳) ایوب بن ابی تمیمہ السختیانی (۴) ابوقلابہ

عبداللہ بن زید الجرمی (۵) حضرت مالک بن الحویرث اللیثی رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۹۳)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: میرا نماز پڑھنے کا ارادہ نہیں ہے (میں صرف یہ ارادہ کرتا ہوں کہ تمہیں دکھلاؤں کہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح نماز پڑھتے تھے۔

نماز کا طریقہ سکھانے کے لیے لوگوں کو نماز پڑھانا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ انسان کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ دوسروں کو نماز کی اور اس طرح وضوء کی تعلیم دے نماز پڑھ کر دکھائے اور اسی طرح وضوء کر کے دکھائے اور اسی حدیث سے امام شافعی نے جلسہ استراحت کے سنت ہونے پر استدلال کیا ہے یعنی پہلی رکعت کے دو سجدے کرنے کے بعد بیٹھ جائے اور پھر دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۶۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

جلسہ استراحت میں مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

پہلی رکعت پڑھ کر بیٹھنے میں فقہاء کا اختلاف ہے' اس کو جلسہ استراحت کہتے ہیں' علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: یہ مستحب ہے' بعض شافعیہ نے کہا ہے: اس میں امام شافعی کے دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ پہلی رکعت کے دو سجدے کرنے کے بعد نہ بیٹھے' امام ابوحنیفہ' امام مالک اور ایک قول کے مطابق امام احمد کا بھی یہ مؤقف ہے' حضرت ابن عمر' حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عباس' حضرت عمر' حضرت علی رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے' علامہ ابن قدامہ نے کہا: امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ جلسہ استراحت کے بعد بیٹھ جائے اور ایک قول ہے کہ کمزور آدمی بیٹھ جائے اور صحت مند آدمی دوسرا سجدہ کرتے ہی کھڑا ہو جائے' امام احمد نے کہا: جلسہ استراحت کو ترک کرنے کے متعلق بہت احادیث ہیں اور النعمان بن ابی عیاش نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد اصحاب کو پایا' جو پہلی رکعت کے بعد نہیں بیٹھتے تھے' امام ترمذی نے کہا: اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے۔

ابوالزناد نے کہا: سنت یہ ہے کہ ایک رکعت کے بعد نہ بیٹھا جائے اور حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ ضعف کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک رکعت پڑھ کر بیٹھ جاتے تھے' پھر کھڑے ہوتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۴۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اپنے قدموں کے سروں پر کھڑے ہو جاتے تھے۔

(سنن ترمذی: ۲۸۸)

جلسہ استراحت کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے' فقہاء احناف کے نزدیک عذر کی حالت میں جب انسان بوڑھا ہو یا ضعیف ہو تو جلسہ استراحت مستحب ہے' اور امام شافعی کے نزدیک مطلقاً جلسہ استراحت مستحب ہے۔

٤٦ - بَابٌ اَهْلُ الْعِلْمِ وَالْفَضْلِ اَحَقُّ بِالْاِمَامَةِ

اصحابِ علم و فضل نماز پڑھانے کے زیادہ حق دار ہیں

٦٧٨ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ' عَنْ زَائِدَةَ' عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حسین نے حدیث بیان کی' از

حَدَّثَنِیْ اَبُوْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ مَرِضَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاشْتَدَّ مَرَضُهُ فَقَالَ مُرُوْا اَبَا بَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ. قَالَتْ عَائِشَةُ اِنَّهُ رَجُلٌ رَقِیْقٌ اِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ یَسْتَطِعْ اَنْ یُّصَلِّیَ بِالنَّاسِ. قَالَ مُرُوْا اَبَا بَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ. فَعَادَتْ فَقَالَ مُرِیْ اَبَا بَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ فَاِنَّکُنَّ صَوَاحِبُ یُوْسُفَ. فَاَتَاهُ الرَّسُوْلُ فَصَلّٰی بِالنَّاسِ فِیْ حَیَاةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. [طرف الحدیث:٣٣٨٥]

(صحیح مسلم:٤٢٠، الرقم المسلسل:٩٢٣، مسند احمد ج ٤ ص ٤١٢ طبع قدیم)

زائدہ از عبد الملک بن عمیر انہوں نے کہا: مجھے ابو بردہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے پس آپ کا مرض زیادہ ہو گیا آپ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: وہ رقیق القلب شخص ہیں جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو وہ لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے آپ نے فرمایا: ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بات دہرائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں پس بے شک تم حضرت یوسف کے زمانہ کی عورتوں کی طرح ہو پھر حضرت ابوبکر کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام دینے والا آیا پس حضرت ابوبکر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں نمازیں پڑھائیں۔

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ تمام صحابہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا علم اور فضل سب سے زیادہ تھا اس لیے آپ نے ان کو امام بنانے کا حکم دیا اس حدیث کے باقی فوائد اور مسائل صحیح البخاری: ٦٦٤ میں بیان کیے جا چکے ہیں وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: مریض کی وہ حد جب تک وہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھ سکے اور یہاں اس کا عنوان ہے: اصحاب علم وفضل نماز پڑھانے کے زیادہ حق دار ہیں اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

٦٧٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ مَرَضِهِ مُرُوْا اَبَا بَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ. قَالَتْ عَائِشَةُ قُلْتُ اِنَّ اَبَا بَکْرٍ اِذَا قَامَ فِیْ مَقَامِكَ لَمْ یُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُکَاءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْیُصَلِّ لِلنَّاسِ فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ قُوْلِیْ لَهُ اِنَّ اَبَا بَکْرٍ اِذَا قَامَ فِیْ مَقَامِكَ لَمْ یُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُکَاءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْیُصَلِّ لِلنَّاسِ فَفَعَلَتْ حَفْصَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَهْ اِنَّکُنَّ لَاَنْتُنَّ صَوَاحِبُ یُوْسُفَ مُرُوْا اَبَا بَکْرٍ فَلْیُصَلِّ لِلنَّاسِ. فَقَالَتْ حَفْصَةُ لِعَائِشَةَ مَا کُنْتُ لِاُصِیْبَ مِنْكِ خَیْرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض میں فرمایا: ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے کہا: ابوبکر جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو وہ اپنے رونے کی وجہ سے لوگوں کو قرآن نہیں سنا سکیں گے لہٰذا آپ حضرت عمر کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں پھر حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت حفصہ سے کہا کہ تم آپ سے کہو کہ حضرت ابوبکر جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو وہ رونے کی وجہ سے لوگوں کو قرآن نہیں سنا سکیں گے پس آپ حضرت عمر کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں تو حضرت حفصہ نے ایسا ہی کیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھوڑو! بے شک تم حضرت یوسف کے زمانہ کی عورتوں (کی مثل) ہو ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں

تب حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ سے کہا: میں تم سے کبھی خیر حاصل نہیں کر سکتی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۶۶۴ کا مطالعہ فرمائیں۔

۶۸۰ - حَدَّثَنَا اَبُوْ الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ الْاَنْصَارِيُّ وَكَانَ تَبِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَدَمَهُ وَصَحِبَهُ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ كَانَ يُصَلِّيْ بِهِمْ فِيْ وَجَعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ حَتّٰى اِذَا كَانَ يَوْمُ الْاِثْنَيْنِ وَهُمْ صُفُوْفٌ فِي الصَّلٰوةِ فَكَشَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتْرَ الْحُجْرَةِ يَنْظُرُ اِلَيْنَا وَهُوَ قَائِمٌ كَاَنَّ وَجْهَهُ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ ثُمَّ تَبَسَّمَ يَضْحَكُ فَهَمَمْنَا اَنْ نَفْتَتِنَ مِنَ الْفَرَحِ بِرُؤْيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَكَصَ اَبُوْ بَكْرٍ عَلٰى عَقِبَيْهِ لِيَصِلَ الصَّفَّ وَظَنَّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَارِجٌ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاَشَارَ اِلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَتِمُّوْا صَلٰوتَكُمْ وَاَرْخَى السِّتْرَ فَتُوُفِّيَ مِنْ يَوْمِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحدیث: ۶۸۱-۷۵۴-۱۲۰۵-۴۴۴۸]

(صحیح مسلم: ۴۱۹، الرقم المسلسل: ۹۱۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نے خبر دی اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی' آپ کی خدمت کی اور آپ کی مجلس میں رہے (انہوں نے بیان کیا:) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جس درد میں وفات ہو گئی تھی' اس درد میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ انہیں نماز پڑھا رہے تھے حتیٰ کہ جب پیر کا دن آیا اور مسلمان نماز میں صفیں باندھے ہوئے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ کا پردہ کھولا' آپ کھڑے ہوئے ہماری طرف دیکھ رہے تھے اور آپ کا چہرہ قرآن کے ورق کی طرح تھا' پھر آپ ہنستے ہوئے مسکرائے' پس ہم نے خیال کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کی خوشی کی زیادتی کی وجہ سے ہم فتنہ میں پڑ جائیں گے' سو حضرت ابوبکر نے اپنی ایڑیوں کو پیچھے کیا تا کہ وہ صف سے مل جائیں اور انہوں نے گمان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کے لیے تشریف لا رہے ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف اشارہ کیا کہ تم اپنی نماز پوری کرو اور پردہ گرا دیا اور آپ اسی دن فوت ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۶۶۴ کا مطالعہ فرمائیں۔

۶۸۱ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمْ يَخْرُجِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا فَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَذَهَبَ اَبُوْ بَكْرٍ يَتَقَدَّمُ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحِجَابِ فَرَفَعَهُ فَلَمَّا وَضَحَ وَجْهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا نَظَرْنَا مَنْظَرًا كَانَ اَعْجَبَ اِلَيْنَا مِنْ وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ وَضَحَ لَنَا فَاَوْمَاَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ اَنْ يَتَقَدَّمَ وَاَرْخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا کہ تین دن تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ سے نہیں نکلے' سو نماز کی اقامت کہی گئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ کا پردہ اٹھایا' پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ ہمارے لیے ظاہر ہوا تو ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے زیادہ خوب صورت کوئی منظر نہیں دیکھا تھا' جب آپ کا چہرہ ہمارے لیے ظاہر ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے حضرت ابوبکر

وَسَلَّمَ الْحِجَابَ' فَلَمْ يَقْدِرْ عَلَيْهِ حَتّٰى مَاتَ.

کی طرف اشارہ کیا کہ وہ آگے بڑھیں اور نبی ﷺ نے پردہ گرادیا' پھر آپ نماز پر قادر نہیں ہوئے حتیٰ کہ آپ کی وفات ہو گئی۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آخر حیات تک رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ تھے' اور آپ نے ان کو معزول نہیں کیا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہاتھ سے اشارہ کرنا کلام کے قائم مقام ہے۔

۶۸۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي يُونُسُ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ لَمَّا اشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ' قِيْلَ لَهُ فِي الصَّلٰوةِ' فَقَالَ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ. قَالَتْ عَائِشَةُ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيْقٌ' اِذَا قَرَاَ غَلَبَهُ الْبُكَاءُ' قَالَ مُرُوْهُ فَيُصَلِّي. فَعَاوَدَتْهُ قَالَ مُرُوْهُ فَيُصَلِّيْ' اِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ. تَابَعَهُ الزُّبَيْدِيُّ' وَابْنُ اَخِي الزُّهْرِيِّ' وَاِسْحَاقُ بْنُ يَحْيَى الْكَلْبِيُّ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' وَقَالَ عُقَيْلٌ' وَمَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ حَمْزَةَ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از حمزہ بن عبداللہ کہ ان کو ان کے والد سے خبر ملی کہ جب رسول اللہ ﷺ کا درد زیادہ ہو گیا تو آپ سے نماز کے متعلق کہا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' حضرت عائشہ نے کہا: ابوبکر رقیق القلب ہیں' جب وہ قرآن پڑھیں گے تو وہ رونا شروع کر دیں گے' آپ نے فرمایا: ان ہی کو نماز پڑھانے کا حکم دو' حضرت عائشہ نے پھر دوبارہ کہا' آپ نے فرمایا: ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دو بے شک تم حضرت یوسف کے زمانہ کی عورتوں (کی مثل) ہو۔ یونس بن یزید کی زبیدی نے متابعت کی ہے اور الزہری کے بھتیجے نے اور اسحاق بن یحییٰ الکلبی نے از الزہری' اور عقیل اور معمر نے کہا از الزہری از حمزہ از نبی ﷺ۔

ان تمام احادیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۶۶۴ کا مطالعہ فرمائیں۔

۴۷ - بَابُ مَنْ قَامَ اِلَى جَنْبِ الْاِمَامِ لِعِلَّةٍ جو شخص کسی سبب کی وجہ سے امام کے پہلو میں کھڑا ہو

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی سبب عارض کی وجہ سے نمازیوں میں سے کوئی شخص امام کے پہلو میں کھڑا ہو تو یہ جائز ہے' ایک سبب عارض تو اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ اثناء نماز میں تشریف لے آئے' دوسرا سبب عارض یہ ہے کہ جگہ تنگ ہو اور امام کے لیے اگلی صف میں کھڑے ہونے کی جگہ نہ ہو اور تیسرا سبب یہ ہے کہ مقتدی ایک ہی ہو جیسے تہجد کی نماز میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' نبی ﷺ کی دائیں جانب کھڑے تھے۔

۶۸۳ - حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَا بَكْرٍ اَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ فِيْ مَرَضِهِ' فَكَانَ يُصَلِّيْ بِهِمْ. قَالَ عُرْوَةُ فَوَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں زکریا بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن نمیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے خبر دی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر کو حکم دیا کہ وہ آپ کی بیماری میں نماز پڑھائیں تو حضرت ابوبکر

وَسَلَّمَ فِي نَفْسِهٖ خِفَّةً، فَخَرَجَ فَإِذَا أَبُوْ بَكْرٍ يَؤُمُّ النَّاسَ، فَلَمَّا رَاٰهُ أَبُوْ بَكْرٍ اِسْتَأْخَرَ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ أَنْ كَمَا أَنْتَ. فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِذَاءَ أَبِيْ بَكْرٍ إِلٰى جَنْبِهٖ، فَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ يُصَلِّيْ بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوةِ أَبِيْ بَكْرٍ.

لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے' عروہ نے کہا: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طبیعت میں افاقہ محسوس ہوا' پس آپ حجرہ سے نکلے' پس اس وقت حضرت ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے' پھر جب حضرت ابوبکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو وہ پیچھے ہٹ گئے' پس آپ نے اشارہ کیا کہ تم اسی طرح رہو' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ گئے' پس حضرت ابوبکر' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی اقتداء کر رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر کی نماز کے ساتھ (ان کی تکبیرات پر) نماز پڑھ رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی حدیث: ٦٦٤ کا مطالعہ فرمائیں۔

٤٨ - بَابُ مَنْ دَخَلَ لِيَؤُمَّ النَّاسَ، فَجَاءَ الْإِمَامُ الْأَوَّلُ، فَتَأَخَّرَ الْأَوَّلُ أَوْ لَمْ يَتَأَخَّرْ، جَازَتْ صَلٰوتُهٗ

جو شخص لوگوں کو نماز پڑھانے کے لیے داخل ہوا' پھر پہلا (اصل) امام آ گیا تب امام پیچھے ہٹے یا نہ ہٹے نماز جائز ہے

اس عنوان میں امام اوّل سے مراد ہے جو اصل امام ہو اور نماز پڑھانے کے لیے مقرر ہو اور بعد میں جو امام اوّل ذکر کیا ہے' اس سے مراد وہ امام ہے' جو کسی عارضہ کی وجہ سے نماز پڑھا رہا ہے۔ اگرچہ قاعدہ یہ ہے کہ جب معرفہ مکرر ہو تو ثانی عین اوّل ہوتا ہے' مگر یہ اس وقت ہے' جب وہاں پر کوئی ایسا قرینہ نہ ہو جو تعیین مراد پر دلالت کرے۔

فِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس عنوان کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے: از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

یعنی اس کے متعلق کہ ایک امام نماز پڑھا رہا تھا' پھر وہ امام آ گیا جو اصل امام تھا' پھر وہ امام پیچھے ہٹے یا نہ ہٹے' نماز پوری ہو جائے گی۔

٦٨٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِيْ حَازِمِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ إِلٰى بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ لِيُصْلِحَ بَيْنَهُمْ، فَحَانَتِ الصَّلٰوةُ، فَجَاءَ الْمُؤَذِّنُ إِلٰى أَبِيْ بَكْرٍ، فَقَالَ أَتُصَلِّيْ لِلنَّاسِ فَأُقِيْمَ؟ قَالَ نَعَمْ، فَصَلّٰى أَبُوْ بَكْرٍ، فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ فِي الصَّلٰوةِ، فَتَخَلَّصَ حَتّٰى وَقَفَ فِي الصَّفِّ، فَصَفَّقَ النَّاسُ، وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ لَا يَلْتَفِتُ فِيْ صَلٰوتِهٖ، فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِيْقَ الْتَفَتَ، فَرَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی حازم بن دینار از سہل بن سعد الساعدی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' بنی عمرو بن عوف کی طرف ان کے درمیان صلح کرانے کے لیے گئے' پس نماز کا وقت آ گیا' پھر مؤذن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا' پس کہا: کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے تو میں نماز کی اقامت پڑھوں؟ حضرت ابوبکر نے کہا: ہاں! پھر حضرت ابوبکر نے نماز پڑھائی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے' اور لوگ اس وقت نماز پڑھنے میں مشغول تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم صفوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے آئے' حتیٰ کہ (پہلی) صف میں آ کر کھڑے ہو گئے' پس لوگوں

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' فَاَشَارَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِ امْكُثْ مَكَانَكَ . فَرَفَعَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَدَيْهِ' فَحَمِدَ اللّٰهَ عَلٰى مَا اَمَرَهٗ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذٰلِكَ' ثُمَّ اسْتَاْخَرَ اَبُوْ بَكْرٍ حَتّٰى اسْتَوٰى فِى الصَّفِّ' وَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى' فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ' مَا مَنَعَكَ اَنْ تَثْبُتَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؟ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ مَا كَانَ لِابْنِ اَبِىْ قُحَافَةَ اَنْ يُّصَلِّىَ بَيْنَ يَدَىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لِىْ رَاَيْتُكُمْ اَكْثَرْتُمُ التَّصْفِيْقَ؟ مَنْ رَابَهٗ شَىْءٌ فِىْ صَلٰوتِهٖ فَلْيُسَبِّحْ' فَاِنَّهٗ اِذَا سَبَّحَ الْتُفِتَ اِلَيْهِ' وَاِنَّمَا التَّصْفِيْقُ لِلنِّسَاءِ. [اطراف الحدیث:۱۲۰۱ـ۱۲۰۴ـ۱۲۱۸ـ۱۲۳۴ـ۲۶۹۰ـ ۲۶۹۳ـ۷۱۹۰]

نے تالیاں بجائیں اور حضرت ابوبکر نماز میں ادھر ادھر التفات نہیں کرتے تھے' جب لوگوں نے بہت زیادہ تالیاں بجائیں تو انہوں نے توجہ کی' پس انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اشارہ کیا کہ وہ اپنی جگہ ٹھہرے رہیں' حضرت ابوبکر نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نماز پڑھاتے رہنے کا حکم دیا' پھر حضرت ابوبکر پیچھے ہو گئے' حتیٰ کہ صف کے برابر کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا: اے ابوبکر! تم کو اپنی جگہ برقرار رہنے سے کس چیز نے منع کیا جب میں نے تمہیں (نماز پڑھاتے رہنے کا) حکم دیا تھا؟ حضرت ابوبکر نے کہا: ابوقحافہ کے بیٹے کے لیے تو یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نماز پڑھائے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (لوگوں سے) فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں نے تم کو بہت زیادہ تالیاں بجاتے ہوئے دیکھا؟ جس شخص کی نماز میں کوئی امر پیش آ جائے' وہ سبحان اللہ کہے' جب وہ سبحان اللہ کہے گا تو اس کی طرف التفات کیا جائے گا' تالیاں بجانا صرف عورتوں کے لیے ہے۔

(صحیح مسلم:۴۲۱' الرقم المسلسل: ۹۲۴' سنن ابوداؤد: ۹۴۰' سنن نسائی: ۷۸۳' سنن ابن ماجہ: ۱۰۳۵' سنن دارمی: ۱۳۶۴' مسند ابویعلیٰ: ۷۵۲۴' صحیح ابن خزیمہ: ۸۵۳' صحیح ابن حبان: ۲۲۶۱' المعجم الکبیر: ۵۹۳۲' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۲۳' مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۸۱۶۔ ج ۳۷ ص ۴۷۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۴۱۵' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن یوسف التنیسی القاتی (۲) امام مالک بن انس اصبحی (۳) ابوحازم سلمہ بن دینار (۴) حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۰۴)

بنو عمرو بن عوف کا تعارف اور ان کی طرف جانے کا وقت اور جانے کی وجہ

اس حدیث میں ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' بنوعمرو بن عوف کی طرف گئے' یہ لوگ مالک بن اوس کی اولاد سے تھے' اور یہ قبا میں رہتے تھے' انصار کے دو قبیلے تھے: اوس اور الخزرج اور بنوعمرو بن عوف' اوس کی شاخ تھی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وہاں جانے کا سبب یہ تھا کہ اہل قباء آپس میں لڑ پڑے تھے' حتیٰ کہ انہوں نے ایک دوسرے پر پتھر مارے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا: چلو! ہم ان کے درمیان صلح کرائیں' امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ آپ ظہر کی اذان کے بعد وہاں گئے تھے' اور امام ابوداؤد نے اس طرح روایت کیا ہے:

بنوعمرو بن عوف کی طرف جانے کے متعلق حدیث

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنوعمرو بن عوف کے درمیان لڑائی ہوگئی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ ظہر کے بعد ان کے درمیان صلح کرانے گئے' پس آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اگر عصر کی نماز کا وقت آجائے اور میں تمہارے پاس نہ آؤں تو پھر ابوبکر کو حکم دینا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' پس جب عصر کا وقت آ گیا تو حضرت بلال نے اذان دی' پھر اقامت کہی' پھر حضرت ابوبکر سے نماز پڑھانے کے لیے کہا' سو انہوں نے نماز پڑھائی۔ (سنن ابوداؤد: ۹۴۱' سنن نسائی: ۷۹۲)

نماز میں حضرت ابوبکر نے دونوں ہاتھ کیوں بلند کیے تھے' اس سلسلہ میں حدیث

اس حدیث میں ہے: حضرت ابوبکر نے دونوں ہاتھ بلند کیے اور اس پر اللہ کا شکر ادا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں نماز پڑھاتے رہنے کا حکم دیا' اس کی تفصیل امام احمد کی اس روایت میں ہے:

پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابوبکر سے پوچھا: تم نے اپنے دونوں ہاتھ کیوں بلند کیے تھے؟ اور جب میں نے تمہاری طرف اشارہ کیا تھا کہ اسی جگہ قائم رہو تو تمہیں کس چیز نے منع کیا تھا؟ انہوں نے کہا: میں نے اپنے دونوں ہاتھ اس لیے بلند کیے کہ میں نے اس پر اللہ کا شکر ادا کیا کہ میں نے دیکھا کہ آپ نے مجھے اسی جگہ قائم رہنے کا اشارہ کیا اور ابوقحافہ کے بیٹے کی یہ مجال نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نماز پڑھائے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۸' مسند احمد: ۲۲۸۹۳۔ ج ۷ ۳ ص ۵۰۸۔۵۰۷' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

دو فریقوں کے درمیان صلح کرانا' ایک نماز کو دو اماموں کا پڑھانا اور امام مسجد وقت پر موجود نہ ہو تو دوسرے کا نماز پڑھا دینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بنوعمرو بن عوف کے ہاں صلح کرانے کے لیے تشریف لے گئے' اس سے معلوم ہوا کہ لوگوں کے درمیان صلح کرانی چاہیے اور فتنہ کے مادہ کو جڑ سے اکھاڑ دینا چاہیے اور تمام مسلمانوں کو ایک بات پر متفق کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

(۲) سربراہ ملک کو چاہیے کہ عوام کی اصلاح کرنے کے لیے وہ خود سعی کرے اور یہ چیز امام کی مصلحت پر مقدم ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نماز کی امامت چھوڑ کر امت کی اصلاح کے لیے تشریف لے گئے۔

(۳) نمازِ عصر کا کچھ حصہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پڑھایا اور باقی حصہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پڑھایا' اس سے معلوم ہوا کہ ایک نماز کو دو اماموں کی اقتداء میں پڑھنا جائز ہے' اسی حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ اگر کسی عذر کی وجہ سے امام نماز کے دوران کسی کو اپنا خلیفہ بنا کر نماز سے نکل جائے تو یہ جائز ہے' غیر مقلدین کا اس میں اختلاف ہے اور ان کا مسلک اس حدیث سے باطل ہے۔

(۴) نمازوں کا جو امام مقرر ہو' اگر کسی وجہ سے وہ نماز کے وقت موجود نہ ہو تو نمازیوں کے لیے جائز ہے کہ وہ کسی اہل شخص کو امام بنا کر اس کی اقتداء میں نماز پڑھ لیں' بہ شرطیکہ اس میں فتنہ نہ ہو' جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وقت پر تشریف نہیں لائے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: وہ نماز پڑھا دیں۔

(۵) نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آنے پر حضرت ابوبکر پیچھے ہٹ گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔

عین حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعظیم کرنا اور حضرت ابوبکر کا افضل امت ہونا

امام ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خصوصیت ہے کہ نماز میں آپ کی تعظیم کی جائے

آپ کے آنے کے بعد کوئی اور شخص نماز نہ پڑھائے' اگر مسجد کے امام کے علاوہ کوئی اور شخص نماز پڑھا رہا ہو اور اثناء نماز میں مسجد کا امام آ جائے تو اس کی تعظیم کے لیے نماز کے دوران اس امام کا پیچھے ہٹنا جائز نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ حالت نماز میں کسی اور شخص کی تعظیم کرنا جائز نہیں ہے۔

(۶) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عین حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کرنا جائز ہے۔

(۷) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال سے فرمایا تھا: اگر میں نماز کے وقت پر نہ آؤں تو ابوبکر کو حکم دینا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک تمام صحابہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی سب سے افضل تھے اور وہی آپ کے نزدیک امامت اور خلافت کے لائق تھے۔

نماز میں کسی نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ

(۸) جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو اشارہ کیا کہ وہ نماز پڑھاتے رہیں تو انہوں نے اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں سبحان اللہ اور الحمد للہ کہنا جائز ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے لیکن جب کسی شخص نے الحمد للہ کہہ کر کسی کو جواب دینے کا ارادہ کیا تو اس کی نماز کے فاسد ہونے کے متعلق مشائخ کا اختلاف ہے' اور المحیط میں مذکور ہے کہ کسی شخص کو چھینک آئی اور اس نے دل میں الحمد للہ کہا اور زبان کو حرکت نہیں دی تو امام ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر اس نے زبان کو حرکت دی تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی' اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ امام کو لقمہ دینا جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو نماز میں کوئی امر پیش آئے تو وہ سبحان اللہ کہے کیونکہ یہ تعلیم اور تلقین ہے۔

السفاقسی نے کہا ہے کہ امام مالک نے کہا ہے کہ جس شخص نے نماز میں اپنی خوشی کی خبر دینے کے لیے الحمد للہ کہا تو اس سے اس کی نماز میں کوئی ضرر نہیں ہوگا اور ابن القاسم نے کہا: جس نے مصیبت کی خبر دینے کے لیے نماز میں ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھا یا کسی بات کی خبر دینے کے لیے کہا: ''الحمد للہ علی کل حال'' تو اس کی نماز جائز ہے۔ امام مالک اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جب نمازی کو یہ خطرہ ہو کہ نابینا کنوئیں میں گر جائے گا یا سانپ پر اس کا پیر پڑ جائے گا تو اس کو متنبہ کرنے کے لیے وہ سبحان اللہ کہے تو یہ جائز ہے۔

فقہاء احناف کے نزدیک ان تمام صورتوں میں نماز فاسد ہو جائے گی۔

بلاضرورت نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنے کی ممانعت اور بہ وقت ضرورت مڑ کر دیکھنے کے متعلق احادیث

(۹) جب لوگوں نے بہ کثرت تالیاں بجائیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مڑ کر دیکھا' جمہور فقہاء نے کہا ہے کہ اگر نماز میں ادھر ادھر معمولی سا التفات کیا جائے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور یہ اس صورت میں ہے جب ضرورت کے موقع پر التفات کیا جائے' اور بلاضروت ادھر اُدھر نماز میں التفات کرنا ممنوع ہے' حدیث میں ہے:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عثمان بن ابی شیبہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے اور وہاں دیکھا کہ لوگ آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر رہے ہیں' آپ نے فرمایا: لوگ آسمان کی طرف نظریں اٹھانے سے باز آ جائیں' ورنہ ان کی طرف ان کی آنکھیں واپس نہیں لوٹیں گی۔ (سنن ابوداؤد: ۹۱۲' صحیح مسلم: ۴۲۸' سنن نسائی: ۱۱۸۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو نماز میں نظریں

اوپر اٹھاتے ہیں' پھر اس میں سختی کرتے ہوئے فرمایا: یہ لوگ اس سے باز آ جائیں ورنہ ان کی بصارت سلب کر لی جائے گی۔
(صحیح البخاری: ۷۵۰' سنن ابوداؤد: ۹۱۳' سنن نسائی: ۱۱۹۲' سنن ابن ماجہ: ۱۰۴۴)

ضرورت کے موقع پر نماز میں ادھر اُدھر دیکھنے کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

سہل بن الحنظلیہ بیان کرتے ہیں: صبح کی نماز کے لیے تثویب کی گئی' اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور آپ گھاٹی کی طرف مڑ کر دیکھ رہے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۹۱۶)

امام ابوداؤد نے کہا: آپ نے رات کو ایک گھوڑے سوار کو گھاٹی کی طرف حفاظت کے لیے بھیجا تھا' آپ اس کو مڑ کر دیکھ رہے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں دائیں بائیں مڑ کر دیکھتے تھے اور اپنی گردن کو پیچھے موڑ کر نہیں دیکھتے تھے۔ (سنن نسائی: ۱۱۹۷' سنن ترمذی: ۵۸۷)

نماز میں کسی کو اپنا خلیفہ بنانے کے متعلق مذاہب ائمہ

(۱۰) اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جب نماز میں امام کو کوئی عذر پیش آ جائے تو وہ کسی کو اپنا خلیفہ بنا کر نماز سے باہر نکل سکتا ہے' حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما' اور حسن بصری' علقمہ' النخعی اور ثوری سے اسی طرح مروی ہے اور امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام احمد اور ایک قول کے مطابق امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام کے لیے صفوں کے درمیان سے گزرنے کا جواز' عمل قلیل کا مفسد صلوٰۃ نہ ہونا اور دینی وجاہت ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا

(۱۱) اس حدیث میں امام کے لیے صفوں کے درمیان سے اگلی صف میں پہنچنے کا جواز ہے اور دوسروں کے لیے یہ مکروہ ہے۔
(۱۲) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے معلوم کیا کہ آپ میرے حکم دینے کے باوجود نماز پڑھانے پر برقرار کیوں نہیں رہے' اس سے معلوم ہوا کہ اگر تابع امیر کے کسی حکم پر عمل نہ کرے تو اس کو زجر و توبیخ کرنے سے پہلے اس کے عمل نہ کرنے کا سبب معلوم کرنا چاہیے۔
(۱۳) حضرت ابوبکر اپنی جگہ سے پچھلی صف میں آ گئے' اس سے معلوم ہوا کہ عمل قلیل مفسد صلوٰۃ نہیں ہے۔
(۱۴) دین میں وجاہت عطا فرمانے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کیونکہ حضرت ابوبکر نے اس پر شکر ادا کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی امامت کو قبول فرما لیا۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۰۹۔۳۰۷ ملخصاً بحر جاومفیضاً' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ادب کا حکم پر مقدم ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو یہ حکم دیا تھا کہ نماز پڑھاتے رہو لیکن حضرت ابوبکر کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امامت کرانا ادب کے خلاف تھا' اس لیے انہوں نے آپ کے ادب کو آپ کے حکم پر مقدم کیا' اسی طرح جب حدیبیہ میں صلح نامہ لکھا جا رہا تھا اور اس میں یہ لکھا گیا: یہ محمد رسول اللہ کی جانب سے عظماء قریش کی طرف ہے تو اس پر قریش نے اعتراض کیا کہ ہم اس کو نہیں مانتے' اگر ہم کو یہ یقین ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو عمرہ کرنے سے منع نہ کرتے لیکن آپ محمد بن عبد اللہ ہیں' آپ نے فرمایا: میں رسول اللہ بھی ہوں اور محمد بن عبد اللہ بھی ہوں' پھر آپ نے حضرت علی سے فرمایا: ''رسول اللہ'' کے الفاظ مٹا دو' انہوں نے کہا: نہیں' اللہ کی قسم! میں آپ کے نام کو کبھی نہیں مٹاؤں گا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ مکتوب لے کر یہ لکھ دیا: یہ وہ تحریر ہے جس پر محمد بن عبد اللہ نے صلح کی ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۶۹۹)

یہاں بھی نبی ﷺ نے حکم دیا تھا کہ محمد رسول اللہ جو لکھا ہوا ہے اس کو مٹا دو لیکن چونکہ اس کو مٹانا ادب کے خلاف تھا اس لیے حضرت علی نے اس نام کو نہیں مٹایا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما دونوں کے نزدیک ادب حکم پر مقدم ہے اور حدیث قرطاس میں حضرت عمر نے آپ کی محبت اور بیماری میں آپ کو زحمت سے بچانے کے لیے آپ کے حکم کو مؤخر کیا تھا۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے آپ کے وقت پر نہ پہنچنے کی وجہ سے خود نماز پڑھا دی تھی۔ حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ غزوۂ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے رسول اللہ ﷺ قضاء حاجت کے لیے جنگل میں گئے میں بھی نماز فجر سے پہلے آپ کے ساتھ پانی لے کر گیا پھر جب رسول اللہ ﷺ میری طرف واپس آئے تو میں مشکیزہ سے پانی لے کر آپ کے ہاتھوں پر ڈالنے لگا آپ نے تین بار اپنے ہاتھ دھوئے پھر اپنا چہرہ دھویا پھر اپنے جبہ سے اپنے ہاتھ نکالنے لگے جبہ کی آستینیں تنگ تھیں تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ جبہ میں داخل کیے حتیٰ کہ جبہ کے نیچے سے اپنی دونوں کلائیوں کو نکال لیا اور اپنی کلائیوں کو کہنیوں تک دھویا پھر اپنے موزوں پر مسح کیا پھر آپ نماز کی طرف گئے حضرت مغیرہ نے کہا: میں آپ کے ساتھ گیا حتیٰ کہ ہم نے دیکھا کہ لوگوں نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو آگے کر دیا تھا اور انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی پس رسول اللہ ﷺ نے دو رکعتوں میں سے ایک رکعت کو پالیا اور آپ نے لوگوں کے ساتھ دوسری رکعت پڑھی جب حضرت عبدالرحمان بن عوف نے سلام پھیرا تو رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر ایک رکعت پڑھی یہ ماجرا دیکھ کر مسلمان بہت گھبرا گئے اور انہوں نے بہت زیادہ بار سبحان اللہ کہا جب نبی ﷺ نے اپنی نماز پوری کر لی تو آپ نے لوگوں کی طرف مڑ کر فرمایا: تم نے اچھا کیا یا فرمایا: تم نے درست کیا اور اس بات پر ان کی تحسین کی کہ انہوں نے وقت پر نماز پڑھی۔ (صحیح مسلم: ۱۰۵ الرقم المسلسل: ۲۰۷)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۸۵۳۔ ج ۱ ص ۱۲۱۴ پر مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے: باب مذکور کی حدیث کے مسائل۔

٤٩ - بَابٌ إِذَا اسْتَوَوْا فِي الْقِرَاءَةِ فَلْيَؤُمَّهُمْ أَكْبَرُهُمْ

جب سب قراءت میں برابر ہوں تو جوان میں بڑی عمر کا ہو وہ نماز پڑھائے

٦٨٥ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ فَلَبِثْنَا عِنْدَهُ نَحْوًا مِنْ عِشْرِينَ لَيْلَةً وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِيمًا فَقَالَ لَوْ رَجَعْتُمْ إِلَى بِلَادِكُمْ فَعَلَّمْتُمُوهُمْ مُرُوهُمْ فَلْيُصَلُّوا صَلٰوةَ كَذَا فِي حِينِ كَذَا وَصَلٰوةَ كَذَا فِي حِينِ كَذَا وَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی قلابہ از حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: ہم نبی ﷺ کے پاس آئے اور ہم سب جوان تھے ہم آپ کے پاس تقریباً بیس راتیں ٹھہرے اور نبی ﷺ بہت مہربان تھے پس آپ نے فرمایا: اگر تم اپنے گھروں کی طرف لوٹ جاؤ اور ان کو تعلیم دو اور ان کو حکم دو کہ وہ اس طرح نماز پڑھیں اس وقت میں اور اس وقت میں اور اس وقت میں پس جب نماز کا وقت آ جائے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے اور جو تم میں سے بڑی عمر کا ہو وہ نماز پڑھائے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۶۲۸ کا مطالعہ فرمائیں وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: جس شخص نے کہا: سفر میں ایک

مؤذن اذان دے اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: جو بڑی عمر کا ہو وہ نماز پڑھائے اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

٥٠ - بَابٌ إِذَا زَارَ الْإِمَامُ قَوْمًا فَأَمَّهُمْ

جب امام کچھ لوگوں کی زیارت کرے' پھر ان کو نماز پڑھائے

٦٨٦ - **حَدَّثَنَا** مُعَاذُ بْنُ أَسَدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ قَالَ سَمِعْتُ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيَّ قَالَ اِسْتَأْذَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذِنْتُ لَهُ، فَقَالَ أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ ؟ فَأَشَرْتُ لَهُ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي أُحِبُّ، فَقَامَ وَصَفَفْنَا خَلْفَهُ، ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن اسد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے محمود بن الربیع نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت طلب کی تو میں نے آپ کو اجازت دی' آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر میں کس جگہ چاہتے ہو کہ میں نماز پڑھوں؟ میں جس جگہ چاہتا تھا میں نے اس کی طرف اشارہ کیا' پس آپ (نماز کے لیے) کھڑے ہو گئے اور ہم نے آپ کے پیچھے صفیں بنالیں' پھر آپ نے سلام پھیرا اور ہم نے بھی سلام پھیر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٢٥ میں تفصیل سے گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: گھروں میں مساجد' اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: جب امام کچھ لوگوں کی زیارت کرے' پھر ان کو نماز پڑھائے' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی صلاحیت ہے۔

٥١ - بَابٌ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ

امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے

وَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيْهِ بِالنَّاسِ وَهُوَ جَالِسٌ.

اور جس مرض میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی' اس مرض میں آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری: ٦٦٤ میں ہے۔

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ إِذَا رَفَعَ قَبْلَ الْإِمَامِ' يَعُوْدُ فَيَمْكُثُ بِقَدْرِ مَا رَفَعَ، ثُمَّ يَتْبَعُ الْإِمَامَ.

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے کہا: جب کوئی شخص امام سے پہلے (سجدہ سے) سر اٹھالے تو اتنی دیر ٹھہرے' جتنی دیر میں امام نے سر اٹھایا ہے' پھر امام کی اتباع کرے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث میں ہے:

ابو حیان الاشجعی' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھے' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن مسعود نے فرمایا: رکوع اور سجود میں اپنے اماموں پر سبقت نہ کرو اور جب تم میں سے کوئی شخص اپنا سر اٹھالے اور امام ابھی سجدہ میں ہو تو وہ سجدہ کرے اور اتنی دیر ٹھہرا رہے جتنی دیر اس نے امام پر سبقت کی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٤٦٢٠)

وَقَالَ الْحَسَنُ فِيمَنْ يَرْكَعُ مَعَ الْإِمَامِ رَكْعَتَيْنِ وَلَا يَقْدِرُ عَلَى السُّجُوْدِ يَسْجُدُ لِلرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ يَقْضِي الرَّكْعَةَ الْأُولَى بِسُجُوْدِهَا وَفِيمَنْ نَسِيَ سَجْدَةً حَتَّى قَامَ يَسْجُدُ.

اور الحسن البصری نے کہا: جو شخص امام کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھے اور سجدہ پر قادر نہ ہو تو وہ آخری رکعت میں دو سجدے کرے پھر پہلی رکعت کو اس کے سجدہ کے ساتھ قضاء کرے اور جو شخص سجدہ کرنا بھول گیا' حتیٰ کہ کھڑا ہو گیا' وہ شخص سجدہ کرے۔

اس تعلیق کی اصل یہ ہے: امام سعید بن منصور اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: جو شخص جمعہ کے دن رکوع کرے اور لوگوں کے رش کی وجہ سے سجدہ پر قادر نہ ہو تو جب وہ نماز سے فارغ ہو تو پہلی رکعت کے دو سجدے کر لے' پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت نماز پڑھے اور دو سجدے کر لے۔ حسن بصری نے جمعہ کا ذکر اس لیے کیا کہ اس نماز میں رش بہت ہوتا ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ حسن بصری نے کہا: جو شخص نماز کی پہلی رکعت میں سجدہ کرنا بھول جائے اور کھڑا ہو جائے تو وہ اس رکعت کو لغو قرار دے اور دوبارہ رکعت پڑھے اور اس میں دو سجدے کرے۔

امام ابن ابی شیبہ نے اس سے زیادہ مکمل بیان کیا ہے کہ جو شخص نماز کی پہلی رکعت میں ایک سجدہ کرنا بھول جائے اور اس کو یاد نہ آئے حتیٰ کہ آخری رکعت آ جائے تو وہ اس رکعت میں تین سجدے کر لے اور اگر اس کو سلام سے پہلے یاد آ جائے تو وہ ایک سجدہ کر لے اور اگر اس کو نماز مکمل کرنے کے بعد یاد آئے تو دوبارہ نماز پڑھے۔

رش کے مسئلہ میں امام مالک نے کہا ہے کہ کسی کی پشت پر سجدہ نہ کرے اور ہمارے اصحاب اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اگر رش ہو تو وہ کسی کی پشت پر سجدہ کرے اور اس نماز کا اعادہ نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۱۳۔ ۳۱۲)

ان تمام تعلیقات میں امام کی متابعت پر تفریع ہے اور یہی باب کا عنوان ہے۔

٦٨٧ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ مُوْسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَقُلْتُ أَلَا تُحَدِّثِيْنِي عَنْ مَرَضِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ بَلٰى' ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ؟ قُلْنَا لَا' هُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ' قَالَ ضَعُوْا لِي مَاءً فِي الْمِخْضَبِ. قَالَتْ فَفَعَلْنَا' فَاغْتَسَلَ' فَذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ' ثُمَّ أَفَاقَ' فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَلَّى النَّاسُ؟ قُلْنَا لَا' هُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' قَالَ ضَعُوْا لِي مَاءً فِي الْمِخْضَبِ. قَالَتْ فَقَعَدَ فَاغْتَسَلَ' ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ' ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ؟ قُلْنَا لَا وَهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' فَقَالَ ضَعُوْا لِي مَاءً فِي الْمِخْضَبِ فَقَعَدَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ؟ فَقُلْنَا لَا' هُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن ابی عائشہ از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ' انہوں نے کہا: میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا' پس میں نے کہا: کیا آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے متعلق حدیث نہیں بیان کریں گی؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت بوجھل ہو گئی' آپ نے پوچھا: آیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے عرض کیا: نہیں! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں' آپ نے فرمایا: میرے لیے ایک لگن (ٹب) میں پانی ڈالو' حضرت عائشہ نے بیان کیا: ہم نے ایسا کر لیا' آپ نے اس میں غسل کیا' پھر آپ مشقت سے اٹھنے لگے' پھر آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی' پھر آپ کو ہوش آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے کہا: نہیں' یا رسول اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں' آپ نے فرمایا: میرے لیے ٹب میں پانی رکھو' آپ ٹب میں بیٹھ گئے' پھر آپ نے غسل کیا' پھر آپ اٹھنے لگے' پھر آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی' پھر آپ ہوش

وَالنَّاسُ عُكُوْفٌ فِي الْمَسْجِدِ، يَنْتَظِرُوْنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَلٰوةِ الْعِشَاءِ الْاٰخِرَةِ، فَاَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ، بِاَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ، فَاَتَاهُ الرَّسُوْلُ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُكَ اَنْ تُصَلِّيَ بِالنَّاسِ، فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ وَكَانَ رَجُلًا رَقِيْقًا يَا عُمَرُ صَلِّ بِالنَّاسِ، فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ اَنْتَ اَحَقُّ بِذٰلِكَ، فَصَلّٰى اَبُوْ بَكْرٍ تِلْكَ الْاَيَّامَ، ثُمَّ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ مِنْ نَّفْسِهٖ خِفَّةً، فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ، اَحَدُهُمَا الْعَبَّاسُ، لِصَلٰوةِ الظُّهْرِ، وَاَبُوْ بَكْرٍ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ، فَلَمَّا رَاٰهُ اَبُوْ بَكْرٍ ذَهَبَ لِيَتَاَخَّرَ، فَاَوْمَاَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَنْ لَّا يَتَاَخَّرَ، قَالَ اَجْلِسَانِيْ اِلٰى جَنْبِهٖ. فَاَجْلَسَاهُ اِلٰى جَنْبِ اَبِيْ بَكْرٍ،قَالَ فَجَعَلَ اَبُوْ بَكْرٍ يُصَلِّيْ وَهُوَ يَاْتَمُّ بِصَلٰوةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالنَّاسُ بِصَلٰوةِ اَبِيْ بَكْرٍ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ. قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَدَخَلْتُ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ لَهٗ اَلَا اَعْرِضُ عَلَيْكَ مَا حَدَّثَتْنِيْ عَائِشَةُ، عَنْ مَرَضِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ هَاتِ، فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَدِيْثَهَا، فَمَا اَنْكَرَ مِنْهُ شَيْئًا، غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ اَسَمَّتْ لَكَ الرَّجُلَ الَّذِيْ كَانَ مَعَ الْعَبَّاسِ؟ قُلْتُ لَا، قَالَ هُوَ عَلِيٌّ.

میں آئے تو آپ نے پوچھا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ہم نے کہا: نہیں! یارسول اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں' پس آپ نے فرمایا: میرے لیے ٹب میں پانی رکھو' آپ ٹب میں بیٹھ گئے' پھر آپ نے غسل کیا' پھر آپ اٹھنے لگے تو آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی' پھر آپ ہوش میں آئے تو آپ نے پوچھا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ہم نے کہا: نہیں! یارسول اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں' اور اس وقت لوگ مسجد میں بیٹھے ہوئے عشاء کی نماز کے لیے نبی ﷺ کا انتظار کر رہے تھے' پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' پس حضرت ابوبکر کے پاس قاصد گیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں' حضرت ابوبکر رقیق القلب تھے انہوں نے کہا: اے عمر! تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ' حضرت عمر نے ان سے کہا: آپ امامت کے زیادہ حق دار ہیں' پھر ان ایام میں حضرت ابوبکر نے نماز پڑھائی' پھر نبی ﷺ نے اپنی طبیعت میں افاقہ محسوس کیا تو آپ ظہر کی نماز کے لیے دو آدمیوں کے درمیان نکلے' ان میں سے ایک حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے' جب حضرت ابوبکر نے آپ کو دیکھا تھا' وہ پیچھے ہٹنے لگے' نبی ﷺ نے ان کو اشارہ کیا کہ وہ پیچھے نہ ہوں' آپ نے فرمایا: مجھے ابوبکر کے پہلو کی طرف بٹھا دو' انہوں نے آپ کو حضرت ابوبکر کے پہلو کی طرف بٹھا دیا' پھر حضرت ابوبکر نماز پڑھ رہے تھے اور وہ نبی ﷺ کی نماز کی اقتداء کر رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر کی نماز کی اقتداء کر رہے تھے' اور نبی ﷺ بیٹھے ہوئے تھے۔ عبید اللہ نے کہا: پھر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا' میں نے ان سے کہا: کیا میں آپ کو وہ حدیث نہ سناؤں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے نبی ﷺ کے مرض کے متعلق بیان کی ہے؟ انہوں نے کہا: سناؤ' پھر میں نے ان کو حضرت عائشہ کی بیان کی ہوئی حدیث سنائی' انہوں نے اس میں سے کسی چیز کا انکار نہیں کیا' سوا اس کے کہ انہوں نے پوچھا: کیا حضرت عائشہ نے

اس دوسرے شخص کا نام لیا تھا' جو حضرت عباس کے ساتھ تھا؟ میں نے کہا: نہیں! حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری:۱۹۸اور ٦٦٤ کا مطالعہ فرمائیں۔

٦٨٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنَّهَا قَالَتْ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِهِ وَهُوَ شَاكٍ فَصَلّٰى جَالِسًا وَصَلّٰى وَرَاءَهُ قَوْمٌ قِيَامًا فَاَشَارَ اِلَيْهِمْ اَنِ اجْلِسُوْا. فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَاِذَا صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا اَجْمَعُوْنَ.

[اطراف الحدیث:۱۱۱۳-۱۲۳٦-۵٦۵۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے گھر میں نماز پڑھی' اس وقت آپ بیمار تھے' سو آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور آپ کے پیچھے لوگوں نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی' آپ نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ وہ بیٹھ جائیں' جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے' پس جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم رکوع سے سر اٹھاؤ اور جب وہ ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہے تو تم کہو: ''ربنا ولك الحمد'' اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔

(صحیح مسلم:۴۱۲' الرقم المسلسل:۹۰۱' سنن ابوداؤد:۶۰۵' سنن ترمذی:۳۶۱' سنن نسائی:۸۲۸' سنن ابن ماجہ:۱۲۳۷' السنن الکبری للنسائی:۵۱۴۷' صحیح ابن خزیمہ:۱۶۱۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۲۵' مسند ابویعلیٰ:۴۸۰۷' شرح معانی الآثار:۲۳۰۸-۲۳۰۲' نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۱۲۹' موطأ امام مالک:۳۱۰' مسند احمد ج ۶ ص ۱۵۱ طبع قدیم' مسند احمد:۲۴۲۵۰-ج ۴۰ ص ۲۹۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:۷۴۷۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی:۹۳۶۳)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹھ کر نماز پڑھنے کا سبب

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھوڑے سے گر گئے' آپ کا دایاں پہلو زخمی ہو گیا' سو ہم آپ کی عیادت کرنے کے لیے گئے' پھر نماز کا وقت آ گیا تو آپ نے ہم کو بیٹھ کر نماز پڑھائی' لہٰذا ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی' جب آپ نے نماز ادا کر لی تو آپ نے فرمایا: امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے' پس جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم اللہ اکبر کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو اور جب وہ سجدہ سے سر اٹھائے تو تم بھی سجدہ سے سر اٹھاؤ' اور جب وہ ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہے تو تم ''ربنا ولك الحمد'' کہو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔ (صحیح البخاری:٦٨٩)

جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدیوں کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام احمد بن حنبل اور امام اوزاعی نے اس حدیث کے ظاہر کے مطابق کہا ہے کہ جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو لوگ بھی اس کی اقتداء میں بیٹھ کر نماز پڑھیں' خواہ ان کو کوئی عذر ہو یا نہ ہو۔

امام مالک رحمہ اللہ نے ایک روایت میں یہ کہا ہے کہ جو شخص کھڑے ہونے پر قادر ہو' اس کی نماز اس شخص کے پیچھے جائز نہیں ہے جو بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہو' خواہ مقتدی بیٹھ کر نماز پڑھے یا کھڑے ہو کر نماز پڑھے۔

امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور جمہور متقدمین رحمہم اللہ نے یہ کہا ہے کہ جو شخص کھڑے ہونے پر قادر ہو' اس کی نماز بیٹھنے والے کے پیچھے صرف اس صورت میں جائز ہے' جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے۔

ان کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرض وفات میں بیٹھ کر نماز پڑھی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اور لوگوں نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی' اگرچہ بعض علماء کا یہ زعم ہے کہ امام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی اقتداء کر رہے تھے' لیکن صحیح یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی امام تھے' اور امام مسلم نے اس باب کے بعد صراحۃً اس حدیث کا ذکر کیا ہے' اور امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے' حتیٰ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بائیں جانب بیٹھ گئے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت ابوبکر کھڑے ہو کر آپ کی اقتداء کر رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر کی اقتداء کر رہے تھے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۲ ص ۱۵۸۹' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

مرض وفات میں جو نماز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھی' اس میں آپ کے امام ہونے پر دلائل

امام جعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المصری التوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

اسود' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں: پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت ابوبکر کی بائیں جانب بیٹھ گئے اور یہ امام کے بیٹھنے کی جگہ ہے اور اگر حضرت ابوبکر امام ہوتے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی دائیں جانب بیٹھتے' پس جب آپ حضرت ابوبکر کی بائیں جانب بیٹھے اور حضرت ابوبکر آپ کی دائیں جانب تھے تو اس میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام تھے اور حضرت ابوبکر مقتدی تھے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنی حدیث میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر نے جس جگہ قراءت ختم کی تھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جگہ سے قراءت شروع کی۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر نے قراءت منقطع کر دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قراءت شروع کر دی اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امام ہونے کی دلیل ہے کیونکہ اگر آپ امام نہ ہوتے تو آپ قراءت نہ کرتے کیونکہ یہ وہ نماز تھی جس میں جہراً قراءت کی جاتی تھی' اگر ایسا نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم نہ ہوتا' حضرت ابوبکر نے قراءت کہاں ختم کی ہے' اور نہ حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کو اس کا علم ہوتا اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہ جہری نماز تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نماز میں جہراً قراءت کی تھی اور تمام لوگوں کا اس پر اتفاق ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے قراءت نہیں کرتا تو اس سے ثابت ہو گیا کہ اس نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی امام تھے۔

نظر صحیح کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اگر مقتدی کو عذر نہ ہو تو اس سے قیام ساقط نہیں ہوگا کیونکہ جب مقتدی امام کی نماز میں داخل ہو تو جو چیز مقتدی پر فرض ہو' وہ امام کی نماز میں داخل ہونے سے اس سے ساقط نہیں ہوتی' جب مقیم مثلاً ظہر کی نماز مسافر امام کی اقتداء میں

پڑھے تو اس پر چار رکعت نماز پڑھنی فرض ہیں' اور مسافر امام دو رکعت نماز پڑھ کر سلام پھیر دیتا ہے اور اس کی اقتداء کرنے سے مقیم پر لازم نہیں آتا کہ وہ بھی دو رکعت پڑھنے کے بعد سلام پھیر دے بلکہ اس پر واجب ہے کہ وہ دو رکعت نماز اور پڑھے اور اس پر جو چار رکعت نماز ظہر فرض تھی' اس کو پورا کرے۔ اس سے یہ واضح ہو گیا کہ مقتدی پر جو چیز فرض ہے' وہ امام کی اقتداء کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتی' پس جو مقتدی تندرست ہو اس پر نماز میں قیام فرض ہے اور بیمار امام جو قیام پر قادر نہ ہو' اس کی اقتداء کرنے کی وجہ سے تندرست مقتدی سے نماز میں قیام ساقط نہیں ہو گا' جیسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار تھے اور آپ قیام پر قادر نہ تھے تو آپ کی اقتداء کرنے کی وجہ سے حضرت ابوبکر اور دوسرے نمازیوں سے قیام ساقط نہیں ہوا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور حضرت ابوبکر نے اور باقی نمازیوں نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۵۲۵۔ ۵۲۴' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

علامہ محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس قاعدہ پر سب کا اتفاق ہے کہ جب مقتدی امام کی نماز میں داخل ہو تو جو چیز اس پر پہلے فرض نہ ہو تو امام کی نماز میں داخل ہونے سے وہ چیز اس پر فرض ہو جاتی ہے جیسے مسافر مثلاً مقیم امام کی اقتداء میں ظہر کی نماز پڑھے تو پہلے اس پر چار رکعت نماز پڑھنی فرض نہیں تھی' مگر اب مقیم امام کی اقتداء کرنے کی وجہ سے اس پر بھی چار رکعت پڑھنا فرض ہو گئی' اس طرح جو چیز اس پر پہلے فرض تھی اب امام کی اقتداء سے وہ فرض اس سے ساقط نہیں ہو گا' مثلاً مقیم نے مسافر امام کی اقتداء میں ظہر کی نماز پڑھی' تو پہلے اس پر چار رکعت نماز فرض تھی اور مسافر امام نے دو رکعت پڑھنے کے بعد سلام پھیر دیا تو مقیم مقتدی سے دو رکعت پڑھنے کی فرضیت ساقط نہیں ہو گی' اسی طرح جب صحت مند شخص بیمار کی اقتداء میں نماز پڑھے گا تو امام کے بیٹھ کر نماز پڑھنے کی وجہ سے صحت مند شخص سے قیام کی فرضیت ساقط نہیں ہو گی۔ (نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح شرح معانی الآثار ج ۴ ص ۱۵' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

اس باب کی حدیث' صحیح البخاری: ۶۸۸ میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھی اور فرمایا: جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز پڑھو اور یہ حدیث اس تحقیق کے خلاف ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض قدیم کا ذکر ہے اور مرض وفات میں آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور حضرت ابوبکر اور تمام صحابہ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور اس سے پہلا حکم منسوخ ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۸۲۵۔ ج ۱ ص ۱۱۹۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھوڑی سے گرنے کی حکمتیں (۲) امام کے لیے "ربنا ولك الحمد" کہنے کی مشروعیت میں مذاہب ائمہ (۳) جب امام بیٹھا ہو تو اس کے پیچھے مقتدیوں کے بیٹھنے کے متعلق مذاہب ائمہ۔

۶۸۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ فَرَسًا فَصُرِعَ عَنْهُ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْاَيْمَنُ' فَصَلّٰى صَلٰوةً مِّنَ الصَّلَوَاتِ وَهُوَ قَاعِدٌ' فَصَلَّيْنَا وَرَاءَهٗ قُعُوْدًا' فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ' فَاِذَا صَلّٰى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا' فَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا' وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا' وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک گھوڑے پر سوار ہوئے' آپ اس گھوڑے سے گر گئے اور آپ کی دائیں جانب زخمی ہو گئی' سو آپ نے نمازوں میں سے کوئی نماز بیٹھ کر پڑھی' لہٰذا ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی' جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا: امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے' سو جب وہ

وَإِذَا صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا، وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا أَجْمَعُوْنَ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ الْحُمَيْدِيُّ قَوْلُهُ إِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا هُوَ فِي مَرَضِهِ الْقَدِيْمِ، ثُمَّ صَلَّى بَعْدَ ذٰلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا، وَالنَّاسُ خَلْفَهُ قِيَامًا، لَمْ يَأْمُرْهُمْ بِالْقُعُوْدِ، وَإِنَّمَا يُؤْخَذُ بِالْآخِرِ فَالْآخِرِ مِنْ فِعْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم کھڑے ہو کر نماز پڑھو' پس جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم رکوع سے سر اٹھاؤ اور جب وہ "سمع اللّٰه لمن حمده" کہے تو تم "ربنا ولك الحمد" کہو اور جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔ امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: حمیدی نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے: جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بیٹھ کر نماز پڑھو' آپ کا یہ ارشاد آپ کے مرضِ قدیم میں تھا' اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے اور آپ نے ان کو بیٹھنے کا حکم نہیں دیا اور ہمیشہ آخری حدیث پر عمل کیا جاتا ہے اور آخری حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' گزشتہ حدیث:٦٨٨ کے تحت کی جا چکی ہے۔

٥٢ - بَابٌ مَتٰى يَسْجُدُ مَنْ خَلْفَ الْإِمَامِ
جو لوگ امام کے پیچھے ہیں وہ کب سجدہ کریں

قَالَ أَنَسٌ فَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا.

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب امام سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری:٧٣٢ "باب ایجاب التکبیر" میں ہے' اس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ روایت کی ہے کہ جب امام سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو۔

٦٩٠ - **حَدَّثَنَا** مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُوْ إِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ، وَهُوَ غَيْرُ كَذُوْبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، لَمْ يَحْنِ أَحَدٌ مِّنَّا ظَهْرَهُ، حَتّٰى يَقَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا، ثُمَّ نَقَعُ سُجُوْدًا بَعْدَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از سفیان' انہوں نے کہا: مجھے ابواسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت البراء رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی اور وہ جھوٹے نہیں تھے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "سمع اللّٰه لمن حمده" فرماتے تو ہم میں سے کوئی شخص اپنی پشت کو ٹیڑھا نہ کرتا حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کر لیتے' پھر اس کے بعد ہم سجدہ کرتے۔

حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، نَحْوَهُ بِهٰذَا. [اطراف الحدیث:٧٤٧-٨١١]

امام بخاری نے کہا: اس حدیث کو ہمیں ابونعیم نے بیان کیا از سفیان از ابی اسحاق' اسی حدیث کی مثل۔

(صحیح مسلم: ۴۷۴، الرقم المسلسل: ۱۰۴۴، سنن ابوداؤد: ۶۲۰، سنن ترمذی: ۲۸۱، سنن نسائی: ۸۲۹، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۷۱۸، صحیح ابن حبان: ۲۲۲۶، المعجم الصغیر: ۷۹، سنن بیہقی ج ۲ ص ۹۲، شرح السنۃ: ۸۴۷، مسند ابویعلیٰ: ۱۶۷۶، مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۴ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۸۵۱۱۔ ج ۳۰ ص ۴۷۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۵۵، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسدد بن مسرھد (۲) یحییٰ بن القطان (۳) سفیان الثوری (۴) ابواسحاق عمرو بن عبد اللہ السبیعی (۵) عبد اللہ بن یزید الخطمی، ان کا تعلق قبیلہ اوس سے تھا (۶) حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۲۲)

متابعت کا معنی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ نماز کے افعال میں امام کی اتباع کرنا واجب ہے، اور متابعت کا معنی یہ ہے کہ کسی رکن کو امام کے شروع کرنے کے بعد اور اس رکن سے امام کے فارغ ہونے سے پہلے، مقتدی اس رکن کو شروع کرے، حتیٰ کہ متابعت کا معنی متحقق ہو، اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مقتدی کو چاہیے کہ وہ امام کی طرف دیکھتا رہے حتیٰ کہ اس کو پتا چل جائے کہ امام ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف کس طرح منتقل ہو رہا ہے۔

۵۳ - بَابُ اِثْمِ مَنْ رَفَعَ رَاْسَهٗ قَبْلَ الْاِمَامِ

اس شخص کا گناہ جس نے امام سے پہلے سر اٹھایا

۶۹۱ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَمَا يَخْشٰى اَحَدُكُمْ، اَوْ لَا يَخْشٰى اَحَدُكُمْ، اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ قَبْلَ الْاِمَامِ، اَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ رَاْسَهٗ رَاْسَ حِمَارٍ، اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ صُوْرَتَهٗ صُوْرَةَ حِمَارٍ؟ (صحیح مسلم: ۴۲۷، الرقم المسلسل: ۹۳۸، سنن ترمذی: ۵۸۲، سنن ابوداؤد: ۶۲۳، سنن نسائی: ۸۲۷، سنن ابن ماجہ: ۹۶۱، جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۸۶۱، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن زیاد، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص اس سے نہیں ڈرتا کہ جب وہ امام سے پہلے سر اٹھائے تو اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کا سر بنا دے یا اللہ تعالیٰ اس کی صورت کو گدھے کی صورت بنا دے؟

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حجاج بن منہال السلمی الاغاطی البصری ابومحمد (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) محمد بن زیاد الجمحی المدنی ساکن البصرہ (۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۲۵)

اس امت میں مسخ کے وقوع کے متعلق علماء کے اقوال

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کا سر بنا دے یا اس کی صورت کو گدھے کی صورت بنا دے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس حدیث میں گدھے کے سر یا گدھے کی صورت سے مجازاً یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو انتہائی بے وقوف بنا دے کیونکہ اس امت میں مسخ کا وقوع جائز نہیں ہے۔

قاضی ابوبکر بن العربی نے کہا: اس امت میں گدھے کی صورت میں مسخ ہونے کا وجود نہیں ہے کیونکہ یہ امت مسخ سے مامون اور محفوظ ہے اور گدھے کی صورت میں مسخ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس شخص میں بصیرت کم ہوگی اور عناد زیادہ ہوگا' لیکن ان علماء کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ امت مسخ سے مامون اور محفوظ ہے' کیونکہ احادیث سے ثابت ہے کہ اس امت کے آخر میں بھی مسخ کا وقوع ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۷۔۲۲۶)

اس امت میں مسخ کے وقوع کے متعلق احادیث

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب میری امت پندرہ کام کرے گی تو اس پر عذاب کا نزول حلال ہو جائے گا' آپ سے پوچھا گیا: یارسول اللہ! وہ کون سے کام ہیں؟ آپ نے فرمایا: (۱) جب مالِ غنیمت کو (ذاتی) دولت بنالیا جائے (۲) اور امانت کو مالِ غنیمت بنالیا جائے (۳) اور زکوٰۃ کو جرمانہ بنالیا جائے (۴) اور کوئی شخص اپنی بیوی کی اطاعت کرے (۵) اور ماں کی نافرمانی کرے (۶) اور دوست کے ساتھ نیکی کرے (۷) اور باپ کے ساتھ بدی کرے (۸) اور مساجد میں آوازیں بلند کی جائیں (۹) اور قوم کا سردار رذیل ترین شخص ہو (۱۰) اور کسی شخص کے شر کے خوف سے اس کی عزت کی جائے (۱۱) اور شرابیں پی جائیں (۱۲) اور ریشم پہنا جائے (۱۳) اور گانے والیاں رکھی جائیں (۱۴) اور آلاتِ غنا استعمال کریں (۱۵) اور اس امت کے آخری لوگ پہلے لوگوں پر لعنت کریں' پس اس وقت تم سرخ آندھیوں کا' اور زمین میں دھنسنے کا اور صورتوں کے مسخ ہونے کا انتظار کرو۔ (سنن ترمذی: ۲۲۱۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب مالِ غنیمت کو دولت بنالیا جائے' اور امانت کو مالِ غنیمت بنالیا جائے' اور زکوٰۃ کو جرمانہ کہا جائے اور غیر دین کا علم حاصل کیا جائے' ایک شخص اپنی بیوی کی اطاعت کرے اور اپنی ماں کی نافرمانی کرے' اپنے دوست کو قریب کرے اور اپنے باپ کو دور رکھے' مساجد میں آوازوں کا ظہور ہو' سب سے بڑے فاسق کو قبیلہ کا سردار بنایا جائے اور سب سے رذیل شخص کو قوم کا سردار بنایا جائے اور کسی شخص کے شر کے خوف سے اس کی عزت کی جائے' گانے والیوں کا اور آلاتِ غنا کا ظہور ہو' اور شرابیں پی جائیں' اور اس امت کے آخری لوگ پہلے لوگوں پر لعنت کریں' اس وقت تم سرخ آندھیوں اور زلزلہ کا اور زمین میں دھنسنے کا اور شکلوں کے مسخ ہونے کا اور سنگ ریزوں کے برسنے کا اور دیگر نشانیوں کا انتظار کرو' یہ نشانیاں اس طرح پے بہ پے آئیں گی جیسے کسی ہار کے دانے ٹوٹ کر گرنے لگیں۔ (المسند الجامع: ۱۵۲۳۸' سنن ترمذی: ۲۲۱۱)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس امت میں زمین میں دھنسنا بھی ہے' صورتوں کا مسخ ہونا بھی ہے اور سنگ ریزوں کا برسنا بھی ہے' ایک مسلمان شخص نے پوچھا: یارسول اللہ! یہ کب ہوگا؟ آپ نے فرمایا: جب گانے والیوں کا' آلاتِ غنا کا اور شراب نوشی کا ظہور ہو۔ (سنن ترمذی: ۲۲۱۲)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۸۶۶۔ ج ۱ ص ۱۲۲۷ پر مذکور ہے' وہاں اس کی یہ توجیہ کی گئی ہے کہ گدھے کی صورت سے مراد اس کی صفت ہے۔

۵۴ - بَابُ اِمَامَةِ الْعَبْدِ وَالْمَوْلٰی — غلام اور آزاد شدہ غلام کی امامت

مصحف (قرآن مجید) سے دیکھ کر نماز پڑھنے کی تحقیق

• وَكَانَتْ عَائِشَةُ يَؤُمُّهَا عَبْدُهَا ذَكْوَانُ مِنَ الْمُصْحَفِ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی امامت ان کے غلام ذکوان مصحف سے دیکھ کر کراتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

ابوبکر بن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے ایک غلام کو بہ طور مد برآ زاد کیا' وہ ان کی رمضان میں مصحف سے دیکھ کر امامت کراتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۷۲۱۶)

مصحف سے دیکھ کر پڑھتے ہوئے امامت کرنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ابن سیرین' الحکم بن عتیبہ' عطاء اور حسن بصری نے مصحف سے (دیکھ کر) نماز پڑھانے کی اجازت دی ہے' حضرت انس رضی اللہ عنہ نماز پڑھاتے تھے اور ان کا غلام ان کے پیچھے مصحف لے کر کھڑا ہوتا تھا اور جب کسی آیت میں ان کو اشتباہ ہوتا تو وہ ان کو مصحف کھول کر وہ جگہ دکھا دیتا' امام مالک نے مصحف سے دیکھ کر تراویح کی امامت کی اجازت دی ہے اور ابراہیم النخعی' سعید بن المسیب' شعبی اور حسن بصری نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس طرح نصاریٰ عبادت کرتے ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۸۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مصحف سے دیکھ کر پڑھتے ہوئے امامت کرنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ کی روایت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ نمازی کا مصحف سے دیکھ کر نماز میں قرآن مجید پڑھنا جائز ہے اور دوسرے فقہاء نے اس سے منع کیا ہے کیونکہ یہ نماز میں عمل کثیر ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۶' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

اگر مصحف سے قرآن پڑھا تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی خواہ اس کو قرآن یاد ہو یا نہ یاد ہو' بلکہ جب اس کو سورۃ الفاتحہ حفظ نہ ہو تو اس پر مصحف سے دیکھ کر پڑھنا واجب ہے اور اگر اس نے کبھی کبھی نماز میں ورق پلٹے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی اور اگر اس نے قرآن مجید کے علاوہ کسی لکھی ہوئی چیز کو دیکھا اور اس کو دل میں دہرایا تو اس سے بھی نماز باطل نہیں ہوگی' خواہ وہ طویل عبارت ہو' اس کی امام شافعی نے تصریح کی ہے اور ہمارے اصحاب اس پر متفق ہیں' اور ہمارے نزدیک تلقین سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

(شرح المہذب ج ۵ ص ۱۵۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

مصحف سے دیکھ کر پڑھتے ہوئے امامت کرنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ منصور بن یونس البھوتی الحنبلی المتوفی ۱۰۵۱ھ لکھتے ہیں:

نماز میں مصحف سے دیکھ کر پڑھنا جائز ہے' خواہ وہ حافظ ہو کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان کے غلام ذکوان ان کو رمضان میں مصحف سے دیکھ کر نماز پڑھاتے تھے' الزہری نے کہا: ہمارے عمدہ لوگ مصحف سے دیکھ کر نماز پڑھتے تھے خواہ وہ حافظ ہوں۔ (کشاف القناع ج ۱ ص ۴۶۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

مصحف سے دیکھ کر پڑھتے ہوئے امامت کرنے کے متعلق غیر مقلدین کا نظریہ

حافظ عبداللہ روپڑی متوفی ۱۳۸۴ھ لکھتے ہیں:

یہود کی مشابہت کی وجہ سے اس کو مکروہ کہنا بھی ٹھیک نہ ہوا کیونکہ اگر ان کی مخالفت شارع کو مقصود ہوتی تو اس کے لیے ہدایت ہوتی' علاوہ ازیں جواز کے قائلین میں حضرت عائشہ ہیں' جو صحابیہ ہیں اور مانعین میں صرف تابعین ہیں۔

(فتاویٰ اہل حدیث ج ۱ ص ۴۹۰' ادارہ احیاء السنۃ النبویہ سرگودھا' ۱۴۰۴ھ)

مصحف سے دیکھ کر امامت کرانے کی ممانعت میں فقہاء تابعین کے آثار

العیاش العامری بیان کرتے ہیں کہ سلیمان بن حنظلہ البکری ایک شخص کے پاس سے گزرے' وہ لوگوں کو مصحف سے دیکھ کر نماز پڑھا رہا تھا' انہوں نے اس کو ٹانگ سے مارا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۲۲۳)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ ابوعبدالرحمان مصحف سے دیکھ کر نماز پڑھانے کو مکروہ کہتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۲۲۴)

الاعمش بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم النخعی اس کو مکروہ قرار دیتے تھے کہ ایک شخص مصحف سے پڑھتے ہوئے امامت کرائے' وہ اہل کتاب کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے اس کو مکروہ کہتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۲۲۵' مصنف عبدالرزاق: ۳۹۳۹) مغیرہ' ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ فقہاء تابعین اس کو مکروہ کہتے تھے کہ کوئی شخص مصحف سے پڑھتے ہوئے امامت کرائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۲۲۶)

لیث بیان کرتے ہیں کہ مجاہد اس کو مکروہ کہتے تھے کہ کوئی شخص مصحف سے پڑھتے ہوئے امامت کرائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۲۲۷' مصنف عبدالرزاق: ۳۹۴۰)

قتادہ نے کہا: حسن بصری اس کو مکروہ کہتے تھے اور انہوں نے کہا: اس طرح نصاریٰ کرتے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۲۲۹)

حماد اور قتادہ اس کو مکروہ کہتے تھے کہ کوئی شخص رمضان میں مصحف کو دیکھ کر پڑھتے ہوئے امامت کرائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۲۳۰)

عامر نے کہا: مصحف سے امامت نہ کرائی جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۲۳۱)

شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ لکھتے ہیں:

کسی شخص کے لیے اس طرح امامت کرنا جائز نہیں ہے کہ وہ مصحف میں دیکھ کر پڑھ رہا ہو' فرض میں نہ نفل میں' اگر اس کو یہ علم ہو کہ یہ جائز نہیں ہے' پھر بھی وہ اس طرح نماز پڑھائے تو اس کی نماز باطل ہے اور جن نمازیوں کو یہ علم ہو کہ یہ جائز نہیں ہے' ان کی نماز بھی باطل ہے۔

شیخ ابن حزم نے کہا: جس شخص کو قرآن حفظ نہیں ہے' اس کو اللہ نے اس کا مکلف نہیں کیا کہ وہ اس کو نماز میں پڑھے جو اس کو حفظ نہیں ہے کیونکہ یہ اس کی طاقت میں نہیں ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا. (البقرہ: ۲۸۶) اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ کا مکلف نہیں کرتا۔

اور جس چیز کا وہ مکلف نہیں ہے اس کو نماز میں کرنا باطل ہے' اور مصحف میں دیکھ کر پڑھنا ایسا عمل ہے کہ نماز میں اس کے جواز کے متعلق شارع علیہ السلام کی کوئی تصریح نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک نماز میں مشغولیت ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایسا عمل کیا جو ہمارے دین میں نہیں ہے' وہ مردود ہے' اور سعید بن المسیب اور حسن بصری اور دوسرے فقہاء تابعین کا یہی قول ہے۔ (المحلی بالآثار ج ۳ ص ۱۴۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

مصحف سے دیکھ کر پڑھتے ہوئے امامت کرنے کے متعلق احناف کا نظریہ

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

جب امام نے مصحف سے دیکھ کر قراءت کی تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا: یہ نماز مکمل ہے کیونکہ اس نماز کے ساتھ ایک اور عبادت مل گئی ہے البتہ یہ نماز مکروہ ہے کیونکہ یہ اہل کتاب کی عبادت کے مشابہ ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ مصحف کو اٹھانا' اس کو پڑھنا اور اس کے ورق پلٹنا عمل کثیر ہے اور اس لیے کہ اس میں مصحف سے استفادہ ہے اور اس سے لقمہ لینا ہے' پس یہ اس طرح ہے جس طرح خارج از نماز سے نماز میں لقمہ لیا جائے۔ دوسری دلیل کے اعتبار سے اس میں کوئی فرق نہیں ہے' خواہ مصحف کو اٹھایا ہوا یا رکھا ہوا ہو۔

(ھدایہ اولین ص ۱۱۸۔۱۱۷' کارخانہ اسلامی کتب' کراچی' ۳۸)

علامہ کمال الدین عبدالواحد بن ہمام متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ سے جو یہ روایت ہے کہ ذکوان ان کو مصحف سے نماز پڑھاتے تھے' اس کی توجیہ یہ ہے کہ وہاں مصحف کسی چیز پر رکھا ہوا تھا اور ذکوان مصحف کو ہاتھ میں اٹھاتے تھے نہ اس کے ورق پلٹتے تھے' بلکہ کسی چیز پر مصحف شریف رکھا ہوا تھا اور وہ اس پر نظر ڈال لیتے تھے اور اس کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ ذکوان نماز شروع کرنے سے پہلے مصحف سے مطلوبہ سورت نکال کر پڑھ لیتے تھے اور اس کو حضرت عائشہ نے مجازاً مصحف سے امامت کرانا فرمایا۔ (فتح القدیر ج۱ ص ۴۱۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

وَوَلَدِ الْبَغِيِّ وَالْاَعْرَابِيِّ' وَالْغُلَامِ الَّذِيْ لَمْ يَحْتَلِمْ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّهُمْ اَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ. وَلَا يُمْنَعُ الْعَبْدُ مِنَ الْجَمَاعَةِ بِغَيْرِ عِلَّةٍ.

اور طوائف کے بیٹے اور دیہاتی اور نابالغ لڑکے کی امامت' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو کتاب اللہ کی زیادہ قراءت کرنے والا ہو' وہ ان کی امامت کرے اور غلام کو بغیر کسی علت کے جماعت کرانے سے منع نہیں کیا جائے گا۔

اس تعلیق میں جن کی امامت کا ذکر کیا گیا ہے' ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

غلام کو امام بنانے کے متعلق احادیث

ابوسفیان بیان کرتے ہیں کہ وہ بنو عبد الاشہل کی امامت کراتے تھے' اور وہ مکاتب تھے (یعنی غلام تھے اور ان کی آزادی کی قیمت مقرر تھی) اور ان میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب بھی تھے' ان میں محمد بن مسلمہ اور سلمہ بن سلامہ بھی تھے' انہوں نے اس غلام کو امامت سے مؤخر کرنے کا ارادہ کیا' لیکن جب انہوں نے اس کی قراءت سنی تو کہا: اس جیسے شخص کو مؤخر نہیں کیا جائے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۱۰۴)

الضحاک نے کہا: غلام آزاد لوگوں کی امامت نہ کرائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۱۱۴)

غلام کی امامت کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ کے علاوہ حضرت ابوذر' حضرت حذیفہ اور حضرت ابن مسعود صحابہ میں سے اور تابعین میں سے حسن بصری' ابن سیرین' النخعی' الشعبی' الحکم اور فقہاء میں سے الثوری' امام ابوحنیفہ' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق غلام کی اقتداء میں نماز کو جائز قرار دیتے ہیں' ابومجلز نے غلام کی امامت کو مکروہ کہا ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ آزاد لوگوں کو غلام نماز نہ پڑھائے' سوائے اس صورت کے کہ غلام قاری ہو اور آزاد لوگ قراءت پر قادر نہ ہوں' البتہ جمعہ اور عید میں اس کی امامت جائز نہیں ہے کیونکہ جمعہ اور عیدین اس پر واجب نہیں ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سنو! اور اطاعت کرو خواہ تم پر حبشی کو حاکم بنا دیا جائے' جس کا سر انگور کی مثل ہو۔ (صحیح البخاری: ۷۱۴۲' صحیح مسلم: ۱۸۳۷' سنن ابن ماجہ: ۲۸۶۲)

جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حبشی غلام کی اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا بھی حکم دیا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۸۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

غلام کی امامت کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات

علامہ مرغینانی حنفی نے لکھا ہے: غلام کو امام بنانا مکروہ (تنزیہی) ہے کیونکہ وہ احکام نماز کی تعلیم کے لیے فارغ نہیں ہوتا۔

(ھدایہ اولین ص ۱۰۱' کارخانہ اسلامی کتب' کراچی' ۳۸)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ غلام کی امامت مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ وہ اپنے مولیٰ کی خدمت میں مشغول رہتا ہے۔ المبسوط میں مذکور ہے کہ غلام کی امامت جائز ہے اور اس کے غیر کی امامت مستحب ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آزاد اس سے اولیٰ ہے کیونکہ امامت بہت عظیم منصب ہے اور آزاد اس کے زیادہ لائق ہے' جو غلام فقیہ ہو' وہ امامت کے زیادہ لائق ہے کیونکہ حضرت ابوحذیفہ کے آزاد شدہ غلام سالم' مسجد قباء میں مہاجرین اوّلین کی امامت کراتے تھے اور ان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ تھے کیونکہ ان کو ان سب سے زیادہ قرآن حفظ تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۲۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

طوائف کے بیٹے کی امامت کے متعلق فقہاء تابعین اور ائمہ مذاہب کے نظریات

وکیع نے کہا: ہمیں امام ابوحنیفہ نے حدیث بیان کی کہ میں نے عطاء سے ولد الزنا کی امامت کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے' کیا ان میں ایسے لوگ نہیں ہیں جو ہم سے زیادہ روزے رکھتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۰۹۱)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ابراہیم النخعی' شعبی' عطاء' اور حسن بصری نے کہا ہے کہ ولد الزناء جب نیکوکار ہو تو اس کی اقتداء میں نماز جائز ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اس کے ماں باپ کا اس پر بالکل گناہ نہیں ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی. (الانعام: ۱۶۴) اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

ثوری' امام ابوحنیفہ' اوزاعی' امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔

عمر بن عبد العزیز اور مجاہد نے کہا ہے کہ ولد الزناء کی امامت مکروہ ہے' امام مالک نے کہا: میرے نزدیک اس کو مستقل امام بنانا مکروہ ہے کیونکہ لوگ اس کی مذمت کرتے ہیں اور اس کی اقتداء میں نماز پڑھنے کو گناہ سمجھتے ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۸۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

ولد الزناء کی امامت مکروہ (تنزیہی) ہے کیونکہ اس کا کوئی باپ نہیں ہے جو شفقت سے اس کو ادب سکھائے' پس اس پر جہل غالب رہے گا اور اس کو امام بنانے سے لوگ نفرت کریں گے۔ (ھدایہ اولین ص ۱۰۱' کارخانہ اسلامی کتب' کراچی' ۳۸)

امام شافعی نے کہا: میرے نزدیک اس کو امام بنانا مکروہ ہے جس کا باپ معروف نہ ہو' ابن حزم نے کہا: نابینا' خصی' غلام اور ولد

الزناء اوران کی اضداء اور قرشی سب برابر ہیں'ان کے درمیان صرف قراءت کے اعتبار سے فضیلت ہے اور ہمارے اصحاب حنفیہ نے کہا ہے کہ غلام اور ولد الزناء کی امامت مکروہ (تنزیہی) ہے کیونکہ ان کی تکریم نہیں کی جاتی لیکن اگر ان کو امام بنادیا جائے تو جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج۵ ص ۳۳۰'فتح الباری ج۲ ص ۲۸۶)

دیہاتی کی امامت کے متعلق فقہاء تابعین اور ائمہ مذاہب کے نظریات

عباس جریری بیان کرتے ہیں کہ ابومجلز اعرابی کی امامت کو مکروہ کہتے تھے'اور حسن بصری اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۶۰۸۱)

دارم بیان کرتے ہیں: میں نے سالم سے پوچھا: کیا اعرابی مہاجر کو امام بنایا جائے' انہوں نے کہا: جب وہ نیک ہو تو پھر اس میں کیا حرج ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ:۶۰۸۲)

حماد بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم النخعی نے کہا: اعرابی کی امامت میں کوئی حرج نہیں ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ:۶۰۸۴)

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اعرابی کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ:۶۰۸۵)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اگر اعرابی (دیہاتی) عالم ہو تو وہ اور شہری برابر ہیں لیکن زیادہ تر دیہاتی نماز کے احکام سے جاہل ہوتے ہیں' ابومجلز اور امام مالک نے ان کی امامت کو مکروہ کہا ہے' انہوں نے کہا: دیہاتی کو امام نہ بنایا جائے خواہ وہ سب سے اچھا قرآن پڑھتا ہو کیونکہ وہ نماز کے احکام سے جاہل ہوتے ہیں' امام ابوحنیفہ' امام شافعی' ثوری اور اسحاق نے ان کی امامت کو جائز کہا ہے۔

(شرح ابن بطال ج۲ ص ۳۸۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت'۱۴۲۴ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

دیہاتی کی امامت مکروہ (تنزیہی) ہے کیونکہ دیاتیوں پر جہل کا غلبہ ہوتا ہے' اور اگر غلام' ولد الزنا اور اعرابی کو امام بنادیا جائے تو جائز ہے کیونکہ حدیث میں ہے: ہر نیک اور بد کے پیچھے نماز پڑھ لو۔(سنن ابوداؤد:۲۵۳۳)

(ھدایہ اولین ص ۱۰۱' کارخانہ اسلامی کتب' کراچی)

علامہ عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ نے کراہت کے ساتھ ان کی امامت کو جائز کہا ہے کیونکہ ان پر جہل کا غلبہ ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج۵ ص ۳۳۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت'۱۴۲۱ھ)

نابالغ لڑکے کی امامت کے متعلق احادیث اور آثار

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ عطاء نے کہا کہ نابالغ لڑکے کو امام نہ بنایا جائے۔(مصنف عبد الرزاق:۳۸۵۶)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب تک لڑکا بالغ نہ ہو جائے اس کو امام نہ بنایا جائے۔

(مصنف عبد الرزاق:۳۸۵۷)

عبد العزیز بیان کرتے ہیں کہ محمد بن سوید لڑکے تھے اور ان کو طائف کے لوگوں نے تراویح میں امام بنادیا' پھر انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر اس کے متعلق مشورہ طلب کیا' حضرت عمر ناراض ہوئے اور ان کو جواب لکھا: جب تک کوئی لڑکا بالغ نہ ہو جائے' اس کو امام نہ بنایا جائے۔(مصنف عبد الرزاق:۳۸۵۹)

معمر بیان کرتے ہیں کہ ضحاک بن قیس نے ایک نابالغ لڑکے کو امام مقرر کر دیا' اس نے لوگوں کو نماز پڑھائی' ان سے کہا گیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے کہا: اس لڑکے کو مجھ سے زیادہ قرآن یاد ہے' میں نے اس کو اس لیے امام بنایا ہے' معمر نے کہا: مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں ایک نابالغ لڑکا نماز پڑھاتا تھا اور اس کو سب سے زیادہ قرآن یاد تھا۔

(مصنف عبدالرزاق: ۳۸۶۰)

معمر' ایوب سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو آپ کے پاس لوگوں کے وفود آئے' ایک لڑکا قبیلہ جرم سے تھا' جس کا نام عمرو بن سلمہ تھا' جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جانے والوں میں سے کوئی شخص ان کے پاس سے گزرتا' وہ اس سے قرآن مجید سن کر یاد کر لیتے تھے' اس کو اپنی قوم میں سب سے زیادہ قرآن یاد تھا' وہ اپنی قوم کی امامت کراتے تھے اور وہ اس وقت نابالغ تھے' انہوں نے پرانا تہبند باندھا ہوا تھا' قبیلہ کی ایک بوڑھی عورت نے کہا: تم اپنے امام کو کپڑے کیوں نہیں پہناتے؟ پھر ان کی قوم نے ان کے لیے تین درہم کا تہ بند خریدا' انہوں نے کہا: مجھے اس سے بہت زیادہ خوشی ہوئی۔ (مصنف عبدالرزاق: ۳۸۶۱)

نابالغ لڑکے کی امامت کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حسن بصری نے نابالغ لڑکے کی امامت کو جائز کہا ہے' امام شافعی' اسحاق اور ابوثور کا یہی قول ہے' عطاء اور شعبی نے اس کو مکروہ کہا ہے' امام مالک' ثوری اور امام ابوحنیفہ کا یہی قول ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۸۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے غزوہ فتح مکہ کے باب میں یہ حدیث ذکر کی ہے کہ حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ سات سال کی عمر میں اپنی قوم کی امامت کراتے تھے' اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ ہوسکتا ہے وہ نوافل کی جماعت کراتے ہوں نہ کہ فرائض کی' اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ فرائض کی جماعت کراتے تھے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وفد سے فرمایا: تم فلاں نماز فلاں وقت میں پڑھو اور فلاں نماز فلاں وقت میں پڑھو' پس جب نماز کا وقت آئے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے اور جس کو تم میں سب سے زیادہ قرآن یاد ہو' وہ امامت کرائے' حضرت عمرو بن سلمہ نے کہا: پس انہوں نے تلاش کیا تو کسی کو مجھ سے زیادہ قرآن یاد نہیں تھا تو انہوں نے مجھے امام بنادیا اور اس وقت میری عمر چھ یا سات سال تھی۔ (صحیح البخاری: ۴۳۰۲) اس حدیث میں فرائض کی امامت کی تصریح ہے۔

نیز حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں (قبیلہ) جرم کے جس مجمع میں ہوتا تو میں ہی ان کا امام ہوتا تھا اور میں اس وقت سے لے کر آج تک ان کے جنازوں کی امامت کراتا ہوں۔ (سنن ابوداؤد: ۵۸۷)

اس حدیث میں فرائض اور نوافل دونوں کی امامت کی تصریح ہے۔

ابن حزم نے اس پر رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو یہ حکم دیا تھا کہ جس کو تم میں سب سے زیادہ قرآن یاد ہو' وہ امامت کرائے اور یہ حکم بالغوں کی طرف متوجہ ہے' حضرت عمرو بن سلمہ کی طرف یہ حکم متوجہ نہیں ہے کیونکہ وہ نابالغ تھے اور نابالغ سے قلم تکلیف اٹھالیا گیا ہے' ابن حزم کی یہ دلیل فاسد ہے کیونکہ حضرت عمرو بن سلمہ خود امام نہیں بنے تھے' ان کے قبیلہ کے لوگوں نے ان کو امام بنایا تھا اور وہ سب بالغ تھے۔

حسن بصری اور امام شافعی نے کہا ہے کہ بچے کی امامت جائز ہے' اور امام مالک نے اس کو مکروہ کہا ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام

احمد سے اس کے متعلق دو روایتیں ہیں اور ان کی مشہور روایت یہ ہے کہ نوافل میں اس کی امامت جائز ہے اور فرائض میں اس کی امامت جائز نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۷-۲۸۶ 'دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ موسیٰ بن احمد صالحی حنبلی متوفی ۹۶۰ھ لکھتے ہیں:

سمجھ دار نابالغ لڑکے کا فرائض میں بالغوں کی امامت کرنا صحیح نہیں ہے اور نوافل میں امامت کرنا صحیح ہے (الیٰ قولہ) ولد الزناء اور اعرابی کی امامت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (الاقناع ج ۱ ص ۵۸۸-۵۸۳ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ نابالغ لڑکے کی اقتداء میں فرض نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے' امام احمد کا بھی یہی قول ہے' داؤد نے کہا ہے کہ نفل کے متعلق امام ابوحنیفہ سے دو روایتیں منقول ہیں' امام احمد نے بھی کہا ہے کہ اس کی اقتداء میں نفل جائز ہیں' حضرت ابن عباس نے کہا ہے کہ جب تک لڑکا بالغ نہ ہو' وہ امامت نہ کرائے' اسی طرح حضرت ابن مسعود نے کہا ہے: ابراہیم نخعی نے کہا ہے کہ نابالغ لڑکے کو اگر تراویح میں امام بنا دیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۳۱ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٦٩٢ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ الْعُصْبَةَ مَوْضِعٌ بِقُبَاءٍ قَبْلَ مَقْدَمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يَؤُمُّهُمْ سَالِمٌ، مَوْلٰى اَبِيْ حُذَيْفَةَ، وَكَانَ اَكْثَرَهُمْ قُرْاٰنًا. [طرف الحدیث: ۷۱۷۵]

(سنن ابوداؤد: ۵۸۸' صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۱۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن منذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں آنے سے پہلے مہاجرین اولین کی جماعت قباء میں آئی تو وہاں حضرت ابوحذیفہ کے آزاد شدہ غلام حضرت سالم رضی اللہ عنہ ان کی امامت کرتے تھے اور ان کو سب سے زیادہ قرآن یاد تھا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن المنذر ابواسحاق الحزامی المدنی (۲) انس بن عیاض (۳) عبید اللہ العمری (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۳۱)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اور حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہ کا تعارف

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت کی توجیہ یہ ہے کہ کبار قرشی صحابہ کا حضرت سالم کو امام بنانے پر اتفاق تھا اور حضرت سالم انصار کی ایک عورت کے غلام تھے جس نے ان کو آزاد کر دیا تھا' اور ان کے آزاد کیے جانے سے پہلے ان کو امام بنایا گیا تھا اور اس سے امام بخاری کے اس قول کی مناسبت ظاہر ہو گئی اور غلام کو بغیر کسی علت کے جماعت کرانے سے منع نہیں کیا جائے گا' ان کو انصار کی ایک عورت نے آزاد کیا تھا' اس کے باوجود ان کو کہا جاتا: حضرت ابوحذیفہ کے آزاد کردہ غلام' اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ آزاد ہونے کے بعد حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ کے ساتھ ملازم رہے اور ان کو حضرت ابوحذیفہ نے اپنا بیٹا بنا لیا تھا اور جب باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کرنے سے ممانعت کر دی گئی تو سالم بن ابوحذیفہ کے بجائے سالم مولیٰ ابوحذیفہ کہا جانے لگا' حضرت سالم' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے تھے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۷)

٦٩٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث

قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو التَّيَّاحِ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا، وَإِنِ اسْتُعْمِلَ حَبَشِيٌّ، كَأَنَّ رَأْسَهُ زَبِيبَةٌ.

[اطراف الحدیث: ۶۹۶-۷۱۴۲]

بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالتیاح نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: سنو اور اطاعت کرو خواہ تم پر کسی حبشی کو حاکم بنا دیا جائے جس کا سر انگور کی طرح ہو۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۸۶۰، سنن کبریٰ ج ۸ ص ۱۵۵، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۰۸۷، تاریخ بغداد ج ۴ ص ۱۲۵، شرح السنۃ: ۲۴۵۲، شعب الایمان: ۷۳۴۶، مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۴ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۲۱۲۶۔ ج ۱۹ ص ۱۷۸، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۵۷)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن بشار (۲) یحییٰ بن سعید القطان (۳) شعبہ بن الحجاج (۴) ابوالتیاح، ان کا نام یزید بن حمید الضبعی ہے (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۳۳)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں حبشی غلام کے احکام سننے اور اس کی اطاعت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور جب اس کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے تو یہ نماز میں بھی اس کی اقتداء کرنے کو مستلزم ہے اور جب اس کو امیر اور والی بنانا جائز ہے تو نماز میں بھی امام بنانا جائز ہے۔

غلام کے حاکم بننے کی توجیہ اور جو اپنی طاقت سے اقتدار پر قبضہ کرے اس کی اطاعت کا وجوب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں غلام کو امام بنانے کی صحت پر دلیل ہے، علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ غلام کو عمال اور حکام میں سے بنانا جائز ہے اور اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ غلام کو ائمہ اور خلفاء سے بنانا جائز ہے، کیونکہ خلافت قریش کے ساتھ مخصوص ہے اور اس میں دوسروں کا دخل نہیں ہے، علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ غلام کو والی بنانا کس طرح جائز ہے جب کہ ولایت کی شرط حریت ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اس کو بعض ائمہ والی بنا دیں یا وہ غلام خود اپنی طاقت سے غالب ہو کر والی بن جائے، نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اگر سلاطین ظلم بھی کریں، پھر بھی ان کے خلاف بغاوت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے ایسا فتنہ پیدا ہوگا جس سے بہت سی جانیں اور مال ضائع ہوں گے، اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ باغی کی اطاعت کرنا واجب ہے، کیونکہ آپ نے حبشی کی اطاعت کو واجب قرار دیا ہے، اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ حبشی غلبہ سے اقتدار پر قابض ہوا ہوگا، اور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ متغلب جب تک جمعہ، جماعت، عید اور جہاد کو قائم کرتا رہے، اس کی اطاعت کرنا واجب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۳۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۵- بَابُ إِذَا لَمْ يُتِمَّ الْإِمَامُ وَأَتَمَّ مَنْ خَلْفَهُ

جب امام کی نماز مکمل نہ ہو اور مقتدی کی نماز مکمل ہو جائے

امام بخاری نے یہ ذکر نہیں کیا کہ آیا یہ صورت درست ہے یا نہیں، امام شافعی کے نزدیک یہ ہوسکتا ہے کہ امام کی نماز فاسد ہو جائے اور مقتدی کی نماز فاسد نہ ہو کیونکہ ان کے نزدیک اقتداء فقط متابعت کا نام ہے، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک جب امام کی نماز فاسد ہوگی تو مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی کیونکہ امام کی نماز مقتدی کی نماز کو متضمن ہوتی ہے، امام بخاری نے عنوان میں یہ ذکر

نہیں کیا کہ یہ صورت درست ہے یا نہیں تا کہ اس حدیث کا عنوان دونوں مذہبوں کو شامل ہو جائے۔

٦٩٤- حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى الْأَشْيَبُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُصَلُّونَ لَكُمْ، فَإِنْ أَصَابُوا فَلَكُمْ، وَإِنْ أَخْطَؤُوا فَلَكُمْ وَعَلَيْهِمْ. (سنن بیہقی ج ٢ ص ٣٩٧۔ ٣٩٦ 'شرح السنۃ: ٨٣٩ 'مسند ابویعلیٰ: ٥٨٤٣ 'مسند احمد ج ٢ ص ٣٥٥ طبع قدیم 'مسند احمد: ٨٦٦٣۔ ج ١٤ ص ٢٩٨ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الفضل بن سہل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الحسن بن موسیٰ الاشیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمان بن عبد اللہ بن دینار نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (ائمہ) تمہاری نمازیں پڑھائیں گے' اگر انہوں نے صحیح نماز پڑھائی تو اس کا ثواب تمہارے لیے ہے اور اگر انہوں نے خطا کی تو تمہارے لیے اس کا ثواب ہے اور ان کے لیے اس کا عذاب ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) الفضل بن سہل بن ابراہیم الاعرج البغدادی' یہ امام بخاری کے کم سن اساتذہ میں سے ہیں' امام بخاری سے پہلے فوت ہوئے تھے' امام بخاری عید الفطر کی شب ٢٥٦ھ میں فوت ہوئے تھے اور الفضل بن سہل بغداد میں پیر کے دن ٢٧ صفر ٢٥٥ھ میں فوت ہوئے تھے (٢) الحسن بن موسیٰ الاشیب ابو علی الکوفی' یہ خراسان کے رہنے والے تھے اور بغداد میں رہے' حمص' موصل' پھر طبرستان میں قاضی رہے اور ٢٠٩ھ میں فوت ہو گئے (٣) عبدالرحمان بن عبد اللہ بن دینار مدنی' یہ حضرت عبد اللہ بن عمر کے آزاد کردہ غلام تھے (٤) زید بن اسلم ابو اسامہ' یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے (٥) عطاء بن یسار ابو محمد' یہ حضرت ام المؤمنین میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام تھے (٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٥ ص ٣٣٤)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جب امام کی نماز مکمل نہیں ہوئی اور مقتدی کی نماز مکمل ہو گی تو مقتدی پر کوئی ضرر نہیں ہوگا۔

باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو ذر! اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا' جب تم پر ایسے حاکم ہوں گے جو نماز کو فوت کریں گے یا نماز کو مؤخر کریں گے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم نماز اپنے وقت پر پڑھنا اور اگر تم اس نماز کو ان کے ساتھ پالو تو اس کو پڑھ لینا' وہ تمہارے لیے نفل ہو جائے گی۔

(صحیح مسلم: ٦٤٨ 'سنن ابوداؤد: ٤٣١ 'سنن ترمذی: ١٧٦ 'سنن نسائی: ٧٧٤)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب میرے بعد تم پر ایسے حکمران ہوں گے جن کو نماز اپنے وقت پر پڑھنے سے کچھ چیزیں روک لیں گی' پس تم اپنے وقت پر نماز پڑھنا' ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! کیا میں ان کے ساتھ نماز پڑھوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اگر تم چاہو۔ (سنن ابوداؤد: ٤٣٣ 'سنن ابن ماجہ: ١٢٥٧ 'مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٥٨٩)

حضرت قبیصہ بن وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد تم پر ایسے حکمران ہوں گے جو نمازوں کو مؤخر کریں گے' پس تمہارے لیے ان نمازوں کا ثواب ہوگا اور ان کے لیے ان نمازوں کا عذاب ہوگا' پس جب تک وہ قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں' تم ان کے ساتھ نماز پڑھتے رہو۔ (سنن ابوداؤد: ٤٣٤)

تاخیر سے نماز پڑھنے والوں کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے پہلے لوگ گھروں میں وقت پر اپنی نماز پڑھیں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر امام کا رکوع اور سجود ناقص ہو تو اس کی اقتداء میں پڑھنے والوں کی نماز فاسد نہیں ہوگی' ماسوا اس صورت کے کہ نماز کے فرائض میں نقص ہو' پھر اس کی اقتداء جائز نہیں ہے' (علامہ ابن بطال کی اس عبارت میں خدشہ ہے کیونکہ رکوع اور سجود نماز کے فرائض میں سے تو ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ) اگر اس کو اس امام سے خطرہ ہو تو اپنے گھر میں نماز پڑھنے کے بعد اس کی اقتداء میں بھی نماز پڑھ لے' اور اس امام کی اقتداء میں نماز نفل ہو جائے گی' آپ نے جو فرمایا ہے: اگر انہوں نے صحیح نماز پڑھائی تو اس کا ثواب تمہارے لیے ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ اگر انہوں نے نماز اس کے وقت میں پڑھائی تو اس کا ثواب تمہارے لیے ہے اور اگر انہوں نے خطاء کی یعنی نماز کا وقت نکلنے کے بعد نماز پڑھی تو تمہارے لیے اس کا ثواب ہے اور ان کے لیے اس کا عذاب ہے' بنوامیہ اسی طرح نماز میں بہت زیادہ تاخیر کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب تم ایسے لوگوں کو پاؤ گے جو نمازوں کو ان کا وقت نکلنے کے بعد پڑھیں گے' پس جب تم ایسے لوگوں کو پاؤ تو نمازوں کو ان کے اوقات میں اپنے گھروں میں پڑھو' پھر ان کے ساتھ بھی نماز پڑھو اور اس کو نفل قرار دو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۹۰)

اس حدیث کو حضرت ثوبان اور حضرت ابوذر نے بھی روایت کیا ہے۔ یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی تفسیر ہے' جس میں آپ نے فرمایا: اگر وہ خطاء کریں تو تمہارے لیے اس کا ثواب ہے اور ان کے لیے اس کا عذاب ہے' یعنی تمہارے لیے اس نماز کا ثواب ہوگا جو تم نے وقت کے اندر گھر میں پڑھی ہے اور سلف صالحین کی جماعت اسی طرح کرتی تھی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حجاج نے عرفات میں نماز کو مؤخر کر دیا تو حضرت ابن عمر نے اپنے خیمہ میں نماز پڑھ لی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۹۵)

حجاج جمعہ کی نماز کو مؤخر کرتا تھا اور حضرت ابووائل ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیں' پھر مسجد جائیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۹۷)

ابراہیم النخعی اپنے گھر میں نماز پڑھتے' پھر جا کر حجاج کے ساتھ نماز پڑھتے اور مسروق' زیاد کے ساتھ اسی طرح کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۹۲)

تاخیر سے نماز پڑھنے والوں کی اقتداء میں لوگ نماز پڑھیں اور گھروں میں اپنی نماز نہ پڑھیں

امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ بسام نے ابوجعفر محمد بن علی سے اُمراء کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: ان کے ساتھ نماز پڑھو اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما مروان کی اقتداء میں نماز کو شمار کرتے تھے' میں نے کہا: لوگوں کا گمان ہے کہ وہ تقیہ کرتے تھے' انہوں نے کہا: یہ تقیہ کیسے ہو سکتا ہے بے شک حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما مروان کو اس کے منہ پر بُرا کہتے تھے اور وہ اس وقت منبر پر ہوتا تھا' حتیٰ کہ وہ پیٹھ پھیر لیتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۶۷)

جعفر بن محمد سے کہا گیا کہ آپ کے والد گھر جا کر نماز پڑھتے تھے' تو انہوں نے کہا: نہیں' خدا کی قسم! وہ امام کی نمازوں پر زیادہ نہیں کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۵۹)

ابراہیم نے کہا: جب ائمہ نماز کو وقت سے تھوڑا سا مؤخر کرتے تھے تو حضرت عبداللہ بن مسعود ان کی اقتداء میں نماز پڑھتے

تھے۔(مصنف ابن ابی شیبہ:۷۵۶۵)(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۸۴-۳۸۳ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۴ھ)

امام ابوحنیفہ کے نزدیک مقتدی کی نماز صحت اور فساد میں امام کی نماز کے تابع ہے اور امام شافعی کے نزدیک نہیں

امام الحسین بن مسعود البغوی المتوفی ۵۱۶ھ 'صحیح البخاری: ۶۹۴' شرح السنۃ: ۸۳۹ کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب کسی شخص نے ایک قوم کو بے وضوء یا جنبی ہو کر نماز پڑھائی تو جن لوگوں نے اس کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے'ان کی نماز صحیح ہے اور امام پر اس نماز کا اعادہ واجب ہے خواہ امام نے عمداً نماز پڑھائی ہو یا بھول کر۔

(شرح السنۃ ج ۳ ص ۴۰۵ 'المکتب الاسلامی' بیروت ۱۴۰۳ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ تفریع امام شافعی کے مذہب پر مبنی ہے کیونکہ ان کے نزدیک مقتدی کی نماز میں محض امام کی موافقت ہے اور نماز کی صحت اور اس کا فساد امام کی نماز پر موقوف نہیں ہے'اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مقتدی کی نماز کی صحت امام کی نماز کی صحت پر اور مقتدی کی نماز کا فساد امام کی نماز کے فساد کے اوپر موقوف ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امام ضامن ہے اور مؤذن امین ہے' اے اللہ! ائمہ کو ہدایت دے اور مؤذنین کی مغفرت فرما۔(سنن ترمذی:۲۰۷ 'مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امام ضامن ہے یعنی امام کی نماز مقتدی کی نماز کو متضمن ہوتی ہے'پس امام کی نماز کی صحت مقتدی کی نماز کی صحت کو مستلزم ہوگی اور امام کی نماز کا فساد مقتدی کی نماز کے فساد کو مستلزم ہوگا اور اعلیٰ ادنیٰ کو متضمن ہوتا ہے اور ادنیٰ اعلیٰ کو متضمن نہیں ہوتا'اس لیے امام اگر فرض پڑھ رہا ہو تو اس کی اقتداء میں نفل پڑھنے والے کی نماز ہو جائے گی اور اگر امام نفل پڑھ رہا ہو تو اس کی اقتداء میں فرض پڑھنے والے کی نماز نہیں ہوگی'اسی وجہ سے نابالغ کی اقتداء میں تراویح نہیں ہوگی کیونکہ نابالغ کی نماز نفل ہے اور جو بالغ تراویح پڑھ رہے ہیں'ان کی نماز شروع کرنے کے بعد واجب ہوگئی'اور نفل واجب کو مستلزم نہیں ہوتا'اسی طرح امام مثلاً ظہر پڑھ رہا ہو اور مقتدی عصر پڑھ رہا ہو تو مقتدی کی نماز نہیں ہوگی یا امام ادا پڑھ رہا ہو اور مقتدی قضاء پڑھ رہا ہو تو مقتدی کی نماز نہیں ہوگی کیونکہ ان صورتوں میں امام کی نماز مقتدی کی نماز کو متضمن نہیں ہوگی'اور ان تمام صورتوں میں امام شافعی کے نزدیک مقتدی کی نماز ہو جائے گی کیونکہ ان کے نزدیک مقتدی کی نماز میں محض امام کی نماز کی موافقت ہوتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۳۵ 'مع زیادۃ' دارالکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶- بَابُ إِمَامَةِ الْمَفْتُوْنِ وَالْمُبْتَدِعِ "المفتون" اور "المبتدع" کی امامت

"مفتون" سے مراد وہ شخص ہے جو فتنہ میں مبتلا ہو لیکن اس باب کے تحت جو حدیث ذکر کی ہے'اس سے مراد "مفتون" نہیں بلکہ "فاتن" ہے یعنی جو شخص فتنہ میں مبتلا کرنے والا ہو اور امام کے خلاف خروج کرنے والا ہو'اس کی امامت کا کیا حکم ہے' آیا اس کی اقتداء میں نماز ہوگی یا نہیں؟ سو امام بخاری کو اس حدیث کے عنوان میں "مفتون" کے بجائے "فاتن" لکھنا چاہیے تھا۔

بدعت کا لغوی اور اصطلاحی معنی

"المبتدع" سے مراد وہ شخص ہے جو بدعت کا ارتکاب کرے'بدعت کا لغوی معنی ہے: ہر وہ کام جس کی پہلے کوئی مثال نہ ہو اور

اس کا اصطلاحی معنی ہے: ہر وہ نیا کام جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں کوئی مثال نہ ہو اس کی دو قسمیں ہیں اوّل بدعت ضلالہ ہے یہ وہ نیا کام ہے جو سنت کے مخالف اور اس کا مغیّر ہو اور اس کو دین میں داخل کر لیا جائے اور ثانی بدعت حسنہ ہے یہ وہ نیا کام ہے جس کو مؤمنین نیک قرار دیں اور وہ کام کتاب یا سنت یا آثارِ صحابہ یا اجماع کے خلاف نہ ہو اور یہاں بدعت سے مراد بدعت ضلالہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۳۶)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: بدعت سے مراد وہ اعتقاد ہے جو اہل السنت والجماعت کے خلاف ہو۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۹)

علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں بدعت سے مراد بدعت قبیحہ ہے اور بدعت کی پانچ قسمیں ہیں: الواجبۃ المندوبہ المحرمہ المکروھہ اور المباحہ امام شافعی نے فرمایا: المحدثات (نئے کاموں) کی دو قسمیں ہیں ایک وہ قسم ہے جو کتاب یا سنت یا آثارِ صحابہ یا اجماع کے خلاف ہو اور یہی بدعت ضلالہ ہے اور دوسری وہ قسم ہے جو ان اُمور کے مخالف نہ ہو اور یہ قسم غیر مذموم ہے۔

(شرح الکرمانی جز ۵ ص ۷۷ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ نور الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ ھ لکھتے ہیں:

بدعت وہ نیا کام ہے جس کی شریعت میں اصل نہ ہو اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں نہ ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں: حسنہ اور قبیحہ اور اس جگہ بدعت سے مراد بدعت قبیحہ ہے۔ (تیسیر القاری ج ۱ ص ۲۴۳ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وَقَالَ الْحَسَنُ صَلِّ وَعَلَيْهِ بِدْعَتُهُ. اور حسن بصری نے کہا: نماز پڑھو اور اس کی بدعت اس کے اوپر ہے۔

حسن بصری سے بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: اس کی اقتداء میں نماز پڑھو اور اس کی بدعت کا گناہ اس کے اوپر ہے اس تعلیق کی اصل سنن سعید بن منصور میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۳۶)

محمد یحییٰ کاندھلوی دیوبندی لکھتے ہیں:

درمختار میں مذکور ہے کہ بدعتی کی اقتداء میں نماز مکروہ تنزیہی ہے اور بدعت کی تعریف یہ ہے: جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معروف ہو اس کے خلاف عقیدہ رکھنا اور یہ خلاف کسی عناد سے نہ ہو بلکہ شبہہ سے ہو اور جو ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی حتیٰ کہ خوارج کی بھی نہیں کیونکہ ان کی بدعت تاویل اور شبہہ سے ہے اور جو چیز ضروریات دین سے ہو اس کا انکار کفر ہے جیسے کوئی کہے: اللہ تعالیٰ کا جسم ہے اور حضرت ابو بکر صدیق کی صحابیت کا انکار کرے سو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا اصلاً صحیح نہیں ہے۔ (الدر المختار مع رد المختار ج ۲ ص ۲۵۶) (حاشیہ لامع الدراری ج ۱ ص ۲۶۹ ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی کراچی)

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز ابن عابدین حنفی دمشقی متوفی ۱۲۵۲ ھ لکھتے ہیں:

بدعت کی پانچ قسمیں ہیں: (۱) بدعت واجبہ جیسے گمراہ فرقوں کا رد کرنا اور کتاب وسنت کو سمجھنے کے لیے علم نحو کو پڑھنا (۲) بدعت مستحبہ جیسے سرائے اور دینی مدارس کو بنانا اور ہر وہ نیک کام جو عہد رسالت اور عہد صحابہ میں نہیں تھا (۳) بدعت مباحہ جیسے عمدہ پوشاک پہننا اور لذیذ کھانے کھانا (۴) بدعت مکروہہ جیسے مساجد کو مزین کرنا (۵) بدعت محرمہ یا ضلالہ یہ وہ نیا کام ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ کے خلاف اور اس کا مغیر ہو اور اس کی بنیاد کسی شبہہ پر ہو اور اس کو دین قویم اور صراط مستقیم بنا لیا جائے۔

(ردالمحتار ج ۲ ص ۲۵۶' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

نواب صدیق حسن بھوپالی کا اقسام بدعت کا انکار کرنا اور مصنف کا ان پر ردّ

شیخ محمد صدیق بن حسن بھوپالی المتوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے بدعت کی واجبہ' مستحبہ' محرمہ' مکروہہ اور مباحہ کی طرف تقسیم کی ہے اور ان کے علاوہ دیگر نے حسنہ اور سیئہ کی طرف تقسیم کی ہے جیسا کہ اہل بدعت کی اس جماعت نے کہا ہے جن کے دلوں میں بچھڑے (شرک) کی محبت پلادی گئی اور اس تقسیم کے ثبوت میں کتاب ہے نہ سنت صحیحہ ہے' ان لوگوں نے اس تقسیم کو اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے اور اہل حق نے ان کا شدید ردّ کیا ہے۔

(حالانکہ یہ تقسیم امام شافعی رحمہ اللہ سے منقول ہے جیسا کہ علامہ کرمانی کے حوالے سے گزر چکا ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

(السراج الوھاج ج ۲ ص ۱۶۹' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۵ھ)

نواب صدیق حسن خان کے ممدوح ابن تیمیہ اور شوکانی کا بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کی تقسیم کرنا

شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی المتوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں:

دین میں بدعت نکالنا اگرچہ اصل میں مذموم ہے' جیسا کہ کتاب اور سنت کی اس پر دلالت ہے' اور اس میں بدعاتِ قولیہ اور فعلیہ برابر ہیں' کیونکہ نبی ﷺ نے بہ طریق عموم فرمایا: ہر بدعت گمراہی ہے۔ (صحیح مسلم: ۸۶۷' سنن نسائی: ۱۵۷۸' سنن ابن ماجہ: ۴۵' مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۰) اور اس حدیث کے عموم پر عمل کرنا واجب ہے' اور جس نے بدعت کی دو قسمیں کی ہیں: حسن اور قبیح' اس نے خطا کی ہے' جیسا کہ فقہاء متکلمین اور صوفیاء نے کیا ہے اور ہر وہ طریقہ جو نص نبوت کے خلاف ہو وہ گمراہی ہے۔

اور جس کام کا نام بدعت حسنہ رکھا گیا ہے اور اس کا حسن دلائل شرعیہ سے ثابت ہے تو اس کے لیے دو چیزوں میں سے ایک لازم ہے:

(۱) یا تو یہ کہا جائے گا کہ وہ کام دین میں بدعت نہیں ہے' اگرچہ اس کو لغت کے اعتبار سے بدعت کہا جائے گا جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''نعم البدعة هذه''۔ (صحیح البخاری: ۲۰۱۰)

(۲) یا یہ کہا جائے کہ یہ حدیث: ہر بدعت گمراہی ہے' اس کا حکم عام ہے' مگر اس سے بعض بدعات خاص کر لی گئی ہیں کیونکہ اس عموم کا معارض راجح ہے اور جیسا کہ کتاب اور سنت کے اور عموماتِ تخصیص کے بعد اپنے عموم پر باقی رہتے ہیں' اسی طرح یہ حکم عام بھی ہے۔ (مجموعۃ الفتاویٰ ج ۱۰ ص ۲۱۵۔ ۲۱۴' دار الجلیل' ریاض' ۱۴۱۸ھ)

نیز شیخ ابن تیمیہ بدعاتِ سیئہ کا ذکر کرتے ہیں:

اسی معنی کی وجہ سے شطرنج اور جوئے کی دیگر اقسام مکروہ ہیں کیونکہ یہ آپس میں عداوت اور بغض پیدا کرتی ہیں۔ اسی طرح غنا ہے کیونکہ یہ دل میں نفاق پیدا کرتا ہے اور زنا کی طرف ابھارتا ہے اور قلب کو علم نافع اور عمل صالح سے روکتا ہے اور برائیوں کی دعوت دیتا ہے اور نیکیوں سے منع کرتا ہے۔

اسی طرح بدعاتِ اعتقادیہ اور عملیہ ہوتی ہیں' جو کلماتِ طیبہ اور اعمالِ صالحہ سے روکتی ہیں اور وہ حق کے ترک کو متضمن ہوتی ہیں اور ان میں اعتقاد اور عمل کا فساد ہوتا ہے۔ (مجموعۃ الفتاویٰ ج ۲۰ ص ۱۰۷' دار الجلیل' ریاض' ۱۴۱۸ھ)

شیخ ابن تیمیہ بدعتِ حسنہ کی تعریف میں لکھتے ہیں:

جو علماء بدعت کی حسنہ اور سیئہ کی طرف تقسیم کے قائل ہیں' ان کے نزدیک بدعتِ حسنہ کے لیے یہ ضروری ہے کہ جن اہل علم کی

اقتداء کی جاتی ہے انہوں نے اس کو مستحب قرار دیا ہو اور اس کے استحباب پر دلیل شرعی قائم ہو۔
(مجموعۃ الفتاوی ج ۲۷ ص ۸۷ 'دار الجلیل' ریاض '۱۴۱۸ھ)

شیخ ابن تیمیہ بدعتِ حسنہ اور بدعتِ سیئہ کی مزید مثالیں دیتے ہوئے لکھتے ہیں:
یہ کام جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا (تراویح کی جماعت) یہ سنت ہے لیکن انہوں نے کہا: "نعم البدعة هذه" (صحیح البخاری: ۲۰۱۰) یہ اچھی بدعت ہے کیونکہ یہ لغت کے اعتبار سے بدعت ہے اور صحابہ نے وہ کام کیا جس کو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں نہیں کرتے تھے یعنی اس کی مثل کے لیے مجتمع ہونا اور یہ شریعت میں سنت ہے۔
اسی طرح یہود اور نصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکالنا اور یہ حجاز' یمن اور یمامہ ہے اور ہر وہ شہر جس پر فارس اور روم نہیں پہنچا وہ جزیرۂ عرب ہے اور شہروں میں سے ایک شہر ہے' جیسے کوفہ اور بصرہ اور قرآن کو مصحف واحد میں جمع کرنا اور وظائف مقرر کرنا اور جمعہ کے دن پہلی اذان دینا' اور عید کے دن شہر سے باہر نماز پڑھانے کے لیے امام مقرر کرنا اور اس قسم کے اور بہت کام جن کو خلفاء راشدین نے سنت قرار دیا' کیونکہ ان کاموں کو انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے سنت بنایا' لہٰذا یہ تمام کام سنت ہیں' اگرچہ لغت کے اعتبار سے ان کاموں کو بدعت کہا جاتا ہے۔
رہا بہ آواز بلند نیت کرنا اور اس کو بار بار دہرانا تو وہ بدعت سیئہ ہے اور اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ یہ مستحب نہیں ہے کیونکہ یہ وہ کام ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا ہے نہ خلفاء راشدین نے۔ (مجموعۃ الفتاوی ج ۲۲ ص ۴۲ 'دار الجلیل' ریاض '۱۴۱۸ھ)

بدعت کی تقسیم کے متعلق علماء غیر مقلدین کی تصریحات

مشہور غیر مقلد عالم محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں:
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "نعم البدعة"۔ (صحیح البخاری: ۲۰۱۰) حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے "فتح الباری" (ج ۴ ص ۲۸۷ 'دار الفکر' بیروت) میں کہا: بدعت اصل میں اس نئے کام کو کہتے ہیں جس کی پہلے کوئی مثال نہ ہو اور شریعت میں اس نئے کام کو کہتے ہیں جو سنت کے مقابل ہو' پس بدعت مذموم ہوتی ہے اور تحقیق یہ ہے کہ وہ نیا کام اگر اس اصول کے تحت درج ہو' جو شریعت میں مستحسن ہو تو وہ بدعت حسنہ ہے اور اگر وہ نیا کام اس اصول کے تحت درج ہو' جو شریعت میں قبیح ہے تو وہ بدعت قبیحہ ہے ورنہ وہ مباح کی قسم سے ہے اور بدعت پانچ احکام کی طرف منقسم ہوتی ہے۔ (نیل الاوطار ج ۲ ص ۳۱۲ 'دار الوفاء' ۱۴۲۱ھ)
ایک اور غیر مقلد شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ لکھتے ہیں:
بدعت لغویہ کی یہ قسمیں ہیں: مباحہ' مکروہہ' حسنہ اور سیئہ۔ (ہدیۃ المہدی ص ۱۱۶ طبع قدیم 'میور پریس' دہلی '۱۳۲۵ھ)
شیخ ابو الحسن عبید اللہ بن محمد عبد السلام مبارک پوری لکھتے ہیں:
بدعت ضلالہ سے مراد وہ بدعت ہے' جس کی شریعت میں کوئی اصل نہ ہو اور جس کی شریعت میں کوئی اصل ہو' جو اس پر دلالت کرے وہ بدعت لغوی ہے اور سلف صالحین کے کلام میں جس بدعت کو حسن کہا گیا ہے' اس سے مراد یہی بدعت ہے' جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کے متعلق کہا: یہ اچھی بدعت ہے۔ (مرعاۃ المفاتیح ج ۱ ص ۲۶۴ 'مکتبۃ الرحمان سلفیہ' سرگودھا' طبع ثانی)
نواب صدیق حسن خان نے بدعت کی تقسیم کرنے والوں کے متعلق کہا ہے: ان کے دلوں میں شرک کی محبت پلا دی گئی ہے' نواب صاحب کے نزدیک شیخ ابن تیمیہ' قاضی شوکانی' شیخ وحید الزمان اور شیخ مبارک پوری ایسے صنادید غیر مقلدین بھی شرک کے ... ہیں!

* ہم نے تبیان القرآن میں الحدید: ۲۷ کی تفسیر میں تمیں فقہاء اسلام کی عبارات اور ان کے دلائل پیش کیے ہیں' جو بدعت کی تقسیم کرتے ہیں' کیا یہ سب شرک کے محبین ہیں۔

٦٩٥ - قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ لَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ خِيَارٍ اَنَّهُ دَخَلَ عَلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَهُوَ مَحْصُوْرٌ فَقَالَ اِنَّكَ اِمَامُ عَامَّةٍ وَنَزَلَ بِكَ مَا تَرٰى وَيُصَلِّيْ لَنَا اِمَامُ فِتْنَةٍ وَنَتَحَرَّجُ! فَقَالَ الصَّلٰوةُ اَحْسَنُ مَا يَعْمَلُ النَّاسُ فَاِذَا اَحْسَنَ النَّاسُ فَاَحْسِنْ مَعَهُمْ وَاِذَا اَسَاؤُوْا فَاجْتَنِبْ اِسَاءَتَهُمْ. وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ قَالَ الزُّهْرِيُّ لَا نَرٰى اَنْ يُّصَلّٰى خَلْفَ الْمُخَنَّثِ اِلَّا مِنْ ضَرُوْرَةٍ لَا بُدَّ مِنْهَا.

امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: اور ہم سے محمد بن یوسف نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم کو الزہری نے حدیث بیان کی از حمید بن عبدالرحمن از عبیداللہ بن عدی بن خیار کہ وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ کے پاس گئے' اس وقت وہ اپنے گھر میں مقید تھے' انہوں نے کہا: بے شک آپ تمام مسلمانوں کے سربراہ ہیں اور آپ پر وہ افتاد ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں اور ہمیں فتنہ برپا کرنے والا امام نماز پڑھا رہا ہے اور ہم حرج میں مبتلا ہیں' حضرت عثمان نے فرمایا: نماز لوگوں کا بہترین نیک عمل ہے' سو جب لوگ نیک کام کریں تو تم بھی ان کے ساتھ نیک کام کرو اور جب وہ بُرا کام کریں تو ان کی بُرائی سے اجتناب کرو' اور زبیدی نے کہا: زہری نے بیان کیا کہ ہم بغیر شدید ضرورت کے مخنث کی اقتداء میں نماز جائز نہیں سمجھتے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن یوسف الفریابی (۲) عبدالرحمان بن عمرو الاوزاعی (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) حمید بن عبدالرحمان بن عوف (۵) عبیداللہ بن عدی النوفلی المدنی التابعی' انہوں نے نبی ﷺ کا زمانہ پایا تھا' لیکن یہ ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے آپ کی زیارت کی' یہ قریش کے فقہاء اور ثقات سے تھے اور یہ الولید بن عبدالملک کے زمانہ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۴۷)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: ہمیں فتنہ برپا کرنے والا امام نماز پڑھا رہا ہے۔

حضرت عثمان کے ایامِ فتنہ میں امام فتنہ کا مصداق کون تھا؟

علامہ بدرالدین عینی نے لکھا ہے کہ ابن وضاح نے کہا ہے کہ امام فتنہ عبدالرحمان بن عدیس البلوی تھا' یہی وہ شخص تھا جس نے اہل مصر کو حضرت عثمان رضی اللہ کے خلاف بھڑکایا تھا' علامہ ابن الجوزی نے کہا کہ کنانہ بن بشر نمازیں پڑھاتا تھا اور یہ خوارج کے سرداروں میں سے ایک تھا' جب ان لوگوں نے مدینہ پر یورش کی تو اس وقت حضرت عثمان ایک ماہ تک لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے تھے' پھر جب وہ ایک دن نماز پڑھانے کے لیے نکلے تو انہوں نے آپ پر کنکر مارے حتیٰ کہ آپ منبر پر گر پڑے اور اس دن آپ نماز نہ پڑھا سکے' پھر اس دن حضرت ابوامامہ سہل بن حنیف رضی اللہ نے نماز پڑھائی تو انہوں نے ان کو نماز پڑھانے سے منع کر دیا' پھر کبھی عبدالرحمان بن عدیس نماز پڑھاتا تھا اور کبھی کنانہ بن بشر نماز پڑھاتا تھا' پھر اسی حالت پر دس دن گزر گئے۔

اگر تم سوال کرو کہ مسلمانوں کو حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف' حضرت علی بن ابی طالب' حضرت ابوایوب انصاری اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ نے بھی نماز پڑھائی ہے تو ان کے متعلق کیسے کہا جائے گا کہ یہ امام فتنہ تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ ہمیں امام فتنہ نماز پڑھاتا ہے' اس سے مراد ہے: ایام فتنہ میں ہمیں امام فتنہ نماز پڑھاتا ہے۔

آیا حضرت عثمان نے باغیوں کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی اجازت دی تھی یا نہیں!

حضرت عثمان نے فرمایا: نماز لوگوں کا بہترین عمل ہے سو جب لوگ نیک کام کریں تو تم بھی ان کے ساتھ نیک کام کرو۔
حضرت عثمان کے اس قول سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان ان باغیوں کو بُرا نہیں کہتے تھے‘ اس کا جواب یہ ہے کہ نماز کے بہترین نیک عمل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس وقت وہ کوئی بُرائی کریں تو ان کی مذمت نہ کی جائے۔
دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس جواب سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے باغیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت دے دی تھی‘ ابن المنیر نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت عثمان کے نزدیک ان باغیوں کی اقتداء میں نماز جائز نہ تھی اور ہوسکتا ہے ان کے کلام کا یہ معنی ہو کہ جو نماز صحیح ہو لوگوں کا بہترین نیک عمل ہے اور خروج کرنے والوں اور باغیوں کی نماز صحیح نہیں ہے‘ کیونکہ وہ کافر ہیں یا فاسق ہیں‘ لیکن اس جواب پر یہ اعتراض ہے کہ سہل بن یوسف انصاری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جن لوگوں نے حضرت عثمان کا محاصرہ کیا تھا‘ لوگ ان کی اقتداء میں نماز کو مکروہ جانتے تھے سوا حضرت عثمان کے‘ کیونکہ انہوں نے کہا: جو نماز کی دعوت دے‘ اس کی دعوت پر عمل کرو۔

متغلب فاسق کی اقتداء میں نماز پڑھنا اور جمعہ کو ترک نہ کرنا خواہ جمعہ عادل پڑھائے یا ظالم

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جن کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ ہے‘ ان کی اقتداء میں نماز پڑھ لینا اس سے بہتر ہے کہ تنہا نماز پڑھی جائے اور جماعت کو معطل کر دیا جائے۔
امام محمد بن الحسن نے کہا ہے کہ اگر شہر میں کوئی شخص اپنی قوت سے غالب آجائے اور لوگوں کو جمعہ پڑھائے تو یہ جائز ہے اور حسن بصری سے منقول ہے کہ ان ایام میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نمازیں‘ جمعہ اور عید پڑھائی‘ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے زیادہ لائق تھے کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم ان سے راضی تھے اور انہوں نے ان کی اقتداء میں نمازیں پڑھیں‘ خواہ انہوں نے حضرت عثمان کی اجازت سے یہ نمازیں پڑھائیں یا ان کی اجازت کے بغیر۔
حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور اس میں یہ بھی فرمایا: یاد رکھو! میں نے اس مقام میں اور اس دن میں اور اس مہینہ میں اور اس سال میں اب سے لے کر قیامت تک جمعہ کو فرض کر دیا ہے‘ پس جس نے میری حیات میں یا میرے بعد جمعہ کو ترک کر دیا حالانکہ اس کے لیے امام عادل یا امام ظالم موجود تھا اور اس کے ترک کرنے کا سبب جمعہ کی تخفیف کرنا تھا یا جمعہ کا انکار کرنا تو اللہ اس کے متفرق اُمور کو جمع نہ کرے اور اس کے کام میں برکت نہ دے‘ سنو! اس کی نماز مقبول ہے نہ زکوٰۃ نہ حج‘ نہ روزہ‘ نہ کوئی اور نیکی حتیٰ کہ وہ توبہ کر لے اور جو توبہ کرے‘ اللہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ الحدیث (سنن ابن ماجہ:۱۰۸۱)
اسی وجہ سے ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ جمعہ صرف سلطان قائم کرے گا (یعنی ملک کا سربراہ) یا جس کو وہ حکم دے مثلاً سلطان کا نائب قاضی اور خطیب۔
اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور اس کی سند میں عبد اللہ بن محمد ہے اور وہ مجروح راوی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی متعدد سندیں ہیں‘ جن کی وجہ سے اس کو قوت حاصل ہو گئی ہے اور اس سے استدلال کرنا صحیح ہے۔
رہا باغیوں اور بدعتیوں کی اقتداء میں نماز پڑھنا‘ تو اس میں علماء کا اختلاف ہے‘ ایک جماعت نے اس کی اجازت دی ہے‘ ان میں سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ وہ حجاج کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے‘ اسی طرح ابن ابی لیلیٰ اور سعید بن جبیر تھے بعد میں ان دونوں نے اس کے خلاف خروج کیا‘ النخعی نے کہا: وہ حکام کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے وہ جیسے بھی ہوں‘ اور ابو وائل عمار

بن ابی عبید کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے' میمون بن مہران سے سوال کیا گیا کہ باغیوں کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا: تم ان کے لیے نماز نہیں پڑھتے' تم اللہ کے لیے نماز پڑھتے ہو اور ہم حجاج کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے اور وہ حروری ازرقی تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۳۹ 'ملخصا ومخرجا' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

حضرت عثمان کے ایام فتنہ میں نماز پڑھانے والے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

عبید اللہ بن عدی بن خیار نے کہا: ہمیں امام فتنہ نماز پڑھا رہے ہیں' اس کی تشریح میں دو قول ہیں: ابن وضاح نے کہا: امام فتنہ عبدالرحمان بن عدیس بلوی ہے' جس نے اہل مصر کو حضرت عثمان کے خلاف بغاوت پر اکسایا تھا۔

دوسرا قول ابوجعفر داؤدی کا ہے' انہوں نے کہا: ایام فتنہ میں کوئی باغی نماز نہیں پڑھاتا تھا کیونکہ حضرت عثمان نے کہا: نماز لوگوں کا بہترین عمل ہے' پس جب لوگ نیک کام کریں تو تم بھی ان کے ساتھ نیک کام کرو' اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ جب حضرت عثمان محصور تھے تو فضلاء صحابہ نے نمازیں پڑھائیں' ان میں حضرت ابوایوب انصاری' حضرت سہل بن حنیف اور ان کے بیٹے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہم تھے۔

ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔

عقبہ بن مسلم مزنی بیان کرتے ہیں کہ آخری بار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن نکلے' انہوں نے سرخ حلہ پہنا ہوا تھا' ان کے سر اور ڈاڑھی پر زرد رنگ کا خضاب لگا ہوا تھا' جب حضرت عثمان منبر تک پہنچے تو لوگوں نے ان کو کنکر مارنے شروع کر دیئے' پھر حضرت عثمان نماز نہ پڑھا سکے اور لوگوں کو حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف نے نماز پڑھائی۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ عید الاضحیٰ کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور اس وقت حضرت عثمان محصور تھے۔

حضرت عثمان سے روایت ہے کہ انہوں نے اس رات خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی' آپ نے حضرت عثمان سے فرمایا: اللہ نے تمہیں ایک قمیص پہنائی ہے' اگر لوگ تم سے یہ ارادہ کریں کہ تم اس قمیص کو اتارو تو تم اس کو مت اتارنا' آپ کی اس سے مراد خلافت تھی' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر دی تھی کہ حضرت عثمان اس بلوئی کی مصیبت میں شہید ہوں گے' اس لیے وہ خلافت سے سبک دوش نہیں ہوئے اور انہوں نے اپنے نفس پر شدت برداشت کی تاکہ انہیں شہادت اور عظیم اجر حاصل ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۶۴۳' سنن سعید بن منصور: ۲۹۴۶)

ابوجعفر داؤدی نے کہا ہے کہ جب محاصرہ طویل ہو گیا تو ایک مدت تک حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نماز پڑھاتے رہے' پھر حضرت ابوایوب رک گئے اور حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف نماز پڑھاتے رہے' پھر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے عید الاضحیٰ کی نماز پڑھائی کیونکہ جمعہ اور عید کی نماز وہی پڑھا سکتے ہیں جو ائمہ میں سے ہوں اور امامت کے مستحق ہوں' حضرت علی نے یہ اس لیے کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر میں آپ کی سنت ضائع نہ ہو۔

مخنث کی اقتداء میں نماز اس وقت جائز ہے' جب وہ برسر اقتدار ہو۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۸۶۔ ۳۸۴ 'ملخصا ومخرجا' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

فساق' فجار اور باغیوں کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق احادیث اور آثار

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ہر مسلمان کی اقتداء میں تم پر فرض نماز پڑھنا واجب ہے' خواہ وہ نیک ہو یا بدکار ہو' خواہ وہ گناہ کبیرہ کرتا ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۲۵۳۳۔ ۵۹۴' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۲۱)

امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما منٰی میں حضرت ابن الزبیر اور حجاج کی لڑائی سے الگ رہے' اور حجاج منٰی میں نماز پڑھاتا تھا اور حضرت ابن عمر حجاج کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔

جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما مروان کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے' کسی نے پوچھا: وہ گھر جا کر نماز کو دہراتے نہیں تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں' اللہ کی قسم! وہ ائمہ کی نماز پر اضافہ نہیں کرتے تھے۔

عبدالکریم البکاء بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دس اصحاب کو دیکھا' وہ سب ظالم حکام کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے۔ (سنن کبریٰ ج ۳ ص ۱۲۲۔ ۱۲۱' نشر السنۃ' ملتان)

فساق اور اہل بدعت کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا مؤقف

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

باغیوں اور اہل بدعت کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے' ایک جماعت کا یہ موقف ہے کہ ان کی اقتداء میں نماز جائز ہے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے حجاج کی اقتداء میں نماز پڑھی' اور ابن ابی لیلیٰ نے بھی حجاج کی اقتداء میں نماز پڑھی' اور سعید بن جبیر نے بھی اس کی اقتداء میں نماز پڑھی۔

النخعی نے کہا: امراء کے جو بھی عقائد ہوں لوگ ان کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے اور ابووائل مختار کی اقتداء میں جمعہ پڑھتے تھے۔

اشہب نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ میں اباضیہ اور واصلیہ کی اقتداء میں نماز کو پسند نہیں کرتا۔

ابن نافع نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ اگر مسجد کا امام قدری (منکر تقدیر) ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ دوسرے امام کی اقتداء میں نماز پڑھے۔

ابن القاسم مالکی نے کہا: امام مالک سے اہل بدعت کی اقتداء میں پڑھی ہوئی نماز کو دہرانے کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے توقف کیا اور کوئی جواب نہیں دیا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۸۷۔ ۳۸۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

فساق اور اہل بدعت کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا مؤقف

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جن کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ ہے' تنہا نماز پڑھنے کی بہ نسبت ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا اولیٰ ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۹۰' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ فاسق کی اقتداء میں نماز صحیح ہے' حرام نہیں ہے لیکن وہ مکروہ ہے' اسی طرح اس بدعتی کی اقتداء مکروہ ہے جس کی بدعت کی وجہ سے اس کی تکفیر نہیں کی جاتی' امام شافعی نے یہ تصریح کی ہے کہ فاسق اور بدعتی کی اقتداء میں نماز مکروہ ہے اور اگر پڑھ لی تو صحیح ہے۔ (شرح المہذب ج ۵ ص ۳۳۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

فساق اور اہل بدعت کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا موقف

علامہ موسیٰ بن احمد الحجاوی الحنبلی المتوفی ۹۶۰ھ اور علامہ البہوتی الحنبلی المتوفی ۱۰۵۱ھ لکھتے ہیں:

فاسق مثلاً شرابی یا زانی اور بدعتی مثلاً خارجی یا رافضی کی اقتداء میں نماز جائز نہیں ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی عورت مرد کی امامت نہ کرے' نہ اعرابی مہاجر کی اور نہ فاجر مومن کی' سوا اس کے کہ سلطان اس کو کوڑوں اور تلوار سے ڈرا کر مجبور کرے۔ (سنن ابن ماجہ:۱۰۸۱) خواہ اس کے فسق کا ابتداء علم ہو یا بعد ہو اور علم کے بعد نماز دہرائے' اور جمعہ اور عید بغیر اعادہ کے جائز ہے' بہ شرطیکہ اس کے غیر کی اقتداء میں نماز پڑھنا مشکل ہو اور اس کو ان کی ایذاء رسانی کا خطرہ ہو تو ان کی اقتداء میں نماز پڑھ کر دہرائے۔

(الاقناع وکشاف القناع ج۱ص ۵۷۷-۵۷۶' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

فساق اور اہل بدعت کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کا موقف

علامہ محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری الحنفی المتوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

فاسق کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نیک اور بد کے پیچھے نماز پڑھو۔ (سنن دار قطنی: ۱۷۴۴۔ ج۲ص ۵۷' دارالمعرفۃ' بیروت) اور اس لیے کہ صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم حجاج کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے نہیں رکے' حالانکہ وہ اپنے زمانہ کا بدترین فاسق شخص تھا' اس کے باوجود فاسق کو امام بنانا مکروہ ہے کیونکہ اس سے جماعت کم ہو گئی' اور بہت کم لوگ فاسق کی اقتداء میں رغبت کریں گے۔

شیخ الاسلام نے کتاب الصلوۃ میں ذکر کیا ہے کہ اہل بدعت کی اقتداء میں نماز مکروہ ہے' اس سے مراد وہ اہل بدعت ہیں' جن کی بدعت کی وجہ سے ان کی تکفیر نہ کی گئی ہو اور جن کی بدعت کی وجہ سے ان کی تکفیر کی گئی ہو ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے' جیسے منکر تقدیر اور غالی رافضی' جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا منکر ہو۔ (المحیط البرہانی ج۲ص ۱۷۸' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۲۴ھ)

علامہ حسن بن منصور اوزجندی حنفی المتوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

جہمیہ' قدریہ اور رافضی غالی وغیرہم کے سوا دیگر کی اقتداء جائز اور مکروہ (تنزیہی) ہے' اسی طرح اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے جو سود خوری میں معروف ہو یا فاسق معلن ہو' امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف سے مروی ہے: جو شخص فاسق یا بدعتی کی اقتداء میں نماز پڑھے' وہ جماعت کا ثواب پالے گا۔ (فتاویٰ قاضی خاں علی ہامش الہندیہ ج۱ص ۹۲-۹۱' مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ)

علامہ ابوبکر محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

امام محمد نے فرمایا: نابینا' دیہاتی' غلام' ولد الزناء اور فاسق کی امامت جائز ہے اور دوسروں کی امامت میرے نزدیک مستحب ہے۔ علامہ سرخسی اس کی شرح میں فرماتے ہیں: معظم شخص کو امام بنانے میں جماعت کی کثرت ہوگی' اس لیے وہ اولیٰ ہے اور جب یہ ثابت ہو گیا تو ہم یہ کہتے ہیں کہ فاسق کو امامت کے لیے مقدم کرنا ہمارے نزدیک جائز ہے اور مکروہ (تنزیہی) ہے' ہماری دلیل یہ احادیث ہیں: ہر امام کی اقتداء میں نماز واجب ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد۔ (سنن ابوداؤد: ۲۵۳۳' سنن دار قطنی: ۱۷۴۴) اور صحابہ اور تابعین حجاج کی اقتداء میں جمعہ اور دیگر نمازیں پڑھتے تھے اور وہ اپنے زمانہ کا بدترین فاسق تھا حتیٰ کہ حسن بصری نے کہا: اگر ہر امت اپنے تمام خبیثوں کو لائے اور ہم صرف حجاج کو لائیں تو ہم غالب رہیں گے۔ (المبسوط ج۱ص ۱۴۳-۱۴۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فاسق وغیرہ کی اقتداء میں نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

(ردالمحتار ج ۲ ص ۲۵۸-۲۵۷' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

شیخ تھانوی کی صحیح بخاری اور مشکوٰۃ کی معروف حدیث سے بے خبری

شیخ اشرف علی تھانوی سے سوال کیا گیا:

ہماری کتب فقہ میں ہے کہ اگر فاسق یا بدعتی کے پیچھے نماز پڑھی تو نماز کا اعادہ ضروری ہے لیکن جب حضرت عثمان کے زمانہ میں بلوہ ہوا اور حضرات صحابہ نے بلوائیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کو حضرت عثمان سے پوچھا تو آپ نے اجازت دی اور یہ نہیں فرمایا کہ پڑھ کر پھر اعادہ کر لیا کرو حالانکہ بلوائیوں سے زیادہ اور کون فاسق اور بدعتی ہوگا خصوصاً ایسے بلوائی جنہوں نے خلیفہ برحق امیر المومنین دامادِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' داخل عشرہ مبشرہ پر بلوہ کیا۔

الجواب: یہ روایت مجھ کو نہیں ملی' اگر حوالہ لکھا جاوے تو تحقیق کی جاوے۔ (بوادر النوادر ص ۱۰۲' شیخ غلام علی اینڈ سنز' لاہور' ۱۹۶۲ء)

یہ روایت صحیح البخاری ج ۱ ص ۹۶' طبع ھند اور مشکوٰۃ ص ۶۲ طبع ھند پر مذکور ہے' یہ دونوں متداول درسی حدیث کی کتابیں ہیں اور موقوف علیہ اور درجہ حدیث کے طلبہ کو پڑھائی جاتی ہیں' حیرت ہے کہ تھانوی صاحب جو حکیم الامت کہلاتے تھے' ان کو اس معروف حدیث کی خبر نہ تھی!!

٦٩٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبَانَ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِي التَّيَّاحِ اَنَّهُ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِي ذَرٍّ اِسْمَعْ وَاَطِعْ وَلَوْ لِحَبَشِيٍّ كَاَنَّ رَاْسَهٗ زَبِيبَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی از شعبہ از ابی التیاح' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: سنو اور اطاعت کرو' خواہ حبشی کے لیے' جس کا سر انگور کی مثل ہو۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۶۹۳ کا مطالعہ فرمائیں۔

٥٧ - بَابٌ يَقُوْمُ عَنْ يَمِيْنِ الْاِمَامِ بِحِذَائِهٖ سَوَاءً اِذَا كَانَا اثْنَيْنِ

جب دو نمازی ہوں تو مقتدی امام کی دائیں جانب کھڑا ہو

٦٩٧ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ ابْنَ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بِتُّ فِيْ بَيْتِ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ، فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ، ثُمَّ جَاءَ فَصَلّٰى اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ نَامَ، ثُمَّ قَامَ، فَجِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهٖ، فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَمِيْنِهٖ، فَصَلّٰى خَمْسَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ نَامَ حَتّٰى سَمِعْتُ غَطِيْطَهٗ، اَوْ قَالَ خَطِيْطَهٗ، ثُمَّ خَرَجَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم' انہوں نے بیان کیا: میں نے سعید بن جبیر سے سنا از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات گزاری' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھی' پھر آ کر آپ نے چار رکعات نماز پڑھی' پھر آپ سو گئے پھر آپ اٹھے' پس میں آ کر آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا' آپ نے مجھے دائیں جانب کر دیا' پھر آپ نے پانچ رکعات نماز

اِلَى الصَّلٰوةِ.

پڑھی' پھر دو رکعت نماز پڑھی' پھر آپ سو گئے' حتیٰ کہ میں نے آپ کے خراٹے سنے' پھر آپ نماز کی طرف چلے گئے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ١١٧ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: رات کو علم کی باتیں کرنا۔

٥٨ - بَابٌ اِذَا قَامَ الرَّجُلُ عَنْ يَّسَارِ الْاِمَامِ فَحَوَّلَهُ الْاِمَامُ اِلٰى يَمِيْنِهٖ' لَمْ تَفْسُدْ صَلٰوتُهُمَا

جب نمازی امام کی بائیں جانب کھڑا ہو اور امام اس کو دائیں جانب کر دے تو ان دونوں کی نماز فاسد نہیں ہوگی

٦٩٨ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو' عَنْ عَبْدِ رَبِّهٖ بْنِ سَعِيْدٍ' عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ' عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نِمْتُ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ' وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا تِلْكَ اللَّيْلَةَ' فَتَوَضَّاَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ' فَقُمْتُ عَلٰى يَسَارِهٖ' فَاَخَذَنِيْ فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَمِيْنِهٖ' فَصَلّٰى ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً' ثُمَّ نَامَ حَتّٰى نَفَخَ' وَكَانَ اِذَا نَامَ نَفَخَ' ثُمَّ اَتَاهُ الْمُؤَذِّنُ' فَخَرَجَ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّاْ . قَالَ عَمْرٌو فَحَدَّثْتُ بِهٖ بُكَيْرًا فَقَالَ حَدَّثَنِيْ كُرَيْبٌ بِذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں امام احمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی از عبد ربہ بن سعید از مخرمہ بن سلیمان از کریب مولی ابن عباس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس سویا' اس رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تھے' آپ نے وضوء کیا اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے' پس میں آپ کی بائیں طرف کھڑا ہو گیا' آپ نے مجھے پکڑ کر اپنی دائیں جانب کر دیا' پھر آپ نے تیرہ رکعات نماز پڑھی' پھر آپ سو گئے حتیٰ کہ آپ نے خراٹے لیے اور جب آپ سوتے تو خراٹے لیتے تھے' پھر آپ کے پاس مؤذن آیا' پس آپ حجرہ سے باہر نکلے' پھر آپ نے نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔ عمرو نے کہا: میں نے یہ حدیث بکیر کو بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے کریب نے یہ حدیث اسی طرح بیان کی۔

اس کی شرح بھی صحیح البخاری: ١١٧ میں مطالعہ فرمائیں۔

٥٩ - بَابٌ اِذَا لَمْ يَنْوِ الْاِمَامُ اَنْ يَّؤُمَّ' ثُمَّ جَاءَ قَوْمٌ فَاَمَّهُمْ

جب امام نمازیوں کی امامت کی نیت نہ کرے پھر نمازی آئیں تو ان کی نیت کرے

٦٩٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ' عَنْ اَيُّوْبَ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِيْ' فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ' فَقُمْتُ اُصَلِّيْ مَعَهٗ' عَنْ يَّسَارِهٖ' فَاَخَذَ بِرَاْسِيْ' فَاَقَامَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از ایوب از عبداللہ بن سعید بن جبیر از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا: میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات گزاری' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے' پھر میں آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا تو آپ نے مجھے میرے سر سے پکڑ کر اپنی دائیں جانب کر دیا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۱۷ میں ملاحظہ فرمائیں۔

٦٠ - بَابٌ إِذَا طَوَّلَ الْإِمَامُ وَكَانَ لِلرَّجُلِ حَاجَةٌ فَخَرَجَ فَصَلَّى

جب امام لمبی نماز پڑھائے اور نمازی کو کوئی کام ہو تو وہ اقتداء چھوڑ کر نماز پڑھے

٧٠٠ - **حَدَّثَنَا** مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ كَانَ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَؤُمُّ قَوْمَهُ. [اطراف الحدیث: ۷۰۱-۷۰۵-۷۱۱-۶۱۰۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نماز پڑھتے تھے' پھر جا کر اپنی قوم کو نماز پڑھاتے تھے۔

٧٠١ - **قَالَ** وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَؤُمُّ قَوْمَهُ فَصَلَّى الْعِشَاءَ فَقَرَأَ بِالْبَقَرَةِ فَانْصَرَفَ الرَّجُلُ فَكَأَنَّ مُعَاذًا تَنَاوَلَ مِنْهُ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ فَتَّانٌ فَتَّانٌ فَتَّانٌ ثَلَاثَ مِرَارٍ أَوْ قَالَ فَاتِنًا فَاتِنًا فَاتِنًا. وَأَمَرَهُ بِسُورَتَيْنِ مِنْ أَوْسَطِ الْمُفَصَّلِ. قَالَ عَمْرٌو لَا أَحْفَظُهُمَا.

امام بخاری نے کہا: اور ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے' پھر جا کر اپنی قوم کو نماز پڑھاتے تھے' سو انہوں نے عشاء کی نماز پڑھائی' پس اس میں سورۂ بقرہ پڑھی' تو ایک شخص نماز سے نکل گیا' پس گویا کہ حضرت معاذ نے اس کو بُرا کہا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ نے تین بار فرمایا: تم بہت فتنہ ڈالتے ہو' تم بہت فتنہ ڈالنے والے ہو' تم بہت فتنہ ڈالنے والے ہو' یا فرمایا: تم فتنہ ڈالنے والے ہو' تم فتنہ ڈالنے والے ہو' تم فتنہ ڈالنے والے ہو' اور ان کو حکم دیا کہ اوساط مفصل کی دو سورتیں پڑھو' عمرو نے کہا: مجھے وہ یاد نہیں ہیں۔

(صحیح مسلم: ۴۶۵' الرقم المسلسل: ۱۰۲۲' سنن ابوداؤد: ۷۹۰' سنن نسائی: ۹۹۸' سنن ترمذی: ۵۸۳' سنن ابن ماجہ: ۹۸۶' سنن کبریٰ: ۱۶۷۴' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۷۲۸' شرح معانی الآثار: ۲۳۱۸' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۱۶' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۱۷' مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۱۹۰' ج ۲۲ ص ۹۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے چار رجال ہیں' ان کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔

اوساط مفصل کی دو سورتوں کا بیان

اس حدیث میں اوساط مفصل کی دو سورتوں کا ذکر ہے' اوساط مفصل سورۃ التکویر سے سورۃ الضحیٰ تک ہیں' طوال مفصل سورۃ الحجرات سے ''والسماء ذات البروج'' تک ہیں' اور قصار مفصل سورۃ الضحیٰ سے آخر قرآن تک ہیں۔ راوی عمرو نے کہا: مجھے وہ دو سورتیں یاد نہیں ہیں۔ ابوالزبیر نے عمرو کو بتایا: ہمیں حضرت جابر نے بتایا کہ آپ نے فرمایا تھا: تم ''والشمس وضحها'' اور ''والضحیٰ'' پڑھو' ''والليل اذا يغشى'' اور ''سبح اسم ربك الاعلىٰ'' پڑھو۔ (صحیح مسلم: ۴۶۵' الرقم المسلسل: ۱۰۲۲' مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۸)

جماعت سے نماز شروع کرنے کے بعد اس سے نکلنے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تخفیف کے ساتھ نماز پڑھانے کا حکم دیا ہے' سو جس نے طویل نماز پڑھائی' اس نے آپ کی معصیت کی اور معصیت کرنے والے کی مخالفت کرنا جائز ہے کیونکہ صرف نیکی کی اطاعت کی جاتی ہے۔

فقہاء شافعیہ نے کہا ہے کہ جو شخص حضرت معاذ کی نماز سے نکل گیا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر انکار نہیں کیا اور نہ اس کو نماز دوبارہ پڑھنے کا حکم دیا' ابن القصار نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ ایک شخص امام کی نماز میں داخل ہوا' پس اس نے کچھ نماز پڑھ لی' آیا اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس نماز سے نکل کر تنہا اپنی نماز پوری کرے' امام شافعی نے کہا: اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے خواہ اس کا عذر ہو یا نہ ہو اور امام ابوحنیفہ نے کہا: اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۹۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ' حضرت معاذ کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگر کسی شخص نے امام کی اقتداء کی' پھر امام سے الگ ہونے کی اور کسی عذر کی وجہ سے تنہا نماز پوری کرنے کی نیت کی تو یہ جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کو دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا اور نہ اس کے فعل پر انکار کیا اور جن اعذار کی وجہ سے کوئی شخص امام کی اقتداء سے نکل سکتا ہے' وہ یہ ہیں: (۱) امام کی لمبی نماز پڑھانے کی وجہ سے اس کو مشقت ہو (۲) وہ بیمار ہو (۳) اس پر نیند کا غلبہ ہو (۴) اس کے ساتھ کوئی ایسی چیز ہو جس کے خراب ہونے کا خطرہ ہو۔

اور اگر بغیر کسی عذر کے وہ اقتداء سے نکل جائے تو اس میں امام احمد کے دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس کی نماز فاسد ہو جائے گی' دوسرا قول یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ کبھی مقتدی تنہا نماز پڑھتا ہے جیسے مسبوق۔

(المغنی ج ۲ ص ۴۴۹۔۴۴۸' دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ ھ)

عذر کی حالت میں جماعت سے نکلنے کا جواز اور بغیر عذر کے جماعت سے نکلنے کا عدم جواز

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ مقتدی کے لیے کسی صورت میں امام کی اقتداء سے نکلنا جائز نہیں ہے خواہ اس کو عذر ہو یا نہ ہو کیونکہ اس صورت میں اپنے عمل کو باطل کرنا ہے اور قرآن مجید نے اپنے اعمال کو باطل کرنے سے منع کیا ہے:

وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ. (محمد: ۳۳) اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۵۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

میں کہتا ہوں کہ بغیر عذر کے جماعت سے نکل کر تنہا نماز پڑھنا جماعت سے نماز پڑھنے کے عمل کو باطل کرنا ہے اور یہ صحیح نہیں اور جمہور ائمہ بھی اس کے قائل ہیں' لیکن اگر کسی شخص کو نماز میں شدید کھانسی اٹھ رہی ہو یا دمہ کی وجہ سے سانس لینے میں شدید تکلیف ہو رہی ہو اور امام نماز میں غیر معمولی تطویل کر رہا ہو تو جمہور ائمہ کا یہ کہنا صحیح ہے کہ وہ جماعت سے نکل کر اپنی نماز تنہا پوری کرے اور اپنے مرض کا تدارک کرے' کیونکہ اسلام نے ہر مشکل کا حل رکھا ہے اور جب اس نے جماعت سے نکل کر اپنی نماز پوری کر لی تو اس نے اپنے عمل کو باطل نہیں کیا' اور حدیث میں ہے:

جب حضرت معاذ نے سورۃ البقرۃ پڑھنی شروع کی تو وہ شخص سلام پھیر کے جماعت سے نکل گیا اور تنہا نماز پوری کی اور واپس چلا گیا' لوگوں نے اس سے کہا: اے فلاں! کیا تم منافق ہو گئے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! بلکہ میں ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس

جا کر اس واقعہ کی خبر دوں گا' وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! ہم اونٹوں پر پانی لاد کر لاتے ہیں اور اپنے کھیتوں اور باغوں کو پانی دیتے ہیں' ہم دن بھر کام کرتے ہیں اور حضرت معاذ آپ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھتے ہیں' پھر وہ یہاں آئے اور انہوں نے نماز میں سورۃ البقرہ شروع کر دی' تب رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ سے فرمایا: اے معاذ! تم بہت فتنہ ڈالنے والے ہو' تم یہ سورتیں نماز میں پڑھو: ''والشمس وضحها' والضحٰی' واللیل اذا یغشٰی' وسبح اسم ربك الاعلٰی''۔

(صحیح مسلم: ۱۰۲۲-۴۶۵' سنن ابوداؤد: ۷۹۰-۶۰۰' سنن نسائی: ۹۹۸' سنن ابن ماجہ: ۹۸۶)

اس حدیث میں امام کی تطویل کی وجہ سے دن بھر کے تھکے ہارے اس شخص کو مشقت اور تھکاوٹ ہو رہی تھی' اس لیے اس نے جماعت سے نکل کر الگ پوری نماز پڑھی' اس سے معلوم ہوا کہ عذر صحیح کی وجہ سے جماعت سے نکلنا جائز ہے اور جب عذر کی وجہ سے ابتداء جماعت کو ترک کرنا جائز ہے تو عذر کی وجہ سے جماعت سے نماز شروع کرنے کے بعد بھی اس سے نکلنا جائز ہے اور اسلام میں ہر مشکل کا حل موجود ہے اور یہ صحیح اور صریح حدیث ہمارے اصحاب کے اقوال پر مقدم ہے' جب کہ ہمارے اصحاب کی طرف سے اس حدیث کی کوئی توجیہ بھی منقول نہیں ہے۔

حضرت معاذ کی نماز سے نکلنے والے صحابی کے نام کے متعلق دو روایتیں

جو شخص حضرت معاذ کی نماز سے نکل گیا' اس کے نام کے متعلق دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس کا نام حرام بن ملحان تھا اور یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ماموں تھا' دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا نام سلیم تھا اور وہ بنو سلمہ کا ایک شخص تھا۔ حرام نام کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اپنی قوم کو نماز پڑھاتے تھے' پس حضرت حرام ان کی نماز میں داخل ہوئے' اس وقت ان کا ارادہ اپنی کھجوروں کے باغ کو سیراب کرنا تھا' جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت معاذ لمبی نماز پڑھا رہے ہیں تو انہوں نے اپنی مختصر نماز پڑھی اور اپنے باغ میں پانی دینے چلے گئے' حضرت معاذ نے کہا: یہ منافق ہے' اپنی کھجوروں کو پانی دینے کے لیے اس نے جلدی نماز پڑھی' پس حرام نے نبی ﷺ سے اس وقت حضرت معاذ کی شکایت کی' جب حضرت معاذ بھی نبی ﷺ کے پاس تھے' انہوں نے کہا: میں اپنی کھجوروں کو پانی دینا چاہتا تھا' میں مسجد میں داخل ہوا تاکہ قوم کے ساتھ نماز پڑھوں' جب انہوں نے لمبی نماز شروع کر دی تو میں نے اپنی مختصر نماز پڑھی اور اپنی کھجوروں کو پانی دیا' اس پر انہوں نے مجھے منافق کہا' تب نبی ﷺ نے حضرت معاذ کو کہا: تم بہت فتنہ ڈالنے والے ہو' لوگوں کو لمبی نماز نہ پڑھاؤ' ''سبح اسم ربك الاعلٰی'' پڑھو اور ''والشمس وضحها'' اور ان کی مثل پڑھو۔

(مسند البزار: ۴۸۱' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۶۷۴' مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۷۳-۲' ج ۱۹ ص ۲۷۳' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص کو کوئی ضروری کام ہو اور امام لمبی نماز پڑھانے لگے تو وہ امام کی نماز سے نکل کر اپنی الگ مختصر نماز پڑھ لے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے لمبی نماز پڑھانے پر حضرت معاذ کو ڈانٹا اور حضرت حرام پر ان کی نماز سے نکلنے پر انکار یا عتاب نہیں فرمایا۔

اس شخص کا نام سلیم ہونے کے متعلق یہ حدیث ہے:

معاذ بن رفاعہ انصاری بیان کرتے ہیں کہ بنو سلمہ کے ایک شخص کا نام سلیم تھا' انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر کہا: یا رسول اللہ! ہمارے سو جانے کے بعد ہمارے پاس حضرت معاذ آتے ہیں اور ہم دن بھر کام کرتے رہتے ہیں' پھر یہ اذان دیتے ہیں' ہم ان کے پاس جاتے ہیں' پھر یہ ہم کو لمبی نماز پڑھاتے ہیں' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے معاذ بن جبل! تم بہت فتنہ ڈالنے

والے نہ بنو یا تو صرف میرے ساتھ نماز پڑھو یا اپنی قوم کو تخفیف کے ساتھ نماز پڑھاؤ۔الحدیث

(المعجم الکبیر: ۶۳۹۱' مسند احمد ج ۵ ص ۷۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۰۶۹۹۔ج ۳۴ ص ۳۰۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض پڑھنے کے جواز میں مذاہب ائمہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والے کی نماز صحیح ہے' کیونکہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں عشاء کی فرض نماز کی نیت کرتے تھے اور بعد میں اپنی قوم کو جو امامت کراتے تھے' اس میں نفل کی نیت کرتے تھے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۹۵' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ ھ)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں امام احمد سے دو روایتیں ہیں' ایک روایت یہ ہے کہ نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور ہمارے اکثر اصحاب کا یہی مختار ہے' الزہری' امام مالک اور فقہاء احناف کا بھی یہی قول ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ (صحیح البخاری: ۶۸۹) اور اس لیے کہ مقتدی کی نماز امام کی نیت سے ادا کی جاتی ہے' اور امام احمد کا دوسرا قول یہ ہے کہ نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض نماز جائز ہے۔

(المغنی ج ۲ ص ۴۳۷۔۴۳۶' دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ ھ)

نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض نماز کا عدم جواز

علامہ علاء الدین مغلطائی ابن قلیج حنفی متوفی ۷۶۲ ھ لکھتے ہیں:

اگر نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض نماز جائز ہو تو صلوٰۃ الخوف کی مشروعیت کی کوئی ضرورت نہیں ہے' کیونکہ یہ ہوسکتا تھا کہ آپ ایک فریق کو مکمل فرض نماز پڑھا دیتے اور دوسرا فریق فرض پڑھنے کے لیے آپ کی اقتداء کرتا اور آپ اس کو نفل نماز پڑھاتے اور پھر اس کی کوئی ضرورت نہ رہتی کہ ایک فریق دشمن کے سامنے کھڑا رہتا اور دوسرا فریق آپ کے پیچھے ایک رکعت نماز پڑھ کر دشمن کے سامنے چلا جاتا اور پہلا فریق آپ کے پیچھے آ کر دوسری رکعت نماز پڑھتا اور دوسری رکعت مسبوق کی طرح پڑھتا اور پہلا فریق باقی ماندہ ایک رکعت لاحق کی طرح پڑھتا اور اس طرح ہر ایک کی نماز میں عمل کثیر لازم آتا' جو دوسری نمازوں میں جائز نہیں ہے۔

(شرح سنن ابن ماجہ ج ۵ ص ۱۶۷۰' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۲۴ ھ)

امام ابوحنیفہ کی قوی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امام ضامن ہے اور مؤذن امین ہے۔

(سنن ترمذی: ۲۰۷' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۲)

یہ حدیث حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۶۵' مسند ابویعلیٰ: ۴۵۶۲' صحیح ابن حبان: ۱۶۷۱' صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۳۲' سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۳۱۔۱۲۵' شرح مشکل الآثار: ۲۱۹۵)

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ ھ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

ہمارے نزدیک امام کے ضامن ہونے کا معنی یہ ہے کہ مقتدی کی نماز صحت' فساد اور سہو میں امام کی نماز کے ضمن میں ہوتی ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر امام بے وضوء یا جنبی ہو کر نماز پڑھائے اور مقتدی پاک اور باوضوء ہوں' یا امام کی شرم گاہ کھلی ہو اور مقتدی کی شرم

گاہ مستور ہو تو اہل علم کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ مقتدی کی نماز نہیں ہوگی۔

(شرح مشکل الآثار ج ۵ ص ۴۳۷' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' الطبعۃ الثانیۃ' ۱۴۲۷ھ)

جب یہ واضح ہو گیا کہ مقتدی کی نماز امام کی نماز کے ضمن میں ہوتی ہے تو فرض پڑھنے والے کی اقتداء میں تو نفل پڑھنے والے کی نماز ہو جائے گی کیونکہ اعلیٰ کے ضمن میں ادنیٰ اور فرض کے ضمن میں نفل ہوتا ہے لیکن نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض پڑھنے والے کی نماز نہیں ہوگی کیونکہ ادنیٰ کے ضمن میں اعلیٰ اور نفل کے ضمن میں فرض نہیں ہوتا۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۵۲۸' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا جواب

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں عشاء کی فرض نماز پڑھتے تھے' پھر اپنی قوم بنو سلمہ میں جا کر عشاء کی نفل نماز پڑھاتے تھے حتیٰ کہ نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض نماز کا جواز ثابت ہو۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ ایک سند سے حدیث مروی ہے کہ وہ نفل نماز پڑھاتے تھے:

از ابن جریج از عمرو بن دینار' انہوں نے بیان کیا کہ مجھے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھتے' پھر اپنی قوم کو جا کر عشاء کی نماز پڑھاتے اور یہ حضرت معاذ کی نفل نماز ہوتی اور ان کی قوم کی فرض نماز ہوتی۔

(سنن دار قطنی :۱۰۶۱۔۱۰۶۰' دار المعرفۃ' مسند امام شافعی ص ۵۷' دار الکتب العلمیہ)

اس کا جواب یہ ہے کہ ابن عیینہ نے بھی اس حدیث کو عمرو بن دینار سے روایت کیا ہے جیسا کہ ابن جریج نے روایت کیا ہے اور ابن عیینہ کی روایت ابن جریج سے زیادہ تام اور زیادہ حسن ہے اور اس روایت میں یہ اضافہ نہیں ہے کہ یہ حضرت معاذ کی نفل نماز تھی اور ان کی قوم کی فرض نماز تھی' پس یہ ہو سکتا ہے کہ یہ اضافہ ابن جریج کا قول ہو یا عمرو بن دینار کا قول ہو یا حضرت جابر کا قول ہو' لہٰذا یہ ان تین میں سے جس کا بھی قول ہو' اس میں یہ دلیل نہیں ہے کہ حضرت معاذ ان کو جو نماز پڑھاتے وہ نفل نماز تھی' کیونکہ انہوں نے اس قول کو حضرت معاذ سے نقل نہیں کیا بلکہ انہوں نے اپنی طرف سے ایک بات کہی ہے اور ہو سکتا ہے حقیقت اس کے خلاف ہو' اور اگر یہ ثابت ہو کہ حضرت معاذ اپنی قوم کو نفل پڑھاتے تھے تو یہ ثابت نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے ان کو نفل پڑھاتے تھے اور نہ یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے نفل پڑھانے کی خبر دی گئی اور آپ نے ان کو اس عمل پر برقرار رکھا۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۵۲۷۔۵۲۶' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام طحاوی نے یہ کہا ہے کہ زیادہ مستند روایات میں یہ اضافہ نہیں ہے کہ عشاء کی نماز حضرت معاذ کے لیے نفل تھی اور ان کی قوم کے لیے فرض تھی کیونکہ ابو البرکات ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ امام احمد نے اس اضافہ کو ضعیف قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ مجھے خدشہ ہے کہ یہ محفوظ نہیں ہے' امام طحاوی نے کہا ہے کہ اس اضافہ کے صحیح نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ سفیان بن عیینہ نے اس اضافہ کے بغیر اس حدیث کو روایت کیا ہے' اسی طرح امام مسلم نے اس اضافہ کے بغیر اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (صحیح مسلم:۴۶۵) اسی طرح امام بخاری نے اس حدیث کو اس اضافہ کے بغیر روایت کیا ہے۔ (صحیح البخاری:۷۰۱)

(نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح شرح معانی الآثار ج ۴ ص ۱۵۷۔۱۵۶' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ فرماتے ہیں:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جو اپنی قوم کو عشاء کی نماز پڑھاتے تھے' وہ از خود یہ عمل کرتے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے ایسا نہیں کرتے تھے' اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت معاذ بن رفاعہ الزرقی بیان کرتے ہیں کہ بنوسلمہ کے ایک شخص جن کا نام سلیم تھا' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے کہا: ہم دن بھر کام کرتے رہتے ہیں' پھر شام کو ہمارے پاس حضرت معاذ آتے ہیں' پھر اذان دیتے ہیں اور لمبی نماز پڑھاتے ہیں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ بن جبل! بہت فتنہ ڈالنے والے نہ بنو یا تو صرف میرے ساتھ نماز پڑھو یا اپنی قوم کو تخفیف کے ساتھ نماز پڑھاؤ۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۷۴)

اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ دو کاموں میں سے ایک کام کریں یا صرف میرے ساتھ عشاء کی نماز پڑھیں یا صرف اپنی قوم کو نماز پڑھائیں اور حضرت معاذ آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کے بعد جو اپنی قوم کو نماز پڑھاتے تھے' وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے نہیں پڑھاتے تھے بلکہ آپ نے اس سے منع فرما دیا تھا۔

اگر بالفرض نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ کو یہ حکم دیا ہو کہ تم میرے ساتھ عشاء کے فرض پڑھنے کے بعد اپنی قوم کو عشاء کی فرض نماز پڑھاؤ تو یہ ابتداء کی بات ہے' جب ایک فرض کو دو مرتبہ پڑھا جاتا تھا' بعد میں آپ نے اس سے منع فرما دیا اور یہ عمل منسوخ ہو گیا' اور ہم نے اس حدیث کو اس کی سند کے ساتھ باب صلوٰۃ الخوف میں ذکر کیا ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۵۲۸' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

امام طحاوی نے جن احادیث کا حوالہ دیا ہے' وہ درج ذیل ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم ایک دن میں ایک نماز کو دوبارہ نہ پڑھو۔

(سنن ابوداؤد:۵۷۹' مسند احمد ج ۲ ص ۴۱-۱۹' سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۰۳' سنن دارقطنی ج ۱ ص ۴۱۶-۴۱۵' صحیح ابن خزیمہ:۱۶۴۱' شرح السنۃ ج ۳ ص ۴۳۱' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۳۸۵' مشکوٰۃ:۲۱۵۷)

حضرت میمونہ کے غلام سلیمان بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو البلاط (مدینہ منورہ کا معروف مقام) میں بیٹھے ہوئے دیکھا' اس وقت لوگ نماز پڑھ رہے تھے' میں نے کہا: اے ابوعبدالرحمان! آپ نماز نہیں پڑھ رہے؟ حضرت ابن عمر نے کہا: میں نماز پڑھ چکا ہوں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک دن میں ایک نماز کو دوبارہ نہیں پڑھا جاتا۔ (سنن نسائی:۸۵۶' سنن دارقطنی:۱۵۲۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۷۸' صحیح ابن حبان:۲۳۸۹)

خلاصہ بحث

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کو جو عشاء کی نماز پڑھاتے تھے' اس سے فقہاء شافعیہ نے جو یہ استدلال کیا تھا کہ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والے کی نماز جائز ہے' امام طحاوی نے اس کے متعدد جواب دیئے' ایک جواب یہ دیا کہ حضرت معاذ کی حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ حضرت معاذ کی وہ نماز نفل تھی اور جس روایت میں اس کا نفل ہونا مذکور ہے' مستند احادیث میں یہ اضافہ نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ دیا کہ حضرت معاذ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے ان کو نماز نہیں پڑھاتے تھے' تیسرا جواب یہ دیا کہ اگر آپ نے حکم دیا بھی ہو تو یہ ابتداء کی بات ہے اور چوتھا قوی جواب دیا کہ امام کی نماز مقتدی کو متضمن ہوتی ہے اور نفل فرض کو متضمن نہیں ہوتا۔ امام طحاوی کی یہ تحقیق بہت کافی اور وافی ہے' تاہم علامہ ابن العربی مالکی نے بھی اس حدیث کے متعدد جوابات دیئے ہیں' مزید شرح صدر کے لیے ہم ان جوابات کا بھی خلاصہ ذکر کر رہے ہیں:

حضرت معاذ کی حدیث سے فقہاء شافعیہ کے مؤقف کا ردّ

حافظ ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی المالکی المتوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت معاذ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھ کر اپنی قوم کو نماز پڑھاتے تھے' اس کے پانچ محامل ہیں:

(۱) حضرت معاذ نفل پڑھتے تھے اور ان کی قوم فرض پڑھتی تھی' یہ امام شافعی کا قول ہے' اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے اس کا انکار کیا ہے (امام احمد کا بھی مختار قول یہی ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) اور حدیث میں حضرت معاذ کی کیفیت کا ذکر نہیں ہے' اور حضرت جابر کا یہ قول ہے کہ ان کی نماز نفل تھی اور ان کی قوم کی نماز فرض تھی' حضرت جابر کا یہ قول غیب کی خبر ہے' حضرت جابر کو حضرت معاذ کی نیت کی کس نے خبر دی' اگر یہ کہا جائے کہ حضرت معاذ بہت بڑے فقیہ تھے' وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں فرض چھوڑ کر دوسروں کو فرض کی امامت کیسے کرا سکتے تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ مدینہ کی تمام مساجد کے ائمہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں فرض چھوڑ کر اپنی اپنی مساجد میں فرض نماز پڑھاتے تھے اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر عمل کر کے وہاں نماز پڑھانے سے فضیلت حاصل ہوتی تھی اور حضرت معاذ کو اس سے زیادہ فضیلت حاصل ہوتی تھی کیونکہ وہ آپ کی اقتداء میں نفل پڑھ کر پھر اپنی قوم کو عشاء کے فرض پڑھاتے تھے۔

(۲) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں دن کی نمازیں پڑھتے تھے اور ان سے رات کی نماز رہ جاتی تھی' کیونکہ ان کی قوم دن میں کام کرتی تھی' اور راوی نے حضرت معاذ کی دو وقتوں کی نماز کی خبر دی ہے' نہ کہ ایک وقت کی نماز کی۔

(۳) اس حدیث میں صرف حضرت معاذ کے نماز پڑھانے کا ذکر ہے' اس نماز کی کیفیت کا ذکر نہیں ہے' اس لیے اس حدیث پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔

(۴) حدیث میں ہے کہ امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ (صحیح البخاری:۶۸۹) اور رکوع' سجود وغیرہ ارکان میں امام کی مخالفت کرنا جائز نہیں ہے اور سب سے بڑا رکن نماز کی نیت ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت معاذ جو امام تھے' وہ عشاء کے نفل کی نیت کریں اور ان کے مقتدی عشاء کے فرض کی نیت کریں' یہ نماز اس وقت صحیح ہو سکتی تھی کہ حضرت معاذ عشاء کے فرض پڑھانے کی نیت کریں۔

(۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امام ضامن ہے (سنن ترمذی:۲۰۷) یعنی امام کی نماز مقتدی کی نماز کو متضمن ہوتی ہے' اور نفل فرض کو متضمن نہیں ہوتا۔ (عارضۃ الاحوذی ج ۳ ص ۵۶۔۵۵' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

واضح رہے کہ اکثر فقہاء حنبلیہ بھی اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے ساتھ ہیں کہ نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض پڑھنے والے کی نماز نہیں ہوتی۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۹۴۳۔ ج ۱ ص ۱۲۵۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: متنفل کی اقتداء میں مفترض کی نماز کی ممانعت میں مذاہب ائمہ اور جمہور فقہاء کے دلائل۔

٦١ - بَابُ تَخْفِيفِ الْإِمَامِ فِي الْقِيَامِ، وَإِتْمَامِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ

قیام' رکوع اور سجود پورا کرنے میں امام کا تخفیف کرنا

٧٠٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ سَمِعْتُ قَيْسًا قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے

مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنِّیْ لَاَتَاَخَّرُ عَنْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ مِنْ اَجْلِ فُلَانٍ، مِمَّا يُطِيْلُ بِنَا، فَمَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ مَوْعِظَةٍ اَشَدَّ غَضَبًا مِنْهُ يَوْمَئِذٍ، ثُمَّ قَالَ اِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِيْنَ، فَاَيُّكُمْ مَا صَلّٰى بِالنَّاسِ فَلْيَتَجَوَّزْ، فَاِنَّ فِيْهِمُ الضَّعِيْفَ وَالْكَبِيْرَ وَذَا الْحَاجَةِ.

کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے قیس سے سنا' انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ ایک شخص نے کہا: اللہ کی قسم! یارسول اللہ! میں ایک شخص کی وجہ سے صبح کی نماز چھوڑ دیتا ہوں کیونکہ وہ ہم کو بہت لمبی نماز پڑھاتا ہے' پس میں نے اس دن سے پہلے کبھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتنے غضب سے نصیحت کرتے ہوئے نہیں دیکھا' پھر آپ نے فرمایا: تم میں سے کچھ آدمی لوگوں کو متنفر کرتے ہیں' تم میں سے جو شخص بھی لوگوں کو نماز پڑھائے' وہ اختصار کے ساتھ نماز پڑھائے کیونکہ لوگوں میں کم زور بھی ہوتے ہیں اور بوڑھے بھی ہوتے ہیں اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں۔

باب مذکور کی حدیث' صحیح البخاری: ٩٠ میں بھی مذکور ہے' وہاں اس کا عنوان ہے: کوئی ناپسندیدہ بات دیکھ کر غضب سے نصیحت کرنا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: قیام اور رکوع اور سجود پورا کرنے میں امام کا تخفیف کرنا' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔ اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٩٠ میں کی گئی ہے۔

٦٢ - بَابُ اِذَا صَلّٰى لِنَفْسِهٖ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ

جب کوئی شخص اپنی نماز پڑھے تو جس قدر چاہے لمبی نماز پڑھے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ تخفیف کا جو حکم دیا گیا ہے' وہ ائمہ کو دیا گیا ہے کیونکہ ان کے پیچھے ایسے نمازی بھی ہوتے ہیں جو لمبی نماز کی طاقت نہیں رکھتے اور جب کوئی انسان صرف اپنی نماز پڑھے تو وہ چاہے لمبی نماز پڑھے' چاہے مختصر پڑھے۔

٧٠٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ اَبِی الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ، فَاِنَّ فِيْهِمُ الضَّعِيْفَ وَالسَّقِيْمَ وَالْكَبِيْرَ، وَاِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ لِنَفْسِهٖ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو تخفیف کے ساتھ نماز پڑھائے کیونکہ ان میں کمزور' بیمار اور بوڑھے بھی ہوتے ہیں اور جب تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز پڑھے تو جس قدر چاہے لمبی نماز پڑھے۔

ہمارے دور کا المیہ یہ ہے کہ جب امام نماز پڑھاتے ہیں تو لمبی نماز پڑھاتے ہیں اور جب اپنی نماز پڑھتے ہیں تو نہایت مختصر اور سرعت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔

٦٣ - بَابُ مَنْ شَكَا اِمَامَهٗ اِذَا طَوَّلَ

جس شخص نے اپنے امام کی لمبی نماز پڑھانے کی شکایت کی

وَقَالَ اَبُوْ اُسَيْدٍ طَوَّلْتَ بِنَا يَا بُنَيَّ.

اور ابو اسید نے کہا: اے میرے بیٹے! تم نے ہمارے ساتھ لمبی نماز کر دی۔

اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے از وکیع از عبد الرحمان بن سلیمان بن الغسیل' انہوں نے کہا: مجھے المنذر بن ابی اسید الانصاری نے بیان کیا کہ میرے والد میرے پیچھے نماز پڑھتے تھے' بعض اوقات وہ مجھ سے کہتے: اے میرے بیٹے! تم نے آج نماز لمبی پڑھائی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۱۱۶)

ابو اسید کا نام مالک بن ربیعہ الانصاری الساعدی المدنی ہے' یہ تمام غزوات میں حاضر رہے تھے اور یہ بدریین میں سے سب سے آخر میں فوت ہوئے تھے' ۳۰ ھ کا ایک قول ہے' ۶۰ ھ کا دوسرا قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۵۴)

٧٠٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ' عَنْ قَيْسِ ابْنِ اَبِيْ حَازِمٍ' عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' اِنِّيْ لَاَتَاَخَّرُ عَنِ الصَّلٰوةِ فِي الْفَجْرِ مِمَّا يُطِيْلُ بِنَا فُلَانٌ فِيْهَا' فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' مَا رَاَيْتُهُ غَضِبَ فِيْ مَوْضِعٍ كَانَ اَشَدَّ غَضَبًا مِنْهُ يَوْمَئِذٍ' ثُمَّ قَالَ يَآ اَيُّهَا النَّاسُ' اِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِيْنَ' فَمَنْ اَمَّ النَّاسَ فَلْيَتَجَوَّزْ' فَاِنَّ خَلْفَهُ الضَّعِيْفَ وَالْكَبِيْرَ وَذَا الْحَاجَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از اسماعیل بن ابی خالد از قیس بن ابی حازم از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص نے بیان کیا: یا رسول اللہ! میں فجر کی جماعت چھوڑ دیتا ہوں کیونکہ فلاں شخص بہت لمبی نماز پڑھاتا ہے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت سخت غضب ناک ہوئے' میں نے آپ کو اس دن سے زیادہ کسی جگہ اتنے غضب میں نہیں دیکھا' آپ نے فرمایا: اے لوگو! تم میں سے بعض شخص لوگوں کو متنفر کرنے والے ہیں' پس جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے' وہ اختصار کرے کیونکہ اس کے پیچھے کم زور' بوڑھے اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۰ میں گزر چکی ہے۔

٧٠٥ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِيْ اِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَارِبُ بْنُ دِثَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيَّ قَالَ اَقْبَلَ رَجُلٌ بِنَاضِحَيْنِ وَقَدْ جَنَحَ اللَّيْلُ' فَوَافَقَ مُعَاذًا يُصَلِّيْ' فَتَرَكَ نَاضِحَهُ' وَاَقْبَلَ اِلٰى مُعَاذٍ' فَقَرَاَ بِسُوْرَةِ الْبَقَرَةِ' اَوِ النِّسَاءِ' فَانْطَلَقَ الرَّجُلُ' وَبَلَغَهُ اَنَّ مُعَاذًا نَالَ مِنْهُ' فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَكَا اِلَيْهِ مُعَاذًا' فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مُعَاذُ اَفَتَّانٌ اَنْتَ ؟ اَوْ اَفَاتِنٌ؟ ثَلَاثَ مِرَارٍ فَلَوْ لَا صَلَّيْتَ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ' وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا' وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى﴾ فَاِنَّهُ يُصَلِّيْ وَرَاءَكَ الْكَبِيْرُ وَالضَّعِيْفُ وَذُو الْحَاجَةِ. اَحْسِبُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محارب بن دثار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ ایک آدمی دو پانی لادنے والے اونٹوں کو لے کر آیا' اس وقت رات اپنے بازو پھیلا چکی تھی' اس نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھاتے ہوئے پایا' اس نے اپنے اونٹ کو چھوڑ دیا اور حضرت معاذ کی طرف بڑھا' حضرت معاذ نے سورۃ البقرہ یا سورۃ النساء شروع کر دی' وہ شخص (واپس) چلا گیا' حضرت معاذ کو یہ خبر پہنچی تو وہ اس شخص پر ناراض ہوئے' وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور حضرت معاذ کی شکایت کی' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

هٰذَا فِي الْحَدِيْثِ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَتَابَعَهُ سَعِيْدُ بْنُ مَسْرُوْقٍ، وَمِسْعَرٌ، وَالشَّيْبَانِيُّ قَالَ عَمْرٌو وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مِقْسَمٍ، وَاَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَرَاَ مُعَاذٌ فِي الْعِشَاءِ بِالْبَقَرَةِ. وَتَابَعَهُ الْاَعْمَشُ، عَنْ مُحَارِبٍ.

فرمایا: اے معاذ! کیا تم بہت فتنہ ڈالنے والے ہو؟ یا فرمایا: تم فتنہ ڈالنے والے ہو؟ یہ آپ نے تین بار فرمایا' تم نے یہ سورتیں کیوں نہ پڑھیں: ''سبح اسم ربك الاعلٰی' والشمس وضحها' والليل اذا يغشى'' کیونکہ تمہارے پیچھے بوڑھے' کمزور اور ضرورت مند بھی نماز پڑھتے ہیں' (شعبہ نے کہا:) میں گمان کرتا ہوں کہ یہ (آخری جملہ) بھی اس حدیث میں ہے۔ امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: سعید بن مسروق' مسعر اور شیبانی نے شعبہ کی متابعت کی ہے۔ عمرو اور عبید اللہ بن مقسم اور ابوالزبیر نے جابر سے روایت کی ہے کہ حضرت معاذ نے عشاء میں سورۂ بقرہ پڑھی۔ اس حدیث میں شعبہ نے الاعمش کی از محارب متابعت کی ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۷۰۰ میں گزر چکی ہے۔

٦٤ - بَابُ الْاِيْجَازِ فِي الصَّلٰوةِ وَاِكْمَالِهَا

نماز میں اختصار اور اس کو مکمل کرنا

٧٠٦ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ، عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْجِزُ الصَّلٰوةَ وَيُكْمِلُهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختصر نماز پڑھتے تھے اور اس (کے ارکان) کو مکمل کرتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۴۶۹' الرقم المسلسل: ۱۰۳۴' سنن ابن ماجہ: ۹۸۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۴' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۱۵' مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۹۹۰۔ ج ۱۹ ص ۴۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے چار رجال ہیں' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت واضح ہے۔

٦٥ - بَابُ مَنْ اَخَفَّ الصَّلٰوةَ عِنْدَ بُكَاءِ الصَّبِيِّ

جس نے بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز میں تخفیف کی

٧٠٧ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا الْوَلِيْدُ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ، عَنْ اَبِيْهِ اَبِيْ قَتَادَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّيْ لَاَقُوْمُ فِي الصَّلٰوةِ اُرِيْدُ اَنْ اُطَوِّلَ فِيْهَا، فَاَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ، فَاَتَجَوَّزُ فِيْ صَلٰوتِيْ، كَرَاهِيَةَ اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمِّهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی از یحیٰی بن ابی کثیر از عبداللہ بن ابی قتادہ از والد خود ابوقتادہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: میں نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہوں اور لمبی نماز پڑھانے کا ارادہ کرتا ہوں' پھر میں بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو میں نماز مختصر کر دیتا ہوں'

تَابَعَهُ بِشْرُ بْنُ بَكْرٍ، وَابْنُ الْمُبَارَكِ، وَبَقِيَّةُ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ. [طرف الحدیث:٨٦٨] اس کو ناپسند کرتے ہوئے کہ اس کی ماں کو طول دشوار ہوگا۔ بشر بن بکر اور ابن المبارک اور بقیہ نے ولید بن مسلم کی متابعت کی ہے از الاوزاعی۔

(صحیح مسلم:٤٧٠، الرقم المسلسل:١٠٣٧، سنن ابوداؤد:٧٨٩، سنن ابن ماجہ:٩٨٩، سنن نسائی:٨٢١، مصنف ابن ابی شیبہ ج ٢ ص ٥٧، مسند احمد ج ٥ ص ٣٠٥ طبع قدیم، مسند احمد:٢٢٦٠٢۔ ج ٣٧ ص ٢٨٨، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) ابراہیم بن موسیٰ بن یزید الفراء ابو اسحاق الرازی (٢) الولید بن مسلم (٣) عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعی (٤) یحییٰ بن ابی کثیر (٥) عبداللہ بن ابی قتادہ ابو یحییٰ الانصاری اسلمی (٦) ان کے والد حضرت الحارث بن ربعی الانصاری رضی اللہ۔

(عمدۃ القاری ج ٥ ص ٣٥٨)

آنے والے نمازی کو جماعت میں شامل کرنے کے لیے رکوع کو لمبا کرنے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ٤٤٩ ھ لکھتے ہیں:

شعبی، حسن بصری اور عبدالرحمٰن بن لیلیٰ نے کہا ہے کہ جب امام رکوع میں ہو اور وہ کسی کے آنے کی آہٹ سنے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ رکوع کی تسبیحات کو معمول سے کچھ زیادہ کر دے تاکہ آنے والے اس کی نماز میں شامل ہو جائیں کیونکہ جب بچہ کے رونے کی آواز سن کر نماز کی تسبیحات میں اختصار کیا جا سکتا ہے تو آنے والوں کی آہٹ سن کر تسبیحات کو بڑھایا بھی جا سکتا ہے۔

امام احمد، ابو ثور اور اسحاق نے کہا ہے: جب تک نمازیوں پر دشوار نہ ہو ان کا انتظار کر سکتا ہے۔

امام مالک نے کہا: ان کا انتظار نہ کرے کیونکہ اس سے دوسرے نمازیوں کو ضرر ہوگا۔

امام شافعی اور امام ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ وہ اپنے معمول کے مطابق رکوع کرے۔

(شرح ابن بطال ج ٢ ص ٣٩٩، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢٤ھ)

مسئلہ مذکور میں فقہاء احناف کی تصریحات

علامہ علاء الدین مغلطائی ابن قلیج الحنفی التوفی ٧٦٢ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اختصار کا معنی یہ ہے کہ آپ قراءت کو کم کر دیتے تھے، وکیع نے اپنی سند کے ساتھ ابو سائط سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلی رکعت میں تقریباً ساٹھ آیات پڑھیں، پھر آپ نے بچے کے رونے کی آواز سنی تو دوسری رکعت میں تین آیات پڑھیں، اور آنے والے نمازیوں کے انتظار میں تسبیحات زیادہ پڑھنے میں اختلاف ہے۔

(شرح سنن ابن ماجہ ج ٥ ص ١٦٧٤، مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ، ١٤٢٤ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب کی کتب میں سے الذخیرہ میں مذکور ہے کہ امام رکوع میں جوتیوں کی آہٹ سنے تو کیا وہ آنے والے نمازیوں کا انتظار کرے؟ امام ابو یوسف نے کہا: میں نے یہ مسئلہ امام ابو حنیفہ اور امام ابن ابی لیلیٰ سے پوچھا تو ان دونوں نے اس کو مکروہ قرار دیا اور امام ابو حنیفہ نے فرمایا: مجھے اس پر شرک کا خطرہ ہے، اور ہشام نے امام محمد سے اس کی کراہت کو روایت کیا ہے، شعبی نے کہا: ایک یا دو تسبیح کی مقدار زیادہ پڑھے تو کوئی حرج نہیں، ابو القاسم الصغار نے کہا ہے: اگر آنے والا غنی ہو تو پھر انتظار کرنا جائز نہیں ہے

اگر وہ فقیر ہوتو پھر جائز ہے' ابواللیث نے کہا ہے کہ اگر امام آنے والے کو پہچانتا ہوتو پھر تسبیحات زیادہ کرنا جائز نہیں ہے اور اگر اس کو پہچانتا نہ ہوتو پھر کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس میں عبادت پر اعانت ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ آنے والے نمازی کو جماعت میں شامل کرنے کے لیے خصوصیت کے ساتھ رکوع کو لمبا کرنا مکروہ ہے' جب کہ رکوع لمبا کرنے سے اس کا ارادہ اللہ عز وجل کا تقرب نہ ہو' ایک قول یہ ہے کہ اگر وہ ظالم کے ظلم اور اس کے شر کو دفع کرنے کے لیے رکوع کو لمبا کرے تو پھر یہ مکروہ نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۶۰۔۳۵۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

رکوع کو لمبا کرنا یا قراءت کو لمبا کرنا تاکہ آنے والے نمازی کو رکعت مل جائے' اس کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ آنے والے کو پہچانتا ہے تو یہ مکروہ تحریمی ہے ورنہ کوئی حرج نہیں ہے' اور اگر وہ اس فعل سے اللہ تعالیٰ کے حصول قرب کا ارادہ کرے تو یہ بالاتفاق مکروہ نہیں ہے لیکن یہ بہت نادر ہے اور اس کو مسئلۃ الریاء کہا جاتا ہے' اس لیے اس سے احتراز کرنا چاہیے۔

علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

عبادت میں ایسے فعل کو ترک کرنا افضل ہے جو عدم اخلاص کا شبہ پیدا کرے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کام کو چھوڑ دو جو شک پیدا کرے اور وہ کام کرو جس میں شک نہ ہو۔ (سنن ترمذی: ۲۵۱۸' مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۰) اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ اس میں عبادت پر اعانت ہے تو اس سے نمازی کی سستی اور نماز کے لیے جلدی نہ آنے اور جماعت سے نماز پڑھنے کی تیاری نہ کرنے پر بھی اعانت ہے' لہٰذا اولیٰ یہ ہے کہ اس کو ترک کر دیا جائے۔ (ردالمحتار مع الدرالمختار ج ۲ ص ۱۷۶۔۱۷۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۹۵۹۔ ج ۱ ص ۱۲۶۱ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے:

بعد میں آنے والے نمازی کے لیے امام کا رکوع کو لمبا کرنے کا حکم۔

۷۰۸ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ مَا صَلَّيْتُ وَرَاءَ إِمَامٍ قَطُّ أَخَفَّ صَلٰوةً وَلَا أَتَمَّ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنْ كَانَ لَيَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَيُخَفِّفُ، مَخَافَةَ أَنْ تُفْتَنَ أُمُّهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شریک بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی امام کے پیچھے خفیف اور مکمل نماز نہیں پڑھی' اور اگر آپ بچے کے رونے کی آواز سنتے تو اس خوف سے نماز میں تخفیف کر دیتے کہ اس کی ماں فتنہ میں پڑ جائے گی۔

۷۰۹ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنِّي لَأَدْخُلُ فِي الصَّلٰوةِ، وَأَنَا أُرِيدُ إِطَالَتَهَا، فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ، فَأَتَجَوَّزُ فِي صَلٰوتِي، مِمَّا أَعْلَمُ مِنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں نماز میں

شِدَّةِ وَجْدِ اُمِّهِ مِنْ بُكَائِهِ. [طرف الحدیث: ٧١٠]

داخل ہوتا ہوں اور میرا ارادہ نماز لمبی کرنے کا ہوتا ہے' پس میں بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو میں نماز مختصر کر دیتا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ بچے کے رونے کی وجہ سے اس کی ماں بہت مضطرب ہو گی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ٧٠٧ ملاحظہ فرمائیں۔

٧١٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي عَدِيٍّ، عَنْ سَعِيْدٍ، عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّيْ لَاَدْخُلُ فِي الصَّلٰوةِ، فَاُرِيْدُ اِطَالَتَهَا، فَاَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَاَتَجَوَّزُ، مِمَّا اَعْلَمُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ اُمِّهِ مِنْ بُكَائِهِ. وَقَالَ مُوْسٰى حَدَّثَنَا اَبَانُ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عدی نے حدیث بیان کی از سعید از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں نماز میں داخل ہوتا ہوں' پس اس کو لمبی پڑھنے کا ارادہ کرتا ہوں' پھر میں کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو میں نماز کو مختصر کرتا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اس کے رونے کی وجہ سے اس کی ماں بہت مضطرب ہو گی' اور موسیٰ نے کہا: ہمیں ابان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس کی مثل حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ٧٠٧ کا مطالعہ فرمائیں۔

٦٦ - بَابُ اِذَا صَلّٰى ثُمَّ اَمَّ قَوْمًا — جب کسی شخص نے نماز پڑھی' پھر اپنی قوم کو نماز پڑھائی

یعنی جب کسی شخص نے امام کے ساتھ نماز پڑھی' پھر جا کر اپنی قوم کو نماز پڑھائی تو اس کا کیا حکم ہے؟

٧١١ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَاَبُو النُّعْمَانِ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ مُعَاذٌ يُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ يَاْتِيْ قَوْمَهُ فَيُصَلِّيْ بِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب اور ابو النعمان نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از عمرو بن دینار از حضرت جابر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے' پھر اپنی قوم کے پاس جاتے تھے' پھر ان کو نماز پڑھاتے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ٧٠٠ کا مطالعہ فرمائیں۔

٦٧ - بَابُ مَنْ اَسْمَعَ النَّاسَ تَكْبِيْرَ الْاِمَامِ — جس نے نمازیوں کو امام کی تکبیر سنائی

٧١٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوٗدَ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن داؤد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از ابراہیم

مَرِضَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَرَضَهُ الَّذِیْ مَاتَ فِیْهِ، اَتَاهُ یُؤْذِنُهُ بِالصَّلٰوةِ، فَقَالَ مُرُوْا اَبَا بَکْرٍ فَلْیُصَلِّ. قُلْتُ اِنَّ اَبَا بَکْرٍ رَجُلٌ اَسِیْفٌ، اِنْ یَّقُمْ مَقَامَكَ یَبْكِیْ، فَلَا یَقْدِرُ عَلَی الْقِرَاءَةِ، قَالَ مُرُوْا اَبَا بَکْرٍ فَلْیُصَلِّ. فَقُلْتُ مِثْلَهُ، فَقَالَ فِی الثَّالِثَةِ اَوِ الرَّابِعَةِ اِنَّکُنَّ صَوَاحِبُ یُوْسُفَ، مُرُوْا اَبَا بَکْرٍ فَلْیُصَلِّ. فَصَلّٰی، وَخَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُهَادٰی بَیْنَ رَجُلَیْنِ، کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلَیْهِ یَخُطُّ بِرِجْلَیْهِ الْاَرْضَ، فَلَمَّا رَاٰهُ اَبُوْ بَکْرٍ ذَهَبَ یَتَاَخَّرُ، فَاَشَارَ اِلَیْهِ اَنْ صَلِّ. فَتَاَخَّرَ اَبُوْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ، وَقَعَدَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی جَنْبِهٖ، وَاَبُوْ بَکْرٍ یُسْمِعُ النَّاسَ التَّکْبِیْرَ. تَابَعَهُ مُحَاضِرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ.

الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا: جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مرض میں مبتلا ہوئے جس میں آپ کی وفات ہو گئی تھی تو آپ کے پاس حضرت بلال رضی اللہ عنہ نماز کی اطلاع دینے آئے' آپ نے فرمایا: ابوبکر کو حکم پہنچاؤ کہ وہ نماز پڑھائیں' میں نے کہا: حضرت ابوبکر بہت نرم دل ہیں' جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رو پڑیں گے' پس قرآن نہیں پڑھ سکیں گے' آپ نے فرمایا: ابوبکر کو حکم پہنچاؤ کہ وہ نماز پڑھائیں' میں نے پھر اسی طرح کہا' آپ نے پھر تیسری یا چوتھی بار فرمایا: تم حضرت یوسف کے زمانہ کی عورتوں کی مثل ہو' ابوبکر کو حکم پہنچاؤ کہ وہ نماز پڑھائیں' پس حضرت ابوبکر نے نماز پڑھائی' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو آدمیوں کے سہارے سے نکلے گویا کہ میں آپ کی طرف دیکھ رہی تھی' آپ پیر گھسیٹ کر زمین پر چل رہے تھے' جس سے زمین پر نشان پڑ رہے تھے' جب حضرت ابوبکر نے آپ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے' آپ نے اشارہ کیا کہ وہ نماز پڑھاتے رہیں' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹ گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ گئے اور حضرت ابوبکر نمازیوں کو تکبیر سنا رہے تھے۔ عبداللہ بن داؤد نے اس حدیث میں محاضر کی متابعت کی ہے از الاعمش۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۶۶۵ ـ ۶۶۴ کا مطالعہ فرمائیں' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: جس حد تک مریض جماعت میں حاضر ہو' اور اس حدیث میں اس کا عنوان ہے: جس نے نمازیوں کو امام کی تکبیر سنائی' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

٦٨ - بَابُ الرَّجُلِ یَاْتَمُّ بِالْاِمَامِ، وَیَاْتَمُّ النَّاسُ بِالْمَاْمُوْمِ

ایک شخص امام کی اقتداء کرے اور نمازی مقتدی کی اقتداء کریں

یعنی جو شخص امام کی اقتداء کر رہا ہے' نمازی اس شخص کی اقتداء کریں اور اس کی تکبیرات سن کر رکوع اور سجود کریں۔

وَیُذْکَرُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِئْتَمُّوْا بِیْ، وَلْیَاْتَمَّ بِکُمْ مَنْ بَعْدَکُمْ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث ذکر کی جاتی ہے: تم میری اقتداء کرو اور تمہارے بعد کے لوگ تمہاری اقتداء کریں۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو پیچھے دیکھا تو ان سے فرمایا: آگے آؤ اور میری اقتداء کرو اور تمہارے بعد کے لوگ تمہاری اقتداء کریں گے اور ایک قوم ہمیشہ پیچھے ہوتی رہے گی حتیٰ کہ اللہ ان کو پیچھے کر دے گا۔

(صحیح مسلم:۴۳۸' سنن ابوداؤد:۶۸۰' سنن نسائی:۷۹۵' سنن ابن ماجہ:۹۷۸' مسند احمد ج ۳ ص ۳۴' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۰۳' کنز العمال:۸...)

حافظ علاء الدین مغلطائی ابن قلیج الحنفی المتوفی ۷۶۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المنذری نے کہا ہے کہ نبی ﷺ کا یہ ارشاد منافقین کے متعلق ہے' اور اس کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو لوگ علم میں اور نبی ﷺ کے نزدیک مرتبہ میں پیچھے ہیں' وہ آگے بڑھیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: صف اول میں اعرابی' عجمی اور نابالغ لڑکا آگے نہ آئے۔ (سنن دار قطنی ج ۱ ص ۲۸۱)

نبی ﷺ نے کامل عقل والوں کو اگلی صف میں نماز پڑھنے کا حکم دیا تا کہ اگر نماز میں خلیفہ بنانے کی ضرورت پڑے تو ان کو خلیفہ بنایا جائے' یا وہ نبی ﷺ سے احادیث سن کر پہنچائیں اور وہ آپ کی احادیث سن کر منضبط کر سکیں' اور وہ اگلی صف میں بیٹھنے کے مستحق ہیں اور تا کہ بعد والے ان کی اقتداء کریں۔ (شرح سنن ابن ماجہ ج ۵ ص ۱۶۵۹-۱۶۵۸' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۲۴ھ)

۷۱۳- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، جَاءَ بِلَالٌ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلٰوةِ، فَقَالَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ. فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ، وَإِنَّهُ مَتٰى مَا يَقُمْ مَقَامَكَ لَا يُسْمِعُ النَّاسَ، فَلَوْ أَمَرْتَ عُمَرَ، فَقَالَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ. فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ قُوْلِي لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ، وَإِنَّهُ مَتٰى يَقُمْ مَقَامَكَ لَا يُسْمِعُ النَّاسَ، فَلَوْ أَمَرْتَ عُمَرَ، قَالَ إِنَّكُنَّ لَأَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ، مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ. فَلَمَّا دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ، وَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَفْسِهِ خِفَّةً، فَقَامَ يُهَادٰى بَيْنَ رَجُلَيْنِ، وَرِجْلَاهُ يَخُطَّانِ فِي الْأَرْضِ، حَتّٰى دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَلَمَّا سَمِعَ أَبُوْ بَكْرٍ حِسَّهُ، ذَهَبَ أَبُوْ بَكْرٍ يَتَأَخَّرُ، فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى جَلَسَ عَنْ يَّسَارِ أَبِي بَكْرٍ، فَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ يُصَلِّي قَائِمًا، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي قَاعِدًا، يَقْتَدِي أَبُوْ بَكْرٍ بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالنَّاسُ مُقْتَدُوْنَ بِصَلٰوةِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو معاویہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ کی طبیعت بوجھل ہو گئی تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ کو اذان کی اطلاع دینے آئے' آپ نے فرمایا: ابو بکر کو یہ حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! حضرت ابو بکر نرم دل آدمی ہیں اور بے شک وہ جب بھی آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے' لوگوں کو قرآن نہیں سنا سکیں گے' کاش آپ حضرت عمر کو یہ حکم دے دیتے' آپ نے فرمایا: ابو بکر کو یہ حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' پس میں نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا: آپ کہیے کہ حضرت ابو بکر نرم دل آدمی ہیں اور جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو سنا نہیں سکیں گے تو کاش آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیتے' آپ نے فرمایا: بے شک تم سب حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی عورتوں کی مثل ہو' ابو بکر کو یہ حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' پھر جب حضرت ابو بکر نماز پڑھانے گئے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیماری میں تخفیف محسوس کی' پس آپ دو آدمیوں کے درمیان کھڑے ہو کر (ان کے سہارے سے) چلنے لگے' اور آپ کے دونوں پیر زمین پر گھسٹ رہے تھے' حتیٰ کہ آپ مسجد میں داخل ہو گئے' جب حضرت ابو بکر نے آپ کی آہٹ سنی تو پیچھے ہٹنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف اشارہ کیا (کہ نماز پڑھاتے رہو) پھر رسول اللہ ﷺ

آ کر حضرت ابوبکر کی بائیں جانب بیٹھ گئے' پس حضرت ابوبکر کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھا رہے تھے' حضرت ابوبکر' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی اقتداء کر رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر کی اقتداء کر رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ٦٦٥ - ٦٦٤ کا مطالعہ فرمائیں۔

٦٩ - بَابٌ هَلْ يَأْخُذُ الْإِمَامُ إِذَا شَكَّ بِقَوْلِ النَّاسِ؟

جب امام کو شک ہو تو کیا وہ لوگوں کے قول پر عمل کر سکتا ہے؟

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے کہ مثلاً جب مقتدی امام کو یہ بتائے کہ اس سے ایک رکعت رہ گئی ہے تو کیا وہ اس کے قول کی طرف رجوع کر سکتا ہے یا نہیں؟ امام مالک کے اس میں مختلف قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ وہ ان کے قول کی طرف رجوع کرے' اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے' اور ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ وہ اپنے یقین پر عمل کرے اور ان کے قول کی طرف رجوع نہ کرے' اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے' علامہ ابن التین نے کہا: یہ بھی احتمال ہے کہ جب حضرت ذوالیدین نے یہ کہا تھا: کیا نماز کم ہو گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں یارسول اللہ! تو آپ کو اس سے شک ہوا ہو' پھر آپ نے باقی نمازیوں سے یقین حاصل کرنے کے لیے سوال کیا' پھر جب باقی نمازیوں نے حضرت ذوالیدین کے قول کی تصدیق کر دی تو آپ کو حضرت ذوالیدین کے قول کی صحت کا یقین ہو گیا اور اسی کے موافق امام بخاری نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٥ ص ٣٦٦ - ٣٦٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ جب امام کو نماز کی رکعات میں شک ہو تو وہ اقتداء کرنے والے نمازیوں سے رجوع کرے اور یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے۔ میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے یہ صحیح نہیں لکھا کیونکہ یہ امام ابوحنیفہ کا مذہب نہیں ہے بلکہ کسی بھی امام کا مذہب نہیں ہو سکتا کیونکہ نماز میں مقتدی کا امام سے کلام کرنا اور امام کا دوسرے نمازیوں سے اس کی تصدیق کرنا' اس وقت کا واقعہ ہے جب نماز میں کلام کرنا جائز تھا' پھر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کیونکہ نماز میں کلام کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور یہ امام ابوحنیفہ کا مذہب کیسے ہو سکتا ہے' جب کہ ان کے نزدیک نماز میں کلام کرنا جائز نہیں ہے اور حدیث میں ہے: حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہماری اس نماز میں لوگوں کے کلام کی صلاحیت نہیں ہے' اس نماز میں تسبیح' تکبیر اور قرآن کا پڑھنا ہے۔ (صحیح مسلم: ٥٣٧' سنن ابوداؤد: ٩٣٠' سنن نسائی: ١٢١٨) اگر امام قراءت میں غلطی کرے تو اس کو لقمہ دینا جائز ہے اور اگر کسی چیز پر امام کو متنبہ کرنا ہو تو مقتدی سبحان اللہ کہے کیونکہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہاری نماز میں کوئی چیز پیش آئے تو سبحان اللہ کہو۔

(صحیح البخاری: ٦٨٤' صحیح مسلم: ٤٢١' سنن ابوداؤد: ٩٤٠' سنن دارمی: ٩٣٨' سنن ابن ماجہ: ١٠٣٥' مسند احمد ج ٥ ص ٣٣٠)

٧١٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَيُّوبَ بْنِ أَبِي تَمِيمَةَ السَّخْتِيَانِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنَ اثْنَتَيْنِ، فَقَالَ لَهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک بن انس از ایوب بن ابی تمیمہ السختیانی از محمد بن سیرین از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ دو رکعت نماز پڑھ کر مڑ گئے تو آپ سے حضرت ذوالیدین نے کہا: یارسول اللہ!

ذُو الْيَدَيْنِ اَقَصُرَتِ الصَّلٰوةُ اَمْ نَسِيْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَدَقَ ذُو الْيَدَيْنِ؟ فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَلَّى اثْنَتَيْنِ اُخْرَيَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ كَبَّرَ، فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ اَوْ اَطْوَلَ.

کیا نماز کم ہوگئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا ذوالیدین نے سچ کہا ہے؟ تو نمازیوں نے کہا: جی ہاں! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت مزید پڑھیں، پھر آپ نے سلام پھیرا اور اللہ اکبر کہا، پھر آپ نے اپنے سجدہ کی مثل یا اس سے لمبا سجدہ کیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۴۸۲ میں گزر چکی ہے، وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: جس نے مسجد اور غیر مسجد میں انگلیوں میں انگلیاں ڈالیں۔

۷۱۵ - **حَدَّثَنَا** اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ، فَقِيْلَ صَلَّيْتَ رَكْعَتَيْنِ! فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد بن ابراہیم از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی دو رکعت نماز پڑھائی، آپ سے کہا گیا کہ آپ نے ظہر کی دو رکعت نماز پڑھی ہے، پس آپ نے (مزید) دو رکعت پڑھیں، پھر آپ نے سلام پھیرا اور (سہو کے) دو سجدے کیے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۴۸۲ کا مطالعہ فرمائیں۔

۷۰ - بَابٌ اِذَا بَكَى الْاِمَامُ فِي الصَّلٰوةِ

جب امام نماز میں روئے

وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ سَمِعْتُ نَشِيْجَ عُمَرَ، وَاَنَا فِيْ اٰخِرِ الصُّفُوْفِ، يَقْرَاُ ﴿اِنَّمَا اَشْكُوْ بَثِّيْ وَ حُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ﴾ (یوسف: ۸۶).

اور عبداللہ بن شداد نے کہا: میں نے آخری صف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز سنی آپ اس وقت یہ آیت پڑھ رہے تھے: میں اپنے غم اور پریشانی کی شکایت صرف اللہ سے کرتا ہوں۔ (یوسف: ۸۶)

اس تعلیق کی اصل یہ ہے: امام بیہقی روایت کرتے ہیں، علقمہ بن وقاص نے کہا: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ عشاء کی نماز میں سورۂ یوسف پڑھ رہے تھے، اس وقت میں آخری صف میں تھا، حتیٰ کہ جب حضرت یوسف کا ذکر آیا تو میں نے حضرت عمر کے رونے کی آواز سنی۔ (سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۵۱) اس حدیث میں ''نشیج'' کا لفظ ہے ''نشیج'' کا معنی ہے: رونے کی ایسی آواز جو سینہ میں گھٹ کر رہ جائے، جیسے بچہ سسکیاں لے کر روتا ہے۔ علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

السفاقسی نے کہا ہے کہ نماز میں اللہ تعالیٰ کے خوف سے فقہاء نے رونے کی اجازت دی ہے، اور آواز سے رونے میں اختلاف ہے، ابن المبارک نے کہا: اگر وہ اکثر آواز سے روتا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، امام ابوحنیفہ نے کہا: اگر رونے سے اس کی آواز بلند ہو جائے تو اگر جنت اور دوزخ کے ذکر سے ایسا ہوا ہے تو وہ نماز منقطع نہ کرے اور اگر درد یا کسی مصیبت کی وجہ سے ایسا ہوا تو نماز منقطع کر دے۔ امام شافعی اور ابوثور نے کہا ہے کہ آواز سے رونے میں کوئی حرج نہیں ہے، ہاں! اگر اس کی آواز سے بامعنی کلام بن جائے تو نماز ٹوٹ جائے گی اور شعبی اور نخعی نے کہا ہے کہ وہ نماز دہرائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۶۸-۳۶۷)

٧١٦ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي مَرَضِهِ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ. قَالَتْ عَائِشَةُ قُلْتُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ، إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ، فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ، فَقَالَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ. قَالَتْ عَائِشَةُ لِحَفْصَةَ قُولِي لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ، إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ، فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ، فَفَعَلَتْ حَفْصَةُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْ، إِنَّكُنَّ لَأَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ، مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ. قَالَتْ حَفْصَةُ لِعَائِشَةَ مَا كُنْتُ لِأُصِيبَ مِنْكِ خَيْرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک بن انس نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والدخود از حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیماری میں فرمایا: ابوبکر کو یہ حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے عرض کیا کہ حضرت ابوبکر جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے نمازیوں کو قرآن نہیں سنا سکیں گے' پس آپ حضرت عمر کو حکم دیں کہ وہ نماز پڑھائیں' آپ نے فرمایا: ابوبکر کو یہ حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا: آپ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہیں کہ حضرت ابوبکر جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو قرآن نہیں سنا سکیں گے' پس آپ حضرت عمر کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' پس حضرت حفصہ نے ایسا کیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چپ کرو' بے شک تم حضرت یوسف کے زمانہ کی عورتوں کی مثل ہو' ابوبکر کو یہ حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ سے کہا: میں آپ سے خیر حاصل نہیں کرسکتی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٦٦٥ - ٦٦٤ کا مطالعہ فرمائیں۔

٧١ - بَابُ تَسْوِيَةِ الصُّفُوفِ عِنْدَ الْإِقَامَةِ وَبَعْدَهَا

اقامت اور اس کے بعد صفوں کو برابر کرنا

٧١٧ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ، قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ أَبِي الْجَعْدِ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتُسَوُّنَّ صُفُوفَكُمْ، أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوهِكُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید ہشام بن عبد الملک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن مرہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے سالم بن ابی الجعد سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے النعمان بن بشیر سے سنا' انہوں لے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم ضرور اپنی صفوں کو برابر رکھو' ورنہ اللہ تمہارے چہروں کو گدی کے پیچھے لگا دے گا۔

(صحیح مسلم: ٤٣٦' الرقم المسلسل: ٩٥٣' سنن ابوداؤد: ٦٦٥ - ٦٦٣' سنن ترمذی: ٢٢٧' سنن نسائی: ٨١٠' سنن ابن ماجہ: ٩٩٤' سنن ابوداؤد الطیالسی: ٧٩٩' سنن بیہقی ج ٣ ص ١٠٠' مسند احمد ج ٤ ص ٢٧١ طبع قدیم' مسند احمد: ١٨٣٨٩ - ج ٣٠ ص ٣٣٨' جامع المسانید لابن الجوزی: ٦٥٢٠' مکتبۃ الرشد

ریاض'۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' جن کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تم ضرور اپنی صفوں کو برابر رکھو۔

صفوں کو برابر کرنے کے متعلق مزید احادیث اور اس مسئلہ میں مذاہب فقہاء

حافظ علاء الدین مغلطائی ابن قلیج الحنفی المتوفی ۷۶۲ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس عبارت سے بھی مروی ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ اور اس کے فرشتے ان لوگوں پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں جو صفوں کو متصل رکھتے ہیں۔

(سنن ابن ماجہ:۹۹۹' مسند احمد ج۶ ص ۶۷' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۰۱' المستدرک ج ۱ ص ۲۱۴' صحیح ابن خزیمہ:۱۵۵۰' شرح السنۃ ج ۳ ص ۳۷۲' صحیح ابن حبان: ۳۹۴' کنز العمال:۲۰۵۵۴)

اس حدیث کے یہ الفاظ بھی ہیں:

اپنی صفوں کو قائم رکھو اور کندھوں کو ملا کر رکھو' اور خلل کو بند کرو اور اپنے بھائیوں کے ہاتھوں کو ملائم رکھو اور شیاطین کے لیے کشادگی کو نہ چھوڑو اور جس نے صف کو ملایا' اللہ اس کو ملائے گا اور جس نے صف کو قطع کیا' اللہ اس کو قطع کرے گا۔

(سنن ابوداؤد:۶۶۶' مصنف عبد الرزاق:۲۴۴۱' الترغیب ج ۱ ص ۳۱۹' مشکوٰۃ:۱۱۰۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو نماز میں اپنے کندھوں کو ملائے رکھیں۔ (سنن ابوداؤد:۶۷۲' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۰۱' صحیح ابن حبان:۷ ۳۹' المعجم الکبیر ج ۱۲ ص ۴۰۵' مصنف عبد الرزاق:۲۴۸۰' الترغیب ج ۱ ص ۳۲۲' مشکوٰۃ:۱۰۹۹' تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۵۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنی صفوں کو متصل رکھو اور ان کے درمیان مقاربت کرو اور گردنوں کو متوازی رکھو' پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں ضرور دیکھ رہا ہوں کہ شیطان بکری کے بچہ کی طرح تمہاری صفوں کے خلل کے درمیان داخل ہو رہا ہے۔ (سنن ابوداؤد:۶۶۷' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۰۰' صحیح ابن حبان:۳۸۷' صحیح ابن خزیمہ:۱۵۴۵' شرح السنہ ج ۳ ص ۳۶۹' الترغیب ج ۱ ص ۳۱۸' مشکوٰۃ:۱۰۹۳)

ابن حزم نے کہا ہے کہ صفوں کو متصل رکھنا فرض ہے اور امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک یہ سنت ہے۔ اس حدیث میں فرمایا: ورنہ اللہ تمہارے چہروں کے درمیان مخالفت کر دے گا۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تمہارے درمیان بغض اور عداوت کو واقع کر دے گا' کیونکہ ان کا صفوں میں مخالفت کرنا صفوں کے ظاہر میں اختلاف ہے اور ظاہر کا اختلاف باطن کے اختلاف کا سبب ہے۔

(شرح سنن ابن ماجہ ج ۵ ص ۱۶۸۰۔۱۶۷۸' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ'۱۴۲۴ھ)

صفوں کو برابر رکھنے اور چہروں کے درمیان مخالفت کرنے کا معنی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

صفوں کے برابر کرنے کا معنی یہ ہے کہ نمازی صف میں ایک سمت پر (متوازی) کھڑے ہوں اور درمیان میں خلل اور خالی جگہ نہ ہو۔

اس حدیث میں فرمایا ہے: اللہ تمہارے چہروں کے درمیان مخالفت کر دے گا' اس کے کئی معانی ہیں:

(۱) اگر تم نے صفیں متصل نہ رکھیں تو اللہ تمہارے درمیان مخالفت پیدا کر دے گا۔

(۲) اللہ تمہارے دلوں میں عداوت اور بغض پیدا کر دے گا۔

(۳) اللہ تمہارے چہروں کو تمہاری گدی کے پیچھے لگا دے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۷۰-۳۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۸۸۱۔ ج ۱ ص ۱۲۳۱ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① ارباب فضیلت کو مجالس میں مقدم رکھنے کا بیان ② عشاء کی نماز کو عتمہ کہنے کی توجیہ۔

۷۱۸ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ' عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ' عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَقِيْمُوا الصُّفُوْفَ' فَاِنِّيْ اَرَاكُمْ خَلْفَ ظَهْرِيْ. [اطراف الحدیث: ۷۱۹-۷۲۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی از عبد العزیز از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صفیں قائم رکھو اور مل کر کھڑے ہو' کیونکہ تحقیق یہ ہے کہ میں تم کو پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۱۸ کا مطالعہ فرمائیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پس پشت دیکھنے کی تحقیق

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

پس پشت دیکھنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے اور آپ کی خصوصیت ہے' مختار بن محمد نے اپنے رسالہ الناصریہ میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو کندھوں کے درمیان سوئی کی نوک کی مثل دو آنکھیں تھیں' جن سے آپ دیکھتے تھے اور آپ کے کپڑے آپ کی نظر کے لیے حاجب اور رکاوٹ نہیں ہوتے تھے' ایک حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندھیرے میں بھی اسی طرح دیکھتے تھے' جس طرح روشنی میں دیکھتے تھے' بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اس سے مراد علم ہے یعنی آپ کو پیٹھ کے پیچھے کا بھی علم ہوتا تھا' یہ تاویل بلا ضرورت ہے' بلکہ اس حدیث کو اپنے ظاہر پر محمول کرنا اولیٰ ہے' علامہ قرطبی نے کہا: یہ شارع علیہ السلام کی کرامات میں سے ہے' امام احمد اور جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ آپ کا یہ دیکھنا حقیقۃً آنکھ سے دیکھنا ہے اور از روئے عقل اس میں کوئی مانع نہیں ہے اور شریعت میں یہ وارد ہے' لہٰذا اس کے موافق کہنا واجب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۷۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی لکھا ہے کہ اس حدیث کو ظاہر پر محمول کرنا ضروری ہے اور اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۳۰۵' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری التوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

ابن الملک نے کہا: یہ ان معجزات میں سے ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کیے گئے تھے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ ان کشوف میں سے ہے' جو ان دلوں کے ساتھ متعلق ہوتے ہیں جن پر علوم غیب ظاہر ہوتے ہیں۔ (مرقات ج ۲ ص ۵۹۱' المکتبۃ الحقانیہ' پشاور)

علامہ حسین بن محمد الطیبی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ علم اللہ تعالیٰ کے مطلع کرنے اور اس کے منکشف کرنے سے تھا۔

(شرح الطیبی ج ۲ ص ۳۲۶' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۱۳ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

امام المازری نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ نے آپ کی پشت میں ادراک پیدا کیا تھا' جس سے آپ پس پشت دیکھتے تھے' آپ کو اس سے بہت زیادہ معجزات عطا کیے گئے تھے' اس لیے اس کا انکار نہ کیا جائے' اور بقی بن محمد قرطبی متوفی ۲۷۳ھ نے کہا ہے کہ آپ اندھیرے میں بھی اسی طرح دیکھتے تھے' جس طرح روشنی میں دیکھتے تھے اور امام احمد بن حنبل اور جمہور علماء نے کہا ہے کہ یہ آپ کی آنکھ سے حقیقی رؤیت تھی اور یہ آپ کی خصوصیت ہے' بعض علماء نے کہا: اس سے مراد علم ہے اور ظاہر احادیث اس قول کا رد کرتی ہیں۔ حضرت عائشہ نے فرمایا: یہ زیادتی اللہ تعالیٰ نے آپ کو حج میں عطا فرمائی تھی۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۳۳۶' دار الوفاء' ۱۴۱۹ھ)

علامہ ابو العباس احمد بن عمر قرطبی مالکی متوفی ۶۵۶ھ نے بھی اس حدیث کی یہی تقریر کی ہے۔

(المفہم ج ۲ ص ۵۸۔۵۷' دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

علامہ محمد بن خلیفہ الوشتانی الابی مالکی اندلسی متوفی ۸۲۸ھ نے بھی اس حدیث کی یہی تقریر کی ہے۔

(اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۱۷۔۳۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سامنے سے اور پس پشت یکساں دیکھتے تھے' یہ آپ کا معجزہ تھا' یہ وحی اور الہام سے کبھی کبھی ہوتا تھا دائمی نہیں تھا' اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حدیث میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی گم ہوگئی اور یہ پتا نہ چلا کہ وہ کہاں گئی ہے' تو منافقوں نے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ کہتے ہیں کہ میرے پاس آسمانوں کی خبر پہنچتی ہے اور وہ یہ نہیں جانتے کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں اللہ تعالیٰ کے بتانے کے بغیر کسی چیز کو نہیں جانتا اور مجھے ابھی میرے رب نے خبر دی ہے کہ وہ اونٹنی فلاں جگہ پر ہے اور اس کی مہار فلاں درخت کے ساتھ بندھی ہوئی ہے' نیز آپ نے فرمایا: میں بشر ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کے بتلائے بغیر نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے اور نماز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افضل و ارفع حالات سے ہے اور نماز میں آپ کو حقائق اشیاء کا انکشاف اور موجوداتِ خارجیہ کی اطلاع بہت اکمل اور اتم طریقہ سے ہوتی ہے اور نماز میں آپ کا استغراق کائنات سے بے خبری کا سبب نہیں ہوتا اور مشائخ قدست اسرارھم کہتے ہیں کہ نماز مقام کشف و حضور ہے اور کسی چیز سے بے خبری اور اضمحلال کا سبب نہیں ہے اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ آپ کے دو کندھوں کے درمیان سوئی کی نوک کی مانند دیکھنے کا آلہ پیدا کیا گیا تھا' لیکن یہ قول کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۳۹۲' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

نیز شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس دیکھنے کی حقیقت کیا ہے' اس کی اور آپ کے تمام احوال کی حقیقت کوئی نہیں جانتا' تاہم قیاس اور عقل سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ کا یہ دیکھنا آنکھ سے تھا یا دل سے تھا' اور ہر صورت میں یہ حالت نماز کے ساتھ مخصوص تھی کیونکہ نماز مکمل انکشاف کا محل ہے اور نور کی زیادتی کا موجب ہے اور یا یہ دیکھنا عام احوال اور اوقات کو محیط ہے۔ اگر رویت بصری ہو تو ان ہی آنکھوں سے ہے جو سر میں ہیں یا اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ قوتِ بصریہ کو بدن کے ہر جز میں پیدا کر دے یا بہ طور معجزہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی چیز کو دیکھنے میں اس کے سامنے ہونے کی شرط نہ ہو۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ کے دو کندھوں کے درمیان سوئی کی نوک کی طرح دو آنکھیں تھیں اور آپ ان آنکھوں سے دیکھتے تھے' اور کپڑے دیکھنے سے مانع نہیں تھے یا قبلہ کی دیوار میں پیچھے کی چیزیں آئینہ کی طرح منعکس

ہو جاتی تھیں' سو آپ ان چیزوں کا مشاہدہ کرتے تھے لیکن یہ قول بہت عجیب ہے' اگر صحیح حدیث سے اس کا ثبوت ہو تو ''امنا و صدقنا'' ورنہ اس میں توقف ہے' اور اگر اس سے رویت قلبی مراد ہو تو پھر یہ وحی اور خبر دینے کی قسم سے ہے اور کشف اور الہام ہے' اور علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جس طرح آپ کے قلب شریف میں علم معقولات کا احاطہ اور وسعت عطا کی گئی تھی' اسی طرح آپ کے حواس میں بھی محسوسات کا احاطہ اور وسعت عطا کی گئی تھی اور چھ جہات (سامنے' پیچھے' دائیں' بائیں' اوپر اور نیچے) آپ کے لیے ایک جہت کے حکم میں کر دی گئی تھیں اور آپ بہ یک وقت تمام جہات کا مشاہدہ کرتے تھے اور اس جگہ یہ اشکال وارد کرتے ہیں کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں بندہ ہوں' میں نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس بات کی کوئی اصل نہیں ہے اور یہ روایت صحیح نہیں ہے اور اگر ہو تو ہم یہ کہتے ہیں کہ سامنے اور پیچھے کی چیزوں کا منکشف ہونا نماز کے ساتھ مخصوص ہے اور اگر عام ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کے بتانے اور خبر دینے پر موقوف ہے جیسا کہ تمام مغیبات کا یہی حکم ہے کہ ان کا علم اللہ تعالیٰ کی وحی پر موقوف ہے جیسا کہ آپ کو گم شدہ اونٹنی کا علم اللہ تعالیٰ کی وحی اور اس کے بتانے سے ہوا۔

(مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۷' مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر)

علامہ نور الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ ھ لکھتے ہیں:

آپ نے جو فرمایا ہے: میں تم کو پس پشت بھی دیکھتا ہوں' اس سے مراد حقیقی دیکھنا ہے اور وہ ان ہی آنکھوں کے ساتھ تھا اور کسی چیز کو دیکھنے کے لیے اس کے سامنے ہونے کی شرط عادی ہے اور یہ عادت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں نہیں تھی اور یہ بھی علماء نے کہا ہے کہ آپ کی پشت میں سوئی کی نوک کی مثل دو سوراخ تھے اور ان سے آپ پس پشت دیکھتے تھے اور کپڑے اس دیکھنے میں مانع نہیں تھے اور آپ کا یہ دیکھنا بھی از قبیل معجزات تھا۔ (تیسیر القاری ج ۱ ص ۱۵۸' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس پشت کس طرح دیکھتے تھے' اس کی تفصیل اور تحقیق میں ہم نے بہت علماء کی عبارات ذکر کی ہیں' لیکن سب سے جامع اور کامل عبارت ملا علی قاری ھروی کی ہے' جس کو ہم اس بحث کے آخر میں پیش کر رہے ہیں:

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن حجر مکی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پس پشت دیکھنا حالت نماز میں تھا' نماز کی حالت میں آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوتی تھی' جس کی وجہ سے آپ پر انتہائی قرب کا فیضان کیا جاتا تھا اور آپ پر بہ طور معجزہ تجلیات کا نزول ہوتا تھا' جس کی وجہ سے آپ پر حقائق موجودات منکشف ہو جاتے تھے' سو آپ پیچھے کی چیزوں کا بھی اسی طرح ادراک کرتے تھے جس طرح سامنے کی چیزوں کا ادراک کرتے تھے' ہر چند کہ آپ عالم الغیب میں مستغرق اور منہمک ہوتے تھے تب بھی عالم شہادت کی کوئی چیز آپ سے مخفی نہیں ہوتی تھی' اور وہ جو حدیث میں ہے کہ میں نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے' اگر یہ حدیث صحیح ہو تو آپ کے اس دیکھنے کے منافی نہیں ہے کیونکہ اس میں علم کی نفی نماز سے باہر ہے اور آپ کے اس دیکھنے کا عموم حالت نماز میں ہے' اور علماء نے کہا ہے کہ آپ کے دو کندھوں کے درمیان دو آنکھیں تھیں' جو سوئی کی نوک کے برابر تھیں اور ان سے آپ اسی طرح دیکھتے تھے' جس طرح سر کی آنکھوں سے دیکھتے تھے' علاوہ ازیں اس دیکھنے کی اس حدیث کے ساتھ کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ صحیح البخاری کی اس حدیث میں آنکھ سے پس پشت دیکھنے کا ثبوت ہے اور دیوار کے پیچھے والی حدیث میں علم غیب کی نفی ہے' لہٰذا ثبوت اور نفی کا تعلق ایک چیز کے ساتھ نہیں ہے' اور عام مخلوق کا دیکھنا اس طرح ہوتا ہے کہ شعاع بصری سامنے کی چیز پر پڑتی ہے تو وہ دیکھتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ دیکھنا بہ طور معجزہ تھا' اور آنکھ کو پیدا کرنے والا اس پر قادر ہے کہ وہ پس پشت بھی دیکھنے کو پیدا کر دے۔ بعض علماء نے کہا کہ پس پشت

جو صورتیں تھیں وہ دیوار قبلہ میں نقش ہو جاتی تھیں' سو آپ ان کو دیکھ لیتے تھے لیکن یہ قول اس لیے مردود ہے کہ اس کے ثبوت میں کوئی حدیث نہیں ہے' بعض نے کہا: آپ کو وحی اور الہام سے پس پشت کی خبر دی جاتی تھی' یہ قول بھی مردود ہے کیونکہ آپ مشاہدہ فرماتے تھے اور وہ حدیث جو ہے کہ میں نہیں جانتا کہ دیوار کے پیچھے کیا ہے' وہ اس کے خلاف نہیں ہے کیونکہ آپ نے بے شمار غیوب کی خبر دی ہے اور وہ جو گم شدہ اونٹنی کا واقعہ ہے جس پر منافقوں نے طعن کیا تھا تو بعد میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے وحی سے مطلع فرما دیا تھا کہ وہ اونٹنی کس جگہ ہے اور آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے اسی چیز کا علم ہوتا ہے جس کا علم مجھے اللہ عطا کرتا ہے اور مجھے میرے رب نے مطلع کیا ہے کہ وہ اونٹنی فلاں جگہ پر ہے اور اس کی مہار فلاں درخت میں پھنسی ہوئی ہے' پھر صحابہ گئے تو اس اونٹنی کو آپ کی خبر کے مطابق پالیا' خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے احوال مختلف ہوتے ہیں' اسی وجہ سے ایک وقت میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں نہیں دیکھا حالانکہ وہ کنواں آپ کے شہر کے قریب تھا اور دوسرے وقت میں آپ نے فرمایا: مجھے یوسف کی قمیص کی خوشبو آ رہی ہے جب کہ وہ قافلہ ابھی مصر سے روانہ ہوا تھا اور ابھی ان کے شہر نہیں پہنچا تھا۔

(مرقات ج ۲ ص ۵۲۶' مکتبہ حقانیہ' پشاور)

''میں نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے'' اس حدیث کی تحقیق

علامہ محمد عبد الرحمان السخاوی متوفی ۹۰۲ھ لکھتے ہیں:

ہمارے شیخ (حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ) نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے' لیکن انہوں نے تخریج رافعی کی تلخیص میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں یہ حدیث ذکر کی ہے: آپ جس طرح سامنے دیکھتے تھے' اسی طرح پس پشت بھی دیکھتے تھے' پھر کہا ہے: یہ خصوصیت حالت نماز میں ہے تاکہ اس حدیث سے تعارض نہ ہو' جس حدیث میں ہے: میں نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث وارد ہے لیکن دونوں حدیثوں کے محل الگ الگ ہیں' پہلی حدیث میں آنکھ سے دیکھنے کا ذکر ہے اور دوسری حدیث میں علم غیب کی نفی ہے اور آپ نے بہ کثرت غیوب کی خبر دی ہے' پس اس کی نظیر یہ حدیث ہے: میں کسی چیز کو نہیں جانتا سوا ان چیزوں کے جن کا مجھے اللہ عزوجل نے علم عطا کیا ہے' اور ابن ملقن نے کہا ہے: اور ہمارے شیخ نے بھی ان کی موافقت کی ہے کہ اس حدیث کا معنی ہے: مجھے دیوار کے پیچھے دکھائی نہیں دیتا لیکن اس کا صحیح بخاری کی حدیث سے تعارض نہیں ہے کیونکہ اس میں پس پشت دیکھنے کا ثبوت حالت نماز کے ساتھ مخصوص ہے اور اس میں خارج از نماز کی نفی ہے۔

(المقاصد الحسنہ: ۹۳۴- ص ۳۶۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی متوفی ۱۱۶۲ھ نے بھی من وعن یہی عبارت نقل کی ہے۔

(کشف الخفاء ومزیل الالباس ج ۲ ص ۱۷۸' مکتبۃ الغزالی' دمشق)

علامہ محمد بن طولون متوفی ۹۵۳ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (الشذرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ ج ۲ ص ۹۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۳ھ)

علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ ابن ملقن وغیرہما نے اس حدیث پر درایۃً بحث کی ہے اور روایۃً بحث نہیں کی' یہ ثابت نہیں ہو سکا کہ یہ حدیث کتب حدیث میں سے کس کتاب میں ہے' یہ حدیث صرف لوگوں کی زبان پر ہے' کتب حدیث میں سے کسی کتاب میں یہ حدیث نہیں ہے' اسی لیے محققین نے کہا ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کی وسعت کے ثبوت میں یہ حدیث کافی ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں ایک جگہ کھڑے ہوئے' پھر ہم کو مخلوق کی ابتداء سے خبریں دینی شروع

گیں حتیٰ کہ اہل جنت اپنے ٹھکانوں میں داخل ہو گئے اور اہل دوزخ اپنے ٹھکانوں میں داخل ہو گئے' جس نے اس کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے اس کو بھلا دیا اس نے بھلا دیا۔ (صحیح البخاری: ۳۱۹۲)

علماء دیوبند نبی ﷺ کے علم کی وسعت کے ثبوت میں جو صحیح احادیث وارد ہیں' ان سے صرف نظر کر کے آپ کے علم کی وسعت کی نفی میں ایسی بے سند اور بے اصل احادیث کو پیش کر کے خوش ہوتے ہیں' چنانچہ شیخ خلیل احمد سہارن پوری متوفی ۱۳۴۶ھ لکھتے ہیں:

ملک الموت اور شیطان کو جو یہ وسعت دی' اس کا حال مشاہدہ اور نصوص قطعیہ سے معلوم ہوا' اب اس پر کسی افضل کو قیاس کر کے اس میں بھی مثل یا زائد اس مفضول سے ثابت کرنا کسی عاقل ذی علم کا کام نہیں۔ الی قولہ۔ اور شیخ عبد الحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ (براھین قاطعہ ص ۵۱' مطبع بلالی' ھند)

حالانکہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اس حدیث کو روایت نہیں کیا بلکہ اس کو ذکر کر کے فرمایا ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (مدارج النبوت ج ۱ ص ۷' سکھر)

صحیح البخاری: ۴۱۸ میں ہم نے اس حدیث کی مختصر شرح کی تھی اور یہاں اس حدیث پر بہت تفصیل سے بحث کی ہے۔

۷۲ - بَابُ اِقْبَالِ الْاِمَامِ النَّاسَ' عِنْدَ تَسْوِيَةِ الصُّفُوْفِ

صفیں برابر کرتے ہوئے امام کا نمازیوں کی طرف متوجہ ہونا

۷۱۹ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِیْ رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ بْنُ قُدَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ الطَّوِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ قَالَ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ' فَاَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَجْهِهٖ' فَقَالَ اَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ' وَتَرَاصُّوْا' فَاِنِّیْ اَرَاكُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِیْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن ابی رجاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ بن قدامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید الطویل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ نماز کی اقامت پڑھی گئی' پس رسول اللہ ﷺ اپنے چہرے سے ہماری طرف متوجہ ہوئے' پھر آپ نے فرمایا: تم اپنی صفوں کو قائم کرو اور مل کر کھڑے ہو' پس بے شک میں تم کو پس پشت بھی دیکھتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۷۱۸ کا مطالعہ فرمائیں۔

۷۳ - بَابُ الصَّفِّ الْاَوَّلِ

صف اوّل (کی فضیلت)

۷۲۰ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ' عَنْ مَالِكٍ' عَنْ سُمَیٍّ' عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ' عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشُّهَدَاءُ الْغَرِقُ' وَالْمَطْعُوْنُ' وَالْمَبْطُوْنُ' وَالْهَدِمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از امام مالک از سمی از ابی صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: شہداء (یہ ہیں:) غرق ہونے والا' طاعون میں فوت ہونے والا' پیٹ کی بیماری میں فوت ہونے والا' دب کر فوت ہونے والا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٦٥٣ کا مطالعہ کریں۔

٧٢١ - وَقَالَ لَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي التَّهْجِيْرِ لَاسْتَبَقُوْا، وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا، وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الصَّفِّ الْمُقَدَّمِ لَاسْتَهَمُوْا.

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگ جان لیں کہ دوپہر کے وقت نماز پڑھنے میں کتنا اجر ہے تو وہ ضرور اس کی طرف سبقت کریں گے اور اگر لوگ جان لیں کہ عشاء اور صبح کی نماز میں کتنا اجر ہے تو وہ ان کو پڑھنے ضرور آئیں گے خواہ گھسٹتے ہوئے آئیں اور اگر وہ جان لیں کہ صف اوّل میں نماز پڑھنے کا کتنا اجر ہے تو وہ ضرور اس کے لیے قرعہ اندازی کریں گے۔

اس عنوان کے مطابق دوسری حدیث ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ٦٥٣ کا مطالعہ کریں' وہاں اس کا عنوان تھا: دوپہر کے وقت نماز پڑھنے کی فضیلت۔

٧٤ - بَابٌ إِقَامَةُ الصَّفِّ مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوةِ

صف کو قائم کرنا نماز کے اتمام سے ہے

٧٢٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَلَا تَخْتَلِفُوْا عَلَيْهِ، فَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا، وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا، وَاِذَا صَلّٰى جَالِسًا، فَصَلُّوْا جُلُوْسًا اَجْمَعُوْنَ، وَاَقِيْمُوا الصَّفَّ فِي الصَّلٰوةِ، فَاِنَّ اِقَامَةَ الصَّفِّ مِنْ حُسْنِ الصَّلٰوةِ. [طرف الحدیث: ٧٣٤]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے' سو تم اس سے اختلاف نہ کرو' پس جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو' اور جب وہ ''سمع اللّٰہ لمن حمدہ'' کہے تو تم کہو: ''ربنا لک الحمد'' اور جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو' نماز میں صف کو قائم رکھو کیونکہ صف کو قائم رکھنا نماز کے حسن (میں) سے ہے۔

(سنن ابوداؤد: ٦٠٤۔ ٦٠٣' سنن نسائی: ٩٢٠' سنن ابن ماجہ: ٨٤٦' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ ص ٣٧٧' سنن دار قطنی ج ١ ص ٣٢٧' تاریخ بغداد ج ١ ص ٣٢٠' سنن بیہقی ج ٢ ص ١٥٦' مسند احمد ج ٢ ص ٣٥٧ طبع قدیم' مسند احمد: ٨٨٨٩۔ ج ١٤ ص ٣٦٩' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٦٨٩ میں گزر چکی ہے۔

٧٢٣ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ فَاِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوْفِ مِنْ اِقَامَةِ الصَّلٰوةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: تم اپنی صفوں کو برابر رکھو کیونکہ صفوں کو برابر رکھنا بھی اقامتِ نماز (میں) سے ہے۔

اس سے پہلے حدیث: ٧٢٢ میں حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ نماز کو قائم کرنا نماز کے حسن (میں) سے ہے' اس سے معلوم

ہوا کہ صف کو قائم کرنا سنت ہے' اور اس حدیث میں فرمایا ہے کہ صفوں کو قائم رکھنا اقامت (میں) سے ہے' اس کا محمل یہ ہے کہ صفوں کو قائم رکھنا مستحب ہے۔

٧٥ - بَابُ اِثْمِ مِنْ لَّمْ يُتِمَّ الصُّفُوْفَ

جو صفوں کو قائم نہ رکھیں' ان کا گناہ

٧٢٤ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ اَسَدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُبَيْدِ الطَّائِيُّ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارِ الْاَنْصَارِيِّ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهُ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ، فَقِيْلَ لَهُ مَا اَنْكَرْتَ مِنَّا مُنْذُ يَوْمِ عَهِدْتَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ مَا اَنْكَرْتُ شَيْئًا اِلَّا اَنَّكُمْ لَا تُقِيْمُوْنَ الصُّفُوْفَ. وَقَالَ عُقْبَةُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ قَدِمَ عَلَيْنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكِ الْمَدِيْنَةَ بِهٰذَا.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ٥٧٢ مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن اسد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الفضل بن موسیٰ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن عبید الطائی نے خبر دی از بشیر بن یسار الانصاری از حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ مدینہ میں آئے' ان سے پوچھا گیا کہ جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عہد گزرا ہے' آپ کس چیز کا انکار کر رہے ہیں (خلافِ معمول پا رہے ہیں)؟ انہوں نے کہا: میں کسی چیز کا انکار نہیں کر رہا (کسی چیز کو خلافِ معمول نہیں پا رہا) سوا اس کے کہ تم صفوں کو قائم نہیں کرتے' اور عقبہ بن عبید نے کہا از بشیر بن یسار: ہمارے پاس حضرت انس بن مالک اس قول کے ساتھ آئے۔

نمازوں کی صفوں کو برابر رکھنے کا وجوب

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث باب کے اس طرح مطابق ہے کہ حضرت انس نے صفوں کو برابر نہ رکھنے پر ناگواری کا اظہار کیا ہے اور ان کی یہ ناگواری اس پر دلالت کرتی ہے کہ ان کے نزدیک صفوں کو برابر رکھنا واجب ہے اور واجب کا تارک گناہ گار ہے' امام بخاری نے جو اس حدیث کے عنوان میں گناہ کا لفظ لکھا ہے' اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ صفوں کے برابر رکھنے کو واجب قرار دیتے ہیں' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ صفوں کو برابر نہ رکھنے پر شدید وعید آئی ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ ترکِ سنت پر بھی انکار کیا جاتا ہے' اس لیے اس کو ترک کرنے والے کا گناہ ثابت نہیں ہوا اور قاعدہ یہ ہے کہ جب وجوب کے خلاف کوئی قرینہ صارفہ نہ ہو تو وہ وجوب پر دلالت کرتا ہے اور جب کہ صفوں کے برابر نہ کرنے پر وعید بھی ہے اور حضرت انس کا ناگواری ظاہر کرنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں صفوں کو برابر رکھا جاتا تھا اور جب انہوں نے دیکھا کہ لوگوں نے اس طریقہ کی مخالفت کی ہے تو انہوں نے اس پر انکار فرمایا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طریقہ کی مخالفت گناہ کو واجب کرتی ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص صف سے باہر پیر رکھتا تھا' حضرت عمر اس کے پیر پر ضرب لگاتے تھے' اور حضرت سوید بن غفلہ سے صحیح حدیث مروی ہے کہ حضرت بلال ہمارے کندھوں کو برابر کرتے تھے اور نماز میں ہمارے پیروں پر ضرب لگاتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک نماز کی صفوں کو برابر رکھنا واجب ہے' البتہ صفوں کو برابر رکھنا چونکہ نماز کی حقیقت سے خارج ہے' اس لیے اگر کسی کی نماز میں صف برابر نہ ہو تو اس سے نماز میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

(عمدۃ القاری ج ٥ ص ٣٧٦-٣٧٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے صفوں کو برابر کرنے کا وجوب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس صیغہ امر سے مستنبط کیا ہے: "سوّوا صفوفکم" اپنی صفوں کو برابر کرو اور آپ کے اس ارشاد کے عموم سے "صلوا کما رایتمونی اصلی" اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو اور اس کے ترک پر وعید قائم ہونے سے کہ ورنہ اللہ تمہارے سروں کو گدی کے پیچھے لگا دے گا' ان ہی قرائن کی وجہ سے حضرت انس نے ان لوگوں پر ناگواری کا اظہار کیا تھا' جو صفوں کو برابر نہیں رکھتے تھے ہر چند کہ ترک سنت مؤکدہ پر بھی انکار کیا جاتا ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۳۰۷' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٧٦ - بَابُ اِلْصَاقِ الْمَنْكِبِ بِالْمَنْكِبِ' وَالْقَدَمِ بِالْقَدَمِ' فِي الصَّفِّ

صف میں کندھے کو کندھے کے ساتھ ملانا اور قدم کو قدم سے

وَقَالَ النُّعْمَانُ بْنُ بَشِيْرٍ رَأَيْتُ الرَّجُلَ ' يُلْزِقُ كَعْبَهُ بِكَعْبِ صَاحِبِهِ.

اور النعمان بن بشیر نے کہا: میں نے ہم میں سے ایک شخص کو دیکھا' وہ اپنے ٹخنے کو اپنے ساتھی کے ٹخنے سے ملاتا تھا۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

ابو القاسم الجدلی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چہرے سے نمازیوں کی طرف متوجہ ہوئے' پھر تین مرتبہ فرمایا: اپنی صفوں کو قائم کرو اور اللہ کی قسم! اگر تم نے اپنی صفوں کو قائم نہیں کیا تو اللہ تمہارے دلوں میں مخالفت پیدا کر دے گا' حضرت النعمان نے کہا: پھر میں نے دیکھا' ایک شخص اپنے کندھے کو اپنے ساتھی کے کندھے سے ملاتا تھا اور اپنے گھٹنے کو اپنے ساتھی کے گھٹنے سے ملاتا تھا اور اپنے ٹخنے کو اپنے ساتھی کے ٹخنے کے ساتھ ملاتا تھا۔

(سنن ابوداؤد: ۶۶۲)

اس سے معلوم ہوا کہ ٹخنہ وہ ہڈی ہے' جو پنڈلی کی جڑ اور جوڑ میں دونوں طرف ہوتی ہے' نہ کہ وہ ایک ہڈی جو وسط قدم میں ہوتی ہے۔

صفوں کو برابر رکھنے کے متعلق دیگر احادیث

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صفیں قائم رکھو اور کندھوں کو برابر رکھو اور خالی جگہ کو پُر کرو اور شیطان کے لیے خالی جگہ نہ چھوڑو اور جس نے صف کو ملایا' اللہ اس کو ملائے گا اور جس نے صف کو قطع کیا' اللہ اس کو قطع کرے گا۔

(سنن ابوداؤد: ۶۶۶' سنن نسائی: ۸۱۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صفوں کو ملاؤ اور ان کے درمیان قرب رکھو اور گردنوں کو متوازی رکھو' پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! پس بے شک میں دیکھتا ہوں کہ شیطان بکری کے بچہ کی طرح صف کی خالی جگہوں میں داخل ہوتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۶۶۷' سنن نسائی: ۸۱۴)

محمد بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پہلو میں نماز پڑھی تو انہوں نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ لکڑی کیوں بنائی گئی تھی؟ میں نے کہا: نہیں' اللہ کی قسم! انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس لکڑی پر ہاتھ رکھ کر فرماتے: برابر برابر کھڑے ہو اور صفیں سیدھی رکھو۔ (سنن ابوداؤد: ۶۶۹)

جماعت میں اپنا ٹخنہ دوسرے کے ٹخنے سے ملانا چاہیے

علامہ محمد امین عمر بن عبد العزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۳ھ لکھتے ہیں:

قیام میں دو پیروں کے درمیان ہاتھ کی چار انگلیوں کا فاصلہ ہونا چاہیے کیونکہ یہ خشوع کے زیادہ قریب ہے اور وہ جو حدیث میں ہے کہ ٹخنوں کو ٹخنوں کے ساتھ ملاؤ' اس سے جماعت میں ملانا مراد ہے یعنی ہر شخص دوسرے شخص کی جانب میں کھڑا ہو' اسی طرح فتاویٰ سمرقند میں ہے۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۱۱۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

۷۲۵- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ اَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ، فَاِنِّيْ اَرَاكُمْ مِّنْ وَّرَاءِ ظَهْرِيْ. وَكَانَ اَحَدُنَا يُلْزِقُ مَنْكِبَهُ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهٖ وَقَدَمَهُ بِقَدَمِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: تم اپنی صفیں قائم رکھو کیونکہ میں تم کو اپنی پشت کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں اور ہم میں سے ایک شخص اپنا کندھا اپنے صاحب کے کندھے سے اور اپنا قدم اپنے صاحب کے قدم سے ملاتا تھا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۷۱۸ کا مطالعہ کریں' وہاں اس کا عنوان تھا: اقامت کے وقت اور اقامت کے بعد صفوں کو قائم رکھنا۔

جماعت کی صف میں کندھے سے کندھا اور ٹخنے سے ٹخنہ ملانے کی تحقیق

علامہ بدرالدین ابی محمد محمود بن احمد العینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

''کعبه بکعب صاحبه'' یعنی وہ اپنا ٹخنہ اپنے صاحب کے ٹخنے سے ملا رہا تھا جو اس کے برابر میں تھا۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۸۷' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت)

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں: اور معمر نے اپنی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اگر کوئی شخص آج اس طرح کرے (یعنی اپنا ٹخنہ اپنے صاحب کے ٹخنے سے ملائے) تو وہ شخص اس طرح بھاگے گا جیسے سرکش خچر بھاگتا ہے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۸۷' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ احمد بن علی بن حجر العسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۳۰۸' مطبوعہ دارالمعرفہ' بیروت)

شیخ نورالحق بن شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ لکھتے ہیں:

کہ حدیث میں قدم کو قدم کے ساتھ ملانے سے مراد صفوں کو برابر کرنے میں اور صف کے بیچ میں کشادگی اور خلل کو ختم کرنے میں مبالغہ ہے۔ (تیسیر القاری شرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۵۱' مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز الشامی المتوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

اور وہ جو حدیث میں مذکور ہے (کہ ٹخنوں کو ٹخنوں سے چپکاؤ) اس سے مراد جماعت ہے' یعنی (ٹخنے سے ٹخنہ ملانے کا مطلب یہ ہے) کہ ہر ایک دوسرے کی جانب میں کھڑا ہو جیسا کہ فتاویٰ سمرقندی میں ہے۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۱۱۶' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم ملانے سے مراد صف کی درستگی اور خلل کو بند کرنے میں مبالغہ ہے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۳۰۸' دارالمعرفہ' بیروت)

شیخ ظفر احمد العثمانی التھانوی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ ہمارے زمانے میں بعض لوگوں نے اس حدیث پر اس طرح عمل کیا ہے کہ تم ان کو دیکھو گے کہ وہ اپنے قدموں کو اپنے قریب صف میں کھڑے ہوئے لوگوں کے قدموں کے ساتھ ملاتے ہیں اور پوری نماز میں تکلف سے یہ کام کرتے ہیں اور یہ بات مخفی نہ رہے کہ کندھوں کو کندھوں سے ملانے کے ساتھ اگر ٹخنوں کو بھی ٹخنوں کے ساتھ ملایا جائے تو اس میں بہت بھاری مشقت ہے' خصوصاً اسی حالت پر نماز کے آخر تک برقرار رہتے ہوئے جیسا کہ مشاہدہ ہے' اور قرآن و حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حرج اور تنگی کو اُٹھا لیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں تمام اعضاء کو دوسرے آدمی کے تمام اعضاء کے ساتھ ملانا ممکن نہیں ہے کیونکہ نمازی مختلف قد اور قامت کے ہوتے ہیں' لہٰذا جس حدیث میں ٹخنوں سے ٹخنوں کو ملانے کا حکم ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک کا ٹخنہ دوسرے کے ٹخنے کے بالمقابل اور متوازی ہو' اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی تشریح میں کہا ہے کہ اس سے مراد صفوں کو برابر رکھنے اور خلل کو بند کرنے میں مبالغہ ہے' اور عون المعبود میں حضرت ابن عمر کی حدیث کی شرح میں یہ لکھا ہے کہ اپنے کندھے دوسرے کے کندھے کے متوازی رکھو اور اپنے قدم دوسرے کے قدم کے متوازی رکھو۔

اور شیخ نے کہا ہے کہ اگر کندھوں سے کندھے اور ٹخنوں سے ٹخنے حقیقتاً چپکانا یا ملانا مراد ہو تو اس سے مراد یہ ہے کہ نماز کے شروع میں ایسا کیا جائے' یہ مراد نہیں ہے کہ پوری نماز اس طرح پڑھ لی جائے۔

اور معمر کی روایت کی شرح میں لکھتے ہیں: اور اگر آج میں کسی کے ساتھ ایسا کروں تو وہ اس طرح بھاگے گا جیسا سرکش خچر بھاگتا ہے' پس اگر یہ نماز کی سنتوں میں سے سنت مقصودہ ہوتی تو صحابہ میں سے کوئی متنفر نہ ہوتا اور نہ بھاگتا' پس صحیح وہ ہے جو ہم نے کہا ہے کہ اقامت کے وقت صفوں کو برابر رکھنے کے لیے فرمایا ہے نہ کہ اقامت کے بعد نماز کے اندر۔

(اعلاء السنن ج ۴ ص ۳۴۲' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

شیخ انور شاہ کاشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں:

''الزاق المنکب بالمنکب'' حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ اس قول سے مراد صف کو برابر کرنے اور خلل کو بند کرنے میں مبالغہ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ فقہاء اربعہ کے نزدیک بھی یہی مراد ہے کہ درمیان میں اتنی کشادگی نہ ہو کہ اس میں تیسرے آدمی کی گنجائش ہو' اور دو آدمیوں کے درمیان فاصلہ باقی رہے۔ شرح وقایہ میں ہے کہ دونوں کے درمیان چار انگل کے برابر فاصلہ ہو' اور یہی شافعیہ کا قول ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ایک بالشت کا فاصلہ ہو۔ میں کہتا ہوں کہ میں نے متقدمین میں نہیں پایا کہ وہ جماعت اور اکیلے نماز پڑھنے کے حال میں ٹخنوں کو متصل رکھنے میں فرق کرتے ہوں' بایں معنی کہ وہ اپنے قدموں کے درمیان جماعت کی حالت میں اکیلے نماز پڑھنے سے زیادہ فاصلہ رکھتے ہوں اور یہ مسئلہ فقط غیر مقلدین نے ایجاد کیا ہے اور ان کے پاس سوائے لفظ ''الزاق'' کے کوئی دلیل نہیں ہے۔ الی قولہ

اور حاصل یہ ہے کہ ہم نے صحابہ اور تابعین کو جماعت اور اکیلے نماز پڑھنے کے قیام میں کوئی فرق کرتے ہوئے نہیں پایا۔ اسی سے ہمیں معلوم ہوا کہ کندھوں کو کندھوں سے ملانے کا قول صف کی برابری اور کشادگی کو بند کرنے کے بارے میں وارد ہوا ہے۔

پھر سوچو اور جلدی مت کرو کہ کندھوں کو کندھوں سے ملانے کے ساتھ قدموں کو قدموں سے ملانا سخت مشقت کے بغیر ممکن نہیں ہے' اور نہ ہی اس کے بعد ممکن ہے' پس یہ (غیر مقلدین کی) من گھڑت بات ہے' متقدمین میں اس کا کوئی اثر نہیں ہے۔ الی قولہ اور خلاصہ یہ ہے کہ فاصلہ دونوں قدموں کے درمیان سنت ہے' اس کے علاوہ کوئی بات نہیں ہے اس لیے کہ وہ اس کے علاوہ کا نہ ذکر کر

ہیں اور نہ در پے ہوتے ہیں پس ان ہی متقدمین کی قیادت کافی ہے۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۲۳۷-۲۳۶ مطبع حجازی قاہرہ ۱۳۵۷ھ)

شیخ محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں:

غیر مقلدین نے (ٹخنوں کو ٹخنوں سے چپکانے کا قول) یہاں سے لے لیا اور وہ قدموں کو پھیلا پھیلا کر ایک دوسرے سے چپکاتے ہیں حالانکہ جس طرح قدم کا قدم کے ساتھ "الزاق" مذکور ہے اسی طرح "منکب" کا "منکب" کے ساتھ بھی منقول ہے اور دونوں کا "الزاق" ایک ساتھ نہیں ہو سکتا جب قدم کو قدم کے ساتھ ملائیں گے تو "منکب" کو "منکب" کے ساتھ نہیں ملا سکتے معلوم ہوا کہ حقیقت میں محاذات مراد ہے نہ یہ کہ بالکل چپکا دیئے جائیں۔ (انعام الباری دروس بخاری ج ۳ ص ۴۲۰ مکتبۃ الحراء کراچی)

مصنف کہتا ہے کہ خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث میں کندھوں کو کندھوں کے ساتھ اور ٹخنوں کو ٹخنوں کے ساتھ ملانے کا جو حکم ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جماعت میں نمازی اپنے ٹخنے دوسرے نمازی کے ٹخنوں کے متوازی اور متقابل رکھے اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ ایک نمازی اپنے ٹخنے دوسرے نمازی کے ساتھ چپکائے رکھے جب کہ پوری نماز میں اس طرح کرنا عملاً سخت دشوار ہے اور دین میں سہولت ہے تنگی نہیں ہے اور صحابہ اور تابعین کے دور میں اس پر عمل نہیں کیا جاتا تھا جیسا کہ معمر کی روایت میں اس کی تصریح ہے۔ صحیح بخاری کے تمام متقدمین اور متاخرین شارحین نے اسی طرح لکھا ہے صرف غیر مقلدین نے اپنے آپ کو مسلمانوں کے اجتماعی مؤقف سے الگ رکھا ہے۔

۷۷ - بَابٌ اِذَا قَامَ الرَّجُلُ عَنْ يَّسَارِ الْاِمَامِ وَحَوَّلَهُ الْاِمَامُ خَلْفَهُ اِلٰى يَمِيْنِهٖ، تَمَّتْ صَلٰوتُهٗ

جب کوئی شخص امام کی بائیں جانب کھڑا ہو اور امام اس کو دائیں جانب کر دے تو اس کی نماز مکمل ہو جائے گی

۷۲۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا دَاوُدُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ كُرَيْبٍ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهٖ، فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَاْسِيْ مِنْ وَّرَائِيْ، فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَمِيْنِهٖ، فَصَلّٰى وَرَقَدَ، فَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ، فَقَامَ وَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّاْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں داؤد نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از کریب مولی حضرت ابن عباس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے کہا: میں نے ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی میں آپ کی دائیں طرف کھڑا ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا سر پکڑ کر مجھے اپنے پیچھے سے اپنی دائیں جانب کر دیا پھر آپ نے نماز پڑھی اور سو گئے پس آپ کے پاس مؤذن آیا پھر آپ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۱۷ کا مطالعہ کریں وہاں اس حدیث کا عنوان ہے: عشاء کی نماز کے بعد علم کی باتیں کرنا۔

۷۸ - بَابُ الْمَرْاَةِ وَحْدَهَا تَكُوْنُ صَفًّا

تنہا ایک عورت کی بھی صف ہوتی ہے

۷۲۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ اِسْحَاقَ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّيْتُ اَنَا وَيَتِيْمٌ فِيْ بَيْتِنَا، خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُمِّيْ اُمُّ سُلَيْمٍ خَلْفَنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از اسحاق از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے اور یتیم نے ہمارے گھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی

اور میری والدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا ہمارے پیچھے تھیں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٣٨٠ کا مطالعہ کریں' وہاں اس حدیث کا عنوان ہے: چٹائی پر نماز پڑھنا۔

٧٩ - بَابُ مَيْمَنَةِ الْمَسْجِدِ وَالْإِمَامِ

مسجد اور امام کی دائیں جانب

٧٢٨ - حَدَّثَنَا مُوْسٰی قَالَ حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قُمْتُ لَيْلَةً اُصَلِّيْ عَنْ يَّسَارِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَخَذَ بِيَدِيْ، اَوْ بِعَضُدِيْ، حَتّٰی اَقَامَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ، وَقَالَ بِيَدِهٖ مِنْ وَّرَائِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ثابت بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے حدیث بیان کی از شعبی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ میں ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا' آپ نے میرا ہاتھ یا میرا بازو پکڑ کر مجھے اپنی دائیں جانب کھڑا کر دیا اور اپنے ہاتھ سے میرے پیچھے کی طرف اشارہ کیا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ١١٧ کا مطالعہ کریں' وہاں اس کا عنوان ہے: عشاء کی نماز کے بعد علم کی باتیں کرنا۔

٨٠ - بَابُ اِذَا كَانَ بَيْنَ الْإِمَامِ وَبَيْنَ الْقَوْمِ حَائِطٌ اَوْ سُتْرَةٌ

جب امام اور نمازیوں کے درمیان دیوار یا سترہ ہو

قَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ اَنْ تُصَلِّيَ، وَبَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ نَهَرٌ.

حسن بصری نے کہا: جب تمہارے اور امام کے درمیان (بڑا یا چھوٹا) دریا ہو تو کوئی حرج نہیں۔

علامہ بدرالدین عینی نے کہا: اس تعلیق کی اصل سنن سعید بن منصور میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٥ ص ٣٨٣)

وَقَالَ اَبُوْ مِجْلَزٍ يَاْتَمُّ بِالْإِمَامِ، وَاِنْ كَانَ بَيْنَهُمَا طَرِيْقٌ اَوْ جِدَارٌ، اِذَا سَمِعَ تَكْبِيْرَ الْإِمَامِ.

اور ابومجلز نے کہا: امام کی اقتداء کرے خواہ ان کے درمیان راستہ ہو یا دیوار ہو' جب وہ امام کی تکبیر سنے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

لیث بیان کرتے ہیں کہ جو عورت نماز پڑھتی ہے اور اس کے اور امام کے درمیان دیوار ہو' اگر وہ امام کی تکبیر سنتی ہے تو اس کی نماز ہو جائے گی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٦١٥٩)

٧٢٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدِ الْاَنْصَارِيِّ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ فِيْ حُجْرَتِهٖ، وَجِدَارُ الْحُجْرَةِ قَصِيْرٌ، فَرَاَى النَّاسُ شَخْصَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَامَ اُنَاسٌ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوتِهٖ، فَاَصْبَحُوْا فَتَحَدَّثُوْا بِذٰلِكَ، فَقَامَ لَيْلَةَ الثَّانِيَةِ، فَقَامَ مَعَهٗ اُنَاسٌ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوتِهٖ، صَنَعُوْا ذٰلِكَ لَيْلَتَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةً، حَتّٰی اِذَا كَانَ بَعْدَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے خبر دی از یحییٰ بن سعید الانصاری از عمرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو حجرہ میں نماز پڑھتے تھے اور حجرہ کی دیوار چھوٹی تھی' پس لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا' پھر لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے لگے' پس صبح کو انہوں نے یہ واقعہ بیان کیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری رات بھی قیام کیا' لوگوں نے پھر آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی' اس طرح انہوں نے دو راتیں یا تین راتیں کیا' حتیٰ کہ

ذٰلِكَ جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَخْرُجْ فَلَمَّا اَصْبَحَ ذَكَرَ ذٰلِكَ النَّاسُ فَقَالَ اِنِّیْ خَشِيْتُ اَنْ تُكْتَبَ عَلَيْكُمْ صَلٰوةُ اللَّيْلِ.

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے' پس نماز کے لیے نہیں نکلے' پھر جب صبح ہوئی تو لوگوں نے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: مجھے یہ خوف ہوا کہ رات کی نماز تم پر فرض کر دی جائے گی۔

[اطراف الحدیث: ۷۳۰-۹۲۴-۱۱۲۹-۲۰۱۱-۲۰۱۲-۵۸۶۱] (صحیح مسلم: ۷۸۱' الرقم المسلسل: ۱۷۹۴' سنن ابوداؤد: ۱۴۴۷' سنن ترمذی: ۴۵۰' سنن نسائی: ۱۶۰۰-۱۵۵۸' صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۰۴' شرح مشکل الآثار: ۶۱۳' صحیح ابن حبان: ۲۴۹۱' سنن بیہقی: ۴۸۹۲' المعجم الاوسط: ۴۱۹۰' شرح السنۃ: ۹۹۵' السنن الکبریٰ: ۱۲۹۳' شرح معانی الآثار: ۲۰۱۳' مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۲ طبع قدیم' مسند احمد ج ۳۵ ص ۴۵۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۲۲۱' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن سلام (۲) عبدہ بن سلام الکلابی العامری الکوفی' ان کا نام عبد الرحمان ہے اور عبدہ ان کا لقب ہے اور لقب زیادہ مشہور ہے' ان کی کنیت ابو محمد ہے (۳) یحییٰ بن سعید الانصاری (۴) عمرہ بنت عبد الرحمان الانصاریہ المدنیہ (۵) حضرت ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۸۳)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر لوگ کھڑے ہو کر آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھنے لگے۔

نوافل کو مسجد کے بجائے گھر میں پڑھنا افضل ہے

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نفل نماز مسجد کی بہ نسبت گھر میں پڑھنا افضل ہے خواہ وہ مسجد نبوی ہو' مسجد اقصیٰ ہو یا کعبہ ہو۔ امام ابو حنیفہ اور امام محمد کا بھی یہی مذہب ہے۔ (شرح مشکل الآثار ج ۲ ص ۴۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' الطبعۃ الثانیۃ' ۱۴۲۷ھ)

نوافل کو مسجد کے بجائے گھر میں پڑھنے کی افضلیت پر مزید بحث و تحقیق حدیث: ۷۳۱ کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

اگر امام اور نمازیوں کے درمیان راستہ یا دریا حائل ہو تو نماز کے جواز میں مذاہب فقہاء اور امام مالک کے دلائل

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جب امام اور نمازیوں کے درمیان راستہ ہو یا دیوار ہو تو پھر نماز جائز ہے یا نہیں' ایک جماعت نے اس کی اجازت دی ہے' حضرت انس بن مالک اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کا یہی مؤقف ہے۔ سالم اور ابن سیرین کا بھی یہی نظریہ ہے۔

عروہ اپنے گھر میں امام کی نماز کے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور ان کے گھر اور مسجد کے درمیان راستہ تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۱۶۳)

امام مالک نے کہا: نمازی اور امام کے درمیان راستہ ہو یا چھوٹا دریا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے' اسی طرح جو کشتیاں قریب قریب ہوں اور امام ان میں سے کسی ایک کشتی میں ہو تو اس کی اقتداء میں باقی کشتیوں میں نماز جائز ہے۔

عطاء نے کہا: جب نمازی کو امام کا علم ہو تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: جب نمازی اور امام کے درمیان راستہ ہو یا دریا ہو یا دیوار ہو تو پھر نمازی' امام کی نماز کے

ساتھ شریک نہیں ہوگا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۱۵۴)

فقہاء احناف نے کہا ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک راستہ میں صفیں متصل نہ ہوں اور یہی لیث' اوزاعی اور اشہب مالکی کا قول ہے۔

اسی طرح جب کوئی شخص کسی گھر میں قید ہو اور امام کی آواز اس تک پہنچ رہی ہے تو پانچ نمازیں اور جمعہ اس کی اقتداء میں پڑھنا جائز ہے' امام ابوحنیفہ نے جمعہ اور پانچ نمازیں پڑھنے کی اجازت دی ہے اور امام مالک نے صرف جمعہ کی اجازت دی ہے۔

امام شافعی نے کہا: جس شخص کو کسی جگہ قید کر دیا گیا ہو تو اس کا امام کی اقتداء میں نماز پڑھنا صرف اسی صورت میں جائز ہے' جب کہ اس جگہ تک صفیں متصل ہوں۔

جو فقہاء اس طرح نماز پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں' ان کی دلیل حضرت عائشہ کی یہ حدیث' صحیح البخاری: ۷۲۹ اور حضرت زید بن ثابت کی حدیث' صحیح البخاری: ۷۳۰ ہے' کیونکہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے حجرہ میں نماز پڑھی اور صحابہ نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی' اگر یہ جائز نہ ہوتا تو نبی ﷺ صحابہ کو اس کی تعلیم دیتے' کیونکہ آپ کو معلم بنا کر بھیجا گیا تھا۔

ابن القصار نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج اپنے اپنے حجروں میں نبی ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھتی تھیں اور آپ مسجد میں نماز پڑھاتے تھے اور آپ کے بعد آپ کے اصحاب کی اقتداء میں نماز پڑھتی تھیں' جب کہ امام اور نمازیوں کے درمیان تکبیرات کو سننے سے کوئی چیز حائل نہیں تھی اور اس کی دلیل نابینا نمازی کی اقتداء کرنا ہے اور جن نمازیوں کے اور ان کے امام کے درمیان بہت کثیر صفیں حائل ہوتی ہیں اور ستون حائل ہوتا ہے' لہٰذا ان کی اقتداء سے منع کرنے پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۴۱۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

فقہاء احناف کے نزدیک اگر امام اور مقتدی کے درمیان اونچی دیوار' شارعِ عام یا دریا حائل ہو تو اقتداء جائز نہیں

علامہ محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری الحنفی المتوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

جب امام اور مقتدی کے درمیان دیوار ہو تو اقتداء جائز ہے' حاکم شہید نے کہا ہے کہ چھوٹی دیوار ہو تو اقتداء جائز ہے اور چھوٹی دیوار کا مصداق ایسی دیوار ہے جس پر چڑھنے میں عام آدمی کو مشقت نہ ہو' اور بڑی دیوار میں اس لیے اقتداء جائز نہیں ہے کہ مقتدی پر امام کا حال مخفی رہے گا۔

اگر مقتدی اور امام کے درمیان بڑا راستہ ہو یا بڑا دریا ہو تو ہمارے نزدیک اقتداء جائز نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: وہ شخص امام کے ساتھ نہیں ہے جس کے اور امام کے درمیان دریا ہو یا راستہ ہو یا عورتوں کی صف ہو' کیونکہ ان دونوں کا مکان (مقام) مختلف ہو گیا اور اختلافِ مکان صحت اقتداء سے مانع ہے' اور جو راستہ اقتداء سے مانع ہے' اس کی تفسیر میں فقہاء نے کہا ہے کہ جس راستہ سے بیل گاڑی (تانگہ یا کار) گزر سکے یا اونٹ گزر سکے یا وہ عام گزرگاہ ہو تو اگر امام اور مقتدی کے درمیان ایسا راستہ ہو تو وہ اقتداء سے مانع ہے' اسی طرح وہ بڑا دریا جو صحت اقتداء سے مانع ہے' اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ جس دریا میں چھوٹی بڑی کشتیاں چلتی ہوں۔ (المحیط البرھانی ج ۲ ص ۱۹۱۔ ۱۹۲' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۲۴ھ)

حاکم شہید نے لکھا ہے: جب کسی شخص نے مسجد کی چھت پر امام کی اقتداء میں نماز پڑھی تو اس کی نماز ہو جائے گی اور اگر مسجد کے پہلو میں سطح پر نماز پڑھی اور اس کے اور امام کے درمیان عام راستہ نہیں ہے' پھر بھی نماز ہو جائے گی۔ علامہ سرخسی نے اس کی شرح میں

لکھا: کیونکہ اس شخص پر اپنے امام کا حال مشتبہ نہیں ہے اور ان کے درمیان اقتداء سے کوئی مانع نہیں ہے اس لیے ہم نے اس کو جائز کہا ہے۔(المبسوط ج ١ ص ٣٤٣۔٢٧٣، دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

فقہاء حنبلیہ کے نزدیک اگر امام اور نمازیوں کے درمیان شارع عام یا دریا حائل ہو تو نماز کے جواز میں دو قول ہیں

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ٦٢٠ ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ اس صورت میں اقتداء صحیح نہیں ہے یہی ہمارے اصحاب کا مختار ہے اور امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے کیونکہ شارع عام نماز کی جگہ نہیں ہے اور یہ اس صورت کے مشابہ ہے جو صفوں کے اتصال سے مانع ہو دوسرا قول یہ ہے کہ اس صورت میں اقتداء جائز ہے اور یہی قول میرے نزدیک صحیح ہے اور یہی امام مالک اور امام شافعی کا مذہب ہے کیونکہ اس صورت میں اقتداء سے ممانعت کی کوئی تصریح نہیں ہے اور نہ اس کی ممانعت پر اجماع ہے نیز اقتداء سے مانع وہ چیز ہے جو امام کو دیکھنے اور اس کی آواز سننے سے مانع ہے اور اس صورت میں ان میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔(المغنی ج ٢ ص ٢٣ ٤ دار الحدیث قاہرہ ١٤٢٥ھ)

علامہ منصور بن یونس البہوتی الحنبلی المتوفی ١٠٥١ ھ لکھتے ہیں:

اگر مقتدی امام کو نہ دیکھے اور اس کی صرف آواز سن لے پھر بھی اقتداء جائز ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو نماز پڑھتے تھے اور حجرہ کی دیوار نیچی تھی پس نمازیوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ لیا اور انہوں نے آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی۔(صحیح البخاری: ٧٢٩ مسند احمد ج ٦ ص ٣٠)(کشاف القناع ج ١ ص ٥٩٨ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤١٨ھ)

فقہاء شافعیہ کے نزدیک اگر امام اور نمازیوں کے درمیان شارع عام یا دریا حائل ہو تو نماز کے جواز میں دو قول

علامہ ابو العباس احمد بن حمزہ الشافعی المتوفی ١٠٠٤ ھ لکھتے ہیں:

اقتداء کی صحت کے لیے یہ شرط ہے کہ مقتدی کو امام کے انتقالات کا علم ہو بایں طور کہ وہ امام کو یا کسی صف کو دیکھ رہا ہو یا تکبیرات کو سن رہا ہو (الی قولہ) اور اگر امام اور مقتدی کے درمیان شارع عام اور دریا حائل ہو تو اس میں دو قول ہیں۔

(نہایۃ المحتاج ج ٢ ص ٢٠١۔١٩٨ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤١٤ھ)

مسلمانوں پر رات کی نماز فرض کی جانے کی توجیہ اور دیگر مسائل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: (میں نے رات کو اس لیے نماز نہیں پڑھی) کہ مجھے یہ خوف تھا کہ رات کی نماز تم پر فرض کر دی جائے گی۔ علامہ خطابی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہم پر رات کی نماز فرض کر دی جائے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرائض مکمل کر دیئے ہیں اور پچاس نمازوں کو پانچ نمازوں کی طرف راجع کر دیا ہے اس کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ رات کی نماز آپ پر واجب تھی اور آپ کی امت پر بھی آپ کی اقتداء کرنا واجب ہے اور آپ کے اصحاب جب دیکھتے کہ آپ دائما کوئی کام کر رہے ہیں تو وہ اس کی اتباع کرتے اور اس کو واجب سمجھتے اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چوتھی رات نماز کے لیے نہیں نکلے اور اس رات نماز کو ترک کر دیا تاکہ آپ کا یہ فعل ان افعال میں داخل نہ ہو جن کو فرض کی مثل کرنا واجب ہے تو یہ نماز ان پر اس وجہ سے واجب ہوتی ہے کہ ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال کی

اتباع کرنا واجب ہے' نہ کہ اس وجہ سے کہ ان پر اصالۃً رات کی نماز واجب ہوتی' اور یہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص کسی نماز کو پڑھنے کی نذر مان لیتا ہے تو وہ اس پر واجب ہو جاتی ہے اور یہ اس پر دلالت نہیں کرتا کہ وہ نماز اس پر اصالۃً واجب ہے۔

اس حدیث سے جو دیگر مسائل مستنبط ہوتے ہیں' وہ درج ذیل ہیں:

(۱) اگر امام نے نمازیوں کی امامت کی نیت نہ کی ہو' پھر بھی اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے' کیونکہ صحابہ نے اچانک حجرہ کی دیوار کے پیچھے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھنی شروع کر دی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علم ہونے کے بعد اس کا رد نہیں فرمایا۔ امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے۔

(۲) اس حدیث میں نفل کو جماعت سے پڑھنے کا ثبوت ہے اور یہ کہ نفل گھر میں پڑھنا افضل ہے کیونکہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرائض کے علاوہ مرد کی نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے۔

(صحیح البخاری: ۷۳۱' صحیح مسلم: ۷۸۱' سنن ابوداؤد: ۱۰۴۴' مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۷)۔

(۳) اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کا بیان ہے' آپ نے اس خدشہ سے رات کی نماز نہیں پڑھی کہ پھر امت پر یہ نماز واجب ہو جائے گی اور امت کی اکثریت اس کو پڑھنے سے عاجز ہوگی۔

(۴) امام اور مقتدی کے درمیان دیوار ہو تو وہ اقتداء سے مانع نہیں ہے' بہ شرطیکہ نمازیوں پر امام کے افعال مشتبہ نہ ہوں۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۸۵۔ ۳۸۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث سے نماز تراویح کی مشروعیت پر بھی استدلال کیا جاتا ہے' اس پر ہم ان شاء اللہ ''کتاب صلوٰۃ التراویح'' صحیح البخاری: ۲۰۰۸ میں مفصل بحث کریں گے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۶۸۱۔ ۱۶۸۰۔ ج ۲ ص ۴۹۳۔ ۴۹۲ پر مذکور ہے' اس حدیث کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① قیام رمضان ② کرمِ رسالت ③ عبادت سے گناہوں کی بخشش ④ رکعاتِ تراویح میں مذاہب ⑤ بیس رکعات تراویح پر دلائل ⑥ تراویح میں ختم قرآن ⑦ رمضان میں ختم قرآن کا نذانہ ⑧ غیر مقلدین سے گزارش ⑨ تنہاء عشاء پڑھنے والا باجماعت وتر پڑھ سکتا ہے۔

۸۱ - بَابُ صَلٰوةِ اللَّيْلِ

رات کی نماز

۷۳۰ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَهُ حَصِيرٌ، يَبْسُطُهُ بِالنَّهَارِ وَيَحْتَجِرُهُ بِاللَّيْلِ، فَثَابَ إِلَيْهِ نَاسٌ، فَصَلَّوْا وَرَاءَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی فدیک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از المقبری از ابی سلمہ بن عبد الرحمان از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چٹائی تھی' جس کو آپ دن میں بچھاتے تھے اور رات کو آپ اس کو حجرہ کی مثل بنا لیتے تھے' پس آپ کی طرف کچھ لوگ آئے اور انہوں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۲۹ میں تفصیل سے کی جا چکی ہے۔

۷۳۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰی بْنُ حَمَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ سَالِمٍ اَبِى النَّضْرِ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِتَّخَذَ حُجْرَةً، قَالَ حَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ مِنْ حَصِيْرٍ، فِىْ رَمَضَانَ، فَصَلّٰى فِيْهَا لَيَالِىَ، فَصَلّٰى بِصَلٰوتِهٖ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ، فَلَمَّا عَلِمَ بِهِمْ جَعَلَ يَقْعُدُ، فَخَرَجَ اِلَيْهِمْ فَقَالَ قَدْ عَرَفْتُ الَّذِىْ رَاَيْتُ مِنْ صَنِيْعِكُمْ، فَصَلُّوْا اَيُّهَا النَّاسُ فِىْ بُيُوْتِكُمْ، فَاِنَّ اَفْضَلَ الصَّلٰوةِ صَلٰوةُ الْمَرْءِ فِىْ بَيْتِهٖ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ. قَالَ عَفَّانُ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسٰى قَالَ سَمِعْتُ اَبَا النَّضْرِ، عَنْ بُسْرٍ، عَنْ زَيْدٍ، عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [اطراف الحدیث: ۶۱۱۳-۷۲۹۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد الاعلیٰ بن حماد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از سالم ابی النضر از بسر بن سعید از حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ نے حجرہ بنایا' انہوں نے کہا: میرا گمان ہے کہ وہ رمضان میں چٹائی سے بنایا تھا' آپ نے اس حجرہ میں کئی راتیں نمازیں پڑھیں' پس آپ کے اصحاب نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی' پس جب آپ کو ان کے نماز پڑھنے کا علم ہوا تو آپ گھر بیٹھنے لگے' پھر آپ ان کی طرف نکلے اور فرمایا: میں نے تمہارے فعل کو دیکھ لیا' پس اے لوگو! تم اپنے گھروں میں نماز پڑھو' پس بہترین نماز' وہ نماز ہے جو فرض کے علاوہ مرد اپنے گھر میں پڑھے۔ عفان نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابو النضر سے سنا از بسر از زید از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۷۲۹ میں کی جا چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور ذکر کیے جا رہے ہیں:

نوافل کو گھر میں پڑھنے کی فضیلت میں احادیث

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں (فرض) نماز پڑھ لے تو اپنی نماز کا ایک حصہ اپنے گھر کے لیے رکھ لے' اللہ اس کی نماز کے سبب سے اس کے گھر میں خیر رکھنے والا ہے۔
(صحیح مسلم: ۷۷۸' الرقم المسلسل: ۱۷۹۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی نماز میں سے کچھ اپنے گھروں میں رکھو اور اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔ (صحیح البخاری: ۱۱۸۷' صحیح مسلم: ۷۷۷' الرقم المسلسل: ۱۷۸۹' سنن ابوداؤد: ۱۴۴۸-۱۰۴۳' سنن ابن ماجہ: ۱۳۷۷)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس گھر میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہو اور جس گھر میں اللہ کا ذکر نہ کیا جاتا ہو' ان کی مثال زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۷۹۲-۷۷۹' صحیح البخاری: ۶۴۰۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گھر میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: کسی شخص کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا نور ہے' پس تم اپنے گھروں کو منور کرو۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۳۷۵) اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: میرا اپنے گھر میں نماز پڑھنا یا مسجد میں نماز پڑھنا' ان میں سے کون سی نماز پڑھنا افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا تم میرا گھر نہیں دیکھتے' وہ مسجد سے کس قدر قریب ہے' اور میں اپنے گھر میں نماز پڑھوں یہ مجھے مسجد میں نماز پڑھنے سے زیادہ محبوب ہے' سوا اس کے کہ وہ فرض نماز ہو۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۳۷۸) اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس کے تمام رجال ثقات ہیں۔

حضرت صہیب بن النعمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص اپنے گھر میں نماز پڑھے' اس کی اس

نماز پر فضیلت جس کو لوگ دیکھ رہے ہوں' اس طرح ہے جیسے فرض کی فضیلت نفل پر ہے۔ (المعجم الکبیر: ۷۳۲۲) حافظ الہیثمی نے کہا ہے: اس کی سند میں ایک راوی محمد بن مصعب القرقسائی ہے' اس کو ابن معین وغیرہ نے ضعیف کہا ہے اور امام احمد نے اس کی توثیق کی ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۴۷)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا میری اس مسجد میں بھی نماز پڑھنے سے افضل ہے ماسوا فرض نماز کے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰۴۴' سنن ترمذی: ۴۵۰' مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۲)

مسجد نبوی اور مسجد حرام کی بہ نسبت بھی گھر میں نوافل پڑھنے کی فضیلت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

سنن ابوداؤد کی مذکور الصدر حدیث (۱۰۴۴) کی بناء پر اگر کوئی شخص مسجد نبوی میں نفل پڑھے تو اس کو ایک ہزار نوافل کا ثواب ہو گا' جس قول کے مطابق نوافل بھی اجر کو دگنا چوگنا کرنے میں داخل ہیں اور جب وہ نفل گھر میں پڑھے گا تو اس کا اجر ہزار نمازوں سے افضل ہو گا' بلکہ علامہ نووی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اجر کو دگنا چوگنا کرنا تمام حرم میں حاصل ہوتا ہے' اور انہوں نے حدیث کے عموم سے چند نوافل کو مستثنیٰ کیا ہے' اور کہا ہے کہ ان کو گھر سے باہر (میدان یا مسجد میں) پڑھنا زیادہ کامل ہے اور یہ وہ نوافل ہیں جن میں جماعت مشروع ہے جیسے عیدین' استسقاء اور سورج گرہن کی نمازیں۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۸۹۔۳۸۸' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی اس روایت (صحیح البخاری: ۷۳۱) سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھروں میں نوافل پڑھنے کو مسجد میں نوافل پڑھنے پر فضیلت دی ہے خواہ وہ آپ کی مسجد (نبوی) ہو۔

(شرح مشکل الآثار ج ۲ ص ۴۷' مؤسسۃ الرسالۃ' ۱۴۲۷ھ' شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۴۵۵' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھروں میں نوافل پڑھنے کی جو ترغیب دی ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں لوگوں سے پوشیدگی اور ریاکاری سے حفاظت ہے اور اس لیے تاکہ گھر عبادت سے متبرک ہو اور اس میں رحمت کا اور فرشتوں کا نزول ہو اور شیاطین اس سے دور بھاگیں۔

صحیح البخاری کی ''کتاب الاذان'' کا اختتام

الحمد للہ رب العلمین! آج ۸ ذوالحج ۱۴۲۷ھ/ ۳۰ دسمبر ۲۰۰۶ء بہ روز ہفتہ صحیح البخاری کی ''کتاب الاذان'' ختم ہو گئی' اس کے بعد ان شاء اللہ ''کتاب صفۃ الصلوٰۃ'' شروع ہو گی۔

''کتاب الاذان'' میں ۱۲۲' احادیث مرفوعہ تھیں' جن میں ۹۶' احادیث موصولہ تھیں اور ۲۶' احادیث معلقہ تھیں۔

اللہ العلمین! میری اس کاوش کو قبول فرمانا' میری خطاؤں سے درگزر فرمانا' نعمۃ الباری کو اپنی بارگاہ میں مقبول اور مشکور فرمانا اور اپنی رحمت سے اس کو مکمل فرما دینا اور اپنی رحمت سے میری' میرے والدین کی' میرے اساتذہ کی' میرے احباب کی' اس کتاب کے ناشر' معاونین اور قارئین کی مغفرت فرما دینا۔ (آمین)

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

اَبْوَابُ صِفَةِ الصَّلٰوةِ
نماز کی صفت کے ابواب

امام بخاری "کتاب الاذان" سے فارغ ہو گئے' جس میں جماعت' اقامت اور صفوں کو برابر کرنے کے متعلق احادیث تھیں' اس کے بعد اب نماز کی صفت کے ابواب اور اس کی تمام انواع اور تفاصیل کے متعلق احادیث کی روایت کو شروع کیا۔

۸۲- بَابُ اِيْجَابِ التَّكْبِيْرِ، وَافْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ
تکبیر پڑھنے کا وجوب اور نماز کا افتتاح

اس باب میں "تکبیرۃ الاحرام" کا بیان ہے' "تکبیرۃ الاحرام" میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ نے فرمایا: یہ نماز کی شرط ہے اور امام مالک' امام شافعی اور امام احمد نے فرمایا: یہ نماز کا رکن ہے۔

نماز میں اللہ اکبر سے نماز کے افتتاح میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

تکبیرۃ الاحرام کے وجوب میں فقہاء کا اختلاف ہے' جمہور فقہاء کے نزدیک یہ واجب ہے اور بعض علماء کے نزدیک یہ سنت ہے' سعید بن المسیب' الحسن البصری' الحکم' الزہری اور الاوزاعی نے یہ کہا ہے کہ رکوع کی تکبیر' تکبیر تحریمہ سے کفایت کرتی ہے۔ ابن القاسم نے المدونہ میں امام مالک سے یہ روایت کی ہے کہ اگر مقتدی تکبیر تحریمہ پڑھنا بھول گیا اور اس نے رکوع کی تکبیر پڑھ لی اور اس سے تکبیر تحریمہ کی نیت کر لی تو یہ اس کے لیے جائز ہے (الٰی قولہ) اور جو فقہاء تکبیر تحریمہ کو واجب کہتے ہیں' ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب امام تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۸) اس حدیث میں آپ نے تکبیر تحریمہ کا ذکر فرمایا اور کسی تکبیر کا ذکر نہیں فرمایا اور ان کا استدلال اس حدیث سے بھی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نماز کی تحریم تکبیر ہے اور نماز کی تحلیل تسلیم (سلام پھیرنا) ہے۔ (المعجم الکبیر: ۱۱۲۸۷) (اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۴)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک اور امام مالک کے نزدیک نماز صرف اللہ اکبر کہنے سے منعقد ہوتی ہے اور حضرت ابن مسعود' طاؤس' ایوب' امام مالک' ثوری اور امام شافعی یہ کہتے تھے کہ نماز کا افتتاح تکبیر سے ہوتا ہے' عام متقدمین اور متاخرین اہل علم کا یہی قول ہے' مگر امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ نماز "اللّٰہ الاکبر" سے بھی منعقد ہو جاتی ہے اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جس اسم کو بھی تعظیم سے کہا

جائے' اس سے نماز منعقد ہو جاتی ہے جیسے اللہ عظیم' یا کبیر' یا جلیل اور سبحان اللہ' الحمد للہ' لا الہ الا اللہ کیونکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے اسماء ہیں اور بہ لحاظ تعظیم ہیں۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نماز کی تحریم تکبیر ہے۔ (سنن ابوداؤد:۶۱' سنن ترمذی:۲۳۸' سنن ابن ماجہ:۲۷۵' مسند احمد ج۱ ص ۱۲۳' سنن دارمی:۶۸۷) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعرابی سے فرمایا: جب تم نماز کی طرف کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو۔

(صحیح البخاری:۷۵۷' صحیح مسلم:۳۹۸' مسند احمد ج۲ ص ۴۳۷) (المغنی ج ۲ ص ۹-۸' دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

امام ابوحنیفہ "تکبیرۃ الاحرام" کو شرط فرماتے ہیں' ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ○ (الاعلیٰ:۱۵) اور اس نے اپنے رب کے نام کا ذکر کیا' پس نماز پڑھی ○

اور رب کا نام عام ہے' وہ اللہ اکبر اور دوسرے اسماء کو شامل ہے۔

۷۳۲ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكِ الْاَنْصَارِيُّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ فَرَسًا فَجُحِشَ شِقُّهُ الْاَيْمَنُ، قَالَ اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَصَلّٰى لَنَا يَوْمَئِذٍ صَلٰوةً مِّنَ الصَّلَوَاتِ، وَهُوَ قَاعِدٌ، فَصَلَّيْنَا وَرَاءَهٗ قُعُوْدًا، ثُمَّ قَالَ لَمَّا سَلَّمَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ، فَاِذَا صَلّٰى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا، وَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا، وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا، وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا، وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک گھوڑے پر سوار ہوئے' پس آپ کی دائیں جانب زخمی ہوگئی' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک دن آپ نے ہمیں نمازوں میں سے کوئی نماز پڑھائی' اس وقت آپ بیٹھے ہوئے تھے' پس ہم نے بھی آپ کی اقتداء میں بیٹھ کر نماز پڑھی' پھر جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا: امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے' پس جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم بھی رکوع سے سر اٹھاؤ اور جب وہ سجدہ کرے تو تم سب سجدہ کرو اور جب وہ "سمع اللہ لمن حمدہ" کہے تو تم کہو: "ربنا ولک الحمد"۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری:۶۸۹' اور ۳۷۸ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: چھت' منبر اور لکڑی پر نماز پڑھنا۔

مرض یا کمزوری کی وہ حد' جس میں نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زخمی ہو گئے تو آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھی' اس لیے ہم بیٹھ کر نماز پڑھنے کی تفصیل بیان کر رہے ہیں:

صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

مسئلہ: اگر اتنا کم زور ہے کہ مسجد میں جماعت کے لیے جانے کے بعد کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکے گا اور گھر میں پڑھے تو کھڑے ہو کر پڑھ سکتا ہے تو گھر میں پڑھے' جماعت میسر ہو تو جماعت سے ورنہ تنہا۔ (درمختار وردالمختار)

مسئلہ: کھڑے ہونے سے محض کچھ تکلیف ہونا عذر نہیں بلکہ قیام اس وقت ساقط ہوگا کہ کھڑا نہ ہو سکے یا سجدہ نہ کر سکے یا کھڑے ہونے یا سجدہ کرنے میں زخم بہتا ہے یا کھڑے ہونے میں قطرہ آتا ہے یا چوتھائی ستر کھلتا ہے یا قراءت سے مجبور محض ہو جاتا ہے۔ یوں ہی کھڑا تو ہو سکتا ہے مگر اس سے مرض میں زیادتی ہوتی ہے یا دیر میں اچھا ہوگا یا ناقابل برداشت تکلیف ہوگی تو بیٹھ کر پڑھے۔
(غنیہ)

مسئلہ: اگر عصا یا خادم یا دیوار پر ٹیک لگا کر کھڑا ہو سکتا ہے تو فرض ہے کہ کھڑا ہو کر پڑھے۔ (غنیہ)
مسئلہ: اگر کچھ دیر بھی کھڑا ہو سکتا ہے اگرچہ اتنا ہی کہ کھڑا ہو کر اللہ اکبر کہہ لے تو فرض ہے کہ اتنا کہہ لے پھر بیٹھ جائے۔ (غنیہ)
تنبیہ ضروری: آج کل عموماً یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ جہاں ذرا بخار آیا' یا خفیف سی تکلیف ہوئی' بیٹھ کر نماز شروع کر دی' حالانکہ وہی لوگ اس حالت میں دس دس' پندرہ پندرہ منٹ بلکہ اس سے بھی زیادہ دیر کھڑے ہو کر ادھر اُدھر کی باتیں کر لیا کرتے ہیں' ان کو چاہیے کہ ان مسائل سے متنبہ ہوں اور جتنی نمازیں باوجود قدرت قیام بیٹھ کر پڑھی ہوں ان کا اعادہ فرض ہے۔ یوں ہی اگر ویسے کھڑا نہ ہو سکتا تھا مگر عصا یا دیوار یا آدمی کے سہارے کھڑا ہونا ممکن تھا تو وہ نمازیں بھی نہ ہوئیں' ان کا پھیرنا فرض' اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔
(بہار شریعت حصہ سوم ص ۳۹-۳۸' ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور)

کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کا شرعی حکم

ہمارے دور میں مسجد کے ہال کی دونوں جانبوں میں کرسیاں رکھی جاتی ہیں اور بوڑھے لوگ جن میں سے بعض اچھے خاصے صحت مند بھی ہوتے ہیں' وہ کرسیوں پر بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں' بعض کرسیوں کے ساتھ میز بھی پیوست ہوتی ہے اور یہ لوگ اس پر بیٹھ کر اشاروں سے نماز پڑھتے ہیں' یہ لوگ بہر حال اتنے صحت مند اور توانا ہوتے ہیں کہ اپنے گھروں سے خود چل کر آتے ہیں اور جماعت کے بعد یہ لوگ کھڑے ہو کر دوسرے لوگوں سے باتیں بھی کرتے رہتے ہیں اور اگر یہ کبھی اتنی دیر سے آئیں کہ جماعت کھڑی ہو چکی ہو تو پچھلی صفوں میں کھڑے ہو کر صحت مند لوگوں کی طرح نماز بھی پڑھتے ہیں۔

صدر الشریعہ نے فقہاء کے حوالہ جات کے ساتھ کمزور یا بیمار آدمی کے زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کے جواز کی جو حد اور صورت لکھی ہے' اس کے موافق ان لوگوں کا زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھنا بھی جائز نہیں ہے چہ جائے کہ کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا۔

نماز ایسی عبادت ہے' جس میں بدنی مشقت ہوتی ہے اور اس میں اللہ کے سامنے عجز و تذلل ہوتا ہے' جب کہ کرسی پر انسان کر و فر اور شان و شوکت سے بیٹھتا ہے' کرسی اقتدار کی علامت ہے اور نماز میں اللہ کے سامنے تذلل' افتقار اور احتیاج کا اظہار ہوتا ہے اور یہ اس وقت بہت ہی معیوب لگتا ہے جب یہ لوگ کرسی صف کے درمیان رکھ لیتے ہیں اور اس کرسی کی وجہ سے صف متصل نہیں رہتی اور صف کو متصل نہ رکھنے پر نبی ﷺ نے شدید وعید سنائی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا نماز کی حقیقت اور اس کی روح کے خلاف ہے۔ اگر کوئی آدمی ایسا معذور ہے کہ وہ زمین پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا یا ڈاکٹر اسے گھٹنے موڑنے سے منع کر دے تو وہ ٹانگیں پھیلا کر زمین پر بیٹھ جائے' اور اگر اس کے کولہے کی ہڈی نرم ہے تو وہ اپنے کولہوں کے نیچے فوم کی گدی بچھا کر زمین پر بیٹھ جائے۔ معروف طریقہ سے تشہد میں نہیں بیٹھ سکتا تو چار زانو زمین پر بیٹھ جائے' بہر حال زمین پر بیٹھے۔ صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کے زمانہ میں بھی بوڑھے اور کمزور آدمی ہوتے تھے لیکن کسی سے بھی یہ منقول نہیں ہے کہ انہوں نے کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھی ہو' حالانکہ اس زمانے میں بھی کرسیاں موجود تھیں۔ کرسی پر انسان آرام اور آسانی کے لیے بیٹھتا ہے اور نماز بدنی مشقت کا نام ہے یا انسان کرسی پر اقتدار اور تکبر کے اظہار کے لیے بیٹھتا ہے اور نماز اللہ کے سامنے عجز اور افتقار کا نام ہے اور یا انسان کرسی پر اپنے مرتبہ اور امتیاز کو

دکھانے کے لیے بیٹھتا ہے اور نماز اللہ کے سامنے انکسار کا نام ہے۔ انسان نے آج کے دور میں سہولت اور تعیش کی بہت راہیں اور صورتیں نکال لی ہیں' خدارا نماز اور عبادت کو تو اپنی سہولت اور تعیش کا ذریعہ نہ بنائیں!!!

٧٣٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهُ قَالَ خَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَرَسٍ فَجُحِشَ، فَصَلّٰى لَنَا قَاعِدًا، فَصَلَّيْنَا مَعَهُ قُعُوْدًا، ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ اِنَّمَا الْاِمَامُ اَوْ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ، فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا، وَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا، وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا، وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، فَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گر گئے' پس آپ زخمی ہو گئے' پھر آپ نے ہمیں بیٹھ کر نماز پڑھائی' ہم نے بھی آپ کے ساتھ بیٹھ کر نماز پڑھی' پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا کہ امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے' پس جب وہ تکبیر پڑھے تو تم تکبیر پڑھو اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم رکوع سے سر اٹھاؤ اور جب وہ "سمع اللہ لمن حمدہ" کہے تو تم "ربنا لك الحمد" کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ٣٧٨ اور ٧٢٢ کا مطالعہ کریں۔

٧٣٤ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ، فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا، وَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا، وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا، وَاِذَا صَلّٰى جَالِسًا، فَصَلُّوْا جُلُوْسًا اَجْمَعُوْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو الزناد نے خبر دی از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے' پس جب وہ تکبیر پڑھے تو تم تکبیر پڑھو اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ کہے: "سمع اللہ لمن حمدہ" تو تم کہو: "ربنا ولك الحمد" اور جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ٣٧٨ کا مطالعہ کریں۔

امام صرف "سمع اللہ لمن حمدہ" کہے اور مقتدی صرف "ربنا لك الحمد" کہے

علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی المتوفی ٥٩٣ھ لکھتے ہیں:

پھر امام رکوع سے سر اٹھائے اور کہے: "سمع اللہ لمن حمدہ" اور مقتدی کہے: "ربنا لك الحمد"۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک امام "ربنا لك الحمد" نہ کہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک امام اس کو دل میں پڑھے' کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں ذکروں کو جمع کرتے تھے۔

(صحیح البخاری:۷۹۵-۸۳۵-۷۳۹-۷۳۸-۷۳۶ صحیح مسلم:۲۰۲-۲۰۱ سنن ابوداؤد:۸۴۶ سنن ترمذی:۲۶۶ سنن نسائی:۱۰۶۵)

اور اس لیے کہ امام دوسروں کو اللہ کی حمد کرنے کی ترغیب دے رہا ہے تو اپنے آپ کو نہ بھولے اور امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب امام کہے: "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" تو تم کہو: "ربنا لک الحمد"۔

(صحیح البخاری:۵۲۰۱-۲۴۶۹-۱۱۹۱-۱۱۱۴-۸۰۵-۷۳۳-۷۳۲-۳۷۸ صحیح مسلم:۴۱۱-۴۰۹ سنن ابوداؤد:۸۴۸ سنن ترمذی:۲۶۷ سنن نسائی:۱۰۶۲ شرح معانی الآثار:۱۳۹۱)

یہ تقسیم ہے اور تقسیم شرکت کے منافی ہے اسی وجہ سے ہمارے نزدیک مقتدی "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" نہ کہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کا اس میں اختلاف ہے اور امام اعظم کی یہ بھی دلیل ہے کہ جب امام بھی "ربنا لک الحمد" کہے گا تو امام کی حمد مقتدی کی حمد کے بعد واقع ہوگی اور یہ موضوع کے خلاف ہے اور امام شافعی نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے ہمارے نزدیک وہ اس صورت پر محمول ہے جب کوئی شخص تنہا نماز پڑھے یعنی اس وقت وہ "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" بھی کہے اور "ربنا لک الحمد" بھی کہے۔

(ھدایہ اولین ص ۸۹ اسلامی کارخانہ کتب کراچی)

"ربنا لک الحمد" کی جگہ "اللھم ربنا ولک الحمد" کہنا افضل ہے

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

افضل یہ ہے کہ مقتدی کہے: "اللھم ربنا ولک الحمد"۔ (الدر المختار مع رد المحتار ج ۲ ص ۱۷۸ داراحیاء التراث العربی بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب امام "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" کہے تو تم کہو: "اللھم ربنا لک الحمد" پس جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو گیا اس کے تمام گناہوں کی مغفرت کردی جائے گی۔

(صحیح البخاری:۷۹۶ صحیح مسلم:۴۰۹ سنن ترمذی:۲۶۷ سنن نسائی:۱۰۶۲)

امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب امام "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" کہے تو تم کہو: "اللھم ربنا ولک الحمد"۔

(شرح معانی الآثار مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۸-۴۲۰-۴۱۱-۳۸۷-۳۷۶-۳۴۱-۳۱۴-۲۳۰)

۸۳ - بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى مَعَ الْإِفْتِتَاحِ سَوَاءً

تکبیرہ اولیٰ میں افتتاحِ نماز کے ساتھ رفع یدین کرنا

یعنی جب آدمی نماز شروع کرے تو اس کے ساتھ پہلی تکبیر میں رفع یدین کرے یعنی دونوں ہاتھ کانوں تک بلند کرے۔

۷۳۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، إِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ، وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوعِ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَهُمَا كَذٰلِكَ أَيْضًا، وَقَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ. وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السُّجُودِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از سالم بن عبد اللہ از والد خود کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو اپنے کندھوں تک رفع یدین کرتے (ہاتھ بلند کرتے) اور جب رکوع کے لیے تکبیر پڑھتے اور جب رکوع سے اپنا سر اٹھاتے تو اسی طرح رفع یدین کرتے اور فرماتے: "سمع اللّٰہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد" اور سجدہ میں اس طرح نہیں کرتے تھے۔

[اطراف الحدیث: ٧٣٦۔ ٧٣٨۔ ٧٣٩] (صحیح مسلم: ٣٩٠' الرقم المسلسل: ٨٣٧' سنن ابوداؤد: ٧٢١' سنن ترمذی: ٢٥٥' سنن نسائی: ٨٧٦' سنن ابن ماجہ: ٨٥٨' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ ص ٢٣٤۔ ٢٣٣' المنتقی: ١٧٧' مسند ابویعلیٰ: ٥٤٢٠' صحیح ابن حبان: ١٨٦٤' سنن بیہقی ج ٢ ص ٦٩' مصنف عبد الرزاق: ٢٥١٨' صحیح ابن خزیمہ: ٤٥٦' شرح معانی الآثار: ١٣٠٤' مسند احمد ج ٢ ص ٨ طبع قدیم' مسند احمد: ٤٥٤٠۔ ج ٨ ص ١٤٠' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطحاوی: ٣٩٥١)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جب آپ نماز شروع کرتے تو اپنے کندھوں تک رفع یدین کرتے۔

رفع یدین کے وقت کانوں یا کندھوں تک ہاتھ بلند کرنے میں مذاہب فقہاء

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کندھوں کے متوازی رفع یدین کرتے تھے۔

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ٦٢٠ھ اور علامہ عبد الرحمان بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ٦٨٢ھ لکھتے ہیں:

ہمارے علم کے مطابق اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ نماز کے افتتاح کے وقت رفع یدین کرنا مستحب ہے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کا افتتاح کیا اور کندھوں کے متوازی رفع یدین کیا۔ (صحیح بخاری: ٧٣٥' صحیح مسلم: ٣٩٠) اور نمازی کو اس میں اختیار ہے کہ وہ کانوں کی لَو تک ہاتھ بلند کرے یا کندھوں کے متوازی تک' اس میں اختیار اس وجہ سے ہے کہ یہ دونوں صورتیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہیں' کندھوں کے متوازی ہاتھ بلند کرنے کی حدیث حضرت ابوحمید' حضرت ابن عمر' حضرت علی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور یہ امام شافعی اور اسحاق کا قول ہے' اور کانوں کی لَو تک ہاتھ اٹھانے کی حدیث' حضرت وائل بن حجر اور حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں داخل ہوئے تو آپ نے کانوں کے متوازی ہاتھوں کو بلند کر کے اللہ اکبر کہا۔ (صحیح مسلم: ٤٠١' سنن ابوداؤد: ٧٢٦۔ ٧٢٣' مسند احمد ج ٤ ص ٣١٧۔ ٣١٦' شرح معانی الآثار: ١١٣٢)

حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ اکبر کہتے تو ہاتھوں کو کانوں تک بلند کرتے۔ (صحیح مسلم: ٣٩١' سنن ابوداؤد: ٧٤٥' سنن نسائی: ٨٧٩' سنن ابن ماجہ: ٨٥٩' شرح معانی الآثار: ١١٣٤)

اکثر اہل علم نے حضرت ابووائل اور حضرت مالک بن الحویرث کی حدیث پر عمل کیا ہے اور امام احمد کا میلان پہلی حدیث کی طرف زیادہ ہے' اثرم نے کہا: میں نے امام ابوعبد اللہ سے پوچھا کہ کہاں تک ہاتھ اٹھانے چاہئیں؟ انہوں نے کہا: رہا میں! تو میں کندھوں تک اٹھاتا ہوں جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے اور جو شخص کانوں کے متوازی تک ہاتھ اٹھاتا ہے تو وہ بھی مستحسن ہے اور میری وجہ ترجیح یہ ہے کہ حضرت ابن عمر کی حدیث کے راوی اکثر ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ قریب ہیں اور دوسری حدیث پر عمل کرنے کو میں اس لیے جائز کہتا ہوں کہ وہ حدیث بھی صحیح ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے اور کبھی کانوں تک۔ (المغنی ج ٢ ص ١٧۔ ١٦' شرح الکبیر ج ٢ ص ١٧۔ ١٦' دار الحدیث' قاہرہ' ١٤٢٥ھ)

رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کرنے میں مذاہب فقہاء

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ٦٢٠ھ لکھتے ہیں:

رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے' اسی طرح رفع یدین کرے جس طرح تکبیر تحریمہ کہتے وقت رفع یدین کیا

تھا خواہ کندھوں تک ہاتھ اٹھائے خواہ کانوں تک۔ حضرت ابن عمر' حضرت ابن عباس' حضرت جابر' حضرت ابوہریرہ' حضرت ابن الزبیر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے' اور فقہاء تابعین میں سے حسن بصری' عطاء' طاؤس' مجاہد' سالم' سعید بن جبیر اور دیگر کا یہی مذہب ہے۔ امام شافعی اور ایک روایت کے موافق امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے' اور ثوری اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ صرف تکبیرہ تحریمہ کے وقت رفع یدین کرے' ابراہیم نخعی کا بھی یہی قول ہے' ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز نہ پڑھاؤں؟ پس انہوں نے نماز پڑھی اور صرف پہلی مرتبہ رفع یدین کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۷۴۸' سنن ترمذی: ۲۵۷' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۸)

امام ترمذی نے کہا: حضرت ابن مسعود کی حدیث حسن صحیح ہے۔

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے افتتاح کے وقت کانوں تک رفع یدین کرتے تھے' پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۷۴۹' سنن ترمذی: ۲۴۰' سنن نسائی: ۸۸۲)

فقہاء احناف نے کہا ہے کہ ان دو حدیثوں پر عمل کرنا اولیٰ ہے' کیونکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فقیہ تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمیشہ ساتھ رہتے تھے اور آپ کے احوال کے اور آپ کے ظاہر اور باطن کے عالم تھے' اس لیے حضرت ابن مسعود کی روایت کو ان کی روایت پر مقدم کیا جائے گا' جن کا حال اس طرح نہیں ہے' ایک شخص نے رفع یدین کے متعلق حضرت وائل بن حجر کی روایت کی تو اس سے ابراہیم النخعی نے کہا: شاید حضرت وائل نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صرف ایک بار نماز پڑھی ہو' کیا تم چاہتے ہو کہ ہم ان کی روایت پر عمل کریں اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث کو چھوڑ دیں' جن کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کوئی نماز نہیں چھوٹی۔

اور ہماری دلیل یہ ہے کہ از الزہری از سالم از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع کرتے تو کندھوں تک ہاتھ بلند کر کے رفع یدین کرتے اور جب رکوع کا ارادہ کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھانے کا ارادہ کرتے اور سجدہ میں اس طرح نہیں کرتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۷۳۵' صحیح مسلم: ۳۹۰)

حضرت عمر' حضرت علی' حضرت وائل بن حجر' حضرت مالک بن الحویرث' حضرت انس' حضرت ابوہریرہ' حضرت ابوسعید' حضرت سہل بن سعد' حضرت محمد بن مسلمہ' حضرت ابوموسیٰ اور حضرت جابر بن عمر اللیثی سے رفع یدین کے متعلق احادیث مروی ہیں اور حدیث متواتر کے حکم میں ہیں' ان کے بہ کثرت راوی ہیں اور ان کی سند صحیح ہے اور ان پر صحابہ اور فقہاء تابعین نے عمل کیا ہے اور جنہوں نے اس پر عمل نہیں کیا' ان پر انہوں نے رد کیا ہے۔ (المغنی ج ۲ ص ۴۹۔۴۸' دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

ترک رفع یدین کے متعلق احادیث اور آثار

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

ان آثار کی طرف بعض ائمہ گئے ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت اور قیام کے وقت رفع یدین کرنا واجب ہے اور دوسرے ائمہ نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ صرف تکبیرہ اولیٰ کے وقت رفع یدین واجب ہے اور ان کا استدلال ان احادیث سے ہے:

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز کا افتتاح کرنے کے لیے اللہ اکبر کہتے تو دونوں ہاتھ کانوں کی لو تک بلند کرتے' پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۷۵۲۔۷۵۰۔۷۴۹' سنن ترمذی: ۲۴۰' سنن نسائی: ۸۸۲' شرح معانی الآثار: ۱۳۱۳' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۴۰' مصنف عبدالرزاق: ۲۵۳۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے' پھر نہیں کرتے تھے۔
(سنن ابوداؤد: ۷۴۸' سنن ترمذی: ۲۵۷' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۸' شرح معانی الآثار: ۱۳۱۶' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۴۱)

مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابراہیم سے کہا کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے افتتاح نماز کے وقت اور رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کیا' انہوں نے کہا کہ اگر حضرت وائل نے ایک مرتبہ آپ کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے تو حضرت ابن مسعود نے پچاس مرتبہ آپ کو ترک رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۱۳۱۸)

عاصم بن کلیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کی پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے' پھر اس کے بعد نہیں کرتے تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۱۳۲۰' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۴۲) (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۹۱' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

ابواسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب صرف نماز کے افتتاح میں رفع یدین کرتے تھے' پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۴۶' شرح معانی الآثار: ۱۳۲۱)

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سات مقامات کے سوا رفع یدین نہ کیا جائے: (۱) جب نماز کے لیے کھڑا ہو (۲) جب بیت اللہ کو دیکھے (۳'۴) صفا اور مروہ پر (۵) عرفات میں (۶) مزدلفہ میں اور (۷) شیطان کو کنکریاں مارتے وقت۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۵۰)

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو صرف افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۵۲)

اسود اور علقمہ صرف افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کرتے تھے' پھر نہیں کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۵۳)

اسود بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی' انہوں نے صرف افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کیا' اور عبدالملک نے کہا: میں نے شعبی' ابراہیم اور ابواسحاق کی اقتداء میں نماز پڑھی' وہ سب صرف افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۵۴)

رکوع کے ساتھ ثبوتِ رفع یدین کی روایات کے جوابات اور ترکِ رفع یدین کی قیاس سے تائید

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث جب کہ صحیح سند سے ثابت ہے تو یہ رفع یدین ترک کرنے والوں کی نہایت قوی دلیل ہے' اور رہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث تو ان سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد انہوں نے رفع یدین نہیں کیا۔

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء میں نماز پڑھی' انہوں نے صرف تکبیرۂ اولیٰ کے وقت رفع یدین کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۵۲' شرح معانی الآثار: ۱۳۲۳)

یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا' پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد رفع یدین کو ترک کر دیا اور یہ اسی وقت ممکن ہوا جب ان کے نزدیک رفع یدین منسوخ ہو چکا تھا اور ان کے نزدیک اس پر دلیل قائم ہو چکی تھی' نیز حضرت عمر بن الخطاب سے بھی مروی ہے کہ وہ صرف افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۵۴)

کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ پر یہ مخفی رہا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکوع اور سجود میں رفع یدین کرتے تھے

کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ آپ کی مخالفت کرتے تھے اور ہمارے نزدیک یہ محال ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے جو مروی ہے کہ وہ رفع یدین کرتے تھے' وہ از اسماعیل بن عیاش از صالح بن کیسان روایت کرتے ہیں' اور ان کے نزدیک غیر شامیین میں اسماعیل کی روایت حجت نہیں ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ کی حدیث کے متعلق ان کا زعم یہ ہے کہ وہ خطاء ہے اور اس کو صرف عبد الوہاب الثقفی نے مرفوع روایت کیا ہے' باقی ائمہ نے اس کو موقوف روایت کیا ہے۔

عبد الحمید بن جعفر کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ وہ عبد الحمید کو ضعیف قرار دیتے تھے تو اس متنازعہ معاملہ میں اس کی روایت کیسے معتبر ہوگی۔

اگر نظر اور قیاس سے اس مسئلہ کو دیکھیں تو اس پر اتفاق ہے کہ تکبیرۃ اولیٰ میں رفع یدین ہے اور دو سجدہ کے درمیان کی تکبیر میں رفع یدین نہیں ہے اور رکوع کی تکبیر میں اختلاف ہے کہ اس میں رفع یدین ہے یا نہیں' اب یہ دیکھیں کہ رکوع کی تکبیر' تکبیرۃ تحریمہ کی مثل ہے یا دو سجدوں کی تکبیر کی مثل ہے' سو ہم دیکھتے ہیں کہ تکبیرۃ تحریمہ فرض ہے اور رکوع اور سجدہ کی تکبیر سنت ہے' پس رکوع کی تکبیر سجدہ کی تکبیر کی مثل ہے نہ کہ تکبیرۃ تحریمہ کی' پس جس طرح سجدہ کی تکبیر کے ساتھ رفع یدین نہیں ہے' اسی طرح رکوع کے ساتھ کی تکبیر میں بھی رفع یدین نہیں ہوگا' سو یہی نظر اور قیاس کا تقاضا ہے اور یہی امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۹۵-۲۹۱ ملخصاً' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۷۶۵- ج ۱ ص ۱۱۰۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) رفع یدین کی حکمتیں (۲) رفع یدین کی حد میں مذاہب فقہاء (۳) کانوں تک ہاتھ اٹھانے کے متعلق احادیث اور آثار (۴) رفع یدین کی تعداد میں مذاہب فقہاء (۵) رکوع سے قبل اور رکوع کے بعد رفع یدین کے منسوخ ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل (۶) تکبیرۃ تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کے ترک پر فقہاء احناف کی مؤید احادیث اور آثار (۷) ثبوت رفع یدین اور اس کے ترک میں مذاہب فقہاء کا خلاصہ (۸) حضرت البراء کی حدیث میں یزید کے تفرد اور ضعف کا جواب (۹) ثبوت رفع یدین کی احادیث ابتداء اسلام کے زمانہ پر محمول ہیں (۱۰) حضرت ابوحمید ساعدی کی روایت سے استدلال کا جواب (۱۱) حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے استدلال کا جواب (۱۲) حضرت وائل بن حجر کی روایت سے استدلال کا جواب (۱۳) حضرت علی کی روایت سے استدلال کا جواب (۱۴) نماز میں ہاتھ باندھنے کی جگہ میں مذاہب فقہاء (۱۵) ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے متعلق احادیث اور آثار (۱۶) سینہ پر ہاتھ باندھنے والی احادیث اور بحث ونظر۔

٨٤ - بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ إِذَا كَبَّرَ، وَإِذَا رَكَعَ، وَإِذَا رَفَعَ

(نمازی) جب اللہ اکبر کہے' جب رکوع کرے اور رکوع سے سر اٹھائے تو رفع یدین کرے

٧٣٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ فِي الصَّلٰوةِ، رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يَكُوْنَا حَذْوَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبد اللہ نے از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں کھڑے ہوتے تو

مَنْكِبَيْهِ، وَكَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ حِيْنَ يُكَبِّرُ لِلرُّكُوْعِ، وَيَفْعَلُ ذٰلِكَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ، وَيَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ. وَلَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السُّجُوْدِ.

رفع یدین کرتے حتیٰ کہ آپ کے دونوں ہاتھ کندھوں کے متوازی ہوتے' اور جب آپ رکوع کے لیے تکبیر کہتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے' تب بھی اسی طرح کرتے اور آپ فرماتے: "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" اور آپ سجدہ میں اس طرح نہیں کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۷۳۵ کا مطالعہ فرمائیں۔

٧٣٧ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ أَنَّهُ رَأَى مَالِكَ بْنَ الْحُوَيْرِثِ إِذَا صَلّٰى كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَّرْكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَحَدَّثَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ هٰكَذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق واسطی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی از خالد از ابی قلابہ' انہوں نے حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کو دیکھا' جب وہ نماز پڑھتے تو تکبیر کہتے اور رفع یدین کرتے اور جب رکوع کا ارادہ کرتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے اور انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۷۳۵ کا مطالعہ کریں۔

٨٥ - بَابٌ إِلٰى أَيْنَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ؟

کہاں تک ہاتھوں کو بلند کرے؟

وَقَالَ أَبُوْ حُمَيْدٍ فِيْ أَصْحَابِهِ رَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ.

اور ابوحمید نے اپنے اصحاب میں کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کندھوں کے متوازی ہاتھ بلند کیے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

محمد بن عمرو بن عطاء بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کی جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے' پس ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کا ذکر کیا تو حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے تم سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز یاد ہے' میں نے آپ کو دیکھا جب آپ اللہ اکبر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے متوازی رکھتے۔ الحدیث (صحیح البخاری: ۸۲۸' سنن ابوداؤد: ۷۴۴)

٧٣٨ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْتَتَحَ التَّكْبِيْرَ فِي الصَّلٰوةِ، فَرَفَعَ يَدَيْهِ حِيْنَ يُكَبِّرُ، حَتّٰى يَجْعَلَهُمَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوْعِ فَعَلَ مِثْلَهُ، وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ. فَعَلَ مِثْلَهُ وَقَالَ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ. وَلَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ حِيْنَ يَسْجُدُ، وَلَا حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُوْدِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: ہمیں سالم بن عبد اللہ نے خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کا تکبیر سے افتتاح کیا' پس انہوں نے تکبیر پڑھتے ہوئے کندھوں کے متوازی رفع یدین کیا اور جب رکوع کے لیے تکبیر کہی تو اس کی مثل کیا اور جب کہا: "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" تو اس کی مثل کیا اور کہا: "ربنا ولک الحمد" اور سجدہ کے وقت اس طرح نہیں کیا اور نہ سجدہ سے سر اٹھاتے وقت اس طرح کیا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۷۳۵ کا مطالعہ کریں۔

۸٦ - بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ

جب دو رکعت پڑھ کر کھڑا ہو تو رفع الیدین کرنا

یعنی جب دو رکعت کے بعد تشہد پڑھ کر تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو تو رفع الیدین کرنا۔

۷۳۹ - حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ، كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا رَكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ. رَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَرَفَعَ ذٰلِكَ ابْنُ عُمَرَ إِلٰى نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَرَوَاهُ ابْنُ طَهْمَانَ، عَنْ أَيُّوبَ وَمُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ، مُخْتَصَرًا. (مسند الطحاوی: ۲۹۵۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از نافع کہ حضرت ابن عمر جب نماز میں داخل ہوتے تو اللہ اکبر کہتے ہوئے رفع یدین کرتے اور جب رکوع کرتے تو رفع یدین کرتے اور جب "سمع اللہ لمن حمدہ" کہتے تو رفع یدین کرتے، اور جب دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہوتے تو رفع یدین کرتے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کیا ہے، اور اس حدیث کو حماد بن سلمہ نے از ایوب از نافع، از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کیا ہے، اور اس حدیث کو ابن طہمان نے از ایوب اور از موسیٰ بن عقبہ اختصار سے روایت کیا ہے۔

فقہاء مالکیہ کے نزدیک دو رکعت کے بعد کھڑے ہو کر رفع یدین کرنے کا شرعی حکم

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں دو رکعت کے بعد کھڑے ہو کر رفع یدین کرنے کا جو ذکر ہے وہ زائد ہے اور جو شخص رفع یدین کرتا ہے، اس کے لیے اس حدیث کو قبول کرنا واجب ہے اور امام احمد بن حنبل دو سجدوں کے درمیان رفع یدین نہیں کرتے تھے اور نہ دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہو کر رفع یدین کرتے تھے، حالانکہ وہ ہر جھکتے وقت اور اٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے، اور ممکن ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث سے ان پر رد کیا ہو۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۲۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

مسئلہ مذکور میں فقہاء شافعیہ کی تحقیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ الفاظ زیادہ ہیں، اور اہل علم کے نزدیک زیادتی مقبول ہوتی ہے، علامہ ابن بطال نے کہا: جو رفع یدین کا قائل ہے اس پر اس زیادتی کو قبول کرنا واجب ہے، علامہ خطابی نے کہا: امام شافعی نے اس پر عمل نہیں کیا اور ان کے قاعدہ کے مطابق حدیث میں جو الفاظ زائد ہوں ان کا قبول کرنا لازم ہے، امام ابن خزیمہ نے کہا: دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہو کر رفع یدین کرنا سنت ہے، اگرچہ امام شافعی نے اس کا ذکر نہیں کیا، پس حدیث کی سند صحیح ہے، اور امام شافعی نے کہا ہے کہ سنت پر عمل کرو اور میرے قول کو چھوڑ دو، ابن دقیق العید نے کہا ہے کہ اس حدیث کے موافق عمل امام شافعی کا مذہب نہیں ہے، اور انہوں نے جو کہا ہے کہ جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے، اس کا محمل یہ ہے کہ جب انہیں کسی مسئلہ پر حدیث نہ ملے اور جب حدیث مل جائے اور وہ اس کو قبول نہ کریں یا اس کی

تاویل کردیں تو پھر وہ حدیث ان کا مذہب نہیں ہے اور یہاں اسی طرح ہے کیونکہ امام شافعی نے کہا ہے کہ نماز میں صرف تین جگہ رفع یدین ہے' نماز کے افتتاح کے وقت' رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۳۱۷-۳۱۶' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

مسئلہ مذکورہ میں فقہاء حنبلیہ کی تحقیق

حافظ زین الدین عبدالرحمٰن بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی اور امام احمد کا مشہور مذہب یہ ہے کہ جب دو رکعت پڑھ کر کھڑا ہو تو رفع یدین نہ کرے' امام احمد نے کہا: میں اس پر عمل نہیں کرتا اور نہ یہ میرا مذہب ہے اور انہوں نے کہا: حضرت ابن عمر نماز میں ان تین مقامات کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا' آپ نے پہلی تکبیر کے بعد' رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کیا' اس کے بعد آپ تکبیر پڑھتے تھے اور رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (فتح الباری لابن رجب ج ۴ ص ۳۲۱' دارابن الجوزی' ۱۴۱۷ھ)

مسئلہ مذکورہ میں فقہاء احناف کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام طحاوی نے کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کے خلاف منقول ہے کیونکہ عاصم بن کلیب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ نماز میں پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے' پھر اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۴۲۰)

اور یہ ممکن نہیں ہے کہ حضرت علی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلی تکبیر کے بعد رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہو اور وہ اس کو ترک کر دیں' سوا اس صورت کے کہ ان کے نزدیک ان کا منسوخ ہونا ثابت ہو چکا ہو' اور یہ روایت جس میں دو رکعت کے بعد کھڑے ہو کر رفع یدین کا ذکر ہے' اس کا ضعف اس طرح ثابت ہے کہ یہ حدیث ایک اور سند سے ثابت ہے اور اس میں دو رکعت کے بعد کھڑے ہو کر رفع یدین کرنے کا ذکر نہیں ہے' علامہ النووی نے الروضۃ میں لکھا ہے کہ امام شافعی نے کتاب الام میں اس حدیث کو ذکر کر کے اس پر کلام کیا ہے اور لکھا ہے کہ نماز میں رفع یدین صرف تین جگہ کیا جائے' پہلی تکبیر کے وقت' رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۴۰۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

غیر مقلدین کے نزدیک دو رکعت کے بعد کھڑے ہو کر رفع یدین کرنا سنت ہے۔ (فتاوٰی نذیریہ ج ۱ ص ۴۵۱)

۸۷ - بَابُ وَضْعِ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نمازی حالت قیام میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے۔

۷۴۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ' عَنْ مَالِكٍ' عَنْ أَبِي حَازِمٍ' عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُوْنَ أَنْ يَّضَعَ الرَّجُلُ الْيَدَ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى فِي الصَّلٰوةِ. قَالَ أَبُوْ حَازِمٍ لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا يَنْمِيْ ذٰلِكَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ إِسْمَاعِيْلُ يُنْمٰى ذٰلِكَ' وَلَمْ يَقُلْ يَنْمِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابی حازم از سہل بن سعد' انہوں نے بیان کیا کہ لوگوں کو یہ حکم دیا جاتا تھا کہ ایک شخص نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں کلائی پر رکھے' ابوحازم نے کہا کہ سہل نے اس قول کو صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے۔ اسماعیل نے کہا: اس قول کو منسوب کیا جاتا ہے اور یہ نہیں کہا کہ سہل نے اس قول کو منسوب کیا ہے۔

(موطأ امام مالک: ۳۸۵' المعجم الکبیر: ۵۷۷۲' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۸' مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۸۴۹۔ ج ۷ ۳ ص ۴۹۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے چار رجال ہیں اور ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

نماز میں ہاتھ باندھنے کے متعلق مذاہب فقہاء اور فریقین کے دلائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک نماز کی حالت قیام میں ہاتھ باندھنے چاہئیں' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور عام اہل علم کا یہی مذہب ہے' حضرت علی' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کا بھی یہی قول ہے' ابن المنذر نے اس قول کو امام مالک سے بھی نقل کیا ہے' سعید بن جبیر' ابی مجلز' ابی ثور' ابی عبید' ابن جریر' داؤد کا بھی یہی مذہب ہے' حضرت ابوبکر' حضرت عائشہ اور جمہور فقہاء کا یہی قول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۴۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ نماز کی حالت قیام میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا چاہیے' ان میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما ہیں اور یہی ثوری اور فقہاء احناف کا قول ہے' ابن حبیب نے کہا: میں نے مطرف اور ابن ماجشون سے اس کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: فرض اور نفل میں اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور انہوں نے اس قول کو امام مالک سے روایت کیا ہے' اشہب' ابن نافع اور ابن وہب نے بھی اس قول کو امام مالک سے روایت کیا ہے' اور یہی امام شافعی' امام احمد اور اسحٰق کا قول ہے اور یہ باب خشوع سے ہے۔

عطاء نے کہا: جو چاہے اس کو کرے اور جو چاہے اس کو ترک کر دے اور یہ امام اوزاعی کا قول ہے۔

ایک جماعت کا نظریہ ہے کہ نماز کی حالت قیام میں ہاتھ چھوڑ دینے چاہئیں' یہ قول حضرت ابن الزبیر' الحسن البصری اور سعید بن المسیب سے مروی ہے' سعید بن جبیر نے ایک شخص کو ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا' انہوں نے جا کر اس کے ہاتھ کھول دیئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۵۳۔ ۳۹۵۲۔ ۳۹۵۰۔ ۳۹۴۹)

ابن القاسم نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ میں فرض نماز میں ہاتھ باندھنے کو پسند نہیں کرتا اور نوافل میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس میں طویل قیام ہوتا ہے۔

ہاتھ باندھنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ حضرت سہل بن سعد' حضرت ابن مسعود اور حضرت وائل بن حجر نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہاتھ باندھنے کو روایت کیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ سنت ہے۔

ابن القصار نے کہا: جنہوں نے ہاتھ باندھنے کو مکروہ کہا ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ نماز میں عمل ہے اور نمازی اس میں مشغول ہوتا ہے اور بعض اوقات اس میں ریا داخل ہوتا ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعرابی کو نماز کی تعلیم دی اور اس کو ہاتھ باندھنے کا حکم نہیں دیا' اگر یہ کہا جائے کہ ہاتھ باندھنا خشوع کی علامت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ خشوع اللہ کے لیے ہے اور وہ نماز میں اخلاص ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۲۶۔ ۳۲۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر مالکی اندلسی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آثار مختلف نہیں ہیں' صرف حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ ہاتھ چھوڑ

کر نماز پڑھتے تھے' اور اس کے خلاف یہ حدیث ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا سنت ہے' جمہور فقہاء تابعین اور اکثر فقہاء مسلمین جو اہل الرائے اور اہل الاثر سے ہیں ان کا یہی مؤقف ہے' لیکن ابن القاسم نے امام مالک سے یہ روایت کی ہے کہ نماز میں ہاتھ چھوڑنے چاہئیں' امام مالک نے کہا: نماز میں ہاتھ باندھنے کی حدیث کا تعلق صرف نوافل سے ہے کیونکہ ان میں طویل قیام ہوتا ہے' اور ہاتھ باندھنے کو ترک کرنا میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے' ابن القاسم کے علاوہ دوسروں نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ فرض اور نفل دونوں میں ہاتھ باندھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لیث بن سعد نے کہا: ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے' ہاں! اگر نماز میں قیام لمبا ہو اور وہ تھک جائے تو دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام عبد الرزاق نے کہا: میں نے ابن جریج کو دیکھا وہ چادر اور تہبند باندھ کر نماز پڑھ رہے تھے اور انہوں نے ہاتھ چھوڑے ہوئے تھے۔

اوزاعی نے کہا: جو چاہے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھے اور جو چاہے اس کو ترک کردے۔

سفیان ثوری' امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور ان کے اصحاب اور الحسن بن صالح اور امام احمد بن حنبل' ابوثور' داؤد بن علی اور طبری نے کہا ہے کہ فرض اور نفل میں نمازی دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے اور ان سب نے کہا: یہ سنت مسنونہ ہے' امام شافعی نے کہا کہ سینہ کے پاس ہاتھ رکھے اور حضرت علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ انہوں نے سینہ کے پاس ہاتھ رکھے۔

طاؤس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھتے تھے' پھر نماز میں ان کو سینہ پر باندھتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: ۷۵۹' مصنف عبد الرزاق: ۳۳۱۷' المعجم الکبیر: ۱۰۳۵۸)

ثوری' امام ابوحنیفہ اور اسحاق نے کہا ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھے۔ یہ حدیث حضرت علی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

ابو جحیفہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سنت سے یہ ہے کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھا جائے۔

(سنن ابوداؤد: ۷۵۶)

عبد الرحمان بن اسحاق کوفی سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے کہا: نماز میں ناف کے نیچے ہتھیلی سے ہتھیلی کو پکڑا جائے۔

(سنن ابوداؤد: ۷۵۸)

امام احمد بن حنبل نے کہا: ناف کے اوپر ہاتھ باندھے جائیں اور اگر ناف کے نیچے بھی ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

حافظ ابو عمر ابن عبد البر نے کہا: ہم ذکر کر چکے ہیں کہ صحابہ میں سے کسی کا بھی نماز کی حالت قیام میں ہاتھ باندھنے کے متعلق اختلاف نہیں ہے' لیکن حسن بصری اور ابراہیم نخعی ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے تھے اور یہ کوئی خاص اختلاف نہیں ہے' اختلاف اس کو مکروہ کہنے میں ہے' اور کئی دفعہ عالم ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتا ہے تا کہ ہاتھ باندھنے کو واجب نہ سمجھا جائے۔ (تمہید ج ۸ ص ۱۶۲۔ ۱۶۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ) (فتح المالک بتبویب التمہید لابن عبد البر علی موطأ امام مالک ج ۳ ص ۱۹۹۔ ۱۹۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے متعلق احادیث اور آثار

ابو معشر بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم النخعی نماز میں ناف کے نیچے بائیں ہاتھ کے اوپر دایاں ہاتھ رکھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۴۹)

حجاج بن حسان بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابومجلز سے سوال کیا کہ نمازی نماز میں ہاتھ کس طرح رکھے؟ انہوں نے کہا: دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کا اندرونی حصہ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے بیرونی حصہ پر ناف کے نیچے رکھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۴۲)

ابوجحیفہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نماز کی سنت سے یہ ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ کے اوپر ہاتھ رکھا جائے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۴۵' سنن ابوداؤد: ۷۵۶' مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۰)

ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے کے متعلق آثار

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ مغیرہ اور ابراہیم ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۴۹)

عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۵۰)

عبداللہ بن یزید بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن المسیب کو ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا' وہ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۵۲)

سینہ پر ہاتھ باندھنے کے متعلق احادیث اور آثار

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی' آپ نے اپنے سینہ کے اوپر دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رکھا۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۶۴۱)

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھتے' پھر ان کو سینہ پر باندھ لیتے۔ (سنن ابوداؤد: ۷۵۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے الکوثر: ۲ کی تفسیر میں فرمایا: دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر سینہ کے اوپر رکھا جائے۔
(سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۱' نشر السنۃ' ملتان)

سینہ پر اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے میں کون سا طریقہ افضل ہے؟

ایک قول یہ ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے میں زیادہ خشوع ہے کیونکہ اس میں نماز میں نور ایمان کی حفاظت ہے' لہٰذا یہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھ کر شرم گاہ کی طرف اشارہ کرنے سے افضل ہے' ہم کہتے ہیں کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا تعظیم کے زیادہ قریب ہے اور شرم گاہ کو چھپانے اور تہبند کو پھسل کر گرنے سے محفوظ رکھنے کا سبب ہے' اور یہ ایسے ہے جیسے بادشاہوں کے سامنے لوگ ادب کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں اور سینہ پر ہاتھ باندھنے میں عورتوں کے ساتھ تشبہ ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۴۰۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۸۸- بَابُ الْخُشُوْعِ فِی الصَّلٰوةِ — نماز میں خشوع کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَO الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَO (المؤمنون: ۲-۱)

بے شک وہ مؤمن کامیاب ہیںO جو اپنی نماز میں اللہ سے عاجزی کرتے ہیںO

اس سے پہلے باب میں نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے کا ذکر کیا تھا' جو خشوع پر دلالت کرتا ہے اور ادب کا طریقہ ہے اور عبث سے مانع ہے' پس اس باب میں خشوع پر ترغیب کا ذکر کیا۔

۷۴۱- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ' عَنْ اَبِی الزِّنَادِ' عَنِ الْاَعْرَجِ' عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابی الزناد

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِي هَاهُنَا؟ وَاللّٰهِ مَا يَخْفَى عَلَيَّ رُكُوعُكُمْ وَلَا خُشُوعُكُمْ وَإِنِّي لَأَرَاكُمْ وَرَاءَ ظَهْرِي.

از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ میرا قبلہ یہاں ہے؟ اور اللہ کی قسم! مجھ پر تمہارا رکوع مخفی ہے اور نہ تمہارا خشوع (پوشیدہ ہے) اور بے شک میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے بھی ضرور دیکھتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۱۸ کا مطالعہ فرمائیں۔

۷۴۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَقِيمُوا الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ، فَوَاللّٰهِ إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ بَعْدِي وَرُبَّمَا قَالَ مِنْ بَعْدِ ظَهْرِي إِذَا رَكَعْتُمْ وَسَجَدْتُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: رکوع اور سجود کو طمانیت سے ادا کرو، پس اللہ کی قسم! میں تم کو اپنے پیچھے سے دیکھتا ہوں اور بعض اوقات فرمایا: اپنی پشت کے پیچھے سے، جب تم رکوع کرتے ہو اور سجدہ کرتے ہو۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۴۱۸ کا مطالعہ فرمائیں۔

۸۹- بَابُ مَا يَقُولُ بَعْدَ التَّكْبِيرِ — نمازی تکبیر کے بعد کیا کہے

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ نمازی تکبیر افتتاح کے بعد کیا کہے۔

۷۴۳- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا، كَانُوا يَفْتَتِحُونَ الصَّلٰوةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از انس کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نماز کا افتتاح ''الحمد للّٰہ رب العٰلمین'' سے کرتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: ۷۸۲، مسند ابویعلیٰ: ۲۹۸۳، سنن دارمی: ۱۲۴۳، مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۴ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۲۱۳۵۔ ج ۱۹ ص ۱۸۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۴۳، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ، مسند الطحاوی: ۲۳۶)

نماز میں بسم اللہ کو جہراً نہ پڑھنے کی دلیل

اس حدیث میں اس پر واضح دلیل ہے کہ نماز میں بسم اللہ کو جہراً نہیں پڑھا جاتا تھا بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام بسم اللہ کو آہستہ پڑھتے تھے اور یہی فقہاء احناف کا مسلک ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ کا جز نہیں ہے۔

۷۴۴- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْكُتُ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَبَيْنَ الْقِرَاءَةِ إِسْكَاتَةً قَالَ أَحْسِبُهُ قَالَ هُنَيَّةً

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد بن زیاد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمارہ بن القعقاع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوزرعہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ

فَقُلْتُ بِأَبِي وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِسْكَاتُكَ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ، مَا تَقُولُ؟ قَالَ أَقُولُ اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ، كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اَللّٰهُمَّ نَقِّنِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ. (صحیح مسلم:۵۹۸'الرقم المسلسل:۱۳۳۰'سنن نسائی:۸۹۱-۶۰'سنن ابن ماجہ:۸۰۵'سنن ابوداؤد:۷۸۱'کتاب الدعاء:۵۲۱'مصنف ابن ابی شیبہ ج۱۰ص ۲۱۴-۲۱۳'مسند ابویعلیٰ:۶۱۹'صحیح ابن خزیمہ:۱۵۷۹'صحیح ابن حبان:۱۷۷۵'المنتقی:۳۲۰'سنن دارقطنی ج۱ص۳۳۶'سنن بیہقی ج۲ص۱۹۵'مسند احمد ج۲ص۲۳۱ طبع قدیم' مسند احمد:۷۱۶۴-ج۱۲ص۸۱'مؤسسۃ الرسالۃ'بیروت)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ اور قراءت کے درمیان خاموشی کا ایک وقفہ کرتے تھے'ابوزرعہ نے کہا: حضرت ابوہریرہ نے خاموشی کے وقفہ کی جگہ میرا گمان ہے''ھنیۃ'' کہا'یعنی تھوڑا سا' میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں آپ تکبیر اور قراءت کے درمیانی وقفہ میں کیا پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں یہ دعا کرتا ہوں: اے اللہ! میرے اور میری خطاؤں کے درمیان اس طرح دوری کردے'جس طرح تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان دوری کی ہے' اے اللہ! مجھے خطاؤں سے اس طرح پاک کردے جس طرح سفید کپڑا میل سے پاک ہو جاتا ہے' اے اللہ! میری خطاؤں کو پانی سے'برف اور اولوں سے دھودے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل ابوسلمہ المنقری التبوذکی (۲) عبدالواحد بن زیاد العبدی ابوبشر البصری (۳) عمارہ بن القعقاع بن شبرمہ الضبی الکوفی (۴) ابوزرعہ اور وہ عمرو بن جریر البجلی ہیں'ان کے نام میں اختلاف ہے'ایک قول ہے: ان کا نام ھرم ہے'دوسرا قول ہے: ان کا نام عبداللہ ہے اور عبدالرحمان' جریر اور عمرو کے بھی اقوال ہیں (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج۵ص ۴۲۸)

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ اور قراءت کے درمیان اس دعا کو پڑھتے تھے۔

خطاء کا معنی اور خطاؤں سے پاک کرنے کی دعا سے کیا مراد ہے

اس حدیث میں''خطایای'' کا لفظ ہے'یہ''خطیئۃ'' کی جمع ہے''خطاء'' کا معنی ہے: ذنب اور''اثم'' اس سے مراد یہ ہے کہ جب بھی میرا کوئی گناہ مقدر کیا جائے تو میرے اور اس گناہ کے درمیان اتنی دوری کردے جتنی دوری مشرق اور مغرب کے درمیان ہے'ایک تاویل یہ ہے کہ جو خطاء پہلے ہو چکی ہے اس کو معاف فرمادے اور آئندہ کے لیے مجھے خطاء سے بچا' مشرق اور مغرب سے مراد یہ ہے کہ چونکہ مشرق اور مغرب کا ملنا محال ہے' اسی طرح میرا گناہ سے متصف ہونا محال کردے' پانی اور برف سے دھونے سے مراد یہ ہے کہ مجھے کامل طریقہ سے پاک کردے۔

علامہ فضل اللہ بن الحسن التورپشتی المتوفی ۶۶۱ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پاک کرنے والی ان متعدد چیزوں کا ذکر فرمایا' جو آسمان سے نازل ہوتی ہیں تاکہ آپ کو طہارت کاملہ حاصل ہو اور اس کے ضمن میں مغفرت کی ان اقسام کا حصول مراد ہے' جن سے گناہوں سے مغفرت حاصل ہوتی ہے یعنی اپنی مغفرت کی انواع اور اقسام سے خطاؤں کو دھو ڈال' جس طرح حدث اور جنابت پانی سے زائل ہوتی ہے' اسی طرح خطاؤں کو پانی سے زائل فرمادے۔

(کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنۃ ج۱ص ۲۳۳'مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۲۲ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں' آپ کا کوئی گناہ نہیں ہے' صغیرہ نہ کبیرہ' سہواً نہ عمداً' صورۃً نہ حقیقۃً' اور اس جگہ خطاؤں سے مراد بہ ظاہر

خلافِ اولیٰ کام ہیں اور آپ یہ دعا تعلیم امت کے لیے کرتے تھے تاکہ آپ کی امت کے افراد نماز کے شروع میں ہی اپنی مغفرت کی دعا کیا کریں۔

حدیث میں مذکور افتتاح نماز کی دعا بعض اوقات پر محمول ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ اس دعا کو نہیں پڑھا' ورنہ اہل مدینہ اس کو بہ کثرت نقل کرتے اور اس پر عمل کرتے' ہوسکتا ہے آپ نے کسی وقت یہ دعا پڑھی ہو' پھر اس کو ترک کر دیا ہو تاکہ آپ کی امت کے لیے تخفیف اور آسانی ہو۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۴۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نماز کے افتتاح کی وہ دعا جس پر آپ نے دوام کیا

امام بخاری نے جو اس حدیث کو ذکر کیا ہے' اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ نماز شروع کرتے وقت یہ دعا کرنی چاہیے' اور امام ابوحنیفہ اور امام احمد نماز کے شروع میں درج ذیل دعا کے قائل ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو یہ دعا کرتے: "سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالٰى جدك ولا اله غيرك"۔

(سنن ابوداؤد: ۷۷۶' سنن ترمذی: ۲۴۳' سنن ابن ماجہ: ۸۰۶' مسند احمد ج ۶ ص ۲۵۴۔۲۳۰)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت کی ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۷۷۵' سنن ترمذی: ۲۴۲' سنن نسائی: ۸۹۸' سنن ابن ماجہ: ۸۰۴)

یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اور اس کے تمام راوی ثقات ہیں۔ (سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۰۰)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

سلف صالحین نے ان احادیث پر عمل کیا ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کے درمیان اس دعا کے ساتھ نماز کو شروع کرتے تھے' اسود بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمر کی اقتداء میں نماز پڑھی' حضرت عمر نے اللہ اکبر کہنے کے بعد یہ دعا پڑھی: "سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالٰى جدك ولا اله غيرك"۔ امام احمد بن حنبل نے اس دعا کو اختیار کیا ہے اور دوسری دعاؤں کے ساتھ نماز کے افتتاح کو بھی جائز قرار دیا ہے کیونکہ وہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو یہ دعا کرتے: "وجهت وجهي للذي فطر السموات والارض حنيفا وما انا من المشركين' ان صلٰوتي ونسكي ومحياي ومماتي لله رب العٰلمين' لا شريك له وبذلك امرت وانا اول المسلمين' انت الملك لا اله الا انت انت ربي وانا عبدك ظلمت نفسي واعترفت بذنبي فاغفرلي ذنوبي جميعا' لا يغفر الذنوب الا انت واهدني لاحسن الاخلاق لا يهدي لاحسنها الا انت واصرف عني سيئها لا يصرف عني سيئها الا انت لبيك وسعديك والخير كله في يديك والشر ليس اليك' انا بك واليك تباركت ربنا وتعاليت استغفرك واتوب اليك"۔

(صحیح مسلم: ۷۷۱' الرقم المسلسل: ۱۷۸۱' سنن ابوداؤد: ۷۶۰۔ ۷۴۴' سنن ترمذی: ۳۴۲۲' سنن نسائی: ۸۹۳)

دعاء مذکورہ کا ترجمہ: "میں ہر باطل سے جدا ہوتے ہوئے اپنا منہ اس ذات کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمینوں کو

ٹھیک ٹھیک بنایا' اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں' بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور موت اللہ رب العلمین کے لیے ہے' جس کا کوئی شریک نہیں' مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے' اور میں مسلمانوں میں سے ہوں' اے اللہ! تو بادشاہ ہے' تیرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں' تو میرا رب ہے اور میں تیرہ بندہ ہوں' میں نے اپنی جان پر ظلم کیا' میں اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں' میرے تمام گناہوں کو بخش دے' کیونکہ تیرے سوا کوئی اور گناہوں کو بخشنے والا نہیں ہے' مجھے اچھے اخلاق کی ہدایت دے اور اچھے اخلاق کی ہدایت تیرے سوا کوئی نہیں دے سکتا' بُرے اخلاق مجھ سے دور کر دے' اور مجھ سے بُرے اخلاق کو تیرے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں ہے' میں تیری اطاعت کے لیے حاضر اور فرماں بردار ہوں' ہر خیر تیرے دست قدرت میں ہے اور کوئی بُرائی تیری طرف منسوب نہیں' میں تجھ سے مدد طلب کرتا ہوں اور تیری پناہ میں آتا ہوں' تو برکت والا اور بلند ہے' میں تجھ سے معافی چاہتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں''۔

(صحیح مسلم (مترجم): ۱۸۰۹' فرید بک سٹال' لاہور)

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے متعلق بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ تہجد کی نماز کے متعلق ہے اور اس پر عمل کو ترک کر دیا گیا ہے' ہمارے علم کے مطابق کوئی شخص اس دعا سے نماز کو شروع نہیں کرتا' نماز کو صرف پہلی دعا سے شروع کیا جاتا ہے۔ (المغنی ج ۲ ص ۲۳۔۲۲' دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے افتتاح میں ''سبحانك اللهم وبحمدك الخ'' پڑھتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو دعاء افتتاح منقول ہے' وہ ابتداء امر پر یا نفل نماز پر محمول ہے اور سنن نسائی: ۸۹۵ میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفل نماز میں یہ دعا پڑھتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۴۳۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۲۵۵۔ ج ۲ ص ۲۰۵ پر ہے۔ اس کے تحت وہاں دو عنوانات پر بحث کی گئی ہے:
(۱) دعاء استفتاح میں مذاہب اربعہ (۲) عصمت کی تحقیق۔

۹۰ - بَابٌ

۷۴۵ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى صَلٰوةَ الْكُسُوفِ، فَقَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ، ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ، ثُمَّ قَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ، ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ، ثُمَّ رَفَعَ، ثُمَّ سَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُودَ، ثُمَّ رَفَعَ، ثُمَّ سَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُودَ، ثُمَّ قَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ، ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ، ثُمَّ رَفَعَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ، ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ، ثُمَّ رَفَعَ، فَسَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُودَ، ثُمَّ رَفَعَ، ثُمَّ سَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُودَ، ثُمَّ انْصَرَفَ، فَقَالَ قَدْ دَنَتْ مِنِّي الْجَنَّةُ، حَتّٰى لَوِ اجْتَرَأْتُ عَلَيْهَا،

باب

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں نافع بن عمر نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی ملیکہ نے حدیث بیان کی از اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کسوف پڑھی' پھر آپ نے قیام کیا' پس بہت طویل قیام کیا' پھر آپ نے رکوع کیا' پس بہت طویل رکوع کیا' پھر آپ نے قیام کیا' پس بہت طویل قیام کیا' پھر آپ نے رکوع کیا' پس بہت طویل رکوع کیا' پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا' پھر سجدہ کیا' پس بہت طویل سجدہ کیا' پھر سجدہ سے سر اٹھایا' پھر سجدہ کیا' پس بہت طویل سجدہ کیا' پھر آپ نے قیام کیا' پس طویل قیام کیا' پھر آپ نے رکوع کیا' پس بہت طویل رکوع کیا' پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا' پس طویل قیام کیا' پھر آپ نے رکوع کیا'

لَجِئْتُكُمْ بِقِطَافٍ مِّنْ قِطَافِهَا، وَدَنَتْ مِنِّي النَّارُ حَتّٰى قُلْتُ اَيْ رَبِّ، وَاَنَا مَعَهُمْ ؟ فَاِذَا امْرَاَةٌ حَسِبْتُ اَنَّهُ قَالَ تَخْدِشُهَا هِرَّةٌ، قُلْتُ مَا شَاْنُ هٰذِهٖ؟ قَالُوْا حَبَسَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ جُوْعًا، لَا اَطْعَمَتْهَا، وَلَا اَرْسَلَتْهَا تَاْكُلُ قَالَ نَافِعٌ حَسِبْتُ اَنَّهُ قَالَ مِنْ خَشِيْشِ الْاَرْضِ اَوْ خِشَاشٍ. [طرف الحدیث:٢٣٦٤]

(صحیح مسلم:٩٠٧، الرقم المسلسل:٢٠٧٤، سنن ابوداؤد:١١٨٩، سنن نسائی:١٤٩٣، مصنف عبدالرزاق:٤٩٢٥، سنن دارمی:١٥٢٨، صحیح ابن حبان:٢٨٥٣۔٢٨٣٢، سنن بیہقی ج٣ص٣٢١، شرح السنۃ:١١٤٠، مسند احمد ج١ص١٩٨ طبع قدیم، مسند احمد:١١٠٧٢، ج٤ص٤٤٣، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی:٦٩٨٣، مکتبۃ الرشد، ریاض، ١٤٢٦ھ)

پس طویل رکوع کیا، پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا، پس سجدہ کیا، پس طویل سجدہ کیا، پھر آپ نماز سے فارغ ہو کر نمازیوں کی طرف مڑے، پس فرمایا: تحقیق یہ ہے کہ جنت میرے قریب کر دی گئی حتیٰ کہ اگر میں جرأت کرتا تو میں تمہارے پاس جنت کے خوشوں میں سے ایک خوشہ لے آتا اور دوزخ میرے قریب کر دی گئی، حتیٰ کہ میں نے کہا: اے میرے رب! کیا میں ان کے ساتھ ہوں؟ پس اس وقت ایک عورت تھی جس کو ایک بلی نوچ رہی تھی، میں نے کہا: اس کو بلی کیوں نوچ رہی ہے؟ فرشتوں نے کہا: اس نے اس بلی کو باندھ کر رکھا حتیٰ کہ وہ بھوک سے مر گئی، اس عورت نے بلی کو کچھ کھلایا نہ اس کو آزاد کیا کہ وہ کچھ کھا لیتی۔ نافع نے کہا: میرا گمان ہے کہ انہوں نے کہا: وہ زمین کے کوڑے کرکٹ سے کچھ کھا لیتی۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) سعید بن محمد بن الحکم ابن ابی مریم الجمحی (٢) نافع بن عمر بن عبداللہ الجمحی القرشی، یہ اہل مکہ سے تھے، طبری نے ذکر کیا ہے کہ یہ مکہ میں ١٦٩ھ میں فوت ہو گئے تھے (٣) عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی ملیکہ، ابوملیکہ کا نام زہیر بن عبداللہ التیمی ہے، یہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے عہد میں قاضی تھے (۴) حضرت اسماء بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما، ان ہی کو ذات النطاقین کہا جاتا تھا یعنی دو کمر بند والی، یہ حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں، یہ مکہ میں ٧٣ھ میں فوت ہو گئی تھیں، اس وقت ان کی عمر ایک سو سال تھی۔
(عمدۃ القاری ج٥ص٤٣٦)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان سے مناسبت

اس باب کا عنوان ہے: نمازی تکبیر کے بعد کیا کہے، اور اس حدیث میں سورج گہن کی نماز کا ذکر ہے اور بہ ظاہر اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے، لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے اس نماز میں لمبا قیام کیا اور طویل قیام تکبیر تحریمہ پڑھنے، دعاء افتتاح اور قرآن مجید پڑھنے کو مستلزم ہے اور اس اعتبار سے اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت ہو جائے گی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میرے رب! میں ان کے ساتھ ہوں، ہر چند کہ اس میں دعا نہیں لیکن اس میں مناجات ہے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ ہر طرح کے عاجزانہ کلمات سے دعا کرنا جائز ہے اور دعا قرآن مجید کے الفاظ کے ساتھ خاص نہیں اور اس میں بعض حنفیہ کا اختلاف ہے۔ (فتح الباری ج٢ص٣٢٣) میں کہتا ہوں کہ اس میں فقہاء احناف کا اختلاف نہیں ہے، انہوں نے بھی ایسے کلمات کے ساتھ دعا کو جائز کہا ہے۔ علامہ سرخسی نے لکھا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے آخر میں یہ دعا کرتے تھے: "اللهم انی اعوذ بك من المغرم والمأثم ومن فتنة المَحيا والممات" اے اللہ! میں قرض اور گناہ سے اور زندگی اور موت کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ (صحیح البخاری:٨٣٢) (المبسوط ج١ص١٢٤، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

سورج گہن کی نماز کے راویوں کی تعداد

سورج گہن کی نماز چوبیس صحابہ سے مروی ہے: (۱) حضرت اسماء بنت ابی بکر (۲) حضرت ابن عباس (۳) حضرت علی بن ابی طالب (۴) حضرت عائشہ (۵) حضرت عبداللہ بن عمرو (۶) حضرت النعمان بن بشیر (۷) حضرت المغیرہ بن شعبہ (۸) حضرت ابومسعود (۹) حضرت ابوبکرہ (۱۰) حضرت سمرہ بن جندب (۱۱) حضرت ابن عمر (۱۲) حضرت قبیصہ الھلالی (۱۳) حضرت جابر (۱۴) حضرت ابوموسیٰ (۱۵) حضرت عبد الرحمان بن سمرہ (۱۶) حضرت ابی بن کعب (۱۷) حضرت بلال (۱۸) حضرت حذیفہ (۱۹) حضرت محمود بن لبید (۲۰) حضرت ابو الدرداء (۲۱) حضرت ابو ہریرہ (۲۲) حضرت ام سفیان (۲۳) حضرت عقبہ بن عامر (۲۴) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم۔

صلوٰۃ کسوف کا معنی

''کسوف'' کا معنی ہے: سورج کو گہن لگنا اور ''خسوف'' کا معنی ہے: چاند کو گہن لگنا' اور توسعاً ایک کا دوسرے پر اطلاق ہو جاتا ہے' سورج گہن کا معنی ہے: سورج کا نور اور اس کی روشنی چھپ جائے اور یہ اس وقت ہوتا ہے' جب سورج اور زمین کے درمیان چاند حائل ہو جائے' اسی طرح چاند گہن کا معنی ہے: چاند کا نور اور اس کی روشنی چھپ جائے' اور سورج یا چاند کا کچھ حصہ سیاہ پڑ جائے' اگر سورج مکمل سیاہ ہو جائے تو پھر یہ مکمل سورج گہن ہوتا ہے' چند سال پہلے پاکستان میں عصر کے بعد مکمل سورج گہن ہو گیا تھا اور گہرا اندھیرا چھا گیا تھا۔

سورج گہن کی نماز کے ثبوت میں قرآن مجید اور حدیث سے دلائل

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ سورج گہن کی نماز واجب نہیں ہے' تاہم یہ نماز سنت اور مستحب ہے اور اس کے ثبوت میں یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورج گہن کی دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد فرمایا: سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں' ان کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے' پس جب تم یہ گہن دیکھو تو اللہ عزوجل کے ذکر اور اس کی نماز کی پناہ میں آؤ۔ (سنن نسائی: ۱۴۸۲)

قرآن مجید میں ہے:

وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا تَخْوِیْفًاO (بنی اسرائیل: ۵۹) اور ہم صرف ڈر پیدا کرنے کے لیے نشانیاں بھیجتے ہیںO

سورج اور چاند کو گہن لگنا' اللہ کی ان نشانیوں میں سے ہے' جن سے اللہ عزوجل بندوں کو ڈراتا ہے تاکہ وہ گناہوں کو چھوڑ دیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور یہ سوچ کر ڈریں کہ اس دنیا میں سب سے بڑی چیز سورج ہے' جب اللہ تعالیٰ نے اس کو بے نور کر دیا تو وہ ہماری آنکھوں سے بصارت کا نور اور ہمارے دلوں سے ایمان کا نور زائل کرنے پر اس سے زیادہ قادر ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرنا چاہیے اور توبہ اور استغفار کر کے اور عبادت کر کے اس کو راضی کرنا چاہیے۔

سورج گہن کی نماز میں مذاہب ائمہ

امام اعظم ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کے نزدیک سورج گہن کی نماز عام معمول کی نمازوں کی طرح ادا کی جائے گی اور ایک رکعت میں ایک ہی رکوع کیا جائے گا۔ امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور علماء حجاز کے نزدیک سورج گہن کی نماز کی دو رکعت ہیں اور ہر رکعت میں دو رکوع اور دو سجدے ہیں۔ امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ ہر رکعت میں تین رکوع ہیں' ائمہ ثلاثہ نے حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے جس میں ایک رکعت میں دو رکوع کا ذکر کیا ہے یہ حدیث صحاح ستہ میں مذکور ہے۔

فقہاء احناف کے مسلک کے موافق احادیث

ہمارا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں قیام کیا اور لگتا تھا کہ آپ رکوع نہیں کریں گے' پھر آپ نے رکوع کیا اور لگتا تھا کہ آپ رکوع سے سر نہیں اٹھائیں گے' پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا' پس لگتا تھا کہ آپ سجدہ نہیں کریں گے' پھر آپ نے سجدہ کیا' پھر لگتا تھا کہ آپ سجدہ سے سر نہیں اٹھائیں گے' پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا' پھر لگتا تھا کہ آپ (دوسرا) سجدہ نہیں کریں گے' پھر آپ نے سجدہ کیا' پھر لگتا تھا کہ آپ سجدہ سے سر نہیں اٹھائیں گے' پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا' پھر آپ نے اسی کی مثل دوسری رکعت پڑھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ میں ہانپ رہے تھے اور اُف اُف کر رہے تھے' پھر آپ نے فرمایا: اے میرے رب! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا کہ تو میرے ہوتے ہوئے ان کو عذاب نہیں دے گا' کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا کہ جب یہ استغفار کر رہے ہوں گے' تو ان کو عذاب نہیں دے گا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اس نماز میں خوف زدہ ہوئے' پھر سورج منکشف ہو گیا۔

(سنن ابوداؤد: ۱۱۹۴' سنن نسائی: ۱۴۹۲)

نیز ہمارا استدلال اس حدیث سے بھی ہے:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا' آپ خوف زدہ ہوئے اور تہبند کو گھسیٹتے ہوئے نکلے' حتیٰ کہ مسجد میں آئے' پھر آپ ہم کو نماز پڑھاتے رہے حتیٰ کہ سورج منکشف ہو گیا' پھر آپ نے فرمایا: لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ کسی عظیم آدمی کی موت کی وجہ سے سورج کو گہن لگتا ہے' حالانکہ اس طرح نہیں ہے' سورج اور چاند کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے' لیکن یہ اللہ عزوجل کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں' بے شک اللہ عزوجل جب اپنی مخلوق میں سے کسی کے لیے ظاہر ہوتا ہے تو وہ اس کے حکم کے تابع ہوتی ہے' پس جب تم اس کو دیکھو تو اس طرح نماز پڑھو جیسے نئی فرض نماز پڑھتے ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۱۱۹۲' سنن نسائی: ۱۴۸۱' سنن ابن ماجہ: ۱۲۶۲)

اس حدیث سے بھی ہمارا استدلال ہے:

حضرت قبیصہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھبرائے ہوئے اپنے تہبند کو گھسیٹتے ہوئے نکلے اور میں اس دن آپ کے ساتھ مدینہ میں تھا' آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور اس میں بہت طویل قیام کیا' پھر آپ نماز سے فارغ ہو کر نمازیوں کی طرف مڑے اور اس وقت سورج روشن ہو گیا' پھر آپ نے فرمایا: اللہ ان نشانیوں سے ڈراتا ہے' پس جب تم ان نشانیوں کو دیکھو تو اس طرح نماز پڑھو جیسے تم نئی فرض نماز پڑھتے ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۱۱۸۵' سنن نسائی: ۱۴۸۳)

نیز ہمارا استدلال درج ذیل احادیث سے ہے:

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' پس سورج کو گہن لگ گیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے تہبند کو گھسیٹتے ہوئے اٹھے حتیٰ کہ مسجد میں داخل ہو گئے' پھر ہم داخل ہوئے' پس آپ نے ہم کو دو رکعت نماز پڑھائی حتیٰ کہ سورج روشن ہو گیا' پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند کو کسی موت کی وجہ سے گہن نہیں لگتا' پس جب تم ان کو دیکھو تو نماز پڑھو اور دعا کرو حتیٰ کہ تم پر جو گہن لگا ہے وہ کھل جائے۔ (صحیح البخاری: ۱۰۴۰' مسند احمد ج ۵ ص ۳۷' معجم اوسط: ۸۷۲' سنن نسائی: ۱۴۹۸)

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند کو لوگوں میں سے کسی کی موت کی وجہ سے گہن نہیں لگتا لیکن یہ اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں' پس جب تم ان نشانیوں کو دیکھو تو کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔

(صحیح البخاری:۱۰۴۱' صحیح مسلم:۹۱۱' سنن نسائی:۱۴۵۸' سنن ابن ماجہ:۱۲۶۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا تہبند گھسیٹتے ہوئے فرمایا: بے شک سورج اور چاند کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے' لیکن یہ اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں' پس جب تم ان کو دیکھو تو نماز پڑھو۔ (صحیح البخاری:۱۰۴۲' صحیح مسلم:۹۱۴)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا' اس دن آپ کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تھی' لوگوں نے کہا: حضرت ابراہیم کی وفات کی وجہ سے سورج کو گہن لگ گیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے' پس جب تم اس کو دیکھو تو نماز پڑھو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ (صحیح البخاری:۱۰۴۳' صحیح مسلم:۹۱۵' السنن الکبریٰ للنسائی:۱۸۴۳)

ان تمام احادیث میں سورج گہن کی نماز میں دو یا دو سے زائد رکوع کرنے کا ذکر نہیں ہے صرف نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور اس سے متبادر وہی نماز ہے' جو معمول کے مطابق پڑھی جاتی ہے' جس میں صرف ایک رکوع ہوتا ہے۔

سورج گہن کی نماز میں ایک رکعت میں ایک سے زائد رکوع کی روایات مضطرب ہیں

سورج گہن کی جن حدیثوں میں ایک سے زائد رکوع کا ذکر کیا گیا ہے وہ مضطرب ہیں' ان میں ایک رکعت میں دو سے پانچ رکوع تک کا ذکر کیا گیا ہے' ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک رکعت میں دو رکوع کرنے کی حدیث مروی ہے۔

(صحیح مسلم:۹۰۴' سنن ابوداؤد:۱۱۷۹' سنن نسائی:۱۴۷۴)

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی ایک رکعت میں دو رکوع کرنے کی حدیث مروی ہے۔

(صحیح البخاری:۱۰۴۶' صحیح مسلم:۹۰۱' سنن ابوداؤد:۱۱۸۰' سنن نسائی:۱۴۶۸' سنن ابن ماجہ:۱۲۶۳)

اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک رکعت میں دو رکوع کرنے کی حدیث مروی ہے۔

(سنن ابوداؤد:۱۱۸۱' سنن نسائی:۱۴۶۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک رکعت میں تین رکوع کرنے کی حدیث مروی ہے۔

(صحیح مسلم:۹۰۲' سنن ابوداؤد:۱۱۷۷' سنن نسائی:۱۴۶۶)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے بھی ایک رکعت میں تین رکوع کی حدیث مروی ہے۔ (صحیح مسلم:۹۰۴' سنن ابوداؤد:۱۱۷۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک رکعت میں چار رکوع کی حدیث مروی ہے۔

(صحیح مسلم:۹۰۸' سنن ترمذی:۵۶۰' سنن ابوداؤد:۱۱۸۳' سنن نسائی:۱۴۶۴-۱۴۶۳)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ایک رکعت میں پانچ رکوع کی حدیث مروی ہے۔ (سنن ابوداؤد:۱۱۸۲)

یہ تمام احادیث مضطرب ہیں' ان میں ایک رکعت میں ۲'۳'۴ اور ۵ رکوع تک کی روایات ہیں اور مضطرب احادیث سے استدلال نہیں کیا جاتا' اس لیے اصل اور معمول کے مطابق ایک رکعت میں ایک رکوع کی روایت پر عمل کیا جائے گا اور یہی امام ابوحنیفہ

رحمہ اللہ کا مسلک ہے۔

سورج گہن کی نماز کے مسائل

امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ سورج گہن کی نماز کو چپکے چپکے پڑھا جائے گا اور چاند گہن کی نماز کو بلند آواز سے پڑھا جائے گا' سورج گہن کی نماز کو جماعت سے پڑھا جائے گا اور اس کے بعد خطبہ بھی دیا جائے گا' ہمارے اور امام مالک کے نزدیک چاند گہن کی نماز کو جماعت سے نہیں پڑھا جائے گا' ہر شخص انفرادی طور پر نماز پڑھے گا اور دعا کرے گا اور امام شافعی کے نزدیک چاند گہن کی نماز سورج گہن کی نماز کی طرح پڑھی جائے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۴۴۴۔ ۴۴۲ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

عنقریب ''باب صلوٰۃ الکسوف'' آئے گا' نماز کسوف میں ائمہ اربعہ کے مذاہب اور فقہاء احناف کے مذہب کی مؤید احادیث اور ائمہ ثلاثہ کی حدیث کے جوابات ہم نے یہاں ذکر کر دیئے ہیں' مزید تفصیل ان شاء اللہ ہم وہاں بیان کریں گے۔

۹۱ - بَابُ رَفْعِ الْبَصَرِ اِلَى الْاِمَامِ فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں امام کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا

بابِ سابق اور اس باب میں مناسبت یہ ہے کہ نمازی جب تکبیرۃ تحریمہ سے نماز کا افتتاح کر کے دعا افتتاح پڑھتا ہے تو پھر اپنی نماز کی اصلاح کے لیے امام کی طرف دیکھتا ہے۔

وَقَالَتْ عَائِشَةُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلٰوةِ الْكُسُوْفِ فَرَاَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا حِيْنَ رَاَيْتُمُوْنِي تَاَخَّرْتُ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گہن کی نماز میں فرمایا: پس میں نے دیکھا کہ دوزخ کی بعض آگ بعض کو توڑ رہی تھی' جب تم نے مجھے پیچھے ہٹتے ہوئے دیکھا۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری: ۱۲۱۲ میں ہے۔

۷۴٦ - حَدَّثَنَا مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ اَبِي مَعْمَرٍ قَالَ قُلْنَا لِخَبَّابٍ اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ؟ قَالَ نَعَمْ، قُلْنَا بِمَ كُنْتُمْ تَعْرِفُوْنَ ذَاكَ؟ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ.

[اطراف الحدیث: ۷۶۰۔۷۶۱۔۷۷۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از عمارہ بن عمیر از ابی معمر' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نماز میں قراءت کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں' ہم نے کہا: تم کس چیز سے اس کو پہچانتے تھے؟ انہوں نے کہا: آپ کی ڈاڑھی کے ہلنے کی وجہ سے۔

(سنن ابوداؤد: ۸۰۱' سنن ابن ماجہ: ۸۲٦' صحیح ابن خزیمہ: ۵۰٦' مسند الحمیدی: ۱۵٦' صحیح ابن حبان: ۱۸۲٦' المعجم الکبیر: ۳٦۸۴' سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۷' مسند احمد ج ۵ ص ۱۰۹ طبع قدیم' مسند احمد ج ۳۴ ص ۵۳٦ 'موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۵۹۹ 'مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲٦ھ' مسند الطحاوی: ۱۸٦۵)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل المنقری التبوذکی (۲) عبد الواحد بن زیاد (۳) سلیمان الاعمش (۴) عمارہ بن عمیر التیمی بن تیم اللہ الکوفی (۵) ابومعمر عبد اللہ بن سخبرہ الازدی (٦) حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ' ابو عبد اللہ التیمی' زمانہ جاہلیت میں یہ قیدی تھے' ایک خزاعیہ

عورت نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا' یہ سابقین اسلام میں سے تھے' اور ان مسلمانوں میں سے چھٹے تھے جن کو اسلام لانے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا تھا' یہ غزوات میں حاضر ہوتے تھے' ان سے ۳۲' احادیث مروی ہیں' امام بخاری نے ان کی پانچ احادیث روایت کی ہیں' ۳۷ھ میں کوفہ میں فوت ہو گئے تھے' جب حضرت علی رضی اللہ عنہ صفین سے لوٹے تو یہ پہلے شخص تھے' جن کی نمازِ جنازہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۴۴۵)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ کی ڈاڑھی کے ہلنے کی وجہ سے' کیونکہ صحابہ آپ کو نماز میں دیکھتے رہتے تھے حتیٰ کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ڈاڑھی کو ہلتا ہوا دیکھتے تھے۔

نماز میں نمازی کی طرف دیکھنے میں مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ نمازی اپنی نماز میں کس طرف نظر رکھے' امام ابوحنیفہ' امام شافعی' اور اسحاق نے کہا ہے کہ نمازی اپنے سجدہ کی جگہ پر نظر رکھے' ابراہیم نخعی اور ابن سیرین کا بھی یہی قول ہے' امام شافعی نے کہا: یہ خشوع کے زیادہ قریب ہے اور امام مالک نے کہا: نمازی اپنے امام کی طرف دیکھے اور اس پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ حالت قیام میں اپنے سجدہ کی جگہ کو دیکھے اور اس کے دیکھنے کی جگہ کے لیے کوئی حد معین نہیں ہے اور اس باب کی احادیث امام مالک کے لیے حجت ہیں۔

المہلب نے کہا: جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دوزخ پیش کی گئی اور آپ پیچھے ہٹے تو صحابہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نہیں دیکھا' اور نہ انہوں نے آپ کی ڈاڑھی کو ہلتے ہوئے دیکھا اور نہ انہوں نے اس سے آپ کی قراءت پر استدلال کیا' اور نہ اس کو نقل کیا' اور نہ انہوں نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پکڑتے ہوئے دیکھا جب آپ کو جنت دکھائی گئی تھی' اس حدیث کی مثل وہ حدیث ہے جس میں آپ کا یہ ارشاد ہے: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اتباع کی جائے کیونکہ امام کی اتباع اس وقت کی جائے گی جب امام کے جھکنے اور اٹھنے میں اس کی حرکات کا مشاہدہ کیا جائے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۴۳۳)

میں کہتا ہوں کہ المہلب کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ صحابہ نے آپ کی ڈاڑھی کو ہلتے ہوئے نہیں دیکھا اور نہ آپ کو دوزخ دیکھنے کے بعد پیچھے ہٹتے ہوئے دیکھا اور نہ جنت دیکھ کر اپنا ہاتھ بڑھاتے ہوئے دیکھا' اور تمام احادیث اس کے خلاف ہیں۔

المہلب کے علاوہ دوسرے شارحین نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انگور کے خوشے کو اس لیے نہیں پکڑا تھا کہ وہ جنت کا طعام ہے اور جنت کا طعام فنا نہیں ہوتا اور دنیا میں صرف اسی طعام کو کھانا جائز ہے جو فنا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو فنا کے لیے بنایا ہے' اس لیے دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں ہوگی' جس کا تعلق بقا سے ہو۔

ظہر اور عصر کی نمازوں میں قراءت کرنے کے متعلق احادیث

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

جو علماء نماز میں امام کی قراءت کو ناجائز کہتے ہیں' ان کے خلاف دلیل یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ امام مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعت میں جہراً قراءت کرتا ہے اور بعد کی رکعات میں آہستہ قراءت کرتا ہے اور جہر کے ساقط ہونے سے مطلقاً قراءت ساقط نہیں ہوتی تو قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ظہر اور عصر کی نمازوں میں بھی قراءت کی جاتی ہو اور یہی امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔ اس کی تائید حسب ذیل احادیث سے ہوتی ہے۔

ابوعثمان النہدی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ظہر اور عصر کی نمازوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ "ق والقرآن المجید"

پڑھ رہے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج١ ص٣٥٦۔٣٥٣' شرح معانی الآثار:١٢٠٨)

ابورافع اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حکم دیتے تھے یا اس کو پسند کرتے تھے کہ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ الفاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورت ملا کر پڑھی جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج١ ص٣٧٢' شرح معانی الآثار:١٢٠٩)

یزید الفقیر نے بیان کیا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما پہلی دو رکعتوں میں سورۃ الفاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورت ملاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج١ ص٣٦١' شرح معانی الآثار:١٢١٦)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ الفاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورت ملایا کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج١ ص٣٦٢' شرح معانی الآثار:١٢١٧) (شرح معانی الآثار ج١ ص٢٧٢۔٢٧١' قدیمی کتب خانہ کراچی)

٧٤٧ - **حَدَّثَنَا** حَجَّاجٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَنْبَاَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ يَزِيْدَ يَخْطُبُ قَالَ حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ، وَكَانَ غَيْرَ كَذُوْبٍ اَنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا صَلَّوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ، قَامُوْا قِيَامًا، حَتّٰى يَرَوْنَهُ قَدْ سَجَدَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسحاق نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے عبد اللہ بن یزید سے خطبہ میں سنا' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت البراء رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی اور وہ جھوٹے نہیں تھے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے' پس آپ رکوع سے سر اٹھاتے تو وہ سب کھڑے رہتے حتیٰ کہ وہ آپ کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھتے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری:٦٩٠ کا مطالعہ کریں' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: جو نمازی امام کے پیچھے ہے وہ کب سجدہ کرے۔

٧٤٨ - **حَدَّثَنَا** اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى، قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، رَاَيْنَاكَ تَنَاوَلُ شَيْئًا فِيْ مَقَامِكَ، ثُمَّ رَاَيْنَاكَ تَكَعْكَعْتَ قَالَ اِنِّيْ اُرِيْتُ الْجَنَّةَ، فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَا عُنْقُوْدًا، وَلَوْ اَخَذْتُهُ لَاَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا' پس آپ نے نماز پڑھی' صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نے دیکھا کہ آپ اپنی جگہ سے کسی چیز کو پکڑ رہے تھے' پھر ہم نے دیکھا کہ آپ پیچھے ہٹ رہے تھے' آپ نے فرمایا: مجھے جنت دکھائی گئی' پس میں نے جنت کے ایک خوشہ کو پکڑنے کا ارادہ کیا اور اگر میں اس کو پکڑ لیتا تو تم اس کو اس وقت تک کھاتے رہتے' جب تک یہ دنیا قائم رہتی۔

اس حدیث کی تخریج' صحیح البخاری:٤٣١ میں کی جا چکی ہے۔

٧٤٩ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا:

صَلّٰی لَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَقِیَ الْمِنْبَرَ، فَاَشَارَ بِیَدَیْهِ قِبَلَ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ، ثُمَّ قَالَ لَقَدْ رَاَیْتُ الْاٰنَ، مُنْذُ صَلَّیْتُ لَکُمُ الصَّلٰوةَ، اَلْجَنَّةَ وَالنَّارَ، مُمَثَّلَتَیْنِ فِیْ قِبْلَةِ هٰذَا الْجِدَارِ، فَلَمْ اَرَ کَالْیَوْمِ فِی الْخَیْرِ وَالشَّرِّ. ثَلَاثًا.

ہمیں ہلال بن علی نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھائی' پھر آپ منبر پر چڑھے' پھر آپ نے اپنے ہاتھوں سے مسجد کے قبلہ کی طرف اشارہ کیا' پھر آپ نے فرمایا: ابھی جب میں نے تمہیں نماز پڑھائی تھی تو قبلہ کی اس دیوار میں' میں نے جنت اور دوزخ کی مثالیں دیکھیں' آپ نے تین بار فرمایا: میں نے آج کی مثل خیر اور شر کو نہیں دیکھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصل جنت کو دیکھا تھا یا اس کی مثال کو؟

اس سے پہلے صحیح البخاری: ۷۴۵ میں مذکور ہے کہ جنت میرے قریب کردی گئی تھی' حتیٰ کہ اگر میں جراءت کرتا تو میں تمہارے پاس جنت کے خوشوں میں سے ایک خوشہ لے آتا' اور صحیح البخاری: ۷۴۸ میں مذکور ہے: پس میں نے جنت کے ایک خوشہ کو پکڑنے کا ارادہ کیا اور اگر میں اس کو پکڑ لیتا تو تم اس کو اس وقت تک کھاتے رہتے جب تک یہ دنیا قائم رہتی۔ ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ آپ نے بنفسہ جنت کو دیکھا تھا' اور اسی حدیث میں مذکور ہے کہ آپ دوزخ کو دیکھ کر پیچھے ہٹے' اور اس حدیث: ۷۴۹ میں مذکور ہے: میں نے قبلہ کی اس دیوار میں جنت اور دوزخ کی مثالیں دیکھیں' اس سے بعض لوگوں کو یہ وہم ہوا کہ آپ نے جنت اور دوزخ کو نہیں دیکھا تھا بلکہ ان کی مثالوں اور تصویر کو قبلہ کی دیوار میں دیکھا تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ درحقیقت یہ دو واقعات ہیں' ایک واقعہ میں آپ نے خود جنت کو دیکھا اور اس کے خوشوں کو توڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا' ورنہ جنت کی تصویر سے خوشہ توڑنا تو غیر معقول ہے' اسی طرح آپ نے خود دوزخ کو دیکھا اور اگر آپ نے دوزخ نہ دیکھی ہوتی اور صرف اس کی تصویر دیکھی ہوتی تو اس کی تصویر دیکھ کر اس سے پیچھے ہٹنا غیر معقول ہے' ہاں! دوسری مرتبہ آپ کو قبلہ کی دیوار میں جنت اور دوزخ کی تصویر دکھائی گئی تھی۔

سید احمد رضا بجنوری دیو بندی لکھتے ہیں:

حضرت علامہ عثمانی نے فتح الملہم ج ۲ ص ۴۵۶ میں فتح الباری کے حوالے سے علامہ قرطبی کا قول نقل کیا کہ بموجب مذہب اہل سنت جنت و دوزخ اس وقت موجود ہیں اور حق تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک خاص ادراک کی قوت عطا فرمائی تھی جس سے آپ نے ان دونوں کا ادراک حقیقۃً فرمایا ہے۔ (انوار الباری ج ۱۶ ص ۳۴۶' ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا' اس سے مراد جنت کا علم نہیں ہے

علامہ ابو العباس احمد بن عمر قرطبی مالکی متوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ کی حدیث میں آپ کا ارشاد ہے: میں نے اپنی اس نماز میں ہر اس چیز کو دیکھ لیا' جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۹۰۴' الرقم المسلسل: ۲۰۶۷) اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم نہیں ہے بلکہ حقیقت میں آپ کا آنکھوں سے دیکھنا مراد ہے' اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے جنت میں معین اور مخصوص لوگوں کو دیکھا اور جنت کی نعمتوں کو دیکھا اور انگور کے خوشوں کو دیکھا اور ان کو توڑنے کا ارادہ کیا' اور ان چیزوں کو اپنے ظاہر پر باقی رکھنا محال نہیں ہے' خصوصاً اہل سنت کے مذہب پر کیونکہ جنت اور دوزخ پیدا کی جا چکی ہیں اور موجود ہیں' جیسا کہ کتاب اور سنت میں اس پر دلیل ہے' اور یہ اس کی طرف راجح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مخصوص ادراک پیدا کیا ہے' جس سے آپ نے جنت اور دوزخ کا حقیقت میں ادراک کیا' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے

لیے بیت المقدس کا ادراک پیدا کیا تھا اور آپ بیت المقدس کو دیکھ کر مشرکین کو اس کی نشانیاں بتا رہے تھے۔

اور یہ کہنا بھی جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دیوارِ قبلہ کے عرض میں جنت اور دوزخ کی مثال اور تصویر بنادی تھی' جیسے آئینہ میں چیزوں کی مثال اور تصویر دکھائی دیتی ہے۔ صحیح البخاری: ٧٤٩ میں ہے: میں نے قبلہ کی اس دیوار میں جنت اور دوزخ کی مثالیں دیکھیں اور دوسری حدیث میں ہے: ابھی اس دیوار کے عرض میں میرے سامنے جنت اور دوزخ کو پیش کیا گیا' جب میں نماز پڑھا رہا تھا۔ (صحیح البخاری: ٥٤٠) اور شفاف اجسام میں کسی چیز کا دکھائی دینا محال نہیں ہے' جس طرح آئینہ میں ہوتا ہے اور دکھائی دینے کے لیے آئینہ کی طرح شفاف جسم کی شرط عادی ہے عقلی نہیں ہے' خصوصاً نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اور اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ شرط عقلی ہے تو ہو سکتا ہے' یہ امور اس دیوار کے جسم میں موجود ہوں اور ان کا ادراک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہو (اور یہ آپ کا معجزہ ہو)۔

(المفہم ج ٢ ص ٥٥٤۔ ٥٥٣' دار ابن کثیر' بیروت' ١٤٢٠ھ)

صحیح یہ ہے کہ آپ کے جنت اور دوزخ کو دیکھنے کے متعدد واقعات ہیں' جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت اور دوزخ کو متعدد بار دیکھا تھا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ آپ نے اپنی آنکھ سے جنت اور دوزخ کو دیکھا تھا' بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ کے اور جنت و دوزخ کے درمیان جو حجابات ہیں' ان حجابات کو اٹھا دیا گیا تھا' پس آپ نے ان کی حقیقت کو دیکھ لیا تھا اور آپ کے اور جنت و دوزخ کے درمیان جو مسافت ہے' اس مسافت کو لپیٹ دیا گیا تھا حتیٰ کہ آپ کے لیے یہ ممکن ہو گیا تھا کہ آپ جنت کے خوشوں کو پکڑ سکیں' ظاہر حدیث کے اعتبار سے یہ قول بہت مطابقت رکھتا ہے' اور اس کی تائید حضرت اسماء کی اس حدیث سے ہوتی ہے جو (صحیح البخاری: ٧٤٥ میں) گزر چکی ہے' جس میں یہ تصریح ہے کہ جنت میرے قریب کر دی گئی حتیٰ کہ اگر میں جراءت کرتا تو میں تمہارے پاس جنت کے خوشوں میں سے ایک خوشہ لے آتا اور بعض علماء نے اس حدیث کو اس پر محمول کیا ہے کہ قبلہ کی دیوار میں جنت کی مثال بنا دی گئی تھی جیسے آئینہ میں کسی چیز کی صورت دکھائی دیتی ہے' پس آپ نے تمام چیزوں کو قبلہ کی دیوار میں دیکھ لیا اور اس کی تائید حضرت انس کی اس حدیث سے ہوتی ہے: بے شک ابھی اس دیوار کے وسط میں میرے سامنے جنت اور دوزخ کی مثال پیش کی گئی۔ (صحیح البخاری: ٧٤٩۔ ٥٤٠) اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ آئینہ کی مثل کسی چیز میں صورت تب نظر آتی ہے' جب وہ جسم صیقل اور شفاف ہو' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شرط عادی ہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے خلافِ عادت اس دیوار میں جنت اور دوزخ کی صورتیں دکھائی گئی ہوں' لیکن یہ اور قصہ ہے جو ظہر کی نماز میں پیش آتا تھا' اور اس سے کوئی مانع نہیں ہے کہ آپ نے جنت اور دوزخ کو دو بار دیکھا ہو (ایک بار اصل جنت اور دوزخ کو اور دوسری بار ان کی مثالوں کو جیسا کہ ہم نے تحقیق کی ہے۔ سعیدی غفرلہ) بلکہ آپ نے مختلف صورتوں میں متعدد بار جنت اور دوزخ کو دیکھا' اور اس شخص کا قول بہت بعید ہے' جس نے کہا: جنت اور دوزخ کو دیکھنے سے مراد ان کا علم ہے' علامہ قرطبی نے اس کا بہت رد کیا ہے۔ (فتح الباری ج ٢ ص ٥٧٢' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

جنت کے خوشوں کو توڑنے کا ارادہ بدلنے کی وجوہ

نیز حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: اور بے شک میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور میرا ارادہ تھا کہ میں جنت کے پھلوں میں سے کچھ پکڑ لوں تا کہ تم جنت کے پھلوں کو دیکھو' پھر مجھے یہ خیال آیا کہ میں ایسا نہ کروں۔ (صحیح مسلم: ٩٠٤' الرقم المسلسل: ٢٠٦٧)

آپ کے ارادہ بدلنے کی ایک وجہ یہ تھی کہ دنیا کے پھل فانی ہیں اور جنت کے پھل غیر فانی ہیں' دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر صحابہ جنت کے پھلوں کو دیکھ لیتے تو پھر ان کا جنت پر ایمان بالغیب نہ رہتا بلکہ ایمان بالشہادت ہو جاتا' تیسری وجہ یہ ہے کہ جنت اعمال کی جزاء ہے اور جزاء آخرت میں ملتی ہے اور یہ دنیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے: اگر میں جنت کے خوشے کو پکڑ لیتا تو تم اس کو اس وقت تک کھاتے رہتے' جب تک یہ دنیا قائم رہتی۔ (صحیح البخاری: ۷۴۸)

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کا معنی یہ ہو کہ جب تک تم زندہ رہتے' اس کا ذائقہ تمہارے منہ میں باقی رہتا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۳۷۵' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۹۲ - بَابُ رَفْعِ الْبَصَرِ اِلَى السَّمَاءِ فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں نظر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کا کیا حکم ہے؟ اس باب کی حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکروہ ہے' اور خارج نماز میں دعا کرتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھنا جائز ہے' جیسا کہ نماز کا قبلہ کعبہ ہے' اسی طرح دعا کا قبلہ آسمان ہے اور جس طرح نماز میں کعبہ کی طرف دیکھنا جائز ہے' اسی طرح دعا کرتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھنا جائز ہے۔

۷۵۰ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَرُوْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ يَرْفَعُوْنَ اَبْصَارَهُمْ اِلَى السَّمَاءِ فِيْ صَلٰوتِهِمْ؟ فَاشْتَدَّ قَوْلُهُ فِيْ ذٰلِكَ' حَتّٰى قَالَ لَيَنْتَهُنَّ عَنْ ذٰلِكَ' اَوْ لَتُخْطَفَنَّ اَبْصَارُهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عروبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اپنی نمازوں میں آسمان کی طرف اپنی نظریں اٹھاتے ہیں؟ پھر آپ نے اس میں سختی کی حتیٰ کہ آپ نے فرمایا: لوگ اس سے باز آجائیں ورنہ ان کی بصارت چھین لی جائے گی۔

(سنن ابوداؤد: ۹۱۳' سنن نسائی: ۱۱۹۲' سنن ابن ماجہ: ۱۰۴۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۴۰' سنن دارمی: ۱۳۰۲' مسند ابویعلیٰ: ۲۹۱۸' سنن ترمذی: ۳۳۰۱' مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۴۲۶ - ج ۱۹ ص ۴۱۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۶۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اپنی نمازوں میں آسمان کی طرف اپنی نظریں اٹھاتے ہیں۔

نماز میں آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھنے کا مکروہ ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا مکروہ ہے۔ ابن سیرین نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی نماز

میں آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے تھے' حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی:

اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَO (المومنون:٢) جولوگ اپنی نمازوں میں عاجزی کرتے ہیںO

اس آیت کے نزول کے بعد نبی ﷺ نے نماز میں اپنا سر جھکا لیا۔ (المستدرک ج ٢ ص ٣٩٣)

(شرح ابن بطال ج ٢ ص ٣٣٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

خارج از نماز آسمان کی طرف دیکھنے کا حکم اور آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنے کا حکم

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

نماز میں آسمان کی طرف دیکھنا بالاتفاق مکروہ ہے' ابن حزم نے کہا ہے کہ اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے' البتہ خارج از نماز دعا کرتے وقت آسمان کی طرف دیکھنے میں اختلاف ہے' شریح نے دیکھا ایک شخص ہاتھ اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا' انہوں نے کہا: تم اپنی نظر نیچی رکھو' تم اس کو دیکھ سکتے ہو نہ اس کو پا سکتے ہو' اگر تم یہ کہو کہ اگر کوئی شخص نماز میں اپنی آنکھیں بند کر لے تو اس کا کیا حکم ہے؟ امام طحاوی کہتے ہیں: ہمارے اصحاب نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے' امام مالک نے کہا: فرض اور نفل دونوں میں اس میں کوئی حرج نہیں' علامہ نووی شافعی نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ اگر اس میں کوئی ضرر نہ ہو تو پھر یہ مکروہ نہیں ہے کیونکہ اس سے نماز میں خشوع بھی ہے اور آنکھوں کو ادھر ادھر پھیرنے اور ذہن کے بھٹکنے سے روکنا بھی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ نماز شروع کرتے تو صرف اپنی سجدہ گاہ پر نظر رکھتے۔

(عمدۃ القاری ج ٥ ص ٤٥٣۔ ٤٥٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٩٣- بَابُ الْاِلْتِفَاتِ فِي الصَّلٰوةِ — نماز میں التفات کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ نماز میں ادھر اُدھر التفات کرنے کا کیا حکم ہے' بہ ظاہر یہ مکروہ ہے۔

٧٥١- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ قَالَ حَدَّثَنَا اَشْعَثُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاِلْتِفَاتِ فِي الصَّلٰوةِ؟ فَقَالَ هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلٰوةِ الْعَبْدِ. [طرف الحدیث:٣٢٩١]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو الاحوص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اشعث بن سلیم نے حدیث بیان کی از والد خود از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز میں التفات کرنے کے متعلق سوال کیا؟ آپ نے فرمایا: یہ بندہ کی نماز کا ایک حصہ اچک لیتا ہے جو شیطان اچک لیتا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ٩١٠' سنن ترمذی: ٥٩٠' سنن نسائی: ١١٩٥' السنن الکبریٰ: ١١١٩' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٢ ص ٤٠' مسند ابویعلیٰ: ٤٦٣٤' صحیح ابن خزیمہ: ٤٨٤' حلیۃ الاولیاء ج ٩ ص ٣٠' سنن بیہقی ج ٢ ص ٢٨١' شرح السنۃ: ٧٣٢' صحیح ابن حبان: ٢٢٨٧' مسند احمد ج ٦ ص ١٠٥ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٤٧٤٦۔ ج ٤١ ص ٢٦٦' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) مسدد بن مسرہد (٢) ابو الاحوص سلام بن سلیم' حافظ کوفی (٣) اشعث بن سلیم (٤) ان کے والد سلیم بن الاسود الکوفی (٥) مسروق بن الاجدع الھمدانی الکوفی (٦) حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ٥ ص ٤٥٣)

نماز کے حصہ کو شیطان کے اچکنے کا معنی

شیطان کے اچکنے کا معنی یہ ہے کہ جب نمازی نماز میں اِدھر اُدھر التفات کرتا ہے تو اس وقت شیطان کامیاب ہو جاتا ہے اور اس کو عبادت سے دور رکھتا ہے' جس سے بسا اوقات نمازی کو سہو ہو جاتا ہے اور بعض اوقات اس سے کوئی رکن چھوٹ جاتا ہے کیونکہ وہ حضور قلب کے ساتھ نماز کی طرف متوجہ نہیں رہتا اور اس کا ذہن غیر مقصود چیزوں میں مستغرق ہو جاتا ہے' اور جب کہ یہ فعل ناپسندیدہ ہے' اس لیے اس کو شیطان کی طرف منسوب کیا گیا' اسی وجہ سے فقہاء نے کہا ہے کہ نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا مکروہ ہے۔

علامہ شرف الدین محمد بن عبد اللہ الطیبی المتوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو شخص نماز میں اِدھر اُدھر التفات کرتا ہے' اس کی نماز سے خشوع نکل جاتا ہے' اس وجہ سے اس کو شیطان کا اچکنا کہتے ہیں' کیونکہ یہ قبیح اور بُرا کام ہے' یا اس لیے کہ نمازی اس وقت اپنے رب سے مناجات میں مستغرق ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے' اور شیطان اس کی طرف گھات لگائے ہوتا ہے کہ کب اس کو موقع ملے' پس جب نمازی اِدھر اُدھر متوجہ ہوتا ہے تو شیطان اس کو غنیمت جانتا ہے اور اس کی نماز سے اتنا حصہ اچک لیتا ہے یعنی اتنے حصہ میں اس کی نماز میں خشوع نہیں رہتا۔

اچکنے کا معنی یہ ہے کہ جب نمازی دائیں بائیں سینہ موڑے بغیر دیکھتا ہے تو اس وقت اس کی نماز میں خشوع نہیں رہتا' جو نماز میں مطلوب ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے:

اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ○ (المومنون:۲) وہ لوگ جو اپنی نماز میں عاجزی کرتے ہیں ○

اس سے نماز باطل نہیں ہوتی لیکن کامل نہیں ہوتی اور اگر قبلہ سے اس کا سینہ پھر جائے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔

(الکاشف عن حقائق السنن ج ۲ ص ۳۹۹' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۱۳ھ)

نماز میں اِدھر اُدھر التفات کرنے کا حکم

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ابن بزیزہ نے کہا ہے کہ اس کو شیطان کا اچکنا اس لیے کہتے ہیں کہ نماز کے اتنے حصہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ منقطع ہو جاتی ہے' پھر اس پر اجماع ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے' بعض شوافع نے کہا ہے کہ یہ حرام ہے۔

علامہ سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ نے لکھا ہے: جو التفات مکروہ ہے' اس کی تعریف یہ ہے کہ نمازی اپنی گردن کو موڑے حتیٰ کہ وہ سمت قبلہ سے نکل جائے اور وہ اپنے جسم کے بعض حصہ سے قبلہ کی دائیں یا بائیں جانب منحرف ہو جائے' اور اگر وہ اپنے تمام بدن کے ساتھ قبلہ سے منحرف ہو جائے تو پھر اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر اس نے گردن کو موڑے بغیر اپنی آنکھوں کی طرف سے دائیں یا بائیں جانب دیکھا تو یہ مکروہ نہیں ہے۔ (المبسوط ج ۱ ص ۱۱۵۔ ۱۱۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۴۵۵۔ ۴۵۴' ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نماز میں التفات کے متعلق احادیث

حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز میں (کسی طرف) التفات کرنے سے بچو کیونکہ نماز میں التفات کرنا ہلاکت ہے۔ (سنن ترمذی:۵۸۹)

حضرت ابوذر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہمیشہ بندہ کی نماز میں اس کی طرف متوجہ

رہتا ہے جب تک وہ کسی چیز کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور جب وہ کسی چیز کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے توجہ ہٹا لیتا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ٩٠٩، سنن نسائی: ١١٩٥، مسند احمد ج ٥ ص ١٧٢)

حضرت الحارث الاشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے، پس جب تم نماز پڑھو تو (کسی اور طرف) التفات نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے چہرے کو اپنے بندہ کی نماز میں اس کے سامنے رکھتا ہے جب تک وہ کسی اور طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ (سنن ترمذی: ٢٨٦٣)

علامہ سرخسی متوفی ٤٨٣ھ نے امام طحاوی کے حوالے سے لکھا ہے کہ نمازی حالت قیام میں سجدہ کی جگہ پر نظر رکھے اور حالت رکوع میں اپنے قدموں کی پشت پر نظر رکھے اور سجدہ میں اپنی ناک کے نرم گوشوں پر نظر رکھے اور قعدہ میں اپنی گود پر نظر رکھے اور جب پہلا سلام پھیرے تو اپنے دائیں کندھے پر نظر رکھے اور جب دوسرا سلام پھیرے تو بائیں کندھے پر نظر رکھے۔

(المبسوط ج ١ ص ١١٤، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

٧٥٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِيْ خَمِيْصَةٍ لَّهَا اَعْلَامٌ، فَقَالَ شَغَلَتْنِيْ هٰذِهٖ، اِذْهَبُوْا بِهَا اِلٰى اَبِيْ جَهْمٍ، وَاْتُوْنِيْ بِاَنْبِجَانِيَّةٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک نقش و نگار والی چادر میں نماز پڑھی، پھر آپ نے فرمایا: اس چادر کے نقش و نگار نے مجھے اپنی طرف مشغول کر دیا، اس کو ابوجہم کے پاس لے جاؤ اور مجھ کو سادہ چادر لا دو۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٣٧٣ میں گزر چکی ہے، وہاں اس کا عنوان تھا: جب کسی شخص نے نقش و نگار والے کپڑے میں نماز پڑھی اور اس کے نقوش کی طرف التفات کیا اور یہاں اس کا عنوان ہے: نماز میں التفات کرنا، اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

٩٤ - بَابٌ هَلْ يَلْتَفِتُ لِاَمْرٍ يَنْزِلُ بِهٖ، اَوْ يَرٰى شَيْئًا، اَوْ بُصَاقًا فِي الْقِبْلَةِ؟

کیا کسی پیش آمدہ امر کی وجہ سے نماز میں مڑ کر دیکھے؟ کسی چیز یا قبلہ کی جانب بلغم کو دیکھے (تو کیا کرے)

وَقَالَ سَهْلٌ اِلْتَفَتَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، فَرَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور سہل نے کہا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں مڑے تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔

اس تعلیق کی اصل، صحیح البخاری: ٦٨٤ میں ہے، یہ حدیث مفصل شرح کے ساتھ گزر چکی ہے۔

٧٥٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ رَاَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُخَامَةً فِيْ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ، وَهُوَ يُصَلِّيْ بَيْنَ يَدَيِ النَّاسِ، فَحَتَّهَا، ثُمَّ قَالَ حِيْنَ انْصَرَفَ اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا كَانَ فِي الصَّلٰوةِ، فَاِنَّ اللّٰهَ قِبَلَ وَجْهِهٖ، فَلَا يَتَنَخَّمَنَّ اَحَدٌ قِبَلَ وَجْهِهٖ فِي الصَّلٰوةِ. وَرَوَاهُ مُوْسٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد کے قبلہ کی جانب بلغم پڑا ہوا دیکھا، اس وقت آپ لوگوں کے سامنے نماز پڑھ رہے تھے، پس آپ نے اس کو کھرچا، پھر آپ نے لوگوں کی طرف مڑ کر فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں ہو تو اس کے

بْنُ عُقْبَةَ وَابْنُ اَبِیْ رَوَّادٍ عَنْ نَافِعٍ.

چہرے کے سامنے اللہ تعالیٰ ہوتا ہے' پس تم میں سے کوئی شخص نماز میں اپنے چہرے کے سامنے نہ تھوکے' اور اس حدیث کو موسیٰ بن عقبہ اور ابن ابی رواد نے نافع سے روایت کیا ہے۔

نماز میں عمل قلیل کا جواز

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور آپ نے قبلہ کی جانب سے بلغم کو کھرچا' اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ نے نماز پڑھتے ہوئے بلغم کو قبلہ کی جانب سے کھرچا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نماز کی حالت میں قبلہ کی جانب سے بلغم کو کھرچنا کیا ایسا عمل نہیں ہے جس سے نماز فاسد ہو جائے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عمل قلیل ہے جیسا کہ کوئی شخص اپنی چادر میں بلغم کو تھوک کر پھر اس کو چادر میں مل کر لپیٹ لے' اس کی نظیر یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں آئی اور رسول اللہ ﷺ گھر میں نماز پڑھ رہے تھے اور دروازہ بند تھا' پھر آپ چلے حتیٰ کہ آپ نے دروازہ کھول دیا' پھر آپ اپنی جگہ لوٹ گئے' حضرت عائشہ نے بتایا کہ دروازہ قبلہ کی جانب تھا۔

(سنن ترمذی:۶۰۱' سنن ابوداؤد: ۹۲۲' سنن نسائی:۱۲۰۵' مسند احمد ج ۶ ص ۳۱)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ آپ دروازہ کھولنے کے لیے تین قدم سے کم چلے کیونکہ دروازہ آپ کے مصلے کے قریب تھا' اور دروازہ آپ نے ایک ہاتھ سے کھولا' اس لیے کہ تین قدم سے زیادہ نماز میں چلنا اور دونوں ہاتھوں سے دروازہ کھولنا عمل کثیر ہے' اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ اگر نمازی نے دروازہ بند کیا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر اس نے دروازہ کھولا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ عموماً دروازہ کھولنے کے لیے دونوں ہاتھوں کو استعمال کرنا پڑتا ہے اور یہ عمل کثیر ہے اور دروازہ کو بند کرنا اس طرح نہیں ہے' حتیٰ کہ اگر اس نے ایک ہاتھ سے دروازہ کھولا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

یہ حدیث' صحیح البخاری:۴۰۶ میں گزر چکی' اس کی باقی شرح کا مطالعہ وہاں فرمائیں۔

٧٥٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ بَيْنَمَا الْمُسْلِمُوْنَ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ لَمْ يَفْجَاْهُمْ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَشَفَ سِتْرَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَنَظَرَ اِلَيْهِمْ وَهُمْ صُفُوْفٌ فَتَبَسَّمَ يَضْحَكُ وَنَكَصَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَلٰى عَقِبَيْهِ لِيَصِلَ لَهُ الصَّفَّ فَظَنَّ اَنَّهُ يُرِيْدُ الْخُرُوْجَ وَهَمَّ الْمُسْلِمُوْنَ اَنْ يَّفْتَتِنُوْا فِيْ صَلٰوتِهِمْ فَاَشَارَ اِلَيْهِمْ اَتِمُّوْا صَلٰوتَكُمْ. فَاَرْخَى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث بن سعد نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے بیان کیا کہ مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ مسلمان فجر کی نماز پڑھ رہے تھے' تو اچانک رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے سے پردہ اٹھایا اور صحابہ کی طرف دیکھا وہ صفیں باندھے ہوئے تھے' سو آپ ہنستے ہوئے مسکرائے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی ایڑیوں پر پیچھے ہوئے تاکہ وہ صف سے مل جائیں' انہوں نے یہ گمان کیا کہ نبی ﷺ حجرہ سے نکلنے کا ارادہ کر رہے ہیں اور صحابہ

السِّتْرَ، وَتُوُفِّيَ مِنْ اٰخِرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ.

نے یہ ارادہ کیا کہ وہ (خوشی کے غلبہ سے) نماز توڑ دیں گے آپ نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ تم نماز پوری کرو پس آپ نے پردہ گرا دیا اور اس دن کے آخر میں آپ وصال فرما گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦٨٠ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: اہل علم وفضل امامت کے زیادہ حق دار ہیں' اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: کسی پیش آمدہ امر کی وجہ سے نماز میں مڑ کر دیکھنا اور اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جب نبی ﷺ نے حجرہ کا پردہ اٹھایا تو تمام صحابہ نے مڑ کر آپ کی طرف دیکھا۔

٩٥ - بَابُ وُجُوْبِ الْقِرَاءَةِ لِلْإِمَامِ وَالْمَأْمُوْمِ فِي الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ، وَمَا يُجْهَرُ فِيهَا وَمَا يُخَافَتُ

امام اور مقتدیوں کے لیے تمام نمازوں میں قرآن مجید پڑھنے کا وجوب خواہ حضر میں ہوں یا سفر میں اور کن نمازوں میں بلند آواز سے قرآن پڑھا جائے گا اور کن نمازوں میں آہستہ آواز سے

یعنی تمام نمازوں میں قرآن مجید پڑھنا واجب ہے' حضر میں بھی اور سفر میں بھی' خواہ نماز میں بلند آواز سے قرآن مجید پڑھا جائے خواہ آہستہ آواز سے اور خواہ نمازی امام ہو یا مقتدی ہو' امام بخاری نے مقتدی کے قرآن پڑھنے کی قید اپنے مذہب کے موافق لگائی ہے' کیونکہ فقہاء احناف کے نزدیک مقتدی پر قرآن پڑھنا واجب نہیں ہے' امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے' امام بخاری نے تنہا نماز پڑھنے والے کا ذکر نہیں کیا کیونکہ وہ امام کے حکم میں ہے۔

٧٥٥ - حَدَّثَنَا مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ شَكَا اَهْلُ الْكُوْفَةِ سَعْدًا اِلٰى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، فَعَزَلَهُ وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ عَمَّارًا، فَشَكَوْا حَتّٰى ذَكَرُوْا اَنَّهُ لَا يُحْسِنُ يُصَلِّيْ، فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ فَقَالَ يَا اَبَا اِسْحَاقَ، اِنَّ هٰؤُلَاءِ يَزْعُمُوْنَ اَنَّكَ لَا تُحْسِنُ تُصَلِّيْ! قَالَ اَبُوْ اِسْحَاقَ اَمَّا اَنَا، وَاللّٰهِ فَاِنِّيْ كُنْتُ اُصَلِّيْ بِهِمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَخْرِمُ عَنْهَا، اُصَلِّيْ صَلٰوةَ الْعِشَاءِ، فَاَرْكُدُ فِي الْاُوْلَيَيْنِ، وَاُخِفُّ فِي الْاُخْرَيَيْنِ. قَالَ ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ يَا اَبَا اِسْحَاقَ. فَاَرْسَلَ مَعَهُ رَجُلًا اَوْ رِجَالًا، اِلَى الْكُوْفَةِ، فَسَاَلَ عَنْهُ اَهْلَ الْكُوْفَةِ، وَلَمْ يَدَعْ مَسْجِدًا اِلَّا سَاَلَ عَنْهُ، وَيُثْنُوْنَ عَلَيْهِ مَعْرُوْفًا، حَتّٰى دَخَلَ مَسْجِدًا لِبَنِيْ عَبْسٍ، فَقَامَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ، يُقَالُ لَهُ اُسَامَةُ بْنُ قَتَادَةَ، يُكْنٰى اَبَا سَعْدَةَ قَالَ اَمَّا اِذْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الملک بن عمیر نے حدیث بیان کی از جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ اہل کوفہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی شکایت کی' حضرت عمر نے حضرت سعد کو معزول کر دیا اور اہل کوفہ پر حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو عامل بنا دیا' اہل کوفہ نے اپنی شکایت میں یہ ذکر کیا کہ حضرت سعد اچھی طرح نماز نہیں پڑھاتے' حضرت عمر نے ان کو بلوایا' پھر کہا: اے ابواسحاق! یہ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ تم اچھی طرح نماز نہیں پڑھاتے' حضرت ابواسحاق نے کہا: سنیں! اللہ کی قسم! میں ان کو رسول اللہ ﷺ کے طریقہ سے نماز پڑھاتا ہوں' میں اس میں کوئی کمی نہیں کرتا' میں عشاء کی نماز پڑھاتا ہوں' میں پہلی دو رکعتوں میں لمبا قیام کرتا ہوں اور دوسری دو رکعتوں میں تخفیف کرتا ہوں' حضرت عمر نے کہا: اے ابواسحاق! تمہارے متعلق یہی گمان تھا' پھر حضرت عمر نے حضرت سعد کے ساتھ ایک شخص کو یا کئی اشخاص کو کوفہ کی طرف بھیجا' پھر

نَشَدْتَنَا، فَإِنَّ سَعْدًا كَانَ لَا يَسِيرُ بِالسَّرِيَّةِ، وَلَا يَقْسِمُ بِالسَّوِيَّةِ، وَلَا يَعْدِلُ فِي الْقَضِيَّةِ. قَالَ سَعْدٌ أَمَا وَاللّٰهِ لَأَدْعُوَنَّ بِثَلَاثٍ اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ عَبْدُكَ هٰذَا كَاذِبًا، قَامَ رِيَاءً وَسُمْعَةً، فَأَطِلْ عُمْرَهُ، وَأَطِلْ فَقْرَهُ، وَعَرِّضْهُ بِالْفِتَنِ. قَالَ وَكَانَ بَعْدُ إِذَا سُئِلَ يَقُولُ شَيْخٌ كَبِيرٌ مَفْتُونٌ، أَصَابَتْنِي دَعْوَةُ سَعْدٍ. قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ فَأَنَا رَأَيْتُهُ بَعْدُ، قَدْ سَقَطَ حَاجِبَاهُ عَلٰى عَيْنَيْهِ مِنَ الْكِبَرِ، وَإِنَّهُ لَيَتَعَرَّضُ لِلْجَوَارِي فِي الطُّرُقِ يَغْمِزُهُنَّ.

[اطراف الحدیث: ۷۵۸-۷۷۰]

(صحیح مسلم: ۴۵۳، الرقم المسلسل: ۹۹۸، سنن ابوداؤد: ۸۰۳، سنن نسائی: ۱۰۰۳، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۱۷، مصنف عبدالرزاق: ۳۷۰۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۰۲، مسند البزار: ۱۰۶۲، مسند ابویعلیٰ: ۶۹۳، صحیح ابن خزیمہ: ۵۰۸، المعجم الکبیر: ۳۰۸، حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۳۶۱، سنن بیہقی ج ۲ ص ۶۵، تاریخ بغداد ج ۱ ص ۴۵، مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۶ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۵۱۸- ج ۳ ص ۱۰۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حضرت سعد کے متعلق اہل کوفہ سے پوچھا اور ہر مسجد والوں سے حضرت سعد کے متعلق سوال کیا، سب ان کی تعریف اور تحسین کرتے تھے حتیٰ کہ وہ بنو عبس کی ایک مسجد میں گئے تو ان میں سے اسامہ بن قتادہ نام کا ایک شخص کھڑا ہوا، جس کی کنیت ابوسعدہ تھی، اس نے کہا: بہرحال جب تم نے ہمیں قسم دی ہے تو سنو! بے شک حضرت سعد لشکر کے ساتھ نہیں جاتے، اور برابر برابر (مالِ غنیمت) تقسیم نہیں کرتے اور مقدمات میں عدل نہیں کرتے، حضرت سعد نے کہا: سنو! اللہ کی قسم! میں (اس کے خلاف) تین دعائیں کرتا ہوں: اے اللہ! اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے، اور دکھانے اور سنانے کے لیے کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر لمبی کر اور اس کے فقر کو زیادہ کر، اور اس کو فتنوں میں مبتلا کر دے، حضرت جابر بن سمرہ نے کہا: بعد میں جب اس شخص کے متعلق سوال کیا جاتا تھا تو وہ کہتا تھا: میں بہت بوڑھا اور فتنہ میں مبتلا ہوں، مجھے حضرت سعد کی دعا سے فتنہ کا سامنا ہے۔ عبدالملک نے کہا: میں نے بعد میں اس شخص کو دیکھا، بڑھاپے کی وجہ سے اس کی بھویں اس کی آنکھوں پر گر گئی تھیں اور وہ راستے میں لڑکیوں سے چھیڑ خانی کرتا تھا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل المنقری التبوذکی (۲) ابوعوانہ اور ان کا نام الوضاح بن عبد اللہ الیشکری ہے، یہ ربیع الاوّل ۱۷۶ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عبدالملک بن عمیر بن سوید الکوفی، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کی ہیں اور یہ ذوالحجہ ۱۳۶ھ میں فوت ہو گئے تھے اور یہ کوفہ کے قاضی تھے (۴) حضرت جابر بن سمرہ بن جنادہ العامری اسوائی، ان کی کنیت ابوخالدہ یا ابوعبد اللہ ہے، ان کے والد صحابی تھے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ۱۴۶ احادیث روایت کی ہیں، جن میں سے دو حدیثوں پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور امام مسلم ۲۶ حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں، یہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھانجے تھے، ان کی کوفہ میں سکونت تھی اور انہوں نے وہیں گھر بنالیا تھا اور بشر بن مروان کی حکومت میں ان کی وفات ہو گئی تھی، ایک قول یہ ہے کہ یہ مختار کے ایام میں ۶۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، ابی وقاص کا نام مالک بن اھیب ہے، یہ ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں، جن کو جنت کی بشارت دی گئی تھی، مدینہ منورہ سے دس میل دور عقیق میں ان کا محل تھا، وہیں ان کی وفات ہوئی تھی، پھر لوگ ان کے جنازہ کو مدینہ میں لے کر آئے اور ۵۵ھ میں ان کو البقیع میں دفن کیا گیا، عشرہ مبشرہ میں سب سے آخر میں ان کی وفات ہوئی ہے، ان کی عمر میں اختلاف ہے، آخری قول یہ ہے کہ ان کی عمر ۸۳ سال تھی (۶) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (۷) حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، یہ ۳۷ھ میں جنگ صفین میں شہید کیے گئے، اس وقت ان کی عمر ۹۳ سال تھی، حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی (۸) اسامہ بن قتادہ (۹) جس شخص کو حضرت سعد بن ابی وقاص کے ساتھ بھیجا

تھا' ان کا نام محمد بن مسلمہ انصاری تھا' ابن التین نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ عبداللہ بن ارقم کو بھیجا تھا' امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ حضرت عمر نے ان کے ساتھ تین آدمی بھیجے تھے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۷-۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۱ھ)

حضرت سعد بن ابی وقاص نے جو اپنے مخالف کے لیے دعا ضرر کی' اس کی تفصیل

حضرت سعد بن ابی وقاص نے کہا: اے اللہ! اس کی عمر لمبی کر' حضرت سعد کی مراد یہ تھی کہ اس کی عمر بہت لمبی ہو حتیٰ کہ وہ "ارذل العمر" اور "اسفل السافلین" تک پہنچ جائے اور اس کے تمام اعضاء ضعیف ہو جائیں' اور کہا: اس کا فقر لمبا کر یعنی اس کے پاس مال کم ہو اور اس کے عیال اور مصارف زیادہ ہوں اور تیسری دعا یہ کی کہ اس کو فتنوں میں مبتلا کر۔

حضرت سعد نے اس کے لیے یہ تین دعائیں اس لیے کی تھیں کہ اس مخالف یعنی اسامہ بن قتادہ نے حضرت سعد سے تین ایسے فضائل کی نفی کی تھی' جو تمام کمالات اور فضائل کی اصل ہیں' اس نے کہا: یہ لشکر کے ساتھ نہیں جاتے اور اس طرح حضرت سعد سے شجاعت کی نفی کی اور اس نے کہا: یہ برابر برابر تقسیم نہیں کرتے اور اس طرح حضرت سعد سے حکمت کی نفی کی' پھر کہا: یہ مقدمات میں عدل نہیں کرتے اور اس سے حضرت سعد کی عدالت کی نفی کی' ان تین عیوب کے مقابلہ میں حضرت سعد نے اس کے لیے تین دعائے ضرر کیں' حضرت سعد نے دعا کی: اس کی عمر لمبی کر تا کہ اس کے جسم کو ضرر پہنچے اور دعا کی: اس کے فقر کو لمبا کر تا کہ یہ دنیا میں ذلیل و خوار ہو اور یہ فتنوں میں مبتلا ہو تا کہ اس کی آخرت خراب ہو' اس نے حضرت سعد کو جو رسوا کرنے کا ارادہ کیا تھا' اس میں ناکام ہوا اور خود رسوائی اس کا مقدر بن گئی۔

جو شخص مظلوم ہو اس کی دعا قبول ہوتی ہے' حضرت سعد بن ابی وقاص مظلوم تھے' اسامہ بن قتادہ نے ان پر جھوٹے الزام لگائے تھے اور وہ مستجاب الدعوات تھے' حدیث میں ہے:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! جب سعد دعا کرے تو اس کی دعا کو قبول فرمانا۔

(سنن ترمذی: ۳۷۵۱)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث سے امام ابوحنیفہ کا اپنے مؤقف پر استدلال

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا: میں پہلی دو رکعتوں میں لمبی قراءت کرتا ہوں اور آخری دو رکعتوں میں کم قراءت کرتا ہوں۔

حدیث کے اس قطعہ سے ہمارے اصحاب نے امام ابوحنیفہ کے مذہب پر استدلال کیا ہے کہ پہلی دو رکعتوں میں قراءت واجب ہے اور بعد کی دو رکعتوں میں قراءت واجب نہیں ہے۔

صاحب الہدایہ وغیرہ نے کہا ہے: اگر چاہے تو بعد کی دو رکعتوں میں قرآن مجید پڑھے اور اگر چاہے تو تسبیح پڑھے اور اگر چاہے تو خاموش رہے' حضرت علی' حضرت ابن مسعود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے اسی طرح منقول ہے' مگر افضل یہ ہے کہ وہ قرآن پڑھے' ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ نمازی کو قرآن مجید پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ. (المزمل: ۲۰) پس جتنا قرآن تم آسانی سے پڑھ سکتے ہو اس کو پڑھو۔

اور امر تکرار کا تقاضا نہیں کرتا' پس قرآن پڑھنے کے لیے پہلی رکعت متعین ہو گئی اور دوسری رکعت میں ہم نے قرآن مجید کے پڑھنے کو پہلی رکعت سے استدلال کرتے ہوئے واجب کہا ہے کیونکہ یہ دونوں رکعتیں ہر اعتبار سے ایک دوسرے کے متشابہ ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نماز کی پہلی دو رکعت میں قراءت کے وجوب اور دوسری دو رکعت میں قراءت کے استحباب کے متعلق آثار

اس حدیث میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں بعد کی دو رکعت میں تخفیف کرتا ہوں' اس کا معنی ہے: میں ان میں قرآن نہیں پڑھتا' جیسا کہ صحیح البخاری: ۷۷۰ میں اس کی تصریح ہے یا ان میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے یا تسبیح پڑھتے تھے۔

ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھتے اور جتنا قرآن آسانی سے پڑھ سکیں' اور بعد کی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۲۲)

الشعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے شریح کی طرف لکھا کہ پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھی جائے اور آخری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھی جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۲۳)

یحییٰ بن ابی کثیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو الدرداء یہ کہتے تھے کہ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعت میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھو اور آخری دو رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھو اور مغرب کی آخری رکعت میں اور عشاء کی آخری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۲۵)

یزید الفقیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھتے تھے اور بعد کی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۲۸)

محمد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دن کی نمازوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھتی تھیں اور آخری رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھتی تھیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۳۶)

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا: پہلی دو رکعتوں میں قرآن پڑھو اور دوسری دو رکعتوں میں تسبیح پڑھو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۴۲)

حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلی دو رکعت میں قرآن پڑھتے تھے اور بعد کی دو رکعتوں میں تسبیح پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۴۳)

ابن الاسود نے کہا: پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھی جائے اور آخری دو رکعتوں میں تسبیح اور تکبیر کو پڑھا جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۴۶)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو معزول کرنے کی توجیہ اور ظالم کے خلاف دعا کرنے کا جواز

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے خلاف کوئی چیز ثابت نہیں ہوئی تھی' پھر بھی حضرت عمر نے ان کو معزول کر دیا تھا' اس میں یہ دلیل ہے کہ مصلحت کی وجہ سے بے قصور عامل کو بھی معزول کرنا جائز ہے' امام مالک نے کہا کہ حضرت عمر نے حضرت سعد کو معزول کر دیا حالانکہ قیامت تک ان سے زیادہ نیک عامل آنے والا نہیں تھا' حضرت عمر نے فتنہ کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے ایسا کیا تھا' حضرت عمر نے فرمایا: میں نے احتیاط کی وجہ سے ایسا کیا تھا' ایک قول یہ ہے کہ حضرت عمر نے اس لیے ایسا کیا کہ وہ کسی عامل کو چار سال سے زیادہ اس کے منصب پر برقرار نہیں رکھتے تھے۔

ہمارے دور میں معمول یہ ہے کہ جس افسر کے خلاف کوئی ماتحت شکایت کرے' اس کی شکایت اس افسر کے پاس بھیج دی جاتی ہے' جس کے نتیجہ میں وہ افسر اس ماتحت کے خلاف انتقامی کارروائی کرتا ہے' حضرت عمر نے جس افسر کے خلاف شکایت تھی' اس کو

معزول کر کے اس کے خلاف تفتیش اور تحقیق کی تا کہ عدل کے تقاضے پورے ہو جائیں اور یہ نہ کہا جائے کہ اس افسر کے اقتدار کی وجہ سے لوگوں نے اس کے خلاف زبان نہیں کھولی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اسامہ بن قتادہ کے خلاف تین دعاء ہائے ضرر کیں' اس میں یہ دلیل ہے کہ ظالم کے خلاف دعاء ضرر کرنا جائز ہے اور یہ دعاء ضرر اس کو مستلزم نہیں ہے کہ حضرت سعد اس سے معصیت کے وقوع کو طلب کر رہے تھے' اس کے ثبوت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اپنی قوم کے خلاف یہ دعاء ضرر ہے:

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ O (یونس:۸۸)

اے ہمارے رب! ان کے اموال کو نیست و نابود کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے' سو یہ اس وقت تک ایمان نہ لائیں حتیٰ کہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں O

انبیاء علیہم السلام کی دعاء ضرر کی توجیہ

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام تو اپنی قوم کے لیے ہدایت کی دعا کرتے ہیں نہ کہ ان کے خلاف ہلاکت کی دعا کرتے ہیں' پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے خلاف دعاء ضرر کیوں کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب ہر طرح سے قوم کو دعوت اور تبلیغ کر دی جائے اور ان پر حجت تمام کر دی جائے اور قوم پھر بھی ایمان نہ لائے' اور اس کے ایمان لانے کی کوئی امید نہ رہے تو پھر آخری چارہ کار یہ رہ جاتا ہے کہ اس قوم کے معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے اور اس وقت اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق نبی کی زبان سے اس قوم کے خلاف ہلاکت کی دعا جاری ہو جاتی ہے' جس طرح حضرت نوح علیہ السلام نے بھی ساڑھے نو سو سال اپنی قوم کو تبلیغ کی' اس کے باوجود جب معدودے چند لوگوں کے سوا وہ ایمان نہیں لائے تو حضرت نوح علیہ السلام نے ان کے خلاف یہ دعا کی:

وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا O اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا O (نوح:۲۷-۲۶)

اور نوح نے دعا کی: اے میرے رب! تو زمین پر کسی بسنے والے کافر کو نہ چھوڑنا O اگر تو انہیں چھوڑے گا تو یہ ضرور ہٹ دھرم کافروں کو جنم دیں گے O

انبیاء علیہم السلام کی دعاء ضرر کو بددعا کہنے کا عدم جواز

ان آیات کے ترجمہ اور تفسیر میں اردو مترجمین نے بددعا کا لفظ استعمال کیا ہے:

یونس:۸۸ کی تفسیر میں حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

اگر چہ پیغمبر کا کام پیغام حق سنانا ہوتا ہے' بددعا کرنا نہیں ہوتا لیکن جب کسی قوم کی ہدایت کا امکان ہی باقی نہ رہے تو باذن الٰہی وہ بددعا کرتا ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن ج ۲ ص ۳۲۷' ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور' ۱۴۰۲ھ)

شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ لکھتے ہیں:

آپ نے بددعا کی کہ اے خداوندا! ان کے اموال کو تباہ اور ملیامیٹ کر دے۔

(حاشیہ شبیر احمد عثمانی بر ترجمہ شیخ محمود الحسن دیوبندی' ص ۲۸۲' طبع کراچی)

نوح:۲۷-۲۶ کی تفسیر میں غیر مقلد عالم صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں:

یہ بددعا اس وقت کی جب حضرت نوح علیہ السلام ان کے ایمان لانے سے بالکل مایوس ہو گئے۔

(شیخ جونا گڑھی کے ترجمہ پر شیخ صلاح الدین کا حاشیہ ص ۱۶۳۷' شاہ فہد پرنٹنگ کمپلیکس)

سید مودودی نے لکھا ہے: حضرت نوح علیہ السلام کی یہ بددعا کسی بے صبری کی بناء پر نہ تھی' حضرت موسیٰ نے بھی فرعون اور قوم فرعون کے حق میں یہ بددعا کی تھی۔ (تفہیم القرآن ج٦ ص ١٠٤)

ہمارے نزدیک کسی بھی نبی علیہ السلام کا کیا ہوا کوئی بھی کام بد نہیں ہوتا' نبی کا ہر کام نیک اور حسن ہوتا ہے اور اس کا کام امت کے لیے لائق اتباع ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ جو کام بد ہو' اس سے اجتناب واجب ہوتا ہے اور نبی کے کسی بھی کام کو بد کہنا' اس نبی کی ایک گونہ توہین ہے' اس سے احتراز کرنا اور اس پر توبہ کرنا واجب ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' صحیح مسلم: ٩١٩۔ ج١ ص ١٢٤٩ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٧٥٦- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ مَحْمُوْدِ ابْنِ الرَّبِيْعِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَاْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از محمود بن الربیع از حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سورہ فاتحہ کو نہ پڑھے اس کی نماز کامل نہیں ہوتی۔

(صحیح مسلم: ٣٩٤' الرقم المسلسل: ٨٥٠' سنن ابوداؤد: ٨٢٢' سنن ترمذی: ٢٤٧' سنن نسائی: ٩١١' سنن ابن ماجہ: ٨٣٧' مسند الحمیدی: ٣٨٦' مصنف ابن ابی شیبہ ج١ ص ٣٦٠' المنتقی: ١٨٥' صحیح ابن خزیمہ: ٤٨٨' صحیح ابن حبان: ١٧٨٢' سنن دارقطنی ج١ ص ٣٢١-٣٢٢' المستدرک ج١ ص ٢٣٨' سنن بیہقی ج٢ ص ٣٨' مسند احمد ج٥ ص ٣١٤ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٢٦٧٧۔ ج٣٧ ص ٣٥١' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ٢٦٨٨' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٢٦ھ' مسند الطحاوی: ٢٨٧٤)

حدیث مذکور کے رجال

(١) علی بن عبد اللہ بن جعفر المدینی البصری (٢) سفیان بن عیینہ (٣) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (٤) محمود بن الربیع بن سراقہ الخزرجی الانصاری' یہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے داماد تھے' ان کو یاد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر کے کنویں سے ڈول میں پانی لے کر ان کے چہرے پر کلی کی تھی' اس وقت ان کی عمر پانچ سال تھی (٥) حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج٦ ص ١٤)

حدیث مذکور کا باب کے عنوان کے مطابق نہ ہونا

اس حدیث کا عنوان ہے: امام اور مقتدیوں کا سفر اور حضر کی تمام نمازوں میں قرآن پڑھنا خواہ جہری نماز ہو یا سری' اور یہ عنوان اس سے عام ہے کہ امام اور مقتدی سورہ فاتحہ پڑھیں یا کوئی اور سورت پڑھیں' اور چونکہ باب کے عنوان میں سورہ فاتحہ کا ذکر نہیں ہے' اس لیے یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے۔

امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

عبد اللہ بن المبارک' اوزاعی' امام مالک' امام شافعی' امام احمد' اسحاق' ابوثور' داؤد بن علی وغیرہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ تمام نمازوں میں امام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ کو پڑھنا واجب ہے۔

علامہ ابن العربی مالکی نے احکام القرآن میں کہا ہے کہ ہمارے علماء کے اس مسئلہ میں تین اقوال ہیں: (١) ابن القاسم مالکی نے

کہا ہے: جب امام آہستہ قراءت کرے اس وقت اس کے پیچھے قراءت کرے (۴) ابن وہب اور اشہب نے کہا ہے: وہ سورہ فاتحہ نہ پڑھے (۳) محمد بن عبد الحکم نے کہا ہے: امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھے اور اگر وہ نہیں پڑھے گا تب بھی کافی ہے' گویا کہ ان کے نزدیک سورہ فاتحہ پڑھنا مستحب ہے اور میرے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ سرّی نمازوں میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔

(احکام القرآن ج ۱ ص ۸۔۷ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۰۸ھ)

ابوعمرو ابن عبد البر نے تمہید میں کہا ہے کہ اس مسئلہ میں امام مالک کا قول مختلف نہیں ہے کہ جو شخص دو رکعت کی نماز میں سے کسی ایک رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا بھول جائے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور جو شخص تین رکعت نماز یا چار رکعت نماز کی کسی ایک رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا بھول جائے تو اس مسئلہ میں امام مالک کے اقوال مختلف ہیں' ایک قول یہ ہے کہ وہ نماز دہرائے اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ سجدہ سہو کرے تو نماز ہو جائے گی۔

امام شافعی اور امام احمد نے کہا ہے کہ جب تک وہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھے گا اس کی نماز نہیں ہوگی' علامہ ابن قدامہ نے المغنی میں کہا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور عثمان بن ابی العاص اور خوات بن جبیر سے مروی ہے' انہوں نے کہا ہے کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا متعین نہیں ہے' وہ قرآن مجید میں سے کہیں سے بھی ایک آیت پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی۔ (المغنی ج ۲ ص ۳۲ 'دارالحدیث' قاہرہ '۱۴۲۵ھ)

ابن حزم نے محلّٰی میں کہا ہے کہ سورہ فاتحہ کا ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھنا فرض ہے خواہ امام ہو یا مقتدی ہو' اس میں فرض اور نفل برابر ہیں۔ الثوری اور اوزاعی نے ایک روایت میں اور امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف' امام محمد اور امام احمد نے ایک روایت میں کہا ہے اور عبد اللہ بن وہب اور اشہب مالکی نے کہا ہے کہ مقتدی ہرگز قرآن نہ پڑھے' نہ سورہ فاتحہ نہ کسی اور سورت کو' کسی نماز میں اور یہی ابن المسیب اور تابعین کی ایک جماعت کا قول ہے اور فقہاء حجاز اور شام نے کہا ہے کہ جہری نمازوں میں نمازی قراءت نہ کرے اور سرّی نمازوں میں قراءت کرے اور امام شافعی نے اس طرح استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ فاتحہ کے بغیر جنس نماز کی نفی کر دی ہے۔ (المحلّٰی ج ۳ ص ۱۶ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت '۲۰۰۳ء)

امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھنے پر ہمارا قرآن مجید سے استدلال اور فقہاء ثلاثہ کے اعتراضات کے جوابات

علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں: ہمارے اصحاب نے اس آیت سے استدلال کیا ہے:

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ. (المزمل: ۲۰) پس جتنا قرآن تم آسانی کے ساتھ پڑھ سکتے ہو' اس کو پڑھو۔

اللہ تعالیٰ نے مطلقاً آسانی کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کا حکم دیا ہے اور اس کو سورۃ الفاتحہ کے ساتھ مقید کرنا نص قرآن پر زیادتی ہے' اور یہ جائز نہیں ہے کیونکہ یہ قرآن مجید کے عموم کو منسوخ کرتا ہے' پس جس کم سے کم آیت پر قرآن کریم کا اطلاق ہو اس کو پڑھنا فرض ہے کیونکہ قرآن مجید پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے' اور نماز کے علاوہ قرآن مجید پڑھنا فرض نہیں ہے' پس متعین ہو گیا کہ اس آیت میں نماز میں قرآن مجید پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ یہ آیت تہجد کی نماز کے متعلق ہے اور تہجد کی نماز کی فرضیت منسوخ ہو چکی ہے تو اس آیت سے استدلال کیسے صحیح ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس چیز کا رکن ہونا مشروع ہو چکا ہے وہ منسوخ نہیں ہوگا' تہجد کی نماز کا صرف وجوب منسوخ ہوا ہے نہ کہ نماز کے فرائض' اس کی شرائط اور باقی احکام' اس کی دلیل یہ ہے کہ تہجد کی فرضیت کو منسوخ کرنے کے بعد یہ حکم دیا گیا: "فَاقْرَءُوْا

مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ'' (المزمل:٢٠) اور تہجد کی نماز کی فرضیت منسوخ ہونے کے بعد تہجد کا نفل ہونا باقی رہا اور جن فقہاء نے فرض میں سورۃ الفاتحہ کے پڑھنے کو شرط کہا ہے انہوں نے نفل میں بھی سورۃ الفاتحہ کے پڑھنے کو فرض کہا ہے اور جن فقہاء نے اس کو فرض نماز میں شرط نہیں کہا' انہوں نے اس کو نفل نماز میں بھی فرض نہیں کہا اور یہ آیت نفل نماز میں سورۃ الفاتحہ پڑھنے کی نفی کرتی ہے' پس فرض نماز میں بھی اس کے پڑھنے کی نفی ہو جائے گی کیونکہ ان میں فرق کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس آیت میں لفظ ''ما'' مجمل ہے اور حدیث سے اس کی تفصیل اور تعیین ہو گئی ہے اور وہ سورہ فاتحہ کو پڑھنا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ آیت مجمل ہوتی تو بیان سے پہلے اس پر عمل کرنا جائز نہ ہوتا جب کہ ایسا نہیں ہے' درحقیقت اس آیت میں لفظ ''ما'' عام ہے اور ہمارے نزدیک عام کو خاص پر محمول نہیں کیا جاتا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ حدیث مشہور ہے اور علماء امت نے اس کو قبول کیا ہے اور حدیث مشہور سے قرآن مجید پر زیادتی کرنا جائز ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ یہ حدیث مشہور ہے' کیونکہ حدیث مشہور وہ ہوتی ہے جس کو فقہاء تابعین نے قبول کیا ہو اور فقہاء تابعین کا اس مسئلہ میں اختلاف رہا ہے' اور اگر ہم یہ تسلیم کر لیں کہ یہ حدیث مشہور ہے تو حدیث مشہور کے ساتھ قرآن مجید پر زیادتی اس وقت جائز ہوتی ہے جب وہ حدیث محکم ہو اور یہ حدیث محکم نہیں ہے' اس حدیث کا قطعی طور پر یہ معنی نہیں ہے کہ سورۃ الفاتحہ کے بغیر نماز جائز نہیں ہے' کیونکہ اس حدیث کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز کامل نہیں ہوتی جیسا کہ درج ذیل حدیث کا یہ معنی کیا جاتا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے سوا نہیں ہوتی۔

(سنن بیہقی ج ٣ ص ١١١' سنن دارقطنی ج ١ ص ٤٢٠' المستدرک ج ١ ص ٢٤٦' کنز العمال: ٢٠٧٣٧)

اس حدیث کی بھی یہ تاویل کی جاتی ہے کہ مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے بغیر کامل نہیں ہوتی۔

فقہاء احناف نے امام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ نہ پڑھنے پر اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا امام ہو تو امام کی قراءت اس شخص کی قراءت ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ٨٥٠' سنن دارقطنی ج ١ ص ٣٢٥۔ ٣٢٣' شرح معانی الآثار: ١٢٥٩' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ ص ٣٧٦' مجمع الزوائد ج ٢ ص ١١١' کنز العمال: ١٩٦٨٣' سنن بیہقی ج ٢ ص ١٦١)

علامہ عینی کا امام ابوحنیفہ کے دفاع میں امام دارقطنی پر رد کرنا

امام دارقطنی روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق ازرق نے حدیث بیان کی از امام ابوحنیفہ از موسیٰ بن ابی عائشہ از عبد اللہ بن ابی شداد از حضرت جابر رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا امام ہو تو امام کی قراءت اس کی قراءت ہے۔ اس حدیث کو موسیٰ بن ابی عائشہ سے امام ابوحنیفہ اور الحسن بن عمارہ کے سوا اور کسی نے روایت نہیں کیا اور یہ دونوں ضعیف ہیں۔

(سنن دارقطنی ج ١ ص ٦٦٩' دار المعرفۃ' بیروت)

علامہ عینی' امام دارقطنی پر رد کرتے ہیں:

اگر دارقطنی میں ادب ہوتا اور وہ حیا کرتا تو امام اعظم ابوحنیفہ کے متعلق ایسے الفاظ نہ کہتا کیونکہ وہ اہل مشرق اور اہل مغرب کے امام ہیں' یحییٰ بن معین نے کہا: وہ ثقہ مامون ہیں' میں نے کسی سے نہیں سنا کہ اس نے ان کو ضعیف کہا ہو' شعبہ نے کہا: وہ اہل دین میں ثقہ اور صادق ہیں' عبد اللہ بن مبارک اور دیگر ائمہ نے ان کی تحسین کی ہے' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد سے ان کے محامد اور

مناقب منقول ہیں' یہ دار قطنی کا تعصب ہے جو اس نے امام اعظم کو ضعیف کہا ہے' درحقیقت دار قطنی خود ضعیف کہلانے کا مستحق ہے' اس نے اپنی سنن میں ایسی احادیث روایت کی ہیں جن کی اسانید سقیمہ (ضعیفہ)' معلولہ' منکرہ' غریبہ اور موضوعہ ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں کہ حیرت ہے کہ امام دار قطنی' امام شافعی کے مقلد ہیں اور امام شافعی' امام ابوحنیفہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کے پروردہ ہیں۔ (تاریخ بغداد ج ١٣ ص ٣٤٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٧ھ)

کاش! امام دار قطنی' امام اعظم ابوحنیفہ کو ضعیف کہتے وقت کم از کم اپنے امام کے قول کی لاج رکھ لیتے!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت ابوبکر کا نماز میں پوری سورہ فاتحہ نہ پڑھنا

ہمارا استدلال اس حدیث سے بھی ہے' جس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مرضِ وفات میں پڑھائی ہوئی نماز کے متعلق بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وہاں سے قراءت شروع کی' جہاں تک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ قراءت کر چکے تھے۔

(سنن ابن ماجہ: ١٢٣٥' مسند احمد ج ١ ص ٣٥٧' مسند احمد ج ٥ ص ٣٥٨' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوری سورۃ الفاتحہ پڑھی تھی نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے' کیونکہ جہاں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قراءت چھوڑی تھی' وہیں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قراءت کی ابتداء کی تھی' لہٰذا پوری سورۃ الفاتحہ کسی نے بھی نہیں پڑھی تھی' اس سے معلوم ہوا کہ سورۃ الفاتحہ کو نماز میں پڑھنا واجب نہیں ہے۔

امام کے پیچھے قراءت ترک کرنے کے متعلق احادیث' آثار اور فتاویٰ تابعین

امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ الکوفی العبسی المتوفی ٢٣٥ھ اور امام عبد الرزاق بن ہمام المتوفی ٢١١ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نماز پڑھائی' ان کا گمان تھا کہ وہ صبح کی نماز تھی' آپ نے نماز پڑھانے کے بعد فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے قرآن پڑھا ہے؟ ایک شخص نے کہا: جی! میں نے پڑھا ہے' آپ نے فرمایا: میں (دل میں) کہہ رہا تھا: کیا ہوا جو قرآن مجھ سے کھینچ رہا ہے (یعنی میری زبان پر نہیں آ رہا)۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٣٧٧٦' مصنف عبد الرزاق: ٢٧٩٨)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی' پھر سلام پھیرنے کے بعد فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى O" (الاعلیٰ: ١) پڑھی ہے؟ نمازیوں میں سے ایک شخص نے کہا: میں نے پڑھی ہے' آپ نے فرمایا: میں نے جان لیا تھا کہ تم میں سے کسی نے مجھے خلل میں ڈالا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٣٧٧٧' مصنف عبد الرزاق: ٢٨٠١)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیچھے قرآن پڑھا کرتے تھے' تو آپ نے فرمایا: تم میرے قرآن پڑھنے میں خلل ڈالتے ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٣٧٧٨' مصنف عبد الرزاق: ٢٨٠٣۔ ٢٨٠٢)

حضرت عبد اللہ بن شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا امام ہو تو امام کی قراءت اُس شخص کی قراءت ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٣٧٧٩' مصنف عبد الرزاق: ٢٨٠٠)

ابووائل بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: آیا میں امام کے پیچھے قرآن پڑھوں؟ حضرت عبد اللہ نے فرمایا: نماز میں مشغولیت ہے اور تمہاری قراءت کے لیے امام کافی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۸۰ 'مصنف عبدالرزاق:۲۸۰۶)

ابولیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ نے فرمایا: جس شخص نے امام کے پیچھے قرآن پڑھا' اس نے فطرت سے خطاء کی۔(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۸۱'مصنف عبدالرزاق:۲۸۰۴)

ابونجاد نے حضرت سعد سے روایت کیا کہ میری خواہش ہے کہ جو امام کے پیچھے قرآن پڑھے' اس کے منہ میں انگارے ہوں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۸۲)

عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ نے فرمایا: امام کے پیچھے قرآن کو پڑھنا نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۸۳)

نافع اور ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ نے فرمایا: تمہیں امام کا قرآن پڑھنا کافی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۸۴)

اسود نے کہا: اگر میں انگارے چباؤں تو یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں امام کے پیچھے قرآن کو پڑھوں' جب کہ مجھے معلوم ہو کہ امام قرآن پڑھ رہا ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۸۵)

حضرت جابر رضی اللہ نے فرمایا: امام کے پیچھے قرآن نہیں پڑھا جائے گا۔(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۸۶)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ نے فرمایا: امام کے پیچھے قرآن نہیں پڑھا جائے گا' خواہ امام جہراً پڑھے یا سرًا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۸۷)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ نے فرمایا: جس نے امام کے پیچھے قرآن پڑھا' اس کی نماز نہیں ہوئی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۸۸'مصنف عبدالرزاق:۲۸۰۵)

الاسود بن یزید نے کہا: میں یہ چاہتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرآن پڑھے' اس کے منہ میں مٹی بھر دی جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۸۹'مصنف عبدالرزاق:۲۸۱۰)

ابو ہارون نے حضرت ابوسعید رضی اللہ سے امام کے پیچھے قرآن پڑھنے کے متعلق سوال کیا' انہوں نے فرمایا: اس کے لیے امام کافی ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۹۱)

سعید بن جبیر سے سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ امام کے پیچھے قرآن پڑھنا جائز نہیں ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۹۲)

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ ابن المسیب نے کہا: امام کے لیے خاموش رہو۔(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۹۳)

محمد نے کہا: میرے علم کے مطابق امام کے پیچھے قرآن پڑھنا سنت نہیں ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۹۴)

ابراہیم النخعی امام کے پیچھے قرآن پڑھنے کو مکروہ کہتے تھے۔(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۹۵)

ضحاک' امام کے پیچھے قرآن پڑھنے سے منع کرتے تھے۔(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۹۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ کے تمام اصحاب امام کے پیچھے قرآن پڑھنے سے منع کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۹۸'مصنف عبدالرزاق:۲۸۱۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اتباع کی جائے' جب وہ قرآن پڑھے تو تم خاموش رہو۔(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۹۹)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ شخص جس کا امام ہو تو امام کا قرآن پڑھنا' اس کا قرآن پڑھنا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۰۲)

ابو اسحاق شیبانی بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے یہ عہد لیا کہ تم امام کے ساتھ قرآن نہیں پڑھو گے' اور عبد اللہ بن ابی لیلیٰ نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امام کے ساتھ قرآن پڑھنا فطرت میں سے نہیں ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۲۸۰۷)

حضرت عمر نے فرمایا: میری خواہش ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرآن پڑھے' اس کے منہ میں پتھر بھر دو۔ (مصنف عبد الرزاق: ۲۸۰۹)

علقمہ بن قیس نے کہا: میری خواہش ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرآن پڑھے' اس کے منہ میں مٹی بھر دی جائے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۲۸۱۱)

اسود نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرآن پڑھے' اس کے منہ میں انگارے بھر دیئے جائیں۔ (مصنف عبد الرزاق: ۲۸۱۲)

عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام کے پیچھے قرآن پڑھنے سے منع فرمایا اور ہمارے شیوخ نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس نے امام کے پیچھے قرآن پڑھا اس کی نماز نہیں ہوئی' اور حضرت موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے قرآن پڑھنے سے منع کرتے تھے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۲۸۱۳)

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا کہ جو شخص امام کے پیچھے ہو کیا اس کے لیے امام کی قراءت کافی ہے؟ خواہ سرّی نماز ہو یا جہری؟ انہوں نے کہا: ہاں! (مصنف عبد الرزاق: ۲۸۲۱)

ان کثیر احادیث' آثار اور فتاویٰ تابعین سے واضح ہو گیا کہ نماز میں امام کے پیچھے قرآن مجید پڑھنا جائز نہیں ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بعض احادیث اور آثار میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کا بھی حکم ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ جب ایک حدیث میں کسی کام کی اباحت ہو اور دوسری میں ممانعت ہو تو ممانعت کی احادیث کو ترجیح دی جاتی ہے' خصوصاً جب کہ ممانعت کی احادیث میں اس قدر شدید وعید ہو کہ جو شخص امام کے پیچھے قرآن پڑھے' اس کے منہ میں مٹی بھر دو یا پتھر بھر دو یا آگ بھر دو۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۸۷۷۔ ج ۱ ص ۱۱۲۵ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) قراءت خلف الامام میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ (۲) قراءت خلف الامام میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ (۳) قراءت خلف الامام میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ (۴) قراءت خلف الامام میں فقہاء احناف کا نظریہ (۵) سورہ فاتحہ کی عدم فرضیت پر قرآن مجید' احادیث اور آثار صحابہ سے استدلال (۶) امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھنے پر فقہاء احناف کے دلائل اور بحث ونظر (۷) قراءت خلف الامام کی ممانعت کی ایک حدیث پر اعتراض کے جوابات۔

۷۵۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ ابْنُ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن ابی سعید نے حدیث بیان کی از والد خود

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلَّى، فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ، وَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ. فَرَجَعَ فَصَلَّى كَمَا صَلَّى، ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ. ثَلَاثًا، فَقَالَ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، مَا أُحْسِنُ غَيْرَهُ! فَعَلِّمْنِي فَقَالَ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ، ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَعْتَدِلَ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا، وَافْعَلْ ذٰلِكَ فِي صَلٰوتِكَ كُلِّهَا.

[اطراف الحدیث: ۷۹۳-۶۲۵۱-۶۲۵۲-۶۶۶۷]

از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے پھر ایک شخص داخل ہوا' پس اس نے نماز پڑھی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا' پس آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: لوٹ جاؤ' پھر نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی' سو وہ لوٹ گیا' پھر اس نے اس طرح نماز پڑھی جس طرح پہلے نماز پڑھی تھی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا' آپ نے فرمایا: لوٹ جاؤ' پس نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی' یہ تین مرتبہ ہوا' پھر اس شخص نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں اس سے بہتر طریقہ سے نماز نہیں پڑھ سکتا' سو آپ مجھے تعلیم دیجئے' پس آپ نے فرمایا: جب تم نماز کی طرف کھڑے ہو' پس اللہ اکبر کہو' پھر تم جتنا قرآن آسانی کے ساتھ پڑھ سکتے ہو اتنا قرآن پڑھو' پھر تم رکوع کرو حتیٰ کہ تم اطمینان سے رکوع کرو' پھر تم رکوع سے سر اٹھاؤ حتیٰ کہ تم سیدھے کھڑے ہو جاؤ' پھر تم سجدہ کرو حتیٰ کہ تم اطمینان سے سجدہ کرو' پھر تم سجدہ سے سر اٹھاؤ حتیٰ کہ تم اطمینان سے بیٹھ جاؤ اور اپنی پوری نماز میں اسی طرح کرو۔

(صحیح مسلم: ۳۹۷' الرقم المسلسل: ۸۶۰' سنن ابوداؤد: ۸۵۶' سنن ترمذی: ۳۰۳' سنن نسائی: ۸۸۴' سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۰' مسند ابویعلیٰ: ۶۵۷۷' صحیح ابن خزیمہ: ۴۶۱' صحیح ابن حبان: ۱۸۹۰' سنن بیہقی ج ۲ ص ۸۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۸۷' شرح معانی الآثار: ۱۳۵۸' مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۹۶۳۵- ج ۱۵ ص ۴۰۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۰۸۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' مسند الطحاوی: ۶۰۶۷)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن بشار (۲) یحییٰ بن سعید القطان (۳) عبید اللہ بن عمر العمری (۴) سعید المقبری (۵) ان کے والد ابوسعید' ان کا نام کیسان اللیثی الجندعی ہے (۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۳)

اس حدیث کا عنوان ہے: امام اور مقتدیوں کے لیے تمام نمازوں میں قرآن مجید پڑھنے کا وجوب اور اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جب تم نماز کی طرف کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو' پھر تم جتنا قرآن آسانی کے ساتھ پڑھ سکتے ہو' اتنا قرآن پڑھو۔

سلام کا جواب دینے کی اہمیت اور اعرابی کو نماز دہرانے کے حکم کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے اس اعرابی کے سلام کا جواب دیا اور بعد میں اس کو نماز کی تعلیم دی' اس سے معلوم ہوا کہ سلام کا جواب دینا واجب ہے اور جو چیز زیادہ اہم ہو اس کو مقدم کیا جائے۔

آپ نے فرمایا: لوٹ جاؤ! پس نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔

قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے اس حدیث کی شرح میں کہا: جو شخص علم نہ ہونے کی وجہ سے غلط طریقہ سے نماز پڑھے اس کی نماز صحیح نہیں ہوتی۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا معنی یہ ہے کہ اس کی نماز کامل نہیں ہوئی' کیونکہ از القعنبی از سعید المقبری از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نے اس طرح کیا تو تمہاری نماز مکمل ہوگئی۔

(سنن ابوداؤد: ۸۵۶)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعرابی کی پڑھی ہوئی نماز کو نماز فرمایا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی مراد یہ تھی کہ اس کی نماز کامل نہیں ہوئی۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اگر اس اعرابی کی نفس نماز ہوگئی تھی تو آپ نے اس کو دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم کیوں دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا منشاء یہ تھا کہ اس کی نماز کامل طرح سے ہو جائے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رکوع اور سجود کی کم از کم مقدار یہ ہے کہ وہ رکوع کرے تو سیدھا رکوع کرے اور سجدہ کی مقدار یہ ہے کہ وہ اطمینان سے سجدہ کرے اور اس مقدار کے بغیر نماز مکمل نہیں ہوتی اور یہ امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف' امام محمد' امام مالک اور امام شافعی کا مذہب ہے۔ (شرح معانی الآثار ج۱ ص ۳۰۱)

اس حدیث میں آپ نے فرمایا: جب تم نماز کی طرف کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز کو اللہ اکبر سے شروع کرنا فرض ہے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا: پھر تم قرآن پڑھو' اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں قرآن مجید پڑھنا فرض ہے۔

نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے فرض نہ ہونے کی دلیل اور رکوع اور سجود میں طمانیت کے وجوب کی دلیل

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے فرمایا: تم جتنا قرآن آسانی کے ساتھ پڑھ سکتے ہو اتنا قرآن پڑھو' آپ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ نماز میں مطلقاً قرآن پڑھنا فرض ہے کیونکہ یہ تعلیم کا مقام ہے' اگر سورۃ الفاتحہ کا پڑھنا فرض ہوتا تو آپ اس کا بھی ذکر کر دیتے' پس اس حدیث میں یہ واضح دلیل ہے کہ نماز میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں ہے۔

اس حدیث میں آپ نے رکوع اور سجود دونوں میں اطمینان سے رکوع کرنے اور اطمینان سے سجدہ کرنے کا ذکر کیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ رکوع اور سجود دونوں میں طمانیت واجب ہے۔

آخری دو رکعت میں قرآن پڑھنے کے وجوب پر علامہ خطابی کا استدلال

اس حدیث میں آپ نے فرمایا ہے: اپنی تمام نماز میں اس طرح کرو۔

علامہ خطابی نے کہا ہے: آپ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ ہر رکعت میں قرآن پڑھنا فرض ہے' جس طرح ہر رکعت میں رکوع اور سجود فرض ہے' اس کے برخلاف فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ اگر وہ چاہے تو آخری دو رکعت میں قرآن پڑھے اور اگر چاہے تو تسبیح پڑھے اور اگر اس نے کچھ بھی نہیں پڑھا' پھر بھی اس کی نماز ہو جائے گی اور اس کے ثبوت میں انہوں نے از حارث از حضرت علی رضی اللہ عنہ حدیث ذکر کی ہے۔ (ابن ابی شیبہ: ۳۷۴۳) حالانکہ متقدمین اور متاخرین نے الحارث پر جرح کی ہے' شعبی نے حارث پر جھوٹ کی تہمت لگائی ہے اور اگر بالفرض حضرت علی کی یہ روایت صحیح بھی ہو' پھر بھی حجت نہیں ہے کیونکہ صحابہ کی ایک جماعت نے اس مسئلہ میں ان کی مخالفت کی ہے' ان میں حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت ابن مسعود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اتباع کے زیادہ لائق ہے' بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور

کوئی سورت پڑھی جائے اور بعد کی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھی جائے۔ (معالم السنن ج ۱ ص ۱۸۲ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

فرض کی آخری دو رکعت میں قرآن مجید پڑھنے کا واجب نہ ہونا

علامہ عینی حنفی اس کے جواب میں لکھتے ہیں: اگر ہم یہ مان لیں کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ہر رکعت میں قرآن پڑھنا واجب ہے تو دوسری حدیث میں یہ دلیل ہے کہ پہلی دو رکعت کی قراءت ہی بعد کی دو رکعت کی قراءت ہے کیونکہ حضرت جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ جب اہل کوفہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی امامت کی شکایت کی تو حضرت سعد نے کہا:

ارکد فی الاولیین واحذف فی الاخریین. میں پہلی دو رکعتوں میں طویل قراءت کرتا ہوں اور بعد کی دو رکعتوں میں قراءت کو حذف (ترک) کر دیتا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۷۷۰)

اور اگر انہوں نے از حارث از حضرت علی کی روایت پر اعتراض کیا ہے تو امام عبد الرزاق نے از معمر از الزہری از عبید اللہ بن ابی رافع روایت کی ہے کہ حضرت علی ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعت میں سورہ فاتحہ اور دوسری سورت پڑھتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں قرآن نہیں پڑھتے' اور اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۲۶۵۸) اسی طرح علقمہ نے آخری دو رکعت میں ایک حرف بھی نہیں پڑھا ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۲۶۵۹) اور یہ صحیح حدیث علامہ خطابی کے قول کے منافی ہے بلکہ از عبید اللہ از حضرت علی بھی یہ حدیث ثابت ہے' اور علامہ خطابی نے جو کہا ہے کہ متعدد صحابہ سے حضرت علی کے قول کے خلاف ثابت ہے یہ بھی درست نہیں کیونکہ ابھی ہم نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعد بھی بعد کی دو رکعت میں قرآن نہیں پڑھتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۷۷۰) نیز حدیث میں ہے:

حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا: پہلی دو رکعتوں میں قرآن پڑھو اور بعد کی دو رکعتوں میں تسبیح پڑھو۔ (ابن ابی شیبہ: ۳۷۴۲) اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے (عبد الرزاق: ۲۶۶۵) اور ابراہیم نخعی سے بھی مروی ہے (ابن ابی شیبہ: ۳۷۴۵) اور ابن الاسود سے بھی مروی ہے۔ (ابن ابی شیبہ: ۳۷۴۶)

التہذیب میں مذکور ہے: امام ابن جریر طبری نے از حماد از ابراہیم از ابن مسعود روایت کی کہ وہ ظہر اور عصر کی آخری دو رکعت میں بالکل قرآن نہیں پڑھتے تھے اور ہلال بن سنان نے کہا: میں نے حضرت عبد اللہ بن یزید کے پاس نماز پڑھی' میں نے سنا وہ تسبیح پڑھ رہے تھے اور منصور نے از جریر از ابراہیم روایت کی کہ فرض نماز کی آخری دو رکعتوں میں قراءت نہیں ہے' اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرو اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو' اور سفیان ثوری نے کہا: پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھو اور دوسری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھو یا سورہ فاتحہ کے برابر تسبیح پڑھو اور اگر تم صرف تسبیح پڑھو تو وہ میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔

اعرابی کی حدیث میں دیگر واجبات کو ذکر نہ کرنے کی توجیہ

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث میں بعض دوسرے واجبات کو نہیں بیان کیا گیا' مثلاً نیت' قعدہ اخیرہ اور ترتیب ارکان' اسی طرح بعض وہ افعال جن کے وجوب میں اختلاف ہے جیسے تشہد اخیر' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود اور لفظ سلام کے ساتھ نماز کو ختم کرنا' اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ تمام افعال اس اعرابی کو معلوم ہوں' اسی لیے آپ نے ان کو بیان نہیں فرمایا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان اشیاء کا ذکر کیا ہو لیکن راوی نے اختصار کی وجہ سے ان کو چھوڑ دیا ہو۔

اس جگہ یہ سوال بھی کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اعرابی کو تین بار فرمایا: نماز دوبارہ پڑھو' تو آپ نے پہلی بار ہی اس کو نماز کا طریقہ کیوں نہ بتا دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے اس اعرابی نے یہ نہیں کہا تھا: مجھے تعلیم دیجئے' جب اس نے یہ کہا: میں اس سے بہتر طریقہ سے نماز نہیں پڑھ سکتا' سو آپ مجھے تعلیم دیجئے' تب آپ نے اس کو نماز کا طریقہ بتایا کیونکہ طلب کے بعد جو چیز حاصل ہو' وہ یاد

رہتی ہے۔(عمدۃ القاری ج ٦ ص ۳۰-۲۵ ملخصاً دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۸۹۷ - ج ۱ ص ۱۱۲۸ پر ہے وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

٩٦ - بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الظُّهْرِ — ظہر کی نماز میں قرآن پڑھنا

۷۵۸ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ سَعْدٌ كُنْتُ اُصَلِّيْ بِهِمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوتَيِ الْعَشِيِّ لَا اَخْرِمُ عَنْهَا اَرْكُدُ فِي الْاُوْلَيَيْنِ وَاُخِفُّ فِي الْاُخْرَيَيْنِ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ذٰلِكَ الظَّنُّ بِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از عبدالملک بن عمیر از حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اہل کوفہ کو اس طرح نماز پڑھاتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہر یا عصر کی نماز پڑھاتے تھے میں اس میں کوئی کمی نہیں کرتا میں پہلی دو رکعت میں طویل قیام کرتا ہوں اور بعد کی دو رکعت میں تخفیف کرتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تمہارے متعلق یہی گمان ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۷۵۵ کا مطالعہ فرمائیں اس حدیث میں جو فرمایا کہ بعد کی دو رکعت میں تخفیف کرتا ہوں اس کا معنی ہے: میں بعد کی دو رکعت میں قرآن نہیں پڑھتا یا صرف سورہ فاتحہ پڑھتا ہوں یا صرف تسبیح پڑھتا ہوں جیسا کہ ہم صحیح البخاری: ۷۵۵ میں تفصیل سے لکھ چکے ہیں نیز اس کی تائید میں یہ آثار ہیں:

آخری دو رکعت میں قرآن مجید نہ پڑھنے کے متعلق مزید آثار

امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

علقمہ بن قیس بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جہری اور سری نمازوں میں امام کے پیچھے قرآن نہیں پڑھتے تھے پہلی دو رکعت میں اور نہ آخری دو رکعت میں اور جب تنہا نماز پڑھتے تو پہلی دو رکعت میں سورہ فاتحہ اور کوئی اور سورت پڑھتے اور آخری دو رکعت میں بالکل قرآن نہ پڑھتے۔ (موطأ امام محمد ص ۹۸-۹۷ نور محمد اصح المطابع کراچی)

قاضی ابویوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری متوفی ۱۸۲ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے اصحاب پہلی دو رکعت میں سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کچھ قرآن مجید پڑھتے تھے اور آخری دو رکعت میں بالکل قرآن نہیں پڑھتے تھے۔ (کتاب الآثار لابی یوسف: ۱۱۰ دارالکتب العلمیہ بیروت)

۷۵۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ مِنْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَتَيْنِ يُطَوِّلُ فِي الْاُوْلٰى وَيُقَصِّرُ فِي الثَّانِيَةِ وَيُسْمِعُ الْاٰيَةَ اَحْيَانًا وَكَانَ يَقْرَاُ فِي الْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَتَيْنِ وَكَانَ يُطَوِّلُ فِي الْاُوْلٰى وَكَانَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عبداللہ بن ابی قتادہ از والد خود انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ الفاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے پہلی رکعت میں طویل قراءت کرتے تھے اور دوسری رکعت میں کم پڑھتے تھے اور کبھی کبھی ہمیں آیت سناتے تھے اور نماز عصر میں (بھی) سورۃ الفاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے اور آپ پہلی رکعت طویل پڑھتے تھے اور

يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولٰى مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ وَيُقَصِّرُ فِي الثَّانِيَةِ. [اطراف الحدیث: ٧٦٢-٧٧٦-٧٧٨-٧٧٩] نمازِ فجر کی پہلی رکعت بھی طویل پڑھتے تھے اور دوسری رکعت قصیر (مختصر) پڑھتے تھے۔

(صحیح مسلم: ٤٥١' الرقم المسلسل: ٩٩٤' سنن ابوداؤد: ٨٠٠-٧٩٩-٧٩٨' سنن نسائی: ٩٧٨' سنن ابن ماجہ: ٨٢٩' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ ص ٣٥٦-ج ٢ ص ٤٠٣' صحیح ابن حبان: ١٨٥٧' سنن کبریٰ: ١٠٤٨' صحیح ابن خزیمہ: ١٥٨٨' شرح مشکل الآثار: ٤٦٢٣' شرح معانی الآثار: ١١٨٨' مسند احمد ج ٥ ص ٢٩٥ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٢٥٢٠-ج ٣٧ ص ١٩٨' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ١٣٦٢' مکتبۃ الرشد' ریاض' مسند الطحاوی: ٧٤٣٧)

حدیث مذکور کے رجال

(١) ابونعیم الفضل بن دکین (٢) شیبان بن عبد الرحمان (٣) یحییٰ بن ابی کثیر (٤) عبداللہ بن ابی قتادہ (٥) ان کے والد ابوقتادہ الحارث بن ربعی۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٣١)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ الفاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے۔

نماز کی آخری دو رکعتوں میں پہلی دو رکعتوں کی نصف قراءت پڑھنے کے متعلق احادیث

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المتوفی ٣٢١ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہر کی پہلی رکعت میں دوسری رکعت کی بہ نسبت زیادہ قراءت کرتے تھے' اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام محمد بن الحسن کا مذہب اس حدیث کے موافق ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کا مذہب یہ ہے کہ ظہر کی پہلی دونوں رکعتوں میں قراءت برابر ہونی چاہیے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ فجر کی پہلی رکعت میں دوسری رکعت سے زیادہ قراءت ہونی چاہیے' پھر ہم نے اس مسئلہ میں حسب ذیل احادیث دیکھیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں قیام کرتے تھے اور ہر رکعت میں تیس آیات پڑھنے کی مقدار کے برابر قیام کرتے تھے' اور آخری دو رکعتوں میں اس مقدار کی نصف کے برابر قیام کرتے تھے' اور عصر کی پہلی دو رکعت میں پندرہ آیات پڑھنے کی مقدار کے برابر قیام کرتے تھے' اور آخری دو رکعت میں اس مقدار کی نصف کے برابر قیام کرتے تھے۔ (صحیح مسلم: ٤٥٢' شرح السنۃ: ٥٩٣' سنن دارمی: ١٢٨٨' صحیح ابن حبان: ١٨٢٥' شرح مشکل الآثار: ٤٦٢٥)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں کے قیام میں برابر برابر قرآن مجید پڑھتے تھے اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح نماز پڑھتے تھے:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہا: اہل کوفہ نے آپ کی ہر چیز میں شکایت کی ہے حتیٰ کہ نماز میں بھی' حضرت سعد نے کہا: میں پہلی دو رکعتوں میں طول دیتا ہوں اور آخری دو رکعتوں میں قرآن پڑھنے کو حذف (ترک) کر دیتا ہوں اور جس چیز میں' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء کی ہے اس کو ترک نہیں کرتا' حضرت عمر نے کہا: آپ کے ساتھ یہی گمان ہے۔ (مسند ابوداؤد الطیالسی: ٢١٦' مسند احمد: ١٥١٠' صحیح البخاری: ٧٧٠' مسند ابویعلیٰ: ٦٩٢' شرح السنۃ: ٦١٣' سنن بیہقی ج ٢ ص ٦٥' صحیح مسلم: ٤٥٣' شرح مشکل الآثار: ٤٦٢٩)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت سعد نے حضرت عمر کو یہ خبر دی کہ وہ نماز کی پہلی دو رکعتوں میں طویل قراءت کرتے ہیں اور

بعد کی دو رکعتوں میں قراءت کو حذف کر دیتے ہیں اور حضرت عمر نے اس طریقہ پر ان کی تعریف کی۔

(شرح مشکل الآثار ج ۱۲ ص ۵۰۔۴۱ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت '۱۴۲۷ھ)

نماز کی آخری دو رکعتوں میں قرآن نہ پڑھنے کے متعلق احادیث

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

نماز کی آخری دو رکعتوں کی قراءت میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ' ثوری اور ان کے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ نمازی کو اختیار ہے کہ ان رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھے' تسبیح پڑھے یا کچھ بھی نہ پڑھے' اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام عبدالرزاق بن ہمام نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن ابی رافع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی سورت پڑھتے تھے اور دوسری دو رکعتوں میں بالکل قرآن نہیں پڑھتے تھے۔ الزہری نے کہا: حضرت جابر رضی اللہ عنہ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی سورت پڑھتے تھے اور دوسری رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھتے تھے' الزہری نے کہا: نمازی اپنے امام کی اقتداء کرتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۲۶۵۸' شرح معانی الآثار: ج ۱ ص ۵۲ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آخری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھتی تھیں اور فرماتی تھیں: ان دو رکعتوں میں دعا ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۲۶۶۵' شرح مشکل الآثار ج ۱ ص ۵۳)

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا یہ مذہب ہے کہ نماز کی آخری دو رکعتوں میں قرآن پڑھنا تسبیح پڑھنے سے زیادہ مستحب ہے۔ (شرح مشکل الآثار ج ۱۲ ص ۵۸۔۵۱ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۷ھ)

اس کا خلاصہ کہ نماز کی آخری دو رکعتوں میں کیا پڑھا جائے

آخری دو رکعتوں کے متعلق آثار مختلف ہیں' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آخری دو رکعتوں میں پہلی دو رکعتوں کی نصف قراءت ہوتی تھی اور امام محمد بن حسن شیبانی کا یہی مذہب ہے اور حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت علی سے منقول ہے کہ وہ نماز کی آخری دو رکعتوں میں قرآن بالکل نہیں پڑھتے تھے' تسبیح پڑھتے یا سورہ فاتحہ بہ طور دعا پڑھتے تھے اور یہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کا مذہب ہے اور حضرت ابن مسعود' حضرت عمر اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ وہ نماز کی آخری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھتے تھے اور ائمہ ثلاثہ کا یہی مذہب ہے۔

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۹۱۵۔ ج ۱ ص ۱۲۴۷ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۷۶۰ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِیْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِیْ عُمَارَۃُ' عَنْ اَبِیْ مَعْمَرٍ قَالَ سَاَلْنَا خَبَّابًا اَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقْرَاُ فِی الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ؟ قَالَ نَعَمْ' قُلْنَا بِاَیِّ شَیْءٍ کُنْتُمْ تَعْرِفُوْنَ؟ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْیَتِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمارہ نے حدیث بیان کی از ابی معمر' انہوں نے کہا: ہم نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر میں قرآن پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! ہم نے کہا: آپ اس کو کیسے پہچانتے تھے؟ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی ہلنے کی

وجہ سے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۴۶ میں گزر چکی ہے۔

۹۷ - بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْعَصْرِ

عصر کی نماز میں قرآن پڑھنا

۷۶۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ قَالَ قُلْتُ لِخَبَّابِ بْنِ الْأَرَتِّ أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ قُلْتُ بِأَيِّ شَيْءٍ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ قِرَاءَتَهُ؟ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از عمارہ بن عمیر از ابی معمر' انہوں نے کہا: میں نے حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر میں قرآن پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں! میں نے پوچھا: آپ کو کس طرح معلوم ہوتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پڑھ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: آپ کی ڈاڑھی کے ہلنے سے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۷۴۶ میں مطالعہ کریں۔

۷۶۲ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَسُورَةٍ سُورَةٍ، وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں المکی بن ابراہیم نے یہ حدیث بیان کی از ہشام از یحییٰ بن ابی کثیر از عبداللہ بن ابی قتادہ از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور کوئی اور سورت پڑھتے تھے اور کبھی کبھی ہمیں سناتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۵۹ میں گزر چکی ہے۔

۹۸ - بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْمَغْرِبِ

مغرب کی نماز میں قرآن پڑھنا

۷۶۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ إِنَّ أُمَّ الْفَضْلِ سَمِعَتْهُ، وَهُوَ يَقْرَأُ ﴿وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا﴾ (المرسلات:۱) فَقَالَتْ يَا بُنَيَّ، وَاللَّهِ لَقَدْ ذَكَّرْتَنِي بِقِرَاءَةِ تِلْكَ هٰذِهِ السُّورَةَ، إِنَّهَا لَآخِرُ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهَا فِي الْمَغْرِبِ.

[طرف الحدیث: ۴۴۲۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ از حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا نے ان سے سنا' جب کہ وہ ''والمرسلات عرفا'' (المرسلات:۱) پڑھ رہے تھے' انہوں نے کہا: اے میرے بیٹے! اللہ کی قسم! تم نے اپنی اس سورت کی قراءت سے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی اس آخری سورت کی قراءت کی یاد دلا دی' آپ اس سورت کو مغرب کی نماز میں پڑھا کرتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۴۶۲' الرقم المسلسل: ۱۰۱۵' سنن ابوداؤد: ۸۱۰' سنن ترمذی: ۳۰۸' سنن نسائی: ۹۸۶' سنن ابن ماجہ: ۸۳۱' السنن الکبریٰ: ۱۱۶۴۱' المعجم الکبیر: ۲۵-ج ۲۵' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۴۹' مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۸۷۱-ج ۴۴ ص ۴۴۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مغرب کی نماز میں سورہ المرسلٰت کو پڑھا کرتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پڑھی ہوئی آخری نماز کا مصداق

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ متوفی ٢٧٩ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے' اس وقت آپ نے اپنے مرض کی وجہ سے اپنے سر پر پٹی باندھی ہوئی تھی' آپ نے مغرب کی نماز پڑھی اور اس میں آپ نے سورۃ المرسلٰت پڑھی' اس کے بعد آپ نے کوئی نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ آپ اللہ عزوجل سے واصل ہو گئے۔ (سنن ترمذی:٣٠٨' سنن نسائی:٩٨٥' صحیح البخاری:٤٤٢٩)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی میں جو آخری نماز پڑھی وہ مغرب کی نماز تھی اور اس کے معارض یہ حدیث ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرضِ وفات میں جو آخری نماز پڑھی وہ ظہر کی نماز تھی۔

(صحیح البخاری:٦٨٧)

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ام الفضل نے جو روایت کی ہے کہ آپ نے زندگی میں آخر میں جو نماز پڑھی' وہ مغرب کی نماز تھی' یہ وہ نماز ہے جو آپ نے گھر میں پڑھی تھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو بتایا ہے کہ آپ کی آخری نماز ظہر کی نماز تھی' یہ وہ نماز تھی جو آپ نے مسجد میں پڑھی تھی۔

٧٦٤ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ' عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ' عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَيْكَةَ' عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ' عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ قَالَ لِیْ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ مَا لَكَ تَقْرَاُ فِی الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفَصَّلِ' وَقَدْ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ بِطُوْلَى الطُّوْلَيَيْنِ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج از ابن ابی ملیکہ از عروہ بن الزبیر از مروان بن الحکم' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا وجہ ہے کہ آپ مغرب میں قصار مفصل (چھوٹی چھوٹی سورتیں) پڑھتے ہیں' حالانکہ میں نے سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑی سے بڑی سورتیں بھی (نماز مغرب میں) پڑھتے تھے۔

(سنن ابوداؤد:٨١٢' سنن نسائی:٩٨٩' صحیح ابن خزیمہ:٥١٥' المعجم الکبیر:٤٨١٢' مسند احمد ج ٥ ص ١٨٨ طبع قدیم' مسند احمد:٢١٦٤١۔ج ٣٥ ص ٥٠٤' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' مسند الطحاوی:٢٠٠٤)

حدیث مذکور کے رجال

(١) ابو عاصم الضحاک بن مخلد النبیل البصری (٢) عبد الملک بن جریج (٣) عبد اللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ' ان کا نام زہیر بن عبد اللہ المکی ہے (٤) عروہ بن الزبیر العوام (٥) مروان بن الحکم بن العاص ابو الحکم المدنی' علامہ ذہبی نے کہا ہے کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نہیں کی کیونکہ یہ بچپن میں اپنے والد کے ساتھ طائف چلا گیا تھا (٦) حضرت زید بن ثابت بن ضحاک الانصاری۔

(عمدۃ القاری ج ٦ ص ٣٤)

حضرت زید بن ثابت نے مروان سے جس وقت سوال کیا تھا' اس وقت وہ مدینہ کا گورنر تھا۔

مفصل کا معنی اور اس کی اقسام

طوال مفصل' سورہ محمد سے لے کر سورہ ''والسماء ذات البروج'' تک ہیں' اور اوساط مفصل سورہ ''والسماء ذات البروج'' سے لے کر سورۃ ''البینۃ'' تک ہیں اور قصار مفصل سورۃ ''البینۃ'' سے لے کر آخر قرآن تک ہیں۔ ''المفصل'' کا معنی ہے: ایک آیت کا دوسری آیت سے فصل' طوال مفصل کا معنی ہے: جس سورت میں بڑی بڑی آیات ہوں اور قصار مفصل کا معنی ہے: جس سورت میں چھوٹی چھوٹی آیات ہوں' اس حدیث میں ''طول الطولیین'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بڑی بڑی سورتیں' اور مطلقاً مفصل' سورۃ الحجرات سے لے کر آخر قرآن تک کی سورتیں ہیں۔

مغرب کے کم وقت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سورۃ الاعراف پڑھ لینا

بعض احادیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مغرب کی نماز میں سورۃ الاعراف پڑھتے تھے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مغرب کی نماز میں سورۃ الاعراف پڑھی اور اس کو دو رکعتوں میں تقسیم کیا۔ (سنن نسائی: ۹۸۷' سنن ابوداؤد: ۸۱۲)

سورۃ الاعراف میں دو سو چھ آیات اور چوبیس رکوع ہیں اور یہ سوا پارہ پر مشتمل ہے۔

اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ اگر ترتیل کے ساتھ مغرب کی نماز میں سورۃ الاعراف پڑھی جائے تو خدشہ ہے کہ مغرب کا وقت نکل جائے گا' اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرح نماز نہیں پڑھتے تھے بلکہ آپ کا معاملہ یہ تھا کہ آپ زیادہ آیات پڑھتے تھے اور آپ کی نماز پھر بھی خفیف ہوتی تھی۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کی اقتداء میں اتنی خفیف نماز نہیں پڑھی جو تمام ہو۔ (المعجم الاوسط: ۵۴۸۸' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کے تمام راوی صحیح ہیں' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۷۳)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساٹھ سے لے کر سو آیات تک پڑھتے تھے' اور وہ نماز نہایت خفیف ہوتی تھی' اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام پر قراءت کو بہت آسان کر دیا گیا تھا' وہ اپنی سواری پر زین بچھانے کا حکم دیتے اور زین بچھانے سے پہلے قراءت ختم کر لیتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۳۴۱۷' مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۴)

اور جب حضرت داؤد علیہ السلام پر قراءت اتنی خفیف کر دی گئی تھی تو ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اس کے بہت زیادہ لائق ہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرآن پڑھنے سے صحابہ کو اس قدر کیف اور سرور حاصل ہوتا تھا کہ ان کو وقت کا پتا ہی نہیں چلتا تھا اور ان کی یہ تمنا ہوتی تھی کہ کاش! یوں ہی آپ سے قرآن سنتے سنتے ان کی عمر تمام ہو جائے۔

۹۹ - بَابُ الْجَهْرِ فِي الْمَغْرِبِ

مغرب کی نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھنا

۷۶۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ ابْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از محمد بن جبیر بن مطعم از والد خود' انہوں نے بیان کیا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مغرب کی نماز میں سورہ الطور پڑھتے ہوئے سنا۔

[اطراف الحدیث: ۳۰۵۰-۴۰۲۳-۴۸۵۴]

۱۰۰ - بَابُ الْجَهْرِ فِي الْعِشَاءِ

عشاء کی نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھنا

٧٦٦ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ بَكْرٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ الْعَتَمَةَ، فَقَرَأَ ﴿إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ﴾ (الانشقاق:۱). فَسَجَدَ، فَقُلْتُ لَهُ؟ قَالَ سَجَدْتُ خَلْفَ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَا أَزَالُ أَسْجُدُ بِهَا حَتّٰى أَلْقَاهُ. [اطراف الحدیث: ۷۶۸-۱۰۷۴-۱۰۷۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از والدخود از بکر از ابورافع' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی تو انہوں نے یہ آیت پڑھی: جب آسمان کو شق کر دیا جائے گا (الانشقاق:۱) پس انہوں نے سجدہ کیا' میں نے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا: میں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اس آیت پر سجدہ کیا ہے تو میں ہمیشہ اس آیت پر سجدہ کرتا رہوں گا' حتیٰ کہ آپ سے ملاقات کروں۔

(صحیح مسلم: ۵۷۸-۱۲۷۶' سنن ابوداؤد: ۱۴۰۸' سنن نسائی: ۹۶۷' سنن دارمی: ۱۴۶۸' مسند احمد ج ۲ ص ۱۳ ۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۹۳۴۸- ج ۱۵ ص ۲۰۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

سورت الانشقاق کے سجدہ کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

امام مالک نے کہا ہے کہ سورۃ الانشقاق میں سجدہ تلاوت نہیں ہے' اور یہ حدیث ان کے خلاف دلیل ہے کہ سورۃ الانشقاق میں سجدہ ہے' خواہ اس سورت کو فرض میں پڑھا جائے یا نفل میں پڑھا جائے' نماز میں پڑھا جائے یا خارج از نماز پڑھا جائے' اس سورت میں کس آیت پر سجدہ کیا جائے' اس میں بھی اختلاف ہے' اس حدیث میں الانشقاق:۱ کا ذکر ہے' ایک قول ہے کہ اس آیت پر سجدہ ہے:

وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ۝ (الانشقاق:۲۱)

اور جب ان (کافروں) پر قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ سجدہ نہیں کرتے ۝

اور ایک قول یہ ہے کہ اس سورت کے آخر میں سجدہ ہے۔

اس حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو ابوالقاسم کہا ہے' سو اس میں آپ کا ذکر کنیت سے کرنے کا جواز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۴۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ہمارے نزدیک سورۃ الانشقاق کی آیت:۲۱ کے تحت ہی سجدہ کیا جائے گا' کیونکہ آیت کا مضمون اسی کی تائید کرتا ہے۔ حدیث میں جو پہلی آیت مذکور ہے' اس سے سورت کا نام مراد ہے۔

٧٦٧ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَدِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي سَفَرٍ، فَقَرَأَ فِي الْعِشَاءِ فِي إِحْدَى الرَّكْعَتَيْنِ بِالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ. [اطراف الحدیث: ۷۶۹-۴۹۵۲-۷۵۴۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عدی' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے تو آپ نے عشاء کی نماز کی دو رکعتوں میں سے ایک رکعت میں "والتین والزیتون" پڑھی۔

(صحیح مسلم: ۴۶۴' الرقم المسلسل: ۱۰۱۹' سنن ابوداؤد: ۱۲۲۱' سنن ترمذی: ۳۱۰' سنن: ۱۰۰۰' سنن ابن ماجہ: ۸۳۵-۸۳۴' سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۹۳' تاریخ بغداد ج ۲ ص ۳۹۳' مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۶۹۸- ج ۳۰ ص ۶۲۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۲۹' مسند الطحاوی: ۷۲۲)

فجر' ظہر' عصر اور عشاء کی نمازوں میں قراءت کی مقدار اور سفر میں قراءت کم کرنا

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ عشاء کی نماز میں بلند آواز سے قراءت کرنی چاہیے' اور سفر میں نماز میں تخفیف کرنی چاہیے کیونکہ سفر میں نمازیوں پر سفر کی مشقت کی وجہ سے تھکاوٹ کا غلبہ ہوتا ہے' اس سے پہلے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ کی حدیث گزری ہے' وہ حضر کے حال پر محمول ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ نے عشاء کی نماز میں النجم پڑھی' حضرت ابن عمر نے سورۃ البینہ پڑھی' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے سورۃ العادیات پڑھی' اور ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ فجر کی نماز میں سورۃ الفاتحہ کے علاوہ چالیس آیات پڑھی جائیں' ایک روایت ہے: پچاس آیات پڑھی جائیں' ایک اور روایت میں ہے: ساٹھ سے لے کر سو آیات تک پڑھی جائیں' مشائخ نے کہا ہے: یہ سب سے واضح روایت ہے' بعض نے کہا ہے: سردیوں میں سو آیات پڑھے اور گرمیوں میں چالیس آیات پڑھے' اصیلی نے کہا ہے کہ ظہر میں فجر سے کم پڑھنا چاہیے اور عصر میں سورہ فاتحہ کے علاوہ بیس آیات پڑھنی چاہئیں۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۴۳-۴۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

رہا مغرب کی نماز میں قراءت کی مقدار تو اس کا ذکر اس سے پہلے باب میں آچکا ہے کہ مغرب کی نماز میں قصار مفصل یعنی چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھنی چاہئیں۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۹۴۰- ج ۱ ص ۱۲۵۴ پر ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۰۱- بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْعِشَاءِ بِالسَّجْدَةِ

عشاء کی نماز میں آیت سجدہ کو پڑھنا

۷۶۸- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنِي التَّيْمِيُّ، عَنْ بَكْرٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ الْعَتَمَةَ فَقَرَأَ ﴿إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ﴾ (الانشقاق: ۱) فَسَجَدَ، فَقُلْتُ مَا هٰذِهِ؟ قَالَ سَجَدْتُ بِهَا خَلْفَ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَا أَزَالُ أَسْجُدُ بِهَا حَتّٰى أَلْقَاهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں التیمی نے حدیث بیان کی از بکر از ابی رافع' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی' تو انہوں نے یہ آیت پڑھی: جب آسمان کو شق کر دیا جائے گا (الانشقاق: ۱) پھر انہوں نے سجدہ کیا' میں نے کہا: یہ کیسا سجدہ ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس آیت پر سجدہ کیا' پس میں ہمیشہ اس آیت پر سجدہ کرتا رہوں گا حتیٰ کہ میں آپ سے ملاقات کرلوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۶۶ میں گزر چکی ہے۔

١٠٢ - بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْعِشَاءِ

عشاء کی نماز میں قرآن پڑھنا

٧٦٩ - حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ سَمِعَ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ ﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ﴾ (التین:١) فِي الْعِشَاءِ، وَمَا سَمِعْتُ اَحَدًا اَحْسَنَ صَوْتًا مِنْهُ اَوْ قِرَاءَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: پس ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عدی بن ثابت نے حدیث بیان کی انہوں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز عشاء میں یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا ہے: انجیر اور زیتون کی قسم (التین:١) اور میں نے آپ سے زیادہ حسین آواز یا حسین قراءت اور کسی سے نہیں سنی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٧٦٧ میں گزر چکی ہے۔

١٠٣ - بَابٌ يُطَوِّلُ فِي الْاُوْلَيَيْنِ، وَيَحْذِفُ فِي الْاُخْرَيَيْنِ

پہلی دو رکعتوں میں زیادہ قرآن پڑھے اور آخری دو رکعتوں میں قرآن پڑھنے کو ترک کر دے

٧٧٠ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ اَبِيْ عَوْنٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ عُمَرُ لِسَعْدٍ لَقَدْ شَكَوْكَ فِي كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى الصَّلٰوةِ! قَالَ اَمَّا اَنَا، فَاَمُدُّ فِي الْاُوْلَيَيْنِ، وَاَحْذِفُ فِي الْاُخْرَيَيْنِ، وَلَا اٰلُوْ مَا اقْتَدَيْتُ بِهٖ مِنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ صَدَقْتَ! ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ، اَوْ ظَنِّيْ بِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی عون انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہا: اہل کوفہ نے آپ کی ہر چیز میں شکایت کی ہے حتیٰ کہ نماز میں بھی! حضرت سعد نے کہا: میں پہلی دو رکعتوں میں زیادہ قرآن پڑھتا ہوں اور آخری دو رکعتوں میں قرآن نہیں پڑھتا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز میں جس چیز کی اقتداء کی ہے اس کو میں ترک نہیں کرتا۔ حضرت عمر نے کہا: آپ نے سچ کہا اور آپ کے ساتھ یہی گمان تھا یا آپ کے ساتھ میرا یہی گمان تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٧٥٥ میں گزر چکی ہے۔

١٠٤ - بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْفَجْرِ

نماز فجر میں قرآن پڑھنا

وَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ قَرَاَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالطُّوْرِ.

اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الطور پڑھی۔

اس تعلیق کی اصل یہ ہے: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ بیان کرتی ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ میں بیمار ہوں آپ نے فرمایا: تم لوگوں کے پیچھے سوار ہو کر طواف کرو پس میں نے طواف کیا اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے پہلو میں نماز پڑھ رہے تھے اور آپ یہ آیات پڑھ رہے تھے: "وَالطُّوْرِ ○ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ○" (الطور: ٢-١)۔ (صحیح البخاری: ١٦١٩، صحیح مسلم: ١٢٧٦، سنن ابوداؤد: ١٨٨٢، سنن نسائی: ٢٩٢٥، سنن ابن ماجہ: ٢٩٦١)

۷۷۱ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سَيَّارُ بْنُ سَلَامَ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَاَبِیْ عَلٰی اَبِیْ بَرْزَةَ الْاَسْلَمِیِّ، فَسَاَلْنَاهُ عَنْ وَقْتِ الصَّلَوَاتِ؟ فَقَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّی الظُّهْرَ حِيْنَ تَزُوْلُ الشَّمْسُ، وَالْعَصْرَ وَيَرْجِعُ الرَّجُلُ اِلٰی اَقْصَی الْمَدِيْنَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ، وَنَسِيْتُ مَا قَالَ فِی الْمَغْرِبِ، وَلَا يُبَالِیْ بِتَاْخِيْرِ الْعِشَاءِ اِلٰی ثُلُثِ اللَّيْلِ، وَلَا يُحِبُّ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَلَا الْحَدِيْثَ بَعْدَهَا، وَيُصَلِّی الصُّبْحَ فَيَنْصَرِفُ الرَّجُلُ فَيَعْرِفُ جَلِيْسَهُ، وَكَانَ يَقْرَاُ فِی الرَّكْعَتَيْنِ، اَوْ اِحْدَاهُمَا، مَا بَيْنَ السِّتِّيْنَ اِلَی الْمِائَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سیار بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں اور میرے والد حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ہم نے ان سے نمازوں کے وقت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز سورج کے زوال کے وقت پڑھتے تھے' اور عصر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے' جب کوئی شخص مدینہ کے آخر سے لوٹ آتا تھا اور اس وقت سورج چمک رہا ہوتا تھا اور میں بھول گیا کہ مغرب کے متعلق انہوں نے کیا کہا تھا اور آپ عشاء کی نماز میں تہائی رات تک کی تاخیر میں کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے اور عشاء کی نماز سے پہلے سونے کو ناپسند کرتے تھے اور عشاء کے بعد باتیں کرنے کو ناپسند کرتے تھے اور فجر کی نماز آپ اس وقت پڑھتے تھے جب کوئی شخص نماز سے مڑتا تو اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کو پہچان لیتا اور آپ دو رکعتوں میں یا دو میں سے ایک رکعت میں ساٹھ سے سو تک آیات پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۴۱ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کے باب کا عنوان تھا: نماز ظہر کا وقت زوالِ آفتاب ہے' اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: نمازِ فجر میں قرآن پڑھنا' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۷۷۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَطَاءٌ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ يَقُوْلُ فِیْ كُلِّ صَلٰوةٍ يُقْرَاُ، فَمَا اَسْمَعَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْمَعْنَاكُمْ، وَمَا اَخْفٰی عَنَّا اَخْفَيْنَا عَنْكُمْ، وَاِنْ لَّمْ تَزِدْ عَلٰی اُمِّ الْقُرْاٰنِ اَجْزَاَتْ، وَاِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ.

(سنن نسائی: ۹۶۶-۹۶۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۶۲' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۰' صحیح ابن حبان: ۱۷۸۱' مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۵۰۳-ج ۱۲ ص ۱۷۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطحاوی: ۷۷۹۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے تھے: ہر وہ نماز جس میں قرآن پڑھا جاتا ہے' پس جس نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قرآن سنایا' ہم اس میں تم کو قرآن سناتے ہیں اور جس نماز میں آپ نے ہمارے سامنے آہستہ قرآن پڑھا' ہم اس نماز میں تمہارے سامنے آہستہ قرآن پڑھتے ہیں اور اگر تم (نماز میں) سورہ فاتحہ سے زیادہ قراءت نہ کرو تو تمہارے لیے کافی ہے اور اگر تم اس سے زیادہ قراءت کرو تو یہ زیادہ اچھا ہے۔

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کے باب کا عنوان ہے: نمازِ فجر میں قرآن پڑھنا' بہ ظاہر اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں فجر کی نماز میں قرآن مجید پڑھنے کا ذکر نہیں ہے' تاہم اس میں یہ ذکر ہے کہ ہر وہ نماز جس میں قرآن پڑھا جاتا ہے اور اس میں نماز فجر بھی داخل ہے' جس میں قرآن مجید پڑھا جاتا ہے' اور اس اعتبار سے یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

اس حدیث میں ان نمازوں کا ذکر ہے' جن میں بلند آواز سے قراءت کی جائے اور جن میں آہستہ قراءت کی جائے۔

ان نمازوں کی تفصیل جن میں بلند آواز سے قرآن پڑھا جائے اور جن میں آہستہ قرآن پڑھا جائے۔ اور اس میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر نماز میں قرآن مجید کا پڑھنا واجب ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں نماز پڑھاتے تھے' آپ بلند آواز سے بھی قرآن کریم پڑھتے تھے اور آہستہ آواز سے بھی' بعض نمازوں میں آپ بلند آواز سے قرآن پڑھتے تھے' جیسے مغرب' عشاء' فجر' جمعہ اور نماز عیدین اور بعض نمازوں میں آپ آہستہ آواز سے قرآن پڑھتے تھے' جیسے ظہر' عصر اور مغرب کی تیسری رکعت میں اور عشاء کی آخری دو رکعتوں میں' امام ابو یوسف' امام محمد' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک نماز استسقاء میں بلند آواز سے قرآن پڑھا جائے گا اور چاند گہن اور سورج گہن کی نمازوں میں امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک بلند آواز سے قرآن نہیں پڑھا جائے گا اور امام ابو یوسف نے کہا: ان نمازوں میں بلند آواز سے قرآن مجید پڑھا جائے گا' امام شافعی نے کہا: سورج گہن کی نماز میں آہستہ قرآن پڑھا جائے گا اور چاند گہن کی نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھا جائے گا' اور رہے باقی نوافل تو دن کی نمازوں میں ان میں آہستہ قرآن پڑھا جائے گا اور رات کی نمازوں میں نمازی کو اختیار ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٤٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے وجوب کے متعلق احادیث

اس حدیث میں مذکور ہے: اگر تم سورہ فاتحہ سے زیادہ قراءت نہ کرو تو تمہارے لیے کافی ہے اور اگر تم اس سے زیادہ قراءت کرو تو یہ زیادہ اچھا ہے۔ اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی' اس کی نماز (کامل) نہیں ہوئی۔

(صحیح البخاری: ۷۵٦' صحیح مسلم: ۳۹۴' سنن ابوداؤد: ۸۲۲' سنن ترمذی: ۳۱۱' سنن نسائی: ۹۱۰' سنن ابن ماجہ: ۸۳۷' مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نماز میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی جاتی وہ نماز قبول نہیں کی جاتی۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۴۸۹' صحیح ابن حبان: ۱۷۸۱' المستدرک ج ۱ ص ۲۳۹' مسند احمد ج ۵ ص ۷۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔ (صحیح مسلم: ۳۹۹' سنن ترمذی: ۳۱۱)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۷۹۸' سنن نسائی: ۹۷۵)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۸۴۱)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۸۱۸' سنن ابن ماجہ: ۸۳۹' مسند احمد ج ۳ ص ۴۵)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔ (سنن نسائی: ۹۲۳ 'سنن ابن ماجہ: ۸۴۲)
حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۸۴۳)
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔ (سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۶۸)

١٠٥ - بَابُ الْجَهْرِ بِقِرَاءَةِ صَلٰوةِ الصُّبْحِ

نماز فجر میں بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنا

وَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ طُفْتُ وَرَاءَ النَّاسِ' وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّیْ' وَيَقْرَاُ بِالطُّوْرِ.

اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے لوگوں کے پیچھے طواف کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور سورۃ الطور کی قراءت کر رہے تھے۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری: ۱۶۱۹ میں ہے اور اس کی تفصیل' صحیح البخاری: ۱۷۷ میں درج ہے۔

٧٧٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ' عَنْ اَبِیْ بِشْرٍ' عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ اِنْطَلَقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ طَائِفَةٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ' عَامِدِيْنَ اِلٰی سُوْقِ عُكَاظٍ' وَقَدْ حِيْلَ بَيْنَ الشَّيَاطِيْنِ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ' وَاُرْسِلَتْ عَلَيْهِمُ الشُّهُبُ' فَرَجَعَتِ الشَّيَاطِيْنُ اِلٰی قَوْمِهِمْ' فَقَالُوْا مَا لَكُمْ؟ فَقَالُوْا حِيْلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ' وَاُرْسِلَتْ عَلَيْنَا الشُّهُبُ! قَالُوْا مَا حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ اِلَّا شَیْءٌ حَدَثَ' فَاضْرِبُوْا مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا' فَانْظُرُوْا مَا هٰذَا الَّذِیْ حَالَ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ. فَانْصَرَفَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ تَوَجَّهُوْا نَحْوَ تِهَامَةَ' اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِنَخْلَةَ' عَامِدِيْنَ اِلٰی سُوْقِ عُكَاظٍ' وَهُوَ يُصَلِّیْ بِاَصْحَابِهٖ صَلٰوةَ الْفَجْرِ' فَلَمَّا سَمِعُوا الْقُرْاٰنَ اِسْتَمَعُوْا لَهٗ' فَقَالُوْا هٰذَا وَاللّٰهِ الَّذِیْ حَالَ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ' فَهُنَالِكَ حِيْنَ رَجَعُوْا اِلٰی قَوْمِهِمْ' وَقَالُوْا يَا قَوْمَنَا ﴿اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًاo يَّهْدِیْ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا اَحَدًا﴾ (الجن: ۲-۱). فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی نَبِيِّهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ﴾ (الجن: ۱). وَاِنَّمَا اُوْحِیَ اِلَيْهِ قَوْلُ الْجِنِّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی جماعت کے ساتھ عکاظ کے بازار کا ارادہ کر کے روانہ ہوئے اور ان دنوں آسمان کی خبر اور شیاطین کے درمیان کوئی چیز حائل ہو چکی تھی اور ان کے اوپر آگ کے گولے پھینکے گئے تھے' پس شیاطین اپنی قوم کی طرف گئے اور ان سے پوچھا: تمہارے ساتھ کیا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا: ہمارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کوئی چیز حائل ہو گئی ہے اور ہمارے اوپر آگ کے گولے پھینکے گئے ہیں' انہوں نے کہا: تمہارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کوئی نئی چیز حائل ہوئی ہے' پس زمین کے مشارق اور مغارب میں سفر کرو اور تفتیش کرو کہ تمہارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کیا چیز حائل ہوئی ہے' پھر وہ لوگ روانہ ہوئے اور تہامہ کی طرف گئے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم عکاظ کے بازار کا قصد کر کے گئے تھے اور کھجور کے ایک درخت کے پاس اپنے اصحاب کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے' جب ان جنات نے قرآن سنا تو اس کی طرف کان لگائے' پس انہوں نے کہا: یہ ہے وہ چیز' اللہ کی قسم! تمہارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان جو چیز حائل ہوئی ہے وہ یہی چیز ہے' پس یہیں سے وہ اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے' پس کہا: اے ہماری قوم!" ہم نے بہت عجیب قرآن سنا ہے جو ہدایت کی طرف رہ نمائی

کرتا ہے پس ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے رب کے ساتھ ہرگز کسی کو شریک نہیں کریں گے'' ۔ (الجن:۲۔۱) تب اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل کی: ''آپ کہیے: میری طرف وحی کی گئی ہے'' (الجن:۱) حالانکہ آپ کی طرف صرف جن کے قول کی وحی کی گئی تھی۔

[طرف الحدیث:۴۹۲۱] (صحیح مسلم:۴۴۹' الرقم المسلسل:۹۸۹' سنن ترمذی:۳۳۲۳' السنن الکبریٰ:۱۱۶۲۵۔۱۱۶۲۴' مسند ابویعلیٰ: ۲۳۶۹' صحیح ابن حبان:۶۵۲۶' المستدرک ج ۲ ص ۵۰۳' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۲۵' مسند احمد ج ۱ ص ۲۵۲ طبع قدیم' مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:۳۱۲۰)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسدد (۲) ابوعوانہ الوضاح الیشکری (۳) جعفر بن ابی وحشیہ' ان کی کنیت ابوبشر ہے اور ان کے والد کا نام وحشیہ ایاس ہے (۴) سعید بن جبیر (۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۵۰)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے' جب جنات نے قرآن سنا تو اس کی طرف کان لگائے۔

عکاظ کا لغوی اور عرفی معنی اور اس کا محل وقوع

اس حدیث میں عکاظ کے بازار کا لفظ ہے۔ یہ عرب کے بازار کا نام ہے' عرب اس بازار میں ہر سال جمع ہوتے تھے اور اپنے فخر کا اظہار کرتے تھے' شعراء اس میں آ کر اپنا تازہ کلام سناتے تھے' بعض نے کہا: ''عکظ'' کا معنی ہے: کسی جگہ ٹھہر کر باہم مشورہ کرنا۔

علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری المتوفی ۳۹۸ھ لکھتے ہیں:

عکاظ عرب کے بازار کا نام ہے' جو مکہ کی جانب تھا' عرب اس بازار میں ہر سال جمع ہوتے تھے اور اس میں ایک ماہ قیام کرتے تھے' اس میں خرید و فروخت کرتے تھے' شعراء اس میں اپنے اشعار پڑھتے تھے اور عرب اس میں فخر کا اظہار کرتے تھے۔

(الصحاح ج ۳ ص ۱۱۷۴' دار العلم للملایین' ۱۴۰۷ھ)

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی مصری متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

''عکظ دابتہ'' کا معنی ہے: اس نے اپنی سواری کو ٹھہرایا ''تعکظ القوم'' کا معنی ہے: لوگوں نے کسی جگہ ٹھہر کر اپنے معاملات پر غور و فکر کیا' عکاظ عرب کا ایک بازار ہے جس میں لوگ جمع ہو کر ایک دوسرے کے سامنے اپنے فخر کا اظہار کرتے تھے' اس بازار کا ذکر حدیث میں ہے' الازہری نے کہا ہے: یہ عرب کے ایک بازار کا نام ہے' عرب کے مختلف قبائل اس میں ہر سال جمع ہوتے تھے اور شعراء اس میں اپنا تازہ کلام سناتے تھے' یہ بازار مکہ کے قریب ہے' عرب اس میں ہر سال جمع ہوتے تھے اور اس میں ایک مہینہ ٹھہرتے تھے' خرید و فروخت کرتے تھے اور فخر کا اظہار کرتے تھے' جب اسلام کا ظہور ہوا تو اس بازار کو منہدم کر دیا گیا۔

(لسان العرب ج ۱۰ ص ۲۴۲' دار صادر' بیروت' ۲۰۰۳ء)

علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی المتوفی ۸۱۷ھ لکھتے ہیں:

''عُکاظ'' کا تلفظ ''غُراب'' کی طرح ہے' یہ نخلہ اور طائف کے درمیان صحراء میں ایک بازار ہے' عرب یکم ذوالقعدۃ کو یہاں آتے تھے اور بیس دن تک یہاں ٹھہرتے تھے' اس میں قبائل عرب جمع ہوتے تھے' اس میں خرید و فروخت ہوتی تھی اور شعر و شاعری ہوتی تھی۔ (القاموس المحیط ص ۶۹۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

ڈاکٹر غلام جیلانی برق لکھتے ہیں:

جاہلیت میں عربوں کا یہ دستور تھا کہ وہ ہر سال ایک نخلستان میں جمع ہوتے تھے' جو طائف سے اندازاً ۱۵ میل اور مکہ سے تین دن کی مسافت پر واقع تھا' اس میں عرب جمع ہو کر فخریہ قصائد پڑھتے تھے اور جو قصیدہ بہترین قرار دیا جاتا تھا' اس کو دیوارِ کعبہ پر لٹکا دیتے تھے۔ یہ مقام سوق عکاظ کہلاتا تھا۔ (معجم البلدان ص ۲۴۴' شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز لاہور' کراچی)

اس اعتراض کا جواب کہ فجر کی نماز تو معراج میں فرض ہوئی تھی اور یہ قصہ معراج سے پہلے کا ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ قصہ معراج سے پہلے کا ہے اور صبح کی نماز باقی نمازوں کے ساتھ شب معراج میں فرض ہوئی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ راجح قول یہ ہے کہ معراج ہجرت سے دو یا تین سال پہلے ہوئی ہے' لہٰذا یہ قصہ معراج کے بعد ہوا ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ اور اسی طرح آپ کے اصحاب معراج سے پہلے بھی فجر کی نماز پڑھتے تھے' البتہ اس میں اختلاف ہے کہ آیا پانچ نمازوں کے فرض ہونے سے پہلے بھی کوئی نماز فرض تھی یا نہیں؟ پس یہ حدیث اس قول کے مطابق ہے کہ پانچ نمازوں کے فرض ہونے سے پہلے بھی طلوعِ آفتاب سے پہلے اور غروبِ آفتاب سے پہلے نماز فرض تھی' پس اس حدیث میں نماز فجر کا اطلاق اس اعتبار سے ہے نہ کہ اس اعتبار سے کہ فجر کی نماز پانچ فرض نمازوں میں سے ایک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۵۱)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث پر یہ اعتراض بھی ہوتا ہے کہ اس حدیث کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے' حالانکہ وہ اس قصہ کے وقت پیدا بھی نہیں ہوئے ہوں گے کیونکہ وہ ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے تھے اور یہ ہجرت سے کافی پہلے کا واقعہ ہے' تاہم اس کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہو سکتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ قصہ کسی اور صحابی سے سنا ہو اور یہ حدیث مرسل ہو۔

شیاطین اور جنات کے معانی اور محامل

اس حدیث میں ''شیاطین'' کا لفظ ہے' نافرمان جنات کو ''شیاطین'' کہتے ہیں اور یہ ابلیس کی اولاد ہیں اور یہاں اس سے مراد بہت سرکش جنات ہیں' یہ ابلیس کے مددگار ہیں اور لوگوں کو گم راہ کرنے میں اس کی مدد کرتے ہیں' الجوہری نے کہا ہے کہ جنات' انسانوں اور چوپایوں میں سے جو بھی سرکش ہو' اس کو شیطان کہتے ہیں' اور قاضی ابویعلیٰ نے کہا ہے کہ سرکش جنات کو شیاطین کہتے ہیں۔ علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ جب صرف ''الجن'' کا ذکر کیا جائے تو اس سے مراد جن ہی ہوتا ہے اور اگر اس سے مراد وہ جن ہو جو انسانوں کے ساتھ رہتا ہو تو اس کو ''عامر'' کہتے ہیں اور اس کی جمع ''عمار'' ہے' اور اگر اس سے مراد وہ ہو جو بچوں کو عارض ہوتا ہے تو ان کو ارواح کہا جاتا ہے' پس اگر وہ خبیث ہو تو وہ شیطان ہے اور اگر اس کی خباثت زیادہ ہو تو پھر وہ عفریت ہے اور اس کی جمع عفاریت ہے۔

اس حدیث میں جن اور شیطان کا ذکر ہے' لیکن ان دونوں کی نوع واحد ہے اور ان کی اصناف مختلف ہیں' ان میں سے کافر کو ''شیطان'' کہا جاتا ہے اور مومن کو ''الجن'' کہا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۵۲)

''شہاب ثاقب'' کا معنی

اس حدیث میں ''شہاب'' کا ذکر ہے' وہ آگ کا چمک دار شعلہ ہے' گویا کہ ایک ستارہ ٹوٹا ہے' اس میں اختلاف ہے کہ نبی ﷺ کے مبعوث ہونے سے پہلے بھی شیاطین پر آگ کے گولے مارے جاتے تھے یا نہیں' قرآن مجید میں ہے:

أَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجَدْنَاهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيدًا وَّشُهُبًاO (الجن:۸)

(جنات نے کہا:) ہم نے آسمان کو چھو کر دیکھا تو ہم نے اس کو سخت محافظوں اور شعلوں سے بھرا ہوا پایاO

شیاطین نے ان شہابوں کو بہت عجیب وغریب اور ایک نئی چیز پایا تو انہوں نے تمام دنیا میں گھوم پھر کر دیکھا تو انہوں نے یہ جانا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بعد ان کو آسمانوں پر جانے سے روکنے کا ایک ذریعہ ہے ظاہر قرآن سے یہی معلوم ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٥٢)

اُردو لغت بورڈ کے مرتبین نے لکھا ہے:

وہ چھوٹے چھوٹے اجرام یا شہاب جن کی رفتار بہت تیز ہوتی ہے زمین کی حرکت سے مخالف سمت میں حرکت کرتے ہوئے زمین کے کرہ ہوائی سے متصادم ہوتے ہیں تو ان کی رفتار اتنی تیز ہو جاتی ہے کہ ہوا کی مزاحمت سے جو حرارت پیدا ہوتی ہے وہ ان کو جلا کر خاک کر دیتی ہے۔ نظام شمسی کے جن مختلف ارکان کا اوپر ذکر ہو چکا ہے ان کے علاوہ بے شمار اور چھوٹے چھوٹے اجرام ہیں جن کو شہاب ثاقب کہتے ہیں۔ (علم ہیئت ص ۱۱۰) (اُردو لغت ج ۱۲ ص ۷۵۰ اُردو لغت بورڈ کراچی جنوری ۱۹۹۱ء)

* شہاب ثاقب کی مزید تحقیق کے لیے تفسیر تبیان القرآن میں الجن: ۸ کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جنات کے وفد کے آنے کی تاریخ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جس قصہ کا ذکر کیا گیا ہے وہ ہجرت سے تین سال پہلے کا ہے۔ علامہ واقدی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۲۷ شوال کو طائف کی طرف گئے تھے اور ۲۳ ذوالقعدہ کو مکہ میں واپس آئے تھے اور مکہ میں تین ماہ ٹھہرے تھے اور آپ کے پاس الحجون کے جنات نبوت کے گیارھویں سال میں آئے تھے۔

امام بیہقی نے لکھا ہے کہ جنات صرف ایک رات میں آپ کے پاس آئے تھے یہ صحیح نہیں ہے صحیح یہ ہے کہ جنات کا وفد آپ کے پاس متعدد بار آیا تھا۔

جنات کی پیدائش ان کی موت اور ان کی جزاء اور سزا کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے جنات کو پیدا کیا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جنات زمین کے رہنے والے ہیں اور فرشتے آسمان کے رہنے والے ہیں۔

جنات پر موت آتی ہے اور شیاطین ابلیس کی اولاد ہیں ان پر موت نہیں آتی وہ ابلیس کے ساتھ ہی مریں گے جنات کے انجام کے متعلق بھی اختلاف ہے جنہوں نے کہا: جنات شیطان کی اولاد نہیں ہیں انہوں نے کہا: ان میں سے مؤمنین جنت میں داخل ہوں گے اور جنہوں نے کہا: وہ شیطان کی اولاد ہیں انہوں نے کہا: وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے حسن بصری کے نزدیک جنات جنت میں داخل ہوں گے اور مجاہد کے نزدیک وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے انہوں نے کہا: جنات میں سے جو مؤمنین ہیں ان کی جزا اس کے سوا نہیں ہے کہ ان کو دوزخ سے نجات مل جائے گی قرآن مجید میں ہے:

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جو جنات کا وفد آیا تھا اس نے اپنی قوم سے جا کر کہا:)

يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ (الاحقاف: ۳۱)

اے ہماری قوم! اللہ کی طرف دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرو اور اس پر ایمان لاؤ' اللہ تمہارے بعض گناہوں کو بخش دے گا اور تم کو دردناک عذاب سے پناہ میں رکھے گا○

اس آیت میں ایمان لانے کی وجہ سے جنات کی مغفرت اور ان کو عذاب سے نجات دینے کا وعدہ فرمایا ہے جنت میں داخل کرنے کا وعدہ نہیں فرمایا' اس وجہ سے مجاہد نے کہا کہ مؤمنین جنات کی جزاء صرف یہ ہے کہ ان کی عذاب سے نجات ہو جائے گی۔

امام ابوحنیفہ کا بھی یہی مذہب ہے' آخرت میں جنات سے کہا جائے گا: مٹی ہو جاؤ' جس طرح جانوروں سے کہا جائے گا' ایک روایت ہے کہ امام ابوحنیفہ اس مسئلہ میں متردد تھے اور ان کو جزم اور یقین نہیں تھا۔

دوسرے علماء کا مذہب یہ ہے کہ جنات کے بُرے کاموں پر ان کو سزا دی جائے گی اور ان کے نیک کاموں پر ان کو جزا دی جائے گی' جس طرح انسانوں کے ساتھ ہوتا ہے' امام مالک' امام شافعی اور ابن ابی لیلیٰ کا بھی یہی مذہب ہے۔ (عمدۃ القاری ج٦ ص٥٥)

کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

اللہ تعالیٰ نے جنات اور انسانوں سے خطاب کیا: اے جنات اور انسانوں کی جماعت! (الانعام: ١٣٠) پھر فرمایا:

لِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ○ (الانعام: ١٣٢)

ہر ایک کے لیے ان کے اعمال کے سبب سے درجات ہیں' اور آپ کا رب ان کے اعمال سے غافل نہیں ہے○

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' جنات اور انسانوں کے رسول ہیں

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فجر کی نماز میں بلند آواز سے قراءت کی جاتی ہے اور اسی کے موافق امام بخاری نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' جنات اور انسانوں دونوں کے رسول ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے انبیاء علیہم السلام پر چھ وجوہ سے فضیلت دی گئی ہے' مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے ہیں اور رعب سے میری مدد کی گئی ہے' اور میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا ہے اور میرے لیے تمام روئے زمین کو طہارت کا آلہ اور مسجد بنا دیا گیا ہے اور مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اور تمام نبیوں کو مجھ پر ختم کیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم: ٥٢٣' سنن ابن ماجہ: ٥٦٧' سنن ترمذی: ١٥٥٣' مسند ابویعلیٰ: ٦٤٩١' مشکل الآثار: ١٠٣٥' صحیح ابن حبان: ٢٣١٣' سنن بیہقی ج٢ ص ٤٣٣' شرح السنۃ: ٣٦١٧' مسند احمد ج٢ ص ٤١٢ طبع قدیم' مسند احمد: ٩٣٣٧۔ ج١٥ ص ١٩٥۔ ١٩٤' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے انسانوں اور جنات کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اور ہر گورے اور کالے کی طرف۔ الحدیث (دلائل النبوۃ لابی نعیم: ٢٥)

حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز جانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں' سوا ان کے جو جنات اور انسانوں میں سے کافر ہیں۔ (المعجم الکبیر: ٦٧٢' البدایۃ والنہایۃ ج٤ ص ٥٣٤)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ٩٠٩۔ ج١ ص ١٢٤٣ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں جنات سے آپ کی ملاقات کا بیان ہے۔

٧٧٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَرَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا أُمِرَ وَسَكَتَ فِيمَا أُمِرَ ﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا﴾ (مریم: ٦٤)، ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: ٢١). (مسند الطحاوی: ٣١٢٤)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان رکعات میں قرآن پڑھا جن میں آپ کو حکم دیا گیا تھا اور ان رکعات میں سکوت کیا جن میں آپ کو حکم دیا گیا تھا۔ ''اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں ہے''

(مریم:٦٤) اور ''تحقیق یہ ہے کہ تمہارے لیے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں عمدہ نمونہ ہے'' (الاحزاب:٢١)۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) مسدد (٢) اسماعیل بن ابراہیم المعروف بن ابن علیہ (٣) ایوب السختیانی (٤) عکرمہ مولیٰ ابن عباس (٥) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٥٦)

اس حدیث کی اس باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان رکعات میں قرآن پڑھا جن میں آپ کو (قرآن پڑھنے کا) حکم دیا گیا تھا' کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ جن رکعات میں آپ کو بلند آواز سے قرآن پڑھنے کا حکم دیا گیا تھا' اور اس باب کا عنوان ہے: نماز فجر میں بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنا' نیز اس حدیث میں ہے کہ آپ ان رکعات میں خاموش رہتے جن رکعات میں آپ کو خاموش رہنے کا حکم دیا گیا تھا' اس جملہ کا یہ معنی نہیں کہ ان رکعات میں قراءت نہیں کرتے تھے' کیونکہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ آپ نماز میں قرآن پڑھتے تھے' بعض رکعات میں بلند آواز سے قراءت کرتے تھے اور بعض رکعت میں آہستہ آواز سے قراءت کرتے تھے جیسے مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعات میں بلند آواز سے قراءت کرتے تھے' اسی طرح ظہر اور عصر کی رکعات میں آہستہ آواز سے قراءت کرتے تھے۔

اس حدیث میں مریم:٦٤ اور الاحزاب:٢١ کو ذکر کرنے کی توجیہ

امام بخاری نے اس حدیث میں یہ آیت ذکر کی: ''وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا'' (مریم:٦٤) اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں ہے۔

اس کی توجیہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا کہ نماز کے مفصل احوال قرآن مجید میں نازل فرمائے تو وہ ان کو نازل فرما دیتا حتیٰ کہ قرآن مجید میں ایسی آیات نازل ہو جاتیں کہ فلاں نماز میں بلند آواز سے قراءت کی جائے اور فلاں نماز میں آہستہ قراءت کی جائے اور فلاں نماز کی پہلی رکعات میں بلند آواز سے قراءت کی جائے اور آخری رکعات میں آہستہ قراءت کی جائے' اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں ہے' اور اللہ تعالیٰ نے نسیان کی وجہ سے ان احکام کے نازل کرنے کو ترک نہیں کیا' لیکن اللہ تعالیٰ نے ان احکام کی تفصیل اور جہر اور اخفاء کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ نماز پر چھوڑ دیا یعنی قرآن مجید میں جو چیزیں مجمل چھوڑ دی گئی ہیں' ان کی تفصیل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت میں ہے' اسی لیے فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. (الاحزاب:٢١) تحقیق یہ ہے کہ تمہارے لیے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں عمدہ نمونہ ہے۔

یعنی تم ان نمازوں میں بلند آواز سے قراءت کرو جن میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلند آواز سے قراءت کی ہے اور ان نمازوں میں آہستہ قراءت کرو جن میں آپ نے آہستہ قراءت کی ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تمہارے لیے عمدہ نمونہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔ (صحیح البخاری:٦٣١)

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ. (النحل:٤٤) اور ہم نے آپ کی طرف یہ قرآن نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کو وضاحت سے بیان کر دیں کہ ان کی طرف کیا احکام نازل کیے گئے ہیں۔

یعنی اس کتاب میں جو احکام مجمل نازل کیے گئے ہیں' آپ اپنے قول اور عمل سے ان کی تفصیل بیان کر دیں' قرآن مجید میں پانچ نمازیں بیان کی ہیں' ان کی رکعات کی تعداد بیان نہیں کی' وہ آپ نے بیان فرمائی ہیں' قیام' رکوع اور سجود کی ترتیب بیان نہیں کی' قیام' رکوع اور سجود میں کیا پڑھا جائے گا یہ بیان نہیں کیا' قعدہ' جلسہ اور تشہد کو بیان نہیں کیا' یہ سب آپ نے اپنے قول اور عمل سے بیان فرمایا ہے' قرآن پڑھنے کا حکم دیا لیکن یہ نہیں بیان فرمایا کہ کن نمازوں میں بلند آواز سے قرآن پڑھا جائے گا اور کن نمازوں میں آہستہ قرآن پڑھا جائے گا' ان سب چیزوں کی تفصیل نبی ﷺ کے قول اور عمل اور آپ کے نمونہ میں ہے۔

١٠٦ - بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ السُّوْرَتَيْنِ فِي الرَّكْعَةِ. وَالْقِرَاءَةِ بِالْخَوَاتِيمِ وَبِسُوْرَةٍ قَبْلَ سُوْرَةٍ وَبِأَوَّلِ سُوْرَةٍ

نماز کی ایک رکعت میں دو سورتوں کو جمع کر کے پڑھنا' اور سورت کی آخری آیات کو پڑھنا اور ایک سورت سے پہلی سورت کو پڑھنا اور سورت کے اوّل حصہ کو پڑھنا

امام بخاری نے اس عنوان میں چار صورتوں کا ذکر کیا' اس باب کی حدیث میں تین صورتوں کا ذکر تو آ گیا ہے' ایک صورت کا ذکر نہیں آیا اور وہ ہے: کسی سورت کی آخری آیات کو پڑھنا' تاہم وہ بھی جائز ہے کیونکہ ان چاروں صورتوں میں بہر حال قرآن مجید ہی کو پڑھا جائے گا۔

وَيُذْكَرُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ قَرَاَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُوْنَ فِي الصُّبْحِ' حَتّٰى إِذَا جَاءَ ذِكْرُ مُوْسٰى وَ هَارُوْنَ' اَوْ ذِكْرُ عِيْسٰى' اَخَذَتْهُ سَعْلَةٌ فَرَكَعَ.

اور حضرت عبداللہ بن السائب سے اس روایت کو ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی ﷺ نے نماز فجر میں سورۃ المؤمنون پڑھی حتیٰ کہ جب موسیٰ اور ہارون کا ذکر آیا یا عیسیٰ کا ذکر آیا تو آپ کو کھانسی آئی' پس آپ نے رکوع کر لیا۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن السائب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مکہ میں ہمیں نماز فجر پڑھائی' آپ نے سورۃ المؤمنون کو شروع کیا حتیٰ کہ موسیٰ اور ہارون کا ذکر آیا' یا عیسیٰ کا ذکر آیا تو نبی ﷺ کو کھانسی آئی' پس آپ نے رکوع کر لیا۔ حضرت عبداللہ بن السائب اس موقع پر حاضر تھے۔ (صحیح مسلم: ٤٥٥' الرقم المسلسل: ١٠٠٤' سنن ابوداؤد: ٦٤٩' سنن نسائی: ١٠٠٧' سنن ابن ماجہ: ٨٢٠)

نماز میں قرآن کریم پڑھنے کی جو چار صورتیں عنوان میں ذکر کی گئی تھیں' یہ ان میں سے چوتھی صورت ہے یعنی سورت کے اوّل حصہ کو پڑھنا' اور یہ تعلیق اس پر دلالت کرتی ہے کہ نماز میں اگر مکمل سورت نہ پڑھی جائے بلکہ اس کے بعض حصہ کو پڑھ لیا جائے تو یہ جائز ہے' اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے' نیز اس سے یہ معلوم ہوا کہ نماز فجر میں لمبی سورت پڑھنی چاہیے اور اگر کسی عذر کی وجہ سے سورت کو قطع کر لیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

وَقَرَاَ عُمَرُ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى بِمِائَةٍ وَّعِشْرِيْنَ آيَةً مِنَ الْبَقَرَةِ' وَفِي الثَّانِيَةِ بِسُوْرَةٍ مِنَ الْمَثَانِي.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلی رکعت میں سورۃ البقرہ کی ایک سو بیس آیات پڑھیں اور دوسری رکعت میں مثانی کی کوئی سورت پڑھی۔

اس تعلیق کی اصل' مصنف ابن ابی شیبہ: ٣٥٦٣ میں ہے' عنوان میں جو چار صورتیں ذکر کی گئی ہیں' یہ ان میں سے کوئی صورت نہیں لیکن یہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ نماز کی پہلی رکعت میں دوسری رکعت سے زیادہ قراءت کی جا سکتی ہے۔ اس تعلیق میں ''مثانی''

کا لفظ ہے اور مثانی کی تعریف حسب ذیل ہے:

مثانی کی تعریفات

(۱) قرآن مجید میں مثانی وہ سورتیں ہیں جن میں ایک جیسی آیات کا بار بار ذکر ہو جیسے سورۂ رحمٰن۔

(۲) ایک قول ہے کہ مثانی سورہ فاتحہ ہے کیونکہ اس کا دو بار نزول ہوا ہے۔

(۳) سورۃ البقرہ سے لے کر سورۃ التوبہ تک ہر سورت مثانی ہے۔

(۴) تمام قرآن کریم مثانی ہے کیونکہ اس میں قصص اور امثال کا بار بار ذکر کیا جاتا ہے۔

(۵) جن سورتوں میں آیات کی تعداد سو سے کم ہو وہ مثانی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٥٩)

وَقَرَأَ الْاَحْنَفُ بِالْكَهْفِ فِي الْاُوْلٰى، وَفِي الثَّانِيَةِ بِيُوْسُفَ اَوْ يُوْنُسَ، وَذَكَرَ اَنَّهُ صَلّٰى مَعَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ الصُّبْحَ بِهِمَا.

اور حضرت الاحنف نے نماز کی پہلی رکعت میں سورۃ الکہف پڑھی اور دوسری میں سورہ یوسف یا سورہ یونس پڑھی اور انہوں نے ذکر کیا کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ صبح کی نماز میں یہ دو سورتیں پڑھیں۔

یہ عنوان کی تیسری صورت کے مطابق ہے کہ پہلی رکعت میں ایک سورت پڑھے اور دوسری رکعت میں اس سے پہلے والی سورت پڑھے۔ اس تعلیق کو امام ابونعیم نے المستخرج میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٦٠)

وَقَرَأَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ بِاَرْبَعِيْنَ اٰيَةً مِّنَ الْاَنْفَالِ، وَفِي الثَّانِيَةِ بِسُوْرَةٍ مِّنَ الْمُفَصَّلِ.

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نماز کی پہلی رکعت میں سورۃ الانفال کی چالیس آیتیں پڑھیں اور دوسری رکعت میں المفصل کی سورت پڑھی۔

یہ عنوان کی چوتھی صورت کے موافق ہے یعنی پہلی رکعت میں سورۃ الانفال کی چالیس آیتیں پڑھیں۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ الانفال کی چالیس آیات پڑھنے سے یہ تو لازم نہیں ہے کہ وہ اس سورت کا اوّل حصہ ہو وہ درمیانی یا آخری حصہ بھی ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سنن سعید بن منصور میں یہ تصریح ہے کہ حضرت ابن مسعود نے سورۃ الانفال سے قراءت کا افتتاح کیا تھا اور افتتاح اوّل سے ہوتا ہے۔

اس تعلیق کی اصل مصنف عبد الرزاق: ۲۶۷۰ میں ہے۔

سورۃ الحجرات سے لے کر آخر قرآن مجید تک کی سورتوں کو "المفصل" کہتے ہیں۔

وَقَالَ قَتَادَةُ فِيْمَنْ يَقْرَاُ سُوْرَةً وَّاحِدَةً فِي رَكْعَتَيْنِ، اَوْ يُرَدِّدُ سُوْرَةً وَّاحِدَةً فِي رَكْعَتَيْنِ كُلٌّ كِتَابُ اللّٰهِ.

اور قتادہ نے کہا: جو شخص ایک سورت کو دو رکعتوں میں پڑھتا ہے یا ایک سورت کو دو رکعتوں میں مکرر پڑھتا ہے تو یہ سب کتاب اللہ ہیں۔

یہ صورت عنوان میں ذکر کی ہوئی صورتوں میں سے ایک بھی نہیں ہے علامہ عینی نے کہا ہے: ہمارے اصحاب نے اس تعلیق سے یہ استدلال کیا ہے کہ ایک سورت کو دو رکعتوں میں مکرر پڑھنا مکروہ نہیں ہے ایک قول ہے کہ مکروہ ہے علامہ سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ نے لکھا ہے: ایسا کرنا نہیں چاہیے اور اگر کر لیا تو کوئی حرج نہیں ہے اور افضل یہ ہے کہ نماز کی ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ پڑھے اور فرض نماز میں مکمل سورت پڑھے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٦١ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۷۴م - وَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ يَؤُمُّهُمْ فِي مَسْجِدِ قُبَاءٍ، وَكَانَ كُلَّمَا افْتَتَحَ سُورَةً يَقْرَأُ بِهَا لَهُمْ فِي الصَّلٰوةِ مِمَّا يَقْرَأُ بِهِ، افْتَتَحَ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهَا، ثُمَّ يَقْرَأُ سُورَةً أُخْرٰى مَعَهَا، وَكَانَ يَصْنَعُ ذٰلِكَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ، فَكَلَّمَهُ أَصْحَابُهُ فَقَالُوا إِنَّكَ تَفْتَتِحُ بِهٰذِهِ السُّورَةِ، ثُمَّ لَا تَرٰى أَنَّهَا تُجْزِئُكَ حَتّٰى تَقْرَأَ بِأُخْرٰى؟ فَإِمَّا أَنْ تَقْرَأَ بِهَا وَإِمَّا أَنْ تَدَعَهَا وَتَقْرَأَ بِأُخْرٰى، فَقَالَ مَا أَنَا بِتَارِكِهَا، إِنْ أَحْبَبْتُمْ أَنْ أَؤُمَّكُمْ بِذٰلِكَ فَعَلْتُ، وَإِنْ كَرِهْتُمْ تَرَكْتُكُمْ، وَكَانُوا يَرَوْنَ أَنَّهُ مِنْ أَفْضَلِهِمْ، وَكَرِهُوا أَنْ يَؤُمَّهُمْ غَيْرُهُ، فَلَمَّا أَتَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرُوهُ الْخَبَرَ، فَقَالَ يَا فُلَانُ، مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَفْعَلَ مَا يَأْمُرُكَ بِهِ أَصْحَابُكَ؟ وَمَا يَحْمِلُكَ عَلٰى لُزُومِ هٰذِهِ السُّورَةِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ؟ فَقَالَ إِنِّي أُحِبُّهَا، فَقَالَ حُبُّكَ إِيَّاهَا أَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ.

(سنن ترمذی:۲۹۰۱' سنن بیہقی ج ۲ ص ۶۱-۶۰' المعجم الاوسط: ۸۹۸' جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۴۰' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری ذکر کرتے ہیں: اور عبید اللہ بن عمر نے کہا از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے ایک شخص مسجد قبا میں ان کو نماز پڑھاتے تھے' وہ جب بھی نماز میں ان کے لیے کسی سورت کو پڑھنا شروع کرتے تو اپنی قراءت کا افتتاح "قل ھو اللہ احد" سے کرتے حتیٰ کہ اس سورت سے فارغ ہو جاتے' پھر اس کے ساتھ کوئی دوسری سورت پڑھتے اور وہ ہر رکعت میں اسی طرح کرتے تھے' ان کے اصحاب نے ان سے یہ کہا: آپ اس سورت سے افتتاح کرتے ہیں' پھر آپ یہ نہیں سمجھتے کہ اس سورت کا پڑھنا کافی ہے حتیٰ کہ آپ دوسری سورت پڑھتے ہیں' پس (آئندہ) آپ یا تو اسی سورت کو پڑھیں یا اس کو چھوڑ دیں اور دوسری سورت پڑھیں' انہوں نے کہا: میں اس سورت کو چھوڑنے والا نہیں ہوں' اگر تم چاہتے ہو کہ میں تم کو اسی طرح نماز پڑھاؤں تو میں پڑھاؤں گا اور اگر تم اس کو ناپسند کرو تو میں تم کو چھوڑ دوں گا' اور وہاں کے لوگ یہ سمجھتے تھے کہ وہ ان سب سے افضل ہیں اور انہوں نے اس کو ناپسند کیا کہ انہیں کوئی اور شخص نماز پڑھائے' جب ان لوگوں کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ان لوگوں نے آپ کو اس واقعہ کی خبر دی' آپ نے فرمایا: اے فلاں! تمہیں اپنے اصحاب کی بات ماننے سے کیا چیز مانع ہے؟ اور اس سورت کو ہر رکعت میں لازماً پڑھنے پر کیا چیز برانگیختہ کرتی ہے؟ انہوں نے کہا: میں اس سورت سے محبت کرتا ہوں' آپ نے فرمایا: اس سورت سے تمہاری محبت نے تمہیں جنت میں داخل کر دیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم (۲) ثابت البنانی (۳) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۶۲)

تعلیق مذکور کی یہ حدیث بھی عنوان کے جزاوّل کے موافق ہے اور وہ ہے: دو رکعتوں میں دو سورتوں کو جمع کرنا کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ امام "قل ھو اللہ احد" سے سورت کو شروع کرتے تھے اور پھر اس کی قراءت سے فارغ ہونے کے بعد کوئی اور سورت پڑھتے تھے اور وہ ہر رکعت میں اسی طرح کرتے تھے اور یہی ایک رکعت میں دو سورتوں کو جمع کرنا ہے۔

مسجد قبا کے امام مذکور کا تعارف

اس حدیث میں مذکور ہے: انصار کے ایک شخص مسجد قبا میں ان کو نماز پڑھاتے تھے۔ ان کا نام کلثوم بن ہدم تھا' ان کا تعلق بنو عمرو

بن عوف سے تھا اور وہ قباء کے رہنے والے تھے اور نبی ﷺ جب ہجرت کر کے قباء کی طرف آئے تو ان ہی کے پاس ٹھہرے تھے ایک قول ہے کہ وہ قتادہ بن نعمان تھے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٦٢)

ایک رکعت میں دو سورتیں پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک رکعت میں دو سورتوں کو جمع کرنا جائز ہے۔ فقہاء تابعین میں سے سعید بن جبیر' عطاء بن ابی رباح' علقمہ' سوید بن غفلہ' ابراہیم النخعی اور سفیان الثوری کا یہی مسلک ہے اور ائمہ مجتہدین میں سے امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا بھی یہی مسلک ہے اور صحابہ کرام میں سے حضرت عثمان' حضرت حذیفہ' حضرت ابن عمر اور حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہم کا بھی یہ مؤقف ہے۔

نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے فرض نہ ہونے پر دلائل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ اپنی قراءت کا افتتاح ''قل هو الله احد'' سے کرتے تھے' پھر اس کے ساتھ کوئی دوسری سورت پڑھتے اور وہ ہر رکعت میں اسی طرح کرتے تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت کلثوم بن ہِدم نماز میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھتے تھے اور بعد میں رسول اللہ ﷺ نے ان کے اس طریقہ کی تصویب کر دی' اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں سورہ فاتحہ کو پڑھنا فرض نہیں ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے ان فقہاء نے استدلال کیا ہے' جو کہتے ہیں: نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا شرط نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ راوی نے اس حدیث میں سورہ فاتحہ کا ذکر نہیں کیا کیونکہ سب کو معلوم ہے کہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا شرط ہے' پس اس حدیث کی یہ تاویل ہے کہ حضرت کلثوم بن ہِدم نے سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد ''قل هو الله احد'' سے افتتاح کیا' یا اس حدیث میں سورہ فاتحہ کی فرضیت سے پہلے کا واقعہ مذکور ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۳۴۵' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ تاویل ظاہر حدیث کے خلاف ہے اور اس پر کوئی قرینہ نہیں ہے' نیز اہل قباء نے حضرت کلثوم پر یہ اعتراض کیا تھا کہ وہ ایک رکعت میں دو سورتوں کو جمع کرتے ہیں' جس سے ان کی نماز میں کوئی ضرر نہیں ہوتا تھا' پس اگر سورہ فاتحہ کا پڑھنا شرط ہوتا تو وہ اس سے بہت زیادہ انکار کرتے اور اُن کے خلاف Hot Issue بنا لیتے اور اپنی نماز دُہراتے۔

(عمدۃ القاری ج ٦ ص ٦٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

میں کہتا ہوں کہ حضرت کلثوم بن ہِدم کی حدیث کی تائید میں یہ حدیث ہے:

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ ھ' اپنی سند کے ساتھ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' میں نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی' آپ نے سورۃ البقرہ سے نماز کا افتتاح کیا' میں نے (دل میں) کہا: آپ اس سورت کو ختم کر کے رکوع کریں گے' پھر آپ نے آل عمران سے افتتاح کیا' میں نے (دل میں) کہا: آپ اس کو ختم کر کے رکوع کریں گے' پھر آپ نے سورۃ النساء کو شروع کیا' میں نے (دل میں) کہا: آپ اس پر رکوع کریں گے' آپ نے اس سورت کو پڑھا حتیٰ کہ اس کو ختم کر دیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۰۴' صحیح مسلم: ۷۷۲' سنن نسائی: ۱۱۳۳' مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۴)

اس حدیث میں بھی یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے نماز کا افتتاح سورۃ البقرہ سے کیا یعنی آپ نے نماز کے شروع میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی اور اس میں یہ دلیل ہے کہ نماز میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں ہے۔

جب قرآن کی محبت کی وجہ سے کسی عمل کے کرنے پر جنت کی بشارت ہے تو صاحب قرآن کی محبت کی وجہ سے کسی عمل کا خیر ہونا زیادہ لائق ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کلثوم بن ھِدم رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ تم نے نماز کی ہر رکعت میں سورۃ ''قل ھو اللّٰہ احد'' پڑھنے کو کیوں لازم کرلیا ہے؟ انہوں نے کہا: میں اس سورت سے محبت کرتا ہوں' تو آپ نے فرمایا: اس سورت کی محبت نے تمہیں جنت میں داخل کردیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر آدمی کے دل کا کسی سورت کی طرف میلان ہو اور وہ اس کو نماز میں پڑھنے پر دوام کرے تو یہ جائز ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کلثوم بن ھِدم کو جنت کی بشارت دی اور جنت میں وہی شخص داخل ہوگا' جس کا ایمان پر خاتمہ ہو' اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ حضرت کلثوم تاحیات ایمان پر قائم رہیں گے۔

حضرت کلثوم نے سورۃ ''قل ھو اللّٰہ احد'' سے محبت کی وجہ سے اس کو نماز میں پڑھنا لازم کرلیا اور آپ نے ان کو جنت کی بشارت دی' تو اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی وجہ سے اذان کے بعد آپ پر بغیر لزوم کے درود شریف پڑھیں یا آپ کی تعظیم کے قصد سے کھڑے ہوکر آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھیں یا آپ کی تعظیم کے اظہار کے لیے محافل میلاد میں آپ کے فضائل بیان کریں یا آپ کی محبت سے یارسول اللہ کہیں تو کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بشارت کے مستحق نہیں ہوں گے!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی ہر رکعت کے آغاز میں سورۃ ''قل ھو اللّٰہ احد'' پڑھنے کا حکم نہیں دیا' حضرت کلثوم محض اس سورت سے محبت کی وجہ سے اس کو پڑھتے تھے اور وہ اس سے بدعتی نہیں ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے صلوٰۃ وسلام پڑھنے والے اور یارسول اللہ کہنے والے بدعتی کیوں ہوں گے! واضح رہے کہ محبت کی وجہ سے یارسول اللہ کہنا مخالفین کے نزدیک بھی جائز ہے۔

شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ لکھتے ہیں:

یہ خود آپ کو معلوم ہے کہ نداء غیر اللہ تعالیٰ کو دور سے شرک حقیقی جب ہوتا ہے کہ ان کو عالم سامع مستقل اعتقاد کرے ورنہ شرک نہیں' مثلاً یہ جانے کہ حق تعالیٰ ان کو مطلع فرمادیوے گا یا باذنہ تعالیٰ انکشاف ان کو ہو جاوے گا' یا باذنہ تعالیٰ ملائکہ پہنچا دیویں گے' جیسا درود کی نسبت وارد ہے یا محض شوقیہ کہتا ہو' محبت میں یا عرض حال محل تحسر وحرمان میں کہ ایسے مواقع میں اگرچہ کلمات خطابیہ بولتے ہیں لیکن ہرگز نہ مقصود اسماع ہوتا ہے نہ عقیدہ' پس ان ہی اقسام سے کلمات مناجات واشعار بزرگان کے ہوتے ہیں کہ فی حد ذاتہ نہ شرک نہ معصیت۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب ص ۶۸' محمد سعید اینڈ سنز' تاجران کتب' کراچی)

مخالفین نے اہل سنت پر جو شرک اور بدعت کے فتوے عائد کیے ہیں' حضرت کلثوم کی حدیث مذکور اور شیخ گنگوہی کی مذکور الصدر عبارت سے ان تمام فتاویٰ کا باطل اور مردود ہونا واضح ہو جاتا ہے۔

۷۷۵ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا وَائِلٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى ابْنِ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ قَرَاْتُ الْمُفَصَّلَ اللَّيْلَةَ فِيْ رَكْعَةٍ فَقَالَ هٰذًّا كَهَذِّ الشِّعْرِ؟ لَقَدْ عَرَفْتُ النَّظَائِرَ الَّتِيْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرِنُ بَيْنَهُنَّ فَذَكَرَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو بن مرہ' انہوں نے کہا: میں نے ابو وائل سے سنا' انہوں نے کہا: ایک شخص حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا' اس نے کہا: میں نے آج مفصل (سورہ محمد سے آخر قرآن تک کی کوئی سورت) کو ایک رات

عِشْرِيْنَ سُوْرَةً مِّنَ الْمُفَصَّلِ، سُوْرَتَيْنِ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ. [اطراف الحدیث: ۴۹۹۶-۵۰۴۳]

میں پڑھا' حضرت ابن مسعود نے کہا: تم نے اس کو شعر کی طرح جلدی جلدی پڑھا ہوگا' میں ان سورتوں کی نظائر کو جانتا ہوں جن کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملا کر پڑھتے تھے' پھر انہوں نے مفصل سے بیس سورتیں پڑھیں' ہر رکعت میں دو سورتیں۔

(صحیح مسلم: ۸۲۲' الرقم المسلسل: ۱۸۷۷' سنن ترمذی: ۶۰۲' سنن نسائی: ۱۰۰۵' مسند ابویعلیٰ: ۵۲۲۲' صحیح ابن خزیمہ: ۵۳۸' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۵۹' السنن الکبریٰ: ۱۰۷۶' المعجم الکبیر: ۹۸۶۴' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۶۰۷- ج ۶ ص ۹۷-۹۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطحاوی: ۵۰۷۲)

حدیث مذکور کے پانچ رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے پہلے جز کے ساتھ مطابقت ہے یعنی دو سورتوں کو ایک رکعت میں جمع کرنا۔

ان دو سورتوں کی نظائر جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک رکعت میں جمع کرتے تھے

علقمہ اور اسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا' اس نے کہا: میں ایک رکعت میں مفصل کو پڑھتا ہوں' حضرت ابن مسعود نے فرمایا: کیا تم شعر کی طرح جلدی جلدی پڑھتے ہو' یا جیسے درخت سے سوکھی ہوئی کھجوریں جھڑتی ہیں' لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک رکعت میں دو ایسی سورتوں کو پڑھتے تھے جو ایک دوسرے کی نظیر تھی: (۱) ''والنجم'' اور ''الرحمٰن'' ایک رکعت میں (۲) اور ''اقتربت'' اور ''الحاقہ'' ایک رکعت میں (۳) ''والطور'' اور ''والذاریات'' ایک رکعت میں (۴) ''اذا وقعت'' اور ''النون'' ایک رکعت میں (۵) ''سال سائل'' اور ''النّٰزعٰت'' ایک رکعت میں (۶) ''ویل للمطففین'' اور ''عبس'' ایک رکعت میں (۷) ''المدثر'' اور ''المزمل'' ایک رکعت میں (۸) ''ھل اتی'' اور ''لا اقسم بیوم القیامۃ'' ایک رکعت میں (۹) ''عم یتساء لون'' اور ''المرسلٰت'' ایک رکعت میں (۱۰) ''الدخان'' اور ''اذا الشمس کوّرت'' ایک رکعت میں۔

(سنن ابوداؤد: ۱۳۹۶)

مفصل کی دو سورتوں کو ایک رکعت میں جمع کرنا آپ کا معمول تھا اور بعض اوقات آپ سورہ بقرہ اور دوسری لمبی سورتوں کو بھی جمع کرتے تھے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں قرآن مجید کو جلدی جلدی اور تیز تیز پڑھنے کی ممانعت ہے اور قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر تدبر سے پڑھنے کی ترغیب ہے' قاضی عیاض نے کہا ہے کہ بعض علماء نے تھوڑی مقدار میں تیز تیز پڑھنے کی اجازت دی ہے' نیز اس سے معلوم ہوا کہ دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے لمبا کر کے پڑھنا جائز ہے مگر اولیٰ یہ ہے کہ دونوں رکعتیں برابر ہوں ماسوا فجر کی نماز کے' فجر کی نماز میں پہلی رکعت کو دوسری رکعت سے لمبا کرنا افضل ہے' اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک رکعت میں دو سے زیادہ سورتوں کو بھی پڑھنا جائز ہے' اس کی دلیل یہ ہے کہ عبداللہ بن شقیق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کئی سورتوں کو جمع کرتے تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہاں! مفصل کی کئی سورتوں کو جمع کرتے تھے' بعض احادیث میں آیا ہے کہ آپ سورۃ البقرہ اور دو دوسری لمبی سورتوں کو تہجد کی رکعت میں جمع کرتے تھے' وہ مفصل کی سورتوں کو جمع کر کے پڑھنے کے خلاف نہیں ہے کیونکہ وہ نادراً ہوتا تھا' قاضی عیاض نے حضرت ابن مسعود کی حدیث کی شرح میں کہا ہے کہ آپ جو ایک رکعت میں مفصل کی دو سورتوں کو جمع کر کے پڑھتے تھے' وہ آپ کا اکثر

اوقات میں معمول تھا اور وہ جو بعض احادیث میں سورہ بقرہ وغیرھا کو ایک رکعت میں پڑھنے کا ذکر ہے وہ بہت نادر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٦ ص ٦٦-٦٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

قرآن مجید کی پہلی سات سورتوں کو طوال کہتے ہیں' اس کے بعد جن سورتوں میں سو کے قریب آیات ہوں' ان کو ذات المئین کہتے ہیں اور جن میں سو سے کم آیات ہوں ان کو مثانی کہتے ہیں اور سورۃ الحجرات سے آخر قرآن تک کی سورتوں کو مفصل کہتے ہیں۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ١٨٠٩- ج ٢ ص ٥٩٩ پر مذکور ہے' اس کی وہاں بغیر عنوان کے مختصر شرح کی گئی ہے۔

١٠٧ - بَابٌ يَقْرَأُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

آخری دو رکعتوں میں فاتحۃ الکتاب کو پڑھا جائے

٧٧٦ - حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ فِي الْأُوْلَيَيْنِ بِأُمِّ الْكِتَابِ وَسُوْرَتَيْنِ، وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُخْرَيَيْنِ بِأُمِّ الْكِتَابِ، وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ، وَيُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى مَا لَا يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ، وَهٰكَذَا فِي الْعَصْرِ، وَهٰكَذَا فِي الصُّبْحِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ھمام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عبداللہ بن ابی قتادہ از والد خود کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعت میں سورہ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھتے تھے اور ہمیں سناتے تھے اور پہلی رکعت اتنی لمبی پڑھتے تھے جتنی لمبی دوسری رکعت نہیں پڑھتے تھے اور اسی طرح عصر میں اور اسی طرح صبح میں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٧٥٩ کا مطالعہ فرمائیں۔

١٠٨ - بَابُ مَنْ خَافَتَ الْقِرَاءَةَ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ

جس نے ظہر اور عصر میں آہستہ قرآن پڑھا

٧٧٧ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ قُلْتُ لِخَبَّابٍ أَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ؟ قَالَ نَعَمْ قُلْنَا مِنْ أَيْنَ عَلِمْتَ؟ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از عمارہ بن عمیر از ابی معمر' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر میں قرآن پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں' ہم نے پوچھا: آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ انہوں نے کہا: آپ کی ڈاڑھی کے ہلنے کی وجہ سے۔

اس حدیث کی شرح کا صحیح البخاری: ٧٤٦ میں مطالعہ کریں۔

١٠٩ - بَابُ إِذَا أَسْمَعَ الْإِمَامُ الْآيَةَ

جب امام آیت کو سنائے

٧٧٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ النَّبِيَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ بِاُمِّ الْكِتَابِ وَسُوْرَةٍ مَّعَهَا، فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ مِنْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ، وَيُسْمِعُنَا الْاٰيَةَ اَحْيَانًا، وَكَانَ يُطِيْلُ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى.

عبداللہ بن ابی قتادہ نے حدیث بیان کی از والد خود کہ نبی ﷺ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی سورت پڑھتے اور کبھی کبھی ہمیں آیت سناتے اور آپ پہلی رکعت کو لمبا کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح کا صحیح البخاری:۷۵۹ میں مطالعہ کریں۔

۱۱۰ - بَابٌ يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى
پہلی رکعت کو لمبا کرے

۷۷۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ، عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى مِنْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ، وَيُقَصِّرُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ، وَيَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي صَلٰوةِ الصُّبْحِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی کثیر از عبداللہ بن ابی قتادہ از والد خود کہ نبی ﷺ ظہر کی پہلی رکعت کو لمبا کرتے تھے اور دوسری رکعت کو کم کرتے تھے اور یہ آپ نماز فجر میں کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح کا صحیح البخاری:۷۵۹ میں مطالعہ کریں۔

۱۱۱ - بَابُ جَهْرِ الْاِمَامِ بِالتَّاْمِيْنِ
بلند آواز سے آمین کہنا

آمین کا وزن کلام عرب کے اوزان میں سے نہیں ہے اور یہ ہابیل اور قابیل کی مثل ہے اور اس کی اصل ہے: ''یا اللّٰہ استجب دعاءنا'' اے اللہ! ہماری دعا کو قبول فرما' اور یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے اور اس میں سے حرف ندا کو ساقط کر دیا گیا ہے اور مد کو اس کا قائم مقام کر دیا گیا' امام عبدالرزاق نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: آمین اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے' اور ھلال بن یساف سے مروی ہے کہ جس طرح ''صہ'' کا معنی ''اسکت'' ہے اور یہ اسم فعل ہے' اسی طرح یہ بھی اسم فعل ہے۔

آمین کے معنی کی تحقیق

اس کے معنی میں ایک قول یہ ہے کہ چاہیے اس طرح ہو جائے' دوسرا قول ہے: قبول فرما' تیسرا قول ہے: ہماری امید کو نامراد نہ کر' چوتھا قول ہے: اس پر تیرے سوا اور کوئی قادر نہیں ہے' پانچواں قول ہے: یہ اللہ کی اپنے بندوں پر مہر ہے جس کے سبب سے وہ ان سے آفات کو دور کرتا ہے' چھٹا قول ہے: یہ عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے' اس کی تاویل کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

ابوزہیر نمیری بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص بہت گڑگڑا کر دعا کر رہا تھا' نبی ﷺ نے فرمایا: اس کی دعا کی مقبولیت واجب ہے' اگر اس نے اس پر مہر لگا دی' لوگوں میں سے ایک شخص نے پوچھا: وہ کس چیز سے مہر لگائے؟ آپ نے فرمایا: آمین سے' پس اگر اس نے اپنی دعا آمین پر ختم کی تو اس کا مقبول ہونا واجب ہے۔ (سنن ابوداؤد:۹۳۸)

جو شخص اکیلا نماز پڑھ رہا ہو یا امام ہو یا مقتدی ہو یا خارج از نماز دعا کر رہا ہو' ان سب کے لیے آمین کہنا سنت ہے' اسی طرح نماز میں سورہ فاتحہ کے بعد اور سورت ملانے سے پہلے آمین کہنا سنت ہے۔ (عمدۃ القاری ج۶ ص۶۹-۶۸)

وَقَالَ عَطَاءٌ اٰمِيْنَ دُعَاءٌ، اَمَّنَ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَمَنْ وَّرَاءَهٗ، حَتّٰى اِنَّ لِلْمَسْجِدِ لَلَجَّةً.

اور عطاء نے کہا: آمین دعا ہے' حضرت ابن الزبیر نے آمین کہی اور ان کے پیچھے والوں نے آمین کہی حتیٰ کہ مسجد گونج اٹھی۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث ہے:

ابن جریج عطاء سے روایت کرتے ہیں' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے ابن جریج سے پوچھا: کیا حضرت ابن الزبیر سورہ فاتحہ کے بعد آمین پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں! اور جو ان کے پیچھے نمازی تھے' وہ بھی آمین پڑھتے تھے حتیٰ کہ مسجد گونج جاتی تھی' پھر عطاء نے کہا: آمین دعا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۶۴۲)

وَكَانَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ يُنَادِي الْإِمَامَ لَا تَفُتْنِي بِاٰمِيْنَ.

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بہ آوازِ بلند امام سے کہتے تھے: ہماری آمین کو چھوڑ نہ دینا۔

اس تعلیق کی اصل' مصنف عبدالرزاق: ۲۶۴۲ کا آخری حصہ ہے۔

وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَدَعُهُ' وَيَحُضُّهُمْ وَسَمِعْتُ مِنْهُ فِيْ ذٰلِكَ خَيْرًا.

اور نافع نے کہا: حضرت ابن عمر آمین کو نہیں چھوڑتے تھے اور آمین کہنے پر برانگیختہ کرتے تھے اور میں نے ان سے اس کے متعلق اچھی بات سنی ہے۔

اس تعلیق کی اصل میں درج ذیل حدیث ہے:

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ مجھے نافع نے خبر دی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب سورہ فاتحہ ختم کرتے تو آمین پڑھتے اور اس کو ختم کرنے کے بعد آمین کو نہیں چھوڑتے تھے اور لوگوں کو اس کے پڑھنے پر برانگیختہ کرتے تھے اور میں نے ان سے اس کے متعلق اچھی بات سنی ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۶۴۳)

٧٨٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ' وَاَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهُمَا اَخْبَرَاهُ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَمَّنَ الْإِمَامُ فَاَمِّنُوْا فَاِنَّهُ مَنْ وَافَقَ تَاْمِيْنُهُ تَاْمِيْنَ الْمَلَائِكَةِ' غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. وَقَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اٰمِيْنَ.

[طرف الحدیث: ٦٤٠٢]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از سعید بن مسیب و ابی سلمہ بن عبد الرحمان' ان دونوں نے ان کو خبر دی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امام آمین کہے تو تم آمین کہو' پس بے شک جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگئی' اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے' اور ابن شہاب نے کہا: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آمین کہتے تھے۔

مُطَابَقَتُهُ لِلتَّرْجَمَةِ ظَاهِرَةٌ لِاَنَّهُ صلی اللہ علیہ وسلم اَمَرَ الْقَوْمَ بِالتَّاْمِيْنِ عِنْدَ تَاْمِيْنِ الْإِمَامِ.

یہ عنوان کے مطابق ظاہر ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ جب امام آمین کہے تو وہ آمین کہیں۔

(صحیح مسلم: ۴۱۰' الرقم المسلسل: ۸۹۰' سنن ابوداؤد: ۹۳۶' سنن ترمذی: ۲۵۰' سنن نسائی: ۹۲۸' موطأ امام مالک: ۱۹۸' دار المعرفۃ المنتقی: ۳۲۲' سنن بیہقی ج ۲ ص ۵۵' شرح السنۃ: ۵۸۷' صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۸۳' مسند احمد ج ۲ ص ۵۹ ۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۹۹۲۱۔ ج ۱۶ ص ۱۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

باب کا عنوان ہے: جب امام بلند آواز سے آمین کہے اور اس حدیث کی اس سے مطابقت اس جملہ میں ہے: جب امام آمین کہے تو تم آمین کہو۔

آمین کہنے والے فرشتوں کے مصداق میں متعدد اقوال

آمین کہنے والے فرشتوں کے مصداق میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ فرشتے کراماً کاتبین ہیں' جو اس کے ساتھ رہتے ہیں اور اس کے اعمال لکھتے رہتے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ فرشتے ہیں جو صبح اور شام باری باری آتے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ آسمان کے فرشتے ہیں کیونکہ امام بیہقی کی روایت میں ہے: جب پڑھنے والا "غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ" (الفاتحہ:۷) کہتا ہے اور اس کے پیچھے نمازی آمین کہتے ہیں اور ان کا آمین کہنا آسمان کے فرشتوں کے قول کے موافق ہو جاتا ہے تو ان کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ (سنن بیہقی ج ۲ ص ۵۵' نشر السنۃ' ملتان) ایک قول ہے: تمام فرشتے آمین کہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ۷۱)

امام کے آمین کہنے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام کے آمین کہنے میں اختلاف ہے' مطرف اور ابن الماجشون نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ امام بھی مقتدی کی مثل آمین کہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں ہے اور یہی امام ابوحنیفہ' اوزاعی' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق وغیرہ کا مذہب ہے۔

ایک جماعت نے کہا ہے کہ امام آمین نہ کہے' آمین صرف اس کے پیچھے نمازی کہیں' امام مالک کا یہ قول "مدونہ" میں ہے اور ان کے مصری اصحاب کا بھی یہی قول ہے۔

اس قول کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے: جب امام کہے: "غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ" (الفاتحہ:۷) تو تم آمین کہو۔ (مسند احمد: ۹۹۲۲) اگر امام کے لیے بھی آمین کہنا مشروع ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یوں فرماتے: جب امام آمین کہے تو تم آمین کہو' اور ہم نے دیکھا کہ سورۃ الفاتحہ دعا ہے' پس امام دعا کرنے والا ہے اور مقتدی آمین کہنے والا ہے اور اسی طرح لوگوں کا معمول ہے کہ ایک شخص دعا کرتا ہے اور سننے والا آمین کہتا ہے۔

جو فقہاء امام کے آمین کہنے کے قائل ہیں' وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب امام آمین کہے تو آمین کہو۔ (صحیح البخاری: ۷۸۰) اور یہ اس کی دلیل ہے کہ امام آمین کہے گا اور یہ معلوم ہے کہ مقتدی آمین کہتا ہے تو امام کو بھی آمین کہنا چاہیے' اور اسی طرح حضرت ابو ہریرہ کا یہ قول بھی دلیل ہے کہ وہ امام سے کہتے تھے کہ تم ہماری آمین کو چھوڑ نہ دینا۔ (مصنف عبد الرزاق: ۲٦۴۲) اس سے معلوم ہوا کہ امام آمین کہتا ہے اور ابن شہاب الزہری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آمین کہتے تھے۔

بلند آواز سے آمین کہنے میں مذاہب فقہاء

بلند آواز سے آمین کہنے میں بھی اختلاف ہے' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق وغیرہ نے کہا ہے کہ امام بلند آواز سے آمین کہے اور ابن وہب اور ابومصعب نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ امام آہستہ آمین کہے اور یہی فقہاء احناف کا قول ہے اور حضرت عمر' حضرت علی اور حضرت ابن مسعود سے بھی یہی مروی ہے' اور النخعی' الشعبی اور ابن ابی لیلیٰ کا بھی یہی مذہب ہے۔

بلند آواز سے آمین کہنے والوں کی دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: جب امام آمین کہے تو تم آمین کہو (صحیح البخاری: ۷۸۰) اگر امام آہستہ آمین کہے گا تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کے لیے یہ ممکن نہیں ہوگا کہ وہ اس کے آمین کہنے کے بعد آمین کہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ضرور ممکن ہوگا کیونکہ آمین کہنے کا وقت اور محل متعین ہے' جب امام "غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ" (الفاتحہ:۷) کہے گا اور اس کے بعد خواہ وہ آہستہ آمین کہے' اس کے پیچھے نماز پڑھنے والے آمین کہہ لیں گے۔

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: عطاء نے کہا: میں اماموں سے سنتا ہوں' وہ سورۃ الفاتحہ کے بعد آمین کہتے ہیں اور ان کے پیچھے نمازی بھی آمین کہتے ہیں حتیٰ کہ مسجد گونج اٹھتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ بلند آواز سے آمین کہنا ایک اجتہادی مسئلہ ہے۔ عطاء نے جن اماموں کا بلند آواز سے آمین کہنا نقل کیا ہے وہ لوگ آہستہ آمین کہنے کے دلائل پر مطلع نہیں ہوئے۔

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: آمین آہستہ کہنے والوں کی دلیل یہ آیت ہے:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً. (الاعراف:۵۵) اپنے رب سے گڑگڑا کر اور چپکے چپکے دعا کرو۔

یعنی آمین دعا ہے' لہٰذا اس کو بھی چپکے چپکے مانگنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی اس پر مدح فرمائی کہ انہوں نے چپکے چپکے دعا کی:

اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا O (مریم:۳) جب زکریا نے اپنے رب سے چپکے چپکے دعا کی O

نیز قرآن مجید میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے متعلق ہے:

قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا. (یونس:۸۹) تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی ہے۔

امام ابن جریر نے کہا: حضرت موسیٰ دعا کرتے تھے اور حضرت ہارون آمین کہتے تھے۔

(جامع البیان جز۱۱ص۱۸۵' دار احیاء التراث العربی بیروت)

اور دعا میں اصل یہ ہے کہ آہستہ آواز سے کی جائے۔

ابن وہب مالکی نے کہا ہے کہ امام مالک نے فرمایا ہے کہ امام کے بلند آواز سے آمین کہنے کے متعلق میں نے ابن شہاب کی روایت کے علاوہ اور کوئی حدیث نہیں دیکھی۔

علامہ ابن بطال مزید لکھتے ہیں: حضرت ابوہریرہ نے جو بہ آواز بلند امام سے کہا: مجھ پر آمین کہنے میں سبقت نہ کرنا' اس کا معنی یہ ہے کہ میری اقامت ختم کرنے سے پہلے سورہ فاتحہ نہ پڑھ لینا حتیٰ کہ مجھے تمہارے ساتھ آمین کہنے کا موقع نہ مل سکے' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ تم بلند آواز سے آمین کہو۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۷۳۔۴۷۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

آہستہ آمین کہنے کے متعلق احادیث اور آثار

علقمہ بن وائل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ''غیر المغضوب علیھم ولا الضالین'' پڑھا' پھر کہا: آمین' اور اپنی آواز آہستہ رکھی۔ (سنن ترمذی:۲۴۸)

ابراہیم نخعی نے کہا: چار چیزوں کو امام آہستہ پڑھے:(۱)''بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم''(۲)''اعوذ باللّٰہ''(۳)''آمین'' (۴) جب امام ''سمع اللّٰہ لمن حمدہ'' کہے تو وہ کہے:'' ربنا لك الحمد''۔ (مصنف عبدالرزاق:۲۵۹۸)

ابراہیم نے کہا: پانچ چیزوں کو آہستہ پڑھا جائے:(۱)''سبحانك اللھم وبحمدك''(۲)''اعوذ باللّٰہ''(۳)''بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم''(۴)''آمین''(۵) جب امام ''سمع اللّٰہ لمن حمدہ'' کہے تو نمازی کہے:'' ربنا لك الحمد''۔

(مصنف عبدالرزاق:۲۵۹۹)

منصور نے بیان کیا کہ ابراہیم آہستہ آمین کہتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق:۲۶۳۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے دعا کی تو حضرت ہارون نے ان کی دعا پر آمین

کہی۔ (اور دعا میں اصل اخفاء ہے) اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ کہتے تھے کہ آمین اللہ عزوجل کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔
(مصنف عبدالرزاق: ۲۶۵۳)

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا کہ جب امام مغرب کی آخری رکعت میں سورۃ الفاتحہ پڑھے اور عشاء کی آخری دو رکعتوں میں سورۃ الفاتحہ پڑھے تو کیسے آمین پڑھے؟ انہوں نے کہا: آہستہ سے آمین پڑھے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۶۵۵)

۱۱۲ - بَابُ فَضْلِ التَّأْمِيْنِ
آمین کہنے کی فضیلت

۷۸۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ اَبِی الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَالَ اَحَدُكُمْ اٰمِيْنَ وَقَالَتِ الْمَلَائِكَةُ فِی السَّمَاءِ اٰمِيْنَ، فَوَافَقَتْ اِحْدَاهُمَا الْاُخْرٰی، غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ. (سنن نسائی: ۹۲۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص آمین کہتا ہے اور فرشتے بھی آسمان میں آمین کہتے ہیں اور دونوں میں سے ایک کا قول دوسرے کے موافق ہو جاتا ہے تو اس کے پچھلے گناہوں کو معاف کر دیا جاتا ہے۔

اس حدیث کی تخریج حدیث سابق میں گزر چکی ہے۔

فرشتوں کی آمین کے ساتھ آمین کہنے کی فضیلت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں موافقت کا معنی یہ ہے کہ جب فرشتے آمین کہتے ہیں تو اسی وقت نمازی آمین کہتے ہیں یعنی نمازیوں اور فرشتوں کا آمین کہنا ایک ہی وقت میں ہوتا ہے۔

فرشتوں کے آمین کہنے کا معنی یہ ہے کہ وہ نمازیوں کے لیے استغفار کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نمازیوں کی دعا کو قبول فرمائے قرآن مجید میں فرشتوں کے استغفار کا ذکر ہے:

وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا. (المؤمن: ۷)

وہ ایمان والوں کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تو نے ہر چیز کو اپنی رحمت اور علم کے احاطہ میں لیا ہوا ہے سو تو ان مؤمنوں کو بخش دے جو توبہ کرتے ہیں۔

پس جب بندہ فرشتوں کی آمین کے ساتھ آمین کہے گا تو ایک وقت میں دونوں کی دعا اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچے گی اور فرشتوں کی آمین مقبول ہوتی ہے اور جن کے لیے وہ شفاعت کرتے ہیں قیامت کے دن ان کے حق میں ان کی شفاعت بھی مقبول ہوگی اس لیے اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ توقع ہے کہ وہ فرشتوں کی آمین کے ساتھ بندوں کی آمین کو بھی قبول فرمالے گا کیونکہ جب ایک وقت میں دونوں کی آمینیں اس کے پاس پہنچیں اور وہ ایک کی آمین قبول کرے اور دوسرے کی آمین قبول نہ کرے تو یہ اس کے فضل سے بعید ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۷۳-۳۷۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

۱۱۳ - بَابُ جَهْرِ الْمَاْمُوْمِ بِالتَّاْمِيْنِ
مقتدی کا بلند آواز سے آمین کہنا

۷۸۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُمَیٍّ، مَوْلٰی اَبِیْ بَكْرٍ، عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِیْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از سمی مولیٰ ابی بکر از ابی صالح از

هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ فَقُوْلُوْا اٰمِيْنَ فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَنُعَيْمُ الْمُجْمِرُ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ. [طرف الحدیث:۴۴۷۵]

ابوہریرہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امام "غیر المغضوب علیہم ولا الضالین" کہے تو تم آمین کہو پس جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو گیا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ ہمی کی متابعت محمد بن عمرو نے کی ہے از ابی سلمہ از حضرت ابی ہریرہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور نعیم المجمر نے بھی سمی کی متابعت از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ کی ہے۔

(سنن ابوداؤد:۹۳۵ سنن نسائی:۹۲۶ سنن ابن ماجہ:۸۵۲ سنن دارمی:۱۲۴۵ سنن بیہقی ج ۲ ص ۵۵ مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۰ طبع قدیم مسند احمد:۹۸۰۴۔ج ۱۵ ص ۵۰۰ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی:۴۳۸۸ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ عدم مطابقت اور آہستہ آمین کہنے کی دلیل

امام بخاری نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے: مقتدی کا بلند آواز سے آمین کہنا' جب کہ اس حدیث میں مقتدی کے بلند آواز سے آمین کہنے کا ذکر نہیں ہے' صرف یہ ذکر ہے کہ جب امام "غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ" (الفاتحہ:۷) کہے تو تم آمین کہو' یہ نہیں فرمایا کہ تم بلند آواز سے آمین کہو' آپ نے مطلقاً آمین کہنے کا حکم دیا ہے' خواہ مقتدی آہستہ آمین کہے یا بلند آواز سے آمین کہے' بلکہ یہ حدیث آہستہ آمین کہنے کی دلیل ہے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے: جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو جائے گا اس کے پچھلے گناہوں کو بخش دیا جائے گا اور فرشتوں کے قول کی موافقت آہستہ آمین کہنے میں ہے کیونکہ فرشتے بلند آواز سے آمین نہیں کہتے۔

آمین کہنے میں بہ ظاہر دو حدیثوں کے تعارض میں تطبیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کی ایک روایت میں ہے: جب امام آمین کہے تو تم آمین کہو۔ (صحیح البخاری:۷۸۰) اور اس باب کی حدیث میں ہے: "غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ" (الفاتحہ:۷) کہے تو تم آمین کہو۔ (صحیح البخاری:۷۸۲) بہ ظاہر ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہے' امام طبری نے ان دو حدیثوں میں تطبیق دی ہے' انہوں نے کہا: یہ دونوں حدیثیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے مروی ہیں' پس حدیث:۷۸۲ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ جب مقتدی امام کے فاتحۃ الکتاب سے فارغ ہونے کے بعد آمین کہے گا تو اس کے سابقہ گناہوں کی مغفرت ہو جائے گی اور حدیث:۷۸۰ میں یہ خبر دی ہے کہ جب مقتدی امام کے آمین کہنے کے بعد آمین کہے گا تب بھی اس کو یہی اجر ملے گا اور یہ معلوم ہے کہ امام سورۃ الفاتحہ کے بعد آمین کہتا ہے' لہٰذا ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

حدیث مذکور کو عنوان کے مطابق کرنے کی علامہ ابن بطال کی سعی لا حاصل

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: اس حدیث کا عنوان ہے: مقتدی کا بلند آواز سے آمین کہنا' اور اس عنوان کے بعد جو حدیث ذکر کی ہے اس میں مقتدی کے بلند آواز سے آمین کہنے کا ذکر نہیں ہے' لیکن جب امام بلند آواز سے آمین کہے گا اور مقتدی کو امام کی اتباع کرنے کا حکم ہے تو وہ بھی بلند آواز سے آمین کہے گا' اس وجہ سے یہ حدیث عنوان کے مطابق ہو جائے گی۔ میں کہتا ہوں کہ اس

حدیث کو عنوان کے مطابق کرنے کے لیے علامہ ابن بطال کی یہ کوشش فضول ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ کب ذکر ہے کہ امام بلند آواز سے آمین کہے حتیٰ کہ اس کی اتباع میں مقتدی بھی بلند آواز سے آمین کہے' بہر حال یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے۔

آمین بالجہر اور آمین بالسر کی دونوں حدیثیں صحیح اور معمول بہ ہیں

نیز علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ مقتدی آہستہ آمین کہے' امام طبری نے کہا ہے کہ بلند آواز سے آمین کہنے اور آہستہ آمین کہنے کی دونوں حدیثیں صحیح ہیں اور ہر دو حدیثوں پر امت کے فقہاء نے عمل کیا ہے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو اختیار دیا ہے کہ وہ جس طریقہ پر چاہیں عمل کر لیں اور اکثر صحابہ اور فقہاء تابعین کا مختار آہستہ آمین پڑھنا تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۴۷۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

سورہ فاتحہ کو بلند آواز سے پڑھنے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلند آواز سے آمین پڑھنے کے تعارض کا جواب

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ اور ایک روایت میں امام مالک نے کہا ہے کہ آمین کو آہستہ کہنا سنت ہے کیونکہ یہ دعا ہے تو اس کو تشہد کی طرح آہستہ پڑھنا چاہیے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آمین پڑھی اور آواز بلند کی۔ (سنن ابوداؤد: ۹۳۲)

نیز سورہ فاتحہ بھی دعا ہے اور اس کو بلند آواز سے بھی پڑھا جاتا ہے' اسی طرح آمین کو بھی بلند آواز سے پڑھنا جائز ہے۔

(المغنی ج ۲ ص ۳۷۷' دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

اس کا جواب یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کی دو حیثیتیں ہیں' وہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بھی ہے' قرآن مجید بھی ہے' اور اللہ تعالیٰ سے دعا بھی ہے اور چونکہ اس میں دو حیثیتیں ہیں' اس لیے اس کو قرآن مجید کی تلاوت کی حیثیت سے بلند آواز سے پڑھا جاتا ہے اور دعا کی حیثیت سے اس کو نماز کی آخری رکعت میں آہستہ پڑھا جاتا ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابتداء میں آمین کو بلند آواز سے پڑھا تاکہ مسلمانوں کو آمین پڑھنے کا طریقہ معلوم ہو جائے اور جب مسلمانوں کو تعلیم ہو گئی تو پھر آپ نے آمین کو آہستہ پڑھا' اس طرح ان دونوں حدیثوں میں تطبیق ہو گئی۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۸۱۹۔ ج ۱ ص ۱۱۸۷ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) آمین کہنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ (۲) آمین کہنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ (۳) آمین کہنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ (۴) آمین کہنے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ (۵) آمین بالسر پر دلائل۔

١١٤ - بَابٌ إِذَا رَكَعَ دُوْنَ الصَّفِّ

جب کسی شخص نے صف میں واصل ہونے سے پہلے رکوع کر لیا

٧٨٣ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنِ الْأَعْلَمِ، وَهُوَ زِيَادٌ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ أَنَّهُ انْتَهَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَاكِعٌ، فَرَكَعَ قَبْلَ أَنْ يَصِلَ إِلَى الصَّفِّ، فَذَكَرَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از الاعلم اور وہ زیاد ہے از الحسن از ابی بکرہ' وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک گئے' اس وقت آپ رکوع میں تھے' انہوں نے صف میں پہنچنے سے پہلے رکوع

ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا وَّلَا تَعُدْ.
کرلیا' پھر انہوں نے اس کا نبی ﷺ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: اللہ تمہاری حرص زیادہ کرے دوبارہ ایسا نہ کرنا۔

(سنن ابوداؤد: ۶۸۴ - ۶۸۳' سنن نسائی: ۸۷۰' المنتقی: ۳۱۸' مسند البزار: ۳۶۵۱' السنن الکبریٰ: ۹۴۳' صحیح ابن حبان: ۲۱۹۵' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۰۶' کتاب الجنۃ ج ۱ ص ۲۱۵' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۸۷۶' المعجم الصغیر: ۱۰۳۰' مسند احمد ج ۵ ص ۳۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۰۴۰۵ - ج ۳۴ ص ۴۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۵۵۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۷ھ' مسند الطحاوی: ۷۰۰۱)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل ابوسلمہ المنقری التبوذکی (۲) ھمام بن یحییٰ (۳) الاعلم' ان کا نام زیاد بن حسان ہے (۴) الحسن البصری (۵) ابوبکرہ' ان کا نام نفیع بن الحارث ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۷۹ - ۷۸)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: حضرت ابوبکرہ نے صف تک پہنچنے سے پہلے رکوع کرلیا۔

ایک آدمی کی صف کے پیچھے نماز کا جواز

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اکیلے آدمی کی صف کے پیچھے نماز جائز ہے کیونکہ نماز کا ایک جز جب صف کے پیچھے جائز ہے تو پوری نماز بھی جائز ہے۔

نبی ﷺ نے جو فرمایا: تم دوبارہ ایسا نہ کرنا' اس میں نبی ﷺ نے ان کو مستقبل میں افضل طریقہ سے نماز پڑھنے کی ہدایت دی ہے اور اگر یہ نماز جائز نہ ہوتی تو آپ ان کو اس نماز کے دوبارہ پڑھنے کا حکم دیتے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں نماز پڑھائی' آپ کے پیچھے حضرت انس اور ان کے بھائی تھے اور ان کے پیچھے صرف ایک بوڑھی عورت تھی' جو تنہا کھڑی تھیں اور اس مسئلہ میں عورت اور مرد میں کوئی فرق نہیں ہے اور حضرت وابصہ کی حدیث میں جو آپ نے نماز دہرانے کا حکم دیا تھا' وہ بہ طور وجوب نہیں تھا بلکہ بہ طور استحباب تھا۔

زہری اور اوزاعی یہ کہتے تھے کہ اگر کوئی شخص صف تک پہنچنے سے پہلے رکوع کرلے تو اگر وہ صف کے قریب ہے تو اس کی نماز جائز ہے اور اگر صف سے بعید ہے تو پھر اس کی نماز جائز نہیں ہے۔ (معالم التنزیل ج ۱ ص ۱۶۱ - ۱۶۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت وابصہ کی وہ حدیث جس میں آپ نے اس صورت میں نماز دہرانے کا حکم دیا تھا' وہ درج ذیل ہے:

حضرت وابصہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دیکھا' ایک شخص صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھ رہا ہے' آپ نے اس کو حکم دیا کہ وہ نماز دہرائے۔ (سنن ابوداؤد: ۶۸۲' سنن ترمذی: ۲۳۱' مسند احمد ج ۴ ص ۲۲۸)

جب نمازی رکوع میں ہوں اور کوئی شخص جماعت میں شامل ہونے کے لیے رکوع کرے تو وہ دو مرتبہ اللہ اکبر کہے' ایک بار تکبیرۃ تحریمہ کے لیے اور ایک بار رکوع کرنے کے لیے۔

عروہ بن الزبیر اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ آتے اور امام رکوع میں ہوتا تو وہ دو تکبیریں پڑھتے' نماز کے افتتاح کی تکبیر اور رکوع کرنے کی تکبیر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۲۱' مجلس علمی بیروت' ۱۴۲۷ھ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۰۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

یونس بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری نے کہا: دو تکبیریں پڑھنا مستحب ہے اگر اس کو جلدی ہو یا وہ بھول جائے تو ایک تکبیر بھی کافی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٥٢٨ مجلس علمی بیروت ١٤٢٧ھ مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٥١٤ دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤١٦ھ)

ایک آدمی کی صف کے پیچھے نماز کے متعلق اختلاف فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

جو شخص صف تک پہنچنے سے پہلے رکوع کر لے اس کے متعلق اختلاف ہے حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ انہوں نے صف تک پہنچنے سے پہلے رکوع کیا اور حالت رکوع میں چلتے ہوئے صف تک پہنچے سعید بن جبیر عروہ بن الزبیر ابو سلمہ اور عطاء نے بھی اس طرح کیا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب تم آؤ اور امام رکوع میں ہو اور امام کے سر اٹھانے سے پہلے تم نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھ دیئے تو تم نے جماعت کو پا لیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٥٣٤ مجلس علمی بیروت ١٤٢٧ھ مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٥٢٠ دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤١٦ھ)

امام مالک اور لیث نے کہا: اگر کوئی شخص تنہا صف تک پہنچنے سے پہلے رکوع کر لے اور چلتا ہوا صف تک پہنچے تو اگر وہ صف کے قریب ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور امام ابوحنیفہ اور ثوری نے کہا ہے کہ ایک شخص تنہا صف تک پہنچنے سے پہلے رکوع کر لے اور پھر آگے جائے تو یہ مکروہ ہے اور اگر ایک جماعت ایسا کرے تو پھر مکروہ نہیں ہے۔ اس کو امام طحاوی نے ذکر کیا ہے اور انہوں نے کہا: امام مالک فقہاء احناف اور امام شافعی نے کہا: جو شخص تنہا صف تک پہنچنے سے پہلے نماز نہ پڑھے اس کی نماز جائز ہے امام مالک نے کہا: وہ کسی شخص کو اپنی طرف نہ کھینچے امام اوزاعی امام احمد اسحاق اور اہل الظاہر نے کہا: اگر ایک شخص نے تنہا صف تک پہنچنے سے پہلے رکوع کر لیا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اللہ تمہاری حرص کو زیادہ کرے لیکن دوبارہ ایسا نہ کرنا پس اس میں یہ دلیل ہے کہ ان کی نماز صحیح نہ تھی۔ (شرح ابن بطال ج ٢ ص ٤٧٦-٤٧٥ دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢٤ھ)

ہم کہتے ہیں کہ اگر حضرت ابوبکرہ کی نماز صحیح نہ ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نماز دہرانے کا حکم دیتے حالانکہ آپ نے ان کو نماز دہرانے کا حکم نہیں دیا۔

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ٣٢١ھ فرماتے ہیں:

ہم نے جو یہ بیان کیا ہے کہ ایک شخص تنہا صف کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کی نماز صحیح ہے یہ امام ابوحنیفہ امام ابویوسف اور امام محمد کا قول ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ١ ص ٥١٤ قدیمی کتب خانہ کراچی)

١١٥ - بَابُ إِتْمَامِ التَّكْبِيرِ فِي الرُّكُوعِ — رکوع میں تکبیر کو مکمل پڑھنا

تکبیر کو مکمل کرنے سے مراد یہ ہے کہ تکبیر کو مد کے ساتھ اور کھینچ کر پڑھا جائے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کر کے بیان کیا ہے۔

اس باب میں اور اس کے قریب والے باب میں یہ روایت ہے۔

فِيهِ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ.

اس سلسلہ میں حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے

ہے۔

یہ حدیث' صحیح البخاری: ۸۱۸ میں مذکور ہے۔

۷۸۴ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ صَلَّى مَعَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِالْبَصْرَةِ، فَقَالَ ذَكَّرَنَا هٰذَا الرَّجُلُ صَلٰوةً كُنَّا نُصَلِّيهَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَفَعَ وَكُلَّمَا وَضَعَ.

[اطراف الحدیث: ۷۸۶-۸۲۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق الواسطی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از الجریری از ابی العلاء از مطرف از حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی' پھر انہوں نے کہا کہ اس شخص نے ہمیں وہ نماز یاد دلا دی' جو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پڑھا کرتے تھے' پس انہوں نے ذکر کیا کہ آپ جب بھی اوپر اٹھتے یا نیچے جھکتے تو اللہ اکبر پڑھتے۔

(صحیح مسلم: ۳۹۳' الرقم المسلسل: ۸۴۹' سنن ابوداؤد: ۸۳۵' سنن نسائی: ۱۰۷۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۱' المعجم الکبیر: ۲۵۹- ج ۱۸' صحیح ابن خزیمہ: ۵۸۱' مسند البزار: ۳۵۳۳' مسند احمد ج ۴ ص ۴۲۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۸۴۰- ج ۳۳ ص ۷۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۸۲۵' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۷ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن شاہین ابوبشر الواسطی (۲) خالد بن عبد اللہ الطحان (۳) سعید بن ایاس الجریری (۴) ابو العلاء یزید بن عبد اللہ بن الشخیر (۵) مطرف' یہ یزید بن عبد اللہ کے بھائی ہیں (۶) حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۸۳)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ جب بھی اوپر اٹھتے یا نیچے جھکتے تو اللہ اکبر پڑھتے۔

نماز میں جھکتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے دائماً تکبیرات پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

یہ آثار اس پر دلالت کرتے ہیں کہ ہر بار اٹھتے ہوئے اور جھکتے ہوئے تکبیرات کو پڑھنا صحابہ کرام کا معمول نہیں تھا' اگر یہ بات نہ ہوتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ نہ فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھتے ہوئے اور جھکتے ہوئے تکبیر پڑھتے تھے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اٹھتے ہوئے اور جھکتے ہوئے تکبیر پڑھ کر یہ نہ فرماتے کہ میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ نماز پڑھا رہا ہوں' اس میں یہ دلیل ہے کہ تکبیرۂ تحریمہ کے علاوہ نماز میں تکبیر پڑھنا نماز کا رکن نہیں ہے' سلف صالحین کی ایک جماعت نے یہ تکبیرات پڑھی ہیں اور ایک جماعت نے ان تکبیرات کو ترک کر دیا ہے' اور جنہوں نے نماز میں ان تکبیرات کو نہیں پڑھا' ان سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ ان تکبیرات کے بغیر تمہاری نماز مکمل نہیں ہوئی۔

جو صحابہ نماز میں ہر بار جھکتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے تکبیرات پڑھتے تھے' ان کے اسماء یہ ہیں: حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عمر' حضرت جابر' حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہم اور فقہاء تابعین میں سے مکحول اور النخعی اور ائمہ میں سے امام مالک' اوزاعی' امام ابوحنیفہ' امام شافعی' ابوثور اور دیگر فقہاء۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۴۸۰-۴۷۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نماز میں جھکتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے دائماً تکبیرات پڑھنے کے متعلق احادیث اور آثار

ابوبکر بن عبدالرحمان بن الحارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر پڑھتے اور جب رکوع کرتے تو اللہ اکبر پڑھتے اور جب رکوع سے پشت اوپر اٹھاتے تو فرماتے: "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" پھر کھڑے ہوتے فرماتے: "ربنا لک الحمد" پھر سجدہ میں جاتے ہوئے فرماتے: اللہ اکبر' پھر سجدہ سے سر اٹھاتے ہوئے فرماتے: اللہ اکبر' پھر تمام نماز اسی طرح پڑھتے اور دو رکعت کے جلسہ کے بعد اٹھتے تو فرماتے: اللہ اکبر۔

(مصنف عبدالرزاق: ٢٤٩٩' صحیح مسلم: ٣٩٢' مسند احمد ج ٢ ص ٢٧٠)

شقیق بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہر بار جھکتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے اللہ اکبر پڑھتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق: ٢٥٠٣)

عبدالرحمٰن الاصم بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان جب اٹھتے اور جھکتے تو اللہ اکبر پڑھتے۔

(مصنف عبدالرزاق: ٢٥٠٤' مسند احمد ج ٣ ص ١٣٢۔١٢٥' مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٤٩٢' مجلس علمی بیروت)

ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ سالم بن عبداللہ بن عمر جب بھی جھکتے یا اٹھتے تو اللہ اکبر پڑھتے۔

(مصنف عبدالرزاق: ٢٥٠٦' مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٥١٦' مجلس علمی' بیروت' ١٤٢٧ھ)

وہب بن کیسان بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما جب بھی جھکتے اور اٹھتے تو اللہ اکبر پڑھتے۔

(مصنف عبدالرزاق: ٢٥٠٥)

نماز میں جھکتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے تکبیرات نہ پڑھنے کے متعلق آثار

سعید بن عبدالرحمان بن ابزیٰ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی' آپ تمام تکبیرات نہیں پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٥١٣' مجلس علمی بیروت' مسند ابوداؤد الطیالسی: ١٢٨٧' التاریخ الکبیر: ٢٥٤٠' سنن ابوداؤد: ٨٣٣' مسند احمد ج ٣ ص ٤٠٧۔٤٠٦)

الحسن بن عمران بیان کرتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز تمام تکبیرات نہیں پڑھتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٥١٤' مجلس علمی' مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٤٩٨' دارالکتب العلمیہ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ ص ٢٤٢' ادارۃ القرآن)

ابراہیم بیان کرتے ہیں: جس نے سب سے پہلے تکبیرات پڑھنے میں کمی کی' وہ زیاد تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٥١٥' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٥٠٠' دارالکتب العلمیہ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ ص ٢٤٢' ادارۃ القرآن)

عمران بن حصین سے روایت ہے کہ جس نے سب سے پہلے تکبیرات میں کمی کی' وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے' انہوں نے اپنے بڑھاپے اور ضعف کی وجہ سے کمی کی۔ (مسند احمد ج ٤ ص ٤٣٢' المطالب العالیہ: ٥١٣)

یزید الفقیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نماز میں کم تکبیرات پڑھتے تھے' مسعر نے کہا: جب وہ رکوع کرنے کے بعد سجدہ کی طرف جاتے ہوئے جھکتے تو تکبیر نہیں پڑھتے تھے اور جب دوسرے سجدہ کا ارادہ کرتے تو تکبیر نہیں پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٥١٩' مجلس علمی' مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٥٠٤' دارالکتب العلمیہ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ ص ٢٤٢' ادارۃ القرآن)

ابن عون بیان کرتے ہیں کہ القاسم بن محمد نے ہمیں مغرب کی نماز پڑھائی اور جب وہ اوپر اٹھے اور سجدہ میں گئے تو انہوں نے

تکبیر نہیں پڑھی' نماز کے بعد میں نے ان سے کہا: مجھے نافع نے خبر دی ہے کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ کے پیچھے نماز پڑھی تو جب وہ اوپر اٹھتے اور سجدہ کرتے تو تکبیر پڑھتے تھے تو القاسم ناراض ہوئے اور کہا: تمہارا باپ مر جائے' کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ مجھ پر ہر وہ کام واجب ہے جو حضرت ابوہریرہ کرتے تھے؟ کیا تم نے نافع سے پوچھا نہیں؟ کیا حضرت عبداللہ بن عمر بھی اس طرح کرتے تھے؟

(مصنف عبدالرزاق: ۲۵۱۵)

سب سے پہلے تکبیرات کو ترک کرنے والے کا مصداق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

مطرف بیان کرتے ہیں: ہم نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ سے پوچھا: ان تکبیرات کو سب سے پہلے کس نے ترک کیا؟ انہوں نے کہا: حضرت عثمان رضی اللہ جب بوڑھے اور کمزور ہو گئے تو انہوں نے ان کو ترک کر دیا تھا' یہ بھی وہ سکتا ہے کہ انہوں نے بلند آواز سے تکبیر پڑھنا ترک کر دیا ہو اور امام طبرانی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے یہ روایت کی ہے کہ سب سے پہلے حضرت معاویہ رضی اللہ نے تکبیرات کو ترک کیا تھا' اور ابوعبید نے بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے زیاد نے تکبیرات کو ترک کیا تھا اور یہ پہلی روایت کے منافی نہیں ہے کیونکہ زیاد نے حضرت معاویہ کے ترک کرنے کی وجہ سے ترک کیا تھا اور حضرت معاویہ نے حضرت عثمان کے ترک کرنے کی وجہ سے ترک کیا تھا' بعض اہل علم نے کہا ہے کہ انہوں نے بلند آواز سے تکبیر پڑھنے کو ترک کر دیا تھا اور وہ آہستہ تکبیر پڑھتے تھے اور ابن المنذر نے کہا ہے کہ حضرت ابن عمر اور دیگر اسلاف تکبیرۃ تحریمہ کے علاوہ اور کوئی تکبیر نہیں پڑھتے تھے اور بعض نے یہ فرق کیا ہے کہ امام تو تمام تکبیرات پڑھے تا کہ اس کے انتقالات کا پتا چلے اور جب وہ تنہا نماز پڑھ رہا ہو' اسے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۳۵۴' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

تکبیرات انتقال کو ترک کرنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اصل یہ ہے کہ ہر بار جھکتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے تکبیر پڑھنی چاہیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' صحابہ اور فقہاء تابعین نے جو بعض اوقات نماز کے ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہوتے ہوئے تکبیرات نہیں پڑھیں تو اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ معلوم ہو جائے کہ ان کو پڑھنا لازم نہیں ہے اور ان کو ترک کرنا جائز ہے یا راویوں نے ان تکبیرات کو نہیں سنا' اور یہ کہہ دیا کہ انہوں نے یہ تکبیرات نہیں پڑھیں' شرح المہذب میں مذکور ہے کہ ارکان سے منتقل ہوتے وقت ان تکبیرات کو پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ نماز کی ابتداء میں نمازی کو تکبیر پڑھنے کا حکم دیا گیا تھا تو نماز کے درمیان میں بھی تکبیرات پڑھنے کا حکم دیا تا کہ نماز میں یکسانیت ہو مگر پہلی تکبیرۃ تحریمہ لازم ہے اور باقی تکبیرات سنت ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۸۵۔ ۸۴ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

تکبیرات انتقال کے حکم شرعی میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

سعید بن جبیر نے کہا: تکبیرات انتقال سے نماز کو مزین کیا جاتا ہے۔

علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے: یہ تکبیرات اس لیے ہیں تا کہ امام کے ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہونے کا پتا چلتا رہے اور یہ صرف جماعت میں سنت ہیں اور جو شخص اکیلا نماز پڑھ رہا ہو' وہ اگر یہ تکبیرات نہ پڑھے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

امام مالک کے اصحاب کا اس میں اختلاف ہے ابن القاسم نے کہا: جس نے نماز میں تین تکبیرات کو ترک کر دیا تو اس پر سجدہ سہو لازم ہے اگر سجدہ سہو نہیں کیا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور اصبغ بن الفرج' ابن طواز اور ابن حبیب نے کہا: اس پر سجدہ سہو لازم نہیں ہے امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک بھی اس پر سجدہ سہو لازم نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۴۸۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ زین الدین عبدالرحمان بن شہاب ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

اکثر فقہاء کا مختار یہ ہے کہ تکبیرۃ تحریمہ کے علاوہ نماز کی تکبیرات انتقالات سنت ہیں' ان کو ترک کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی خواہ ان کو عمداً ترک کیا جائے یا سہواً۔

امام احمد اور اسحاق کا مذہب یہ ہے کہ جس نے ان میں سے کسی ایک تکبیر کو بھی عمداً ترک کیا' اس پر اس نماز کو دوبارہ پڑھنا لازم ہے اور اگر سہواً ترک کیا تو اس پر اعادہ نہیں ہے' نیز امام احمد نے کہا: نماز کے افعال کی فرض اور سنت کی طرف تقسیم کرنا باطل ہے' انہوں نے کہا: نماز کے تمام افعال واجب ہیں۔ (فتح الباری لابن رجب ج ۵ ص ۳۴' دار ابن الجوزی' الدمام' ۱۴۱۷ھ)

۷۸۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّهُ كَانَ يُصَلِّيْ بِهِمْ' فَيُكَبِّرُ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ' فَاِذَا انْصَرَفَ قَالَ اِنِّيْ لَاَشْبَهُكُمْ صَلٰوةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے اور جب بھی نماز میں جھکتے یا اٹھتے تو تکبیر پڑھتے اور جب وہ نماز پڑھ کر مڑے تو انہوں نے کہا: میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مشابہ نماز پڑھاتا ہوں۔

[اطراف الحدیث: ۷۸۹-۷۹۵-۸۰۳]

(صحیح مسلم: ۳۹۲' الرقم المسلسل: ۸۳۴' سنن نسائی: ۱۱۵۵' مصنف عبدالرزاق: ۲۴۹۵' صحیح ابن خزیمہ: ۵۷۹' مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۶۵۳- ج ۱۳ ص ۹۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی مفصل شرح' حدیث: ۷۸۴ میں گزر چکی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۷۷۱- ج ۱ ص ۱۲۲۱ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح میں نماز کی تکبیرات میں مذاہب ائمہ بیان کیے گئے ہیں۔

۱۱۶ - بَابُ اِتْمَامِ التَّكْبِيْرِ فِي السُّجُوْدِ

سجدہ میں تکبیر کو مکمل پڑھنا

۷۸۶ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ' عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيْرٍ' عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' اَنَا وَعِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ' فَكَانَ اِذَا سَجَدَ كَبَّرَ' وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ كَبَّرَ' وَاِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ' فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ' اَخَذَ بِيَدِيْ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ فَقَالَ قَدْ ذَكَّرَنِيْ هٰذَا صَلٰوةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از غیلان بن جریر از مطرف بن عبداللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اور عمران بن حصین نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی' وہ جب سجدہ کرتے تو اللہ اکبر پڑھتے اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو اللہ اکبر پڑھتے اور جب دو رکعت کے بعد اٹھتے تو اللہ اکبر پڑھتے' جب انہوں نے نماز پوری کر لی تو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ

وَسَلَّمَ' أَوْ قَالَ لَقَدْ صَلَّى بِنَا صَلٰوةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا: انہوں نے مجھے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز یاد دلا دی' یا انہوں نے کہا: انہوں نے ہمیں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھائی ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی حدیث: ۷۸۴ کا مطالعہ کریں۔

۷۸۷ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ' عَنْ أَبِي بِشْرٍ' عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَجُلًا عِنْدَ الْمَقَامِ' يُكَبِّرُ فِي كُلِّ خَفْضٍ وَرَفْعٍ' وَإِذَا قَامَ وَإِذَا وَضَعَ' فَأَخْبَرْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' قَالَ أَوَلَيْسَ تِلْكَ صَلٰوةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أُمَّ لَكَ؟[طرف الحدیث:۷۸۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عوف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی از ابی بشر از عکرمہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ایک شخص کو مقام (مقام ابراہیم) کے پاس نماز پڑھتے ہوئے دیکھا وہ ہر بار جھکتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے تکبیر پڑھتا تھا اور جب وہ کھڑا ہوتا اور جب نیچے جاتا' تو میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس کی خبر دی تو انہوں نے کہا: تمہاری ماں مر جائے' کیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہیں ہے؟

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی حدیث: ۷۸۴ کا مطالعہ کریں۔

۱۱۷ - بَابُ التَّكْبِيرِ إِذَا قَامَ مِنَ السُّجُوْدِ

سجدہ سے اٹھ کر تکبیر پڑھنا

۷۸۸ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ' عَنْ قَتَادَةَ' عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ شَيْخٍ بِمَكَّةَ' فَكَبَّرَ ثِنْتَيْنِ وَعِشْرِيْنَ تَكْبِيْرَةً' فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ أَحْمَقُ' فَقَالَ ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ! سُنَّةُ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ مُوْسٰى حَدَّثَنَا أَبَانُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے خبر دی از قتادہ از عکرمہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے مکہ میں ایک شیخ کے پیچھے نماز پڑھی' انہوں نے نماز میں بائیس بار تکبیر پڑھی' میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: یہ شخص احمق ہے' حضرت ابن عباس نے فرمایا: تمہاری ماں تمہیں روئے' یہ ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے' اور موسیٰ نے کہا: ہمیں ابان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عکرمہ نے حدیث بیان کی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی حدیث: ۷۸۴ کا مطالعہ کریں۔

۷۸۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ' عَنْ عُقَيْلٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ' ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْكَعُ' ثُمَّ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ حِيْنَ يَرْفَعُ صُلْبَهُ مِنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے ابو بکر بن عبد الرحمان بن الحارث نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی طرف کھڑے ہوتے تو قیام کے وقت اللہ اکبر پڑھتے' جب رکوع کرتے تو اللہ اکبر پڑھتے' پھر

الرَّكْعَةِ . ثُمَّ يَقُوْلُ وَهُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَلَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَهْوِيْ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَسْجُدُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ، ثُمَّ يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي الصَّلٰوةِ كُلِّهَا حَتّٰى يَقْضِيَهَا، وَيُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ مِنَ الثِّنْتَيْنِ بَعْدَ الْجُلُوْسِ.

جب رکوع سے پشت سیدھی کر کے کھڑے ہوتے تو "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" کہتے' پھر کھڑے ہوتے تو "ربنا لك الحمد" کہتے۔عبداللہ نے کہا: "ولك الحمد" کہتے' پھر جب جھکتے تو اللہ اکبر کہتے' پھر جب (سجدہ سے) اپنا سر اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے' پھر جب (دوبارہ) سجدہ کرتے تو اللہ اکبر کہتے' پھر جب (سجدہ سے) سر اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے' پھر پوری نماز میں اسی طرح کرتے حتیٰ کہ اس کو ختم کر لیتے اور جب دو رکعت پڑھ کر بیٹھنے کے بعد کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر پڑھتے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی حدیث: ۷۸۴ کی شرح ملاحظہ فرمائیں۔

۱۱۸ - بَابُ وَضْعِ الْاَكُفِّ عَلَى الرُّكَبِ فِي الرُّكُوْعِ

رکوع میں ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھنا

اس عنوان سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ سنت یہ ہے کہ رکوع میں ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھا جائے اور دونوں ہتھیلیاں جوڑ کر ان کو رانوں کے درمیان رکھنا' جس کو تطبیق کہتے ہیں' یہ عمل اب منسوخ ہو چکا ہے۔

وَقَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ فِيْ اَصْحَابِهٖ اَمْكَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ.

اور ابوحمید نے اپنے اصحاب میں کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر جما کر رکھا۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۸۲۸ میں مذکور ہے۔

۷۹۰ - **حَدَّثَنَا** اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ يَعْفُوْرٍ قَالَ سَمِعْتُ مُصْعَبَ بْنَ سَعْدٍ يَقُوْلُ صَلَّيْتُ اِلٰى جَنْبِ اَبِيْ فَطَبَّقْتُ بَيْنَ كَفَّيَّ، ثُمَّ وَضَعْتُهُمَا بَيْنَ فَخِذَيَّ، فَنَهَانِيْ اَبِيْ وَقَالَ كُنَّا نَفْعَلُهٗ فَنُهِيْنَا عَنْهُ، وَاُمِرْنَا اَنْ نَّضَعَ اَيْدِيَنَا عَلَى الرُّكَبِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' از ابی یعفور' انہوں نے کہا: میں نے مصعب بن سعد سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کے پہلو میں نماز پڑھی' میں نے اپنی دونوں ہتھیلیاں جوڑ کر اپنی رانوں کے درمیان رکھیں تو مجھے میرے والد نے منع کیا اور بتایا کہ ہم پہلے اس طرح کرتے تھے' پھر ہم کو اس سے منع کر دیا گیا اور ہم کو یہ حکم دیا گیا کہ ہم اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھیں۔

(صحیح مسلم: ۵۳۵' الرقم المسلسل: ۱۱۷۴' سنن ابوداؤد: ۸۶۷' سنن ترمذی: ۲۵۹' سنن نسائی: ۱۰۳۲' سنن ابن ماجہ: ۸۷۳' مسند البزار: ۱۱۶۴' صحیح ابن خزیمہ: ۵۹۶' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۰۷' مصنف عبد الرزاق: ۲۸۶۴' مسند الحمیدی: ۷۹' سنن داری: ۱۳۰۳' صحیح ابن حبان: ۱۸۸۲' سنن بیہقی ج ۲ ص ۸۳' مسند احمد ج ۱ ص ۱۸۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۷۰۔ج ۳ ص ۱۳۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو الولید ہشام بن عبد الملک الطیالسی البصری (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) ابو یعفور' ان کا نام وقدان العبدی الکوفی ہے

(۴) مصعب بن سعد بن ابی وقاص' ابوزرارہ المدنی' یہ ۱۰۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) ان کے والد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ' یہ ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں جن کو جنت کی بشارت دی گئی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٩١)

رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے ثوری' اوزاعی' ابن سیرین' حسن بصری' امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور ان کے اصحاب نے یہ استدلال کیا ہے کہ نمازی جب رکوع کرے تو اپنے گھٹنوں کو اپنے ہاتھوں سے پکڑے اور اپنی انگلیوں کو کھلا رکھے۔

(عمدۃ القاری ج ٦ ص ٩٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کے متعلق احادیث

عطاء بن السائب بیان کرتے ہیں کہ ہمیں سالم البراء نے حدیث بیان کی اور وہ میرے نزدیک مجھ سے زیادہ ثقہ ہیں' انہوں نے کہا: ہم سے حضرت ابومسعود البدری رضی اللہ نے کہا: کیا میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں؟ پھر انہوں نے طویل حدیث ذکر کی' پھر انہوں نے رکوع کیا اور اپنی ہتھیلیوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھا اور اپنی انگلیوں کو متفرق رکھا۔

(سنن ابوداؤد: ۸۶۳' شرح معانی الآثار: ۱۳۳۷)

عمرو بن عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوحمید الساعدی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دس اصحاب رضی اللہ عنہم کے سامنے کہا' جن میں سے ایک حضرت ابوقتادہ بھی تھے' حضرت ابوحمید نے کہا: میں آپ سب سے زیادہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کے طریقہ کو جانتا ہوں' ان اصحاب نے کہا: اچھا! آپ ہمیں نماز پڑھ کر دکھائیں' پھر حضرت ابوحمید نماز پڑھنے کھڑے ہوئے' انہوں نے اپنے کندھوں تک رفع یدین کیا' پھر اللہ اکبر کہا' پھر قرآن پڑھا' پھر اللہ اکبر کہا' پھر اپنے کندھوں تک رفع یدین کیا' پھر اللہ اکبر کہہ کر زمین کی طرف جھکے اور جب انہوں نے رکوع کیا تو انہوں نے اپنے گھٹنوں پر اس طرح ہاتھ رکھے جیسے ان کو پکڑ رہے ہوں' تو سب نے کہا: آپ نے سچ کہا۔

(سنن ابوداؤد: ۷۳۴' سنن ترمذی: ۲۶۰' شرح معانی الآثار: ۱۳۳۸)

اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ حضرت ابوحمید نے رفع یدین کیا اور اسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ قرار دیا' وہ ابتداء زمانہ پر محمول ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور آپ کے اصحاب نے بعد میں رفع یدین ترک کر دیا تھا۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکوع کیا تو اپنے گھٹنوں پر ہاتھ رکھے۔ (سنن ابوداؤد: ۸۳۹-۸۳۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۴' شرح معانی الآثار: ۱۳۴۰)

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ نے بیان کیا کہ ہم پہلے رکوع میں دونوں ہاتھ ملا کر رانوں کے درمیان رکھتے تھے' پھر ہم کو اس سے منع کر دیا گیا اور گھٹنوں کے اوپر ہاتھ رکھنے کا حکم دیا گیا۔ (صحیح البخاری: ۷۹۰)

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ قیاس کا بھی یہی تقاضا ہے کیونکہ نماز کے باقی تمام ارکان میں اعضاء کو ملایا نہیں جاتا بلکہ کھلا کھلا رکھا جاتا ہے' جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سجدہ کرتے تو آپ کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی۔

(سنن ابوداؤد: ۸۹۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۸' شرح معانی الآثار: ۱۳۴۵)

پس جب نماز میں سنت یہ ہے کہ اعضاء کو کشادہ رکھا جائے نہ کہ اعضاء کو ملایا جائے تو پھر تطبیق کے منسوخ ہونے کی تائید ہوگی اور یہی امام ابوحنیفہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔ (شرح معانی الآثار ج١ ص٣٠٠-٢٩٦ ملخصاً قدیمی کتب خانہ کراچی)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ١٠٩٤-ج٢ ص٨٩ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

١١٩ - بَابٌ إِذَا لَمْ يُتِمَّ الرُّكُوعَ — جب کوئی نمازی پورا رکوع نہ کرے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی نمازی رکوع میں پوری طرح کمر نہ جھکائے تو اس کا کیا حکم ہے اس باب کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نماز دوبارہ پڑھے گا' اسی طرح اگر کوئی اعتدال سے سجدہ نہ کرے تو اس کا بھی یہی حکم ہے امام بخاری نے اس کے لیے الگ باب قائم کیا ہے۔

٧٩١ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ قَالَ رَاٰى حُذَيْفَةُ رَجُلًا لَا يُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ' قَالَ مَا صَلَّيْتَ' وَلَوْ مُتَّ مُتَّ عَلٰى غَيْرِ الْفِطْرَةِ الَّتِي فَطَرَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سلیمان' انہوں نے کہا: میں نے زید بن وہب سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا' اس نے نماز میں پوری طرح رکوع اور سجدہ نہیں کیا' انہوں نے اس سے کہا: تم نے (کامل) نماز نہیں پڑھی' اگر تم (اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے) مر گئے تو تم اس طریقہ کے خلاف مرو گے جس طریقہ پر اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا ہے۔

(سنن نسائی: ١٣١١' السنن الکبریٰ: ٦٠٨' مصنف عبد الرزاق: ٣٧٣٢' مسند البزار: ٢٨١٩' صحیح ابن حبان: ١٨٩٤' سنن بیہقی ج٢ ص٣٨٦' شرح السنۃ: ٦١٦' مسند احمد ج٥ ص٣٨٤ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٣٢٥٨- ج٣٨ ص٢٩٤' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ١٣٣٩' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

اس حدیث سے امام ابو یوسف اور امام شافعی نے یہ استدلال کیا ہے کہ رکوع' قومہ' سجود اور جلسہ میں طمانیت فرض ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک ان میں طمانیت واجب ہے' اس کی تفصیل ان شاء اللہ ہم صحیح البخاری: ٧٩٣ میں بیان کریں گے۔

١٢٠ - بَابُ اِسْتِوَاءِ الظَّهْرِ فِي الرُّكُوعِ — رکوع میں پشت کو سیدھا رکھنا

وَقَالَ اَبُو حُمَيْدٍ فِي اَصْحَابِهٖ رَكَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهٗ.

اور حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب سے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا' پھر اپنی کمر کو جھکایا۔

اس تعلیق کی مفصل حدیث' امام بخاری نے صحیح البخاری: ٨٢٨ میں روایت کی ہے۔

اس باب کے ثبوت میں امام بخاری نے کوئی حدیث اپنی سند سے روایت نہیں کی۔

١٢١ - بَابُ حَدِّ اِتْمَامِ الرُّكُوعِ وَالْاِعْتِدَالِ فِيهِ وَالْاِطْمَانِيْنَةِ — رکوع پورا کرنے کی حد اور رکوع میں اعتدال اور طمانیت

٧٩٢ - حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بدل بن المحبر نے حدیث

قَالَ اَخْبَرَنِي الْحَكَمُ، عَنِ ابْنِ اَبِي لَيْلَى، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانَ رُكُوعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسُجُودُهُ، وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ، وَاِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّكُوعِ مَا خَلَا الْقِيَامَ وَالْقُعُودَ، قَرِيبًا مِنَ السَّوَاءِ.

[اطراف الحدیث:۸۰۱-۸۲۰]

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الحکم نے خبر دی از ابن ابی لیلیٰ از حضرت البراء رضی اللہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رکوع اور سجود اور دو سجدوں کے درمیان جلسہ (یعنی بیٹھنا) اور رکوع سے سر اٹھا کر قومہ (کھڑے ہونا) سوا قیام اور قعود کے سب برابر تھے۔

(صحیح مسلم:۴۷۱' الرقم المسلسل:۱۰۳۹' سنن ابوداؤد:۸۵۴-۸۵۲' سنن ترمذی:۲۸۰-۲۷۹' صحیح ابن خزیمہ:۶۱۰' صحیح ابن حبان:۱۸۸۴' سنن دارمی:۱۳۳۳' شرح السنۃ:۶۲۸' شرح مشکل الآثار:۵۰۳۹' مسند ابویعلیٰ:۱۶۸۱' مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۰ طبع قدیم' مسند احمد:۱۸۴۶۹-ج ۳۰ ص ۴۱۵-۴۱۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:۶۲۹' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۷ھ' مسند الطحاوی:۷۲۵)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) بدل بن المحبر التیمی الیربوعی (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) الحکم بن عتیبہ الکوفی (۴) عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ الانصاری الکوفی' ان کے اصحاب ان کی تعظیم کرتے تھے' انہوں نے ۱۲۰ صحابہ کو پایا تھا' عبدالملک بن عمیر کہتے ہیں: میں نے ایک حلقہ میں ابن ابی لیلیٰ کو پایا' اس میں متعدد صحابہ بیٹھے ہوئے ان سے حدیث سن رہے تھے' یہ ۸۳ھ میں بصرہ کے دریا میں ڈوب کر فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت البراء بن عازب رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۹۶)

رکوع اور سجود کی زیادہ سے زیادہ اور کم سے کم مقدار اور رکوع میں اعتدال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے: اس حدیث میں جو رکوع' سجود' قومہ اور جلسہ کی صفات بیان کی گئی ہیں' یہ نماز باجماعت کی اکمل صفات ہیں اور جو شخص تنہا نماز پڑھ رہا ہو' اس کے لیے جائز ہے کہ وہ رکوع اور سجدہ کو قیام سے دگنا لمبا کرے اور اس میں کم از کم مقدار یہ ہے کہ رکوع میں اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر جمالے۔

ابو الجوزاء نے حضرت عائشہ رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کرتے تو اپنے سر کو نہ اوپر اٹھاتے اور نہ نیچے جھکاتے اور سر کو درمیان میں رکھتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۲۶۰۱' مجلس علمی' بیروت' صحیح مسلم:۲۴۰)

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ نے کہا: اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے اوپر پانی ڈالا جاتا تو وہ ٹھہر جاتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۲۶۰۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف عبدالرزاق:۲۸۷۲' سنن ابن ماجہ:۸۷۲' المعجم الکبیر:۱۲۷۸۱-ج ۱۲' مسند ابویعلیٰ:۲۴۴۱)

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۴۸۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

رکوع میں اعتدال اور پشت کو سیدھا رکھنے کے متعلق احادیث اور آثار

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ الکوفی المتوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ثقیف کے ایک شخص نے بیان کیا کہ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا: رکوع میں کمر کو ٹیڑھا کرنے سے بچو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۲۶۰۲' مجلس علمی' مصنف ابن ابی شیبہ:۲۶۸۷' دارالکتب العلمیہ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۲' ادارۃ القرآن)

ابونضرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت کعب نے کہا: جب تم رکوع کرو تو اپنا چہرہ قبلہ کے سامنے رکھو اور اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھو اور گدھے کی طرح ٹیڑھے اور کبڑے نہ بنو یعنی سر کو بہت نیچے نہ جھکاؤ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۲۶۰۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی

شیبہ:٢٥٨٨ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ ج١ ص ٢٥٢ 'ادارۃ القرآن' کراچی)

مغیرہ نے بیان کیا کہ جو شخص رکوع میں سر اوپر کرے یا نیچے کرے' اس کو ابراہیم نخعی مکروہ کہتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:٢٦٠٤ 'مجلس علمی' مصنف ابن ابی شیبہ:٢٥٨٩ 'دار الکتب العلمیہ' مصنف ابن ابی شیبہ ج١ ص ٢٥٢ 'ادارۃ القرآن')

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:٩٦٠۔ ج١ ص ١٢٦٤ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں رکوع اور سجود کی تسبیحات کی مقدار کا بیان ہے۔

١٢٢ - بَابُ اَمْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِیْ لَا يُتِمُّ رُكُوْعَهٗ بِالْاِعَادَةِ

جس نے رکوع صحیح نہیں کیا' اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز دہرانے کا حکم دیا

٧٩٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنِیْ يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ الْمَقْبُرِیُّ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلّٰى، ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَدَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ السَّلَامَ، فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ، فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ. فَصَلّٰى، ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ، فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ. ثَلَاثًا، فَقَالَ وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، فَمَا اُحْسِنُ غَيْرَهٗ، فَعَلِّمْنِیْ، قَالَ اِذَا قُمْتَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَاْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ، ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَعْتَدِلَ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِكَ فِیْ صَلٰوتِكَ كُلِّهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے خبر دی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: ہمیں سعید مقبری نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے' پھر ایک شخص مسجد میں داخل ہوا' پس اس نے نماز پڑھی پھر وہ آیا اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے سلام کا جواب دیا' پھر فرمایا: واپس جاؤ! پس نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی' پس اس نے نماز پڑھی' پھر آیا پس اس نے سلام کیا' پس آپ نے فرمایا: واپس جاؤ! پس نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی' یہ مکالمہ تین بار ہوا' پھر اس شخص نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں اس سے زیادہ اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا' پس آپ مجھے نماز سکھایئے' آپ نے فرمایا: جب تم نماز کی طرف کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو' پھر تم آسانی سے جتنا قرآن پڑھ سکتے ہو پڑھو' پھر تم رکوع کرو حتیٰ کہ تم اطمینان سے رکوع کر لو' پھر رکوع سے سر اٹھا کر کھڑے ہو حتیٰ کہ اعتدال سے سیدھے کھڑے ہو جاؤ' پھر سجدہ کرو حتیٰ کہ اعتدال سے سجدہ کر لو' پھر سجدہ سے سر اٹھا کر اطمینان سے بیٹھ جاؤ' پھر (دوسرا) سجدہ کرو حتیٰ کہ اطمینان سے سجدہ کر لو' پھر اپنی پوری نماز اسی طرح پڑھو۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس شخص نے اطمینان کے ساتھ رکوع اور سجدہ اور قومہ (رکوع کے بعد کھڑے ہونا) اور جلسہ (دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا) اطمینان اور اعتدال کے ساتھ نہیں کیا تھا' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دیا۔

تعدیل ارکان کی فرضیت میں اختلاف فقہاء

علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

رکوع اور سجدہ کو اطمینان اور اعتدال کے ساتھ کرنا امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک واجب ہے' اور امام ابویوسف اور امام شافعی نے کہا: ایک تسبیح کی مقدار طمانیت اور اعتدال فرض ہے' حتیٰ کہ اگر طمانیت کو ترک کر دیا تو امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک نماز جائز ہے' اور امام ابویوسف اور امام شافعی کے نزدیک نماز جائز نہیں ہے' قومہ اور جلسہ میں بھی یہی اختلاف ہے۔ اس مسئلہ کا عنوان یہ ہے کہ تعدیل ارکان امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک فرض نہیں ہے اور امام ابویوسف اور امام شافعی کے نزدیک فرض ہے۔

امام شافعی اور امام ابویوسف نے اعرابی کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے' جس میں مذکور ہے کہ اس نے طمانیت سے رکوع اور سجود نہیں کیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نماز دہرانے کا حکم دیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۷۹۳) اور نماز کو اسی وقت دہرایا جاتا ہے جب نماز فاسد ہو' دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ نے اس نمازی سے فرمایا: تم نے نماز نہیں پڑھی اور تیسری وجہ یہ ہے کہ آپ نے اس کو طمانیت کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم دیا اور یہ حکم فرضیت پر دلالت کرتا ہے۔

امام ابوحنیفہ اور امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً رکوع کرنے اور سجدہ کرنے کا حکم دیا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا۔ (الحج: ۷۷) اے ایمان والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو۔

اس آیت میں مطلق رکوع اور سجدہ کرنے کا حکم دیا اور طمانیت کی قید نہیں لگائی اور رکوع کا معنی لغت میں ''جھکنا'' ہے اور سجدہ کا معنی لغت میں ''رکھنا'' ہے اور طمانیت کا معنی ہے: اصل فعل پر دوام کرنا۔

اور رہی اعرابی کی حدیث تو وہ خبر واحد ہے اور وہ قرآن مجید کے اطلاق کو منسوخ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی لیکن وہ مکمل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے' پس رکوع اور سجود کو اعتدال سے کرنا واجب ہوگا اور آپ نے جو فرمایا تھا: تم نے نماز نہیں پڑھی' اس کا معنی یہ ہے کہ تم نے کامل نماز نہیں پڑھی' امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک رکوع میں طمانیت واجب ہے حتیٰ کہ اگر نمازی نے بھولے سے طمانیت کو ترک کر دیا تو اس پر سجدہ سہو کرنا واجب ہے' یہ کرخی کے نزدیک ہے اور ابوعبداللہ جرجانی کے نزدیک طمانیت سنت ہے اور اس کے ترک سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا' لیکن کرخی کا قول صحیح ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۱ ص ۶۸۷-۶۸۶- ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کی ایک جماعت نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ رکوع اور سجود میں طمانیت فرض ہے' یہ ثوری' امام ابویوسف' اوزاعی' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابن وہب مالکی کا مذہب ہے اور ابن القاسم مالکی اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا مذہب یہ ہے کہ رکوع اور سجود میں طمانیت واجب ہے۔ علامہ ابن بطال نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۴۸۵' ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۲۳ - بَابُ الدُّعَاءِ فِي الرُّكُوْعِ

رکوع میں دعا کرنا

۷۹٤ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ مَنْصُوْرٍ' عَنْ اَبِي الضُّحٰى' عَنْ مَسْرُوْقٍ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از منصور از ابی الضحیٰ از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا کہ

اللّٰـهُ عَلَيْـهِ وَسَلَّـمَ يَـقُوْلُ فِيْ رُكُوْعِـهٖ وَسُجُوْدِهٖ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ.

[اطراف الحدیث: ۸۱۷_ ۴۲۹۳_ ۴۹۶۷_ ۴۹۶۸]

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رکوع اور سجود میں دعا کرتے تھے: پاک ہے تو اے اللہ! ہمارے رب اور تیری حمد کے ساتھ یہ دعا ہے کہ اے اللہ! تو مجھے بخش دے۔

(صحیح مسلم: ۴۸۴' الرقم المسلسل: ۱۰۶۶' سنن ابوداؤد: ۸۷۷' سنن نسائی: ۱۰۴۶' سنن ابن ماجہ: ۸۸۹' صحیح ابن خزیمہ: ۶۰۵' سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۰۹' شرح السنۃ: ۱۶۱۸' صحیح ابن حبان: ۱۹۳۰' کتاب الدعاء للطبرانی: ۶۰۲' صحیح ابن حبان: ۱۹۲۹' مسند احمد ج ۶ ص ۴۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۱۶۳۔ ج ۴۰ ص ۴۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۴۴۷' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۷ھ' مسند الطحاوی: ۹۳۴۸)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حفص بن عمر (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) ابوالضحیٰ' ان کا نام مسلم بن صبیح الکوفی العطار ہے' یہ عمر بن عبدالعزیز کے زمانۂ خلافت میں فوت ہو گئے تھے (۴) مسروق بن الاجدع الہمدانی الکوفی (۵) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۹۹)

رکوع اور سجود میں دعائیں اور تسبیحات پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

رکوع اور سجود میں ذکر کرنا سنت ہے' لیکن اس میں اختلاف ہے' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور داؤد ظاہری نے کہا ہے کہ جن دعاؤں کا حدیث میں ذکر ہے' نمازی ان میں سے جو دعائیں چاہے ان کو مانگے' خواہ وہ نماز فرض ہو یا نفل ہو۔

رکوع اور سجود میں جو تسبیحات پڑھی جاتی ہیں' ان کے شرعی حکم میں اختلاف ہے' امام مالک' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے کہا ہے کہ ان کا پڑھنا سنت ہے' اگر ان کو ترک کر دیا تو گناہ گار نہیں ہوگا اور اس کی نماز صحیح ہے' خواہ اس نے ان کو سہواً ترک کیا ہو یا عمداً' لیکن ان تسبیحات کو عمداً ترک کرنا مکروہ ہے' امام احمد اور اسحاق نے کہا: ان تسبیحات کو پڑھنا واجب ہے' پس اگر ان کو عمداً ترک کیا تو نماز باطل ہو جائے گی اور اگر ان کو بھول گیا تو نماز باطل نہیں ہوگی اور امام احمد نے کہا ہے کہ وہ سجدہ سہو کرے اور ان سے ایک روایت یہ ہے کہ ان تسبیحات کو پڑھنا سنت ہے' ابن حزم نے کہا: ان تسبیحات کو پڑھنا فرض ہے' پس اگر ان کو پڑھنا بھول گیا تو سجدہ سہو کرے۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۰۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

رکوع اور سجود میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعائیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پردہ کھولا' لوگ حضرت ابوبکر کی اقتداء میں صفوں میں نماز پڑھ رہے تھے' آپ نے فرمایا: اے لوگو! نبوت کی بشارتوں میں سے اب صرف نیک خواب باقی بچے ہیں جن کو مسلمان خود دیکھتا ہے یا کوئی اس کے لیے دیکھتا ہے اور مجھے اس سے منع کیا گیا ہے کہ میں رکوع یا سجدہ میں قرآن پڑھوں' لیکن رکوع میں تم ''سبحان ربی العظیم'' پڑھو اور سجدہ میں تم دعا میں کوشش کرو' پس امید ہے کہ تمہاری دعا مقبول ہوگی۔

(صحیح مسلم: ۴۷۹' سنن ابوداؤد: ۸۷۶' سنن نسائی: ۱۰۴۴' سنن ابن ماجہ: ۳۸۹۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رکوع اور سجود میں بہ کثرت پڑھتے تھے: ''سبحانك اللهم ربنا وبحمدك اللهم اغفرلی'' اس دعا میں آپ قرآن کے حکم پر عمل کرتے تھے (کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد ہے: آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے اور اس سے مغفرت طلب کیجئے۔ النصر: ۳)۔

(صحیح البخاری: ۷۹۴' صحیح مسلم: ۴۸۴' سنن ابوداؤد: ۸۷۷' سنن نسائی: ۱۰۴۶' سنن ابن ماجہ: ۸۸۹

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سجدہ میں یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میرے تمام گناہوں کو بخش دے' چھوٹے گناہ اور بڑے گناہ' پہلے اور آخری گناہ' ظاہر گناہ اور پوشیدہ گناہ۔ (صحیح مسلم: ۴۸۳' سنن ابوداؤد: ۸۷۸)

آپ کا کوئی گناہ نہیں تھا' آپ اظہارِ عبودیت اور تعلیم امت کے لیے یہ دعا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گم پایا' میں نے سجدہ گاہ کو چھوا تو اس وقت آپ سجدہ میں تھے اور آپ کے دونوں پیر نصب تھے اور آپ اس وقت یہ دعا کر رہے تھے: اے اللہ! میں تیری ناراضگی سے تیری رضا کی پناہ میں آتا ہوں اور تیری سزا سے تیری معافی کی پناہ میں آتا ہوں اور میں تجھ سے تیری پناہ میں آتا ہوں' میں تیری ایسی حمد نہیں کرسکا جیسی تو نے خود اپنی حمد کی ہے۔ (صحیح مسلم: ۴۸۶' سنن ابوداؤد: ۸۷۹' سنن نسائی: ۱۶۹' سنن ابن ماجہ: ۳۸۴۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع اور سجود میں یہ دعا کیا کرتے تھے: ''سبوح قدوس' رب الملائکة والروح''۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۸۹' صحیح مسلم: ۲۲۴' سنن ابوداؤد: ۸۶۸' سنن نسائی: ۶۳۶' مسند احمد ج ۶ ص ۱۱۵۔ ۹۴۔ ۳۵)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۹۸۸۔ ج ا ص ۱۲۷۵ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کی ستر توجیہات ہیں۔

۱۲۴ - بَابُ مَا يَقُولُ الْإِمَامُ وَمَنْ خَلْفَهُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ

امام اور مقتدی جب رکوع سے سر اٹھائیں تو کیا کہیں

۷۹۵ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ قَالَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ. وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَكَعَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ يُكَبِّرُ، وَإِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ قَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از سعید مقبری از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ' انہوں نے کہا: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ''سمع الله لمن حمده'' پڑھتے تو کہتے: ''ربنا ولك الحمد'' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب دو سجدوں سے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۸۵ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۲۵ - بَابُ فَضْلِ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ

''اللهم ربنا ولك الحمد'' کی فضیلت

۷۹۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از سمی از ابی صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امام ''سمع الله لمن حمده'' کہے تو تم کہو: ''اللهم ربنا لك الحمد'' کیونکہ جس شخص کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو گیا' اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

[طرف الحدیث: ۳۲۲۸] (صحیح مسلم: ۴۰۹' الرقم المسلسل: ۸۸۸' سنن ابوداؤد: ۸۴۸' سنن ترمذی: ۲۶۷' سنن نسائی: ۱۰۶۳' السنن الکبریٰ: ۶۵۰)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۳۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۶ - بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس حدیث کے باب کا عنوان ذکر نہیں کیا اور جس باب کے بعد عنوان ذکر نہ ہو تو وہ باب ابواب سابقہ کا تتمہ ہوتا ہے سو یہ باب بھی ابواب سابقہ کا تتمہ ہے۔

۷۹۷ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَأُقَرِّبَنَّ صَلٰوةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَانَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقْنُتُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُخْرٰى مِنْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ، وَصَلٰوةِ الْعِشَاءِ، وَصَلٰوةِ الصُّبْحِ، بَعْدَ مَا يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَيَدْعُوْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَلْعَنُ الْكُفَّارَ. [اطراف الحدیث: ۸۰۴-۱۰۰۶-۲۹۳۲-۳۳۸۱-۴۵۶۰-۴۵۹۸-۶۲۰۰-۶۳۹۳-۶۹۴۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: میں ضرور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے قریب نماز پڑھوں گا' پس حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ظہر کی دوسری رکعت میں اور عشاء کی نماز میں اور صبح کی نماز میں "سمع الله لمن حمده" کے بعد دعائے قنوت پڑھتے تھے' اس میں مؤمنوں کے لیے دعائے خیر کرتے اور کفار پر لعنت کرتے۔

(صحیح مسلم: ۶۷۶' الرقم المسلسل: ۱۵۱۶' سنن ابوداؤد: ۱۴۴۰' سنن نسائی: ۱۰۷۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۱۷-۳۱۶' مسند الحمیدی ج ۲ ص ۲۰۱' مسند ابویعلیٰ: ۵۸۷۳' صحیح ابن خزیمہ: ۶۱۵' سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۹۷-۲۲۴' شرح السنۃ: ۶۳۶' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۲۶۰- ج ۱۲ ص ۲۰۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) معاذ بن فضالہ ابوزید البصری (۲) ہشام الدستوائی (۳) یحییٰ بن ابی کثیر (۴) ابوسلمہ بن عبد الرحمان (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۰۴)

اس حدیث میں ظہر کی دوسری رکعت کا ذکر ہے اور سنن ابوداؤد اور دوسری احادیث میں ظہر کی آخری رکعت کا ذکر ہے۔

رکوع کے بعد دعا پڑھنے میں مذاہب فقہاء

حافظ زین الدین عبد الرحمان بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کو لانے سے امام بخاری کا مقصود دعائے قنوت کو بیان کرنا نہیں ہے کیونکہ امام بخاری نے دعائے قنوت کے اثبات کے لیے ابواب الوتر کے آخر میں مستقل باب ذکر کیا ہے اور قنوت کے متعلق وہاں ان شاء اللہ مستقل بحث آئے گی' امام بخاری کا یہاں مقصود یہ ہے کہ جب نمازی "سمع الله لمن حمده" اور "ربنا ولك الحمد" کہے تو اسی پر اقتصار نہ کرے بلکہ دیگر اذکار اور دعائیں بھی مانگے' اس سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث صریحہ مروی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم "سمع الله لمن حمده" اور "ربنا ولك الحمد" کے بعد دیگر اذکار بھی پڑھتے تھے اور دعائیں بھی کرتے تھے' امام بخاری نے ان احادیث کی روایت اس لیے نہیں کی کہ وہ احادیث ان کی شرط کے مطابق نہیں تھیں' امام مسلم اور دیگر محدثین نے ان احادیث کی روایت کی ہے' ان میں سے ایک حدیث یہ ہے:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے سر اٹھاتے تو یہ دعا کرتے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْءَ الْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا بَيْنَهُمَا وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ.

اے اللہ ہمارے رب! تیرے لیے ایسی حمد ہے جس سے آسمان بھر جائیں اور زمین بھر جائے اور ان کے درمیان کی چیز...

بھر جائیں اور جس چیز کو تو چاہے وہ بھر جائے۔

(صحیح مسلم: ۴۷۷' سنن ابوداؤد: ۸۴۷' سنن ترمذی: ۲۶۶' سنن نسائی: ۸۹۶' سنن ابن ماجہ: ۸۶۴' مسند احمد ج ۱ ص ۲۷۶_۲۷۵_۲۰۷_۹۳' سنن بیہقی ج ۲ ص ۹۴' تاریخ بغداد ج ۷ ص ۲۲۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۷' مشکوٰۃ: ۸۱۳)

امام شافعی اور اسحاق نے "سمع الله لمن حمده" اور "ربنا ولك الحمد" کے بعد ان اذکار کے پڑھنے کو نماز میں مستحب قرار دیا ہے' خواہ نماز فرض ہو یا نفل اور فقہاء احناف نے "سمع الله لمن حمده" اور "ربنا ولك الحمد" کے علاوہ کسی اور دعا یا ذکر پڑھنے کو مستحب نہیں قرار دیا ہے' البتہ انہوں نے کہا کہ یہ اذکار نوافل میں پڑھنے پر محمول ہیں' امام احمد نے کہا: "ملء ما شئت" تک یہ دعا پڑھی جائے اور اس سے زائد نہ پڑھی جائے اور ان سے دوسری روایت یہ ہے کہ یہ دعا فرائض میں بھی پڑھنی مستحب ہے۔

(فتح الباری لابن رجب ج ۵ ص ۸۰_۷۷ ملخصاً' دار ابن الجوزیہ' ریاض' ۱۴۱۷ھ)

دعاءِ قنوت کو رکوع سے پہلے یا رکوع کے بعد پڑھنے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے ان فقہاء نے استدلال کیا ہے' جو یہ کہتے ہیں کہ ظہر' عشاء اور صبح کی نمازوں میں دعاءِ قنوت پڑھنا مستحب ہے اور ظاہریہ (غیر مقلدین) نے کہا ہے کہ دعاءِ قنوت تمام نمازوں میں پڑھنی مستحسن ہے' امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق نے یہ کہا ہے کہ فجر کی نماز میں دعاءِ قنوت رکوع کے بعد پڑھی جائے' ابن المنذر نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے اسی طرح منقول ہے' امام مالک اور ایک روایت میں امام احمد سے یہ منقول ہے کہ دعاءِ قنوت رکوع سے پہلے پڑھی جائے' اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک دعاءِ قنوت صرف وتر میں پڑھی جائے۔ علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ حضرت عمر' حضرت علی' حضرت ابن مسعود' حضرت ابوموسیٰ اشعری' حضرت البراء بن عازب' حضرت ابن عمر' حضرت ابن عباس اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے اسی طرح منقول ہے' اور تابعین میں سے عمر بن عبد العزیز' عبیدالسلمانی' حمید الطویل اور عبد اللہ بن المبارک کا بھی یہی موقف ہے' علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ بعض فقہاء کے نزدیک اس میں نمازی کو اختیار ہے' خواہ وہ رکوع سے پہلے دعاءِ قنوت پڑھے یا رکوع کے بعد اور یہ امام احمد سے منقول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۰۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۷۹۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ' عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ' عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ الْقُنُوتُ فِي الْمَغْرِبِ وَالْفَجْرِ. [طرف الحدیث: ۱۰۰۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن ابی الاسود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از خالد الحذاء از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہوں نے کہا: مغرب اور فجر میں قنوت پڑھی جاتی تھی۔

(صحیح مسلم: ۶۷۸' سنن ترمذی: ۴۰۱' سنن نسائی: ۱۰۷۴' سنن ابوداؤد: ۱۴۴۱' مسند الطحاوی: ۲۵۹)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن محمد بن ابی الاسود' ابوالاسود کا نام ہے: حمید بن الاسود ابوبکر البصری' یہ ۲۲۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) اسماعیل بن علیہ (۳) خالد بن مہران الحذا (۴) ابوقلابہ (۵) عبد اللہ بن زید بن عمرو الجرمی (۶) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۰۶)

فجر اور مغرب کی نمازوں میں دعاء قنوت کا منسوخ ہونا اور علامہ خطابی کے اعتراض کا جواب

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ پہلے مغرب اور فجر کی نماز میں دعاء قنوت پڑھی جاتی تھی' پھر اس کو ترک کر دیا گیا اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک مہینہ دعاء قنوت پڑھی' پھر اس کو ترک کر دیا۔

(صحیح مسلم:٦٧٧' سنن ابوداؤد:١٣٤٥)

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد خطابی التوفی ٣٨٨ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ آپ نے قبیلہ رِعْل اور ذکوان وغیرہ مخصوص قبائل کے خلاف دعا کو ترک کر دیا تھا' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ آپ نے مطلقاً قنوت کو ترک کر دیا تھا' یا آپ نے چار نمازوں میں قنوت کو ترک کر دیا تھا اور فجر کی نماز میں قنوت کو ترک نہیں کیا تھا۔ (معالم السنن ج ا ص ٢٥٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ عینی اس کے جواب میں لکھتے ہیں: یہ کلام بلا دلیل ہے اور محض تعصب اور ہٹ دھرمی پر مبنی ہے کیونکہ اس حدیث میں ضمیر قنوت کی طرف راجع ہے اور یہ عام ہے اور تمام نمازوں کے قنوت کی طرف راجع ہے' اس حدیث میں یہ کہنا کہ آپ نے فجر کی نماز کے علاوہ قنوت کو ترک کر دیا تھا' یہ بھی بلا دلیل ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ فجر کی نماز کی تخصیص کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمیشہ فجر کی نماز میں قنوت پڑھتے رہے حتیٰ کہ آپ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ (مصنف عبدالرزاق:٤٩٧٨' مسند احمد ج ٣ ص ١٦٢)

میں کہتا ہوں کہ اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ ابن الجوزی نے العلل المتناہیہ میں لکھا ہے کہ سنداً یہ حدیث صحیح نہیں ہے' اس کی سند میں ابوجعفر رازی ہے' ابن المدینی نے کہا: اس کا حافظہ مختلط ہو گیا تھا' یحییٰ نے کہا: وہ خطاء کرتا تھا' امام احمد نے کہا: وہ حدیث میں قوی نہیں ہے' ابن حبان نے کہا: وہ مشاہیر سے مناکیر کی روایت میں منفرد تھا۔

(عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٠٧-١٠٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

فجر کی نماز میں قنوت نہ پڑھنے کے متعلق آثار

میں کہتا ہوں کہ امام عبدالرزاق نے اس حدیث کے معارض متعدد آثار روایت کیے ہیں:

اسود بن یزید اور عمرو بن میمون نے بیان کیا کہ ہم نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں فجر کی نماز پڑھی' انہوں نے دعاء قنوت نہیں پڑھی۔ (مصنف عبدالرزاق:٤٩٩٢)

علقمہ بن قیس بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فجر کی نماز میں دعاء قنوت نہیں پڑھتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق:٤٩٦٣)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر فجر کی نماز میں دعاء قنوت نہیں پڑھتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق:٤٩٦٦)

ابن ابی نجیح بیان کرتے ہیں کہ میں نے سالم بن عبداللہ سے پوچھا: کیا حضرت عمر بن الخطاب صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں! یہ لوگوں نے بعد میں بدعت نکالی ہے۔ (مصنف عبدالرزاق:٤٩٧١' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:١٤٥٣- ج ٢ ص ٣١٨ پر بیان کی گئی ہے' اس کی شرح میں قنوت فجر میں مذاہب اور

شافعیہ اور مالکیہ کے جوابات کا ذکر ہے۔

۷۹۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُجْمِرِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَحْيَى ابْنِ خَلَّادٍ الزُّرَقِيِّ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِيِّ قَالَ كُنَّا يَوْمًا نُصَلِّيْ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ. قَالَ رَجُلٌ وَرَاءَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ. فَلَمَّا انْصَرَفَ، قَالَ مَنِ الْمُتَكَلِّمُ؟ قَالَ اَنَا، قَالَ رَاَيْتُ بِضْعَةً وَّثَلَاثِيْنَ مَلَكًا يَبْتَدِرُوْنَهَا اَيُّهُمْ يَكْتُبُهَا اَوَّلُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از نعیم بن عبداللہ المجمر از علی بن یحییٰ بن خلاد الزرقی از والد خود از رفاعہ بن رافع الزرقی' انہوں نے بیان کیا کہ ہم ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکوع سے سر اٹھایا تو آپ نے فرمایا: ''سمع الله لمن حمده'' تو ایک شخص نے آپ کے پیچھے کہا: ''ربنا ولك الحمد حمدًا كثيرًا طيبًا مباركًا فيه'' جب آپ نماز پڑھ کر مڑے تو آپ نے پوچھا: یہ (کلمات) کون پڑھ رہا تھا؟ اس نے کہا: میں' آپ نے فرمایا: میں نے دیکھا تیس سے زیادہ فرشتے ان کلمات کی طرف سبقت کر رہے تھے کہ ان میں سے کون ان کلمات کو پہلے لکھتا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۷۷۰' سنن نسائی: ۱۰۶۱' السنن الکبریٰ: ۶۴۹' صحیح ابن خزیمہ: ۶۱۴' صحیح ابن حبان: ۱۹۱۰' المعجم الکبیر: ۴۵۳۱' المستدرک ج۱ ص۲۲۵' سنن بیہقی ج۲ ص۹۵' سنن ابوداؤد: ۷۷۳' سنن ترمذی: ۴۰۴' مسند احمد ج۴ ص۳۴۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۹۹۶۔ ج۳۱ ص۳۳۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۶۷۷' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن مسلمہ القعنبی (۲) امام مالک بن انس (۳) نعیم بن عبداللہ المجمر (۴) علی بن یحییٰ بن خلاد الانصاری المدنی' یہ ۱۲۹ھ میں فوت ہوگئے تھے (۵) ان کے والد یحییٰ بن خلاد بن رافع' ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھٹی دی تھی (۶) ان کے چچا حضرت رفاعہ بن رافع بن مالک زرقی رضی اللہ عنہ تھے' یہ تمام غزوات میں حاضر رہے' اور ان سے چوبیس احادیث مروی ہیں' جن میں سے امام بخاری نے تین احادیث روایت کی ہیں' یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فوت ہوگئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج۶ ص۱۰۷)

حمد مذکور کے دیگر کلمات

اس حدیث میں ذکر ہے: ''حمدًا طيبًا'' اس کا معنی ہے: ایسی حمد جو دکھانے اور سنانے سے پاک ہو' اور ''مباركًا فيه'' کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: جس میں بہت زیادہ خیر ہو' سنن نسائی کی روایت میں ہے: ''مباركًا عليه'' اس کا معنی ہے: ایسی حمد جو باقی رہے' اس حمد کے یہ کلمات بھی منقول ہے:

''الحمد لله حمدًا كثيرًا طيبًا مباركًا فيه مباركًا عليه كما يحب ربنا ويرضٰى''۔

(سنن ابوداؤد: ۷۷۳' سنن ترمذی: ۴۰۴' سنن نسائی: ۹۳۰)

حدیث مذکور کے مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

(۱) اس صحابی نے بلند آواز سے حمد کے کلمات کہے' اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا بہ آواز بلند ذکر کرنا جائز ہے جب کہ اس سے کسی نمازی کی نماز میں خلل نہ ہو۔

(۲) اپنے اجتہاد سے ذکر ماثور میں اضافہ کرنا جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۰۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کا یہ لکھنا صحیح نہیں کیونکہ یہ اضافہ صرف ان کے اجتہاد سے نہیں تھا بلکہ رسول اللہ ﷺ کی تقریر سے تھا کیونکہ آپ نے اس اضافہ کو سن کر رد نہیں فرمایا بلکہ اس اضافہ کی تحسین فرمائی تھی' لہٰذا یہ بھی ذکر ماثور ہو گیا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۱۲۷ - بَابُ الْاِطْمَاْنِيْنَةِ حِيْنَ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ

رکوع سے سر اٹھا کر اطمینان سے کھڑے ہونا

وَقَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ رَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتَوٰى جَالِسًا' حَتّٰى يَعُوْدَ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهٗ.

اور حمید نے کہا کہ نبی ﷺ نے سجدہ سے سر اٹھایا' پھر سیدھے بیٹھ گئے حتیٰ کہ ہر جوڑ اپنی جگہ پر آ گیا۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری: ۸۲۸ میں ہے۔

۸۰۰ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ ثَابِتٍ قَالَ كَانَ اَنَسٌ يَنْعَتُ لَنَا صَلٰوةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَكَانَ يُصَلِّيْ' وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ قَامَ حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْ نَسِيَ. [طرف الحدیث: ۸۲۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ثابت' انہوں نے کہا: حضرت انس رضی اللہ عنہ ہمارے لیے نبی ﷺ کی نماز کی صفت بیان کرتے تھے' آپ نماز پڑھتے تھے' پس جب آپ رکوع سے سر اٹھاتے تو اتنی دیر کھڑے رہتے حتیٰ کہ ہم کہتے: شاید آپ بھول گئے ہیں۔

(صحیح مسلم: ۴۷۲' الرقم المسلسل: ۱۰۴۲' مسند ابو یعلیٰ: ۳۳۶۳' صحیح ابن خزیمہ: ۶۰۹' صحیح ابن حبان: ۱۸۸۵' سنن بیہقی ج ۲ ص ۹۸' مسند احمد ج ۳ ص ۲۲۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۳۳۶۹۔ ج ۲۱ ص ۷۵۔ ۷۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

قومہ میں آپ کا طویل قیام

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ نیچے جھک کر سجدہ میں جانا بھول گئے' علامہ ابن حجر نے کہا: یہ احتمال ہے کہ حضرت انس کی مراد یہ ہو کہ آپ یہ بھول گئے کہ آپ نماز میں ہیں یا آپ نے یہ گمان کیا کہ یہ قنوت کا وقت ہے اور آپ اعتدال سے کھڑے رہے یا جب آپ بیٹھے ہوتے تو یہ گمان کرتے کہ یہ تشہد کا وقت ہے اور ہم یہ کہتے کہ آپ قیام کے طول کی وجہ سے بھول گئے ہیں۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۳۶۹' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی' ان کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

نبی ﷺ کے متعلق یہ تمام گمان آپ کی شان کے لائق نہیں ہیں' حضرت انس رضی اللہ عنہ کا منشاء صرف اتنا ہے کہ آپ رکوع سے سر اٹھا کر بہت طویل قیام کرتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۹۶۲۔ ج ۱ ص ۱۲۶۵ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۸۰۱ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث

الْحَكَمِ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رُكُوعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَسُجُودُهُ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ، قَرِيبًا مِنَ السَّوَاءِ.

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم از ابن ابی لیلیٰ از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رکوع اور سجود اور جب آپ رکوع سے سر اٹھاتے اور دو سجدوں کے درمیان' ان سب کا وقت برابر برابر ہوتا تھا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۷۹۲ کا مطالعہ فرمائیں۔

۸۰۲ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ كَانَ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ يُرِينَا كَيْفَ كَانَ صَلٰوةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَذَاكَ فِي غَيْرِ وَقْتِ صَلٰوةٍ، فَقَامَ فَأَمْكَنَ الْقِيَامَ، ثُمَّ رَكَعَ فَأَمْكَنَ الرُّكُوعَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَانْصَبَّ هُنَيَّةً، قَالَ أَبُو قِلَابَةَ فَصَلّٰى بِنَا صَلٰوةَ شَيْخِنَا هٰذَا أَبِي بُرَيْدٍ، وَكَانَ أَبُو بُرَيْدٍ، إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ الْآخِرَةِ اسْتَوٰى قَاعِدًا، ثُمَّ نَهَضَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی قلابہ' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت مالک بن الحویرث ہمیں دکھا رہے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کس طرح تھی اور یہ نماز کا وقت نہیں تھا' سو وہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے جم کر قیام کیا' پھر رکوع کیا' پس جم کر رکوع کیا' پھر رکوع سے سر اٹھایا اور سیدھے کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ ہر جوڑ اپنی جگہ پر آ گیا' ابو قلابہ کہتے ہیں: پھر ہم کو اس بوڑھے ابی برید کی طرح نماز پڑھائی (اس سے حضرت عمرو بن سلمہ کی طرف اشارہ کیا) جب انہوں نے دوسرے سجدہ سے اپنا سر اٹھایا تو سیدھے ہو کر بیٹھ گئے' پھر کھڑے ہوئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۷۷ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: جس شخص نے نماز پڑھائی اور نماز سے اس کا قصد صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کی تعلیم دینا تھا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: رکوع سے سر اٹھا کر اطمینان سے کھڑے ہونا' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۱۲۸ - بَابٌ يَهْوِيْ بِالتَّكْبِيرِ حِينَ يَسْجُدُ — سجدہ کے وقت اللہ اکبر کہتے ہوئے جھکنا

اس عنوان میں ''یھوی'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: گرتے ہوئے' جس طرح پانی اوپر سے نیچے گرتا ہے' اور اس کا معنی جلدی کرتے ہوئے بھی ہے اور اگر واؤ پر زبر ہو ''یھوَیٰ'' تو اس کا معنی ہے: محبت کرتے ہوئے۔

وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَضَعُ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ.

اور نافع نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما گھٹنوں سے پہلے اپنے ہاتھوں کو رکھتے۔

اس تعلیق کی اصل' شرح معانی الآثار: ۱۴۷۶' سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۴۴' سنن کبریٰ ج ۲ ص ۹۹ اور مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۱ میں ہے۔

سجدہ میں جاتے ہوئے پہلے اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھے یا اپنے گھٹنوں کو؟

بعض احادیث میں ہے کہ سجدہ کو جاتے ہوئے پہلے ہاتھوں کو زمین پر رکھے اور بعض احادیث میں ہے: پہلے گھٹنوں کو زمین پر رکھے' ہاتھوں کو پہلے رکھنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص سجدہ کرے تو اس طرح نہ بیٹھے'

جس طرح اونٹ بیٹھتا ہے لیکن پہلے ہاتھ رکھے پھر گھٹنے رکھے۔

(سنن ابوداؤد: ٨٤٠ 'سنن ترمذی: ٢٦٩ 'مسند احمد ج ٢ ص ٣٨١ 'شرح معانی الآثار: ١٤٧٨)

امام مالک اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا یہی مسلک ہے۔

پہلے گھٹنوں کو زمین پر رکھنے کے متعلق احادیث اور آثار

اور سجدہ میں جاتے ہوئے ہاتھوں سے پہلے گھٹنے رکھنے کے متعلق یہ احادیث ہیں:

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سجدہ کرتے تو ہاتھوں سے پہلے اپنے گھٹنوں کو رکھتے۔

(سنن ابوداؤد: ٨٣٨ 'سنن ترمذی: ٢٦٨ 'سنن ابن ماجہ: ٨٨٢ 'شرح معانی الآثار: ١٤٨١)

امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا یہی مذہب ہے اور اکثر صحابہ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

اسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھٹنوں پر گرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٧١٩ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٧٠٤ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ ص ٢٦٣ 'ادارۃ القرآن' کراچی)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب سجدہ میں جاتے تو اپنے ہاتھوں سے پہلے اپنے گھٹنوں کو زمین پر رکھتے اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو گھٹنوں سے پہلے اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٧٢٠ 'مجلس علمی' مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٧٠٥ 'دار الکتب العلمیہ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ ص ٢٦٣)

عبداللہ بن مسلم بن یسار اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ سجدہ میں جاتے تو پہلے گھٹنوں کو زمین پر رکھتے' پھر ہاتھوں کو' پھر سر کو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٧٢١ 'مجلس علمی' مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٧٠٦ 'دار الکتب العلمیہ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ ص ٢٦٣ 'ادارۃ القرآن)

مہدی بن میمون بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن سیرین کو دیکھا' وہ اپنے ہاتھوں سے پہلے اپنے گھٹنوں کو رکھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٧٢٤ 'مجلس علمی' مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٧٠٩ 'دار الکتب العلمیہ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ ص ٢٦٣ 'ادارۃ القرآن)

ابواسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب جب سجدہ کے لیے جھکتے تو اپنے ہاتھوں سے پہلے اپنے گھٹنوں کو زمین پر رکھتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٧٢٦۔٢٧١١ 'دار الکتب العلمیہ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ ص ٢٦٤ 'ادارۃ القرآن)

٨٠٣ - حَدَّثَنَا اَبُوْ الْيَمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، وَاَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ صَلٰوةٍ مِنَ الْمَكْتُوْبَةِ وَغَيْرِهَا فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ، فَيُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْكَعُ، ثُمَّ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، ثُمَّ يَقُوْلُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، قَبْلَ اَنْ يَسْجُدَ، ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، حِيْنَ يَهْوِيْ سَاجِدًا، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَاْسَهُ مِنَ السُّجُوْدِ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَسْجُدُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے حدیث بیان کی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے ابوبکر بن عبد الرحمان بن الحارث بن ہشام اور ابوسلمہ بن عبد الرحمان نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہر نماز میں تکبیر پڑھتے خواہ فرض نماز ہو یا غیر فرض ہو' رمضان ہو یا غیر رمضان ہو' پس جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے تو تکبیر پڑھتے' پھر رکوع کے وقت تکبیر پڑھتے' پھر سجدہ سے پہلے کہتے: "سمع اللہ لمن حمدہ" پھر کہتے: "ربنا ولك الحمد" پھر سجدہ میں گرتے ہوئے اللہ اکبر کہتے' پھر سجدہ سے سر اٹھاتے ہوئے اللہ اکبر

حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُوْدِ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ مِنَ الْجُلُوْسِ فِي الْاِثْنَتَيْنِ، وَيَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ، حَتّٰى يَفْرُغَ مِنَ الصَّلٰوةِ، ثُمَّ يَقُوْلُ حِيْنَ يَنْصَرِفُ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ، اِنِّيْ لَاَقْرَبُكُمْ شَبَهًا بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اِنْ كَانَتْ هٰذِهٖ لَصَلٰوتَهُ حَتّٰى فَارَقَ الدُّنْيَا.

کہتے' پھر دو سجدوں کے بعد بیٹھ کر اٹھتے تو اللہ اکبر کہتے' اور ہر رکعت میں اسی طرح کرتے حتیٰ کہ نماز سے فارغ ہو جاتے' پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد وہ کہتے: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کے مشابہ نماز تمہارے قریب کر رہا ہوں' بے شک ضرور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز تھی حتیٰ کہ آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۸۵ میں گزر چکی ہے۔

۸۰۴- قَالَا وَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ. يَدْعُوْ لِرِجَالٍ فَيُسَمِّيْهِمْ بِاَسْمَائِهِمْ، فَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ، وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ، وَعَيَّاشَ بْنَ اَبِيْ رَبِيْعَةَ، وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ، اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْاَتَكَ عَلٰى مُضَرَ، وَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ. وَاَهْلُ الْمَشْرِقِ يَوْمَئِذٍ مِنْ مُضَرَ مُخَالِفُوْنَ لَهٗ.

ابوبکر بن عبد الرحمان اور ابوسلمہ دونوں نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب رکوع سے سر اٹھاتے تو کہتے: ''سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد'' کچھ لوگوں کا نام لے کر ان کے حق میں دعاء خیر کرتے' سو آپ کہتے: اے اللہ! الولید بن الولید کو نجات دے اور سلمہ بن ہشام کو اور عیاش بن ربیعہ کو اور کمزور مؤمنوں کو' اے اللہ! مضر کو شدت سے روند ڈال اور ان پر ایسے سال مسلط کر دے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط کے سال تھے اور ان دنوں میں مضر اہل مشرق تھے' جو آپ کے مخالف تھے۔

جن مسلمانوں کے حق میں آپ نے دعائے خیر کی

ولید سے مراد ہے: الولید بن الولید بن المغیرہ بن عبد اللہ مخزومی' یہ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔ غزوۂ بدر کے دن ان کو حالت کفر میں گرفتار کیا گیا تھا' جب انہوں نے فدیہ دیا تو یہ اسلام لے آئے' ان سے کہا گیا کہ آپ فدیہ دینے سے پہلے اسلام کیوں نہیں لائے؟ انہوں نے کہا: میں نے اس کو ناپسند کیا کہ میرے متعلق یہ کہا جائے کہ یہ قید سے گھبرا کر اسلام لائے ہیں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی برکت سے یہ کفار سے رہائی پا گئے۔

علامہ ذہبی نے کہا ہے کہ جنگ بدر کے دن ان کو حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا اور ان کو مکہ لے گئے تھے' وہاں جا کر یہ مسلمان ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعاء قنوت میں ان کا نام لے کر ان کے لیے دعا کرتے تھے تو یہ ان سے نجات پا کر مدینہ منورہ پہنچ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں وہیں فوت ہو گئے۔

سلمہ بن ہشام بن المغیرہ' یہ ابوجہل کے بھائی تھے' یہ بہت پہلے اسلام لائے تھے' اسلام لانے کی پاداش میں ان کو تکلیفیں دی جاتی تھیں' ان کو قریش نے مدینہ کی طرف ہجرت نہیں کرنے دی' پھر انہوں نے غزوۂ خندق کے بعد ہجرت کی اور غزوۂ موتہ میں حاضر ہوئے اور یہ مرج الصفر یا اجنادین میں شہید ہوئے۔

عیاش بن ابی ربیعہ' ابی ربیعہ کا نام عمرو بن المغیرہ ہے' یہ ابوجہل کے اخیافی (ماں شریک) بھائی تھے اور بہت پہلے اسلام لا چکے تھے' ابوجہل نے ان کو مکہ میں باندھ کر رکھا ہوا تھا' یہ ملک شام میں جنگ یرموک میں شہید ہو گئے تھے۔

جن لوگوں کے لیے آپ نے دعاء ضرر کی

مضر بن نزار بن معد بن عدنان' یہ بہت بڑا خاندان ہے اور اس میں بہت قبائل ہیں' جیسے قریش' اسد اور تمیم وغیرہ' آپ کا ارشاد ہے: جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط کے سال تھے' اس میں مشابہت کی وجہ یہ ہے کہ جیسے ان پر بہت لمبے عرصہ تک قحط رہا اور وہ کئی سالوں تک مشقت اور مصیبت کو برداشت کرتے رہے' اسی طرح مضر بھی لمبے عرصہ تک مصائب کا شکار رہے۔

اس حدیث کے باقی فوائد' صحیح البخاری: ۷۹۷ میں بیان کیے جا چکے ہیں۔

۸۰۵ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ غَيْرَ مَرَّةٍ، قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ سَقَطَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَرَسٍ، وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ مِنْ فَرَسٍ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْاَيْمَنُ، فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ نَعُوْدُهُ، فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلّٰى بِنَا قَاعِدًا وَقَعَدْنَا. وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً صَلَّيْنَا قُعُوْدًا، فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ، فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا، وَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا، وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا، وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا. قَالَ سُفْيَانُ كَذَا جَاءَ بِهٖ مَعْمَرٌ قُلْتُ نَعَمْ. قَالَ لَقَدْ حَفِظَ كَذَا، قَالَ الزُّهْرِيُّ وَلَكَ الْحَمْدُ. حَفِظْتُ مِنْ شِقِّهِ الْاَيْمَنِ، فَلَمَّا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَاَنَا عِنْدَهٗ فَجُحِشَ سَاقُهُ الْاَيْمَنُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے کئی مرتبہ حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت انس بن مالک سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ گھوڑے سے گر گئے' پس آپ کی دائیں جانب زخمی ہو گئی' ہم آپ کے پاس آپ کی عیادت کے لیے آئے' پس نماز کا وقت آ گیا تو آپ نے ہمیں بیٹھ کر نماز پڑھائی اور ایک مرتبہ سفیان نے کہا: ہم نے بیٹھ کر نماز پڑھی' جب آپ نے نماز پڑھ لی تو فرمایا: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے' سو جب وہ تکبیر پڑھے تو تم تکبیر پڑھو' اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم رکوع سے سر اٹھاؤ اور جب وہ ''سمع اللّٰه لمن حمده'' کہے تو تم کہو: ''ربنا ولك الحمد'' اور جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو۔ سفیان نے کہا: اسی طرح معمر نے روایت کی ہے' میں نے کہا: ہاں! اس نے اس کو اسی طرح یاد رکھا' الزہری نے کہا ہے: ''ولك الحمد'' میں نے دائیں جانب کو یاد رکھا ہے' جب ہم الزہری کے پاس سے نکلے تو ابن جریج نے کہا: اور میں ان کے پاس تھا کہ آپ کی دائیں پنڈلی زخمی ہو گئی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے' صحیح البخاری: ۳۷۸ کا مطالعہ فرمائیں۔

۱۲۹ - بَابُ فَضْلِ السُّجُوْدِ

سجدہ کی فضیلت

۸۰۶ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، وَعَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ اللَّيْثِيُّ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ اَخْبَرَهُمَا اَنَّ النَّاسَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هَلْ نَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ هَلْ تُمَارُوْنَ فِي الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، لَيْسَ دُوْنَهٗ سَحَابٌ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب اور عطاء بن یزید اللیثی نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا قیامت کے دن ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا:

قَالُوْا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ فَهَلْ تُمَارُوْنَ فِي الشَّمْسِ لَيْسَ دُوْنَهَا سَحَابٌ؟ قَالُوْا لَا، قَالَ فَاِنَّكُمْ تَرَوْنَهُ كَذٰلِكَ، يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيَقُوْلُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ شَيْئًا فَلْيَتَّبِعْ، فَمِنْهُمْ مَنْ يَّتَّبِعُ الشَّمْسَ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَّتَّبِعُ الْقَمَرَ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَّتَّبِعُ الطَّوَاغِيْتَ، وَتَبْقٰى هٰذِهِ الْاُمَّةُ فِيْهَا مُنَافِقُوْهَا، فَيَاْتِيْهِمُ اللّٰهُ فَيَقُوْلُ اَنَا رَبُّكُمْ، فَيَقُوْلُوْنَ هٰذَا مَكَانُنَا حَتّٰى يَاْتِيَنَا رَبُّنَا، فَاِذَا جَاءَ رَبُّنَا عَرَفْنَاهُ، فَيَاْتِيْهِمُ اللّٰهُ فَيَقُوْلُ اَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ اَنْتَ رَبُّنَا، فَيَدْعُوْهُمْ فَيُضْرَبُ الصِّرَاطُ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ جَهَنَّمَ، فَاَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ يَّجُوْزُ مِنَ الرُّسُلِ بِاُمَّتِهٖ، وَلَا يَتَكَلَّمُ يَوْمَئِذٍ اَحَدٌ اِلَّا الرُّسُلُ، وَكَلَامُ الرُّسُلِ يَوْمَئِذٍ اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ، وَفِيْ جَهَنَّمَ كَلَالِيْبُ مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ، هَلْ رَاَيْتُمْ شَوْكَ السَّعْدَانِ؟ قَالُوْا نَعَمْ، قَالَ فَاِنَّهَا مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ، غَيْرَ اَنَّهٗ لَا يَعْلَمُ قَدْرَ عِظَمِهَا اِلَّا اللّٰهُ، تَخْطَفُ النَّاسَ بِاَعْمَالِهِمْ، فَمِنْهُمْ مَنْ يُّوْبَقُ بِعَمَلِهٖ، وَمِنْهُمْ مَنْ يُّخَرْدَلُ ثُمَّ يَنْجُوْ، حَتّٰى اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ رَحْمَةَ مَنْ اَرَادَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ، اَمَرَ اللّٰهُ الْمَلَائِكَةَ اَنْ يُّخْرِجُوْا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ، فَيُخْرِجُوْنَهُمْ وَيَعْرِفُوْنَهُمْ بِاٰثَارِ السُّجُوْدِ، وَحَرَّمَ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ اَنْ تَاْكُلَ اَثَرَ السُّجُوْدِ، فَيَخْرُجُوْنَ مِنَ النَّارِ، فَكُلُّ ابْنِ اٰدَمَ تَاْكُلُهُ النَّارُ اِلَّا اَثَرَ السُّجُوْدِ، فَيَخْرُجُوْنَ مِنَ النَّارِ قَدِ امْتَحَشُوْا، فَيُصَبُّ عَلَيْهِمْ مَاءُ الْحَيَاةِ، فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِيْ حَمِيْلِ السَّيْلِ، ثُمَّ يَفْرُغُ اللّٰهُ مِنَ الْقَضَاءِ بَيْنَ الْعِبَادِ، وَيَبْقٰى رَجُلٌ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، وَهُوَ اٰخِرُ اَهْلِ النَّارِ دُخُوْلًا الْجَنَّةَ، مُقْبِلًا بِوَجْهِهٖ قِبَلَ النَّارِ، فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ اصْرِفْ وَجْهِيْ عَنِ النَّارِ، قَدْ قَشَبَنِيْ رِيْحُهَا، وَاَحْرَقَنِيْ ذَكَاؤُهَا، فَيَقُوْلُ هَلْ عَسَيْتَ اِنْ فُعِلَ ذٰلِكَ بِكَ اَنْ تَسْاَلَ غَيْرَ ذٰلِكَ؟ فَيَقُوْلُ لَا وَعِزَّتِكَ، فَيُعْطِي

کیا تمہیں پورے چاند کی رات کو چاند کو دیکھنے میں کوئی رکاوٹ ہوتی ہے جب اس کے سامنے بادل نہ ہو؟ صحابہ نے کہا: نہیں! یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: کیا تمہیں سورج کو دیکھنے میں رکاوٹ ہوتی ہے جب اس کے سامنے بادل نہ ہو؟ صحابہ نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: پس تم اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے قیامت کے دن لوگوں کو جمع کیا جائے گا' پس اللہ فرمائے گا: جو شخص جس کی عبادت کرتا تھا وہ اس کے پیچھے جائے' پس ان میں سے بعض سورج کی اتباع کریں گے اور ان میں سے بعض چاند کی اتباع کریں گے اور ان میں سے بعض بتوں کی اتباع کریں گے اور یہ امت باقی رہے گی' اس امت میں اس کے منافقین بھی ہوں گے' پھر ان کے پاس اللہ تعالیٰ آ کر فرمائے گا: میں تمہارا رب ہوں' پس وہ کہیں گے: ہم یہیں رہیں گے حتیٰ کہ ہمارے پاس ہمارا رب آ جائے' پس جب ہمارا رب آ جائے گا تو ہم اس کو پہچان لیں گے' پھر ان کے پاس اللہ تعالیٰ آئے گا' پس فرمائے گا: میں تمہارا رب ہوں' سو وہ کہیں گے: تو ہمارا رب ہے' پس وہ ان کو بلائے گا' پھر جہنم کے وسط کے اوپر ایک پل بچھا دیا جائے گا' پس رسولوں میں سے میں پہلا رسول ہوں گا جو اپنی امت کے ساتھ اس پر سے گزرے گا اور اس دن رسولوں کے سوا کوئی بات نہیں کرے گا اور اس دن رسولوں کا کلام یہ ہوگا: اے اللہ! سلامت رکھ' سلامت رکھ! اور جہنم میں درخت سعدان کے کانٹوں کی طرح آنکڑے (ہک) ہوں گے' کیا تم نے درخت سعدان کے کانٹے دیکھے ہیں؟ صحابہ نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پس بے شک وہ آنکڑے درخت سعدان کے کانٹوں کی مثل ہوں گے لیکن اللہ کے سوا ان کے عظیم ہونے کی مقدار کو کوئی نہیں جانتا' وہ ان کو ان کے گناہوں کی مقدار کے حساب سے اچک (پکڑ) لیں گے' سو ان میں سے بعض اپنے گناہ کی وجہ سے ہلاک ہو جائیں گے اور ان میں سے بعض کٹ جائیں گے' پھر نجات پا جائیں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ دوزخیوں میں سے جن پر رحمت کا ارادہ فرمائے گا تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ ان میں سے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا اس کو نکال دیں' پھر فرشتے ان کو نکال دیں گے اور وہ

اللّٰهَ مَا يَشَاءُ مِنْ عَهْدٍ وَّمِيْثَاقٍ، فَيَصْرِفُ اللّٰهُ وَجْهَهٗ عَنِ النَّارِ، فَاِذَا اَقْبَلَ بِهٖ عَلَى الْجَنَّةِ رَاٰى بَهْجَتَهَا سَكَتَ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّسْكُتَ، ثُمَّ قَالَ يَا رَبِّ قَدِّمْنِيْ عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لَهٗ اَلَيْسَ قَدْ اَعْطَيْتَ الْعُهُوْدَ وَالْمِيْثَاقَ، اَنْ لَّا تَسْاَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنْتَ سَاَلْتَ؟ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ لَا اَكُوْنُ اَشْقٰى خَلْقِكَ، فَيَقُوْلُ فَمَا عَسَيْتَ اِنْ اُعْطِيْتَ ذٰلِكَ اَنْ لَّا تَسْاَلَ غَيْرَهٗ؟ فَيَقُوْلُ لَا وَعِزَّتِكَ، لَا اَسْاَلُ غَيْرَ ذٰلِكَ، فَيُعْطِيْ رَبَّهٗ مَا شَاءَ مِنْ عَهْدٍ وَّمِيْثَاقٍ، فَيُقَدِّمُهٗ اِلٰى بَابِ الْجَنَّةِ، فَاِذَا بَلَغَ بَابَهَا، فَرَاٰى زَهْرَتَهَا، وَمَا فِيْهَا مِنَ النَّضْرَةِ وَالسُّرُوْرِ، فَيَسْكُتُ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّسْكُتَ، فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ اَدْخِلْنِي الْجَنَّةَ، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَيْحَكَ يَا ابْنَ اٰدَمَ، مَا اَغْدَرَكَ! اَلَيْسَ قَدْ اَعْطَيْتَ الْعُهُوْدَ وَالْمِيْثَاقَ، اَنْ لَّا تَسْاَلَ غَيْرَ الَّذِيْ اُعْطِيْتَ؟ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ! لَا تَجْعَلْنِيْ اَشْقٰى خَلْقِكَ، فَيَضْحَكُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مِنْهُ، ثُمَّ يَاْذَنُ لَهٗ فِيْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ، فَيَقُوْلُ لَهٗ تَمَنَّ فَيَتَمَنّٰى، حَتّٰى اِذَا انْقَطَعَتْ اُمْنِيَّتُهٗ، قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ زِدْ مِنْ كَذَا وَكَذَا، اَقْبَلَ يُذَكِّرُهٗ رَبُّهٗ، حَتّٰى اِذَا انْتَهَتْ بِهِ الْاَمَانِيُّ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَكَ ذٰلِكَ وَمِثْلُهٗ مَعَهٗ. قَالَ اَبُوْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيُّ لِاَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَكَ ذٰلِكَ وَعَشَرَةُ اَمْثَالِهٖ. قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ لَمْ اَحْفَظْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا قَوْلَهٗ لَكَ ذٰلِكَ وَمِثْلُهٗ مَعَهٗ. قَالَ اَبُوْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيُّ اِنِّيْ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ ذٰلِكَ لَكَ وَعَشَرَةُ اَمْثَالِهٖ. [اطراف الحدیث:۶۵۷۳-۷۴۳۷]

(صحیح مسلم:۱۸۲، الرقم المسلسل:۴۴۴، مصنف عبدالرزاق:۲۰۸۵۶، السنۃ لابن ابی عاصم:۴۵۵، صحیح ابن حبان:۷۴۲۹، سنن نسائی:۱۱۳۹، السنن الکبریٰ:۱۱۶۳۷، سنن دارمی:۲۸۰۱، صحیح ابن خزیمہ:۳۲۵، مسند

ان کو سجدہ کی نشانیوں سے پہچانیں گے اور اللہ تعالیٰ نے سجدہ کی نشانیوں کو کھانا آگ پر حرام کر دیا ہے' سو ان کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا' وہ جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے' پھر ان پر حیات کا پانی انڈیلا جائے گا' پس وہ اس طرح اُگیں گے جس طرح دانہ سیلاب کی مٹی میں اُگتا ہے' پھر اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے سے فارغ ہو جائے گا اور ایک شخص جنت اور دوزخ کے درمیان باقی ہوگا اور وہ دوزخ سے نکلنے والوں میں سے آخری شخص ہوگا اور جنت میں داخل ہونے والوں میں بھی آخری شخص ہوگا' اس وقت اس کا چہرہ دوزخ کی طرف ہوگا' وہ کہے گا: اے میرے رب! میرا چہرہ دوزخ کی طرف سے پھیر دے' اس کی بدبو نے مجھے ہلاک کر دیا ہے اور اس کی تیزی نے مجھے جلا ڈالا ہے' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اگر تمہارے ساتھ ایسا کر دیا گیا تو شاید تم پھر اس کے علاوہ اور کوئی سوال کرو گے' پس وہ کہے گا: نہیں' تیری عزت کی قسم! پھر اللہ تعالیٰ اس سے پختہ عہد اور میثاق لے گا' پس اللہ اس کے چہرے کو دوزخ سے پھیر دے گا' پس جب وہ جنت کی طرف متوجہ ہوگا اور اس کی تروتازگی دیکھے گا تو جتنی دیر اللہ اس کو خاموش رکھنا چاہے گا وہ خاموش کھڑا رہے گا' پھر کہے گا: اے میرے رب! مجھے جنت کے دروازہ پر پہنچا دے' پس اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: کیا تم نے پختہ عہد اور میثاق نہیں کیا تھا کہ تم پہلے سوال کے علاوہ اور کوئی سوال نہیں کرو گے؟ پس وہ کہے گا: اے میرے رب! میں تیری مخلوق میں سب سے بدنصیب نہ ہو جاؤں' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اگر تمہارا یہ سوال پورا کر دیا گیا تو پھر توقع ہے کہ تم کوئی اور سوال تو نہیں کرو گے' وہ کہے گا: نہیں' تیری عزت کی قسم! میں اس کے سوا اور کوئی سوال نہیں کروں گا' پھر اللہ تعالیٰ جو عہد اور میثاق چاہے گا اس سے لے گا' پھر وہ اس کو جنت کے دروازہ پر لے جائے گا' پس جب وہ جنت کے دروازہ پر پہنچے گا اور جنت کی رونق اور تروتازگی اور خوش نمائی دیکھے گا تو جتنی دیر اللہ تعالیٰ اس کو خاموش رکھنا چاہے گا وہ خاموش رہے گا' پھر وہ کہے گا: اے میرے رب! مجھ کو جنت میں داخل کر دے! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے ابن آدم! تم پر افسوس ہے' تم کتنے

احمد ج ٢ ص ٢٧٦ طبع قدیم' مسند احمد: ٧٧١٧- ج ١٣ ص ١٤٤' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ٩٤٣٤' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

عہد شکن ہو! کیا تم نے پختہ عہد اور میثاق نہیں کیے تھے کہ تم کو جو کچھ دیا گیا ہے تم اس کے سوا اور کوئی سوال نہیں کرو گے؟ پس وہ کہے گا: اے میرے رب! مجھے اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ بدنصیب نہ بنا' پس اللہ عزوجل اس سے ہنسے گا' پھر اس کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دے گا' پھر اس سے فرمائے گا: اب تم تمنا کرو' پس وہ تمنا کرے گا' حتیٰ کہ جب اس کی تمنا پوری ہو جائے گی تو اللہ اسے فرمائے گا: اور فلاں فلاں چیز کو زیادہ کرو اور اس کا رب عزوجل اس کو چیزیں یاد دلائے گا' حتیٰ کہ جب اس کی تمنائیں ختم ہو جائیں گی تو اللہ اس سے فرمائے گا: تم یہ چیزیں بھی لے لو اور ان کے ساتھ ان کی ایک مثل اور لے لو۔ حضرت ابو سعید خدری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا: تمہارے لیے یہ چیزیں بھی ہیں اور ان کی دس مثالیں اور ہیں' حضرت ابو ہریرہ نے کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صرف یہ قول یاد ہے: اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: تمہارے لیے یہ چیزیں ہیں اور ان کے ساتھ ان کی ایک مثل ہے' حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ نے کہا: میں نے آپ سے یہ سنا تھا: تمہارے لیے یہ ہیں اور ان کی دس مثالیں ہیں۔

اس حدیث کے چھ رجال ہیں اور ان کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اللہ تعالیٰ نے سجدہ کی نشانیوں کو کھانا آگ پر حرام کر دیا ہے۔

''طواغیت'' کا معنی اور اس کی تفصیل

اس حدیث میں ''طواغیت'' کا لفظ ہے' یہ ''طاغوت'' کی جمع ہے' یہ ''طغیان'' کا مبالغہ ہے یعنی بہت زیادہ سرکشی کرنے والا' ابن سیدہ نے کہا کہ اللہ عزوجل کو چھوڑ کر جس کی عبادت کی جائے' اس کو ''طاغوت'' کہتے ہیں' واحد جمع' مذکر اور مؤنث سب پر اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ''طاغوت'' شیطان ہے' ایک قول ہے: جس پتھر کی عبادت کی جائے وہ ''طاغوت'' ہے' الصحاح میں مذکور ہے: جو گمراہ کرنے والوں کا سردار ہو' وہ ''طاغوت'' ہے' المغیث میں ہے: شیطان نے جس کی عبادت کو مزین کر دیا ہو' وہ ''طاغوت'' ہے' ابن جریر نے کہا: ساحر ''طاغوت'' ہے' ابو العالیہ نے کہا: کاہن ''طاغوت'' ہے۔ (واضح رہے کہ حضرت عیسیٰ' حضرت عزیر علیہما السلام' سیدہ مریم اور فرشتوں کی بھی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی گئی ہے مگر ان پر ''طاغوت'' کا اطلاق کرنا جائز نہیں ہے)۔

اللہ تعالیٰ کس صفت میں آئے گا جو مسلمان اس کو نہیں پہچانیں گے اور اس سلسلہ میں بحث و نظر

اس حدیث میں مذکور ہے: اس امت کے پاس اللہ تعالیٰ آ کر فرمائے گا: میں تمہارا رب ہوں' پس وہ کہیں گے: ہم یہیں رہیں

گے حتیٰ کہ ہمارے پاس ہمارا رب آ جائے۔

اللہ تعالیٰ کے آنے سے مراد یہ ہے کہ اس کے بعض فرشتے آئیں گے اور اس فرشتے کے اوپر حدوث کی علامتیں ہوں گی' اس وجہ سے وہ اس کے رب ہونے کا انکار کر دیں گے' یا اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے پاس ایسی صورت میں آئے گا' جو صفات الوہیت کے مشابہ نہیں ہوگی' تا کہ امت مسلمہ کا امتحان لے اور یہ مؤمنین کا آخری امتحان ہوگا' اور جب وہ فرشتہ یا اس صورت میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تمہارا رب ہوں' تو وہ اس پر مخلوق کی علامات دیکھ کر کہیں گے کہ وہ ان کا رب نہیں ہے۔ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی صورت کا ذکر ہے اور صورت کیفیت ہے اور اللہ تعالیٰ کیفیت سے منزہ ہے' سو اس میں صورت بہ معنی صفت ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ اگر فرشتہ کہے گا کہ میں تمہارا رب ہوں تو یہ جھوٹ ہے اور فرشتے معصوم ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ فرشتے بہ طور امتحان کہیں گے اور یہ گناہ نہیں ہے' دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا ذکر ہے اور اس امت میں منافقین بھی ہیں حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس امت کے مجموعہ میں منافقین بھی ہیں اور مسلمین بھی ہیں اور جب مجموعہ پر کوئی حکم لگایا جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مجموعہ کے ہر ہر فرد پر وہ حکم ہو' اس لیے اس امت کے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ منافقین بھی اللہ تعالیٰ کو دیکھیں' دوسری بار اللہ تعالیٰ ان صفات کے ساتھ تجلی فرمائے گا' جن میں علامات حدوث نہیں ہوں گی' اس لیے مسلمان ان کو دیکھ کر کہیں گے کہ ہاں! تو ہمارا رب ہے۔

''یوبق'' اور ''یخردل'' کا معنی اور مرجئہ' معتزلہ اور خوارج کا ردّ

اس حدیث میں ''یوبق'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: وہ ہلاک کر دیئے جائیں گے اور اس میں ''یخردل'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کٹ جائیں گے۔ ابن قرقول نے کہا: ''خردلة'' کا معنی ہے: گوشت کو کاٹ کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر دینا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: فرشتے ان کو سجدہ کی نشانیوں سے پہچانیں گے' یہ سات اعضاء ہیں: پیشانی' یا چہرہ' دو ہاتھ' دو گھٹنے اور دو پیر' اور بعض نے کہا: صرف پیشانی' نیز اس حدیث میں ہے: وہ جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے' بہ ظاہر اس کا معنی یہ ہے کہ وہ حقیقۃً جل کر کوئلہ ہو جائیں گے اور اس میں مرجئہ کا ردّ ہے' جو یہ کہتے ہیں کہ مؤمن خواہ کوئی گناہ کریں ان کو عذاب نہیں ہوگا' اور بعض نے یہ کہا ہے کہ وہ صورۃً جل کر کوئلہ ہو جائیں گے لیکن ان کا ادراک سلب کر لیا جائے گا' اس لیے ان کو درد کا احساس نہیں ہوگا اور اس کی دلیل یہ آیت ہے:

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا. (الزمر: ٥٣)

تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو' بے شک اللہ تمام گناہوں کو بخش دے گا۔

تاہم یہ قطعی اور لازمی امر نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے عموم اور شمول کی وجہ سے ایک ظنی امر ہے اور حدیث میں ہے کہ میں اپنے بندہ کے اس ظن کے موافق ہوتا ہوں' جو وہ میرے ساتھ رکھتا ہے۔

(مسند احمد ج ٢ ص ٣١٥۔ ج ٣ ص ١٠٦' الترغیب والترہیب ج ٢ ص ٣٩٣)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ان کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا' اس حدیث میں معتزلہ اور خوارج کا ردّ ہے' جو کہتے ہیں کہ جو شخص گناہ کبیرہ کر کے بغیر توبہ کے مر گیا' اس کو دائمی عذاب ہوگا اور اس کو دوزخ سے نکالا نہیں جائے گا۔

آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے پر اہل سنت کے دلائل اور معتزلہ کی دلیل کے جوابات

اس حدیث میں دلیل ہے کہ آخرت میں مؤمنین اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے' قرآن مجید میں ہے:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌO اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌO (القیامۃ: ۲۳-۲۲) بعض چہرے اس دن تروتازہ ہوں گےO اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گےO

معتزلہ اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کا انکار کرتے ہیں اور ان کی دلیل یہ آیت ہے:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ. (الانعام: ۱۰۳) آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ آنکھوں کا ادراک فرماتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ادراک سے مراد یہاں پر احاطہ ہے اور جب مؤمنین آخرت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے تو وہ اس کا احاطہ نہیں کر سکیں گے دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں دنیا میں انسانوں کی آنکھیں مراد ہیں یا آخرت میں کفار کی آنکھیں مراد ہیں یا آخرت کے بعض احوال میں مسلمانوں کی آنکھیں مراد ہیں۔

سجدہ کی فضیلت میں دیگر احادیث

اس حدیث میں سجدہ کی فضیلت کا ذکر ہے سجدہ کی فضیلت کے متعلق دیگر یہ احادیث ہیں:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: آپ مجھے وہ عمل بتائیں جس کو میں کروں تو اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل کر دے آپ نے فرمایا: تم بہ کثرت اللہ تعالیٰ کے لیے سجدے کرو کیونکہ جب بھی تم اللہ کے لیے سجدہ کرو گے اللہ اس سجدہ سے تمہارا ایک درجہ بلند کر دے گا اور تمہارا ایک گناہ گرا دے گا۔

(صحیح مسلم: ۴۸۸' سنن ترمذی: ۳۸۹-۳۸۱' سنن ابن ماجہ: ۱۴۲۳)

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رات گزارتا تھا' میں آپ کے وضوء اور طہارت کے لیے پانی لے کر آیا' آپ نے مجھ سے فرمایا: سوال کرو' میں نے کہا: میں آپ سے جنت میں آپ کی رفاقت کا سوال کرتا ہوں' آپ نے فرمایا: یا اس کے سوا کوئی اور سوال؟ میں نے کہا: مجھے یہ کافی ہے' آپ نے فرمایا: پھر تم بہ کثرت سجدے کر کے میری مدد کرو۔ (صحیح مسلم: ۴۸۹' سنن ابوداؤد: ۱۳۲۰' سنن ترمذی: ۳۴۱۶' سنن نسائی: ۱۱۳۸' سنن ابن ماجہ: ۱۲۷۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بندہ سب سے زیادہ اپنے رب کے قریب حالت سجدہ میں ہوتا ہے' پس تم (سجدہ میں) بہ کثرت دعا کرو۔ (صحیح مسلم: ۴۸۲' سنن ابوداؤد: ۸۷۵' سنن نسائی: ۱۱۳۷)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۵۹- ج ۱ ص ۷۸۲ پر مذکور ہے' وہاں اس کے عنوان حسب ذیل ہیں:
(۱) اللہ تعالیٰ کی رؤیت میں اہل قبلہ کے مذاہب (۲) اللہ تعالیٰ کا کسی صورت میں تجلی فرمانے کا بیان۔

۱۳۰ - بَابٌ يُبْدِيْ ضَبْعَيْهِ وَيُجَافِيْ فِي السُّجُوْدِ

سجدہ میں بازوؤں کو کشادہ رکھے اور (پیٹ سے) دور رکھے

۸۰۷- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ بَكْرُ بْنُ مُضَرَ' عَنْ جَعْفَرٍ' عَنِ ابْنِ هُرْمُزَ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكِ بْنِ بُحَيْنَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا صَلّٰى فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ' حَتّٰى يَبْدُوَ بَيَاضُ اِبْطَيْهِ. وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ نَحْوَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بکر بن مضر نے حدیث بیان کی از جعفر از ابن ھرمز از حضرت عبداللہ ابن مالک ابن بحینہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز پڑھتے تو اپنے ہاتھوں کو کشادہ رکھتے حتیٰ کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہوتی' اور لیث نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے اس

حدیث کی مثل بیان کی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۳۹۰ کا مطالعہ فرمائیں' وہاں بھی اس حدیث کا یہی عنوان تھا۔

۱۳۱ - بَابٌ يَسْتَقْبِلُ بِاَطْرَافِ رِجْلَيْهِ

انگلیوں کی اطراف کا منہ قبلہ کی طرف رکھے

یعنی نماز میں پیروں کی انگلیوں کا منہ قبلہ کی طرف رکھے۔

قَالَهُ اَبُوْ حُمَيْدِ السَّاعِدِيُّ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس حدیث کی حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

یعنی حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ نماز میں پیروں کی انگلیوں کے سروں کو قبلہ کی طرف رکھے یہ حدیث صحیح البخاری: ۸۲۸ میں آئے گی' سجدہ میں انگلیوں کے پیٹ کا زمین پر رکھنا فرض یا واجب نہیں ہے' سنت یا مستحب ہے۔ اس کی تفصیل ہم نے شرح صحیح مسلم ج ا ص ۱۲۹۱ پر بیان کردی ہے۔

۱۳۲ - بَابٌ اِذَا لَمْ يُتِمَّ السُّجُوْدَ

جب نمازی پورا سجدہ نہ کرے

۸۰۸ - حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ' عَنْ وَاصِلٍ' عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ' عَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّهُ رَاٰى رَجُلًا لَا يُتِمُّ رُكُوْعَهُ وَلَا سُجُوْدَهُ' فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهُ قَالَ لَهُ حُذَيْفَةُ مَا صَلَّيْتَ' قَالَ وَاَحْسَبُهُ قَالَ وَلَوْ مُتَّ مُتَّ عَلٰى غَيْرِ سُنَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الصلت بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مہدی نے حدیث بیان کی از واصل از ابی وائل از حذیفہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا' وہ نماز میں رکوع اور سجود مکمل نہیں کر رہا تھا' جب اس نے نماز پڑھ لی تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: تم نے (کامل) نماز نہیں پڑھی اور اگر تم (اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے) مرگئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف پر مرو گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۸۹ میں گزر چکی ہے' وہاں بھی اس حدیث کا یہی عنوان تھا۔

۱۳۳ - بَابُ السُّجُوْدِ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ

سجدہ سات ہڈیوں پر ہے

سات ہڈیوں سے مراد سات اعضاء ہیں۔

۸۰۹ - حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ' عَنْ طَاوٗسٍ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اُمِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْضَاءٍ' وَلَا يَكُفَّ شَعَرًا وَّلَا ثَوْبًا اَلْجَبْهَةِ' وَالْيَدَيْنِ' وَالرُّكْبَتَيْنِ' وَالرِّجْلَيْنِ.

[اطراف الحدیث: ۸۱۰-۸۱۲-۸۱۵-۸۱۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ کہ آپ بالوں کو موڑیں نہ کپڑے کو موڑیں' (وہ سات اعضاء یہ ہیں:) پیشانی' دونوں ہاتھ' دونوں گھٹنے' دونوں پیر۔

(صحیح مسلم: ۴۹۰' الرقم المسلسل: ۱۰۷۶' سنن ابوداؤد: ۸۸۹' سنن ترمذی: ۲۷۳' سنن نسائی: ۱۰۹۲' سنن ابن ماجہ: ۸۸۳' المعجم الکبیر: ۱۰۸۵۸' مسند الحمیدی: ۴۹۳' مسند ابویعلیٰ: ۲۳۸۹' المنتقیٰ: ۱۹۹' صحیح ابن خزیمہ: ۶۳۴' مصنف عبدالرزاق: ۲۹۷۱' شرح السنۃ: ۱۸۸' صحیح ابن حبان: ۱۹۲۳' مسند احمد

ج۱ص۱۲۲طبع قدیم' مسند احمد ج۳ص۳۰۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۹۳۰' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۷ھ' مسند الطحاوی: ۳۱۰۲)۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) قبیصہ بن عقبہ بن عامر الکوفی (۲) سفیان ثوری (۳) عمرو بن دینار (۴) طاؤس بن کیسان (۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج۶ص۱۲۸)

جن اعضاء پر سجدہ کرنا فرض ہے' ان میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ پیشانی پر سجدہ کرنا فرض ہے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' عطاء' طاؤس' الحسن' ابن سیرین' قاسم' سالم' شعبی اور زہری نے کہا: جب کسی شخص نے پیشانی پر سجدہ کیا اور اس کی ناک زمین پر نہیں لگی تو یہ کافی ہے' امام مالک' امام ابویوسف' امام محمد اور امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے' اور ان کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ پیشانی کے ساتھ ناک پر بھی سجدہ کرے' امام ابوحنیفہ نے کہا: اگر نمازی پیشانی کے بغیر صرف ناک پر سجدہ کرے تو یہ بھی کافی ہے' طاؤس' ابن سیرین اور ابن القاسم نے بھی اس کی مثل کہا ہے۔

ابراہیم النخعی' عکرمہ' ابن ابی لیلیٰ اور سعید بن جبیر نے کہا: پیشانی اور ناک دونوں پر سجدہ کرنا فرض ہے' امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس نے اپنی ناک زمین پر نہیں رکھی' اس نے سجدہ نہیں کیا۔

امام شافعی اور امام احمد کا ایک قول یہ ہے کہ ان سات اعضاء پر سجدہ کرنا فرض ہے' جس نے ان میں سے بعض اعضاء پر سجدہ کیا' اس کا سجدہ ادا نہیں ہوا۔

چہرے کے علاوہ باقی چھ اعضاء پر سجدہ فرض نہ ہونے کے دلائل

جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ پیشانی اور ناک دونوں پر سجدہ کرنا فرض ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ بعض احادیث میں ہے: مجھے سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے' پیشانی پر اور آپ نے اپنے ہاتھ سے ناک کی طرف اشارہ کیا۔

ابن القصار نے کہا: تمام زمانوں کا اجماع حجت ہے اور ہم نے تابعین کے زمانہ میں دو قول پائے ہیں: (۱) بعض نے کہا: پیشانی اور ناک دونوں پر سجدہ کرنا فرض ہے (۲) بعض نے کہا: صرف پیشانی پر سجدہ کرنا فرض ہے' اور جس نے کہا: صرف ناک پر سجدہ کرنا فرض ہے' وہ ان کے اجماع سے خارج ہے' اور جس نے کہا: ان سات اعضاء پر سجدہ کرنا فرض ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں متعدد جگہ سجدہ کا ذکر کیا ہے' لیکن چہرے کے سوا اور کسی عضو کا ذکر نہیں کیا۔

يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ. (بنی اسرائیل:۱۰۹) وہ اپنی ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے سجدہ میں گر جاتے ہیں۔

سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ. (الفتح:۲۹) ان کے چہروں پر ان کے سجدوں کے اثر سے نشان ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو سجدہ کی آیات میں سجدہ میں بار بار یہ پڑھتے:

سجد وجهی للذی خلقه وشق سمعه وبصره بحوله وقوته. میرے چہرے نے اس ذات کو سجدہ کیا' جس نے اس کو پیدا کیا اور اس کی سماعت اور بصارت کو کھول کر ان میں ادراک پیدا کیا اور ان کو اپنی قوت اور طاقت سے بنایا۔

(سنن ابوداؤد: ۱۴۱۴ سنن ترمذی: ۵۸۰ سنن نسائی: ۱۱۳۸ سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۰۹ دار قطنی ج ۱ ص ۲۹۷ مسند احمد ج ۶ ص ۲۱۷ کنز العمال: ۱۹۸۱۲ مشکوٰۃ: ۱۰۳۵)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعرابی سے فرمایا:

فیسجد فیمکن وجھہ وربما قال جبھتہ من الارض. (سنن ابوداؤد: ۸۵۸ اتحاف ۲ ص ۳۸۱ المعجم الکبیر: ۴۵۲۵)

پس سجدہ کرے پس اپنے چہرہ کو اور بعض اوقات فرمایا: اپنی پیشانی کو زمین سے لگا کر رکھے۔

اس حدیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ کے لیے چہرہ یا پیشانی کے لیے اور کسی عضو کا ذکر نہیں کیا۔

اور جب نمازی سجدہ سے عاجز ہو تو وہ سجدہ کے لیے صرف سر سے اشارہ کر سکتا ہے اور ہاتھوں' گھٹنوں اور پیروں کے لیے اشارہ نہیں کرتا' اس سے معلوم ہوا کہ سجدہ کا تعلق صرف چہرے سے ہے اور باقی چھ اعضاء میں سے اور کسی عضو سے سجدہ کا تعلق نہیں ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: مجھے سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ ان تمام اعضاء پر سجدہ کرنا فرض ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ممتنع نہیں ہے کہ کسی فعل کا حکم دیا جائے اور اس فعل کی بعض چیزوں کو کرنا فرض ہو اور بعض چیزوں کو کرنا فرض نہ ہو' (جیسے نماز میں تکبیرۂ تحریمہ پڑھنا فرض ہے اور انتقالاتِ ارکان کی تکبیرات پڑھنا سنت ہے اور تسبیحات کو پڑھنا مستحب ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) اسی طرح سجدہ میں چہرہ کو زمین پر رکھنا فرض ہے اور باقی چھ اعضاء کو زمین پر رکھنا فرض نہیں ہے اور ہم نے ان چھ چیزوں کی تخصیص کتاب اور سنت کی دلالت سے کی ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۰۵-۵۳ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے اس حدیث کی بہت عمدہ شرح کی ہے' لیکن اس میں انہوں نے جو لکھا ہے کہ جس نے سجدہ میں صرف ناک کو زمین پر رکھنے کو کافی کہا ہے' اس کا قول اجماع سے خارج ہے' اس میں انہوں نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ردّ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ امام ابوحنیفہ کی طرف سے اس کا جواب حسب ذیل ہے:

امام ابوحنیفہ پر علامہ ابن بطال کے اعتراض کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال کا اعتراض امام ابوحنیفہ پر وارد نہیں ہوتا کیونکہ حدیث سے صرف چہرہ کو زمین پر لگانا فرض ہے اور اس سے مراد پورے چہرہ کو زمین پر لگانا نہیں ہے ورنہ صرف پیشانی کو زمین پر لگانا کافی نہ ہوتا' بلکہ چہرے کے بعض اجزاء کو زمین پر لگانا فرض ہے اور ناک زمین پر رکھنے سے بھی چہرے کا بعض حصہ زمین پر لگ جاتا ہے' اس لیے صرف ناک کا زمین پر لگ جانا بھی سجدہ کے لیے کافی ہے' امام اعظم کا دوسرا قول یہ ہے کہ بغیر عذر کے صرف ناک پر سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۳۱۰)

ناک پر سجدہ کرنے کے متعلق احادیث اور آثار

امام اعظم کے مذہب کی تائید میں حسب ذیل احادیث ہیں:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے: جب تم میں سے کوئی شخص سجدہ کرے تو اپنی ناک کو زمین کے ساتھ لگائے' کیونکہ اللہ نے اس کو طلب کیا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۰۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۸۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۲' ادارۃ القرآن' کراچی)

عبداللہ بن عیسیٰ بیان کرتے ہیں: میرے پاس سے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ گزرے' اس وقت میں سجدہ کر رہا تھا' انہوں نے کہا:

اے عیسیٰ کے بیٹے! اللہ کے لیے اپنی ناک زمین پر رکھو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۲۷۰۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ:۲۶۹۰، دار الکتب العلمیہ بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۲، ادارۃ القرآن کراچی)

وقاء بیان کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر نے کہا: کسی شخص کی نماز اس وقت تک کامل نہیں ہوگی، جب تک کہ وہ اپنی ناک زمین پر نہ لگائے جس طرح وہ اپنی پیشانی زمین پر لگاتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۲۷۰۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ:۲۶۹۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۲، ادارۃ القرآن کراچی)

ایوب بیان کرتے ہیں کہ طاؤس سے ناک پر سجدہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: کیا وہ چہرہ کا مکرم جز نہیں ہے!

(مصنف ابن ابی شیبہ:۲۷۰۷، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ:۲۶۹۲، دار الکتب العلمیہ بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۲، ادارۃ القرآن کراچی)

عاصم بیان کرتے ہیں کہ جب ابن سیرین ایسی جگہ نماز پڑھتے، جہاں ناک نہ لگ سکتی تو وہ دوسری جگہ چلے جاتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۲۷۰۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ:۲۶۹۳، دار الکتب العلمیہ بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۲، ادارۃ القرآن کراچی)

ثابت بن قیس بیان کرتے ہیں کہ میں نے نافع بن جبیر کو دیکھا، وہ زمین پر اپنی ناک لگاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۲۷۰۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ:۲۶۹۴، دار الکتب العلمیہ بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۲، ادارۃ القرآن کراچی)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک انسان کے پاس سے گزرے، جو سجدہ میں اپنی ناک کو زمین پر نہیں رکھ رہا تھا، آپ نے فرمایا: جس شخص نے نماز پڑھی اور اس میں اپنی ناک کو زمین پر نہیں لگایا، اس کی نماز قبول نہیں کی جائے گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۲۷۱۰، مجلس علمی، مصنف ابن ابی شیبہ:۲۶۹۵ دار الکتب العلمیہ، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱ ص ۲۶۲، ادارۃ القرآن، مراسیل ابوداؤد: ۴۴، مصنف عبد الرزاق:۲۹۸۲، سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۰۴، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۴۸، المستدرک ج ۱ ص ۲۷۱۔۲۷۰)

اگر علامہ ابن بطال ان آثار کا مطالعہ کر لیتے تو صرف ناک پر سجدہ کو کافی قرار دینے کی وجہ سے امام اعظم پر یہ طعن نہ کرتے کہ ان کا یہ قول فقہاء تابعین کے اجماع سے خارج ہے۔

تاہم امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک اصل یہ ہے کہ پیشانی اور ناک دونوں پر سجدہ کیا جائے، اس پر دلیل یہ حدیث ہے:

عبد الجبار بن وائل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی پیشانی اور اپنی ناک پر سجدہ کر رہے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۲۷۰۲، مجلس علمی، مصنف ابن ابی شیبہ:۲۶۸۷، دار الکتب العلمیہ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۲، ادارۃ القرآن، مسند احمد ج ۴ ص ۳۱۵۔۳۱۷، المعجم الکبیر:۶۵۔ ج ۲۲، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۲۶)

بالوں یا کپڑوں کو موڑ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ آپ بالوں کو موڑیں نہ کپڑوں کو موڑیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بالوں اور کپڑوں کو موڑنا مکروہ ہے، ظاہر حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ یہ صرف حالت نماز میں مکروہ ہے، قاضی عیاض نے اس کا رد کیا ہے کہ یہ جمہور کے خلاف ہے، انہوں نے کہا ہے کہ نماز ہو یا غیر نماز، یہ ہر حال میں مکروہ ہے، اور اس پر اتفاق ہے کہ اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی، تلویح میں مذکور ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے، اگر اس نے اسی حال میں نماز پڑھی تو اس نے اچھا نہیں کیا، لیکن اس کی نماز صحیح ہے۔ علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ یہ (بالوں اور کپڑوں کو نہ موڑنا) استحباب پر مبنی ہے، جس نے ایسا کیا اور جماعت کھڑی ہوگئی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اسی حالت میں نماز پڑھ لے۔

بال موڑنے کی صورت یہ ہے کہ وہ اپنے بالوں کو سر کے وسط میں اکٹھا کر کے دھاگے سے باندھ لے اس سے ممانعت کی حکمت یہ ہے کہ اس کو ایسی حالت میں نماز پڑھنی چاہیے کہ اس کے بال بھی اس کے ساتھ سجدہ کریں۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۳۱ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ خیر الدین رملی نے لکھا ہے کہ نماز میں کپڑے کو اٹھانا مکروہ تحریمی ہے' جیسے کپڑے کو موڑنا۔ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر مٹی سے بچانے کے لیے کپڑے کو اٹھایا جائے تو پھر حرج نہیں ہے۔

خلاصۃ اور منیہ میں مذکور ہے کہ اگر آستینوں کو کہنیوں تک موڑا جائے تو پھر مکروہ ہے' اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کہنیوں سے کم آستینوں کو موڑا جائے تو پھر مکروہ نہیں ہے' لیکن البحر الرائق میں مذکور ہے کہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ ہر صورت میں کپڑا موڑنا مکروہ ہے کیونکہ کپڑا موڑنا ہر صورت میں صادق آتا ہے۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۳۵۰' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

صدر الشریعہ علامہ امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

کوئی آستین آدھی کلائی سے زیادہ چڑھی ہوئی یا دامن سمیٹے' نماز پڑھنا بھی مکروہ تنزیہی ہے خواہ پیشتر سے چڑھی ہو یا نماز میں چڑھائی۔ (بہار شریعت حصہ ۳ ص ۸۴' ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور)

علامہ عینی حنفی نے تلویح اور علامہ ابن التین کے حوالے سے لکھا ہے کہ کپڑا موڑنا مکروہ تنزیہی ہے' علامہ شامی اور صاحب البحر الرائق کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے اور صدر الشریعہ علامہ امجد علی نے مکروہ تحریمی کی تصریح کی ہے' قوت دلیل سے بہر حال یہی راجح ہے لیکن یہ وہ مکروہ تحریمی نہیں ہے جس سے نماز واجب الاعادہ ہو۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۹۹۸۔ ج ۱ ص ۱۲۸۷ پر مذکور ہے' اس شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) اعضاء سجود کے بیان میں مذاہب ائمہ (۲) سجدہ میں پیر زمین پر رکھنے کی فرضیت کی تحقیق (۳) سجدہ میں کسی ایک انگلی کے پیٹ لگانے کے فرض نہ ہونے کی تحقیق (۴) نماز میں کپڑا موڑنے یا اڑسنے اور بال سنوارنے کا شرعی حکم۔

یہ شرح ۱۰۵ صفحات پر محیط ہے' اور کسی کتاب میں ایسی تحقیق نہیں ہے۔

۸۱۰ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُمِرْنَا أَنْ نَّسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ، وَلَا نَكُفَّ ثَوْبًا وَلَا شَعَرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم سات ہڈیوں پر سجدہ کریں اور نہ ہم کپڑا موڑیں اور نہ بال۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۸۰۹ میں گزر گئی ہے۔

۸۱۱ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيدَ الْخَطْمِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ، وَهُوَ غَيْرُ كَذُوبٍ، قَالَ كُنَّا نُصَلِّي خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِذَا قَالَ سَمِعَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از عبد اللہ بن یزید الخطمی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت البراء بن عازب نے حدیث بیان کی اور وہ جھوٹے نہیں ہیں' انہوں نے کہا:

اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ. لَمْ يَحْنِ اَحَدٌ مِنَّا ظَهْرَهُ حَتّٰى يَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَبْهَتَهُ عَلَى الْاَرْضِ.

ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے پس جب آپ ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہتے تو ہم میں سے کوئی شخص اپنی پیٹھ کو نہیں موڑتا تھا حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی پیشانی کو زمین پر رکھ دیتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۹۰ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: جو امام کے پیچھے نماز ی ہیں وہ کب سجدہ کریں۔

۱۳۴ - بَابُ السُّجُوْدِ عَلَى الْاَنْفِ

ناک پر سجدہ کرنا

۸۱۲- حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ طَاوُسٍ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ عَلَى الْجَبْهَةِ وَاَشَارَ بِيَدِهٖ عَلٰى اَنْفِهٖ وَالْيَدَيْنِ' وَالرُّكْبَتَيْنِ' وَاَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ' وَلَا نَكْفِتَ الثِّيَابَ وَالشَّعَرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلی بن اسد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن طاؤس از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں' پیشانی پر اور آپ نے اپنے ہاتھ سے ناک پر اشارہ کیا اور دونوں ہاتھوں پر اور دونوں گھٹنوں پر اور قدموں کی اطراف پر اور ہم کپڑوں اور بالوں کو نہ موڑیں۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ۸۰۹ میں گزر گئی ہے۔

۱۳۵ - بَابُ السُّجُوْدِ عَلَى الْاَنْفِ' فِى الطِّيْنِ

مٹی یا کیچڑ میں ناک پر سجدہ کرنا

اس حدیث سے امام بخاری کا مقصود' ناک پر سجدہ کرنے کی تاکید ہے' کیونکہ جب آپ نے مٹی یا کیچڑ کے باوجود ناک پر سجدہ کرنے کو ترک نہیں کیا تو جب مٹی یا کیچڑ نہ ہو تو ناک پر سجدہ کرنا زیادہ لائق ہے۔

۸۱۳- حَدَّثَنَا مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ' عَنْ يَحْيٰى' عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ قَالَ اِنْطَلَقْتُ اِلٰى اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ فَقُلْتُ اَلَا تَخْرُجُ بِنَا اِلَى النَّخْلِ نَتَحَدَّثُ؟ فَخَرَجَ' فَقَالَ قُلْتُ حَدِّثْنِىْ مَا سَمِعْتَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ؟ قَالَ اعْتَكَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ الْاُوَلِ مِنْ رَمَضَانَ' وَاعْتَكَفْنَا مَعَهُ' فَاَتَاهُ جِبْرِيْلُ فَقَالَ اِنَّ الَّذِىْ تَطْلُبُ اَمَامَكَ' فَاعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْاَوْسَطَ فَاعْتَكَفْنَا مَعَهُ' فَاَتَاهُ جِبْرِيْلُ فَقَالَ اِنَّ الَّذِىْ تَطْلُبُ اَمَامَكَ' فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيْبًا' صَبِيْحَةَ عِشْرِيْنَ مِنْ رَمَضَانَ' فَقَالَ مَنِ اعْتَكَفَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس گیا' پس میں نے کہا: کیا آپ ہمارے ساتھ کھجوروں کے باغ کی طرف نہیں چلتے وہاں ہم باتیں کریں؟ سو وہ نکلے' ابوسلمہ نے کہا: پس میں نے کہا: آپ ہمیں وہ حدیث بیان کریں جو آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لیلۃ القدر کے بارے میں سنی ہے' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان کے پہلے عشرہ میں اعتکاف کیا' اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ اعتکاف کیا' پس آپ کے پاس حضرت جبریل آئے اور انہوں نے کہا: آپ جس چیز کو طلب کر رہے ہیں وہ آگے ہے' پھر آپ نے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کیا' سو ہم نے بھی آپ کے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيَرْجِعْ، فَإِنِّي أُرِيتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ، وَإِنِّي نُسِّيتُهَا، وَإِنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِي وِتْرٍ، وَإِنِّي رَأَيْتُ كَأَنِّي أَسْجُدُ فِي طِينٍ وَمَاءٍ. وَكَانَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ جَرِيدَ النَّخْلِ، وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ شَيْئًا، فَجَاءَتْ قَزَعَةٌ فَأُمْطِرْنَا، فَصَلَّى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّينِ وَالْمَاءِ عَلٰى جَبْهَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَرْنَبَتِهٖ، تَصْدِيقُ رُؤْيَاهُ.

ساتھ اعتکاف کیا' آپ کے پاس پھر حضرت جبریل آئے اور کہا: آپ جس چیز کو طلب کر رہے ہیں وہ آپ کے آگے ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس رمضان کی صبح کو کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا: جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ لوٹ جائے کیونکہ میں نے لیلۃ القدر کو دیکھ لیا اور بے شک مجھے وہ بھلا دی گئی اور وہ آخری عشرہ کی طاق رات میں ہے اور میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مٹی اور پانی میں سجدہ کر رہا ہوں اور مسجد کی چھت کھجور کی ٹہنیوں کی بنی ہوئی تھی اور ہم آسمان میں کوئی چیز نہیں دیکھ رہے تھے' پھر بادل آیا اور ہم پر بارش ہوئی' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز پڑھائی حتیٰ کہ میں نے مٹی اور پانی کا نشان آپ کی پیشانی اور ناک پر دیکھا' یہ آپ کے خواب کی تصدیق تھی۔

قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ كَانَ الْحُمَيْدِيُّ يَحْتَجُّ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ يَقُوْلُ لَا يَمْسَحُ.

ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا: گویا کہ حُمیدی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں' وہ کہتے ہیں: مسح نہ کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦٦٩ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: کیا امام بارش میں حاضرین کو نماز پڑھائے۔

پیشانی اور ناک پر سجدہ کرنے کی دلیل

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ان فقہاء کی دلیل ہے' جو کہتے ہیں کہ سجدہ صرف پیشانی اور ناک پر فرض ہے' اور اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ جس حدیث میں سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا ذکر ہے' اس سے مراد ساتوں اعضاء پر سجدہ کی فرضیت نہیں ہے بلکہ صرف پیشانی اور ناک پر سجدہ کی فرضیت ہے۔

زیادہ کیچڑ میں نماز پڑھنے کا عدم جواز

اس حدیث میں کیچڑ پر سجدہ کرنے کا ذکر ہے' لیکن اس سے مراد یہ ہے کہ جب بہت معمولی کیچڑ ہو' لیکن جب زیادہ کیچڑ ہو جس سے چہرہ اور کپڑے کیچڑ میں لتھڑ جائیں تو اس پر نماز پڑھنی جائز نہیں ہے' ایسی صورت میں آپ نے سواری پر نماز پڑھی ہے۔

حضرت یعلیٰ بن مُرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے' وہ ایک تنگ جگہ پر پہنچے' پس نماز کا وقت آ گیا' اوپر آسمان سے بارش ہو رہی تھی اور نیچے کیچڑ تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری پر اذان اور اقامت کہی (یعنی اس کا حکم دیا) پھر اپنی سواری پر آگے بڑھ کر ان کو نماز پڑھائی' آپ اشارے سے نماز پڑھ رہے تھے اور سجدہ کو رکوع سے زیادہ جھکا ہوا کرتے تھے۔ (سنن ترمذی: ٤١١' مسند احمد ج ٤ ص ١٧٣)

اور یہ دین میں آسانی کے مشابہ ہے اور اپنے کپڑوں کو کیچڑ میں لتھیڑنا کوئی عبادت نہیں ہے اور سواری پر اشارے سے نماز پڑھنا اس وقت جائز ہے جب اور کوئی خشک جگہ نہ ہو۔ (شرح ابن بطال ج ٢ ص ٥٠٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

۱۳۶ - بَابُ عَقْدِ الثِّيَابِ وَشَدِّهَا، وَمَنْ ضَمَّ إِلَيْهِ ثَوْبَهُ، إِذَا خَافَ أَنْ تَنْكَشِفَ عَوْرَتُهُ

جب شرم گاہ کھل جانے کا خطرہ ہو تو کپڑے کو گرہ لگانا اور باندھنا

سجود کے ابواب میں اس حدیث کو ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ سجدہ میں جاتے ہوئے بعض اوقات ستر کھل جانے کا خطرہ ہوتا ہے خصوصاً جب نمازی ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھ رہا ہو۔

۸۱۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ كَانَ النَّاسُ يُصَلُّونَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُمْ عَاقِدُو أُزْرِهِمْ مِنَ الصِّغَرِ عَلٰى رِقَابِهِمْ، فَقِيلَ لِلنِّسَاءِ لَا تَرْفَعْنَ رُؤُوسَكُنَّ، حَتّٰى يَسْتَوِيَ الرِّجَالُ جُلُوسًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از ابی حازم از سہل بن سعد' انہوں نے کہا: لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور چادروں کے چھوٹی ہونے کی وجہ سے انہوں نے ان چادروں کو اپنی گردنوں میں گرہ لگا کر باندھا ہوا ہوتا تھا' پس خواتین سے کہا گیا: تم اس وقت تک اپنے سروں کو نہ اٹھانا حتیٰ کہ مرد سیدھے ہو کر بیٹھ جائیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۲ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: جب کپڑا تنگ ہو۔

۱۳۷ - بَابٌ لَا يَكُفُّ شَعَرًا

نمازی بال نہ موڑے

۸۱۵ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أُمِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ، وَلَا يَكُفَّ ثَوْبَهُ وَلَا شَعَرَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی اور وہ ابن زید ہیں از عمرو بن دینار از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ سات ہڈیوں پر سجدہ کریں اور نہ کپڑوں کو موڑیں اور نہ بالوں کو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۰۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۸ - بَابٌ لَا يَكُفُّ ثَوْبَهُ فِي الصَّلٰوةِ

نمازی نماز میں اپنے کپڑے کو نہ موڑے

۸۱۶ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةٍ لَا أَكُفُّ شَعَرًا وَلَا ثَوْبًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از عمرو از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں سات اعضاء پر سجدہ کروں' نہ بالوں کو موڑوں اور نہ کپڑے کو۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ۸۰۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۹ - بَابُ التَّسْبِيحِ وَالدُّعَاءِ فِي السُّجُودِ

سجدہ میں تسبیح پڑھنا اور دعا کرنا

۸۱۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ اَنْ يَقُولَ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي. يَتَاَوَّلُ الْقُرْاٰنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان انہوں نے کہا: مجھے منصور نے حدیث بیان کی از مسلم از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع اور سجدہ میں اکثر یہ پڑھتے تھے: ''سبحانك اللّٰہ ربنا وبحمدك اللھم اغفرلی'' آپ قرآن کے حکم پر عمل کرتے تھے۔

النصر: ۳ میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ حمد کے ساتھ اپنے رب کی تسبیح کریں اور اپنے رب سے مغفرت طلب کریں' اس لیے آپ رکوع اور سجود میں تسبیح پڑھتے اور مغفرت کی دعا کرتے تھے۔

اس حدیث کی باقی شرح' صحیح البخاری: ۷۹۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۴۰ - بَابُ الْمُكْثِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ

دو سجدوں کے درمیان ٹھہرنا

۸۱۸ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ اَيُّوبَ عَنْ اَبِي قِلَابَةَ اَنَّ مَالِكَ بْنَ الْحُوَيْرِثِ قَالَ لِاَصْحَابِهِ اَلَا اُنَبِّئُكُمْ صَلٰوةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ وَذَاكَ فِي غَيْرِ حِينِ صَلٰوةٍ، فَقَامَ، ثُمَّ رَكَعَ فَكَبَّرَ، ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهُ، فَقَامَ هُنَيَّةً، ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهُ هُنَيَّةً، فَصَلّٰى صَلٰوةَ عَمْرِو بْنِ سَلِمَةَ شَيْخِنَا هٰذَا. قَالَ اَيُّوبُ كَانَ يَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ اَرَهُمْ يَفْعَلُونَهُ! كَانَ يَقْعُدُ فِي الثَّالِثَةِ وَالرَّابِعَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی قلابہ کہ حضرت مالک بن الحویرث نے اپنے اصحاب سے کہا: کیا میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز (کے طریقہ) کی خبر نہ دوں اور اس وقت کسی نماز کا وقت نہیں تھا' پھر انہوں نے قیام کیا' پھر رکوع کیا' پھر اللہ اکبر کہا' پھر اپنا سر اٹھایا' پھر تھوڑی دیر کھڑے رہے پھر سجدہ کیا' پھر اپنا سر اٹھایا' تھوڑی دیر (بیٹھے) رہے' پھر انہوں نے ہمارے اس بوڑھے حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کی طرح نماز پڑھی۔ ایوب نے کہا: انہوں نے ایسا فعل کیا جیسے میں نے اوروں کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا' وہ تیسری اور چوتھی رکعت میں بیٹھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۷۷ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے طریقہ کی تعلیم دینے کے لیے نماز پڑھنا۔

۸۱۹ - قَالَ فَاَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقَمْنَا عِنْدَهُ، فَقَالَ لَوْ رَجَعْتُمْ اِلٰى اَهْلِيكُمْ، صَلُّوا صَلٰوةَ كَذَا فِي حِينِ كَذَا، صَلُّوا صَلٰوةَ كَذَا فِي حِينِ كَذَا، فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ، فَلْيُؤَذِّنْ اَحَدُكُمْ، وَلْيَؤُمَّكُمْ اَكْبَرُكُمْ.

حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے' پھر ہم آپ کے پاس ٹھہرے' پھر آپ نے فرمایا: اگر تم اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ تو فلاں نماز فلاں وقت میں پڑھنا اور فلاں نماز فلاں وقت میں پڑھنا' اور جب نماز کا وقت آ جائے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے اور تم میں سے بڑی عمر کا تمہیں نماز پڑھائے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۲۸ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: سفر میں ایک مؤذن اذان دے۔

٨٢٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو اَحْمَدَ، مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الزُّبَيْرِيُّ، قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي لَيْلٰي، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانَ سُجُوْدُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرُكُوْعُهُ، وَقُعُوْدُهُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ، قَرِيْبًا مِّنَ السَّوَاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد الرحیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواحمد محمد بن عبد اللہ الزبیری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی از الحکم از عبد الرحمان بن ابی لیلیٰ از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سجود' اور رکوع اور دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا سب تقریباً برابر تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۹۲ میں گزر چکی ہے۔

٨٢١ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِنِّيْ لَا اٰلُوْ اَنْ اُصَلِّيَ بِكُمْ كَمَا رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ بِنَا. قَالَ ثَابِتٌ كَانَ اَنَسٌ يَصْنَعُ شَيْئًا لَمْ اَرَكُمْ تَصْنَعُوْنَهُ؛ كَانَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ قَامَ حَتّٰى يَقُوْلَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ، وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ حَتّٰى يَقُوْلَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: بے شک میں تمہیں نماز پڑھانے میں اس طریقہ سے بالکل کمی نہیں کرتا جس طریقہ سے میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیں نماز پڑھاتے ہوئے دیکھا ہے۔ ثابت نے کہا: حضرت انس اپنی نماز میں وہ کام کرتے تھے جس کو میں نے تمہیں کرتے ہوئے نہیں دیکھا' جب وہ رکوع سے سر اٹھاتے تو کھڑے رہتے حتیٰ کہ کوئی کہنے والا کہتا کہ یہ بھول گئے ہیں اور دو سجدوں کے درمیان اتنی دیر بیٹھتے کہ کوئی کہنے والا کہتا کہ یہ بھول گئے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۰۰ میں گزر چکی ہے۔

١٤١ - بَابٌ لَا يَفْتَرِشُ ذِرَاعَيْهِ فِي السُّجُوْدِ

نمازی سجدہ میں اپنی کلائیاں نہ بچھائے

وَقَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ سَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضِهِمَا.

حضرت ابوحمید نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھا' نہ ان کو بچھایا اور نہ اُن کو پہلوؤں سے دور رکھا۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری: ۸۲۸ میں ہے' جس کا ذکر تین ابواب کے بعد آ رہا ہے۔

٨٢٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِعْتَدِلُوْا فِي السُّجُوْدِ، وَلَا يَبْسُطْ اَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ اِنْبِسَاطَ الْكَلْبِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: سجدہ میں اعتدال کرو اور تم میں سے کوئی شخص اپنی کلائیوں کو اس طرح نہ بچھائے' جس طرح کتا بچھاتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۴۹۳' الرقم المسلسل: ۱۰۸۲' سنن ابوداؤد: ۸۹۷' سنن نسائی: ۱۱۰۹' سنن ابن ماجہ: ۸۹۲' مسند ابویعلیٰ: ۲۸۵۳' صحیح ابن حبان: ۱۹۲۷' مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۰۶۶۔ ج ۱۹ ص ۱۲۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۹۰' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۷ھ)

کتے کی طرح ہاتھ بچھانے کا معنی یہ ہے کہ ہتھیلیوں کے ساتھ کہنیوں کو زمین پر رکھے' یعنی نمازی اپنے ہاتھوں کو بچھانے اور ہتھیلیوں کو زمین پر رکھنے اور کہنیوں کو زمین سے اٹھانے کے درمیان رکھے اور پیٹ کو رانوں سے نہ ملائے۔

حافظ علاء الدین مغلطائی حنفی متوفی ۷۶۲ھ لکھتے ہیں:

عبدالرحمن بن شبل بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوے کی طرح چونچ مارنے اور درندہ کی طرح ہاتھ بچھانے سے منع فرمایا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۸۶۲' مسند احمد ج ۵ ص ۴۴۷' المستدرک ج ۱ ص ۲۲۹' سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۱۸)

اس کے معارض یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے آپ سے شکایت کی کہ جب وہ ہاتھوں کو کشادہ کر کے سجدہ کرتے ہیں تو ان کو مشقت ہوتی ہے' تب آپ نے ان سے فرمایا: تم گھٹنوں سے مدد لو۔

(سنن ابوداؤد: ۹۰۲' سنن ترمذی: ۲۸۶' مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۰' سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۱۷' المستدرک ج ۱ ص ۲۲۹' صحیح ابن حبان: ۵۰۷' کنز العمال: ۱۹۷۹۴)

ابن عجلان نے کہا: یعنی جب سجدہ میں مشقت ہو تو اپنی کہنیوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھ لے۔

(شرح سنن ابن ماجہ ج ۵ ص ۱۵۲۸' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ)

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درندہ کی طرح کلائیوں کو بچھانے سے منع فرمایا اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ ہیئت مکروہ ہے اور اس کی ضد مستحب ہے' یعنی سجدہ میں بازوؤں کو زمین سے اٹھا کر کشادہ رکھے' اور اس میں حکمت یہ ہے کہ جب وہ اپنے بازوؤں کو کشادہ رکھے گا تو چہرے پر اس کا اعتماد کم ہوگا اور اس کی ناک پر اثر نہیں ہوگا' اور زمین پر چہرہ رکھنے سے اس کو تکلیف نہیں ہوگی اور نماز میں اس کو تشویش نہیں ہوگی اور جب وہ اپنے بازوؤں کو زمین پر بچھائے گا تو اس کا اعتماد اور سہارا چہرے پر ہوگا اور اس وقت اس کو تکلیف اور خلل ہوگا' یہ مردوں کے سجدہ کرنے کا حکم ہے اور عورتوں کے لیے سجدہ کرنے کا حکم یہ ہے کہ وہ اپنے بازوؤں کو زمین پر بچھا کر اور رانوں کو پیٹ سے ملا کر رکھیں۔ (المفہم ج ۲ ص ۹۶' دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

مردوں کے لیے سجدہ میں بازو کشادہ رکھنے کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اپنے بازوؤں کو کشادہ رکھتے حتیٰ کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی۔ (صحیح مسلم: ۴۹۵' مسند احمد ج ۵ ص ۳۴۵)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اپنے ہاتھوں کو کشادہ رکھتے حتیٰ کہ پیچھے سے آپ کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی اور جب آپ بیٹھتے تو بائیں ران پر بیٹھتے۔

(صحیح مسلم: ۴۹۷' سنن ابوداؤد: ۸۹۸' سنن نسائی: ۱۱۰۸' سنن ابن ماجہ: ۸۸۰' مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۳)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سجدہ کرتے تو آپ کے ہاتھوں کے درمیان سے بکری کا بچہ گزرنا چاہتا تو گزر سکتا تھا۔ (صحیح مسلم: ۴۹۶' مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۵۔ ۳۳۲)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۰۰۴۔ ج ۱ ص ۱۳۰۳ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

١٤٢ - بَابٌ مَنِ اسْتَوٰى قَاعِدًا فِيْ وِتْرٍ مِّنْ صَلٰوتِهٖ، ثُمَّ نَهَضَ

جو نمازی نماز کی طاق رکعت میں بیٹھ کر پھر کھڑا ہوا

٨٢٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ اَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ قَالَ اَخْبَرَنَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ، عَنْ اَبِىْ قِلَابَةَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ اللَّيْثِيُّ اَنَّهٗ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ، فَاِذَا كَانَ فِيْ وِتْرٍ مِّنْ صَلٰوتِهٖ، لَمْ يَنْهَضْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن صباح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد حذاء نے خبر دی از ابی قلابہ' انہوں نے کہا: ہمیں مالک بن الحویرث اللیثی نے خبر دی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا' پس جب آپ نماز کی طاق رکعت میں ہوتے تو اس وقت کھڑے نہیں ہوتے تھے حتیٰ کہ سیدھے بیٹھ جاتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: ٨٤٤ 'سنن ترمذی: ٢٨٧ 'سنن نسائی: ١١٥١ 'مسند الطحاوی: ٦٦٦٩ 'جامع المسانید لابن الجوزی: ٨ ٦١٣ 'مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٢٧ھ)

جلسہ استراحت میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جلسہ استراحت کا ثبوت ہے' یعنی پہلی رکعت کے دو سجدوں کے بعد بیٹھ جائے' پھر دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو' اسی طرح تیسری رکعت کے دو سجدوں کے بعد بیٹھ جائے' پھر چوتھی رکعت کے لیے کھڑا ہو۔

جمہور علماء نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کرنے کو ترک کر دیا اور انہوں نے کہا: جب پہلی رکعت یا تیسری رکعت کے دوسرے سجدہ سے سر اٹھائے تو اپنے پیروں کے بل سیدھا کھڑا ہو جائے اور بیٹھ کر کھڑا نہ ہو۔ حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر سے اسی طرح مروی ہے۔ النعمان بن ابی عیاش بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعدد اصحاب کو دیکھا کہ وہ پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدہ کے بعد بغیر بیٹھے دوسری اور چوتھی رکعت کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے' النخعی طاق رکعت کے بعد جلدی کھڑے ہوتے تھے' الزہری نے کہا: ہمارے شیوخ اسی طرح کہتے تھے۔

ابوالزناد نے کہا: یہی سنت ہے' امام مالک' ثوری' فقہاء احناف' امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے' امام احمد بن حنبل نے کہا: اکثر احادیث میں اسی طرح ہے' حضرت عمر' حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے اسی طرح مروی ہے۔

امام شافعی نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کیا ہے' انہوں نے کہا ہے کہ آدمی اپنی نماز کی طاق رکعت کے بعد بیٹھ جائے' اس کے بعد اگلی رکعت کے لیے کھڑا ہو۔

جلسہ استراحت کے ترک پر جمہور فقہاء کے دلائل

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ٣٢١ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی کے خلاف جمہور فقہاء کی حجت یہ ہے:

عباس بن سہل الساعدی بیان کرتے ہیں کہ ایک مجلس میں ان کے والد' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے' حضرت ابوہریرہ' حضرت ابواُسید اور حضرت ابوحمید الساعدی انصاری بیٹھے ہوئے نماز کے متعلق مذاکرہ کر رہے تھے' حضرت ابوحمید نے کہا: میں نماز کے متعلق تم سب سے زیادہ جانتا ہوں' انہوں نے کہا: آپ ہمیں نماز پڑھ کر دکھائیں' پس حضرت ابوحمید نے اللہ اکبر پڑھ کر قیام کیا اور اس میں رفع یدین کیا' پھر طویل حدیث ذکر کی اور اس میں ذکر ہے کہ جب انہوں نے پہلی رکعت کے دوسرے سجدہ سے سر اٹھایا

تو بغیر بیٹھے دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہو گئے۔

یہ حدیث حضرت مالک بن الحویرث کی حدیث کے خلاف ہے تو پھر اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی عذر کی وجہ سے جلسہ استراحت کیا تھا' جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز میں چار زانو بیٹھتے تھے اور جب ان سے اس کے متعلق استفسار کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ میرے دونوں پیر میرا بوجھ نہیں اٹھا سکتے' اسی طرح یہ ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی کسی عذر کی وجہ سے جلسہ استراحت کرتے ہوں۔

اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ حضرت ابوحمید جب رکوع کا ارادہ کرتے تو تکبیر پڑھتے اور جب رکوع میں جاتے تو تکبیر پڑھتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو تکبیر پڑھتے اور جب سجدہ میں جاتے تو تکبیر پڑھتے اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو تکبیر پڑھتے' اور جب دوسرا سجدہ کرتے تو تکبیر پڑھتے اور جب دوسرے سجدہ سے کھڑے ہوتے تو تکبیر پڑھتے' اور اس حدیث میں دوسرے سجدہ اور کھڑے ہونے کے درمیان بیٹھنے کا ذکر نہیں ہے' اس سے معلوم ہوا کہ طاق رکعت کے بعد جلسہ استراحت کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عام معمول نہیں تھا۔ (شرح معانی الآثار: ۱۵۰۶۔ ج ۱ ص ۳۳۷' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۰۹۔ ۵۰۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نماز کی طاق رکعت میں دو سجدوں کے بعد بیٹھے بغیر دوسری یا چوتھی رکعت کے لیے کھڑے ہونے کے متعلق احادیث اور آثار

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے پیروں کے سروں پر نماز میں اٹھتے تھے (یعنی دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھ کر نہیں کھڑے ہوتے تھے)۔ (سنن ترمذی: ۲۸۸)

عبدالرحمان بن یزید بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن یزید کو نماز میں غور سے دیکھا' وہ دو سجدوں کے بعد کھڑے ہوتے تھے اور بیٹھتے نہیں تھے' انہوں نے کہا: وہ پہلی اور دوسری رکعت میں اپنے پیروں کے سروں پر کھڑے ہوتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۲۹۷۲۔ ۲۹۷۱' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰۰۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۴' ادارۃ القرآن' کراچی)

ابن عطیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم اسی طرح کرتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۹۷۳)

عبدالرحمٰن ابن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز میں اپنے پیروں کے سروں پر کھڑے ہوتے تھے (یعنی دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھتے نہیں تھے)۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۹۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۷۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عبید بن ابی الجعد بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز میں اپنے پیروں کے سروں پر کھڑے ہوتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰۰۰' مجلس علمی' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۷۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر' حضرت علی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیگر اصحاب رضی اللہ عنہم نماز میں اپنے قدموں کے سروں پر کھڑے ہوتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰۰۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۸۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وہب بن کیسان بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما جب دوسرا سجدہ کرتے تو اسی طرح اپنے قدموں کے سروں پر کھڑے ہو جاتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰۰۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۸۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نماز میں اپنے پیروں کے سروں پر کھڑے ہوتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰۰۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۸۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پہلی اور تیسری رکعت میں جب اٹھنے کا ارادہ کرتے تو بیٹھتے نہیں تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰۰۸ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۸۶ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

الزہری بیان کرتے ہیں کہ وہ پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدہ کے بعد جب کھڑے ہوتے تو اسی طرح کھڑے ہو جاتے اور بیٹھتے نہیں تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰۰۹ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۸۷ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

زبیر بن عدی بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم پہلی رکعت کے آخری سجدہ کے بعد جلدی کھڑے ہوتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰۱۰ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۰۸۷ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

نعمان بن ابی عیاش بیان کرتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سے زیادہ اصحاب کو دیکھا' وہ جب پہلی اور تیسری رکعت کا دوسرا سجدہ کرتے تو اسی طرح کھڑے ہو جاتے اور بیٹھتے نہیں تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰۱۱ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۰۸۹ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۵ 'ادارۃ القرآن' کراچی)

جلسہ استراحت کے مسنون نہ ہونے پر مزید دلائل

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب' امام مالک اور ثوری نے کہا ہے کہ اپنے قدموں کے سروں پر بغیر بیٹھے کھڑا ہو اور امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ جب نمازی سجدہ سے سر اٹھائے تو بیٹھ جائے' پھر زمین پر دونوں ہاتھ رکھ کر اس کے سہارے سے سیدھا کھڑا ہو۔

امام ابوجعفر نے کہا: حضرت ابوحمید الساعدی کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ سے سر اٹھا کر بغیر بیٹھے کھڑے ہو جاتے تھے اور حضرت مالک بن الحویرث کی حدیث میں ہے کہ آپ بیٹھ کر کھڑے ہوتے تھے' ہوسکتا ہے کہ آپ کا بیٹھنا کسی عذر کی وجہ سے ہو اور حضرت رفاعہ بن رافع کی حدیث میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کو نماز کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا: پھر سجدہ کرو' پس اعتدال سے سجدہ کرو پھر کھڑے ہو۔ اس حدیث میں آپ نے اس اعرابی کو دو سجدوں کے بعد بیٹھنے کا حکم نہیں دیا۔

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ نمازی اللہ اکبر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھائے اور اسی کے ساتھ اگلی رکعت کے لیے کھڑا ہو اور یہ نہیں ہے کہ اللہ اکبر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھا کر بیٹھ جائے اور پھر دوبارہ اللہ اکبر کہہ کر کھڑا ہو' اگر یہ جلسہ استراحت مسنون ہوتا تو پھر اس کے بعد کھڑے ہونے کے لیے بھی تکبیر پڑھی جاتی' جیسے نماز کے تمام انتقالات میں تکبیر پڑھی جاتی ہے۔

(مختصر اختلاف العلماء ج ۱ ص ۲۱۴۔ ۲۱۳ 'دار البشائر الاسلامیہ' بیروت' ۱۴۱۷ ھ)

۱۴۳ - بَابُ كَيْفَ يَعْتَمِدُ عَلَى الْأَرْضِ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَةِ

نمازی زمین پر کس طرح ٹیک لگائے جب کسی رکعت کے لیے کھڑا ہو

۸۲۴ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ جَاءَنَا مَالِكُ ابْنُ الْحُوَيْرِثِ، فَصَلَّى بِنَا فِي مَسْجِدِنَا هٰذَا، فَقَالَ إِنِّي لَأُصَلِّي بِكُمْ وَمَا أُرِيدُ الصَّلٰوةَ، وَلٰكِنْ أُرِيدُ أَنْ أُرِيَكُمْ كَيْفَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي. قَالَ أَيُّوبُ فَقُلْتُ لِأَبِي قِلَابَةَ وَكَيْفَ كَانَتْ صَلٰوتُهُ؟ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلی بن اسد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی قلابہ' انہوں نے کہا: ہمارے پاس حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ آئے' پس انہوں نے ہم کو ہماری اس مسجد میں نماز پڑھائی' پھر انہوں نے کہا: میں تم کو نماز پڑھا رہا ہوں اور میرا ارادہ نماز پڑھانے کا نہیں ہے' لیکن میرا ارادہ یہ ہے کہ میں تم کو یہ دکھاؤں کہ

مِثْلَ صَلٰوةِ شَيْخِنَا هٰذَا' يَعْنِي عَمْرَو بْنَ سَلِمَةَ . قَالَ اَيُّوْبُ وَكَانَ ذٰلِكَ الشَّيْخُ يُتِمُّ التَّكْبِيْرَ' وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ عَنِ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ جَلَسَ' وَاعْتَمَدَ عَلَى الْاَرْضِ ثُمَّ قَامَ.

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ ایوب نے کہا: پس میں نے ابوقلابہ سے پوچھا: اوران کی نماز کس طرح تھی؟ انہوں نے کہا: ہمارے اس بوڑھے شخص کی نماز کی طرح اوران کی اس سے مراد حضرت عمرو بن سلمہ تھے۔ ایوب نے کہا: اور وہ بوڑھے شخص پوری تکبیر پڑھتے تھے اور جب وہ دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتے تو بیٹھ جاتے اور زمین پر ٹیک لگاتے' پھر کھڑے ہوتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۷۷ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے اور اس کا ارادہ صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا طریقہ سکھانا ہو' اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: نمازی زمین پر کس طرح ٹیک لگائے جب دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۱٤٤ - بَابٌ يُكَبِّرُ وَهُوَ يَنْهَضُ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ

نمازی دونوں سجدوں سے اٹھتے وقت تکبیر پڑھے

امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ جب نمازی پہلا تشہد پڑھنے کے بعد دو سجدے کر کے تیسری رکعت کے لیے اٹھنے لگے تو تکبیر پڑھے۔

وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يُكَبِّرُ فِي نَهْضَتِهِ.

اور حضرت ابن الزبیر سجدہ سے اٹھتے ہوئے تکبیر پڑھتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل' مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۴۲)

۸۲۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ' عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ صَلّٰى لَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ' فَجَهَرَ بِالتَّكْبِيْرِ حِيْنَ رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ السُّجُوْدِ' وَحِيْنَ سَجَدَ' وَحِيْنَ رَفَعَ' وَحِيْنَ قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ' وَقَالَ هٰكَذَا رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

(صحیح ابن خزیمہ: ۵۸۰' سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۸' جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۰۹۱' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۷ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن صالح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی از سعید بن الحارث' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی' جب انہوں نے سجدہ سے سر اٹھایا تو بلند آواز سے تکبیر کہی اور جب سجدہ کیا اور جب سر اٹھایا اور جب دو رکعتوں سے کھڑے ہوئے' اور کہا: میں نے اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن صالح ابوزکریا الوحاظی الحمصی (۲) فلیح بن سلیمان بن ابی المغیرہ' ان کا نام عبد الملک ہے اور ان کا لقب فلیح ہے' ان کا لقب ان کے نام سے زیادہ مشہور ہے (۳) سعید بن الحارث بن المعلی الانصاری المدنی (۴) حضرت ابوسعید الخدری' ان کا نام سعد بن مالک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۴۴-۱۴۳)

۸۲٦ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيْرٍ' عَنْ مُطَرِّفٍ قَالَ صَلَّيْتُ اَنَا وَعِمْرَانُ صَلٰوةً خَلْفَ عَلِيِّ بْنِ اَبِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غیلان بن جریر نے حدیث بیان کی از

طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَكَانَ إِذَا سَجَدَ كَبَّرَ، وَإِذَا رَفَعَ كَبَّرَ، وَإِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ، فَلَمَّا سَلَّمَ، أَخَذَ عِمْرَانُ بِيَدِيْ، فَقَالَ لَقَدْ صَلّٰى بِنَا هٰذَا صَلٰوةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْ قَالَ لَقَدْ ذَكَّرَنِيْ هٰذَا صَلٰوةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

مطرف وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اور عمران نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ کے پیچھے نماز پڑھی پس جب وہ سجدہ کرتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب دو رکعتوں سے اٹھتے تو اللہ اکبر کہتے' پس جب انہوں نے سلام پھیرا تو عمران نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا: انہوں نے ہمیں اسی طرح نماز پڑھائی ہے جس طرح سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھاتے تھے' یا کہا: انہوں نے مجھے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز یاد دلادی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۸۴ میں گزر چکی ہے۔

١٤٥ - بَابُ سُنَّةِ الْجُلُوْسِ فِي التَّشَهُّدِ

تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ

وَكَانَتْ أُمُّ الدَّرْدَاءِ تَجْلِسُ فِيْ صَلٰوتِهَا جِلْسَةَ الرَّجُلِ، وَكَانَتْ فَقِيْهَةً.

اور حضرت ام الدرداء رضی اللہ نماز میں مرد کی طرح بیٹھتی تھیں اور وہ فقیہہ تھیں۔

ام الدرداء کا نام خیرہ بنت ابی حدرد ہے' ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام ہجیمہ ہے' جن کا نام خیرہ ہے' وہ ام الدرداء کبیرہ صحابیہ ہیں اور جس کا نام ہجیمہ ہے' وہ ام الدرداء صغیرہ تابعیہ ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٤٢)

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

مکحول بیان کرتے ہیں کہ ام الدرداء نماز میں مردوں کی طرح بیٹھتی تھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۰۱' مجلس علمی' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۸۵' دار الکتب العلمیہ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۰' ادارۃ القرآن' کراچی)

نماز میں عورت کے بیٹھنے کے طریقہ میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نماز میں عورت کے بیٹھنے کے طریقہ میں اختلاف ہے' ایک جماعت کا مؤقف یہ ہے کہ عورت مرد کی طرح بیٹھے' جیسے حضرت ام الدرداء کا فعل تھا' النخعی اور امام مالک کا یہی مذہب ہے۔

دوسرے فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ وہ جس طرح چاہے بیٹھے' یہ عطاء' شعبی' فقہاء احناف اور امام شافعی کا مذہب ہے اور صفیہ چار زانو بیٹھتی تھیں' حضرت ابن عمر رضی اللہ کی خواتین بھی اسی طرح بیٹھتی تھیں' اور بعض متقدمین نے کہا ہے کہ عورتوں کو یہ حکم دیا جاتا تھا کہ وہ نماز میں چار زانو بیٹھیں اور مردوں کی طرح نہ بیٹھیں۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۱۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

عورت کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ تشہد میں مردوں کی طرح بیٹھے اور وہ یہ ہے کہ دایاں پیر کھڑا کر دے اور بایاں پیر بچھا دے' ابراہیم النخعی' امام ابوحنیفہ اور امام مالک نے اسی طرح کہا ہے' حضرت انس سے بھی اسی طرح مروی ہے' امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ عورت اپنے بائیں کولہے پر بیٹھے اور اپنی طاقت کے مطابق اپنے جسم کے اجزاء کو ایک دوسرے کے ساتھ ملائے اور رکوع' سجدہ اور جلسہ (بیٹھنے) میں اپنے اعضاء کو کشادہ نہ رکھے' بہ خلاف مردوں کے اور ایک قوم نے کہا: وہ جس طرح چاہے بیٹھے۔

(عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٤٥' دار الکتب العلمیہ' ١٤٢١ھ)

عورت کے بیٹھنے کے متعلق علامہ عینی نے جو فقہاء احناف کا مذہب لکھا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ تحقیق ملاحظہ فرمائیں:

عورت کے نماز میں بیٹھنے اور سجدہ کرنے کے طریقہ میں فقہاء احناف کی تصریحات

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

عورت اپنے بائیں کولہے پر بیٹھے اور اپنے دونوں پیروں کو دائیں جانب سے نکالے اس میں اس کے لیے زیادہ ستر ہے۔

(ہدایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۳۱۹، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

علامہ بدرالدین حنفی اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

کیونکہ فرض ستر کی رعایت کرنا سنیت قعدہ سے اولیٰ ہے۔ (البنایہ فی شرح الھدایہ ج ۲ ص ۳۰۵، مکتبہ حقانیہ ملتان)

علامہ ابوبکر محمد بن احمد السرخسی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

عورت سجدہ میں اپنے جسم کو سمیٹے اور اپنے پیٹ کو رانوں سے ملائے اور بازوؤں کو پہلوؤں سے ملائے اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عورتوں کے سجدہ کے طریقہ میں مروی ہے اور اس کی بنیاد یہ ہے کہ عورت میں اصل ستر ہے سو جو طریقہ عورت کے ستر کے زیادہ موافق ہو وہ اولیٰ ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: عورت مستورہ ہے یعنی چھپائی جانے والی ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۱۷۳، صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۸۵) (المبسوط ج ۱ ص ۱۱۰، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ محمود بن صدر الشریعہ متوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

عورت قعدہ میں اس طرح بیٹھے جس میں اس کے لیے زیادہ ستر ہو۔ (المحیط البرھانی ج ۲ ص ۸۳، ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۲۴ھ)

علامہ عثمان بن علی الزیلعی الحنفی المتوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

عورت جھکے اور سجدہ میں اپنا پیٹ اپنی رانوں سے ملائے کیونکہ یزید بن ابی حبیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں آپ نے فرمایا: جب تم سجدہ کرو تو اپنے گوشت کو ایک دوسرے سے ملاؤ کیونکہ عورت اس میں مرد کی طرح نہیں ہے۔ (تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۳۹۴، مراسیل ابوداؤد: ۸۷، سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۲۳)

(مزید لکھتے ہیں:) عورت نماز کی دس چیزوں میں مرد کے خلاف ہے عورت اپنے کندھوں تک ہاتھ اٹھائے گی اور اپنے سینہ کے نیچے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھے گی اور اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر گھٹنوں تک رکھے گی سجدہ میں اپنی بغلوں کو ظاہر نہیں کرے گی تشہد میں اپنے کولہے کے اوپر بیٹھے گی رکوع میں اپنی انگلیوں کو متفرق نہیں رکھے گی مردوں کی امامت نہیں کرے گی ان کی جماعت مکروہ ہے اور ان کی امام ان کے وسط میں کھڑی ہوگی۔ (تبیین الحقائق ج ۱ ص ۳۰۷، ایچ۔ایم۔سعید کمپنی کراچی ۱۴۲۱ھ)

نیز علامہ زیلعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ نے لکھا ہے: عورت تشہد میں اپنے کولہے پر بیٹھے کیونکہ اس کا زیادہ ستر اس میں ہے۔

(تبیین الحقائق ج ۱ ص ۳۱۳، ایچ۔ایم۔سعید کمپنی کراچی ۱۴۲۱ھ)

علامہ سید ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے الخزائن کے حوالہ سے چند مزید چیزوں کا اضافہ کیا ہے جن میں عورت کی نماز کے احکام مردوں کے خلاف ہیں انہوں نے کہا ہے: عورت کا مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے جانا مکروہ ہے اور وہ جماعت میں مردوں کے پیچھے کھڑی ہوگی عورت پر جمعہ فرض نہیں ہے لیکن پڑھے گی تو جمعہ ادا ہو جائے گا نہ عورت پر عید اور تکبیرات تشریق ہیں اور نہ اس پر صبح کی نماز سفیدی میں مستحب ہے نہ وہ جہری نمازوں میں بلند آواز سے قرآن پڑھے کیونکہ عورت کی آواز بھی عورت ہے خلاصہ یہ ہے کہ نماز کے احکام میں عورت چھبیس (۲۶) چیزوں میں مرد کے احکام کے خلاف ہے البحر الرائق اور غنیۃ

المستملی میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۱۸۷-۱۸۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

عورتوں کی نماز کے طریقہ کے متعلق احادیث اور آثار

علقمہ' حضرت وائل بن حجر سے راوی ہیں کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے وائل بن حجر! جب تم نماز پڑھو تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے کانوں کے مقابل اٹھاؤ اور عورت اپنے ہاتھ اپنے سینہ کے مقابل اٹھائے۔

(معجم کبیر ج ۲۲ ص ۲۰' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۰۳- ج ۹ ص ۳۷۴)

خالد بن الحجاج بیان کرتے ہیں کہ عورتوں کو یہ حکم دیا جاتا تھا کہ وہ نماز میں چارزانو (آلتی پالتی مارکر) بیٹھیں اور مردوں کی طرح سرین پر نہ بیٹھیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۹۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۸۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۰' ادارۃ القرآن' کراچی)

نافع بیان کرتے ہیں کہ صفیہ رضی اللہ عنہا نماز میں چارزانو بیٹھتی تھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۰۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۸۴' دارالکتب العلمیہ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۰' ادارۃ القرآن' کراچی)

اس حدیث میں جس صفیہ کا ذکر ہے' یہ ابوعبید کی بیٹی اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی زوجہ ہیں۔

قتادہ نے کہا: عورت کو جس طرح آسانی ہو' اس طرح بیٹھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۰۳' مجلس علمی' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۸۷' دارالکتب العلمیہ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۰' ادارۃ القرآن)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ازواج نماز میں چارزانو بیٹھتی تھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۰۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۸۹' دارالکتب العلمیہ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۰' ادارۃ القرآن)

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا: کیا عورت دو رکعت کے بعد اپنے بائیں کولہے پر بیٹھے؟ انہوں نے کہا: ہاں! وہ میرے نزدیک دائیں کولہے پر بیٹھنے کی بہ نسبت مستحسن ہے۔ الحدیث

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۰۷' مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۹۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

نماز میں عورت کے سجدہ کرنے کا طریقہ

حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب عورت سجدہ کرے تو اپنے جسم کو سمیٹے اور اپنی رانوں کو (اپنے پیٹ کے ساتھ) ملائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۹۳' مجلس علمی' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۷۷' دارالکتب العلمیہ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۰' ادارۃ القرآن)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عورت کی نماز کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: وہ اپنے اعضاء کو جمع کرے اور سمیٹے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۹۴' مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۷۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

ابراہیم النخعی نے کہا: جب عورت سجدہ کرے تو اپنی رانوں کو ملائے اور اپنا پیٹ ان پر رکھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۹۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۷۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ابراہیم نے کہا: جب عورت سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو اپنی رانوں کے ساتھ ملائے اور اپنے کولہوں کو اوپر نہ اٹھائے اور اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے دور نہ رکھے' جس طرح مرد دور رکھتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۹۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۸۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

٨٢٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ كَانَ يَرَى عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَتَرَبَّعُ فِي الصَّلٰوةِ إِذَا جَلَسَ، فَفَعَلْتُهُ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيثُ السِّنِّ، فَنَهَانِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، وَقَالَ إِنَّمَا سُنَّةُ الصَّلٰوةِ أَنْ تَنْصِبَ رِجْلَكَ الْيُمْنٰى، وَتَثْنِيَ الْيُسْرٰى، فَقُلْتُ إِنَّكَ تَفْعَلُ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ إِنَّ رِجْلَيَّ لَا تَحْمِلَانِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از عبدالرحمان بن القاسم از عبداللہ بن عبداللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز میں چارزانو (آلتی پالتی مارکر) بیٹھتے تھے' سو میں نے بھی اس طرح کیا اور اس وقت میں کم سن تھا' تو حضرت عبداللہ بن عمر نے مجھے منع کیا اور بتایا کہ نماز میں سنت یہ ہے کہ تم اپنا دایاں پیر کھڑا کرو اور بایاں پیر موڑو' میں نے کہا: آپ تو اس طرح کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: میرے پیر میرا بوجھ نہیں اٹھا سکتے۔

(سنن ابوداؤد: ٩٥٩-٩٥٨' صحیح ابن خزیمہ: ٦٧٨' سنن نسائی: ١١٥٦' السنن الکبریٰ: ٦٥٧' جامع المسانید لابن الجوزی: ٣٣٦٧' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ' مسند الطحاوی: ٣٩٥٩)

اس حدیث کے رجال کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

ائمہ مذاہب کے نزدیک نماز میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نمازی کے بیٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ نمازی اپنا دایاں پیر کھڑا کرلے اور بایاں پیر موڑے' نمازی کے بیٹھنے کے طریقہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک کے نزدیک یہ طریقہ ہے کہ دایاں پیر کھڑا کرلے اور بائیں پیر کو موڑ لے اور پہلے اور دوسرے قعدہ میں زمین پر بیٹھ جائے' امام مالک سے جو تورک منقول ہے' اس کی یہی صفت ہے۔

علامہ ابن عبدالبر مالکی نے لکھا ہے کہ اس میں امام مالک کے نزدیک مرد اور عورت برابر ہیں' اور امام شافعی اور امام احمد نے یہ کہا ہے کہ نمازی پہلے قعدہ میں اس طرح بیٹھے اور دوسرے قعدہ میں بائیں پیر پر بیٹھے اور دائیں پیر کو کھڑا کرلے۔

(عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٤٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

امام مالک' یحییٰ بن سعید سے روایت کرتے ہیں کہ قاسم بن محمد نے ان کو دکھایا کہ تشہد میں کس طرح بیٹھتے ہیں' انہوں نے اپنا دایاں پیر کھڑا کیا اور بایاں پیر موڑ لیا اور وہ بائیں کولہے پر بیٹھ گئے اور اپنے پیر پر نہیں بیٹھے' پھر کہا: مجھے عبداللہ بن عبداللہ بن عمر نے اس طرح کر کے دکھایا تھا اور کہا تھا کہ ان کے والد اسی طرح کرتے تھے۔

(موطأ امام مالک: ٢٠٧- ج ١ ص ١٠٠' دارالمعرفۃ' بیروت' ١٤٢٠ھ)

حافظ زین الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ٧٩٥ھ لکھتے ہیں:

امام احمد نے کہا ہے کہ عورت چارزانو بیٹھے یا دائیں جانب ٹانگیں نکال کر بیٹھے اور دائیں جانب ٹانگیں نکال کر بیٹھنا افضل ہے۔ ہمارے بعض اصحاب نے ام الدرداء کے فعل کو اسی طریقہ پر محمول کیا ہے اور امام احمد نے تصریح کی ہے کہ ام الدرداء کے فعل کی طرف کوئی نہ جائے۔

سنن سعید بن منصور میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے کولہوں پر بیٹھتی تھیں اور اپنی رانوں کو ملاتی تھیں اور بعض اوقات چارزانو بیٹھتی تھیں۔ (فتح الباری لابن رجب ج ٥ ص ١٥٣-١٥٢' دار ابن الجوزی' ١٤١٧ھ)

٨٢٨- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ.

وَحَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، وَيَزِيدَ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا مَعَ نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرْنَا صَلٰوةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ أَنَا كُنْتُ أَحْفَظَكُمْ لِصَلٰوةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رَأَيْتُهُ إِذَا كَبَّرَ جَعَلَ يَدَيْهِ حِذَاءَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا رَكَعَ أَمْكَنَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ، ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهُ، فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ اسْتَوٰى، حَتّٰى يَعُودَ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهُ، فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضِهِمَا، وَاسْتَقْبَلَ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ، فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ جَلَسَ عَلٰى رِجْلِهِ الْيُسْرٰى، وَنَصَبَ الْيُمْنٰى، وَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ قَدَّمَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى، وَنَصَبَ الْأُخْرٰى، وَقَعَدَ عَلٰى مَقْعَدَتِهِ. وَسَمِعَ اللَّيْثُ يَزِيدَ بْنَ أَبِي حَبِيبٍ، وَيَزِيدُ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ، وَابْنُ حَلْحَلَةَ مِنَ ابْنِ عَطَاءٍ. قَالَ أَبُو صَالِحٍ، عَنِ اللَّيْثِ كُلُّ فَقَارٍ. وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرٍو حَدَّثَهُ كُلُّ فَقَارٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از خالد از سعید از محمد بن عمرو بن حلحلہ از محمد بن عمرو بن عطاء۔

اور ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی حبیب و یزید بن محمد' از محمد بن عمرو بن حلحلہ از محمد بن عمرو بن عطاء' انہوں نے بیان کیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کی جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے' پس ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کا ذکر کیا' تو حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے آپ سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کا طریقہ یاد ہے' میں نے آپ کو دیکھا جب آپ اللہ اکبر کہتے تو آپ اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے متوازی اٹھاتے' اور جب آپ رکوع کرتے تو اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر جما کر رکھتے' پھر آپ اپنی کمر کو جھکاتے' اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو سیدھے کھڑے ہو جاتے حتیٰ کہ ہر جوڑ اپنی جگہ پر آ جاتا' پھر جب آپ سجدہ کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھتے' نہ ان ہاتھوں کو بچھاتے نہ سمیٹتے اور اپنے پیروں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف رکھتے' پھر جب دو رکعتوں کے بعد بیٹھتے تو اپنے بائیں پیر پر بیٹھتے اور دائیں پیر کو کھڑا کر لیتے' اور جب آخری رکعت میں بیٹھتے تو اپنے بائیں پیر کو آگے نکال لیتے اور دوسرے پیر کو کھڑا کر لیتے اور اپنی مقعد پر بیٹھتے۔ اس حدیث کو لیث نے یزید بن ابی حبیب سے اور یزید نے محمد بن حلحلہ سے' اور ابن حلحلہ نے عطاء سے سنا ہے اور ابوصالح نے لیث سے اس طرح سنا ہے کہ ہر جوڑ اپنی جگہ پر آ جاتا' اور ابن المبارک نے یحییٰ بن ایوب سے روایت کی ہے کہ مجھ کو یزید بن ابی حبیب نے حدیث بیان کی کہ محمد بن عمرو نے ان سے حدیث بیان کی' اس میں ہر جوڑ کا ذکر ہے۔

(سنن ابوداؤد: ٩٦٤۔ ٩٦٣' سنن ترمذی: ٣٠٥۔ ٣٠٤' سنن نسائی: ١١٠٠' سنن ابن ماجہ: ٨٦٢' مسند البزار: ٣٧١١' صحیح ابن خزیمہ: ٥٨٧' صحیح ابن حبان: ١٨٦٥' شرح السنۃ: ٥٥٥' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ ص ٢٨٨۔ ٢٣٥' سنن دارمی: ١٣٥٦' شرح معانی الآثار ج ١ ص ٣٣٥' سنن بیہقی ج ٢ ص ٨٤' شرح مشکل الآثار: ٦٠٧١' مسند احمد ج ٥ ص ٤٢٤ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٣٥٩٩۔ ج ٣٩ ص ١٠۔ ٧' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) یحییٰ بن بکیر بن عبداللہ بن بکیر ابوزکریا المصری (٢) اللیث بن سعد (٣) خالد بن یزید الجمحی المصری (٤) سعید بن ابی ہلال اللیثی المدنی (٥) محمد بن عمرو بن حلحلہ الدیلی المدنی (٦) یزید بن ابی حبیب ابورجاء المصری' ابوحبیب کا نام سوید ہے (٧) یزید بن

محمد القرشی (۸) ابوحمید الساعدی الانصاری المدنی' ان کا نام عبد الرحمن ہے' ایک قول ہے: ان کا نام المنذر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۴۷)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر جب آپ دو رکعتوں کے بعد بیٹھتے تو اپنے بائیں پیر پر بیٹھتے اور دائیں پیر کو کھڑا کر لیتے اور جب آخری رکعت میں بیٹھتے تو اپنے بائیں پیر کو آگے نکال لیتے اور دوسرے پیر کو کھڑا کر لیتے اور اپنی مقعد پر بیٹھتے۔

دونوں تشہد میں بیٹھنے کا ایک طریقہ ہونے کا ثبوت

امام احمد بن محمد الطحاوی مصری حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوحمید الساعدی کی حدیث کے خلاف یہ حدیث ہے:

حضرت وائل بن حجر الحضرمی رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی' میں نے (دل میں) کہا: میں ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کے طریقہ کو محفوظ رکھوں گا' پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشہد کے لیے بیٹھے تو آپ نے بایاں پیر بچھا لیا' پھر اس پر بیٹھ گئے اور اپنی بائیں ہتھیلی اپنی بائیں ران پر رکھی اور اپنی دائیں کہنی دائیں ران پر رکھی اور آپ نے اپنے انگوٹھے اور درمیانی انگلی سے حلقہ بنایا اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا' پھر آپ نے دوسری رکعت میں دعا کرنی شروع کی۔

(سنن ابوداؤد: ۷۲۶' سنن نسائی: ۸۸۸' سنن ابن ماجہ: ۸۶۷' شرح معانی الآثار: ۱۵۰۳)

اس کی تائید میں یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سجدہ کرتے' پھر اپنا سر اٹھاتے تو دوسرا سجدہ اس وقت تک نہیں کرتے تھے جب تک کہ سیدھے نہیں بیٹھ جاتے تھے' آپ اپنا بایاں پیر بچھا لیتے اور سیدھا پیر کھڑا کر لیتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۴۱' مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۲۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام طحاوی نے کہا ہے کہ حضرت ابووائل کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں: پھر آپ اپنی انگلیوں کا عقد بنا کر دعا کرتے' اس میں دلیل ہے کہ یہ نماز کا آخری قعدہ تھا۔

یہ ایک سوال کا جواب ہے' سوال یہ ہے کہ اس پر کیا دلیل ہے کہ یہ قعدہ اخیرہ تھا' ہو سکتا ہے کہ یہ قعدہ اولیٰ ہو' اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں یہ مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تشہد میں دعا کی اور دعا قعدہ اخیرہ میں کی جاتی ہے' اس سے واضح ہو گیا کہ دونوں قعدوں میں آپ کے بیٹھنے کا ایک ہی طریقہ تھا' آپ بایاں پیر بچھا لیتے تھے اور دائیں پیر کو کھڑا کر لیتے تھے۔

(نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۹۸' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

نیز امام طحاوی فرماتے ہیں: اس پر اتفاق ہے کہ قعدہ اولیٰ میں دایاں پیر کھڑا کیا جائے گا اور بائیں پیر کو بچھا کر اس پر بیٹھا جائے گا اور قعدہ اخیرہ میں اختلاف ہے' ہم کہتے ہیں کہ قعدہ اخیرہ سنت ہو گا یا فرض ہو گا' اگر وہ سنت ہے تو اس کا حکم قعدہ اولیٰ کی مثل ہو گا اور اگر وہ فرض ہے تو اس کا حکم دو سجدہ کے درمیان والے قعدہ کی مثل ہو گا' پس اس سے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت ثابت ہو گئی اور یہی امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۳۸' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب کی حدیث سے امام شافعی اور ان کے موافقین نے یہ استدلال کیا ہے کہ پہلے تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ دوسرے تشہد میں بیٹھنے کے طریقہ سے مختلف ہے' امام طحاوی نے کہا ہے کہ دونوں تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ واحد ہے اور اس کو حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۵۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۴۶ - بَابُ مَنْ لَّمْ يَرَ التَّشَهُّدَ الْاَوَّلَ وَاجِبًا لِاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ وَلَمْ يَرْجِعْ

جن فقہاء کے نزدیک تشہد اوّل واجب نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہو گئے اور آپ نے رجوع نہیں کیا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی' اسحاق' لیث' ابوثور اور تمام شہروں کے فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ پہلا تشہد واجب نہیں ہے سوا امام احمد کے کیونکہ انہوں نے پہلے تشہد کو واجب قرار دیا ہے' ابن القصار اور ابن التین نے اسی طرح نقل کیا ہے اور شرح الہدایہ میں مذکور ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک قعدہ اولیٰ میں پہلے تشہد کو پڑھنا واجب ہے اور یہی مختار اور صحیح ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ سنت ہے اور یہی قیاس کے موافق ہے لیکن یہ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے' امام احمد کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دائما تشہد میں بیٹھے ہیں اور آپ نے فرمایا ہے کہ اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو اور جمہور کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دو رکعت پڑھ کر تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہو گئے اور تشہد کی طرف رجوع نہیں کیا' اگر یہ واجب ہوتا تو آپ اس کے ترک کا تدارک کرنے کے لیے سجدہ سہو کرتے' علامہ طبری نے تشہد اوّل کے وجوب پر اس سے استدلال کیا ہے کہ پہلے نماز دو رکعت فرض ہوئی تھی اور اس میں تشہد واجب تھا' پھر جب نماز میں اضافہ کیا گیا تو اس اضافہ سے اس تشہد کا وجوب زائل نہیں ہوا۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۵۳-۱۵۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۸۲۹- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ هُرْمُزَ' مَوْلٰى بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ' وَقَالَ مَرَّةً مَوْلٰى رَبِيْعَةَ بْنِ الْحَارِثِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ مَالِكِ بْنَ بُحَيْنَةَ' وَهُوَ مِنْ اَزْدِ شَنُوْءَةَ' وَهُوَ حَلِيْفٌ لِبَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ' وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِهِمُ الظُّهْرَ' فَقَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ' لَمْ يَجْلِسْ' فَقَامَ النَّاسُ مَعَهٗ' حَتّٰى اِذَا قَضَى الصَّلٰوةَ' وَانْتَظَرَ النَّاسُ تَسْلِيْمَهٗ' كَبَّرَ وَهُوَ جَالِسٌ' فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يُّسَلِّمَ' ثُمَّ سَلَّمَ.

[اطراف الحدیث: ۸۳۰-۱۲۲۴-۱۲۲۵-۱۲۳۰-۶۶۷۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمان بن ھرمز نے حدیث بیان کی جو بنو عبد المطلب کے آزاد شدہ غلام ہیں اور مرّہ نے کہا جو بنو ربیعہ بن الحارث کے آزاد شدہ غلام ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مالک ابن بحینہ جو ازد شنوءۃ سے ہیں اور وہ بنو عبد مناف کے حلیف ہیں اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصحاب میں سے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نمازیوں کو ظہر کی نماز پڑھائی' پھر آپ پہلی دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہوئے اور نہیں بیٹھے' پس نمازی بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ جب آپ نے نماز پوری کر لی اور لوگ آپ کے سلام پھیرنے کے منتظر تھے تو آپ نے اللہ اکبر کہا اور آپ بیٹھے ہوئے تھے' پھر آپ نے سلام پھیرنے سے پہلے دو سہو کے سجدے کیے' پھر آپ نے سلام پھیرا۔

(صحیح مسلم: ۱۲۴۶-۵۷۰' سنن ابوداؤد: ۱۰۳۵-۱۰۳۴' سنن ترمذی: ۳۹۱' سنن نسائی: ۱۲۱۸-۱۱۷۳' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۹۹۳' مکتبۃ

الرشد ریاض ۱۴۲۷ھ مسند الطحاوی: ۴۹۹۱)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالیمان الحکم بن نافع (۲) شعیب بن ابی حمزہ ابوحمزہ کا نام دینار ہے (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) عبدالرحمان بن ہرمز وہ اعرج ہیں (۵) عبداللہ بن مالک ابن بحینہ "بحینہ" عبداللہ کی ماں کا نام ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۵۳)

تشہد اوّل کے فرض ہونے کی نفی اور نماز میں سجدہ سہو کرنے کا محل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو رکعت کے بعد کھڑے ہو گئے اور واپس لوٹ کر نہیں بیٹھے لیکن آپ نے سجدہ سہو کیا' اس سے معلوم ہوا کہ دو رکعت کے بعد بیٹھنا فرض نہیں ہے' البتہ واجب ہے کیونکہ آپ نے اس کو ترک کرنے کی وجہ سے سجدہ سہو کیا' اور امام بخاری نے اس حدیث کے عنوان میں جو لکھا ہے: جن فقہاء کے نزدیک تشہد اول واجب نہیں ہے' اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ فرض نہیں ہے' بلکہ واجب ہے کیونکہ آپ نے اس کو ترک کرنے کی وجہ سے سجدہ سہو کیا تھا' امام ابوحنیفہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ سہو کرنے کی جگہ نماز کا سلام پھیرنے سے پہلے ہے اور جن فقہاء نے یہ فرق کیا ہے کہ اگر نماز میں کسی کمی کی وجہ سے سجدہ سہو کیا جائے تو وہ نماز کے سلام سے پہلے کیا جائے اور اگر نماز میں کسی زیادتی کی وجہ سے سجدہ سہو کیا جائے تو وہ نماز کے سلام کے بعد کیا جائے' انہوں نے اس فرق پر کوئی دلیل قائم نہیں کی۔

میں کہتا ہوں: یہ فرق کرنا امام مالک کا مذہب ہے کیونکہ کمی کی صورت میں آپ نے پہلے سجدہ کیا اور زیادتی کی صورت میں آپ نے بعد میں سجدہ کیا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: سجدہ سہو کرنے کی جگہ نماز کے سلام سے پہلے ہے' یہی امام شافعی اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا مذہب ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے کہا ہے کہ سجدہ سہو ہر صورت میں نماز کے سلام سے پہلے ہے' الّا یہ کہ جس صورت میں یہ تصریح ہو کہ سجدہ سہو نماز کے سلام کے بعد کیا گیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۵۴' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۴۷ - بَابُ التَّشَهُّدِ فِي الْأُوْلٰى

پہلے قعدہ میں تشہد پڑھنا

۸۳۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا بَكْرٌ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي رَبِيعَةَ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكِ بْنِ بُحَيْنَةَ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ، فَقَامَ وَعَلَيْهِ جُلُوْسٌ، فَلَمَّا كَانَ فِيْ اٰخِرِ صَلٰوتِهٖ، سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بکر نے حدیث بیان کی از جعفر بن ابی ربیعہ از الاعرج از عبداللہ بن مالک ابن بحینہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ظہر کی نماز پڑھائی' پس آپ کھڑے ہو گئے حالانکہ آپ پر بیٹھنا تھا' جب نماز کا آخر ہوا تو آپ نے بیٹھے ہوئے دو سجدے کیے۔

اس حدیث کی شرح' گزشتہ حدیث: ۸۲۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۴۸ - بَابُ التَّشَهُّدِ فِي الْاٰخِرَةِ

آخری قعدہ میں تشہد پڑھنا

٨٣١- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ، عَنْ شَقِيْقِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا السَّلَامُ عَلٰى جِبْرِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ، اَلسَّلَامُ عَلٰى فُلَانٍ وَفُلَانٍ، فَالْتَفَتَ اِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ، فَاِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ فَلْيَقُلِ التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ، وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ فَاِنَّكُمْ اِذَا قُلْتُمُوْهَا، اَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ لِلّٰهِ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.

[اطراف الحدیث: ٨٣٥-١٢٠٢-٦٢٣٠-٦٢٢٥-٦٣٢٨-٧٣٨١]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از شقیق بن سلمہ' انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو ہم کہتے تھے: "السلام علٰی جبریل ومیکائیل" اور "السلام علٰی فلان و فلان" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے' پس فرمایا: اللہ تعالیٰ خود سلام ہے' پس جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو وہ کہے: تمام قولی عبادتیں اللہ کے لیے ہیں' اور تمام بدنی عبادتیں اور تمام مالی عبادتیں' اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں' ہم پر سلام ہو اور اللہ کے نیک بندوں پر' پس جب تم یہ کہہ لو گے تو آسمان اور زمین میں اللہ کے ہر نیک بندہ پر یہ رحمت پہنچ جائے گی' (اور یہ کہو:) میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندہ اور اس کے رسول ہیں۔

(صحیح مسلم: ٤٠٢' الرقم المسلسل: ٨٧٢' سنن ابوداؤد: ٩٦٨' سنن نسائی: ١١٦٤-١٢٩٧-١٢٧٨-١٢٧٦-١٢٦٨-١١٦٩' سنن ابن ماجہ: ٨٩٩' صحیح ابن خزیمہ: ٧٠٣' سنن بیہقی ج ٢ص ١٥٣' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ص ٢٩١' السنن الکبریٰ: ١٢٠٢' المنتقیٰ: ٢٠٥' مسند ابویعلیٰ: ٥٠٨٢' شرح مشکل الآثار ج ٣ص ٧٦' سنن دارقطنی ج ١ص ٣٥٠' صحیح ابن حبان: ١٩٥٥' حلیۃ الاولیاء ج ٨ص ١١٤' المعجم الکبیر: ٩٨٨٥' شرح السنۃ: ٦٧٨' مسند احمد ج ١ ص ٣٨٢ طبع قدیم' مسند احمد: ٣٦٢٢-ج ٦ص ١٢٢' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ٤١١٦' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٧ھ' مسند الطحاوی: ٥٠٧٧)

اس حدیث کے چار رجال ہیں' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

تشہد کے الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے' پس فرمایا: اللہ تعالیٰ خود سلام ہے۔ اس حدیث سے یہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کے دوران ہمارا سلام سن کر یہ فرمایا' لیکن دوسری حدیث میں ہے: آپ نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئے اور پھر یہ فرمایا۔

"التحیات للّٰہ" یہ "تحیۃ" کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: عظمت' آفات اور نقائص سے سلامتی اور ملک۔

علامہ خطابی نے کہا ہے: یہ کلمات مخصوصہ ہیں' جن سے عرب بادشاہوں کو تعظیم دیتے تھے' اس کا معنی ہے: تعظیم کی تمام انواع اللہ کے لیے ہیں جن کا وہ مستحق ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ "السلام' المومن' المهیمن' العزیز' الجبار' الاحد' الصمد" ان کلمات کے ساتھ تعظیم دینا صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے کسی اور کی ان کلمات کے ساتھ تعظیم کرنا جائز نہیں ہے۔

"والصلوات" اس سے مراد پانچ نمازیں ہیں' الازہری نے کہا: اس سے مراد ہے: عبادات' نیز اس کا معنی رحمت بھی ہے یعنی

رحمت تامہ کاملہ کو عطا کرنا صرف اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے۔

''والطیبات'' یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء صرف پاکیزہ کلمات سے ہوتی ہے نہ کہ ان کلمات کے ساتھ جو اس کی شان کے لائق نہیں ہیں' حافظ نسفی نے کہا ہے کہ ''التحیات'' سے مراد ہے: عبادات قولیہ' ''الصلوٰت'' سے مراد ہے: عبادات بدنیہ' اور ''الطیبات'' سے مراد ہے: عبادات مالیہ۔

''السلام علیك ایها النبی'' اس کا معنی ہے: آپ ہر عیب' آفت' نقص اور فساد سے سلامت رہیں' اور ''سلام'' کا لفظ اس لیے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسم ''سلام'' کی برکتیں آپ کو حاصل ہوں' اور غائب کے صیغہ سے خطاب کے صیغہ کی طرف عدول کیا ہے اور یوں نہیں کہا: نبی پر سلام ہو' بلکہ یوں کہا ہے: اے نبی! آپ پر سلام ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرفان نے کہا ہے: جب نمازیوں نے ''التحیات'' پیش کر کے ملکوت کا دروازہ کھلوایا تو ان کو اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کی اجازت مل گئی اور اس مناجات کے واسطے سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں' تب ان پر یہ منکشف ہوا کہ یہ نعمت نبی رحمت کے واسطے اور آپ کی اتباع کی برکت سے حاصل ہوئی ہے' پھر جب انہوں نے توجہ کی تو دیکھا کہ حبیب حرم حبیب میں حاضر ہیں' پس انہوں نے آپ کی طرف متوجہ ہو کر بے ساختہ کہا: ''السلام علیك ایها النبی ورحمة اللّٰه وبرکاته''۔

''السلام'' میں الف لام عہد کا ہے یعنی جو سلام انبیاء سابقین علیہم السلام پر پڑھا گیا تھا وہی سلام آپ پر پڑھا جائے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَسَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. (النمل:٥٩) اور اللہ کے ان بندوں پر سلام ہو جن کو اس نے پسند کر لیا ہے۔

اور آپ پر جو سلام بھیجا ہے' اس سے اسی سلام کی طرف اشارہ ہے۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے شب معراج آپ پر جو سلام پڑھا تھا وہی سلام آپ پر نازل ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نبی بھی ہیں اور رسول بھی ہیں' ''السلام علیك ایها النبی'' میں آپ کی نبوت کا ذکر ہے اور ''عبده ورسوله'' میں آپ کی رسالت کا ذکر ہے۔

''ورحمة اللّٰه'' اس سے مراد ہے: آپ پر اللہ تعالیٰ کا انعام۔

''وبرکاته'' یہ ''برکة'' کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: ہر چیز میں خیر کثیر' الطیبی نے کہا: کسی چیز میں اللہ کی طرف سے خیر ہو تو اس کو برکت کہتے ہیں۔

''وعلٰی عباد اللّٰه الصالحین'' صالح اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے اوپر اللہ کے حقوق اور بندوں کے حقوق کو ادا کرے' اور ''صلاح'' کا معنی ہے: کسی چیز کا اپنی حالتِ کمال پر قائم رہنا اور فساد اس کی ضد ہے' اور صلاح حقیقی صرف آخرت میں حاصل ہوگی' کیونکہ دنیا میں اگرچہ بعض اوقات صلاح حاصل ہوتی ہے لیکن اس میں فساد اور خلل کا شائبہ ہوتا ہے اور صلاحِ کامل صرف انبیاء علیہم السلام کا خاصہ ہے' اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

وَاِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ۝ (البقرہ:١٣٠) اور بے شک وہ آخرت میں صالحین میں سے ہیں۝

اور حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا کی:

تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ۝ (یوسف:١٠١) حالت اسلام میں میری روح قبض کرنا اور مجھے صالحین کے ساتھ ملا دینا۝

نیز اس حدیث میں ہے: ''اشھد ان محمدًا عبدہ ورسولہ''، ''محمد'' اور ''محمود'' اس شخص کو کہتے ہیں جس میں ایسے اوصاف بہ کثرت ہوں جن کی تعریف اور تحسین کی جائے' اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام محمد رکھا۔

متعدد صحابہ سے تشہد کے الفاظ مروی ہیں لیکن ان سب میں تشہد کے وہ الفاظ افضل ہیں جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' امام ترمذی نے کہا: تشہد میں سب سے زیادہ صحیح حدیث حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے اور صحابہ اور تابعین میں سے اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ معمر نے خصیف سے روایت کی ہے: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا' میں نے عرض کیا: لوگوں کا تشہد میں اختلاف ہے' آپ نے فرمایا: تم ابن مسعود کے تشہد کو لازم کرلو۔

(عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٦٤-١٥٨ 'ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ٨٠١- ج ١ ص ١١٦٣ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان درج ذیل ہیں:
(١) تشہد میں مذاہب ائمہ (٢) تشہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قصداً سلام عرض کرنے کی تحقیق۔

١٤٩ - بَابُ الدُّعَاءِ قَبْلَ السَّلَامِ

سلام سے پہلے دعا کرنا

٨٣٢ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنَا عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ' عَنْ عَائِشَةَ' زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُوْ فِي الصَّلٰوةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ' وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ' وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ' اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ. فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ مَا اَكْثَرَ مَا تَسْتَعِيْذُ مِنَ الْمَغْرَمِ؟ فَقَالَ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا غَرِمَ' حَدَّثَ فَكَذَبَ' وَوَعَدَ فَاَخْلَفَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: ہمیں عروہ بن الزبیر نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں یہ دعا کیا کرتے تھے: اے اللہ! میں عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور مسیح دجال کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور زندگی اور موت کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں' اے اللہ! میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ میں آتا ہوں' پھر کسی کہنے والے نے آپ سے عرض کیا: آپ قرض سے بہت زیادہ پناہ طلب کرتے ہیں! آپ نے فرمایا: جب کوئی شخص مقروض ہوتا ہے تو وہ بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ کرتا ہے تو خلاف ورزی کرتا ہے۔

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ سَمِعْتُ خَلَفَ بْنَ عَامِرٍ يَقُوْلُ فِي الْمَسِيْحِ وَالْمَسِّيْحِ مُشَدَّدٌ لَيْسَ بَيْنَهُمَا فَرْقٌ وَهُمَا وَاحِدٌ اَحَدُهُمَا عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالْاٰخَرُ الدَّجَّالُ.

محمد بن یوسف نے کہا: میں نے خلف بن عامر سے سنا' وہ کہتے تھے کہ ''المَسِیح'' اور ''المَسّیح'' مشدد میں کوئی فرق نہیں ہے' دونوں کا ایک معنی ہے' ان میں سے ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور دوسرا دجال ہے۔

[اطراف الحدیث: ٨٣٣-٢٣٩٧-٦٣٦٨-٦٣٧٥-٦٣٧٦-٦٣٧٧-٧١٢٩] [صحیح مسلم: ٥٨٩' الرقم المسلسل: ١٣٠٤' ١٣٠٣' سنن ابوداؤد: ٨٨٠' سنن نسائی: ١٣٠٨' سنن بیہقی ج ٢ ص ١٥٤' شرح السنۃ: ٦٩١' السنن الکبریٰ: ١٢٣٢' صحیح ابن حبان: ١٩٦٨' مصنف عبدالرزاق: ١٩٦٣٠' المعجم الاوسط: ٤٦١٠' مسند احمد ج ٦ ص ٨٩ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٣٥٧٨- ج ٤١ ص ١٢٦' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ٧٤١٣' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔
اس حدیث کا عنوان ہے: سلام سے پہلے دعا کرنا' اور اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ نماز میں یہ امور ہیں: قیام اور رکوع اور سجود اور قعود' پس قیام قرآن پڑھنے کا محل ہے' اور رکوع اور سجود تسبیحات مخصوصہ کا محل ہیں اور قعود تشہد کا محل ہے' لہٰذا دعا کے لیے جو محل بچا ہے وہ صرف تشہد کے بعد سلام سے پہلے ہے۔

فتنہ کا معنی اور حضرت مسیح ابن مریم اور مسیح الدجال کا معنوی فرق

اس حدیث میں مسیح دجال کے فتنہ کا ذکر ہے' فتنہ کا معنی امتحان' ابتلاء اور آزمائش ہے' پھر اس کا اکثر استعمال گناہ اور کفر میں ہوتا ہے' مسیح کا اطلاق حضرت عیسیٰ ابن مریم پر بھی ہوتا ہے اور مسیح الدجال پر بھی ہوتا ہے' حضرت عیسیٰ پر مسیح کا اطلاق بہ معنی ماسح ہوتا ہے یعنی وہ بیماروں پر ہاتھ پھیرتے تھے تو وہ تندرست ہو جاتے تھے اور دجال پر جو مسیح کا اطلاق ہوتا ہے وہ بہ معنی ممسوح ہے یعنی اس کی ایک آنکھ رگڑی ہوئی تھی۔

''فتنة المحيات'' سے مراد ہے: زندگی میں جہالت اور شہوت کا غلبہ اور ''فتنة الممات'' سے مراد ہے: قبر کا عذاب۔

قرض لینے کے جواز اور عدم جواز کے محامل

اس حدیث میں قرض کے فتنہ سے بھی پناہ کا ذکر ہے' اس حدیث کے معارض درج ذیل احادیث ہیں:
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ قرض لیا کرتی تھیں' ان سے کہا گیا کہ آپ کے پاس قرض ادا کرنے کے لیے مال تو ہے نہیں' پھر آپ قرض کیوں لیتی ہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص کی بھی یہ نیت ہو کہ وہ قرض ادا کرے گا' اس کی اللہ کی طرف سے مدد ہوتی ہے' پس میں اس مدد کو طلب کرتی ہوں۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ اس کی سند میں ابن مجبر ہے' اس کو امام نسائی نے متروک کہا ہے اور امام احمد نے اس کی توثیق کی ہے۔

(المستدرک: ۲۲۰۲' کنز العمال ج ۶ ص ۲۲۱)

محمد بن علی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قرض لیتی تھیں' ان سے کہا گیا کہ آپ کو قرض کی کیا ضرورت ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس بندہ کی بھی نیت قرض کو ادا کرنا ہو' اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتا ہے' سو میں اس مدد کی طلب کرتی ہوں۔ (المستدرک: ۲۲۰۳' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۵۴' مسند احمد ج ۶ ص ۹۹۔ ۷۲' کنز العمال: ۱۵۴۲۶)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بہ کثرت قرض لیتی تھیں' ان سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: میں قرض لینا نہیں چھوڑوں گی' کیونکہ مقروض کے لیے اللہ کی طرف سے مدد ہوتی ہے' سو میں اس مدد کو طلب کرتی ہوں۔

(المستدرک: ۲۲۰۴' مسند ابو یعلیٰ ج ۲ ص ۳۲۸' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۵۴' سنن ابن ماجہ: ۲۴۰۸' مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۲)

حضرت عبداللہ بن جعفر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ مقروض کے ساتھ ہے حتیٰ کہ وہ قرض ادا کر دے جب تک کہ اس کا قرض کسی مکروہ کام کے لیے نہ ہو۔ (المستدرک: ۲۲۰۵' الترغیب ج ۳ ص ۳۶' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۲۰۴)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے قرض لیا اور اس کی نیت اس قرض کو ادا کرنا تھی' پھر وہ فوت ہو گیا تو اللہ اس سے درگزر فرمائے گا اور اس کے قرض خواہ کو جس طرح چاہے گا راضی کر دے گا اور جس نے قرض لیا اور اس کی نیت ادائیگی کی نہ تھی' پھر وہ مر گیا تو اللہ قرض خواہ کی طرف سے اس کا بدلہ لے گا۔

(المستدرک: ۲۲۰۶' الترغیب ج ۳ ص ۳۳' کنز العمال ج ۶ ص ۲۲۴)

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ قرض لینا صرف اس وقت مذموم ہے جب کوئی شخص کوئی گناہ کرنے کے لیے قرض لے یا جس کا ارادہ قرض کو ادا کرنا نہ ہو۔

٨٣٣- وَعَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَعِيْذُ فِي صَلٰوتِهٖ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ.

اور از الزہری روایت ہے' انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا' وہ اپنی رات کی نماز میں دجال کے فتنہ سے پناہ طلب کر رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٨٣٢ میں گزر چکی ہے۔

٨٣٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ، عَنْ اَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِّمْنِيْ دُعَاءً اَدْعُوْ بِهٖ فِيْ صَلٰوتِيْ، قَالَ قُلِ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا، وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ، فَاغْفِرْ لِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ، وَارْحَمْنِيْ، اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ. [اطراف الحدیث: ٦٣٢٦-٧٣٨٨]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی حبیب از ابی الخیر از عبداللہ بن عمرو از حضرت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: مجھے کوئی دعا سکھا دیجئے جسے میں اپنی نماز میں پڑھا کروں' آپ نے فرمایا: یہ کہو: اے اللہ! میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا ہے اور تیرے سوا کوئی گناہ نہیں بخشے گا' پس تو اپنے پاس سے میرے لیے مغفرت کر دے اور مجھ پر رحم فرما' بے شک تو بہت بخشنے والا بہت مہربان ہے۔

(صحیح مسلم: ٢٧٠٥' الرقم المسلسل: ٦٧٤٣' سنن ترمذی: ٣٥٣١' سنن ابن ماجہ: ٣٨٣٥' سنن نسائی: ١٢٩٨' مسند ابویعلیٰ: ٣٠' شرح السنۃ: ٦٩٤' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٠ ص ٢٦٩' مسند البزار: ٢٩' صحیح ابن خزیمہ: ٨٤٥' صحیح ابن حبان: ١٩٧٦' سنن بیہقی ج ٢ ص ١٥٤' مسند احمد ج ١ ص ٤ طبع قدیم' مسند احمد: ٨-ج ١ ص ١٨٧' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ٣٢٩٧' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٢٦ھ)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

نماز کی دعا کا طریقہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے نماز کی دعا کی تعلیم دیں' اس سے معلوم ہوا کہ متعلم کو عالم سے ہر اس چیز کو سیکھنا چاہیے جس میں خیر ہو' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دعا میں اپنی تقصیر کا اعتراف کرنا چاہیے اور اپنی طرف ظلم کی نسبت کرنی چاہیے' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دعا میں اپنے کسی عمل کا ذکر نہیں کرنا چاہیے بلکہ اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کی وجہ سے سوال کرنا چاہیے' یہی زیادہ اولیٰ اور بہتر ہے۔ رہی وہ حدیث جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غار میں پھنسنے والے تین نوجوانوں کا تذکر فرمایا ہے جنہوں نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اپنا نیک عمل پیش کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اُن کی دعا قبول فرمائی تھی (صحیح بخاری: ٢٢١٥' صحیح مسلم: ٢٧٤٣) تو وہ فقط بیان جواز کے لیے ہے۔ افضل یہی ہے کہ آدمی صرف اللہ کے فضل سے اپنی حاجت کا سوال کرے' نیز زیر بحث حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز میں وہ دعا مانگنی چاہیے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہو یا وہ دعا مانگنی چاہیے جو قرآن مجید کے الفاظ سے مشابہ ہو' حدیث میں ہے:

حضرت معاویہ بن الحکم سلمی رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہماری اس نماز میں لوگوں کے ساتھ کلام کی گنجائش نہیں ہے اس میں صرف تسبیح، تکبیر اور قرآن مجید کا پڑھنا ہے۔ (صحیح مسلم: ٥٣٧)

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ٦٧٤٤۔ ج ٧ ص ٤٨١ پر مذکور ہے، وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

١٥٠ - بَابُ مَا يُتَخَيَّرُ مِنَ الدُّعَاءِ بَعْدَ التَّشَهُّدِ، وَلَيْسَ بِوَاجِبٍ

تشہد سے فراغت کے بعد نمازی کون سی دعا کو اختیار کرے اور یہ واجب نہیں ہے

٨٣٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنِ الْأَعْمَشِ حَدَّثَنِي شَقِيقٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا إِذَا كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلٰوةِ، قُلْنَا السَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ عِبَادِهٖ، السَّلَامُ عَلٰى فُلَانٍ وَفُلَانٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُولُوا السَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ، فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ، وَلٰكِنْ قُولُوا التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ، وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ فَإِنَّكُمْ إِذَا قُلْتُمْ أَصَابَ كُلَّ عَبْدٍ فِي السَّمَاءِ، أَوْ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُولُهٗ، ثُمَّ يَتَخَيَّرُ مِنَ الدُّعَاءِ أَعْجَبَهٗ إِلَيْهِ فَيَدْعُو.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از الاعمش انہوں نے کہا: مجھے شقیق نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ انہوں نے بیان کیا: جب ہم نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو ہم کہتے تھے: اللہ پر اس کے بندوں کی طرف سے سلام ہو فلاں پر سلام ہو اور فلاں پر، پس نبی ﷺ نے فرمایا: یہ نہ کہو کہ اللہ پر سلام ہو کیونکہ اللہ تو خود سلام ہے لیکن تم یہ کہو کہ تمام قولی عبادتیں اللہ کے لیے ہیں اور تمام بدنی عبادتیں اللہ کے لیے ہیں اور تمام مالی عبادتیں اللہ کے لیے ہیں، اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکتیں ہوں، ہم پر سلام ہو اور اللہ کے نیک بندوں پر، کیونکہ جب تم (یہ سلام پڑھو گے) تو یہ (سلام) آسمان میں اور زمین میں ہر بندہ تک پہنچ جائے گا، (اور یہ کہنا کہ) میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ (سیدنا) محمد اللہ کے بندہ اور اس کے رسول ہیں، پھر اس کے نزدیک جو اچھی دعا ہو اس کو اختیار کرے۔

اس حدیث کی مکمل شرح، صحیح البخاری: ٨٣١ میں گزر چکی ہے۔

١٥١ - بَابُ مَنْ لَّمْ يَمْسَحْ جَبْهَتَهٗ وَأَنْفَهٗ حَتّٰى صَلّٰى

جس نے اپنی پیشانی اور ناک سے مٹی نہیں پونچھی حتیٰ کہ نماز پڑھی

قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ رَأَيْتُ الْحُمَيْدِيَّ يَحْتَجُّ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ، أَنْ لَّا يَمْسَحَ الْجَبْهَةَ فِي الصَّلٰوةِ.

امام ابو عبداللہ بخاری نے کہا: میں نے الحمیدی کو دیکھا وہ اس حدیث یہ استدلال کرتے تھے کہ نماز میں پیشانی (سے مٹی) کو نہ پونچھا جائے۔

٨٣٦ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيٰى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از

الْخُدْرِيَّ فَقَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِي الْمَاءِ وَالطِّيْنِ حَتّٰى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّيْنِ فِي جَبْهَتِهٖ.

ابو سلمہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے (اس کا) سوال کیا تو انہوں نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہے تھے حتیٰ کہ میں نے مٹی کا نشان آپ کی پیشانی پر دیکھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۶۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۵۲ - بَابُ التَّسْلِيْمِ نماز کا سلام پھیرنا

علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں امام بخاری نے حدیث لا کر یہ بیان کیا ہے کہ نماز کے آخر میں سلام پھیرا جاتا ہے' اور اس طرف اشارہ نہیں کیا کہ سلام پھیرنے کا کیا حکم ہے' آیا یہ سنت ہے یا واجب ہے' کیونکہ اس مسئلہ میں دلائل متعارض ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ اس باب کی حدیث میں مذکور ہے کہ جب آپ سلام پھیرتے تو عورتیں کھڑی ہو جاتی تھیں' اس سے معلوم ہوا کہ آپ ہمیشہ نماز کے آخر میں سلام پھیرتے تھے اور کسی کام کو ہمیشہ کرنا وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

اور آپ نے فرمایا ہے: اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو (صحیح البخاری: ۶۳۱) اور فرمایا: نماز کی تحلیل سلام پھیرنا ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۳۸) یعنی تکبیرۂ تحریمہ سے جو افعال نماز میں حرام ہو جاتے ہیں' وہ سلام پھیرنے سے حلال ہو جاتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۳۹۷' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس پر دلیل قائم ہے کہ نماز کے آخر میں سلام پھیرنا واجب نہیں ہے اور سلام کو ترک کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز کی پانچ رکعات پڑھا دیں اور جب آپ نے سلام پھیرا تو آپ کو یہ بتایا گیا' آپ نے اپنا پیر موڑا اور سہو کے دو سجدے کیے۔ (صحیح البخاری: ۱۲۲۶)

امام طحاوی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام پھیرنے سے پہلے نماز میں ایک ایسی رکعت کو داخل کر دیا جو اس نماز میں نہ تھی اور آپ نے اس فعل کو مفسدِ نماز نہیں قرار دیا اور یہ اس پر دلیل ہے کہ نماز میں سلام پھیرنا واجب نہیں ہے' اگر یہ واجب ہوتا جیسے نماز میں سجدہ واجب ہے تو اس کا حکم بھی اسی طرح ہوتا۔

لیکن اس کا حکم نماز کے سجدہ کے خلاف ہے' پس نماز کے آخر میں سلام پھیرنا سنت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۷۳)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی اور امام طحاوی کی یہ دلیل صحیح نہیں ہے' کیونکہ نماز کا سجدہ فرض ہے' لہٰذا اس سے یہ تو معلوم ہوا کہ نماز کے آخر میں سلام پھیرنا فرض نہیں ہے لیکن اس سے وجوب کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتلائے جانے پر سہو کے دو سجدے کیے اور سجدہ سہو ترک واجب پر ہی کیا جاتا ہے' سو علامہ عینی اور امام طحاوی کی پیش کردہ حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ نماز کے آخر میں سلام پھیرنا واجب ہے اور اس کے ترک سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔

لفظ ''سلام'' سے نماز ختم کرنے میں مذاہب ائمہ اور ان کی دلیل پر علامہ عینی کا اعتراض اور مصنف کا جواب

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام مالک' امام شافعی اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ جب نمازی لفظ "سلام" کہے بغیر نماز سے فارغ ہو کر چلا جائے تو اس کی نماز باطل ہے' حتیٰ کہ علامہ نووی شافعی نے کہا ہے کہ اگر اس نے "السلام علیکم" کے بجائے کوئی اور لفظ کہا تب بھی اس کی نماز باطل ہو جائے گی' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نماز کی چابی وضوء ہے اور نماز کی تحریم تکبیر ہے' اور نماز کی تحلیل تسلیم ہے یعنی سلام پھیرنا۔ (سنن ترمذی:۲۳۸' سنن ابن ماجہ:۲۷۶)

علامہ عینی نے کہا: اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن محمد بن عقیل ہے' امام محمد بن سعد نے کہا: وہ اہل مدینہ کے طبقہ رابعہ سے ہے اور وہ منکر الحدیث ہے' محدثین اس کی حدیث سے استدلال نہیں کرتے' ابن المدینی نے کہا: امام مالک اس سے روایت نہیں کرتے تھے' امام ترمذی نے کہا: یہ صدوق ہے' یحییٰ بن معین نے کہا: اس کی حدیث حجت نہیں ہے اور انہوں نے کہا: وہ ضعیف الحدیث ہے' امام نسائی نے کہا: وہ ضعیف ہے اور بعض اہل علم نے اس کے حافظہ پر جرح کی ہے' اور اگر بالفرض یہ حدیث صحیح ہو تو اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ سلام کے بغیر نماز مکمل نہیں ہوتی' اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ خبر واحد ہے' اس سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب آپ اس حدیث سے سلام پھیرنے کی فرضیت ثابت نہیں کرتے تو پھر اس حدیث سے تکبیرۃ تحریمہ کی فرضیت کیوں ثابت کرتے ہیں' تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم تکبیر تحریمہ کی فرضیت اس حدیث سے ثابت نہیں کرتے بلکہ قرآن مجید کی درج ذیل آیات سے ثابت کرتے ہیں:

وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ○ (الاعلیٰ:۱۵) اور اس نے اپنے رب کے اسم کا ذکر کیا' پھر نماز پڑھی ○

وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ○ (المدثر:۳) اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے (اللہ اکبر کہیے) ○

زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس حدیث میں ان آیتوں کی مُراد بیان کی گئی ہے یعنی نماز کے افتتاح میں اللہ اکبر پڑھنے سے نماز میں غیر نماز کے افعال حرام ہو جاتے ہیں اور آخر میں سلام پڑھنے سے وہ افعال حلال ہو جاتے ہیں۔

عطاء بن ابی رباح' سعید بن المسیب' ابراہیم' قتادہ' امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف' امام محمد اور امام ابن جریر طبری کا یہی مذہب ہے کہ نماز میں سلام پھیرنا فرض نہیں ہے حتیٰ کہ اگر کسی شخص نے اس کو ترک کر دیا تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی۔

(عمدۃ القاری ج۶ ص ۱۷۴۔۱۷۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کی اس تقریر سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ نماز کے آخر میں سلام کے ساتھ نماز ختم کرنا فرض نہیں ہے اور یہ سلام کے واجب ہونے کے منافی نہیں ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب آخر میں سلام نہیں پڑھا تو سہو کے دو سجدے کیے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نماز میں سلام کے حکم میں فقہاء کا اختلاف ہے' فقہاء کی ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ سلام پھیرنا فرض ہے' بغیر سلام پھیرے نماز سے نکلنا جائز نہیں ہے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نماز کی چابی تکبیر ہے اور نماز کا اختتام سلام پھیرنا ہے' اس کو الطبری نے ذکر کیا ہے اور عطاء اور الزہری کا بھی یہی قول ہے' امام مالک اور امام شافعی وغیرھم کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام ابوحنیفہ' ثوری اور اوزاعی کا مذہب یہ ہے کہ سلام پھیرنا سنت ہے اور بغیر سلام پھیرے نماز سے نکلنا صحیح ہے اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو تشہد کی تعلیم دی تو فرمایا: جب تم نے یہ ذکر کر لیا تو

تمہاری نماز مکمل ہوگئی۔ اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس کی یہ توجیہ ہے کہ جب تم تشہد پڑھ کر سلام پھیر لو تو تمہاری نماز مکمل ہوگئی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نماز میں سلام پھیرتے تھے اور آپ نے امت کو اس کی تعلیم دی ہے۔ ثانیاً اس حدیث میں یہ اضافہ مدرج ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۲۱ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک سلام پھیرنا سنت ہے بلکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک سلام پھیرنا واجب ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

پھر لفظ سلام پڑھنا ہمارے نزدیک واجب ہے اور فرض نہیں ہے' اس میں امام شافعی کا اختلاف ہے' وہ اس کو فرض کہتے ہیں' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے: نماز کی تحریم تکبیر ہے اور اس کی تحلیل تسلیم ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن مسعود کو تشہد کی تعلیم دینے کے بعد فرمایا: پھر اس کے بعد وہ دعا کرو جو تم کو اچھی لگے۔ (صحیح البخاری: ۶۳۲۸) اور یہ اختیار دینا فرضیت اور وجوب کے منافی ہے تاہم ہم نے اس روایت کی بناء پر سلام پھیرنے کو احتیاطاً واجب کہا ہے۔

(ھدایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۳۳۰ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۱۵ھ)

۸۳۷- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ' عَنْ هِنْدٍ بِنْتِ الْحَارِثِ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَلَّمَ' قَامَ النِّسَاءُ حِيْنَ يَقْضِيْ تَسْلِيْمَهُ' وَمَكَثَ يَسِيْرًا قَبْلَ اَنْ يَقُوْمَ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَاُرٰى وَاللّٰهُ اَعْلَمُ اَنَّ مُكْثَهُ لِكَيْ يَنْفُذَ النِّسَاءُ' قَبْلَ اَنْ يُدْرِكَهُنَّ مَنِ انْصَرَفَ مِنَ الْقَوْمِ. [اطراف الحدیث: ۸۴۹-۸۵۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از ھند بنت الحارث کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز کا سلام پھیرتے تو خواتین اسی وقت کھڑی ہو جاتیں جب آپ سلام پھیرتے' اور آپ کھڑے ہونے سے پہلے تھوڑی دیر ٹھہرتے۔ ابن شہاب نے کہا: واللہ اعلم! میری رائے یہ ہے کہ آپ اس لیے ٹھہرتے تھے تاکہ نمازیوں کے واپس جانے سے پہلے خواتین گزر جائیں۔

(سنن ابوداؤد: ۱۰۴۰' سنن نسائی: ۱۳۳۲' سنن ابن ماجہ: ۹۳۲' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۶۰۴' مسند ابویعلیٰ: ۷۰۱۰' صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۱۹' حلیۃ الاولیاء ج ۹ ص ۱۴' سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۸۲' شرح السنۃ: ۷۰۸' مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۶ طبع قدیم' مسند احمد ج ۴۴ ص ۱۶۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل المنقری التبوذکی (۲) ابراہیم بن عبد الرحمان بن سعد بن ابراہیم بن عوف (۳) محمد بن مسلم بن شہاب زہری' (۴) ھند بنت الحارث (۵) حضرت ام سلمہ ھند بنت امیہ رضی اللہ عنہا زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۷۴)

نماز ختم ہونے کے بعد امام اپنے مصلیٰ پر کھڑا رہے

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ خواتین مسجد میں نماز پڑھتی تھیں' اس سے معلوم ہوا کہ عورتیں مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جاتی تھیں اور وہ مسجد سے نکلنے میں سبقت کرتی تھیں تاکہ ان کا مردوں سے اختلاط نہ ہو اور امام کو چاہیے کہ وہ اس حال میں اپنے مصلیٰ پر ٹھہرا رہے تاکہ عورتیں نکل جائیں اور اگر عورتیں نہ ہوں تو پھر نماز کے بعد امام اپنے مصلیٰ پر کھڑا ہو جائے۔

امام غزالی نے کہا: یہ نبی ﷺ ' حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا طریقہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٧٤ ' دار الکتب العلمیہ بیروت ' ١٤٢١ھ)

١٥٣ - بَابُ يُسَلِّمُ حِينَ يُسَلِّمُ الْإِمَامُ

نمازی اس وقت سلام پھیرے جب امام سلام پھیرتا ہے

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَسْتَحِبُّ إِذَا سَلَّمَ الْإِمَامُ' أَنْ يُسَلِّمَ مَنْ خَلْفَهُ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس کو مستحب کہتے تھے کہ جب امام سلام پھیرے تو اس کے پیچھے نمازی بھی سلام پھیریں۔

٨٣٨ - حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوسٰى قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ مَحْمُودِ ابْنِ الرَّبِيعِ' عَنْ عِتْبَانَ قَالَ صَلَّيْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَسَلَّمْنَا حِينَ سَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حبان بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از محمود بن الربیع از عتبان' انہوں نے بیان کیا: ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی' جب آپ نے سلام پھیرا تو ہم نے سلام پھیرا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٢٤ میں گزر چکی ہے۔

١٥٤ - بَابُ مَنْ لَّمْ يَرُدَّ السَّلَامَ عَلَى الْإِمَامِ' وَاكْتَفٰى بِتَسْلِيمِ الصَّلٰوةِ

جو نمازی نماز کے سلام پر اکتفاء کر کے امام کو الگ سے سلام نہ کرے

٨٣٩ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ' وَزَعَمَ أَنَّهُ عَقَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' وَعَقَلَ مَجَّةً مَجَّهَا مِنْ دَلْوٍ كَانَ فِي دَارِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے محمود بن الربیع نے خبر دی' انہوں نے کہا: انہیں رسول اللہ ﷺ یاد ہیں اور یہ یاد ہے کہ آپ نے ان کے گھر میں ڈول سے پانی لے کر ان پر کلی کی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٧٧ میں گزر چکی ہے۔

٨٤٠ - قَالَ سَمِعْتُ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيَّ' ثُمَّ أَحَدَ بَنِي سَالِمٍ' قَالَ كُنْتُ أُصَلِّي لِقَوْمِي بَنِي سَالِمٍ' فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنِّي أَنْكَرْتُ بَصَرِي' وَإِنَّ السُّيُولَ تَحُولُ بَيْنِي وَبَيْنَ مَسْجِدِ قَوْمِي' فَلَوَدِدْتُ أَنَّكَ جِئْتَ فَصَلَّيْتَ فِي بَيْتِي مَكَانًا' حَتّٰى أَتَّخِذَهُ مَسْجِدًا' فَقَالَ أَفْعَلُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ. فَغَدَا عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ مَعَهُ' بَعْدَ مَا اشْتَدَّ النَّهَارُ' فَاسْتَأْذَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذِنْتُ لَهُ' فَلَمْ يَجْلِسْ

امام بخاری ذکر کرتے ہیں کہ محمود بن الربیع نے کہا: میں نے حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا' پھر بنو سالم کے ایک شخص سے' حضرت عتبان نے کہا: میں اپنی قوم کو بنو سالم میں نماز پڑھاتا تھا' پس میں نبی ﷺ کے پاس آیا اور میں نے عرض کیا کہ میری بینائی کم زور ہو چکی ہے اور میرے اور میری قوم کی مسجد کے درمیان ندی حائل ہے' پس میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے گھر تشریف لائیں اور میرے گھر میں ایک جگہ نماز پڑھا دیں حتیٰ کہ میں اس جگہ کو مسجد بنا لوں' آپ نے فرمایا: میں ان شاء اللہ ایسا کروں گا' پھر صبح کو رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے جب دن چڑھ چکا

حَتّٰی قَالَ اَیْنَ تُحِبُّ اَنْ اُصَلِّیَ مِنْ بَیْتِكَ؟ فَاَشَارَ اِلَیْهِ مِنَ الْمَكَانِ الَّذِیْ اَحَبَّ اَنْ یُّصَلِّیَ فِیْهِ، فَقَامَ فَصَفَفْنَا خَلْفَهٗ، ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا حِیْنَ سَلَّمَ.

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت طلب کی تو میں نے آپ کو اجازت دی' آپ اس وقت تک نہیں بیٹھے حتیٰ کہ آپ نے پوچھا: تم اپنے گھر میں کس جگہ مجھ سے نماز پڑھوانا چاہتے ہو؟ انہوں نے اس جگہ اشارہ کیا جہاں وہ نماز پڑھوانا چاہتے تھے' پھر آپ کھڑے ہو گئے اور ہم نے آپ کے پیچھے صف باندھی' پھر آپ نے سلام پھیرا اور جب آپ نے سلام پھیرا تو ہم نے بھی سلام پھیر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۲۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۵۵ - بَابُ الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ

نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا

۸۴۱ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَمْرٌو اَنَّ اَبَا مَعْبَدٍ، مَوْلٰی ابْنِ عَبَّاسٍ، اَخْبَرَهٗ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ، حِیْنَ یَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَكْتُوْبَةِ، كَانَ عَلٰی عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كُنْتُ اَعْلَمُ اِذَا انْصَرَفُوْا بِذٰلِكَ اِذَا سَمِعْتُهٗ.

[طرف الحدیث: ۸۴۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی کہ ان کو ابومعبد حضرت ابن عباس کے آزاد شدہ غلام نے خبر دی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو انہوں نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں لوگوں کا معمول تھا کہ وہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے' حضرت ابن عباس نے کہا: جب میں اس ذکر کو سنتا تو میں جان لیتا کہ لوگ نماز سے فارغ ہو چکے ہیں۔

(صحیح مسلم: ۵۸۳' الرقم المسلسل: ۱۲۹۳' سنن ابوداؤد: ۱۰۰۳' صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۰۷' المعجم الکبیر: ۱۲۲۱۲' مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۴۷۸۔ ج ۵ ص ۳۳۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن نصر' اور وہ اسحاق بن ابراہیم بن نصر ہیں جو ابراہیم السعدی البخاری کے والد ہیں' امام بخاری کبھی ان کو ان کے والد کی طرف منسوب کرتے ہیں اور کبھی ان کو ان کے دادا کی طرف منسوب کرتے ہیں (۲) عبدالرزاق بن ہمام (۳) عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج (۴) عمرو بن دینار (۵) ابومعبد' ان کا نام نافذ ہے (۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۸۰)

نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے متعلق دیگر احادیث اور آثار

صلہ بن زفر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز کے بعد یہ ذکر کرتے تھے: ''اللھم انت السلام ومنك السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام'' حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی یہ ذکر کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۱۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۰۹۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو لکھا' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کا سلام پھیرتے تھے تو کون سا ذکر کرتے

تھے؟ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کا سلام پھیر کر یہ ذکر کرتے تھے:

لَا اِلٰه الا اللّٰه وَحْدَه لا شَرِيْكَ لَهُ' له الملكُ وَلَهُ الحَمْد' وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شىءٍ قَدير' اللّٰهم لَا مَانِعَ لما اَعْطَيْتَ ولا معطى لما مَنَعْتَ ولا يَنْفَعُ ذَاالْجَدِّ منك الجَد.

اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اے اللہ! جس کو تو عطا فرمائے اسے کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جس سے تو روک لے اس کو کوئی دینے والا نہیں ہے اور تیرے مقابلہ میں کسی کوشش کرنے والے کی کوشش نفع نہیں دے سکتی۔

(صحیح البخاری: ۸۴۴' صحیح مسلم: ۵۹۳' سنن ابوداؤد: ۱۵۰۵' سنن نسائی: ۱۲۶۴' کتاب الدعا للطبرانی: ۶۸۶' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۱۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۰۹۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سلام پھیرنے کے بعد یہ ذکر کرتے تھے: ''لا اله الا اللّٰه ولا نعبد الا اياه''۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۱۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۰۹۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

عمر بن عبد العزیز یہ کہتے تھے کہ نماز کی تکمیل سے یہ ہے کہ تم نماز سے فارغ ہو کر تین بار یہ پڑھو: ''لا اله الا اللّٰه وحده لا شريك له' له الملك وله الحمد وهو على كل شىء قدير''۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۲۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۰۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

نماز کے بعد ذکر کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جو نماز کے بعد اللہ اکبر کہتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ امراء اور حکام فرض نماز کی جماعت کے بعد اللہ اکبر کہتے ہیں اور ان کے پیچھے نمازی بھی کہتے ہیں' یہ ذکر جائز ہے۔

ابن حبیب نے کہا: صبح کی نماز کے بعد اور عشاء کی نماز کے بعد لشکر والے اور سرحد کے محافظین تین مرتبہ بلند آواز سے اللہ اکبر کہتے ہیں' یہ ذکر قدیم زمانہ سے مستحب ہے۔

ابن القاسم نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ دشمن کی سرزمین میں پانچ نمازوں کے بعد بلند آواز سے اللہ اکبر کہنا' المسورہ کی نکالی ہوئی بدعت ہے۔

یعنی دشمن کے علاقہ میں ایسا نہیں کرنا چاہیے' کیونکہ اس سے دشمن کو مسلمانوں کی نقل و حرکت کا پتا چل جائے گا۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۲۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نماز کے بعد ذکر بالجہر کرنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نماز کے بعد ذکر بالجہر جائز ہے' علامہ نووی نے کہا ہے کہ امام شافعی نے اس حدیث کو اس پر محمول کیا ہے کہ صحابہ نے تھوڑا عرصہ ذکر بالجہر کیا تھا تاکہ لوگوں کو ذکر کا طریقہ معلوم ہو جائے نہ یہ کہ وہ ہمیشہ ذکر بالجہر کرتے تھے' اور مختار یہ ہے کہ امام اور مقتدی آہستہ آواز سے ذکر کریں سوا اس کے کہ انہیں تعلیم کی ضرورت ہو۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۳۹۹' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث میں اور دیگر احادیث میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے کہ یہ ذکر بالجہر تھوڑے عرصہ کے لیے کیا گیا تھا یا تعلیم کے لیے کیا گیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد جو ذکر کرتے تھے' اس کو صحابہ نے سنا اور اس کی روایت کی اور یہ اس پر دلیل ہے کہ آپ بلند آواز سے ذکر کرتے تھے۔

نماز کے بعد ذکر بالجہر کرنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی ۶۲۰ ھ لکھتے ہیں:

نماز کا سلام پھیرنے کے بعد اللہ کا ذکر کرنا اور دعا کرنا مستحب ہے' حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ ذکر کرتے تھے: ''لا الٰه الا اللّٰه وحده لا شريك له' له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير الخ''۔

(صحیح البخاری: ۸۴۴' صحیح مسلم: ۵۹۳' مسند احمد ج ۴ ص ۲۴۵) (المغنی ج ۲ ص ۱۱۲' دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے ذکر کیا تھا' تب ہی تو حضرت مغیرہ نے آپ سے اس ذکر کو سن کر اس کی روایت کی۔

علامہ شمس الدین عبدالرحمن بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۸۲ ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (المغنی ج ۲ ص ۱۱۲' القاہرہ)

حافظ زین الدین عبدالرحمن بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ ھ لکھتے ہیں:

قاضی ابو یعلیٰ نے ''الجامع الکبیر'' میں لکھا ہے کہ امام احمد کا ظاہر کلام یہ ہے کہ امام کے لیے نمازوں کے بعد اتنی بلند آواز سے ذکر کرنا اور دعا کرنا سنت ہے جس کو مقتدی سن سکیں' اور امام احمد کی تصریحات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ذکر بالجہر امام کے ساتھ خاص نہیں ہے کیونکہ حضرت ابن عباس کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ نمازی بھی ذکر بالجہر کرتے تھے۔

حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کا سلام پھیرنے کے بعد یہ ذکر کرتے تھے: ''لا الٰه الا اللّٰه وحده لا شريك له' له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير الخ'' اس حدیث کے آخر میں یہ جملہ ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد بلند آواز سے یہ ذکر کرتے تھے' اور اس میں ''یهلل'' کا لفظ ہے' اور ''اهلال'' کا معنی ہے: آواز بلند کرنا۔ (صحیح مسلم: ۵۹۴)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نمازوں کے بعد بلند آواز سے ذکر کرتے حتیٰ کہ ان کے قریب والے سنتے تھے' اور جس حدیث میں بلند آواز سے ذکر کرنے سے منع فرمایا ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ آواز بلند کرنے میں مبالغہ نہ کرو اور حد سے زیادہ نہ چلاؤ۔ (فتح الباری لابن رجب ج ۵ ص ۲۳۷۔ ۲۳۶ ملخصاً' دار ابن جوزی' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

نماز کے بعد ذکر بالجہر کرنے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے بعض متقدمین نے یہ استدلال کیا ہے کہ فرض نماز کے بعد بلند آواز سے اللہ اکبر کہنا اور ذکر کرنا مستحب ہے' (الیٰ قولہ) ایسا نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندگی بھر یہ ذکر کرتے رہے ہوں اور اس سے آپ کے اصحاب نے یہ سمجھا کہ یہ ذکر لازم نہیں ہے' اس لیے انہوں نے اس کو ترک کر دیا تاکہ بعد کے لوگ یہ نہ سمجھیں کہ اس کے بغیر نماز مکمل نہیں ہوتی' اسی وجہ سے بعض فقہاء نے اس کو مکروہ کہا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۸۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ احمد الطحطاوی الحنفی المتوفی ۱۲۳۱ ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہونے کے بعد بلند آواز سے یہ ذکر کرتے تھے: ''لا اله الا الله وحده لا شريك له ' له الملك وله الحمد' وهو على كل شيء قدير الخ'' (صحیح البخاری: ۸۴۴' صحیح مسلم: ۵۹۳)۔ اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا جائز ہے' بلکہ بعض متقدمین نے اس کو مستحب لکھا ہے۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ج ۱ ص ۴۲۲' المکتبۃ الغوثیہ کراچی)

٨٤٢ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ مَعْبَدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ اَعْرِفُ انْقِضَاءَ صَلٰوةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالتَّكْبِيْرِ. قَالَ عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ كَانَ اَبُوْ مَعْبَدٍ اَصْدَقَ مَوَالِي ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ عَلِيٌّ وَاسْمُهُ نَافِذٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابومعبد نے خبر دی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے اختتام کو تکبیر سے پہچانتا تھا۔ علی بن مدینی نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو' انہوں نے کہا: ابومعبد حضرت ابن عباس کے آزاد کردہ غلاموں میں سب سے زیادہ صادق ہیں۔ علی نے کہا: ان کا نام نافذ ہے۔

* باب مذکور کی حدیثیں' شرح صحیح مسلم: ۱۲۱۹۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۷۔ ج ۲ ص ۱۸۱ پر مذکور ہیں' ان کی شرح کا عنوان ہے: ذکر بالجہر۔ ہم نے اس موضوع پر ''ذکر بالجہر'' کے نام سے ایک رسالہ لکھا ہے' زیادہ تفصیل اور تحقیق کے لیے اس رسالہ کا مطالعہ فرمائیں۔

٨٤٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ' عَنْ سُمَيٍّ' عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَ الْفُقَرَاءُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا ذَهَبَ اَهْلُ الدُّثُوْرِ مِنَ الْاَمْوَالِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلَا وَالنَّعِيْمِ الْمُقِيْمِ يُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّيْ' وَيَصُوْمُوْنَ كَمَا نَصُوْمُ' وَلَهُمْ فَضْلٌ مِّنْ اَمْوَالٍ' يَحُجُّوْنَ بِهَا وَيَعْتَمِرُوْنَ' وَيُجَاهِدُوْنَ وَيَتَصَدَّقُوْنَ! قَالَ اَ لَا اُحَدِّثُكُمْ اِنْ اَخَذْتُمْ' اَدْرَكْتُمْ مَنْ سَبَقَكُمْ' وَلَمْ يُدْرِكْكُمْ اَحَدٌ بَعْدَكُمْ' وَكُنْتُمْ خَيْرَ مَنْ اَنْتُمْ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِ' اِلَّا مَنْ عَمِلَ مِثْلَهٗ؟ تُسَبِّحُوْنَ وَتَحْمَدُوْنَ وَتُكَبِّرُوْنَ' خَلْفَ كُلِّ صَلٰوةٍ' ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ. فَاخْتَلَفْنَا بَيْنَنَا' فَقَالَ بَعْضُنَا نُسَبِّحُ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ' وَنَحْمَدُ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ' وَنُكَبِّرُ اَرْبَعًا وَّثَلَاثِيْنَ' فَرَجَعْتُ اِلَيْهِ' فَقَالَ تَقُوْلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ' وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ' وَاللّٰهُ اَكْبَرُ' حَتّٰى يَكُوْنَ مِنْهُنَّ كُلِّهِنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی بکر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از عبیداللہ از سمی از ابوصالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فقراء آئے' انہوں نے کہا: مال دار لوگ اپنے مال کی وجہ سے بلند درجات کو اور دائمی جنت کو لے گئے' وہ اس طرح نماز پڑھتے ہیں جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں اور اس طرح روزے رکھتے ہیں جس طرح ہم روزے رکھتے ہیں اور مال کی وجہ سے ان کی زائد عبادت یہ ہے کہ وہ حج کرتے ہیں اور عمرہ کرتے ہیں اور جہاد کرتے ہیں اور صدقات دیتے ہیں' آپ نے فرمایا: میں تم کو وہ عمل نہ بتاؤں کہ اگر تم نے وہ عمل کیا تو تم ان کا درجہ پالو گے جنہوں نے تم پر سبقت کی ہے اور تمہارے بعد تمہارے درجہ کو کوئی نہیں پاسکے گا اور تم اپنے زمانہ میں سب سے افضل ہو گے' مگر وہ لوگ جو تمہاری طرح وہ عمل کریں' تم ہر نماز کے بعد تینتیس (۳۳) بار سبحان اللہ اور الحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھو' پھر ہمارے درمیان اختلاف ہوا' ہم نے کہا: ہم تینتیس' تینتیس مرتبہ سبحان اللہ اور الحمد للہ کہیں

ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ. [طرف الحدیث:۶۳۲۹]

گے اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر کہیں گے' پھر میں نے ان کی طرف رجوع کیا تو انہوں نے کہا: تم سبحان اللہ' الحمد للہ اور اللہ اکبر' ان میں سے ہر ایک کو تینتیس بار پڑھو۔

(صحیح مسلم:۵۹۵' الرقم المسلسل:۱۳۲۲' سنن ابوداؤد:۱۵۰۴' سنن ابن ماجہ:۹۲۷' صحیح ابن حبان:۲۰۱۵' صحیح ابن خزیمہ:۷۴۹' سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۸۶' شرح السنۃ:۷۱۷' مسند الحمیدی:۹۳۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۲۴۴' المنتقی:۱۹۰' مسند ابویعلیٰ:۵۸۷۴' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۸ طبع قدیم' مسند احمد:۷۲۴۳۔ ج ۱۲ ص ۱۸۶' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:۶۳۳۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۷ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن ابی بکر بن علی بن عطاء بن مقدم ابوعبداللہ المقدمی البصری (۲) معتمر بن سلیمان بن طرخان البصری (۳) عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب المدنی (۴) سمی مولیٰ ابوبکر بن عبد الرحمٰن (۵) ابوصالح ذکوان الزیات المدنی (۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۸۳)

اس حدیث میں ''اھل الدثور'' کا لفظ ہے۔ ''دثور''، ''دثر'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: مالِ کثیر۔

فقیر صابر اور غنی شاکر میں کون افضل ہے؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ کی اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جب غنی اور فقیر کے فرائض برابر ہوں تو غنی نے جو صدقات کیے' مسافروں کی مدد کی اور قیدیوں کو چھڑایا اور جہاد کیا اور دیگر ایسے کام کیے جن پر فقراء کو قدرت نہیں تھی تو ان کاموں کی وجہ سے اغنیاء کو فقراء پر فضیلت حاصل ہو گئی۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۲۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے ساتھ ایک مشہور مسئلہ متعلق ہے کہ غنی شاکر اور فقیر صابر ان دونوں میں سے کون افضل ہے؟ جمہور صوفیاء فقیر صابر کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ فقیر صابر اپنے نفس پر ایسی مشقت برداشت کرتا ہے جو غنی نہیں کرتا' لہٰذا وہ غنی شاکر سے افضل ہے' اور اس مسئلہ میں احادیث متعارض ہیں' اور میرے نزدیک وہ حال افضل ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے اختیار کیا ہے اور وہ ایسا فقر ہے جس میں ذلت نہ ہو اور اس مسئلہ میں تمہارے لیے یہ حدیث کافی ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: بے شک فقراء مہاجرین اغنیاء سے پانچ سو سال کی مقدار پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ (سنن ترمذی:۲۳۵۸' سنن ابن ماجہ:۴۱۲۳' حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۹۹' کنز العمال:۱۶۶۲۰)

اگر اس کی تفصیل ثواب کی زیادتی سے کی جائے کہ جو عبادات مالیہ فقراء نہیں کر سکتے' اغنیاء وہ عبادات کر لیتے ہیں' تو اس اعتبار سے اغنیاء افضل ہیں اور اگر اس کی تفصیل میں یہ کہا جائے کہ فقراء کو نفس کی ریاضت حاصل ہوتی ہے تو اس لحاظ سے فقراء افضل ہیں۔

نیز حدیث میں ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فقراء کو تسبیحات مذکورہ بتائیں تو پھر فقراء دوبارہ آپ کے پاس آئے اور کہا کہ اغنیاء اور مال داروں کو جب یہ علم ہوا کہ ہم یہ تسبیحات پڑھ رہے ہیں تو انہوں نے بھی یہ تسبیحات پڑھنی شروع کر دیں (اور وہ اپنی مالی عبادات کے ذریعہ پھر ہم سے بڑھ گئے) تو آپ نے فرمایا: یہ اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہے عطا کر دے)۔ (صحیح مسلم:۵۹۵)

اس سے معلوم ہوا کہ انسان ثواب کا مستحق نہ اذکار سے ہوتا ہے نہ مالی عبادات سے ثواب کا مستحق ہوتا ہے' انسان صرف اللہ

تعالیٰ کے فضل سے ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٩٠-١٨٩' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

منقول ہے کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ فقیر صابر اور غنی شاکر میں کون افضل ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: افضل صرف فقیر شاکر ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ٤ ص ٢٢٩' مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ١٢٤٨۔ ج ٢ ص ٢٠١ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے: غنی اور فقیر۔

٨٤٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ وَرَّادٍ، كَاتِبِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ اَمْلٰى عَلَيَّ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، فِي كِتَابٍ اِلٰى مُعَاوِيَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ مَّكْتُوبَةٍ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ. وَقَالَ شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ، بِهٰذَا. عَنِ الْحَكَمِ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُخَيْمِرَةَ، عَنْ وَرَّادٍ، بِهٰذَا. وَقَالَ الْحَسَنُ اَلْجَدُّ غِنًى. [اطراف الحدیث: ١٤٧٧-٢٤٠٨-٥٩٧٥-٦٣٣٠-٦٤٧٣-٦٦١٥-٧٢٩٢]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبدالملک بن عمیر از ورّاد کاتب المغیرہ بن شعبہ' انہوں نے کہا کہ حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے حضرت معاویہ کی طرف خط لکھوایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ ذکر کرتے تھے: (ترجمہ:) اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے' اسی کی سلطنت ہے اور اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے' اے اللہ! جو چیز تو عطا کرے اسے کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جس چیز کو تو روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں ہے اور کسی کوشش کرنے والے کی کوشش تیرے مقابلہ میں نفع نہیں دے گی' اور شعبہ نے اس حدیث کو عبدالملک سے روایت کیا ہے' الحسن نے کہا: "جد" کا معنی غنی ہے' الحکم نے اس کو از القاسم بن مخیمرہ از ورّاد روایت کیا ہے۔

(صحیح مسلم: ٥٩٣' الرقم المسلسل: ١٣١٤' سنن ابوداؤد: ١٥٠٥' سنن نسائی: ١٣٤٠' مصنف عبد الرزاق: ٣٢٢٤' المعجم الکبیر: ٩٢٤۔ ج ٢٠' کتاب الدعاء: ٦٩٤' مسند احمد ج ٤ ص ٢٤٥ طبع قدیم' مسند احمد: ١٨١٣٩۔ ج ٣٠ ص ٧٠' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ٦٤٠٥)

حدیث مذکور کے رجال

(١) محمد بن یوسف الفریابی (٢) سفیان ثوری (٣) عبدالملک بن عمیر (٤) ورّاد (٥) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٩٠)

نماز کے بعد اذکار پڑھنے کا مستحب ہونا

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نمازوں کے بعد یہ ذکر کرنا مستحب ہے کیونکہ اس میں توحید کے الفاظ ہیں اور دینے' روکنے اور تمام قدرت کے افعال اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٩٣)

میں کہتا ہوں کہ احادیث صحیحہ میں مزید اذکار کا ذکر ہے:

کعب بن عجرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز کے بعد پڑھے جانے والے کچھ اذکار ہیں' ان کو پڑھنے والا ناکام اور نامراد نہیں ہوتا' ہر نماز کے بعد تینتیس مرتبہ سبحان اللہ کہے اور تینتیس مرتبہ الحمد للہ کہے اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر کہے۔

(صحیح مسلم: ۵۹۶'سنن ترمذی: ۳۴۱۲'سنن نسائی: ۱۳۴۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے صبح کی نماز کے بعد سو مرتبہ سبحان اللہ کہا اور سو مرتبہ لا الہ الا اللہ کہا' اس کے گناہوں کو بخش دیا جائے گا خواہ اس کے گناہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ (سنن نسائی: ۱۳۵۰)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی کو پڑھا' اس کو موت کے سوا کوئی چیز جنت میں داخل ہونے سے مانع نہیں ہے۔ (عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۱۰۰'موسسۃ الکتب الثقافیہ' بیروت' ۱۴۰۸ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۲۳۹۔ ج ۲ ص ۱۹۹ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۵۶ - بَابٌ يَّسْتَقْبِلُ الْإِمَامُ النَّاسَ إِذَا سَلَّمَ

امام جب سلام پھیرے تو لوگوں کی طرف منہ کر کے بیٹھے

۸۴۵ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ' عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى صَلٰوةً أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ. [اطراف الحدیث: ۱۱۴۳۔ ۱۳۸۶۔ ۲۰۸۵۔ ۲۷۹۱۔ ۳۲۳۶۔ ۳۳۵۴۔ ۴۶۷۴۔ ۶۰۹۶۔ ۷۰۴۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو رجاء نے حدیث بیان کی از سمرہ بن جندب' انہوں نے بیان کیا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ لیتے تو ہماری طرف منہ کر کے بیٹھتے۔

(صحیح مسلم: ۲۲۷۵'الرقم المسلسل: ۵۸۲۷'سنن ترمذی: ۲۲۹۴)

اس حدیث کے چار رجال ہیں' ان کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ لیتے تو اپنے چہرے کو ہماری طرف متوجہ کرتے۔

نماز کے بعد لوگوں کی طرف منہ کرنے کی حکمت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف اس لیے منہ کرتے تھے کہ لوگوں کو آپ سے مسائل پوچھنے کی ضرورت ہوتی تھی' نیز آپ قبلہ سے منہ پھیر کر بیٹھ جاتے تاکہ کوئی نیا آنے والا یہ نہ گمان کرے کہ آپ نماز کے تشہد میں بیٹھے ہیں۔

علامہ ابن بطال نے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابراہیم النخعی بھی اسی طرح کرتے تھے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۴۵۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵۸۲۰۔ ج ۶ ص ۶۵۷ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۸۴۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ' عَنْ مَالِكٍ' عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ' عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّهٗ قَالَ صَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ' عَلٰى إِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلَةِ' فَلَمَّا انْصَرَفَ' أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از مالک از صالح بن کیسان از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود از زید بن خالد جہنی' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں ہمیں صبح کی نماز پڑھائی' اس وقت رات کی بارش کے آسمان پر آثار تھے' نماز سے فارغ ہو کر آپ لوگوں کی طرف منہ کر کے بیٹھے' پھر آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ

مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ اَعْلَمُ، قَالَ اَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَ كَافِرٌ، فَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهِ، فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِي، وَكَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ، وَاَمَّا مَنْ قَالَ بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا، فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِي وَ مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ.

[اطراف الحدیث: ۱۰۳۸-۴۱۴۷-۷۵۰۳]

تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں' آپ نے فرمایا: اللہ ارشاد فرماتا ہے: میرے کچھ بندے صبح کو ایمان لانے والے ہوئے اور کچھ بندے کافر ہوئے' جنہوں نے کہا: اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی وہ مجھ پر ایمان لانے والے ہیں اور ستاروں کا کفر کرنے والے ہیں اور جنہوں نے کہا: فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے وہ میرا کفر کرنے والے ہیں اور ستاروں پر ایمان لانے والے ہیں۔

(صحیح مسلم: ۷۱' الرقم المسلسل: ۲۲۷' سنن ابوداؤد: ۳۹۰۶' سنن نسائی: ۱۵۲۶' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۷۶۱' عمل الیوم واللیلۃ: ۹۲۵' صحیح ابن حبان: ۱۸۸' سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۵۷' شرح السنۃ: ۱۱۶۹' مسند احمد ج ۴ ص ۱۱۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۰۶۱-ج ۲۸ ص ۲۹' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۸۰۱' مکتبۃ الرشد' ریاض)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے سوال کیا کہ تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ اس سے معلوم ہوا کہ امام اور سربراہ مملکت کا عوام سے سوال کرنا جائز ہے تاکہ وہ سوال کے جواب میں غور کریں' نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ظہور کے لیے اسباب بنائے اور ان اسباب کی طرف ان چیزوں کی نسبت کرنی جائز ہے' لیکن حقیقت میں ہر چیز کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔

محکمہ موسمیات کا بارش کی پیشگی اطلاع دینے کا حکم

محکمہ موسمیات والے برسانے والی ہواؤں کا رخ دیکھ کر پہلے سے بتا دیتے ہیں کہ فلاں دن فلاں علاقہ میں بارش ہوگی یا نہیں ہوگی یا فلاں دن مطلع ابر آلود ہوگا یا دھوپ نکلے گی' ان کے پاس ایسے آلات ہوتے ہیں جن سے وہ ہواؤں کا اور بادلوں کا رخ جان لیتے ہیں اور اکثر و بیشتر ان کی اطلاع صحیح ہوتی ہے' لیکن وہ صرف علامات سے پیشگی خبر دیتے ہیں اور ان علامات کو حقیقی سبب نہیں قرار دیتے' اس لیے اُن کا خبر دینا جائز ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۹-ج ۱ ص ۵۲۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) ستاروں کے مؤثر ہونے کا قرآن مجید سے ابطال (۲) کواکب سیارگان اور بروج کا بیان (۳) ستارہ پرستوں کا نظریہ (۴) اسباب کی تاثیر کا بیان۔

۸۴۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ سَمِعَ يَزِيدَ قَالَ اَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ اَنَسٍ قَالَ اَخَّرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ ذَاتَ لَيْلَةٍ اِلٰى شَطْرِ اللَّيْلِ، ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا، فَلَمَّا صَلّٰى اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ، فَقَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے یزید سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے خبر دی از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عشاء کی نماز آدھی رات تک مؤخر کر دی' پھر ہمارے

إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا وَرَقَدُوْا، وَإِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوْا فِيْ صَلٰوةٍ مَا انْتَظَرْتُمُ الصَّلٰوةَ.

پاس تشریف لائے' پس جب نماز پڑھالی تو ہماری طرف منہ کر کے فرمایا: بے شک لوگوں نے نماز پڑھ لی اور سو گئے اور تم اس وقت تک نماز میں رہے جب تک تم نماز کا انتظار کرتے رہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۷۲ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: عشاء کی نماز کا وقت آدھی رات تک ہے۔

۱۵۷ - بَابُ مُكْثِ الْإِمَامِ فِيْ مُصَلَّاهُ بَعْدَ السَّلَامِ

امام کا سلام پھیرنے کے بعد اپنے مصلیٰ پر ٹھہرنا

۸۴۸ - وَقَالَ لَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّيْ فِيْ مَكَانِهِ الَّذِيْ صَلّٰى فِيْهِ الْفَرِيْضَةَ . وَفَعَلَهُ الْقَاسِمُ . وَيُذْكَرُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ لَا يَتَطَوَّعُ الْإِمَامُ فِيْ مَكَانِهِ . وَلَمْ يَصِحَّ.

(سنن ابوداؤد: ۱۰۰۶' سنن ابن ماجہ: ۱۴۲۷)

امام بخاری ذکر کرتے ہیں: ہم سے آدم نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر اسی جگہ نماز پڑھتے تھے جہاں انہوں نے فرض نماز پڑھائی تھی ۔ قاسم نے بھی اسی طرح کیا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ امام اپنی جگہ میں نوافل نہ پڑھے اور اس حدیث کی سند صحیح نہیں ہے۔

سلام پھیرنے کے بعد امام کا اپنی جگہ بیٹھے رہنے میں فقہاء کا اختلاف

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جمہور علماء کا یہ مذہب ہے کہ امام نے جس جگہ فرض نماز پڑھائی ہے وہاں پر نفل نہ پڑھے۔

امام ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت علی نے فرمایا: امام اس وقت تک نفل نہ پڑھے حتیٰ کہ اپنی جگہ سے منتقل ہو جائے یا فرض اور نفل کے درمیان کوئی کلام کر کے فصل کر دے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۰۷۶' مجلس علمی' بیروت)

حضرت ابن عمر نے اس فعل کو امام کے لیے مکروہ کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ غیر امام کے لیے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۰۷۶' مجلس علمی' بیروت)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: امام کے لیے یہ مکروہ ہے کہ وہ اسی جگہ نفل پڑھے جہاں اس نے فرض پڑھے ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۰۷۸' مجلس علمی' بیروت)

بعض آثار میں اس کی رخصت بھی دی گئی ہے:

عبیداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے قاسم اور سالم کو دیکھا کہ وہ فرض نماز پڑھاتے' پھر اسی جگہ نفل پڑھتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۰۷۲' مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ)

رہا امام کا سلام پھیرنے کے بعد اپنے مصلیٰ پر ٹھہرنا تو اس کو اکثر علماء نے مکروہ کہا ہے' یہ اس صورت میں ہے جب وہ امام مقرر ہو' لیکن اگر کوئی سبب ہو تو پھر امام کا اپنے مصلیٰ پر ٹھہرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مصلیٰ پر اس لیے ٹھہرے کہ مردوں سے پہلے عورتیں گزر جائیں۔

یہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا مذہب ہے اور امام مالک نے کہا ہے: جب کہ وہ مسجد میں نماز باجماعت کا امام ہو تو وہ مصلیٰ پر کھڑا ہو جائے اور نماز کے لیے نہ بیٹھے اور اگر وہ سفر میں امام ہو تو چاہے تو کھڑا ہو اور چاہے تو بیٹھ جائے۔

امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ ہر وہ نماز جس کے بعد نفل ہوں تو امام نفل پڑھنے کے لیے کھڑا ہو جائے اور جس نماز کے بعد نفل نہ ہوں جیسے عصر اور فجر کی نماز ہے تو اگر وہ چاہے تو کھڑا ہو اور چاہے تو بیٹھ جائے۔

امام محمد نے کہا ہے کہ وہ تمام نمازوں میں اپنی جگہ سے منتقل ہو جائے تا کہ مقتدی کو یقین ہو جائے کہ اب امام کی نماز سے کوئی سجدہ سہو وغیرہ باقی نہیں ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن مسعود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے تو صرف اتنی مقدار ٹھہرتے جتنی مقدار میں آپ اتنی دعا پڑھتے: ''اللهم انت السلام ومنك السلام تباركت يا ذالجلال والاكرام''۔

نیز حضرت ابن مسعود نے کہا: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ لیتے تو یا تو کھڑے رہتے یا مڑ جاتے۔

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا: سلام پھیرنے کے بعد امام کا بیٹھا رہنا بدعت ہے۔

فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ جب امام سلام پھیر دے تو نمازیوں کو اس کے کھڑے ہونے سے پہلے کھڑا ہونا جائز ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تک امام نماز سے فارغ ہو کر نہ کھڑا ہو نہ مڑے اور تم کو جانے کی ضرورت ہو تو چلے جاؤ اور امام کو اس کے حال پر چھوڑ دو' تمہاری نماز پوری ہو چکی ہے۔ (شرح ابن بطال ج ٢ ص ٥٣١-٥٣٠' دار الکتب العلمیہ' ١٤٢٤ھ)

٨٤٩ - حَدَّثَنَا اَبُوْ الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ' عَنْ هِنْدٍ بِنْتِ الْحَارِثِ' عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا سَلَّمَ' يَمْكُثُ فِيْ مَكَانِهٖ يَسِيْرًا. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَنُرٰى وَاللّٰهُ اَعْلَمُ لِكَيْ يَنْفُذَ مَنْ يَّنْصَرِفُ مِنَ النِّسَاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از ھند بنت الحارث از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرتے تو اپنی جگہ پر تھوڑی دیر ٹھہرتے۔ ابن شہاب نے کہا: ہماری رائے یہ ہے واللہ اعلم (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا اس لیے کرتے تھے) تا کہ نماز سے فارغ ہونے والی عورتیں گزر جائیں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٨٣٧ کا مطالعہ کریں۔

٨٥٠ - وَقَالَ ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ اَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ اَخْبَرَنِيْ جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ اَنَّ ابْنَ شِهَابٍ كَتَبَ اِلَيْهِ قَالَ حَدَّثَتْنِيْ هِنْدُ بِنْتُ الْحَارِثِ الْفِرَاسِيَّةُ' عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ' زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' وَكَانَتْ مِنْ صَوَاحِبَاتِهَا' قَالَتْ كَانَ يُسَلِّمُ' فَيَنْصَرِفُ النِّسَاءُ' فَيَدْخُلْنَ بُيُوْتَهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّنْصَرِفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور ابن ابی مریم نے کہا: ہمیں نافع بن یزید نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے خبر دی کہ ابن شہاب نے ان کی طرف لکھا: مجھے ھند بنت الحارث الفراسیہ نے خبر دی از حضرت ام سلمہ' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ اور وہ ان کی سہیلیوں میں سے تھیں' انہوں نے بیان کیا کہ آپ سلام پھیرتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مڑنے سے پہلے عورتیں نماز سے مڑ کر اپنے گھروں میں داخل ہو جاتیں۔

وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ' عَنْ يُوْنُسَ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَخْبَرَتْنِيْ هِنْدُ الْفِرَاسِيَّةُ.

اور ابن وہب نے کہا: از یونس از شہاب مجھے ھند الفراسیہ نے خبر دی۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عورتیں جب نماز کا سلام پھیرتیں تو کھڑی ہو جاتیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جو مرد آپ کے ساتھ نماز پڑھتے، جتنی دیر اللہ چاہتا ٹھہرے رہتے، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے تو وہ لوگ بھی کھڑے ہو جاتے۔ (سنن نسائی: ۱۳۲۹، سنن ابوداؤد: ۱۰۴۰، سنن ابن ماجہ: ۹۳۲)

وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَتْنِيْ هِنْدُ الْفِرَاسِيَّةُ.

اور عثمان بن عمر نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری کہ مجھے ھند الفراسیہ نے خبر دی۔

اس تعلیق کی اصل عنقریب، صحیح البخاری: ۸۶۴ میں آ رہی ہے۔

وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ اَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ اَنَّ هِنْدَ بِنْتَ الْحَارِثِ الْقُرَشِيَّةَ اَخْبَرَتْهُ، وَكَانَتْ تَحْتَ مَعْبَدِ بْنِ الْمِقْدَادِ، وَهُوَ حَلِيْفُ بَنِيْ زُهْرَةَ، وَكَانَتْ تَدْخُلُ عَلٰى اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور الزبیدی نے کہا: مجھے الزہری نے خبر دی کہ ھند بنت الحارث القرشیہ نے خبر دی اور وہ معبد بن المقداد کے نکاح میں تھیں اور وہ بنو الزہرہ کے حلیف تھے اور ھند، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتی رہتی تھیں۔

اس تعلیق کی اصل یہ ہے کہ عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں حاضر ہوتی تھیں، پس جب آپ سلام پھیرتے تو مردوں کے کھڑے ہونے سے پہلے عورتیں کھڑی ہو جاتیں اور اپنے گھروں کو چلی جاتیں۔

اس حدیث کو امام طبرانی نے مسند الشامیین میں روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۰۲)

وَقَالَ شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَتْنِيْ هِنْدُ الْقُرَشِيَّةُ. وَقَالَ ابْنُ اَبِيْ عَتِيْقٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ هِنْدِ الْفِرَاسِيَّةِ.

اور شعیب نے کہا از الزہری: مجھے ھند القرشیہ نے حدیث بیان کی، اور ابن ابی عتیق نے کہا از الزہری از ھند الفراسیہ۔

اس تعلیق کا محمد بن یحییٰ نے الزہریات میں ذکر کیا ہے۔

وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَهُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ امْرَاَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ حَدَّثَتْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور لیث نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی، ان کو حدیث بیان کی از ابن شہاب از خاتون قریش، انہوں نے ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کی۔

یہ حدیث متصل نہیں ہے کیونکہ ھند بنت الحارث تابعیہ ہیں، صحابیہ نہیں ہیں۔ اس میں خاتون قریش سے مراد ھند بنت الحارث ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۰۳)

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۸۳۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۵۸ - بَابُ مَنْ صَلّٰى بِالنَّاسِ، فَذَكَرَ حَاجَةً فَتَخَطَّاهُمْ

جس شخص نے لوگوں کو نماز پڑھائی، پھر اسے کوئی کام یاد آیا تو وہ لوگوں کو پھلانگتا ہوا چلا گیا

یعنی اس سے پہلے باب میں جو بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کے بعد اپنے مصلیٰ پر بیٹھے رہتے تھے، وہ اس وقت تھا جب آپ کو کوئی کام درپیش نہ ہو اور جب آپ کو کوئی کام یاد آتا تو آپ اٹھ کر چلے جاتے۔

۸۵۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ اَبِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ بن یونس نے حدیث بیان کی از

مُلَيْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ الْعَصْرَ، فَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ مُسْرِعًا، فَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ، إِلَى بَعْضِ حُجَرِ نِسَائِهِ، فَفَزِعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهِ، فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ، فَرَأَى أَنَّهُمْ عَجِبُوا مِنْ سُرْعَتِهِ، فَقَالَ ذَكَرْتُ شَيْئًا مِنْ تِبْرٍ عِنْدَنَا، فَكَرِهْتُ أَنْ يَحْبِسَنِي، فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ.

[اطراف الحدیث:۱۲۲۱-۱۴۳۰-۶۲۷۵] (سنن نسائی:۱۳۶۴، سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۴۹، الاحاد والمثانی:۷۷۴، المعجم الکبیر:۹۷۹-ج ۱۷، مسند احمد ج ۴ ص ۷-۸ طبع قدیم، مسند احمد:۱۶۱۵۱-ج ۲۶ ص ۷۲-۷۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

عمر بن سعید انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی ملیکہ نے خبر دی از حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے عصر کی نماز پڑھی پس آپ نے سلام پھیرا پھر آپ جلدی سے اٹھے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے اپنی ازواج مطہرات کے کسی حجرہ کی طرف چلے گئے لوگ آپ کی جلدی کی وجہ سے گھبرا گئے پس آپ لوگوں کے پاس آئے تو دیکھا کہ وہ آپ کے جلدی جانے کی وجہ سے تعجب کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا: مجھے یاد آیا کہ ہمارے پاس کچھ سونا ہے پس مجھے ناپسند ہوا کہ وہ سونا مجھے روکے رکھے سو میں نے اس کو تقسیم کرنے کا حکم دیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن عبید بن میمون یہ محمد بن عباد قرشی کے نام سے مشہور ہیں (۲) عیسیٰ بن یونس بن ابی اسحاق السبیعی یہ ایک سال حج کرتے تھے اور ایک سال جہاد کرتے تھے۔ یہ ۱۸۷ھ میں شام کی سرحد کے قریب حدث نامی شہر میں فوت ہوئے (۳) عمر بن سعید بن ابی حسین مکی (۴) عبداللہ بن ابی ملیکہ (۵) حضرت عقبہ بن الحارث النوفلی رضی اللہ عنہ ان کی کنیت ابوسروعہ ہے یہ فتح مکہ سے پہلے اسلام لے آئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۰۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مالِ دنیا سے بے رغبتی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کام کی وجہ سے جلدی میں لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر گئے تھے اس سے معلوم ہوا کہ کسی ایسی ضرورت کی وجہ سے جس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو نمازی لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر جا سکتا ہے جیسے آدمی کی اچانک نکسیر پھوٹ جائے یا اس کو قضاء حاجت کی شدید ضرورت ہو۔

آپ کو نماز میں سونے کا ٹکڑا یاد آیا اور آپ نے اس کو لوگوں میں تقسیم کرنا چاہا اور یہ عبادت ہے پس معلوم ہوا کہ نماز میں کسی عبادت کے متعلق غور و فکر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا: مجھے ناپسند ہوا کہ وہ سونا مجھے روکے رکھے یعنی آخرت میں علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ صدقہ کرنے میں تاخیر صدقہ کرنے والے کو آخرت میں روک لیتی ہے علامہ عینی نے کہا ہے: جو شخص زکوٰۃ ادا کرنے میں تاخیر کرے یا مسلمانوں کے صدقہ کو ادا کرنے میں تاخیر کرے یا وصیت پوری کرنے میں تاخیر کرے تو یہ خدشہ ہے کہ یہ تاخیر قیامت کے دن اس کو دخولِ جنت سے روک لے گی یعنی وہ جلدی جنت میں نہیں جا سکے گا۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ اپنے پاس کچھ مال نہیں رکھتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۰۴، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۵۹ - بَابُ الْاِنْفِتَالِ وَالْاِنْصِرَافِ عَنِ الْيَمِينِ وَالشِّمَالِ

نماز سے فارغ ہونے کے بعد دائیں طرف اور بائیں طرف مڑ کر بیٹھنا

یعنی نماز پڑھانے کے بعد امام پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ کسی ایک جانب مڑ کر بیٹھے' وہ دائیں طرف بھی مڑ کر بیٹھ سکتا ہے اور بائیں طرف بھی۔

وَكَانَ أَنَسٌ يَنْفَتِلُ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ، وَيَعِيبُ عَلَى مَنْ يَتَوَخَّى، أَوْ مَنْ يَعْمِدُ الْإِنْفِتَالَ عَنْ يَمِينِهِ.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ دائیں طرف بھی مڑ کر بیٹھتے تھے اور بائیں طرف بھی اور اس کی مذمت کرتے تھے جو دائیں طرف مڑ کر ہی بیٹھنے کا قصد کرے۔

(اس تعلیق کی اصل امام مسدد کی مسند کبیر میں ہے۔ عمدۃ القاری ج ٦ ص ٢٠٥)

تاہم اس تعلیق کی تائید میں درج ذیل احادیث اور آثار ہیں:

سلام پھیرنے کے بعد دائیں اور بائیں جانب مڑ کر بیٹھنے کے متعلق احادیث اور آثار

اسود بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: تم میں سے کوئی شخص شیطان کے لیے اپنی طرف سے حصہ نہ بنائے اور وہ یہ اعتقاد کرے کہ اس پر واجب ہے کہ وہ صرف دائیں طرف مڑ کر بیٹھے' کیونکہ میں نے اکثر مرتبہ دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بائیں طرف مڑ کر بیٹھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۲۵' مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۰۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

قبیصہ بن حلب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو انہوں نے دیکھا کہ آپ دونوں طرف مڑ کر بیٹھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۲۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۰۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مڑ کر دائیں طرف بیٹھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۲۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا: جب تم اپنی نماز ادا کر لو اور اپنی ضرورت پوری کرنا چاہو تو تمہاری حاجت دائیں جانب ہو یا بائیں جانب ہو' اسی جانب مڑ جاؤ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۲۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۱۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

غزوان بن جریر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب سلام پھیرتے تو اس کی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ دائیں طرف مڑیں یا بائیں طرف۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۲۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۱۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ناجیہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جو بائیں طرف مڑ کر بیٹھا تو انہوں نے کہا: اس شخص نے سنت کو پالیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۳۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۱۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابراہیم النخعی نے کہا: تم جس طرف مڑ کر بیٹھنا چاہو' مڑ کر بیٹھ جاؤ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۳۴' مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۱۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

۸۵۲- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَا يَجْعَلَنَّ أَحَدُكُمْ لِلشَّيْطَانِ شَيْئًا مِّنْ صَلَاتِهِ، يَرٰى أَنَّ حَقًّا عَلَيْهِ أَنْ لَّا يَنْصَرِفَ إِلَّا عَنْ يَمِينِهِ، لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثِيرًا يَنْصَرِفُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سلیمان از عمارہ بن عمیر از الاسود' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں شیطان کا کوئی حصہ نہ بنائے کہ وہ یہ اعتقاد کرے کہ اس پر واجب ہے کہ وہ

عَنْ يَسَارِهٖ.

صرف دائیں طرف مڑ کر بیٹھے' کیونکہ میں نے بہت دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بائیں طرف مڑے ہوئے دیکھا ہے۔

(صحیح مسلم: ۷۰۷' الرقم المسلسل: ۱۶۰۹' سنن ابوداود: ۱۰۴۲' سنن نسائی: ۱۳۵۹' سنن ابن ماجہ: ۹۳۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۰۵-۳۰۴' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۲۸۳' مسند ابویعلیٰ: ۵۱۷۴' صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۱۴' المعجم الکبیر: ۱۰۱۶۱' شرح السنۃ: ۷۰۲' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۶۳۱-ج ۶ ص ۱۳۶' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۱۳۲' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۷ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالولید ہشام بن عبد الملک (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) سلیمان الاعمش (۴) عمارہ بن عمیر (۵) الاسود بن یزید النخعی (۶) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۰۶)

ایک تعارض کا جواب اور احکام شرعیہ میں ترمیم کرنے کی مذمت

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس حدیث کے معارض ایک حدیث ہے:

سُدی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: جب میں نماز پڑھ کر مڑوں تو دائیں طرف مڑوں یا بائیں طرف مڑوں؟ حضرت انس نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اکثر دائیں طرف مڑتے ہوئے دیکھا ہے۔

(صحیح مسلم: ۷۰۸' الرقم المسلسل: ۱۶۲۵)

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت ابن مسعود نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اکثر بائیں طرف مڑتے ہوئے بھی دیکھا ہے اور حضرت انس نے کہا: میں نے آپ کو اکثر دائیں طرف مڑتے ہوئے دیکھا ہے' اور اکثر تو ایک ہی فعل ہوگا' اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں طرف مڑتے تھے' جس نے آپ کو جس طرف مڑتے ہوئے دیکھا' اس نے اسی کی روایت کر دی۔

اس حدیث سے یہ ضابطہ معلوم ہوا کہ ہر حکم شرعی کو اپنے محل میں رکھنا چاہیے اور اپنی طرف سے کسی حکم شرعی میں ترمیم کرنا شیطان کی اتباع اور گمراہی ہے' اس لیے کسی سنت یا مستحب کو اپنی طرف سے واجب نہیں کہنا چاہیے اور نہ کسی مکروہ کو حرام کہنا چاہیے' ہم احکامِ شرعیہ کے مبلغ ہیں شارع نہیں ہیں' بعض لوگ اپنے تقویٰ کے اظہار کے لیے سنن اور مستحبات کو واجب کا درجہ دیتے ہیں اور مکروہات کو حرام کا درجہ دیتے ہیں' ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ اپنی حفظ وامان میں رکھے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۵۳۵-ج ۲ ص ۴۱۷ پر ہے' اس کی شرح میں یہ عنوان ہیں: تطبیق' فرق مراتب قائم رکھنا۔

١٦٠ - بَابُ مَا جَاءَ فِي الثُّوْمِ النَّيِّءِ وَالْبَصَلِ وَالْكُرَّاثِ وَقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَكَلَ الثُّوْمَ أَوِ الْبَصَلَ مِنَ الْجُوْعِ أَوْ غَيْرِهٖ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا

کچے لہسن' پیاز اور گندنا کے متعلق جو احادیث وارد ہیں' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ جس نے بھوک یا بغیر بھوک کے لہسن یا پیاز کھایا' وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے

اس عنوان میں "کُرَّاث" کا لفظ ہے' اس سے مراد ہے ایسی سبزی جس میں بدبو ہو' اس کا معنی گندنا ہے' اس سلسلہ میں احادیث کا خلاصہ

یہ ہے کہ کوئی شخص بدبودار چیز کھا کر یا پی کر مسجد میں نہ آئے کیونکہ اس سے فرشتوں اور نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے' بیڑی' سگریٹ' حقہ اور نسوار وغیرہ بھی اس ممانعت میں داخل ہیں' تاہم کچا لہسن اور پیاز کھانا ان اوقات میں جائز ہے جن اوقات میں مسجد میں نہ جانا ہو اور بیڑی' سگریٹ اور حقہ وغیرہ کا پینا صحت کے لیے مضر ہیں' اس لیے یہ ہر حال میں مکروہ ہیں' یہ ایسا زہر ہے جو بہ تدریج صحت کو نقصان پہنچاتا ہے۔

٨٥٣- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ غَزْوَةِ خَيْبَرَ مَنْ اَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ يَعْنِي الثُّوْمَ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر میں فرمایا: جس نے اس درخت سے کھایا یعنی لہسن سو وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔

[اطراف الحدیث: ٤٢١٥_٤٢١٧_٤٢١٨_٥٥٢١_٥٥٢٢] (صحیح مسلم: ٥٦١' الرقم المسلسل: ١٢٢٦' سنن ابوداؤد: ٣٨٢٥' سنن ابن ماجہ: ١٠١٦' مصنف ابن ابی شیبہ ج٨ ص٢٦٦' سنن بیہقی ج٣ ص٧٥' صحیح ابن خزیمہ: ١٦٦١' صحیح ابن حبان: ٢٠٨٨' مسند احمد ج٢ ص١٣ طبع قدیم' مسند احمد: ٤٧١٩_ ج٨ ص٢٣٦' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

٨٥٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ يُرِيْدُ الثُّوْمَ فَلَا يَغْشَانَا فِيْ مَسَاجِدِنَا. قُلْتُ مَا يَعْنِيْ بِهٖ؟ قَالَ مَا اُرَاهُ يَعْنِيْ اِلَّا نِيْئَهٗ . وَقَالَ مَخْلَدُ بْنُ يَزِيْدَ' عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ اِلَّا نَتْنَهٗ. [اطراف الحدیث: ٨٥٥_ ٥٤٥٢_ ٧٣٥٩]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اس درخت سے کھایا' آپ کی مراد لہسن تھا' وہ ہماری مساجد کو نہ ڈھانپے۔ عطاء نے کہا: میں نے پوچھا: اس سے آپ کی کیا مراد تھی؟ حضرت جابر نے کہا: میرا صرف یہ گمان ہے کہ آپ کی مراد کچا لہسن تھی' اور مخلد بن یزید نے کہا از ابن جریج: صرف اس کی بدبو۔

(صحیح مسلم: ٥٦٤' الرقم المسلسل: ١٢٣٢' سنن ترمذی: ١٨٠٦' سنن نسائی: ٧٠٦' مصنف عبد الرزاق: ١٧٣٦' السنن الکبریٰ: ٧٨٦' صحیح ابن خزیمہ: ١٦٦٥' صحیح ابن حبان: ١٦٤٤' سنن بیہقی ج٣ ص٧٦' مصنف ابن ابی شیبہ ج٢ ص٥١٠' مسند ابویعلیٰ: ١٨٨٩' مسند احمد ج٣ ص٣٨٠ طبع قدیم' مسند احمد: ١٥٠٦٩_ ج٢٣ ص٣٠٢' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ١٠٣٠)

٨٥٥- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ' عَنْ يُوْنُسَ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ زَعَمَ عَطَاءٌ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ زَعَمَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَكَلَ ثُوْمًا اَوْ بَصَلًا فَلْيَعْتَزِلْنَا . اَوْ قَالَ فَلْيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا' وَلْيَقْعُدْ فِيْ بَيْتِهٖ . وَاَنَّ النَّبِيَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب' عطاء نے کہا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی نے لہسن یا پیاز کھایا وہ ہم سے دور رہے' یا فرمایا: وہ ہماری مسجد سے دور رہے اور اپنے گھر

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِقِدْرٍ فِيهِ خَضِرَاتٌ مِّنْ بُقُوْلٍ، فَوَجَدَ لَهَا رِيْحًا، فَسَأَلَ فَأُخْبِرَ بِمَا فِيهَا مِنَ الْبُقُوْلِ، فَقَالَ قَرِّبُوْهَا. إِلٰى بَعْضِ أَصْحَابِهِ كَانَ مَعَهُ، فَلَمَّا رَاٰهُ كَرِهَ أَكْلَهَا، قَالَ كُلْ فَإِنِّي أُنَاجِي مَنْ لَا تُنَاجِي. وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ أُتِيَ بِبَدْرٍ قَالَ ابْنُ وَهْبٍ يَعْنِي طَبَقًا فِيهِ خَضِرَاتٌ. وَلَمْ يَذْكُرِ اللَّيْثُ وَأَبُوْ صَفْوَانَ عَنْ يُوْنُسَ قِصَّةَ الْقِدْرِ، فَلَا أَدْرِي هُوَ مِنْ قَوْلِ الزُّهْرِيِّ أَوْ فِي الْحَدِيْثِ.

(سنن ابوداؤد: ۳۸۲۲، سنن ترمذی: ۱۸۰۶، سنن نسائی: ۷۰۶)

میں بیٹھے اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دیگچی لائی گئی جس میں کچھ سبزیاں تھیں، آپ کو ان سے بدبو آئی، آپ نے ان کے متعلق سوال کیا، آپ کو بتایا گیا کہ ان میں فلاں فلاں سبزیاں ہیں، آپ نے فرمایا: ان کو ان بعض اصحاب کے قریب کر دو جو اس وقت آپ کے ساتھ تھے، جب آپ نے ان کو دیکھا تو ان کے کھانے کو ناپسند کیا، آپ نے فرمایا: تم کھاؤ، میں اس سے سرگوشی کرتا ہوں جس سے تم سرگوشی نہیں کرتے، اور احمد بن صالح نے کہا از ابن وہب: آپ کے پاس طباق (تھال) لایا گیا، ابن وہب نے کہا: یعنی آپ کے پاس ایسا تھال لایا گیا جس میں سبزیاں تھیں اور لیث نے اور ابوصفوان از یونس نے دیگچی کا قصہ ذکر نہیں کیا، پس مجھے معلوم نہیں کہ وہ الزہری کا قول ہے یا حدیث میں ہے۔

٨٥٦- حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ أَنَسًا مَا سَمِعْتَ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الثُّوْمِ؟ فَقَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ فَلَا يَقْرَبْنَا. أَوْ لَا يُصَلِّيَنَّ مَعَنَا. [طرف الحدیث: ۵۴۵۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از عبدالعزیز، انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا، آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے لہسن کے متعلق کیا سنا ہے؟ پس انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اس درخت سے کھایا وہ ہمارے قریب نہ آئے، یا فرمایا: ہمارے ساتھ نماز نہ پڑھے۔

بدبو کی وجہ سے لہسن اور پیاز کھا کر مسجد میں جانے کی ممانعت اور اس سلسلہ میں دیگر مسائل

علامہ ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث کی فقہ یہ ہے کہ لہسن کھانا مباح ہے، کیونکہ آپ نے فرمایا: جس نے (کچا) لہسن کھایا وہ ہماری مساجد میں نہ آئے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنا فرض نہیں ہے، برخلاف اہل ظاہر کے، وہ جماعت سے نماز پڑھنے کو فرض کہتے ہیں اور لہسن کھانے کو حرام کہتے ہیں اور متقدمین کی ایک جماعت نے کچا لہسن کھایا ہے، فقہاء کا اس حدیث کی توجیہ میں اختلاف ہے، بعض نے کہا: آپ نے صرف مسجد نبوی میں کچا لہسن کھا کر آنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ وہاں پر وحی لانے والے فرشتے آتے ہیں۔

جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ اس حکم میں مسجد نبوی اور باقی مساجد برابر ہیں اور وحی لانے والے فرشتے اور دوسرے فرشتے برابر ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اس سے بنو آدم کو ایذاء ہوتی ہے اور فرمایا: کچے لہسن کی بو سے ہمیں ایذاء ہوتی ہے اور جو شخص مسلمان کے ساتھ بیٹھا ہوا اس کو ایذاء پہنچانا جائز نہیں ہے۔

ابن وہب نے امام مالک سے روایت کیا ہے: جس آدمی نے جمعہ کے دن (کچا) لہسن کھایا، میری رائے ہے کہ وہ مسجد میں جمعہ کے لیے حاضر نہ ہو اور جس شخص پر جمعہ فرض ہے اس نے (کچا) لہسن کھایا تو اس نے بہت برا کام کیا۔

اس میں یہ دلیل ہے کہ جس شخص سے ایذاء پہنچے جیسے جذامی یا جن کی ناک بہت بہتی ہو یا بہت زیادہ چھینکنے والے یا اس جیسے دیگر

لوگ وہ مسجد سے دور رہیں۔
اس حدیث میں بد بودار سبزیوں کا ذکر ہے یہ سبزیاں مدینہ میں ہوتی تھیں اور اس پر اہل مدینہ کا اجماع ہے کہ ان سبزیوں میں زکوٰۃ واجب نہیں تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سبزیوں سے زکوٰۃ وصول نہیں کی اور اگر آپ نے ان سبزیوں میں زکوٰۃ لی ہوتی تو یہ بات فقہاء سے مخفی نہ رہتی اور یہ بات منقول ہوتی' امام مالک' امام شافعی اور فقہاء کی ایک جماعت کا یہی قول ہے۔
اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص نے کسی کھانے کو اس لیے ترک کر دیا کہ وہ اس کو پسند نہیں تو اس کو ملامت نہیں کی جائے گی' جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے گوہ کو نہیں کھایا تھا۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے گوہ کے کھانے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: میں نہ اس کو کھاتا ہوں نہ اس کو حرام کہتا ہوں۔ (سنن ترمذی: ۱۷۹۰' سنن نسائی: ۴۳۲۵' مسند احمد ج ۲ ص ۹)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تم لوگ کچا لہسن کھا سکتے ہو' اور اپنے نہ کھانے کی وجہ بیان فرمائی: میں اس سے سرگوشی کرتا ہوں جس سے تم سرگوشی نہیں کرتے۔ المہلب نے اس جملہ کی شرح میں کہا: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ فرشتے بنو آدم سے افضل ہیں۔
میں کہتا ہوں کہ المہلب کی یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کچا لہسن کھا کر مسجد میں آنے سے منع فرمایا اور مسجد میں جس طرح فرشتے ہوتے ہیں' بنو آدم میں سے نمازی بھی ہوتے ہیں اور جس طرح فرشتوں کو بد بو سے ایذاء پہنچتی ہے' بنو آدم کو بھی ایذاء پہنچتی ہے' نیز جب بنو آدم کو اس سے ایذاء پہنچے گی تو وہ اپنی مجلس میں اس شخص کی مذمت کریں گے اور غیبت میں مبتلا ہوں گے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس لیے کچا لہسن کھا کر مسجد میں آنے سے منع فرما دیا' لہٰذا اس حکم سے فرشتوں کا افضل ہونا لازم نہیں آتا۔ امام مالک نے کہا ہے کہ مسجد میں کچا لہسن کھا کر آنا ممنوع ہے اور بازاروں میں کچا لہسن کھا کر جانا ممنوع نہیں ہے۔
(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۴۳۶۔۴۳۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)
ہم نے ان احادیث کی شرح میں یہ لکھا ہے کہ کچے لہسن کو کھا کر مسجد میں آنے سے منع کیا گیا ہے' اس کا حاصل یہ ہے کہ لہسن کو پکا کر کھانے کے بعد مسجد میں آنا منع نہیں ہے' اس کے ثبوت میں یہ حدیث ہے:
معدان بن ابی طلحہ الیعمری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر جمعہ کا خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! تم ان دو درختوں سے کھاتے ہو یعنی اس لہسن اور اس پیاز کو' اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عہد میں ایک شخص کو دیکھا' جس کے منہ سے بد بو آ رہی تھی' اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو (مسجد سے) بقیع کی طرف نکال دیا گیا' پس جو شخص اس لہسن اور اس پیاز کو کھائے' اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان کو پکا کر ان کی بد بو کو زائل کر دے۔
(صحیح مسلم: ۵۶۷' سنن نسائی: ۷۰۴' سنن ابن ماجہ: ۲۷۲۶' مسند احمد ج ۱ ص ۱۵' مسند ابو یعلیٰ: ۲۵۱' صحیح ابن حبان: ۲۰۹۱' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۷۴۹' مجلس علمی بیروت' ۱۴۲۷ ھ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۶۵۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ ھ)
اگر کسی شخص نے کچا لہسن کھایا' اس کے بعد اس کی بد بو زائل ہو گئی تو اب اس کے لیے مسجد میں جانا جائز ہے' اس کے ثبوت میں یہ حدیث ہے:
ابو بردہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے لہسن کھایا' پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مسجد میں گیا' اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک رکعت نماز پڑھ چکے تھے' پھر جب میں بقیہ نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوا تو میرے منہ سے بد بو آ رہی تھی' پس آپ نے فرمایا: جس شخص نے اس سبزی کو کھایا وہ ہماری مسجد میں نہ آئے حتیٰ کہ اس کی بد بو چلی جائے۔

(سنن ابوداؤد: ٣٨٢٢' صحیح ابن خزیمہ: ١٦٧٢' المعجم الکبیر: ١٠٠٣- ج ٢٠' صحیح ابن حبان: ٢٠٩٥' مسند احمد ج ٤ ص ٢٤٩' مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٧٤٧' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٨٦٥٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ١١٥٠- ج ٢ ص ١٢٩ پر مذکور ہے' وہاں پر اس حدیث کی شرح کا عنوان ہے: بدبودار اشیاء کو کھا کر مسجد میں جانا۔

١٦١ - بَابُ وُضُوْءِ الصِّبْيَانِ' وَمَتٰى يَجِبُ عَلَيْهِمُ الْغُسْلُ وَالطُّهُوْرُ وَحُضُوْرِهِمُ الْجَمَاعَةَ وَالْعِيْدَيْنِ وَالْجَنَائِزَ' وَصُفُوْفِهِمْ

بچوں کا وضوء کرنا اور ان پر غسل اور وضوء اور جماعت اور عیدین اور جنازوں میں حاضر ہونا کب واجب ہوتا ہے اور ان کی صفوں کا بیان

اس باب میں بچوں کے وضوء کا بیان ہے اور یہ ذکر نہیں کیا کہ اس کا کیا حکم ہے؟ آیا یہ واجب ہے یا مستحب ہے' اگر امام بخاری کہتے: یہ واجب ہے تو اگر بچہ اس کو ترک کرتا تو وہ عذاب کا مستحق ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہے اور اگر وہ کہتے: یہ مستحب ہے' تو اس کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ اگر بچہ بغیر وضوء کے نماز پڑھے تو وہ نماز بھی صحیح ہو حالانکہ ایسا نہیں ہے' اس لیے امام بخاری نے بچوں کے وضوء کرنے کا حکم نہیں بیان کیا۔ بچوں کو نماز سکھانے کے متعلق یہ حدیث ہے:

عبدالملک بن الربیع بن سبرہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بچہ کو سات سال کی عمر میں نماز سکھاؤ اور ان کو دس سال کی عمر میں (نماز نہ پڑھنے پر) مارو۔

(سنن ترمذی: ٤٠٧' سنن ابوداؤد: ٤٩٤' سنن بیہقی ج ٣ ص ٨٤' المستدرک ج ١ ص ٢٥٨' صحیح ابن خزیمہ: ١٠٠٢' کنزالعمال: ٤٥٣٢٧)

بچوں پر غسل کب واجب ہوتا ہے' اس کے متعلق عنقریب یہ حدیث آئے گی:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہر بالغ پر جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے (یعنی ثابت ہے)۔

(صحیح البخاری: ٨٥٨' سنن ابوداؤد: ٣٤١' صحیح مسلم: ٨٤٦' سنن نسائی: ١٣٧٦' سنن ابن ماجہ: ١٠٨٩)

٨٥٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنِیْ غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ الشَّيْبَانِیَّ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِیَّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ مَنْ مَرَّ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَبْرٍ مَّنْبُوْذٍ' فَاَمَّهُمْ وَصَفُّوْا عَلَيْهِ. فَقُلْتُ يَا اَبَا عَمْرٍو! مَنْ حَدَّثَكَ؟ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ. [اطراف الحدیث: ١٢٤٧-١٣١٩-١٣٢١-١٣٢٢-١٣٢٦-١٣٣٦-١٣٤٠]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے سلیمان الشیبانی سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے شعبی سے سنا' انہوں نے کہا: مجھے اس شخص نے خبر دی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک منفرد قبر پر سے گزرا' آپ نے ان لوگوں کو نماز پڑھائی اور انہوں نے صف بنائی' میں نے کہا: اے ابوعمرو! آپ کو یہ حدیث کس نے بیان کی؟ انہوں نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے۔

(صحیح مسلم: ٩٥٤' الرقم المسلسل: ٢١٧٦' سنن ابوداؤد: ٣١٩٦' سنن ترمذی: ١٠٣٧' سنن نسائی: ٢٠٢٢' سنن ابن ماجہ: ١٥٣٠' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٣ ص ٣٥٩-٣٦٠' صحیح ابن حبان: ٣٠٩١' المعجم الکبیر: ١٢٥٨٢' سنن دارقطنی ج ٢ ص ٧٦-٧٧' سنن بیہقی ج ٤ ص ٤٥-٤٦' شرح السنۃ: ١٤٩٨' مسند احمد

ج ١ ص ٢٢۴ طبع قدیم' مسند احمد: ١٩۶٣- ج ٣ ص ۴٣٠ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ٢٩۵١ 'مکتبۃ الرشد ریاض ١۴٢۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) محمد بن المثنیٰ اور وہ محمد بن عبداللہ بن المثنیٰ بن عبداللہ بن مالک الانصاری البصری ہیں (٢) غندر اور یہ محمد بن جعفر البصری کا لقب ہے (٣) شعبہ بن الحجاج (۴) سلیمان بن ابی سلیمان اور ان کا نام فیروز ابواسحاق الشیبانی الکوفی ہے (۵) عامر الشعبی (۶) ایک صحابی ہیں' جن کا نام نہیں لیا گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ٢١٧)

دفن کیے جانے کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھنے کی مدت اور اس میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر پر لوگوں کو نماز پڑھائی' اس سے معلوم ہوا کہ قبر پر نماز پڑھنا جائز ہے' ہمارے اصحاب (احناف) نے کہا ہے کہ اگر میت کو دفن کر دیا جائے اور اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی گئی ہو تو اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی جائے اور اس کو قبر سے نکالا نہیں جائے گا' اس پر نماز اس وقت پڑھی جائے گی جب تک یہ یقین نہ ہو کہ اس کا جسم پھٹ گیا ہے' اسی طرح المبسوط میں مذکور ہے' اس میں یہ اشارہ ہے کہ اگر اس میں شک ہے کہ اس کا جسم پھٹ گیا ہو گا' پھر بھی اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اس کی ہمارے اصحاب نے تصریح کی ہے۔

امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے' حضرت ابن عمر' حضرت ابوموسیٰ' حضرت عائشہ' ابن سیرین اور اوزاعی نے بھی اسی طرح کہا ہے' جسم کے پھٹنے سے پہلے نماز پڑھنے کے جواز میں غلبہ ظن کا اعتبار ہے' پس اگر ظن غالب یہ ہو کہ اس کا جسم پھٹ چکا ہو گا تو اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی ورنہ پڑھی جائے گی اور امام ابویوسف سے یہ روایت ہے کہ تین دن تک اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی' امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے' دوسرا قول ہے: ایک ماہ تک اس کی قبر پر نماز پڑھی جائے گی' امام احمد کا بھی یہی قول ہے' تیسرا قول ہے: جب تک اس کا جسم بوسیدہ نہ ہو جائے اور چوتھا قول ہے: ہمیشہ اس کی قبر پر نماز پڑھنا جائز ہے' اس قول کی بناء پر صحابہ کی قبروں پر بھی ان کی نماز جنازہ پڑھنی جائز ہے لیکن اس قول کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے' امام مالک نے کہا: قبر پر نماز جنازہ پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے' اس پر یہ رد کیا گیا ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو جن صحابہ نے آپ کے پیچھے صف باندھی تھی' آپ انہیں منع فرما دیتے۔

تین دن کے بعد قبر پر نماز پڑھنے کے عدم جواز پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آٹھ سال بعد بھی قبر پر نماز پڑھی ہے' حدیث میں ہے:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آٹھ سال بعد شہداء احد کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی۔ (الحدیث)
(صحیح البخاری: ۴٠۴٢)

اس کا جواب یہ ہے کہ شہداء کے اجسام بوسیدہ نہیں ہوتے' اسی طرح تر و تازہ رہتے ہیں' حدیث میں ہے:

امام مالک' عبدالرحمن بن ابی صعصعہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت عمرو بن الجموح الانصاری اور حضرت عبداللہ بن عمرو الانصاری رضی اللہ عنہما' ان دونوں کی قبروں تک سیلاب کا پانی پہنچ گیا تھا اور یہ دونوں صحابی جنگ احد میں شہید ہوئے تھے اور ایک قبر میں مدفون تھے' ان کی قبر کھودی گئی تاکہ ان کی قبر کی جگہ تبدیل کی جا سکے' جب ان کو قبر سے نکالا گیا تو ان کے جسم بالکل متغیر نہیں ہوئے تھے' یوں لگتا تھا جیسے کل فوت ہوئے ہوں' ان میں سے ایک زخمی تھا اور دفن کے وقت اس کا ہاتھ اس کے زخم پر تھا اور

اس کا ہاتھ اب بھی اس کے زخم پر تھا' جب اس کا ہاتھ زخم سے ہٹا کر چھوڑ ا گیا تو وہ پھر اسی طرح زخم پر آ گیا۔ غزوہ احد اور اس قبر کو کھودنے کے درمیان چھیالیس سال کا عرصہ تھا۔ (موطأ امام مالک: ۱۰۴۴' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ شہداء کے اجسام بوسیدہ نہیں ہوتے' لہٰذا شہداء احد کے دفن ہونے کے آٹھ سال بعد ان کی نماز جنازہ پڑھنے کی حدیث فقہاء کے قاعدہ کے خلاف نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۱۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۸۵۸- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي صَفْوَانُ بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ عَطَاءِ ابْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے صفوان بن سلیم نے حدیث بیان کی از عطاء بن یسار از حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: جمعہ کے دن غسل کرنا ہر بالغ پر واجب ہے۔

[اطراف الحدیث: ۸۷۹-۸۸۰-۸۹۵-۲۶۶۵] (صحیح مسلم: ۸۴۶' الرقم المسلسل: ۱۹۲۵' سنن ابوداؤد: ۳۴۱' سنن نسائی: ۱۳۷۳' مصنف عبد الرزاق: ۵۳۰۷' مسند الحمیدی: ۷۳۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۹۲' المنتقی: ۲۸۴' مسند ابویعلیٰ: ۹۷۸' صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۴۲' مسند احمد ج ۳ ص ۶' طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۰۲۷۔ ج ۱۷ ص ۷۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۹۶۵' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۷ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ بن جعفر' ان کو ابو الحسن ابن المدینی البصری کہا جاتا ہے (۲) سفیان بن عیینہ (۳) صفوان بن سلیم' یہ بہت بڑے امام تھے' ان کے وسیلہ سے بارش طلب کی جاتی تھی' یہ بادشاہ کے نذرانے قبول نہیں کرتے تھے' سجدہ کی کثرت سے ان کی پیشانی متاثر ہو گئی تھی' یہ ۱۳۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) عطاء بن محمد یسار ابو محمد الھلالی' یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام تھے (۵) حضرت ابو سعید سعد بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۲۰)

آیا جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے یا مستحب ہے

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا ہر بالغ پر واجب ہے' اہل ظاہر (غیر مقلدین) نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے۔ علامہ مرغینانی صاحب ہدایہ نے کہا ہے: میرے علم میں یہ نہیں ہے کہ اہل ظاہر کے سوا کسی نے جمعہ کے غسل کو واجب کہا ہو' انہوں نے اس غسل کو واجب کہا ہے' ابن وہب نے بیان کیا کہ امام مالک سے سوال کیا گیا: آیا جمعہ کا غسل واجب ہے؟ انہوں نے کہا: جمعہ کا غسل مستحب ہے' واجب نہیں ہے' نیز جمعہ کے غسل کا وجوب اس حدیث سے منسوخ ہے:

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے وضوء کیا تو یہ اچھا اور عمدہ کام ہے اور جس نے غسل کیا تو غسل کرنا افضل ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۵۴' سنن ترمذی: ۴۹۷' سنن نسائی: ۱۳۷۹' سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۹۵' مسند احمد ج ۵ ص ۸)

نیز صحیح بخاری کی حدیث کا محمل یہ ہے کہ اس میں واجب بہ معنی ثابت ہے اور تاکید کے لیے اس کو واجب فرمایا ہے۔

۸۵۹- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو قَالَ أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از عمرو' انہوں نے کہا:

اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِی مَیْمُوْنَةَ لَیْلَةً فَنَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا کَانَ فِیْ بَعْضِ اللَّیْلِ، قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّأَ مِنْ شَنٍّ مُعَلَّقٍ وُضُوْءً خَفِیْفًا، یُخَفِّفُهُ عَمْرٌو وَیُقَلِّلُهُ جِدًّا، ثُمَّ قَامَ یُصَلِّیْ، فَقُمْتُ فَتَوَضَّأْتُ نَحْوًا مِّمَّا تَوَضَّأَ، ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ یَّسَارِهٖ، فَحَوَّلَنِیْ فَجَعَلَنِیْ عَنْ یَّمِیْنِهٖ، ثُمَّ صَلّٰی مَا شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ اضْطَجَعَ، فَنَامَ حَتّٰی نَفَخَ، فَاَتَاهُ الْمُنَادِیْ یَاْذِنُهٗ بِالصَّلٰوةِ، فَقَامَ مَعَهٗ اِلَی الصَّلٰوةِ، فَصَلّٰی وَلَمْ یَتَوَضَّأْ، قُلْنَا لِعَمْرٍو اِنَّ نَاسًا یَقُوْلُوْنَ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَیْنُهٗ وَلَا یَنَامُ قَلْبُهٗ؟ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ عُبَیْدَ بْنَ عُمَیْرٍ یَقُوْلُ اِنَّ رُؤْیَا الْاَنْبِیَاءِ وَحْیٌ، ثُمَّ قَرَاَ ﴿اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُكَ﴾ (الصّٰفّٰت: ۱۰۲).

مجھے کریب نے خبر دی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات گزاری' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو گئے' پھر جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے' پس آپ نے ایک لٹکی ہوئی مشک سے خفیف وضوء کیا' عمرو نے کہا: وہ بہت خفیف اور قلیل وضوء تھا' پھر آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے' پس میں بھی اٹھ کھڑا ہوا اور میں نے بھی آپ کے وضوء کی مثل وضوء کیا' پھر میں آیا اور آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا' پھر آپ نے مجھے پھیر کر اپنی دائیں جانب کر دیا' پھر جتنی دیر اللہ نے چاہا آپ نے نماز پڑھی' پھر آپ کروٹ لے کر لیٹ گئے' حتیٰ کہ خراٹے لینے لگے' پھر آپ کے پاس مؤذن آیا اور اس نے آ کر آپ کو نماز کی اطلاع دی' آپ اس کے ساتھ نماز کی طرف کھڑے ہو گئے' آپ نے نماز پڑھائی اور وضوء نہیں کیا' ہم نے عمرو سے کہا: لوگ یہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں سوتی ہیں اور آپ کا دل نہیں سوتا' عمرو نے کہا: میں نے عبید بن عمرو کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے' پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی: بے شک میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ (الصّٰفّٰت: ۱۰۲)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۷ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: رات کو باتیں کرنا۔

۸۶۰ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ، عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ جَدَّتَهٗ مُلَیْكَةَ دَعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ، فَاَکَلَ مِنْهُ، فَقَالَ قُوْمُوْا فَلِاُصَلِّیَ بِکُمْ. فَقُمْتُ اِلٰی حَصِیْرٍ لَّنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُوْلِ مَا لُبِثَ، فَنَضَحْتُهُ بِمَاءٍ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالْیَتِیْمُ مَعِیَ، وَالْعَجُوْزُ مِنْ وَّرَائِنَا، فَصَلّٰی بِنَا رَکْعَتَیْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے مالک نے حدیث بیان کی از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ ان کی دادی حضرت ملیکہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھانے کی دعوت دی' جو کھانا انہوں نے آپ کے لیے تیار کیا تھا' آپ نے اس کو کھایا' پھر فرمایا: اٹھو! میں تم کو نماز پڑھاؤں' پس میں ایک چٹائی کی طرف اٹھا جو کثرتِ استعمال سے میلی ہو چکی تھی' میں نے اس چٹائی کو پانی سے دھویا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے اور یتیم میرے ساتھ تھا اور بڑی بی ہمارے پیچھے تھیں' آپ نے ہم کو دو رکعت نماز پڑھائی۔

صحیح البخاری: ۸۵۹ میں حضرت ابن عباس کے وضوء کرنے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں یتیم کے وضوء کرنے کا ذکر ہے اور یہ دونوں نابالغ تھے اور یہ دونوں حدیثیں عنوان کے اس جز کے مطابق ہیں' جس میں بچوں کے وضوء کرنے کا ذکر ہے' اس حدیث کے

باقی مضامین کی شرح' صحیح البخاری: ۳۸۰ میں گزر چکی ہے۔

٨٦١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ أَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلٰى حِمَارٍ أَتَانٍ، وَأَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الْاِحْتِلَامَ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ بِمِنًى إِلٰى غَيْرِ جِدَارٍ، فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ، فَنَزَلْتُ وَأَرْسَلْتُ الْأَتَانَ تَرْتَعُ، وَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ، فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَيَّ أَحَدٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ میں گدھے (بلکہ) گدھی پر سوار ہو کر آیا اور میں ان دنوں بلوغت کے قریب تھا اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر دیوار کی اوٹ کے منیٰ میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے' میں صف کے بعض حصہ کے سامنے سے گزرا' پس میں اترا اور میں نے گدھی کو چرنے کے لیے چھوڑ دیا اور میں صف میں داخل ہو گیا' پھر کسی نے مجھ پر انکار نہیں کیا۔

اس حدیث میں عنوان کے تیسرے جز کے ساتھ مطابقت ہے' یعنی بچوں کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا' اس حدیث کے دیگر اُمور کی شرح' صحیح البخاری: ٧٦ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: بچوں کا سماع حدیث کب صحیح ہوتا ہے۔

٨٦٢ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ أَعْتَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ عَيَّاشٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ أَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعِشَاءِ، حَتّٰى نَادَاهُ عُمَرُ قَدْ نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْأَرْضِ يُصَلِّيْ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ غَيْرُكُمْ. وَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ يَوْمَئِذٍ يُصَلِّيْ غَيْرُ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اندھیرا کر دیا' اور عیاش نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں اندھیرا کر دیا حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو آواز دے کر کہا: عورتیں اور بچے سو گئے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجرے سے نکلے' پھر آپ نے فرمایا: اس وقت روئے زمین پر تمہارے سوا کوئی بھی نماز نہیں پڑھ رہا اور اس وقت اہل مدینہ کے سوا کوئی بھی نماز نہیں پڑھتا تھا۔

اس حدیث میں حضرت عمر نے بچوں کا بھی ذکر کیا ہے' امام بخاری کی اس سے مراد یہ ہے کہ بچے بھی مسجد میں نماز کے لیے حاضر ہوتے تھے اور اس میں عنوان کے چوتھے جز کے ساتھ مطابقت ہے' اس حدیث کی مکمل شرح' صحیح البخاری: ٥٦٦ میں گزر چکی ہے۔

٨٦٣ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ عَابِسٍ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَهُ رَجُلٌ شَهِدْتَّ الْخُرُوْجَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمٰن بن عابس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ نَعَمْ وَلَوْ لَا مَكَانِي مِنْهُ مَا شَهِدْتُهُ يَعْنِي مِنْ صِغَرِهِ، أَتَى الْعَلَمَ الَّذِي عِنْدَ دَارِ كَثِيرِ بْنِ الصَّلْتِ، ثُمَّ خَطَبَ، ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ فَوَعَظَهُنَّ، وَذَكَّرَهُنَّ، وَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَتَصَدَّقْنَ، فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تَهْوِي بِيَدِهَا إِلَى حَلْقِهَا، تُلْقِي فِي ثَوْبِ بِلَالٍ، ثُمَّ أَتَى هُوَ وَبِلَالٌ الْبَيْتَ.

عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' ان سے ایک شخص نے کہا: کیا آپ کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ (حجرے سے) نکلے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! اور اگر میری عمر اتنی نہ ہوتی یعنی میرا بچپن نہ ہوتا تو میں اس موقع پر حاضر نہ ہوتا' آپ اس پہاڑی پر آئے جو کثیر بن الصلت کے گھر کے پاس ہے' پھر آپ نے خطبہ دیا' پھر آپ خواتین کے پاس گئے' پھر آپ نے ان کو نصیحت کی اور خطبہ دیا اور ان کو صدقہ دینے کا حکم دیا' پس عورت اپنا ہاتھ اپنے حلق کی طرف لے جاتی اور اپنے زیور اتار کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی جھولی میں ڈال دیتی' اس کے بعد آپ اور حضرت بلال گھر چلے جاتے۔

اس حدیث میں جس خطبہ کا ذکر ہے' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عید کی نماز کے بعد دیا تھا' اس نماز میں حضرت ابن عباس بھی موجود تھے اور انہوں نے خود تصریح کی ہے کہ میں اس وقت بچہ تھا اور اس حدیث میں عنوان کے پانچویں جز کے ساتھ مطابقت ہے کہ بچوں کا عید کی نماز میں جانا۔ اس حدیث کی مکمل شرح' صحیح البخاری: ۹۸ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: امام کا خواتین کو نصیحت کرنا اور تعلیم دینا۔

١٦٢ - بَابُ خُرُوْجِ النِّسَاءِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِاللَّيْلِ وَالْغَلَسِ

رات کو اور اندھیرے میں خواتین کا مساجد کی طرف جانا

امام بخاری نے اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ خواتین نماز پڑھنے کے لیے مساجد میں جاتی تھیں' امام بخاری نے یہ نہیں بیان کیا کہ شرعاً اس کا کیا حکم ہے کیونکہ اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے۔

٨٦٤ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ أَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَتَمَةِ، حَتّٰى نَادَاهُ عُمَرُ نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا يَنْتَظِرُهَا أَحَدٌ غَيْرُكُمْ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ. وَلَا يُصَلّٰى يَوْمَئِذٍ إِلَّا بِالْمَدِيْنَةِ، وَكَانُوا يُصَلُّوْنَ الْعَتَمَةَ فِيْمَا بَيْنَ أَنْ يَغِيْبَ الشَّفَقُ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ الْأَوَّلِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عشاء کی نماز میں اندھیرا کر دیا' حتیٰ کہ حضرت عمر نے آپ کو آواز دی کہ عورتیں اور بچے سو گئے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرہ سے نکلے اور فرمایا: روئے زمین میں اس نماز کا تمہارے سوا اور کوئی انتظار نہیں کر رہا اور اس وقت مدینہ کے سوا اور کہیں نماز نہیں پڑھی جاتی تھی اور وہ عشاء کی نماز شفق کے غائب ہونے کے بعد سے تہائی رات کے اوّل حصہ تک پڑھتے تھے۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ٧٢٠٦' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٢٦ھ)

نماز پڑھنے کے لیے عورتوں کے مسجد میں جانے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے خاوند یا سرپرست کی اجازت کے بغیر مسجد میں جائے اور خاوند کو چاہیے کہ وہ عورت

کو مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جانے سے اور جس کام میں اس کی دینی منفعت ہو اس سے اس کو منع نہ کرے' یہ اس صورت پر محمول ہے جب عورت پر فتنہ کا خطرہ نہ ہو اور اس زمانہ کے حالات میں فتنہ اور فساد کا غلبہ ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب فتنہ اور فساد کا غلبہ ہو تو خواتین کو مسجد کی طرف نہیں جانا چاہیے۔

اس حدیث میں جو عورتوں کے مسجد میں جانے کا ذکر ہے' امام مالک کے نزدیک اس سے مراد بوڑھی عورتیں ہیں' اشہب نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ بوڑھی عورتیں مسجد میں جائیں' لیکن بہ کثرت آنا جانا نہ رکھیں اور جوان عورتیں ایک دو مرتبہ چلی جائیں اور وہ اپنے گھر والوں کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے جاسکتی ہیں۔

امام ابوحنیفہ نے کہا: میں عورتوں کے نمازِ جمعہ اور فرض نمازوں کے لیے مسجد میں جانے کو مکروہ قرار دیتا ہوں اور بوڑھی عورتوں کے لیے فجر اور عشاء کی نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں جانے کی اجازت دیتا ہوں' اس کے علاوہ نہیں۔

امام ابو یوسف نے کہا: بوڑھی عورتوں کے لیے تمام نمازوں کے لیے مسجد میں جانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جوان عورت کے نکلنے کو میں مکروہ قرار دیتا ہوں' الثوری نے کہا: عورت خواہ بوڑھی ہو' اس کے گھر سے نکلنے میں کوئی خیر نہیں ہے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: عورت چھپائی جانے والی چیز ہے' اللہ کے نزدیک اس کی مقرب نماز گھر کی کوٹھڑی میں ہے' جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کو جھانک کر دیکھتا ہے۔

ابراہیم النخعی اپنے گھر کی خواتین کے جمعہ اور جماعت کے لیے مسجد میں جانے کو مکروہ کہتے تھے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۴۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نماز کے لیے خواتین کے مسجد میں جانے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ زین الدین بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

مردوں کے ساتھ جماعت میں خواتین کے مسجد میں نماز پڑھنے کے مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' بعض فقہاء نے اس کو ہر حال میں مکروہ کہا ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی مؤقف ہے۔

امام احمد بن حنبل نے کہا: میں اس زمانہ میں عورتوں کے نکلنے کو مکروہ کہتا ہوں کیونکہ وہ فتنہ اور آزمائش ہیں۔

امام ابوحنیفہ سے ایک روایت یہ ہے کہ وہ عیدین کے سوا گھروں سے نہ نکلیں۔

بعض فقہاء نے بوڑھی عورتوں کو نکلنے کی اجازت دی ہے اور جوان عورتوں کو منع کیا ہے' یہ امام مالک کا قول ہے اور ایک روایت کے مطابق امام شافعی' امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول ہے اور ہمارے اصحاب حنبلیہ کا بھی یہی قول ہے۔

(فتح الباری لابن رجب ج ۵ ص ۳۰۹' دار ابن الجوزیہ' ریاض' ۱۴۱۷ھ)

نماز کے لیے خواتین کے مسجد میں جانے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

عورتوں پر جماعت فرض نہیں ہے' فرض عین نہ فرض کفایہ لیکن ان کے لیے جماعت سے نماز پڑھنا مستحب ہے' پھر اس میں دو صورتیں ہیں' ان کے حق میں مردوں کی طرح جماعت سے نماز پڑھنا مستحب ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ ان کے حق میں مردوں کی طرح جماعت سے نماز پڑھنا مؤکد نہیں ہے' اس لیے ان کا جماعت کو ترک کرنا مکروہ نہیں ہے اور مردوں کے حق میں جماعت کو ترک کرنا مکروہ ہے' اس کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ ان کے حق میں جماعت سے نماز پڑھنا سنت ہے اور گھروں میں ان کا جماعت سے نماز

پڑھنا افضل ہے اور اگر وہ مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا ارادہ کریں تو جوان عورتوں کے لیے مکروہ ہے اور بوڑھی عورتوں کے لیے مکروہ نہیں ہے۔ (روضۃ الطالبین ج۱ص ۴۴۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

نماز کے لیے خواتین کے مسجد میں جانے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

صاحب ھدایہ نے کہا ہے کہ عورتوں کے حق میں جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں حاضر ہونا مکروہ ہے اور شارحین نے کہا ہے کہ اس سے مراد ہے: جوان عورتوں کا جانا مکروہ ہے' اس سے تمام جماعات مراد ہیں' خواہ جمعہ کی جماعت ہو' عید کی جماعت ہو' نماز کسوف کی جماعت ہو یا نماز استسقاء کی جماعت ہو۔ امام شافعی نے کہا ہے کہ ان کا گھر سے نکلنا مباح ہے' ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ ان کے گھر سے نکلنے میں فتنہ کا خوف ہے اور حرام کا سبب ہے اور جو حرام کا سبب ہو وہ حرام ہے اور خاص طور پر اس زمانہ میں جب کہ فساد اور بے راہ روی عام ہو چکی ہے' صاحب ھدایہ نے کہا ہے کہ بوڑھی عورت فجر' مغرب اور عشاء میں گھر سے نکلے تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس وقت امن ہوتا ہے' یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے یہ کہا ہے کہ بوڑھی عورت تمام نمازوں کے لیے گھر سے نکلے کیونکہ اس کی طرف رغبت کم ہوتی ہے' اور حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ سے ایک یہ روایت بیان کی ہے کہ خواتین نماز کے لیے گھر سے نکلیں اور آخری صفوں میں کھڑی ہوں اور مردوں کے ساتھ نماز پڑھیں کیونکہ وہ جماعت کی اہل ہیں اور مردوں کی تابع ہیں اور امام ابو یوسف نے امام ابوحنیفہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ خواتین نمازیوں کی تعداد میں اضافہ کے لیے مسجد میں آئیں اور مسجد کے ایک کونے میں کھڑی ہوں اور نماز نہ پڑھیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حائضہ عورتوں کو اسی طرح کا حکم دیا ہے (یعنی نماز نہ پڑھنے کا) کیونکہ وہ نماز کی اہل نہیں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج۶ص ۲۲۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۸۶۵ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى، عَنْ حَنْظَلَةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اسْتَأْذَنَكُمْ نِسَآؤُكُمْ بِاللَّيْلِ إِلَى الْمَسْجِدِ فَأْذَنُوْا لَهُنَّ. تَابَعَهُ شُعْبَةُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبیداللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از حنظلہ از سالم بن عبد اللہ از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب تم سے تمہاری عورتیں رات کو مسجد میں جانے کی اجازت طلب کریں تو ان کو اجازت دے دو۔ شعبہ نے اس حدیث کی متابعت کی ہے از الاعمش از مجاہد از ابن عمر از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

[اطراف الحدیث: ۸۷۳-۸۹۹-۹۰۰-۵۲۳۸] (صحیح مسلم: ۴۴۲' الرقم المسلسل: ۹۷۱' سنن نسائی: ۷۰۶' مسند ابویعلیٰ: ۵۵۵۹' مسند ابوحنیفہ: ۱۳۴' المعجم الکبیر: ۱۳۲۵۵' مسند احمد ج ۲ص ۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۵۲۲-ج۸ص۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۴۲۸' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۸ھ' مسند الطحاوی: ۳۸۹۳)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن موسیٰ العبسی الکوفی (۲) حنظلہ بن ابی سفیان الجمحی' یہ اہل مکہ سے ہیں' اور ابوسفیان کا نام اسود بن عبد الرحمان ہے (۳) سالم بن عبداللہ بن عمر (۴) حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج۶ص ۲۲۵)

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ عورتوں کو اجازت دینا واجب نہیں ہے کیونکہ اگر مردوں پر اجازت دینا واجب ہوتا تو مردوں سے اجازت طلب کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ (عمدۃ القاری ج۶ص ۲۲۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

عورتوں کے مسجد میں جانے کے متعلق حسب ذیل احادیث اور آثار ہیں:

عورتوں کے مسجد میں جانے کی اجازت کے متعلق احادیث اور آثار

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی صبح اور عشاء کی نماز جماعت سے پڑھنے کے لیے مسجد میں جاتی تھیں۔ ان سے کہا گیا: آپ کیوں گھر سے نکلتی ہیں حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ آپ کا نکلنا حضرت عمر کو ناپسند ہے اور ناگوار ہے' انہوں نے کہا: پھر حضرت عمر کو مجھے منع کرنے سے کیا چیز مانع ہے؟ تو لوگوں نے کہا: ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مانع ہے' آپ نے فرمایا ہے: اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مساجد میں جانے سے منع نہ کرو۔

(صحیح البخاری: ۹۰۰' مسند احمد ج ۲ ص ۷' حضرت عمر کی اس زوجہ کا نام عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل ہے' مصنف عبد الرزاق: ۵۱۱۱' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۹۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۰۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مساجد سے نہ روکو' ان کو چاہیے کہ وہ بغیر بناؤ سنگھار کے گھر سے نکلیں۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۸' سنن ابوداؤد: ۵۶۶' سنن دارمی: ۱۲۷۹' صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۷۹' صحیح ابن حبان: ۲۲۱۴' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۹۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابراہیم النخعی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی عشاء کی نماز مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھتی تھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۹۴' مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ)

عورتوں کے مسجد میں جانے کی کراہت کے متعلق احادیث اور آثار

ابوعمر شیبانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: جس عورت نے اپنے گھر میں نماز پڑھی ہے' اس سے افضل کسی عورت نے نماز نہیں پڑھی' ماسوا اس عورت کے جس نے مسجد حرام میں نماز پڑھی یا وہ بوڑھی عورت جس نے اپنے پرانے موزوں میں نماز پڑھی ہو۔ (المعجم الکبیر: ۱۷۹۴۔ ج ۹' مجلس علمی' بیروت' المعجم الکبیر: ۷۶۱۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک عورت نے مسجد میں جمعہ پڑھنے کے متعلق سوال کیا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تمہاری کوٹھڑی میں نماز پڑھنا تمہارے گھر میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور تمہارا گھر میں نماز پڑھنا تمہارے حجرہ میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور تمہارا حجرہ میں نماز پڑھنا تمہارا محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۹۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۱۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابوعمرو شیبانی بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان عورتوں کو کنکر مار رہے تھے' جو جمعہ کے دن مسجد سے نکل رہی تھیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۹۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۱۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ام حمید بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے خاوند ہمیں آپ کے ساتھ نماز پڑھنے سے منع کرتے ہیں اور ہم آپ کے ساتھ نماز پڑھنے سے محبت کرتی ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارا گھروں میں نماز پڑھنا تمہارے حجروں میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور تمہارا حجروں میں نماز پڑھنا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۳۷۱' صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۸۹' صحیح ابن حبان: ۲۲۱۷' المعجم الکبیر: ۳۵۶۔ ج ۲۵' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۰۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۲۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

۱۶۳ - بَابُ اِنْتِظَارِ النَّاسِ قِيَامَ الْإِمَامِ الْعَالِمِ

نمازیوں کا امام عالم کے کھڑے ہونے کا انتظار کرنا

۸۶٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَتْنِيْ هِنْدُ بِنْتُ الْحَارِثِ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهَا اَنَّ النِّسَآءَ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنَّ اِذَا سَلَّمْنَ مِنَ الْمَكْتُوْبَةِ قُمْنَ، وَثَبَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ صَلّٰى مِنَ الرِّجَالِ مَا شَاءَ اللّٰهُ، فَاِذَا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ الرِّجَالُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: ہمیں ہند بنت الحارث نے خبر دی کہ حضرت ام سلمہ' نبی ﷺ کی زوجہ نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں جب عورتیں فرض نماز سے سلام پھیرتیں تو کھڑی ہو جاتیں اور رسول اللہ ﷺ اور جو مرد نماز پڑھتے' وہ جب تک اللہ چاہتا اپنی جگہ برقرار رہتے' پھر جب رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوتے تو لوگ بھی کھڑے ہو جاتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۳۷ میں گزر چکی ہے۔

۸٦۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ (ح). وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُصَلِّي الصُّبْحَ، فَيَنْصَرِفُ النِّسَاءُ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوْطِهِنَّ، مَا يُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک' ح (امام بخاری دوسری سند کی طرف متحول ہوئے) اور ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از یحییٰ بن سعید از عمرہ بنت عبدالرحمان از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے کہا: بے شک رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز پڑھاتے' پھر عورتیں اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی مڑتیں' اندھیرے کی وجہ سے انہیں کوئی نہیں پہچانتا تھا۔

حدیث مذکور کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۲ میں گزر چکی ہے۔

۸٦۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِسْكِيْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرٌ اَخْبَرَنَا الْاَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى ابْنُ اَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ الْاَنْصَارِيِّ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَقُوْمُ اِلَى الصَّلٰوةِ، وَاَنَا اُرِيْدُ اَنْ اُطَوِّلَ فِيْهَا، فَاَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ، فَاَتَجَوَّزُ فِيْ صَلَاتِيْ، كَرَاهِيَةَ اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمِّهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مسکین نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بشر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ الانصاری رضی اللہ عنہ از والد خود' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نماز کی طرف قیام کا ارادہ کرتا ہوں اور میرا ارادہ ہوتا ہے کہ میں نماز میں لمبا قیام کروں' پھر میں کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو میں اپنی نماز میں تخفیف کرتا ہوں' اس کو ناپسند کرتے ہوئے کہ اس کی ماں پر طویل قیام دشوار ہوگا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۰۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے یہ تین احادیث اس لیے روایت کی ہیں کہ ان سب

میں مذکور ہے کہ عورتیں مسجد میں نماز پڑھتی تھیں۔

٨٦٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَوْ اَدْرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ. قُلْتُ لِعَمْرَةَ اَوَ مُنِعْنَ ؟ قَالَتْ نَعَمْ. (صحیح مسلم:۴۴۵ الرقم المسلسل:۹۸۹ سنن ابوداؤد:۵۶۹ مسند الطحاوی:۱۲ ۹۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از یحییٰ بن سعید از عمرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے فرمایا: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے اس بناؤ سنگھار کو دیکھ لیتے جو انہوں نے اب ایجاد کیا ہے تو ان کو (مسجد میں آنے سے) منع فرما دیتے' جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کیا گیا تھا' میں نے عمرہ سے پوچھا: کیا ان کو منع کر دیا گیا تھا؟ انہوں نے فرمایا: ہاں!

عورتوں کے نت نئے فیشن کی وجہ سے حضرت عائشہ کا ان کو مسجد میں جانے سے منع کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عورتوں کے اس بناؤ سنگھار کو دیکھ لیتیں جو انہوں نے ہمارے زمانہ میں ایجاد کر لیا ہے اور اپنی زیبائش اور نمائش میں غیر شرعی طریقے اور مذموم بدعات نکال لی ہیں' خاص طور پر شہر کی عورتوں نے تو وہ عورتوں کی بہت زیادہ مذمت کرتیں۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۲۷)

میں کہتا ہوں: اگر علامہ عینی ہمارے زمانہ کی فیشن زدہ عورتوں کو دیکھ لیتے تو حیران رہ جاتے' اب اکثر عورتوں نے برقع لینا چھوڑ دیا ہے' سر کو دوپٹہ سے نہیں ڈھانپتیں' تنگ اور چست لباس پہنتی ہیں' بیوٹی پارلر میں جا کر جدید طریقوں سے میک اپ کراتی ہیں' مردوں کے ساتھ مخلوط اجتماعات میں شرکت کرتی ہیں' مراتھن دوڑ میں حصہ لیتی ہیں' بسنت میں پتنگ اڑاتی ہیں' ویلنٹائن ڈے مناتی ہیں' اس قسم کی آزاد روش میں عورتوں کے مسجد میں جانے کا تو خیر کوئی امکان ہی نہیں ہے' البتہ چند اللہ سے ڈرنے والی خواتین ضرور مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنے یا رمضان کے مہینہ میں تراویح کی نماز پڑھنے جاتی ہیں' جہاں ان کی نماز کے لیے باپردہ جگہ بنائی جاتی ہے' سو جو خواتین پردہ کی حدود و قیود سے مسجدوں میں جائیں تا کہ وہ درسِ قرآن و حدیث' وعظ اور نصیحت سن سکیں تو میری رائے ہے کہ ان کو منع نہیں کرنا چاہیے' جب کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ایک قول میں اس کی گنجائش بھی ہے' جس کو ہم صحیح البخاری: ۸۶۴ کی شرح میں بیان کر چکے ہیں۔

حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اب فی زمانہ عورتوں کو باپردہ مسجدوں میں آنے اور علیحدہ بیٹھنے سے نہ روکا جائے' کیونکہ اب عورتیں سینماؤں' بازاروں میں جانے سے تو رکتی نہیں' مسجدوں میں آ کر کچھ دین کے احکام سن لیں گی۔

(مراۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۱۵۸' مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

* حدیث مذکور شرح صحیح مسلم: ۹۰۳۔ ج ۱ ص ۱۲۳۷ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے:

مساجد میں عورتوں کے جانے کی ممانعت کے دلائل۔

١٦٤ - بَابُ صَلٰوةِ النِّسَآءِ خَلْفَ الرِّجَالِ

عورتوں کی نماز مردوں کے پیچھے ہو

٨٧٠ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ هِنْدٍ بِنْتِ الْحَارِثِ، عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از

اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَلَّمَ، قَامَ النِّسَاءُ حِيْنَ يَقْضِيْ تَسْلِيْمَهٗ، وَيَمْكُثُ هُوَ فِيْ مَقَامِهٖ يَسِيْرًا قَبْلَ اَنْ يَّقُوْمَ. قَالَ نَرٰى وَاللّٰهُ اَعْلَمُ اَنَّ ذٰلِكَ كَانَ لِكَيْ يَنْصَرِفَ النِّسَآءُ، قَبْلَ اَنْ يُّدْرِكَهُنَّ الرِّجَالُ.

الزہری از ھند بنت الحارث از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سلام پھیرتے تھے تو آپ کے سلام پھیرنے کے وقت عورتیں کھڑی ہو جاتی تھیں اور آپ کھڑے ہونے سے پہلے تھوڑی دیر اپنی جگہ پر کھڑے رہتے تھے' الزہری نے کہا: اللہ زیادہ جانتا ہے! ہمارا گمان یہ ہے کہ آپ اس لیے کھڑے رہتے تھے کہ عورتیں مردوں کے اختلاط سے پہلے گزر جائیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۳۷ میں گزر چکی ہے۔

۸۷۱'۸۷۲ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ اِسْحَاقَ، عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِ اُمِّ سُلَيْمٍ، فَقُمْتُ وَيَتِيْمٌ خَلْفَهٗ، وَاُمُّ سُلَيْمٍ خَلْفَنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از اسحاق از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر میں نماز پڑھی' پھر میں اور یتیم آپ کے پیچھے نماز کے لیے کھڑے ہو گئے اور ام سلیم ہمارے پیچھے کھڑی ہو گئیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۸۰ میں گزر چکی ہے۔

١٦٥ - بَابُ سُرْعَةِ انْصِرَافِ النِّسَاءِ مِنَ الصُّبْحِ، وَقِلَّةِ مَقَامِهِنَّ فِي الْمَسْجِدِ

صبح کی نماز پڑھ کر عورتوں کا جلدی مڑنا اور مسجد میں کم ٹھہرنا

۸۷۳'۸۷٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الصُّبْحَ بِغَلَسٍ، فَيَنْصَرِفْنَ نِسَاءُ الْمُؤْمِنِيْنَ، لَا يُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ، اَوْ لَا يَعْرِفُ بَعْضُهُنَّ بَعْضًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن بن قاسم از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کی نماز منہ اندھیرے پڑھاتے' پس مؤمنات مڑ جاتیں' اندھیرے کی وجہ سے انہیں کوئی نہیں پہچانتا تھا' نہ وہ خود ایک دوسرے کو پہچانتی تھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۲ میں گزر چکی ہے۔

١٦٦ - بَابُ اِسْتِئْذَانِ الْمَرْاَةِ زَوْجَهَا بِالْخُرُوْجِ اِلَى الْمَسْجِدِ

عورت کا اپنے خاوند سے مسجد کی طرف جانے کی اجازت طلب کرنا

۸۷۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اسْتَاْذَنَتِ امْرَاَةُ اَحَدِكُمْ فَلَا يَمْنَعْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی از معمر از الزہری از سالم بن عبداللہ از والد خود رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کی بیوی اجازت

طلب کرے تو وہ اس کو منع نہ کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۸۶۵ میں گزر چکی ہے۔

یہ ''کتاب الاذان'' کی آخری حدیث ہے' اس کے بعد کتاب الجمعہ شروع ہو رہی ہے۔

۞۞۞۞۞

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

۱۱ - كِتَابُ الْجُمُعَةِ

جمعہ کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس دن کا نام جمعہ رکھنے میں کئی اقوال ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس دن کا نام جمعہ اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی بناوٹ کو مکمل کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۳۱)

امام ابن خزیمہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے' آپ نے فرمایا: اے سلمان! تم کو جمعہ کے متعلق کیا علم ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے' فرمایا: اس دن میں اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ کی بناوٹ کو جمع کیا۔

(صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۳۲' مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۵ھ)

امام عبدالرزاق نے ابن سیرین سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ میں آنے سے پہلے لوگ مدینہ میں جمع ہوئے اور ان ہی لوگوں نے اس دن کا نام جمعہ رکھا' اس کی وجہ یہ ہے کہ انصار نے کہا: یہودی ہر ہفتہ کے دن جمع ہوتے ہیں اور نصاریٰ ہر اتوار کے دن جمع ہوتے ہیں تو کیوں نہ ہم بھی ایک دن جمع ہوں اور اس دن اللہ کا ذکر کریں اور نماز پڑھیں اور اس کا شکر ادا کریں' پس انہوں نے یوم عروبہ کا نام جمعہ رکھ دیا' پھر وہ حضرت اسعد کے پاس جمع ہوئے اور انہوں نے ان کو دو رکعت نماز پڑھائی اور نصیحت کی' پس انہوں نے اس دن کا نام جمعہ رکھا' حضرت اسعد نے ان کے لیے بکری ذبح کی' پس انہوں نے صبح اور شام اس بکری کا گوشت کھایا' پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: ''اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ'' (الجمعہ: ۹) جب جمعہ کے دن نماز کے لیے بلایا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو۔ (مصنف عبدالرزاق: ۵۱۵۸' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱ - بَابُ فَرْضِ الْجُمُعَةِ — جمعہ کی نماز کی فرضیت

اس باب میں نمازِ جمعہ کی فرضیت کا بیان کیا گیا ہے' امام بخاری نے اس پر درج ذیل آیت سے استدلال کیا ہے:

لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (الجمعہ: ۹).

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب جمعہ کے دن (نماز) جمعہ کی اذان دی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو' یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ (الجمعہ: ۹)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے لکھا ہے کہ اس اذان سے مراد وہ اذان ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے بعد خطبہ سے

پہلے دی جاتی ہے' کیونکہ السائب بن یزید نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف ایک مؤذن تھا' اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھ جاتے تو وہ مسجد میں اذان دیتا اور جب منبر سے اتر جاتے تو وہ اقامت کہتا' پھر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں بھی اسی طرح ہوتا رہا حتیٰ کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت آیا اور لوگ زیادہ ہو گئے اور گھر دور دور ہو گئے تو حضرت عثمان نے ایک اذان کو زیادہ کر دیا اور یہ حکم دیا کہ پہلے الزوراء نامی بازار میں اذان دی جائے' پھر وہاں اذان دی جاتی اور جب حضرت عثمان منبر پر بیٹھ جاتے تو دوسری اذان دی جاتی اور جب وہ منبر سے اتر جاتے تو پھر اقامت کہی جاتی۔

نمازِ جمعہ کی فرضیت کتاب' سنت اور اجماع سے ثابت ہے' کتاب اللہ سے اس کی فرضیت کا ثبوت' الجمعہ:۹ سے ہے' اور سنت سے اس کی فرضیت کا ثبوت اس حدیث سے ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ ہر اس شخص پر فرض ہے' جس نے اذان کو سنا۔

(سنن ابوداؤد:۱۰۵۶)

اور اجماع سے اس کا ثبوت اس وجہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے لے کر آج تک امت کا اس پر اتفاق ہے کہ جمعہ فرض ہے اور اس کے فرض ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

۸۷٦ - حَدَّثَنَا اَبُوْ الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ الزِّنَادِ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ هُرْمُزَ الْاَعْرَجِ' مَوْلٰی رَبِيْعَةَ بْنِ الْحَارِثِ' حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ' بَيْدَ اَنَّهُمْ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا' ثُمَّ هٰذَا يَوْمُهُمُ الَّذِیْ فُرِضَ عَلَيْهِمْ فَاخْتَلَفُوْا فِيْهِ' فَهَدَانَا اللّٰهُ لَهٗ' فَالنَّاسُ لَنَا فِيْهِ تَبَعٌ اَلْيَهُوْدُ غَدًا وَالنَّصَارٰی بَعْدَ غَدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی کہ بے شک عبدالرحمان بن ھرمز الاعرج جو ربیعہ بن الحارث کے آزاد کردہ غلام ہیں' انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ ہم (بعثت میں) آخر ہیں اور قیامت کے دن سابق ہوں گے' البتہ ان کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی' پھر یہ وہ دن ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض کیا تھا' انہوں نے اس دن (کی تعیین) میں اختلاف کیا' تو اللہ نے ہمیں اس دن کی ہدایت دے دی' پس لوگ اس دن میں ہمارے تابع ہیں' یہود کل کے دن (ہفتہ) کی تعظیم کرتے ہیں اور نصاریٰ کل کے بعد کے دن (اتوار) کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۸ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: ٹھہرا ہوا پانی۔

یہود اور نصاریٰ کا ہفتہ اور اتوار کو معظم دن قرار دینا اور مسلمانوں کا جمعہ کو مقدس دن قرار دینا

امام عبدالرحمن بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۵ھ لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ.

ہفتہ کا دن صرف ان لوگوں پر فرض کیا تھا جنہوں نے اس میں اختلاف کیا تھا۔ (النحل:۱۲۴)

سدی نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: اللہ تعالیٰ نے یہود پر جمعہ کا دن فرض کیا تھا' انہوں نے اس کا انکار کیا اور کہا: اے موسیٰ علیہ السلام

نے ہفتہ کے دن کوئی چیز پیدا نہیں کی' سو ہمارے لیے (بہ طور تعظیم) ہفتہ کا دن مقرر کر دیں' تو ان کے لیے ہفتہ کا دن مقرر کر دیا گیا' پھر جب ان پر ہفتہ کا دن فرض کر دیا گیا تو انہوں نے اس میں حرام کام حلال کر لیے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۲۶۸۶' مکتبہ نزار مصطفی الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

یہود نے ہفتہ کا دن اس لیے اختیار کیا تھا کہ یہ فراغت کا دن ہے' اس دن اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا کر کے فارغ ہو گیا تھا' سو انہوں نے کہا: ہم بھی اس دن دنیا کے کاموں سے فارغ ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور نصاریٰ نے اتوار کا دن اس لیے اختیار کیا تھا کہ یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے کی ابتداء کی تھی' سو یہی دن اللہ کی تعظیم اور اس کی عبادت کے لائق ہے' ہم اس دن میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور اس کا شکر ادا کریں گے اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس دن کی ہدایت دی جس کو اس نے فرض کیا تھا اور ہم کو اس دن کی ہدایت ہمیں اجتہاد میں صحیح دن تک پہنچنے کی توفیق سے دی' جیسا کہ امام عبد الرزاق نے بیان کیا ہے کہ حضرت السعد بن زرارہ نے مدینہ میں صحابہ کو اکٹھا کر کے جمعہ کی نماز پڑھائی۔ (مصنف عبد الرزاق: ۵۱۵۸)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ جمعہ کے دن اذان سنتے تو حضرت السعد بن زرارہ کے لیے رحمت کی دعا کرتے' عبد الرحمن بن کعب کہتے ہیں: میں نے ان سے پوچھا: آپ جب بھی جمعہ کی اذان سنتے ہیں تو حضرت اسعد بن زرارہ کے لیے دعا کرتے ہیں' اس کا کیا سبب ہے؟ حضرت کعب نے کہا: سب سے پہلے انہوں نے ہی ہم کو ھزم النبیت میں نقیع کے اندر بنو بیاضہ کی پتھریلی زمین میں جمعہ پڑھایا تھا' میں نے پوچھا: آپ اس روز کتنے افراد تھے؟ انہوں نے بتایا: چالیس۔

(سنن ابو داؤد: ۱۰۶۹' سنن ابن ماجہ: ۱۰۸۲)

۲ - بَابُ فَضْلِ الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَهَلْ عَلَى الصَّبِيِّ شُهُوْدُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ، اَوْ عَلَى النِّسَاءِ؟

جمعہ کے دن غسل کرنے کی فضیلت اور آیا بچوں اور عورتوں پر بھی جمعہ کے دن حاضر ہونا واجب ہے؟

۸۷۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا جَآءَ اَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ.

[اطراف الحدیث: ۸۹۴-۹۱۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے دن آئے تو وہ غسل کرے۔

(سنن نسائی: ۱۳۷۵' السنن الکبریٰ: ۱۶۸۱' سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۹۷' صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۶۱' صحیح ابن حبان: ۱۲۳۴' مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۰۵۸- ج ۵ ص ۱۷۷' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۳۶۰' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۳۹۷۴)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غسل کرنے کا حکم دیا ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے' اس سے غیر مقلدین نے یہ استدلال کیا ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے۔ جمہور کے نزدیک یہ امر استحباب کے لیے ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے جمعہ کے دن وضوء کیا تو بہت اچھا کیا اور جس نے غسل کیا تو وہ افضل ہے۔ (سنن ابو داؤد: ۳۵۴)

۸۷۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْمَاءَ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد بن اسماء

اَخْبَرَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، بَيْنَمَا هُوَ قَائِمٌ فِي الْخُطْبَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، اِذْ دَخَلَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَادَاهُ عُمَرُ اَيَّةُ سَاعَةٍ هٰذِهٖ؟ قَالَ اِنِّيْ شُغِلْتُ، فَلَمْ اَنْقَلِبْ اِلٰى اَهْلِيْ حَتّٰى سَمِعْتُ التَّاْذِيْنَ، فَلَمْ اَزِدْ اَنْ تَوَضَّاْتُ. فَقَالَ وَالْوُضُوْءُ اَيْضًا؟ وَقَدْ عَلِمْتَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْمُرُ بِالْغُسْلِ؟

[طرف الحدیث:٨٨٢]

نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے خبر دی از امام مالک از الزہری از سالم بن عبد اللہ بن عمر از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے اور مہاجرین اولین میں سے ایک شخص مسجد میں داخل ہوئے پس حضرت عمر نے ان کو نداء کر کے فرمایا: یہ کون سا وقت ہے؟ انہوں نے کہا: میں مشغول تھا میں اس وقت اپنے گھر پہنچ سکا جب میں نے اذان سنی میں نے وضوء کرنے کے سوا اور کچھ نہیں کیا۔ حضرت عمر نے کہا: اور وضوء بھی (تو قابل ملامت ہے!) حالانکہ آپ کو علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غسل کا حکم دیتے تھے۔

(صحیح مسلم:٨٤٥، الرقم المسلسل:١٩٢٣، السنن الکبریٰ:١٦٧٠، سنن ترمذی:٤٩٥، صحیح ابن حبان:١٢٣٠، سنن بیہقی ج ٣ ص ١٨٩، مسند احمد ج ١ ص ٢٩ طبع قدیم، مسند احمد:١٩٩۔ ج ١ ص ٣٢٨، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی:٥٦٩٥، مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ، مسند الطحاوی:٦٠٣٢)

حدیث مذکور کے رجال

(١) عبد اللہ بن محمد بن اسماء الضبعی البصری، یہ جویریہ بن اسماء کے بھتیجے ہیں ٢٣١ھ میں فوت ہو گئے تھے (٢) جویریہ بن اسماء بن عبید الضبعی البصری، یہ ١٧٤ھ میں فوت ہو گئے تھے (٣) امام مالک بن انس (٤) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (٥) سالم بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب (٦) ان کے والد حضرت عبد اللہ بن عمر الخطاب رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٢٣٩)

کھڑے ہو کر خطبہ دینا، سربراہ ملک کا عوام کی عبادات کی تفتیش کرنا، جمعہ کے دن کے غسل کا مستحب ہونا اور دیگر مسائل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے اس سے معلوم ہوا کہ کھڑے ہو کر خطبہ دینا سنت ہے۔

حضرت عمر نے آنے والے مہاجر صحابی (وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے) سے تفتیش کی کہ وہ دیر سے کیوں آئے اس سے معلوم ہوا کہ سربراہِ ملک کو عوام کے احوال کی تفتیش کرنی چاہیے اور ان کے دینی کاموں سے باخبر رہنا چاہیے اور اگر وہ کسی افضل کام کو ترک کر دیں تو ان سے باز پرس کرنی چاہیے۔

حضرت عمر نے خطبہ کے دوران حضرت عثمان کو ٹوکا۔ اس سے معلوم ہوا کہ خطبہ کے دوران نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا جائز ہے۔

حضرت عثمان جمعہ کے دن اذان سے پہلے اپنے کاروبار میں مشغول رہے حتیٰ کہ اذان ہو گئی اور ان کو غسل کرنے کا وقت نہیں ملا اور وہ صرف وضوء کر کے مسجد میں آ گئے اور حضرت عمر نے ان سے یہ نہیں کہا کہ جائیں غسل کر کے آئیں اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن غسل کرنا فرض نہیں ہے اور نہ ہی یہ حکم دیا کہ آپ اتنی دیر تک کاروبار میں مشغول نہ رہا کریں اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن

کاروبار میں مشغول رہنا مباح ہے خواہ انسان افضل وقت میں مسجد میں نہ پہنچ سکے۔

حضرت عمر کے ملامت کرنے پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت عثمان نے افضل کام کو ترک کیا تھا اور ترک افضل پر ملامت نہیں کی جاتی' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر کا منشاء یہ تھا کہ حضرت عثمان ان لوگوں میں سے ہیں جو لوگوں کے لیے اسوہ اور نمونہ ہیں' تو ان ایسے لوگوں کو افضل اور مستحب کو ترک نہیں کرنا چاہیے ورنہ عام لوگ فرائض اور واجبات میں بھی تساہل کریں گے۔

فقہاء احناف کے نزدیک جمعہ کی طرف سعی اس اذان سے واجب ہوتی ہے' جو خطیب اور منبر کے سامنے دی جاتی ہے اور اسی اذان کے بعد جمعہ کے دن بیع اور شراء حرام ہوتی ہے' کیونکہ یہی اذان اصل ہے' امام شافعی' امام احمد اور شہروں کے اکثر فقہاء کا یہی مذہب ہے' پھر اگر اس وقت خرید وفروخت کی جائے تو امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک وہ مکروہ تنزیہی ہے' اور امام مالک' امام شافعی اور غیر مقلدین کے نزدیک وہ خرید وفروخت باطل ہے۔

٨٧٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ' عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ' عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از صفوان بن سلیم از عطاء بن یسار از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن غسل کرنا ہر بالغ پر واجب ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٨٥٨ میں گزر چکی ہے۔

٣ - بَابُ الطِّيْبِ لِلْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن خوشبو لگانا

٨٨٠ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ سُلَيْمٍ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ اَشْهَدُ عَلٰى اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ اَشْهَدُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ' وَاَنْ يَّسْتَنَّ' وَاَنْ يَّمَسَّ طِيْبًا اِنْ وَجَدَ. قَالَ عَمْرٌو اَمَّا الْغُسْلُ فَاَشْهَدُ اَنَّهٗ وَاجِبٌ' وَاَمَّا الْاِسْتِنَانُ وَالطِّيْبُ فَاللّٰهُ اَعْلَمُ' اَوَاجِبٌ هُوَ اَمْ لَا؟ وَلٰكِنْ هٰكَذَا فِي الْحَدِيْثِ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ هُوَ اَخُوْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ' وَلَمْ يُسَمَّ اَبُوْ بَكْرٍ هٰذَا' رَوَاهُ عَنْهُ بُكَيْرُ بْنُ الْاَشَجِّ' وَسَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ هِلَالٍ وَّ عِدَّةٌ. وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ يُكْنٰى بِاَبِيْ بَكْرٍ وَّاَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حرمی بن عمارہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی بکر بن المنکدر' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن سلیم الانصاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت ابوسعید نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن غسل کرنا ہر بالغ پر واجب ہے اور وہ مسواک کرے اور اگر اس کو خوشبو میسر ہو تو وہ خوشبو لگائے' عمرو نے کہا: رہا غسل تو میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ واجب ہے اور رہی مسواک اور خوشبو تو اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ واجب ہے یا نہیں' لیکن حدیث میں اسی طرح ہے۔ امام ابوعبداللہ نے کہا: وہ محمد بن المنکدر کے بھائی ہیں اور ابوبکر کا نام نہیں لیا گیا' اور اس حدیث کو ان سے بکیر بن الاشج اور سعید بن ابی ھلال اور متعدد نے روایت کیا ہے' اور محمد بن المنکدر کی کنیت ابوبکر اور ابوعبداللہ ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ٨٥٨ میں گزر چکی ہے۔

٤ - بَابُ فَضْلِ الْجُمُعَةِ

جمعہ کی فضیلت

٨٨١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ، مَوْلٰى اَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِيْ صَالِحِ السَّمَّانِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ رَاحَ، فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ، فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ، فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا اَقْرَنَ، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ، فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ دَجَاجَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ، فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً، فَاِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلَائِكَةُ يَسْتَمِعُوْنَ الذِّكْرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از سمی مولیٰ ابوبکر بن عبدالرحمان از ابوصالح سمان از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے جمعہ کے دن اس طرح غسل کیا' جس طرح وہ غسل جنابت کرتا ہے' پھر وہ (جمعہ پڑھنے) چلا گیا تو گویا اس نے اونٹ کا صدقہ کیا' اور جو دوسری ساعت میں گیا' اس نے گویا گائے کا صدقہ کیا اور جو تیسری ساعت میں گیا اس نے گویا سینگھ والے مینڈھے کا صدقہ کیا اور جو چوتھی ساعت میں گیا اس نے گویا مرغی کا صدقہ کیا اور جو پانچویں ساعت میں گیا اس نے گویا انڈے کا صدقہ کیا' پس جب امام نکل آئے تو فرشتے آ جاتے ہیں اور وعظ سنتے ہیں۔

(صحیح مسلم: ٨٥٠' الرقم المسلسل: ١٩٣٢' سنن ابوداؤد: ٣٥١' سنن ترمذی: ٤٩٩' سنن نسائی: ١٣٨٢' صحیح ابن حبان: ٢٧٧٥' سنن بیہقی ج ٣ ص ٢٢٦' شرح السنۃ: ١٠٦٣' مصنف عبدالرزاق: ٥٥٦٥' مسند احمد ج ٢ ص ٤٦٠ طبع قدیم' مسند احمد: ٩٩٢٦۔ ج ١٦ ص ٢٠' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطحاوی: ٧٧٦٢)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے' اس حدیث کا عنوان ہے: جمعہ کی فضیلت' اس کی وجہ یہ ہے کہ جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے جانے' میں بدن کو بھی مشقت ہوتی ہے اور اس میں صاف کپڑے پہننے' نہانے دھونے اور خوشبو وغیرہ لگانے میں مال بھی خرچ ہوتا ہے اور اس میں صدقہ کا بھی ثواب ہے تو اس میں بدنی عبادت اور مالی عبادت دونوں جمع ہیں اور یہ جمعہ کی فضیلت ہے۔

حدیث مذکور کے مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جمعہ کے دن غسل کرنے اور نماز جمعہ کے لیے پہلی ساعت میں جانے کا ذکر ہے اور یہ دونوں امر مستحب ہیں۔
اس میں اونٹ' گائے' مینڈھے' مرغی اور انڈے کے صدقہ کا ذکر ہے' اس سے معلوم ہوا کہ صدقہ قلیل اور کثیر دونوں کا مقبول ہوتا ہے۔
اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گائے اور مینڈھے کی بہ نسبت اونٹ کی قربانی کرنا افضل ہے کیونکہ اونٹ کا ذکر ان دونوں سے پہلے فرمایا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٢٤٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

نیز اس حدیث میں جانوروں کے ساتھ ساتھ انڈا صدقہ کرنے کا ذکر کیا گیا ہے' یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انڈا کھانا حلال ہے کیونکہ صدقہ حلال چیز کا کیا جاتا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ١٨٥١۔ ج ٢ ص ٦٢٢ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٥ - بَابٌ

باب

٨٨٢ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَیْبَانُ عَنْ یَحْیٰی عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ بَیْنَمَا هُوَ یَخْطُبُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ اِذْ دَخَلَ رَجُلٌ فَقَالَ عُمَرُ لِمَ تَحْتَبِسُوْنَ عَنِ الصَّلٰوةِ؟ فَقَالَ الرَّجُلُ مَا هُوَ اِلَّا سَمِعْتُ النِّدَاءَ تَوَضَّاْتُ فَقَالَ اَلَمْ تَسْمَعُوا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَاحَ اَحَدُکُمْ اِلَی الْجُمُعَةِ فَلْیَغْتَسِلْ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ کہ جس وقت حضرت عمر رضی اللہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے ایک صحابی مسجد میں داخل ہوئے حضرت عمر نے فرمایا: آپ اپنی نماز میں کیوں تاخیر کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: بس اتنا وقت لگا ہے کہ میں نے اذان سنتے ہی وضوء کیا' حضرت عمر نے فرمایا: کیا آپ لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہیں سنا: جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے لیے جائے تو غسل کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٨٧٨ میں گزرچکی ہے۔

٦ - بَابُ الدُّهْنِ لِلْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن تیل لگانا

٨٨٣ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ عَنْ سَعِیْدِ الْمَقْبُرِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبِیْ عَنِ ابْنِ وَدِیْعَةَ عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَغْتَسِلُ رَجُلٌ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَیَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ وَیَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهٖ اَوْ یَمَسُّ مِنْ طِیْبِ بَیْتِهٖ ثُمَّ یَخْرُجُ فَلَا یُفَرِّقُ بَیْنَ اثْنَیْنِ ثُمَّ یُصَلِّیْ مَا کُتِبَ لَهٗ ثُمَّ یُنْصِتُ اِذَا تَکَلَّمَ الْاِمَامُ اِلَّا غُفِرَ لَهٗ مَا بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰی. [طرف الحدیث: ٩١٠]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از سعید المقبری' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از ابن ودیعہ از حضرت سلمان فارسی رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی جمعہ کے دن غسل کرے گا اور اپنی استطاعت کے مطابق پاکیزگی حاصل کرے گا اور اپنا تیل لگائے گا یا اپنے گھر سے خوشبو لگائے گا' پھر (جمعہ کے لیے) نکلے گا' اور دو آدمیوں کے درمیان تفرقہ نہیں کرے گا' پھر اتنی نماز پڑھے گا جتنی اس کے لیے مقدر کر دی گئی ہے' پھر جب امام خطبہ دے گا تو وہ خاموش بیٹھا رہے گا تو اس شخص کے لیے اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان کے گناہوں کی مغفرت کر دی جائے گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ٢ ص ١٥٢' سنن دارمی: ١٥٤١' صحیح ابن حبان: ٢٧٧٦' المعجم الکبیر: ٦١٩٠' سنن بیہقی ج ٣ ص ٢٤٣' شرح السنۃ: ١٠٥٨' سنن ابوداؤد الطیالسی: ٩٥٦' مسند احمد ج ٥ ص ٤٣٨ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٣٧١٠۔ ج ٣٩ ص ١١٤' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ٢٢٩٣' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٢٦ھ' مسند الطحاوی: ٢٥٢٩)

حدیث مذکور کے رجال

(١) آدم بن ابی ایاس (٢) محمد بن عبدالرحمان بن المغیرہ بن الحارث بن ابی ذئب' ان کا نام ہشام القرشی العامری ابوالحارث المدنی ہے (٣) سعید بن ابی سعید' ان کا نام کیسان المقبری ابوسعید المدنی ہے۔ المقبری میں مدینہ کے ایک مقبرہ کی طرف نسبت ہے' ان کے یہ مجاور تھے (٤) ابوسعید المقبری (٥) عبداللہ بن ودیعہ بن حرام ابوودیعہ الانصاری المدنی' ان کو حرّہ میں شہید کر دیا گیا تھا (٦) حضرت سلمان الفارسی رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٢٥١)

جمعہ کے دن تیل لگانے اور خوشبو لگانے کا استحباب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جمعہ کے دن تیل لگانا' خوشبو لگانے کی طرح مستحب ہے' اور تمام علماء اس کے استحباب پر متفق ہیں۔

علامہ طبری نے کہا ہے کہ جس ثواب کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بیان فرمایا ہے' وہ اس وقت ملے گا جب نمازی اس طرح جمعہ پڑھے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بیان فرمایا ہے اور خاموشی سے اپنے امام کا خطبہ اور نماز میں اس کی قراءت سنے اور جو شخص اس دوران خاموش نہیں رہا اس کو یہ ثواب نہیں ملے گا' اگر امام کی آواز اس تک نہ پہنچ رہی ہو اور اس کا سننا ممکن نہ ہو لیکن وہ اس دوران خاموش رہا ہو' پھر بھی اللہ تعالیٰ کریم ہے' وہ اس کو یہ ثواب عطا فرمائے گا۔

اس حدیث میں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے غسل کرنے کا حکم دیا ہے' یہ حکم بھی تیل لگانے اور خوشبو لگانے کی طرح استحباب کے لیے ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۵۹۔۵۵۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

خطبہ کے دوران کلام کرنے کی ممانعت میں اختلافِ فقہاء اور معصیت کے وقوع سے پہلے اس کی مغفرت کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ خطبہ کے دوران کلام کرنا مکروہ تحریمی ہے یا مکروہ تنزیہی ہے' امام شافعی کے اس کے متعلق دو قول ہیں' قاضی عیاض نے کہا ہے کہ امام مالک' امام ابوحنیفہ اور جمہور فقہاء کے نزدیک خطبہ سننے کے لیے خاموش رہنا واجب ہے' ابراہیم النخعی' امام احمد اور ایک قول کے مطابق امام شافعی کے نزدیک خطبہ کے دوران خاموش رہنا لازم نہیں ہے۔

ایک سوال یہ ہے کہ دوسرے جمعہ کے گناہوں کی جو مغفرت ہو گی اس سے مراد پچھلا جمعہ ہے یا آنے والا جمعہ ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس کے پچھلے جمعہ میں گناہ تھے تو ان کی مغفرت کر دی جائے گی اور اگر اس کے پچھلے جمعہ میں گناہ نہیں تھے یا گناہ تھے' لیکن وہ کسی اور سبب سے معاف ہو چکے تھے مثلاً توبہ سے' تو پھر آنے والے جمعہ کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ گزشتہ گناہوں کی معافی تو نیکیوں سے بھی ہو سکتی ہے اور توبہ سے بھی وہ سکتی ہے لیکن آئندہ ہونے والے گناہوں کی معافی کس طرح متصور ہو گی؟ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ حدیث میں آئندہ ہونے والے گناہوں کی معافی کی بھی تصریح ہے:

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: یوم عرفہ کا روزہ رکھنے سے مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ اس روزہ کو پچھلے سال کے گناہوں کا بھی کفارہ بنا دے گا اور اس کے بعد والے سال کے گناہوں کا بھی کفارہ بنا دے گا اور یوم عاشورہ کا روزہ رکھنے سے بھی مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ اس کو اس کے گزشتہ سال کے گناہوں کا کفارہ بنا دے گا۔

(سنن ابوداؤد: ۲۴۲۵' صحیح مسلم: ۱۱۶۲' سنن ترمذی: ۷۴۹' سنن نسائی: ۲۳۸۲' سنن ابن ماجہ: ۱۷۱۳' مسند احمد ج ۵ ص ۲۹۶)

اعتراضِ مذکور کا دوسرا جواب دیتے ہوئے علامہ عینی لکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں ہے: ''**لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ**'' (الفتح: ۲) اس میں ''ماتاخر'' کے لفظ سے اعتراض ساقط ہو جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۵۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ گناہوں کی مغفرت تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ بعید نہیں ہے کہ وہ گناہوں کے وقوع سے پہلے ان کو معاف فرما دے۔

۸۸٤ - حَدَّثَنَا اَبُوْ الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ طَاوُسٌ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ ذَكَرُوْا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِغْتَسِلُوْا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاغْسِلُوْا رُؤُوْسَكُمْ وَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا جُنُبًا وَاَصِيْبُوْا مِنَ الطِّيْبِ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَمَّا الْغُسْلُ فَنَعَمْ وَاَمَّا الطِّيْبُ فَلَا اَدْرِيْ. [طرف الحدیث:۸۸۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبردی از الزہری انہوں نے بیان کیا کہ طاؤس نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ لوگوں نے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن غسل کرو اور اپنے سروں کو دھوؤ خواہ تم جنبی نہ ہو اور خوشبو لگاؤ۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: رہا غسل تو وہ آپ کا ارشاد ہے اور خوشبو کے متعلق مجھے علم نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث پر ایک اعتراض کا جواب

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جمعہ کے دن خوشبو لگانے کی حدیث مروی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک یہ (جمعہ) عید کا دن ہے اس کو اللہ نے مسلمانوں کے لیے (عید) بنا دیا ہے پس جو شخص جمعہ تک پہنچا وہ غسل کرے اور اگر اس کے پاس خوشبو ہو تو وہ اس کو لگائے اور تم پر مسواک کرنا لازم ہے۔ (سنن ابن ماجہ:۱۰۹۸)

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ علامہ احمد بن ابی بکر البوصیری المتوفی ۸۴۰ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی صالح بن ابی الاخضر ہے اس کو جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے اور اس کی سند کے باقی راوی ثقہ ہیں۔

(زوائد ابن ماجہ ص ۱۷۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ)

زیر بحث حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ جس نے جمعہ کے دن غسل جنابت کیا وہ غسل اس کے جمعہ کے غسل کا بدل ہوگا۔

۸۸۵ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامٌ اَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ اَخْبَرَهُمْ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُ ذَكَرَ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ اَيَمَسُّ طِيْبًا اَوْ دُهْنًا اِنْ كَانَ عِنْدَ اَهْلِهِ؟ فَقَالَ لَا اَعْلَمُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبردی کہ ابن جریج نے ان کو خبردی انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن میسرہ نے خبردی از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے جمعہ کے دن غسل کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کا ذکر کیا طاؤس نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس سے کہا: اگر وہ اپنی بیوی کے پاس ہو تو کیا وہ خوشبو لگائے اور تیل لگائے؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا: مجھے اس کا علم نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۸۴ میں گزر چکی ہے۔

۷ - بَابٌ يَلْبَسُ اَحْسَنَ مَا يَجِدُ

جمعہ کے دن سب سے اچھا دستیاب لباس پہنے

۸۸٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَاٰى حُلَّةً سِيَرَاءَ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبردی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، لَوِ اشْتَرَيْتَ هٰذِهٖ، فَلَبِسْتَهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَلِلْوَفْدِ إِذَا قَدِمُوْا عَلَيْكَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا يَلْبَسُ هٰذِهٖ مَنْ لَّا خَلَاقَ لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ. ثُمَّ جَاءَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا حُلَلٌ، فَأَعْطٰى عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مِنْهَا حُلَّةً، فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، كَسَوْتَنِيْهَا وَقَدْ قُلْتَ فِيْ حُلَّةِ عُطَارِدٍ مَا قُلْتَ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّيْ لَمْ أَكْسُكَهَا لِتَلْبَسَهَا. فَكَسَاهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَخًا لَّهٗ بِمَكَّةَ مُشْرِكًا. [اطراف الحدیث: ۹۴۸۔ ۲۱۰۴۔ ۲۶۱۲۔ ۲۶۱۹۔ ۳۰۵۴۔ ۵۸۴۱۔ ۵۹۸۱۔ ۶۰۸۱]

الخطاب رضی اللہ عنہ نے ریشم کا سنہری دھاریوں والا حلہ مسجد کے دروازے پر بکتے ہوئے دیکھا' پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! کاش! آپ اس کو خرید لیتے اور جمعہ کے دن اس کو پہنتے اور جس دن آپ سے کوئی وفد ملنے کے لیے آتا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو وہ لوگ پہنتے ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چند حلّے آئے' آپ نے ان میں سے ایک حلّہ حضرت عمر بن الخطاب کو عطا کر دیا' تو حضرت عمر نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے مجھے یہ حلہ پہننے کے لیے دیا ہے حالانکہ آپ عطارد کے حلّہ کے متعلق مجھ سے وہ ارشاد فرما چکے ہیں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو وہ حلّہ خود پہننے کے لیے نہیں دیا۔ پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے وہ حلّہ مکہ میں اپنے ایک مشرک بھائی کو پہنا دیا۔

(صحیح مسلم: ۲۰۶۸' الرقم المسلسل: ۵۳۰۲' سنن ابوداؤد: ۱۰۷۶' سنن نسائی: ۱۳۸۲' صحیح ابن حبان: ۵۱۱۳' مسند ابویعلیٰ: ۵۵۱۵' شرح مشکل الآثار: ۴۸۳۲' سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۸۰' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۹۷۸۔ ج ۹ ص ۳۴' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کا عنوان ہے: جمعہ کے دن سب سے اچھا لباس پہنے' جو اسے میسر ہو اور اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ جمعہ کے دن عمدہ اور حسین لباس پہننا چاہیے۔

جمعہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمدہ لباس پہننا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہا: آپ اس حلّہ کو خرید لیں اور جمعہ کے دن پہنیں' اس سے معلوم ہوا کہ ان کے ذہنوں میں یہ مقرر تھا کہ مرد کو جمعہ کے دن سب سے افضل اور سب سے احسن لباس پہننا چاہیے۔ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں کر سکتا کہ وہ اپنے کام کاج کے علاوہ جمعہ کے دن کے لیے دو کپڑے تیار کر لے۔

اور اہل سیرت نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن سرخ چادر اوڑھتے تھے اور اچھے کپڑے پہنتے تھے اور خوشبو لگاتے تھے اور اسی طرح عیدین میں بھی۔

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے بیان کیا: میں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کو پایا' اصحاب بدر کو اور اصحاب شجرہ کو' وہ سب جمعہ کے دن عمدہ اور حسین لباس پہنتے تھے اور اگر ان کے پاس خوشبو ہوتی تو خوشبو لگاتے تھے اور پھر جمعہ کے لیے روانہ ہوتے۔ اس حدیث میں ''سِیَراء'' کا لفظ ہے' یہ اس کپڑے کو کہتے ہیں جس میں ریشم ملا ہوا ہو۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۶۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

کفار کا احکام فرعیہ کا مخاطب نہ ہونا' اور جمعہ کے دن عمدہ لباس پہننے کے متعلق احادیث

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردوں کے لیے ریشم پہننا حرام ہے۔

حضرت عمر نے ریشم کا وہ حلّہ اپنے مشرک بھائی کو پہنا دیا تھا' اس سے معلوم ہوا کفار احکام فرعیہ کے مخاطب نہیں ہیں اور اس میں ان فقہاء احناف کی دلیل ہے' جو کہتے ہیں کہ کفار احکام شرعیہ کے مخاطب نہیں ہیں۔

فقہاء شافعیہ نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت عمر نے اس کی رسول اللہ ﷺ سے اجازت نہیں لی تھی' دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ حضرت عمر نے اپنے مشرک بھائی کو اس حلّہ کا ہدیہ کیا تھا' اسے پہننے کے لیے نہیں کہا تھا' اور رسول اللہ ﷺ نے وہ حلّے حضرت عمر' حضرت علی اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہم کی طرف بھیجے تھے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے ان کے لیے ان حلّوں کے پہننے کو مباح کر دیا ہو بلکہ نبی ﷺ نے یہ تصریح کی تھی کہ آپ نے ان کو وہ حلّے پہننے کے علاوہ دیگر منافع کے حصول کے لیے عطا فرمائے تھے۔

نیز اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جمعہ کے دن افضل اور احسن لباس پہننا چاہیے۔

محمد بن یحییٰ بن حبان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں کر سکتا کہ اپنے کام کے کپڑوں کے علاوہ جمعہ کے دن کے لیے دو اور کپڑے بنا لے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰۷۸' سنن ابن ماجہ: ۱۰۹۵)

امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان پر یہ حق ہے کہ جب جمعہ کا دن ہو تو وہ مسواک کرے اور عمدہ لباس پہنے اور اگر اس کے پاس خوشبو ہو تو وہ خوشبو لگائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۵۸۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۵۴۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت) (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۸ - بَابُ السِّوَاكِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن مسواک کرنا

وَقَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَنُّ.

اور حضرت ابوسعید نے نبی ﷺ سے یہ روایت کی ہے کہ آپ مسواک کر رہے تھے۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری: ۸۸۰ میں گزر چکی ہے۔

۸۸۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ اَبِي الزِّنَادِ' عَنِ الْاَعْرَجِ' عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ لَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ' اَوْ عَلَى النَّاسِ' لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلٰوةٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا' یا فرمایا: لوگوں پر دشوار نہ ہوتا تو میں انہیں حکم دیتا کہ وہ ہر نماز کے ساتھ مسواک کریں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۵ میں گزر چکی ہے۔

مسواک کی احادیث کو ''کتاب الجمعہ'' میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ ہر نماز میں مسواک کرنا سنت ہے اور جمعہ کی نماز ایک اہم نماز ہے لہٰذا اس میں مسواک کرنا اہم سنت ہے' دوسری وجہ یہ ہے کہ جمعہ کے دن اس لیے غسل کیا جاتا ہے کہ کام کاج کرنے کی وجہ سے جسم پر پسینہ آتا ہے تو اس کی بدبو سے لوگوں کو تکلیف نہ پہنچے اس لیے اس دن مسواک کر کے منہ کو بھی اچھی طرح صاف کیا جائے تاکہ منہ کی بدبو سے فرشتوں اور نمازیوں کو تکلیف نہ ہو۔

۸۸۸ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان

قَالَ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ الْحَبَابِ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثَرْتُ عَلَيْكُمْ فِي السِّوَاكِ. (سنن ابوداؤد: ٠٣٤٠ سنن نسائی: ٦ جامع المسانید لابن الجوزی: ١٣٠١ مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ)

کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب بن الحباب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے مسواک کرنے کے متعلق تم سے بہت زیادہ کہا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) ابومعمر عبداللہ بن عمرو بن ابی الحجاج ان کا نام میسرہ التیمی البصری ہے (٢) عبدالوارث بن سوید (٣) شعیب بن الحباب ابوصالح البصری (٤) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٢٦٣)

اس حدیث کا معنی ہے: میں نے تم کو مسواک کا حکم دینے میں بہت مبالغہ کیا ہے۔

مسواک کے متعلق احکام

(١) مسواک کرنا واجب ہے یا سنت: اکثر اہل علم کا مذہب یہ ہے کہ مسواک کرنا واجب نہیں ہے بلکہ بعض کا دعویٰ یہ ہے کہ اس پر اجماع ہے اسحاق بن راھویہ نے کہا: ہر نماز کے لیے مسواک کرنا واجب ہے جس نے اس کو عمداً ترک کیا اس کی نماز باطل ہے امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو انہیں مسواک کرنے کا حکم دیتا یہ مسواک کرنے کے مستحب ہونے کی دلیل ہے کیونکہ اگر مسواک کرنا واجب ہوتا تو آپ لازماً مسواک کرنے کا حکم دیتے خواہ امت پر دشوار ہو یا نہ ہو۔ صاحب ھدایہ پر تعجب ہے کہ انہوں نے کہا: مسواک کرنا سنت ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دائماً مسواک کی ہے اور انہوں نے ایک حدیث بھی ایسی ذکر نہیں کی جو مسواک کرنے کے دوام پر دلالت کرتی ہو۔

(٢) مسواک کرنے کا وقت: ہمارے اکثر اصحاب نے یہ کہا ہے کہ مسواک کرنے کا وقت کلی کرنا ہے اور امام شافعی نے کہا ہے کہ مسواک نماز کی سنت ہے مسواک اس وقت کی جائے جب نمازی نماز کے لیے کھڑا ہو۔

(٣) مسواک کس طرح کی جائے: ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ مسواک عرضاً کی بجائے طولاً نہ کی جائے امام ابونعیم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرضاً مسواک کرتے تھے طولاً نہیں کرتے تھے۔

(٤) مسواک کتنی بار یا کتنی دیر کی جائے: اس کی کوئی حد مقرر نہیں ہے لہٰذا اس وقت تک مسواک کی جائے جب تک انسان کا دل مطمئن نہ ہو جائے۔

(٥) جس شخص کو مسواک نہ ملے وہ انگلی سے دانتوں کو ملے: کیونکہ امام بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انگلیاں مسواک سے کفایت کرتی ہیں اور اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (سنن بیہقی ج ١ ص ٤٠) اور امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ایک شخص اپنے منہ پر تیل لگاتا ہے تو کیا وہ مسواک کرے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! میں نے پوچھا: کس طرح؟ آپ نے فرمایا: وہ اپنی انگلی اپنے منہ میں داخل کرے۔ (حافظ عینی نے اس حدیث کو المعجم الاوسط کے حوالے سے لکھا ہے میرے پاس المعجم الاوسط کے دو نسخے ہیں ان دونوں میں یہ حدیث نہیں ہے۔)

(٦) کس چیز سے مسواک کرے؟: مستحب یہ ہے کہ وہ پیلو کی جڑ سے مسواک کرے۔ ابوخیرہ الصباحی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک

وفد میں تھا' میں نے رسول اللہ ﷺ کو پیلو کی جڑ پیش کی' آپ نے فرمایا: اس سے مسواک کیا کرو۔ (تاریخ کبیر: ۱۳۲۲۵)

(۷) مسواک کرنے کی حکمت: بندہ جب نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو اور اللہ تعالیٰ سے مناجات کرے تو ادب کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے منہ سے بدبو نہ آئے۔ امام قشیری نے بغیر سند کے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث روایت کی ہے' انہوں نے کہا: مسواک کو لازم رکھو' اس میں چوبیس خصلتیں ہیں' ان میں سب سے افضل یہ ہے کہ رحمٰن راضی ہوتا ہے' اور نماز کا ستر (۷۷) درجہ زیادہ ثواب ہوتا ہے اور اس سے خوش حالی آتی ہے' اس سے خوشبو آتی ہے' سر کے درد میں آرام آتا ہے' ڈاڑھ کا درد دور ہوتا ہے' اس کے چہرے کے نور اور دانتوں کی چمک کی وجہ سے فرشتے اس سے مصافحہ کرتے ہیں۔

(۸) مسواک کی فضیلت میں متعدد احادیث ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مسواک منہ کو صاف کرنے والی ہے اور رب کو راضی کرنے والی ہے۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۴۷' مسند ابو یعلیٰ: ۴۵۹۸' حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۵۹' مسند الحمیدی: ۱۶۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مسواک کر کے جس نماز کو پڑھا گیا اس کی اس نماز پر ستر (۷۰) درجہ فضیلت ہے جس کو بغیر مسواک کے پڑھا گیا ہے۔

(المستدرک ج ۱ ص ۱۴۶۔۱۴۵' سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۸' صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۷' مسند ابو یعلیٰ: ۴۷۳۸' مسند احمد ج ۶ ص ۲۷۲)

(۹) یہ نبی ﷺ کی امت پر شفقت ہے کہ آپ نے مسواک کو امت پر واجب نہیں کیا۔

(۱۰) نبی ﷺ نے امت پر مشقت کے خطرہ سے مسواک کو امت پر واجب نہیں کیا' اس میں نبی ﷺ کے اجتہاد کی دلیل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۶۳۔۲۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۸۸۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ' عَنْ مَنْصُوْرٍ وَّحُصَيْنٍ' عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ' عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوْصُ فَاهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از منصور و حصین از ابی وائل از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ رات کو اٹھتے تو اپنے منہ میں مسواک ملتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۵ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: ''السواک'' یعنی مسواک کرنا۔

۹ - بَابُ مَنْ تَسَوَّكَ بِسِوَاكِ غَيْرِهٖ

جس شخص نے دوسرے کی مسواک کو استعمال کیا

۸۹۰ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ قَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ' وَّمَعَهُ سِوَاكٌ يَّسْتَنُّ بِهٖ' فَنَظَرَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَقُلْتُ لَهُ اَعْطِنِيْ هٰذَا السِّوَاكَ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ' فَاَعْطَانِيْهِ' فَقَصَمْتُهُ' ثُمَّ مَضَغْتُهُ' فَاَعْطَيْتُهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَنَّ بِهٖ وَهُوَ مُسْتَنِدٌ اِلٰى صَدْرِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہشام بن عروہ نے کہا کہ مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر آئے اور ان کے پاس مسواک تھی' جس سے وہ دانت صاف کر رہے تھے' رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف دیکھا' میں نے کہا: اے عبد الرحمٰن! مجھے یہ مسواک دے دو' سو انہوں نے مجھے وہ مسواک دے دی' میں نے اس کا (اگلا حصہ) کاٹا' پھر میں نے

[اطراف الحدیث: ۱۳۸۹۔۳۱۰۰۔۳۷۷۴۔۴۴۳۸۔۴۴۴۶۔۴۴۴۹۔۴۴۵۰۔۴۴۵۱۔۵۲۱۷۔۶۵۱۰]

اس کو چبایا' پس میں نے وہ مسواک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دی' آپ نے اس مسواک کو استعمال کیا' اس وقت آپ میرے سینہ کی طرف ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

(المستدرک ج ۴ ص ۷' صحیح ابن حبان: ۶۶۱۷' الکامل لابن عدی' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۷ ص ۲۰۶' مسند ابویعلیٰ: ۴۶۰۴' المعجم الکبیر: ۸۷۔ج ۲۳' شرح السنۃ: ۳۸۲۶' مسند احمد ج ۶ ص ۴۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۲۱۶۔ج ۴۰ ص ۲۶۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسماعیل بن ابی اویس (۲) سلیمان بن بلال (۳) ہشام بن عروہ (۴) ان کے والد عروہ بن الزبیر بن العوام (۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۶۵)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ بنو آدم کا لعاب پاک ہوتا ہے' اور اس میں یہ دلیل ہے کہ کوئی شخص اپنے محارم کے گھر میں داخل ہوسکتا ہے' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی شخص دوسرے کی مسواک کرسکتا ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس مسواک کا اگلا حصہ اولاً کاٹ دیا تھا' پھر اس کو نرم کرنے کے لیے اپنے دانتوں سے چبایا۔

۱۰ - بَابُ مَا يُقْرَأُ فِي صَلٰوةِ الْفَجْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن فجر کی نماز میں کس سورت کو پڑھا جائے

۸۹۱ - حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ' عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ' هُوَ ابْنُ هُرْمُزَ' عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ﴿الٓمّٓ. تَنْزِيْلُ﴾ وَ﴿هَلْ أَتٰى عَلَى الْإِنْسَانِ﴾.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از سعد بن ابراہیم از عبدالرحمٰن بن ہرمز از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن صبح کی نماز میں "الم تنزیل السجدة" اور "هل اتى على الانسان" پڑھا کرتے تھے۔

[طرف الحدیث: ۱۰۶۸]

(صحیح مسلم: ۸۸۰' الرقم المسلسل: ۲۰۰۱' سنن ترمذی: ۵۲۰' سنن نسائی: ۹۵۵' سنن ابن ماجہ: ۸۲۳' سنن ابوداؤد: ۱۰۷۵' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۰۷۵' المعجم الکبیر: ۱۲۳۷۵' صحیح ابن خزیمہ: ۵۳۳' مصنف عبدالرزاق: ۵۲۴۰' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۹۳۔ج ۳ ص ۴۵۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۹۶۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۲ھ)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف کیا جاچکا ہے۔

سجدہ والی سورت کو نماز میں پڑھنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء نے اس حدیث کے مطابق عمل کیا ہے اور یہ اجازت دی ہے کہ فجر کی نماز میں اس سورت کو پڑھا جائے جس میں سجدہ ہو' حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اسی طرح منقول ہے' ابراہیم النخعی' ابن سیرین اور فقہاء احناف نے اس کو مستحب کہا ہے' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق نے یہ کہا ہے کہ یہ سنت ہے' امام مالک کے اس میں اقوال مختلف ہیں' ابن وہب نے ان سے یہ نقل کیا ہے کہ فرض میں اس سورت کو پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے جس میں سجدہ ہو اور اشہب نے ان سے یہ نقل کیا ہے کہ یہ

مکروہ ہے ماسوا اس صورت کے جب لوگوں پر التباس کا خوف نہ ہو۔

المہلب نے کہا: تمام نمازوں میں قرآن مجید پڑھنا' اس آیت کے موافق ہونا چاہیے:

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ. (المزمل:۲۰) پس تم اتنا قرآن (نماز میں) پڑھو جس کو تم آسانی سے پڑھ سکو۔

امام مالک نے سجدہ والی سورت کو نماز میں پڑھنا اس لیے مکروہ کہا ہے کہ اس سے لوگوں میں التباس اور اشتباہ ہوگا' اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخر حیات میں مفصل کی سجدہ والی سورتوں کو پڑھنا ترک کر دیا تھا' کیونکہ مفصل کی سورتیں پانچوں نمازوں میں پڑھی جاتی ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۲۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورۃ السجدۃ اور سورۃ الدھر کو پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کا موقف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں ان سورتوں کو پڑھنا امام مالک کے نزدیک مکروہ ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف کے نزدیک کسی نماز میں کسی سورت کے پڑھنے کو معین کرنا مکروہ ہے کہ ہر جمعہ کو فجر کی نماز میں ان سورتوں کو پڑھے۔

امام طحاوی نے کہا: یہ اس صورت میں مکروہ ہے جب وہ یہ سمجھے کہ اس نماز میں اس سورت کو پڑھنا لازم اور واجب ہے' اور کسی اور سورت کو پڑھنا جائز نہیں ہے یا مکروہ ہے' لیکن اگر جمعہ کے دن فجر کی نماز میں ان سورتوں کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرنے کی نیت سے پڑھے یا اس وجہ سے کہ اس کو یہ سورتیں اچھی طرح یاد ہیں اور وہ ان کو سہولت سے پڑھ سکتا ہے تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

محیط میں مذکور ہے: پھر بھی اس کو چاہیے کہ کبھی کبھی کوئی اور سورت پڑھ لے تاکہ ناواقف شخص یہ گمان نہ کرے کہ فجر کی نماز میں ان ہی سورتوں کو پڑھنا لازم ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ان دو سورتوں کے پڑھنے کی حکمت یہ ہے کہ ان میں حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت اور قیامت کے احوال کا ذکر ہے یعنی انسان کی ابتداء اور انتہاء کا۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۶۸۔ ۲۶۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۹۳۱۔ ج ۲ ص ۶۴۴ پر بیان کی گئی ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۱ - بَابُ الْجُمُعَةِ فِي الْقُرٰى وَالْمُدُنِ — بستیوں اور شہروں میں جمعہ کی نماز

''القریٰ''، ''القریۃ'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: بستی' گاؤں اور دیہات' اور ''المدن''، ''المدینۃ'' کی جمع ہے اور اس کا معنی شہر ہے۔

۸۹۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ' عَنْ اَبِيْ جَمْرَةَ الضُّبَعِيِّ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ اَوَّلَ جُمُعَةٍ جُمِعَتْ' بَعْدَ جُمُعَةٍ فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فِيْ مَسْجِدِ عَبْدِ الْقَيْسِ' بِجُوَاثٰى مِنَ الْبَحْرَيْنِ. [طرف الحدیث: ۴۳۷۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عامر العقدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن طہمان نے حدیث بیان کی از ابی جمرہ الضبعی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں جمعہ کے بعد جو سب سے پہلا جمعہ پڑھا گیا وہ بحرین کے شہر جواثیٰ کی مسجد عبدالقیس میں پڑھا گیا تھا۔

(سنن ابوداؤد:۱۰٦٨)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن المثنیٰ' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) ابوعامر العقدی' ان کا نام عبدالملک بن عمرو ہے' العقدی' العقد کی طرف منسوب ہے' یہ قیس کی قوم ہے' جواز دکی قسم ہے (۳) ابراہیم بن طہمان' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) ابوجمرہ نصر بن عمران' الضبعی' ضبیعہ کی طرف نسبت ہے (۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ۲٦٩)

''بحرین'' اور ''جوَاثی'' کے معانی اور مصادیق

اس حدیث میں ''مسجد عبد القیس'' کا ذکر ہے' عبدالقیس ایک قبیلہ کا نام ہے جو بحرین چلے گئے تھے۔

''بحرین'' یہ القطیف اور الاحساء کے قرب میں عمان کے قریب ایک جگہ ہے۔

ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے لکھا ہے: بحرین خلیج فارس کے مغربی ساحل پر ایک چھوٹی سی ریاست ہے' جس کا رقبہ اندازاً سو مربع میل ہے اور ۱۹۷۲ء میں اس کی آبادی دولاکھ کے قریب تھی۔ (معجم البلدان' اردو' ص ٦۱)

''جواثی'' یہ بحرین کی ایک بستی ہے' زمخشری نے لکھا ہے: یہ بحرین کا قلعہ ہے' ابوعبید البکری نے کہا ہے: یہ بحرین کا شہر ہے۔

یہاں پر تجارتی سامان اور شکار بہت تھا' اس لیے یہاں پر تاجر بہ کثرت آتے تھے اور تاجروں کا بہ کثرت آنا اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ جواثی شہر تھا' کیونکہ گاؤں اور دیہات میں بہ کثرت تاجر نہیں جاتے اور اس پر ''قریۃ'' کا اطلاق ہونا اس کے شہر ہونے کے خلاف نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں مکہ اور طائف پر بھی ''قریۃ'' کا اطلاق ہے کیونکہ ان کا شہر ہونا مسلم ہے' اللہ تعالیٰ نے کفار قریش کا قول نقل فرمایا ہے:

وَقَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ O (الزخرف:۳۱)

اور انہوں نے کہا: یہ قرآن ان دو بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل کیا گیا O

ان دو بستیوں سے مراد مکہ اور طائف ہیں اور اکثر مفسرین کے نزدیک بڑے آدمی سے مراد مکہ کا ولید بن مغیرہ اور طائف کا عروہ بن مسعود ثقفی ہے۔

مکہ اور طائف شہر ہیں اور ان پر ''قریۃ'' کا اطلاق لغوی معنی کے اعتبار سے ہے۔

ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے لکھا ہے: ''جواثی'' بحرین میں ایک جگہ' عبدالقیس کا قلعہ۔ (معجم البلدان ص ۱۰۲)

گاؤں اور دیہات میں جمعہ قائم کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

فقہاء شافعیہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جس بستی میں چالیس آزاد مسلمان رہتے ہوں' اس میں جمعہ قائم کرنا جائز ہے حتیٰ کہ امام بیہقی نے بستی میں جمعہ قائم کرنے کے اوپر اس حدیث کو پیش کیا ہے' ہم کہتے ہیں کہ جواثی بستی یا گاؤں نہیں ہے بلکہ شہر ہے اور اگر ہم یہ مان لیں کہ وہ بستی ہے تو اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس پر مطلع ہو گئے تھے کہ جواثی گاؤں ہے' اس کے باوجود آپ نے وہاں جمعہ قائم کرنے کو برقرار رکھا۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ۲۷۰)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ کس جگہ جمعہ قائم کرنا جائز ہے' امام مالک نے کہا: ہر وہ جگہ جہاں مسجد ہو اور بازار ہو وہاں کے رہنے والوں پر جمعہ قائم کرنا واجب ہے اور خانہ بدوشوں پر جمعہ قائم کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ وہ مسافروں کے حکم میں ہیں۔ امام

مالک اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۶۸ھ)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

ابوالقاسم عمر بن حسین المرقی نے کہا:

جب کسی بستی میں چالیس عقل والے مرد نہ ہوں تو ان پر جمعہ واجب نہیں ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

جمعہ سات شرائط سے واجب ہوتا ہے: (۱) وہ جگہ گاؤں یا دیہات ہو (۲) وہاں چالیس آدمی ہوں (۳) مرد ہوں (۴) بالغ ہوں (۵) صاحب عقل ہوں (۶) مسلمان ہوں (۷) وہ جگہ ان کا وطن ہو۔

گاؤں یا دیہات ایسے ہوں کہ ان کے مکان پتھروں' مٹی' اینٹوں' سرکنڈوں اور درختوں سے بنے ہوئے ہوں' خیموں میں رہنے والے خانہ بدوشوں پر جمعہ واجب نہیں ہے' اسی وجہ سے مدینہ کے گرد جو قبائل عرب رہتے تھے' وہ جمعہ قائم نہیں کرتے تھے۔

(المغنی ج ۳ ص ۳۸' دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ جمعہ صرف شہر کی جامع مسجد میں جائز ہے یا شہر کی عیدگاہ میں اور منیٰ میں بھی جائز ہے جب کہ امام حج کا امیر ہو یا خلیفہ مسافر ہو' امام محمد نے کہا: منیٰ میں جمعہ جائز نہیں ہے اور نہ عرفات میں۔ امام ابوحنیفہ کی دلیل حسب ذیل احادیث اور آثار ہیں:

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

الحارث' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' آپ نے فرمایا: جمعہ اور تشریق صرف شہر کی جامع مسجد میں جائز ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۵۱۸۹' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ابوعبدالرحمن سلمی' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جمعہ اور تشریق صرف شہر کی جامع مسجد میں جائز ہیں' حضرت علی بصرہ' کوفہ' مدینہ' بحرین' مصر' شام اور الجزیرہ کو شہروں میں شمار کرتے تھے۔ (المصنف: ۵۱۹۱)

ابن جریج بیان کرتے ہیں: میں نے عطاء سے پوچھا: جامع بستی کی کیا تعریف ہے؟ انہوں نے کہا: جہاں جماعت ہو اور امیر ہو' وہاں قصاص لیا جاتا ہو اور وہاں اکٹھے مکان ہوں' اور انہوں نے کہا: جب تم جامع بستی میں ہو اور جمعہ کی اذان دی جائے تو تم پر واجب ہے کہ تم جمعہ کی نماز میں حاضر ہو خواہ تم اذان سنو یا نہ سنو۔ (مصنف: ۵۱۹۳)

فقہاء احناف کے نزدیک شہر کی تعریفات

علامہ عینی حنفی نے کہا: ہمارے فقہاء نے شہر کی مختلف تعریفیں کی ہیں:

امام ابویوسف سے یہ تعریف منقول ہے: ہر وہ جگہ جس میں ہر قسم کے پیشے ہوں اور لوگوں کے معاش کی ہر چیز وہاں میسر ہو اور وہاں پر قاضی ہو' جو حدود کو قائم کرتا ہو وہ شہر ہے' ایک قول یہ ہے کہ جس جگہ کی آبادی دس ہزار نفوس پر مشتمل ہو وہ شہر ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ وہاں دس ہزار جنگ جو ہوں' تیسرا قول یہ ہے کہ وہاں کے رہنے والوں پر اگر کوئی حملہ کرے تو وہ اس کا دفاع کر سکیں وہ شہر ہے' چوتھا قول یہ ہے کہ وہاں امیر ہو اور حدود قائم کرنے کے لیے قاضی ہو' پانچواں قول یہ ہے کہ وہاں کی سب سے بڑی مسجد میں وہاں کی آبادی نہ سما سکے۔

امام محمد سے یہ تعریف منقول ہے کہ جس جگہ امیر ہو جس کا نائب حدود اور قصاص قائم کر سکے۔

امام ابوحنیفہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ امام ابن ابی شیبہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جمعہ تشریق، عید الفطر کی نماز اور عید الاضحیٰ کی نماز شہر کی جامع مسجد کے سوا اور کہیں جائز نہیں۔

نیز امام ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: جمعہ اور تشریق شہر کی جامع مسجد کے سوا اور کہیں جائز نہیں۔

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ علامہ نووی نے کہا ہے کہ حضرت علی کی حدیث ضعیف ہے اور اس کے ضعف پر اتفاق ہے اور یہ سند ضعیف منقطع پر موقوف ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ نووی اس اثر پر مطلع نہیں ہیں جس میں حجاج بن ارطاۃ ہے اور نہ اس سند پر مطلع ہیں جو جریر از منصور ہے اور وہ سند صحیح ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٧١)

علامہ علاء الدین سمرقندی متوفی ٥٢٩ ھ شہر کی تعریف میں لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ وہ بڑا شہر جس میں گلیاں اور بازار ہوں اور اس کے مضافات ہوں اور وہاں حاکم ہو جو مظلوم کا انصاف ظالم سے لینے پر قادر ہو خواہ اپنے علم سے خواہ دوسرے کے علم سے اور لوگ اپنی پیش آمدہ مشکلات اور حوادث میں اس کی طرف رجوع کرتے ہوں، یہ تعریف زیادہ صحیح ہے۔

(تحفۃ الفقہاء، ج ٢ ص ١٦٢، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٠٥ ھ علامہ کاسانی متوفی ٥٨٧ ھ نے بھی اسی تعریف پر اعتماد کیا ہے، بدائع الصنائع ج ٢ ص ١٩٠ اسی طرح علامہ شامی نے بھی اسی تعریف پر اعتماد کیا ہے۔ رد المحتار ج ٣ ص ٧، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

گاؤں میں جمعہ قائم کرنے کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

جمعہ اہل دیہات پر لازم نہیں کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: جمعہ، تکبیرات تشریق، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز صرف جامع شہر یا بہت بڑے شہر میں ہی ہو سکتی ہیں۔ فتح القدیر میں ہے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: پس تم اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف بھاگو۔ ائمہ کے ہاں بالاتفاق مطلق نہیں کیونکہ جمعہ کا قیام جنگلوں میں بالاتفاق جائز نہیں اور امام شافعی کے نزدیک دیہات میں جمعہ نہیں ہو سکتا، تو یہاں بالاتفاق جگہ کی تخصیص کرنا ہو گی۔ امام شافعی نے دیہات کی تحقیق کی اور ہم نے شہر کی، اور شہر حدیث علی رضی اللہ عنہ کی وجہ سے اولیٰ ہے اور اس کا معارضہ اگر دوسرے کے عمل سے ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس پر تقدیم ہو گی اور یہ تقدیم کیوں نہ ہو کہ ہمارے مذکور معنی کے خلاف معارضہ ثابت ہی نہیں، اسی لیے صحابہ سے یہی منقول ہے کہ جب انہوں نے علاقے فتح کیے تو فقط شہروں میں جامع مسجد اور منبر بنائے نہ کہ دیہاتوں میں، اور اگر وہ دیہاتوں میں بناتے تو ان کا یہ عمل منقول ہوتا خواہ کوئی ایک ہی روایت ہوتی، اور یہ بھی مسلّم ہے کہ جمعہ حضور علیہ السلام پر مکہ میں قبل از ہجرت فرض ہوا جیسا کہ امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، لیکن وہاں کفار کی وجہ سے آپ نے جمعہ قائم نہ فرمایا، جب آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ نے مدینہ طیبہ ہجرت کی تو رسول اللہ ﷺ چودہ دن تک قبیلہ بنو عمرو بن عوف کے ہاں ٹھہرے رہے مگر آپ نے وہاں جمعہ قائم نہ فرمایا، یہ دلیل ہے اس پر کہ دیہات میں جمعہ نہیں ورنہ رسول اللہ ﷺ وہاں جمعہ قائم فرماتے اور باوجودیکہ امام بخاری نے صحیح میں روایت کیا کہ لوگ جمعہ پاتے تھے، اور ایک روایت میں ہے کہ لوگ اپنے اپنے گھر اور عوالی سے جمعہ کے لیے آتے، پس وہ غبار میں آتے تو انہیں غبار پہنچتی اور پسینہ آتا، اور قدوری میں ہے کہ جمعہ کے لیے شہر کی جامع مسجد یا شہر کی عیدگاہ کا ہونا ضروری ہے دیہاتوں میں جمعہ جائز نہیں۔ مولانا بحر العلوم، ارکان الاسلام میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی: اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کی نداء دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ آؤ اور بیع ترک کر دو کے

تحت لکھتے ہیں: یعنی اذان کے بعد بیع حرام ہے اور جمعہ کی طرف سعی لازم ہے' پھر بیع میں گفتگو طویل ہو جانے کی وجہ سے جمعہ اور خطبہ فوت ہو جاتا ہے کیونکہ اس دور کے تاجروں میں ایسی صفات متروک نہیں اور اسی لیے نداء اول کے وقت ہی سے اس سے منع کر دیا گیا' پس بیع و شراء کا شہر میں ہونا ظاہر ہے' اور وہاں یہ بھی فرمایا کہ مریض اور دیگر معذور لوگوں کے لیے جمعہ کے دن جماعت کے ساتھ ظہر ادا کرنا مکروہ ہے' البتہ دیہاتی لوگوں کے لیے ظہر کی جماعت میں کوئی حرج نہیں کیونکہ شہر میں جمعہ تمام جماعتوں کا جامع ہوتا ہے' اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وجوب جمعہ کے لیے شہر کا شرط ہونا مشروع ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری حیات سے لے کر آج تک یہی متوارث ہے کہ اہل دیہات جمعہ نہیں پڑھتے' تو صاحب قدوری کے قول پر مقلدین کے لیے عمل لازم ہے کیونکہ ان کا قول مذہب حنفی کے مطابق ہے اور جمہور فقہاء محققین نے اسی کی اتباع کرتے ہوئے اسے ہی راجح قرار دیا ہے اور علماء احناف میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا جیسا کہ ردالمحتار میں ہے تو ہم پر اس کی اتباع لازم ہے' جسے انہوں نے راجح کہا اور اس کی تصحیح کی' جیسا کہ وہ اپنی زندگی میں اس پر ہمیں فتویٰ دیتے تو اسی کی اتباع کی جاتی اور حق ہی اتباع کے لائق ہے اور وہ مقلد جو اس کی مخالفت کرے اس کا حکم جائز نہیں جیسا کہ درمختار میں ہے' بہر حال اپنے مذہب کے خلاف مقلد کی قضا اصلاً نافذ نہ ہوگی' صحت جمعہ کے لیے شہر کا شرط ہونا جمہور احناف کے ہاں ثابت ہے اور اس میں کسی کو انکار نہیں' ہاں! تعریف شہر میں ان کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہر وہ جگہ جہاں نہ منتقل ہونے والی آبادی ہو اور وہاں چالیس مکلف آدمی مقیم ہوں تو وہاں جمعہ لازم ہو جاتا ہے' ہمارے مذہب میں اس بارے میں روایات مختلف ہیں' ظاہر الروایت میں ہے کہ ایسا شہر ہو جس میں کوئی ایسا امام یا قاضی ہو جو اقامت حدود کی طاقت رکھتا ہو۔ فتح القدیر میں ہے کہ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں: شہر وہ ہوگا جس میں محلے اور بازار ہوں اور ایسا والی ہو جو مظلوم کی فریاد رسی کر سکے اور ایسا عالم ہو جس کی طرف لوگ مختلف پیش آنے والے واقعات میں رجوع کر سکیں' امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ شہر وہ جگہ ہے جہاں کے رہائشی اتنے ہوں کہ وہاں کی سب سے بڑی مسجد ان کے لیے ناکافی ہو۔ ہدایہ میں ہے: یہ امام بلخی کا مختار ہے اور فساد زمانہ اور امراء کا فتنہ دیکھتے ہوئے اکثر مشائخ نے اسی پر فتویٰ دیا' اور امام ابو یوسف سے یہ روایت بھی ہے کہ ہر وہ جگہ شہر ہے جہاں دس ہزار مرد مقیم ہوں' یہ بھی روایت ہے کہ ہر وہ مقام جہاں ایسا امیر یا قاضی ہو جو احکام کو نافذ اور اقامت حدود کا اختیار رکھتا ہو' امام کرخی نے اسی کو اختیار فرمایا۔ (ہدایہ) بعض کی رائے یہ ہے کہ وہاں ہر صاحب صنعت سالہا سال سے اس طرح رہتا ہو کہ اسے دوسری صنعت کی محتاجی نہ ہو' بعض کی رائے یہ ہے کہ اگر وہاں دشمن حملہ آور ہو تو ان سے دفاع ممکن ہو' بعض نے کہا کہ وہاں ہر روز کوئی نہ کوئی پیدا ہو اور کوئی نہ کوئی مرے' بعض نے کہا کہ وہاں کے رہائشی لوگوں کی تعداد کا علم بغیر مشقت کے نہ ہو سکے۔ ہمارے زمانے کی ضرورت کے پیش نظر تعریف شہر میں اکثر فقہاء کا مختار اور متاخرین کا مفتی بہ قول وہی روایت ہے جو امام بلخی کی مختار ہے کہ وہ مقام شہر ہے جس کی سب سے بڑی مسجد وہاں کے مکلف لوگوں کی گنجائش نہ رکھتی ہو۔ شیخ ابوشجاع کہتے ہیں کہ ان تعریفات میں یہی حسن ہے' ولوالجیہ میں ہے کہ یہی صحیح ہے۔ بحر' وقایہ' متن مختار اور اس کی شرح میں اسی کو اختیار کیا گیا ہے' اور متن درر میں اسے ہی دوسرے قول پر مقدم کیا اور ظاہراً ترجیح اسی کو ہے' صدر الشریعہ نے اپنے اس قول سے تائید کی ہے کیونکہ احکام شرع خصوصاً اقامت حدود میں سستی واقع ہو چکی ہے' ہر وہ جگہ جس پر تعریف صادق آ رہی ہو وہ شہر ہے اور وہاں کے رہنے والوں پر جمعہ لازم ہوگا اور اگر تعریف صادق نہ آئے تو وہاں جمعہ نہیں ہوگا خواہ وہ قریہ کے نام سے متعارف ہو یا کسی اور نام سے' تو اب وہ مقام متاخرین کی تعریف کے مطابق حکم مصر میں شرعاً ہوگا نہ کہ عرفاً اور یہی احسن ہے' اور جس پر تعریف مذکور صادق نہ ہو' وہ نہ شرعاً شہر ہے نہ عرفاً' لفظ قریہ میں شرعاً دو اعتبار ہیں: ایک وہ جس کی یہ تعریف کی گئی' دوسرا وہ جس کی یہ تعریف نہ ہو سکے' پس پہلے میں جمعہ صحیح ہے اور بڑا شہر یا قصبہ ہے

اور دوسرے میں جمعہ صحیح نہیں اور یہ دیہات ہے اور جنگل کا بھی یہی حکم ہے' جیسا کہ اس پر قہستانی کی عبارت دال ہے کہ قصبات اور بڑے دیہاتوں جن میں بازار ہوں جمعہ فرض ہوتا ہے' اور بحر میں ہے کہ قریہ اور جنگل میں جمعہ نہیں ہوسکتا کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جمعہ' تکبیراتِ تشریق' نمازِ عید الفطر اور اضحیٰ مصر جامع یا بڑے شہر کے سوا نہیں ہوسکتیں' پھر کہا: اہل شہر کے علاوہ یہ کسی پر لازم نہیں طحطاوی میں اسی طرح ہے' تو ان دونوں کے درمیان عموم وخصوص کی نسبت ہے تو دلائل مذکورہ سے واضح ہو گیا کہ بالاتفاق فرضیت جمعہ مخصوص ہے تو اگر ایسے اہلِ دیہات جمعہ قائم کریں جسے شرعاً شہر نہیں کہا جا سکتا تو ان کے ذمے سے ظہر ساقط نہ ہوگی' اور اگر وہ ظہر تنہا ادا کریں گے تو انہوں نے کبیرہ کا ارتکاب کیا کیونکہ واجب کا ترک ہوا' یعنی نوافل جماعت کے ساتھ ادا کرنے کی وجہ سے ظہر کی جماعت ترک کر دی اور یہ عظیم قباحت ہے' واضح رہے کہ جمعہ تمام جماعتوں کا جامع ہے' ظہر کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا جمعہ کی جماعت کو متفرق اور کم کرنا ہے' بہ خلاف اہل دیہات کے کہ وہاں جمعہ لازم نہیں تو وہاں ظہر کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا جمعہ کے لیے تفریق وتقلیل کا سبب نہیں' ان کے لیے تو یہ دن جماعت کے ساتھ بلا کراہت ظہر ادا کرنے کے لحاظ سے دیگر دنوں کی طرح ہی ہے۔ (مجالس الابرار) تو وہ شخص جو کہتا ہے کہ جمعہ اور ظہر کے درمیان خطبوں کے علاوہ کوئی فرق نہیں' جمعہ ہر جگہ ظہر کی طرح ادا ہو جاتا ہے خواہ شہر ہو یا دیہات یا اور کوئی مقام ہو' اس کا تارک فاسق اور مردود ہے تو ایسے قول کا قائل گمراہ ہے اور گمراہ کرنے والا ہے اور اس کا تعلق مقلدین سے نہیں' اس کے اقوال وافعال' اس کی محبت ومخالطت سے مقلدین کو احتراز کرنا لازم ہے' اللہ تعالیٰ کا علم کامل واکمل ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ٨ ص ٤٢٣-٤٢٨' رضا فاؤنڈیشن' لاہور' ١٤١٦ھ)

نیز اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ گاؤں اور دیہات میں جمعہ اور عید کے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

مسئلہ: ہادی حسن خاں از کان پور نئی سڑک' ١٥ صفر ١٣٣٧ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک دیہات ہے جس کی آبادی تقریباً پانچ سو کے ہے اور اس میں ایک ایسی مسجد ہے کہ اگر اس گاؤں کے مکلفین اس میں جمع ہوں تو مسجد پُر نہ ہوگی اور اس کے قریب دو دو کوس پر کئی قصبے ہیں تو اُس گاؤں میں از رُوئے مذہب حنفی نمازِ جمعہ وعیدین جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: باجماع جملہ ائمہ حنفیہ اس میں جمعہ وعیدین باطل ہیں اور پڑھنا گناہ۔ تمام متون وشروح وفتاویٰ میں ہے: "شرط صحتها المصر" جمعہ کی صحت کے لیے شہر کا ہونا شرط ہے۔ درمختار میں ہے:

صلوة العيد في القرى تكره تحريما لانه اشتغال بما لا يصح لان المصر شرط الصحة.

دیہاتوں میں عید کی نماز مکروہ تحریمی ہے کیونکہ یہ ایسے عمل میں مشغول ہونا ہے جو درست نہیں کیونکہ اس کی صحت کے لیے شہر کا ہونا شرط ہے۔

خود نہ پڑھیں گے' حکم پوچھا جائے گا تو فتویٰ یہ دیں گے' جہاں نہیں ہوتے قائم نہ کریں گے بااین ہمہ اگر عوام پڑھتے ہوں' منع نہ کریں گے۔ درمختار:

كره تحريما صلوة مطلقا او نفلا مع شروق الا العوام فلا يمنعون من فعلها لانهم يتركونها والاداء الجائز عند البعض اولى من الترك (ملخصًا).

(فتاویٰ رضویہ ج ٨ ص ٤٣٩' رضا فاؤنڈیشن' لاہور' ١٤١٦ھ)

طلوعِ آفتاب کے بعد ہر نماز مکروہ تحریمی ہے خواہ نفل ہو لیکن عوام کو نماز پڑھنے سے روکا نہیں جائے گا کیونکہ وہ بالکل ترک کر دیں گے' اور جو بعض کے نزدیک جائز ہو اس کا بجالانا ترک سے اولیٰ ہوتا ہے۔

گاؤں اور دیہات میں جمعہ نہ ہونے کے متعلق احادیث اور آثار

ابوعبدالرحمن بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شہر کی جامع مسجد کے سوا جمعہ اور تشریق (فرض) نہیں ہیں۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۰۹۸، مجلس علمی بیروت ۱۴۲۷ھ مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۰۹۸، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شہر کی جامع مسجد یا کسی بڑے شہر کے سوا جمعہ، تشریق، عید الفطر اور عید الاضحیٰ فرض نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۰۹۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۰۵۹، دارالکتب العلمیہ بیروت)

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ گاؤں دیہات والوں پر جمعہ فرض نہیں ہے جمعہ صرف شہر والوں پر فرض ہے، جیسے اہل مدائن۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۰۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۰۶۰، دارالکتب العلمیہ بیروت)

ہشام بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری اور محمد بن سیرین نے کہا: جمعہ شہروں میں فرض ہے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۰۱، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۰۶۱، دارالکتب العلمیہ بیروت)

مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نے کہا: شہر کی جامع مسجد کے سوا جمعہ اور تشریق فرض نہیں ہے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۰۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۰۶۶، دارالکتب العلمیہ بیروت)

ابوعبدالرحمان سلمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شہر کی جامع مسجد کے سوا جمعہ اور تشریق فرض نہیں ہے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۰۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۰۶۷، دارالکتب العلمیہ بیروت)

۸۹۳ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدِ الْمَرْوَزِيُّ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كُلُّكُمْ رَاعٍ. وَزَادَ اللَّيْثُ قَالَ يُوْنُسُ كَتَبَ رُزَيْقُ بْنُ حُكَيْمٍ اِلَى ابْنِ شِهَابٍ، وَاَنَا مَعَهُ يَوْمَئِذٍ بِوَادِي الْقُرٰى هَلْ تَرٰى اَنْ اُجَمِّعَ؟ وَرُزَيْقٌ عَامِلٌ عَلٰى اَرْضٍ يَعْمَلُهَا، وَفِيْهَا جَمَاعَةٌ مِّنَ السُّوْدَانِ وَغَيْرِهِمْ، وَرُزَيْقٌ يَوْمَئِذٍ عَلٰى اَيْلَةَ، فَكَتَبَ ابْنُ شِهَابٍ، وَاَنَا اَسْمَعُ يَاْمُرُهُ اَنْ يُّجَمِّعَ، يُخْبِرُهُ اَنَّ سَالِمًا حَدَّثَهُ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهِ، اَلْاِمَامُ رَاعٍ وَمَسْؤُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِيْ اَهْلِهِ وَهُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهِ، وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْؤُوْلَةٌ عَنْ رَّعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِيْ مَالِ سَيِّدِهِ وَمَسْؤُوْلٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن محمد المروزی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: ہمیں سالم بن عبداللہ نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور لیث نے یہ اضافہ کیا کہ یونس نے کہا: رزیق بن حکیم نے ابن شہاب کی طرف لکھا اور اس دن میں ان کے ساتھ وادی القریٰ میں تھا، آپ کی کیا رائے ہے میں جمعہ قائم کروں؟ اور رزیق اس زمین پر عامل تھے اور اس میں عمل کرتے تھے اور اس میں حبشیوں اور دوسرے لوگوں کی جماعت تھی اور رزیق ان دنوں ایلہ پر حاکم تھے، پس ابن شہاب نے جواب لکھا اور میں سن رہا تھا، انہوں نے ان کو جمعہ قائم کرنے کا حکم دیا اور ان کو یہ خبر دی کہ سالم نے ان کو یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر شخص اپنے ماتحت لوگوں کی طرف سے جواب دہ ہے، سربراہ ملک نگہبان ہے اور وہ اپنے ماتحت لوگوں

عَنْ رَّعِيَّتِهِ. قَالَ وَحَسِبْتُ اَنْ قَدْ قَالَ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِيْ مَالِ اَبِيْهِ وَمَسْؤُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهِ، وَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْؤُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهِ. [اطراف الحدیث: ۲۴۰۹۔ ۲۵۵۴۔ ۲۵۵۸۔ ۲۷۵۱۔ ۵۱۸۸۔ ۵۲۰۰۔ ۷۱۳۸] (صحیح مسلم: ۱۸۲۹' الرقم المسلسل: ۴۶۴۳' سنن ترمذی: ۱۷۰۵' مصنف عبد الرزاق: ۲۰۶۴۹' صحیح ابن حبان: ۴۴۸۹' سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۹۱' شعب الایمان: ۷۳۶۰' الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۰۸۹' مسند احمد ج ۲ ص ۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۴۹۵۔ ج ۸ ص ۸۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۳۹۸' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۲ھ)

کی طرف سے جواب دہ ہے' مرد اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے اور وہ اپنے گھر والوں کی طرف سے جواب دہ ہے' اور عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگہبان ہے اور وہ اپنے ماتحت لوگوں کی طرف سے جواب دہ ہے' اور نوکر اپنے مالک کے مال کا نگہبان ہے اور وہ اپنے زیر تصرف چیزوں کی طرف سے جواب دہ ہے اور میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: اور مرد اپنے باپ کے مال کا نگہبان ہے اور اپنے زیر تصرف چیزوں کی طرف سے جواب دہ ہے اور تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور اس سے اس کے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) بشر بن محمد ابو محمد بجستانی المروزی' یہ ۲۲۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبد اللہ بن المبارک (۳) ابن یونس بن یزید الایلی (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) سالم بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب (۶) ان کے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (۷) رزیق بن حکیم الفزاری' یہ بنو فزارہ ایلی کے آزاد کردہ غلام تھے اور عمر بن عبد العزیز کی طرف سے ایلہ کے والی اور حاکم تھے' ابن الحذاء نے کہا: یہ مدینہ کے حاکم تھے' امام نسائی نے کہا: یہ ثقہ تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۷۴۔ ۲۷۳)

اس باب کا عنوان ہے: بستیوں اور شہروں میں جمعہ کی نماز' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ رزیق لوگوں پر حاکم تھے' سو ان کے فرائض میں سے جمعہ کو قائم کرنا تھا' خواہ وہ کسی بستی کے حاکم ہوں' یہ امام بخاری کا مقصود ہے لیکن اس حدیث میں یہ ثبوت نہیں ہے کہ گاؤں اور دیہات میں جمعہ قائم کرنا جائز ہے۔

''ایلہ'' کا معنی اور مصداق

اس حدیث میں ''ایلہ'' کا لفظ ہے' ابو عبید نے کہا: یہ مصر' مکہ اور تبوک کے درمیان سمندر کے کنارے ایک شہر ہے' صاحب ایلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ کو جزیہ ادا کیا۔

البکری نے کہا: مدین بن ابراہیم کی بیٹی کا نام ایلہ رکھا گیا تھا' یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایلہ سمندر کے کنارے ایک بستی تھی۔ الیعقوبی نے کہا: ایلہ بہت بڑا شہر ہے جو سمندر کے کنارے ہے' یہاں شام' مصر اور اندلس کے حجاج جمع ہوتے ہیں اور یہاں بہت زیادہ تجارت ہوتی ہے' بحر قلزم سے لے کر ایلہ تک چھ مراحل کا فاصلہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۷۵۔ ۲۷۴)

ڈاکٹر غلام جیلانی برق لکھتے ہیں: بحر شام کے ساحل پر یہود کا شہر' انہیں ہفتہ (سبت) کے دن مچھلی کے شکار سے روکا گیا تھا لیکن نہ رکے اور مسخ کر دیئے گئے۔ (معجم البلدان' اردو' ص ۵۳)

ہر شخص کی نگہبانی کا دائرہ کار

اس حدیث میں ''راعی'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: چرواہا' نگہبان اور محافظ' اس لفظ کے مفہوم میں امام' مرد' عورت' خادم اور بیٹا مشترک ہیں لیکن ان کے معانی مختلف ہیں' پس امام اور سربراہ کے لیے ملک کی نگہبانی یہ ہے کہ وہ حدود قائم کرے اور حدود شرع کو نافذ کرے اور مرد کی نگہبانی یہ ہے کہ وہ اپنے افراد خانہ کی کفالت کرے اور ان کی معاشی ضروریات کو پورا کرے' ان کے حقوق ادا کرے

اور ان کے لباس اور علاج معالجہ کا انتظام کرے اور ان سے عبادت کرائے اور عورت کی نگہبانی یہ ہے کہ وہ اپنے خاوند کے گھر کے معاملات چلانے کے لیے اچھی تدبیر کرے اور خاوند کے مال اور اپنی عفت کی حفاظت کرے اور خادم کی نگہبانی یہ ہے کہ وہ اپنے مالک کی اچھی طرح خدمت کرے اور جو چیزیں اس کے تصرف میں ہیں ان کی دیکھ بھال کرے' اور کسی شخص کی اپنے باپ کے مال کی نگہبانی یہ ہے کہ وہ اپنے باپ کے مال کو نقصان سے بچائے اور اس میں اضافے کی کوشش کرے۔

عامل اور والی خواہ سلطان کا مقرر کیا ہوا ہو یا عوام نے مقرر کیا ہو' وہ جمعہ پڑھا سکتا ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رزیق وادی القریٰ کے عامل اور والی تھے اور ابن شہاب زہری نے ان کو خط لکھا کہ وہ وہاں پر جمعہ قائم کریں' اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ قائم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ شہر کا حاکم یا اس کا نائب جمعہ کو قائم کرے' حدیث میں ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے میرے اس مقام میں تم پر جمعہ فرض کیا ہے' میرے آج کے دن' میرے اس مہینہ میں اور میرے اس سال سے لے کر قیامت تک کے لیے جمعہ فرض کر دیا ہے' پس جس نے جمعہ کو میری زندگی میں ترک کیا یا میرے بعد ترک کیا' حالانکہ اس کے پاس امام تھا خواہ عادل خواہ ظالم' جمعہ کو معمولی گردانتے ہوئے یا اس کی فرضیت کا انکار کرتے ہوئے تو اللہ اس کے بکھرے ہوئے کاموں کو جمع نہ کرے اور اس کے کاموں میں برکت نہ دے۔ الحدیث (سنن ابن ماجہ:۱۰۸۱)

اس حدیث میں یہ بتایا ہے کہ جمعہ کو امام قائم کرے گا' خواہ وہ امام عادل ہو یا ظالم ہو' فقہاء نے لکھا ہے کہ جمعہ کو سلطان یا اس کا نائب قائم کرے گا یا اس کے اذن سے علماء جمعہ کو قائم کریں گے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے لکھا ہے کہ اگر سلطان نہ ہو تو عوام جس عالم کو مقرر کر دیں وہ جمعہ قائم کر سکتا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فرماتے ہیں:

فان نصب امام الجمعة لوالي الاسلام فان لم يكن فللعامة لا للخطيب وحده.

امامِ جمعہ کا مقرر کرنا والیٔ اسلام کا کام ہے اور اگر والی نہ ہو تو عوام' خطیب تنہا نہیں کر سکتا۔

جمعہ اسی مسجد میں ہو گا اور وہاں دوسری جگہ بلا ضرورت جمعہ قائم نہ ہو گا'' فان بقية العامة مقيد بالضرورة '' کیونکہ باقی عوام کا تقرر ضرورت کے ساتھ مقید ہے۔ ہاں! اگر وہاں کوئی عالمِ دین فقیہ معتمد' افقہ اہل بلد ہو تو وہ حسبِ مصلحت اپنے حکم سے دوسری جگہ بھی جمعہ قائم کر سکتا ہے۔ و اللّٰہ تعالٰی اعلم (فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۴۵۷' رضاء فاؤنڈیشن لاہور' ۱۴۱۶ھ)

نیز اعلیٰ حضرت اس مسئلہ پر دلائل دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

ثانیاً: جہاں سلطنتِ اسلام نہیں وہاں یہ امامتِ عامہ اس شہر کے اعلم علمائے دین کو ہے۔

ثالثاً: جہاں یہ بھی نہ ہو وہاں بہ مجبوری عام مسلمان جسے مقرر کر لیں' بغیر ان صورتوں کے جو شخص نہ خود ایسا امام نہ ایسے امام کا نائب و ماذون و مقرر کردہ' اُس کی امامت ان نمازوں میں اصلاً صحیح نہیں' اگر امامت کرے گا نماز باطل محض ہو گی' جمعہ کا فرض سر پر رہ جائے گا' ان شہروں میں کہ سلطانِ اسلام موجود نہیں اور تمام ملک کا ایک عالم پر اتفاق دشوار ہے' اعلم علمائے بلد کہ اُس شہر کے سُنّی عالموں میں سب سے زیادہ فقیہ ہو' نماز کے مثل مسلمانوں کے کاموں میں اُن کا امام عام ہے اور بہ حکم قرآن عظیم اُن پر اُس کی طرف رجوع اور اُس کے ارشاد پر عمل فرض ہے' جمعہ و عیدین و کسوف کی امامت وہ خود کرے یا جسے مناسب جانے مقرر کرے' اُس کے خلاف پر عوام بہ طور خود اگر کسی کو امام بنالیں گے' صحیح نہ ہو گا کہ عوام کا تقرر بہ مجبوری اُس حالت میں روا رکھا گیا ہے' جب امام عام موجود نہ ہو' اُس کے

ہوتے ہوئے ان کی قرارداد کوئی چیز نہیں۔ تنویر الابصار و درمختار باب الجمعہ میں ہے:

یشترط لصحتها سبعة اشياء الاول المصر وفناء ه والثانی السلطان او ماموره باقامتها.

(ج ١ ص ١٠٩ طبع ہند)

صحتِ جمعہ کے لیے سات چیزیں شرط ہیں: ایک یہ شہر اور فناءِ شہر دوسری سلطان یا اقامت جمعہ پر اس کی طرف سے کوئی مامور ہو۔

فتاویٰ امام عتابی پھر حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ مطبوعہ مصر جلد ١ ص ٢٤٠ میں ہے:

اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفاية فالامور موكلة الى العلماء ويلزم الامة الرجوع اليهم ويصيرون ولاة فاذا عسر جمعهم علی واحد استقل كل قطر باتباع علمائه فان كثروا فالمتبع اعلمهم فان استووا اقرع بينهم. (الحدیقۃ الندیۃ ج ١ ص ٣٥١)

جب کامل سلطان سے زمانہ خالی ہو تو معاملات علماء کے سپرد ہوں گے اور امت پر لازم ہے کہ وہ علماء کی طرف رجوع کرے اور اس وقت علماء ہی والی ہو جائیں گے اور جب ان کا کسی معاملہ پر جمع ہونا مشکل ہو جائے تو ہر علاقہ کے لوگ اپنی طرف کے علماء کی اتباع کر لیں، اور اگر اس علاقہ میں علماء زیادہ ہوں تو ان میں زیادہ علم والے کی اتباع کریں اور اگر وہ برابر ہوں تو قرعہ ڈال لیا جائے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَأُوْلِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ.

(النساء:٥٩)

اللہ کی اطاعت کرو، رسول اللہ کی اطاعت کرو اور تم میں سے جو صاحبِ امر ہیں۔

ائمہ دین فرماتے ہیں: صحیح یہ ہے کہ آیۂ کریمہ میں ''اولی الامر'' سے مراد علمائے دین ہیں۔ ''نص علیه العلامة الزرقانی فی شرح المواهب وغيره فی غيره'' علامہ زرقانی نے شرح المواہب میں اور دیگر علماء نے اپنی کتب میں اس پر تصریح کی ہے۔

درمختار میں ہے:

نصب العامة الخطيب غير معتبر مع وجود من ذكر امامع عدمهم فيجوز للضرورة.

(درمختار ج ١ ص ١١٠ طبع ہند)

مذکور لوگ (سلطان وغیرہ) ہوں تو لوگوں کا خطیب کو مقرر کرنا درست نہ ہوگا اور ان کی عدم موجودگی میں ضرورت کی وجہ سے جائز ہوگا۔

فتاویٰ قاضی خاں و ردالمحتار وغیرہما میں ہے:

خطب بلا اذن الامام والامام حاضر لم يجز الا ان يكون الامام امره بذلك. والله تعالى اعلم

(ردالمحتار ج ١ ص ٥٩٤ مصر)

اگر کسی نے امام کی اجازت کے بغیر خطبہ دیا، حالانکہ امام موجود تھا تو یہ جائز نہیں مگر اس صورت میں جب امام نے اسے اجازت دی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رضویہ ج ٨ ص ٣٨٦۔٣٨٥، رضا فاؤنڈیشن لاہور، ١٤١٦ھ)

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ٦١٠-٤ ۔ ج ٥ ص ٦٩٧ پر مذکور ہے، وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

١٢ - بَابُ هَلْ عَلٰى مَنْ لَّمْ يَشْهَدِ الْجُمُعَةَ غُسْلٌ، مِنَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ وَغَيْرِهِمْ؟

عورتیں اور بچے جن پر جمعہ میں حاضر ہونا فرض نہیں ہے آیا ان پر غسل ہے یا نہیں؟

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ إِنَّمَا الْغُسْلُ عَلٰى مَنْ تَجِبُ

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: غسل اس پر ہے جس پر

عَلَيْهِ الْجُمُعَةُ. جمعہ فرض ہے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردوں اور عورتوں میں سے جو جمعہ کے لیے آیا وہ غسل کرے اور مردوں اور عورتوں میں سے جو جمعہ پڑھنے نہیں آیا اس پر غسل نہیں ہے۔ (سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۸۸ نشر السنۃ ملتان)

۸۹٤ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ جَاءَ مِنْكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: ہمیں سالم بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے جو شخص جمعہ کے لیے آئے وہ غسل کرے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۷۷ میں گزر چکی ہے۔

۸۹۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از صفوان بن سلیم از عطاء بن یسار از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن غسل کرنا ہر بالغ پر واجب ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۵۸ میں گزر چکی ہے۔

۸۹٦ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا وَاُوْتِيْنَاهُ مِنْ بَعْدِهِمْ فَهٰذَا الْيَوْمُ الَّذِيْ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ فَهَدَانَا اللّٰهُ فَغَدًا لِلْيَهُوْدِ وَبَعْدَ غَدٍ لِلنَّصَارٰى. فَسَكَتَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم بعثت میں آخر ہیں اور قیامت کے دن سابق ہوں گے (لیکن) ان کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی اور ہم کو ان کے بعد کتاب دی گئی پس یہ (جمعہ کا) دن وہ ہے جس میں انہوں نے اختلاف کیا تھا پس اللہ نے ہم کو ہدایت دی یہود نے (تعظیم کے لیے) کل کا دن (یعنی ہفتہ کا) مقرر کیا اور نصاریٰ نے کل کے بعد کا (یعنی اتوار کا) پھر آپ خاموش ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۷۶ میں گزر چکی ہے۔

۸۹۷ - ثُمَّ قَالَ حَقٌّ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ اَنْ يَغْتَسِلَ فِيْ

پھر آپ نے فرمایا: ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ ہر سات

كُلِّ سَبْعَةِ اَيَّامٍ يَوْمًا' يَغْسِلُ فِيْهِ رَاْسَهٗ وَجَسَدَهٗ.

دن میں ایک دن غسل کرے' اس میں اپنا سر اور جسم دھوئے۔

[اطراف الحدیث: ۸۹۸-۳۴۸۷]

اس حدیث میں سر کا ذکر فرمایا ہے حالانکہ تمام جسم میں سر بھی داخل ہے اور جب تمام جسم کو دھویا جائے گا تو سر بھی دھل جائے گا' اس کی وجہ سر کا تمام اعضاء میں مشرف ہونا ہے۔

۸۹۸- رَوَاهُ اَبَانُ بْنُ صَالِحٍ' عَنْ مُجَاهِدٍ' عَنْ طَاوُسٍ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ حَقٌّ اَنْ يَّغْتَسِلَ فِيْ كُلِّ سَبْعَةِ اَيَّامٍ يَوْمًا.

امام بخاری نے کہا: اس حدیث کو ابان بن صالح نے روایت کیا ہے از مجاہد از طاؤس از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ سات دن میں ایک دن غسل کرے۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ۸۹۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۳- بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان نہیں لکھا اور یہ ابوابِ سابقہ کا تتمہ ہے اور ان کے ساتھ لاحق ہے۔

۸۹۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ قَالَ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ' عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ' عَنْ مُجَاهِدٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ائْذَنُوْا لِلنِّسَاءِ بِاللَّيْلِ اِلَى الْمَسَاجِدِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شبابہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ورقاء نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از مجاہد از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: عورتوں کو رات میں مساجد کی طرف جانے کی اجازت دو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۶۵ میں گزر چکی ہے۔

۹۰۰- حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ' عَنْ نَافِعٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ' قَالَ كَانَتِ امْرَاَةٌ لِعُمَرَ تَشْهَدُ صَلٰوةَ الصُّبْحِ وَالْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ فِي الْمَسْجِدِ' فَقِيْلَ لَهَا لِمَ تَخْرُجِيْنَ' وَقَدْ تَعْلَمِيْنَ اَنَّ عُمَرَ يَكْرَهُ ذٰلِكَ وَيَغَارُ؟ قَالَتْ وَمَا يَمْنَعُهٗ اَنْ يَّنْهَانِيْ؟ قَالَ يَمْنَعُهٗ قَوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَمْنَعُوْا اِمَاءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ بن عمر نے حدیث بیان کی از نافع از ابن عمر' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عمر کی بیوی صبح کی اور عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کے لیے مسجد میں جاتی تھیں' ان سے کہا گیا: آپ گھر سے کیوں نکلتی ہیں' جب کہ آپ کو معلوم ہے کہ حضرت عمر کو آپ کا نکلنا ناگوار ہے اور ان کو اس پر غیرت آتی ہے؟ انہوں نے کہا: پھر ان کو مجھے منع کرنے سے کیا چیز مانع ہے؟ حضرت ابن عمر نے کہا: ان کو منع کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مانع ہے کہ اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مساجد میں جانے سے منع نہ کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۶۵ میں گزر چکی ہے۔

١٤ - بَابُ الرُّخْصَةِ إِنْ لَّمْ يَحْضُرِ الْجُمُعَةَ فِي الْمَطَرِ

بارش میں جمعہ نہ پڑھنے کی رخصت

٩٠١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْحَمِيدِ، صَاحِبُ الزِّيَادِيِّ، قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْحَارِثِ، ابْنُ عَمِّ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِمُؤَذِّنِهِ فِي يَوْمٍ مَطِيرٍ إِذَا قُلْتَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ فَلَا تَقُلْ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ! قُلْ صَلُّوْا فِي بُيُوْتِكُمْ، فَكَأَنَّ النَّاسَ اسْتَنْكَرُوْا، قَالَ فَعَلَهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنِّي، إِنَّ الْجُمُعَةَ عَزْمَةٌ، وَإِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أُحْرِجَكُمْ، فَتَمْشُوْنَ فِي الطِّيْنِ وَالدَّحْضِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عبدالحمید صاحب الزیادی نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن الحارث محمد بن سیرین کے عم زاد نے خبر دی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بارش کے دن اپنے مؤذن سے کہا: جب تم ''اشهد ان محمدًا رسول اللّٰه'' کہہ لوتو ''حی علی الصلوٰة'' نہ کہنا (بلکہ) کہنا: اپنے گھروں میں نماز پڑھو تو گویا لوگوں نے اس کو ناپسند کیا حضرت ابن عباس نے کہا: اس کام کو انہوں نے کیا ہے جو مجھ سے افضل تھے جمعہ پڑھنے کی تاکید ہے اور میں نے تمہیں حرج میں ڈالنا ناپسند کیا کہ تم کیچڑ اور پھسلن میں چلو گے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٦١٦ میں گزر چکی ہے۔

١٥ - بَابٌ مِنْ أَيْنَ تُؤْتَى الْجُمُعَةُ، وَعَلٰى مَنْ تَجِبُ لِقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿إِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ (الجمعہ: ٩)

کہاں سے جمعہ پڑھنے کے لیے آنا چاہیے اور کس پر جمعہ پڑھنا واجب ہے کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: جب جمعہ کے دن نماز کی اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو۔ (الجمعہ: ٩)

وَقَالَ عَطَاءٌ إِذَا كُنْتَ فِي قَرْيَةٍ جَامِعَةٍ، فَنُوْدِيَ بِالصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ، فَحَقٌّ عَلَيْكَ أَنْ تَشْهَدَهَا، سَمِعْتَ النِّدَاءَ أَوْ لَمْ تَسْمَعْهُ.

اور عطاء نے کہا: جب تم کسی جامع بستی میں ہو پھر جمعہ کے دن نماز کی اذان دی جائے تو پھر تم پر واجب ہے کہ تم جمعہ کی نماز میں حاضر ہو خواہ تم نے اذان سنی ہو یا نہ سنی ہو۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

ابن جریج بیان کرتے ہیں: میں نے عطاء سے پوچھا: جامع بستی کی کیا تعریف ہے؟ انہوں نے کہا: جہاں جماعت ہو اور امیر ہو وہاں قصاص لیا جاتا ہو اور وہاں اکٹھے مکان ہوں اور انہوں نے کہا: جب تم جامع بستی میں ہو اور جمعہ کی اذان دی جائے تو تم پر واجب ہے کہ تم جمعہ کی نماز میں حاضر ہو خواہ تم اذان سنو یا نہ سنو۔ (مصنف عبدالرزاق: ٥١٩٣، دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

وَكَانَ أَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِي قَصْرِهٖ، أَحْيَانًا يُجَمِّعُ وَأَحْيَانًا لَا يُجَمِّعُ، وَهُوَ بِالزَّاوِيَةِ عَلٰى فَرْسَخَيْنِ.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے محل میں کبھی جمعہ کی نماز پڑھاتے اور کبھی نہ پڑھاتے اور ان کا محل زاویہ (ان کی زمین سے بصرہ تک تین میل کے فاصلہ پر ایک جگہ) کے مقام پر دو فرسخ کے فاصلے پر تھا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

ابوالبختری بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس کو دیکھا' وہ زاویہ سے جمعہ میں حاضر ہوتے تھے اور وہ بصرہ سے دو فرسخ پر تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:٥١١٦' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:٥٠٧٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

٩٠٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ النَّاسُ يَنْتَابُونَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ مَنَازِلِهِمْ وَالْعَوَالِي، فَيَأْتُونَ فِي الْغُبَارِ يُصِيبُهُمُ الْغُبَارُ وَالْعَرَقُ، فَيَخْرُجُ مِنْهُمُ الْعَرَقُ، فَأَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْسَانٌ مِنْهُمْ وَهُوَ عِنْدِي، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ أَنَّكُمْ تَطَهَّرْتُمْ لِيَوْمِكُمْ هٰذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن الحارث نے خبر دی از عبید اللہ بن ابی جعفر کہ محمد بن جعفر بن الزبیر نے ان کو حدیث بیان کی از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ زوجہ نبی ﷺ' وہ بیان کرتی ہیں کہ لوگ اپنے گھروں سے اور مدینہ کے اطراف میں بلند آبادیوں سے باری باری نماز جمعہ پڑھنے آیا کرتے تھے' وہ گرد وغبار میں چل کر آتے تھے' ان پر غبار اور پسینہ بہت آتا تھا' پھر ان کے جسم سے پسینہ نکلتا تھا' پس ان میں سے ایک انسان رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا' اس وقت آپ میرے پاس تھے تو نبی ﷺ نے فرمایا: کاش! تم لوگ اس دن کے لیے غسل کر لیا کرتے۔

(صحیح مسلم:٨٤٧' الرقم المسلسل:١٩٢٦' سنن ابوداؤد:١٠٥٥' مصنف عبد الرزاق:٥٣١٥' مسند الحمیدی:١٧٨' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٢ ص ٩٥' سنن بیہقی ج ٣ ص ١٨٩' مسند احمد ج ٦ ص ٦٣ طبع قدیم' مسند احمد:٢٤٣٣٩۔ ج ٤٠ ص ٣٩٦' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطحاوی:٦٥٩٣)

حدیث مذکور کے رجال

(١) احمد بن ابی صالح المصری (٢) عبداللہ بن وہب المصری (٣) عمرو بن الحارث (٤) عبید اللہ بن ابی جعفر الاموی القرشی' ابوجعفر کا نام یسار ہے' یہ مصر کے معززین میں سے ایک ہیں' یہ ١٣٥ھ میں فوت ہو گئے تھے (٥) محمد بن جعفر بن الزبیر بن العوام القرشی (٦) عروہ بن الزبیر بن العوام (٧) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٢٨٥)

اس حدیث کا عنوان ہے: جمعہ پڑھنے کے لیے کہاں سے آنا چاہیے اور اس کی مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے: لوگ اپنے گھروں سے اور مدینہ کے اطراف میں بلند آبادیوں سے باری باری نماز جمعہ پڑھنے آیا کرتے تھے۔

''العوالی'' کا معنی

اس حدیث میں ''العوالی'' کا لفظ ہے' یہ ''عالیۃ'' کی جمع ہے' یہ رسول اللہ ﷺ کے قرب وجوار کی جگہیں ہیں' یہ آبادیاں مشرق کی جانب میں دو میل سے آٹھ میل تک ہیں۔

گاؤں والوں پر جمعہ فرض ہونے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

جو لوگ شہر سے باہر رہتے ہیں' ان پر جمعہ کے وجوب میں اختلاف ہے' حضرت ابوہریرہ' حضرت انس' حضرت ابن عمر اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کا یہ مسلک ہے کہ ان پر جمعہ واجب ہے۔ نافع' حسن' عکرمہ' حکم اور ابراہیم نخعی وغیرہ کا بھی یہی مؤقف ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

اہل قباء میں سے ایک شخص نے کہا کہ ہمیں نبی ﷺ نے قباء سے جمعہ میں حاضر ہونے کا حکم دیا تھا۔

(سنن ترمذی:٥٠١' سنن ابوداؤد:١٠٥٢' سنن نسائی:١٣٦٧' سنن ابن ماجہ:١١٢٥)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص رات کو اپنے اہل میں پہنچ جائے' اس پر جمعہ فرض ہے۔

(سنن ترمذی:٥٠٢' امام ترمذی نے کہا: امام احمد نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔)

اور ایک جماعت کا مؤقف یہ ہے کہ جو شخص اذان کو سنے' اس پر جمعہ کی نماز کے لیے حاضر ہونا واجب ہے' ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جمعہ ہر اس شخص پر فرض ہے جس نے اذان کو سنا۔

(سنن ابوداؤد:١٠٥٦)

امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ گاؤں اور دیہات میں رہنے والوں پر جمعہ فرض نہیں ہے جب تک کہ وہ شہر میں نہ ہوں' الینابیع میں مذکور ہے کہ اگر اس کا گھر شہر سے باہر ہے تو اس پر جمعہ واجب نہیں ہے' امام ابویوسف سے ایک روایت ہے کہ اگر اس کا گھر شہر سے تین فرسخ (ایک فرسخ تقریباً آٹھ کلو میٹر کا ہوتا ہے) کے فاصلہ پر ہے اور وہ جمعہ پڑھ کر رات کو اپنے گھر پہنچ سکتا ہے تو اس پر جمعہ فرض ہے اور امام محمد سے روایت ہے کہ اگر اس کا گھر شہر سے دو تین میل کے فاصلہ پر ہے تو اس پر جمعہ فرض ہے اور یہی امام مالک اور لیث کا مذہب ہے۔ الذخیرہ میں مذکور ہے کہ ہمارے اصحاب کی ظاہر روایت یہ ہے کہ جمعہ صرف شہر میں رہنے والوں پر فرض ہے اور شہر کے مضافات میں رہنے والوں پر جمعہ فرض نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٢٨٧۔٢٨٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ زین الدین بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ٧٩٥ھ لکھتے ہیں:

جو لوگ شہر سے باہر ہوں اگر ان کے لیے جمعہ کی اذان کو سننا ممکن ہے تو پھر ان پر جمعہ میں حاضر ہونا واجب ہے ورنہ نہیں۔ یہ امام شافعی' امام احمد اور اسحاق کا قول ہے' ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ جمعہ اس پر واجب ہے جو اذان سنے۔ (سنن ابوداؤد:١٠٥٦) اور ان کی دوسری دلیل یہ حدیث ہے:

عبید اللہ بن کعب بن مالک اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو لوگ جمعہ کے دن اذان سنتے ہیں اور پھر جمعہ میں حاضر نہیں ہوتے وہ باز آ جائیں ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا اور وہ غافلوں میں سے ہو جائیں گے یا اہل دوزخ میں سے ہو جائیں گے۔ (المعجم الکبیر:٩٩۔ج ١٩)

(فتح الباری لابن رجب ج ٥ ص ٤٠٥۔٤٠٤ ملخصاً' مطبوعہ دار ابن الجوزی' ریاض' ١٤١٧ھ)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ہے کہ جو مدینہ سے دور آبادیوں میں رہتے تھے' وہ باری باری نماز جمعہ پڑھنے مدینہ آتے تھے' علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں امام ابوحنیفہ پر رد ہے' کیونکہ وہ شہر سے باہر رہنے والوں پر جمعہ کو واجب نہیں کہتے' حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ علامہ قرطبی کا یہ رد کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر شہر سے باہر رہنے والوں پر جمعہ واجب ہوتا تو وہ سب کے سب جمعہ پڑھنے آتے' باری باری نہ آتے' سو یہ حدیث امام ابوحنیفہ کے مذہب کے موافق ہے۔ (فتح الباری لابن حجر ج ٢ ص ٤٤٧' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ١٨٥٤۔ج ٢ ص ٦٢٥ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

١٦ - بَابُ وَقْتُ الْجُمُعَةِ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ

زوال شمس کے بعد جمعہ کا وقت ہوتا ہے

وَكَذٰلِكَ يُرْوٰى عَنْ عُمَرَ، وَعَلِيٍّ، وَالنُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ، وَعَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ، رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ.

اور اسی طرح حضرت عمر، حضرت علی، حضرت نعمان بن بشیر اور حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

امام بخاری نے یہ ثابت کرنے کے لیے کہ جمعہ کا وقت سورج کے زوال سے شروع ہوتا ہے، چار تعلیقات ذکر کی ہیں:

حضرت عمر کی تعلیق یہ ہے:

حدیث السقیفہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب جمعہ کا دن تھا اور زوال آفتاب ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نکلے اور منبر پر بیٹھ گئے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٢٨٧)

حضرت علی کی تعلیق یہ ہے:

عمرو بن مروان اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب زوال آفتاب ہو جاتا تو ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٥١٨١، مجلس علمی، بیروت، ١٤٢٧ھ، مصنف ابن ابی شیبہ: ٥١٣٩، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ١٤١٦ھ)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی یہ تعلیق ہے:

سماک بیان کرتے ہیں کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ ہمیں سورج کے زوال کے بعد جمعہ کی نماز پڑھاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٥١٨٧، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ٥١٤٥، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

الولید بن العیزار بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرو بن حریث سے بہتر کسی امام کو جمعہ کی نماز پڑھاتے ہوئے نہیں دیکھا، وہ زوالِ آفتاب کے بعد نماز پڑھاتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٥١٨٩، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ٥١٤٦، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

٩٠٣ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ اَنَّهٗ سَاَلَ عَمْرَةَ عَنِ الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَقَالَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا كَانَ النَّاسُ مَهَنَةَ اَنْفُسِهِمْ، وَكَانُوْا اِذَا رَاحُوْا اِلَى الْجُمُعَةِ رَاحُوْا فِيْ هَيْئَتِهِمْ، فَقِيْلَ لَهُمْ لَوِ اغْتَسَلْتُمْ!

[طرف الحدیث: ٢٠٧١]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے خبر دی، انہوں نے عمرہ سے جمعہ کے دن غسل کرنے کے متعلق سوال کیا، پس انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: لوگ گھر کا کام کاج کرتے تھے اور جب وہ جمعہ پڑھنے کے لیے جاتے تو اسی ہیئت میں چلے جاتے تھے تو ان سے کہا گیا: کاش! تم غسل کر لیا کرو۔

(صحیح مسلم: ٨٤٧، الرقم المسلسل: ١٩٢٦، سنن ابوداؤد: ٣٥٢، اس حدیث کی بھی وہی تخریج ہے جو صحیح البخاری: ٩٠٢ میں بیان کی گئی ہے۔)

حدیث مذکور کے رجال

(١) عبدان، ان کا نام عبداللہ بن عثمان بن جبلہ الازدی ابوعبدالرحمان المروزی ہے، یہ ٢٢١ھ میں فوت ہو گئے تھے (٢) عبداللہ بن المبارک (٣) یحییٰ بن سعید الانصاری (٤) عمرہ بنت عبدالرحمان بن سعد الانصاریہ المدنیہ (٥) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٢٨٨)

اس سے معلوم ہوا کہ نمازِ جمعہ کا وقت زوالِ آفتاب کے بعد ہے اور یہی وقت ظہر ہے اور جمعہ کی نماز سے پہلے غسل کرنا مستحب ہے تاکہ جسم کی بدبو زائل ہو جائے اور فرشتوں اور نمازیوں کو ایذاء نہ پہنچے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۸۵۵۔ ج ۲ ص ۶۲۵ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۹۰۴ - حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عُثْمَانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ حِيْنَ تَمِيْلُ الشَّمْسُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سریج بن النعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی از عثمان بن عبد الرحمان بن عثمان التیمی' از حضرت انس بن مالک رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم زوالِ آفتاب کے وقت جمعہ کی نماز پڑھاتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۰۸۴' سنن ترمذی: ۵۰۴۔ ۵۰۳' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۸۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ۹۰۳ کا مطالعہ کریں۔

۹۰۵ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ اَنَسٍ قَالَ كُنَّا نُبَكِّرُ بِالْجُمُعَةِ وَنَقِيْلُ بَعْدَ الْجُمُعَةِ. [طرف الحدیث: ۹۴۰]

امام بخاری نے کہا: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے خبر دی از حضرت انس رضی اللہ' انہوں نے کہا: ہم جمعہ کی نماز جلدی پڑھتے تھے اور اس کے بعد قیلولہ کرتے تھے۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۴۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

نماز جمعہ کے وقت میں مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس پر فقہاء کا اجماع ہے کہ جمعہ کا وقت زوالِ آفتاب کے بعد ہوتا ہے مگر مجاہد نے یہ کہا ہے کہ جمعہ کی نماز کو عید کی نماز کے وقت میں بھی پڑھنا جائز ہے کیونکہ جمعہ کی نماز بھی عید کی نماز ہے اور امام احمد بن حنبل نے کہا ہے کہ جمعہ کی نماز کو زوال سے پہلے پڑھنا بھی جائز ہے' یہ قول حضرت انس کی اس حدیث سے مردود ہے جس کو امام بخاری نے اس باب میں روایت کیا ہے اور یہ قول خلفاء راشدین کے عمل سے بھی مردود ہے۔

ابن القصار نے کہا: جمعہ دو حال سے خالی نہیں' یا تو وہ ظہر ہے' تو اس کا وقت وہی زوالِ آفتاب ہے اور یا وہ ظہر کا بدل ہے تو بھی اس کا وقت زوالِ آفتاب ہے کیونکہ ابدال مبدلات کے وقت کو تبدیل نہیں کرتا' جیسے نماز کو قصر کرنے کی وجہ سے نماز کے اوقات تبدیل نہیں ہوتے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت انس رضی اللہ نے کہا: ہم جمعہ کی نماز جلدی پڑھتے تھے' اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ وہ آفتاب کے زوال کے فوراً بعد نماز جمعہ پڑھ لیتے تھے۔

نیز حضرت انس نے فرمایا: ہم نماز کے بعد قیلولہ کرتے تھے' یعنی نماز جمعہ جلدی پڑھنے کی وجہ سے کیونکہ وہ اول وقت قیلولہ نہیں کر سکتے تھے' اس لیے نماز جمعہ کے بعد قیلولہ کر لیتے تھے۔ (قیلولہ کا معنی ہے: دوپہر کو سونا)

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۷۷۔ ۵۷۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

زوال کے وقت جمعہ پڑھنے کے متعلق مزید احادیث اور آثار

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز جمعہ پڑھتے' پھر واپس آ کر اپنے پانی لانے والے اونٹوں کو آرام پہنچاتے' حسن بیان کرتے ہیں: میں نے جعفر سے پوچھا: یہ کون سا وقت تھا؟ انہوں نے کہا: زوالِ آفتاب۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۵۱۷۹، مجلس علمی بیروت ۱۴۲۷ھ مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۴۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب زوال آفتاب ہو جاتا تو ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز جمعہ پڑھتے' پھر ہم واپس سائے میں لوٹتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۵۱۸۰، مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۵۱۳۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' صحیح مسلم: ۸۵۹' صحیح البخاری: ۴۱۶۸' سنن ابوداؤد: ۱۰۸۷' سنن نسائی: ۱۳۹۸' سنن ابن ماجہ: ۱۱۰۰)

منصور بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری نے کہا: جمعہ کا وقت زوالِ آفتاب کے وقت ہوتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۵۱۸۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۴۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ابراہیم النخعی نے کہا: جمعہ کا وقت وہ ہے جو ظہر کا وقت ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۵۱۸۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۴۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

۱۷ - بَابٌ إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

جب جمعہ کے دن سخت گرمی ہو

٩٠٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو خَلْدَةَ، هُوَ خَالِدُ بْنُ دِينَارٍ، قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اشْتَدَّ الْبَرْدُ بَكَّرَ بِالصَّلٰوةِ، وَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ أَبْرَدَ بِالصَّلٰوةِ، يَعْنِي الْجُمُعَةَ. قَالَ يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ أَخْبَرَنَا أَبُو خَلْدَةَ فَقَالَ بِالصَّلٰوةِ، وَلَمْ يَذْكُرِ الْجُمُعَةَ. وَقَالَ بِشْرُ بْنُ ثَابِتٍ حَدَّثَنَا أَبُو خَلْدَةَ قَالَ صَلّٰى بِنَا أَمِيرُ الْجُمُعَةِ، ثُمَّ قَالَ لِأَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی بکر المقدمی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حرمی بن عمارہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوخلدہ نے حدیث بیان کی' وہ خالد بن دینار ہیں' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ جب سخت سردی ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلدی نماز پڑھتے اور جب سخت گرمی ہوتی تو نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھتے یعنی جمعہ کو۔ یونس بن بکیر نے کہا: ہمیں ابوخلدہ نے خبر دی: انہوں نے نماز کا لفظ کہا اور جمعہ کا ذکر نہیں کیا اور بشر بن ثابت نے کہا: ہمیں ابوخلدہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امیر جمعہ نے نماز پڑھائی' پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس طرح ظہر پڑھتے تھے؟

اس حدیث کی تخریج وہی ہے جو حدیث سابق کی ہے۔

نیز اس حدیث کے چار رجال ہیں' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

زوال سے پہلے جمعہ پڑھنے کا عدم جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس باب سے بھی وہی مقصود ہے جو پچھلے باب سے مقصود تھا' اور وہ یہ ہے کہ جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کا وقت ہے اور یہ کہ جمعہ ظہر کے بعد پڑھا جائے گا اور سخت گرمی میں ٹھنڈا کر کے پڑھا جائے گا اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کا وقت ہے تو پھر جمعہ کو زوال کے وقت سے پہلے پڑھنا جائز نہیں ہے جیسے مجاہد کا اور امام احمد بن حنبل کا زعم ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۰۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۸ - بَابُ الْمَشْيِ إِلَى الْجُمُعَةِ وَقَوْلِ اللّٰهِ

جمعہ کی طرف چل کر جانا' اور اللہ عزوجل کا

جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ﴾ (الجمعہ:۹)

ارشاد: پس دوڑو اللہ کے ذکر کی طرف۔ (الجمعہ:۹)

وَمَنْ قَالَ السَّعْيُ الْعَمَلُ وَالذَّهَابُ، لِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿وَسَعَى لَهَا سَعْيَهَا﴾ (الاسراء:۱۹)

اور جس نے کہا: اس آیت میں سعی کا معنی عمل کرنا اور جانا ہے کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: اور اس نے اس کے لیے اس کی کوشش کی۔ (بنی اسرائیل:۱۹)

الجمعہ:۹ میں سعی کے معنی کی تحقیق

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اللہ کے ذکر کی طرف سعی کرو۔ (الجمعہ:۹) لسان العرب میں سعی کا معنی ہے: جلدی جلدی چلنا اور دوڑنا' اور المحکم میں مذکور ہے کہ سعی کا معنی کسب کرنا ہے اور ہر عمل خواہ وہ خیر ہو یا شر ہو' وہ سعی ہے۔ علامہ ابن التین نے لکھا ہے کہ امام مالک نے کہا ہے: اس کا معنی ہے: چلنا اور جانا' یہ دونوں سعی ہیں کیونکہ یہ دونوں عمل ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۹۳)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَحْرُمُ الْبَيْعُ حِينَئِذٍ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس وقت (یعنی اذانِ جمعہ کے وقت) بیع حرام ہو جاتی ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا: جمعہ کے دن جب نماز کی اذان دی جائے' اس وقت خرید و فروخت جائز نہیں ہے اور جب تم نماز پڑھ لو تو پھر خرید و فروخت کرو۔ (المحلی بالآثار ج ۳ ص ۲۹۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

وَقَالَ عَطَاءٌ تَحْرُمُ الصِّنَاعَاتُ كُلُّهَا.

اور عطاء نے کہا: اس وقت ہر قسم کی کاریگری حرام ہے۔

یہ تعلیق عطاء بن ابی رباح سے مروی ہے اور اس کو عبد بن حمید نے اپنی تفسیر کبیر میں روایت کیا ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۹۵)

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ إِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَهُوَ مُسَافِرٌ، فَعَلَيْهِ أَنْ يَشْهَدَ.

اور ابراہیم بن سعد نے کہا از الزہری: جب مؤذن جمعہ کی اذان دے اور وہ مسافر ہو تو اس پر جمعہ میں حاضر ہونا لازم ہے۔

علامہ عینی نے کہا ہے کہ اس تعلیق کی اصل مراسیل ابوداؤد میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۹۵)

۹۰۷ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبَايَةُ بْنُ رِفَاعَةَ قَالَ أَدْرَكَنِي أَبُو عَبْسٍ، وَأَنَا أَذْهَبُ إِلَى الْجُمُعَةِ، فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنِ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَرَّمَهُ اللَّهُ عَلَى النَّارِ. [طرف الحدیث: ۲۸۱۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید بن مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبایہ بن رفاعہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ابوعبس نے مجھے پالیا اور اس وقت میں جمعہ کی طرف جا رہا تھا' پس انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس کے پیر اللہ کی راہ میں غبار آلود ہو گئے' اللہ اس کو دوزخ پر حرام کر دے گا۔

(سنن ترمذی: ۱۶۳۲' سنن نسائی: ۳۱۱۶' الآحاد والمثانی: ۱۹۷۳' صحیح ابن حبان: ۴۶۰۵' حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۸' سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۲۹' شرح

السنۃ: ۲۶۱۸' مسند احمد ج ۳ ص ۷۹ ۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۹۳۶۔ ج ۲۵ ص ۲۸۴ 'موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

باب مذکور کی حدیث کے موافق دیگر احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص دوزخ میں داخل نہیں ہوگا جو خوفِ خدا سے رویا ہو حتیٰ کہ دودھ تھن میں لوٹ جائے اور اللہ کی راہ میں پڑنے والا غبار اور دوزخ کا دھواں جمع نہیں ہوگا۔

(سنن ترمذی: ۱۶۳۳' سنن نسائی: ۳۱۰۸۔ ۳۱۰۷' سنن ابن ماجہ: ۲۷۷۴' المستدرک ج ۲ ص ۷۲۔ ج ۴ ص ۲۶۰' سنن بیہقی ج ۹ ص ۱۶۱' مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۸۶' صحیح ابن حبان: ۱۵۹۹' الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۲۷۱' مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۶ طبع قدیم)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی راہ میں پڑنے والے غبار سے ناک پر کپڑا نہ رکھو کیونکہ منتشر غبار اہل جنت کی مشک ہے۔ (کنز العمال: ۱۰۶۹۹)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ شخص جس کے چہرے پر اللہ کی راہ میں غبار پڑا' اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دوزخ کے دھوئیں سے محفوظ رکھے گا اور ہر وہ شخص جس کے پیر اللہ کی راہ میں غبار آلود ہوئے' اللہ اس کے پیروں کو قیامت کے دن دوزخ سے محفوظ رکھے گا۔ (المعجم الکبیر: ۷۶۸۲' حافظ الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں ایک راوی متروک ہے' مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۸۷' الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۲۷۳' کنز العمال: ۱۰۷۰۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس شخص کے دونوں پیر اللہ کی راہ میں غبار آلود ہوئے' اللہ اس کو دوزخ پر حرام کر دے گا۔ (صحیح البخاری: ۹۰۷' المعجم الکبیر: ۲۹۷۔ ج ۱۹' مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۸۶' مسند احمد ج ۵ ص ۲۲۶' صحیح ابن حبان: ۴۶۰۵)

۹۰۸ - **حَدَّثَنَا** اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِیُّ عَنْ سَعِیْدٍ وَّاَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از سعید وابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

وَحَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَاْتُوْهَا تَسْعَوْنَ' وَاْتُوْهَا تَمْشُوْنَ' عَلَیْكُمُ السَّكِیْنَةُ' فَمَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا' وَمَا فَاتَكُمْ فَاَتِمُّوْا.

ح' اور ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے ابو سلمہ بن عبد الرحمان نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب نماز کی اقامت کہی جائے تو تم دوڑتے ہوئے نہ آؤ لیکن تم چلتے ہوئے آؤ اور تم اطمینان کو لازم رکھو' پس جو نماز تم پالو' اس کو پڑھو اور جو نماز تم سے فوت ہو جائے اس کو پورا کرلو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۳۶ میں گزر چکی ہے۔

۹۰۹ - **حَدَّثَنَا** عَمْرُو بْنُ عَلِیٍّ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ قُتَیْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ یَحْیَی ابْنِ اَبِیْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے

كَثِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ.

کہا: ہمیں علی بن المبارک نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی کثیر از عبداللہ بن ابی قتادہ ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا: میں اس حدیث کو صرف ان کے والد کی روایت سے پہچانتا ہوں از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، تم اس وقت تک نہ کھڑے ہو حتیٰ کہ تم مجھے دیکھ لو اور تم اطمینان کو لازم رکھو۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۶۳۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۹ - بَابٌ لَا يُفَرَّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن دو آدمیوں کے درمیان تفرقہ نہ کرے

۹۱۰ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ وَدِيعَةَ، عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَتَطَهَّرَ بِمَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ، ثُمَّ ادَّهَنَ أَوْ مَسَّ مِنْ طِيبٍ، ثُمَّ رَاحَ فَلَمْ يُفَرِّقْ بَيْنَ اثْنَيْنِ، فَصَلَّى مَا كُتِبَ لَهُ، ثُمَّ إِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ أَنْصَتَ، غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے خبر دی از سعید المقبری از والد خود از ابن ودیعہ از حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے جمعہ کے دن غسل کیا اور اپنی استطاعت کے مطابق پاکیزگی حاصل کی، پھر تیل لگایا یا خوشبو لگائی، پھر (جمعہ کے لیے) چلا، پس دو آدمیوں کے درمیان فرق نہیں کیا، پھر جتنی نماز اس کے لیے مقدر تھی اس نے اتنی نماز پڑھی، پھر جب امام حجرے سے باہر نکل آیا تو وہ خاموش رہا تو اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان جو گناہ ہیں ان کو معاف کر دیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۸۸۳ میں گزر چکی ہے۔

۲۰ - بَابٌ لَا يُقِيمُ الرَّجُلُ أَخَاهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَقْعُدُ فِي مَكَانِهِ

جمعہ کے دن کوئی شخص اپنے بھائی کو اٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھے

۹۱۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ نَافِعًا يَقُولُ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُقِيمَ الرَّجُلُ أَخَاهُ مِنْ مَقْعَدِهِ وَيَجْلِسَ فِيهِ. قُلْتُ لِنَافِعٍ الْجُمُعَةَ؟ قَالَ الْجُمُعَةَ وَغَيْرَهَا. [اطراف الحدیث: ۶۲۶۹ - ۶۲۷۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مخلد بن یزید نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے نافع سے سنا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر اس کی جگہ بیٹھ جائے۔ میں نے نافع سے پوچھا: جمعہ کے دن؟ انہوں نے کہا: جمعہ ہو یا کوئی اور دن ہو۔

(صحیح مسلم: ۲۱۷۷ ' الرقم المسلسل: ۵۵۷۹ ' مسند الحمیدی: ۶۶۴ ' صحیح ابن خزیمہ: ۱۰۲۲ ' صحیح ابن حبان: ۵۸۶ ' سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۳۲ ' شرح السنۃ: ۳۳۳۲ ' مصنف عبدالرزاق: ۵۵۹۲ ' المعجم الکبیر: ۱۳۶۳۷ ' مسند احمد ج ۲ ص ۱۷ طبع قدیم ' مسند احمد: ۴۶۵۹ ـ ج ۸ ص ۲۸۴ ' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کا عنوان جمعہ کے دن کے ساتھ مقید ہے اور حدیث مطلق ہے یعنی کوئی شخص اپنے بھائی کو اس کی جگہ سے نہ اٹھائے خواہ جمعہ کا دن ہو یا کوئی اور دن ہو' اور عنوان اور حدیث میں وہ مناسبت ہے جو مقید اور مطلق میں ہوتی ہے۔

کسی شخص کو اس کی جگہ سے اٹھا کر وہاں خود بیٹھنے کی خرابیاں

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کو اس کی جگہ سے اٹھا کر وہاں بیٹھنا مکروہ ہے' کراہت کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص کسی کو اٹھا کر خود اس کی جگہ بیٹھے' اس کا یہ فعل تکبر کی وجہ سے ہوگا' یا دوسرے کو حقیر جاننے کی وجہ سے ہوگا' اور قرآن مجید میں اس کی ممانعت ہے کہ کوئی شخص اپنے آپ کو دوسرے سے برتر اور اس کو فروتر سمجھے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ○ (القصص: ۸۳)

آخرت کا یہ عمدہ گھر ہم صرف ان لوگوں کے لیے بناتے ہیں جو زمین میں تکبر کرنے اور فساد کرنے کا ارادہ نہیں کرتے' اور نیک انجام صرف اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ہے○

اور کسی شخص کو اٹھا کر اس کی جگہ بیٹھنا تکبر بھی ہے اور فساد بھی ہے' اس لیے عبادت کے کاموں میں خود پسندی اور اپنے آپ کو دوسروں پر ترجیح دینا ممنوع ہے۔ جب کسی شخص کو اس کی جگہ سے اٹھایا تو اگر وہ خاموشی سے اٹھ گیا تو یہ اس پر ظلم ہے اور اگر وہ نہیں اٹھا اور اس نے انکار کیا حتیٰ کہ ان دونوں کے درمیان تکرار اور جھگڑا ہوا تو یہ فساد ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵۵۶۹ ـ ج ۶ ص ۵۴۳ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے: علم اور ذکر کی مجلس میں بیٹھنے کے آداب اور احکام۔

۲۱ - بَابُ الْاَذَانِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن کی اذان کا حکم

۹۱۲ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كَانَ النِّدَاءُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ' اَوَّلُهُ اِذَا جَلَسَ الْاِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ' عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا' فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' وَكَثُرَ النَّاسُ' زَادَ النِّدَاءَ الثَّالِثَ عَلَى الزَّوْرَاءِ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الزَّوْرَاءُ مَوْضِعٌ بِالسُّوْقِ بِالْمَدِيْنَةِ.

[اطراف الحدیث: ۹۱۳ ـ ۹۱۵ ـ ۹۱۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از الزہری از حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے عہد میں اذان اس وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھتا تھا' پس جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت آیا اور لوگوں کی تعداد زیادہ ہوگئی تو حضرت عثمان نے مقام الزوراء پر تیسری اذان کا اضافہ کر دیا۔ ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا: الزوراء' مدینہ کے بازار میں ایک جگہ ہے۔

(سنن ترمذی: ۵۱۶ ' سنن ابوداؤد: ۱۰۹۰ ـ ۱۰۸۹ ـ ۱۰۸۸ ـ ۱۰۸۷ ' سنن نسائی: ۱۳۹۳ ـ ۱۳۹۲ ' سنن ابن ماجہ: ۱۱۳۵ ' صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۷۴ ـ ۱۷۷۳ ' المنتقیٰ: ۲۹۰ ' صحیح ابن حبان: ۱۶۷۳ ' المعجم الکبیر: ۶۶۴۷ ' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۹۲ ' شرح السنۃ: ۱۰۷۱ ' مسند احمد ج ۳ ص ۴۵۰ طبع قدیم ' مسند احمد:

۱۵۷۲۸۔ ج ۲۴ ص ۵۰۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کے چار رجال ہیں' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

حضرت عثمان کا مقام الزوراء پر تیسری اذان کا اضافہ کرنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

جمعہ کے دن اذان کی صفت میں امام مالک کے اقوال مختلف ہیں' ابن عبدالحکم نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ جب امام منبر پر بیٹھ جائے اور مؤذن اذان دے چکے تو لوگوں کو اس وقت خرید و فروخت سے منع کر دیا جائے گا اور ان کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے نزدیک اذان واحد ہے جیسا کہ اس باب کی حدیث مذکور میں ہے' امام شافعی سے بھی اسی طرح منقول ہے' اور المدونہ میں امام مالک نے کہا ہے: جب امام منبر پر بیٹھ جائے اور مؤذن اذان دینا شروع کر دے تو اس وقت خرید و فروخت حرام ہو جاتی ہے' فقہاء کوفہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

ابن شہاب زہری نے سائب سے روایت کی ہے کہ جب لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی تو حضرت عثمان نے دوسری اذان دینے کا حکم دیا' اس باب کی حدیث میں اس کو تیسری اذان جو کہا ہے وہ اقامت کے اعتبار سے ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۸۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

مصنف کے نزدیک کون سی اذان پر سعی واجب ہوتی ہے

اس مسئلہ میں میرا مختار یہ ہے کہ جب خطیب منبر پر بیٹھ جاتا ہے اور اس کے سامنے جو اذان دی جاتی ہے جس کو آج کل کے حساب سے اذانِ ثانی کہا جاتا ہے' اس اذان کے بعد سعی واجب ہوتی ہے' یعنی مسجد کی طرف چل کر جانا واجب ہوتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم' حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے دورِ اوّل میں صرف یہی اذان ہوتی تھی۔ اگر یہ کہا جائے کہ آج کل اس سے پہلے جو اذان ہوتی ہے اس اذان سے مسجد کی طرف چل کر جانا واجب ہوتا ہے تو یہ اذان تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں تھی ہی نہیں' تو اس وقت گویا مسجد کی طرف جانے کے حکم پر عمل نہیں ہوتا تھا؟ اور جب اُس وقت اس اذان سے سعی واجب ہوتی تھی جو خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے بعد اس کے سامنے دی جاتی ہے تو آج بھی اُسی اذان کے بعد سعی واجب ہونی چاہیے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آج کل جو پہلی اذان دی جاتی ہے' اُس کے دس پندرہ منٹ بعد خطیب وعظ شروع کرتا ہے اور آدھے پون گھنٹے تک اس کی تقریر جاری رہتی ہے اور اس دوران لوگ آتے رہتے ہیں' حتیٰ کہ جب خطیب کے سامنے دوسری اذان دی جاتی ہے اس وقت تک تقریباً تمام لوگ آ چکے ہوتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ پہلی اذان سے سعی واجب ہو جاتی ہے تو یہ تمام بعد میں آنے والے لوگ واجب کے تارک قرار پائیں گے' اور یہ بلاوجہ لوگوں کو مشکل میں ڈالنا ہے۔ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد یہ ہے کہ "یسروا ولا تعسروا" "آسان احکام بیان کرو' لوگوں کو مشکل میں نہ ڈالو۔ (صحیح البخاری: ۶۹) اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور شیخین کے عمل کے مطابق اور عوام مسلمین کی آسانی کے اعتبار سے صحیح یہ ہے کہ سعی اُس اذان کے بعد واجب ہوتی ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے بعد خطبہ کے لیے دی جاتی ہے۔

۲۲ - بَابُ الْمُؤَذِّنِ الْوَاحِدِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ — جمعہ کے دن مؤذن واحد ہوگا

امام بخاری نے اس عنوان سے ان علماء کے قول کے ردّ کی طرف اشارہ کیا ہے جنہوں نے کہا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم منبر پر چڑھ کر بیٹھ جاتے تو تین مؤذن باری باری اذان دیتے' جب ایک مؤذن اذان دے چکتا تو دوسرا اذان شروع کرتا اور اس کے بعد پھر

تیسرا موذن اذان شروع کرتا۔

٩١٣ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِيْ سَلَمَةَ الْمَاجِشُوْنَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ اَنَّ الَّذِيْ زَادَ التَّاْذِيْنَ الثَّالِثَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، حِيْنَ كَثُرَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ، وَلَمْ يَكُنْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤَذِّنٌ غَيْرَ وَاحِدٍ، وَكَانَ التَّاْذِيْنُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ حِيْنَ يَجْلِسُ الْاِمَامُ، يَعْنِيْ عَلَى الْمِنْبَرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن ابی سلمہ الماجشون نے حدیث بیان کی از الزہری از السائب بن یزید انہوں نے کہا: جس شخص نے جمعہ کے دن تیسری اذان کا اضافہ کیا وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے جب اہل مدینہ کی کثرت ہوگئی اور ایک کے سوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اور کوئی موذن نہیں تھا اور جمعہ کے دن اذان اس وقت دی جاتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا تھا۔

اس حدیث کی شرح گزشتہ حدیث: ٩١٢ میں گزر چکی ہے۔

٢٣ - بَابٌ يُجِيْبُ الْاِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ اِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ

جب امام منبر پر اذان سنے تو اس کا جواب دے

٩١٤ - حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ اَبِيْ سُفْيَانَ، وَهُوَ جَالِسٌ عَلَى الْمِنْبَرِ، اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ، قَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، قَالَ مُعَاوِيَةُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، قَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ وَاَنَا، فَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ وَاَنَا، فَلَمَّا اَنْ قَضَى التَّاْذِيْنَ، قَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ! اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى هٰذَا الْمَجْلِسِ، حِيْنَ اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ، يَقُوْلُ مَا سَمِعْتُمْ مِنِّيْ مِنْ مَّقَالَتِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن مقاتل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر بن عثمان بن سہل بن حنیف نے خبر دی از ابی امامہ بن سہل بن حنیف انہوں نے کہا: میں نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے منبر پر سنا جب موذن کہتا: "اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر" تو حضرت معاویہ کہتے: "اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر" جب وہ کہتا: "اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ" تو حضرت معاویہ کہتے: اور میں (بھی کہتا ہوں) اور جب وہ کہتا: "اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ" تو حضرت معاویہ کہتے: اور میں (بھی کہتا ہوں)، اور جب اس نے اذان ختم کرلی تو حضرت معاویہ نے کہا: اے لوگو! بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مجلس میں سنا ہے: جب موذن اذان دے تو تم نے مجھ سے جو کلمات ابھی سنے ہیں وہ کہو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٦١٢ میں گزر چکی ہے۔

٢٤ - بَابُ الْجُلُوْسِ عَلَى الْمِنْبَرِ عِنْدَ التَّاْذِيْنِ

اذان کے وقت (خطیب کا) منبر پر بیٹھنا

٩١٥ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ السَّائِبَ بْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از

يَزِيْدَ اَخْبَرَهُ اَنَّ التَّاْذِيْنَ الثَّانِيَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَمَرَ بِهٖ عُثْمَانُ، حِيْنَ كَثُرَ اَهْلُ الْمَسْجِدِ، وَكَانَ التَّاْذِيْنُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ حِيْنَ يَجْلِسُ الْاِمَامُ.

ابن شہاب کہ حضرت السائب بن یزید رضی اللہ نے خبر دی کہ جمعہ کے دن دوسری اذان کا حضرت عثمان نے حکم دیا تھا' جب مسجد میں لوگ بہت زیادہ ہو گئے تھے' جس وقت امام (منبر پر) بیٹھتا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۱۲ میں گزر چکی ہے۔

٢٥ - بَابُ التَّاْذِيْنِ عِنْدَ الْخُطْبَةِ

خطبہ کے وقت اذان دینا

٩١٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ يَقُوْلُ اِنَّ الْاَذَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ كَانَ اَوَّلُهٗ حِيْنَ يَجْلِسُ الْاِمَامُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ، فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، فَلَمَّا كَانَ فِيْ خِلَافَةِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَكَثُرُوْا، اَمَرَ عُثْمَانُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِالْاَذَانِ الثَّالِثِ، فَاُذِّنَ بِهٖ عَلَى الزَّوْرَاءِ، فَثَبَتَ الْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: میں سنا حضرت السائب بن یزید یہ کہتے تھے کہ جمعہ کے دن اذان اول اس وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے عہد میں' جب حضرت عثمان رضی اللہ کی خلافت کا زمانہ آیا اور لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی تو حضرت عثمان نے تیسری اذان دینے کا حکم دیا' پس یہ اذان مقام الزرواء پر دی جاتی تھی' پھر یہی معمول برقرار رہا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۱۲ میں گزر چکی ہے۔

٢٦ - بَابُ الْخُطْبَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ

منبر پر خطبہ دینا

وَقَالَ اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ خَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ.

اور حضرت انس رضی اللہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر خطبہ دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق کی اصل ''کتاب الفتن'' کے ''باب الاعتصام'' میں ذکر کی ہے اور حضرت انس رضی اللہ کی حدیث ''باب الاستسقاء'' میں آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

٩١٧ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْقَارِيِّ الْقُرَشِيُّ الْاِسْكَنْدَرَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ حَازِمِ بْنُ دِيْنَارٍ اَنَّ رِجَالًا اَتَوْا سَهْلَ بْنَ سَعْدِ السَّاعِدِيَّ، وَقَدِ امْتَرَوْا فِي الْمِنْبَرِ مِمَّا عُوْدُهٗ؟ فَسَاَلُوْهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَعْرِفُ مِمَّا هُوَ، وَلَقَدْ رَاَيْتُهٗ اَوَّلَ يَوْمٍ وُضِعَ، وَاَوَّلَ يَوْمٍ جَلَسَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى فُلَانَةَ امْرَاَةٍ قَدْ سَمَّاهَا سَهْلٌ مُرِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن عبد الرحمان بن محمد بن عبداللہ بن عبد القاری القرشی الاسکندرانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوحازم بن دینار نے حدیث بیان کی کہ بعض لوگ حضرت سہل بن سعد الساعدی کے پاس آئے اور وہ اس میں میں بحث کر رہے تھے کہ منبر کون سی لکڑی کا تھا' انہوں نے حضرت سہل سے اس کے متعلق سوال کیا' حضرت سہل نے کہا: اللہ کی قسم! میں ضرور پہچانتا ہوں وہ کس چیز کا بنا ہوا تھا اور بے شک میں نے اس کو دیکھا جب پہلے دن اس کو رکھا گیا اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

غُلَامَكِ النَّجَّارَ، اَنْ يَّعْمَلَ لِيْ اَعْوَادًا، اَجْلِسُ عَلَيْهِنَّ اِذَا كَلَّمْتُ النَّاسَ، فَاَمَرَتْهُ فَعَمِلَهَا مِنْ طَرْفَاءِ الْغَابَةِ، ثُمَّ جَاءَ بِهَا، فَاَرْسَلَتْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَمَرَ بِهَا فَوُضِعَتْ هَا هُنَا، ثُمَّ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلَيْهَا وَكَبَّرَ وَهُوَ عَلَيْهَا، ثُمَّ رَكَعَ وَهُوَ عَلَيْهَا، ثُمَّ نَزَلَ الْقَهْقَرٰى، فَسَجَدَ فِيْ اَصْلِ الْمِنْبَرِ ثُمَّ عَادَ، فَلَمَّا فَرَغَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ اَيُّهَا النَّاسُ! اِنَّمَا صَنَعْتُ هٰذَا لِتَاْتَمُّوْا بِيْ وَلِتَعَلَّمُوْا صَلٰوتِيْ.

تشریف فرما ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں عورت کے پاس کسی کو بھیجا' سہل نے اس عورت کا نام لیا تھا (آپ نے اس سے فرمایا:) تم اپنے بیٹے کو حکم دو جو بڑھئی ہے کہ وہ میرے لیے سیڑھیوں پر مشتمل منبر بنا دے' جس پر میں اس وقت بیٹھوں جب میں لوگوں سے کلام کروں' اس عورت نے اپنے بیٹے کو حکم دیا' پس اس نے طرفاء الغابہ (ساگوان) کی لکڑی سے وہ منبر بنا دیا' پس اس عورت نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا' آپ نے حکم دیا تو اس کو اس جگہ رکھ دیا گیا' پھر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس منبر پر نماز پڑھائی' آپ نے تکبیر پڑھی اور آپ اس منبر پر تھے' پھر آپ نے اس منبر پر رکوع کیا' پھر آپ منبر سے اتر کر پچھلے پیروں پر لوٹے' پھر آپ نے منبر کی جڑ میں سجدہ کیا' پھر آپ نے اسی طرح (دوسری رکعت پڑھائی) پھر جب آپ نماز پڑھا کر فارغ ہو گئے تو آپ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے لوگو! میں نے یہ نماز اس لیے پڑھائی ہے تا کہ تم میری اقتداء کرو اور تم میرے نماز کے طریقہ کو جان لو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۷ میں گزر چکی ہے۔

٩١٨ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ اَنَسٍ اَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ جِذْعٌ يَقُوْمُ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا وُضِعَ لَهُ الْمِنْبَرُ، سَمِعْنَا لِلْجِذْعِ مِثْلَ اَصْوَاتِ الْعِشَارِ، حَتّٰى نَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهِ. قَالَ سُلَيْمَانُ، عَنْ يَحْيٰى اَخْبَرَنِيْ حَفْصُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَنَسٍ اَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ابن انس نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے تنے کے سہارے کھڑے ہوتے تھے' جب آپ کے لیے منبر رکھ دیا گیا تو ہم نے اس تنے سے ایسی آوازیں سنیں جیسے دس ماہ کی حاملہ اونٹنی کی آوازیں ہوتی ہیں حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے' پھر آپ نے اپنا ہاتھ اس تنے کے اوپر رکھ دیا۔ سلیمان نے کہا از یحییٰ: مجھے حفص بن عبید اللہ بن انس نے خبر دی کہ انہوں نے اس کو حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۴۹ میں گزر چکی ہے۔

٩١٩ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِيْ اِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے

أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَقَالَ مَنْ جَاءَ إِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ.

خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از الزہری از سالم از والد خود انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا آپ منبر پر خطبہ دے رہے تھے آپ نے فرمایا: جو شخص جمعہ پڑھنے کے لیے آئے تو اس کو غسل کرنا چاہیے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۷۷ میں گزر چکی ہے۔

۲۷ - بَابُ الْخُطْبَةِ قَائِمًا

کھڑے ہو کر خطبہ دینا

وَقَالَ أَنَسٌ بَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ قَائِمًا.

اور حضرت انس نے کہا: جس وقت نبی ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دے رہے تھے۔

اس تعلیق کی اصل الاستسقاء میں ہے اور ان شاء اللہ عنقریب آئے گی۔

۹۲۰ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ قَائِمًا، ثُمَّ يَقْعُدُ، ثُمَّ يَقُومُ، كَمَا تَفْعَلُونَ الْآنَ.

[طرف الحدیث: ۹۲۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن عمر القواریری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن الحارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن عمر نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے کہا: نبی ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے پھر بیٹھتے تھے پھر کھڑے ہوتے تھے جیسا کہ تم اب کرتے ہو۔

(صحیح مسلم: ۸۶۱ الرقم المسلسل: ۱۹۶۱ سنن ترمذی: ۵۰۶ سنن ابن ماجہ: ۱۱۰۳ السنن الکبریٰ: ۱۷۲۱ المنتقی: ۲۹۵ المعجم الکبیر: ۱۳۲۹۶ سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۰ شرح السنۃ: ۱۰۷۲ مسند احمد ج ۲ ص ۳۵ مسند احمد: ۴۹۱۹۔ ج ۸ ص ۵۱۷ موسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۳۶۸ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبید اللہ بن عمر بن میسرہ البصری ابو سعید القواریری القواریری کا معنی ہے: جو شیشہ کا کام کرتا ہو یا ان کو فروخت کرتا ہو (۲) خالد بن الحارث بن سلیم الجیمی البصری یہ ۱۸۶ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب القرشی (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۱۵)

سنت یہ ہے کہ جمعہ کا خطبہ منبر پر کھڑے ہو کر دیا جائے

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

کھڑے ہو کر خطبہ دینے میں فقہاء کا اختلاف ہے امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے کہ کھڑے ہو کر خطبہ دیا جائے اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ چاہے کھڑا ہو کر خطبہ دے چاہے بیٹھ کر یہ ابن القصار نے ان سے نقل کیا ہے۔

علامہ ابن بطال کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث مذکور امام مالک کے قول کی صحت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے پھر بیٹھ جاتے تھے پھر کھڑے ہوتے تھے یہ خطبہ دینے کے فعل کے تکرار اور دوام پر دلالت کرتا ہے اور نبی ﷺ نے اس فعل کے خلاف نہیں کیا اور بیٹھ کر خطبہ نہیں دیا امام ابن ابی شیبہ نے طاؤس

سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے اور حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے' اور سب سے پہلے جس نے منبر پر بیٹھ کر خطبہ دیا وہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۲۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۸۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

شعبی نے کہا: حضرت معاویہ نے بیٹھ کر اس وقت خطبہ دیا' جب ان کے پیٹ پر بہت زیادہ گوشت چڑھ گیا تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۳۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

امام شافعی نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص بیٹھ کر خطبہ دے اور اس کے بیمار ہونے کا علم نہ ہو تو اس کے فعل کو عذر پر محمول کیا جائے گا اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اس نے بغیر کسی عذر کے بیٹھ کر خطبہ دیا ہے تو ان سب کی نماز باطل ہو جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''وَتَرَكُوكَ قَآئِمًا'' (الجمعہ: ۱۱) اور یہ آپ کو (خطبہ میں) کھڑا ہوا چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ اس کی دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ کھڑے ہو کر خطبہ دیا ہے۔

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ جو چیز میرے دل میں ہے' وہ یہ ہے کہ خطبہ میں قیام واجب ہے اور یہ سنت سے وجوب کا ثبوت ہے' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ اگر خطبہ میں قیام کو ترک کر دیا تو خطبہ فاسد ہو جائے گا اور نہ یہ اس کی دلیل ہے کہ خطبہ میں قیام مباح ہے' اگر چاہے تو قیام کرے اور اگر چاہے تو قیام نہ کرے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۸۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

عذر کی صورت میں منبر پر بیٹھ کر جمعہ کا خطبہ دینے کا جواز

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

احادیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے' ہمارے شیخ نے شرح ترمذی میں یہ لکھا ہے کہ جمعہ کے دونوں خطبوں میں قیام شرط ہے' سوا اس کے کہ کسی کو عذر ہو' امام شافعی کا اور ایک روایت میں امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: احادیث اس پر دلالت نہیں کرتیں کہ خطبہ میں قیام شرط ہے' زیادہ سے زیادہ قیام کے سنت ہونے پر دلالت کرتی ہیں' توضیح میں مذکور ہے کہ جو شخص کھڑے ہونے پر قادر ہو' اس کے لیے خطبہ میں کھڑا ہونا شرط ہے' اسی طرح امام شافعی رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا بھی شرط ہے' اور اگر اس نے عذر کی وجہ سے بیٹھ کر یا لیٹ کر خطبہ دیا تو یہ بھی جائز ہے' جس طرح نماز میں ہوتا ہے' اور اس کی اقتداء صحیح ہے اور ہمارے نزدیک اس طرح ہے کہ جو شخص کھڑے ہونے پر قادر ہو' اس کا بھی بیٹھ کر خطبہ دینا جائز ہے اور یہ شاذ ہے' ہاں! یہ امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام احمد کا مذہب ہے جیسا کہ علامہ نووی نے نقل کیا ہے' اور اس کا قیاس اذان پر کیا ہے' اور علامہ ابن بطال نے امام مالک کا مذہب امام شافعی کی طرح نقل کیا ہے اور ابن القصار سے امام ابوحنیفہ کی طرح نقل کیا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس باب کی حدیث خطبہ میں قیام کے شرط ہونے پر دلالت نہیں کرتی' بعض علماء نے خطبہ میں قیام کے شرط ہونے پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے: حضرت کعب بن عجرہ مسجد میں داخل ہوئے اور اس وقت عبد الرحمٰن بن ابی الحکم بیٹھ کر خطبہ دے رہے تھے' انہوں نے کہا: اس خطیب کو دیکھو یہ بیٹھ کر خطبہ دے رہا ہے' حالانکہ قرآن مجید میں ہے: ''وَتَرَكُوكَ قَآئِمًا'' (الجمعہ: ۱۱)۔ (صحیح مسلم: ۸۶۴' الرقم المسلسل: ۱۹۶۸' سنن نسائی: ۱۳۹۳) نیز حضرت کعب نے کہا: میں نے آج کے سوا کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ وہ مسلمانوں کا امام ہو اور بیٹھ کر خطبہ دے۔ (صحیح ابن خزیمہ) اور اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے' پھر بیٹھ جاتے' پھر کھڑے ہو کر

خطبہ دیتے' سو جو شخص تم کو یہ حدیث بیان کرے کہ آپ بیٹھ کر خطبہ دیتے تھے اس نے جھوٹ بولا' پس بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دو ہزار سے زیادہ نمازیں پڑھی ہیں۔ (صحیح مسلم: ۸۶۲' الرقم المسلسل: ۱۹۶۳' سنن ابوداؤد: ۱۰۹۳)

علامہ عینی فرماتے ہیں: حضرت کعب بن عجرہ اور حضرت جابر بن سمرہ کے یہ اقوال مبالغہ پر محمول ہیں' اور نبی ﷺ کے منبر پر بیٹھنے کے ثبوت میں ہمارے اصحاب کی سب سے قوی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی ﷺ منبر پر بیٹھے اور ہم آپ کے گرد بیٹھ گئے۔

(صحیح البخاری: ۱۴۶۵)

اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت کے پاس پیغام بھیجا' تم اپنے بیٹے کو حکم دو کہ وہ میرے لیے سیڑھوں پر مشتمل منبر بنادے جس پر میں اس وقت بیٹھوں جب میں لوگوں سے کلام کروں۔ الحدیث

(صحیح البخاری: ۹۱۷۔ ۳۷۷)

ان حدیثوں میں نبی ﷺ کے منبر پر بیٹھنے کی تصریح ہے اور یہ حدیثیں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے موافق ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۱۶۔ ۳۱۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کا ان احادیث سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے' کیونکہ منبر پر مطلقاً بیٹھنے کے جواز میں کلام نہیں ہے بلکہ کلام اس میں ہے کہ جمعہ کا خطبہ منبر پر بیٹھ کر دینا جائز ہے یا نہیں ہے' سو امام ابوحنیفہ کے نزدیک سنت یہ ہے کہ جمعہ کا خطبہ منبر پر کھڑے ہو کر دیا جائے اور اگر خطیب کسی عذر کی وجہ سے جمعہ کا خطبہ بیٹھ کر دے تو یہ بھی جائز ہے جیسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جب پُر گوشت ہو گئے تو بیٹھ کر خطبہ دیتے تھے' اور امام مالک اور امام شافعی کا مذہب بھی اسی طرح ہے۔

۲۸ - بَابُ يَسْتَقْبِلُ الْإِمَامُ الْقَوْمَ وَاسْتِقْبَالِ النَّاسِ الْإِمَامَ إِذَا خَطَبَ وَاسْتَقْبَلَ ابْنُ عُمَرَ وَأَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمُ الْإِمَامَ

امام جب خطبہ دے تو نمازیوں کی طرف منہ کرے اور نمازی امام کی طرف منہ کریں' حضرت ابن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم نے امام کی طرف منہ کیا

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ امام بیہقی نے نافع سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جمعہ کے دن امام کے نکلنے سے پہلے اپنے نوافل سے فارغ ہو جاتے' پھر جب وہ مسجد سے نکلتے تو امام اس وقت تک نہیں نکلتا تھا جب تک کہ اس کا منہ ان کی طرف نہ ہوتا۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۱۷)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے امام کی طرف منہ کرنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

المستمر بن الریان بیان کرتے ہیں کہ میں نے جمعہ کے دن حضرت انس رضی اللہ عنہ کو باب اوّل کے پاس دیکھا' انہوں نے منبر کی طرف منہ کیا ہوا تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۷۶' مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ)

۹۲۱ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ يَسَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الْمِنْبَرِ، وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ. [اطراف الحدیث: ۱۴۶۵۔ ۲۸۴۲۔ ۶۴۲۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ہلال بن ابی میمونہ' انہوں نے کہا: ہمیں عطاء بن یسار نے حدیث بیان کی' انہوں نے حضرت ابوسعید الخدری سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی ﷺ منبر پر بیٹھے اور ہم آپ کے گرد

(جامع المسانید لابن الجوزی: ١٩٤٠ مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ) بیٹھ گئے۔

جمعہ کے دن دورانِ خطبہ امام کی طرف منہ کرنے کی حکمت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

امام کا لوگوں کی طرف منہ کرنا سنت ہے' جو اس کے بالمقابل بیٹھے ہوں' اور جو اس کے بالمقابل نہ ہوں وہ اپنا منہ امام کی طرف کر لیں' اس کی دلیل حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے: ہم آپ کے گرد بیٹھے تھے' اور ان کا آپ کے گرد بیٹھنا اسی وقت ہوگا جب وہ آپ کی طرف دیکھ رہے ہوں اور جو آپ کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھے ہوں وہ آپ کا کلام سن رہے ہوں گے نہ آپ کی طرف متوجہ ہوں گے' اور صحابہ کے آپ کی طرف منہ کرنے کا معنی یہ ہے کہ وہ آپ کے کلام کو اچھی طرح سن سکیں اور اس پر غور کر سکیں۔

الشعبی نے کہا ہے کہ سنت یہ ہے کہ جمعہ کے دن امام کی طرف منہ کیا جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٥٢٧٢) اور ابن المنذر نے کہا ہے کہ جب امام خطبہ دے تو لوگ امام کی طرف منہ کریں' امام مالک' فقہاء کوفہ' امام اوزاعی' امام شافعی اور اسحاق کا یہی قول ہے اور یہ اجماع کی مثل ہے۔ عدی بن ثابت نے کہا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیتے تو آپ کے اصحاب آپ کی طرف متوجہ ہوتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٥٢٦٩ مجلس علمی بیروت' ١٤٢٧ھ) (شرح ابن بطال ج ٢ ص ٥٨٩۔٥٨٨ دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢٤ھ)

٢٩ - بَابُ مَنْ قَالَ فِي الْخُطْبَةِ بَعْدَ الثَّنَاءِ اَمَّا بَعْدُ

جس نے خطبہ میں حمد و ثناء کے بعد اما بعد (یعنی حمد و ثناء کے بعد) کہا

رَوَاهُ عِكْرِمَةُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

عکرمہ نے اس کی روایت از حضرت ابن عباس از نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

اس باب کے آخر میں امام بخاری نے اس تعلیق کو موصولاً روایت کیا ہے۔

٩٢٢ - وَقَالَ مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ قَالَ اَخْبَرَتْنِي فَاطِمَةُ بِنْتُ الْمُنْذِرِ، عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِي بَكْرٍ قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ، قُلْتُ مَا شَاْنُ النَّاسِ؟ فَاَشَارَتْ بِرَاْسِهَا اِلَى السَّمَاءِ، فَقُلْتُ اٰيَةٌ؟ فَاَشَارَتْ بِرَاْسِهَا اَيْ نَعَمْ، قَالَتْ فَاَطَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِدًّا حَتّٰى تَجَلَّانِيَ الْغَشْيُ، وَاِلٰى جَنْبِي قِرْبَةٌ فِيْهَا مَاءٌ، فَفَتَحْتُهَا فَجَعَلْتُ اَصُبُّ مِنْهَا عَلٰى رَاْسِي، فَانْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ، فَخَطَبَ النَّاسَ، وَحَمِدَ اللّٰهَ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ قَالَتْ وَلَغَطَ نِسْوَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ، فَانْكَفَاْتُ اِلَيْهِنَّ لِاُسَكِّتَهُنَّ، فَقُلْتُ لِعَائِشَةَ مَا قَالَ؟ قَالَتْ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ لَمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: محمود نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے فاطمہ بنت منذر نے خبر دی از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی' اس وقت لوگ نماز پڑھ رہے تھے' میں نے پوچھا: لوگ کیوں نماز پڑھ رہے ہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے سر سے آسمان کی طرف اشارہ کیا (یعنی سورج کو گہن لگ گیا ہے)' میں نے پوچھا: کیا یہ کوئی علامت ہے؟ حضرت عائشہ نے اپنے سر سے اشارہ کیا' یعنی ہاں۔ حضرت اسماء نے کہا: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت لمبی نماز پڑھی' حتیٰ کہ مجھ پر بے ہوشی طاری ہونے لگی اور میرے پہلو میں پانی کی ایک مشک تھی جس میں پانی تھا' میں نے اس کو کھولا اور اس میں سے پانی نکال کر اپنے سر پر ڈالنے لگی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے مڑے اور اس وقت سورج کا گہن دور ہو

اَكُنْ اُرِيْتُهُ اِلَّا قَدْ رَاَيْتُهُ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا' حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ' وَاِنَّهُ قَدْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّكُمْ تُفْتَنُوْنَ فِي الْقُبُوْرِ' مِثْلَ اَوْ قَرِيْبًا مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ' يُؤْتٰى اَحَدُكُمْ فَيُقَالُ لَهُ مَا عِلْمُكَ بِهٰذَا الرَّجُلِ؟ فَاَمَّا الْمُؤْمِنُ' اَوْ قَالَ الْمُوْقِنُ شَكَّ هِشَامٌ فَيَقُوْلُ هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ' هُوَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' جَاءَ نَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى' فَاٰمَنَّا وَاَجَبْنَا وَاتَّبَعْنَا وَصَدَّقْنَا' فَيُقَالُ لَهُ نَمْ صَالِحًا' قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ اِنْ كُنْتَ لَتُؤْمِنُ بِهٖ' وَاَمَّا الْمُنَافِقُ' اَوْ قَالَ الْمُرْتَابُ شَكَّ هِشَامٌ فَيُقَالُ لَهُ مَا عِلْمُكَ بِهٰذَا الرَّجُلِ؟ فَيَقُوْلُ لَا اَدْرِيْ' سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ شَيْئًا فَقُلْتُ . قَالَ هِشَامٌ فَلَقَدْ قَالَتْ لِيْ فَاطِمَةُ فَاَوْعَيْتُهُ' غَيْرَ اَنَّهَا ذَكَرَتْ مَا يُغَلِّظُ عَلَيْهِ.

گیا تھا' پھر آپ نے خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد کی جس کے وہ لائق ہے' پھر آپ نے فرمایا: امابعد (بعد حمد وثناء کے)' اور انصار کی عورتوں کا شور تھا' میں ان کی طرف مڑی تا کہ میں ان کو چپ کراؤں' پس میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ آپ نے کیا فرمایا ہے؟ حضرت عائشہ نے کہا: آپ نے فرمایا ہے کہ جو چیز بھی پہلے مجھے نہیں دکھائی گئی تھی اس چیز کو میں نے اس مقام میں دیکھ لیا ہے حتیٰ کہ جنت اور دوزخ کو بھی دیکھ لیا ہے' اور بے شک میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ بے شک تم قبروں میں آزمائش میں مبتلا کیے جاؤ گے جو مسیح دجال کے فتنہ کی مثل یا اس کے قریب ہوگی' تم میں سے ہر ایک کے پاس کسی کو لایا جائے گا' پھر کہا جائے گا: اس شخص کے متعلق تمہارا کیا علم ہے؟ پس جو مومن ہوگا یا یقین کرنے والا ہوگا' (ہشام کو شک ہے' حضرت اسماء نے کیا کہا تھا) وہ کہے گا: یہ رسول اللہ ہیں' یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں' یہ ہمارے پاس معجزات اور ہدایت کے ساتھ آئے تھے' سو ہم ان پر ایمان لائے اور ہم نے ان کی دعوت کو قبول کیا اور ہم نے ان کی پیروی کی اور ان کی تصدیق کی' پس اس سے کہا جائے گا: تم اپنے اعمال کے نفع کے ساتھ سو جاؤ' بے شک ہم جانتے تھے کہ تم ان پر ایمان لانے والے ہو' اور رہا منافق یا کہا: شک کرنے والا (اس میں ہشام کو شک ہے)' اس سے کہا جائے گا: اس شخص کے متعلق تمہارا کیا علم ہے؟ وہ کہے گا: میں نہیں جانتا' میں نے لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنا تو میں نے کہہ دیا۔ ہشام نے کہا: مجھ سے فاطمہ نے یہ حدیث بیان کی' پس میں نے اس حدیث کو محفوظ رکھا' سوا اس کے جس میں شدت کی گئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٨٦ میں گزر چکی ہے۔

٩٢٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ' عَنْ جَرِيْرِ بْنِ حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُوْلُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِمَالٍ' اَوْ سَبْيٍ' فَقَسَمَهُ' فَاَعْطٰى رِجَالًا وَتَرَكَ رِجَالًا' فَبَلَغَهُ اَنَّ الَّذِيْنَ تَرَكَ عَتَبُوْا' فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ اَثْنٰى عَلَيْهِ' ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ' فَوَاللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از جریر بن حازم' انہوں نے کہا: میں نے حسن سے سنا' وہ کہتے ہیں: ہمیں حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مال آیا یا قیدی آئے' آپ نے اس مال کو تقسیم فرمایا' آپ نے چند لوگوں کو عطا کیا اور چند کو چھوڑ دیا' پھر آپ کو یہ خبر پہنچی کہ جن

إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ وَأَدَعُ الرَّجُلَ، وَالَّذِي أَدَعُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الَّذِي أُعْطِي، وَلٰكِنْ أُعْطِي أَقْوَامًا لِمَا أَرَى فِي قُلُوبِهِمْ مِنَ الْجَزَعِ وَالْهَلَعِ، وَأَكِلُ أَقْوَامًا إِلَى مَا جَعَلَ اللّٰهُ فِي قُلُوبِهِمْ مِنَ الْغِنَى وَالْخَيْرِ، فِيهِمْ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ. فَوَاللّٰهِ مَا أُحِبُّ أَنَّ لِي بِكَلِمَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُمْرَ النَّعَمِ. تَابَعَهُ يُونُسُ. [اطراف الحدیث:۳۱۴۵-۷۵۳۵]

لوگوں کو آپ نے چھوڑ دیا ہے وہ ناراض ہیں تو آپ نے اللہ کی حمد کی اور اس کی ثناء کی' پھر فرمایا: اما بعد (حمد وثناء کے بعد) پس اللہ کی قسم! میں ایک شخص کو عطا کرتا ہوں اور دوسرے شخص کو چھوڑ دیتا ہوں' اور جس شخص کو میں چھوڑ دیتا ہوں وہ مجھے اس شخص سے زیادہ محبوب ہوتا ہے جس کو میں عطا کرتا ہوں' لیکن میں ان لوگوں کو دیتا ہوں جن کے دلوں میں سخت حرص اور بے صبری دیکھتا ہوں اور جن کے دلوں میں اللہ نے استغناء اور خیر کو رکھا ہے' ان لوگوں کو میں ان کے استغناء کے سپرد کر دیتا ہوں' ان ہی میں عمرو بن تغلب ہیں' حضرت عمرو بن تغلب نے کہا: پس اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کے بدلہ میں اگر مجھے سرخ اونٹ بھی مل جائیں تو وہ مجھے پسند نہیں ہیں۔ اس حدیث کی یونس نے متابعت کی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن معمر ابوعبداللہ البصری العبسی (۲) ابو عاصم النبیل' ان کا نام الضحاک بن مخلد ہے (۳) جریر بن حازم (۴) الحسن البصری (۵) حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ العبدی التیمی البصری' ان سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو حدیثیں مروی ہیں' جن کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۲۴)

۹۲۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ ذَاتَ لَيْلَةٍ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ، فَصَلَّى فِي الْمَسْجِدِ، فَصَلَّى رِجَالٌ بِصَلَاتِهِ، فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوا، فَاجْتَمَعَ أَكْثَرُ مِنْهُمْ فَصَلَّوْا مَعَهُ، فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوا، فَكَثُرَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّوْا بِصَلَاتِهِ، فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الرَّابِعَةُ، عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ أَهْلِهِ، حَتّٰى خَرَجَ لِصَلٰوةِ الصُّبْحِ، فَلَمَّا قَضَى الْفَجْرَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَتَشَهَّدَ، ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّهُ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ مَكَانُكُمْ، لٰكِنِّي خَشِيتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ، فَتَعْجِزُوا عَنْهَا. تَابَعَهُ يُونُسُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی کہ ایک رات کو آدھی رات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد کی طرف نکلے' پھر چند لوگوں نے آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی' پھر انہوں نے صبح (لوگوں کے سامنے) یہ بات کی' (پھر دوسری رات کو) ان میں سے بہت لوگ جمع ہو گئے' پس انہوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی' پھر صبح کو لوگوں نے یہ بات کی' پھر تیسری رات کو مسجد والے لوگ بہت ہو گئے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نکلے تو لوگوں نے آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی' جب چوتھی رات آئی تو مسجد اہل مسجد کو سمانے سے عاجز ہو گئی تھی حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کی نماز کے لیے نکلے' جب آپ نے فجر کی نماز ادا فرمائی تو آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے' آپ نے کلمہ شہادت پڑھا' پھر فرمایا: اما بعد (یعنی توحید ورسالت کی گواہی کے بعد) مجھ پر تمہاری جگہ مخفی نہیں ہے (یعنی تمہارا نماز کا

شوق) لیکن مجھے یہ خطرہ ہے کہ تم پر یہ نماز فرض کر دی جائے گی' پھر تم اس کو پڑھنے سے عاجز ہو جاؤ گے۔ اس حدیث کی یونس نے متابعت کی ہے۔ یحییٰ بن بکیر کی متابعت یونس نے کی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۲۹ میں گزر چکی ہے۔

٩٢٥ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ، عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ هُوَ السَّاعِدِيُّ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَشِيَّةً بَعْدَ الصَّلٰوةِ، فَتَشَهَّدَ وَأَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ. تَابَعَهُ أَبُو مُعَاوِيَةَ وَأَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَمَّا بَعْدُ. تَابَعَهُ الْعَدَنِيُّ. عَنْ سُفْيَانَ، فِي أَمَّا بَعْدُ. [اطراف الحدیث: ۱۵۰۰-۲۵۹۷-۶۶۳۶-۶۹۷۹-۷۱۷۴-۷۱۹۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی از ابی حمید جو الساعدی ہیں' انہوں نے یہ خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ پچھلے پہر نماز کے بعد کھڑے ہوئے' پھر آپ نے کلمہ شہادت پڑھا اور اللہ کی ایسی حمد کی جس کا وہ اہل ہے' پھر فرمایا: اما بعد (حمد وثناء کے بعد)۔ ابومعاویہ اور ابواسامہ نے عروہ کی متابعت کی ہے از ہشام از والد خود از ابوحمید از نبی ﷺ' آپ نے فرمایا: اما بعد' العدنی نے عروہ کی متابعت کی ہے از سفیان' آپ کے ارشاد اما بعد میں۔

٩٢٦ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَمِعْتُهُ حِينَ تَشَهَّدَ يَقُولُ أَمَّا بَعْدُ. تَابَعَهُ الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ. [اطراف الحدیث: ۳۱۱۰-۳۷۱۴-۳۷۲۹-۳۷۶۷-۵۲۳۰-۵۲۷۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے علی بن حسین نے حدیث بیان کی از المسور بن مخرمہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے' پس جب آپ نے کلمہ شہادت پڑھا تو میں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا: اما بعد (شہادت کے بعد)۔ زبیدی نے شعیب کی متابعت کی ہے از الزہری۔

٩٢٧ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبَانَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْغَسِيلِ قَالَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ صَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِنْبَرَ، وَكَانَ آخِرَ مَجْلِسٍ جَلَسَهُ، مُتَعَطِّفًا مِلْحَفَةً عَلٰى مَنْكِبَيْهِ، قَدْ عَصَبَ رَأْسَهُ بِعِصَابَةٍ دَسِمَةٍ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ أَيُّهَا النَّاسُ إِلَيَّ، فَثَابُوا إِلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ هٰذَا الْحَيَّ مِنَ الْأَنْصَارِ، يَقِلُّوْنَ وَيَكْثُرُ النَّاسُ، فَمَنْ وَلِيَ شَيْئًا مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَطَاعَ أَنْ يَضُرَّ فِيهِ أَحَدًا أَوْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن الغسیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عکرمہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: نبی ﷺ منبر پر چڑھے اور یہ آخری مجلس تھی جس میں آپ بیٹھے' اس وقت آپ نے ایک بڑی چادر اپنے کندھوں پر ڈالی ہوئی تھی اور اپنے سر پر عمامہ باندھا ہوا تھا جو تیل سے چکنا ہو چکا تھا' آپ نے اللہ کی حمد کی اور اس کی ثناء کی' پھر آپ نے فرمایا: اے لوگو! میرے قریب آ جاؤ' سو لوگ آپ کی طرف آ گئے' پھر آپ نے فرمایا: اما بعد (حمد وثناء کے بعد) انصار کا

يَنْفَعَ فِيهِ اَحَدًا، فَلْيَقْبَلْ مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَيَتَجَاوَزْ عَنْ مُسِيئِهِمْ. [اطراف الحدیث: ۳۶۲۸۔ ۳۸۰۰] (شمائل ترمذی: ۱۱۱)

یہ قبیلہ کم ہوتا جائے گا اور (دوسرے) لوگ زیادہ ہوتے جائیں گے پس (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سے جو شخص کسی منصب کا والی ہو اور وہ کسی کو ضرر پہنچانے یا کسی کو نفع دینے کا اختیار رکھتا ہو تو وہ انصار میں سے نیکوں کی نیکی کو قبول کرے اور ان میں سے خطا کاروں کی خطاء سے درگزر کرے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسماعیل بن ابان ابو اسحاق الوراق الازدی الکوفی (۲) عبد الرحمٰن بن الغسیل' وہ عبد الرحمان بن سلیمان بن عبد اللہ بن حنظلہ بن ابی عامر الراہب ہیں' جو ابن الغسیل الانصاری المدنی کے نام سے معروف ہیں' اور حضرت حنظلہ وہ ہیں جن کو فرشتوں نے غسل دیا تھا' یہ جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے' ان کی بیوی سے صحابہ نے سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ انہوں نے دشمن کی آواز سنی' اس وقت وہ جنبی تھے تو انہوں نے غسل کرنے کی تاخیر نہیں کی اور جہاد کے لیے چلے گئے اور جاتے ہی شہید ہو گئے' ان کے بیٹے عبد الرحمان بن الغسیل ۱۷۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عکرمہ' یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں (۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۲۸)

مشکل الفاظ کے معانی اور حدیث مذکور کے مسائل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''متعطفًا'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: چادر کو موڑ کر اوڑھے ہوئے' اور ''ملحفة'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بڑی چادر' اور ''عصابة دسمة'' کا لفظ ہے' اس میں ''عصابة'' کا معنی ہے: پٹی' یہاں اس سے مراد عمامہ ہے' عمامہ کو ''عصابة'' سے اس لیے تعبیر فرمایا کیونکہ عمامہ کو بھی پٹی کی طرح سر کے گرد لپیٹ لیا جاتا ہے' اور ''دسمة'' کا معنی ہے: سیاہ یعنی سر پر لگے ہوئے زیتون کے تیل سے اس عمامہ پر کثرتِ استعمال کی وجہ سے سیاہی کے آثار ظاہر ہو گئے تھے' اور اس حدیث میں ہے: ''فثابوا الیه'' یعنی وہ سب آپ کی طرف جمع ہو گئے' ''ثاب یثوب'' کا معنی ہے: کسی کام کی طرف لوٹنے میں سبقت کرنا' نیز اس حدیث میں ہے' آپ نے فرمایا: یہ انصاری دن بہ دن کم ہوتے رہیں گے' یہ آپ کا معجزہ ہے کیونکہ آپ نے غیب کی خبر دی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نصیحت کرنے میں مبالغہ کرنا چاہیے کیونکہ آپ نے منبر پر چڑھ کر نصیحت کی اور وعظ کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنے والے حکمرانوں کو انصار کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی وصیت کی' اس میں انصار کی فضیلت ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ انصار میں سے کوئی خلیفہ نہیں ہوگا کیونکہ آپ نے انصار کے متعلق وصیت کی' ورنہ انصار کو وصیت فرماتے۔

اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جامع ارشاد کا ثبوت ہے' کیونکہ آپ نے فرمایا: انصار میں جو نیک ہوں ان کی نیکی کو قبول کرنا اور جو بُرے کام کرنے والے ہوں ان سے درگزر کرنا' کیونکہ انسان کا صرف ان ہی دو خصلتوں میں حصر ہے' یا وہ نیکوکار ہوتا ہے یا بدکار ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۲۹۔ ۳۲۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

''امـابعد'' کا معنی اور سب سے پہلے ''امـابعد'' کا استعمال کس نے کیا اور خطبہ جمعہ میں کس قدر کلام لانا چاہیے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اور اس سے پہلی حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ میں امابعد فرمایا' یعنی حمد وثناء کے بعد' یہ بات بیان کرنی ہے۔''امـابعد'' کلام فصیح ہے' اس کو خطیب حمد وثناء اور اپنے جس مقصود کی خبر دینی ہو' اس کے درمیان فصل کرنے کے لیے لاتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاٰتَیْنٰهُ الْحِکْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ O (ص:۲۰) اور ہم نے داؤد کو حکمت دی تھی اور فصل خطاب O

''فصل خطاب'' سے مراد ہے: مقدمات کا فیصلہ کرنے کی صلاحیت' اور بعض مفسرین نے کہا ہے: اس سے مراد امابعد کا کلمہ ہے۔

یعنی سب سے پہلے خطبہ میں امابعد کا کلمہ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا' کیونکہ امابعد کا کلمہ حمد وثناء اور اپنے کلام مقصود کے درمیان فصل کے لیے آتا ہے' اس لیے ''فصل خطاب'' سے مراد امابعد ہے۔

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ جمعہ کے خطبہ میں کتنے کلام کی مقدار ضروری ہے' ابن حبیب مالکی نے کہا: جس کلام میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم ہو' وہ خطبہ کے لیے کافی ہے۔

مطرف نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ جس نے سبحان اللہ اور لا الٰہ الا اللہ کہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھی' اس کا یہ کلام خطبہ کے لیے کافی ہے' امام ابوحنیفہ نے کہا: جس نے ایک تسبیح بھی پڑھ لی تو یہ اس کے خطبہ کے لیے کافی ہے' امام شافعی نے کہا: جمعہ کے دونوں خطبوں کی جو کم از کم مقدار ضروری ہے' وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد کی جائے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھی جائے' اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کی جائے۔ پہلے خطبہ میں قرآن مجید کی آیات پڑھی جائیں اور دوسرے خطبہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھی جائے اور اس کو دعا پر ختم کیا جائے۔ (شرح ابن بطال ج۲ ص ۵۹۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۳۰ - بَابُ الْقَعْدَةِ بَیْنَ الْخُطْبَتَیْنِ یَوْمَ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا

۹۲۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ خُطْبَتَیْنِ یَقْعُدُ بَیْنَهُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن المفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن عمر نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (جمعہ کے دن) دو خطبے دیتے تھے' جن کے درمیان بیٹھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۲۰ میں گزر چکی ہے' تاہم جو اُمور پہلے ذکر نہیں کیے گئے' وہ ذکر کیے جا رہے ہیں:

جمعہ کے دن مسجد میں بیٹھنے اور دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کے متعلق احادیث

جمعہ کے دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کے متعلق حسب ذیل احادیث بھی مروی ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جمعہ کے دن سیدھے کھڑے ہوئے تو آپ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس وقت مسجد کے دروازہ پر تھے' انہوں نے آپ کا یہ ارشاد سنا تو اسی وقت وہیں مسجد کے دروازہ پر بیٹھ گئے' پس ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دیکھا تو فرمایا: اے عبداللہ بن مسعود! آؤ۔ (سنن ابوداؤد: ١٠٩١)

اس حدیث سے حضرت عبداللہ بن مسعود کی اطاعت شعاری معلوم ہوتی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دو خطبے دیتے تھے' جب آپ منبر پر چڑھتے تو بیٹھ جاتے تھے حتیٰ کہ مؤذن اذان سے فارغ ہو جاتا' پھر آپ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے' پھر بیٹھ جاتے' پھر کوئی بات نہیں کرتے تھے' پھر کھڑے ہو کر (دوسرا) خطبہ دیتے۔ (سنن ابوداؤد: ١٠٩٢)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے' پھر آپ کھڑے ہو کر (دوسرا) خطبہ دیتے' پس جس نے تم سے یہ حدیث بیان کی کہ آپ نے بیٹھ کر خطبہ دیا اس نے جھوٹ بولا' پس اللہ کی قسم! میں نے آپ کے ساتھ دو ہزار سے زیادہ نمازیں پڑھی ہیں۔ (صحیح مسلم: ٨٦٢' سنن ابوداؤد: ١٠٩٣' سنن نسائی: ١٤١٦' سنن ابن ماجہ: ١١٠٥)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے دو خطبے تھے' ان دونوں کے درمیان آپ بیٹھ کر قرآن پڑھتے تھے اور لوگوں کو نصیحت کرتے تھے۔ (صحیح مسلم: ٨٦٢' سنن نسائی: ١٤١٩' سنن ابن ماجہ: ١١٠٦)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے' پھر آپ بیٹھتے تھے (اور ان کے درمیان) کلام نہیں کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ١٠٩٥' سنن نسائی: ١٥٨٢)

سنن ابوداؤد کی ان احادیث میں بعض میں یہ ذکر ہے کہ آپ دو خطبوں کے درمیان کلام نہیں کرتے تھے اور بعض میں یہ ذکر ہے کہ آپ ان خطبوں کے درمیان قرآن مجید پڑھتے تھے اور بعض میں ہے کہ آپ ان میں نصیحت کرتے تھے' ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ آپ کا عام معمول یہ تھا کہ آپ ان دو خطبوں کے درمیان کلام نہیں کرتے تھے' اور بعض اوقات ان کے درمیان آپ قرآن مجید پڑھتے تھے اور اگر کبھی وعظ اور نصیحت کی ضرورت ہوتی تو وعظ و نصیحت فرماتے تھے' غرض آپ نے دین میں آسانی رکھی ہے اور امت کے لیے گنجائش ہے کہ وہ جیسا موقع ہو ویسا عمل کرے۔

جمعہ کے دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث میں یہ ثبوت ہے کہ جمعہ کے دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا مشروع ہے' لیکن اس میں اختلاف ہے کہ یہ بیٹھنا واجب ہے یا مستحب ہے' امام شافعی کا یہ مذہب ہے کہ یہ بیٹھنا واجب ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کا یہ مذہب ہے کہ یہ بیٹھنا سنت ہے۔ علامہ ابن عبد البر نے یہ کہا ہے کہ امام مالک' فقہاء عراق اور تمام شہروں کے فقہاء کا یہ مذہب ہے کہ جمعہ کے دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا سنت ہے سوائے امام شافعی کے' انہوں نے اس کو واجب کہا ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے کہا ہے کہ اتباع سنت کی وجہ سے یہ بیٹھنا مستحب ہے اور اکثر اہل علم کے قول کے موافق یہ بیٹھنا واجب نہیں ہے کیونکہ اس میں بیٹھنے کے وقت کوئی مخصوص ذکر مشروع نہیں ہے' لہٰذا یہ بیٹھنا واجب نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٦ ص ٣٢٩' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣١ - بَابُ الْاِسْتِمَاعِ اِلَى الْخُطْبَةِ — خطبہ کو بہ غور سننا

٩٢٩ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ الْأَغَرِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ وَقَفَتِ الْمَلَائِكَةُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ، يَكْتُبُونَ الْأَوَّلَ فَالْأَوَّلَ، وَمَثَلُ الْمُهَجِّرِ كَمَثَلِ الَّذِي يُهْدِي بَدَنَةً، ثُمَّ كَالَّذِي يُهْدِي بَقَرَةً، ثُمَّ كَبْشًا، ثُمَّ دَجَاجَةً، ثُمَّ بَيْضَةً، فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ طَوَوْا صُحُفَهُمْ، وَيَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ. [طرف الحدیث:٣٢١١]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از الزہری از عبداللہ الاغر از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر ٹھہر جاتے ہیں اور (آنے والوں کو) لکھتے ہیں' جو پہلے آئے اس کو پہلے لکھتے ہیں' جو جلدی آئے اس کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی اونٹ کی قربانی کرے' پھر جو اس کے بعد آئے وہ گائے کی قربانی کرنے والے کی مثل ہے' پھر مینڈھے کی مثل ہے' پھر مرغی کی' پھر انڈے کی' پھر جب امام (حجرہ سے) نکل آئے تو فرشتے اپنے صحائف کو لپیٹ دیتے ہیں اور وعظ کو سنتے ہیں۔

(صحیح مسلم: ٨٥٠' الرقم المسلسل:١٩٥١' سنن نسائی:١٣٨٥' سنن ابوداؤد:٣٥١' سنن ترمذی:٤٩٩' صحیح ابن حبان:٢٣٧٥' سنن بیہقی ج ٣ ص ٢٢٦' شرح السنۃ:١٠٦٣' مصنف عبدالرزاق:٥٥٦٥' مسند احمد ج ٢ ص ٢٦٠ طبع قدیم' مسند احمد:٩٩٢٦۔ ج ١٦ ص ٢٠' موسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:٤٨٥٢' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) آدم بن ابی ایاس (٢) محمد بن عبد الرحمان ابن ابی ذئب (٣) محمد بن مسلم الزہری (٤) ابوعبداللہ' ان کا نام سلمان الجہنی ہے' ان کے مولیٰ کا شمار اہل مدینہ میں ہے اور یہ اصل میں اصفہان کے ہیں' ان کا لقب الاغر ہے (٥) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ٦ ص ٣٢٠)

خطبہ سننے کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

جمعہ کے خطبہ کا سننا واجب ہے اور اکثر علماء کے نزدیک اس کا وجوب سنت ہے' اور بعض علماء نے اس کو فرض کہا ہے' مجاہد سے مروی ہے کہ قرآن کا سننا صرف دو جگہوں پر واجب ہے نماز میں اور جمعہ کے خطبہ میں۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ فرشتے خطبہ کو سنتے ہیں' یہ خطبہ سننے کی ترغیب کے لیے فرمایا ہے اور خطبہ کے وقت خاموش رہنے کے لیے امام مالک نے کہا ہے کہ خطبہ کے وقت خاموش رہنا واجب ہے خواہ اس کو خطبہ سنائی دے یا نہیں' حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کہا: جو شخص خطبہ کے وقت خاموش رہتا ہے خواہ اس کی آواز نہ سنائی دے اس کو بھی اتنا اجر ملتا ہے جتنا خطبہ سننے والے کو اجر ملتا ہے۔ عروہ بن الزبیر یہ کہتے تھے کہ جس کو خطبہ نہ سنائی دے اس کے باتیں کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' اور ابراہیم النخعی نے کہا: جب مجھے خطبہ سنائی نہیں دیتا تو میں اپنا وظیفہ پڑھتا رہتا ہوں' امام احمد نے کہا: جس شخص کو خطبہ سنائی نہیں دیتا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اللہ کا ذکر کرتا رہے اور قرآن پڑھتا رہے۔

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ نمازی کس وقت خاموش رہے' امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ جب امام حجرہ سے نکل آئے تو نمازی اس وقت باتیں کرنا بند کر دیں اور اس وقت نماز بھی منقطع کر دیں' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر جب امام (حجرہ سے) نکل

آئے تو فرشتے اپنے صحائف کو لپیٹ دیتے ہیں اور وعظ کو سنتے ہیں' اور ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ خاموش ہونا صرف خطبہ کی ابتداء میں واجب ہے اور اس سے پہلے کلام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' یہ امام مالک' الثوری' امام ابو یوسف' امام محمد' الاوزاعی اور امام شافعی کا قول ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب امام کلام کرے تو نمازی خاموش ہو جائیں۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۹۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے جو اپنے موقف پر حدیث ذکر کی ہے' اس کی سند ضعیف ہے اور فقہاء احناف نے جو کہا ہے کہ جب امام حجرہ سے نکل آئے تو پھر خاموش ہونا واجب ہے' اس کی دلیل صحیح بخاری کی حدیث مذکور ہے۔

دورانِ خطبہ کلام کرنے یا سلام کا اور چھینک کا جواب دینے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

خطبہ کے دوران کلام نہ کرنے کے مسئلہ میں فقہاء تابعین کا اختلاف ہے' شعبی' سعید بن جبیر' النخعی اور ابن بردہ خطبہ کے دوران کلام کرتے تھے' اور علامہ ابن قدامہ نے ذکر کیا ہے کہ سعید بن جبیر' ابراہیم بن مہاجر' ابو بردہ' النخعی اور شعبی حجاج کے خطبہ کے دوران باتیں کرتے تھے۔ ہمارے نزدیک ان کا یہ فعل قابل رد ہے اور ان کی طرف سے یہ توجیہ ہے کہ ان کو اس مسئلہ میں یہ حدیث نہیں پہنچی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب جمعہ کے دن تم نے اپنے ساتھی سے کہا: چپ کرو اور امام اس وقت خطبہ دے رہا تھا تو تم نے لغو کام کیا۔ (صحیح البخاری: ۹۳۴' صحیح مسلم: ۸۵۱' سنن ترمذی: ۵۱۲' سنن نسائی: ۱۴۰۱)

اور جب اس طرح ہے تو خطبہ سننے والے کے لیے سلام کا جواب دینا اور چھینک کے جواب میں "یرحمك اللّٰہ" کہنا بھی مکروہ ہے' البتہ امام شافعی نے اپنے قول جدید میں کہا ہے کہ وہ سلام کا جواب بھی دے گا اور چھینک کا جواب بھی دے گا۔

امام ابو حنیفہ سے یہ روایت ہے کہ جب خطبہ سننے والے کو سلام کیا جائے تو وہ دل میں اس کے سلام کا جواب دے گا اور امام ابو یوسف سے یہ روایت ہے کہ وہ سلام کا جواب بھی دے گا اور چھینک کا جواب بھی دے گا' اور امام محمد سے یہ روایت ہے کہ وہ سلام کا جواب تو اسی وقت دے گا اور چھینک کا جواب خطبہ کے بعد دے گا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود دل میں پڑھے گا۔

نصر بن یحییٰ نے کہا: وہ تسبیح بھی پڑھے گا اور قرآن مجید بھی' امام شافعی کا بھی یہی قول ہے اور اس پر اجماع ہے کہ وہ خطبہ کے دوران باتیں نہیں کرے گا' ایک قول یہ ہے کہ ذکر میں اور قرآن مجید پڑھنے میں مشغول رہنا خاموش رہنے سے افضل ہے' رہا فقہ کا تکرار کرنا اور کتب فقہ کا مطالعہ کرنا اور لکھنا' اس کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۳۲۔۳۳۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۲ - بَابُ اِذَا رَأَى الْاِمَامُ رَجُلًا جَاءَ وَ هُوَ يَخْطُبُ، اَمَرَهُ اَنْ يُّصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ

جب امام خطبہ دینے کے دوران یہ دیکھے کہ ایک شخص آیا ہے تو اسے دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دے

۹۳۰ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ النَّاسَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَقَالَ اَصَلَّيْتَ يَا فُلَانُ؟ قَالَ لَا، قَالَ قُمْ فَارْكَعْ رَكْعَتَيْنِ. [اطراف الحدیث: ۹۳۱۔۱۱۶۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص اس وقت آیا جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے' آپ نے اس سے فرمایا: اے فلاں! کیا تم نے نماز پڑھ

لی ہے؟ اس نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: پھر کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھو۔

(صحیح مسلم: ۸۷۵، الرقم المسلسل: ۱۹۸۵، سنن ابوداؤد: ۱۱۱۵، سنن ترمذی: ۵۱۰، سنن نسائی: ۱۴۱۰-۱۴۰۹، سنن ابن ماجہ: ۱۱۱۲، مسند الحمیدی: ۱۲۲۳، مسند ابویعلیٰ: ۱۹۷۰، صحیح ابن خزیمہ: ۱۸۳۲، المعجم الکبیر: ۶۷۰۹، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۹۳، السنن الکبریٰ: ۱۹۰۵، مسند احمد ج ۳ ص ۶۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۳۹۰۶۔ ج ۲۳ ص ۱۸۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی ۹۰۴، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ، مسند الطحاوی: ۱۰۵۷)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

خطبہ جمعہ کے دوران نماز پڑھنے میں مذاہب فقہاء اور امام مالک کے مؤقف پر دلائل اور باب مذکور کی حدیث کا جواب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے معنی میں فقہاء کا اختلاف ہے، ایک قوم نے اس کے ظاہر کے اعتبار سے اس کا معنی کیا ہے، انہوں نے کہا ہے کہ جو شخص اس وقت آئے جب امام خطبہ دے رہا ہو تو وہ دو خفیف رکعتیں پڑھے، یہ وہ سنت ہے جس پر عمل کیا گیا ہے، یہ قول حسن بصری اور مکحول سے مروی ہے، امام شافعی، امام احمد، اسحاق، ابوثور اور غیر مقلدین کی ایک جماعت کا بھی یہی مذہب ہے۔

اوزاعی نے کہا ہے: جس شخص نے اپنے گھر میں دو رکعت نماز پڑھ لی ہے، پھر وہ مسجد میں داخل ہوا اور امام اس وقت خطبہ دے رہا تھا وہ بیٹھ جائے اور اگر اس نے اپنے گھر میں دو رکعت نماز نہیں پڑھی ہے تو وہ مسجد میں دو رکعت نماز پڑھ لے کیونکہ جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتایا کہ اس نے گھر میں دو رکعت نماز نہیں پڑھی اس کو آپ نے یہ حکم دیا کہ وہ دو رکعت نماز پڑھ لے۔

اس سلسلہ میں تیسرا قول ابومجلز کا ہے کہ اگر تم چاہو تو دو رکعت نماز پڑھ لو اور اگر چاہو تو بیٹھ جاؤ۔

اور چوتھا قول جمہور کا ہے کہ اگر تم مسجد میں اس وقت آؤ جب امام خطبہ پڑھ رہا ہو تو آکر بیٹھ جاؤ اور دو رکعت نماز نہ پڑھو، صحابہ میں سے حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کا یہی مؤقف ہے اور فقہاء تابعین میں سے عطاء، النخعی، ابن سیرین، شریح، عروہ اور سعید بن المسیب کا یہی مؤقف ہے اور امام مالک، امام ابوحنیفہ اور لیث کا یہی مذہب ہے، اور ان کا استدلال درج ذیل آثار سے ہے:

الحارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، سفیان، ابن جریج اور عطاء یہ کہتے تھے کہ جب امام خطبہ دے رہا ہو تو اس وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۱۰، مجلس علمی بیروت، ۱۴۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۶۷، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ)

ثعلبہ بن ابی مالک القرظی بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عمر اور حضرت عثمان کو پایا، وہ کہتے تھے: جب امام (حجرہ سے) نکل آئے تو ہم نماز کو ترک کر دیتے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۱۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۷۳، دارالکتب العلمیہ بیروت)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم امام کے نکلنے کے بعد نماز اور کلام کو مکروہ کہتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۱۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۷۵، دارالکتب العلمیہ بیروت)

خطبہ کے وقت نماز پڑھنا منع ہے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو نماز پڑھنے کا حکم کیوں دیا؟ اس کی توجیہ میں جمہور یہ کہتے ہیں کہ وہ شخص پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارادہ کیا کہ نمازی اس کی اس ہیئت کو دیکھ لیں اور اس پر صدقہ کریں۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۹۶-۵۹۵، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ جمہور کی اس توجیہ کی تائید میں یہ حدیث روایت کرتے ہیں:

عیاض بن عبداللہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں: ایک شخص (سلیک الغطفانی) مسجد میں داخل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت منبر پر تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو نداء کی اور فرمایا: قریب آؤ اور اس کو دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا' اس شخص نے مسجد میں بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھی اور اس نے پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے' وہ شخص دوسرے جمعہ پھر دورانِ خطبہ آیا' آپ نے پھر اس کو دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا' وہ شخص تیسرے جمعہ پھر دورانِ خطبہ آیا' آپ نے پھر اس کو اسی طرح حکم دیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازیوں سے فرمایا: اس پر صدقہ کرو' نمازیوں نے کپڑے پھیلا دیئے' آپ نے اس شخص کو کپڑے اٹھانے کا حکم دیا' اس کے بعد پھر آپ نے نمازیوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا تو اس شخص نے بھی ان دو کپڑوں میں سے ایک کپڑا ڈال دیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہوئے اور اس کو حکم دیا کہ وہ اس کپڑے کو لے لے۔

(سنن ترمذی:۵۱۱' السنن الکبریٰ للنسائی:۱۷۱۹' سنن ابن ماجہ:۱۱۱۳' شرح معانی الآثار:۲۱۱۴)

امام ابوجعفر طحاوی نے کہا: بعض فقہاء نے ان آثار کی وجہ سے یہ کہا ہے کہ جو شخص مسجد میں اس وقت آئے جب امام خطبہ دے رہا ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ دو خفیف رکعت پڑھ لے۔

دوسرے فقہاء نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ جب کوئی شخص جمعہ کے دن خطبہ کے دوران آئے تو وہ آ کر مسجد میں بیٹھ جائے اور نماز نہ پڑھے' ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت سلیک کو دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا تو آپ نے اس کے نماز پڑھنے کے دوران خطبہ کو منقطع کر دیا تھا اور اس سے آپ کا ارادہ یہ تھا کہ آپ لوگوں کو یہ تعلیم دیں کہ جب وہ مسجد میں داخل ہوں تو ان کو کیا کرنا چاہیے' پھر آپ نے دوبارہ خطبہ پڑھا۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے اسی خطبہ پر بناء کی ہو اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب نماز میں کلام کرنا منسوخ نہیں ہوا تھا' پھر نماز میں کلام کرنا منسوخ ہوگیا اور خطبہ میں بھی کلام کرنا منسوخ ہوگیا۔ اس کی تائید میں یہ حدیث ہے:

خطبہ جمعہ کے دوران نماز نہ پڑھنے کے متعلق امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر دلائل

ابو الزاہر یہ بیان کرتے ہیں کہ میں جمعہ کے دن حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا' پھر ایک شخص لوگوں کی گردنوں کو پھلانگتے ہوئے آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: بیٹھ جاؤ' تم نے (نمازیوں کو) ایذاء پہنچائی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۱۱۸' سنن نسائی:۱۳۹۸' سنن ابن ماجہ:۱۱۱۵' مسند احمد ج ۴ ص ۱۸۸۔۱۹۰' شرح معانی الآثار:۲۱۱۵) ابو الزاہر یہ نے کہا: ہم باتیں کرتے رہتے حتیٰ کہ امام نکل آتا۔ (امام طحاوی کہتے ہیں:) کیا تم نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کو بیٹھنے کا حکم دیا اور اس کو نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا' لہٰذا یہ حدیث حضرت سلیک کی حدیث کے خلاف ہے اور حضرت ابوسعید کی حدیث جس کو ہم نے اس سے پہلے روایت کیا ہے کہ پہلے خطبہ کے دوران اس قسم کے افعال مباح تھے اور بعد میں ان افعال سے منع کیا گیا تھا' کیا تم نے نہیں دیکھا کہ لوگوں نے اپنے کپڑے لا کر ڈالے' حالانکہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ جس وقت امام خطبہ دے رہا ہو' اس وقت کپڑے اتارنا اور کنکریوں کو چھونا اور اپنے صاحب کو کہنا: چپ کرو' یہ تمام کام مکروہ ہیں' اور یہ اس پر دلیل ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلیک کو دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا' اس وقت خطبہ کے دوران بات کرنا مباح تھا' بعد میں اس سے منع کر دیا گیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب امام خطبہ دے رہا ہو اور تم اپنے صاحب سے کہو: چپ کرو' تو تم نے لغو کام کیا۔ (صحیح البخاری:۹۳۴' صحیح مسلم:۸۵۱' سنن ترمذی:۵۱۲' سنن نسائی:۱۴۰۱' مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۰۔۲۷۲۔۲۴۴)

اسی طرح یہ حدیث ہے:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ تبارک پڑھی اور ہم کو اللہ کے ایام سے نصیحت کی' حضرت ابوالدرداء یا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ مجھے اشارہ کر رہے تھے اور پوچھ رہے تھے: یہ سورت کب نازل ہوئی ہے' میں نے اس کو اب تک نہیں سنا' میں نے ان کو اشارہ کیا کہ چپ کریں' جب لوگ جمعہ سے چلے گئے تو انہوں نے مجھ سے کہا: میں نے آپ سے سوال کیا تھا کہ یہ سورت کب نازل ہوئی ہے تو آپ نے مجھے نہیں بتایا' حضرت ابی نے کہا: آپ نے جو آج نماز پڑھی ہے اس سے آپ کو صرف یہی لغو کام حاصل ہوا ہے' پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپ کو یہ واقعہ بتایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابی نے سچ کہا یعنی خطبہ کے دوران بات کرنا لغو کام ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۱۱۱' شرح معانی الآثار: ۲۱۱۹)

خطبہ کے دوران نماز پڑھنے کی ممانعت میں یہ آثار بھی وارد ہیں:

خالد الحذاء بیان کرتے ہیں کہ ابوقلابہ جمعہ کے دن اس وقت آئے جب امام خطبہ دے رہا تھا' وہ آ کر بیٹھ گئے اور انہوں نے نماز نہیں پڑھی۔ (شرح معانی الآثار: ۲۱۳۱)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت امام منبر پر ہو اس وقت نماز پڑھنا معصیت ہے۔
(شرح معانی الآثار: ۲۱۳۲)

ثعلبہ بن مالک قرظی بیان کرتے ہیں: امام کا منبر پر بیٹھنا نماز کو منقطع کر دیتا ہے اور اس کا خطبہ دینا کلام کو منقطع کر دیتا ہے۔
(شرح معانی الآثار: ۲۱۳۳)

امام طحاوی فرماتے ہیں: ہم نے جو آثار روایت کیے ہیں' ان میں یہ تصریح ہے کہ امام کا نکلنا نماز کو منقطع کر دیتا ہے' عبداللہ بن صفوان آئے' اس وقت حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما خطبہ دے رہے تھے' پس وہ آ کر بیٹھ گئے اور انہوں نے نماز نہیں پڑھی' حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے ان پر انکار نہیں کیا اور نہ دیگر صحابہ اور فقہاء تابعین میں سے کسی نے ان پر اعتراض کیا' اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ حدیث میں ہے:

حضرت ابوقتادہ سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لے۔ (صحیح البخاری: ۴۴۴' صحیح مسلم: ۷۱۴)

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جب کوئی شخص اس وقت مسجد میں داخل ہو' جب مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہو اور جب کوئی شخص اس وقت مسجد میں داخل ہو' جب مسجد میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے تو اس وقت اس کو نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور جب امام خطبہ دے رہا ہو' اس وقت اس کا مسجد میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ کوئی شخص اس وقت مسجد میں داخل ہو جب سورج طلوع ہو یا سورج غروب ہو یا سورج بالکل اس کے سر پر ہو تو اس وقت اس کا اس نماز کو پڑھنا جائز نہیں ہے' بس اسی طرح جب وہ مسجد میں داخل ہو اور اس وقت امام خطبہ دے رہا ہو تو اس کا بھی اس وقت نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

اور یہ جو میں نے ذکر کیا ہے' یہ امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔
(شرح معانی الآثار ج ا ص ۴۸۱۔ ۴۷۳ ملخصاً' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۹۱۵۔ ج ۲ ص ۶۴۰ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: خطبہ جمعہ کے دوران تحیۃ المساجد پڑھنے میں مذاہب۔ یہ بحث ص ۶۵۴۔ ۶۵۱ پر مذکور ہے۔

٣٣ - بَابُ مَنْ جَاءَ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ

جو شخص اس وقت مسجد میں داخل ہوا' جب امام خطبہ جمعہ پڑھ رہا تھا تو وہ دو خفیف رکعت پڑھ لے

٩٣١ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرًا قَالَ دَخَلَ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ، فَقَالَ أَصَلَّيْتَ؟ قَالَ لَا، قَالَ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو اور انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ ایک شخص جمعہ کے دن اس وقت داخل ہوا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے' آپ نے اس سے فرمایا: کیا تم نے نماز پڑھ لی ہے؟ اس نے کہا: نہیں' آپ نے فرمایا: پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٩٣٠ میں گزر چکی ہے۔

٣٤ - بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الْخُطْبَةِ

خطبہ کے دوران دونوں ہاتھ بلند کرنا

٩٣٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ أَنَسٍ. وَعَنْ يُونُسَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، إِذْ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، هَلَكَ الْكُرَاعُ، وَهَلَكَ الشَّاءُ، فَادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَسْقِيَنَا. فَمَدَّ يَدَيْهِ وَدَعَا.

[اطراف الحدیث: ٩٣٣ - ١٠١٣ - ١٠١٤ - ١٠١٥ - ١٠١٦ - ١٠١٧ - ١٠١٨ - ١٠١٩ - ١٠٢١ - ١٠٢٩ - ١٠٣٣ - ٣٥٨٢ - ٦٠٩٣ - ٦٣٤٢]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از عبد العزیز از حضرت انس اور از یونس از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے' ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! گھوڑے ہلاک ہو گئے اور بکریاں ہلاک ہو گئیں' سو آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ ہم پر بارش نازل فرمائے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ بلند کیے اور دعا کی۔

(سنن ابو داؤد: ١١٧٤' سنن ابن ماجہ: ١٢٦٩' المنتقیٰ: ٢٥٦' دلائل النبوۃ لابی نعیم: ٣٠٧' سنن کبریٰ ج ٣ ص ٣٥٤' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٦ ص ١٣٩' شرح السنۃ: ١١٦٧' مسند احمد ج ٣ ص ٢٥٦ طبع قدیم' مسند احمد: ١٣٦٩٣ - ج ٢١ ص ٢٥٨' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث میں رفع یدین سے وہ مراد نہیں ہے جو نماز میں رفع یدین ہے بلکہ اس سے مراد ہاتھوں کو لمبا کرنا' اور بڑھانا ہے۔ ''کتاب الدعوات'' میں ان شاء اللہ دعا میں رفع یدین کی صفت کا ذکر آئے گا۔

٣٥ - بَابُ الْاِسْتِسْقَاءِ فِي الْخُطْبَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن خطبہ میں بارش کے نزول کی دعا کرنا

٩٣٣ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أَصَابَتِ النَّاسَ سَنَةٌ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید بن مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے اسحاق بن عبد اللہ بن طلحہ نے حدیث بیان کی از حضرت

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَبَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ، قَامَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هَلَكَ الْمَالُ وَجَاعَ الْعِيَالُ، فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا، فَرَفَعَ يَدَيْهِ، وَمَا نَرٰى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، مَا وَضَعَهُمَا حَتّٰى ثَارَ السَّحَابُ أَمْثَالَ الْجِبَالِ، ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِهِ حَتّٰى رَأَيْتُ الْمَطَرَ يَتَحَادَرُ عَلٰى لِحْيَتِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَمُطِرْنَا يَوْمَنَا ذٰلِكَ، وَمِنَ الْغَدِ وَبَعْدَ الْغَدِ، وَالَّذِي يَلِيهِ، حَتّٰى الْجُمُعَةِ الْأُخْرٰى، وَقَامَ ذٰلِكَ الْأَعْرَابِيُّ، أَوْ قَالَ غَيْرُهُ، فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، تَهَدَّمَ الْبِنَاءُ وَغَرِقَ الْمَالُ، فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا. فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا. فَمَا يُشِيْرُ بِيَدِهِ إِلٰى نَاحِيَةٍ مِنَ السَّحَابِ إِلَّا انْفَرَجَتْ، وَصَارَتِ الْمَدِيْنَةُ مِثْلَ الْجَوْبَةِ، وَسَالَ الْوَادِي قَنَاةُ شَهْرًا، وَلَمْ يَجِيءْ أَحَدٌ مِنْ نَاحِيَةٍ إِلَّا حَدَّثَ بِالْجَوْدِ.

(صحیح مسلم: ۸۹۷، الرقم المسلسل: ۲۰۴۴، سنن ابوداؤد: ۱۵۱۵۔ ۱۵۱۴۔ ۱۵۱۲۔ ۱۱۷۵، اس حدیث کی باقی تخریج وہی ہے جو صحیح البخاری: ۹۳۲ میں بیان کی۔)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں لوگوں پر قحط آ گیا' پس جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے' ایک دیہاتی کھڑا ہوا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! مال ہلاک ہو گیا اور بچے بھوکے ہیں' سو آپ ہمارے لیے اللہ سے دعا کیجئے تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے' ہم اس وقت آسمان میں کوئی بادل کا ٹکڑا بھی نہیں دیکھ رہے تھے' پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! ابھی آپ نے اپنے ہاتھوں کو نیچے نہیں کیا تھا' حتیٰ کہ پہاڑوں کی مثل بادل امڈ آئے' پھر ابھی آپ منبر سے نہیں اترے تھے' حتیٰ کہ میں نے دیکھا بارش آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی پر ٹپک رہی ہے' پھر اس دن ہم پر بارش ہوئی اور اس کے اگلے دن بارش ہوئی' اور اس کے بعد والے دن بارش ہوئی اور اس کے قریب والے دن بارش ہوئی' حتیٰ کہ دوسرے جمعہ تک بارش ہوئی اور وہ دیہاتی کھڑا ہوا یا کوئی اور' پس اس نے کہا: یارسول اللہ! مکان گر گئے اور مال غرق ہو گیا' سو آپ ہمارے لیے اللہ سے دعا کیجئے' پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے' پھر دعا کی: اے اللہ! ہمارے اردگرد بارش برسا' ہم پر نہ برسا' پھر آپ بادل کی جس سمت بھی اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے تھے تو بادل ہٹ جاتے تھے اور پورا مدینہ حوض کی طرح ہو گیا اور وادی قناۃ کا نالہ ایک ماہ تک بہتا رہا اور جس طرف سے کوئی شخص آتا تھا وہ بارش کی کثرت کی خبر دیتا تھا۔

امام مالک کا خطبہ میں ہاتھ بلند کرنے کا انکار کرنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

خطبہ میں دعا کرتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو پھیلانا اور بلند کرنا' اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑانے اور تذلل کا اظہار کرنے کے لیے ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور اپنے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان ہاتھوں کو ناکام اور نامراد نہیں لوٹاتا' اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا میں اپنے ہاتھوں کو پھیلایا۔

بعض لوگوں نے جمعہ کے خطبہ میں ہاتھوں کے بلند کرنے کا انکار کیا ہے' مسروق نے بیان کیا کہ امام نے جمعہ کے دن ہاتھوں کو منبر پر بلند کیا تو لوگوں نے بھی اپنے ہاتھوں کو بلند کیا' پس مسروق نے کہا: ان لوگوں کو کیا ہوا ہے' اللہ ان لوگوں کے ہاتھوں کو کاٹ ڈالے' الزہری نے کہا: جمعہ کے دن ہاتھوں کو بلند کرنا بدعت ہے' ابن سیرین نے کہا: سب سے پہلے جس نے جمعہ کے دن اپنے ہاتھوں کو بلند کیا وہ عبیداللہ بن عبداللہ بن معمر تھے۔

امام مالک نماز استقاء کے خطبہ کے سوا ہاتھوں کو بلند کرنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے' اس کی پوری تفسیر ان شاء اللہ تعالیٰ ''کتاب الاستسقاء'' میں آئے گی۔

اس حدیث میں ''قناۃ'' کا لفظ ہے' یہ وادی کا نام ہے اور غیر منصرف ہے اور ''جودۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بہت زیادہ بارش۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۰۰۔۵۹۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

دعا میں ہاتھ بلند کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء اور بارش کی دعا کے لیے نماز استقاء کے پڑھنے کا لازم نہ ہونا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارش کے نزول کی دعا کی تو فوراً بارش ہوگئی' پھر ایک ہفتہ بعد آپ نے یہ دعا کی کہ مدینہ سے دور دور بارش ہو تو فوراً بادل چھٹ گئے اور مدینہ سے باہر بارش ہونے لگی' اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے کیونکہ آپ کی دونوں دعائیں فوراً قبول ہوگئیں۔

اس حدیث میں دعا کے اندر ہاتھوں کو بلند کرنے کا ثبوت ہے' اس میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک نے ایک روایت میں اس کو مکروہ کہا ہے اور دوسرے فقہاء نے تمام دعاؤں میں ہاتھوں کے بلند کرنے کو جائز کہا ہے اور بعض علماء نے صرف نماز استقاء کی دعا میں ہاتھوں کے بلند کرنے کو جائز کہا ہے اور علماء کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ جب کسی آفت اور مصیبت کو دور کرنے کی دعا کی جائے تو ہاتھوں کو بلند کیا جائے اور ہاتھوں کی پشت کو آسمان کی طرف رکھا جائے اور جب کسی چیز کے حصول کی دعا کی جائے تو ہاتھوں کے بطن کو آسمان کی طرف رکھا جائے۔

حضرت مالک بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم اللہ سے کسی چیز کا سوال کرو تو اپنی ہتھیلیوں کے بطن سے سوال کرو اور ہتھیلیوں کی پشت سے سوال نہ کرو۔

(سنن ابوداؤد: ۱۴۸۶' المستدرک ج ۱ ص ۵۳۶' مشکوٰۃ: ۲۲۴۵' کنز العمال: ۳۲۵۴۔۳۲۳۲' المطالب العالیہ: ۳۳۴۶' شرح السنۃ ج ۱ ص ۵۸۱)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک اللہ حیا فرمانے والا کریم ہے' جب بندہ اس کی طرف اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتا ہے تو وہ ان ہاتھوں کو خالی لوٹانے سے حیا فرماتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۴۳۸' المستدرک ج ۱ ص ۴۹۷' تاریخ بغداد ج ۳ ص ۲۳۶۔ ج ۸ ص ۳۱۸' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۴۹' کنز العمال: ۳۱۳۵' کامل ابن عدی ج ۷ ص ۲۶۱۳)

صحیح بخاری کی زیر بحث حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بغیر نماز استقاء پڑھے بارش کی دعا کی اور اس میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کی تائید ہے کہ بارش کی دعا کے لیے نماز استقاء پڑھنا مشروع اور سنت تو ہے لیکن سنت لازمہ نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۶ - بَابُ الْاِنْصَاتِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ وَاِذَا قَالَ لِصَاحِبِهٖ اَنْصِتْ فَقَدْ لَغَا

جمعہ کے دن جب امام خطبہ دے رہا ہو تو خاموش رہنا اور جب اس نے اپنے ساتھی سے کہا: چپ کرو تو اس نے لغو کام کیا

اس باب میں خطبہ کے دوران چپ رہنے کا حکم بیان کیا گیا ہے' حتیٰ کہ اگر کسی شخص نے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے کسی شخص سے کہا: چپ کرو تو اس نے لغو اور بے فائدہ کام کیا' لغو کا معنی ہے: صحیح کام کے خلاف' جس کام پر کوئی اجر اور ثواب نہ ہو' بعض نے کہا: اس

کا معنی ہے: باطل یا ناجائز کام۔

وَقَالَ سَلْمَانُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْصِتُ إِذَا تَكَلَّمَ الْإِمَامُ.

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب امام کلام کرے تو خاموش رہا جائے۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۸۸۳ اور ۹۱۰ میں گزر چکی ہے۔

٩٣٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَنْصِتْ، وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ، فَقَدْ لَغَوْتَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی' انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم نے جمعہ کے دن اپنے ساتھی سے کہا: چپ کرو اور امام خطبہ دے رہا ہو تو تم نے لغو کام کیا۔

(صحیح مسلم: ۸۵۱' الرقم المسلسل: ۱۹۳۳' سنن ترمذی: ۵۱۲' سنن نسائی: ۱۴۰۱' مسند الحمیدی: ۹۶۶' المنتقی: ۲۹۹' صحیح ابن خزیمہ: ۱۸۰۶' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۹' مصنف عبد الرزاق: ۵۴۱۸' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۳۳۳۔ ج ۱۲ ص ۲۸۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطحاوی: ۲۰۷۷)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

خطبہ جمعہ کے درمیان باتیں کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث اور آثار

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ میں نے علقمہ سے پوچھا کہ جمعہ کے دن باتیں کرنا کس وقت مکروہ ہے؟ انہوں نے کہا: جب امام خطبہ دے اور امام کلام کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۳۳۶' مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

ثعلبہ بن ابی مالک القرظی بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کا زمانہ پایا' جب جمعہ کے دن امام نکل آتا تو ہم نماز کو ترک کر دیتے اور جب وہ کلام کرتا تو ہم کلام کو ترک کر دیتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۳۳۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۹۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

زہری نے بیان کیا کہ سعید بن المسیب نے کہا کہ امام کا نکلنا نماز کو منقطع کر دیتا ہے اور امام کا کلام کرنا کلام کو منقطع کر دیتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۳۴۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۹۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علقمہ بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم جمعہ کے دن مدینہ آئے' میں نے اپنے اصحاب سے کہا کہ اب روانہ ہوں' پھر میں مسجد میں آیا' پس میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قریب بیٹھا' پھر میرے اصحاب میں سے ایک شخص آیا' وہ مجھ سے باتیں کر رہا تھا اور امام خطبہ دے رہا تھا' ہم اس طرح اور اس طرح کرتے رہے' جب اس نے بہت باتیں کیں تو میں نے اس سے کہا: چپ کرو' جب ہم نے نماز پڑھ لی تو میں نے حضرت ابن عمر سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا: رہے تم تو تمہارا جمعہ نہیں ہوا اور رہا تمہارا ساتھی تو وہ گدھا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۳۴۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۳۰۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوذر یا حضرت الزبیر بن العوام ان دونوں میں سے کسی ایک نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا' آپ جمعہ کے دن منبر پر ایک آیت تلاوت کر رہے تھے' ان دونوں میں سے کسی ایک نے اپنے صاحب سے کہا: یہ آیت کب نازل ہوئی

تھی؟ جب انہوں نے نماز پڑھ لی تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: تمہارا جمعہ نہیں ہوا' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا کر اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: عمر نے سچ کہا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: 5344 ' مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: 5304 ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اس وقت باتیں کیں جب امام خطبہ دے رہا تھا تو وہ اس گدھے کی طرح ہے جس نے کتابوں کا بوجھ اٹھایا ہوا ہے اور جس نے اس سے یہ کہا: چپ کرو' اس کا جمعہ نہیں ہوا۔ (سنن ابن ماجہ: 1111 ' مسند احمد ج 5 ص 198 - 143 ' صحیح ابن خزیمہ: 1807 ' مصنف ابن ابی شیبہ: 5344 ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: 5305 ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن ایک شخص سے کہا: تمہاری نماز نہیں ہوئی' اس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا ذکر کیا' پس کہا: یا رسول اللہ! سعد کہتے ہیں کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے سعد! کس وجہ سے؟ انہوں نے کہا: جب آپ خطبہ دے رہے تھے تو یہ باتیں کر رہا تھا' تب آپ نے فرمایا: سعد نے سچ کہا۔

(مسند البزار: 642 ' مسند ابو یعلیٰ: 2047 ' مصنف ابن ابی شیبہ: 5349 ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: 5306 ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابراہیم السکسکی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: جو شخص تین چیزوں سے محفوظ رہا' اس کے اس جمعہ اور آنے والے جمعہ کے درمیان گناہوں کو معاف کر دیا جاتا ہے: (1) وہ جمعہ کے دوران وضوء نہ توڑے (2) خطبہ کے دوران باتیں نہ کرے (3) خطبہ کے دوران کسی سے یہ نہ کہے کہ چپ کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: 5350 ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: 5308 ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

خطبہ جمعہ کے درمیان باتیں کرنے کی ممانعت اور رخصت کے محامل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں:

ائمہ فتویٰ کی جماعت نے یہ کہا ہے کہ جمعہ کے خطبہ کے دوران خاموش رہنا واجب ہے' اور اس کی دلیل حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور میں ہے' اس کے علاوہ مصنف ابن ابی شیبہ میں دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار بھی مذکور ہیں۔ حدیث میں ہے: جو جمعہ کے درمیان باتیں کرتا رہا' اس کا جمعہ نہیں ہوا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اس کا جمعہ کامل نہیں ہوا' جس طرح اس شخص کا جمعہ ہوتا ہے جو جمعہ کے خطبہ کے دوران خاموش رہا اور فقہاء کی جماعت کا اس پر اجماع ہے کہ اس کا جمعہ ادا ہو جائے گا اور وہ ظہر نہ پڑھے۔

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا کہ جس شخص نے جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگیں یا خطبہ کے دوران کلام کیا تو آیا اس پر ظہر پڑھنا واجب ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔

فقہاء تابعین کی ایک جماعت نے اس کی اجازت دی ہے کہ جب ظالم حکام جمعہ کا خطبہ دیں یا خطبہ میں ناجائز اُمور بیان کریں تو ان کے خطبہ کے دوران خاموش رہنا واجب نہیں ہے۔

ابراہیم النخعی' شعبی' ابو بردہ اور سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ وہ حجاج بن یوسف کے خطبہ کے دوران باتیں کرتے رہتے تھے اور بعض نے کہا: ہم کو ان کا خطبہ سننے کا حکم نہیں دیا گیا' لیث نے کہا: جب امام خطبہ میں اللہ کا ذکر اور نصیحت نہ کرے تو اس کے خطبہ کے دوران باتیں کرنا اور اس کا خطبہ نہ سننا جائز ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: 5320 ' مجلس علمی' بیروت)

ابن وہب مالکی نے امام مالک سے یہ روایت کی ہے کہ جب امام خطبہ میں لغو باتیں کرے اور لوگوں کو بُرا کہے' سب بھی لوگوں پر

واجب ہے کہ وہ خاموش رہیں اور باتیں نہ کریں اور امام مالک سے یہ بھی روایت ہے کہ جب امام خطبہ میں ایسے اُمور ذکر کرے جن کا خطبہ سے تعلق نہیں ہے نہ نماز سے اور نہ کتاب اللہ سے تو پھر لوگوں پر دورانِ خطبہ خاموش رہنا واجب نہیں ہے۔

خطبہ کے دوران اگر کوئی سلام کرے یا کسی کو چھینک آئے تو اس کا جواب دینا واجب نہیں ہے ابراہیم نخعی شعبی اور حسن بصری نے اس کی اجازت دی ہے اور یہی ثوری اوزاعی اور امام احمد کا قول ہے امام مالک امام شافعی اور امام ابوحنیفہ نے اس کو مکروہ کہا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۰۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی اسی کا خلاصہ بیان کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۴۷-۳۴۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۸۶۴- ج ۲ ص ۶۲۷ پر مذکور ہے اس کی شرح میں اختصار کے ساتھ مذاہب فقہاء بیان کیے گئے ہیں۔

۳۷ - بَابُ السَّاعَةِ الَّتِىْ فِىْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن دعا قبول ہونے کی ساعت

۹۳۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ اَبِى الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ فِيْهِ سَاعَةٌ لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُّسْلِمٌ وَهُوَ قَائِمٌ يُّصَلِّىْ يَسْاَلُ اللّٰهَ تَعَالٰى شَيْئًا اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاهُ وَاَشَارَ بِيَدِهٖ يُقَلِّلُهَا. [اطراف الحدیث: ۵۲۹۴-۶۴۰۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعہ کے دن کا ذکر کیا پس فرمایا: اس میں ایک ایسی ساعت ہے کہ جو مسلمان بندہ اس ساعت کو پالے اور وہ اس ساعت میں کھڑا ہوا نماز پڑھ رہا ہو اور وہ اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا سوال کرے تو اللہ اس کو وہ چیز عطا فرما دیتا ہے اور آپ نے ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا کہ وہ ساعت بہت تھوڑی ہے۔

(صحیح مسلم: ۸۵۲ الرقم المسلسل: ۱۹۳۶ سنن نسائی: ۱۴۳۰ السنن الکبریٰ: ۱۷۵۱ صحیح ابن حبان: ۲۷۹۵ مصنف عبد الرزاق: ۵۴۱۶ سنن دارمی: ۱۵۴۹ مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۰ طبع قدیم مسند احمد: ۷۷۶۴- ج ۱۳ ص ۱۸۴ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

جمعہ کے دن دعا قبول ہونے کی ساعت کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

متقدمین کا اس ساعت میں اختلاف ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ ساعت طلوع فجر سے طلوع شمس تک ہوتی ہے (یہ وقت تقریباً ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ تک رہتا ہے) اور عصر کی نماز کے بعد سے غروب آفتاب تک رہتا ہے۔

حسن بصری اور ابوالعالیہ نے کہا: یہ ساعت زوالِ آفتاب کے وقت ہوتی ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ ساعت زوالِ آفتاب سے لے کر ایک ہاتھ سائے تک ہوتی ہے حضرت عائشہ نے کہا: اس ساعت کا وقت وہ ہے جب مؤذن نماز کی اذان دیتا ہے حضرت ابن عمر نے کہا: اس ساعت کا وہ وقت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نماز کے لیے اختیار کر لیا ہے حضرت ابو بردہ اور ابن سیرین کا بھی یہی قول ہے حضرت ابوامامہ نے کہا: مجھے امید ہے کہ یہ وہ ساعات ہیں جب مؤذن اذان دیتا ہے یا جب امام منبر پر

بیٹھتا ہے یا جب اقامت ہوتی ہے۔

شعبی نے کہا: یہ وقت خرید و فروخت حرام ہونے سے لے کر حلال ہونے تک ہے' اس قول کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابو بردہ بن ابی موسیٰ نے بیان کیا کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا تم نے اپنے والد سے سنا ہے کہ وہ جمعہ کی ساعت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بیان کرتے تھے' انہوں نے کہا: ہاں! میں نے سنا ہے' وہ کہتے تھے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ وہ امام کے بیٹھنے سے لے کر نماز کے اختتام تک ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ ساعت عصر سے لے کر غروب آفتاب تک ہے' حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے اور مجاہد اور طاؤس سے بھی اسی کی مثل مروی ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ جنہوں نے یہ کہا ہے کہ یہ ساعت عصر کے بعد ہے' ان کی دلیل یہ حدیث ہے: تمہارے پاس رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے باری باری آتے ہیں اور وہ عصر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں' پھر جن فرشتوں نے تمہارے پاس رات گزاری ہے' وہ اوپر چڑھ جاتے ہیں' یہ عروج کا وقت ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اعمال پیش کرنے کا وقت ہے' سو اس وقت میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے نمازیوں کی مغفرت واجب کر دیتا ہے' یہی وجہ ہے کہ جس شخص نے سودا بیچنے کے لیے یہ قسم کھائی کہ اس کو یہ چیز اتنے کی ملی ہے اور وہ اس قسم میں جھوٹا تھا تو اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شدید وعید سنائی ہے اور یہ اس ساعت کی تعظیم کی وجہ سے وعید ہے۔

حضرت عبداللہ بن السلام نے حضرت ابو ہریرہ سے اس حدیث کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا: جو شخص نماز کے انتظار میں بیٹھا ہو' اس کا نماز میں ہی شمار ہوتا ہے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیوں نہیں! یہ وضاحت اس لیے کی کہ عصر کے بعد تو نوافل پڑھنا منع ہیں اور حدیث میں یہ ہے کہ یہ ساعت اس وقت ہوتی ہے جب بندہ نماز پڑھ رہا ہو' اس کا جواب یہ ہے کہ جب بندہ عصر کی نماز پڑھ کر مغرب کی نماز کے انتظار میں بیٹھا ہو تو اس کا شمار نماز میں ہی ہوتا ہے' اس لیے اس ساعت کا عصر کے بعد ہونا اس حدیث کے خلاف نہیں ہے' اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن جس ساعت میں دعا قبول ہوتی ہے وہ عصر کی نماز کے بعد سے لے کر غروبِ آفتاب تک ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۰۶۔ ۶۰۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

جمعہ کے دن دعا قبول ہونے کی ساعت کے متعلق احادیث اور آثار

عوف بن حصیرہ بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن جس قبولیت کی ساعت کی امید کی جاتی ہے' وہ امام کے نکلنے سے لے کر اختتامِ نماز تک ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۵۰۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۴۶۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ ساعت عصر اور غروبِ آفتاب کے درمیان ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۵۰۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۴۶۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن جس ساعت کا ذکر کیا جاتا ہے' وہ عصر سے غروب آفتاب کے درمیان ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۵۰۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۴۶۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ابو بردہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر کے پاس تھا' ان سے جمعہ کی ساعت کے متعلق سوال کیا گیا' میں نے کہا: یہ وہ ساعت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے پسند کر لیا ہے یا جس وقت میں نماز ہے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور مجھے برکت کی دعا دی' ان کو میرا جواب پسند آیا تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:٥٥٠٦‘مجلس علمی‘بیروت‘مصنف ابن ابی شیبہ:٥٤٦٩‘دار الکتب العلمیہ‘بیروت)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ نے کہا: مجھے امید ہے کہ جمعہ کے دن یہ ساعت ان اوقات میں ہوگی: جب مؤذن اذان دے‘ جب امام منبر پر ہو یا اقامت کے وقت۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:٥٥٠٨‘مجلس علمی‘بیروت)

حسن بصری نے کہا: یہ ساعت زوالِ آفتاب کے وقت نماز کے وقت میں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:٥٥٠٩‘مجلس علمی‘بیروت)

شعبی نے کہا: یہ خرید وفروخت حرام ہونے کے وقت سے لے کر اس کے حلال ہونے کے درمیان ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:٥٥١٠‘مجلس علمی‘بیروت)

سلامہ بنت الفعی بیان کرتی ہیں: میں عورتوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھی تھی‘ میں نے سنا‘ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرما رہی تھیں: جمعہ کا دن یوم عرفہ کی مثل ہے اور اس میں ایک ایسی ساعت ہے جس میں رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں‘ ہم نے پوچھا: وہ کون سی ساعت ہے؟ انہوں نے فرمایا: جب مؤذن اذان دیتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:٥٥١٢‘مجلس علمی‘بیروت‘مصنف ابن ابی شیبہ:٥٤٧٠‘دار الکتب العلمیہ‘بیروت)

دوسری روایت میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب مؤذن فجر کی اذان دیتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:٥٥١٤‘مجلس علمی‘بیروت)

جمعہ کے دن جس ساعت میں دعا قبول ہوتی ہے‘ اس کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

ساعت کا حقیقی معنی ہے: ایک گھنٹہ‘ یعنی دن اور رات کا چوبیس واں جز‘ اور کبھی ساعت کا اطلاق زمانہ کے ایک جز پر ہوتا ہے جس کی مقدار غیر معین ہے اور کبھی ساعت کا اطلاق آن حاضر پر ہوتا ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ وہ ساعت اب بھی باقی ہے یا اٹھالی گئی‘ صحیح یہ ہے کہ وہ ساعت اب بھی باقی ہے اور ہر جمعہ میں آتی ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ کے غلام صالح بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے کہا: لوگوں کا یہ زعم ہے کہ شب قدر کو اٹھالیا گیا ہے‘ حضرت ابوہریرہ نے کہا: جس نے یہ کہا اس نے جھوٹ بولا‘ میں نے پوچھا: پس یہ ہر رمضان میں آئے گی؟ انہوں نے کہا: ہاں! میں نے پوچھا: لوگوں کا یہ زعم ہے کہ جمعہ کی وہ ساعت جس میں ہر مسلمان کی دعا قبول ہوتی ہے وہ ساعت اٹھالی گئی ہے‘ حضرت ابوہریرہ نے کہا: جس نے یہ کہا اس نے جھوٹ بولا‘ میں نے پوچھا: یہ ساعت ہر آنے والے جمعہ میں آئے گی؟ انہوں نے کہا: ہاں! (مصنف عبدالرزاق:٥٦٠٣‘دار الکتب العلمیہ‘بیروت‘١٤٢١ھ)

ساعت جمعہ کے متعلق متعدد اقوال ہیں‘ ایک قول ہے کہ اس کو لیلۃ القدر کی طرح مخفی رکھا گیا ہے اور اس کو مخفی رکھنے کی حکمت یہ ہے کہ لوگ اس کو تلاش کرنے کے لیے محنت اور جدوجہد کریں اور جمعہ کے روز سارا دن اس ساعت کو تلاش کریں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں۔

ساعت جمعہ کے متعلق چالیس اقوال ہیں‘ محب طبری نے کہا ہے کہ ان میں سب سے زیادہ صحیح حدیث‘ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ کی ہے اور وہ درج ذیل ہے:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ساعت امام کے بیٹھنے سے لے کر نماز کے اختتام

تک ہے۔(صحیح مسلم: ۸۵۳' الرقم المسلسل: ۱۹۴۲' سنن ابوداؤد: ۱۰۴۹)

ان میں سب سے زیادہ مشہور حدیث' حضرت عبداللہ بن سلام سے روایت ہے اور وہ درج ذیل ہے:

حضرت عبداللہ بن السلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: ہم کتاب اللہ (تورات) میں یہ لکھا ہوا پاتے ہیں کہ جمعہ کے دن میں ایک ساعت ہے جو بندہ مومن اس ساعت میں نماز پڑھے اور اس ساعت میں اللہ سے کسی چیز کا سوال کرے تو اللہ اس کی حاجت پوری فرماتا ہے' حضرت عبداللہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اشارہ سے بتایا کہ وہ ساعت تھوڑی سی ہے' میں نے کہا: آپ نے سچ فرمایا' میں نے پوچھا: وہ کون سی ساعت ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ دن کی آخری ساعت ہے' میں نے عرض کیا: وہ نماز کا وقت تو نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! بے شک جب بندہ مومن نماز پڑھتا ہے' پھر بیٹھ جاتا ہے اور وہ صرف نماز ہی کے انتظار میں ہوتا ہے تو وہ نماز میں ہی ہوتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۱۳۹' اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس کے تمام رجال ثقات ہیں۔)

علامہ عینی فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سب سے زیادہ صحیح ہے اور وہ درج ذیل ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعہ کے دن کا ذکر فرمایا' پس فرمایا: اس میں ایک ساعت ہے' جو بندہ مومن اس ساعت میں نماز پڑھتا ہے' وہ اللہ سے جس چیز کا سوال کرتا ہے اللہ اس کو وہ چیز عطا فرما دیتا ہے' آپ نے ہاتھ کے اشارہ سے بتایا کہ وہ ساعت بہت تھوڑی ہوتی ہے۔(صحیح البخاری: ۹۳۵' صحیح مسلم: ۸۵۲' سنن نسائی: ۱۴۳۰)

میں کہتا ہوں کہ اس ساعت کا مصداق عصر کی نماز کے بعد سے لے کر غروب آفتاب تک کو قرار دیا جائے تو اس صورت میں یہ تینوں حدیثیں جمع ہو جاتی ہیں' لہٰذا قارئین سے گزارش ہے کہ وہ اس وقت میں ضرور دعا کریں۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۸۶۵۔ ج ۲ ص ۶۷۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: ساعت جمعہ۔

٣٨ - بَابٌ إِذَا نَفَرَ النَّاسُ عَنِ الْإِمَامِ فِيْ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ، فَصَلٰوةُ الْإِمَامِ وَمَنْ بَقِيَ جَائِزَةٌ

جب جمعہ کی نماز میں بعض لوگ امام کو چھوڑ کر چلے جائیں اور بعض امام کے ساتھ باقی رہیں تو امام اور باقی ماندہ لوگوں کی نماز جائز ہے

٩٣٦ - حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ قَالَ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اِذْ اَقْبَلَتْ عِيْرٌ تَحْمِلُ طَعَامًا، فَالْتَفَتُوْا اِلَيْهَا حَتّٰى مَا بَقِيَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا، فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ ﴿وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا نِانْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا﴾ (الجمعۃ: ۱۱) [اطراف الحدیث: ۲۰۵۸-۲۰۶۴-۴۸۹۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاویہ بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی از حصین از سالم بن ابی الجعد' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: جس وقت ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے' اس وقت غلہ لے کر ایک قافلہ آیا' سب نمازی اس کی طرف متوجہ ہو گئے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صرف بارہ آدمی باقی رہ گئے' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: جب یہ لوگ کوئی تجارتی قافلہ یا کوئی کھیل تماشا دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں اور آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں۔(الجمعۃ: ۱۱)

(صحیح مسلم: ۸۶۳' الرقم المسلسل: ۱۹۶۴' سنن ترمذی: ۳۳۱۱' السنن الکبریٰ: ۱۱۵۹۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۱۳' المنتقیٰ: ۲۹۲' مسند ابویعلیٰ: ۱۸۸۸'

صحیح ابن خزیمہ: ۱۸۲۳' صحیح ابن حبان: ۶۸۷۶' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۵' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۸۱' مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۵۶ ۱۴۳ ۳۱۴ ج ۲۲ ص ۲۵۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) معاویہ بن عمرو بن المہلب الازدی البغدادی' یہ ۲۱۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) زائدہ بن قدامہ ابوالصلت الکوفی (۳) حصین بن عبدالرحمان الواسطی (۴) سالم بن ابی الجعد' ابوالجعد کا نام رافع الکوفی ہے (۵) حضرت جابر بن عبداللہ الکوفی الانصاری رضی اللہ۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۵۴)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: غلہ لے کر ایک قافلہ آیا تو سب نمازی اس کی طرف متوجہ ہو گئے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صرف بارہ آدمی رہ گئے۔

جمعہ کی صحت کے لیے نماز کی کتنی مقدار میں امام کے ساتھ مقتدیوں کی مشارکت ضروری ہے' اس میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

مہلب نے کہا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ نے جو کہا ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے' اس کا معنی یہ ہو گا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ جمعہ سن رہے تھے' جیسا کہ حسن بصری نے بیان کیا ہے کیونکہ جو شخص نماز کا انتظار کر رہا ہو' وہ نماز میں ہی ہوتا ہے اور صحابہ کے ساتھ صرف نیک گمان ہی کرنا چاہیے۔

علماء نے کہا ہے کہ جب امام نے جمعہ کی نماز جماعت کے ساتھ شروع کی ہو اور پھر لوگ امام کو چھوڑ کر چلے جائیں' ثوری نے کہا ہے کہ اگر اس کے ساتھ صرف دو آدمی باقی رہ جائیں تو وہ جمعہ کی نماز پڑھائے اور اگر صرف ایک آدمی باقی رہ گیا ہو تو پھر وہ ظہر کی چار رکعت پڑھائے۔

ابوثور نے کہا ہے: جب اس کے ساتھ ایک آدمی رہ جائے تب بھی وہ جمعہ کی نماز پڑھائے' کیونکہ اس نے اس نماز کو شروع کیا تھا جو اس کے لیے اور نمازیوں کے لیے جمعہ کی نماز تھی' امام شافعی کا بھی یہی مسلک ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا ہے کہ جب اس نے جمعہ کی نماز کو شروع کیا اور تکبیرۂ تحریمہ پڑھ لی اور سب نمازی اس کو چھوڑ کر چلے گئے تو وہ تنہا جمعہ کی نماز پڑھے گا' اور امام ابوحنیفہ نے کہا: جب اس کے رکوع اور ایک سجدہ کرنے سے پہلے نمازی اس کو چھوڑ کر چلے گئے تو وہ ظہر کی نماز پڑھے گا اور اگر اس نے رکوع اور ایک سجدہ کر لیا' اس کے بعد نمازی اس کو چھوڑ گئے تو پھر وہ جمعہ کی نماز پر بنا کرے گا۔

ابن القصار نے امام مالک سے بھی اسی کی مثل روایت کی ہے اور یہی مزنی کا قول ہے' اور امام شافعی سے دو روایتیں ہیں: ایک روایت یہ ہے کہ اگر اس کے ساتھ دو آدمی رہ گئے ہیں تو وہ جمعہ کی نماز پڑھے گا اور دوسری روایت یہ ہے کہ اس کا ان کے ساتھ جمعہ کافی نہیں ہو گا حتیٰ کہ اس کے ساتھ چالیس آدمی ہوں۔

اسحاق نے کہا ہے کہ اگر اس کے ساتھ بارہ آدمی رہ گئے ہیں تو وہ جمعہ کی دو رکعت نماز پڑھائے گا' جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے کیونکہ آپ کے ساتھ بارہ آدمی رہ گئے تھے اور آپ نے جمعہ کی نماز پڑھائی۔

صحیح قول ان فقہاء کا ہے جنہوں نے یہ کہا ہے کہ اگر امام کے رکوع اور سجدہ کرنے کے بعد اس کے مقتدی اس کو چھوڑ کر چلے جائیں تو وہ جمعہ کی دو رکعت پڑھائے گا' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے نماز کی ایک رکعت کو پایا اس نے نماز کو پالیا۔ (صحیح البخاری: ٥٨٠، صحیح مسلم: ٦٠٧، سنن ابوداؤد: ١١٢١، سنن نسائی: ١٤٢٣، سنن ابن ماجہ: ١١١٩) اس سے معلوم ہوا کہ نمازیوں اور امام کا اشتراک جس کم از کم مقدار میں ہے وہ ایک رکعت ہے، پس اگر امام نے تکبیرۃ تحریمہ پڑھی اور نمازیوں نے اس کے ساتھ تکبیرۃ تحریمہ نہیں پڑھی تو پھر امام کا جمعہ پر بناء کرنا صحیح نہیں ہے، اسی طرح اگر وہ امام کے تکبیرۃ تحریمہ پڑھنے کے بعد امام کو چھوڑ کر چلے گئے، پھر بھی امام کا جمعہ پر بناء کرنا صحیح نہیں ہے۔

امام طحاوی نے اپنے اصحاب کے لیے اس سے استدلال کیا ہے کہ جمعہ کی صحت کے لیے امام اور مقتدی دونوں شرط ہیں، پس جب مقتدی امام کے ساتھ نماز کا بعض حصہ پالے تو اس کا جمعہ صحیح ہوتا ہے خواہ وہ امام کے ساتھ تمام نماز نہ پائے، اسی طرح جب مقتدیوں کی نماز کے بعض حصہ میں امام کی مشارکت ہو جائے تو اس کا بھی جمعہ صحیح ہونا چاہیے۔

جمعہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر نہ جانے والے صحابہ کے اسماء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

امام ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم نے سند صحیح کے ساتھ بیان کیا ہے کہ قتادہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی رہ جانے والے نمازیوں سے پوچھا: تم کتنے ہو؟ تو انہوں نے گن کر بتایا: بارہ مرد اور ایک عورت ہے۔

(جامع البیان جز ٢٨ ص ١١٨، دار احیاء التراث العربی بیروت، ١٤٢١ھ)

عقیلی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ذکر کی ہے کہ ان میں خلفاء اربعہ تھے، حضرت ابن مسعود تھے اور کچھ انصار تھے اور سہیلی نے سند منقطع کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے کہ ان میں عشرہ مبشرہ تھے اور حضرت بلال اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم تھے۔

خطبہ چھوڑ کر چلے جانے والے صحابہ کی طرف سے توجیہ

مقاتل بن حیان بیان کرتے ہیں کہ ابتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کی طرح پہلے نماز جمعہ پڑھاتے تھے پھر خطبہ دیتے تھے، حتیٰ کہ ایک جمعہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے، اس وقت آپ نماز جمعہ پڑھا چکے تھے تو ایک شخص آیا اور اس نے کہا: حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ مال تجارت لے کر آ گئے ہیں اور جب حضرت دحیہ آتے تھے تو ان کے گھر والے دف بجا کر ان کا استقبال کرتے تھے، پس نمازی قافلہ کی طرف نکلے، ان کا یہ گمان تھا کہ خطبہ کو ترک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، تب یہ آیت نازل ہوئی:

وَإِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا ۨانْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا . (الجمعہ: ١١)

اور جب یہ لوگ کوئی تجارتی قافلہ یا کوئی تماشا دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا چھوڑ جاتے ہیں۔

(مراسیل ابوداؤد ص ٧، اصح المطابع، کراچی)

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ یہ حدیث اگر چہ سند صحیح کے ساتھ ثابت نہیں ہے لیکن صحابہ کے ساتھ حسن ظن یہ واجب کرتا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

انعقادِ جمعہ کے لیے کم از کم نمازیوں کی تعداد میں مذاہب ائمہ

جمعہ کے انعقاد کے لیے کتنے آدمیوں کا ہونا ضروری ہے اس میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(١) امام ابوحنیفہ کے نزدیک امام کے علاوہ تین آدمی ضروری ہیں (٢) صاحبین کے نزدیک دو آدمی ضروری ہیں (٣) النخعی اور ظاہریہ کے نزدیک ایک آدمی ضروری ہے (٤) عکرمہ کے نزدیک سات آدمی ضروری ہیں (٥) ربیعہ کے نزدیک نو یا بارہ آدمی ضروری

ہیں(٦)امام مالک کے نزدیک تیرہ یا بیس یا تیس آدمی ضروری ہیں(٧)عمر بن عبد العزیز کے نزدیک چالیس آدمی ضروری ہیں (٨)امام شافعی کے نزدیک چالیس آزاد' عاقل' بالغ' مقیم آدمی ضروری ہیں(٩)امام احمد کے نزدیک پچاس آدمی ضروری ہیں' تاہم راجح قول امام اعظم کا ہے۔(ہدایہ)(عمدۃ القاری ج٦ ص٦٠-٣٥٦ ٣ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت'١٤٢١ھ)

* باب مذکور کی حدیث:١٨٩٦۔ج٢ص٢٣٥ پر مذکور ہے'اس کی شرح میں دورانِ خطبہ بعض صحابہ کے چلے جانے کی توجیہ بیان کی گئی ہے۔

٣٩ - بَابُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ وَقَبْلَهَا

جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد کی نماز کی مقدار

٩٣٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ نَافِعٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الظُّهْرِ رَكْعَتَيْنِ' وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ' وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ فِيْ بَيْتِهٖ' وَبَعْدَ الْعِشَاءِ رَكْعَتَيْنِ' وَكَانَ لَا يُصَلِّيْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ' فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ.

[اطراف الحدیث:١١٦٥-١١٧٢-١١٨٠]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے دو رکعت پڑھتے تھے اور ظہر کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے اور مغرب کے بعد دو رکعت اپنے گھر میں پڑھتے تھے اور عشاء کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے اور آپ جمعہ کے بعد نماز نہیں پڑھتے تھے حتیٰ کہ آپ (اپنے گھر) لوٹ آتے' پھر آپ دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

(سنن ابوداؤد:١٢٥٢' سنن نسائی:١٤٢٦-٨٧٢' السنن الکبریٰ:٣٤٤' مصنف عبد الرزاق:٤٨١٠' صحیح ابن خزیمہ:١٨٧٥' سنن بیہقی ج٣ ص٢٤٠' شرح السنۃ:٨٦٨' مسند احمد ج٢ص٦٣ طبع قدیم' مسند احمد:٥٢٩٦۔ج٩ص٢٢٠' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ جمعہ کے بعد گھر آ کر دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

جمعہ کی سنتوں کی تفصیل

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد چار رکعات پڑھتے تھے' ابواسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ کے بعد چھ رکعات نماز پڑھتے تھے۔(مصنف عبد الرزاق:٥٥٢١' دارالکتب العلمیہ' بیروت'١٤٢١ھ)

ابوعبدالرحمان سلمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم جمعہ سے پہلے چار رکعت پڑھیں اور جمعہ کے بعد بھی چار رکعت پڑھیں' حتیٰ کہ ہمارے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے ہمیں حکم دیا کہ ہم جمعہ کے بعد پہلے دو رکعت پڑھیں' اس کے بعد چار رکعت پڑھیں۔(مصنف عبد الرزاق:٥٥٢٤' دارالکتب العلمیہ' بیروت'١٤٢١ھ)

٤٠ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾ (الجمعۃ:١٠)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: پس جب نماز ادا کر لی جائے تو زمین میں پھیل جاؤ' اور اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو۔(الجمعہ:١٠)

اس آیت کی تفسیر حسب ذیل ہے:

نمازِ جمعہ پڑھنے کے بعد کاروبار کرنا واجب نہیں' مباح ہے

اس آیت کا یہ معنی نہیں ہے کہ نمازِ جمعہ پڑھنے کے بعد خرید وفروخت کرنا واجب ہے' کیونکہ اس سے پہلی آیت میں نمازِ جمعہ کے بعد خرید وفروخت سے منع فرمایا تھا اور کسی کام کی ممانعت کے بعد جب اس کا امر کیا جائے تو وہ امر وجوب کے لیے نہیں ہوتا بلکہ اباحت کے لیے ہوتا ہے' جیسے حالت احرام میں شکار کرنے سے منع فرمایا' پھر شکار کرنے کا امر فرمایا تو یہ امر وجوب کے لیے نہیں ہے' اباحت کے لیے ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

اُحِلَّتۡ لَكُمۡ بَهِيۡمَةُ الۡاَنۡعَامِ اِلَّا مَا يُتۡلٰى عَلَيۡكُمۡ غَيۡرَ مُحِلِّى الصَّيۡدِ وَاَنۡتُمۡ حُرُمٌ. (المائدہ:١) تمہارے لیے مویشی چوپائے حلال کیے گئے ہیں ماسوا ان کے جن کی تلاوت کی جائے گی مگر حالت احرام میں شکار کرنے والے نہ بننا۔

اس آیت میں حالت احرام میں شکار کرنے سے منع فرمایا اور دوسری آیت میں احرام کھولنے کے بعد شکار کرنے کا حکم دیا ہے:

وَاِذَا حَلَلۡتُمۡ فَاصۡطَادُوۡا. (المائدہ:٢) اور جب تم احرام کھول دو تو شکار کرو۔

اس آیت میں بھی چونکہ شکار کرنے کا حکم ممانعت کے بعد ہے' اس لیے یہ حکم وجوب کے لیے نہیں بلکہ اجازت اور اباحت کے لیے ہے۔

اللہ کا فضل طلب کرنے کے محامل

عراک بن مالک جب جمعہ کی نماز پڑھ لیتے تو مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر یہ دعا کرتے: اے اللہ! میں نے تیرے حکم پر عمل کیا اور تیرے فرض کو پڑھا اور تیرے حکم کے مطابق زمین میں پھیل گیا' اب تو اپنے فضل سے مجھے رزق عطا فرما اور تو سب سے بہتر رزق عطا فرمانے والا ہے۔

جعفر بن محمد نے ''وابتغوا من فضل اللّٰہ'' کی تفسیر میں کہا: اس سے مراد ہفتہ کے دن کام کرنا ہے۔

حسن بصری اور سعید بن مسیب نے کہا: اس سے مراد علم کو طلب کرنا اور نفل نماز پڑھنا ہے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس آیت میں دنیا کو طلب کرنے کا حکم نہیں دیا' اس سے مراد بیماروں کی عیادت کرنا ہے' جنازوں پر حاضر ہونا ہے اور مسلمان بھائیوں کی زیارت کرنا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ١٨ ص ٩٧-٩٦' دارالفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

مقاتل نے کہا: اللہ تعالیٰ نے نماز کے بعد رزق کے طلب کرنے کو مباح کر دیا ہے' جو چاہے رزق کو طلب کرے اور جو چاہے نہ طلب کرے۔

ضحاک نے کہا: اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ہے وہ چاہے تو نماز کے بعد مسجد سے چلا جائے اور چاہے تو بیٹھا رہے' اور اللہ کے فضل کی طلب میں افضل یہ ہے کہ وہ رزق کو طلب کرے یا نیک اولاد کو یا علمِ نافع کو یا دوسرے عمدہ کاموں کو۔

اور اس آیت میں بہ کثرت اللہ کا ذکر کرنے کا حکم دیا ہے۔ مجاہد نے کہا: بہ کثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا تب ہوگا جب چلتے ہوئے' کھڑے ہوئے' بیٹھے ہوئے' لیٹے ہوئے ہر حال میں اللہ کا ذکر کرے۔

(تفسیر کبیر ج ١٠ ص ٥٤٣-٥٤٢' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤١٥ھ)

مصنف کے نزدیک فضل اللہ کے طلب کرنے کے تین محمل ہیں: (١) فضل کے معنی ہیں: زیادتی' لہٰذا نمازِ جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد مزید نماز پڑھنے کی توفیق کو طلب کرے (٢) رزقِ حلال میں زیادتی کو طلب کرے (٣) اللہ تعالیٰ سے کسی عبادت کی وجہ سے

نہیں بلکہ اس کے فضل کی وجہ سے جنت اور اللہ کی رضا کو طلب کرے۔

اس آیت کے مزید مباحث تبیان القرآن ج۱۱' الجمعہ:۱۰ میں مطالعہ فرمائیں۔

۹۳۸ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَتْ فِينَا امْرَأَةٌ تَجْعَلُ عَلَى أَرْبِعَاءَ فِي مَزْرَعَةٍ لَهَا سِلْقًا، فَكَانَتْ إِذَا كَانَ يَوْمُ جُمُعَةٍ، تَنْزِعُ أُصُولَ السِّلْقِ فَتَجْعَلُهُ فِي قِدْرٍ، ثُمَّ تَجْعَلُ عَلَيْهِ قَبْضَةً مِنْ شَعِيرٍ تَطْحَنُهَا، فَتَكُونُ أُصُولُ السِّلْقِ عَرْقَهُ، وَكُنَّا نَنْصَرِفُ مِنْ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ فَنُسَلِّمُ عَلَيْهَا، فَتُقَرِّبُ ذٰلِكَ الطَّعَامَ إِلَيْنَا فَنَلْعَقُهُ، وَكُنَّا نَتَمَنَّى يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِطَعَامِهَا ذٰلِكَ.

[اطراف الحدیث:۹۳۹_۹۴۱_۲۳۴۹_۵۴۰۳_۶۲۴۸_۶۲۷۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوغسان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوحازم نے حدیث بیان کی' از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: ہم میں ایک خاتون رہتی تھیں' انہوں نے نہر کے کنارے ایک کیاری بنائی ہوئی تھی جس میں چقندر بوئے ہوئے تھے' جمعہ کے دن وہ چقندر کی جڑیں نکال کر ایک دیگچی میں ڈالتیں اور اس میں ایک مٹھی جو پیس کر ڈال دیتیں اور وہ چقندر کی جڑیں گوشت کے قائم مقام ہو جاتیں' ہم جمعہ کی نماز پڑھ کر واپس آتے تو ان کو سلام کرتے' وہ خاتون ہم کو وہ طعام پیش کرتیں' ہم اس کو چاٹ چاٹ کر کھاتے' ہم اس طعام کی وجہ سے جمعہ کے دن کی تمنا کرتے تھے۔

(صحیح مسلم:۸۵۹' الرقم المسلسل:۱۹۵۸' سنن ترمذی:۵۲۵' سنن ابوداؤد:۱۰۸۶' سنن ابن ماجہ:۱۰۹۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۰۶' صحیح ابن خزیمہ:۱۸۷۵' المعجم الکبیر:۵۷۸۷' مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۳ طبع قدیم' مسند احمد:۱۵۵۶۱ _ ج ۲۴ ص ۳۳۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) سعید بن ابی مریم' یہ سعید بن محمد بن الحکم بن ابی مریم الجمحی ہیں (۲) ابوغسان' یہ محمد بن مطرف المدنی ہیں (۳) ابوحازم' وہ سلمہ بن دینار ہیں (۴) سہل بن سعید بن مالک الانصاری الساعدی۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۶۴)

بڑی عمر کی اجنبی عورت سے سلام اور کلام کرنے اور اس کی دعوت کھانے کا جواز

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ صحابہ جا کر اس خاتون کو سلام کرتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ اجنبی عورتوں کو سلام کرنا جائز ہے۔

میں کہتا ہوں کہ وہ خاتون معمر ہوں گی ورنہ جوان اجنبی عورت کے گھر جانا اور اس کو سلام کرنا اور اس سے باتیں کرنا اور اس کی دعوت طعام کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں بہر حال کسی گناہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ صحابہ نماز پڑھ کر اس خاتون کے گھر جاتے تھے' اس حدیث میں عبادت کو مقدم کرنے کا بیان ہے۔

۹۳۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَهْلٍ بِهٰذَا، وَقَالَ مَا كُنَّا نَقِيلُ، وَلَا نَتَغَدَّى إِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی حازم نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت سہل رضی اللہ عنہ یہی حدیث بیان کی' اور انہوں نے کہا: ہم جمعہ کے بعد قیلولہ کرتے تھے اور کھانا کھاتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' گزشتہ حدیث:۹۳۸ میں بیان کی جا چکی ہے۔

٤١ - بَابُ الْقَائِلَةِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے بعد قیلولہ کرنا

٩٤٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُقْبَةَ الشَّيْبَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُوْلُ كُنَّا نُبَكِّرُ إِلَى الْجُمُعَةِ، ثُمَّ نَقِيْلُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عقبہ الشیبانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق الفزاری نے حدیث بیان کی از حمید' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہم جمعہ کے لیے جلدی جاتے تھے' پھر ہم قیلولہ کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۰۵ میں گزر چکی ہے۔

٩٤١ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُوْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُمُعَةَ، ثُمَّ تَكُوْنُ الْقَائِلَةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوغسان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوحازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھتے تھے' پھر اس کے بعد قیلولہ ہوتا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۳۸ میں گزر چکی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۸۸۷۔ ج ۲ ص ۴۳۳ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

اختتامی کلمات

الحمدللہ رب العلمین! آج ۱۶ صفر ۱۴۲۸ھ/ ۶ مارچ ۲۰۰۷ء بہ روز منگل قبل العصر ''نعمۃ الباری فی شرح البخاری'' کی جلد ثانی کی تکمیل ہوگئی' یہ جلد ''كتاب الجمعة'' کے اختتام پر ختم ہوئی ہے اور اس کی آخری حدیث کا نمبر ۹۴۱ ہے' اس کے بعد ''نعمۃ الباری'' کی تیسری جلد ان شاء اللہ ''كتاب صلوة الخوف'' سے شروع ہوگی۔

فالحمد لله حمدًا كثيرًا طيبًا مباركًا فيه مباركًا عليه كما يحب ربنا ويرضى.

الٰہ العلمین! جس طرح آپ نے محض اپنے فضل و کرم سے یہاں تک پہنچا دیا ہے' ''نعمۃ الباری'' کی باقی جلدیں بھی مکمل کرا دے' اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں مقبول اور مشکور فرما' میری' میرے والدین کی' میرے اساتذہ اور میرے احباب کی اور میرے تلامذہ کی اور اس کتاب کے قارئین کی' اس کتاب کے مصحح کی اور ناشر کی اور جملہ اہل اسلام کی مغفرت فرما اور ہمیں دارین کی سعادتیں اور کامرانیاں عطا فرما' ہمیں ناگہانی آفتوں اور مصائب سے محفوظ اور مامون رکھ' ایمان پر ہمارا خاتمہ فرما' ہماری لغزشوں اور گناہوں کو معاف فرما' قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت نصیب فرما اور محض اپنے فضل سے جنت الفردوس عطا فرما۔ (آمین)

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
موبائل: ۰۳۰۰۔۲۱۵۶۳۰۹
۰۳۲۱۔۲۰۲۱۷۴۴

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری' جلد ثانی کی ڈائری

تقویم میلادی	تقویم ہجری	دن	ایک ماہ کے صفحات	کل صفحات	تعدادِ حدیث
۱۱ اگست ۲۰۰۶ء	۱۶ رجب ۱۴۲۷ھ	جمعہ			۳۴۹
یکم ستمبر ۲۰۰۶ء	۷ شعبان ۱۴۲۷ھ	جمعہ	۸۶	۸۶	۴۰۱
یکم اکتوبر ۲۰۰۶ء	۸ رمضان ۱۴۲۷ھ	پیر	۱۴۴	۲۳۰	۴۸۳
یکم نومبر ۲۰۰۶ء	۸ شوال ۱۴۲۷ھ	بدھ	۱۰۹	۳۳۹	۵۹۵
یکم دسمبر ۲۰۰۶ء	۹ ذوالقعدہ ۱۴۲۷ھ	جمعہ	۱۰۰	۴۳۹	۶۶۱
یکم جنوری ۲۰۰۷ء	۱۰ ذوالحج ۱۴۲۷ھ	پیر	۹۳	۵۳۲	۷۳۵
یکم فروری ۲۰۰۷ء	۱۲ محرم ۱۴۲۸ھ	جمعرات	۸۸	۶۲۰	۸۰۲
یکم مارچ ۲۰۰۷ء	۱۱ صفر ۱۴۲۸ھ	جمعرات	۱۰۶	۷۲۶	۹۲۴
اختتام ۶ مارچ ۲۰۰۷ء	۱۶ صفر ۱۴۲۸ھ	منگل	۲۰	۷۴۶	۹۴۱

ماخذ ومراجع

کتب الٰہیہ

۱- قرآن مجید
۲- تورات
۳- انجیل

کتب احادیث

۴- امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت' متوفی ۱۵۰ھ' مسند امام اعظم' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز' کراچی
۵- امام مالک بن انس اصبحی' متوفی ۱۷۹ھ' موطا امام مالک' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۹ھ
۶- امام عبد اللہ بن مبارک' متوفی ۱۸۱ھ' کتاب الزہد' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۷- امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم' متوفی ۱۸۳ھ' کتاب الآثار' مطبوعہ مکتبہ اثریہ' سانگلہ ہل
۸- امام محمد بن حسن شیبانی' متوفی ۱۸۹ھ' موطا امام محمد' مطبوعہ نور محمد' کارخانہ تجارت کتب' کراچی
۹- امام محمد بن حسن شیبانی' متوفی ۱۸۹ھ' کتاب الآثار' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۷ھ
۱۰- امام محمد بن ادریس شافعی' متوفی ۲۰۴ھ' المسند' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۰ھ
۱۱- امام سلیمان بن داؤد الجارود' المتوفی ۲۰۴ھ' مسند ابوداؤد الطیالسی' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ
۱۲- امام محمد بن عمر بن واقد متوفی ۲۰۷ھ کتاب المغازی' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت' ۱۴۰۴ھ
۱۳- امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی' متوفی ۲۱۱ھ' مصنف عبد الرزاق' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۰ھ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ
۱۴- امام عبد اللہ بن الزبیر حمیدی' متوفی ۲۱۹ھ' المسند' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت
۱۵- امام سعید بن منصور خراسانی' مکی' متوفی ۲۲۷ھ' سنن سعید بن منصور' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۶- امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ' متوفی ۲۳۵ھ' المصنف' مطبوعہ ادارہ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ
۱۷- امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ' متوفی ۲۳۵' مصنف ابن ابی شیبہ' مطبوعہ دار الوطن' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۸- امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ' متوفی ۲۳۵ھ' مصنف ابن ابی شیبہ' مطبوعہ مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ
۱۹- امام احمد بن حنبل' متوفی ۲۴۱ھ' المسند' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۳ھ' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ' عالم الکتب' بیروت' ۱۴۱۹ھ
۲۰- امام ابو عبد اللہ بن عبد الرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ' سنن دارمی' مطبوعہ دار الکتاب العربی ۱۴۰۷ھ' دار المعرفۃ' بیروت'

۱۴۲۰ھ

۲۱- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ دارارقم، بیروت

۲۲- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد، مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت، ۱۴۱۲ھ

۲۳- امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ کرمہ، ۱۴۱۷ھ

۲۴- امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ، دارالجیل، بیروت، ۱۴۱۸ھ

۲۵- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی، متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ

۲۶- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی، متوفی ۲۷۵ھ، مراسیل ابوداؤد، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی

۲۷- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، سنن ترمذی، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ، دارالجیل، بیروت، ۱۹۹۸ء

۲۸- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، شمائل محمدیہ، مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۵ھ

۲۹- امام علی بن عمر دارقطنی، متوفی ۳۸۵ھ سنن دارقطنی، مطبوعہ نشر السنہ، ملتان، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ

۳۰- امام ابن ابی عاصم، متوفی ۲۸۷ھ، الاحاد والمثانی، مطبوعہ دارالرایہ، ریاض، ۱۴۱۱ھ

۳۱- امام احمد عمرو بن عبدالخالق بزار، متوفی ۲۹۲ھ، البحر الزخار المعروف بہ مسند البزار، مطبوعہ مؤسسۃ القرآن، بیروت

۳۲- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی، مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت، ۱۴۱۲ھ

۳۳- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، عمل الیوم واللیلہ، مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت، ۱۴۰۸ھ

۳۴- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳، سنن کبریٰ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۱ھ

۳۵- امام ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی، متوفی ۳۰۷ھ، مسند الصحابہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ

۳۶- امام احمد بن علی المثنی التمیمی، المتوفی ۳۰۷ھ، مسند ابویعلیٰ موصلی، مطبوعہ دارالمامون التراث، بیروت، ۱۴۰۴ھ

۳۷- امام عبداللہ بن علی بن جارود نیشاپوری، متوفی ۳۰۷ھ، المنتقی، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ

۳۸- امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ، متوفی ۳۱۱ھ صحیح ابن خزیمہ، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ۱۳۹۵ھ

۳۹- امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق، متوفی ۳۱۶ھ، مسند ابوعوانہ، مطبوعہ دارالباز، مکہ مکرمہ

۴۰- امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی، متوفی ۳۲۱ھ، تحفۃ الاخیار، مطبوعہ داربلنسیہ، ریاض، ۱۴۲۰ھ

۴۱- امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی، متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار، مطبوعہ مطبع مجتبائی، پاکستان، لاہور، ۱۴۰۴ھ

۴۲- امام ابوجعفر محمد بن احمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ، مسند الطحاوی، مطبوعہ مکتبۃ الحرمین، الدبئی، ۱۴۲۶ھ

۴۳- امام ابوجعفر محمد بن عمرو العقیلی متوفی ۳۲۲ھ، کتاب الضعفاء الکبیر، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ

۴۴- امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی، متوفی ۳۵۴ھ، الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۷ھ

۴۵- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، المتوفی ۳۶۰ھ، معجم صغیر، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۸ھ، مکتب اسلامی،

بیروت ۱۴۰۵ھ
۴۶- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم اوسط' مطبوعہ مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۰۵ھ دارالفکر' بیروت ۱۴۲۰ھ
۴۷- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم کبیر' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت
۴۸- امام عبداللہ بن عدی الجرجانی' المتوفی ۳۶۵ھ' الکامل فی ضعفاء الرجال' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ
۴۹- امام ابوحفظ عمر بن احمد المعروف بابن شاہین المتوفی ۳۸۵ھ' الناسخ والمنسوخ من الحدیث' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ
۵۰- امام عبداللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ' متوفی ۳۹۶ھ' کتاب العظمۃ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت
۵۱- امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری' متوفی ۴۰۵ھ' المستدرک' مطبوعہ دارالباز' مکہ مکرمہ' مطبوعہ دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ' المکتبۃ العصریہ بیروت' ۱۴۲۰ھ
۵۲- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی' متوفی ۴۳۰ھ' حلیۃ الاولیاء' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۵۳- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی' متوفی ۴۳۰ھ' دلائل النبوۃ' مطبوعہ دارالنفائس' بیروت
۵۴- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' سنن کبریٰ' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان
۵۵- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب الاسماء والصفات' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت
۵۶- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' معرفۃ السنن والآثار' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت
۵۷- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' دلائل النبوۃ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ
۵۸- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب الآداب' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۶ھ
۵۹- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب فضائل الاوقات' مطبوعہ مکتبہ المنارۃ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۰ھ
۶۰- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' شعب الایمان' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۰ھ
۶۱- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی' متوفی ۴۵۸ھ' الجامع لشعب الایمان' مطبوعہ مکتبہ الرشد' ریاض' ۱۴۲۳ھ
۶۲- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' البعث والنشور' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۶۳- امام ابوعمر یوسف ابن عبدالبر قرطبی' متوفی ۴۶۳ھ' جامع بیان العلم وفضلہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت
۶۴- امام ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی' المتوفی ۵۰۹ھ' الفردوس بماثور الخطاب' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۶ھ
۶۵- امام حسین بن مسعود بغوی' متوفی ۵۱۶ھ' شرح السنہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ
۶۶- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر' متوفی ۵۷۱ھ' تاریخ دمشق الکبیر' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ
۶۷- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر' متوفی ۵۷۱ھ' تہذیب تاریخ دمشق' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ
۶۸- امام ابوالفرج عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی' متوفی ۵۹۷ھ' جامع المسانید' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ

۶۹- امام مجد الدین المبارک بن محمد الشیبانی' المعروف بابن الاثیر الجزری' متوفی ۶۰۶ھ' جامع الاصول' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۷۰- امام زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری' المتوفی ۶۵۶ھ' الترغیب والترہیب' مطبوعہ دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۰۷ھ دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۴ھ

۷۱- امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی' متوفی ۶۶۸ھ' التذکرۃ فی امور الآخرہ' مطبوعہ دار البخاری' مدینہ منورہ

۷۲- امام ولی الدین تبریزی' متوفی ۷۴۲ھ' مشکوٰۃ' مطبوعہ اصح المطابع دہلی' دار ارقم' بیروت

۷۳- حافظ جمال الدین عبد اللہ بن یوسف زیلعی' متوفی ۷۶۲ھ' نصب الرایہ' مطبوعہ مجلس علمی سورۃ ہند' ۱۳۵۷ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ

۷۴- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی' المتوفی ۸۰۷ھ' مجمع الزوائد' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ

۷۵- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی' المتوفی ۸۰۷ھ' کشف الاستار' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت' ۱۴۰۴ھ

۷۶- امام ابو العباس احمد بن ابو بکر بوصیری' شافعی' متوفی ۸۴۰ھ' اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ

۷۷- حافظ علاء الدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمان' متوفی ۸۴۵ھ' الجواہر النقی' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان

۷۸- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۸۴۸ھ' تلخیص المستدرک' مطبوعہ مکتبہ دار الباز' مکہ مکرمہ

۷۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' المطالب العالیہ' مطبوعہ مکتبہ دار الباز' مکہ مکرمہ

۸۰- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' الجامع الصغیر' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۳۹۱ھ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۲۰ھ

۸۱- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' جامع الاحادیث الکبیر' مطبوعہ دار الفکر' بیروت ۱۴۱۴ھ

۸۲- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' البدور السافرۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ' دار ابن حزم' بیروت' ۱۴۱۴ھ

۸۳- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' جمع الجوامع' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

۸۴- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' الخصائص الکبریٰ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۵ھ

۸۵- علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری' متوفی ۹۷۵ھ' کنز العمال' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت

کتب تفاسیر

۸۶- امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری' متوفی ۳۱۰ھ' جامع البیان' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ' دار الفکر' بیروت

۸۷- امام عبد الرحمن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی' متوفی ۳۲۷ھ تفسیر القرآن العزیز' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ

۸۸- امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی' متوفی ۳۳۳ھ' تاویلات اہل السنۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ

۸۹- علامہ ابو الحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری' متوفی ۴۶۸ھ' الوسیط' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ

۹۰- امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی، متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ھ
۹۱- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ
۹۲- قاضی ابو الخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی، متوفی ۶۸۵ھ، انوار التنزیل، مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع، مصر
۹۳- علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی، متوفی ۷۱۰ھ، مدارک التنزیل، مطبوعہ دار الکتب العربیہ، پشاور
۹۴- علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی حنفی، متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۷ھ
۹۵- شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۴ھ، بیان القرآن، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور
۹۶- شیخ محمود الحسن دیوبندی، متوفی ۱۳۳۹ھ و شیخ شبیر احمد عثمانی، متوفی ۱۳۶۹ھ، حاشیۃ القرآن، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور

کتب شروح حدیث

۹۷- علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال مالکی اندلسی متوفی ۴۴۹ھ، شرح صحیح البخاری، مطبوعہ مکتبہ الرشید، ریاض، ۱۴۲۰ھ
۹۸- حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی، متوفی ۴۶۳ھ، الاستذکار، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۱۳ھ
۹۹- حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ، تمہید، مطبوعہ مکتبہ القدوسیہ لاہور، ۱۴۰۴ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۹ھ
۱۰۰- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، اکمال المعلم بفوائد مسلم، مطبوعہ دار الوفا، بیروت، ۱۴۱۹ھ
۱۰۱- علامہ عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ، کشف المشکل علی صحیح البخاری، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ
۱۰۲- امام عبد العظیم بن عبد القوی منذری، متوفی ۶۵۶ھ، مختصر سنن ابوداؤد، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت
۱۰۳- علامہ ابو عبد اللہ فضل اللہ الحسن التورپشتی، متوفی ۶۶۱ھ، کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنۃ، مکتبہ نزار مصطفیٰ، ۱۴۲۲ھ
۱۰۴- علامہ ابو العباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی، المتوفی ۶۵۶ھ، المفہم، مطبوعہ دار ابن کثیر، بیروت، ۱۴۱۷ھ
۱۰۵- علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۷۵ھ
۱۰۶- علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی، متوفی ۷۴۳ھ، شرح الطیبی، مطبوعہ ادارۃ القرآن، ۱۴۱۳ھ
۱۰۷- علامہ ابن رجب حنبلی، متوفی ۷۹۵ھ، فتح الباری، دار ابن الجوزی، ریاض، ۱۴۱۷ھ
۱۰۸- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی، متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ
۱۰۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۰ھ
۱۱۰- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، نتائج الافکار فی تخریج الاحادیث الاذکار، دار ابن کثیر، بیروت
۱۱۱- حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ، دار الکتب

العلمیہ ۱۴۲۱ھ

۱۱۲- حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ شرح سنن ابوداؤد مطبوعہ مکتبہ الرشید ریاض ۱۴۲۰ھ

۱۱۳- علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ مکمل اکمال المعلم مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ

۱۱۴- علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ ارشاد الساری مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۰۶ھ

۱۱۵- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ التوشیح علی الجامع الصحیح مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ

۱۱۶- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ الدیباج علی صحیح مسلم بن حجاج مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۱۲ھ

۱۱۷- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ تنویر الحوالک مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ

۱۱۸- علامہ ابو یحییٰ زکریا بن محمد انصاری متوفی ۹۲۶ھ تحفۃ الباری بشرح صحیح البخاری مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۵ھ

۱۱۹- علامہ عبد الرؤف مناوی شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ فیض القدیر مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱۳۹۱ھ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ

۱۲۰- علامہ عبد الرؤف مناوی شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ شرح الشمائل مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

۱۲۱- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ جمع الوسائل مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

۱۲۲- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ شرح مسند ابی حنیفہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۵ھ

۱۲۳- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ مرقات مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۰ھ مکتبہ حقانیہ پشاور

۱۲۴- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ الاسرار المرفوعۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۵ھ

۱۲۵- شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ لامع الدراری علی جامع البخاری مطبوعہ ایچ۔ایم۔سعید کمپنی

۱۲۶- شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ اشعۃ اللمعات مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنو

۱۲۷- شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ تحفۃ الذاکرین مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر ۱۳۵۰ھ

۱۲۸- شیخ عبد الرحمٰن مبارک پوری متوفی ۱۳۲۵ھ تحفۃ الاحوذی مطبوعہ نشر السنہ ملتان دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ

۱۲۹- شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ فیض الباری مطبوعہ مطبع حجازی مصر ۱۳۵۷ھ

۱۳۰- شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ فتح الملہم مطبوعہ مکتبہ الحجاز کراچی

۱۳۱- شیخ محمد بن زکریا بن محمد بن یحییٰ کاندھلوی اوجز المسالک الی مؤطا مالک مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ

۱۳۲- شیخ محمد تقی عثمانی انعام الباری مطبوعہ مکتبۃ الحراء

۱۳۳- شیخ سلیم اللہ خان کشف الباری مکتبہ فاروقیہ کراچی

کتب اسماء الرجال

۱۳۴- امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ التاریخ الکبیر مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ

۱۳۵- امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ منہج الامام النسائی فی الجرح والتعدیل دار الاحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۴ھ

۱۳۶- امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی' متوفی ۴۶۳ھ' تاریخ بغداد' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۳۷- حافظ جمال الدین ابو الحجاج یوسف مزی' متوفی ۷۴۲ھ' تہذیب الکمال' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۱۳۸- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۷۴۸ھ' میزان الاعتدال' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ
۱۳۹- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۷۴۸ھ' الکاشف' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۴۰- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' تہذیب التہذیب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۴۱- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' تقریب التہذیب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۴۲- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' اللآلی المصنوعہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۴۳- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' طبقات الحفاظ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۱۴۴- علامہ محمد بن طولون متوفی ۹۵۳ھ' الشذرة فی الاحادیث المشتہرة' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۳ھ
۱۴۵- علامہ محمد طاہر پٹنی' متوفی ۹۸۶ھ' تذکرة الموضوعات' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۴۶- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' المتوفی ۱۰۱۴ھ' موضوعات کبیر' مطبوعہ مطبع مجتبائی' دہلی
۱۴۷- علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی' متوفی ۱۱۶۲ھ' کشف الخفاء ومزیل الالباس' مطبوعہ مکتبۃ الغزالی' دمشق

کتب لغت

۱۴۸- امام اللغۃ خلیل احمد فراہیدی' متوفی ۱۷۵ھ' کتاب العین' مطبوعہ انتشارات اسوہ' ایران' ۱۴۱۴ھ
۱۴۹- علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری' متوفی ۳۹۸ھ' الصحاح' مطبوعہ دار العلم' بیروت' ۱۴۰۴ھ
۱۵۰- علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی' متوفی ۵۰۲ھ' المفردات' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ
۱۵۱- علامہ محمود بن عمر زمخشری' متوفی ۵۸۳ھ' الفائق' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۵۲- علامہ محمد بن اثیر الجزری' متوفی ۶۰۶ھ' نہایہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۵۳- علامہ محمد بن ابوبکر بن عبد القادر رازی متوفی ۶۶۰ھ' مختار الصحاح' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ
۱۵۴- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' تہذیب الاسماء واللغات' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۵۵- علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی' متوفی ۷۱۱ھ' لسان العرب' مطبوعہ نشر ادب الحوزة' قم' ایران
۱۵۶- علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی' متوفی ۸۱۷ھ' القاموس المحیط' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت
۱۵۷- علامہ محمد طاہر پٹنی' متوفی ۹۸۶ھ' مجمع بحار الانوار' مطبوعہ مکتبہ دار الایمان' المدینۃ المنورہ' ۱۴۱۵ھ
۱۵۸- علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی' متوفی ۱۲۰۵ھ' تاج العروس' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ' مصر
۱۵۹- لوئیس معلوف الیسوعی' متوفی ۱۸۶۷ء' المنجد' مطبوعہ المطبعۃ الکاثولیکیہ' بیروت' ۱۹۲۷ء
۱۶۰- ابو نعیم عبد الحکیم خان نشتر جالندھری' قائد اللغات' مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی' لاہور
۱۶۱- قاضی عبد النبی بن عبد الرسول احمد نگری' دستور العلماء' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

کتب تاریخ، سیرت و فضائل

۱۶۲- امام محمد بن سعد، متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ
۱۶۳- امام ابوسعید عبد الملک بن ابی عثمان نیشاپوری متوفی ۴۰۶ھ، شرف المصطفیٰ، مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ، مکہ مکرمہ، ۱۴۲۴ھ
۱۶۴- امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ، تاریخ الامم والملوک، مطبوعہ دار القلم، بیروت
۱۶۵- حافظ ابوعمرو یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر، متوفی ۴۶۳ھ، الاستیعاب، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت
۱۶۶- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی، متوفی ۵۴۴ھ، الشفاء، مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ
۱۶۷- علامہ عبد الرحمٰن بن علی جوزی، متوفی ۵۹۷ھ، الوفاء، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد
۱۶۸- علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر، متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، دار الکتب العلمیہ، بیروت
۱۶۹- علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر، متوفی ۶۳۰ھ، الکامل فی التاریخ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت
۱۷۰- علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان، متوفی ۶۸۱ھ، وفیات الاعیان، مطبوعہ منشورات الشریف الرضی، ایران
۱۷۱- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ، سیر اعلام النبلاء، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۷ھ
۱۷۲- شیخ ابوعبد اللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ المتوفی ۷۵۱ھ، زاد المعاد، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۹ھ
۱۷۳- علامہ تاج الدین ابونصر عبد الوہاب سبکی متوفی ۷۷۱ھ، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۰ھ
۱۷۴- حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی، متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۸ھ
۱۷۵- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی ۸۵۲ھ، الاصابہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت
۱۷۶- علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی، متوفی ۹۱۱ھ، وفاء الوفاء، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۱ھ
۱۷۷- علامہ احمد قسطلانی، متوفی ۹۱۱ھ، المواہب اللدنیہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ
۱۷۸- علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، متوفی ۹۴۲ھ، سبل الہدیٰ والرشاد، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ
۱۷۹- علامہ علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح الشفاء، مطبوعہ دار الفکر بیروت، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ
۱۸۰- علامہ احمد شہاب الدین خفاجی، متوفی ۱۰۶۹ھ، نسیم الریاض، مطبوعہ دار الفکر بیروت، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ
۱۸۱- علامہ محمد عبد الباقی زرقانی، متوفی ۱۱۲۴ھ، شرح المواہب اللدنیہ، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۳۹۳ھ

کتب فقہ حنفی

۱۸۲- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت، ۱۳۹۸ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ

۱۸۳- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی' متوفی ۴۸۳ھ' شرح سیر کبیر' مطبوعہ المکتبہ الثورۃ الاسلامیہ' افغانستان' ۱۴۰۵ھ
۱۸۴- علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی' متوفی ۵۸۷ھ' بدائع الصنائع' مطبوعہ ایچ-ایم-سعید اینڈ کمپنی' ۱۴۰۰ھ' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۸۵- علامہ حسین بن منصور اوز جندی' متوفی ۵۹۲ھ' فتاویٰ قاضی خاں' مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ
۱۸۶- علامہ حسین بن منصور اوز جندی' متوفی ۵۹۲ھ' شرح الزیارات' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۶ھ
۱۸۷- علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی' متوفی ۵۹۳ھ' ہدایہ اولین وآخرین' مطبوعہ شرکت علمیہ' ملتان
۱۸۸- علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری متوفی ۶۱۶ھ' المحیط البرہانی' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۲۴ھ
۱۸۹- امام فخر الدین عثمان بن علی متوفی ۷۴۳ھ' تبیین الحقائق' مطبوعہ ایچ-ایم سعید کمپنی' کراچی' ۱۴۲۱ھ
۱۹۰- علامہ محمد بن محمود بابرتی' متوفی ۷۸۶ھ' عنایہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۹۱- علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی' متوفی ۸۵۵ھ' بنایہ' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۱ھ
۱۹۲- علامہ کمال الدین بن ہمام' متوفی ۸۶۱ھ' فتح القدیر' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۹۳- علامہ ابراہیم بن محمد حلبی' متوفی ۹۵۶ھ' غنیۃ المستملی' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۴۱۲ھ
۱۹۴- علامہ زین الدین بن نجیم' متوفی ۹۷۰ھ' البحر الرائق' مطبوعہ مطبعہ علمیہ' مصر' ۱۳۱۱ھ
۱۹۵- ملا بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ' فتح باب العنایۃ' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۶ھ
۱۹۶- علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی' متوفی ۱۰۸۸ھ' الدر المختار' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت
۱۹۷- ملا نظام الدین متوفی' ۱۱۶۱ھ' فتاویٰ عالمگیری' مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ
۱۹۸- علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ' حاشیۃ الطحطاوی' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۹۹- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' منحۃ الخالق' مطبوعہ مطبعہ علمیہ' مصر' ۱۳۱۱ھ
۲۰۰- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ' مطبوعہ دار الاشاعۃ العربی' کوئٹہ
۲۰۱- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' رسائل ابن عابدین' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۳۹۶ھ
۲۰۲- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' رد المحتار' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ' ۱۴۱۹ھ

کتب فقہ شافعی

۲۰۳- امام محمد بن ادریس شافعی' متوفی ۲۰۴ھ' الام' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۰۳ھ
۲۰۴- علامہ ابوالحسین علی بن محمد حبیب ماوردی شافعی' متوفی ۴۵۰ھ' الحاوی الکبیر' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۲۰۵- علامہ ابواسحاق شیرازی' متوفی ۴۵۵ھ' المہذب' مطبوعہ دارالمعرفہ' بیروت' ۱۳۹۳ھ
۲۰۶- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' شرح المہذب' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ

کتب فقہ مالکی

۲۰۷- امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی متوفی ۲۵۶ھ المدونة الکبریٰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۲۰۸- قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ بدایۃ المجتہد مطبوعہ دار الفکر بیروت
۲۰۹- علامہ ابوالبرکات احمد دردیر مالکی متوفی ۱۱۹۷ھ الشرح الکبیر مطبوعہ دار الفکر بیروت
۲۱۰- علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی متوفی ۱۲۱۹ھ حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر مطبوعہ دار الفکر بیروت

کتب فقہ حنبلی

۲۱۱- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ المغنی مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ ۱۴۲۵ھ
۲۱۲- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ الکافی مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ
۲۱۳- شیخ ابوالعباس تقی الدین بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ مجموعۃ الفتاویٰ مطبوعہ ریاض مطبوعہ دار الجیل بیروت ۱۴۱۸ھ
۲۱۴- علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن فتاح مقدسی متوفی ۷۶۳ھ کتاب الفروع مطبوعہ عالم الکتب بیروت
۲۱۵- علامہ موسیٰ بن احمد صالحی متوفی ۹۶۰ھ کشاف القناع مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ